

[illegible]

تصدیق صحتِ متن

ہم نے اس قرآن مجید کو حرفاً حرفاً پورے غور و امعانِ نظر سے پڑھا اور ہم تصدیق کرتے ہیں کہ اس مصحفِ مقدس کے متن میں کوئی کمی بیشی اور کتابت میں کوئی غلطی ہہیں ہے۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔

حافظ عبدالرؤف

الحافظ عبدالرؤف بن عبدالواحد
سند یافتہ
مدرسہ حمیدیہ سابق ریاست بھوپال

تصدیق صحت جلد بندی

میں تصدیق کرتا ہوں کہ اس قرآن مجید کے ہر صفحہ کو چیک کیا گیا ہے۔ اور اس میں جلد بندی کی کوئی غلطی نہیں ہے

محمودیہ بک بائینڈنگ فیکٹری

الحکیم جل جلالہ	الودود جل جلالہ	المجید جل جلالہ	الباعث جل جلالہ	الشہید جل جلالہ	الحق جل جلالہ
الوکیل جل جلالہ	القوی جل جلالہ	المتین جل جلالہ	الولی جل جلالہ	الحمید جل جلالہ	المحصی جل جلالہ
المبدی جل جلالہ	المعید جل جلالہ	المحیی جل جلالہ	الممیت جل جلالہ	الحی جل جلالہ	القیوم جل جلالہ
الواجد جل جلالہ	الماجد جل جلالہ	الواحد جل جلالہ	الاحد جل جلالہ	الصمد جل جلالہ	القادر جل جلالہ
المقتدر جل جلالہ	المقدم جل جلالہ	المؤخر جل جلالہ	الاول جل جلالہ	الآخر جل جلالہ	الظاہر جل جلالہ
الباطن جل جلالہ	الوالی جل جلالہ	المتعالی جل جلالہ	البر جل جلالہ	التواب جل جلالہ	المنتقم جل جلالہ
العفو جل جلالہ	الرؤف جل جلالہ	مالک الملک جل جلالہ	ذو الجلال والاکرام جل جلالہ	المقسط جل جلالہ	الجامع جل جلالہ
الغنی جل جلالہ	المغنی جل جلالہ	المانع جل جلالہ	الضار جل جلالہ	النافع جل جلالہ	النور جل جلالہ
الہادی جل جلالہ	البدیع جل جلالہ	الباقی جل جلالہ	الوارث جل جلالہ	الرشید جل جلالہ	الصبور جل جلالہ

تاج کمپنی لمیٹڈ، ناشران قرآن مجید و اسلامی مطبوعات کراچی - لاہور - ڈھاکہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

هو اللہ جل جلالہ	الذی لا الہ جل جلالہ	الا ھو جل جلالہ	الرحمن جل جلالہ	الرحیم جل جلالہ	الملک جل جلالہ
القدوس جل جلالہ	السلام جل جلالہ	المؤمن جل جلالہ	المھیمن جل جلالہ	العزیز جل جلالہ	الجبار جل جلالہ
المتکبر جل جلالہ	الخالق جل جلالہ	البارئ جل جلالہ	المصور جل جلالہ	الغفار جل جلالہ	القھار جل جلالہ
الوھاب جل جلالہ	الرزاق جل جلالہ	الفتاح جل جلالہ	العلیم جل جلالہ	القابض جل جلالہ	الباسط جل جلالہ
الخافض جل جلالہ	الرافع جل جلالہ	المعز جل جلالہ	المذل جل جلالہ	السمیع جل جلالہ	البصیر جل جلالہ
الحکم جل جلالہ	العدل جل جلالہ	اللطیف جل جلالہ	الخبیر جل جلالہ	الحلیم جل جلالہ	العظیم جل جلالہ
الغفور جل جلالہ	الشکور جل جلالہ	العلی جل جلالہ	الکبیر جل جلالہ	الحفیظ جل جلالہ	المقیت جل جلالہ
الحسیب جل جلالہ	الجلیل جل جلالہ	الکریم جل جلالہ	الرقیب جل جلالہ	المجیب جل جلالہ	الواسع جل جلالہ

شمار سورت	نام سورت	شمار پاره
۵۷	سوره حدید	۲۷
۵۸	سوره مجادله	۲۸
۵۹	سوره حشر	۲۸
۶۰	سوره ممتحنه	۲۸
۶۱	سوره صف	۲۸
۶۲	سوره جمعه	۲۸
۶۳	سوره منافقون	۲۸
۶۴	سوره تغابن	۲۸
۶۵	سوره طلاق	۲۸
۶۶	سوره تحریم	۲۸
۶۷	سوره ملک	۲۹
۶۸	سوره قلم	۲۹
۶۹	سوره حاقه	۲۹
۷۰	سوره معارج	۲۹
۷۱	سوره نوح	۲۹
۷۲	سوره جن	۲۹
۷۳	سوره مزمل	۲۹
۷۴	سوره مدثر	۲۹
۷۵	سوره قیامه	۲۹
۷۶	سوره دهر	۲۹
۷۷	سوره مرسلات	۲۹
۷۸	سوره نبا	۳۰
۷۹	سوره نازعات	۳۰
۸۰	سوره عبس	۳۰
۸۱	سوره کوّرت یا تکویر	۳۰
۸۲	سوره انفطرت یا انفطار	۳۰
۸۳	سوره مطففین	۳۰
۸۴	سوره انشقت یا انشقاق	۳۰
۸۵	سوره بروج	۳۰
۸۶	سوره طارق	۳۰

شمار سورت	نام سورت	شمار پاره
۸۷	سوره اعلیٰ	۳۰
۸۸	سوره غاشیه	۳۰
۸۹	سوره فجر	۳۰
۹۰	سوره بلد	۳۰
۹۱	سوره شمس	۳۰
۹۲	سوره لیل	۳۰
۹۳	سوره ضحیٰ	۳۰
۹۴	سوره انشراح	۳۰
۹۵	سوره تین	۳۰
۹۶	سوره علق	۳۰
۹۷	سوره قدر	۳۰
۹۸	سوره بیّنه	۳۰
۹۹	سوره زلزال	۳۰
۱۰۰	سوره عادیات	۳۰
۱۰۱	سوره قارعه	۳۰
۱۰۲	سوره تکاثر	۳۰
۱۰۳	سوره عصر	۳۰
۱۰۴	سوره همزه	۳۰
۱۰۵	سوره فیل	۳۰
۱۰۶	سوره قریش	۳۰
۱۰۷	سوره ماعون	۳۰
۱۰۸	سوره کوثر	۳۰
۱۰۹	سوره کافرون	۳۰
۱۱۰	سوره نصر	۳۰
۱۱۱	سوره لهب	۳۰
۱۱۲	سوره اخلاص	۳۰
۱۱۳	سوره فلق	۳۰
۱۱۴	سوره ناس	۳۰

تمّت

قرآن مجید کی سورتوں کی فہرست

ج وقف جائز کی علامت ہے۔ یہاں ٹھہرنا بہتر اور نہ ٹھہرنا جائز ہے۔

ز علامت وقف مجوز کی ہے۔ یہاں نہ ٹھہرنا بہتر ہے۔

ص علامت وقف مرخص کی ہے۔ یہاں ملا کر پڑھنا چاہیئے۔ لیکن اگر کوئی تھک کر ٹھہر جائے تو رخصت ہے۔ معلوم رہے کہ ص پر ملا کر پڑھنا ز کی نسبت زیادہ ترجیح رکھتا ہے۔

صلے الوصل اولیٰ کا اختصار ہے۔ یہاں ملا کر پڑھنا بہتر ہے۔

ق قیل علیہ الوقف کا خلاصہ ہے۔ یہاں ٹھہرنا نہیں چاہیئے۔

صل قد یوصل کی علامت ہے۔ یعنی یہاں کبھی ٹھہرا بھی جاتا ہے کبھی نہیں۔ لیکن ٹھہرنا بہتر ہے۔

قف یہ لفظ قِف ہے جس کے معنی ہیں ٹھہر جاؤ۔ اور یہ علامت وہاں استعمال کی جاتی ہے۔ جہاں پڑھنے والے کے ملا کر پڑھنے کا احتمال ہو۔

س یا سکتہ سکتے کی علامت ہے۔ یہاں کسی قدر ٹھہر جانا چاہیئے مگر سانس نہ ٹوٹنے پائے۔

وقفہ لمبے سکتے کی علامت ہے۔ یہاں سکتے کی نسبت زیادہ ٹھہرنا چاہیئے۔ لیکن سانس نہ توڑے۔ سکتے اور وقفے میں یہ فرق ہے کہ سکتے میں کم ٹھہرنا ہوتا ہے۔ وقفے میں زیادہ۔

لا لا کے معنی نہیں کے ہیں۔ یہ علامت کہیں آیت کے اوپر استعمال کی جاتی ہے۔ اور کہیں عبارت کے اندر۔ عبارت کے اندر ہو تو ہرگز نہیں ٹھہرنا چاہیئے۔ آیت کے اوپر ہو تو اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک ٹھہر جانا چاہیئے۔ بعض کے نزدیک نہ ٹھہرنا چاہیئے۔ لیکن ٹھہرا جائے یا نہ ٹھہرا جائے اس سے مطلب میں خلل واقع نہیں ہوتا۔ وقف اسی جگہ نہیں چاہیئے۔ جہاں عبارت کے اندر لکھا ہو۔

ك کذلک کی علامت ہے یعنی جو رمز پہلے ہے وہی یہاں سمجھی جائے۔

رموزِ اوقافِ قرآن مجید

ہر ایک زبان کے اہلِ زبان جب گفتگو کرتے ہیں تو کہیں ٹھہر جاتے ہیں۔ کہیں نہیں ٹھہرتے۔ کہیں کم ٹھہرتے ہیں۔ کہیں زیادہ۔ اور اس ٹھہرنے اور نہ ٹھہرنے کو بات کے صحیح بیان کرنے اور اس کا صحیح مطلب سمجھنے میں بہت دخل ہے۔ قرآن مجید کی عبارت بھی گفتگو کے انداز میں واقع ہوئی ہے۔ اسی لئے اہلِ علم نے اس کے ٹھہرنے نہ ٹھہرنے کی علامتیں مُقرر کر دی ہیں جن کو رموزِ اوقافِ قرآن مجید کہتے ہیں۔ ضرور ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت کرنے والے اِن رموز کو ملحوظ رکھیں۔ اور وہ یہ ہیں:۔

○ جہاں بات پُوری ہو جاتی ہے، وہاں چھوٹا سا دائرہ لکھ دیتے ہیں۔ یہ حقیقت میں گول ت ہے جو بصُورت ۃ لکھی جاتی ہے۔ اور یہ وقفِ تام کی علامت ہے یعنی اس پر ٹھہرنا چاہئے۔ اب ۃ تو نہیں لکھی جاتی چھوٹا سا حلقہ لکھ دیا جاتا ہے۔ اِس علامت کو آیت کہتے ہیں۔

مـ یہ علامت وقف لازم کی ہے۔ اس پر ضرور ٹھہرنا چاہئے۔ اگر نہ ٹھہرا جائے تو احتمال ہے کہ مطلب کُچھ کا کچھ ہو جائے۔ اس کی مثال اُردو میں یُوں سمجھنی چاہئے کہ مثلاً کسی کو یہ کہنا ہو کہ اُٹھو۔ مت بیٹھو۔ جس میں اُٹھنے کا امر اور بیٹھنے کی نہی ہے۔ تو اُٹھو پر ٹھہرنا لازم ہے۔ اگر ٹھہرا نہ جائے تو اُٹھو مت بیٹھو ہو جائیگا۔ جسمیں اُٹھنے کی نہی اور بیٹھنے کے امر کا احتمال ہے۔ اور یہ قائل کے مطلب کے خلاف ہو جائیگا۔

ط وقف مُطلق کی علامت ہے۔ اِس پر ٹھہرنا چاہئے۔ مگر یہ علامت وہاں ہوتی ہے جہاں مطلب تمام نہیں ہوتا۔ اور بات کہنے والا ابھی کچھ اور کہنا چاہتا ہے۔

عام لغات میں

۲۱ - مجد الدین فیروز آبادی (المتوفی ۸۱۷ھ) کی القاموس (۲ جلدوں میں) ابن المنظور افریقی (المتوفی ۷۱۱ھ) کی ضخیم و مستند

۲۲ - لسان العرب (۲۰ جلدوں میں) اور سب سے بڑھ کر علامہ مرتضیٰ زبیدی بلگرامی (المتوفی ۱۲۰۵ھ) کی بلند پایہ

۲۳ - تاج العروس شرح قاموس (۱۰ جلدوں میں) سے مدد قدم قدم پر ملتی رہی

۲۴ - ان سب کتابوں کے علاوہ سیوطی (المتوفی ۹۱۱ھ) کی اتقان فی علوم القرآن بھی ایک قابلِ قدر کتاب ہے۔ کہنا چاہئے کہ ایک چھوٹی سی قرآنی انسائیکلوپیڈیا ہے۔ اس زمانہ تک جتنا کام قرآن سے متعلق ہوا تھا اس کی جامع۔

۲۵ - کلیاتِ ابی البقا۔ یہ بھی جہاں تک ادب، لغت، نحو و بیان کا تعلق ہے، قرآن مجید سے متعلق بڑے کام کی کتاب ہے۔

فارسی ترجموں میں بجز شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے ترجمہ فتح الرحمٰن کے اور کوئی چیز قابلِ ذکر نہیں ملتی۔ ترجمہ کی راہ ہندوستان میں اگر شاہ دہلوی اور ان کے خاندان والوں نے نہ کھول دی ہوتی، تو آج خدا معلوم کتنی دشواریوں کا سامنا ہوتا۔

اس تفسیر کے اُردو ترجمہ کا جہاں تک تعلق ہے یہ ۹۵ فی صدی حکیم الاُمت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے نقل ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ پرانے ترجموں میں شاہ رفیع الدین دہلوی کا ترجمہ اور نئے ترجموں میں حکیم الامت کا ترجمہ بس یہ دو ترجمے باقی تمام ترجموں سے بے نیاز کر دینے والے ہیں۔ پہلا ترجمہ لفظی ہے، اور دوسرا با محاورہ و مطلب خیز۔

اُردو تفسیروں میں نمبر اول پر

۲۶ - حکیم الاُمت کی تفسیر بیان القرآن (۱۲ جلدوں میں) ہے۔ علوم و معارف سے لبریز یہ تفسیر اُردو میں اپنی نظیر آپ ہے۔ سب سے زیادہ اخذ و استفادہ اسی سے کیا گیا ہے۔

۲۷ - خلاصۃ التفاسیر (۵ جلدوں میں معہ مقدمہ) از مولانا فتح محمد تائب لکھنویؒ۔ کتاب اور مصنف نے زیادہ شہرت نہیں پائی لیکن تفسیر متعدد حیثیتوں سے قابلِ قدر ہے۔ گو اب ذرا پرانی ہو گئی ہے۔

۲۸ - ترجمہ اُردو تفسیر مظہری۔ اصل تفسیر قاضی ثناء اللہ پانی پتی (صاحبِ مالا بدمنہ) کی ہے، اور فارسی میں ہے۔ اس کے اُردو ترجمہ کا صرف قلیل ابتدائی حصہ مطالعہ میں آیا، اور اسے مفید پایا گیا۔

اُردو میں تفسیر پر اور بھی بہت کچھ کام ہو چکا ہے، مثلاً

۱ - تفسیر مواہب الرحمٰن۔ ۳۰ لمبی چوڑی ضخیم جلدوں میں۔ از مولانا امیر علی ملیح آبادی مرحوم۔ بہت جامع و مفصل کتاب ہے۔ عربی کی مشہور و متداول تفسیروں کا عطر اس میں آگیا ہے۔ زبان پرانی ہو گئی ہے۔

۲ - تفسیر فتح المنان یا تفسیر حقانی۔ ۷ جلدوں میں۔ از مولانا عبد الحق حقانی دہلوی مرحوم۔ مذاہبِ غیر سے مناظرہ کرنے والوں کے لئے خاص طور پر مفید ہے۔

۳ - تفسیر ثنائی۔ ۷ جلدوں میں۔ از مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری۔ ذرا مختصر ہے۔ محدثین کے مذہب پر ہے۔ اور غیر مذاہب سے مناظرہ کرنے والوں کے لئے مفید ہے۔

۴ - تفسیر بیان القرآن۔ ۳ جلدوں میں۔ از مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے۔ امیر جماعت احمدیہ (قادیانیہ) لاہور۔ مغربیت سے متاثر گروہ کے لئے اس کا مطالعہ مفید ہوگا۔ گو ظاہر ہے کہ اس کے متعدد بیانات مسلکِ اہلِ سنت والجماعت سے ہٹے ہوئے ہیں۔

۵ - حواشی تفسیری از مولانا شبیر احمد عثمانیؒ دیوبندی۔ شیخ الہند محمود حسن کے ترجمہ قرآن کے اکثر حصہ پر یہ حاشیے ہیں، اور ضروریاتِ وقت کو ملحوظ رکھ کر ایک فاضلانہ قلم سے لکھے گئے ہیں۔

۶ - تفہیم القرآن۔ از مولانا ابو الاعلیٰ مودودی۔ یہ تفسیر جیسے تفسیر کہنا مشکل ہی ہے، بہ اقساط نکل رہی ہے۔ ابھی تک آٹھ پاروں کی نکلی ہے۔ بعض نکتے اس میں خوب آگئے ہیں۔

مفسر تھانوی کی اصل تفسیر کے علاوہ ان کے زبانی افادات اور ان کی ایک اور کتاب مسائل السلوک من کلام ملک الملوک سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔ مسائلِ سلوک و تصوف سے متعلق ایسے موقعوں پر حوالہ "مرشد تھانوی" کا دیا گیا ہے۔

جن کتابوں کے حوالے بار بار اور کثرت سے آئے ہیں، ان کے لئے ذیل کی صرف علامتیں استعمال ہوئی ہیں:-

نام کتاب	علامت	نام کتاب	علامت	نام کتاب	علامت
۱ - تفسیر تنویر المقیاس	(ابنِ عباسؓ)	۸ - تفسیر مفاتیح الغیب	(کبیر)	۱۵ - حواشی ابو السعود العمادی	(ابو سعود)
۲ - تفسیر ابنِ جریر طبری	(ابنِ جریر)	۹ - البحر المحیط لابن حیان	(بحر)	۱۶ - مفردات غریب القرآن	(راغب)
۳ - تفسیر الکشاف	(کشاف)	۱۰ - النہر اللعیط لابنِ حیان	(نہر)	۱۷ - لسان العرب	(لسان)
۴ - تفسیر انوار التنزیل	(بیضاوی)	۱۱ - تفسیر الجامع لاحکام القرآن	(قرطبی)	۱۸ - تاج العروس	(تاج)
۵ - تفسیر مدارک التنزیل	(مدارک)	۱۲ - روح المعانی	(روح)	۱۹ - وجوہ اعراب القرآن المعروف با عراب القرآن	(عکبری)
۶ - تفسیر معالم التنزیل	(معالم)	۱۳ - احکام القرآن لابن العربی۔	(ابنِ عربی)	۲۰ - تفسیر بیان القرآن	(تھانوی)
۷ - تفسیر ابنِ کثیر	(ابنِ کثیر)	۱۴ - احکام القرآن للجصاص رازی	(جصاص)	۲۱ - القرطین	(ابنِ قتیبہ)

ان کے علاوہ جن کتابوں کے حوالے آئے ہیں، بجائے علامات اور مرموزات کے، اصل نام کے ساتھ آئے ہیں۔

اس دیباچہ کی تحریر کے وقت (یعنی دسمبر ۱۹۴۴ء ذی الحجہ ۱۳۶۳ھ میں) صرف پارۂ اول نظر ثانی کے بعد ناشر کے ہاں جانے کے قابل ہوا ہے۔ باقی ۲۹ پاروں پر مفصل اور جزئی نظر ثانی کا کام اب شروع ہو رہا ہے جس نے آغازِ کار کی توفیق دی تھی اسی کے ہاتھ میں انجام تک پہنچانا ہے

اسی رب العزت سے دعا ہے کہ اس حقیر و ناچیز کوشش کو حسنِ قبول عطا فرمائے۔ میری اور میرے والدین اور میرے اعزہ، احباب، متوسلین کی اور ان تمام اشخاص کو جو اس تالیف کی تیاری میں مالی حیثیت سے یا کسی اور حیثیت سے معین ہوئے ہیں مغفرت سے سرفراز فرمائے اور ان پر اور ساری امتِ محمدی پر رحمت کی بارش نازل کرے۔ ناظرین سے صرف اتنی استدعا ہے کہ اس دُعا پر آمین کہ دیں۔

دریاباد۔ بارہ بنکی

دسمبر ۱۹۴۴ء

ذی الحجہ ۱۳۶۳ھ

عبد الماجد

مکرر: اکتوبر ۱۹۴۶ء (ذی قعدہ ۱۳۶۵ھ) آگیا۔ اور اب پانچ پارے تیار شدہ ناشر کے پاس پریس میں پہنچ چکے ہیں۔ دسویں پارہ کی نظر ثانی اس وقت جاری ہے۔

اس دروازہ میں داخل ہونا ہوگا۔ قال العارف الرومی ؎ فہم و خاطر تیز کردن نیست راہ جز کہ اشکستہ نگیرد فضل شاہ

۵۔ اُستاد کی ضرورت تو چھوٹے سے چھوٹے علم اور سہل سے سہل فن میں بھی تقریباً ناگزیر رہی ہے۔ پھر قرآن کا علم تو بڑا مہتم بالشان علم ہے۔ اس میں کوئی طالب علم استاد سے بے نیاز کیسے رہ سکتا ہے؟ کوئی زندہ استاد اگر کامل الفن نہ ملے تو اس کی قائم مقامی اکابر مفسرین اور محقق شارحین کی کتابیں کر سکتی ہیں۔

ان حضرات کی تحقیق و تلاش کی داد دل سے دینا چاہئے۔ ان کے فضل و کمال و تبحر علمی کا احساس پورا پورا رکھنا چاہئے۔ ان کی عظمت و احترام کے اعتراف میں تامل ذرا سا نہ کرنا چاہئے لیکن ساتھ ہی دوسری طرف یہ عقیدہ بھی تازہ رکھنا چاہئے، کہ معصوم بجز نبی معصوم کے اور کوئی نہیں۔ اُمت کے بڑے سے بڑے محققین بھی غیر معصوم ہی ہیں۔ کسی ایک کے بھی ہر قول کی تقلید ہر حال میں آنکھ بند کئے کرتے رہنا اور دلیل صریح کے باوجود بھی کئے جانا ہرگز طریق ثواب نہیں۔ لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ دُوسروں کی عصمت سے انکار کر کے خود اپنی عصمت پر عقیدہ جما لیا جائے، اور اپنی تحقیق پر جزم اور جمود کے ساتھ اعتماد کر لیا جائے۔ حاشا اس کا وہم بھی نہ آنے پائے۔

عربی میں اچھی اچھی تفسیریں ماشاء اللہ کثرت سے موجود ہیں۔ اِس نامہ سیاہ نے جن جن سے استفادہ اور خوشہ چینی کی ہے، ان کی کچھ تفصیل عرض ہے :۔

۱۔ تنویر المقباس یا تفسیر ابن عباسؓ۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ (متوفی ٦٨ھ) اصحابِ رسولؐ میں مشہور ترجمان القرآن ہوئے ہیں۔ یہ ان کے تفسیری اقوال کا مجموعہ، صاحب قاموس مجدالدین محمد بن یعقوب فیروزآبادی (متوفی ٨١٧ھ) کا مرتب کیا ہوا ہے۔ البتہ سلسلہ مرویات ناقدین کے نزدیک کچھ زیادہ معتبر و مستند نہیں۔

۲۔ جامع البیان۔ یا تفسیر ابن جریر طبری (متوفی ٣١٠ھ) ۳۰ جلدوں میں۔ یہ ایک مبسوط مفصل اور محققانہ تفسیر ہے۔ بڑی بات یہ ہے کہ ہر آیت کی تفسیر میں صحابیوں اور تابعین کے آثار و اقوال کی جامع ہے ساتھ ہی دوسرے پہلوؤں، لغت، ادبیت وغیرہ پر بھی محققانہ کلام ہے۔

۳۔ تفسیر الکشاف۔ ۲ جلدوں میں۔ لُغت و ادب کے مشہور امام علامہ جار اللہ محمود بن عمر زمخشریؒ (متوفی ٥٣٨ھ) کی مشہور تفسیر ہے۔ زمخشری عقائد میں معتزلی تھے۔ لیکن جہاں تک ادب و بلاغت کے پہلوؤں کا تعلق ہے، اہل سُنت بھی ان کی نکتہ سنجیوں کے پُوری طرح قائل و معترف ہیں۔

۴۔ مفاتیح الغیب۔ یا تفسیر کبیر۔ ۸ جلدوں میں۔ از امام فخر الدین عمر رازی (متوفی ٦٠٦ھ) رازی معقول و منقول دونوں کے امام تھے۔ ان کی تفسیر حقیقۃً تفسیر کبیر یا تفسیر اعظم ہی کہلانے کی مستحق ہے۔ لسانی، روایتی کلامی، فقہی کہنا چاہئے کہ سارے ہی پہلو اس میں آ گئے ہیں۔ اور کلامی مباحث کے تو گویا رازی بادشاہ ہیں۔ مفسر کا کمال یہ ہے کہ اپنے زمانہ کے سارے علوم و فنون کو قرآن کے خادم کی حیثیت سے لا کر کھڑا کر دیا ہے۔

۵۔ الجامع لاحکام القرآن۔ یا تفسیر قرطبی۔ امام عبداللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی (متوفی ٦٧١ھ) کی تصنیف ہے۔ نام سے دھوکا ہوتا ہے کہ شاید صرف احکام فقہی پر محدود ہو۔ لیکن ایسا نہیں ہے مکمل تفسیر ہے۔ محققانہ بھی اور جامع بھی۔ پھر عبارت سلیس۔ افسوس ہے کہ مکمل طبع نہیں ہوئی۔ کوئی نصف قرآن تک مصر میں، متعدد جلدوں میں شائع ہوئی، یہاں وہ نسخہ بھی کمیاب ہے۔ میں نے تمام تر نسخہ مملوکہ مولانا حافظ محمد عمران خاں ندوی بھوپالی مہتمم دار العلوم ندوہ سے فائدہ اُٹھایا ہے۔ موصوف ایک ایک جلد برابر عاریۃً عنایت کرتے رہے۔

۶۔ معالم التنزیل۔ یا مختصراً تفسیر معالم۔ محی السنۃ حسین بن مسعود ابو محمد بغوی شافعی (متوفی ٥١٦ھ) کی تصنیف ہے۔ مشہور محدث گزرے ہیں۔ کتاب ۸ جلدوں میں تفسیر ابن کثیر کے حاشیہ کے طور پر مصر میں طبع ہوئی ہے۔

۷۔ تفسیر ابن کثیر۔ از حافظ عماد الدین ابو الفداء اسمٰعیل ابن کثیر دمشقی (متوفی ٧٧٤ھ) ۸ جلدوں میں مصر میں چھپی ہے۔ تفسیر بجائے خود اچھی اور مستند ہے لیکن مفسر پر محدثانہ رنگ غالب ہے۔ کتاب عام طلبۂ قرآن کے زیادہ کام کی نہیں۔ گویا صرف ایک مجموعہ تفسیری احادیث کا ہے۔

۸۔ مدارک التنزیل یا تفسیر مدارک۔ حافظ الدین محمود ابو البرکات النسفی الحنفی (متوفی ٧١٠ھ) صاحب عقائدِ نسفی۔ اہل سُنت کے مسلّم امام ہیں۔ ان کی یہ مختصر تفسیر بہت طویل حاشیہ اکلیل کے ساتھ ہندوستان میں لمبی چوڑی جلدوں میں شائع ہوئی ہے۔ عقاید و احکام کے باب میں اعتماد سب سے زیادہ اسی پر رہا ہے۔

۹۔ انوار التنزیل۔ یا تفسیر بیضاوی۔ از قاضی ناصر الدین ابو سعید عبداللہ بن عمر بیضاوی (متوفی ٦٩١ھ) ۵ جلدوں میں۔ مشہور و متداول تفسیر ہے، لیکن جامع و مستند۔

۱۰۔ البحر المحیط۔ ۸ جلدوں میں۔ از اثیر الدین ابو عبداللہ محمد بن یوسف بن حیان اندلسی (متوفی ٧٤٥ھ) ابن حیان محدث بھی ہیں اور ادیب اور متکلم بھی۔ تفسیر میں سب پہلوؤں کی رعایت رکھی ہے۔ جو ضعیف بلکہ موضوع روایات بعض مفسرین محض افراط خوش عقیدگی کی بنا پر ایک دوسرے سے نقل کرتے چلے آئے تھے، انہوں نے جرأت کر کے ان میں سے اکثر سے انکار کر دیا ہے۔

۱۱۔ تفسیر ابی سعود۔ یہ ابو سعود عمادی کے حواشی تفسیری ہیں۔ زیادہ تر قرآن کی ترکیبات نحوی و مباحث سے متعلق۔ تفسیر کبیر مطبوعہ مصر پر بطور تعلیقات کے شائع ہوئی ہے۔

۱۲۔ روح المعانی۔ ۹ جلدوں میں۔ علامہ شہاب الدین سید محمود آلوسی (متوفی ١٢٧٠ھ) متاخرین میں ایک بے مثل شخص ہوئے ہیں۔ نظر میں وسعت بھی تھی اور عمق بھی۔ ان کی یہ جامع و مفصل تفسیر ایک بڑی حد تک قدیم تفسیروں سے غنی کر دینے والی ہے۔ لغوی، روایتی، کلامی، فقہی حیثیت سے کہنا چاہئے کہ سب ہی کچھ اس میں موجود ہے۔ اور سلوک و تصوف سے متعلق اشارات اُن پر مستزاد۔

اصل استفادہ عربی میں انھیں تفاسیر سے کیا گیا ہے۔ لیکن ان کے علاوہ حسب ذیل بھی وقتاً فوقتاً پیش نظر رہی ہیں۔ اور کہیں کہیں مدد ان سے بھی ملی ہے۔

۱۳۔ تفسیر جلالین۔ مع کمالین

۱۴۔ غرائب القرآن یا تفسیر نیشاپوری

۱۵۔ تفسیر فتح القدیر (شوکانی)

۱۶۔ تفسیر خازن (شرح معالم)

ان عام تفسیروں کے علاوہ فقہی مسائل سے متعلق ذیل کی تفسیروں سے بھی بہت مدد ملی، خصوصاً اوّل الذکر سے :۔

۱۷۔ احکام القرآن۔ ۲ جلدوں میں۔ از علامہ ابوبکر محمد بن العربی المالکی الاندلسی (المتوفی ٥٤٣ھ) ہر مسئلہ سے متعلق چاروں ائمۂ فقہ کے مذہب نقل کر دیئے ہیں۔ بڑے کام کی کتاب ہے۔

۱۸۔ احکام القرآن۔ ۳ جلدوں میں۔ از امام ابوبکر احمد بن علی جصاص رازی حنفیؒ (المتوفی ٣٧٠ھ) حنفیہ میں بڑے پایہ کی کتاب ہے۔ مسائل کے ساتھ ان کے دلائل بھی دیئے گئے ہیں۔

۱۹۔ تفسیر احمدی۔ ملا احمد عرف ملّا جیون امیٹھوی کی تالیف سن تالیف ١٠٧٥ھ۔

لغت قرآنی پر کوئی کتاب ابو القاسم حسین بن الفضل راغب اصفہانی (المتوفی ٥٠٢ھ) کی

۲۰۔ المفردات فی غریب القرآن سے بڑھ کر مستند اور مفید میرے علم میں نہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ تفسیر

الحمد للہ الذی وحدہ۔ اللہ تعالیٰ کے کلام کو پوری طرح سمجھنا اور پھر اسے دوسروں کو سمجھانا، اور اس سمجھانے کا حق ادا کر دینا، یہ بڑے عارفوں اور کاملوں کے بھی بس کی چیز نہیں۔ چہ جائیکہ ایک بے علم اور سراپا بے بضاعت فرد کے۔ غالبؔ نے شعر کہا جس مقصد سے بھی ہو، ہے بہر حال اس موقع کے لئے چسپاں ؎

تھک تھک کے ہر مقام پہ دو چار رہ گئے　　　تیرا پتہ نہ پائیں تو ناچار کیا کریں

کہاں رب اور کہاں بندہ۔ نامحدود اور محدود کا بھی کوئی مقابلہ ہے۔ سمندر اور قطرہ آفتاب اور ذرہ کی نسبت بھی تو نہیں۔ لیکن بہر حال بندہ مکلّف بھی تو محض بقدر اپنی طاقت وہمت کے ہے جن جن بزرگوں نے تفسیریں لکھی ہیں، سب نے اپنے اپنے مقام علم و معرفت کے لحاظ سے لکھی ہیں۔ اور سب کے مقامات وصول و یافت الگ الگ ہیں۔ کسی کی توجہ مسائل صرف و نحو کی طرف زیادہ رہی، اور اس نے الفاظ کے اشتقاق اور فقروں کی ترکیب کو خوب حل کیا۔ کسی کے پیشِ نظر احادیثِ نبوی ہیں، اور اس نے نزولِ آیات کا پس منظر دکھانے میں دادِ تلاش و تحقیق دی۔ کسی نے ادب و بلاغت کے نکتوں کو چن لیا۔ کسی نے احکامِ قرآنی و مسائل فقہی کے استنباط و استخراج کو اپنی توجہ کا مرکز بنائے رکھا۔ کسی نے علمِ کلام کے مباحث کو دل کھول کر بیان کیا۔ وقس علیٰ ہذا۔

میں کہ ہر علم و فن سے کورا اور حُسنِ عمل سے معرّا ہوں، حقیقۃً اس قابل بھی نہیں کہ کلام الٰہی کی کسی ایک آیت کی بھی تفسیر و تشریح کی جرأت کر سکوں لیکن ولکن یفعل اللہ ما یرید۔ اللہ جس سے جو کام چاہے لے لیتا ہے۔ وہ تنکے سے چاہے تو ستون کا کام لے لے اور ذرہ میں چاہے تو چٹان کی قوت بھر دے۔ ع

دادِ او را قابلیت شرط نیست

وہ بے زبان کو چاہے تو فصیح البیان بنادے، اور جاہل کو چاہے تو علماء و فضلاء کی استادی کے مرتبہ پر پہنچادے۔

اِس احقر کو جب انگریزی کے ترجمہ و تفسیر سے فرصت ہوئی تو اسی انداز اور نمونہ پر اپنی مادری زبان میں بھی ترجمہ و تفسیر کا خیال آیا۔ جا بجا سے اس کے تقاضے بھی آئے۔ رفتہ رفتہ احباب کے حُسنِ ظن نے ارادہ کے ضعف و تذبذب کو ہمت و عزم سے بدل دیا۔ چند سال کی محنت میں جو کچھ ہو سکا نذرِ ناظرین ہے۔ پڑھنے والوں کو اگر اس میں کوئی خوبی نظر آجائے، تو وہ یہ سمجھیں کہ وہ تمامتر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کا ثمرہ ہے۔ اور عیب جتنے بھی نظر آئیں، انہیں راقم کی نااہلی پر محمول کر کے ان سے درگزر فرمائیں، اور ہو سکے تو مصنف کو اس کی زندگی میں ان سے آگاہ کر دیں۔ اور اس کے حق میں دعائے خیر بہر صورت فرماتے رہیں ان شاء اللہ خود بھی ماجور ہوں گے۔

مطالعہ فرمانے کے وقت اگر معروضاتِ ذیل کو پیشِ نظر رکھا جائے تو ان شاء اللہ فہمِ مطالب میں بڑی سہولت رہے گی۔

۱۔ قرآن حکیم ایک نہایت درجہ مرتّب و منظّم کتاب ہے۔ اس لئے اسی نسبت سے دشوار بھی ہے۔ اسے جو آسان فرمایا گیا ہے وہ صرف موعظہ اور عبرت پذیری کے اعتبار سے ہے۔ اگر اس کے مطالب کو کوئی گرفت میں لانا چاہے تو اس کے لئے سرسری مطالعہ خصوصاً انڈیکس (اشاریہ) کی مدد سے ہرگز کافی نہ ہوگا۔ مدتوں کے مسلسل اور غائر مطالعہ کے بعد کہیں اس سے مناسبت پیدا ہوتی ہے اور دشواریاں مناسبت پیدا ہونے کے بعد ہی حل ہو سکتی ہیں۔ اس لئے قرآن فہمی میں بہت زیادہ عجلت کو دخل دینا ہرگز مناسب نہیں۔

۲۔ قرآن مجید ایک زندہ صحیفہ بھی ہے اور ماضی کی کتاب بھی۔ یعنی ایک طرف تو اس کی مخاطب عرب کی وہ قوم تھی جو اس کے نزول کے وقت موجود تھی۔ بلکہ ساری قومِ عرب کیوں کہیے زیادہ صحت کے ساتھ یوں کہیے کہ مکہ اور مضافاتِ مکہ اور مدینہ و حوالیٔ مدینہ کے باشندے تھے۔ اور دوسری طرف اس کے مخاطب روس و جاپان، چین اور ہندوستان، امریکا، آسٹریلیا، کُل روئے زمین کے باشندے قیامت تک کے لئے ہیں۔ اس کی یہ دونوں حیثیتیں نہ صرف موجود ہیں بلکہ برابر ساتھ ساتھ چلتی ہیں۔ اور ترتیبِ زمانی کے لحاظ سے پہلی حیثیت اہم تر اور مقدم ہے۔ جنت کی نعمتوں، دوزخ کے عذابوں، آسمان کی ساخت، زمین کی حرکت و سکون، ستاروں کی گردش، وغیرہ سے متعلق کوئی ایسی بات اگر وہ بیان کر دیتا جو اس کے مخاطبین اول، یعنی چھٹی صدی عیسوی کے اہلِ حجاز کے مسلّمات کے خلاف یا ان کی فہم سے باہر ہوتی تو وہ لوگ خواہ مخواہ ایک نئے الجھاوے میں پڑ جاتے، اور محض اس سے ان کے دماغ وحشت کھا کر قرآن کے بنیادی عقائد توحید، رسالت، حشر و نشر، وغیرہ کی تکذیب پر آمادہ ہو جاتے۔ اس لئے قرآن نے نہایت حکیمانہ اسلوب یہ اختیار کیا، کہ صراحتیں تو تمامتر مذاقِ عرب کے مطابق ہی کیں، لیکن ساتھ ہی اشارے ایسے بھی رکھے کہ بعد کی نسلیں اور ہر دور کے مخاطبین اپنی اپنی فہم و استعداد کے ماتحت اس سے روشنی حاصل کر سکیں —— یہ ایک بنیادی نکتہ اگر مستحضر رہے تو بہت سے اشکالات ان شاء اللہ از خود دور ہو جائیں گے۔

۳۔ قرآنِ حکیم اپنے نفسِ مضمون، یعنی معانی و مطالب کے لحاظ سے ساری کائناتِ انسانی کو مخاطب کئے ہوئے ہے، سب کی عقلوں اور ذہنوں کو سامنے رکھے ہوئے ہے، لیکن جہاں تک طرزِ ادا اور اسلوبِ خطاب کا تعلق ہے وہ عربی کلام ہے۔ اور اپنی صنعتوں اور لطافتوں، فقروں کی ترکیب، الفاظ کی نشست میں تمامتر عربی ادب و انشا کے لیے خود معیارِ اعلیٰ کا کام دے رہا ہے۔ اس میں روانی، شستگی، سلاست، اردو یا فارسی یا ہندی یا انگریزی یا ترکی یا جرمنی ادب کے معیار سے تلاش کرنا شدید کوتہ فہمی ہے۔ اس کی انشائی خوبیوں سے لطف اٹھانے کے لئے قدیم خطباتِ عرب سے واقفیت ضروری ہے۔ اور اس کی انشا پردازی و بلاغت کو جب کبھی کسی غیر معمولی معیار سے دیکھا جائیگا تو ہمیشہ غلط فہمی ہی ہوگی۔

۴۔ قرآن مجید کی دنیا، حکمت و اخلاق، روحانیت و انسانیت کبریٰ کی دنیا ہے۔ اس کی فضا تحقیق و طلب کی فضا، اور اس کا ماحول تقویٰ و طہارت کا ماحول ہے۔ اس کی تہ تک رسائی کے لئے تقویٰ کسی درجہ میں تو بہر حال لازمی ہے۔ طہارتِ قلب و طہارتِ جسم کا مطلق اہتمام کئے بغیر محض زبان دانی کے بھروسہ پر قرآن سمجھ لینے کی کوشش ایک سعی لا حاصل ہے —— ابوجہل اور ابولہب سے بڑھ کر زبان داں اور کون تھا؟ کوئی لغوی یا صرفی و نحوی اشکال انہیں کبھی کیوں پیش آنے لگا تھا۔ لیکن اپنی روح کو انہوں نے قرآنی روح سے یکسر بیگانہ و ناآشنا رکھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ قرآن اُن پر ذرا بھی نہ کھلا۔ بالکل بند ہی رہا۔ اور وہ فہمِ قرآنی کے درجۂ ادنیٰ کی بھی سعادت سے محروم ہی رہے۔

کلام بڑے غیور اور غنی عن العلمین کا ہے۔ اس کا ہے جس سے بڑھ کر کوئی نہ غیرت مند ہے نہ بے نیاز۔ اور متکلم کی شانِ غیرت و غنا کا ظہور کلام میں بھی درجۂ تمام میں ہے۔ جو بات سننے کی آرزو رکھتے ہیں انہیں حجاب نہ ر

اس ترجمہ وتفسیر کی کتابت عام انداز سے ہٹی ہوئی ہے۔ عام طریقہ یہ ہے کہ پہلے قرآن مجید کے متن کی پوری ایک سطر ہوتی ہے، پھر اس کے نیچے پوری ایک سطر ترجمہ کی ہوتی ہے۔ پھر اس کے بعد تفسیر ہوتی ہے۔ لیکن ہم نے ممتاز علمائے کرام کے مشورے سے یہ روش نہیں اختیار کی۔ بلکہ متن اور ترجمہ ایک جگہ رکھا اور تفسیر حاشیے پر رکھی۔ اس طرح قارئین کو بہت زیادہ سہولت رہے گی۔ اگر کوئی شخص قرآنِ پاک کی تلاوت، بغیر ترجمہ وتفسیر پر نظر ڈالے کرنا چاہتا ہے تو بڑی آسانی سے ایسا کرسکتا ہے۔ کوئی شخص تلاوت کے ساتھ صرف ترجمہ سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہے تو یہ بھی ممکن ہے۔ اور اگر کوئی تلاوت، ترجمہ اور تفسیر سے بیک وقت مستفید ہونا چاہتا ہے، تو بھی بغیر کسی زحمتِ نظر کے ایسا کرسکتا ہے۔

اس قرآنِ پاک کی کتابت ہمارے محبِ صادق پیر عبدالحمید صاحب اور اُن کے ساتھیوں نے بڑے شوق اور دلچسپی سے کی ہے۔ تصحیح کا کام مولوی محمد رفیق صاحب دلاوری، مولنا شمس الحسن صاحب، مولوی شاکر محمد صاحب اور خواجہ عبدالوحید صاحب نے کیا ہے۔ بلاک پاکستان کی مشہور ومعروف فرم الحیپرلیس بلاک نے تیار کئے ہیں۔ چھپائی کا سارا کام تاج کمپنی کے اپنے چھاپہ خانہ میں مولوی عبدالعزیز صاحب کی نگرانی میں ہوا ہے۔ اور جلد سازی کا انتظام میاں غلام محمد صاحب نے کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر دیں۔

آخر میں قارئینِ کرام سے التماس ہے کہ وہ مجھ گنہگار کے لیئے دعائے خیر اور میرے چھوٹے مرحوم بھائی اور قوتِ بازو نذیر احمد کے لیے دعائے مغفرت فرمائیں۔ تاج کمپنی کی کامیابی اور میرے حوصلوں کی بلندی میں اس کے اخلاص محنت اور کارگذاری کو بھی بڑا دخل تھا۔

قرآنِ مجید کے اس ترجمہ وتفسیر کے مترجم ومفسّر حضرت مولنا عبدالماجد صاحب تک نذیر مرحوم ہی کی بدولت میری رسائی ہوئی۔ اسی نے اس معاملہ کو چھیڑا، اسی نے اس کارِ خیر کے انجام دینے پر مجھے اکسایا۔ اسی کی ذات تھی، جس نے مولنا صاحب سے ابتدائی مراحل طے کیے۔ وہی تھا جو اس ترجمہ وتفسیر کی کتابت اور دیگر تمام مراحل سے بمبئی میں بیٹھا، اتنی ہی دلچسپی لے رہا تھا، جتنی مجھے تھی۔ واقعہ یہ ہے کہ اگر اس کا بیچ نہ ہوتا تو شاید میری پہنچ اس دولت بے بہا تک نہ ہوسکتی۔ اور تاج کمپنی ایسا مایۂ ناز کارنامہ نہ انجام دے سکتی۔

نیز ہر پڑھنے والے سے یہ استدعا ہے کہ کمپنی کے جملہ حصہ داروں اور کارکنوں کے لیے بھی دُعائے خیر فرمائیں کہ انہی کی محنتِ شاقہ کے بعد کمپنی اولوالعزمی کے ساتھ ایسے کاموں کا بیڑہ اٹھاتی اور ان کو پایۂ تکمیل تک پہنچاتی ہے۔ ساتھ ہی ساتھ میری یہ التجا بھی ہے کہ تلاوت کرنے والے بھائی میرے والد اور اس کمپنی کے بانی شیخ غلام رسُول صاحب مرحوم کے لئے بھی دعائے مغفرت فرمائیں، جن کی بے پناہ سعی وکوشش سے کمپنی نے عروج وارتقاء کے مراحل طے کیے۔ اور جو زندگی کی آخری سانس تک کمپنی کے فرائض اور معاملات ومسائل پر توجہ دیتے رہے۔

آسماں اُن کی لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

قرآن منزل
لاہور — کراچی — ڈھاکہ

عنایتُ اللہ
مینجنگ ایجنٹ تاج کمپنی لمیٹڈ

بمقام کراچی، مؤرخہ ۱۴۔ اگست ۱۹۵۲ء

کتابیں لکھی گئیں۔ اور شک و ریب کی تمام فتنہ سامانیوں کا استیصال کر دیا گیا۔ ترجمہ و تفسیر کے سلسلے میں ہم آج تک، بغیر کسی ترمیم و تغیر کے، اسی صد ہا برس کے پرانے راستے پر چل رہے ہیں۔ حالانکہ اب حالات بدل چکے ہیں۔ جس طرح یونان کے علوم و فنون نے، ارسطو اور جالینوس نے، افلاطون اور بقراط نے، ان کے فلسفہ اور نظریہ نے زندگی عقاید اور اخلاق کے اقدار پر حملہ کیا تھا۔ بالکل اسی طرح عہد جدید میں فرنگی علوم و فنون نے فلسفہ اور نظریہ نے، کانٹ اور ہیگل نے، نیٹشے اور برکلے نے، آئن اسٹائن، فرائڈ، ایڈلر، یونگ نے زندگی، عقائد اور اخلاق کے اقدار پر بے پناہ حملہ کیا۔ ہم چیخے تو بہت، لیکن اس کی روک تھام کے لئے کچھ نہ کر سکے۔

اس فتنے کی روک تھام میں، ان نظریات کی تغلیط و تکذیب میں، شک و ریب کی اس لہر کو کاٹنے میں وہی شخص کامیاب ہو سکتا ہے جو مغرب کا ادا شناس ہو۔ مغربی علوم و فنون کا ماہر ہو۔ مغرب کی ذہنیت، فطرت اور مزاج کا رازداں ہو۔ جو خود شک و ریب کی وادیوں میں ٹھوکر کھا چکا ہو۔ جو خود تشکیک کے دریا میں شناوری کر چکا ہو۔ جو لاادریت کے فلسفہ سے بھی واقف ہو اور عمل سے بھی۔ اور پھر جس نے اسلام کی برتری کے آگے سر جھکا دیا ہو۔

خوش قسمتی سے مولانا عبد الماجد صاحب دریابادی تک میری رسائی ہوئی۔ مولانا علومِ مغربی کے ماہر ہیں۔ تاریخ قدیم و جدید پر ان کی بڑی وسیع نظر ہے۔ بائیبل کے تمام ادوار ان کی نظر میں ہیں۔ فلسفہ ان کا خاص موضوع رہا ہے۔ وہ فلسفۂ جذبات اور فلسفۂ اجتماع جیسی کتابوں کے مصنف ہیں وہ ایک عرصۂ دراز تک الحاد و تشکیک کی وادی میں بھی سرگرداں رہ چکے ہیں۔ اور اب ؟ وہ ایک مردِ مسلماں ہیں جس دقّتِ نظر سے انہوں نے علومِ مغربی سیکھے تھے اس سے زیادہ ژرف نگاہی کے ساتھ انہوں نے علومِ اسلامیہ میں دستگاہ حاصل کی۔ اب اسلام ان کا اوڑھنا بچھونا ہے۔ اُن کی زندگی اسلام کے رنگ میں رنگی ہوئی ہے، رچی ہوئی ہے، بسی ہوئی ہے۔ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

مولانا نے تنِ تنہا اس کارِ عظیم کا بارِ گراں اپنے دوشِ ناتواں پر اٹھا لیا۔ سالہا سال کی عرق ریزی اور دیدہ کاوی کے بعد انہوں نے اُردو زبان میں قرآنِ پاک کی ایسی تفسیر تحریر فرمائی جو مغرب زدہ طبقہ کے لئے آبِ حیات سے کم نہیں۔ یہ تفسیر ان تمام امراض کا کافی اور شافی علاج ہے۔ جو مغرب کے پیدا کئے ہوئے ہیں۔ اور جو انسان کے عقائد و خیالات کو مسموم اور ذہن و دماغ کو مفلوج کر دیتے ہیں۔

مولانا کے اس ترجمہ و تفسیر کے بارے میں صرف اس قدر عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہندوستان و پاکستان کے علمائے دین اس کارنامے کی داد دے چکے ہیں نیز حکیم الامّت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی ہدایتیں اور صلاحیں تو خاص طور پر، قدم قدم پر مولانا کو حاصل ہوتی رہیں۔ اس طرح یہ ترجمہ اور تفسیر اپنے اندر ایک خاص شانِ امتیاز رکھتا ہے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ۔

میں اگرچہ دوسرے ضروری اور اہم کاموں میں گھرا ہوا تھا۔ لیکن میں نے طے کر لیا کہ اس نعمتِ بے بہا کو جلد از جلد شائقانِ کلامِ الٰہی تک پہنچا دوں۔ اس سلسلے کی یہ پہلی قسط ہے۔ بقیہ اقساط یکے بعد دیگرے ان شاء اللہ پیشِ خدمت ہوتی رہیں گی۔ قرآنِ پاک کی سات منزلیں ہیں۔ ہر جلد ایک منزل پر حاوی ہوگی کہ قرآنِ پاک کی یہ تقسیم خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر مبنی ہے۔ یہ پہلی منزل کی جلد آپ کے ہاتھ میں ہے۔ بقیہ چھ منزلیں بھی ان شاء اللہ جلد از جلد منظرِ عام پر آجائیں گی۔ کتابت بہت حد تک ہو چکی ہے۔ بلاک بن رہے ہیں۔ کاغذ خریدا جا چکا ہے۔ طباعت جاری ہے۔ السّعی منّی والاتمام من اللہ

یا تو یہ حالت تھی کہ مطبوعاتِ تاج کے لئے بازار میں جگہ نکلنی مشکل نظر آرہی تھی - یا اب بفضلِ خدا یہ کیفیت ہے کہ نہ صرف پاکستان اور نہ صرف ہندوستان بلکہ افغانستان، ایران، ملایا، سنگاپور، انڈونیشیا، مصر، حجاز، شام فلسطین، عراق اور دُوسرے ممالکِ اسلامیہ وعربیہ میں تاج کمپنی لمیٹڈ کے چھاپے ہُوئے قرآن پاک سر آنکھوں پر رکھے جاتے ہیں - یا یہ حالت تھی کہ ہمیں بیٹھ کر کام کرنے کے لئے تھوڑی سی اور معمولی جگہ نہ ملتی تھی یا آج اللہ کے فضل و کرم سے یہ کیفیت ہے کہ لاہور میں ایک شاندار اور وسیع عمارت کمپنی خرید چکی ہے - کراچی میں منگھو پیر روڈ پر ایک نہایت موزوں اور کشادہ زمین پر اپنی نئی عمارت تعمیر کر چکی ہے - لاہور اور کراچی میں بہت شاندار اور اعلیٰ درجہ کے چھاپے خانے قائم کر چکی ہے - اِن چھاپے خانوں میں باہر کا کام شاذ ونادر ہی چھپنے کی باری آتی ہے - ورنہ اِن پر صرف کمپنی ہی کی مطبوعات چھپتی رہتی ہیں - بلکہ اکثر اوقات کثرتِ کار کے باعث دُوسرے چھاپے خانوں میں اپنا کام چھپوانا پڑتا ہے - ڈھاکہ (مشرقی پاکستان) میں کمپنی کی برانچ قائم ہو چکی ہے - حجازِ مقدس (مکّہ مکرمہ اور مدینہ منوّرہ) میں بھی کمپنی کی ایجنسیاں کامیابی کے ساتھ کام کر رہی ہیں - ہندوستان (بمبئی) میں بھی کمپنی کا دفتر قائم کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے - دُوسرے اسلامی ممالک میں بھی شاخیں کھولنے کا پروگرام زیرِ غور ہے - کمپنی کی اِس کامیابی کا ذکر مَیں فخر اور غرور کے جذبہ کے ماتحت نہیں کر رہا ہُوں - بلکہ تحدیثِ نعمت کے طور پر کر رہا ہُوں - کمپنی کو جو کامیابیاں اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائیں - ان کا شکر و سپاس مُجھ پر واجب ہے، ؎

جو کچھ ہوا، ہوا کرم سے تیرے　　جو کچُھ ہوگا، ترے کرم سے ہوگا

تحدیثِ نعمت کے طور پر مناسب ہے ایک اور عرض بھی کر دوں :-

تاج کمپنی کے کام نے جہاں قبولِ عام حاصل کیا، وہاں کچُھ اپنے مخصوص مہربان بھی پیدا کر لئے - یہ وہ لوگ ہیں جو تاج کمپنی لمیٹڈ کے کام کی نقل کرنے سے تو اپنے تئیں عاجز و درماندہ پاتے ہیں - صرف نام سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں - چنانچہ بمبئی اور دلی کے بعض تجارت پیشہ نقّال، بجنسہٖ تاج کمپنی یا تاج کمپنی سے مِلتے جُلتے نام رکھ کر مسلمانوں کو دھوکہ میں ڈال رہے ہیں تاکہ ناواقف عوام ان لوگوں کے چھاپے ہُوئے قرآن پاک بھی تاج کمپنی لمیٹڈ لاہور کا چھپا ہُوا سمجھیں - لیکن جس طرح ہر چمکنے والی چیز سونا نہیں ہو سکتی - اسی طرح ان لوگوں کے لفظ "تاج" کو اپنے نام کے ساتھ لگا لینے سے یا قرآنِ پاک کے وہی حوالہ نمبر جو تاج کمپنی نے مقرر کئے ہوئے ہیں مقرر کر لینے سے، کتابت وطباعت میں حُسن و پاکیزگی، خوشنمائی و دلکشی کی وہ خوُبیاں پیدا نہیں ہو سکتیں جو اللہ تعالےٰ کے خاص فضل وکرم سے تاج کمپنی لمیٹڈ کا سرمایۂ ناز اور طرۂ امتیاز ہیں - اللہ تعالیٰ کا یہ مقدّس کلام جس عظمت و شان کا حامل ہے - بفضلہٖ تاج کمپنی لمیٹڈ کے مطبوعہ قرآن پاک کی کتابت وطباعت اس شان کے عین شایاں ہوتی ہے - اور جو اہتمام کلام اللہ کی طباعت و اشاعت میں تاج کمپنی لمیٹڈ کرتی ہے دنیا کے گوشہ گوشہ میں اس کا اعتراف کرنے والے موجود ہیں - یہ سب اللہ تعالیٰ کے خاص فضل وکرم کا نتیجہ ہے - بقول شخصے ؎

ایں سعادت بزورِ بازو نیست　　تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اُردو زبان میں بحمد اللہ تراجم اور تفاسیر کی کمی نہیں ہے - بہت ہیں - بہتر سے بہتر اور عمدہ سے عمدہ لیکن ایک چیز میرے دل میں عرصہ سے کھٹک رہی تھی - اُردو زبان میں نہ کوئی ترجمہ ایسا تھا، نہ کوئی تفسیر جو جدید تعلیم یافتہ اور یورپ زدہ طبقہ کے درد کا درمان بن سکے - بنو عباس کے عہد میں جب یُونان کے علوم و فنون ترجمہ ہو کر عربی زبان میں پہنچے تو شک و ریب کا ایک طوفان اُٹھا اور وقت کے علما و صلحا اس کی روک تھام میں لگ گئے - علم کلام پر بہت سی

گذارشِ ناشرین

آج سے بیس برس پہلے کی بات ہے کہ چند بے سروسامان بندوں نے محض فضلِ خداوندی کے بھروسے پر ایک بہت بڑے کام کا عالم اسلام میں پہلی بار بیڑا اٹھایا

وہ کام تھا تاج کمپنی لمیٹڈ کا قیام

تاکہ قرآنِ پاک کی طباعت اس کی عظمت اور شان کے مطابق ہو سکے

ہمارے پاس نہ سرمایہ تھا، نہ دولت، نہ وسائل، نہ ذرائع، نہ بلند پایہ شخصیتیں، نہ شاندار پس منظر۔ ہمارے توشے میں امید اور آرزُو کے سوا کچھ نہ تھا۔ یہی توشہ لے کر ہم میدان میں اُترے دوستوں نے نصیحت کی، دشمنوں نے مذاق اُڑایا، بہت سے ساتھیوں نے ہمت ہار دی۔ سب کو یقین تھا کہ تاج کمپنی اپنے مقاصد میں کامیاب نہیں ہو سکتی۔ جو کام آزاد اور خودمختار، مالدار اور زردار اسلامی حکومتیں نہ کر سکیں۔ وہ ایک غلام ملک کے، غلام قوم کے چند بے سروسامان لوگ کیونکر انجام دے سکیں گے۔ حالات کے پیشِ نظر یہ اندیشہ بالکل بجا تھا۔ لیکن جو ظاہر سے ناتہ توڑ کر مادیات سے قطع نظر کر کے اور اہلِ دنیا سے بے نیاز ہو کر، صرف فضلِ خداوندی پر بھروسہ کرتا ہے۔ وہ ضرور کامیاب ہوتا ہے۔ اور اس دعوٰی کا بہترین ثبوت تاج کمپنی لمیٹڈ اور اس کا کام ہے۔

تاج کمپنی لمیٹڈ کے عالمِ وجُود میں آنے سے پیشتر متحدہ ہندوستان میں بہت سے مطابع تھے، جو قرآنِ پاک کی طبع و اشاعت کا کام کرتے تھے۔ ان اہلِ مطابع کے پاس مال و دولت کی بھی کمی نہ تھی۔ نہ کاغذ کی کمی تھی، نہ مشینوں کی، نہ سامانِ طباعت کی۔ کمی اگر تھی تو صرف حوصلے اور امنگ کی!

اِسلام کی چودہ سو سال کی تاریخ میں پہلی مرتبہ، تاج کمپنی لمیٹڈ نے، اپنی بے مائگی کے باوجود قرآنِ پاک کی بلاک کے ذریعے بہترین کاغذ پر اعلیٰ درجہ کی طباعت کا انتظام کیا۔ بلاک سازی پر، بلاک سازی کے لئے مخصوص قسم کی کتابت پر، رنگ آمیزی پر، لوح اور ڈیزائن پر، بیل بوٹوں اور پھولوں کی تیاری اور چھپائی پر، بلا مبالغہ لاکھوں روپیہ صرف کر کے ایسی نادر چیزیں دُنیا کے سامنے پیش کر دیں جو اس سے پہلے اُس کی نظر سے کبھی نہیں گزری تھیں۔

شادم از زندگیِ خویش کہ کارے کردم

جب تک تاج کمپنی لمیٹڈ کے نظر فروز مطبوعات سامنے نہیں آئے تھے کسی کو یقین نہیں تھا کہ وہ اپنے عظیم و جلیل مقاصد میں کامیاب ہو سکے گی لیکن جب تاج کمپنی لمیٹڈ کے چھاپے ہوئے محشّی اور مترجم اور معرّیٰ قرآن شریف، پنجسورے، ادعیہ اور وظائف منظرِ عام پر آئے تو ایک دُنیا پکار اٹھی کہ

آمد آں چیزے کہ ما مے خواستیم

عظمہ ظلامہ اکبرا — شب کی اندھیریوں کے خطرے ایک دو نہیں، بہت سے ہیں۔ چور، ڈاکو، قاتل وغیرہ عموماً رات ہی میں نکلتے ہیں۔ جنگلی جانوروں، شیر، چیتا، تیندوا، بھیڑیا وغیرہ، نیز حشرات الارض، سانپ، کھوپڑ، ان سب کے خطرے رات میں بڑھ جاتے ہیں، متعدد بیماریوں کے کیڑے ڈاکٹری تحقیقات کے مطابق اندھیرے ہی میں پرورش پاتے ہیں، اور آفتاب کی روشنی میں ہلاک ہو جاتے ہیں۔ اور تکلیف دہ کیڑے مکوڑے، کھٹمل، پسو وغیرہ کے رات ہی میں نکلنے کا تجربہ تو ہر ایک کو ہے۔ غرض سفر، حضر کی ہر صورت میں رات کے خطرے اور امکانات مضرت و تکلیف بہت بڑھے ہوئے ہیں ——— اور بہت سی قوموں نے ان کے جن وہمی خطروں، بھوت، پریت، چڑیل وغیرہ کا اضافہ کر رکھا ہے ان کا تو ذکر ہی نہیں ——— تورات کی ممکن شر انگیزیوں سے پناہ جوئی بشری زندگی کا ایک بڑا اہم جزو ہے۔ ۵ سحر کا رواج ہمیشہ بہت زائد رہا ہے، اب بھی متعدد قوموں میں ہے۔ شان نزول کی روایتوں میں ہے کہ بعض یہودی عورتوں نے رسول اللہ صلعم پر کچھ منتر پڑھ کر سحر کر دیا تھا۔ اُس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں، اور حضرت جبرئیل نے آیتیں پڑھ پڑھ کر اُس سحر کو باطل کر دیا ——— رسولؐ کا سحر سے (جو مادیات ہی کی ایک سفلی قسم ہے) متاثر ہو جانا بالکل ایسی ہی بات ہے جیسے ذات الجنب سے، ملیریا سے، درد اعصاب سے متاثر ہو جانا، اور اس میں منافی نبوت ہونے کا کوئی ادنیٰ پہلو بھی نہیں۔ مُرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ اسباب طبعی سے اہل باطل کا اثر اہل حق پر بھی پڑ سکتا ہے، اور ایسی تاثیرات حق و باطل کا معیار ہرگز نہیں بن سکتیں۔ ۶ دنیوی مخالفتوں اور عداوتوں کی تہ میں عموماً اور اکثر حسد ہی کام کرتا ہوتا ہے۔ حسد کی کارفرمائیوں سے پناہ چاہنا دنیوی تکالیف کے اسباب میں سے ایک بہت بڑے سبب سے پناہ چاہ لینا ہے۔

سُورَةُ النَّاسِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ سِتُّ اٰيَاتٍ

سورۂ الناس مکہ میں نازل ہوئی، اور اس کی چھ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ نہایت مہربان، بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ﴿۱﴾ مَلِكِ النَّاسِ ﴿۲﴾ اِلٰهِ

آپ کہئے کہ میں انسانوں کے پروردگار کی، انسانوں کے بادشاہ کی، انسانوں کے معبود کی

النَّاسِ ﴿۳﴾ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ ۵ الْخَنَّاسِ ﴿۴﴾

پناہ لیتا ہوں ۱ پیچھے ہٹ جانے والے وسوسے ڈالنے والے (شیطان) کے شر سے، ۲

الَّذِىْ يُوَسْوِسُ فِىْ صُدُوْرِ النَّاسِ ﴿۵﴾ مِنَ

(وہی) جو لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے، خواہ

الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ﴿۶﴾

جنات میں سے ہو، یا انسانوں میں سے ۳

ع ۲ ۲۹

دُعَاءُ خَتْمِ الْقُرْاٰنِ

اَللّٰهُمَّ اٰنِسْ وَحْشَتِىْ فِىْ قَبْرِىْ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِىْ بِالْقُرْاٰنِ الْعَظِيْمِ وَاجْعَلْهُ لِىْ اِمَامًا وَّنُوْرًا وَّهُدًى وَّرَحْمَةً اَللّٰهُمَّ ذَكِّرْنِىْ مِنْهُ مَا نَسِيْتُ وَعَلِّمْنِىْ مِنْهُ مَا جَهِلْتُ وَارْزُقْنِىْ تِلَاوَتَهٗ اٰنَاۤءَ الَّيْلِ وَاٰنَاۤءَ النَّهَارِ وَاجْعَلْهُ لِىْ حُجَّةً يَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ

۱ (کہ ان تینوں صفات کا مصداق وہی خدائے واحد ہے) بِرَبِّ النَّاسِ۔ ربوبیت مطلق صرف اسی کے لئے ثابت ہے ——— اس سے صفت ربوبیت میں ہر قسم کے شریک کی نفی آگئی۔ مَلِكِ النَّاسِ۔ حاکمیت و مالکیت مطلقہ بھی صرف اسی کے لئے ثابت ہے ——— اس سے صفت حاکمیت و مالکیت میں ہر قسم کے شریک کی نفی ہوگئی۔ اِلٰهِ النَّاسِ۔ معبودیت صرف اُسی کے لئے ثابت ہے ——— اس سے صفت معبودیت میں ہر قسم کے شریک کی نفی ہوگئی۔ مشرک جاہلی قوموں نے عموماً حق تعالیٰ کی انہیں تین صفات، ربوبیت، مالکیت و معبودیت میں دوسروں کو شریک ٹھہرایا ہے۔ قرآن مجید نے یہاں تینوں صفات کو یکجا کر کے جامع تعلیم توحید کی دے دی ہے۔ سورۂ الفلق جس طرح دنیوی مضرتوں سے استعاذہ کی جامع تھی، یہ سورت دینی مضرتوں سے استعاذہ کی جامع ہے۔ اور اسی پر قرآن مجید کا خاتمہ نہایت ہی مناسب تھا۔ ۲ (کہ اُن کا ڈالا ہوا وسوسہ کہیں باعث معصیت نہ ہو جائے) ہر شر، ہر معصیت کی ابتدا کسی نہ کسی وسوسہ ہی سے ہوتی ہے۔ وسوسہ دل میں آکر اگر نکل گیا، تو انسان محفوظ رہ گیا۔ لیکن وہی وسوسہ اگر جم گیا، تو انسان کو کسی نہ کسی درجہ کی مضرت دینی میں پھنسا کر یقیناً رہتا ہے۔ وسوسہ سے پناہ مانگنے کی تعلیم اسی لئے عین حکمت پر مبنی ہے۔ الْخَنَّاسِ۔ شیطان کا ایک صفاتی نام ہے یعنی وہ حق تعالیٰ کا ذکر سُن کر سُکڑنے لگتا ہے۔ (اے الشیطان الذی یخنس ای ینقبض اذا ذکر اللہ تعالیٰ) (راغب) ۳ اس سے معلوم ہوا کہ شیطانی وسوسہ اندازی کا کام جنات بھی کرتے ہیں اور انسان بھی۔ مِنَ الْجِنَّةِ۔ مِن تبعیض کے لئے ہے یعنی ان وسوسہ اندازوں میں سے کوئی جن ہوتا ہے اور کوئی کوئی انسان ——— قرآن مجید ہی میں دوسری جگہ شیاطین الانس والجن اسی معنی میں ہے۔ ومن للتبعیض ای کائنا من الجنة والناس فهو فی موضع الحال ای ذلك الموسوس هو بعض الجنة وبعض الناس او بیان للذی یوسوس علی انه ضربان جنی وانسی (بحر) ——— اللّٰهم آنس وحشتی فی قبری۔ اللّٰهم ارحمنی بالقرآن العظیم واجعله لی اماما ونورا وهدی ورحمة۔ اللّٰهم ذکرنی منه ما نسیت وعلمنی منه ما جهلت وارزقنی تلاوته آناء اللیل وآناء النهار واجعله لی حجة یا رب العالمین ——— بحمد اللہ آج یوم دوشنبہ، ۲۰ جولائی ۱۹۴۴ء (مطابق ۱۸ رجب ۱۳۶۳ھ) قرآن مجید کی اس مختصر تفسیر کا مسودۂ اول ختم ہوا۔ اور اس میں دوسرے مشاغل کے ساتھ ساتھ تقریباً سوا تین سال لگے۔ مسودہ کی نظر ثانی و تکمیل میں بھی کم از کم دو سال کی مدت ابھی اور لگے گی۔ اس نامہ سیاہ کا سن اس وقت بحساب شمسی ۵۱ سال سے کچھ اُوپر ہے ——— آج یوم دوشنبہ ۲۲ مارچ ۱۹۴۵ء (مطابق ۱۰ رجادی الاول ۱۳۶۶ھ) بعد ظہر الحمد للہ کہ قرآن مجید کی اس مختصر تفسیر کی نظر ثانی سے فراغت پائی۔ آج زندگی کا شاید خوش نصیب ترین دن ہے۔ نظر ثانی میں وقت اندازہ سے بہت زیادہ لگ گیا، دوسرے کام بھی ساتھ ساتھ جاری رہے تھے۔ حق تعالیٰ کا شکر احسان کس زبان سے ادا ہو کہ ایک بے علم و بے عمل کو کلام پاک کی خدمت کا یہ حوصلہ دے دیا۔ لغزشوں اور کوتاہیوں سے تو شرح کے یہ ہزارہا صفحات لبریز ہی ہوں گے لیکن کوئی ایک آدھ مقام بھی اگر حق تعالیٰ کے ہاں قبول ہو جائے، تو واللہ کہ اس نامہ سیاہ کے نامہ سیاہ کی ساری سیاہیوں کو دھو دینے کے لئے کافی ہے ——— ناکارہ کا اصل اور بڑا سہارا خود اُسی کا کرم بے حساب و لطف بے نہایت ہے۔

اے بدر ماندگی پناہ ہمہ ٭ کرم تست عذر خواہ ہمہ ٭ قطرۂ زابر رحمت تو بس است ٭ شستن نامۂ سیاہ ہمہ ٭ خسرو از تو پناہ می جوید ٭ اے الٰہ من و الٰہ ہمہ

(نظر ثالث کی تاریخ ۔ ۲۸ ذی الحجہ ۱۳۶۹ھ مطابق یکشنبہ ۶ اکتوبر ۱۹۵۰ء، بوقت دو بجے دن)

لله یہ بیان تو واقعات آخرت کا ہو رہا ہے کہ وہاں ان دشمنانِ حق میاں بیوی کا یہ انجام ہوگا۔ لیکن اہل سیر لکھتے ہیں کہ دنیا میں بھی اس عورت کا یہی انجام ہوا، اور وہ گلے میں رسّی کا پھندا پڑ جانے سے مر
الحطب۔ یعنی جنگل کی خاردار لکڑیاں۔ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ۔ اُمّ جمیل شدّت بغض و عداوت سے جنگل کی خاردار لکڑیاں چُن کر رات کے وقت اُن راستوں میں ڈال دیتی جن سے رسول اللہ صلعم گذرنے والے ہوتے
كانت تحمل حزمة من الشوك والحسك والسعدان فتنثرها بالليل في طريق رسول الله صلعم (کشاف) حَمَّالَةَ الْحَطَبِ۔ محاورۂ عرب میں مُفسد اور اِدھر سے اُدھر لگائی بجھائی کرنیوالے کو کہتے ہیں، جیسے فا
میں ہیزم کش۔ يقال للمشاء بالنمائم المفسد بين الناس يحمل الحطب بينهم اى يوقد بينهم النائرة ويورث الشر (کشاف) وقوله تعالى حمالة الحطب كناية عنها بالنميمة (راغب) يعنى النميمة وعند يقال فلا
يحطب على اذا اغرى به والكلام استعارة شبهوا النميمة بالحطب والعداوة والشحناء بالنار (ابن قتيبة) لہ ذات، صفات، سب کے لحاظ سے واحد و یکتا ———— نہ عدد میں دو، نہ اس کا کو
اقنوم۔ نہ اُس کا کوئی مظہر یا اوتار، نہ اس کا کوئی مثل و نمونہ۔ يعنى هو الواحد الاحد الذى لا نظير له ولا وزير ولا نديد ولا شبيه ولا عديل (ابن کثیر) اَحَدٌ۔ لفظ احد کا استعمال عربی میں مختلف موق
پر ہوتا رہتا ہے۔ جب صیغۂ اثبات میں اور صفت مطلق کی طرح پر آتا ہے تو اس کا اطلاق بجزُ حق تعالیٰ کے اور کسی پر جائز نہیں کہ صرف وہی اپنی ذات و صفات میں بے نظیر و بے ہمتا ہے۔ والاحد فى صفة

ع ۵/۳۶

حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝۴ فِیْ جِیْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ۝۵
لکڑیاں لاد کر لانے والی، اُس کی گردن میں ایک رسّی (پڑی) ہوگی خوب بٹی ہوئی لله

سُوْرَةُ الْاِخْلَاصِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اَرْبَعُ اٰيَاتٍ
سورۃ الاخلاص مکہ میں نازل ہوئی، اور اس کی چار آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
شروع اللہ نہایت مہربان بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝۱ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝۲ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ
آپ کہہ دیجئے کہ وہ اللہ ایک ہے لہ اللہ بے نیاز ہے ٹہ نہ اُسکے کوئی اولاد ہے نہ وہ
يُوْلَدْ ۝۳ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝۴
کسی کی اولاد ہے ۳ اور نہ کوئی اس کے برابر کا ہے ۴

ع ۴/۳۷

سُوْرَةُ الْفَلَقِ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَهِيَ خَمْسُ اٰيَاتٍ
سورۃ الفلق مکہ میں نازل ہوئی شروع اللہ نہایت مہربان بار بار رحم کرنے والے کے نام سے اور اسکی پانچ آیتیں ہیں

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝۱ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۝۲
آپ کہہ دیجئے کہ میں صبح کے مالک کی پناہ لیتا ہوں تمام مخلوقات کے شر سے ۵
وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۝۳ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ
اور اندھیری رات کے شر سے، جب رات آجائے ۶ اور گرہوں پر پڑھ پڑھ کر پھونکنے والیوں
فِی الْعُقَدِ ۝۴ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ۝۵
کے شر سے ۷ اور حسد کرنے والے کے شر سے، جب وہ حسد کرنے لگے ۸

ع ۵/۳۸

منزل ۷

مطلقاً وصفاً وليس ذلك الا فى وصف الله تعالى (راغب) ولا يطلق هذا اللفظ على احد
فى الاثبات الا على الله عز وجل لانه الكامل فى جميع صفاته وافعاله (ابن کثیر)
الاحد۔ اہل لغت کا بیان اس باب میں بالکل واضح و صریح ہے کہ یہ اسم صرف ذات حق
کے ساتھ مخصوص ہے اور صفت احدیت صرف اُسی کے حق میں آسکتی ہے۔ لا يوصف
به الا حضرة جناب الله سبحانه وتعالى لخلوص هذا الاسم الشريف له تعالى وهو الفرد
الذى لم يزل وحده ولم يكن معه آخر وقيل احديته معناها انه لا يقبل التجزى لنزاهته
عن ذلك وقيل الاحد الذى لا ثانى له فى ربوبيته ولا فى ذاته ولا فى صفاته (تاج) قال الازهرى
لا يوصف شىء بالاحدية غير الله (کبیر) قُلْ هُوَ۔ ھو سے یہاں اشارہ اسم اللہ کی طرف
ہے۔ اور آیت میں لفظ اللہ اسی مبتدا کی خبر ہے۔ هو كناية عن اسم الله فيكون قوله الله
مرتفعاً بانه خبر مبتدا (کبیر) اَحَدٌ۔ اس کا بجائے الاحد کے صیغۂ نکرہ میں آنا اظہار
عظمت کے لئے ہے۔ المراد هو التنكير على سبيل التعظيم (کبیر) ٹہ (اور مقصودیت
اسی کے لئے خاص ہے) الصَّمَدُ۔ صمد وہ ہے کہ سب اس کے محتاج اور وہ کسی
کا بھی محتاج نہیں! ———— اس اسم صفت کے لانے سے خود اس طرف اشارہ
ہوگیا کہ معبود تو بس وہی ہے، نہ کہ تمہارے دیوی دیوتا جو خود دوسروں کے محتاج ہیں۔ الصمد
السيد الذى يصمد اليه فى الامور الصمد بقوله الله الصمد تنبيها انه بخلاف من اثبتوا
له الالهية (راغب) اور یہی معنی حدیث میں بھی آئے ہیں۔ قال عليه السلام هو السيد
الذى يصمد اليه فى الحوائج (کبیر، عن ابن عباس) عن ابى هريرة هو المستغنى عن كل احد المحتاج
اليه كل احد (روح) اس میں تردید آگئی آریہ سماجی شرک، اور بعض دوسرے جاہلی فرقوں کے
اس عقیدہ کی، کہ "صانع عالم" بھی روح اور مادّہ کا محتاج رہا ہے۔ ۳ مسیحیوں نے
یہ سمجھ رکھا ہے کہ خدا صاحبِ اولاد ہے۔ اور بہت سے مشرکوں کا یہ عقیدہ ہے کہ انکے فلاں فلاں
دیوتا خدا زادے ہیں۔ قرآن شرک کی ہر ممکن اور چلی ہوئی صورت کی تردید کرتا جا رہا ہے۔
مشرک جاہلیوں کے یہی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ خدا بغیر سلسلۂ نسب کے کیسے ہو سکتا ہے؟ آیت اسی
تخیل پر ضرب لگا رہی ہے۔ عن ابى بن كعب ان المشركين قالوا لرسول الله صلعم انسب لنا
ربك فانزل الله تعالى هذه السورة (انعام) ۴ (جیسا کہ مشرکین نے دیوتاؤں کی برادری بنا کر
فرض کر رکھا ہے) بابل (کلدانیہ) مصر، ہند، ایران، یونان جملہ ملکوں کے مذاہب شرکی
و جاہلی میں یہ پایا جاتا ہے کہ دیوتاؤں کی باہم جیسے ایک برادری ہوتی ہے، اور پھر اُن کا رشتہ
معبود اعظم کے ساتھ ہوتا ہے۔ آیت اس تخیل ہی پر ضرب لگاتی ہے ———— غرض یہ کہ
سورت شرک کی ہر متعارف بلکہ ہر ممکن صورت کی تردید کرتی ہے۔ اور خوب فرمایا ہے صاحب
تفسیر کبیر نے کہ جس طرح سورۃ الکوثر شانِ رسالت میں جامع ہے، اسی طرح سورۃ الاخلاص شانِ توحید میں جامع ہے۔ سورت کا نام سورۃ الاخلاص ہے۔ اور حدیث میں آیا ہے کہ یہ سورت ایک ثلث قرآن ہے!
اور اس میں کیا شبہ ہے کہ توحید ذاتی، توحید صفاتی و توحید افعالی کی جامعیت و استقصاء کے لحاظ سے یہ سورت اپنی نظیر بس آپ ہی ہے۔ فخر المتاخرین علامہ محمود آلوسی بغدادی صاحب تفسیر روح المعانی، صاحب تفسیر کبیر
امام فخر الدین رازیؒ کے خود بہت معتقد ہیں، اور انکے کلام سے بکثرت استفادہ و استشہاد کرتے گئے ہیں لیکن اس سورت کی تفسیر میں پہنچکر خدا معلوم کس بھول میں پڑ گئے کہ تمہید تفسیر میں امام رازیؒ کے نام کی تصریح کر کے
اُن پر طعن کر گئے۔ اور یہ لکھ گئے کہ وہ مرویات کی تحقیق میں ہرگز امام نہیں ہیں۔ والرجل رحمه الله عليه ليس بامام فى معرفة احوال المرويات لا يميز غثها من سمينها ولا يبالى بما لا يكتب ما ظفر به وان عرف شدة
حیرت ہے کہ علامہ کو یہ خیال نہ رہا کہ امام رازیؒ سورۃ الاخلاص کی تفسیر تک پہنچنے ہی کہاں پائے تھے، اور ابھی ستائیسویں پارہ کے نصف ہی میں تھے کہ رحلت فرما گئے۔ باقی تفسیر کا تکملہ تو اُن کے شاگردوں نے کیا ہے
۵ مَا خَلَقَ کے عموم نے ادھر توجہ دلا دی کہ مخلوقات ساری کی ساری، خواہ وہ کسی مرتبہ اور نوعیت کی ہو، محکوم اور عاجز اور بے بس ہے۔ اور ہر ایک کی شر و ایذا سے پناہ اللہ ہی سے مانگی جا سکتی ہے ————
تمام اقسام مضرت سے، جو کسی بھی دنیوی سبب سے پیش آسکتی ہوں، پناہ جوئی و پناہ طلبی کی جامع ہے، اور ختم قرآن پر ایسی ہی جامع دعا کی ضرورت بھی تھی۔ فَلَق سے مراد سپیدۂ فجر ہے۔ اور دنیا میں بعض جاہلی قومو
خود اس کی بھی پرستش کی ہے۔ قرآن مجید نے یہاں اس طرف بھی اشارہ کر دیا کہ سپیدۂ فجر بھی ہر مخلوق کی طرح مخلوق ہی ہے اور اس کا خالق و مالک بھی وہی ہے، جو سب کا ہے۔ فلق کے معنی مکان جہنم وغیرہ کے بھی سمجھے گئے
لیکن اسکے معنی ابن عباسؓ اور جابرؓ صحابیوں اور بکثرت تابعین سے صبح ہی کے مروی ہیں، اور یہی معنی امام بخاریؒ نے بھی کئے ہیں۔ عن جابر قال الفلق الصبح وقال العوفى عن ابن عباس الفلق الصبح وروى عن مجاهد
بن جبير وعبد الله بن محمد بن عقيل والحسن وقتادة ومحمد بن كعب القرظى وابن زيد ومالك عن زيد بن اسلم مثل هذا (ابن کثیر) قال ابن جرير الصواب القول الاول انه فلق الصبح وهو اختيار البخارى

وفائدتھذا التوکید قطع اطماع الکفار (بحر) قرآن، یہ ہمیشہ یاد رکھنے کی بات ہے کہ زبان عربی میں اور محاورۂ قریش پر ہے۔ اس کی فصاحت وبلاغت کے سمجھنے کے لئے ہمیشہ عرب ہی کے اسلوب بیان کو پیش نظر رکھنا ہوگا نہ کہ اُردو یا فارسی یا انگریزی یا کسی اور زبان کے معیار کو ——— عربی میں تکرار کلام تاکید کے لئے ہوتی ہے، اور یہ عبارت کی عین خوبی وزینت سمجھی جاتی ہے۔ قال النحویون القرآن نزل بلغة العرب ومن عادتھم تکرار الکلام للتاکید والافہام (روح) التوکید فی لسان العرب کثیر جدًا وحکوا من ذلک نظمًا ونثرًا مالا یکاد یحصر (بحر) ۳ یعنی توحید پر انعام اور شرک پر عذاب۔ بعض لوگوں نے عجب "خوش فہمی" سے کام لیکر اس آیت کو اسلام کی "رواداری" اور "مرنجان مرنج پالیسی" کے ثبوت میں پیش کیا ہے کہ اسلام نے ہر مذہب والے کو اپنی اپنی جگہ قائم اور باقی رہنے کی اجازت دے دی ہے۔ حالانکہ واقعہ اس کے برعکس ہے۔ آیت تو اکبر د فرمانروائے ہند کے نکالے ہوئے مخلوطی دین اور اسی قبیل کی ساری کوششوں کی لاحاصلی اور ناکامی کا اعلان کر رہی ہے۔ دِیْن۔ اُردو میں بیشک مذہب ہی کا مرادف ہے، لیکن عربی میں اُس کے یہ معنی صرف ثانوی اور مجازی ہیں۔ اصلی اور اوّلی معنی جزا یا بدلہ ہی کے ہیں۔ الدین ھو الحساب ای لکم حسابکم ولی حسابی (کبیر) جائز ہے کہ یہاں بھی دینکم سے مراد شرک اور دینی سے مراد توحید لی جائے۔ ای لکم شرککم ولی توحیدی (کشاف) آیت کی ترکیب حصر کے معنی دے رہی ہے۔ یعنی تمہاری جزا تمہیں کو ملیگی نہ کسی اور کو۔ اور میری جزا مجھی کو ملیگی نہ کسی اور کو۔ یفید الحصر والمعنی لکم دینکم لا لغیرکم ولی دینی لا لغیری (کبیر) مُرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ سورت میں اہل ضلال سے تبرّی ومفارقت کی تصریح ہے، اور اسی کا دوسرا نام بغض فی اللہ ہے۔

لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ﴿٦﴾

تمہیں تمہارا بدلہ ملے گا اور مجھے میرا بدلہ ۳

ع ۶/۲۴

سُوْرَةُ النَّصْرِ مَدَنِيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَهِيَ ثَلٰثُ اٰيَاتٍ

سورۃ النصر مدینہ میں نازل ہوئی، شروع اللہ نہایت مہربان، بار بار رحم کرنے والے کے نام سے اور اس کی تین آیتیں ہیں

إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ﴿١﴾ وَرَأَيْتَ النَّاسَ

جب اللہ کی مدد اور فتح آپہنچے ۱ اور آپ لوگوں کو

يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ أَفْوَاجًا ﴿٢﴾ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ

اللہ کے دین میں جوق جوق داخل ہوتے دیکھ لیں ۱ تو آپ اپنے پروردگار کی

رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ إِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ﴿٣﴾

تسبیح وتحمید کیجئے، اور اس سے استغفار کیجئے، بیشک وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے ۲

ع ۱/۳۵ نصف الثانی صلی اللہ علیہ وسلم

سُوْرَةُ اللَّهَبِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ خَمْسُ اٰيَاتٍ

سورۃ اللھب مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی پانچ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ نہایت مہربان بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

تَبَّتْ يَدَا أَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ﴿١﴾ مَا أَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ

دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے ابولہب کے، اور وہ برباد ہوگیا ۴ نہ اس کا مال اس کے کام آیا،

وَمَا كَسَبَ ﴿٢﴾ سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ﴿٣﴾ وَّامْرَأَتُهٗ

اور نہ اس کی کمائی ہی ۵ ایک شعلہ زن (سخت) آگ میں پڑیگا (خود بھی) اور اس کی بیوی بھی ۶

۱ چنانچہ عمان، حضرموت، یمن، سب کہیں سے، عرب کے دُور دراز مقامات سے وفد پر وفد رسول اللہؐ کی خدمت میں اظہار اطاعت کے لئے چلے آرہے تھے۔ اور قبیلے پر قبیلے اسلام کی طرف سبقت کرنے لگے تھے۔ جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ۔ یعنی اللہ کی نُصرت مشاہدہ میں آنے لگے۔ وَالْفَتْحُ۔ الفتح سے مُراد فتح مکہ لی گئی ہے۔ جو رمضان ۸ھ میں حاصل ہوئی تھی۔ وعن عائشۃ ان المراد بہ فتح مکۃ وروی ذلک عن مجاھد وغیرہ وصححہ الجمھور (روح) شہر مکہ تسخیر ہو جانے کے بعد کہنا چاہئے کہ سارے ہی حجاز پر اسلام کا تسلط ہوگیا تھا۔ باعتبار ان فتح مکۃ کان ام الفتوح (روح) نصر۔ فتح کے درمیان فرق یہ ہے کہ نصر تو دشمن پر غلبہ پاجانا ہے اور فتح اُس کے مُلک کا فتح ہو جانا۔ النصر الاغاثۃ والاظھار علی العدو والفتح فتح البلاد (کشاف) فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ۔ یعنی مذہب اسلام میں۔ دین اللہ اسلام ہی ہے۔ ای ملۃ الاسلام التی لا دین لہ تعالٰی یضاف الیہ غیرھا (روح) أَفْوَاجًا۔ فوج کے معنی جماعت کے ہیں یعنی لوگ خوب جوق در جوق اسلام قبول کرنے لگیں۔ والمراد بدخول الناس فی دینہ تعالٰی افواجًا ای جماعات کثیرۃ (روح) شہر مکہ و شہر طائف اور ملک یمن اور قبیلۂ ہوازن کے لوگ فتح مکہ کے معًا بعد داخل اسلام ہونے لگے۔

۲ انتہائی فتحمندیوں، کامیابیوں، کامرانیوں کے وقت ارشاد یہ نہیں ہوتا کہ جشن دھوم دھام سے منانا، جلوس نکالنا، نقارے بجانا، چراغاں کرنا، زندہ باد کے نعرے لگانا (دنیا تو فتحمندیوں کے انہیں جشنوں، جلوسوں سے واقف ہے) بلکہ حکم یہ ملتا ہے کہ اللہ کی یاد کی منزلیں طے کرنے کے بعد حمد وتسبیح واستغفار میں اور زیادہ لگ جایئے! اکابر صحابہ آیت کے نزول ہی سے سمجھ گئے تھے کہ جو رسولؐ کا مقصد بعثت تھا وہ پورا ہوچکا اور اب وقت وفات نبویؐ قریب ہے، بلا ضرورت اس دنیا میں کسی کو بھی نہیں رکھا جاتا ہے چہ جائیکہ رسول کو۔ اُن کا مشن ختم ہوچکا، اور اب انہیں اپنی اصلی منزل جنت کی طرف واپس ہونا ہے۔ استغفار۔ جب رسول کے لئے آتا ہے، تو مُراد کسی گناہ کے صدور سے نہیں، صرف ترک اَولیٰ سے ہوتی ہے۔ مُرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ اسی طرح سالکین طریق کو بھی چاہیئے کہ جب تبلیغ وارشاد سے فارغ ہو جایا کریں، تو مخصوص عبادات تقرب میں مشغول ہو جائیں۔

۴ ابولہب۔ لفظی معنی ہیں "شعلہ کا باپ"، عرب جاہلی میں کنیت کا رواج عام تھا۔ یہ کنیت ایک سردار قریش عبدالعزیٰ بن عبدالمطلب کی تھی۔ یہ رسول اللہ صلعم کا چچا تھا، اور چونکہ اُس کے چہرے کا رنگ بہت ہی سُرخ تھا، اُس کی آتشیں رُخساری کی بنا پر اُسے ابولہب کہنے لگے تھے۔ یہ اتنے قریب کے عزیز ہونے کے باوجود رسول اللہ صلعم اور آپ کے مشن کا شدید ترین مخالف تھا، اور ریاست مکہ کا ایک ذی اثر رئیس تھا۔ بعض محققین نے لکھا ہے کہ قرآن میں جو ابولہب آیا ہے، یہ بطور کنیت کے نہیں، بلکہ بطور پیش خبری کے ہے کہ اس شخص کا انجام جہنمی ہونا ہے۔ قال بعض المفسرین انہ لم یقصد بذلک مقصد کنیتہ التی اشتھر بھا وانما قصد الی اثبات النار لہ وانہ من اھلھا وسماہ بذلک کما یسمی المثیر للحرب والمباشر لھا ابوالحرب واخوالحرب (راغب) تَبَّتْ يَدَآ أَبِيْ لَهَبٍ یعنی ابولہب کی قوتیں بیکار گئیں، اور اس کی تدبیریں بے اثر رہیں۔ وَتَبَّ۔ اور وہ خود ناکام ونامراد ہلاک ہوکر رہ گیا۔ خوب خیال رہے کہ سورت جس وقت نازل ہوئی ہے، ابولہب اپنی پوری قوت واقتدار کے ساتھ ایک زندہ شخصیت کا مالک تھا۔ آج واقعہ کے گذر جانے کے چودہ صدیاں بعد محض اس کا ذکر ایک چھپی ہوئی کتاب میں پڑھ لینا اور بات ہے، اور ایک معاصر رئیس اور سردار کے منہ پر اُس کے لئے یہ ہولناک پیشگوئی سُنا دینا اس سے کتنے مختلف معنی رکھتی تھی! ذرا خیال تو کیجئے کہ اُس وقت کیسی کھلبلی مچ گئی ہوگی۔ ۵ یعنی تباہی، ہلاکت، نامرادی سے اس کا مال ودولت اسے ذرا نہ بچا سکا۔ مَالُهٗ یعنی اس کا مستقل سرمایہ۔ مَا كَسَبَ۔ یعنی اس مستقل سرمایہ پر حاصل ہونے والا نفع۔ اللہ اکبر! قرآن کس جزم وقطعیت کے ساتھ مستقبل کی پیشگوئی کر رہا ہے۔ وہ شخص اچھا خاصا زندہ وسلامت اپنے اثر واقتدار کے ساتھ موجود ہے، اور ایک بیکس دبے یا دو شخص پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ اس کا یہ انجام ہوچکا! صیغۂ ماضی برابر ملحوظ خاطر رہے، جو عربی اسلوب بیان میں مستقبل کے اظہار قطعیت کے لئے آتا ہے۔ ۶ یعنی اُم جمیل بنت حرب ہمشیرہ ابوسفیان۔ رسول اللہ صلعم اور آپ کے مشن سے مخالفت اس کی بھی حد غلو تک پہنچی ہوئی تھی۔ س وعید کے لئے ہے یعنی یہ انجام ہونا بالکل یقینی ہے۔ والسین للوعید ای ھو کائن لامحالۃ وان تراخی وقتہ (کشاف) والسین لتاکید الوعید (روح) نَارًا۔ صیغۂ نکرہ کا آنا آگ کی بڑائی اور سختی کے اظہار کے لئے ہے۔ والتنوین للتعظیم ای نارًا عظیمۃ (روح)

عــہ یعنی نماز پڑھتے بھی ہیں، تو نمائش اور دکھاوے کی۔ جب اصل عقیدہ سے کوئی تعلق ہی نہیں، گویا بندوں کے حق ضائع کرنے کے خالق کے حق ضائع کرنے ہی کی طرح
ہوا ہے، اور اپنی جگہ پر صحیح بھی ہے کہ حقوق العبد، حقوق اللہ پر مقدم ہیں۔ لیکن یہ تقدم صرف زائد مؤکد اور اشد ہونے کے لحاظ سے ہے۔ ورنہ فی نفسہ اہمیت تو ظاہر ہے کہ حقوق اللہ ہی کی ہے۔ حقوق العبد بھی تو اسی لئے
فرض ہیں کہ اللہ کے بتلائے ہوئے احکام ہیں۔ مفسر تھانویؒ نے یہاں تنبیہ فرمائی ہے کہ سورت میں ذکر ان افعال کا ہے جو تکذیب دین سے پیدا ہوتے ہیں، خواہ کفراً خواہ نفاقاً۔ باقی اگر وہ بلا تکذیب دین ہوں
تو مذموم اُس وقت بھی ہونگے، مگر اس درجہ میں نہیں۔ عــہ (اور دوسروں کو دینے میں بخل کرتے ہیں) الماعون۔ ماعون روزمرہ کے استعمال کی معمولی معمولی چیزوں کو کہتے ہیں۔ اور ہر اس چیز کو جس سے
دوسروں کا کام نکل سکے۔ قال ابوعبیدۃ کل مافیہ منفعۃ فھو الماعون (جصاص) قال ابوعبیدۃ والزجاج والمبرد ھو فی الجاھلیۃ کل مافیہ من منفعۃ من قلیل او کثیر (قرطبی) مطلب یہ ہوا کہ ان لوگوں کے دل مخلوق
خدا کی ہمدردی سے اس قدر خالی ہیں کہ کسی کی معمولی سی اعانت بھی انہیں گوارا نہیں ہوتی۔ بلکہ گراں گزرتی ہے ——— شریعت کو ملت کی اصلاح انفرادی و اجتماعی کا جس درجہ اہتمام مطلوب ہے، اس سورت
سے بالکل ظاہر ہو رہا ہے۔ جن لوگوں میں عام انسانی ہمدردی اتنی بھی نہیں، انہیں دین کی تکذیب کرنے والا ٹھہرایا ہے۔ مَاعُوْنَ۔ کے دوسرے معنیٰ زکوٰۃ کے کئے گئے ہیں۔ قال علی وابن عباس روایۃ

سَاهُونَ ۝٥ الَّذِينَ هُمْ يُرَاءُونَ ۝٦ وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ ۝٧

بھلا بیٹھتے ہیں (اور) جو ایسے ہیں کہ ریاکاری کرتے ہیں عــہ اور حقیر چیزوں تک کو روکے رہتے ہیں عــہ

ع ١ / ٣٢

سُورَةُ الْكَوْثَرِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ ثَلٰثُ اٰيٰتٍ

سورۃ الکوثر مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی تین آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ نہایت رحم کرنے والے، بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ ۝١ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝٢

ہم نے آپ کو خیر کثیر عطا کی ہے لــہ سو آپ اپنے پروردگار کی نماز پڑھئے اور قربانی کیجئے ٢ـہ

إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ ۝٣

یقیناً بے نام و نشان (ہو کر) تو آپ کا دشمن ہی رہیگا ٣ـہ

ع ١ / ٣٣

سُورَةُ الْكٰفِرُونَ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَهِيَ سِتُّ اٰيٰتٍ

سورۃ الکافرون مکہ میں نازل ہوئی، شروع اللہ نہایت رحم کرنیوالے بار بار رحم کرنیوالے کے نام سے، اور اس کی چھ آیتیں ہیں

قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ ۝١ لَا أَعْبُدُ مَا تَعْبُدُونَ ۝٢

آپ کہہ دیجئے، کہ اے کافرو! نہ تو میں تمہارے معبودوں کی پرستش کرتا ہوں،

وَلَا أَنْتُمْ عَابِدُونَ مَا أَعْبُدُ ۝٣ وَلَا أَنَا عَابِدٌ

اور نہ تم میرے معبود کی پرستش کرتے ہو فـ١ اور نہ میں (آئندہ) تمہارے معبودوں کی

مَا عَبَدْتُمْ ۝٤ وَلَا أَنْتُمْ عَابِدُونَ مَا أَعْبُدُ ۝٥

پرستش کرنیوالا ہوں اور نہ تم ہی (آئندہ) میرے معبود کی پرستش کرنے والے ہو فـ٢

منزل ٧

وابن عمر وابن المسیب الماعون الزکوٰۃ (جصاص) اے الزکوٰۃ کما جاء عن علی وابنہ محمد بن
الحنفیۃ وابن عباس وابن عمر وزید بن اسلم والضحاک وعکرمۃ (روح) مفہوم اس صورت
میں بھی وہی رہتا ہے یعنی زکوٰۃ جیسی واجب چیز کو بھی اُن کا دل گوارا نہیں کرتا۔ مُرشد
تھانویؒ نے فرمایا کہ سورت میں ذمائم اخلاق یعنی فسوق، غفلت، ریا، وبخل کی مذمت مذکور ہے
صاحب کشاف نے چھٹی ہجری کے وسط اول میں اس سورت کی تفسیر میں ریاکار
نمازیوں کی تفصیلی حالت کا مرقع کھینچتے ہوئے لکھا ہے کہ بڑے رنج کا مقام ہے کہ ہمارے
زمانہ میں اپنے کو مسلمان کہلانے والے، بلکہ طبقۂ علماء تک کے لوگ اسی قسم کی ریائی نمازیں
پڑھتے رہتے ہیں۔ وکم نری من المتسمین بالاسلام بل من العلماء منہم من ھو علی
ھذہ الصفۃ فیا مصیبتنا (کشاف) ——— آٹھ سو سال بعد چودھویں صدی ہجری کے وسط
میں یہ ماتم کن الفاظ میں کیا جائے؟

لــہ (دنیا و آخرت دونوں میں جو عین دلیل ہے آپ کے کمال مقبولیت کی) رسول اللہ صلعم کیلئے آخرت
میں خیر کثیر تو آپکے مراتب قرب و درجات عالیہ کے لحاظ سے ظاہر ہی ہے، اور خیر دنیا آپ کو اپنی اُمت کی
کی کثرت تعداد اور اُنکی دنیوی و اُخروی فلاح کے لحاظ سے ہوئی ——— آیت کا صیغہ ماضی در آنحالیکہ
ظہور خیر کثیر کا تعلق مستقبل سے ہے، اس حقیقت کے اظہار کیلئے ہے کہ ایسا ہونا بالکل قطعی اور حتمی ہے۔ الکوثر۔
کوثر کے لفظی معنی خیر کثیر کے ہیں۔ اور یہ لفظ دنیا و آخرت دونوں کی ساری بھلائیوں کا جامع ہے۔ وھذا اللفظ
یتناول خیرات الدنیا وخیرات الاخرۃ (کبیر) لاجرم تناول جمیع خیرات الدنیا والاخرۃ
(کبیر) اور اس کے تحت میں دنیا و عقبیٰ کی ساری نعمتیں سارے انعامات الٰہی آجاتے ہیں،
مفسرین نے اس کے ذیل میں کثرت علوم، کثرت معارف، کثرت حسنات، کثرت فتوح،
کثرت اتباع، کثرت اولاد سب ہی ذکر کئے ہیں، اور سب اپنی اپنی جگہ صحیح ہیں۔
الکوثر۔ سے مُراد جنت کی ایک مشہور نہر بھی ہے۔ اِنَّا اَعْطَيْنَا۔ کلمہ اِنَّ اور ضمیر
متکلم کی تکرار نے اس ترکیب میں حصر اور تاکید دونوں کے معنیٰ پیدا کر دیئے۔ اِنَّا جس
طرح صیغۂ جمع کے لئے آتا ہے۔ اسی طرح اظہارِ تعظیم کے لئے بھی آتا ہے۔ اور خدائے
واحد کے لئے چونکہ جمع کا کوئی امکان نہیں، اس لئے لامحالہ یہاں مُراد اظہارِ عظمت ہی
ہے۔ کلمۃ تارۃ یراد بھا الجمع وتارۃ یراد بھا التعظیم (کبیر) ٢ـہ (اور معاندین
کے طنز و تعریض کا خیال ہی نہ کیجئے) فَصَلِّ۔ 'نماز' یہاں قائم مقام ہے ساری بدنی
عبادات کے ——— یہ بھی کہا گیا ہے کہ نماز تمام اقسام شکر کی جامع ہے، اسی لئے
بجائے شکر کے اسے لایا گیا۔ فان الصلوٰۃ جامعۃ لجمیع اقسام الشکر ولذا قیل فصل
دون فاشکر (روح) وَانْحَرْ۔ 'قربانی' یہاں قائم مقام ہے ساری مالی عبادات کے اور

پھر اُونٹ کی قربانی تو عرب میں اعلیٰ ترین اور اس کا اہل حاجت پر تقسیم کرنا مال کا بہترین صرف۔ والنحر البدن التی ھی خیار اموال العرب باسمہ تعالیٰ علی المحاویج (روح) لِرَبِّكَ۔ یعنی یہ ساری بدنی و
مالی عبادتیں و طاعتیں خالصۃً صرف اللہ ہی کے لئے ہوں۔ نہ کہ خدانخواستہ بتوں کے لئے، یا کسی دنیوی منفعت کے خیال سے۔ مشرک قوموں میں عموماً اور ہر جگہ انسان کا لاولد رہ جانا شدید نحوست
سمجھا گیا ہے۔ عرب جاہلی بھی اسی عقیدہ میں شدت کے ساتھ مبتلا تھے۔ چنانچہ جب رسول اللہ صلعم کے کمسن صاحبزادہ حضرت ابراہیم کا انتقال ہوگیا، تو ان لوگوں کو تعریض کا ایک نیا عنوان ہاتھ آگیا، اور
خوش ہو ہو کر کہنے لگے کہ "اِن کا کوئی نام لیوا تو رہا نہیں، اُنکی موت کے بعد میدان صاف ہے، اُن کے دین کا کہیں پتہ نشان بھی نہ رہیگا" اس کے جواب میں آپ کو بتایا جا رہا ہے کہ آپ کو تو بڑی سی بڑی
ممکن نعمتیں عطا ہو چکی ہیں، آپ کا دین خوب چمکیگا، خوب پھلیگا۔ آپ ان نعمتوں کے شکر میں نماز و عبادت میں مشغول رہئے، اور معاندوں کے طنز و طعن کی طرف اعتنا ہی نہ کیجئے۔ ٣ـہ چنانچہ یہ پیشگوئی
حرف بحرف پوری ہو کر رہی۔ ابوجہل اور ابولہب اور عتبہ کا "ذکر خیر" آج دنیا کے پردہ میں کہیں بھی ہے؟ اور آپ کا ذکر خیر ہے کہ سینوں کے اندر اور زبانوں کے اُوپر ہر طرح جاری و ساری ہی ہے۔ الاَبْتَرُ۔
ابتر اُسے کہتے ہیں جس کا ذکر خیر کرنیوالا، نام لینے والا کوئی نہ رہ جائے۔ اے المقطوع الذکر (راغب) قیل رجل ابتر اے انقطع ذکرہ عن الخیر (راغب) فـ١ یعنی دین اسلام اور ملت شرک کے درمیان کی
کوئی صورت ممکن نہیں، دونوں راہیں بالکل الگ الگ ہیں۔ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ۔ اے وہ لوگو جو ملت کفر پر قائم ہو۔ یہ خطاب اُن کافروں سے ہے، جو کفر و ایمان، جاہلیت و اسلام کے طریقوں کو ملا جلا کر کوئی نیا
دین اپنی تجویز سے قائم کرنا چاہتے تھے ——— مثلاً یہ کہ ایک سال تعلیم و تبلیغ خالص توحید کی ہو اور دوسرے سال مورتی پُوجا کی۔ یہ کوششیں عرب اور اس دَور کے عرب کے ساتھ محدود و مخصوص نہ تھیں۔
بارہا یہ کوششیں ہو چکی ہیں اور اب بھی جاری ہیں کہ کفر و اسلام، شرک و توحید کو ملا کر ایک کر دیا جائے ——— اکبر کا "دین الٰہی" اسی کوشش کا ایک نمونہ تھا، اور عین اس وقت تو یہ کوششیں کہیں زیادہ زور و قوت و اثر
کے ساتھ جاری ہیں۔ وَلَا ... اَعْبُدُ۔ تمہارا یہ دعویٰ ہی غلط و بے بنیاد ہے کہ تم میرے خدا کی پرستش کرتے ہو۔ خدائے اسلام مشرکین کے معبود اعظم سے بالکل مختلف ہے۔ فـ٢ یعنی جب تک تم اپنے دین و آئین پر قائم

۱ یعنی کم ازکم ایسی ایسی نعمتوں کے شکریہ ہی میں قریش کو چاہیئے تھا کہ جس مقدس مکان کے وہ ہمسایہ و مجاور ہیں، اور جس کی دینی و دنیوی دونوں قسم کی برکتوں سے وہ برابر فیضیاب ہوتے رہتے ہیں، اُس کے مالک و خالق کو تو پہچانتے، اور شرک چھوڑکر توحید کی راہ اختیار کرتے ——— توحید تو بہرحال مذہب حق ہے، اور ہر قسم کے دلائل سے ثابت لیکن ماتا کے مارے ماں باپ اولاد کو راہِ راست پر لانے کیلئے انتہائے شفقت میں صرف دلائل عقلی و نقلی ہی پر اکتفا نہیں کرتے، بلکہ اولاد کو غیرت دلانے کے لئے طرح طرح کے واسطے بھی دلایا کرتے ہیں۔ پھر حق تعالٰی کی شفقت تو شفقت والدین سے کوئی نسبت ہی نہیں رکھتی۔ قرآن اس مؤثر طریقۂ ترغیب سے کیسے کام نہ لیتا۔ قُرَیْشٍ۔ شمالی اہل عرب کی نسل میں شریف ترین اور مشہور ترین قبیلہ کا نام قریش تھا۔ رسول اللہ صلعم اسی کی ایک شاخ بنی ہاشم میں ظاہر ہوئے۔ نسباً یہ قبیلہ نضر بن کنانہ کی نسل سے تھا۔ وقریش ولد النضر بن کنانۃ وھو اصح الاقوال واقتصر علیہ القرطبی قیل وعلیہ الفقہاء (روح) پیشہ ان لوگوں کا تجارت تھا۔ اور تجارت ہی کے سلسلہ میں دُور دُور کی

سُوْرَةُ قُرَيْشٍ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اَرْبَعُ اٰيَاتٍ

سورۂ قریش مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی چار آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ نہایت رحم کرنے والے، بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ ۝١ اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ ۝٢

قریش کو خوگر ہونے کی بنا پر، اپنے جاڑے اور گرمی کے سفر کے خوگر ہونے کی بنا پر چاہیئے تھا

فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ ۝٣ الَّذِيْۤ اَطْعَمَهُمْ

کہ اس خانہ (کعبہ) کے مالک کی عبادت کریں ۱ جس نے اُن کو بھوک میں

مِّنْ جُوْعٍ ۵ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ۝٤

کھانے کو دیا اور انہیں خوف سے امن دیا ۲

ع ۱ / ۲۱

سُوْرَةُ الْمَاعُوْنِ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَهِيَ سَبْعُ اٰيَاتٍ

سورۂ الماعون مکہ میں نازل ہوئی شروع اللہ نہایت رحم کرنیوالے، بار بار رحم کرنیوالے کے نام سے اور اس کی سات آیتیں ہیں

اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ ۝١ فَذٰلِكَ الَّذِيْ

بھلا تونے اس شخص کو بھی دیکھا ہے جو روزِ جزا کو جھٹلاتا ہے ؟ سو وہ شخص جو

يَدُعُّ الْيَتِيْمَ ۝٢ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۝٣

یتیم کو دھکے دیتا ہے اور محتاجوں کے لئے کھانا دینے کی ترغیب نہیں دیتا ۳

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ۝٤ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ

سو بڑی خرابی ہے ایسے نمازیوں کے لئے، جو اپنی نماز کو

سیاحی کرآتے تھے۔ بڑے معاملہ فہم سمجھے جاتے تھے اور اپنے وقت و مُلک کی تہذیب و تمدن کے علمبردار تھے۔ اِیْلٰفِ۔ لفظ "ایلاف" کی تکرار تاکیدِ مضمون اور اس احسان عظیم کے اظہار عظمت کے لئے ہے۔ التکریر تفخیما لامر الایلاف وتذکیر النعم العظیمۃ فیہ (کبیر) رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ۔ قریش اپنی تجارتی سیاحتوں کے لئے نام پائے ہوئے تھے۔ اُن کے تجارتی سلسلے ایک طرف بحر ہند سے بحر قلزم بلکہ بحر روم تک قائم تھے۔ اور دوسری طرف جنوب عرب میں عمان و یمن سے لے کر شمال میں فلسطین و شام تک کی شاہراہیں اُنکے قبضہ میں تھیں اور انہیں پر ان کے بڑے بڑے تجارتی قافلے بین الاقوامی مال و سامان سے لدے ہوئے برابر آتے جاتے رہتے تھے۔ خود اُن کا وطنی علاقہ مکّہ تو بے آب و گیاہ تھا۔ اُن کے معاشی اور مالی سہارے یہی تجارتی سفر تھے۔ الشِّتَآءِ۔ سردی کے موسم میں اُن کے قافلے جنوب میں یمن کی طرف جاتے۔ وَالصَّيْفِ۔ گرمیوں کے زمانہ میں ان کی تجارت شمال کی طرف شام میں جاری رہتی۔ غرض سال بھر بحری و بری تجارت زور و شور سے جاری رہتی۔ آبادی کا بڑا حصّہ اپنا سرمایہ اسی تجارت میں لگائے رہتا۔ قافلے واپس آتے، تو شہر بھر میں خوب منافع (Dividends.) تقسیم ہوتا۔ اور لوگ سال بھر خوش حالی سے بسر کرتے۔ هٰذَا الْبَيْتِ۔ یعنی خانۂ کعبہ۔ اسم اشارہ اس سیاق میں تعظیمی پہلو رکھتا ہے۔ الاشارۃ الی البیت فی ھذا النظم تفید التعظیم (کبیر) رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ۔ یعنی خدائے واحد، اکیلے اور یکتا خدا۔ ایلاف۔ ہمارے زمانہ کے مشہور محقق ڈاکٹر محمد حمید اللہ حیدر آبادی، ثم پاکستانی نے "ایلاف" کا ترجمہ تجارتی معاہدہ سے کیا ہے، اور اپنی محققانہ کتاب "رسول اکرم کی سیاسی زندگی" میں لکھا ہے کہ "چین و ہندوستان کی تجارت عرب ہی سے ہوکر یورپ جاتی تھی۔ قریش کا عرب کی تجارت پر حاوی رہنا مصر و شام، عراق و ایران، یمن و عمان حبش و سندھ وغیرہ سے انہوں نے جو تجارتی معاہدے (ایلاف) کر رکھے تھے۔ اور رحلۃ الشتاء والصیف کے باعث شمال و جنوب کے جس طرح قلابے ملاتے رہتے تھے وہ سب جانتے ہیں۔" (ص۳۷) اور پھر لکھا ہے کہ "..... غرض عرب کا شمال، جنوب، مشرق، مغرب اور وسط ہر حصّہ قریشی ایلاف کی زنجیروں سے جکڑ گیا تھا۔ اُن کے میلے اور اُن کے کاروان جتنے مفید ثابت ہوئے اُن کو قرآن نے دو معجز نما لفظوں میں یوں یاد دلایا ہے کہ اطعمھم من جوع و اٰمنھم من خوف (فاقہ کی جگہ کھانا اور خوف کی جگہ امن) اس نے قریش کو پورے عرب میں ایک مرکزیت و مرجعیت دے دی تھی"۔ ۲ رزق اور امن، یہ دو نعمتیں ہر مُلک کے لئے ہر زمانہ میں انفرادی و اجتماعی ہر حیثیت سے، سب سے بڑی اور قابل قدر نعمتیں رہی ہیں۔ عرب خصوصاً حجاز کی جغرافی حالت کے لحاظ سے ان نعمتوں کی اہمیت کئی گنی اور بڑھی ہوئی تھی، اور گویا ایک بالکل معجزانہ حیثیت رکھتی تھی۔ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ۔ بھوک کا سوال، پیٹ کا سوال، روٹی کا سوال، مُلک کا معاشیاتی سوال ہر جگہ نمبر اوّل پر اہم رہا ہے۔ چہ جائیکہ حجاز کی سرزمین جو خشک و ناقابل زراعت تھی۔ پھر وہاں کے لوگ اور اتنے خوشحال رہیں، یہ جوار کعبہ کی برکت کا معجزہ نہ تھا، تو اور کیا تھا۔ وَاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ۔ ماحول ایسا کہ رہزنی ایک عام صورت حال۔ لیکن اُسی مجاورت حرم کی برکت سے قریش کے تقدس کی عظمت ایسی دلوں میں بیٹھی ہوئی کہ یہ لوگ بے کھٹکے سفر کرتے، اور کوئی اُن کی طرف بُری نیت سے آنکھ اُٹھا کر بھی نہ دیکھتا، بلکہ اور اُن کی خاطر اور احترام ہی ہر جگہ ہوتا۔ جُوْعٍ، خَوْفٍ دونوں کا صیغۂ نکرہ بھوک اور خوف کی شدت اور اہمیت کے اظہار کے لئے ہے۔ والتنکیر فی جوع وخوف لشدتھما یعنی اطعمھم من جوع شدید وامنھم من خوف عظیم (کشاف) ای من السید المعظم (...)

مرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ جس کسی کو کسی امر دینی کے واسطہ سے جاہ یا مال نصیب ہو (جیسے یہاں قریش کو بیت اللہ کے واسطہ سے تھا) تو اُسے چاہیئے کہ بجائے فخر و دعوٰی کے شکر و طاعت کا اور زیادہ اہتمام رکھے۔

۳ یعنی وہ بددین شخص ایسا سنگدل اور تنگدل ہے کہ خود تو بیچارے یتیموں کے ساتھ حُسن سلوک تو کیا کرے گا، اُلٹا اُن کے ساتھ بیدردی کا برتاؤ کرتا ہے اور دوسروں تک کو مسکینوں کے ساتھ حُسن سلوک پر آمادہ نہیں کرتا ——— حق تلفیوں میں جسارت و قساوت اُسی کے دل میں پیدا ہوتی ہے جو آخرت کا منکر یا عملاً منکر ہوتا ہے۔ یُکَذِّبُ بِالدِّیْنِ۔ دین سے یہاں عموماً مراد جزا و حساب ہی لی گئی ہے۔ وھو قول اکثر المفسرین ان المراد (...) اَرَءَيْتَ۔ ہمزۂ استفہام مخاطبین کے ذہن میں مکذب کے تعارف کے لئے شوق و جستجو پیدا کرنے کو ہے۔ استفھام اُرید بہ تشویق السامع الی تعرف المکذب (روح) دائیت۔ رویت سے یہاں لازمی طور پر رویت بصری ہی مراد نہیں ہوسکتا ہے کہ محض جاننا مراد ہو۔ فالرویۃ بمعنی المعرفۃ (روح) فَذٰلِكَ۔ اشارۂ بعید ان لوگوں کی بُعدِ منزلت کو ظاہر کرنے کو ہے۔ ان اسم الاشارۃ ھنا متضمن للاشارۃ الی بعد المنزلۃ فی الشر والضلالۃ (روح) الذی۔ لفظاً واحد ہے مگر معنی جمع۔ مراد ریاکار نمازیوں کی جنس ہے۔ (...) یَدُعُّ الْیَتِیْمَ۔ یتیموں کے ساتھ بدسلوکی اور ان کی حق تلفی عرب جاہلیت میں عام طور سے شائع تھی۔ طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ۔ عرب بڑے فیاض اور مہمان نواز تھے کھانا کھلانا اُن کے ہاں بہترین معاشی سمجھا جاتا تھا۔ و بخیلی یتیمی بی میں بطور ... کیا جاتا۔

ف۲ (اور چونکہ اللہ کے حکم سے سلگائی ہوئی ہے کسی کے بجھائے بجھ بھی نہ سکیگی) یہ سب تفصیل بیان ہو رہی ہے آغاز سورۃ کے لفظ "ویل" یعنی شامت اور کمبختی کی۔ تَطَّلِعُ عَلَى الْأَفْئِدَةِ۔ دلوں تک معًا جا پہنچنا، یہ بیان ہے اُس آگ کی سُرعت نفوذ و سرایت کا۔ نَارُ اللهِ۔ اضافت اظہار عظمت و اہمیت خصوصی کے لئے ہے یعنی وہ آگ اللہ تعالیٰ کی بھڑکائی ہوئی ہے۔ دنیا کی کسی آگ پر اُسے قیاس نہ کرو۔ فالاضافۃ للتفخیم ای هی نار لا کسائر النیران (کبیر) الحُطَمَةِ۔ ایسی آگ کہ جو کڑی سی کڑی چیز بھی اُس میں پڑے، اُس کو بھی وہ توڑ پھوڑ کر رکھ دے۔ ف۳ یعنی آگ کے ایسے بڑے بڑے شعلے ہونگے جیسے لمبے لمبے ستون، اور وہ لوگ اُن میں مقید ہونگے۔ اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ۔ یعنی ہر طرف سے دروازے بند کر دیئے جائینگے دوزخیوں کے لئے کوئی راستہ نکلنے کا نہ رہیگا، ہمیشہ ہی وہیں پڑے جلتے رہینگے۔

الْحُطَمَةِ ۝٤ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ ۝٥ نَارُ اللّٰهِ

جھونکا جائیگا — اور آپ سمجھے کہ وہ توڑنے پھوڑنے والی آگ ہے کیا؟ — وہ اللہ کی آگ ہے

الْمُوْقَدَةُ ۝٦ الَّتِیْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ ۝٧ اِنَّهَا

اللہ کے حکم سے، سلگائی ہوئی — جو دلوں تک جا پہنچے گی ف۲ — وہ آگ

عَلَیْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ ۝٨ فِیْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ۝٩

اُن پر بند کر دی جائیگی — بڑے بڑے لمبے ستونوں میں ف۳

ع ۱ ۹ ۲۹

سُوْرَةُ الْفِیْلِ مَكِّیَّةٌ وَّهِیَ خَمْسُ اٰیٰتٍ

سورۃ الفیل مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی پانچ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ نہایت رحم کرنے والے، بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

اَلَمْ تَرَ كَیْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِیْلِ ۝١ اَلَمْ

کیا آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کے پروردگار نے ہاتھی والوں سے کیا معاملہ کیا ف۴ — کیا

یَجْعَلْ كَیْدَهُمْ فِیْ تَضْلِیْلٍ ۝٢ وَّاَرْسَلَ عَلَیْهِمْ

ہم نے اُن کا داؤں بالکل اُلٹ نہیں دیا؟ ف۵ — اور اُن پر جھنڈ کے جھنڈ

طَیْرًا اَبَابِیْلَ ۝٣ تَرْمِیْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّیْلٍ ۝٤

پرندے بھیج دیئے — وہ اُن پر کھنگر کی کنکریاں — پھینکتے تھے

فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ ۝٥

سو (اللہ نے) انہیں کھائے ہوئے بھوسہ کی طرح کر دیا ف۶

ع ۱ ۵ ۳۰

ف۴ یعنی انہیں کس طرح ہلاک و برباد کر ڈالا۔ اَصْحٰبِ الْفِیْلِ۔ سال عیسوی ۵۷۰ء یا ۵۷۱ء تھا، اور ولادت نبویؐ میں ابھی چند ہفتوں کا زمانہ باقی تھا کہ حجاز کے پڑوس میں جو حبشہ کی پُرقوت مسیحی سلطنت قائم تھی اور جس کی وسعت حدود عرب تک پہنچی ہوئی تھی، اُس کے گورنر علاقۂ یمن ابرہہ نے حجاز بلکہ خود خانۂ کعبہ پر چڑھائی کر دی۔ حاکم یمن یوں بھی وقت کی ایک زبردست سلطنت کا نمائندہ تھا۔ پھر اُس کی بنوائی ہوئی مسیحی عبادتگاہ کی شدید توہین بھی کسی بے ادب عرب نے کر دی تھی۔ ابرہہ کو قدرۃً اس پر سخت غصہ آیا اور اُس نے فوج کشی پوری قوت کے ساتھ کی۔ اُس کی فوج میں ہاتھی بھی تھے، جو عرب میں ایک بالکل نئی چیز تھے۔ جیسے کہ آج کل کی جنگ میں ٹینک جیپ آتشیں اژدھے وغیرہ۔ یہ فوج کشی ایک تاریخی واقعہ ہے، دوست دشمن سب کو مسلّم۔ عربوں نے اس کی اہمیت اتنی محسوس کی کہ اس سال کا نام ہی عام الفیل (ہاتھیوں کا سنہ) رکھدیا۔ اور اسی واقعہ سے اپنے سنہ کی ابتدا کی۔ کانوا یؤرخون فی کتبهم و دیونهم من سنة الفیل وفیها ولد رسول الله صلعم فلم تزل قریش والعرب بمكة جمیعًا تورخ بعام الفیل۔ (تاریخ مکہ۔ ازرقی۔ جلد اول ص۱۰۹) اَلَمْ تَرَ۔ واقعہ فرط شہرت و تواتر سے مثل مشاہدہ کے تھا۔ ف۵ (جو اُس نے خانۂ کعبہ کے ہدم و تخریب کا سوچا تھا) والی یمن اور صوبہ دار حبشہ کا سارا پروگرام اُلٹ گیا، بنا بنایا کھیل بگڑ گیا، اور بجائے خانۂ کعبہ کے برباد کرنے کے خود ہی مع اپنے لشکر کے برباد ہو گیا۔ ہوا یہ کہ یک بیک سمندر (بحر احمر) کی طرف سے پرندوں کا ٹڈی دَل نظر آیا، جن کے پنجوں اور چونچوں میں کنکریاں تھیں، جن سپاہیوں پر وہ کنکریاں پڑتیں وہ چیچک میں مبتلا ہو جاتے۔ ابرہہ یہ ماجرا دیکھ پریشان ہو کر بھاگا، اور یمن پہنچتے ہی پھنسیوں میں لدا ہوا دنیا سے رخصت ہو گیا۔ ف۶ (پامالی اور پراگندگی کے لحاظ سے) سِجِّیْلٍ۔ سنگِ گل کا معرّب ہے۔ حجرٌ وطینٌ مختلط واصله فی ما قیل فارسی معرب (راغب) قال ابن عباس سجیل معناه سنگ و گل یعنی بعضه حجر و بعضه طین (کبیر) هو معرب من سنگ گل وعلیه الجمهور (مدارک) قرآن مجید میں لغت قریش سے باہر کے لفظ بہت کم آتے ہیں۔ جو معدودے چند آئے ہیں، اُن میں سے ایک یہ ہے۔ اَبَابِیْلَ۔ اس کے معنی جھنڈ کے ہیں۔ قال ابو عبیدة ابابیل جماعة فی تفرقة (کبیر) قال الزجاج جماعات من ههنا وجماعات من ههنا (مدارک) ائمہ لغت میں سے بعض نے کہا ہے کہ اس کا کوئی واحد نہیں آتا اور بعض نے اس کا واحد ابیل ابالہ یا ابیالہ یا ابول کو بتایا ہے۔ فیه قولان والاول هو قول الاخفش والفراء انه لا واحد لها (کبیر) الواحد ابیل (راغب) جمع ابالة کما المعزة تریبیت البالی وقیل واحده ابول مثل عجول (روح) سارے قصہ کا خلاصہ یہ نکلا کہ احکام الٰہی کی بے حرمتی کرنے والوں کو عتاب الٰہی سے ڈرتے رہنا چاہیئے، خواہ وہ آخرت میں واقع ہو یا اسی دنیا میں۔

۵ یعنی وہ رویت استدلالی نہیں، رویت مشاہدہ ہوگی جس میں انکشاف استدلالیات سے کہیں زیادہ اور صریح ہوتا ہے ــــــ آگ میں گرنیوالے کو آگ کی سوزش اور حرارت کا یقین کہ عین یقین ہے۔ آگ کے قریب بیٹھنے والے کے یقین (سوزش و حرارت) سے کہ یہ علم الیقین ہے، کہیں بڑھ چڑھ کر ہوتا ہے۔ ۶ ادا کر ہر نعمت کا حق یعنی ایمان و طاعت بجالائے یا نہیں) ثُمَّ۔ مفسرین نے کہا ہے کہ خطاب یہاں نوع انسانی کو عام ہے، کفار و مشرکین کے ساتھ مخصوص نہیں، اور ثُمَّ اس لحاظ سے مفید ترقی ہے یعنی یہ سوال جب غیر مجرمین تک سے ہوگا، جن پر کوئی ضرر اس سے مترتب نہ ہوگا، تو پھر مجرمین کے لئے اس سوال کی جوابدہیت، اشدیت اور ہیبت ہے، ظاہر ہی ہے۔ النعیم۔ اس میں دنیا کی ہر وہ چیز آگئی، جو کسی نہ کسی جہت سے مفید یا لذیذ ہو۔ یجب حملہ علی جمیع النعم صغیر و کبیر، والنعیم عام لکل ما یلتذ بہ من مطعم و مشرب و مفرش و مرکب (روح)

لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِينِ ﴿٧﴾ ثُمَّ لَتُسْأَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ ﴿٨﴾

یقیناً تم لوگ اُسے ایسا دیکھنا دیکھو گے جو خود یقین ہے ۵ پھر اُس روز تم سے (ہر) نعمت کی پوچھ ہوگی ۶

ع ۸ / ۲۷

سُورَةُ الْعَصْرِ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ وَهِيَ ثَلٰثُ آيَاتٍ

سورۃ العصر مکہ میں نازل ہوئی شروع اللہ نہایت مہربان بار بار رحم کرنے والے کے نام سے، اور اس کی تین آیتیں ہیں

وَالْعَصْرِ ﴿١﴾ إِنَّ الْإِنسَانَ لَفِي خُسْرٍ ﴿٢﴾ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ﴿٣﴾

قسم ہے زمانہ کی، کہ انسان بڑے خسارہ میں ہے ۸ مگر وہ لوگ نہیں جو ایمان لائے اور جنہوں نے اچھے کام کئے، اور ایک دوسرے کو فہمائش کرتے رہے حق کی، اور ایک دوسرے کو فہمائش کرتے رہے پابندی کی

ع ۳ / ۲۸

سُورَةُ الْهُمَزَةِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ تِسْعُ آيَاتٍ

سورۃ الھمزہ مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی نو آیتیں ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ نہایت رحم کرنے والے، بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ ﴿١﴾ الَّذِي جَمَعَ مَالًا وَعَدَّدَهُ ﴿٢﴾ يَحْسَبُ أَنَّ مَالَهُ أَخْلَدَهُ ﴿٣﴾ كَلَّا لَيُنبَذَنَّ فِي

کمبختی ہے پس پشت عیب جوئی کرنے والے کیلئے اور طعنہ دینے والے کیلئے جو مال جمع کرتا رہتا ہو اور اسے گنتا رہتا ہو، وہ یہ خیال کر رہا ہے کہ اُس کا مال اُس کے پاس سدا رہیگا ۹ ہاں ہاں وہ ضرور توڑنے پھوڑنے والی آگ میں

۷ (بسبب اپنی فرصت عمر کے تلف و ضائع کر ڈالنے کے) الْعَصْرِ۔ زمانہ جو ہر لمحہ انتہائی سُرعت کے ساتھ گزرتا چلا جاتا ہے، وہی تو وہ ظرف ہے جس کے اندر انسان سب ہی کچھ کرتا رہتا ہے، اور سب ہی کچھ اس پر گذرتی رہتی ہے۔ اسی میں وہ کھوتا بھی ہے، اور اسی میں وہ پاتا بھی ہے۔ رنج و حرمان، نقصان و خُسران بھی اسی میں اُس پر واقع ہوکر رہتا ہے ــــــ محض وقت کا مفہوم ادا کرنے کے لئے عربی زبان میں زمان دہر وغیرہ اور لفظ بھی تھے لیکن گذرتے ہوئے زمانہ کی طرف ہر ور ایام کی طرف خاص اشارہ کرنے والا لفظ یہی "عصر" ہے۔ العصر الزمان الذی مرور کا من اصناف العجائب

عمر انسانی کے لمحات دیکھتے دیکھتے کس تیزی سے گذر جاتے ہیں، اور انسان خالی ہاتھ رہ جاتا ہے۔ اسی کو گواہ کر کے قرآن مجید کہتا ہے کہ کافر انسان بھی کیسا بدقسمت اور حرماں نصیب ہے! وقت کی پوری قدر کرنا، عمر کے ایک ایک لحظہ اور پل کا حساب رکھنا کہ اس سب کا سوال ہوگا، اسلام کی اہم تعلیمات میں سے ہے۔ الْإِنسَانَ۔ انسان۔ سے اس سیاق میں بھی مُراد وہی کافر انسان ہے۔ ۸ یعنی خسران و محرومی تو منکروں اور کافروں کے حصہ میں آئی ہے جنہوں نے وقت کی قدر نہ پہچانی اور ساری فرصت عمر برباد کردی۔ نہ کہ اُن لوگوں کے، جنہوں نے اپنی عمر میں قانون الٰہی کے مطابق بسر کیں۔

روایتوں میں آتا ہے کہ مکہ کے مشہور تاجر ابوبکر بن ابی قحافہ جب دعوت اسلام کے بالکل شروع ہی میں ایمان لے آئے تو ایک معاصر نے اُن سے کہا کہ تم معاملات میں تو بڑے ہوشیار تھے لیکن اس باب میں سخت دھوکا کھا گئے۔ اپنے کو فلاں فلاں ٹھاکروں اور دیوتاؤں کی توجہ، شفقت و سفارش سے محروم کردیا، اور لائق و فائق اسلاف کے طور طریقوں کو چھوڑ دیا۔ اس پر یہ سورت نازل ہوئی۔ جس میں بتایا گیا کہ محروم رہ جانے والے حقیقۃً کون ہیں۔

وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ۔ یعنی اعتقاد حق پر قائم رہنے کی فہمائش کرتے رہے۔ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ۔ حسرت و حرمان سے بچے رہنے والے خوش نصیب انسانوں کی چار صفات کا یہاں بیان ہوا ہے۔ ان میں سے پہلی دو یعنی ایمان اور عمل صالح، صفات ذاتی و انفرادی اور بطور کمال لازم کے ہیں۔ باقی دو یعنی تواصی بالحق و تواصی بالصبر، صفات ملی و اجتماعی بطور کمال متعدی کے ہیں ــــــ اسلام تو اصلاح، انفرادی و اجتماعی، ذاتی و ملی دونوں قسم کی ساتھ ساتھ چاہتا ہے۔ مُرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ فرصتِ عمر نعمت مغتنم ہے، ضائع کوئی لمحہ نہ ہونا چاہئے۔ ساری عمر تحصیل کمال یا تکمیل ہی میں بسر ہونا چاہیئے۔

۹ یعنی اس کے عمل سے تو ایسا ظاہر ہو رہا ہے کہ گویا وہ اپنے مال، دولت، خزانہ کے خلود کا معتقد ہے، جبھی تو اس کے ساتھ اس درجہ اشتغال و انہماک رکھتا ہے ــــــ انسان دولت کثیر کے ساتھ ہی کیسے کیسے دُور دراز کے منصوبے باندھنے اور کیسی کیسی لمبی اسکیمیں بنانے لگتا ہے۔ اور زبان سے کہے یا نہ کہے لیکن بہرحال دل سے تو یہی سمجھنے لگتا ہے کہ اب حلاّل مشکلات میرے ہاتھ آگیا، ہر اُفتاد کا توڑ اپنی اسی دولت کے زور سے کرلیا کرونگا۔ قرآن مجید نے اپنے جامع و بلیغ لفظوں میں اس ساری بشری ذہنیت کی طرف اشارہ کردیا۔ وَيْلٌ ...... لُّمَزَةٍ۔ اس میں اجتماعی زندگی کے دو بڑے امراض، پس پُشت عیب رکھنے۔ اور رُو در رُو طعنہ دینے کا علاج آگیا۔ الَّذِي ...... عَدَّدَهُ۔ اس میں اشارہ اس طرف آگیا کہ اجتماعی اخلاقی امراض کی بنیاد زیادہ تر کبر و بخل پر ہوتی ہے۔ اور یہ عموماً افراطِ حُبِّ مال سے پیدا ہوتے ہیں۔ جَمَعَ مَالًا۔ غایت حرص و شدتِ بخل سے مال کے جمع رکھنے کی دُھن میں لگا رہتا ہے ــــــ مال سے طبعی تعلق مذموم نہیں، مذموم اس تعلق میں غلو و انہماک ہے۔ وَعَدَّدَهُ۔ بار بار گننے اور حساب کرتے رہنا علامت و دلیل ہے غایت حُبِّ مال اور اس میں شغف و انہماک کی۔ بینک کی پاس بُک کی بار بار اُلٹ پلٹ کرتے رہنا، بہیک اور کھاتے اور سیاہے کے پھیر میں دن رات پڑے رہنا، سٹہ اور صرافہ اور (Share Market) کی خبروں کی ٹوہ میں ہر وقت لگے رہنا، یہ سب گننے ہی کے حکم میں داخل ہے۔ مُرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ جمع مال مذموم وہ ہے جو شغف اور محبت کے ساتھ ہو، اور اسی کے آثار میں سے یہ بار بار کا گننا بھی ہے۔

عـ۵ یعنی جس طرح دھنکی ہوئی اون ہلکی پھلکی پارہ پارہ ہوکر ہوا میں اُڑنے لگتی ہے، یہ بھاری بھرکم پہاڑ بھی اُس روز ہلکے پھلکے ہوکر اُڑتے اُڑتے پھرتے ہونگے۔ یَكُونُ۔۔۔۔ الْمَبْثُوثِ۔ وجوہ تشبیہ پروانوں اور مجمع حشر کے درمیان متعدد ہیں۔ مثلاً تعداد کا بے شمار ہونا، منتشر ہونا، بےبس ہونا، سب کا ایک ہی طرف بے اختیار کھنچے چلے جانا وغیرہ۔ ســ یعنی جنّت کے دائمی عیش میں۔ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ۔ یعنی جس کے اعمال وزنی نکلینگے ـــــــ اعمال میں وزن جبھی پیدا ہوتا ہے، جب وہ مومن سے شریعت کے موافق صادر ہوں۔ منکر کے اعمال، اور مسلم کے خلاف شریعت اعمال سب بے وزن رہ جاتے ہیں۔ رَّاضِيَةٍ۔ یہاں مَّرْضِيَّةٍ (پسندیدہ) کے معنی میں ہے۔ قال المفسرون تفسیرها مرضیة علی معنی یرضاها صاحبها (کبیر) للعـ۵ جس کے اعمال و عقائد دونوں خلاف شریعت ہونگے۔ وہ کافر ہی ہوگا۔ اور اس کا پلڑا میزان قیامت میں بالکل بے وزن نکلیگا۔ هَاوِيَةٌ۔ اس کے لفظی معنی عمیق گڑھے کے ہیں۔ نَارٌ حَامِيَةٌ ایسی بھڑکتی ہوئی آگ، جس کے سامنے دنیا کی ہر آگ سرد ہی نظر آئیگی۔ ولمنہ لمن سائر النیران بالنسبۃ الیہا کانہا لیست حامیۃ (کبیر)

الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوشِ ۝٥ فَأَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ

پہاڑ دھنکی ہوئی اون کی طرح ہو جائیں گے عـ۵ پھر جس کسی کا پلّہ بھاری

مَوَازِينُهُ ۝٦ فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۝٧ وَأَمَّا مَنْ

نکلے گا وہ خاطر خواہ آسائش میں ہوگا ســ اور جس کسی کا پلّہ

خَفَّتْ مَوَازِينُهُ ۝٨ فَأُمُّهُ هَاوِيَةٌ ۝٩ وَمَا أَدْرَاكَ

ہلکا نکلے گا اُس کا ٹھکانا ہاویہ ہوگا اور آپ کو کچھ خبر ہے کہ

مَا هِيَهْ ۝١٠ نَارٌ حَامِيَةٌ ۝١١

وہ ہے کیا چیز وہ آگ ہے دہکتی ہوئی للعـ

ع ۱ / ۱۱ / ۲۶

سُورَةُ التَّكَاثُرِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ ثَمَانِي آيَاتٍ

سورۃ التکاثر مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی آٹھ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ نہایت مہربان بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

أَلْهَاكُمُ التَّكَاثُرُ ۝١ حَتَّىٰ زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۝٢ كَلَّا

فخر کرنا تمہیں غافل کئے رہتا ہے تا آنکہ تم قبرستانوں میں پہنچ جاتے ہو لـ۱ ہاں ہاں

سَوْفَ تَعْلَمُونَ ۝٣ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ ۝٤ كَلَّا

تمہیں عنقریب معلوم ہوا جاتا ہے، ہاں ہاں پھر تمہیں عنقریب معلوم ہوا جاتا ہے لـ۲ ہاں اور ہاں

لَوْ تَعْلَمُونَ عِلْمَ الْيَقِينِ ۝٥ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيمَ ۝٦ ثُمَّ

کاش تم یقینی طور پر جان لیتے لـ۳ تم یقیناً دوزخ کو دیکھ کر رہو گے لـ۴ پھر

لـ۱ (دنیا سے وفات پاکر) آیت میں اس عام حقیقت کا بیان ہے کہ دنیوی جاہ و مال، سامان و قوت و شوکت پر فخر و ناز اور ان کی محبت و طلب آخرت فراموش انسان کے قلب پر غفلت کے پردے ڈالے رہتی ہیں، اور اس میں خوفِ خدا و خشیت الٰہی پیدا ہی نہیں ہونے دیتیں، یہانتک کہ موت کا وقت آجاتا ہے، اور انسان قبر میں پہنچ جاتا ہے۔ أَلْهَاكُمُ۔ الہاء۔ کے معنی لہو میں ڈال دینے کے ہیں۔ مُراد یہ ہے کہ دنیوی مشاغل میں انہماک چیز ہی ایسی ہے، جو انسان کا خیال، آخرت کی طرف جانے ہی نہیں دیتی اور اُسے سدا فکر آخرت سے غافل رکھتی ہے۔ التَّكَاثُرُ۔ یعنی سامان دنیوی کی حرص و ہوس، دنیا کا ہوکا، اور مال و جاہ میں ایک دوسرے پر تفوق و غلبہ کی طلب۔ التباری فی کثرۃ المال والعز (راغب) التباری بکثرۃ الجاہ والمال والمناقب (کبیر) یہاں اس کے تحت میں دنیوی مفاخرت کی ساری ہی چیزیں داخل ہیں۔ یدخل فیہ التکاثر بالعدد وبالمال والجاہ والاقربلوالانصار والجیش وبالجملۃ فیدخل فیہ التکاثر بکل مایکون من الدنیا ولذاتہا وشہواتہا (کبیر) شان نزول کی روایتوں میں آتا ہے کہ جاہلیت میں ہر قبیلہ کی عام عادت دوسرے قبیلہ پر اپنی کثرت آبادی اور کثرت سامان کی بنا پر تفوق جتلانے کی تھی ـــــــ جیسے آج بیسویں صدی کی "مہذب" حکومتوں کو فخر و ناز اپنی اپنی (Man - Power.) پر رہا کرتا ہے۔ لـ۲ (مرتے ہی اور قبر میں پہنچتے ہی) یعنی یہ ساری غفلتیں محض عارضی ہیں، آنکھ بند ہوتے ہی عالم برزخ شروع ہوجائیگا، اور اسی کے ساتھ کشف حقائق بھی ـــــــ خود ہی جان لوگے، کہ اصل حقیقت کیا تھی، اور تم اس دنیا میں کیسی شدید حماقت اور بھول میں پڑے رہے! كَلَّا۔ ثُمَّ كَلَّا۔ جملہ کی تکرار تاکید مضمون کی غرض سے ہے۔ وذکرہ للتکریر لنا التاکید وعلی وعید بعد وعید (کبیر) مضمون کے مکرر آنے سے یہ بھی استدلال کیا گیا ہے، کہ اشارہ عذاب برزخ اور عذاب آخرت کی دو مختلف حالتوں کی جانب ہے۔ اور یہ استدلال امیر المومنین حضرت علیؓ کی جانب منسوب ہے۔ ان احدی الحالتین عذاب القبر والاخری عذاب القیامۃ (کبیر) عن زرؓ قال سمعت علی بن ابی طالب یقول ان ہذہ الآیۃ تدل علی عذاب القبر (کبیر) قال علی بن ابی طالب الاول فی القبور والثانی فی النشور (روح) عربی فصاحت و بلاغت پر جب بھی غور کیا جائیگا، عربوں ہی کے معیار سے کیا جائیگا، نہ کسی اور ملک و قوم کے معیار سے۔ علامہ آلوسی سورۃ الکافرون کی تفسیر کے تحت میں امام لغت و نحو فراء کا قول نقل کرتے ہیں کہ فصحائے عرب ایسے موقع پر تکرار سے کام لیتے ہیں، اور سننے والے یا تو اقرار میں بلیٰ، بلیٰ کہتے جاتے ہیں، اور یا انکار میں لا، لا۔ قال الفراء ان القرآن نزل بلغۃ العرب ومن عادتہم تکرار الکلام للتاکید والافہام فیقول المجیب بلی بلی والممتنع لا لا (روح) لـ۳ (اسی دنیا میں دلائل صحیح پر غور کرکے۔ یعنی بعد مرگ تو یقین کرنا ہی پڑیگا، کاش اسی زندگی میں تم عقل سلیم سے کام لے کر نتیجہ یقین تک پہنچ گئے ہوتے۔ عِلْمَ الْيَقِينِ۔ فقہاء نے بالاتفاق لکھا ہے کہ اعمال میں محض ظن غالب کافی و معتبر ہے۔ البتہ اعتقادیات میں متکلمین کہتے ہیں کہ جانب مخالف کا احتمال بھی نہ رہنا چاہئے، اور یہی علم الیقین ہے۔ لـ۴ (اور یہ دیکھنا معاً بعد مرگ عالم برزخ میں ہوگا)

ضَبۡحًا ۝٣ فَاَثَرۡنَ بِهٖ نَقۡعًا ۝٤ فَوَسَطۡنَ بِهٖ جَمۡعًا ۝٥

کرتے ہیں، پھر اُس وقت غبار اُڑاتے ہیں، پھر اُس وقت جماعت میں جا گھستے ہیں ٥١

اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوۡدٌ ۝٦ وَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ

بیشک انسان اپنے پروردگار کا بڑا ناشکرا ہے اور وہ خود بھی اس پر

لَشَهِيۡدٌ ۝٧ وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الۡخَيۡرِ لَشَدِيۡدٌ ۝٨ اَفَلَا

گواہ ہے ٥٢ اور وہ مال کی محبت میں بہت سخت ہے ٥٣ اس کو وہ وقت

يَعۡلَمُ اِذَا بُعۡثِرَ مَا فِى الۡقُبُوۡرِ ۝٩ وَحُصِّلَ مَا فِى

کیا معلوم نہیں جب زندہ کئے جائینگے جتنے (مردے) قبروں میں ہیں اور آشکارا ہو جائیگا جو کچھ

ع ١١ / ٢٥

الصُّدُوۡرِ ۝١٠ اِنَّ رَبَّهُمۡ بِهِمۡ يَوۡمَئِذٍ لَّخَبِيۡرٌ ۝١١

دلوں میں ہے ٥٤ بیشک اُن کا پروردگار اُنکے حال سے اس روز پورا پورا آگاہ ہوگا ٥٥

سُوۡرَةُ الۡقَارِعَةِ مَكِّيَّةٌ وَّهِىَ اِحۡدٰى عَشۡرَةَ اٰيَةً

سورۃ القارعۃ مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی گیارہ آیتیں ہیں

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

شروع اللہ نہایت مہربان بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

اَلۡقَارِعَةُ ۝١ مَا الۡقَارِعَةُ ۝٢ وَمَاۤ اَدۡرٰٮكَ مَا الۡقَارِعَةُ ۝٣

وہ کھڑکھڑانے والی چیز! کیسی کچھ ہے وہ کھڑکھڑانے والی چیز! آپ کو خبر ہے کہ کیسی کچھ ہے وہ کھڑکھڑانے والی چیز! ٥٦

يَوۡمَ يَكُوۡنُ النَّاسُ كَالۡفَرَاشِ الۡمَبۡثُوۡثِ ۝٤ وَتَكُوۡنُ

جس روز آدمی پریشان پروانوں کی طرح ہو جائیں گے اور

٥١ اُن گھوڑوں سے مُراد لڑائی کے گھوڑے ہیں، جن کے اوصاف سے اہلِ عرب خوب واقف تھے۔ ضَبۡحًا۔ گھوڑے عادۃً تیز دوڑ کے بعد ہانپنے لگتے ہیں۔ فَالۡمُوۡرِيٰتِ قَدۡحًا۔ یعنی اُن کی نعلوں سے پہاڑوں کے پتھر آگ دے اُٹھتے ہیں۔ کنایہ کمال گرم رفتاری سے ہے۔ فَالۡمُغِيۡرٰتِ صُبۡحًا۔ عرب میں عام دستور صبح سویرے تاخت کرنے کا تھا۔ فَاَثَرۡنَ بِهٖ نَقۡعًا۔ کمال تیز رفتاری کے باعث ان کے قدموں سے غبار اُڑتا ہے۔ فَوَسَطۡنَ بِهٖ جَمۡعًا۔ یعنی جماعت اعداء میں در آتے ہیں۔ بہ میں ب زائدہ تاکید کے لئے ہے۔

حضرات صوفیہ نے ان صفات سے اپنے مذاق کے مطابق اشارات معرفت خوب نکالے ہیں۔ مثلاً کچھ "اشغال حرکت نفس" میں مشغول رہتے ہیں، دل سے "شعلہائے آتشیں" بلند کرتے یا "شمع معرفت" روشن کرتے ہیں۔ صبح کو جو وقتِ رحمت ہوتا ہے دولتِ دیدار کو ستے اور نفس پر حملۂ قوی کرتے ہیں۔ اور غبار سے مراد آثار لی ہے۔ ٥٢ (خواہ وہ گواہی زبانِ حال ہی سے کیوں نہ ہو) فالشہادۃ بلسان الحال الذی ھو افصح من لسان المقال (روح) الۡاِنۡسَانَ۔ انسان سے مُراد ایسے ہر سیاق میں کافر انسان سے ہوتی ہے۔ اِنَّهٗ ضمیر ہ انسان کی طرف ہے۔ ای الانسان کما قال الحسن و محمد بن کعب (روح) یہ مُراد بھی ہو سکتی ہے کہ انسان اپنے کفر پر قیامت میں ضرور گواہی دیگا۔ عَلٰى ذٰلِكَ۔ یعنی اپنی اسی ناشکری پر۔ ای علی کنودہ (کشاف) ٥٣ (اور کفر اور ناشکری کی علّت اکثر یہی ہوتی ہے) الۡخَيۡرِ۔ خیر۔ یہاں مال کے معنیٰ میں ہے، جیساکہ قرآن مجید کی بعض اور آیتوں میں بھی آیا ہے۔ الخیر المال من قولہ تعالیٰ ان ترک خیراً (کشاف) ای المال الکثیر (راغب) وقال قتادۃ الخیر من حیث وقع فی القرآن ھو المال (در) یہ بھی جائز ہے کہ یہاں خیرِ دنیوی مُراد لی جائے، اُس مفہوم میں جو آخرت فراموش اس کا سمجھتے ہیں، اور اس کے تحت میں مال، جاہ، صحت وغیرہ تمام مقاصد دنیوی لے لئے جائیں۔ قال ابن عطیۃ یحتمل ان یراد ھنا الخیر الدنیوی من مال وصحۃ وجاہ عند الملوک ونحوہ لان الکفار والجہال لا یعرفون غیر ذلک (بحر) لِحُبِّ الۡخَيۡرِ میں ل اگر تعلیل کا مانا جائے اور تقدیر کلام یوں سمجھی جائے کہ انہ لاجل حب المال تو آیت کا ترجمہ یوں ہوگا:۔ "اور مال کی محبت کے پیچھے بڑا بخیل ہے"۔ شدّتِ حُبِ مال سے یہاں مراد وہی بیجا اور مفرط دولت پرستی ہے، جو انسان کی عقل سلیم کو بالکل اندھا کر دیتی ہے، اور تمامتر کفران و عُدوان کی طرف لے جاتی ہے، ورنہ جائز حدود کے اندر مال کی تھوڑی محبت تو ایک امر طبعی ہے۔ الشَّدِيۡدُ۔ شدید یہاں بخیل و ممسک کے معنیٰ میں بھی لیا گیا ہے۔ الشدید البخیل الممسک (کشاف) الشدید المتشدد البخیل (راغب) ٥٤ (کہ ان چیزوں کا استحضار اُسے متنبہ اور ہوشیار کر دینے کے لئے کافی ہے) مَا فِى الۡقُبُوۡرِ۔ ما یہاں بھی مَن کے مُرادف ہے ٥٥ (چنانچہ اُن کی ناشکر گذاری سے بھی اور اس کے موجبات و محرکات سے بھی آگاہ ہوگا) رَبَّهُمۡ۔ بِهِمۡ جمع غائب کی یہ ضمیریں آیت ٦ کے الانسان کی جانب ہیں، جو معنیً جمع تھا۔ والانسان فی معنی الجمع (کبیر) ضمیر مبعوثین کی جانب بھی سمجھی جا سکتی ہے۔ بِهِمۡ۔ لَخَبِيۡرٌ یعنی اِن لوگوں کے اعمال، اقوال احوال سب کی ایک ایک تفصیل سے آگاہ۔ ٥٦ سوالات اور پھر مبہم سوالات خطبات عرب کے دستور کے مطابق، کلام میں زور و اثر پیدا کرنے کے لئے، اور مخاطبین کے جلب توجہ کے لئے ہے۔ اَلۡقَارِعَةُ۔ سے مُراد صورِ قیامت کے نفخۂ اوّل سے ہے، جس کی ہیبت آواز دلوں اور کانوں دونوں کو کھڑکھڑا کر رکھ دیگی عموماً اہل جاہلیت کی طرح عرب جاہلیت کے بھی کفر و اعراض کی اصل بنیاد آخرت فراموشی پر تھی۔ آغاز وحی میں سب سے زیادہ زور عین ترتیب حکیمانہ کے مطابق اسی موضوع پر دیا گیا۔

سُوْرَةُ الزِّلْزَالِ مَدَنِيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَهِيَ ثَمَانِيْ اٰيَاتٍ

سورۃ الزلزال مدینہ میں نازل ہوئی شروع اللہ نہایت مہربان بار بار رحم کرنے والے کے نام سے اور اس کی آٹھ آیتیں ہیں

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ① وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ

جبکہ زمین اپنی جنبش سے خوب ہی ہلا ڈالی جائے، اور زمین اپنے بوجھ باہر

اَثْقَالَهَا ② وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا ③ يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ

پھینک نکالے، اور آدمی بول اٹھے کہ اسے (یہ) ہوا کیا؟ لے اُس روز زمین اپنی (سب) خبریں

اَخْبَارَهَا ④ بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا ⑤ يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ

بیان کر گزریگی، یہ اس لئے کہ آپکے پروردگار کا حکم اُسے یہی ہوگا لے اُس روز لوگ گروہ گروہ واپس

النَّاسُ اَشْتَاتًا ۵ لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ ⑥ فَمَنْ يَّعْمَلْ

ہو رہے ہوں گے کہ اپنے اعمال کو دیکھیں لے سو جو کوئی ذرہ بھر بھی

مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ⑦ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ

نیکی کرے گا، اُسے دیکھ لے گا اور جس کسی نے ذرہ بھر بھی بدی کی ہوگی

ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ⑧

اُسے بھی دیکھ لے گا لے

ع ۱ / ۸ / ۲۴

سُوْرَةُ الْعٰدِيٰتِ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَهِيَ اِحْدٰى عَشْرَةَ اٰيَةً

سورۃ العٰدیٰت مکہ میں نازل ہوئی شروع اللہ نہایت مہربان بار بار رحم کرنے والے کے نام سے اور اس کی گیارہ آیتیں ہیں

وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا ① فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا ② فَالْمُغِيْرٰتِ

قسم ہے گھوڑوں کی جو ہانپتے ہوئے دوڑتے ہیں، پھر ٹاپ مار کر آگ جھاڑتے ہیں، پھر صبح کے وقت تاخت و تاراج

لے یہ سب واقعات حشر کے سلسلہ میں نفخۂ اوّل کے وقت کے ہیں۔ اَثْقَالَهَا۔ زمین کے بوجھ سے مُراد مُردے بھی ہو سکتے ہیں، اور زمین کے دفینے اور معدنیات وغیرہا بھی۔ اِذَا ..... زِلْزَالَهَا۔ غرض یہ کہ زمین کی اس جنبش اضطرابی سے سارا عالم زیر و زبر ہو جائیگا۔ وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا۔ انسان گھبرا کر اور سراسیمہ ہو کر پکار اُٹھے گا کہ زمین کو آخر یہ ہو کیا گیا؟ الْاِنْسَانُ۔ انسان سے اس سیاق میں مُراد کافر انسان ہے جسے سارا بھروسہ مادّی ہی طاقتوں کا رہتا ہے، اور جو مسبب الاسباب کی قدرت و حکمت کا منکر یا عملاً منکر رہتا ہے۔ قیل هذا قول الکافر لانه کان لا یؤمن بالبعث (مدارک) قال الجمهور الانسان هو الکافر یری ما لم یظن (بحر)

لے اُس وقت حکمت و مشیت یہی ہوگی کہ زمین ناطق ہو جائے جیسے آج حکمت و مشیت یہ ہے کہ زمین ساکت و بے زبان رہے۔ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا۔ ظاہر ہے کہ مومن و کافر ہر انسان سے عمل اچھے بُرے جو کچھ بھی صادر ہوتے ہیں، اسی زمین ہی پر ہوتے ہیں۔ قدرۃً زمین ہی، چھوٹے بڑے، اچھے بُرے، ہر ہر واقعہ کی پوری پوری شہادت پیش کریگی۔ بِاَنَّ ..... لَهَا۔ زمین میں یہ قوت گویائی اُس وقت خود بخود نہیں، قادر مطلق کے حکم سے پیدا ہوگی۔ اہل سنت کا یہ متفقہ مسئلہ ہے کہ حیات اور اس کے سارے آثار، انعامات الٰہی ہیں۔ جس وقت جس عضو سے جو کام وہ حکیم مطلق چاہے، لے لے۔ بِاَنَّ میں ب سببیہ ہے۔

لے (خواہ جنت خواہ دوزخ میں) يَصْدُرُ النَّاسُ لوگ اس وقت حساب سے اپنی اپنی منزل کی طرف واپس ہو رہے ہونگے ــــــ ذکر اب نفخۂ ثانی کے بعد کے واقعات کا ہو رہا ہے۔ اَشْتَاتًا۔ یعنی کچھ گروہ اہل جنت کے ہونگے، اور کچھ گروہ اہل دوزخ کے۔ اَعْمَالَهُمْ۔ مُراد اپنے اعمال کے ثمرات و عواقب ہیں۔ ای جزاء اعمالهم (مدارک) قال ابن عباس لیروا جزاء اعمالهم (معالم)

لے حدیث نبویؐ میں ان دو آیتوں کے لئے الجامعۃ الفاذہ کا لفظ آیا ہے، یعنی جو اصل ان میں بیان کر دی گئی ہے وہ جامع اور منفرد ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ یہ آیتیں قانون مجازات کی تصویر کشی نہایت خوبی و خوش اسلوبی و جامعیت کے ساتھ کر رہی ہیں۔ خَيْرًا يَّرَهٗ۔ اس اقل قلیل خیر کو بھی جنت میں پالیگا ــــــ خیر کے خیر باقی رہنے کی شرط یہ ہے کہ اُسے کفر سے فنا نہ کر دیا گیا ہو۔ شَرًّا يَّرَهٗ۔ اس اقل قلیل شر کو بھی دوزخ میں پالیگا ــــــ "شر" کے شر باقی رہنے کی شرط یہ ہے کہ اُسے توبہ اور ایمان سے زائل نہ کر دیا گیا ہو۔

وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ
حالانکہ انہیں یہی حکم ہوا تھا کہ اللہ کی عبادت اس طرح کریں کہ دین کو اسی کے لئے خالص
الدِّيْنَ ۵ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ
رکھیں یکسو ہوکر اور نماز کی پابندی رکھیں اور زکوٰۃ دیا کریں
وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ ۵ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ
یہی طریقہ ہے (ان) درست مضامین کا ف۳ جو لوگ اہل کتاب
الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا
اور مشرکین میں سے کافر ہوئے وہ دوزخ کی آگ میں پڑینگے جس میں ہمیشہ رہیں گے
اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ۶ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ
یہی لوگ بدترین خلائق ہیں ف۴ جو لوگ کہ ایمان لائے اور
عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ۷
انہوں نے نیک عمل کئے تو یہی لوگ بہترین خلائق ہیں ف۵
جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ
اُن کا صلہ اُن کے پروردگار کے نزدیک ہمیشگی والی بہشتیں ہیں جن کے نیچے
تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ
نہریں جاری ہونگی جہاں ہمیشہ ہمیش رہیں گے اللہ اُن سے خوش رہیگا
وَرَضُوْا عَنْهُ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ ۸
اور وہ اللہ سے خوش رہینگے، یہ اُس کے لئے ہے جو اپنے پروردگار سے ڈرتا ہے ف۶

ع ۸
۲۲

ف۳ (اور جب انہیں تعلیمات کو ان لوگوں نے نہ مانا، تو اس کے معنیٰ یہ ہوئے کہ یہ خود اپنی کتابوں کے عملاً منکر و مخالف ہوگئے ہیں) وَمَآ اُمِرُوْٓا یعنی یہ حکم انہیں خود انہیں کی کتابوں میں مل چکا ہے۔ مُخْلِصِيْنَ ..... حُنَفَآءَ۔ اور اسی اخلاص فی الدین کے اندر خاتم النبیّین کی تصدیق اور قرآن مجید پر ایمان بھی داخل ہیں۔ ذٰلِكَ۔ یعنی یہی اُمور جن کا ذکر معًا قبل ہو چکا ہے! عبادت الٰہی اخلاص و حنیفیت کے ساتھ اور اقامت صلوٰۃ و ادائے زکوٰۃ۔ اشارۃ الی ما ذکر من عبادۃ اللہ تعالیٰ بالاخلاص واقامۃ الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ (مدارک) دِيْنُ الْقَيِّمَةِ۔ قیمۃ صفت ہے موصوف محذوف الملّۃ کی۔ اے دین الملّۃ القیمۃ (مدارک) قال المبرد والزجاج ذلک دین الملۃ القیمۃ فالقیمۃ نعت لموصوف محذوف (کبیر)

ف۴ یہاں یہ بتا دیا کہ جو لوگ قانون الٰہی کے باغی و منکر ہیں، اُن کا ماضی جو کچھ بھی ہو، اور وہ دوسری حیثیتوں سے جیسے کچھ بھی ہوں، اللہ کی عدالت میں "شرّیت" میں کامل ہیں۔

ف۵ یعنی جو لوگ قانون الٰہی کے تصدیق کرنے والے اور وفادار ہیں، وہ دوسری حیثیتوں سے جیسے کچھ بھی ہوں، اللہ کی عدالت میں "خیریت" میں کامل ہیں۔

ف۶ (اور یہ خشیت ہی تو انسان کو ایمان و عمل صالح پر لاتی ہے جس کی جزا جنت اور رضا جنت ہیں) خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا۔ ابدًا کا اضافہ خلود جنت کے مفہوم کو مؤکد و غیر منقطع بنا دینے کے لئے ہے ۔۔۔ قیام جنت محض طویل و ممتد ہی نہ ہوگا، زمانۂ نامتناہی کے لئے ہوگا۔ عجب نہیں جو الفاظ آیت سے مقصود تردید اُن گمراہ گروہوں کی ہو، جن کے خیال میں، جنت بھی ایک طویل مُدت کے بعد فنا ہو جائیگی، اور دنیا کی تخلیق اُس کے بعد پھر سے ہوگی۔ رَضِيَ اللّٰهُ ..... عَنْهُ۔ اللہ ان بندوں سے ہر طرح خوش و مطمئن ہوگا۔ اور یہ بندے بھی اللہ سے ہر طرح خوش و مطمئن ہونگے ۔۔۔۔ ایسے خوش نصیب بندوں کی خوش نصیبی پر کسے رشک نہ آئیگا؟ ذٰلِكَ یعنی یہ جنت اور رضا۔ اے المذکور من الجزاء والرضوان (بیضاوی) خَشِيَ رَبَّهٗ۔ داخلۂ جنت کا مدار ایمان و عمل صالح پر ہوا لیکن خود یہ تو خشیت الٰہی ہی سے پیدا ہوتے ہیں۔ جَنّٰتُ عَدْنٍ۔ جنت کو حق تعالیٰ نے کہیں جنات عدن سے تعبیر فرمایا ہے، اور کہیں جنات النعیم سے، اور کہیں دار السلام سے۔ محققین نے کہا ہے کہ خود ایمان کی ترکیب عقیدہ اور قول اور عمل کے اجزائے سہ گانہ سے ہوئی ہے، تو ہر ہر جزو کے مقابلہ میں ایک ایک صفت جنت کو بیان کیا گیا ہے۔ اعلم ان اللہ سبحانہٗ وصف الجنۃ مرۃ بجنات عدن ومرۃ بجنات النعیم ومرۃ بدار السلام وھذہ الاوصاف الثلاثۃ انما حصلت لانک رکبت ایمانک من امور ثلاثۃ اعتقاد وقول وعمل (کبیر)

تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ مِّنْ
اس رات فرشتے اور روح القدس اُترتے ہیں اپنے پروردگار کے حکم سے ہر
كُلِّ اَمْرٍ ۛ ۝٤ سَلٰمٌ ۛ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۝٥
امرِ خیر کے لئے ۵۴ سلامتی (ہی سلامتی) ہے وہ رہتی ہے طلوعِ فجر تک ۵۵

سُوْرَةُ الْبَيِّنَةِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ ثَمَانِيْ اٰيٰتٍ
سورۃ البینۃ مدینہ میں نازل ہوئی اور اس کی آٹھ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
شروع اللہ نہایت مہربان بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

ع ۱
لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَ
جو لوگ کافر تھے اہل کتاب اور
الْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ۝١
مشرکین میں سے، وہ باز آنیوالے نہ تھے جبتک کہ اُنکے پاس ایک واضح دلیل نہ آتی۔
رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۝٢ فِيْهَا
(یعنی) اللہ کا ایک رسول جو اُنہیں پاک صحیفے پڑھ کر سنائے، جن میں
كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ۝٣ وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا
درست مضامین درج ہوں ۱ مگر جو لوگ اہل کتاب تھے
الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ ۝٤
وہ تو اس دلیل کے آنے کے بعد ہی مختلف ہوئے ۲

۵۴ (زمین کی طرف) اس شب میں عام ملائکہ رحمت اور حضرت جبرئیل کی تجلیات زمین پر کسی مخصوص نوع کی ہوتی ہیں جس کی تفصیل کا علم اللہ ہی کو ہے۔ الْمَلٰٓئِكَةُ سے مُراد ملائکہ رحمت ہیں، اور الروح سے مُراد روح الامین یعنی فرشتۂ اعظم حضرت جبرئیل۔ والاصح ان الروح ھھنا جبریل وتخصیصہ بالذکر لزیادۃ شرفہ (کبیر) الروح عند الجمھور جبریل علیہ السلام وخص بالذکر لزیادۃ شرفہ (روح) بِاِذْنِ رَبِّهِمْ یعنی یہ نزول ملائکہ وروح القدس بھی از خود نہیں ہوجاتا، بلکہ تمامتر امر الٰہی کی ماتحتی میں ہوتا ہے۔ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ۔ تقدیر کلام یہاں من اجل کل امر سمجھی گئی ہے۔ گویا من تعلیلی کے معنی میں ہے۔ ای من اجل کل امر قالہ غیر واحد فمن بمعنی اللام التعلیلیۃ متعلقۃ بتنزل (روح) من کو باء سببیہ کے معنی میں بھی لیا گیا ہے۔ اور مفہوم اس ترکیب کا بھی وہی ہے۔ وقال ابو حاتم من بمعنی الباء ای تنزل بکل امر فجعلہ الباء علیہ سببیۃ (روح) ۵۵ یعنی وہ رحمت کسی خاص حصۂ شب کے ساتھ مخصوص نہیں صبح تک برابر اس کی بارش جاری رہتی ہے۔ سَلٰمٌ کے معنی ہر خوف سے نجات کے ہیں۔ اس میں یہ اشارہ بھی آگیا کہ جو قانون قرآن لایا ہے، اور جسکی سالانہ یادگار کا نام شبِ قدر ہے، وہ قانون بندوں کو دنیوی واُخروی ہر خوف سے نجات دلانے والا ہے۔

ایک اشکال یہ ہے کہ اختلاف مطالع ومغارب کی وجہ سے شب قدر کا ہر جگہ جُدا ہونا لازم آتا ہے۔ جواب یہ ہے کہ اس میں کوئی محذور لازم نہیں آتا کہ یہ برکات کسی کو کسی وقت میں ملیں اور کسی کو کسی وقت میں۔ اسی طرح نزول ملائکہ کا ہر جگہ مختلف وقت میں ہونا۔ (تھانویؒ) سَلٰمٌ ..... الْفَجْرِ یعنی اس شب میں خیر ہی خیر ہے، صبح تک کوئی شر ہے ہی نہیں۔ وقال قتادۃ وابن زید یعنی ھی خیر کلھا لیس فیھا شر الی مطلع الفجر (معالم) عن مجاھد قال ھی سالمۃ لا یستطیع الشیطان ان یعمل فیھا سوءًا او یعمل فیھا اذی (ابن کثیر) سَلٰمٌ مصدر ہے اور یہاں ترکیب میں خبر مقدم ہے۔ جس سے مفہوم میں زور وتاکید اور معنیٔ حصر پیدا ہوگئے ہیں۔ وتقدیمہ الخبر للحصر کما فی تمیمی اسناد الاخبار بالمصدر للمبالغۃ ای ما ھی الا بالمبالغۃ جدًّا حتی کانھا عین السلامۃ (روح)

ک ۱ ظہور اسلام سے قبل دنیا اتنی شدید جہالتوں اور ضلالتوں اور ایسے گہرے کفر میں مبتلا تھی کہ بغیر اس کے کہ ایک مصلح اعظم آئے، اور اپنے ہمراہ ایک مکمل نظامنامہ لائے۔ کوئی توقع اصلاح کی نہ تھی۔ چنانچہ مشیت الٰہی نے اپنی حجت کو واضح طور پر پورا کرنے کے لئے رسولؐ کو قرآن کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ لَمْ ..... مُنْفَكِّيْنَ۔ ذکر زمانہ قبل ظہور اسلام کا ہو رہا ہے۔ مُنْفَكِّيْنَ۔ یعنی کفر کو چھوڑنے والے، کفر سے ہٹنے والے۔ الْبَيِّنَةُ ..... اللّٰهِ۔ یہاں رسول اللہؐ کو صراحت کے ساتھ ایک دلیل واضح قرار دیا ہے۔ رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ بدل ہے البینۃ کا۔ ای الحجۃ الواضحۃ والمراد محمد صلعم (مدارک) الْبَيِّنَةُ۔ ال کے ساتھ صیغۂ معرفہ میں لاکر گویا اس طرف اشارہ کردیا کہ وہ بہت بڑی دلیل ہے جس پر کسی اضافہ کی گنجائش نہیں۔ اور پھر معًا بعد رَسُوْلٌ تنوین کے ساتھ صیغۂ نکرہ میں لاکر اُس سے بھی یہی کام لیا ہے۔ انھا للتفخیم ای ھو البینۃ التی لا مزید علیھا او البینۃ کل البینۃ لان التعریف قد یکون للتفخیم وکذا التنکیر وقد جمعھما اللہ ھھنا فی حق الرسول علیہ السلام (کبیر) اور اسی کی ایک نظیر اسی پارہ کی سورۃ البروج میں گذر چکی ہے جہاں حق تعالیٰ نے اپنے کو بصیغۂ معرفہ المجید کہا، اور پھر معًا بعد بصیغۂ نکرہ فعّالٌ فرمایا۔ مُّطَهَّرَةً۔ یعنی ہر باطل سے پاک ومنزہ۔ ای مطھرۃ عن الباطل (کبیر) الَّذِيْنَ ..... وَالْمُشْرِكِيْنَ۔ قرآن واسلام کے منکرین میں دو طرح کے لوگ تھے، اور آج تک یہ تقسیم چلی آرہی ہے۔ ایک وہ لوگ جنکے ہاں توحید ونبوت کے بنیادی خیالات موجود تھے، البتہ وہ لوگ اپنے ہاں کی اصل تعلیمات سے بہت دُور جا پڑے تھے۔ دوسرے وہ جو سرتاسر شرک میں غرق تھے۔ اور جو توحید ونبوت کے بنیادی خیالات سے بھی ناآشنا تھے۔ تفسیر کبیر میں ہے کہ مفسر واحدی نے اس آیت کو نظم وتفسیر کے لحاظ سے قرآن مجید کی دشوار ترین آیتوں میں شمار کیا ہے۔ اور لکھا ہے کہ اچھے اچھے صاحبِ علم اس میں غوطہ کھا گئے ہیں، لیکن دشواریوں کی کوئی نوعیت بالتفصیل بیان نہیں کی ہے۔ قال الواحدی فی کتاب البسیط ھذہ الآیۃ من اصعب ما فی القرآن نظمًا وتفسیرًا وقد تخبط فیھا الکبار من العلماء ثم انہ رحمہ اللہ تعالیٰ لم یلخص کیفیۃ الاشکال فیھا (کبیر) مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ۔ مِنْ یہاں تبیین کے لئے ہے نہ کہ تبعیض کے لئے۔ کلمۃ من ھھنا لیست للتبعیض بل للتبیین (کبیر) لیکن بعض اکابر اس کے خلاف بھی گئے ہیں۔ ومن للتبعیض کما قال علم الھدیٰ الشیخ ابو منصور الماتریدی فی التاویلات لا للتبیین (روح)

ک ۲ یعنی اہل کتاب جو توحید، نبوت، کتاب، حشر وغیرہ کے بنیادی عقائد سے فی الجملہ آشنا و مانوس تھے، اور جن سے اس کی توقع بہت زیادہ کی جاسکتی تھی کہ کتاب ہُدیٰ کے آجانے کے بعد اسی کو قول فیصل سمجھ کر اس کا اتباع کرینگے اور اپنے باہمی دینی مناقشوں میں اسی کو حکم بنائینگے، وہ اور اُلٹے اُس کی مخالفت میں پیش پیش ہوگئے۔ وَمَا ..... الْكِتٰبَ۔ اہل کتاب کے تفرق سے مُراد مسیحیوں اور یہود، اور پھر اُن کے اندرونی فرقوں کے آپس کے شدید تفرقے اور مناقشے ہیں۔ الْبَيِّنَةُ۔ مراد قرآن اور رسول کریمؐ سے ہے۔ الْبَيِّنَةُ کے اگر عام معنی ہی لئے جائیں، تو آیت سے مُراد یہ ہوگی کہ یہ تو اہل کتاب کا شروع سے دستور چلا آرہا ہے کہ حجت قائم ہونے کے بعد ہی بگڑتے رہے ہیں، تو آج اُن کا بگڑنا کوئی نئی بات نہیں۔

۵۸ (تو اسے عبادت سے روکنا کس درجہ اپنی شقاوت و خباثت کا ثبوت دینا ہے) اِنْ ۔۔۔ بِالتَّقْوٰی۔ یعنی وہ بندہ، کمالات لازمی و متعدی کا جامع ہو۔ ۵۹ (تو اُس کی یہ روک تھام کس درجہ شقاوت و خباثت پر دال ہوگی!) اِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰی۔ کذب کا تعلق اعتقاد سے ہے۔ اور تولّی کا عمل سے ــــــ یعنی عقیدہ و عمل دونوں کے اعتبار سے وہ ضال کامل ہو۔ ۵۱۰ چنانچہ اس کے اس طغیان کو بھی دیکھ رہا ہے، اور اس پر اسے پوری سزا بھی دیگا۔ ۵۱۱ ہر زبان کے اسلوب بیان الگ الگ ہوتے ہیں۔ جس طرح اُردو محاورہ میں "سر پُر غرور" "خرام ناز" وغیرہ چلے ہوئے ہیں عربی محاورہ میں پیشانی کو خطاکار و دروغ آلود کہنے کا رواج ہے۔ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ۔ یہ پیشانی کے بال پکڑ کر گھسیٹنا کنایہ ذلت و خواری سے ہے۔ لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ۔ سے فقہاء مفسرین نے یہ نکتہ نکالا ہے کہ توبہ ہر حال میں مقبول اور موجب دفع عذاب ہے۔ خَاطِئَةٍ۔ یعنی اپنے فہم اور اعمال میں خطاکار۔ ۵۱۲ (تو یہ مجرم اپنے دل کا حوصلہ نکال دیکھے، اور معلوم کرلے کہ وہ کتنے پانی میں ہے) ابوجہل وغیرہ کو بڑا ناز اپنے جتھے پر تھا۔ انہیں سے کہا جا رہا ہے کہ اپنے جتھے والوں کو بُلا دیکھیں۔ الزَّبَانِيَةَ۔ لفظی معنی پیادوں یا سپاہیوں کے ہیں۔ مُراد دوزخ کے ملائکہ عذاب سے لی گئی ہے۔ والزبانیة هم الشرط فی کلام العرب ۔۔۔ والمراد ملائکة العذاب (کشاف) ۵۱۳ (کہ قُرب حاصل کرنے کا ذریعہ یہی نماز و عبادت ہے) كَلَّا لَا تُطِعْهُ۔ یعنی جس طرح اب تک آپؐ نے اِن موذیوں خاطیوں کا کہا نہیں مانا ہے، آئندہ بھی اُن کے بہکانے دھمکانے کسی چیز میں نہ آیئے گا۔ اور اس حکم کی بڑی تاکید جانتے رہیئے۔ وَاسْجُدْ۔ سجدہ سے یہاں مُراد نماز و عبادت ہی سمجھی گئی ہے۔ وعند اکثر اهل التاویل ان المراد به صلّ متوفراً علی عبادة الله تعالیٰ فکرا وعملاً (کبیر) وَاقْتَرِبْ۔ فقہاء نے یہاں سے یہ نکالا ہے کہ سجدہ میں نیتِ ثواب و تقرب واجب ہے۔ مفسر تھانویؒ نے کہا ہے کہ واسجد واقترب میں ضمناً یہ وعدہ لطیف بھی شامل ہے کہ حق تعالیٰ آپؐ کو ان لوگوں کے ضرر سے محفوظ رکھے گا۔ کیونکہ نماز سے قُرب حاصل ہوتا ہے، اور قُرب موجب عصمت ہے۔ مُرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ خشوع جو سجدہ کی رُوح ہے وہی اصل مدار قُرب ہے۔

(۱۲) أَوْ أَمَرَ بِالتَّقْوٰى ۚ (۱۳) أَرَأَيْتَ إِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ۚ

یا وہ تقویٰ کی ہدایت کر رہا ہو ۵۸ کیا تُو نے یہ دیکھا کہ وہ (دوسرا شخص) (اگر) جھٹلا رہا ہو اور روگردانی کرتا ہو؟ ۵۹

(۱۴) أَلَمْ يَعْلَمْ بِأَنَّ اللّٰهَ يَرٰى ۚ كَلَّا لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ ۙ

کیا اُسے خبر نہیں کہ اللہ دیکھ رہا ہے ۱۰؎ ہاں ہاں، اگر یہ شخص باز نہ آیا

(۱۵) لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ ۙ (۱۶) نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ۚ

تو ہم اُسے پیشانی (کے بل) پکڑ کر گھسیٹیں گے پیشانی (بھی کیسی؟) دروغ و خطا میں آلودہ ۱۱؎

(۱۷) فَلْيَدْعُ نَادِيَهٗ ۙ (۱۸) سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ ۙ كَلَّا ؕ

اچھا تو یہ اپنے ہم جلسہ لوگوں کو بُلالے ہم بھی دوزخ کے پیادوں کو بُلاتے ہیں ۱۲؎ خبردار!

(۱۹) لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ۩

آپ اس کا کہا نہ مانیئے اور نماز پڑھتے رہیئے اور قرب حاصل کرتے رہیئے ۱۳؎

سُوْرَةُ الْقَدْرِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ خَمْسُ اٰيَاتٍ

سورۃ القدر مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی پانچ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ نہایت مہربان بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

(۱) إِنَّآ أَنْزَلْنٰهُ فِىْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۚ (۲) وَمَآ أَدْرٰىكَ مَا

بیشک ہم نے اسے (قرآن کو) شبقدر میں اُتارا ہے ۱؎ اور آپ کو خبر ہے کہ

لَيْلَةُ الْقَدْرِ ؕ (۳) لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۙ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ ؕ

شب قدر ہے کیا؟ ۲؎ شب قدر ہزار مہینوں سے بڑھ کر ہے ۳؎

ع ۱ / ۲۱

۵۱ اس شب مبارک معظم میں اس کلام مقدس کے نزول کی ابتدا کی ہے۔ قال الشعبی ابتدئ بانزاله لیلة القدر (کبیر) یا یہ معنیٰ لئے جائیں کہ اس شب میں یہ کلام عرش بریں پر لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر اُتار دیا گیا۔ قال ابن عباس انزل الی السماء الدنیا جملة لیلة القدر ثم انزل الی الارض نجوماً (کبیر) کُل قرآن مجید کو رسول اللہ صلعم پر رفتہ رفتہ نازل ہونے میں ۲۲-۲۳ سال کی مدت لگی۔ اَنْزَلْنٰهُ۔ ضمیر ہ بلا اختلاف قرآن مجید کی طرف ہے۔ اور بجائے صراحت کے اس اضمار میں عظمت قرآن مجید کی زائد ہے۔ اجمع المفسرون علی ان المراد انا انزلنا القرآن فی لیلة القدر ولکنه تعالیٰ ترک التصریح بالذکر لان هذا الترکیب یدل علی عظم القرآن (کبیر) الضمیر عند الجمهور للقرآن وادعی الامام فیه اجماع المفسرین (روح) اِنَّا ضمیر جمع متکلم حصر و تاکید کے لئے ہے یعنی یہ کلام ہم ہی نے اُتارا ہے، کسی دوسرے کی شرکت اس میں نہیں۔ فی لیلة القدر۔ سب سے پہلی وحی رسول اللہ صلعم پر ماہ مبارک رمضان کے آخری عشرہ کی کسی طاق تاریخ میں ہوئی تھی حدیث صحیح کے مطابق یہ شب قدر ہر سال آخر عشرۂ رمضان کی کسی طاق تاریخ میں آیا کرتی ہے۔ والصحیح الذی علیه الاکثرون انها فی العشر الاواخر من شهر رمضان (معالم) الاکثرون علی انها فی العشر الاواخر لکثرة الاحادیث الصحیحة فی ذلک واکثرهم علی انها فی اوتارها لذلک ایضاً (روح) اور اس رات میں دعاء و عبادت کے بڑے بڑے فضائل احادیث میں وارد ہوئے ہیں۔ احناف نے اس کے وقوع کے لئے ۲۷ ویں شب رمضان کا قول اختیار کیا ہے۔ وهی لیلة السابع والعشرین من رمضان کذا روی ابوحنیفة عن عاصم عن زر ان ابی بن کعب کان یحلف علی لیلة القدر انها لیلة السابع والعشرین من رمضان وعلیه الجمهور (مدارک) وکثیر من العلماء ذهب الی انها اللیلة السابعة والعشرون من ثلث الاواخر ... من روایة الامام احمد ومسلم وابی داؤد والترمذی والنسائی وابن حبان وغیرهم عن زر بن حبیش سال ابی بن کعب عنها فحلف لا یستثنی انها لیلة سبع وعشرین (روح) ۵۲ یعنی کیسی بزرگیوں اور فضیلتوں والی رات ہے ــــــ سوال خطبات عرب کے خصوصاً قرآن مجید کے اسلوب بلاغت کے مطابق زیادت تشویق کے لئے ہے۔ اور خود اس دوسرے جملہ میں لیلۃ القدر کو دہرانا محض اس کی اہمیت و عظمت خصوصی کے اظہار کے لئے ہے۔ وفی اظهار لیلة القدر فی الموضعین من تاکید التعظیم والتفخیم ما لا یخفی (روح) لیلۃ القدر۔ قدر سے اس سیاق میں کیا مراد ہے؟ بعض نے کہا کہ یہ وہ رات ہے جس میں قضا و قدر کے اُمور طے ہوتے ہیں۔ لیلة التقدیر ... وتسمیتها بذلک لانه فیها التقدیر الامور (بیضاوی) نقل عن الزهری انه قال لیلة القدر لیلة العظمة والشرف (کبیر) اور بعض نے کہا ہے کہ قدر سے یہاں شرف و منزلت مُراد ہے یعنی معزز و مکرم رات۔ ۵۳ (اجر عبادت کے حساب سے) قال سفیان الثوری بلغنی عن مجاهد قال عملها وصیامها وقیامها خیر من الف شهر (ابن جریر) قرآن نے جس خدا کو پیش کیا ہے، اسکے ہاں انعامات اور بخششوں کا کچھ ٹھکانا ہے! بشارت یہ مل رہی ہے کہ عبادت کا اجر یوں ہی معمولاً کیا کم ہوتا ہے لیکن جب یہ رات نزول قرآن کی سالگرہ والی آتی ہے، تو وہ اجر بھی بڑھ ہی نہیں جاتا، بلکہ ہزار گنے سے بھی زیادہ بڑھ جاتا ہے! اَلْفِ شَهْرٍ۔ حساب سے ہزار مہینوں کے تقریباً تراسی سال ہوتے ہیں۔ لیکن یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کوئی عدد متعین مُراد نہ ہو، بلکہ محاورۂ عرب کے مطابق محض تکثیر عدد مراد ہو۔ وذکر الالف اما للتکثیر (بیضاوی) وقیل المعنی خیر من الدهر کله لان العرب تذکر الالف فی غایة الاشیاء (کبیر) ... بخصوص الالف بالذکر وقیل اما للتکثیر وکثیراً ما یراد بالعدد ذلک (روح)

ف٦ یعنی ایسی موٹی بات بھی تیری سمجھ میں نہیں آتی کہ اللہ تو ہر تصرف پر قادر ہے۔ اور وہی سب حاکموں کے اُوپر حاکم ہے، تو وہ آخری عدالت برپا کئے، اور ہر ہر جزئی کا آخری صحیح و صادق فیصلہ کئے بغیر کیسے رہ سکتا ہے؟ یوم الحساب کا وقوع تو حق تعالیٰ کے حاکم اعلیٰ ہونے کا عین قدرتی نتیجہ ہی ہونا چاہیئے۔ مَا یعنی کون سا سبب؟ اے فما سبب تکذیب بالجزاء (مدارک)

ف١ (اس قرآن کو جو آپؐ پر اب نازل ہونا شروع ہوا ہے) سورۂ اقرأ کی یہ ابتدائی پانچ آیتیں سب سے پہلی وحی ہے جو رسول اللہ صلعم پر نازل ہوئی۔ آپؐ کی عمر مبارک جب قریب چالیس کے پہنچی تو آپؐ کی طبیعت زیادہ خلوت پسند ہو گئی اور شہر مکّہ سے متصل ایک پہاڑی حرا نامی کے غار میں آپ اکثر جا کر معتکف رہنے لگے۔ جیسا کہ مرتاض زاہدوں کا اکثر معمول ہے۔ آپؐ کی امانت و دیانت، آپکا تقویٰ و اخلاص، آپؐ کا حُسن خلق پہلے ہی سے قوم میں مسلّم تھا۔ ایک شب میں کہ وہ رمضان ١٣ قبل ہ (جولائی ٦١٠ء) کی کوئی تاریخ تھی کہ دفعۃً فرشتۂ اعظم حضرت جبرئیلؑ نے نمودار ہو کر آپؐ سے فرمایا کہ اقرأ یعنی پڑھیئے۔ آپؐ نے جواب دیا کہ مَا اَنَا بِقَارِئٍ میں تو پڑھنا نہیں جانتا۔ اس پر انہوں نے آپؐ کو اپنے سے لپٹایا اور بھینچا، اور پھر اسی طرح مکالمہ و معانقہ کا اعادہ ہوا۔ گویا بارِ وحی کے اُٹھانے کے لئے جن قوتوں کی ضرورت ہے وہ ملکوتی واسطہ سے بشری جسم میں پوری طرح سرایت کر دی گئیں۔ اور تیسری بار کی تکرار کے بعد پوری پانچ آیتیں اِقْرَأْ سے لے کر مَا لَمْ یَعْلَمْ تک فرشتۂ اعظم نے پڑھ کر رسول اعظمؐ کو سُنا دیں۔ ہیبتِ وحی سے خصوصاً جبکہ اس کا بالکل پہلا تجربہ تھا، تاثر اور خوف و رعشہ بالکل طبعی تھا (اسی اضطراری جسمانی کیفیت کو بعض بے دانشوں نے عظمت رسول کے منافی سمجھا ہے) آپؐ نے گھر آکر رفیقِ زندگی حضرت خدیجہؓ سے ماجرا بیان فرمایا۔ انہوں نے تسلّی دی۔ اور آپؐ اُن کے مشورہ سے ورقہ بن نوفل کے پاس گئے جو اُس وقت کے عابد و زاہد موحّد مسیحی تھے۔ اور اُن کے بیان سے آپؐ کے ایقان کو تقویت مزید پہنچی، جیسا بعض دفعہ استاد کامل کو اپنے ایک شاگرد کے تائیدی بیان سے ہو جاتی ہے۔ اِقْرَأْ۔ لفظ قراءت مطلق پڑھنے کے معنیٰ میں بھی آتا ہے اور تحریر کے پڑھنے کے معنی میں بھی۔ اس لئے رسول اللہ صلعم کا حرف ناشناس ہونے کی بنا پر قراءت سے معذرت کرنا بھی بالکل صحیح تھا۔ رَبِّكَ۔ رب کا لفظ لانے میں اشارہ ہے کہ ہم آپؐ کی کمال تربیت کرینگے۔ اور آپؐ کو اعلیٰ سے اعلیٰ مرتبہ تک پہنچا دینگے۔ ف٢ اَلَّذِیْ خَلَقَ یہاں یہ یاد دلا دیا کہ ربوبیت مطلق وہی کر رہا ہے جو ساری کائنات کا خالق بھی ہے —— جو سب کو محض اپنی قدرت سے نیستی سے ہستی میں لے آیا ہے۔ خَلَقَ ..... عَلَقٍ۔ اور پھر انسان کو یاد دلا دیا ہے کہ اپنی اصل کو نہ بھولے —— ساری مخلوق کی خلقت کے بعد انسان کا نام بتصریح لینا نعمت عامہ کے بعد نعمت خاصّہ پر توجہ دلانا ہے۔ اَلَّذِیْ خَلَقَ کے بعد کُلّ شیٔ محذوف ہے۔ تقدیرہ خلق کل شیٔ فیتناول کل مخلوق (مدارک)

ف٣ یعنی جس نے پڑھے لکھے ہوؤں کے لئے تعلیم کا واسطہ قلم کو بنایا۔ رَبُّكَ الْاَكْرَمُ۔ وہ جس نعمت سے جسے چاہے سرفراز کرے، چنانچہ آپؐ کو اُس نے خاص ترین نعمت سے نوازا۔ اِقْرَأْ۔ ابھی اُوپر آ چکا تھا، اب دوبارہ تاکید مضمون کے لئے لایا گیا۔

ف٤ نوع بشر کو ماضی و حال میں جو کچھ بھی علم ہوا ہے، یا آئندہ جو کچھ بھی معلوم ہو سکے گا یہ سب اگر فیضان الٰہی کا پرتو نہیں تو اور کیا ہے؟ انسان کو اپنے جن جن علوم و فنون، معارف و صنائع پر ناز ہے، یہ سب اگر حق تعالیٰ ہی کے سکھائے ہوئے، بتائے ہوئے، سجھائے ہوئے نہیں تو اور کیا ہیں؟ قرآن مجید نے یہاں اسی گہری حقیقت کو یاد دلا دیا ہے۔ اَلْاِنْسَانَ۔ انسان سے مُراد جنس انسانی ہے۔ مَا لَمْ یَعْلَمْ۔ سے مُراد بعض نے وہ قواعد علمی لئے ہیں، جن سے ہر مجہول معلوم بن سکتا ہے۔ اور بعض نے وہ اسرار و علوم نبوت مُراد لئے ہیں، جن کے لئے عقل و حواس بشری کافی نہ تھے صرف حق تعالیٰ نے انہیں رسول پر وحی کر کے سارے انسانوں تک پہنچا دیئے۔ ف٥ یہاں یہ بتایا کہ انسان کے حدِ عبودیت سے نکل جانے اور سرکشی اور طغیان کی اکثر وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنے کو اپنے خالق کی طرف سے بے نیاز سمجھنے لگتا ہے۔ كَلَّا۔ ہمیشہ تردید ہی کے معنی میں نہیں، بلکہ کبھی زور و تاکید کے موقع پر "یقیناً" کے معنیٰ میں بھی آتا ہے۔ وقد جاء بمعنی حقا (ابو البقاء) ف٦ (تو اے مخاطب تو اُس پروردگار سے مستغنی کیسے رہ سکتا ہے؟) قلب میں انابت و شکستگی پیدا کرنے کا اس سے زیادہ مؤثر کوئی طریقہ نہیں کہ استحضار اپنے اسی انجام و عاقبت کا ہوتا رہے۔ ف٧ (اور وہ روکنے والا نماز اور عبادت کو مبغوض رکھتا ہے) عَبْدًا۔ بندۂ خاص سے اشارہ رسول اللہ صلعم کی جانب ہونا بالکل ظاہر ہے۔ اور روکنے والے سے مُراد ابو جہل سے لی گئی ہے۔ فقہا نے لکھا ہے کہ اگر کسی مقتضائے شرعی ہی سے کسی کو نماز سے روکا جائے تو ظاہر ہے کہ وہ اس وعید میں نہیں آتا۔

اَللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِیْنَ (٨)
اللہ سب حاکموں سے بڑھ کر حاکم نہیں؟ ف٦

ع ١/٨ ٢٠

سُوْرَةُ الْعَلَقِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ تِسْعَ عَشْرَةَ اٰيَةً
سورۃ العلق مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی ١٩ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
شروع اللہ نہایت مہربان بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ (١) خَلَقَ الْاِنْسَانَ
آپ پڑھیئے اپنے پروردگار کے نام کے ساتھ ف١ جس نے (سب کو) پیدا کیا ہے جس نے انسان کو خون کے

مِنْ عَلَقٍ (٢) اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ (٣) الَّذِیْ عَلَّمَ
لوتھڑے سے پیدا کیا ہے ف٢، آپ قرآن پڑھا کیجئے اور آپ کا پروردگار بڑا کریم ہے، جس نے قلم کے ذریعہ سے

بِالْقَلَمِ (٤) عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ (٥) كَلَّاۤ اِنَّ
تعلیم دی ہے ف٣ (جس نے) انسان کو اُن چیزوں کی تعلیم دیدی جنہیں وہ نہیں جانتے تھے ف٤ ہاں ہاں بیشک

الْاِنْسَانَ لَیَطْغٰۤى (٦) اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى (٧) اِنَّ اِلٰى
انسان حد سے نکل جاتا ہے اس بنا پر کہ اپنے کو مستغنی سمجھتا ہے ف٥ تیری واپسی

رَبِّكَ الرُّجْعٰى (٨) اَرَءَیْتَ الَّذِیْ یَنْهٰى (٩) عَبْدًا
تیرے پروردگار ہی کی طرف ہوگی ف٦ کیا اُس شخص کا حال تو نے دیکھا جو بندۂ (خاص) کو روکتا ہے

اِذَا صَلّٰى (١٠) اَرَءَیْتَ اِنْ كَانَ عَلَى الْهُدٰۤى (١١)
جب وہ نماز پڑھتا ہے ف٧ کیا تو نے دیکھا کہ وہ بندہ اگر حق پر ہو

فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝٥ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝٦

سو مشکلات کے ساتھ آسانی ہونیوالی ہے، بیشک مشکلات کے ساتھ آسانی ہونیوالی ہے ۴

فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ۝٧ وَاِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ ۝٨

ع ٨ ١ ١٩

توجب آپ فارغ ہوجایا کیجیے، ریاضت کیا کیجیے ۵ اور اپنے پروردگار ہی کی طرف توجہ رکھیے ۶

سُوْرَةُ التِّيْنِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ ثَمَانِ اٰيٰتٍ

سورۃ التین مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی آٹھ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ نہایت مہربان بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ۝١ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ۝٢ وَهٰذَا

قسم ہے انجیر اور زیتون کی اور طور سینار کی اور اس

الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ۝٣ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ

امن والے شہر کی ۱ کہ ہم نے انسان کو بہترین انداز کے ساتھ

تَقْوِيْمٍ ۝٤ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ ۝٥ اِلَّا

پیدا کیا ہے ۲ پھر ہم اُسے پستوں سے بھی پست کردیتے ہیں ۳ البتہ

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ

جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل بھی کیے تو ان کے لیے اجر غیر منقطع

مَمْنُوْنٍ ۝٦ فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّيْنِ ۝٧ اَلَيْسَ

ہے ۴ تو کونسی چیز تجھ سے جزار کی تکذیب کرارہی ہے؟ ۵ کیا

۴ (اور اس پر یقین و اعتماد رکھیے کہ عناد و مخالفت کے یہ سارے بادل چھٹ کر رہیں گے اور مظفر و منصور آپ ہی ہوں گے) آیت کی تکرار، وعدہ کی تاکید کے لیے ہے، تاکہ مسلمانوں کے دل بڑھے ہوئے رہیں، اور ان پر اُمید کا پہلو غالب رہے۔ ~~کرّرہ تاکید الوعد وتعظیم الرجاء~~ (مدارک). ۵ یعنی کثرت عبادات و مجاہدات میں مشغول رہا کیجیے کہ آپ کی شان کے یہی مناسب ہے۔ فَاِذَا فَرَغْتَ یعنی جب آپ اپنے منصب و مرتبہ کے فرائض یا تبلیغ احکام رسالت سے فرصت پایئے۔ ۶ (بلا واسطۂ مخلوق، اور براہِ راست) عبادت اور بہترین عبادت کے حکم ہیں تو آپ کی مشغولیٔ تبلیغ و اصلاحِ خلق بھی داخل تھی، لیکن بہرحال اس میں ایک واسطۂ مخلوق کا رہتا تھا، آیت میں حکم یہ مل رہا ہے کہ اُس نوعیت کی عبادت کے علاوہ براہِ راست توجہ الی الحق بھی رکھیے۔ مُرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ شیخ جب ارشاد و افادہ سے فارغ ہوجائے تو چاہیے کہ خلوت میں فکر و مناجات میں لگ جائے، اور اپنے کو مجاہدہ سے مستغنی نہ سمجھے۔

۱ یعنی مکّہ معظمہ کی۔ طُوْرِ سِيْنِيْنَ۔ جزیرہ نمائے سینا کا وہ پہاڑ ہے، جہاں حضرت موسیٰؑ کو قانونِ شریعت ملا تھا۔ وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ۔ انجیر و زیتون دونوں کے درخت شام اور اس کے اطراف میں کثرت سے پائے جاتے تھے۔ اور ان کے پھل منافع سے لبریز ہوتے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ البلد الامین سے اشارہ شریعت محمدی کی طرف ہو۔ اور طور سینین سے شریعت موسوی کی طرف اور زیتون سے مواعظ مسیحی کی جانب (حضرت مسیحؑ نے اپنا مشہور وعظ کوہ زیتون ہی پر ارشاد فرمایا تھا) اور انجیر سے بعض علماء عصر کا خیال ہے کہ ہندستان کے گوتم بدھ کی طرف اشارہ (بشرط اثبات نبوّت) نکل سکتا ہے۔ ۲ نظام عالم تکوینی کی فکر و اہتمام، یا ان چاروں نظامات تشریعی کی حفاظت و انتظام کی ذمہ داری خود اس کی دلیل ہے کہ انسان کی آفرینش یوں ہی الکل پچو نہیں کردیگئی ہے، بلکہ یہ انتہائی حکمتوں اور صناعیوں کا مجموعہ ہے۔ الانسان۔ مُراد جنس انسان ہے۔ احسن تقویم۔ تقویم کے معنی تعدیل و تثقیف کے ہیں۔ ~~والتقویم التثقیف~~ (راغب) بہترین ساخت ترکیب کے عموم میں صورت و معنی دونوں شامل ہیں۔ ہیئت و نقشہ اور حواس اور مظہریت صفات حق سب اس کے اندر آگئے۔ ~~ذلک اختصاص الانسان بما ليس لغيره من الحيوان من العقل والفهم وانتصاب القامة الدالة على استيلائه على كل ما في هذا العالم~~ (راغب) آیت نے ضمناً اس مسیحی عقیدہ کی تردید بھی کردی کہ انسان خلقۃً ایک گنہگار مخلوق ہے۔ ۳ (اگر وہ اپنے قویٰ کا صحیح استعمال نہیں کرتا) یہ پستی تمامتر روحانی، اخلاقی و دینی اعتبار سے ہوتی ہے۔ ۴ یعنی انسان اپنا بہترین قوام قائم رکھ سکتا ہے بشرطیکہ وہ قانون الٰہی پر چلتا رہے۔ ۵ یعنی اللہ کی قدرت کے اتنے شواہد دیکھ کر بھی اے ناشکرگذار اور کافر انسان، تو آخر کس دلیل سے یوم جزار کا منکر ہو رہا ہے؟

۵۲ (بلکہ آپ تو پہلے ہی سے موردِ الطاف تھے، اور آئندہ بھی موردِ الطاف ہی رہینگے) ۵۳ قبل ہجرت میں ایسا ہوا کہ جب آپ پر وحی نازل ہونے لگی، تو اُس کے کچھ ہی روز بعد کسی حکمت و مصلحت سے سلسلۂ نزول رکا رہا، اس پر معاندوں کو طرح طرح کی حاشیہ آرائی کا موقع مل گیا۔ آیت کا مضمون انہیں بداندیشوں کے جواب میں ہے۔ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ۔ حق تعالیٰ اپنے کسی پیمبر کو کبھی نہیں چھوڑدیتا، تو بھلا آپ کو کیا چھوڑدیگا۔
آیت سے ضمناً مسیحیوں کے اس عقیدہ کی بھی تردید نکل آئی کہ خدا اپنے پیمبروں کو کبھی کبھی چھوڑدیتا ہے، یہانتک کہ اپنے "محبوب اکلوتے فرزند کو بھی۔ "اور تیسرے پہر کے قریب یسوعؔ نے بڑی آواز سے چلاکر کہا، ایلی، ایلی لما سبقتنی یعنی اے میرے خدا، اے میرے خدا، تُو نے مجھے کیوں چھوڑدیا" (متی۔ ۲۶: ۴۶) نیز مرقس ۱۵: ۳۴) ۵۴ یعنی وہاں آپکو نعمتیں اس سے بھی کہیں بڑھ چڑھ کر ملینگی۔ (اخرۃ کے لفظی معنیٰ لے کر ترجمہ یوں بھی ہو سکتا ہے۔ "آپ کی پچھلی حالت پہلی حالت سے بہتر رہیگی"۔ مُراد یہ ہوگی کہ آپ کی زندگی کا ہر دَور اپنے دَورِ ماقبل سے بہتر ہی ہوگا۔ مُرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ آپ کی ہر لاحق حالت سابق حالت سے افضل و اکمل تھی۔ ۵۴ بشارت اور وعدۂ الٰہی کا تعلق آخرت اور دنیا دونوں سے ہو سکتا ہے۔ ۵۵ (سو جو بندہ ماضی میں اتنے التفات و اکرام کا مورد رہ چکا ہے، اُس کا مستقبل تو اور زیادہ روشن و شاندار ہو کر رہتا ہے) اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيمًا فَاٰوٰى۔ یعنی دنیا میں جب آپ لائے گئے، تو ہر طرح کیسی بے سروسامانی، اور اسباب ظاہری سے کس درجہ محرومی تھی، اس کے باوجود بھی اُس نے کس کس طرح آپ کو ہر طرح مطمئن کردیا، اور ہر طرح کا سامان اطمینان آپ کیلئے

ضُحٰى‌ ۳ وَ لَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ۴ وَلَسَوْفَ

بیزار ہوا ہی ۵۳ اور آخرت آپ کے لئے دنیا سے (بدرجہا) بہتر ہے ۵۴ اور عنقریب آپکا

يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ۵ اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى ۶

پروردگار آپ کو اتنا عطا کریگا کہ آپ خوش ہو جائینگے ۵۵ کیا اللہ نے آپ کو یتیم نہیں پایا پھر آپ کو ٹھکانا دیدیا،

وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ۷ وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى ۸

اور آپ کو بے خبر پایا، سو راستہ بتا دیا، اور آپ کو نادار پایا سو مالدار بنا دیا ۵

فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ ۹ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ۱۰

تو آپ بھی یتیم پر سختی نہ کیجئے اور سائل کو مت جھڑکیئے،

وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۱۱

اور اپنے پروردگار کی نعمتوں کا تذکرہ بھی کرتے رہا کیجئے ۵۶

ع ۱ / ۱۱ / ۱۸

سُوْرَةُ اَلَمْ نَشْرَحْ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ ثَمَانِيْ اٰيَاتٍ

سورۂ الم نشرح مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی آٹھ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ نہایت مہربان بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۱ وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ۲

کیا ہم نے آپ کی خاطر آپ کا سینہ کشادہ نہیں کردیا ہے ۱ اور ہم نے آپ پر سے وہ آپ کا بوجھ اُتار دیا

الَّذِيْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ۳ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۴

جس نے آپ کی پشت توڑ رکھی تھی ۲ اور آپ کی خاطر آپ کا آوازہ بلند کردیا ۳

بہم پہنچادیا! وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى۔ آپ ابتداءً واصلاً اصول و ارکان شریعت سے بیگانۂ محض تھے، پھر اُسی نے تو آپ کو دین و شریعت کا پورا پورا علم دیدیا۔ ضَآلًّا۔ ضال کے معنیٰ حیران و سرگرداں کے ہیں۔ محمد رسول اللہؐ دولت رسالت سے تو بعد کو مشرف ہوئے ہیں۔ اپنی قوم کی اصلاح کی فکر اور تڑپ آپ کو بہت قبل سے تھی، اور اسی دُھن میں آپ برابر لگے رہتے تھے۔ یہانتک کہ حق تعالیٰ نے وحی کی راہ آپ پر کھول دی۔ اور سارے حقائق دین آپ پر منکشف کردیئے۔ سو ضال آپ کو آپ کی زندگی کے دَور قبل نبوت کے اعتبار سے فرمایا، جب آپ راہ فلاح و اصلاح کے لئے بیچین تھے۔ ای غیر معلم لما سبق الیہ من النبوۃ (راغب) ای غیر عالم ولا واقف علی معالم النبوۃ واحکام الشریعۃ وما طریقہ السمع (مدارک) ای غافلًا عن الشرائع التی لا تھتدی الیہا العقول وعلی ھذا کما قال الواحدی اکثر المفسرین وھو اختیار الزجاج (روح) فَهَدٰى۔ چنانچہ اُس نے آپ کو دین و شریعت کا پورا علم دیدیا، اور اصلاح و ہدایت کے دقائق و حقائق آپ کو سمجھادیئے۔ ای عرفک القرآن والقرآن (مدارک) مفسر ابو حیان غرناطیؒ نے کہا ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں اس آیت کی ترکیب پر غور کر رہا ہوں تو میرے ذہن میں آیا کہ یہاں مضاف محذوف ہے جیسا کہ واسئل القریۃ میں اہل محذوف ہے۔ ولقد رأیت فی النوم انی افکر فی ھذہ الجملۃ فاقول علی الفور ووجدک ای وجد رھطک ضالا فھداہ بک ثم اقول علی حذف مضاف نحو واسئل القریۃ (بحر) وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى۔ آپ تو مادی و معاشی اعتبار سے بھی شروع شروع بڑے صاحب احتیاج تھے، پھر اسی کے فضل و کرم نے کس کس طرح آپ کی کفالت و دستگیری فرمائی۔ ۵۶ یعنی ان نعمتوں کا شکر بہ قولی و فعلی ہر طرح ادا کرتے رہیے۔ فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ۔ عرب جاہلیت میں یتیم بیچارے کی کوئی قدر نہ تھی، اور وہ کسی عزت یا جائداد کا حقدار نہ تھا۔ وکذا کانت العرب تفعل فی امر الیتامی تاخذ اموالھم وتظلمھم حقوقھم (معالم) اور تنہا عرب ہی نہیں، بہت سی جاہلی تہذیبوں کا یہی حال ہے۔ رسول اللہؐ کو ہدایت ہو رہی ہے کہ آپ بھی اپنی یتیمی کو یاد کرلیا کیجئے۔ اور اس غریب مخلوق یعنی یتیم کے ساتھ ہر طرح کا حُسن سلوک و مدارات برتا کیجئے۔ یہ آیت ماقبل کی آیت الم یجدک یتیما فاوٰی کے مقابلہ پر ہے۔ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ۔ جاہلی تہذیبیں ایسی بکثرت گذری ہیں، جن میں محتاج سائل کا کوئی حق کسی قسم کا تسلیم ہی نہیں کیا گیا تھا آپ کو تعلیم مل رہی ہے کہ خود اپنی حاجتمندی کے زمانہ کو یاد کرلیا کیجئے۔ اور کسی صاحب احتیاج سائل کو جھڑکنا الگ رہا، اس سے بحُسن مدارات پیش آتے رہیئے۔ یہ آیت ووجدک عائلا فاغنٰی کے مقابل ہے۔ آیت سے یہ فقہی استنباط کہ سائل کو کسی حال میں بھی جھڑکنا نہ چاہیئے صحیح نہیں، شریعت کی تعلیم یہ ہے کہ اُسے محض سوال کرنے پر بیشک جھڑکنا نہ چاہیئے۔ بلکہ انکار کی صورت میں صرف نرم الفاظ میں معذرت کردینی چاہیئے لیکن سائل اگر پیچھا نہ چھوڑے، اور اپنی بات پر اڑا رہے، جس سے انقباض و تکدر پیدا ہونا امر طبعی ہے، تو اُسے جھڑک دینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ ثم النھی عن النھر انما ھو اذا لم یلح فی السوال فان الح ولم ینفع الرد اللین فلا بأس بالزجر (روح) مُرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ اولیاء اللہ جب کبھی اپنے کمالات کا اظہار کرتے ہیں تو مقصود اداءِ شکر ہوتا ہے، نہ کہ عجب و ریا۔ ۱ (اور اسے معارف و حقائق سے بھر نہیں دیا؟) شرح صدر۔ وہ مقام ہے جو حضرت موسیٰؑ کو طلب و آرزو کے بعد عنایت ہوا تھا۔ رب اشرح لی صدری (طٰہٰ) المراد من شرح الصدر ما یرجع الی المعرفۃ والطاعۃ ثم ذکروا فیہ وجوھا ... تنویرہ بالحکمۃ وتوسیعہ لتلقی ما یوحی الیہ قالہ الجمہور (بحر) صوفیۂ محققین کے ہاں شرح صدر بڑی دولت ہے۔ ۵۲ وزر کے اصل معنی صرف بوجھ یا بار کے ہیں۔ الوزر الثقل (راغب) سو اب سوال یہ ہے کہ وہ کونسا ایسا عظیم الشان بار آپ پر تھا، جس سے آپ اتنا گرانبار ہو رہے تھے، اور قرآن کہتا ہے کہ وہ آپ سے دُور کردیا گیا؟ وہ بار صرف ایک ہی ہو سکتا ہے قبل نبوت اپنی قوم کی حالت پر تاسف و حسرت اور اُن کی فلاح و اصلاح کی فکر۔ اس کا توڑ تو یوں ہوا کہ آپ پر راہ ہدایت پوری تفصیلات کے ساتھ واضح کردی گئی، اور آپ کے سپرد خلق کی رہنمائی کردیگئی۔ بعد نبوت سب سے بڑی فکر آپ کو تبلیغ احکام اور اس کے نتائج کی رہی۔ قرآن مجید نے اس غم سے بھی آپ کو یہ کہہ کر سبکدوش کردیا کہ آپ پر کسی کے ایمان لانے نہ لانے کی کوئی ذمہ داری نہیں لست علیھم بمصیطر اور وما علیک ان لا یزکّی اور لعلک باخعٌ نفسک الا یکونوا مومنین وغیرہا۔ وزر کے معنی گناہ کے بھی کئے گئے ہیں۔ یعبر بذلک عن الاثم (راغب) اس صورت میں مراد یہ ہوگی کہ ہم نے آپ سے گناہوں کو دُور رکھا ہے، جن کی فکر آپ کو کھائے جاتی تھی۔ ۵۳ (چنانچہ کلمۂ شہادت میں، اذان میں، اقامت میں، تشہد میں، خالق کے نام کے ساتھ ساتھ اگر مخلوق میں سے کسی کا نام آتا ہے تو وہ آپ ہی کا) رَفَعْنَا۔ ضمیر متکلم قابل غور ہے ——— یہ آپ کا آوازہ تو ہم نے بلند کر رکھا ہے۔ نہ کسی کی مخالفت چلنے پائی، نہ کسی معاند کی کوئی تدبیر کارگر ہونے پائی۔ لَكَ۔ ل تخصیص کا ہے یعنی ایسی رفعت آپ ہی کے لئے ہے۔ کوئی اس میں آپ کا شریک نہیں۔ رَفَعَ ذِكْر۔ آوازہ بلند کا ایک فرد یہ بھی ہے کہ منکرین و معاندین میں جو چوٹی کے سردار و اکابر ہیں، اُن تک کو آپ کی عظمت و جلالت کا اعتراف ہے۔ ملاحظہ ہو حاشیۂ تفسیر انگریزی۔

عَنْهُ مَالُهٗٓ اِذَا تَرَدّٰى ۝١١ اِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰى ۝١٢

مال اُس کے کچھ کام نہ آئیگا جب وہ (جہنم میں) گرے گا بیشک ہمارے ہی ذمہ راہ بتانا ہے ،

وَاِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰى ۝١٣ فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰى ۝١٤

اور بیشک ہمارے قبضہ میں ہے آخرت اور دنیا سو میں نے تم کو ڈرا دیا ایک بھڑکتی ہوئی آگ سے

لَا يَصْلٰىهَآ اِلَّا الْاَشْقَى ۝١٥ الَّذِيْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ۝١٦

اس میں وہی بدبخت داخل ہوگا جس نے جھٹلایا اور روگردانی کی ،

وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى ۝١٧ الَّذِيْ يُؤْتِيْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى ۝١٨

اور اس سے پرہیزگار دور رکھا جائیگا جو اپنا مال اس لئے دیتا ہے کہ پاک صاف ہو جائے

وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓى ۝١٩ اِلَّا ابْتِغَآءَ

اور اس کے اوپر کسی کا احسان نہیں کہ وہ اس کا بدلہ اتارتا ہے ، بلکہ وہ صرف اپنے

ع ۱ / ۱۰

وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى ۝٢٠ وَلَسَوْفَ يَرْضٰى ۝٢١

عالیشان پروردگار کی رضا جوئی کے لئے دیتا ہے اور عنقریب یقیناً خوش ہو جائیگا

سُوْرَةُ الضُّحٰى مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اِحْدٰى عَشْرَةَ اٰيَةً

سورۃ الضحیٰ مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی گیارہ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

وَالضُّحٰى ۝١ وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى ۝٢ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا

قسم ہے دن کی روشنی کی ، اور رات کی جب وہ چھا جائے ، کہ آپ کے پروردگار نے آپ کو نہ چھوڑا اور نہ

ف یعنی جب وہ اصل جہنم ہونے لگے گا تو اُسے خود شاہد ہو جائیگا کہ مال و دولت جس پہ اُسے ناز و فخر تھا اُس کے کچھ بھی کام نہیں آرہا ہے۔ ف یعنی دونوں میں ہماری ہی حکومت ہے چنانچہ دنیا میں ہم نے حکم مقرر کر دیئے اور آخرت میں انہیں کی مخالفت یا موافقت پر ثمرات کا ظہور ہوگا۔ اِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰى یعنی خیر و شر نجات و عقاب دونوں کے راستوں کو کھول کر بتا دینا ہمارے ذمہ تھا چنانچہ اسے ہم نے خوب واضح کر دیا۔ ف یہاں یہ صاف صاف بتا دیا کہ جہنم اصل ٹھکانا صرف کافروں منکروں ہی کا ہے ——— مؤمن عاصی کا قیام اگر اس میں ہوگا بھی تو محض عارضی و ہنگامی۔ ~~[illegible]~~ ف گناہوں سے ، اس میں اشارہ ہے کہ متقی مخلص کا مقصد صرف مال سے صرف اللہ کی رضا جوئی ہی رہتی ہے۔ ف اُن نعمتوں سے جو اُسے جنت میں حاصل ہونگی۔ احادیث صحیح میں آیا ہے کہ یہ بشارت جب نازل ہوئی تو حضور صلعم نے دوسری بڑی بشارت اپنی زبان مبارک سے دی یعنی یہ کہ میں تو اُسی وقت خوش و مطمئن ہونگا جب میری اُمت میں سے ایک فرد بھی دوزخ میں نہ رہ جائے۔ مفسرین نے کہا ہے کہ آیت سے اشارہ خصوصی صدیق حضرت ابوبکرؓ کی جانب ہے جس طرح کہ اس سے قبل کی آیتوں میں اس کے مقابل منفی سے اشارہ خصوصی ابوجہل کی طرف ہے۔ ~~[illegible]~~ آیت سے مؤمن متقی کے کمال اخلاص کا اظہار مقصود ہے کسی کے احسان کا بدلہ اتارنا بھی کوئی امر قبیح نہیں بلکہ یہ تو بجائے خود ایک فضیلت کی چیز ہے لیکن یہاں وصف فضل مؤمن متقی کا ہے کہ وہ اپنے خرچ میں بجز حق تعالیٰ کی رضا جوئی کے کوئی دوسرا مقصد شریک نہیں ہونے دیتا۔

ف یعنی دن کی خوب پھیلی ہوئی روشنی اور رات کی خوب گہری تاریکی دونوں اس حقیقت پر جو ابھی آگے آرہی ہے ، زبان حال سے شہادت دے رہی ہیں۔ سجٰی کے دو مفہوم ہیں ، ایک یہ کہ رات کی تاریکی خوب گہری ہو جائے دوسرا یہ کہ اُس میں سب جاندار آرام کرتے ہیں چلنے پھرنے ، بولنے چالنے کی ساکن ہو جاتی ہیں۔

فَكَذَّبُوهُ فَعَقَرُوهَا ۖ فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُم

پھر انہوں نے پیغمبر کو جھٹلایا اور اُس اونٹنی کو مار ڈالا تو اُن کے پروردگار نے اُن پر اُنکے گناہ کے سبب

بِذَنبِهِمْ فَسَوَّاهَا ﴿١٤﴾ وَلَا يَخَافُ عُقْبَاهَا ﴿١٥﴾

ع ١٥ / ١ / ١٦

ہلاکت نازل کی، پھر اُسے ہموار کر دیا۔ اور اُسکے اخیر نتیجہ سے اُسے کوئی اندیشہ نہیں ہوا

سُورَةُ اللَّيْلِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ إِحْدَى وَعِشْرُونَ آيَةً

سورۂ لیل مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی اکیس آیتیں ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ نہایت مہربان بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَىٰ ﴿١﴾ وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلَّىٰ ﴿٢﴾ وَمَا خَلَقَ

قسم ہے رات کی جب وہ ڈھانپ لے۔ اور دن کی جب وہ روشن ہو جائے۔ اور اُس کی

الذَّكَرَ وَالْأُنثَىٰ ﴿٣﴾ إِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتَّىٰ ﴿٤﴾ فَأَمَّا مَنْ

جس نے نر اور مادہ کو پیدا کیا۔ کہ بیشک تمہاری کوششیں مختلف ہیں۔ سو جس نے

أَعْطَىٰ وَاتَّقَىٰ ﴿٥﴾ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَىٰ ﴿٦﴾ فَسَنُيَسِّرُهُ

دیا اور (اللہ سے) ڈرا۔ اور اچھی بات کو سچا سمجھا۔ سو ہم اسکے لئے راحت کی

لِلْيُسْرَىٰ ﴿٧﴾ وَأَمَّا مَن بَخِلَ وَاسْتَغْنَىٰ ﴿٨﴾ وَكَذَّبَ

چیز آسان کر دینگے۔ اور جس نے بخل کیا۔ اور بے پروائی برتی۔ اور اچھی بات

بِالْحُسْنَىٰ ﴿٩﴾ فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْعُسْرَىٰ ﴿١٠﴾ وَمَا يُغْنِي

کو جھٹلایا۔ سو ہم اسکے لئے مصیبت کی چیز آسان کر دینگے۔ اور اُس کا

۵۸ یعنی جیساکہ بعض دنیوی ملوک وسلاطین کو بعض وقت سزا دینے میں طرح طرح کے مفسدوں کے اندیشے ہوتے ہیں، اُس احکم الحاکمین کو کسی طرح کی بھی خرابی یا ابتری کا اندیشہ نہ ہوا۔ اس میں تردید آگئی مسیحی اور مشرکانہ عقیدہ کی کہ خدا کو بھی اپنے افعال پر کبھی ندامت اور پچھتاوا ہوتا ہے۔ فَسَوّٰىهَا یعنی سزائے ہلاکت کو ساری قوم پر عام کر دیا۔

۱ یعنی حق تعالیٰ نے۔ اِذَا يَغْشٰى یعنی رات جب دن کو اور آفتاب کی روشنی کو ڈھانپ لے۔ آیت نے اس پہلو کو روشن کر دیا کہ رات اور دن، اندھیرا اور اُجالا، نر اور مادہ، غرض کائنات کے سارے اضداد کی خالق وہی ایک ذات ہے۔ [illegible] کے مرادف ہے۔ [illegible] ۲ مطلب یہ ہوا کہ جس طرح رات اور دن، تاریکی اور روشنی، نر اور مادہ باہم مختلف آثار رکھتے ہیں انسان کی جدوجہد بھی جو صدور اعمال میں ہوتی رہتی ہے، اپنے آثار و ثمرات کے لحاظ سے الگ الگ حیثیت رکھتی ہے۔ ۳ یعنی جنت تک اُسے آسانی سے پہنچا دینگے۔ اُسے ایسی توفیق دینگے کہ راہ کی مشکلات وہ آسانی سے طے کرتا چلا جائیگا۔ مَنْ اَعْطٰى یعنی جس نے اللہ کی راہ میں مال خرج کیا۔ صَدَّقَ بِالْحُسْنٰى یعنی دین اسلام کی تصدیق کی۔ الحُسنٰى۔ سے مُراد دین اسلام ہی ہے۔ [illegible]

[illegible]

لِلْيُسْرٰى۔ الیسریٰ سے مُراد جنت ہے، جہاں ہر طرح اور ہر طرف سہولتیں اور راحتیں ہی ہونگی۔ ۴ یعنی ایسے منکر معاند کو دوزخ ہی کا راستہ آسان معلوم ہونے لگے گا۔ مَنْ بَخِلَ یعنی جس نے مَنْ اَعْطٰى کے مقابلہ میں ادائے حقوق واجب میں بخل سے کام لیا۔ وَاسْتَغْنٰى یعنی جس نے مَنِ اتَّقٰى کے مقابلہ میں اللہ کی طرف سے بے پروائی کی راہ اختیار کی، اور اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ لِلْعُسْرٰى۔ العسریٰ سے مراد دوزخ ہے، جہاں ہر طرح اور ہر طرف سختیاں ہی سختیاں ہونگی۔

سُوْرَةُ الشَّمْسِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ خَمْسَ عَشْرَةَ اٰيَةً

سورۂ شمس مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی پندرہ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ نہایت مہربان بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

وَالشَّمْسِ وَضُحٰىهَا ۝۱ وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰىهَا ۝۲ وَالنَّهَارِ
قسم ہے آفتاب اور اس کی روشنی کی ۔ اور چاند کی جب وہ اس کے پیچھے آئے ۔ اور دن کی
اِذَا جَلّٰىهَا ۝۳ وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰىهَا ۝۴ وَالسَّمَآءِ وَمَا
جب وہ آفتاب کو خوب روشن کر دے ۔ اور رات کی جب وہ آفتاب کو چھپا لے ۔ اور آسمان کی اور اس کی جس نے
بَنٰىهَا ۝۵ وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰىهَا ۝۶ وَنَفْسٍ وَّمَا
اُسے بنایا ۔ اور زمین کی اور اس کی جس نے اسے بچھایا ۔ اور جان کی اور اس کی جس نے
سَوّٰىهَا ۝۷ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا ۝۸ قَدْ
اسے درست بنایا ۔ پھر اس کو اس کی بدکاری اور اس کی پرہیزگاری دونوں کا القا کیا ۔ کہ وہ یقیناً
اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ۝۹ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا ۝۱۰
بامراد ہو گیا جس نے اس جان کو پاک کیا ۔ اور یقیناً نامراد ہوا جس نے اُس کو دبا دیا
كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰىهَآ ۝۱۱ اِذِ انْۢبَعَثَ اَشْقٰىهَا ۝۱۲
قوم ثمود نے اپنی سرکشی کی بنا پر تکذیب کی ۔ جبکہ اس قوم کا سب سے بڑا بدبخت اٹھ کھڑا ہوا
فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقْيٰهَا ۝۱۳
تو ان لوگوں سے اللہ کے رسول نے کہا ۔ کہ اللہ کی اونٹنی اور اس کے پانی پینے سے خبردار رہنا

لے یعنی غروب آفتاب کے بعد طلوع ہو۔ ضحیٰہا اس میں اشارہ ہے سورج کے کمال عروج کی طرف۔ والقمر اذا تلٰہا اس فقرہ میں اشارہ ہے چاند کے کمال عروج کی جانب —— جن راتوں میں چاند سورج غروب ہوتے ہی طلوع ہوتا ہے۔ وہی راتیں اس کے کمال عروج کی ہوتی ہیں۔ ۳ یعنی اس کی روشنی کو کھول کر نمایاں کر دیتا ہے۔ جلّٰہا یغشٰہا۔ دونوں میں ضمیر ھا آفتاب یا الشمس کی جانب ہے۔ ۴ … بعض … وما بنٰہا۔ وما طحٰہا۔ وما سوّٰہا۔ ما تینوں جگہ بمعنی مَن کے … ہے اور اس کے … کمال عظمت کا اظہار ہے۔ السماء۔ الارض۔ نفس۔ تینوں کو … لفظوں میں لایا ہے۔ اس سے یہ بھی صاف کر دیا کہ آسمان اور زمین اور جان یہ سب مخلوق و مصنوع ہی ہیں۔ کوئی بھی ان میں سے معبود یا … نہیں۔ نفس صیغہ نکرہ … ۶ الہام … تخلیقی القا ہے یعنی قلب میں جو نیکی کا رجحان ہے یا بدی کا میلان ہوتا ہے۔ دونوں کا خالق اللہ ہی ہے۔ گو القاء نیکی میں واسطہ فرشتہ ہوتا ہے اور القاء بدی میں واسطہ شیطان ہوتا ہے (قاضی) اس میں تردید ہو گئی اس مسیحی عقیدہ کی کہ ہر انسان فطرۃً گنہگار ہی بنا کر پیدا کیا گیا ہے۔ فالہمہا۔ … مراد یہ ہے کہ انسان کی جب … جسمانی ترکیب مکمل ہو لی تو اُسے فطرت اخلاقی عطا ہوئی۔ ۵ یعنی قد افلح سے آیت میں اُسی الہام فجور کی تشریح ہے یعنی انسان کی طبیعت میں یہ رکھ دیا گیا کہ نجات و فلاح اس کے لئے ہے۔ جس نے نفس کو فجور سے پاک کر کے راہ طاعت و تقویٰ اختیار کر لیا اور عذاب دنیا بھی اس کے لئے ہے جس نے اپنے کو فجور سے مغلوب ہو جانے دیا۔ دوسرے لفظوں میں نجات و عقاب … کوشش انسان کے اپنے اختیار کی چیز ہے۔ اس میں تردید ہو گئی ہندو … عقیدہ کی کہ … انسانی پچھلے جنم کے کرموں کا مجبور … ہوتا ہے اور اس طرح انسان اس سے جکڑا ہوا ہے۔ ۶ مخالفت رسول و قتل ناقہ پر قوم ثمود۔ پیمبر صالحؑ۔ ناقۂ صالح سب پر حاشیے سورۃ الاعراف پ ۸ میں گزر چکے۔ ۷ یعنی اسے قتل نہ کرو اور پانی پینے سے نہ روکنا۔ ناقۃ اللہ۔ یعنی اونٹنی جو اللہ کی طرف سے ایک دلیل نبوت کا کام دے رہی ہے۔

يَقُولُ أَهْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا ۝ أَيَحْسَبُ أَن لَّمْ يَرَهُ أَ

کہتا ہے کہ میں نے اتنا ڈھیروں مال اُڑا دیا ۔ کیا وہ یہ خیال کرتا ہے کہ اُس کو کسی نے

حَدٌ ۝ أَلَمْ نَجْعَل لَّهُ عَيْنَيْنِ ۝ وَلِسَانًا وَشَفَتَيْنِ ۝

دیکھا نہیں ۔ کیا ہم نے نہیں بنائیں اس کے لئے دو آنکھیں ۔ اور ایک زبان اور دو ہونٹ

وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ ۝ فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ۝ وَمَا

اور ہم ہی نے اُسے دونوں راستے بتلا دیے ۔ مگر وہ شخص گھاٹی میں سے ہو کر نکلا نہ اور آپ

أَدْرَاكَ مَا الْعَقَبَةُ ۝ فَكُّ رَقَبَةٍ ۝ أَوْ إِطْعَامٌ فِي

سمجھے کہ گھاٹی کیا ہے ؟ وہ گردن کا چھڑانا ہے ۔ یا کھانا کھلانا

يَوْمٍ ذِي مَسْغَبَةٍ ۝ يَتِيمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ۝ أَوْ

فاقہ کے دن میں کسی رشتہ دار یتیم کو یا

مِسْكِينًا ذَا مَتْرَبَةٍ ۝ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا

کسی خاک نشین محتاج کو ۔ اور تو اور یہ اُن لوگوں میں سے رہا جو ایمان لائے

وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ۝ أُولَٰئِكَ

اور جنھوں نے ایک دوسرے کو ثبات کی فہمائش کی اور ایک دوسرے کو ترحم کی فہمائش کی یہی لوگ

أَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ ۝ وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِنَا هُمْ

داہنے والے ہیں ۔ اور جو لوگ ہماری آیتوں کے منکر ہوئے

أَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ ۝ عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ ۝

تو وہ لوگ بائیں والے ہیں ۔ اُن پر بند کی ہوئی آگ محیط ہوگی

ع ۱ ۲۰ ۱۵

۵۵ کیا وہ غافل و سرکش انسان اس بھول میں پڑا ہوا ہے کہ اس کی یہ سرفرازیاں ایک ایک کر کے دیکھی نہیں جا رہی ہیں۔ اور رتی رتی کا حساب کیا اُسے دینا نہ ہوگا! یَقُولُ۔ یعنی یہ وہ بڑے فخر اور شیخی کے ساتھ کہتا ہے۔ اَهْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا ڈھیروں مال کو اُڑا دیا اُس نے تو ظاہر ہے کہ اللہ و رسول کی معصیتوں ہی میں ہوا۔ لَمْ يَرَهُ۔ لَمْ یہاں لن کے معنی میں ہے۔ تحقق و توقع کے اظہار کے لئے۔ [illegible]

۵۶ اور ان ساری نعمتوں کا مقتضا کیا یہ نہ تھا کہ وہ طاعت و شکرگذاری میں لگ جاتا! آنکھیں انسان کے لئے خارج کے محسوسات و مدرکات کے باب میں سب سے بڑی نعمت ہیں۔ اور زبان اور ہونٹ مافی الضمیر کے اظہار کا ذریعہ ہیں۔ شاید اسی لئے یہی تین نعمتیں نام کی صراحت کے ساتھ یہاں بیان ہوئیں۔ ۵۷ کہ خیر و ہدایت کا راستہ چلنے کے لئے ہے اور شر و خلاف کا بچنے کے لئے ۵۸ (باوجود ان سارے مقتضیات کے) الْعَقَبَةُ لفظی معنی پہاڑ کی گھاٹی کے ہیں۔ [illegible] یہاں مراد دین کی گھاٹی ہے۔ اور دین کے کاموں کو گھاٹی اس لئے کہا گیا کہ وہ بھی نفس پر شاق گذرتے ہیں۔ ضمیر فاعل برابر کافر انسان کی طرف چل رہی ہے۔ مرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ دین کو گھاٹی سے تشبیہ دینے سے ترغیب مجاہدہ کی نکلتی ہے۔ ۵۹ قرآن مجید نے اپنے لائے ہوئے لفظ العقبۃ کی یہ خود تفسیر کر دی یعنی دین کے کاموں سے مراد اس قسم کے کام ہیں۔ غلاموں کو آزاد کرنا، قحط زدگی کے زمانہ میں بھوکوں کو کھانا کھلانا، یتیموں کی خدمت کرنا، محتاجوں کی خبر لینا —— مکی سورتیں اس قسم کے اخلاقی احکام کی تاکید و تفصیل سے بھری پڑی ہیں۔ مَسْغَبَةٍ سغب کے معنی میں۔ اور مقربۃ قرابت کے معنی میں اور متربۃ فقر کے معنی میں۔ تینوں مصدر میمی ہیں۔ ۶۰ ثُمَّ یہاں تفخیم مرتبہ کے لئے ہے (تھانویؒ) یعنی وہ پہلی فضیلتیں تو یہ بدبخت کافر کیا حاصل کرتا، اس سے اتنا بھی نہ ہوا کہ یہ ایمان لے آتا اور اقل مرتبہ صبر و رحمت ہی کی تلقین و تبلیغ کرتا۔ محققین مفسرین نے کہا ہے کہ آیت سے فضیلت تین چیزوں کی نکلی۔ ایک ایمان لانے کی، دوسرے اُس پر ثابت رہنے کی، تیسرے ترک ظلم کی۔ [illegible]

تَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ۔ تمام حقوق اللہ کی ادائی کا جامع ہے۔ جس طرح تواصوا بالمرحمۃ تمام حقوق العباد کی ادائی کا جامع۔ [illegible]

۶۱ یعنی نیک بخت، خوش نصیب، اہل ایمان اور نجات پا جانے والے —— یہ وہی لوگ ہیں جن کا ذکر ابھی متصل آیت میں آچکا۔ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ پر حاشیے پ۲۷ میں گذر چکے۔ ۶۲ داہنے ہاتھ والوں کے مقابلہ میں یہ بائیں ہاتھ والے بدبخت و منحوس کافر اور اہل جہنم ہوں گے —— اصحاب الشمال پر حاشیہ پ۲۷ میں گذر چکا۔ وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِنَا۔ یہ لوگ ایمان تک نہ لائے کفر ہی میں مبتلا رہے۔ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ کافروں کو جہنم سے نکلنا تو نصیب ہوگا نہیں، اس لئے دوزخ کے دروازے بھی اُن پر ہر طرف سے بند کر دیئے جائیں گے۔ آیت کے ان الفاظ سے صاف اشارہ خلودِ عذاب جہنم کی طرف نکل رہا ہے۔ [illegible]

قَدَّمْتُ لِحَيَاتِي ﴿۲۴﴾ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهٗ

اپنی زندگی کے لئے کوئی عمل پہلے بھیج چکا ہوتا ۱۳؎ غرض اُس روز نہ تو اللہ کے عذاب کی طرح کوئی

أَحَدٌ ﴿۲۵﴾ وَّلَا يُوثِقُ وَثَاقَهٗ أَحَدٌ ﴿۲۶﴾ يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ

عذاب دینے والا نکلیگا، اور نہ اُسکے جکڑنے کے برابر کوئی جکڑنے والا نکلیگا ۱۴؎ اے اطمینان والی

الْمُطْمَئِنَّةُ ﴿۲۷﴾ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ﴿۲۸﴾

روح، تو اپنے پروردگار کی طرف چل، خوش ہوتی ہوئی اور خوش کرتی ہوئی،

فَادْخُلِي فِي عِبَادِي ﴿۲۹﴾ وَادْخُلِي جَنَّتِي ﴿۳۰﴾

پھر تو میرے (خاص) بندوں میں شامل ہو جا، اور میری جنت میں جا داخل ہو ۱۵؎

ع ۳۰ / ۱۴

سُورَةُ الْبَلَدِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ عِشْرُونَ آيَةً

سورۃ البلد مکہ میں نازل ہوئی، اور اس کی بیس آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ نہایت مہربان، بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

لَا أُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ﴿۱﴾ وَأَنْتَ حِلٌّ بِهٰذَا

میں قسم کھاتا ہوں اس شہر کی، اور آپ کو اس شہر میں لڑائی حلال ہونے

الْبَلَدِ ﴿۲﴾ وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ ﴿۳﴾ لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ

والی ہے ۱؎ اور قسم ہے باپ کی اور اولاد کی ۲؎ کہ ہم نے انسان کو بڑی مشقت کیلئے

فِي كَبَدٍ ﴿۴﴾ أَيَحْسَبُ أَنْ لَّنْ يَّقْدِرَ عَلَيْهِ أَحَدٌ ﴿۵﴾

پیدا کیا ہے ۳؎ کیا وہ یہ خیال کرتا ہے کہ اس پر کسی کا بس نہ چلے گا؟ ۴؎

وقف لازم

۱۳؎ یہ الفاظ زبان پر کمال حسرت و یاس کے عالم میں آئینگے۔ لِحَيَاتِي۔ خوب خیال کر لیا جائے، یہاں حیاتِ اُخروی کو مطلق حیات سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ اور ہے بھی یہی واقعہ۔ حیات کا اطلاق تو بس اسی حیات پر صحیح ہو سکتا ہے، جسکے بعد موت کی کوئی صورت ہی نہ ہو۔ ۱۴؎ یعنی وہ سزا اور جزا ایسی سخت ہوگی کہ اس کی کوئی نظیر و مثال نہیں۔ آیت کے الفاظ عرفِ انسانی کے مطابق ہیں۔ ہم لوگ آپس میں یونہی بولتے ہیں کہ کوئی ایسا نہیں کر سکتا۔ ۱۵؎ یہ بشارت ہر مومن کو عین اس وقت ملیگی، جو وقت اس مادی جسم سے انقطاعِ روح کا ہوگا۔ قال ابن زید [illegible] (ابن جریر) اُس وقت اس صدائے بشارت کی جو اہمیت اور معنویت اور ضرورت ہوگی، اُسے کوئی اچھا بھلا چنگا انسان، الفاظ کے ذریعہ سے، دوسرے زندہ سلامت تک کیونکر پہنچا دے! اس کی قدر، اور الفاظ کے ذریعہ سے ناقابلِ اظہار قدر تو عین اسی وقت ہوگی ——— اب یہ کیا بتایا جائے کہ یہ صدائے جاں نواز کس کی ہوگی! عِبَادِي اور جَنَّتِي دونوں میں یائے متکلم کے بعد کسی تصریح کی ضرورت ہی کب باقی رہ جاتی ہے؟ يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ۔ خطاب اس روح سے ہوگا جسے حقانیتِ اسلام پر ایقان و اذعان ہوگا، اور کسی طرح کا شک ہوگا نہ انکار۔ اور ان شاء اللہ اس کا مصداق ہر مومن کی روح ہوگی۔ اصطلاحِ صوفیہ میں نفوسِ مطمئنہ وہ نفوسِ مقدس ہیں، جو رضائے الٰہی اور احکامِ شرعیہ میں ایسے مطمئن ہو گئے ہیں کہ مخالفت کیا معنی، کراہت و گرانی کا بھی وہم باقی نہیں رہا ہے۔ اور ایسے نفوس حضرات انبیاء کے علاوہ، اولیاء کاملین کے بھی ہوتے ہیں۔ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ۔ یعنی اے روحِ مطمئن، اپنے پروردگار کے جوارِ رحمت کی طرف چل [illegible] (ابن کثیر) رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً۔ یعنی اس حالت میں چل کہ اللہ تجھ سے خوش ہو اور تو اللہ سے خوش۔ فِي عِبَادِي۔ مرتبۂ عبدیت کی افضلیت بالکل اس لفظ سے ظاہر ہے۔ عارفین محققین نے کہا ہے کہ مرتبۂ عبودیت مراتبِ عالی کا آخر ترین اور اعلیٰ ترین مقام ہے، اس لئے کہ اس میں داخلہ کا حکم مقامِ اطمینان کے بعد ہو رہا ہے۔ جَنَّتِي۔ ضمیر واحد متکلم شرف و اختصاص کے لئے ہے۔ قرآن مجید کی جو آیتیں ہر عاصیٔ مایوس کے لئے آخری سہارا اور تنِ مُردہ کے لئے حیات بخش ہیں۔ اُن میں سورۃ الفجر کی یہ چار مختصر آیتیں بھی ہیں۔ ہر صاحبِ دل کے لئے وجد آفریں ——— اے اللہ تو اس نامہ سیاہ راقمِ تفسیر کو بھی آخری وقت اسی صدائے دلنواز سے مُشرف کر، اور اس کے ہر عزیز، قریب، مخلص و متوسل کو بھی، بلکہ ہر کلمہ گو کو!

۱؎ شہر سے مُراد شہرِ مکہ ہے، جہاں ان آیات کے نزول کے وقت تک رسول اللہ صلعم مقیم تھے۔ لَا أُقْسِمُ۔ اس ترکیبِ الفاظ پر حاشیہ پہلے گذر چکا، اقسامِ قرآنی کے لئے ملاحظہ ہو ہپ کا ضمیمہ۔ وَأَنْتَ ... الْبَلَدِ۔ یہ پیشگوئی بطور جملہ معترضہ کے ہے۔ اور آپؐ کے رسولِ برحق ہونے پر خود ایک مستقل دلیل ——— مکہ کی اس مجبوری، محصوری، مظلومی کی زندگی میں کوئی بشر خیال بھی نہیں کر سکتا تھا کہ آپؐ بھی کبھی جہاد و قتال (اور وہ بھی فاتحانہ) کا اعلان کر سکیں گے۔ مسیحی مؤرخ سر ولیم میور نے کہا ہے کہ سورت کا اصل موضوع، یعنی خیر و شر کے دو راہے کا اعلان، پیمبرؐ کی ایماندارانہ جستجوئے حق کا ثبوت ہے ——— ملاحظہ ہو حاشیۂ تفسیرِ انگریزی۔ ۲؎ وَالِدٍ۔ سے مُراد ہر باپ بھی ہو سکتا ہے، اور سب کے باپ حضرت آدمؑ بھی۔ اسی طرح مَا وَلَدَ سے مُراد فرداً فرداً ہر بیٹا بھی ہو سکتا ہے، اور پوری نسلِ آدم بھی۔ وقال مجاهد وابو صالح [illegible] سعيد بن جبير والسدي والحسن البصري وخصيف وشرحبيل بن سعد وغيرهم يعني بالوالد آدم وما ولد ولده [illegible] (ابن کثیر) ۳؎ جس کا مقتضا یہ تھا کہ اس میں احساسِ عجز و درماندگی اور زیادہ پیدا ہوتا رہتا، مراد یہ ہے کہ انسان کی ساخت و ترکیب ہی ایسی رکھدی گئی ہے کہ اسے ساری عمر دقتوں کا، اور کسی نہ کسی اعتبار سے مصیبتوں ہی کا سامنا رہے۔ آج دوکان لُٹ گئی، کل کاروبار بیٹھ گیا۔ آج فلاں دشمن ستا رہا ہے۔ کل فلاں مرض نے آ دبایا۔ کبھی خود بیمار، کبھی بیوی بچہ بیمار، کبھی اس عزیز کی موت کا صدمہ، کبھی اس دوست کی بیوفائی کا رنج۔ ساری عمر غم و صدمات ہی کے اُلٹ پھیر میں گذر جاتی ہے۔ اور انسان کو اپنے عجز و بےبسی کا مشاہدہ قدم قدم پر ہوتا رہتا ہے۔ اس سے طبیعت میں قدرۃً شکستگی پیدا ہونی چاہئے، اور خودی و خود بینی کو تو پاس بھی نہ پھٹکنا چاہئے۔ لیکن کافر ان سارے واقعات سے مطلق سبق نہیں لیتا۔ مومن کو تو ہر شے میں حکمتِ الٰہی کی جھلک نظر آ جاتی ہے، اور وہ ربوبیتِ مطلقہ پر اعتماد و اطمینان رکھ لیتا ہے۔ لیکن کافر کو دماغی الجھن اور قلبی ادھیڑ بُن سے کسی حال میں مفر نہیں۔ اور نہ اُس کی حرص و ہوس کی آگ کبھی بھی بجھتی ہے۔ فِي كَبَدٍ۔ فی کا مفہوم اس سیاق میں اُردو میں "کے لئے" ہی سے ادا ہو سکتا ہے۔ فی بمعنی لام کے معنی میں ہے [illegible] الْإِنْسَانَ۔ انسان سے یہاں بھی مُراد کافر، ناشکرا انسان ہے جسے زندگی کے کسی پہلو میں بھی چین نہیں۔ ۴؎ یعنی وہ اتنی غفلت اور بھول میں پڑ گیا ہے کہ اپنے کو گویا اللہ کے حدودِ قدرت سے بھی خارج سمجھنے لگا ہے۔

إِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ﴿١٤﴾ فَأَمَّا الْإِنسَانُ إِذَا مَا ابْتَلَاهُ

بیشک آپ کا پروردگار تاک میں ہے ۵۷ لیکن انسان! اُسے اُس کا پروردگار جب آزماتا

رَبُّهُ فَأَكْرَمَهُ وَنَعَّمَهُ فَيَقُولُ رَبِّي أَكْرَمَنِ ﴿١٥﴾ وَ

ہے، یعنی اُسے انعام اکرام دیتا ہے، تو کہتا ہے میرے پروردگار نے میری قدر بڑھادی ۵۸ اور

أَمَّا إِذَا مَا ابْتَلَاهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهُ فَيَقُولُ رَبِّي

جب وہ اُسے (اس طرح) آزماتا ہے کہ اُسکی روزی اُس پر تنگ کر دیتا ہے، تو کہتا ہے میرے پروردگار نے مجھے

أَهَانَنِ ﴿١٦﴾ كَلَّا بَل لَّا تُكْرِمُونَ الْيَتِيمَ ﴿١٧﴾ وَلَا تَحَاضُّونَ

بے قدر کر دیا ۵۹ یہ بات نہیں ۶۰ اصل یہ ہے کہ تم لوگ یتیم کی قدر نہیں کرتے ہو، اور دوسروں کو بھی

عَلَىٰ طَعَامِ الْمِسْكِينِ ﴿١٨﴾ وَتَأْكُلُونَ التُّرَاثَ أَكْلًا لَّمًّا ﴿١٩﴾

مسکین کے کھانا دینے کی ترغیب نہیں دیتے ہو، اور میراث کا سارا مال سمیٹ کر کھا جاتے ہو،

وَتُحِبُّونَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ﴿٢٠﴾ كَلَّا إِذَا دُكَّتِ الْأَرْضُ

اور مال سے بہت ہی زیادہ محبت رکھتے ہو ۶۱ یہ بات ہرگز نہیں (کہ عذاب نہ ہوگا) جس وقت زمین کو توڑ

دَكًّا دَكًّا ﴿٢١﴾ وَجَاءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ﴿٢٢﴾

توڑ کر ریزہ ریزہ کر دیا جائیگا، اور آپ کا پروردگار اور فرشتے آئیں گے،

وَجِيءَ يَوْمَئِذٍ بِجَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ يَتَذَكَّرُ

اور جہنم کو اُس روز لایا جائے گا اُس روز انسان کو

الْإِنسَانُ وَأَنَّىٰ لَهُ الذِّكْرَىٰ ﴿٢٣﴾ يَقُولُ يَا لَيْتَنِي

سمجھ آئے گی اور اب سمجھ آنے کا موقع کہاں رہا ۶۲ اور کہے گا کہ کاش! میں

۵۷ (چنانچہ اگلے سرکشوں کو تو وہ ہلاک ہی کر چکا ہے، اور موجودین کی طرف سے بھی غافل نہیں ہے) ۵۸ ناشکرے انسان کا بھی عجب حال ہوتا ہے۔ جب حق تعالیٰ کی طرف سے اُسے جاہ، مال وغیرہ کسی قسم کا بھی اکرام و اعزاز عطا ہوتا ہے، تو مقصود اس سے اسکی شکرگذاری کا امتحان ہوتا ہے، لیکن وہ اپنی حماقت سے یہ سمجھنے لگتا ہے کہ یہ جو کچھ مجھے حاصل ہوا ہے، میری ذاتی قابلیت کا قدرتی ثمرہ ہے، اور مَیں تو مستحق ہی اسی اکرام و اعزاز کا تھا — گویا مقصود بالذات اسی دنیا کو سمجھتا، اور اس کی فراخی کو دلیل اپنی کامیابی کی قرار دیتا ہے۔ الْإِنسَانُ۔ انسان سے مُراد کافر، منکر و مکذّب انسان ہے۔ ~~المراد کل من کان موصوفا بھذا الوصف وھو الکافر الجاحد لیوم الجزاء (کبیر)~~ ۵۹ ناشکرے انسان پر جب مال کی تنگی کر دی جاتی ہے تو مقصود اس سے اُسکے صبر و تسلیم کا امتحان ہوتا ہے لیکن وہ ہر طرف شکایت و حکایت کا دفتر کھولے پھرتا ہے، اور دنیا کی کمی کو اپنی محرومی اور بدنصیبی پر محمول کرتا ہے۔ ۶۰ کافر انسان کے یہ سارے خیالات موہوم اور مزعومات باطل ہیں۔ نہ دنیا مقصود بالذات ہے، نہ خوشحالی اِترانے کی چیز اور نہ بدحالی دلیل بدنصیبی ہے — مقصود تو ہر حال میں انسان کے ظرف کا امتحان ہی رہتا ہے۔ ۶۱ (اور حُبِ مال کے اسی غلو سے مغلوب ہو کر خالق و مخلوق کے حقوق اور شریعت کے قائم کئے ہوئے حدود سب بھول جاتے ہو) لَا تُكْرِمُونَ الْيَتِيمَ۔ یتیم بیچارہ تو اس کا مستحق ہوتا ہے کہ اس کا اعزاز و اکرام کیا جائے، تم اُلٹا اسے حقیر و ذلیل سمجھتے ہو۔ اس کے حقوق غصب کرتے ہو، اس کا مال تک کھا جاتے ہو۔ وَلَا ..... الْمِسْكِينِ۔ مفلسوں کے حقوق تو شریعت الٰہی نے یہ قائم کر دیئے ہیں کہ انہیں خود کھلاؤ، اور دوسروں کو اُنکے کھلانے پلانے پر آمادہ کرتے رہو۔ تم خود تو کیا کھلاتے پلاتے، دوسروں کو بھی اس پر آمادہ نہیں کرتے! وَتَأْكُلُونَ ...... لَمًّا۔ یعنی دوسروں کے حقوق تلف و غصب کر لینے میں کیسے دلیر و بیباک ہو۔ وَتُحِبُّونَ ...... جَمًّا۔ مال کی نفس محبت تو ایک امر طبعی ہے۔ البتہ اس محبت میں غلو، جس سے دوسروں کی حق تلفی کی نوبت آجائے، سرتاسر ممنوع ہے۔ اور قرآن مجید میں بار بار گرفت اسی پر آئی ہے۔ ۶۲ یعنی اب شہود حقائق کے وقت سمجھ آئی بھی تو کیا، اس کا کچھ حاصل نہ ہوگا۔ کام کی بات تو جب تھی، جب اس دار الجزاء میں نہیں، اسی دار العمل میں سمجھ درست ہوگئی ہوتی! إِذَا ...... دَكًّا۔ یعنی زمین کی بلندیوں کو توڑ پھوڑ کر ساری سطح ایک کر دی جائیگی۔ وَجَاءَ رَبُّكَ۔ حق تعالیٰ کے تشریف لے آنے سے مُراد حشر میں کسی ایسی تجلّی کا ظہور ہے، جو اس وقت ناقابل فہم ہے — اور اسی لئے آیت کا شمار متشابہات میں ہے۔ ~~بعض اکابر سے یہ بھی نقل ہوا ہے کہ یہاں مضاف محذوف ہے اور تقدیر کلام یوں ہے۔ وَجَاءَ امرُ ربِّكَ یعنی حق تعالیٰ کے احکام یا فیصلوں کا ظہور ہونے لگے گا۔ قال الحسن جاء امرہ وقضاءہ وقال الکلبی ینزل حکمہ (معالم) اے جاء امر ربک بالمحاسبۃ والمجازاۃ (کبیر) قیل الکلام علی حذف المضاف للتھویل اے وجاء امر ربک وقضاءہ سبحانہ (روح)~~ وَجِيءَ يَوْمَئِذٍ بِجَهَنَّمَ۔ یعنی دوزخ میدان حشر میں کھینچ کر لے آئی جائے گی۔ الْإِنسَانُ۔ یہاں بھی انسان سے مُراد کافر انسان ہے۔

۱ یعنی گذرتی ہوئی رات کی ——— گویا یہ لفظ ٹھیک فجر کے مقابلہ میں ہے۔ وَلَيَالٍ عَشْرٍ۔ ذی الحجہ کی پہلی دس تاریخیں مُراد ہیں، جن کی بڑی فضیلتیں احادیث میں وارد ہوئی ہیں۔ وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ۔ اپنے عموم اطلاق کے لحاظ سے یہ دو لفظ حاوی ہیں دنیا کے ہر زوج اور ہر فرد پر۔ اور اس طرح کائنات کی ساری ہی اشیاء ان کے تحت میں آجاتی ہیں۔ وَالشَّفْعِ ذی الحجہ کی متبرک دسویں تاریخ مُراد لی گئی ہے۔ جسے یوم منیٰ بھی کہتے ہیں۔ معاً بعد حج منیٰ میں قیام اور باقی شعائرِ حج کی ادائی کی تاریخ ہوتی ہے۔ وَالْوَتْرِ۔ ذی الحجہ کی متبرک ترین نویں تاریخ مراد لی گئی ہے۔ جو عین یوم الحج اور عرفات میں حاضری کی تاریخ ہوتی ہے۔ ۲ یعنی اُوپر جو قسمیں مذکور ہوئیں، اُن میں سے ہر قسم اہل فہم کے لئے تاکید کلام ہی کا پہلو رکھتی ہے۔ هَلْ سوال استفہامی نہیں، تاکید مفہوم کے لئے ہے۔ ذٰلِكَ یعنی جو کچھ مذکور ہوچکا۔ اے فی ما ذکرت (معالم) ——— ذِي حِجْرٍ۔ صیغہ کی تنکیر سے مفہوم یہ نکلا کہ ہر شخص جس میں کچھ بھی فہم ہے وہ ایسی قسموں کو معظم سمجھے گا۔ ۳ (زور قوت، قدو قامت کے لحاظ سے) بِعَادٍ۔ قوم عاد پر حاشیہ سورۃ الاعراف (پ۸) میں گذر چکا۔ إِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ۔ قوم عاد سے مُراد عاد اولیٰ ہے اور ارم اسی کے شجرۂ نسب میں کوئی بڑا شخص ہوا ہے، جس کی جانب وہ قوم منسوب تھی۔ وهم ولد عاد بن ارم بن عوص بن سام بن نوح (ابن کثیر) سمیت لهم باسم جدهم (کشاف) هو اسم لجد عاد وكبير ارم تسمية لهم باسم جدهم (بحر) الَّتِي۔ یعنی وہ قوم یا قبیلہ۔ اے تلك القبيلة (معالم) المراد من الآية انما هو الاخبار عن القبيلة (ابن کثیر) إِرَمَ ..... الْبِلَادِ۔ بعض اہل تفسیر نے (اللہ انہیں معاف فرمائے) اِرَم کے معنی بہشت کے لے کر اور اسے کوئی شہر قرار دے کر بہشت شداد کے قصے عجائب کی تفصیلات کے ساتھ نقل کر دیئے ہیں۔ محققین کا فیصلہ ہے کہ یہ ساری حکایتیں سر تا سر لغو و موضوع ہیں۔ فان هٰذا كله من خرافات الاسرائيليين من وضع بعض زنادقتهم ليختبروا بذالك عقول الجهلة من الناس ان تصدقهم في جميع ذالك (ابن کثیر) وخبر شداد المذكور اخوه في الضعف بل لم تصح روايته كما ذكره الحافظ ابن حجر فهو موضوع كخبر ابن قلابة (روح) ۴ قوم ثمود جو اپنے زمانہ میں سنگ تراشی، تعمیر عمارات اور انجینیری میں ممتاز تھی، اس پر حاشیے سورۃ الاعراف (پ۸) میں گذر چکے۔ ۵ فرعون پر حاشیے بار بار گذر چکے۔ ذِي الْأَوْتَادِ۔ محاورۂ عرب میں اس سے مراد صاحبِ شوکت و حشمت ہونے سے ہوتی ہے۔ اے ذی الملك والرجال (کبیر) پھر بعض روایتوں میں یہ بھی آیا ہے کہ سزا و عذاب کا ایک طریقہ فرعون کے ہاں یہ بھی رائج تھا، کہ مجرم کو زمین پر لٹا کر اس کے ہاتھوں پیروں میں میخیں ٹھونک دی جاتی تھیں۔ ذی الاوتاد کے لفظ سے اس طرف بھی اشارہ ہوگیا۔ علت، کفر سب میں مشترک تھا، اسی طرح معلول، عذاب بھی سب میں مشترک رہا۔ ۶ ان تینوں قوموں کا تعلق مختلف ملکوں اور سرزمینوں سے تھا۔ تاریخی زمانے بھی اُن کے الگ الگ ہوئے ہیں۔ جو شئے ان سب میں مشترک تھی، وہ انکی توحید بیزاری اور آخرت فراموشی تھی۔ لازماً عذاب میں بھی تینوں شریک رہے۔

سُورَةُ الْفَجْرِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ ثَلٰثُونَ اٰيَةً

سورۃ الفجر مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی تیس آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ نہایت مہربان بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

وَالْفَجْرِ ۝۱ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ۝۲ وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ۝۳

قسم ہے فجر کی، اور دس (متبرک) راتوں کی، اور جفت کی اور طاق کی،

وَالَّيْلِ اِذَا يَسْرِ ۝۴ هَلْ فِيْ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِيْ

اور رات کی جب وہ چلنے لگے، ۱ یقیناً اس میں قسم ہے صاحب فہم

حِجْرٍ ۝۵ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ۝۶ اِرَمَ ذَاتِ

کے لئے ۲ کیا آپ کو خبر نہیں کہ آپ کے پروردگار نے کیا معاملہ قوم عاد کے ساتھ کیا، یعنی قوم ارم ستون جیسے

الْعِمَادِ ۝۷ الَّتِيْ لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ ۝۸ وَثَمُوْدَ

قد والی، جس کا مثل شہروں میں پیدا نہیں کیا گیا ۳ اور قوم ثمود کے ساتھ (کیا کیا)

الَّذِيْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ۝۹ وَفِرْعَوْنَ ذِي

جو وادیوں میں پتھروں کو تراشتے تھے ۴ اور فرعون میخوں والے کے ساتھ

الْاَوْتَادِ ۝۱۰ الَّذِيْنَ طَغَوْا فِي الْبِلَادِ ۝۱۱ فَاَكْثَرُوْا

(کیا کیا) ۵ جن (سب) نے شہروں میں سر اُٹھا رکھا تھا، اور اُن میں بہت

فِيْهَا الْفَسَادَ ۝۱۲ فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ ۝۱۳

ابتری پھیلا دی تھی، سو آپ کے پروردگار نے اُن پر عذاب کا کوڑا برسایا ۶

الْفَسَادَ۔ فساد عربی میں صلاح کی ضد ہے، اور فسق و معصیت کی ہر قسم کو شامل۔ الفساد ضد الصلاح فكما ان الصلاح يتناول جميع اقسام البر فالفساد يتناول جميع اقسام الاثم (کبیر) الفساد خروج الشئ عن الاعتدال قليلا كان الخروج عنه او كثيرا ويضاده الصلاح (راغب) صَبَّ سَوْطَ عَذَابٍ۔ عذاب کو 'تازیانہ' سے تعبیر فرمایا گیا ہے، اور اس کے نازل کرنے کو برسانے سے۔ ان استعاروں سے شدت عذاب کا اظہار ہے۔ قال اهل المعاني هذا على الاستعارة لان السوط استعارة عن غاية العذاب يجري ذالك لكل نوع من العذاب (معالم)

جَارِيَةٌ ⑫ فِيهَا سُرُرٌ مَّرْفُوعَةٌ ⑬ وَّأَكْوَابٌ
چشمے ہونگے ٥٣ اس میں اُونچے اُونچے تخت بھی (بچھے ہوئے) ہیں، اور آبخورے ہیں

مَّوْضُوعَةٌ ⑭ وَّنَمَارِقُ مَصْفُوفَةٌ ⑮ وَّزَرَابِيُّ
سامنے چنے ہوئے، اور گدے ہیں برابر سے لگے ہوئے، اور قالین ہیں

مَبْثُوثَةٌ ⑯ أَفَلَا يَنظُرُونَ إِلَى الْإِبِلِ كَيْفَ
(سب طرف) پھیلے ہوئے ٥٤ یہ لوگ کیا اُونٹ پر نظر نہیں کرتے کہ وہ کیسی (عجیب) طرح

خُلِقَتْ ⑰ وَإِلَى السَّمَاءِ كَيْفَ رُفِعَتْ ⑱ وَإِلَى
پیدا کیا گیا ہے، اور آسمان پر کہ کیسی (عجیب) طرح بلند کیا گیا ہے، اور

الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ ⑲ وَإِلَى الْأَرْضِ كَيْفَ
پہاڑوں پر کہ کیسی (عجیب) طرح کھڑے کئے گئے ہیں، اور زمین پر کہ کیسی (عجیب) طرح

سُطِحَتْ ⑳ فَذَكِّرْ إِنَّمَا أَنتَ مُذَكِّرٌ ㉑ لَّسْتَ
بچھائی گئی ہے؟ ٥٥ تو آپ نصیحت کر دیا کیجئے، آپ تو صرف نصیحت ہی کرنیوالے ہیں، آپ

عَلَيْهِم بِمُصَيْطِرٍ ㉒ إِلَّا مَن تَوَلَّىٰ وَكَفَرَ ㉓
اُن پر کچھ مسلط تو ہیں نہیں ٥٦ ہاں البتہ جو رُو گردانی کریگا اور کفر کرے گا،

فَيُعَذِّبُهُ اللَّهُ الْعَذَابَ الْأَكْبَرَ ㉔ إِنَّ إِلَيْنَا
تو اللہ اُس کو بڑی ہی سزا دے گا بیشک اُن کا آنا

إِيَابَهُمْ ㉕ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُم ㉖
ہمارے ہی پاس ہوگا، پھر ہمارا ہی کام اُن سے حساب لینا ہوگا ٥٧

وقف لازم

ع ١/٢٦ ١٣ النصف

٥٣ لا..... لَاغِيَةً۔ ماحول کے انتہائی خوشگوار و دلپذیر ہونے کا بیان ہے کہ اہل جنت کے کان میں بھنک تک کسی ایسی آواز کی نہ پڑیگی جو طبعی یا عقلی یا کسی اور حیثیت سے گراں گذرے۔ عَيْنٌ۔ صورۃً مفرد ہے معنیً جمع ہے یعنی اسم جنس۔ ٥٤ غرض یہ کہ مادی سامان راحت ہر قسم کا اور انتہائی ترتیب و سلیقہ کے ساتھ چُنا ہوا موجود ملیگا۔

٥٥ (اور وہ سب اس صنعت گری پر نظر کر کے قدرت الٰہی و صنعت الٰہی پر استدلال نہیں کرتے؟) الإبل، السماء، الجبال، الارض
ان چار چیزوں کی تخصیص و تصریح اس لئے کہ مخاطب اوّل عرب تھے، اور عرب کا سابقہ انہیں چاروں سے ہر وقت رہتا تھا صحرا میں پھرتے پھرتے رہنے تو ساتھ اونٹ ہوتے تھے، اور اطراف میں پہاڑ، اُوپر نظر اُٹھائی تو آسمان، نظر نیچی کی تو زمین ——— ان کے سامنے بحر اوقیانوس اور دریائے گنگا کا نام لینے کے کوئی معنی ہی نہ تھے۔ آیت میں ضمناً یہ بھی آگیا کہ نہ آسمان، نہ زمین، نہ پہاڑ، نہ جانور کوئی بھی شائبۂ معبودیت والوہیت اپنے اندر نہیں رکھتا۔ جیسا کہ مشرک قوموں نے سمجھ رکھا ہے، بلکہ یہ سب تمامتر مصنوع و مخلوق ہیں، اور خود وجود صانع عالم پر ایک دلیل۔
الْإِبِلِ۔ اُونٹ کا وجود راجپوتانہ، سندھ، بلوچستان، صوبہ سرحدی منگولیا، مشرقی ترکستان، ایشیائے کوچک، عراق، شام، فلسطین، مصر، طرابلس، مراقش وغیرہ افریقہ اور ایشیا کے اکثر علاقوں میں جیسی نعمت ہے، اور عرب کے سارے علاقوں میں جو غیر معمولی نعمت کی حیثیت رکھتا ہے، وہ ہر صاحب خبر پر روشن ہے۔ ٥٦ (اس لئے آپکو زیادہ فکر، تردّد و تعب میں پڑنے کی ضرورت نہیں) ٥٧ اِیاب اور حساب۔ مراجعت اور حساب کتاب اور جزا و سزا، سب کا تعلق صرف ذات باری سے ہے۔ نہ کوئی شافع مطلق ہے، نہ مختار کل ——— یہ ضرب مسیحی عقیدۂ شفاعت مطلق پر تو کھلی ہوئی ہے، اور ضمناً دوسرے اہلِ باطل پر بھی۔

صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى ﴿١٩﴾

(یعنی) ابراہیم اور موسیٰ کے صحیفوں میں ؎۱۱

ع ۱ ۱۹ ۱۲

سُوْرَةُ الْغَاشِيَةِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ سِتٌّ وَّعِشْرُوْنَ اٰيَةً

سورۃ الغاشیہ مکہ میں نازل ہوئی، اور اس کی چھبیس آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ نہایت مہربان، باربار رحم کرنے والے کے نام سے

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ ﴿١﴾ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ

آپ کو اُس محیط عام واقعہ کی بھی خبر پہنچی ہے؟ ؎۱ (بہت سے) چہرے اُس روز

خَاشِعَةٌ ﴿٢﴾ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ﴿٣﴾ تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً ﴿٤﴾

ذلیل ہونگے، مصیبت جھیلتے ہونگے، خستہ ہونگے، جلتی ہوئی آگ میں داخل ہونگے

تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ ﴿٥﴾ لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا

کھولتے ہوئے چشمے سے انہیں پانی پلایا جائیگا، انہیں کوئی کھانا نہ ملے گا، بجز

مِنْ ضَرِيْعٍ ﴿٦﴾ لَّا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِيْ مِنْ جُوْعٍ ﴿٧﴾

خاردار (درخت) کے، کہ نہ وہ فربہ کریگا، اور نہ بھوک ہی رفع کریگا ؎۲

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ ﴿٨﴾ لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ ﴿٩﴾ فِيْ

(بہت سے) چہرے اُس روز بارونق ہونگے، اپنے کام کی بدولت خوش ہونگے، بہشت

جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ﴿١٠﴾ لَّا تَسْمَعُ فِيْهَا لَاغِيَةً ﴿١١﴾ فِيْهَا عَيْنٌ

بریں میں ہونگے، اُس میں کوئی لغو بات نہ سنیں گے، اس میں بہتے ہوئے

؎۱۱ صحفِ موسیٰ سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل شدہ اصلی صحیفے ہیں یعنی یہ جزا و سزا اُخروی کا مضمون کچھ آج کا نو پیدا نہیں، حضرات انبیاء کے ذریعہ سے جو تعلیمات الٰہی دنیا کو پہنچی ہیں، یہ اُس کا جزو ہمیشہ رہا ہے۔ صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ۔ ابراہیمی نوشتے بھی آج اُسی طرح گم ہیں، جس طرح اور بہت سے انبیاء کے صحیفے ———— البتہ ۱۸۹۲ء میں، ام، آر جیمس نے یونانی زبان سے ایک قدیم "صحیفۂ ابراہیمی" کا ترجمہ کیمبرج سے شائع کیا تھا، اور پھر اور بھی یورپی زبانوں میں اُس کے ایڈیشن نکلے تھے۔ ملاحظہ ہو حاشیۂ تفسیر انگریزی۔ وَمُوْسٰى۔ صحف موسیٰؑ سے مراد وہی اصل صحیفے ہو سکتے ہیں جو خود حضرت موسیٰؑ پر نازل ہوئے تھے۔ موجودہ بائبل کے ابتدائی پانچ صحیفے انہیں صحف موسیٰؑ کی محرف یادگاریں ہیں۔

؎۱ سورۃ کی ابتدا سوالیہ جملہ سے خطبات عرب کے عین اسلوب بیان کے مطابق ہے اس طرزِ خطاب سے مقصود سامعین کے دل میں مزید اشتیاق و جستجو پیدا کرنا، نیز موضوع خطاب کی اہمیت جتلانا ہے۔ الْغَاشِيَةِ۔ قیامت کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ وہ دن صحیح معنیٰ میں غاشیہ ہی ہوگا کہ اس کا اثر تمام عالم کو محیط ہوگا، اور کوئی چیز بھی اُس سے باہر نہ رہیگی۔ ؎۲ (کہ یہی دو مقصد غذا کے ہو سکتے ہیں) لَيْسَ.... ضَرِيْعٍ۔ طعام کا حصر آیت میں حصر اضافی ہے۔ مقصود صرف ایسی غذاؤں کی نفی ہے، جو جزو بدن بن سکیں، کھانے کے لائق ہوں، معدہ و طبیعت کے لئے قابل قبول ہو کر بھوک کی تکلیف دفع کر سکیں۔ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ۔ لفظی معنیٰ ہیں "بڑے محنت اُٹھانے والے، بہت خستہ ہونے والے"۔ ابن عباسؓ صحابی سے اسکے معنی نساک اہل کتاب مروی ہیں یعنی اہل کتاب میں سے بڑی بڑی ریاضتیں کرنے والے۔ هٰؤلاء النساك من اليهود والنصارى كما اخرجه ابن ابي حاتم عن ابن عباس (روح) اور انہیں ابن عباسؓ صحابی سے متعلق صحیح بخاری میں یہ مذکور ہے کہ آپ ان الفاظ سے نصاریٰ مُراد لیتے ہیں۔ وقال البخاري قال ابن عباس عاملة ناصبة النصارى (ابن كثير) بعض نے وسعت دے کر کُل اہل باطل و اہلِ ضلال کے عابدوں اور مرتاضوں کو اس میں شامل کر لیا ہے۔ قال عطاء عن ابن عباس يعني الذين عملوا ونصبوا في الدنيا على غير دين الاسلام من عبدة الاوثان وكفار اهل الكتاب مثل الرهبان و غيرهم (ابن كثير) قيل هم اصحاب الصوامع من اليهود والنصارى وعبدة الاوثان والمجوس والمعنى انها خشعت لله وعملت ونصبت في اعمالها من الصوم الدائب والتهجد الواصب (كبير) ويدخل غيرهم مما شاكلهم من نساك اهل الضلال (روح) والاية في القسيسين و عباد الاوثان وكل مجتهد في كفره (بحر) اگر مزید توسع سے کام لیا جائے تو آجکل کے بڑے بڑے صناع اور انجینئر اور دوسرے ماہرین فن، جو دن رات کامل آخرت فراموشی کے ساتھ، اپنی اپنی صنعتوں، حرفتوں اور ہنرمندیوں میں منہمک و مستغرق رہتے ہیں، سب اسی وعید کے تحت میں آجاتے ہیں۔

وَالَّذِیْ قَدَّرَ فَهَدٰی ﴿٣﴾ وَالَّذِیْٓ اَخْرَجَ الْمَرْعٰی ﴿٤﴾
اور جس نے انداز دیا پھر راہ بتلائی ٢ھ اور جس نے چارہ (زمین سے) نکالا،
فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحْوٰی ﴿٥﴾ سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰٓی ﴿٦﴾
پھر اُسے سیاہ کوڑا کر دیا ٣ھ ہم آپ کو (قرآن) پڑھا دیا کرینگے پھر آپ (اُسے) نہ بھولینگے
اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ۭ اِنَّهٗ یَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا یَخْفٰی ﴿٧﴾
ہاں البتہ اللہ ہی جو کچھ (بھلا دینا) چاہے ٤ھ وہ ہر ظاہر اور ہر مخفی کو جانتا ہے ٥ھ
وَنُیَسِّرُكَ لِلْیُسْرٰی ﴿٨﴾ فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰی ﴿٩﴾
اور ہم اس آسان (شریعت) کیلئے آپ کو سہولت ٦ھ دیدینگے، سو آپ نصیحت کرتے رہئیے اگر نصیحت کرنا مفید ہوتا ہو ٧ھ
سَیَذَّكَّرُ مَنْ یَّخْشٰی ﴿١٠﴾ وَیَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَی ﴿١١﴾
نصیحت مانتا وہی ہے جو خشیت رکھتا ہے، اور اس سے گریز وہ کرتا ہے جو سخت بدنصیب ہے
الَّذِیْ یَصْلَی النَّارَ الْكُبْرٰی ﴿١٢﴾ ثُمَّ لَا یَمُوْتُ فِیْهَا
جو (آخر) بڑی آگ میں پڑے گا، پھر اُس میں نہ مر ہی جائیگا،
وَلَا یَحْیٰی ﴿١٣﴾ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰی ﴿١٤﴾ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ
نہ جئے گا ٨ھ بامُراد ہوا وہ جو پاک ہو گیا، اور اپنے پروردگار کا نام لیتا
فَصَلّٰی ﴿١٥﴾ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا ﴿١٦﴾ وَالْاٰخِرَةُ
اور نماز پڑھتا رہا ٩ھ اصل یہ ہے کہ تم مقدم دنیوی زندگی کو رکھتے ہو، حالانکہ آخرت
خَیْرٌ وَّاَبْقٰی ﴿١٧﴾ اِنَّ هٰذَا لَفِی الصُّحُفِ الْاُوْلٰی ﴿١٨﴾
بدرجہا بہتر اور پائیدار ہے ١٠ھ بیشک یہ (مضمون) اگلے صحیفوں میں ہی ہے

٢ھ (ہر جاندار کو اُس کے مناسب اعمال اور ضروری اشیاء کی طرف) یعنی ہر ایک کی طبیعت میں اُن مناسب حال چیزوں کا تقاضا پیدا کر دیا۔ اَلَّذِیْ قَدَّرَ۔ یعنی مناسب ماحول ہر جاندار کے لئے انداز سے دیا۔ ٣ھ پہلے مثالیں حیات حیوانی میں تصرفات کی بیان ہوئیں، اب حیات نباتی میں تصرفات کی بیان ہو رہی ہیں۔ وَالَّذِیْٓ اَخْرَجَ الْمَرْعٰی۔ یہ چارہ کی سبز، خوشنما حالت کی طرف اشارہ ہے۔ ٤ھ (اپنی کسی مصلحت سے، سو وہ اس پر بھی قادر ہے) بہر حال اس کلام کا یاد رکھنا ہو تو اور اُسکے کسی جزو کو بھلا دینا ہو تو ہمیشہ وہی قرین حکمت و مطابق مصلحت ہی ہو گا۔ سَنُقْرِئُكَ۔ اشارہ قرآن مجید کی جانب ہے، جو طریق طاعت بتلانے ہی کے لئے ہے۔ ٥ھ (اور اُس سے کسی چیز کی کوئی بھی مصلحت مخفی نہیں) چنانچہ کسی کلام کا محفوظ رکھنا ہی جب مصلحت ہوتا ہے، حق تعالیٰ اُسے محفوظ رکھتا ہے، اور جب اُسے بھلا دینا ہی مصلحت ہوتا ہے تو وہ اُسے بھلا بھی دیتا ہے۔ ٦ھ (اور اُس کے تحت میں سہولت حفظ، سہولت فہم، سہولت عمل، سہولت تبلیغ، ہر قسم کی سہولتیں آگئیں) ٧ھ (اور فی نفسہٖ تو وہ نصیحت مفید ہے ہی) فَذَكِّرْ۔ یعنی اسی تسبیح و تقدیس کی نصیحت کرتے رہئیے۔ حاصل کلام یہ کہ آپ اپنی بھی تکمیل کیجئے۔ اور دوسروں کو بھی اسکی تبلیغ کیجئے۔ چیز فی نفسہٖ بھی ضروری اور ہم خود آپ کے معاون۔ ٨ھ یعنی نہ اس معنیٰ میں مریگا کہ درد و اذیت کا احساس باطل ہو جائے، اور نہ جئے گا اس معنیٰ میں کہ راحت و لذت کسی قسم کی بھی محسوس کر سکے۔ ٩ھ یعنی عقائد و اعمال میں راہ طاعت پر قائم رہا۔ مَنْ تَزَكّٰی۔ یعنی جس نے اپنے کو قرآن اور رسولؐ کے ذریعہ سے، عقائد و اخلاق کی ساری خباثتوں سے پاک صاف کر لیا۔ قَدْ اَفْلَحَ۔ فلاح کا مفہوم دنیوی و اُخروی ساری کامیابیوں کا جامع ہے۔ مُرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ یہ دو مختصر آیتیں اہل طریق کے اعمال مقصودہ کی جامع ہیں۔ ١٠ھ یہاں اہل طغیان کی غفلت کا اصل راز بتا دیا۔ اور اُن سے کہدیا کہ تم جو ہدایت یاب نہیں ہوتے، تو اس کی اصل بنیاد یہ ہے کہ آخرت کی تمہارے اندر کوئی طلب ہی نہیں، تم سارے عظیم الشان نظام کائنات کو چھوڑے ہوئے اپنی سطحیت و حمق سے اُسکے صرف ایک اقل قلیل جزو یعنی اسی ناسوتی، مادی زندگی کو سب کچھ سمجھے ہوئے ہو!

دَافِقٍ ۙ﴿٦﴾ يَّخْرُجُ مِنْۢ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ ؕ﴿٧﴾
پیدا کیا گیا ہے، جو پشت اور پسلیوں کے درمیان سے نکلتا ہے
اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ ؕ﴿٨﴾ يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ ۙ﴿٩﴾
وہ (اللہ) اُس کے دوبارہ پیدا کرنے پر یقیناً قادر ہے[٢]، (سو) جس روز (سب) راز فاش ہو جائیں گے
فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ ؕ﴿١٠﴾ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ
تو انسان کو نہ خود قوت ہوگی اور نہ کوئی (اس کا) مددگار ہوگا[٣] قسم ہے بارش والے آسمان
الرَّجْعِ ۙ﴿١١﴾ وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ۙ﴿١٢﴾ اِنَّهٗ لَقَوْلٌ
کی، اور پھٹ جانے والی زمین کی کہ یہ (قرآن) ایک قول
فَصْلٌ ۙ﴿١٣﴾ وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ؕ﴿١٤﴾ اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا ۙ﴿١٥﴾
فیصل ہے[٤]، اور یہ کوئی لغو کلام نہیں[٥] یہ لوگ طرح طرح کی تدبیریں کر رہے ہیں،
١
ع ٧
١١
وَّاَكِيْدُ كَيْدًا ۚ﴿١٦﴾ فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ۧ﴿١٧﴾
اور میں بھی تدبیر کر رہا ہوں، سو آپ کافروں کو یوں ہی رہنے دیجئے، کچھ روز یوں ہی رہنے دیجئے[٦]

سُوْرَةُ الْاَعْلٰى مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ تِسْعَ عَشْرَةَ اٰيَةً

سورۂ اعلیٰ مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی اُنیس آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ نہایت مہربان باربار رحم کرنے والے کے نام سے

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ۙ﴿١﴾ الَّذِيْ خَلَقَ فَسَوّٰى ۙ﴿٢﴾
آپ تسبیح کیجئے اپنے عالیشان پروردگار کے نام کی، جس نے خلق کیا، پھر ٹھیک ٹھیک بنایا[١]

[٢] (اور اس کو مستبعد سمجھنا خود ایک تمامتر احمقانہ خیال ہے) فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ ..... دَافِقٍ۔ یعنی انسان اپنے آغاز و ابتدا پر غور کیا تو کرے۔ اس مراقبہ سے موت و معاد کی یاد تازہ ہوتی رہیگی۔ ع
بہ آغاز رو کن کہ پایاں ہمین است
رَجْعِهٖ۔ ضمیر انسان کی طرف ہے۔ [٣] یعنی نہ خود اس میں مدافعت کی قوت ہوگی، اور نہ باہر سے کوئی حمایتی ہاتھ آئے گا۔ يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ۔ یہ وقت وہ ہوگا جب انکشاف حقائق ہر قسم کا واقع ہو کر رہیگا۔ اور اخفا رکسی قسم کا کسی سے ممکن نہ ہوگا۔ [٤] قولِ فیصل حق اور باطل کے باب میں بھی، اور قول فیصل اپنے ثبوت اعجاز کے اعتبار سے بھی ـــــ تاکید اور زور کے موقع پر قسمیں کھانا اسلوب عرب میں عام تھا۔ ذَاتِ الصَّدْعِ۔ زمین جو بیج نکلتے وقت شق ہو جاتی ہے، اُس کی طرف اشارہ ہے ـــــ مفسّر تھانویؒ نے لکھا ہے کہ جس طرح بارش آسمان سے آتی ہے، اور عمدہ زمین کو فیضیاب کرتی ہے، اسیطرح قرآن مجید بھی آسمان ہی سے اُترا ہے، اور جس سینہ میں قبول کی قابلیت ہوگی، اسے مالا مال کر دیگا۔ [٥] (جیسا کہ یہ احمق فرض کر رہے ہیں) [٦] (اور نہ ان کی مخالفت سے گھبرائیے اور نہ اُن کے جلد ہی معذب ہونے کی کوشش کیجیے) اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا۔ یعنی یہ حق کی مخالفت میں ہر طرح کا زور لگا رہے اور ساری ہی چالیں چل رہے ہیں۔
وَاَكِيْدُ كَيْدًا۔ یعنی اُدھر سے خدائی تدبیریں اُن کے انتقام و عقوبت کی ہو رہی ہیں۔ كَيْد پر حاشیے پہلے گذر چکے ہیں۔ حق تعالیٰ کی جانب منسوب ہو کر جب یہ لفظ آتا ہے، تو مُراد ہوتی ہے معاندین کی چالوں کو اُلٹ دینے سے۔

[١] کمالات الٰہی میں سے یہاں دو الگ الگ کمالات کا ذکر ہے پہلا کمال عمل خلّاقی کا کہ ایک ایک معدوم کو موجود کر دیا۔ دوسرا کمال عمل صناعی کا کہ ہر شے کو اسکے ہر ہر جزو میں بالکل ٹھیک ٹھیک اور ہر طرح کے تناسب و موزونیت کے ساتھ بنایا۔ سَبِّحِ ..... الْاَعْلٰى۔ یہی وہ تسبیح ہے جو سجدۂ نماز کی حالت میں ساری اُمت کے لئے لازمی قرار دے دی گئی۔

ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيْدُ ﴿١٥﴾ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ﴿١٦﴾ هَلْ

عرش کا مالک ہے، عظمت والا ہے ۵۸ وہ جو چاہے سب کچھ کر گزرتا ہے ۵۹ ہاں کیا

اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْجُنُوْدِ ﴿١٧﴾ فِرْعَوْنَ وَ ثَمُوْدَ ﴿١٨﴾ بَلِ

آپ کو اُن لشکریوں کا بھی قصہ پہنچا ہے (یعنی) فرعون اور ثمود کا ۱۰ اصل یہ ہے کہ

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ تَكْذِيْبٍ ﴿١٩﴾ وَّ اللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ

کافر تکذیب میں لگے ہوئے ہیں، اور اللہ اُنہیں اِدھر اُدھر سے

مُّحِيْطٌ ﴿٢٠﴾ بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ ﴿٢١﴾ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ﴿٢٢﴾

گھیرے ہوئے ہے ۱۱، اصل یہ ہے کہ یہ بزرگی والا قرآن ہے، لوح محفوظ میں لکھا ہوا ۱۲

ع ١ ٢٢ ١٠

سُوْرَةُ الطَّارِقِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ سَبْعَ عَشْرَةَ اٰيَةً

سورۃ الطارق مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی سترہ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ نہایت مہربان بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ﴿١﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الطَّارِقُ ﴿٢﴾

قسم ہے آسمان اور رات کو نمودار ہونیوالی (چیز) کی، اور آپ کو کیا خبر کہ رات کو نمودار ہونیوالی چیز کیا ہے؟

النَّجْمُ الثَّاقِبُ ﴿٣﴾ اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ﴿٤﴾

وہ روشن ستارہ ہے، کوئی جان ایسی نہیں کہ اُس پر ایک یاد رکھنے والا (فرشتہ) مقرر نہ ہو ۱

فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ﴿٥﴾ خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ

سو انسان کو دیکھنا چاہیئے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے، وہ ایک اُچھلتے پانی سے

۵۸ ان تمام صفات کا اثبات کسی نہ کسی عقیدۂ شرکیہ کی تردید و ابطال کے لئے ہے۔ ذُو الْعَرْشِ۔ یعنی عرش جیسی بزرگ ترین مخلوقات کا خالق و مالک۔ ~~ا ے صاحبه والمراد مالكه او خالقه هما اعظم المخلوقات روح~~ الْمَجِيْدِ۔ کی ایک قرأت کسرۂ دال کے ساتھ بھی ہے۔ ذوالعرش المجید اس صورت میں مجید صفت عرش کی ہوگی۔ اور معنی ہونگے کہ وہ مالک ہے عرش بزرگ کا ~~بالجر صفة للعرش ومجد العرش علوه وعظمه (مدارک)~~ ۵۹ (کوئی اس کا ہاتھ پکڑ لینے والا کوئی اسکے ارادہ میں دخل دینے والا موجود نہیں۔ اسکی قدرت لامحدود، اسکی طاقت لامتناہی ہے، سارے قانون اس کے پابند ہیں، وہ خود کسی قانون سے مقید نہیں — یہ اُن مذاہب جاہلی کی تردید میں ہے جنہوں نے حق تعالیٰ کی قدرت مطلق و کامل کو بھی کسی نہ کسی قانون کا مطیع قرار دے رکھا ہے۔ مثلاً قانون مکافات عمل یا "کرم" کا۔ ۱۰ (کہ انہوں نے کس کس طرح کفر کیا، اور پھر کس طرح کیفر کردار کو پہنچے) فِرْعَوْن اور ثَمُوْد دونوں پر حاشیے پہلے گذر چکے ہیں۔ قوم فرعون اور قوم ثمود دونوں مثالیں انتہائی پُرقوت قوموں کی ہیں۔ ۱۱ (کہ وہ اُس کے قبضۂ قدرت و پنجۂ عقوبت سے کسی طرح بچ کر نہیں جا سکتے) بَلْ ..... تَكْذِيْبٍ۔ یہ کفار ناہنجار، بجائے اس کے کہ ان واقعات و حکایات پر غور کرتے، اور ان سے سبق لیتے، اُلٹے اُن کی تردید و تکذیب ہی میں لگے ہوئے ہیں۔
۱۲ (جس میں کسی طرح کے تغیر و تبدل کا امکان نہیں، اور وہاں سے وہ نہایت حفاظت کے ساتھ صاحب وحی کے پاس پہنچ جاتا ہے)
۱ (اور اعمال پر محاسبہ یقینی ہے) مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ جیسے آسمان پر ستارے موجود تو ہر وقت ہیں مگر اُن کا ظہور شب ہی میں ہوتا ہے، اسی طرح اعمال سب کے سب نامۂ اعمال میں محفوظ اس وقت بھی ہیں، مگر اس کا ظہور قیامت میں ہوگا۔ (تھانوی)

مَا يَفْعَلُونَ بِالْمُؤْمِنِينَ شُهُودٌ ۷ وَمَا نَقَمُوا
کرتوت کو دیکھ رہے تھے جو وہ ایمان والوں کے ساتھ کر رہے تھے ۵۳ اور انہوں نے
مِنْهُمْ إِلَّا أَنْ يُؤْمِنُوا بِاللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ ۸
ان (ایمان والوں) میں اور کیا عیب پایا تھا بجز اسکے کہ وہ اللہ پر ایمان لائے تھے جو زبردست ہے سزاوار حمد ہے
الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَاللَّهُ عَلَىٰ
اُسی کی سلطنت ہے آسمانوں اور زمین کی. اور اللہ
كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۹ إِنَّ الَّذِينَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِينَ
ہر چیز سے خوب واقف ہے ۵۴ بیشک جن لوگوں نے ایمان والوں
وَالْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوبُوا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ
اور ایمان والیوں کو ستایا اور پھر توبہ نہیں کی تو اُن کے لئے جہنم کا عذاب ہے
وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيقِ ۱۰ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا
اور اُن کے لئے جلنے کا عذاب ہے ۵۵ بیشک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے
الصَّالِحَاتِ لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ
نیک عمل بھی کئے، اُن کے لئے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی،
ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيرُ ۱۱ إِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيدٌ ۱۲
اور یہی بڑی کامیابی ہے ۵۶ بیشک آپ کے پروردگار کی دارو گیر بڑی سخت ہے
إِنَّهُ هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيدُ ۱۳ وَهُوَ الْغَفُورُ الْوَدُودُ
وہ وہی تو ہے جو اول بار پیدا کرتا ہے اور وہی دوبارہ پیدا کریگا، اور وہی بڑا بخشنے والا، بڑا محبت کرنیوالا ہے،

۵۳ آیت میں ایک خاص واقعہ کی تلمیح ہے۔ ۵۲۳ء میں یمن کا بادشاہ ایک ظالم یہودی ذونواس نامی حمیری خاندان کا تھا۔ مذہب حق اُس وقت نصرانیت تھا۔ حضرت مسیحؑ کی صحیح تعلیمات کے مطابق نصرانیوں پر اُس نے شدید ظلم توڑنے شروع کئے یہاں تک کہ آگ کی ایک بڑی بھٹی بنا کر اُس میں انہیں جھونکا۔ اور ہزارہا کی تعداد میں انہیں بھون ڈالا۔ روم کے تخت پر اُس وقت شہنشاہ جسٹینن فرمانروائی کر رہا تھا۔ اُس کی تحریک اور ایما سے حبشہ کے مسیحی بادشاہ (نجاشی) نے یمن پر حملہ کر کے بالآخر اس پر اپنا قبضہ کر لیا۔ تاریخی حیثیت سے یہ خود تو اسکی تعدی خاص اہمیت رکھتی ہے، اور قرآن کی اس تلمیح میں خود اسکی اہمیت کی تصدیق موجود ہے۔ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ۔ وہی آتشیں خندق بنا کر اس میں مومنین کو جھونکنے والے ظالم ہیں۔ ۵۴ (اور اس لئے ظالموں کا ظلم و ستم اور مظلوموں کی مظلومیت و بیکسی دونوں اُس پر خوب روشن ہیں) وَمَا ... الْحَمِيْدِ۔ یہ اسکی تصریح ہے کہ یہ جنگ کوئی ملکی یا سیاسی آویزش نہ تھی۔ خالص مذہبی و اعتقادی بنیاد پر زیر دستوں پر ظلم ہو رہے تھے۔ الَّذِيْ ... شَهِيْدٌ۔ یہ اس کی تصریح ہے، کہ خدائے اسلام، جاہلی مذہبوں یا مشرک فلسفیوں کے خدا کی طرح کوئی ناقص یا محدود علم یا محدود قدرت رکھنے والا خدا نہیں۔ اُس کی قدرت، اُس کا علم، اس کے جملہ صفات کامل و لامحدود ہیں ——— ملاحظہ ہو حاشیہ تفسیر انگریزی۔ قرآن مجید کے اسلوب بیان کی یہ ایک نمایاں خصوصیت ہے کہ بیان واقعات اور ذکر حکایات کے ضمن میں بھی مسائل کی توضیح اور عقائد کی تصحیح کرتا جاتا ہے، چنانچہ اسی کی ایک نظیر یہ آیت بھی ہے۔ ۵۵ عذاب جہنم عام ہے جہنم میں عذاب طرح طرح کے ہونگے۔ جلنے کا عذاب شدید ترین ہے، اُسے تخصیص کے ساتھ بیان کیا۔ اِنَّ الَّذِيْنَ فَتَنُوْا۔ فتنہ یہاں عذاب کے معنی میں ہے۔ (معنی حرقوهم بالنار۔ بالتعذیب احرقوهم۔ کشاف) ۵۶ جنت اور جنت کی نعمتوں کو حقیر سمجھنے والے خواہ وہ قدیم صوفیۂ غیر محققین ہوں، یا جدید قسم کے "روشن خیال"۔ بہر حال اگر ان کو ایمان قرآن پر ہے تو دیکھیں کہ قرآن مجید جنت اور نعمائے جنت کا ذکر کیسے کیسے شوق و رغبت دلانے والے الفاظ میں کرتا رہتا ہے۔ اور کس طرح جنت ہی کو انسانی کوشش کا منتہائے مقصود بتلاتا ہے۔ حقیقی کامیابی صرف اُخروی کامیابی ہے۔ اس کے مقابلہ میں دنیا کی ہر "علمی تحقیق" ہر "سیاسی ترقی" ہر "ملکی فتحمندی" ہیچ اور بے مایہ۔ جو اہل ایمان آج بھی ظلم و ستم کے ہدف ہیں۔ اُن کے لئے بھی آیت سرمایۂ تسکین و تشفی ہے۔ دنیوی تکلیفوں کی پروا بھی بہت زیادہ ہی کیوں کی جائے، پائیدار و حقیقی کامیابی اہل ایمان کا حصہ ہے۔ ۵۷ خلق و بعث سب اُسی کے ہاتھ میں ہے۔ کوئی دوسرا اس کا شریک نہیں ——— وہی سب کا پیدا کرنے والا بھی ہے، وہی سب کا جلانے اُٹھانے والا بھی۔ وہی کڑی گرفت کرنے والا بھی۔

فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَ اِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنُ
سو انہیں کیا ہوا کہ ایمان نہیں لاتے اور جب اُن کے سامنے قرآن پڑھا جاتا ہے
لَا يَسْجُدُوْنَ ﴿۲۱﴾ ۩ السجدۃ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُكَذِّبُوْنَ ﴿۲۲﴾ وَ اللّٰهُ
تو جھکتے نہیں ۞ بلکہ یہ کافر اُلٹی تکذیب کرتے ہیں اور اللہ کو
اَعْلَمُ بِمَا يُوْعُوْنَ ﴿۲۳﴾ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۲۴﴾ اِلَّا
خوب معلوم ہے جو کچھ یہ لوگ جمع کر رہے ہیں، سو آپ انہیں ایک عذاب دردناک کی خبر دیدیجئے۔ البتہ
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ﴿۲۵﴾
جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے عمل کئے انکے لئے تو ایسا اجر ہے جو کبھی موقوف ہونے والا نہیں ۞

السجدۃ ۱۳ ع ۱ ۲۵ ۹

سُوْرَةُ الْبُرُوْجِ مَكِّيَّةٌ وَّ هِيَ اثْنَتَانِ وَ عِشْرُوْنَ اٰيَةً

سورۂ بروج مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی بائیس آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ نہایت مہربان باربار رحم کرنے والے کے نام سے

وَ السَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ﴿۱﴾ وَ الْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ﴿۲﴾ وَ
قسم ہے برجوں والے آسمان کی اور وعدہ کئے ہوئے دن کی ۞ اور
شَاهِدٍ وَّ مَشْهُوْدٍ ﴿۳﴾ قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ ﴿۴﴾ النَّارِ
حاضر ہونیوالے (دن) کی اور جس میں حاضری ہو ۞ غارت ہوئے خندق والے . ایندھن کی
ذَاتِ الْوَقُوْدِ ﴿۵﴾ اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ ﴿۶﴾ وَّ هُمْ عَلٰى
آگ والے جس وقت وہ لوگ اُس (آگ) کے پاس بیٹھے ہوئے تھے. اور اپنے اس

۲۰ (اللہ کے آگے کمال شقاوت سے) لَا يَسْجُدُوْنَ۔ سجدہ۔ یہاں اصطلاحی معنیٰ میں نہیں، انقیاد وکمال تعظیم کے لغوی معنی میں ہے۔
فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ۔ اپنی بصیرت پر ایسے غفلت کے پردے انہوں نے ڈال رکھے ہیں کہ مشاہداتِ فطرت سے ذرا سبق ایمان کا نہیں لیتے۔
وَاِذَا ... يَسْجُدُوْنَ۔ اور اس سے بھی بڑھ کر کمال شقاوت یہ ہے کہ قرآن جو ان غفلت کے پردوں کو اُٹھاتا جاتا ہے، اور اسی لئے ہے، اس سے بھی ہدایت کا اثر نہیں قبول کرتے۔ فقہاء نے آیت سے سجدۂ تلاوت کا وجوب نکالا ہے۔ ~~يستدل به على وجوب سجدة التلاوة لله تبارك السجود عند سماع التلاوة (جصاص)~~

۲۱ اور یہی معنیٰ ہیں جنت اور اہل جنت کے دوام وخلود کے۔ بِمَا يُوْعُوْنَ۔ یعنی اعمال کفریہ کا ذخیرہ حق سے دشمنی، رسول حق سے بغض وعناد، وغیرہا۔ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ۔ ان کافروں کی سعیٔ ناحق بھی رائیگاں نہ جائیگی۔ ایک ایک چیز کا بدلہ مل کر رہیگا۔

۱ یعنی قیامت کے دن کی۔ الْبُرُوْجِ۔ بروج۔ سے مُراد ستارے ہیں جن کی منزلیں مقرر رہتی ہیں۔ ~~الواحد برج وسمى بروج النجوم لمنازلها المختصة بها (را) وقال مجاهد والحسن وعكرمة وقتادة هو النجوم (رح)~~

۲ حدیث صحیح میں آیا ہے کہ شاھد یوم جمعہ ہے، یہ شاید اس لئے کہ ہر ہفتہ یہ مسلمانوں پر آتا رہتا ہے، اور مسلمان اس کے لئے کہیں باہر نکل کر نہیں جاتے۔ اور مشھود یوم عرفات ہے کہ اُس روز دنیا کے مسلمان اپنے اپنے مقام سے سفر کرکے وہاں جمع ہوتے ہیں۔ ~~اخرج الترمذي وجماعة عن ابي هريرة مرفوعا الشاهد يوم الجمعة والمشهود يوم عرفة وروى ذلك عن ابي مالك الاشعري وجبير بن مطعم مرفوعا ايضا واخرج جماعة عن علي وغيره عن الصحابة والتابعين (روح)~~
شَاهِدٍ۔ مَشْهُوْدٍ دونوں کا صیغۂ نکرہ میں ہونا اُن کے اظہارِ تعظیم کے لئے ہے، ~~تنكير الوصفين للتعظيم~~ (رح) بعض محققین نے یہ بھی کہا ہے کہ شاھد ومشھود دونوں کا مفہوم عموم کامل رکھتا ہے۔ ہر حاضر ہونے والا، ہر دیکھنے والا شاہد ہے اور جو دکھلایا جائے اور جو حاضر کیا جائے، مشہود ہے۔

وَأَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ﴿٥﴾ يَا أَيُّهَا الْإِنسَانُ إِنَّكَ
اور اپنے پروردگار کا حکم سُن لے، اور وہ اسی لائق ہے ۵۳ اے انسان تو
كَادِحٌ إِلَىٰ رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلَاقِيهِ ﴿٦﴾ فَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ
کام میں مختار ہتا ہے اپنے پروردگار کے پاس پہنچنے تک پھر اُس سے جاملیگا ۵۴ تو جس کسی کا نامۂ عمل
كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ ﴿٧﴾ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَسِيرًا ﴿٨﴾
اُسکے داہنے ہاتھ میں ملیگا، سو اُس سے آسان حساب لیا جائے گا
وَيَنقَلِبُ إِلَىٰ أَهْلِهِ مَسْرُورًا ﴿٩﴾ وَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ
اور وہ اپنے والوں کے پاس خوش خوش لوٹ کر آئیگا ۵۵ اور جس کسی کا نامۂ عمل
كِتَابَهُ وَرَاءَ ظَهْرِهِ ﴿١٠﴾ فَسَوْفَ يَدْعُو ثُبُورًا ﴿١١﴾ وَ
اُسکی پیٹھ کے پیچھے سے ملے گا سو وہ موت کو پکاریگا ۵۶ اور
يَصْلَىٰ سَعِيرًا ﴿١٢﴾ إِنَّهُ كَانَ فِي أَهْلِهِ مَسْرُورًا ﴿١٣﴾
جہنم میں پڑیگا وہ اپنے والوں میں خوش خوش رہا کرتا تھا
إِنَّهُ ظَنَّ أَن لَّن يَحُورَ ﴿١٤﴾ بَلَىٰ إِنَّ رَبَّهُ كَانَ بِهِ
اُس نے خیال کر رکھا تھا کہ اُسے لوٹنا نہیں ہے، ضرور ہے، اُس کا پروردگار اُسے خوب
بَصِيرًا ﴿١٥﴾ فَلَا أُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ﴿١٦﴾ وَاللَّيْلِ وَمَا وَسَقَ ﴿١٧﴾
دیکھتا رہتا تھا ۵۷ میں قسم کھاتا ہوں شفق کی، اور رات کی اور اُن چیزوں کی جنہیں وہ سمیٹ لیتی ہے،
وَالْقَمَرِ إِذَا اتَّسَقَ ﴿١٨﴾ لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَن طَبَقٍ ﴿١٩﴾
اور چاند کی جب وہ پورا ہو جائے ۵۸ کہ تم کو ضرور ایک حالت کے بعد دوسری حالت پر پہنچنا ہے ۵۹

معانقۃ ۱

۵۳ مَا فِيهَا کے عموم میں ہر وہ چیز داخل ہے جو بطن زمین کے اندر ہے، مُردوں کے جسم، خزانے وغیرہا۔ اَذِنَتْ ۔ حُقَّتْ ۔ دونوں پر حاشیے ابھی گذر چکے ۔ فرق صرف یہ ہے کہ وہاں ان کا تعلق آسمان سے تھا، اس آیت میں زمین سے ہے ——— مقصود دونوں جگہ یہ ہے کہ جس حاکم علی الاطلاق کی اطاعت سے آسمان و زمین تک کو مفر نہیں، انسان اس کے احکام تشریعی سے انکار کی جرأت کر رہا ہے! ۵۴ مطلب یہ ہوا کہ ہر انسان مرتے دم تک کسی نہ کسی شغل میں، اچھا ہو یا بُرا، بہرحال لگا ہی رہتا ہے۔ كَادِحٌ ۔ كَدْحًا ۔ کدح کے معنی سعیٔ و جہد کے ہیں ۔ ~~الکدح سعی الانسان وجہدہ فی الامر~~ (مسلم) جب مشقت و تعب انسان کے لئے زندگی میں بہر صورت ناگزیر ہے، جب تو یہ بات اور زیادہ دیکھ لینے کی ہے کہ انسان خیر یا شر کس قسم کا کسب اعمال کر رہا ہے۔ يَا أَيُّهَا الْإِنسَانُ ۔ خطاب جنس انسانی سے ہے۔ ۵۵ (کہ میں تو خوب سستا چھوٹ آیا) حِسَابًا يَسِيرًا ۔ حساب کی آسانی کی ایک شکل یہ بھی ہے کہ سرے سے کوئی باز پرس ہی نہ ہو اور محض ضابطہ کی پیشی ہو کر رہ جائے۔ ۵۶ (جیسا کہ دنیا میں بھی انسان انتہائی مصیبت کے وقت پکارتا ہے) وَأَمَّا ..... ظَهْرِهِ ۔ ذکر کفار اہل جہنم کا ہو رہا ہے ۔ انہیں نامۂ اعمال پُشت کی طرف سے بائیں ہاتھ میں دیا جائیگا۔ ۵۷ (اس کے اقوال، احوال، اعمال سب کو) اور اُس وقت جو اُسے فی الفور سزا نہیں ملی، تو اس لئے کہ حکمت الٰہی، اور مشیت مطلق جزا کا ایک وقت خاص مقرر کر چکی تھی۔ إِنَّهُ ..... مَسْرُورًا ۔ یہ دنیا میں اس طرح مگن اور سرمست تھا کہ آخرت کی طرف سے بالکل بے پروا و غافل ہی ہو گیا تھا۔ ۵۸ یعنی بدر کامل بن جائے۔ فَلَا أُقْسِمُ ۔ جن چیزوں کی قسمیں آگے آ رہی ہیں، یہ سب زبان حال سے گواہی دے رہی ہیں وقوع آخرت پر ——— اقسام قرآنی کے لئے ملاحظہ ہو سورۃ النجم (پ ۲۷) کا ضمیمہ۔ بِالشَّفَقِ ۔ جس طرح شفق سے رات کا آغاز ہوتا ہے، موت سے عالم آخرت کی ابتدا ہوتی ہے۔ وَاللَّيْلِ ۔ جس طرح دن کے بعد رات میں ایک نئی حیات نومی کا تجربہ ہوتا ہے، حیات ناسوتی کے بعد ایک نئی حیات برزخی ملتی ہے۔ وَمَا وَسَقَ ۔ اس کے عموم میں وہ سارے جاندار بھی آجاتے ہیں، جو رات کو آرام لینے کے لئے اپنے اپنے ٹھکانے پہنچ جاتے ہیں۔ وَالْقَمَرِ إِذَا اتَّسَقَ ۔ چاند کہاں تو غائب ہوتا ہے، اور کہاں پھر بدر کامل بن کر نمودار ہوتا ہے۔ فنائے عالم کے بعد اسی طرح ایک کامل حیات اُخروی نصیب میں آئے گی۔ ۵۹ (اور ایک حالت پر قائم و دائم رہنا ہرگز نہیں ہے) عَنْ طَبَقٍ ۔ ~~عن یہاں بعد کے معنی میں ہے۔ عالم بعد حال (معالم عن ابن عباس) ومن للمجاوزۃ وقال غیر واحد ہی بمعنی بعد والمجاورۃ والبعدیۃ~~ متقاربان (روح) آیت میں یہ بتایا ہے کہ انسان ایسی مخلوق نہیں، جسے شروع سے آخر تک ایک حالت پر جامد رکھا جائے۔ سارا نظام عالم گواہ ہے کہ انسان ایک ترقی پذیر مخلوق بنایا گیا ہے۔ ابھی زندہ تھا ابھی مُردہ ہو جائیگا ۔ ابھی مردہ ہے پھر زندہ کر دیا جائیگا۔ صحیح بخاری کی ایک روایت میں حضرت ابن عباسؓ سے یہ آیا ہے کہ یہ خطاب رسول اللہ صلعم کی اُمت کے لئے مخصوص ہے۔ یہ مان لینے کے بعد آیت سے مُراد مراتب قُرب میں ترقی ہوگی۔ مُرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ یہی شان وارثِ رسول عارف کی مراتب و احوال میں ہوتی ہے۔

بِهِمْ يَتَغَامَزُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَاِذَا انْقَلَبُوْۤا اِلٰۤى اَهْلِهِمُ

تو آپس میں آنکھوں سے اشارہ کرتے جاتے تھے، اور جب اپنے گھروں کو جاتے تھے

انْقَلَبُوْا فَكِهِيْنَ ﴿۳۱﴾ وَاِذَا رَاَوْهُمْ قَالُوْۤا اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ

تو دل لگیاں کرتے ہوئے ۱۳ اور جب انہیں دیکھتے تو کہا کرتے تھے کہ یہ لوگ کیسے

لَضَآلُّوْنَ ﴿۳۲﴾ وَمَآ اُرْسِلُوْا عَلَيْهِمْ حٰفِظِيْنَ ﴿۳۳﴾ فَالْيَوْمَ

بھٹکے ہوئے ہیں ۱۴ حالانکہ یہ اُن پر نگراں کرکے نہیں بھیجے گئے ۱۵ سو آج

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُوْنَ ﴿۳۴﴾ عَلَى الْاَرَآئِكِ

ایمان والے کافروں پر ہنستے ہوں گے۔ مسہریوں پر بیٹھے

يَنْظُرُوْنَ ﴿۳۵﴾ هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿۳۶﴾

دیکھ رہے ہونگے ۱۶ واقعی کافروں کو اُن کے کرتوتوں کا بدلہ خوب مل کر رہا ۱۷

ع ۱ — ۶ — ۸

سُوْرَةُ الْاِنْشِقَاقِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ خَمْسٌ وَّعِشْرُوْنَ اٰيَةً

سورۂ انشقاق مکہ میں نازل ہوئی اور اسکی پچیس ۲۵ آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ نہایت مہربان بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ﴿۱﴾ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ﴿۲﴾

جب آسمان پھٹ جائے اور اپنے پروردگار کا حکم سُن لے ۱ اور وہ اسی لائق ہے

وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ ﴿۳﴾ وَاَلْقَتْ مَا فِيْهَا وَتَخَلَّتْ ﴿۴﴾

اور جب زمین (کھینچ کر بڑھا) دی جائے ۲ اور اپنے اندر کی چیزوں کو نکال پھینکے اور خالی ہو جائے،

۱۳ یہ سب ذکر اسی دنیا کا ہو رہا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ اس دنیا میں سامنے اور پیچھے ہر طرح ہر وقت اہل ایمان کی تحقیر و استہزاء کا مشغلہ جو لوگ جاری رکھتے تھے۔ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا۔ یعنی منکرین و مکذبین —— جرم آیت میں قرآن کی متعدد دوسری آیتوں کی طرح، ایمان کے مقابلہ میں ہے۔ ~~المراد من قوله ان الذين اجرموا اكابر المشركين كما مر انفا كما لا يخفى~~ الْمُقَرَّبُوْنَ۔ یہ جنت کے افضل ترین مرتبہ والے ہیں، جن کا ذکر سورۃ الواقعہ (پ ۲۷) میں آچکا ہے۔ بعض محققین نے مراد یہ لی ہے کہ جنت میں مقربین تو مشاہدۂ ذات کی لذت میں مستغرق رہینگے، اور اصحٰب الیمین یا ابرار مشاہدۂ ذات میں بھی رہینگے اور مشاہدۂ مخلوقات میں بھی۔ ~~فالمقربون لا يشربون الا من التسليم لانهم لا يشتغلون الا بمطالعة وجه الكريم واصحاب اليمين يكون شرابهم ممزوجا فتارة يكون نظرهم اليه و تارة الى مخلوقاته (كبير)~~ —— ۱۴ (اور ایسے احمق جو آج کی دم نقد لذتوں کو "کل" کے خیالی وعدوں کے پیچھے چھوڑے ہوئے ہیں!) اسی زمانہ کے نہیں، آج بیسویں صدی کے بھی ابوجہل اور ولید بن مغیرہ اور عاص بن وائل مسلمانوں کو "رجعت پسند" اور "دقیانوسی" اور "تاریک خیال" کے خطابات دے دے کر اپنے دل کا بخار نکال رہے ہیں۔ بعض شاعروں نے اپنی حماقت سے جنت اور اہل جنت پر چوٹیں کی ہیں، آیت کے مضمون سے انہیں بھی ڈرنا چاہیئے۔ ۱۵ (انہیں اہل ایمان پر طنز و مضحکہ کا حق ہی کیا تھا) اس میں ان لوگوں کی مزید حماقت کی طرف اشارہ ہے کہ اپنے انجام کی طرف سے تو غافل ہیں، اور اہل ایمان کی فکر میں خواہ مخواہ پڑ گئے ہیں۔ ۱۶ (جہنم میں منکروں اور کافروں کا حال زار) الیوم یعنی آخرت میں، جنت سے۔ فَالْيَوْمَ.. يَضْحَكُوْنَ۔ ہنستے اس پر ہونگے کہ یہ لوگ کس درجہ احمق تھے کہ اتنی واقعہ شہادتوں کے باوجود بھی آخرت کی طرف متوجہ نہ ہوئے اور بدستور دنیا پرستی اور مادیت ہی میں غرق رہے۔ ۱۷ (یہاں تک کہ مومنین سے کافروں کا مضحکہ و طنز بھی بغیر انتقام نہ رہا) هَلْ یہاں سوالیہ نہیں مؤکدہ ہے، قد کے معنی میں، جیسا کہ سورۃ الدہر کے بھی بالکل شروع میں آچکا ہے۔

۱ (اور مان لے) یہ واقعات قیامت کے نفخۂ ثانی کے وقت کے بیان ہو رہے ہیں۔ اَذِنَتْ لِرَبِّهَا۔ اذن یا حکم سے مُراد پھٹ جانے کا حکم تکوینی ہے۔ انشقت۔ انفطار۔ اور انشقاق اور اسی قسم کے دوسرے الفاظ سے قدیم اہل تفسیر نے یہ نکالا ہے کہ اجرام علوی میں خرق والتیام کی قابلیت موجود ہے۔ اور عجب نہیں کہ مزید تحقیقات کے بعد ماہرین فلکیات کو بھی اسی کی تصدیق کرنا پڑے۔ ۲ (جیسے آج بھی ربڑ کھینچ کر بڑھا دی جاتی ہے) وَحُقَّتْ۔ یعنی آسمان محکوم و مسخر قدرت ہونے کے باعث ہے ہی ایسا کہ جس امر کی مشیت اُس کے متعلق ہو، اس کا وقوع ضرور ہو کر رہے۔ جاہلی فلاسفۂ یونان و مصر وغیرہ نے آسمان کو مستقل صاحب ارادہ و تصرف ہستی، اور خدا تعالیٰ کی محکومیت سے آزاد و خود مختار سمجھا ہے۔ آیت ان خرافات کی بھی تردید کر رہی ہے۔

يُقَالُ هٰذَا الَّذِىْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ۝١٧ كَلَّآ
کہا جائے گا کہ یہی وہ ہے جسے تم جھٹلایا کرتے تھے ہرگز ایسا نہیں
اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِىْ عِلِّيِّيْنَ ۝١٨ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا
بیشک نیکوکاروں کا نامۂ اعمال علیین میں ہوگا اور آپ کو کیا معلوم کہ علیین کیا ہے
عِلِّيُّوْنَ ۝١٩ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ۝٢٠ يَّشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ ۝٢١
لکھی ہوئی کتاب ہے نشان کیا ہوا جس کو مقرب فرشتے دیکھتے ہیں ۷
اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِىْ نَعِيْمٍ ۝٢٢ عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ ۝٢٣
بیشک نیک لوگ بڑی راحت میں ہونگے مسہریوں پر بیٹھے دیکھ رہے ہونگے ۸
تَعْرِفُ فِىْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيْمِ ۝٢٤ يُسْقَوْنَ
تو اُن کے چہروں میں راحت کی بشاشت معلوم کرے گا ۹ اُنہیں پینے کو
مِنْ رَّحِيْقٍ مَّخْتُوْمٍ ۝٢٥ خِتٰمُهٗ مِسْكٌ ۚ وَفِىْ ذٰلِكَ
شراب خالص دی جائے گی جس پر مشک کی مہر ہوگی ۱۰ اور اسی چیز کی
فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ ۝٢٦ وَمِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِيْمٍ ۝٢٧
حرص کرنا چاہئے حرص کرنے والوں کو ۱۱ اور اُس کی آمیزش تسنیم سے ہوگی
عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ ۝٢٨ اِنَّ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا
وہ چشمہ جس سے مقرب بندے پئیں گے ۱۲ اور جو لوگ مجرم تھے
كَانُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَضْحَكُوْنَ ۝٢٩ وَاِذَا مَرُّوْا
ایمان والوں پر ہنسا کرتے تھے اور جب اُنکے سامنے سے گذرتے تھے

۵ (ذوق و شوق کے ساتھ) اس سے مقصود مرتبہ ابرار کی فضیلت کا اظہار ہے۔ مطلب یہ ہو کہ جس طرح مجرموں اور غافلوں کے لئے عذاب و عقاب یقینی ہے، اُسی طرح مطیعوں اور فرمانبرداروں کا اجر و ثواب بھی برحق ہے۔ اَلْمُقَرَّبُوْنَ۔ یہاں ملائکہ مقربین مراد ہیں۔ ~~المقربون من الملائكة [illegible]~~

علیین۔ سجین کے مقابلہ کی چیز ہے۔ اور کوئی ایسا مقام عالم غیب میں ہے جو نیک کاروں کے اعمال ناموں کے لئے مخصوص ہے۔ ۸ (جنت کے عجائب و مناظر) ہو سکتا ہے کہ دیدار جمال الٰہی مراد ہو۔ اور چونکہ ینظرون، محجوبون کے مقابلہ میں آیا ہے۔ اس لئے قرینہ بھی اسی معنی کو چاہتا ہے۔ ۹ (اے مخاطب) مطلب یہ کہ اہل جنت کی مسرتیں نمایاں ہونگی اور اُن کے چہروں ہی سے جھلک رہی ہونگی۔ ۱۰ یعنی نہایت پاکیزہ، خوش ذائقہ و خوش رنگ۔ یُسْقَوْنَ۔ کا صیغہ مجہول اہل جنت کے مرتبۂ عظمت پر دلالت کر رہا ہے۔ ۱۱ یعنی تحصیل کے لائق اور شوق کے قابل نعمتیں یہی ہیں نہ کہ دنیوی نعمتیں۔ اور ان کی تحصیل کا طریق ایمان و طاعت ہیں۔ ذٰلِکَ۔ اشارہ رحیق کی طرف بھی ہو سکتا ہے اور نعیم کی طرف بھی۔ حاصل دونوں کا ایک ہی ہے۔ ~~[illegible]~~ ۱۲ تسنیم جنت کے ایک چشمہ کا نام ہے۔ مقربین اس میں سے براہ راست ہی پیئیں گے۔ اور ابرار کو بھی شراب خالص کے ساتھ کوئی جز اس آب تسنیم کا مرحمت ہوتا رہیگا۔

صوفیہ عارفین نے لکھا ہے کہ آب تسنیم میں شاید کوئی قوت خاص ہے جو لذات جسمانی اور رغبات نفسانی سے چھڑا کر تمامتر شوق حضور و سرور قلب پیدا کر دیتی ہے۔ عوام اہل جنت کو اسی لئے اس میں سے کچھ کچھ بقدر اُن کے تحمل کے عطا ہوتا رہیگا۔

ف ۱ قرآن مجید، جیسا کہ بار بار گذر چکا ہے، کوئی کتاب محض الٰہیات یا عقائد کی نہیں، بلکہ اخلاق و دیانات کے بھی سارے شعبوں کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔ یہاں تعلیم تجارتی اخلاق کی مل رہی ہے۔
اور قریش ایک زبردست تجارت پیشہ قوم تھے۔ فقہاء نے تصریح کردی ہے کہ کمی و بیشی عُرف عام یا کسی شرط معلوم و متعارف کی صورت میں جائز ہے۔ عَلَى النَّاسِ۔ عَلیٰ یہاں مِنْ کے مرادف ہے
آیت نے ایسے لوگوں کی بددیانتی کے ساتھ ساتھ ان کی خود غرضی کی طرف بھی اشارہ کردیا۔ خریداری کے وقت تو خوب ہوشیار اور بڑے چوکس رہتے ہیں، ایک ایک چیز خوب ناپ جوکھ کرکے اور خوب پرکھ
کرکے لیتے ہیں۔ اور بیچتے وقت اس کے برعکس ہوجاتے ہیں۔ عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ۔ نحو عربی کا قاعدہ ہے کہ جب مفعول کو فعل پر مقدم لاتے ہیں، تو معنی مفعول میں تخصیص و تحدید کے پیدا ہو
ہیں۔ چنانچہ یہاں بھی یہی مفہوم پیدا ہوگیا ہے کہ جب دوسروں سے لینا ہوتا ہے، جب تو پورا ہی لیتے ہیں۔ ويقدم المفعول على الفعل لافادة الخصوصية اى يستوفون على الناس خاصة فاما انفسهم
فيستوفون لها (كشاف) آیت تجارتی اخلاق کی ایک بنیادی اور کلیدی آیت ہے۔ جس سے بیسیوں مسئلے نکل سکتے ہیں اور قرآن مجید کی اُن چند آیتوں میں سے ہے، جس کی مدح و توصیف مسیحی پادریو

يُخْسِرُوْنَ ﴿٣﴾ اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ﴿٤﴾
تو گھٹا دیں ف۱ کیا انہیں اس کا یقین نہیں کہ وہ زندہ اُٹھائے جائیں گے
لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿٥﴾ يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٦﴾
ایک بڑے سخت دن میں، جس دن کہ (تمام) لوگ پروردگار کے روبرو کھڑے ہوں گے ف۲
كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِيْ سِجِّيْنٍ ﴿٧﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ
ہرگز (ایسا) نہیں (کہ جزاء و سزا نہ ہو) بیشک بدکاروں کا نامۂ عمل سجین میں رہیگا، اور آپ کو کیا خبر کہ
مَا سِجِّيْنٌ ﴿٨﴾ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ﴿٩﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿١٠﴾
سجین (والا نامۂ عمل) ہے کیا چیز؟ ایک رجسٹر ہے نشان کیا ہوا ف۳، بڑی خرابی ہے اُس روز جھٹلانیوالوں کیلئے
الَّذِيْنَ يُكَذِّبُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ﴿١١﴾ وَمَا يُكَذِّبُ
جو روزِ جزا کو جھٹلا رہے ہیں، اور اُسکو تو بس وہی جھٹلاتا ہے
بِهٖٓ اِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ﴿١٢﴾ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا
جو حد سے گذرنیوالا ہو، گناہوں میں پڑا ہوا ہو (اور) جب اُسے ہماری آیتیں سنائی جاتی ہوں
قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿١٣﴾ كَلَّا بَلْ ۜ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ
تو کہتا ہو کہ یہ تو اگلوں کے خرافات ہیں ف۴ ہرگز (ایسا) نہیں (کہ جزا و سزا نہ ہو) اصل یہ ہے کہ اُنکے دلوں پر
مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿١٤﴾ كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ
انکے کرتوتوں کا زنگ بیٹھ گیا ہے ف۵ ہرگز (ایسا) نہیں (کہ جزا و سزا نہ ہو) یہ لوگ اس روز اپنے پروردگار
لَّمَحْجُوْبُوْنَ ﴿١٥﴾ ثُمَّ اِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيْمِ ﴿١٦﴾ ثُمَّ
(کے دیدار) سے روک دیے جائینگے پھر یہ لوگ دوزخ میں داخل ہوں گے ف۶ پھر

نے بھی کی ہے ——— ملاحظہ ہو حاشیۂ تفسیر انگریزی۔ الْمُطَفِّفِيْنَ۔ بعض
محققین نے تطفیف کو عام و وسیع معنیٰ میں لیا ہے، یعنی کمی اور کوتاہی کو صرف وزن و پیمائش
کی چیزوں تک محدود نہیں رکھا ہے۔ بلکہ طاعت و عبادت کی ہر چیز کو اس میں داخل رکھا
ہے۔ جیسے کہ چوری صرف مال ہی میں نہیں، ہر شے میں ممکن ہے۔ قال علماء الدين
التطفيف في كل شيء في الصلوة والوضوء والكيل والميزان نقل ابن العربي كما ان السرقة
في كل شيء (ابن العربي) ف۲ (اور اس دن انہیں اپنی ان بے ایمانیوں کا بھی جواب دینا
ہوگا) تجارتی دیانت و امانت اور کاروبار میں حُسنِ معاملت کے سیاق میں حشر اور اسکی بازپرس
کی یاددہانی انہیں اور مؤکد بنانے کے لئے ہے۔ انفرادی اور اجتماعی دونوں تجربے گواہ ہیں
کہ فرد و قوم دونوں کو دیانتدار بنانے میں جُرمانہ کی سزاؤں اور جیل کی دھمکیوں سے کہیں زیادہ
مؤثر و کارگر اندر کا تقویٰ اور خوف آخرت ہی ہوتا ہے، اور قرآن حکیم ایسے موقعوں پر اسی حربہ سے
کام لیتا ہے۔ يَوْمَ . . الْعٰلَمِيْنَ۔ لِ سے مُراد ہے کہ رب العٰلمین کے حکم سے
اور اس کی نافذ کی ہوئی سزا و جزا بھگتنے کے لئے۔ اى لامره وجزائه ومدارك اللامر
والجزاء فصل لقضائه يا یہ مُراد ہو کہ رب العالمین کی عظمت و تعظیم کے لئے حدیث
نبوی میں یہی تفسیر آئی ہے۔ عن ابن عمر سمعت رسول الله صلعم يقول يوم يقوم الناس
لرب العلمين لعظمة الرحمٰن عز وجل (ابن كثير) ف۳ (جس میں کسی تغیر و تبدل، ترمیم
و تنسیخ کا احتمال ہی نہیں) مطلب یہ ہوا کہ ہر شخص کے اعمال سارے کے سارے منضبط و محفوظ
ہیں۔ سِجِّيْنٍ۔ سجن (قید خانہ) ہی کے معنیٰ میں ہے، اور حرف ی کی زیادتی معنی میں
زیادتی کے اظہار کے لئے ہے۔ زيد فيه تنبيها على زيادة معناه (راغب) تشریح میں
مختلف قول نقل ہوئے ہیں۔ حاصل و لُبّ لباب یہ ہے کہ وہ عالم غیب میں کوئی ایسا مقام
ہے، جہاں مجرموں، منکروں کے اعمال نامے محفوظ رہتے ہیں۔ مَا سِجِّيْنٌ۔ تقدیر کلام
ما كتاب سجين ہے۔ اور حذف مضاف قرآن کے اسلوب بیان میں بہت عام ہے۔
الْفُجَّارِ۔ فجار سے مراد وہی لوگ ہیں جو غرق فجور رہے ہیں اور ایمان و تصدیق تک کی نیکی سے
محروم۔ ف۴ یعنی رسُول کی تکذیب پر مُصر اور دلیر تو وہی لوگ ہیں، جو فسق و فجور کی کثرت و
شدت سے اپنی اخلاقی صلاحیتوں کو پہلے ہی برباد کرچکے ہیں۔ قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ۔
قرآن کے مکذبین و منکرین میں بھی ایسے بہت سے گذرے ہیں، اور اب بہت سے ایسے ہیں جو اس
کی آیتوں اور اُن کے مضامین کو سُن کر بول اٹھتے ہیں کہ یہ بے سند اور بے بنیاد باتیں تو اگلے
صحیفوں اور پُرانے نوشتوں سے منقول چلی آرہی ہیں ——— گویا حقانیت قرآن کے خلاف
یہ بھی کوئی دلیل ہوسکتی ہے کہ اس کی بیان کی ہوئی بعض روایتیں کسی نہ کسی بگڑی ہوئی شکل میں

پہلے ہی بیان ہوچکی ہیں! عجب مسخ شدہ ذہنیت منکرین قرآن کی ہر زمانہ میں رہی ہے۔ قرآن کوئی نئی تعلیم پیش کرے تو یہ کہہ کر اُسے رَد کردیجئے کہ یہ نئی بات دل کی گڑھی ہوئی ہے، اگر صحیح و مستند ہوتی
تو آخر پہلے بھی تو کبھی سُننے میں آئی ہوتی! اور قرآن اگر قدیم حقیقتوں کو ان کی اصلی اور غیر محرف شکل میں پیش کرے، تو بس یہ کہہ کر انکار کردیجئے کہ یہ تو پہلے صحیفوں کی نقل یا سرقہ ہے! ف۵ جس سے اُن کی
استعداد ہی قبول حق کی فاسد ہوگئی ہے اور اسی سے وہ انکار و تکذیب پر براہ عناد تلے رہتے ہیں) آیت میں اشارہ اس طرف ہے کہ آدمی اپنی اصل و سرشت سے متمرد و منکر نہیں، بلکہ اس کے ارادی و اختیاری اعمال
ہی اس کے دل کو تاریک اور چشم بصیرت کو بے نُور اور قبول حق سے دُور کردیتے ہیں۔ مُرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ ظلمت قلب جس کا ذکر صوفیہ کے ہاں بکثرت آتا ہے اُس کی سند اسی آیت میں ملتی ہے۔
ف۶ (اور یہ دیدار حق سے محجوبی بجائے خود ایک بہت بڑی سزا ہے جس کا اندازہ کچھ اُسی دن ہوگا) یہاں محجوبون مقدم ہے، اور دخلہ جہنم مؤخر، ثم کے تحت میں۔ اس سے عارفوں نے نکتہ یہ پیدا کیا ہے کہ اصل
سزا دوزخ نہیں بلکہ دیدار الٰہی سے محرومی ہی ہے، اور دوزخ محض اس کا نتیجہ ہے۔ ثم بعد كونهم محجوبين عن ربهم لا يخلون الى النار (مدارك) آیت سے یہ استنباط بھی کیا گیا ہے کہ مومنین کو رؤیت باری
ہوگی، ورنہ کافروں کے لئے بطور سزا اس نعمت سے محرومی کے کوئی معنیٰ نہ تھے۔ قال الزجاج في الآية دليل على ان المؤمنين يرون ربهم ولولا ذلك لم يكن للتخصيص فائدة (مدارك) فلا يرونه بخلاف المؤمنين
(بيضاوی) قال الامام ابو عبد الله الشافعي وفي هذه الآية دليل على ان المؤمنين يرونه عز وجل يومئذ وهذا الذي قاله الامام الشافعي في غاية الحسن وهو استدلال بمفهوم هذه الآية كما
دل عليه منطوق قوله تعالى وجوه يومئذ ناضرة الى ربها ناظرة وكما دلت على ذلك الاحاديث الصحاح المتواترة (ابن كثير)

الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ﴿١٣﴾ وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِيْ جَحِيْمٍ ﴿١٤﴾

نیک لوگ بیشک آسائش میں ہوں گے، اور بدکار لوگ بیشک دوزخ میں

يَّصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّيْنِ ﴿١٥﴾ وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَآئِبِيْنَ ﴿١٦﴾

اس میں داخل ہوں گے روزِ جزا کو، اور (پھر) اس سے باہر نہ ہوں گے ٥٧

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ﴿١٧﴾ ثُمَّ مَآ اَدْرٰىكَ مَا

اور آپ کو کیا خبر کہ روزِ جزا کیا ہے؟ ہاں آپ کو کیا خبر کہ

يَوْمُ الدِّيْنِ ﴿١٨﴾ يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْـًٔا ط

روزِ جزا کیا ہے؟ وہ دن وہ ہے کہ کسی کا بس کسی کے لئے کچھ بھی نہ چلے گا

وَالْاَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ﴿١٩﴾

اور حکومت اُس روز (تمامتر) اللہ ہی کی ہوگی ٥٨

سُوْرَةُ الْمُطَفِّفِيْنَ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ سِتٌّ وَّثَلٰثُوْنَ اٰيَةً

سورة المطففين مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی چھتیس آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ نہایت مہربان، بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ﴿١﴾ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى

بڑی خرابی ہے (ناپ تول میں) کمی کرنے والوں کی، کہ جب لوگوں سے ناپ کر لیں

النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ﴿٢﴾ وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ

پورا ہی لے لیں اور جب انہیں ناپ کر یا تول کر دیں

ع ١ ١٩ ٧

٥٧ (اور ہمیشہ ہمیشہ اُسی میں رہیں گے) یہ نص ہے دوزخ کے دوام وخلود پر۔ ٥٨ (نہ کہ اور کسی کی) یہ درمیانی وسائط اور اسباب قریبہ کے جو پردے دنیا میں پڑے ہوئے ہیں، یہ سب اُس روز اُٹھ جائیں گے۔ اور اللہ کی براہِ راست حکومت قاہرہ کا مشاہدہ ہر ایک کو ہونے لگے گا ——— عالم اسباب وجہانِ ابتلاء میں تو ان حجابات کی ضرورت ومصلحت تھی، اس لئے یہ سب تھے۔ اُس روز کشف حقائق کے وقت اُن کی حاجت ہی کیا رہے گی، اور اس لئے سارے حجابات کثیف ولطیف یکسر برطرف ہو جائیں گے۔ قعًا

الدِّیْنِ۔ دُہرے دُہرے سوالات عربی اسلوب بلاغت وخطابت کے مطابق، اہمیت خصوصی کے اظہار کے لئے ہیں۔

سُوۡرَۃُ الۡاِنۡفِطَارِ مَکِّیَّۃٌ وَّہِیَ تِسۡعَ عَشۡرَۃَ اٰیَۃً

سورۃ الانفطار مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی اُنیس آیتیں ہیں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۔

شروع اللہ نہایت مہربان بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

اِذَا السَّمَآءُ انۡفَطَرَتۡ ۙ﴿۱﴾ وَ اِذَا الۡکَوَاکِبُ انۡتَثَرَتۡ ۙ﴿۲﴾

جب آسمان پھٹ جائے اور جب ستارے جھڑ پڑیں ،

وَ اِذَا الۡبِحَارُ فُجِّرَتۡ ۙ﴿۳﴾ وَ اِذَا الۡقُبُوۡرُ بُعۡثِرَتۡ ۙ﴿۴﴾ عَلِمَتۡ

اور جب سمندر بہ پڑیں ۱؎ اور جب قبریں شق کردی جائیں ۲؎ (تو اُس وقت)

نَفۡسٌ مَّا قَدَّمَتۡ وَ اَخَّرَتۡ ؕ﴿۵﴾ یٰۤاَیُّہَا الۡاِنۡسَانُ مَا

ہر شخص اپنے اگلے اور پچھلے اعمال کو جان لیگا اے انسان تجھے (آخر) کس چیز

غَرَّکَ بِرَبِّکَ الۡکَرِیۡمِ ۙ﴿۶﴾ الَّذِیۡ خَلَقَکَ فَسَوّٰىکَ

نے اپنے پروردگار کریم سے متعلق بھول میں ڈال رکھا ہے ۳؎ (وہ پروردگار) جس نے تجھے پیدا کیا، پھر تجھے درست کیا

فَعَدَلَکَ ۙ﴿۷﴾ فِیۡۤ اَیِّ صُوۡرَۃٍ مَّا شَآءَ رَکَّبَکَ ؕ﴿۸﴾ کَلَّا

پھر تجھے اعتدال پر بنایا (اور) جس صورت میں بھی چاہا تجھے ترکیب دے دیا ۴؎ (تجھے مغرور ہا) ہرگز

بَلۡ تُکَذِّبُوۡنَ بِالدِّیۡنِ ۙ﴿۹﴾ وَ اِنَّ عَلَیۡکُمۡ لَحٰفِظِیۡنَ ﴿۱۰﴾

نہیں (ہونا چاہیئے تھا) اصل یہ کہ تم جزا ہی کو جھٹلاتے ہو ۵؎ درآنحالیکہ تمہارے اوپر (ہماری طرف سے)

کِرَامًا کَاتِبِیۡنَ ﴿۱۱﴾ یَعۡلَمُوۡنَ مَا تَفۡعَلُوۡنَ ﴿۱۲﴾ اِنَّ

یاد رکھنے والے معزز لکھنے والے (مقرر) ہیں وہ جانتے ہیں اس کو جو کچھ تم کررہے ہو ۶؎

۱؎ یعنی سب مل کر ایک دل ہوجائیں) یہ تینوں واقعات یعنی آسمان کا پھٹ جانا، ستاروں کا جھڑ پڑنا، سمندروں کا اُبل نکلنا، صورِ قیامت کے نفخۂ اوّل کے وقت ہونگے۔ اور نظامِ آسمانی و زمینی کے درہم برہم ہونے کے مظہر۔

۲؎ (اور ان کے اندر سے مُردے نکل نکل پڑیں) یہ بیان صورِ قیامت کے نفخۂ ثانی کا ہے۔

۳؎ (جو تو اس کے ادائے حقوق کی ذرا فکر نہیں کرتا) سوال سے مقصود غیرت دلانا ہے کہ ان نعمتوں کا مقتضا تو یہ تھا کہ تو ادائے شکر کرتا۔ چہ جائیکہ تو اس ناشکری پر آمادہ ہوگیا۔ رَبِّکَ الۡکَرِیۡمِ۔ ایک تو رب خود، اور پھر اس پر کریم کا اضافہ اسی غیرت کی کیفیت میں اور اضافہ کرنے کے لئے ہے ——— جو مالک و مولیٰ ساتھ ساتھ رحیم و شفیق بھی ہو، اس کے بارِ احسان سے تو سر اور بھی ہرگز ہرگز نہ اُٹھنا چاہیئے۔ الۡاِنۡسَانُ۔ انسان سے مُراد اس سیاق میں کافر انسان ہے۔

۴؎ انسان کی خلقت و ترکیب، اور پھر اس کے مختلف و متضاد قویٰ میں ترتیب و تناسب، صفاتِ قدرت و صنعت و حکمت کا بہترین نمونہ ہے۔ اور قرآن مجید نے اس حیثیت سے انہیں بار بار پیش کیا ہے۔ مَا شَآءَ۔ اس میں اشارہ اس طرف ہے کہ انسان کی صورت و سیرت جو کچھ ہے، تمامتر اللہ کے اپنے ارادہ و مشیت کا نتیجہ ہے، باہر سے کوئی قوت اللہ کے ارادہ کو مجبور یا متأثر کرنے والی نہیں۔ ~~اَیِّ صُوۡرَۃٍ مَّا شَآءَ۔ اَیّ کے بعد مَا تاکیدِ کلام کے لئے ہے۔ مَا مزیدۃ للتوکید (مدارک)~~

۵؎ (اور خوفِ خدا ہو یا احساسِ ذمہ داری یا طلبِ حق، سب اسی عقیدۂ روزِ جزاء سے پیدا ہوتی ہیں)

۶؎ یعنی جزاء و سزا نہ صرف واقع ہوکر رہیگی بلکہ اس کے لئے پورے انتظامات اور ایک مکمل نظام ابھی سے موجود ہے۔ اللہ کے فرشتے اعمال کی پوری رپورٹ لکھنے کے لیے مقرر ہیں۔ امین و متدین ایسے کہ حق تعالیٰ انہیں "معزز" کے لقب سے پکارتا ہے۔ اور نظر اُن کی اتنی گہری کہ باریک سے باریک اور خفی سے خفی عمل و محرکِ عمل بھی اُن سے چھوٹنے نہیں پاتے۔ حٰفِظِیۡنَ اس میں اشارہ ہے کہ اُن سے فروگذاشت ممکن نہیں۔ کِرَامًا۔ اس میں اشارہ ہے کہ کوئی امر خلافِ دیانت یا خلافِ حکم اُن سے صادر ہونا ممکن نہیں۔ یَعۡلَمُوۡنَ مَا تَفۡعَلُوۡنَ۔ اس میں اشارہ ہے کہ کوئی عمل خفی سا خفی بھی ہو، اُن کی نظروں سے مخفی نہیں رہ سکتا۔ مُرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ اصلاحِ عمل کے لئے ان آیتوں کا مراقبہ بہت مفید ہے۔

٥٦ (اور اس کے لائے ہوئے کلام میں یہ شبہ بھی نہیں ہو سکتا کہ شیطانی تصرف ہوا ہو، یا کہانت کی آمیزش کہیں سے ہوگئی ہو) ان صفات والے سے مُراد فرشتۂ وحی حضرت جبرئیل ہیں، جن کا ذکر سورۂ والنجم میں گذر چکا ہے، آیت علّمہٗ شدید القویٰ الخ کے تحت میں۔ رَسُوْلٍ۔ یہ لفظ خود بتا رہا ہے کہ اسے کہیں کلام جبرئیل نہ خیال کر لینا، اُن کی حیثیت اس کلام کے سلسلہ میں تو محض قاصد کی ہے۔ یہ اوصاف جبرئیل جو بیان ہوئے ان سے معلوم ہوا کہ فرشتۂ وحی منصبِ رسالت کا پوری طرح متحمل اور اسرار و انوار کا ہر طرح محافظ ہے۔ عِنْدَ ذِی الْعَرْشِ مَکِیْنٍ۔ عند یہاں قرب جسمانی کے لئے نہیں کہ حق تعالیٰ ہر جسمانیت و مکانیت سے برتر ہیں، بلکہ مُراد محض قرب قبول اور بلندئ مرتبہ ہے۔ وھذہ العندیۃ لیست عندیۃ المکان ولیست عندیۃ الجھۃ بل عندیۃ الاکرام والتشریف والتعظیم (کبیر) عند لفظ موضوع للقرب تارۃ یستعمل فی الزلفیٰ والمنزلۃ (راغب) اور یہ قرب خاص خود اس کا مستلزم ہے کہ پیام رسانی وحی میں امکان نہ سہو کا رہا نہ غلطی کا نہ غفلت کا۔

فَلَآ اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ ۝١٥ الْجَوَارِ الْكُنَّسِ ۝١٦ وَالَّيْلِ
مَیں قسم کھاتا ہوں پیچھے ہٹنے والے (ستاروں) کی، چلتے رہنے والوں جا چھپنے والوں کی، اور قسم ہے رات کی
اِذَا عَسْعَسَ ۝١٧ وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ ۝١٨ اِنَّهٗ لَقَوْلُ
جب وہ جانے لگے اور صبح کی جب وہ آنے لگے، کہ یہ (قرآن) ایک کلام ہے
رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ۝١٩ ذِيْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ
ایک معزز قاصد کا (لایا ہوا) جو قوت والا ہے اور ذی مرتبہ ہے مالکِ عرش کے
مَكِيْنٍ ۝٢٠ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ ۝٢١ وَمَا صَاحِبُكُمْ
نزدیک ۵۶ وہاں اُس کا کہا مانا جاتا ہے (اور وہ) امانتدار ہے ۵۷ اور (یہ) تمہارے ساتھی کوئی مجنون
بِمَجْنُوْنٍ ۝٢٢ وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ ۝٢٣ وَمَا
نہیں ہیں ۵۸ اور وہ اُس (فرشتہ) کو (آسمان کے) روشن کنارہ پر دیکھ بھی چکے ہیں ۵۹ اور وہ
هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ ۝٢٤ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ
غیب کے بارہ میں بخیل بھی نہیں ۶۰ اور نہ یہ (قرآن) کسی
شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ۝٢٥ فَاَيْنَ تَذْهَبُوْنَ ۝٢٦ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ
شیطان مردود کا کلام ہے، سو تم لوگ کدھر جا رہے ہو ۶۱ بس یہ تو ایک نصیحت نامہ ہے
لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝٢٧ لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَقِيْمَ ۝٢٨ وَمَا
دنیا جہان والوں کے لئے (یعنی) اس کے لئے جو تم میں سے سیدھا چلنا چاہے ۶۲ اور تم
تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝٢٩
بغیر اسکے چاہ بھی تو نہیں سکتے کہ پروردگار عالم چاہ لے ۶۳

ع ١ ٢٩ ٦

آیت کا حاصل یہ نکلا کہ فطرت کے فلاں فلاں زبردست آثار و مظاہر خود اس کی دلیل ہیں کہ یہ کلام حق تعالیٰ ہی کا ہے ——— قرآنی قسموں کے لئے ملاحظہ ہو سورۃ النجم، پ ۱۴ کا ضمیمہ۔

بِالْخُنَّسِ۔ یہ وہ سیارے ہیں جو سیدھے چلتے چلتے پیچھے کی طرف چلنے لگتے ہیں۔ اصطلاح فلکیات میں انہیں خمسۂ متحیرہ کہتے ہیں اور اُن کے نام زحل، مشتری، عطارد، مریخ اور زہرہ ہیں ——— یہ سب دیوی دیوتا بھی متعدد مہذب جاہلی قوموں میں ملتے گئے ہیں۔

الْجَوَارِ الْكُنَّسِ۔ یہ وہ سیارے ہیں جو پیچھے ہی کی طرف چلتے رہتے ہیں، اور پیچھے ہی چلتے چلتے اپنے مطلع میں جا چھپتے ہیں۔ ۵۷ یہ قرآن کا لانے والا فرشتہ جب ان اوصاف کا مالک ہے تو نہ یہ ممکن ہے کہ خود اُس کی طرف سے کوئی خیانت ہوئی ہو، اور نہ یہ ممکن ہے کہ کسی خارجی ذریعہ سے اس کلام میں کہانت کی آمیزش ہو ——— یہ سب اُن منکرین کے جواب میں ارشاد ہو رہا ہے جو رسول اللہ صلعم کو (نعوذ باللہ) کاہن سمجھ رہے تھے اور قرآن کو آپ کا کلام۔

مُطَاعٍ۔ یعنی فرشتۂ وحی حضرت جبرئیل تو فرشتوں میں بھی سروری، سرداری کا مرتبہ رکھتے ہیں۔ اے فی السموٰت یطیعہ من بھا او عند اللہ یطیعہ ملائکۃ المقربون یصدرون عن امرہ و یرجعون الی رأیہ (مدارک) ——— اَمِیْنٍ۔ اس وصف سے اس حقیقت کی طرف اشارہ ہو گیا کہ اُنکی پیام رسانی میں ادنیٰ دخل بھی خیانت کو نہیں، نہ لفظاً نہ معنیً، نہ سہواً نہ عمداً۔ ۵۸ یہ اُن منکرین کے جواب میں ہے، جو پیمبر اسلام علیہ السلام کو (نعوذ باللہ) مجنون قرار دے رہے تھے۔ صَاحِبُ۔ یعنی ساتھی سے مُراد رسول اللہ صلعم کی ذات مبارک ہے۔ لفظ خود اس حقیقت کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ وہ ہر وقت تمہارے ساتھ کے رہنے سہنے والے ہیں، اُن کی ساری زندگی تمہارے سامنے ہے۔ کہیں کوئی بھی شائبہ جنون اُن کی سیرت اقدس کے کسی شعبہ میں پایا جاتا ہے؟ ۵۹ (جس میں کسی دھوکے یا اشتباہ کا امکان نہیں) منکرین کے جواب میں گویا قرآن کا استدلال یہ ہوا کہ یہ قرآن جو تمہیں پہنچ رہا ہے، بجنسہٖ اور لفظ بلفظ کلام الٰہی ہے۔ اللہ سے رسول تک اس کا پہنچانے والا ایک معزز، متدین، پُر قوت فرشتہ ہے، اُس کی پیامبری میں کسی غلط کا امکان نہیں، اور فرشتہ سے تم تک منتقل کرنے میں واسطہ رسول کا ہے۔ یہ واسطہ بجائے خود ہر قسم کے شک و اشتباہ سے ماورا ہے۔ عام بندوں تک قرآن پہنچنے کے واسطے یہی دونوں ہیں، فرشتہ اور پیمبر، اور یہ دونوں اعتماد و استناد کے انتہائی نقطہ پر ہیں۔ الْاُفُقِ الْمُبِیْنِ سے مُراد آسمان کا بلند کنارہ ہے ——— ملاحظہ ہوں سورۂ والنجم کی آیات متعلقہ کے حاشیے۔ وَلَقَدْ رَاٰہُ۔ محدثین کے ہاں روایت حدیث میں جو شرط لقاء کی ہے، اُسے بعض نکتہ رس عالموں نے یہیں سے اخذ کیا ہے۔ ۶۰ (کہ کچھ پیام پہنچائیں اور کچھ چھپا جائیں) ایک امکانی شبہ کاملیت قرآن میں یہ بھی ہو سکتا تھا۔ اُسے قرآن نے یوں رفع کر دیا۔ بعض محدثین عارفین نے اشارہ یہیں سے اخذ کیا ہے کہ راویٔ حدیث دوسرے تک کلام رسول کا سُنانا پہنچانا اپنے اُوپر لازم سمجھے اور اس میں بُخل نہ کرے۔ ۶۱ (کہ ایسی سیدھی سی بات کو چھوڑ کر ادھر اُدھر بھٹک رہے ہو) اُوپر بیان یہ تھا کہ نزول قرآن کے جو دو واسطے ہیں یعنی ایک فرشتۂ وحی اور دوسرے پیمبر اسلام، یہ دونوں حد درجہ مضبوط، مستحکم و ناقابل اشتباہ ہیں۔ اب بیان اس کا ہے کہ اپنی اصل اور ماخذ کے لحاظ سے بھی قرآن سرتاسر حق ہی ہے۔

۶۲ مطلب یہ کہ اس ہمہ گیر و ہمہ جہتی دستور العمل کے مخاطب تو سب ہی ہیں۔ البتہ فائدہ اس سے وہی اُٹھا سکتے ہیں، جو خود فائدہ اُٹھانا چاہیں بھی۔ حصول نفع کے لئے قصدِ انتفاع لازمی ہے۔ ذِکْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ۔ میں پھر ایک بار اس حقیقت کا اعلان ہے کہ اسلام کا پیام عالمگیر ہے۔ یہ کسی قبیلہ کا، قوم کا، یا نسل کا مخصوص و محدود دین نہیں۔ لِمَنْ۔ یہ فقرہ پورا فقرہ بدل ہے للعٰلمین کا و ھو بدل من العٰلمین (کبیر)

۶۳ یہاں اس حقیقت کا ایک بار پھر اعادہ کر دیا کہ بندہ کا ارادہ مطلق العنان اور مستقل بالذات نہیں ہوتا، بلکہ ارادۂ ربوبیت مطلق کے تابع و ماتحت ہوتا ہے۔ یہ اُن باطل مذہبوں اور فرقوں کی تردید میں ہے جنھوں نے ارادۂ انسانی کو تمامتر آزاد اور غیر مقید سمجھا ہے۔

سُوْرَةُ التَّكْوِيْرِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ تِسْعٌ وَّعِشْرُوْنَ اٰيَةً

سورۂ تکویر مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی انتیس ۲۹ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ نہایت مہربان بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ﴿١﴾ وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ ﴿٢﴾

جب آفتاب لپیٹ لیا جائے اور جب ستارے بے نور رہ جائیں

وَاِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ﴿٣﴾ وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ﴿٤﴾

اور جب پہاڑ چلا دیئے جائیں اور جب اونٹنیاں چھٹی پھرنے لگیں

وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ ﴿٥﴾ وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ﴿٦﴾

اور جب وحشی جانور اکٹھے کر دیئے جائیں اور جب سمندر بھڑکا دیئے جائیں [۱]

وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ ﴿٧﴾ وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ ﴿٨﴾

اور جب ایک ایک قسم کے لوگ یکجا کر دیئے جائیں [۲] اور جب زندہ دفن کی ہوئی (لڑکی) سے سوال کیا جائے

بِاَيِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ ﴿٩﴾ وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ ﴿١٠﴾ وَاِذَا

کہ وہ کس گناہ پر قتل کی گئی تھی [۳] اور جب (اعمال کے) صحیفے کھول دیئے جائیں [۴] اور جب

السَّمَآءُ كُشِطَتْ ﴿١١﴾ وَاِذَا الْجَحِيْمُ سُعِّرَتْ ﴿١٢﴾

آسمان کھول دیا جائے اور جب دوزخ خوب دہکا دی جائے

وَاِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ ﴿١٣﴾ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّآ اَحْضَرَتْ ﴿١٤﴾

اور جب جنت نزدیک کر دی جائے، (اُس وقت) ہر شخص جان لیگا (ان اعمال کو جن کو) وہ لیکر آیا ہے [۵]

منزل ۷

۱ یعنی اُن کا پانی آگ اور بھاپ میں تبدیل ہو جائے۔ یہ سارے واقعات وکیفیات صور قیامت کے نفخۂ اوّل کے بیان ہو رہے ہیں۔ عالم کائنات جو اُس وقت تک آباد
صور کی پہلی آواز پر یوں ہلاک و برباد ہونا شروع ہو گا۔ اور اُس کی بڑی سی بڑی مضبوط و مستحکم موجودات یوں درہم و برہم اور ریزہ ریزہ ہونا شروع ہو نگی۔ اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ یعـ
آفتاب کی لمبی لمبی شعاعیں جو سارے عالم کو منوّر کرتی رہتی ہیں، لپیٹ کر رکھ دی جائیں یا بے نور ہو جائیں، جس سے عالم تیرہ و تار ہو جائے۔ آفتاب جو محسوسات و مرئیات میں آسمان
طرح اعظم ترین مخلوق ہے، جب وہ فنا پر مجبور ہو جائے تو پھر دوسری اور اس سے ادنیٰ مخلوقات کا کیا ذکر ہے! ——— آفتاب کی فناپذیری کی تصریح میں ضرب آفتاب پرستی پر بھی ہے
وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ۔ ستارے تو نور مجسم سمجھے جاتے ہیں، اور شب کے وقت سارے عالم کو منوّر کرنے والے۔ وہ تک صور قیامت کے وقت پہلے اور بے نور ہو جائینگے، اُن کا نور سلب ہو جائیگا،
وہ نہ کسی کو روشن کر سکیں گے، نہ خود روشن رہ سکیں گے ——— ستاروں کی بے نوری اور بےبسی کی تصریح میں ضرب ستارہ پرستی پر بھی ہے۔ وَاِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ۔ پہاڑ جو دنیا والوں اور زمینی مخلوق کی نظر میں ثبات و استحکام کا ایک نمونہ ہوتے ہیں، وہ تک اس وقت اپنا سارا ثبات و استحکام کھو دینگے۔ وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ۔ عشار اُن اونٹنیوں کو کہتے ہیں جو دس مہینے کی حاملہ اور وضع حمل کے قریب ہوں۔ عرب میں اُن کی بڑی ہی قدر و قیمت تھی تو آیت کا مطلب یہ ہوا کہ جب ہلچل ایسی سخت ہو کہ اتنی قیمتی اور قابل قدر جنس کا بھی کسی کو ہوش نہ رہے، اور مخلوق میں یکسر نفسی نفسی پڑ جائے۔ وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ یعنی جب انتہائی اضطراب و اضطرار میں وحشی جانور تک ایک دوسرے کی دشمنی بھول بھال باہم گڈمڈ ہو جائیں ——— ایک ہلکے پیمانہ پر اس کا نمونہ آج بھی دیکھنے میں آ سکتا ہے، جب شدید طغیانی و سیلاب میں سانپ انسان کے ساتھ بہتا بہاتا اپنی زہریلی فطرت بھولا ہوا نظر آتا ہے۔ آیت کے یہ معنی لینا، کہ "جس زمانہ میں زندہ جانوروں کے عجائب خانے کھلنے لگیں" قرآن حکیم پر ظلم اور اپنی فہم و استعداد کے ساتھ تمسخر ہے۔ ۲ مثلاً مومن مومن اکٹھے کر دیئے جائیں اور کافر کافر۔ واقعات فنا کے بعد اب صور کے نفخۂ ثانی کے بعد، خلق کی آفرینش ثانی کا بیان ہو رہا ہے۔ ۳ سوال سے مقصود نا خدا ترس ظالموں پر مزید حجت قائم کرنا ہو گا۔ مَوْءٗدَةُ وہ لڑکی ہے جو زندہ دفن کر دی جائے۔ شرفاء عرب کے مختلف قبیلوں میں یہ رسم کثرت سے پھیلی ہوئی تھی۔ ہندوستان کے راجپوتوں اور دوسری قوموں میں اور دوسرے ملکوں میں بھی یہ رواج رہا ہے۔ اور اسی کی ذرا ہلکی شکل آج "منع حمل" "کنٹراسپشن"، "برتھ کنٹرول" وغیرہ کے خوشنما ناموں سے بڑے بڑے مہذب ملکوں میں پھیلی ہوئی ہے ——— ملاحظہ ہو حاشیۂ تفسیر انگریزی۔ بعض محققین نے کہا ہے کہ دوسرے معاصی کو چھوڑ کر اس کا ذکر آثار قیامت و احوال حشر میں کرنے سے اشارہ یہ نکلتا ہے کہ سب سے پہلے پُرسش خون کی ہو گی، اور خون کے مقدمات میں اس دفعہ کے مجرم سب سے پہلے پیش ہو نگے۔ فقہاء نے تصریح کی ہے کہ مواخذہ مساوی ہے، چاہے لڑکی اس طرح زندہ دفن کی جائے چاہے لڑکا صیغۂ مؤنث صرف اس لئے استعمال ہوا ہے کہ عرب میں دستور لڑکی ہی کے دفن کا تھا۔ سُئِلَتْ۔ بعض اہل ذوق نے لکھا ہے کہ یہاں بجائے قاتل کے خود مقتولہ سے خطاب کرنے میں اشارہ یہ نکلتا
ہے کہ وہ مردود قابل خطاب بھی نہیں۔ ~~[illegible]~~ فقہاء مفسرین نے آیت سے یہ دو مسئلے بھی نکالے ہیں۔ ایک یہ کہ مشرکوں کے بچوں پر عذاب نہ ہو گا۔ دوسرا
یہ کہ کسی پر عذاب بغیر صدور گناہ کے نہیں ہوتا۔ ~~وفیہ دلیل علی ان اطفال المشرکین لا یعذبون وعلی ان التعذیب لا یکون بلا ذنب (مدارک)~~ ۴ (کہ لوگ اپنے اپنے عمل اپنے نامۂ اعمال میں
دیکھ لیں) آیت کے یہ معنی کرنا کہ "جب اخبارات و رسالے شائع ہونے لگیں" اپنے جہل محض کا پردہ اپنے ہاتھ فاش کرنا ہے۔ ۵ (اور یہ علم ایسا یقینی اور قطعی ہو گا کہ اس کے بعد کسی مزید قیل و قال
چون و چرا کی گنجائش ہی نہیں رہیگی، اور ہر شخص کو اپنا انجام سامنے نظر آنے لگیگا) وَاِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ۔ لفظی معنی یہ ہیں کہ جب آسمان کی کھال کھینچ لی جائے۔ مراد یہ کہ جب آسمان کے اُوپر کی چیز
بھی بے پردہ نظر آنے لگیں۔ وَاِذَا الْجَحِيْمُ سُعِّرَتْ۔ جہنم تو آج بھی دہکی ہوئی ہے۔ اُس وقت اور زیادہ دہکا دی جائیگی۔ وَاِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ۔ یعنی اُس وقت خود جنت اہل جنت کے
بالکل قریب آ جائے گی۔

الْأَرْضَ شَقًّا ﴿۲۶﴾ فَأَنْبَتْنَا فِيهَا حَبًّا ﴿۲۷﴾ وَّعِنَبًا

زمین کو خوب پھاڑا پھر ہم نے اُگایا اس میں غلّہ اور انگور

وَّقَضْبًا ﴿۲۸﴾ وَّزَيْتُونًا وَّنَخْلًا ﴿۲۹﴾ وَّحَدَآئِقَ غُلْبًا ﴿۳۰﴾

اور ترکاری اور زیتون اور کھجور اور گنجان باغ

وَّفَاكِهَةً وَّأَبًّا ﴿۳۱﴾ مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ ﴿۳۲﴾

اور میوے اور چارے تمہارے اور تمہارے مویشیوں کے فائدہ کے لئے ۱۲؎

فَإِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ ﴿۳۳﴾ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ

تو جس وقت شدید شور برپا ہو جائے جس روز انسان بھاگنے لگے اپنے

أَخِيهِ ﴿۳۴﴾ وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ ﴿۳۵﴾ وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ ﴿۳۶﴾

بھائی سے اور اپنی ماں سے اور اپنے باپ سے، اور اپنی بیوی سے اور اپنی اولاد سے

لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُّغْنِيهِ ﴿۳۷﴾

اُن میں سے ہر شخص کو اُس وقت اپنی ہی پڑی ہوگی دوسروں سے بے توجہ کر دینے والی ۱۳؎

وُجُوهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ﴿۳۸﴾ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ﴿۳۹﴾

(بہت سے) چہرے اُس روز چمکتے ہوئے ہنستے ہوئے بشاش ہوں گے ۱۴؎

وَوُجُوهٌ يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ﴿۴۰﴾ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ﴿۴۱﴾

اور (بہت سے) چہروں پر اس روز سیاہی ہوگی ان پر کدورت ہوگی ۱۵؎

أُولَٰٓئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ﴿۴۲﴾

یہی لوگ تو ہیں کافر فاجر ۱۶؎

ع ۱/۴۲ ۵

۱۲؎ گویا نباتیات کا یہ سارا نظام، انسان بلکہ اُس کے خادم چوپایوں ہی کی خدمت اور ضرورت کے لئے ہے۔

۱۳؎ (یہ وقت وہ ہوگا، جب قریب سا قریب عزیز اور عزیز سا عزیز دوست و رشتہ دار، نہ کسی کے کام آئیگا، اور نہ اُس سے ہمدردی تک کر سکیگا) الْمَرْءُ۔ انسان سے ایسے سارے موقعوں پر مُراد کافر ہی انسان سے ہوتی ہے۔

۱۴؎ اور یہ اثر طاعت کا، اور یہ برکت ایمان کی ہوگی۔

۱۵؎ چہروں پر سیاہی اثر ہوگا کفر کا، اور چہروں پہ کدورت علامت ہوگی غمناکی اور بدانجامی کی۔

۱۶؎ الْكَفَرَةُ۔ کفر سے اشارہ ہوگیا ان لوگوں کے فساد عقائد کی جانب۔ الْفَجَرَةُ۔ فجور سے اشارہ ہوگیا ان لوگوں کے فساد اعمال کی جانب۔

أَلَّا يَزَّكّٰى ۝٧ وَأَمَّا مَنْ جَآءَكَ يَسْعٰى ۝٨ وَهُوَ

اگر وہ نہ سنورے ٣ اور جو شخص آپکے پاس دوڑتا ہوا آتا ہے اور وہ

يَخْشٰى ۝٩ فَأَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى ۝١٠ كَلَّآ إِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ۝١١

خشیت رکھتا ہے، تو آپ اس سے بے اعتنائی برتتے ہیں، ہرگز ایسا نہ کیجئے ٤ قرآن تو بس ایک نصیحت ہے

فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهُ ۝١٢ فِي صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ۝١٣ مَّرْفُوعَةٍ

سو جس کا جی چاہے اُسے قبول کرے ٥ وہ (ثبت) ہے معزز بلند،

مُّطَهَّرَةٍ ۝١٤ بِأَيْدِي سَفَرَةٍ ۝١٥ كِرَامٍ بَرَرَةٍ ۝١٦ قُتِلَ

پاک صحیفوں میں (جو) مکرم اور نیک لکھنے والوں کے ہاتھوں میں (رہتے) ہیں ٦ انسان پر

الْإِنْسَانُ مَآ أَكْفَرَهُ ۝١٧ مِنْ أَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهُ ۝١٨

اللہ کی مار وہ کیسا ناشکرا ہے! (اللہ نے) اسے کس (حقیر) چیز سے پیدا کیا!

مِنْ نُّطْفَةٍ خَلَقَهُ فَقَدَّرَهُ ۝١٩ ثُمَّ السَّبِيلَ يَسَّرَهُ ۝٢٠

نطفہ سے ٧ اُسے پیدا کیا پھر اُسے انداز (مناسب) سے ٨ بنایا پھر اسکے لئے راستہ آسان کر دیا ٩

ثُمَّ أَمَاتَهُ فَأَقْبَرَهُ ۝٢١ ثُمَّ إِذَا شَآءَ أَنْشَرَهُ ۝٢٢ كَلَّا

پھر اُسے موت دی، پھر اُسے قبر میں لے گیا ١٠ پھر جب چاہیگا اُسے دوبارہ زندہ کر دیگا (اُس نے شکر) ہرگز نہیں

لَمَّا يَقْضِ مَآ أَمَرَهُ ۝٢٣ فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ إِلٰى

(ادا کیا اور اللہ نے) جو حکم اُسے دیا تھا اُسے بجا نہیں لایا، سو انسان ذرا دیکھے تو اپنے کھانے کی

طَعَامِهٖٓ ۝٢٤ أَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا ۝٢٥ ثُمَّ شَقَقْنَا

طرف ١١ ہم نے خوب پانی برسایا پھر ہم نے

وقف لازم

٣ (آپ کا کام تو صرف تبلیغ و دعوت پر ختم ہو جاتا ہے)۔ عَنِ اسْتَغْنٰى۔ استغناء کا لفظ لاکر آپ کو توجہ اس طرف دلادی گئی کہ ان لوگوں کو آپ کی یا دین کی فکر و پروا ہی کب ہے؟
٤ رسول اللہ صلعم افضل البشر اور اعلم الناس تھے۔ آپ نے انتہائی اجتہاد بشری سے کام لے کر یہ خیال فرمایا، اور بالکل صحیح طور پر کہ کلی گمراہی، جزئی ناواقفیت سے کہیں زیادہ اہم ہے اور اصول فروع پر کہیں مقدم ہیں۔ قرآن میں آپ کو علم بشری محدود نہیں، علم الٰہی غیر محدود تنبیہ کر رہا ہے کہ ایک میں تو اصلاح کی طلب تھی، وہ خود دوڑتا ہوا حاضر ہوا تھا۔ دوسرا فریق سرے سے اپنی ضرورت اصلاح سے غافل اور آپکے مصلح ہونے ہی کا منکر تھا۔ اس لئے آپ کو چاہیے تھا کہ آپ اپنی توجہ اسی پہلے شخص کے حق میں مقدم رکھتے۔ ٥ (اور جو نہ قبول کریگا وہ خود بھگتے گا۔ آپ اُس کے لئے اتنا زیادہ اہتمام و فکر ہرگز نہ کریں) اِنَّهَا میں ضمیر راجع ہے ذِکری کی طرف اور کنایہ ہے قرآن سے۔ ٦ یعنی فرشتوں کے۔ فِیْ مُطَهَّرَةٍ۔ یہ پاک و متبرک صحیفہ لوح محفوظ ہی کے مختلف اجزا ہیں۔ مَّرْفُوعَةٍ۔ یہ رفعت یا بلندی جہت و مکان کے لحاظ سے بھی ہو سکتی ہے اور مرتبہ و منزلت کے اعتبار سے بھی۔ مُطَهَّرَةٍ۔ یعنی ہر قسم کی معنوی آلائشوں سے پاک و منزہ۔ سَفَرَةٍ کِرَامٍ بَرَرَةٍ۔ یہ اوصاف فرشتوں کے بیان ہوئے، جنہوں نے بحکم الٰہی ان صحیفوں کی کتابت لوح محفوظ میں کی ——— مجازاً یہ اوصاف اُن خادمان کے بھی ہو سکتے ہیں، جنہوں نے ابتداءً کتابت وحی کی، اور اس کے بعد سے اب تک قرآن کے بھی پھیلانے میں لگے ہوئے ہیں۔ ٧ (اور پھر کیسی کیسی نعمتوں سے سرفراز و سربلند کیا!) مطلب یہ ہوا کہ اگر اور کچھ نہیں تو انسان انہیں چیزوں کا خیال کر لے، جب بھی اس میں ادائے شکر نعمت کی تحریک پیدا ہو سکتی ہے۔ قُتِلَ۔ صیغۂ ماضی میں، عربی محاورہ میں، بددعا کے لئے آتا ہے۔ الْإِنْسَانُ۔ مراد کافر انسان ہے۔ مِنْ أَيِّ نُطْفَةٍ۔ نطفہ کی تحقیر سے ضمناً اُن جاہلی قوموں کی تردید بھی نکل آئی، جنہوں نے اسے ایک مقدس شے قرار دیا ہے۔ ٨ یعنی نہ صرف عمل تخلیق بلکہ ترکیب انسانی میں تناسب و توازن اور قوی، اعضا وغیرہ کی ساخت ترتیب، ہر شے قدرت الٰہی و حکمت کاملہ پر دلیل کا کام دے رہی ہے۔ ٩ (تحصیل خیر و شر کا، تحقیق حق و باطل کا اور معرفت نفع و ضرر کا) السبیل سے مراد وہ نظر مستقیم ہے جو انسان کو ایمان کی طرف لاتی ہے، اور انسان کو جو نعمت عقل عطا ہوئی ہے، یہ اُس میں آسانی پیدا کر دیتی ہے۔ السبیل الی النظر القویم المؤدی الی الایمان و تیسیرہ له هو هبة العقل (کرم عن ابن عباس و قتادة و ابی صالح والسدی) السبیل العام اسم الجنس فی هدی وضلال ای یسّرہ قوماً بهذا (کرم عن مجاهد والحسن وعطاء وابن عباس)۔ ١٠ یہ اشارہ ہے، زندگی کی مختلف منزلوں کی طرف۔ پہلے انسان بہترین قوی و استعداد لے کر وجود میں آتا ہے۔ پھر ایک مدت تک زندگی بسر کرنے کے بعد اُسے موت آتی ہے۔ پھر وہ عالم قبر میں جاتا ہے۔ أَقْبَرَهُ۔ اس سے مراد انسان کا قبر میں لے جایا جانا ہے۔ اس کے مصداق کے لئے تدفین ظاہری لازم نہیں۔ آگ میں جل کر، پانی میں غرق ہو کر درندوں کی غذا بن کر ہر حال میں اور ہر صورت سے انسان جاتا عالم قبر ہی میں ہے
١١ (کہ اس کی غذا کی تیاری کے لئے ہم نے کیسے کیسے انتظامات کئے ہیں، اور فطرت کی بڑی بڑی قوتوں کو کس طرح کام میں لگا رکھا ہے۔ ربوبیت و رزاقیت کی اتنی زبردست مشنری کے مشاہدہ کے بعد بھی اعراض اور ادائے شکر سے انکار کیسی شدید ناشکری ہے۔ ایجاد و تخلیق کا ذکر پہلے ہو چکا۔ اب انسان کو توجہ اس کے سامان پرورش و بقار کی طرف دلائی جاتی ہے۔

الْمَاْوٰى ؕ﴿۴۱﴾ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ؕ﴿۴۲﴾

ہی ہے ۱۷ یہ لوگ آپ سے قیامت کی بابت سوال کرتے ہیں کہ اس کا وقوع کب ہوگا

فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰىهَا ؕ﴿۴۳﴾ اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰىهَا ؕ﴿۴۴﴾ اِنَّمَآ

سو اس کے بیان (کرنے) سے آپ کو کیا سروکار؟ ۱۸ اُس کا مدار تو (صرف) آپ کے پروردگار کی طرف ہے، آپ تو

اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَّخْشٰىهَا ؕ﴿۴۵﴾ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا

بس اُسی کو ڈرا سکتے ہیں، جو اُس سے خوف رکھتا ہو ۱۹ جس روز یہ اُس کو دیکھینگے (انہیں یہ معلوم ہوگا کہ)

ع ۲ ۴

لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰىهَا ﴿۴۶﴾

گویا یہ لوگ صرف ایک شام یا (دن کے) اوّل حصہ میں رہے ہیں ۲۰

سُوْرَةُ عَبَسَ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اثْنَتَانِ وَاَرْبَعُوْنَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعٌ وَّاحِدٌ وَّكَذَا اِلَخ

سورۂ عبس مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی بیالیس آیتیں اور ایک رکوع ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ نہایت مہربان بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

عَبَسَ وَتَوَلّٰٓى ۙ﴿۱﴾ اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى ؕ﴿۲﴾ وَمَا يُدْرِيْكَ

(پیغمبر) چیں بجبیں ہوئے اور منہ پھیر لیا، اس بات پر کہ اُنکے پاس نابینا آیا ۱ اور آپ کو کیا خبر، شاید

لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰٓى ۙ﴿۳﴾ اَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى ؕ﴿۴﴾ اَمَّا

وہ سنور ہی جاتا، یا نصیحت قبول کر لیتا، اور اس کو نصیحت کرنا فائدہ ہی پہنچا تا ۲ سو

مَنِ اسْتَغْنٰى ۙ﴿۵﴾ فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰى ؕ﴿۶﴾ وَمَا عَلَيْكَ

جو شخص (دین کی) بے پروائی کرتا ہے، آپ اس کی تو فکر میں پڑ جاتے ہیں، درانحالیکہ آپ پر کوئی الزام نہیں

۱۷ اب ذکر فرمانبرداروں کا ہو رہا ہے۔ اُن کا ٹھکانا جنت کے سوا اور کہیں نہیں۔ ھی الماوٰی میں ھی کلمہ تخصیص ہے ونھی النفس عن الھوٰی۔ ھوٰی سے مُراد حرام خواہش ہے۔ توجس نے نفس کو حرام خواہشوں سے روکے رکھا" کے معنیٰ یہ ہوئے کہ جس نے عقیدۂ صحیح کے ساتھ عمل صالح کو بھی جمع رکھا۔ نھی النفس یعنی کمال رغبت وشوق کے باوجود بھی اپنے کو روکے رکھا۔ عن الھوٰی۔ ھوٰی کے عموم میں ایسی خواہش داخل ہے جسے نفس محبوب رکھے، اور اُس میں رضاء حق وخشیت الٰہی کا کوئی لحاظ نہ ہو۔ محققین اہل سنت کہتے ہیں کہ ہر ذکر و عبادت ومجاہدہ بھی، جو کتاب وسنت سے ماخوذ نہ ہو، لذّتِ نفس ہی کے لئے کیا جاتا ہے۔ اور ھوٰی کے حکم میں داخل ہے، اور اسی لئے باطل فرقوں کو اہل بدعت کی طرح اہل ہوٰی کہنا بھی درست ہے۔ صوفیۂ محققین نے آیت سے ضبطِ نفس کی فضیلت پر استدلال کیا ہے۔ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ۔ صوفیۂ عارفین نے خوف کے تین درجے بتائے ہیں۔ پہلا درجہ یہ کہ قول اور عمل میں مواخذۂ اُخروی کا دھڑکا لگا رہے۔ یہ مقام اہل تقوٰی کا ہوتا ہے۔ دوسرا درجہ یہ کہ وقوع خطاء لغزش سے محبوب کی نظر سے گر جانے کا دھڑکا لگا رہے۔ یہ مقام اہل محبت کا ہے۔ تیسرا درجہ یہ ہے کہ کسی نتیجہ کے خیال کے بغیر محض ہیبت وعظمت ذات سے لرزتا رہے۔ یہ مقام عبدیت ہے ——— اور عبدِ محض کا مرتبہ کہتے ہیں کہ متقین وعشاق دونوں سے بلند تر ہے۔ ۱۸ یعنی آپ کو جب خود ہی اس کے وقت کا علم تعین کے ساتھ نہیں دیا گیا ہے تو آپ انہیں کیا بتائینگے۔ یَسْـَٔلُوْنَكَ۔ یعنی یہ سوال، تعریض وانکار کی راہ سے کر رہے ہیں۔ ۱۹ اور جن کے دلوں میں سرے سے قیامت کا عقیدہ اور اس کی طرف سے اندیشہ ہی نہیں، اُن کے لئے آپ کی ساری تبلیغ بے اثر ہے۔ ~~یَخْشٰىهَا ضمیر ھا الساعۃ کی طرف ہے~~۔

۲۰ یعنی دنیوی عمر کی ساری مُدّت طویل انہیں سمٹ سمٹا کر بہت ہی مختصر معلوم ہوگی۔ اور جس عذاب کی جلدی آج طنز و تعریض کی راہ سے مچا رہے ہیں جب وہ آ ہی جائیگا، تو اُسے واقعۃً بھی یہ بہت ہی جلد آپڑنے والا سمجھیں گے۔ انتہائے ہراس و یاس کے وقت دنیا میں بھی طویل سی طویل گذشتہ مُدّت چشم زدن میں گذری ہوئی معلوم ہوتی ہے۔

۱ ایک صحابی عبداللہ بن ام مکتومؓ نامی نابینا تھے۔ رسُول اللہ صلعم کی بعثت اور تبلیغ کا ابھی ابتدائی زمانہ تھا کہ ایسے وقت آپؐ کے پاس آئے، اور کوئی مسئلہ دریافت کرنے لگے۔ جبکہ آپؐ کے پاس قریش کے بڑے بڑے سردار بیٹھے ہوئے تھے۔ جاہلی تہذیبوں میں اُونچ نیچ کا فرق (Social Status) ہمیشہ بہت ہی مبالغہ آمیز رہا ہے، برہمن کے برابر شودر بھلا کہیں بیٹھ سکتا ہے؟ لارڈز کے ساتھ (Commoner) کھانے کی ایک میز پر کہیں جمع ہو سکتا ہے؟ قریش کے جاہلی تمدن میں بھی غریب آدمی کی جسارت بڑی بد تہذیبی میں داخل تھی۔ اور رسُول اللہ صلعم کو تبلیغ واشاعتِ دین کی دُھن میں اُن لوگوں کی تالیف قلب خاص طور پر مدِ نظر تھی۔ ایسے موقع پر اُن نابینا صحابیؓ کی نادانستہ مداخلت آپؐ کو قدرۃً ناگوار گذری۔ عَبَسَ۔ تَوَلّٰى۔ اَنْ جَآءَ۔ رسُول اللہ صلعم کے لئے یہاں بجائے حاضر کے غائب کے صیغہ کا استعمال مخاطب کی رعایت عظمت کے لئے ہے۔ الْاَعْمٰى۔ اُن صحابی کے نام یا کسی اور اسم وصفی کے بجائے اُن کی صفت نابینائی کے ذکر سے ادھر صاف اشارہ ہو گیا کہ سائل آپؐ کی شفقت وتوجہ کا مزید مستحق تھا۔ ۲ کسی جزئیہ میں تو انہیں رہنمائی ہو ہی جاتی، اور روشنی مل جاتی۔ يَزَّكّٰى۔ صیغہ مبالغہ ہے ——— یعنی تزکیہ پورا پورا ہو جاتا۔ اور تصفیہ ظاہری و باطنی دونوں ہو جاتا۔ لَعَلَّهٗ۔ زور دینے کے لئے ہے یعنی نفع کا اگر ظن ہوتا جب بھی توجہ اُسی طرف پوری کرنا تھی، چہ جائیکہ جب تزکیہ یا تذکر یقینی تھا

ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ ۚ بَنٰىهَا ۲۷ رَفَعَ
بھلا تمہارا (دوبارہ) پیدا کرنا زیادہ سخت ہے یا آسمان کا؟ ۱۲ اسی نے اس کو بنایا، اُس کی
سَمْكَهَا فَسَوّٰىهَا ۲۸ وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا وَاَخْرَجَ
چھت کو بلند کیا اور اسے درست بنایا، اور اس کی رات کو ڈھانپا اور اُس کے دن کو
ضُحٰىهَا ۲۹ وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا ۳۰ اَخْرَجَ
ظاہر کیا ۱۳ اور اس کے بعد زمین کو بچھایا (اور) اس سے
مِنْهَا مَآءَهَا وَمَرْعٰىهَا ۳۱ وَالْجِبَالَ اَرْسٰىهَا ۳۲ مَتَاعًا
اس کا پانی اور اس کا چارہ نکالا، اور پہاڑوں کو قائم کردیا (یہ سب)
لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ۳۳ فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى ۳۴
تمہیں اور تمہارے مویشیوں کو فائدہ پہنچانے کیلئے ۱۴ سو جب وہ بڑا ہنگامہ آئے گا
يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ مَا سَعٰى ۳۵ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ
(یعنی) جس دن انسان اپنے ہر کئے ہوئے کو یاد کریگا، اور ہر دیکھنے والے پر دوزخ
لِمَنْ يَّرٰى ۳۶ فَاَمَّا مَنْ طَغٰى ۳۷ وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۳۸
ظاہر کردیجائیگی ۱۵ تو جس کسی نے سرکشی کی ہوگی اور دنیوی زندگی کو ترجیح دی ہوگی
فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاْوٰى ۳۹ وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ
تو ایسے کا ٹھکانا بس دوزخ ہی ہوگا ۱۶ اور جو کوئی ڈرا ہوگا اپنے
رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ۴۰ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ
پروردگار کے سامنے کھڑا ہونے سے اور نفس کو خواہش سے روکا ہوگا، تو ایسے کا ٹھکانا جنت

۱۲ (خود اپنے ہی معیار سے جواب دو) منکرین پر حجت قائم کی ہے کہ آسمان کا پیدا کرنیوالا تو قادر مطلق کو تم خود تسلیم کرتے ہو، یہ بھی تمہیں تسلیم ہے کہ آسمان کی تخلیق انسان کی تخلیق سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہے، پھر جب آسمان اس نے بنالیا، تو انسان کو دوبارہ پیدا کرتے اُسے کیا دیر لگ سکتی ہے؟ ۱۳ اس میں اُوپر اشارہ آگیا کہ رات اور دن کا دارومدار آفتاب ہی کے طلوع وغروب پر ہے، اور آفتاب کا تعلق آسمان سے ہے۔ فَسَوّٰىهَا۔ آسمان کا انتظام ایسا درست وکامل رکھا کہ اس کے نظام میں کہیں کوئی رخنہ نہ مل سکے گا۔ ۱۴ یعنی یہ سارے انتظامات انسان ہی کیلئے نہیں بلکہ اس کے خدمتگذار چوپایوں کی خدمت وسہولت کیلئے بھی ہیں۔ بَعْدَ ذٰلِكَ۔ خوب خیال رکھا جائے کہ اس خاص آیت میں ذکر زمین کی آفرینش کا نہیں، صرف اس کے بچھائے جانے کا ہے۔ دحٰىهَا۔ دحی کے معنی کسی چیز کو اس کے اصل مقر سے ہٹا دینے کے ہیں۔ ~~دحاها ای ازالها عن مقرها (راغب)~~ اس سے گویا اشارہ اس طبیعیاتی حقیقت کی طرف ہوگیا کہ کرۂ ارض کسی اور بڑے جرم سماوی کا ٹکڑا ہے جو اس سے کٹ کر ایک مستقل وجود میں آگیا ہے۔ ۱۵ (اسی چشم ظاہری سے) دیدۂ بصیرت سے تو آج بھی غیب پر ہر ایمان رکھنے والا دوزخ کو دیکھ رہا ہے آخرت میں وہ مومن وکافر سب کے رویت ومشاہدہ میں انہیں ظاہری آنکھوں سے آجائے گی۔ الطامة الكبرٰى۔ طامۃ۔ وہ شے ہے جو دوسری چیزوں پر غالب آجائے۔ ~~الطامة الداهية التی تطم علی الدواهی ای تعلو وتغلب (کشاف)~~ قیامت چونکہ ہر چیز کی حالت بدل دیگی، اور سارے ممکنات وموجودات پر غالب آجائیگی، اس لئے قدرۃً اس کا لقب الطامۃ الکبریٰ قرار پایا۔ مَا سَعٰى۔ ما کے عموم سے یہ نکلا کہ دنیا کا کیا ہوا ہر عمل، اچھا ہو یا بُرا، بڑا ہو یا چھوٹا، اس وقت پیش نظر ہو جائیگا۔ ۱۶ مجرموں، کافروں کا ذکر ہو رہا ہے۔ وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا۔ یعنی اُخروی زندگی سے منکر ہو کر اسی ناسُوتی زندگی کو سب کچھ سمجھ لیا۔ ذکر یہاں عاصی، خاطی کا نہیں، منکر وکافر کا ہے۔ دوزخ مستقل ٹھکانا صرف اسی کا ہو سکتا ہے۔ ~~وهو الکافر الذی یکون عقابه مخلدا وتخصیصه بهذه الحالة یدل علی ان الفاسق الذی لا یکون کذلك لا یکون الجحیم ماوی له (کبیر)~~

۵۴ یَقُوْلُوْنَ۔ قَالُوْا۔ یہ کہنے والے وہی رسول اللہ صلعم کے معاصر منکرین حشر تھے۔ اور یہ فقرے انکار واستبعاد کے لہجہ میں طنز وتعریض کی راہ سے کہتے تھے ــــ ترجمانی اس میں آج کے بھی
...ن خیال "مادیین" کی آگئی۔ ءَاِذَا..... نَّخِرَۃً۔ مادہ پرست اور روحانیت سے ناآشنا قوموں نے انسان کے فنا وبقاء کو تمام تر اس کے جسم ظاہری کے فنا وبقا، کا مرادف سمجھا ہے۔
...ب..... خَاشِعَۃٌ۔ آیت میں قُلُوْبٌ وابصار دونوں کی کیفیت بیان کر کے اہل کفر کے اضطراب باطنی وظاہری دونوں کی پوری تصویر سامنے کر دی۔ ~~اَبْصَارُھَا۔ تقدیر کلام~~ [illegible]

نَّخِرَةً ﴿١١﴾ قَالُوْا تِلْكَ اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ ﴿١٢﴾ فَاِنَّمَا هِيَ
ہو جائینگے (تو پھر واپس ہونگے) کہتے ہیں کہ اس صورت میں واپسی بڑے خسارہ کی ہوگی ۵۴ تو وہ تو بس ایک

زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ ﴿١٣﴾ فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ ﴿١٤﴾ هَلْ اَتٰىكَ
ہی للکار ہوگی جس سے لوگ فوراً میدان میں آموجود ہونگے ۵۵ آپ کو موسیٰ کا

وقف لازم

حَدِيْثُ مُوْسٰى ﴿١٥﴾ اِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ
بھی قصہ پہنچا ہے، ۵۶ (یاد کرو وہ وقت) جب انہیں انکے پروردگار نے ایک پاک میدان (یعنی) طویٰ میں

وقف لازم

طُوًى ﴿١٦﴾ اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ﴿١٧﴾ فَقُلْ
پکارا کہ آپ فرعون کے پاس جائیں، اُس نے سرکشی اختیار کی ہے ۵۷ سو اُس سے کہیے

هَلْ لَّكَ اِلٰٓى اَنْ تَزَكّٰى ﴿١٨﴾ وَاَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ
کیا تو چاہتا ہے کہ تو درست ہو جائے، اور میں تیری رہنمائی تیرے پروردگار کی طرف کر دوں

فَتَخْشٰى ﴿١٩﴾ فَاَرٰىهُ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى ﴿٢٠﴾ فَكَذَّبَ
جس سے تو خشیت اختیار کرے ۵۸ پھر ہم نے اُسے بڑی نشانی دکھائی لیکن اُس نے جھٹلایا

وَعَصٰى ﴿٢١﴾ ثُمَّ اَدْبَرَ يَسْعٰى ﴿٢٢﴾ فَحَشَرَ فَنَادٰى ﴿٢٣﴾
اور کہنا نہ مانا پھر وہ جدا ہو کر کوشش کرنے لگا ۵۹ اور لوگوں کو جمع کیا پھر بلند آواز سے تقریر کی

فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى ﴿٢٤﴾ فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ
اور کہا کہ میں ہوں تمہارا رب اعلیٰ ۶۰ اس پر اللہ نے اُسے پکڑ لیا

ع ۱/۲۶ ۳

الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى ﴿٢٥﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ﴿٢٦﴾
آخرت اور دنیا کے عذاب میں، بیشک اس (واقعہ) میں بڑی عبرت ہے اُسکے لیے جو خشیت رکھتا ہو ۶۱

~~[illegible]~~

۵۵ یعنی قادرِ مطلق کے لئے قیامت کے برپا کرنے میں دشواری ہی کیا ہے، اور اسے کوئی خاص اہتمام کرنا ہی کیا ہے؟ اسکے حکم سے تو بس اِدھر ایک دفعہ زور کی للکار پڑی، اور اُدھر سب کچھ ہو ہوا گیا! ھِیَ۔ ضمیر صور کے نفخۂ ثانی کی جانب ہے۔ ~~[illegible]~~ ۵۶ (جن کا سابقہ فرعون اور فرعونیوں سے ہوا تھا) قصہ کے یاد دلانے سے مقصود دو ہیں۔ ایک مکذبین کی تخویف، دوسرے رسول اللہ صلعم کی تسلی ــــ حضرت موسیٰؑ کا قصہ متعدد مقامات پر پہلے گذر چکا ہے۔ مثلاً سورۃ الاعراف (پ ۹) میں، سورۂ طٰہٰ (پ ۱۶) میں وغیرہا۔ ۵۷ (اور اس پر دین حق کی تبلیغ کریں) الوادالمقدس، طویٰ، فرعون۔ ان سب پر حاشیے گذر چکے۔ ۵۸ (اور پاک وصاف بن جائے) ~~[illegible]~~ ~~عربی محاورہ میں ھل توغیب بالیہ کے مرادف ہے~~ ۔ ~~[illegible]~~ ~~اصل ترکیب ھل میل لک بھی سمجھی گئی ہے~~ [illegible] هَلْ..... تَزَكّٰى۔ شہنشاہِ مصر فرعون قاہر وجابر کی اپنی رعایا کے ایک فرد موسیٰ عمران کو حکم ملتا ہے کہ جا کر اپنے فرمانروا پر توحید کی تبلیغ کرو، لیکن حکمت وخوش اسلوبی کے کن دقائق کو ملحوظ رکھ کر۔ آپؑ اُس سے جا کر کہتے ہیں کہ دینی فلاح تو سب ہی کو عزیز ہوتی ہے، آپ کو بھی ہوگی۔ تو آپ ہی کی خیر خواہی میں صلاح وفلاح کی تدبیریں آپ کو بتانا چاہتا ہوں۔ وَاَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ۔ یعنی میں آپ کے پروردگار کی ذات وصفات کا صحیح بیان کر کے اُس کی معرفت آپ کو کرائے دیتا ہوں۔ فَتَخْشٰى۔ اصلاح وفلاح کی ساری تعمیر اسی خشیت ہی کی بنیاد پر ہوتی ہے۔ اِلٰٓى اَنْ تَزَكّٰى۔ الیٰ یہاں فی کے معنی میں لیا گیا ہے۔ ۵۹ (موسیٰ رسول اللہ اور آپؑ کے لائے ہوئے پیام کی تردید وتکذیب کی) الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى۔ یہ نشانی یا نشانیاں ظاہر ہے کہ حضرت موسیٰؑ کی تصدیق نبوت ورسالت کی تھیں۔ الاٰیۃ کے صیغۂ واحد سے یہاں عموماً معجزۂ عصا سے مراد لی گئی ہے۔ یہ بھی جائز ہے کہ الاٰیۃ کو اسم جنس قرار دے کر سارے معجزات موسوی اس کے تحت میں داخل سمجھے جائیں۔ ~~[illegible]~~

۶۰ مصریوں کے عقیدہ میں سب سے بڑا دیوتا سورج تھا، اور جو بادشاہ وقت ہوتا وہ اسی معبودِ اعظم کا اوتار ہوتا، اور اسی طرح خود بھی معبودِ اعظم کا درجہ رکھتا تھا۔ یہی بادشاہ وقت فرعون کہلاتا تھا۔ شاہ پرستی کا یہ مذہب بابل (کلدانیہ) میں بھی رہ چکا ہے، اور آج بھی ۱۹۴۲ء میں اس کا نمونہ جاپان میں مل سکتا ہے۔ میکاڈو گویا ترجمہ ہے فرعون کا ــــ ملاحظہ ہوں سورۃ الشعراء (پ ۱۹) اور سورۃ القصص (پ ۲۰) کے حاشیے۔ نیز حاشیۂ تفسیر انگریزی۔ ۶۱ یعنی جن کے دل میں خشیت ہے وہی اس واقعہ سے عبرت ونصیحت کا پورا سبق حاصل کریں گے۔ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ۔ یعنی آگ میں حرق۔ وَالْاُوْلٰى یعنی پانی میں غرق

يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ وَيَقُوْلُ الْكٰفِرُ

(واقع ہوگا) جب ہر شخص دیکھ لیگا اُس کو جو کچھ کہ وہ آگے بھیج چکا ہے اور کافر کہے گا

يٰلَيْتَنِىْ كُنْتُ تُرٰبًا ﴿۴۰﴾

کاش میں مٹی ہو جاتا! ۱۷ف

ع ۲ / ۱۰ / ۲

سُوْرَةُ النّٰزِعٰتِ مَكِّيَّةٌ وَّهِىَ سِتٌّ وَّاَرْبَعُوْنَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورۂ نازعات مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی چھیالیس ۴۶ آیتیں اور دو ۲ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ نہایت مہربان باربار رحم کرنے والے کے نام سے

وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ﴿۱﴾ وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا ﴿۲﴾ وَّالسّٰبِحٰتِ

قسم ہے جان سختی سے نکالنے والوں کی، اور بند آسانی سے کھول دینے والوں کی ۱ف اور پیرتے ہوئے

سَبْحًا ﴿۳﴾ فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا ﴿۴﴾ فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ﴿۵﴾ يَوْمَ

چلنے والوں کی، پھر تیزی سے دوڑنے والوں کی، پھر ہر امر کی تدبیر کرنے والوں کی ۲ف (کہ قیامت آکر رہیگی)

وقف لازم

تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ﴿۶﴾ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ﴿۷﴾ قُلُوْبٌ

جسدن ہلا ڈالنے والی چیز ہلا ڈالیگی جس کے بعد ایک پیچھے آنیوالی چیز آجائیگی ۳ف (بہت سے) دل

وقف لازم

يَّوْمَئِذٍ وَّاجِفَةٌ ﴿۸﴾ اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ ﴿۹﴾ يَقُوْلُوْنَ

اُس روز دھڑک رہے ہونگے، اُن کی آنکھیں جھک رہی ہونگی یہ کہتے ہیں

ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِى الْحَافِرَةِ ﴿۱۰﴾ ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا

کہ بھلا کیا ہم پھر واپس ہونگے پہلی حالت کی طرف؟ کیا جب ہم بوسیدہ ہڈیاں

۱۷ف (اور اس عذاب وعقاب سے بچ گیا ہوتا!) کافروں کی زبان پر یہ کلمہ میدانِ حشر میں انتہائی حسرت کے موقع پر آئیگا۔ يَنْظُرُ ... يَدٰهُ۔ یعنی اپنے اعمال کو اپنے سامنے موجود حاضر پائیگا۔ الْكٰفِرُ۔ کافر یہاں بطور اسم جنس ہے۔ الْمَرْءُ۔ مرء سے مُراد کافر شخص ہے۔ المرء الکافر ہنا۔

۱ف مراد دونوں لفظوں سے فرشتے ہیں، جو کافروں کی جان انتہائی سختی کے ساتھ اُن کے پور پور میں گھس کر، اور رگ رگ میں ڈوب کر نکالتے ہیں، اور مومنوں کی اس آسانی کے ساتھ کہ گویا بند کھول دیا ہے۔ قسم کی حقیقت کے لئے ملاحظہ ہو پ۲۹، سورۃ الحجر کا ضمیمہ۔ ۲ف ان تینوں لفظوں سے بھی اشارہ فرشتوں ہی کی جانب ہے۔ جو روحوں کو لیکر آسمان کی طرف تیز گویا ہوا میں پیرتے جاتے ہیں، اور ہر حکم کی تعمیل کے لئے تیزی سے دوڑتے رہتے ہیں، گویا ایک دوسرے کے آگے نکل جائینگے اور ثواب وعقاب ہر امر انتظامی وتکوینی کی تدبیر کرتے رہتے ہیں۔ ملائکہ کا یہ سارا نظم ونظام بجائے خود اس کا گواہ اور اس کی دلیل ہے کہ قیامت واقع ہوکر رہیگی۔ ۳ف یعنی صور کا نفخۂ ثانی جو ہر مُردہ چیز کو ازسرِنو زندہ کھڑا کردیگا۔ يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ یعنی صور کا نفخۂ اولیٰ جو چھوٹی بڑی ہر زندہ مخلوق کو فنا کردیگا۔

<u>۱۲</u>ف منکرین مکذبین کے عذاب روزافزوں کا بیان ہورہا ہے۔ وَكُلَّ ... كِتَابًا - یعنی ہر شے تمہارے نامۂ اعمال میں منضبط کرکھی گئی ہے سو خود تمہارے معیار سے بھی صحت وتحقیق کا خاص اہتمام ہے اور کسی عمل کی کمی بیشی کا کوئی احتمال نہیں۔ اِنَّهُمْ ... حِسَابًا - اُن کا اصلی اور بنیادی جرم اُن کی یہی آخرت بیزاری تھی۔ وَكَذَّبُوا بِاٰيٰتِنَا كِذَّابًا - كذّابا کی قید واقعی ہے احترازی نہیں یعنی اُن کافروں کی صرف حالت کا بیان ہے کہ وہ آخرت فراموشی کے ساتھ ساتھ طرح طرح کی تکذیبوں میں بھی مبتلا تھے۔ یہ مُراد نہیں کہ بغیر اتنی تکذیبوں کے مجرم نہ قرار پائیں ——— جُرم کفر تو کسی بھی عقیدۂ دینی میں شک وتردد سے لازم آجاتا ہے۔ فَذُوْقُوْا - اُوپر سے صیغہ غائب کا چلا آرہا تھا، یہاں یک بیک بقاعدۂ التفات صیغۂ حاضر میں تبدیل ہوگیا - اس سے مقصود شدتِ غضب کا اظہار ہے۔

كِتٰبًا ﴿۲۹﴾ فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا ﴿۳۰﴾ ع ۱ اِنَّ
کر رکھا ہے، سو مزہ چکھو کہ ہم تمہیں عذاب بڑھاتے ہی چلے جائیں گے ۱۲ف بیشک
لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازًا ﴿۳۱﴾ حَدَآئِقَ وَاَعْنَابًا ﴿۳۲﴾ وَّكَوَاعِبَ
پرہیزگاروں کے لئے کامیابی ہے، یعنی باغ ہیں اور انگور اور نوخاستہ
اَتْرَابًا ﴿۳۳﴾ وَّكَاْسًا دِهَاقًا ﴿۳۴﴾ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا
ہم عمر عورتیں، اور لبالب جام (شراب)، وہاں نہ کوئی بیہودہ بات سنیں گے
وَّلَا كِذّٰبًا ﴿۳۵﴾ جَزَآءً مِّنْ رَّبِّكَ عَطَآءً حِسَابًا ﴿۳۶﴾
اور نہ جھوٹ یہ بدلہ ہوگا (کافی) انعام تیرے پروردگار کی طرف سے ۱۳ف
رَّبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمٰنِ لَا
پروردگار آسمانوں اور زمین کا اور اُن دونوں کے درمیان جو کچھ ہے اُس کا خدائے رحمٰن
يَمْلِكُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا ﴿۳۷﴾ يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ
کسی کی مجال اس سے عرض و معروض کی نہیں ۱۴ف اس دن جبکہ روح اور فرشتے صف بستہ کھڑے
صَفًّا لَّا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَ
ہوں گے، کوئی نہ بول سکیگا بجز اس کے کہ جس کو خدائے رحمٰن اجازت دے اور وہ
قَالَ صَوَابًا ﴿۳۸﴾ ذٰلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ
کہے بھی ٹھیک بات ۱۵ف یہ یقینی دن ہے سو جو چاہے اپنے پروردگار کے
اِلٰى رَبِّهٖ مَاٰبًا ﴿۳۹﴾ اِنَّآ اَنْذَرْنٰكُمْ عَذَابًا قَرِيْبًا يَّوْمَ
پاس اپنا ٹھکانا بنا رکھے ۱۶ف ہم نے تمہیں تنبیہ کردی ہے ایک نزدیک والے عذاب کی (جو) اُس دن

~~الالتفات شاهد على شدة الغضب (ملک) وهى اٰية فى غاية الشدة .. وبعينها على طريقة الالتفات شاهد على ان الغضب قد تبالغ (كرخى)~~ حدیث نبوی میں آیا ہے کہ یہ آیت عذاب کی شدید ترین آیت ہے۔ ~~وفى الحديث هذه الاٰية اشد ما فى القراٰن على اهل النار ... عن عبد الله بن عمرو قال لم ينزل على اهل النار اٰية اشد من هذه الاٰية (ابن كثير)~~

<u>۱۳</u>ف اہل جنت کے انعامات کا بیان ہورہا ہے۔ انہیں وہ ساری کی ساری مادی لذتیں اور نعمتیں بھی حاصل رہیں گی جن سے وہ دنیا میں برابر لذت گیر ہوتے رہتے تھے، جنت میں جانے سے کوئی نعمت سلب نہیں ہوجائیگی۔ حَدَآئِقَ - سرسبز باغ)، اعنابا (انگور) کواعب اترابا - (نوجوان، نوخیز، ہمسن بیویاں)، كَاْسًا دِهَاقًا (لبالب جام) یہ سب ایک کامل ومکمل مرقع عیش کا نقشہ پیش کررہے ہیں۔ لَا يَسْمَعُوْنَ ... كِذّٰبًا - یہاں یہ بتادیا کہ وہاں کے پاکیزہ اور ستھرے عیش کو دنیا کی بیہودہ رنگ رلیوں پر قیاس نہ کیا جائے - وہاں کسی قسم کی رکاکت وابتذال کا پرتو بھی نہ پڑنے پائیگا - خالص لُطف وسرور ہی حاصل رہیگا۔ جَزَآءً ..... حِسَابًا - جزاءً اور عطاءً اور حسابًا تین مختلف کلمے لاکر یہاں تین مختلف کیفیتوں کی طرف اشارہ کردیا ——— جزاءً کا مفہوم مُزدو اُجرت کا ہے یعنی اس کے حصول کے لئے کچھ کرنا چاہیئے، اور عمل صالح سے اس کا استحقاق پیدا کرنا چاہیئے۔ عطاءً کا اشارہ بخشش و رحمت پروردگار کی جانب ہے یعنی امیدوار فضل وکرم کے رہیں، اور سارا بھروسہ اپنے عمل پر نہ کر بیٹھیں۔ حساب میں یہ پہلو آگیا کہ جو کچھ بھی ملیگا، اندھا دُھند اور بے ضابطہ نہیں، امتیاز مراتب کے ساتھ اخلاص نیت وغیرہ کو ملحوظ رکھ کر ملیگا۔

<u>۱۴</u>ف کسی مقرّب سے مقرب مخلوق کی بھی یہ مجال نہیں کہ بلا اذن خود بخود اُس ذات پاک کے حضور میں کلام بھی کرسکے ——— دیوی دیوتاؤں کے عقیدہ پر ایک اور ضرب - اور حق تعالیٰ کی شان تنزیہ کا مزید اثبات۔ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ - آسمان وزمین جنہیں جاہل قومیں دیوی دیوتا سمجھ رہی ہیں، حق تعالیٰ ان سب کا مالک و پروردگار ہے۔ وَمَا بَيْنَهُمَا - جاہلی قوموں نے زمین و آسمان کی درمیانی فضا کو بھی اپنے معبودوں سے بھر رکھا تھا - قرآن مجید نے اس جزئیہ کا ذکر کرکے اس عقیدہ پر بھی ضرب لگادی - ملاحظہ ہو تفسیر انگریزی۔

<u>۱۵</u>ف (حق تعالیٰ کے حضور میں ادب وخشوع کے لوازم کے ساتھ۔ الرُّوْحُ - روح سے اس سیاق میں مُراد ذی روح مخلوقات لی گئی ہے۔ لَا ..... الرَّحْمٰنُ - مسیحیوں اور بعض باطل مذہب والوں کے ہاں مرکزی عقیدہ شفاعت کا ہے - اور "خدا کا بیٹا" تو گویا شفیع ہی کے مستقل منصب پر فائز ہے - قرآن مجید اس باطل عقیدہ پر مختلف عنوانات سے مختلف مقامات میں ضرب لگاتا گیا ہے۔ وَقَالَ صَوَابًا - یعنی اجازت حاصل کرنے کے بعد جب بولنا ہوگا، وہ بھی محدود ومقید ہوگا - یہ نہیں کہ جو کچھ اور جس طرح وہ چاہے بولنے لگ جائے۔ <u>۱۶</u>ف یعنی جو چاہے ایمان وتصدیق اختیار کرکے اور اچھے عمل کر کرکے اپنے ٹھکانے کے لئے اپنا استحقاق پیدا کرلے۔ اتخذ - اس سے صاف اشارہ اس طرف ہوگیا کہ جو کوئی اس راہ کو ڈھونڈے گا اُسے وہ مل کر رہیگی۔
ذٰلِكَ - اشارہ اسی یوم قیامت کی جانب ہے - اور اشارۂ بعید مشارٌ الیہ کی عظمت کے اظہار کے لئے ہے - ~~للايذان بعلو درجته وبعد منزلته فى الهول والفخامة (روح)~~

مَآءً ثَجَّاجًا ﴿١٤﴾ لِّنُخْرِجَ بِهٖ حَبًّا وَّنَبَاتًا ﴿١٥﴾ وَّجَنّٰتٍ

کثرت سے پانی برسایا — کہ ہم اس کے ذریعہ سے غلہ اور سبزی — اور گنجان باغ

اَلْفَافًا ﴿١٦﴾ اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيْقَاتًا ﴿١٧﴾ يَّوْمَ

پیدا کریں ﴿٧﴾ بیشک فیصلہ کا دن — ایک معین وقت ہے — (یعنی) اس دن

يُنْفَخُ فِى الصُّوْرِ فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا ﴿١٨﴾ وَّفُتِحَتِ

جب صور پھونکا جائیگا — تو تم لوگ گروہ گروہ ہو کر آؤ گے ﴿٨﴾ — اور آسمان

السَّمَآءُ فَكَانَتْ اَبْوَابًا ﴿١٩﴾ وَّسُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ

کھل جائیگا، سو اس میں دروازے ہی دروازے ہو جائینگے اور پہاڑ جگہ سے ہٹا دیئے جائینگے، سو وہ ریت

سَرَابًا ﴿٢٠﴾ اِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ﴿٢١﴾ لِّلطّٰغِيْنَ

کی طرح ہو جائینگے ﴿٩﴾ بیشک دوزخ ایک گھات کی جگہ ہے — سرکشوں کا

مَاٰبًا ﴿٢٢﴾ لّٰبِثِيْنَ فِيْهَآ اَحْقَابًا ﴿٢٣﴾ لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا

ٹھکانا ہے — جس میں وہ قرنوں پڑے رہیں گے ﴿١٠﴾ — اس میں نہ کسی ٹھنڈک کا مزہ

بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا ﴿٢٤﴾ اِلَّا حَمِيْمًا وَّغَسَّاقًا ﴿٢٥﴾ جَزَآءً

چکھیں گے اور نہ کسی پینے کی چیز کا — ہاں البتہ گرم پانی اور پیپ (ملے گا) — (یہ) مناسب حال

وِّفَاقًا ﴿٢٦﴾ اِنَّهُمْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ حِسَابًا ﴿٢٧﴾ وَّ

بدلہ ہے ﴿١١﴾ — یہ لوگ حساب (قیامت) کا مطلق اندیشہ نہیں رکھتے تھے — اور

كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كِذَّابًا ﴿٢٨﴾ وَكُلَّ شَىْءٍ اَحْصَيْنٰهُ

ہماری نشانیوں کو برابر جھٹلایا ہی کرتے تھے — اور ہم نے ہر چیز کو — لکھ کر منضبط

﴿٧﴾ (تو کیا ایسا حکیم، ایسا صناع، ایسا قادر، قیامت لانے پر قادر نہیں؟) حاصل یہ کہ اس ساری صنعت گری سے ہمارا کمال قدرت بالکل عیاں ہے تو آخر حشر اجساد پر ہمارے قادر ہونے سے انکار کیوں ہے؟ لِنُخْرِجَ بِهٖ۔ ضمیرہ۔ ماء، پانی کی جانب ہے۔ اے بدلالة الماء وھو علی ظاھرہ عند السلف ومن اتبعھم مقالات الاشاعرة لمعنده (روح)

﴿٨﴾ مثلاً موحد الگ، مشرک الگ، مومن الگ، کافر الگ، متقی الگ، فاسق الگ وغیرہا۔

﴿٩﴾ صور کے نفخۂ اول کے وقت جب یہ سارا نظام تکوینی درہم و برہم ہوگا، اس وقت کی شکست و ریخت کی یہ تفصیلات بیان ہو رہی ہیں۔ وَفُتِحَتْ ..... اَبْوَابًا۔ یعنی آسمان بالکل ہی کھل کر رہیگا۔ ﴿١٠﴾ (جن کا کوئی شمار نہیں) اِنَّ ..... مِرْصَادًا یعنی دوزخ کے فرشتے اسی انتظار اور تاک میں لگے ہوئے ہیں کہ کافر آئے تو اسے عذاب کی گرفت میں لیں۔ اَحْقَابًا۔ حقب کے معنی زمانۂ طویل و مسلسل کے ہیں۔ وھو الدھر قال الفراء اصل الحقب من الترادف والتتابع (کبیر) احقاب کے بصیغۂ جمع آجانے سے کوئی گنجائش دوزخ کے عدم خلود کے قائلوں کے لئے نہ رہی۔ والحقب مدة مجھول الابد کلما معنی حقب تبعه آخر الی غیر نھایة ولا یستعمل الحقب والحقبة الا اذا ارید تتابع الا ننتھی الیھا (مدرک) عن قتادة وھو ما لا انقطاع له (ابن کثیر) والصحیح انھا لا انقضاء لھا کما قال قتادة والربیع (ابن جریر) قال الحسن والله ما ھو الا انه اذا مضی حقب دخل آخر ثم آخر الی الابد فلیس للاحقاب عدة الا الخلود (معالم) قال الفراء ای دھوراً متتابعة یتبع بعضھا بعضاً (کبیر) وھو علی ما روی عن الحسن زمان غیر محدود ونحوہ تفسیر بعض اللغویین له بالدھر (روح) والمعنی ھنا حقباً بعد حقب کلما مضی حقب تبعه آخر الی غیر نھایة ولا یکاد یستعمل الحقب والاحقب الا حیث یراد تتابع الازمنة (بحر) ﴿١١﴾ (ہر ایک کے درجۂ کفر و فسق کے متناسب) موافقاً لما اسلفه ای ھذا الذی صاروا الیه من ھذه العقوبة وفق اعمالھم الفاسدة التی کانوا یعملونھا فی الدنیا قاله مجاھد وقتادة وغیر واحد (ابن کثیر)

لَا يَذُوْقُوْنَ ..... شَرَابًا۔ یعنی نہ کوئی ایسی خنکی نصیب ہوگی جو باعث راحت بن سکے اور نہ کوئی پینے ہی کی ایسی چیز جو پیاس بجھا سکے۔ غَسَّاقًا۔ غساق کے ایک معنی نہایت شدید سردی کے ہیں۔ اے ابرد البرد (لسان) قال ابن عباس الغساق الزمھریر یحرقھم ببردہ وعلم ھو الشیء البارد الذی لا یطاق وھو الذی یسمی بالزمھریر (کبیر) یہ معنی لے کر وعید کا مفہوم یہ ہوگا کہ کسی کو کھولتا ہوا پانی ملیگا، اور کسی کو غضب کی بے پناہ سردی، غرض اہل افراط اور اہل تفریط دونوں کو انتہائی شدید سزا اپنے اپنے حسب حال۔

سُوْرَةُ النَّبَاِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اَرْبَعُوْنَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورۂ نبا مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی چالیس آیتیں اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ نہایت مہربان بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ (١) عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ (٢)

یہ لوگ کس چیز کی بابت دریافت کر رہے ہیں؟ اُس بڑے واقعہ کی بابت

الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ مُخْتَلِفُوْنَ (٣) كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ (٤) ثُمَّ

جس کے بارہ میں یہ لوگ جھگڑ رہے ہیں ۱ہ ہرگز ایسا نہیں (کہ قیامت نہ آئیگی) انکو ابھی معلوم

كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ (٥) اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا (٦)

ہوا جاتا ہے اور پھر ہرگز ایسا نہیں (کہ قیامت نہ آئیگی) انہیں ابھی معلوم ہوا جاتا ہے ۲ہ کیا ہم نے زمین کو فرش

وَّالْجِبَالَ اَوْتَادًا (٧) وَّخَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا (٨) وَّجَعَلْنَا

الربع

اور پہاڑوں کو میخیں نہیں بنا دیا ہے؟ ۳ہ اور ہم ہی نے تم کو جوڑا جوڑا بنا دیا اور ہم ہی نے

نَوْمَكُمْ سُبَاتًا (٩) وَّجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا (١٠) وَّجَعَلْنَا

تمہاری نیند کو راحت (کا ذریعہ) بنا دیا ۴ہ اور ہم ہی نے رات کو پردہ کی چیز بنا دیا اور ہم ہی نے

النَّهَارَ مَعَاشًا (١١) وَّبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا (١٢)

دن کو معاش (کا وقت) بنا دیا ۵ہ اور ہم ہی نے تمہارے اُوپر سات مضبوط (آسمان) بنائے ہیں

وَّجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا (١٣) وَّاَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرٰتِ

اور ہم ہی نے ایک روشن چراغ بنا دیا ہے ۶ہ اور ہم ہی نے بھرے بادلوں سے

۱ہ (اہلِ حق سے) يَتَسَآءَلُوْنَ یعنی یہ منکرین حشر اہلِ جاہلیت بطور تعریض سوال کر رہے ہیں۔ سوالات اور سوالیہ فقروں سے خطبات کی ابتدا کرنا دوسری زبانوں کی طرح خطبات عرب میں حُسنِ انشا و خطابت کا ایک بہترین نمونہ سمجھا گیا ہے۔ ۲ہ زور و جوش کے موقع پر، فقروں کی یہ تکرار عربی حُسنِ خطابت اور اسلوب بلاغت کا ایک خاص نمونہ ہے ——— اُردو محاورہ میں بھی تو زور و جوش کے موقع پر کہتے ہیں۔ "اجی یہ دیکھیں گے اور پھر دیکھیں گے"۔ ۳ہ (جو اپنے ثقل سے توازن پیدا کئے، اور زمین کو ڈانوا ڈول حرکت سے روکے ہوئے ہیں) پہاڑوں کی اس حیثیت کا ذکر قرآن مجید میں بار بار آچکا ہے۔ الْاَرْضَ مِهٰدًا۔ زمین کے فرش ہونے کا بھی ذکر پیشتر کئی بار آچکا ہے ——— اسی فرش پر تو ہم آپ سب چلتے پھرتے، دوڑتے، بیٹھتے، اُٹھتے، سوتے، کھاتے پیتے ہیں۔

۴ہ (جو قیامِ حیات کے لئے لازمی ہے) ذکر یہاں خدائی نعمتوں کا اور حق تعالیٰ کی شانِ بندہ پروری کا ہو رہا ہے۔ اسی سلسلہ میں نیند کا بھی ذکر ہے۔ اور نیند کا انسانی زندگی کے حق میں ایک نعمتِ عظیم ہونا بالکل ظاہر ہے۔ ضمناً اس حقیقت اور اہم حیاتیاتی حقیقت پر بھی روشنی پڑ گئی کہ نیند ایک ایجابی شے ہے محض ایک سلبی کیفیت یا عدم بیداری کا نام نہیں۔ ملاحظہ ہو حاشیۂ تفسیر انگریزی۔

۵ہ حیات کی ابتدائی صورتوں میں یعنی نباتات اور ادنیٰ درجہ کے حیوانات میں تو غذا کا حاصل کرنا مخصوص ہی ہے دن کی روشنی کے ساتھ۔ رہا انسان تو اس کے بھی معاشی مشاغل کا عام اور اکثری وقت دن ہی کا ہے۔ ملاحظہ ہو حاشیۂ تفسیر انگریزی۔ وَجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا۔ یعنی رات ہر چیز کو اپنی تاریکی کی چادر سے ڈھانپ لیتی ہے ——— لباس کے معنی آرام و تسکین خاطر کے بھی کئے گئے ہیں۔ لباسًا ای سکنًا (ابن قتیبہ) رات کا وقت جو فاطرِ کائنات نے انسان کے تھکے ہوئے جسم اور دماغ کے لئے سکون و راحت کا اور عبادات خلوت کا وقت بنایا ہے۔ "روشن خیال" و "مہذب" دنیا نے عین اسی کو اپنے تعیشات اور نفس پرستیوں کے لئے مخصوص کر لیا ہے ——— سینما اور تھیٹر اور بال اور آپیرا وغیرہا۔

۶ہ (اُسی آسمان میں) مُراد آفتاب ہونا ظاہر ہے ——— آسمان اور آفتاب جیسی زبردست و عظیم الشان موجودات حق تعالیٰ کی محض مخلوق ہی ہیں ساری مخلوقات کی طرح بے بس، نہ کہ خود آفریدہ یا نعوذ باللہ شریکِ خدائی۔

هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ جَمَعْنٰكُمْ وَالْاَوَّلِيْنَ ﴿٣٨﴾ فَاِنْ كَانَ
یہ ہے فیصلہ کا دن ہم نے جمع کر لیا تم کو اور اگلوں کو تو آج
لَكُمْ كَيْدٌ فَكِيْدُوْنِ ﴿٣٩﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٤٠﴾ ع ١ / ٢١
کوئی چال چلانا ہو تو میرے مقابلہ میں چلاؤ، بڑی خرابی ہے اُس دن جھٹلانے والوں کے لئے ١٤
اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِىْ ظِلٰلٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿٤١﴾ وَّفَوَاكِهَ مِمَّا
پرہیزگار لوگ بیشک سایوں اور چشموں اور مرغوب میووں میں
يَشْتَهُوْنَ ﴿٤٢﴾ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٤٣﴾
ہوں گے خوب مزے سے کھاؤ پیو اپنے اعمال کے صلہ میں
اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٤٤﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ
ہم نیک کاروں کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں ١٥ بڑی خرابی ہے اس روز
لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٤٥﴾ كُلُوْا وَتَمَتَّعُوْا قَلِيْلًا اِنَّكُمْ
جھٹلانے والوں کے لئے ١٦ کھا لو اور برت لو تھوڑے ہی دن کے لئے کہ تم بیشک
مُّجْرِمُوْنَ ﴿٤٦﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٤٧﴾ وَاِذَا قِيْلَ
مجرم ہو بڑی خرابی ہے اس روز جھٹلانے والوں کے لئے ١٧ اور جب ان سے کہا جاتا
لَهُمُ ارْكَعُوْا لَا يَرْكَعُوْنَ ﴿٤٨﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٤٩﴾
ہے کہ جھکو تو نہیں جھکتے بڑی خرابی ہے اس روز جھٹلانیوالوں کے لئے ١٨
فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۭ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ﴿٥٠﴾ ع ٢ / ٢٢
آخر یہ اس (قرآن) کے بعد کس بات پر ایمان لائینگے ١٩

١٤ (جو اس یقینی طور پر واقع ہونے والے دن کے وقوع کو آج محض وہم وخیال سمجھ رہے ہیں) هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ۔ یہی تو ہے وہ فیصلہ کا دن جس کی تکذیب میں تم لگے رہتے تھے۔ جَمَعْنٰكُمْ وَالْاَوَّلِيْنَ۔ اب وہ تمہارے انکاری وتکذیبی سارے دلائل واہیہ وخرافیہ کیا ہو گئے، کدھر چلے گئے؟ آج تو تمہارا "ناممکن" ممکن کیا معنی واقع ہو کر رہ گیا! اور تم اور تمہارے اگلے سب کے سب فیصلہ کے لئے اکٹھے کر لئے گئے۔

فَاِنْ . . . فَكِيْدُوْنِ۔ دنیا میں تمہیں اپنی تدبیروں اور چالاکیوں پر بڑا غرّہ رہتا تھا اب آج ممکن ہو تو ہماری گرفت سے بچنے کے لئے کوئی تیر اپنے ترکش سے چلاؤ نا! جَمَعْنٰكُمْ وَالْاَوَّلِيْنَ۔ مُراد اس اُمّت کے بھی مکذّبین ہیں، اور پچھلی اُمّتوں کے مکذّبین بھی ~~یعنی مکذبی هذه الامة والاولين الذين كذبوا انبياءهم (معالم)~~

١٥ یہ سب مؤمنین متقین کو مخاطب کر کے کہا جائیگا۔ اِنَّا . . . . . . الْمُحْسِنِيْنَ۔ اس میں مخاطبین کو ترغیب ہے محسن (نیک کار) بن جانے کی، جو بھی محسن ہوگا اس مرتبہ ومنزلت کا حقدار ہو جائیگا۔

١٦ (جو جنت کی نعمتوں اور اہل جنت کی بشارتوں سے بھی انکار پر اَڑے ہوئے ہیں)

١٧ (جو آج دنیا میں بار بار کی تنبیہوں اور فہمائشوں کے بعد بھی انکار واعراض سے باز نہیں آتے) قَلِيْلًا۔ یعنی اس دنیوی زندگی کی چند روزہ مُدّت میں۔ كُلُوْا . . . . مُّجْرِمُوْنَ۔ یہ دنیا میں کافروں سے خطاب ہو رہا ہے۔

١٨ (جو کسی دعوت وتبلیغ حق کا اثر نہیں قبول کرتے، بلکہ ہر ربانی صداقت سے انکار ہی پر مُصر ہیں اور اپنے جُرم کو جُرم ہی نہیں سمجھتے) وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ ارْكَعُوْا۔ یعنی جب انہیں یہ پیام ملتا ہے کہ ایمان اور عبدیت کی راہ اختیار کرو۔ رکوع ہمیشہ اپنے اصطلاحی معنی یعنی ایک رکن نماز ہی کے معنی میں نہیں بلکہ کبھی اپنے لغوی مفہوم یعنی خشوع وتواضع کے معنی میں بھی آتا ہے۔ الركوع يستعمل تارةً في التواضع ~~والتذلل (راغب)~~ اور یہاں یہی معنی مراد ہیں۔ ~~اى اخشعوا لله وتواضعوا له بقبول وحيه واتباع دينه (كشاف۔ مدارك)~~ صوفیۂ عارفین نے کہا ہے کہ قبولِ حق کا مقدمہ خشوع وتواضع ہی ہے۔ اور بڑا مانع راہ نخوت ہے۔

١٩ (تو اب اے پیمبر آپ ان کے قبولِ حق کی کوئی امید ہی نہ رکھئے کہ جب اس بلیغ ترین، مؤثر ترین کلام سے بھی ان کے دل نہیں پگھلتے تو پھر یہ آخر کس چیز سے متاثر ہونگے) بَعْدَهٗ۔ ضمیر ہٗ قرآن مجید کی جانب ہے۔ ~~اى بعد القرآن (كشاف۔ مدارك)~~

بحمد اللہ آج شنبہ ٢١ فروری ١٩٤٨ء مطابق ١٠ ربیع الثانی ١٣٦٧ھ کو قبل نماز ظہر اس انتیسویں پارہ کی نظر ثانی سے فراغت پائی۔ دوشنبہ ٢ اکتوبر ١٩٥٠ء مطابق ١٩ ذی الحجہ ١٣٦٩ھ قبل نماز ظہر نظر ثالث سے فراغت پائی ۔

لِّلۡمُكَذِّبِيۡنَ ﴿٢٤﴾ اَلَمۡ نَجۡعَلِ الۡاَرۡضَ كِفَاتًا ﴿٢٥﴾ اَحۡيَآءً
جھٹلانے والوں کے لئے ۵۸ کیا ہم نے زمین کو زندوں اور مُردوں کو سمیٹنے والی
وَّاَمۡوَاتًا ﴿٢٦﴾ وَّجَعَلۡنَا فِيۡهَا رَوَاسِىَ شٰمِخٰتٍ وَّ
نہیں بنایا؟ اور ہم نے اس میں اونچے اُونچے پہاڑ ٹھہرا دیئے، اور
اَسۡقَيۡنٰكُمۡ مَّآءً فُرَاتًا ﴿٢٧﴾ وَيۡلٌ يَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُكَذِّبِيۡنَ ﴿٢٨﴾
ہم نے تمہیں میٹھا پانی پلایا، بڑی خرابی ہے اُس روز جھٹلانے والوں کے لئے ۵۹
اِنۡطَلِقُوۡۤا اِلٰى مَا كُنۡتُمۡ بِهٖ تُكَذِّبُوۡنَ ﴿٢٩﴾ اِنۡطَلِقُوۡۤا
چلو تم اس (عذاب) کی طرف جسے تم جھٹلایا کرتے تھے چلو تم
اِلٰى ظِلٍّ ذِىۡ ثَلٰثِ شُعَبٍ ﴿٣٠﴾ لَّا ظَلِيۡلٍ وَّلَا يُغۡنِىۡ
تین شاخوں والے سائبان کی طرف جس میں نہ سایہ ہے اور نہ وہ سوزش
مِنَ اللَّهَبِ ﴿٣١﴾ اِنَّهَا تَرۡمِىۡ بِشَرَرٍ كَالۡقَصۡرِ ﴿٣٢﴾
سے بچاتا ہے ۶۰ وہ انگارے برسائیگا جیسے بڑے بڑے محل
كَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفۡرٌ ﴿٣٣﴾ وَيۡلٌ يَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُكَذِّبِيۡنَ ﴿٣٤﴾
گویا وہ زرد زرد اُونٹ ہیں ۶۱ بڑی خرابی ہے اس روز جھٹلانے والوں کیلئے ۶۲
هٰذَا يَوۡمُ لَا يَنۡطِقُوۡنَ ﴿٣٥﴾ وَلَا يُؤۡذَنُ لَهُمۡ
آج وہ دن ہے کہ اس میں یہ لوگ بول ہی نہ سکینگے، اور نہ انہیں اس کی اجازت ہوگی
فَيَعۡتَذِرُوۡنَ ﴿٣٦﴾ وَيۡلٌ يَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُكَذِّبِيۡنَ ﴿٣٧﴾
کہ عذر معذرت کرسکیں بڑی خرابی ہے اس روز جھٹلانے والوں کے لئے ۶۳

۵۸ (جو ہمارے آئین حکمت اور عموم قدرت سے انکار کرتے رہتے ہیں)

۵۹ (جو ہمارے سارے سلسلۂ ربوبیت کا انکار کررہے ہیں) كِفَاتًا اَحۡيَآءً وَّ اَمۡوَاتًا۔ زمین کا زندوں کی سمیٹنے والی ہونا تو ظاہر ہی ہے کہ انسان زندگی بھر اسی پر چلتا پھرتا، اُٹھتا بیٹھتا رہتا بستا ہے، اور مُردوں کی سمیٹنے والی یوں کہ موت کے بعد بھی اسی میں دفن ہوتا ہے۔ اور جو مُردے نہیں بھی دفن ہوتے ان کے بھی اجزاء ارضی آگ سے جلنے یا پانی میں ڈوبنے کے بعد، بہرحال کسی نہ کسی واسطہ سے اسی زمین ہی میں جذب ہوتے ہیں۔ رَوَاسِىَ شٰمِخٰتٍ۔ پہاڑوں اور پہاڑیوں کے بھی منافع ومصالح انسانی زندگی کے لئے ظاہر ہیں۔ وَّاَسۡقَيۡنٰكُمۡ مَّآءً فُرَاتًا۔ ان ساری نعمتوں کے استحضار سے مقصود ومدعا یہی کہ تم اپنی توجہ اپنے اس واحد مالک ومربی کی جانب رکھو۔ بعض فقہاء نے ارض کے سلسلہ میں امواتا کے آجانے سے میت کے زمین میں دفن ہونے کے وجوب پر استدلال کیا ہے۔ وھٰذا دلیل علٰی وجوب مواراة الميت ودفنه ودفن شعره وسائر ما يزايله (جصاص)

۶۰ اب ذکر ظاہر ہے کہ میدانِ حشر کا ہو رہا ہے اور یہ اہل دوزخ سے کہا جائیگا۔ اِلٰى ظِلٍّ۔ ظل یا سائبان سے یہاں مُراد ایک دُھواں ہے جو دوزخ سے نکلیگا۔ اور شدّت اور کثرت سے نکلیگا کہ اُوپر جاکر کئی ٹکڑوں میں پھٹ جائیگا۔ اور حساب چک جانے کے وقت تک کافر اسی دھوئیں کے احاطہ میں گھرے رہینگے جیسے کہ مقبولین سایۂ عرش میں ہونگے۔ ذِىۡ ثَلٰثِ شُعَبٍ۔ محققین عارفین نے کہا ہے کہ علم صحیح کی راہ میں حجابات تین ہوتے ہیں۔ حس،[1] خیال[2] اور وہم[3]، اور عمل صحیح کی راہ میں بھی تین حجابات ہوتے ہیں۔ قوت وہمیہ،[1] قوت غضبیہ،[2] قوت شہویہ۔[3] جدید نفسیات کی اصطلاح میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ انسان کو عذاب کی طرف لے جانیوالی تین ہی قوتوں کے غلط استعمال ہیں۔ عقل[1] وادراک کی گمراہیاں، جذبات[2] وشہوات کی لغزشیں، قوتِ[3] ارادی کی کجراہیاں۔ لَا ظَلِيۡلٍ ..... اللَّهَبِ۔ مطلب یہ ہوا کہ دھوئیں کے بادل سے جو صورت سایہ کی پیدا ہوجاتی ہے، وہ بھی کام سایہ کا نہ دیگی، بلکہ اور اذیت رساں ہی ہوگی۔

۶۱ دونوں تشبیہیں ایک دوسرے کی منافی نہیں، ایک ہی چیز کی دو تشبیہیں دو مختلف حیثیتوں کے لحاظ سے ہیں۔ بِشَرَرٍ كَالۡقَصۡرِ۔ وہ جہنم کے انگارے اپنی بڑائی کے لحاظ سے بڑے بڑے محل جیسے ہونگے۔ كَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفۡرٌ۔ یہ تشبیہ رنگ کے لحاظ سے ہے۔

۶۲ (جو جہنم کے شدائد کو آج بھلائے ہوئے ہیں)

۶۳ (جو یوم حشر اور اس کی ہولناکیوں کی واقعیت سے اب تک انکار کررہے ہیں) وَلَا ..... يَعۡتَذِرُوۡنَ۔ بولنے کی اجازت بھی اسی لئے نہ ہوگی کہ کوئی عذر ہی موجود نہ ہوگا جسے پیش کرسکیں۔

النُّجُومُ طُمِسَتْ ﴿۸﴾ وَإِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتْ ﴿۹﴾ وَإِذَا

کہ ستارے بے نُور ہو جائینگے اور جس وقت آسمان پھٹ جائے گا اور جس وقت

الْجِبَالُ نُسِفَتْ ﴿۱۰﴾ وَإِذَا الرُّسُلُ أُقِّتَتْ ﴿۱۱﴾ لِأَيِّ يَوْمٍ

پہاڑ اُڑتے پھریں گے ۲ اور جب سب پیمبر وقت معین پر جمع کئے جائینگے (وہ وقت فیصلہ کا ہوگا) ۳ کس دن

أُجِّلَتْ ﴿۱۲﴾ لِيَوْمِ الْفَصْلِ ﴿۱۳﴾ وَمَآ أَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ

کیلئے یہ ملتوی رکھا گیا ہے؟ فیصلہ کے دن کے لئے آپ کو معلوم ہے کہ فیصلہ کا دن کیسا کچھ

الْفَصْلِ ﴿۱۴﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ﴿۱۵﴾ أَلَمْ

ہے ۴ بڑی خرابی ہے اُس روز جھٹلانے والوں کے لئے، کیا

نُهْلِكِ الْأَوَّلِينَ ﴿۱۶﴾ ثُمَّ نُتْبِعُهُمُ الْاٰخِرِينَ ﴿۱۷﴾

ہم اگلوں کو ہلاک نہیں کر چکے ہیں؟ پھر ہم پچھلوں کو بھی ان کے ساتھ کر دیں گے ۵

كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِينَ ﴿۱۸﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ

ہم مجرموں کے ساتھ ایسا ہی (معاملہ) کیا کرتے ہیں بڑی خرابی ہے اس روز

لِّلْمُكَذِّبِينَ ﴿۱۹﴾ أَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِينٍ ﴿۲۰﴾

جھٹلانے والوں کے لئے ۶ کیا ہم نے تمہیں ایک بے قدر پانی سے نہیں بنایا ہے؟

فَجَعَلْنٰهُ فِي قَرَارٍ مَّكِينٍ ﴿۲۱﴾ إِلٰى قَدَرٍ مَّعْلُومٍ ﴿۲۲﴾

پھر ہم نے اسے ایک وقت مقرر تک ایک محفوظ جگہ میں رکھا، غرض ہم نے ایک اندازہ ٹھہرایا،

فَقَدَرْنَا فَنِعْمَ الْقٰدِرُونَ ﴿۲۳﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ

اور ہم کیسے اچھے اندازہ ٹھہرانے والے ہیں ۷ بڑی خرابی ہے اُس روز

۲ خلاصہ یہ کہ اس گھڑی یہ سارا معلوم ومعروف نظامِ کائنات تمامتر درہم برہم ہو کر رہیگا۔ اور اس کی ایک سے ایک بڑھ کر ثابت اور ٹھوس چیز اپنی جگہ پر نہ باقی رہنے پائیگی ——— ستارے، آسمان، پہاڑ، یہ سب عام فہم مثالیں زیادہ سے زیادہ ثابت اور ٹھوس موجودات کی ہیں۔ ۳ پیمبروں کا یہ جمع ہونا اپنی اپنی اُمّت کے متعلق اظہار دینے اور ان پر شہادت پیش کرنے کے لئے ہوگا۔ وھو یوم القیامۃ لیشھدوا علی الامم (معالم) ۴ سوال مزید تہویل وتخویف کے لئے ہے یعنی وہ دن کتنا ہولناک، کیسا ہیبت ناک ہوگا۔ جوش و اثر کے موقع پر تقریر میں خطیبانہ سوالات، خطباتِ عرب ہی میں نہیں، یونانی، انگریزی، اُردو، کہنا چاہیئے کہ سب ہی زبانوں میں مسلّم ومتعارف ہیں۔ ۵ (ان کے عذاب میں) الاَوَّلِينَ۔ یعنی پُرانی سرکش قومیں جو عذاب سے ہلاک ہو چکی ہیں۔ قوم عاد، قوم ثمود وقوم فرعون وغیرہ۔ الاٰخِرِينَ یعنی خود مشرکین قریش اور ان کے بعد کی نسلیں جو کفر وتکذیب کے لحاظ سے انہیں اوّلین کے نقشِ قدم پر تھیں۔ ای من اشبھھم ابن کثیر لمے سالکین سبیلھم فی الکفر والتکذیب (معالم) ۶ (جو ہمارے اس نظامِ آخرت اور سارے سلسلۂ جزاء وسزا سے انکار کرتے رہتے ہیں) ۷ (تو ممکن نہیں کہ ہمارے اندازہ میں کبھی خطا وغلطی یا بھول چوک کی گنجائش ہو) مِنْ مَّآءٍ مَّهِينٍ۔ یعنی نطفۂ منی سے ——— باغی وسرکش انسان کی تحقیر تو اس بیان سے ظاہر ہی ہے، باقی یہ بھی مستحضر رہے کہ دنیا میں بعض مشرک قومیں نطفۂ منی کے تقدس واحترام کی بھی قائل ہوئی ہیں۔ اور قرآن مجید ضمناً اس جہل کی بھی تردید کرتا جا رہا ہے۔ فِي قَرَارٍ مَّكِينٍ۔ یعنی رحمِ مادر میں۔ فَقَدَرْنَا۔ یعنی ان سارے تصرفات کا ایک اندازہ ٹھہرا لیا۔ إِلٰى قَدَرٍ مَّعْلُومٍ۔ یعنی وقت کی ایک مقدار معلوم تک۔ فَنِعْمَ الْقٰدِرُونَ قادرون یہاں مقدّرون کے معنی میں ہے۔

شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ﴿۲۹﴾ وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّاۤ
چاہے اپنے پروردگار کی طرف راستہ اختیار کرے اور تم چاہ بھی تو بس وہی سکتے ہو
اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۳۰﴾ ۖ
جو اللہ چاہے، بیشک اللہ بڑا علم والا ہے، بڑا حکمت والا ہے ۱۸
يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِىْ رَحْمَتِهٖ ؕ وَالظّٰلِمِيْنَ
وہ جسے چاہے اپنی رحمت میں داخل کرلیتا ہے اور ظالموں کے لئے
اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۳۱﴾ ع
اس نے عذاب دردناک تیار کر رکھا ہے ۱۹

ع ۲ ۹ ۲۰

سُوْرَةُ الْمُرْسَلٰتِ مَكِّيَّةٌ وَّهِىَ خَمْسُوْنَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ
سورۂ مرسلٰت مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی پچاس آیتیں اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
شروع اللہ نہایت مہربان بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا ﴿۱﴾ فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا ﴿۲﴾ وَّالنّٰشِرٰتِ
قسم ہے ان ہواؤں کی جو بھیجی جاتی ہیں، پھر اُن کی جو تندی سے چلتی ہیں، اور اُن ہواؤں کی جو بادلوں کو
نَشْرًا ﴿۳﴾ فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا ﴿۴﴾ فَالْمُلْقِيٰتِ ذِكْرًا ﴿۵﴾
پھیلاتی ہیں، پھر اُنکی جو انہیں متفرق کردیتی ہیں، پھر اُن کی جو یادِ الٰہی کا القاء کرتی رہتی ہیں
عُذْرًا اَوْ نُذْرًا ﴿۶﴾ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَوَاقِعٌ ﴿۷﴾ فَاِذَا
توبہ سے یا ڈرانے سے، جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جارہا ہے وہ ضرور واقع ہوکر رہیگی ۱ سو جس وقت

۱۸ (اس لئے اس کی مشیت بھی ہمیشہ علم و حکمت ہی پر مبنی ہوتی ہے) فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا۔ اور اس راہِ ہدایت کا طریقہ یہ ہے کہ بندہ اپنے ارادہ و اختیار سے صحیح کام لے۔ وَمَا ..... اللّٰهُ یعنی یہ بشری ارادہ بھی حق تعالیٰ کی مشیت تکوینی کے ماتحت ہی ہوتا ہے، اس سے الگ اور بے نیاز نہیں۔ ۱۹ الظّٰلِمِيْنَ۔ ظالم سے مُراد سیاق میں حسب محاورۂ قرآنی کافر ہی ہیں، جنہوں نے اپنے ارادہ و اختیار سے صحیح کام ہی نہ لیا۔ اے الكافرين (مدارک) اے المشركين (معالم) وهم الكافرون (جلالین) يُدْخِلُ ..... رَحْمَتِهٖ۔ اور رحمت میں داخل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کا سینہ ایمان و اسلام کے لئے کھول دیتا ہے۔

۱ یعنی یہ سارا نظامِ کائنات خود ہی گواہی دے رہا ہے وقوعِ قیامت کی۔ قرآنی قسموں کے لئے ملاحظہ ہو پ۱ کا ضمیمہ زیرِ عنوان "قرآنی قسمیں"۔ وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا۔ یعنی وہ ہوائیں جو نفع پہنچانے ہی کے لئے بھیجی جاتی ہیں۔ فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا۔ یہ تند و تیز ہوائیں، یا آندھیاں ہر قسم کے خطرات کا امکان لئے ہوئے ہوتی ہیں۔ وَالنّٰشِرٰتِ نَشْرًا۔ یعنی برساتی ہوائیں یا مانسون۔ فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا۔ یعنی وہی برساتی ہوائیں جو پانی لاتی تھیں بادلوں کو منتشر کر دیتی ہیں۔ عُذْرًا اَوْ نُذْرًا۔ توجہ الی اللہ کے ذریعے دو مختلف ہیں۔ ایک ترغیب دوسرے ترہیب ——— ہوائیں اگر خوشگوار و نفع بخش ہوئیں۔ تو اللہ کی نعمت ہیں اور ان کا اثر بندہ پر یہ پڑنا چاہئے کہ وہ ادائے شکر اور عذر تقصیر کی جانب آئے۔ اور اگر اس کے برعکس دہشت اور وحشت پیدا کرنے والی ہوئیں تو ان کا طبعی اثر بندہ پر یہ ہونا چاہئے کہ وہ معاصی سے توبہ پر متوجہ ہو۔ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ۔ وہ موعود شئے روزِ حشر ہے۔ حشر کے نفخۂ اوّل کا حاصل کیا ہے؟ ہر موجود شئے کا فنا ہوجانا ——— اس کے کتنے متناسب اور مشابہ اس دنیا میں عاصفٰت، فارقٰت ہوتی ہیں۔ حشر کے نفخۂ ثانی کا خلاصہ کیا ہے؟ ہر فنا شدہ چیز میں از سرِ نو جان پڑ جانا ——— اس کے کتنے متناسب اور مشابہ آثار اس دنیا میں مرسلٰت و ناشرٰت کے ہوتے ہیں۔ حشر کے دونوں اجزاء پر سلسلۂ تکوینیات کے ان دونوں اجزاء کو بطور گواہ پیش کرنا کتنا مناسب و موزوں رہا۔ خصوصاً مذاق عرب کا لحاظ کر کے۔

وَّحُلُّوْٓا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ ۚ وَسَقٰهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا
اور انہیں چاندی کے کنگن پہنائے جائینگے اور ان کا پروردگار ان کو پاکیزہ شراب
طَهُوْرًا (۲۱) اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَآءً وَّكَانَ سَعْيُكُمْ
پینے کو دیگا ۱۲ یہ تمہارا صلہ ہے اور تمہاری کوشش
مَّشْكُوْرًا (۲۲) اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ تَنْزِيْلًا ۚ (۲۳)
مقبول ہوئی ۱۳ ہم ہی نے آپ پر قرآن تھوڑا تھوڑا کر کے اتارا ہے
فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا ۚ (۲۴)
سو آپ اپنے پروردگار کے حکم پر مستقل رہیے اور ان میں سے کسی فاسق یا کافر کے کہنے میں نہ آیئے ۱۴
وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا (۲۵) وَمِنَ الَّيْلِ
اور اپنے پروردگار کا نام صبح و شام لیتے رہیے، اور رات کے بھی کسی حصہ میں
فَاسْجُدْ لَهٗ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا (۲۶) اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ
اسے سجدہ کیا کیجئے اور اس کی تسبیح رات کے بڑے حصہ میں کیا کیجئے ۱۵ یہ لوگ تو بس دنیا سے
يُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ وَيَذَرُوْنَ وَرَآءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيْلًا (۲۷)
دل لگائے ہوئے ہیں اور اپنے آگے (آنیوالے) ایک بھاری دن کو (بالکل) چھوڑے ہوئے ہیں ۱۶
نَحْنُ خَلَقْنٰهُمْ وَشَدَدْنَآ اَسْرَهُمْ ۚ وَاِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَآ
ہم ہی نے انہیں پیدا کیا اور ہم ہی نے انکے جوڑ بند مضبوط کئے اور ہم ہی جب چاہیں انہیں جیسے
اَمْثَالَهُمْ تَبْدِيْلًا (۲۸) اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ
لوگ ان کی جگہ بدل دیں ۱۷ یہ (بیان) نصیحت ہے، سو جو کوئی

ع ۲۲/۱۹

۱۲ ایسا پاکیزہ و لطیف مشروب، جو دوسروں کو بھی پاک و لطیف بنا دے گا۔ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّ اِسْتَبْرَقٌ۔ ہر دو قسم کے لباس ریشمین الگ الگ لطف و لذت دینگے۔ ثِيَابُ ..... فِضَّةٍ۔ ہر موطن کا مقتضا جُداگانہ ہوتا ہے، ریشم اور زیور اس دنیا میں مردوں کے لئے بعض مفاسد کی بنا پر ممنوع و معیوب ہے۔ جنت کی فضا میں وہ سارے مفاسد غیر موجود ہونگے۔ وَسَقٰهُمْ رَبُّهُمْ۔ اہل جنت کے اعزاز و اکرام کی ترتیب اس سورت میں دیکھتے آیئے۔ پہلے ارشاد ہوا يَشْرَبُوْنَ یعنی وہ خود وہاں پیئینگے۔ پھر وارد ہوا يُسْقَوْنَ (بصیغۂ مجہول) یعنی انہیں پلایا جائیگا۔ پلانے والے مجہول رہے، چاہے فرشتے ہوں یا جنت کے کوئی دوسرے خدام ہوں۔ اب کی ارشاد ہو رہا ہے کہ وسقٰہم ربہم ساقی براہِ راست ذات باری تعالیٰ ہوگی ——— کیا ٹھکانا ہے اس اعزاز و اکرام کا۔ شَرَابًا۔ شراب عربی میں ہر مشروب (پینے والی چیز) کو کہتے ہیں۔ ~~وکل مائع ماءً کان اوغیرہ (راغب)~~ اس سے ذہن اُردو کے لفظ شراب اور اس کے گندے نشیلے مفہوم کی طرف کہیں منتقل نہ ہو جائے۔ طَهُوْرًا۔ صیغۂ مبالغہ ہے یعنی ایسا مشروب جو نہ صرف نہایت پاک و پاکیزہ ہے بلکہ پاکیزہ گر بھی ہے۔ ۱۳ (جو تم دنیا میں طاعاتِ الٰہی میں کرتے رہتے تھے) یہ اہل جنت سے ان کے مزید اکرام و اعزاز کے طور پر کہا جائیگا۔ ۱۴ (کہ ان میں سے کسی کی ترغیب یا فرمائش پر دعوت و تبلیغ ہی چھوڑ بیٹھے) مشرکین کی انتہائی تمنا یہی تھی، کہ آپؐ دعوت و تبلیغ کا سلسلہ کسی طرح بند کر دیں۔ اِنَّا ..... تَنْزِيْلًا۔ اور اس تدریجی تنزیل میں ایک مصلحت یہ بھی ہے کہ آپؐ اسے تھوڑا ہی تھوڑا کر کے اُمت تک بسہولت پہنچاتے رہیئے۔ اور انہیں بھی قبول کرنے میں آسانی رہے۔ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ۔ اور انہیں احکام الٰہی میں ایک بڑا فریضہ تبلیغ و دعوت کا ہے۔ ۱۵ یعنی شروع رات میں نماز فرض اور آخر میں تہجد کا اہتمام رکھیئے۔ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا۔ یعنی رات میں دیر تک تہجد میں لگے رہیئے۔ ~~وتہجد لہ تعالیٰ قطعًا من اللیل طویلا (روح)~~ فَاسْجُدْ لَهٗ۔ سجود سے یہاں کنایہ اصل صلوٰۃ کی طرف ہے۔ ~~فالمراد الصلوٰۃ (بیضاوی، روح) السجود مجاز عن الصلوٰۃ بذکر الجزء وارادۃ الکل (روح)~~ ۱۶ یہاں تمام لامذہبوں کی اصلی ذہنیت (سائیکالوجی) بے نقاب کر دی ہے کہ عمق اور دُور بینی سے یہ کورے ہوتے ہیں۔ صرف حاضر پرست یا "آج" پرست ہوتے ہیں ان کی عقلیں سطحی اور ان کے فیصلے تمامتر سرسری ہوتے ہیں، یہ محض حواس پرست اور ہوا پرست ہوتے ہیں، عقل و دُور اندیشی سے انہیں دُور کا بھی واسطہ نہیں ہوتا۔ يَوْمًا ثَقِيْلًا۔ وہ دن جو کافروں اور منکروں پر بہت ہی بھاری ہوگا۔ الْعَاجِلَةَ سے مُراد دنیا اور اس کی ساری آنی فانی لذتیں ہیں۔ ۱۷ یعنی ان کی خلقت اور ان کی ترکیب حکیمانہ دونوں سے قدرت الٰہی بالکل ظاہر ہے، پھر بعث میں کون امر ایسا دشوار ہے کہ اس پر قدرت نہ ہو؟ وَاِذَا شِئْنَا الخ سے مُراد یہ بھی لی گئی ہے کہ ہم جب چاہیں گے ان کے امثال و اشباہ بدل دینگے، انہیں مار کر پھر سے جلائینگے اور عالمِ برزخ و آخرت میں لے جائینگے جہاں ان کی صورتیں ان کے اعمال ہی کی مماثل ہونگی۔ اہل جہنم حسب اعمال قبیحہ اور اہل جنت حسب مقدار اعمال حسنہ، قبح اور حسن کے درجہ پر ظاہر کر دیئے جائینگے۔

جَنَّةً وَّحَرِيْرًا ۙ﴿١٢﴾ مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ ۚ لَا يَرَوْنَ
جنت اور ریشمی لباس دیگا اس حال میں کہ وہ وہاں مسہریوں پر تکیہ لگائے ہونگے اور نہ
فِيْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيْرًا ۚ﴿١٣﴾ وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا
وہاں تپش پائینگے اور نہ سردی اور درختوں کے سائے ان پر جھکے ہوئے ہونگے
وَذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِيْلًا ﴿١٤﴾ وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِاٰنِيَةٍ
اور ان کے میوے ان کے بالکل اختیار میں ہونگے ؎۷ اور اُن کے پاس لائے جائیں گے
مِّنْ فِضَّةٍ وَّاَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيْرَا۠ ۙ﴿١٥﴾ قَوَارِيْرَا۠ مِنْ فِضَّةٍ
چاندی کے برتن اور گلاس جو شیشے کے ہوں گے (اور وہ) شیشے چاندی کے ہونگے
قَدَّرُوْهَا تَقْدِيْرًا ﴿١٦﴾ وَيُسْقَوْنَ فِيْهَا كَاْسًا كَانَ مِزَاجُهَا
جنہیں بھرنے والوں نے مناسب انداز سے بھرا ہوگا ؎۸ اور ان میں انہیں ایسا جام (شراب) پلایا جائیگا
زَنْجَبِيْلًا ﴿١٧﴾ عَيْنًا فِيْهَا تُسَمّٰى سَلْسَبِيْلًا ﴿١٨﴾ وَيَطُوْفُ
جس میں آمیزش زنجبیل کی ہوگی ؎۹ یعنی ایسے چشمے سے جو وہاں ہوگا اور اس کا نام سلسبیل ہوگا، اور
عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ۚ اِذَا رَاَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ
انکے پاس ہمیشہ لڑکے رہنے والے لڑکے آمدورفت رکھینگے، اگر تو انہیں دیکھے تو سمجھے
لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا ﴿١٩﴾ وَاِذَا رَاَيْتَ ثَمَّ رَاَيْتَ نَعِيْمًا وَّمُلْكًا
کہ بکھرے ہوئے موتی ہیں ؎۱۰ اور اگر تو اس جگہ کو دیکھے تو تجھے بڑی نعمت اور بڑی سلطنت
كَبِيْرًا ﴿٢٠﴾ عٰلِيَهُمْ ثِيَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّاِسْتَبْرَقٌ
دکھائی دے ؎۱۱ ان (جنتیوں) پر باریک ریشم کے سبز کپڑے ہونگے اور دبیز ریشم کے کپڑے بھی

— قرء حفص بغیر الالف فی الوصل فیهما، ووقف علی الاول بالف وعلی الثانی بغیر الالف ١٢

؎۷ کہ ہر وقت ہر طرح بلا مشقت حاصل ہوسکینگے۔ قرآن کے مخاطبین اوّل یاد رہے کہ عرب تھے، اس لئے خصوصیت کے ساتھ اس کی ضرورت تھی کہ جنت کی نعمتوں، لذتوں، راحتوں کی ایک ایک تفصیل ان کے مذاق کے مطابق بیان کی جائے، کلام اس سے ان کے لئے خاص طور پر موثر ہوگیا تھا۔ مخاطبین اوّل کے فہم ومذاق کی رعایت خصوصیت کے ساتھ رکھنا بلاغت کلام اور فن خطابت دونوں کے اصول اعلیٰ میں داخل ہے۔ ؎۸ یعنی پینے والوں کی ٹھیک خواہش کے مطابق۔ قَوَارِيْرَا۠ مِنْ فِضَّةٍ۔ چاندی کے شیشے کے معنی یہ ہیں کہ سفیدی چاندی کی سی ہوگی اور شفافی شیشہ کی سی۔ ؎۹ زنجبیل کے طبی فوائد آج بھی کافور ہی کے منافع کی طرح دنیا کی ہر طب میں مسلّم و مشہور ہیں اور پھر وہ تو دنیا کی نہیں، جنت کی زنجبیل ہوگی۔ يُسْقَوْنَ۔ میں اکرام وتعظیم کا پہلو اہل جنت کے لئے يَشْرَبُوْنَ سے بھی زیادہ ہے۔ ؎۱۰ (موتی تو رنگ کی صفائی کے لحاظ سے اور بکھرے ہوئے یوں کہ ہر وقت چلتے پھرتے رہینگے) يَطُوْفُ ..... مُخَلَّدُوْنَ۔ یہ بطور خادم کے چیزیں لے لے کر ہر وقت آتے جاتے رہینگے۔ ؎۱۱ یعنی وہاں کا ہر ہر سامان اسی افراط، اسی ریل پیل کے ساتھ ہوگا۔

إِنَّآ أَعْتَدْنَا لِلْكَٰفِرِينَ سَلَٰسِلَا۟ وَأَغْلَٰلًا وَسَعِيرًا ﴿٤﴾
ہم ہی نے کافروں کے لئے زنجیریں اور طوق اور بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے،
إِنَّ ٱلْأَبْرَارَ يَشْرَبُونَ مِن كَأْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا
بیشک نیک لوگ ایسے جام پیئں گے جس میں کافور کی آمیزش
كَافُورًا ﴿٥﴾ عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا عِبَادُ ٱللَّهِ يُفَجِّرُونَهَا
ہوگی یعنی ایسے چشمہ سے جس سے اللہ کے (خاص) بندے پئیں گے جسے وہ بہاتے ہوئے
تَفْجِيرًا ﴿٦﴾ يُوفُونَ بِٱلنَّذْرِ وَيَخَافُونَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهُۥ
لے جائینگے ٥٤ یہ لوگ واجبات کو پورا کرتے رہتے اور اس دن سے ڈرتے رہتے ہیں جس کی سختی
مُسْتَطِيرًا ﴿٧﴾ وَيُطْعِمُونَ ٱلطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِۦ مِسْكِينًا
عام ہوگی اور کھانا کھلاتے رہتے ہیں مسکینوں اور یتیموں
وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا ﴿٨﴾ إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ ٱللَّهِ لَا نُرِيدُ
اور غریبوں کو اللہ کی محبت سے ٥٥ ہم تو تم کو بس اللہ ہی کی خوشنودی کے لئے کھانا کھلاتے ہیں،
مِنكُمْ جَزَآءً وَلَا شُكُورًا ﴿٩﴾ إِنَّا نَخَافُ مِن رَّبِّنَا يَوْمًا
اور نہ تم سے (اس کا) عوض چاہیں اور نہ شکریہ ہم تو اپنے پروردگار کی طرف سے اندیشہ رکھتے
عَبُوسًا قَمْطَرِيرًا ﴿١٠﴾ فَوَقَىٰهُمُ ٱللَّهُ شَرَّ ذَٰلِكَ ٱلْيَوْمِ
ہیں ایک سخت اور تلخ دن کا ٥٦ سو اللہ ان کو اس دن کی سختی سے محفوظ رکھے گا
وَلَقَّىٰهُمْ نَضْرَةً وَسُرُورًا ﴿١١﴾ وَجَزَىٰهُم بِمَا صَبَرُوا۟
اور ان کو تازگی اور خوشی عطا کرے گا اور ان کے صبر (و ثبات) کے صلہ میں انہیں

٥٤ (جہاں چاہینگے) اسے اہل جنت کی ایک کرامت سمجھیے یا جنت کی خصوصیت معانی کہ جنت کی نہریں، ندیاں سب انکے تابع اور انکے حکم کی مسخر ہونگی۔ كَافُورًا۔ کافور کے بے انتہا فوائد اس دنیا میں بھی اطبا کو مسلم ہیں۔ اور پھر وہ کافور تو جنت کا کافور ہوگا۔ اسکی خوبیوں کا کیا پوچھنا یہاں یہ خوب خیال رہے کہ دنیا کی جس چیز سے بھی جنت کی کسی نعمت کو تشبیہ دی جاتی ہے وہ تشبیہ اس چیز کی صرف حسن و خوبی کے لحاظ سے ہوتی ہے نہ کہ کسی ضرر یا قبح کے لحاظ سے دنیا کے کافور میں اگر کچھ مضرتیں ہیں بھی تو جنت کے کافور پر ان کا کیا اثر، ٹھیک اس طرح جیسے دنیا کی شراب کے سکر و فتور عقل کا مطلق کوئی اثر شراب جنت کی لذت و سرور پر نہیں۔ عِبَادُ ٱللَّهِ۔ اضافت تشریفی یا تخصیصی ہے اور مراد اہل بہشت ہیں۔ المقربون من عباد الله (ابن کثیر) قال ابن عباس اولیاء الله (معالم)

٥٥ (غرض یہ کہ مالی عباداتوں میں بھی اخلاص کامل ملحوظ رکھتے ہیں) يُوفُونَ بِٱلنَّذْرِ۔ نذر ہر وہ عبادت ہے جو اپنے اوپر واجب کرلی جائے خواہ بالکل اپنی طرف سے خواہ اس لئے کہ اس کا حکم ہی ہو۔ المراد بالنذر ھھنا کل ما وجب علیہ سواء وجب بایجاب الله تعالیٰ ابتداء او بان اوجبہ المکلف علی نفسہ فیدخل فیہ الایمان وجمیع الطاعات (کبیر) يُوفُونَ ..... مُسْتَطِيرًا۔ یعنی عبادتوں کی ادائی میں پورا اخلاص برتتے ہیں، اور اپنی ذمہ داری اور پرسش آخرت کا پورا پورا لحاظ رکھتے ہیں۔ مُسْتَطِيرًا۔ وہ چیز ہے جو خوب پھیلے ہوئے اور خوب گھیرے ہوئے ہو۔ عَلَىٰ حُبِّهِۦ۔ ضمیر ہ بھی اللہ کی جانب ہے یعنی حق تعالیٰ کی محبت میں، حق تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے۔ الطعام کائنا علی حب تعالیٰ لوجہہ سبحانہ وابتغاء مرضاتہ والیہ ذھب الفضیل بن عیاض وابو سلیمان الدارانی (روح)

أَسِيرًا۔ مسکین و یتیم تو اس وقت مسلمانوں میں بھی تھے لیکن "اسیر" تو نزول آیت کے وقت بہر حال مشرکین ہی تھے۔ قال قتادۃ کان اسیرھم یومئذ المشرك (جصاص) وعن الحسن قال کانوا مشرکین (جصاص) ھو الاظھر الاسیر المشرك لان المسلم المسجون لا یسمی اسیرا علی الاطلاق (جصاص) قال ابن عباس وقتادۃ والحسن انہ الاسیر من المشرکین (کبیر) یعنی اسراء الکفار (بیضاوی) اور اس سے یہ نکلا کہ غیر مسلم اسیروں کی بھی امداد و اعانت موجب اجر آخرت ہے گو بعض فقہاء نے اس میں قیدیں لگادی ہیں۔ ففیہ دلیل علی ان اطعام الاساری وان کان من اھل الشرك حسن ویرجی ثوابہ (معالم، روح) وَيُطْعِمُونَ ٱلطَّعَامَ۔ محققین نے یہ بھی کہا ہے کہ خلقت کے ساتھ حسن سلوک کی ساری ہی صورتیں آیت میں شامل ہیں جس کی ایک اہم فرد کھانا کھلانا بھی ہے۔ والطعام الطعام کنایۃ عن الاحسان الی المحتاجین والمواساۃ معھم بای وجہ کان وان لم یکن ذلك بالطعام بعینہ (کبیر) اقول وھذا یدل علی ان المراد من قولہ انما نطعمکم لیس ھو الاطعام فقط بل جمیع انواع المواساۃ من الطعام والکسوۃ (کبیر) فکانہ ینفعونہ بوجوہ المنافع (روح)

٥٦ (اور ہم یہ اعمال اس لئے بجالاتے ہیں کہ اس دن کی سختیوں سے محفوظ رہیں) یہ آیتیں مسلسل اسی تاکید اخلاص کے لئے چلی آتی ہیں، اس قسم کی آیتیں اُن تمامی غیر محقق صوفیہ کی تردید کے لئے کافی ہیں، جنھوں نے خوفِ آخرت سے کسی عمل کے کرنے کو خلاف اخلاص سمجھا ہے۔

عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى ﴿٣٨﴾ فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ

خون کا لوتھڑا ہوگیا پھر اللہ نے اسے انسان) بنایا، پھر اعضا ٹھیک کئے، پھر اُس کی دو قسمیں کردیں

الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ﴿٣٩﴾ اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ

مرد اور عورت ٢٢؎ تو کیا ایسی (ذات) اس پر قدرت نہیں رکھتی کہ

ع ١٠ ٢ ١٨

يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى ﴿٤٠﴾

مُردوں کو زندہ کردے ٢٣؎

سُوْرَةُ الدَّهْرِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ اِحْدٰى وَثَلٰثُوْنَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورۂ دہر مدینہ میں نازل ہوئی اور اس کی اکتیس آیتیں اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ نہایت مہربان باربار رحم کرنے والے کے نام سے

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ

بیشک انسان پر زمانہ میں ایک ایسا وقت بھی آچکا ہے کہ وہ کوئی

شَيْئًا مَّذْكُوْرًا ﴿١﴾ اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ

قابلِ ذکر چیز ہی نہ تھا ١؎ بیشک ہم نے ہی انسان کو پیدا کیا مخلوط نطفہ

اَمْشَاجٍ ۖ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ﴿٢﴾ اِنَّا

سے کہ ہم اسے آزمائیں، سو ہم نے اسے سنتا دیکھتا بنایا ٢؎ ہم ہی نے

هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا ﴿٣﴾

اس کو راستہ بتایا (پھر یا تو وہ شکرگذار (ہوا) اور یا کافر (ہوگیا) ٣؎

٢٢؎ (توجس کی محض پیدائش میں یہ اہتمام وانضباط ہو اور جس کی خلقت، ترکیب و ارتقاء میں اتنی صنعت صرف ہو، کیا اس کے انجام کار کی طرف سے غفلت اور اسے محض بخت و اتفاق پر چھوڑے رہنا عقل سلیم کسی طرح بھی قبول کرتی ہے؟) والمقصود ھنا اثبات المعاد والرد علی من انکرہ من اھل الزیغ والجھل والعناد (ابن کثیر) ٢٣؎ یعنی جو قادر مطلق وصانع برحق ابتداءً محض اپنی قدرت سے یہ سب کچھ کر سکتا اور نیست کو ہست کر سکتا ہے وہ اب صرف اعادہ پر بھی قدرت نہیں رکھتا؟

١؎ یعنی انسان اپنی پیدائش سے قبل جبکہ بحیثیت انسان معدوم تھا۔ ھَلْ یہاں بالاتفاق قد کے معنی میں ہے یعنی ضرور یا یقیناً۔ ھل بمعنی قد (کشاف) ھل اتی بمعنی قد ... فی قولہ تعالٰی ھل اتی علی الانسان الخ (مغنی) عن ابن عباس والکسائی والفراء وعن سیبویہ ان ھل بمعنی قد (مغنی) ٢؎ یعنی صاحبِ عقل بنایا اور ایسی ہیئت اور صفات کے ساتھ پیدا کیا کہ اس میں احکام کا مکلّف بننے کی قابلیت ہو۔ نُطْفَةٍ اَمْشَاجٍ۔ یہ اختلاط وامتزاج ممکن ہے کہ مرد وعورت کے مادّوں کی ترکیب کے لحاظ سے ہو اور ہو سکتا ہے کہ خود منی ہی کے اجزائے ترکیبی کے لحاظ سے ہو۔ فالاکثرون علی انہ اختلاط نطفۃ الرجل بنطفۃ المرأۃ (کبیر) ذٰلک عبارۃ عما جعلہ اللّٰہ تعالٰی بالنطفۃ من القوی المختلفۃ (راغب) یہ بیان عام خلقت انسانی کا ہوا اور اس طرح کے بیانات قرآن مجید میں ہمیشہ صرف عمومی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس سے یہ استدلال کرنا کہ کسی بھی انسان کی خلقت بجز معروف ومتعارف طریقہ کے ہو ہی نہیں سکتی تمامتر سطحیت و بے مغزی ہے۔ سَمِيْعًا بَصِيْرًا۔ علم ومعرفت کے لئے حواس میں بڑا دخل آنکھ اور کان ہی کو ہے اس لئے صراحت سے نام انہیں دو قوتوں کا لیا گیا۔ ٣؎ یعنی وہ اس بتلائے ہوئے راستہ پر یا تو چلا یا نہ چلا، اگر چلا تو مومن وشکرگذار ٹھہرا، نہ چلا تو کافر اور ناشکرا نکلا۔ یہیں سے معلوم ہوا کہ اسباب وحالات اور قوتیں اللہ نے خلق فرمائیں اور اختیار وصرف ہمت انسان کی رائے پر چھوڑا۔ اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ۔ یعنی ہم نے انہیں احکام کا مکلف بنایا۔

الْعَاجِلَةَ ﴿٢٠﴾ وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ ﴿٢١﴾ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ

دنیا سے تو محبت رکھتے ہو، اور آخرت کو چھوڑے ہوئے ہو؀۱۱ (کتنے ہی) چہرے اس روز بشاش

نَّاضِرَةٌ ﴿٢٢﴾ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ﴿٢٣﴾ وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ

ہونگے، اور اپنے پروردگار کی طرف دیکھ رہے ہونگے؀۱۲ اور کتنے ہی چہرے اُس روز

بَاسِرَةٌ ﴿٢٤﴾ تَظُنُّ اَنْ يُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ ﴿٢٥﴾ كَلَّاۤ اِذَا بَلَغَتِ

بے رونق ہونگے، اور سمجھ رہے ہونگے کہ اب انکے ساتھ کمر توڑ دینے والا معاملہ کیا جائیگا؀۱۳ (دنیا محبوب بنے

التَّرَاقِيَ ﴿٢٦﴾ وَقِيْلَ مَنْ ٚ رَاقٍ ﴿٢٧﴾ وَّظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ ﴿٢٨﴾

اور آخرت متروک ہونیکے قابل) ہرگز نہیں؀۱۴ جب جان ہنسلی تک پہنچ جاتی ہے اور پکارا جانے لگتا ہے کہ ارے کوئی جھاڑنیوالا

وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ﴿٢٩﴾ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ الْمَسَاقُ ﴿٣٠﴾ ع ١ ٢٠ ١٧

بھی ہے؀۱۵، اور (مرنیوالا) سمجھ لیتا ہے کہ اب مفارقت (کا وقت) ہے اور پنڈلی پنڈلی سے لپٹنے لگتی ہے؀۱۶، اس روز تیری پروردگار ہی کی طرف

فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى ﴿٣١﴾ وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ﴿٣٢﴾

جانا ہوتا ہے اس (کافر) نے نہ تو تصدیق کی تھی اور نہ نماز پڑھی تھی؀۱۷ بلکہ تکذیب کی تھی اور منہ موڑا تھا

ثُمَّ ذَهَبَ اِلٰۤى اَهْلِهٖ يَتَمَطّٰى ﴿٣٣﴾ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ﴿٣٤﴾

پھر فخر کرتا ہوا اپنے گھر چل دیتا تھا؀۱۸ تیری کمبختی پر کمبختی آنے والی ہے

ثُمَّ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ﴿٣٥﴾ اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ

پھر تیری کمبختی پر کمبختی آنے والی ہے؀۱۹ کیا انسان اس خیال میں ہے کہ اسے یونہی چھوڑ دیا

سُدًى ﴿٣٦﴾ اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى ﴿٣٧﴾ ثُمَّ كَانَ

جائیگا؟؀۲۰ کیا یہ شخص (محض) ایک قطرۂ منی نہ تھا جو ٹپکایا گیا تھا؀۲۱ پھر وہ

؀۱۱ (اسی محبت دنیا کے انہماک میں) یہاں یہ بتا دیا کہ انکار آخرت کی بنیاد بھی یہی دنیوی زندگی میں انہماک و غفلت ہے۔ ؀۱۲ مسئلۂ رویت باری و دیدار الٰہی اہل سنت کا اجماعی مسئلہ ہے اور اس آیت سے بخوبی ثابت ہے۔ اعلم ان جمهور اهل السنة يتمسكون بهذه الاٰية فى اثبات ان المؤمنين يرون الله تعالٰى يوم القيٰمة (كبير) مسئلة النظر ورؤية الله تعالٰى مذكورة فى اصول الدين (بحر) قال ابن عباس واكثر الناس تنظر الى ربها عيانا بلا حجاب (معالم) وقد ثبتت رؤية المؤمنين لله عز وجل فى الدار الاٰخرة فى الاحاديث الصحاح من طرق متواترة عند ائمة الحديث لايمكن دفعها ولا منعها (ابن كثير) وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ۔ جملہ اسمیہ ہے اور جملہ کی ترکیب دلالت حدوث و زوال پر نہیں کرتی بلکہ اس پر کہ یہ بشاشت و شگفتگی دائمی ہوگی۔ اس بشاشت و سرور کی وجہ بھی معًا بعد مذکور ہے یعنی یہ کیفیت اضطراری اور خود بخود طاری نہ ہوگی۔ بلکہ یہ تلذذ و نشہ ثمرۂ رویت ہوگا۔ اِلٰی سے بعض عارفین نے یہ نکتہ پیدا کیا ہے کہ کمال قرب و کثرت انوار کے باوجود نظارہ کرنے والے میں احساس تشخص و درک باقی رہیگا۔ تلذذ و تکیف پوری طرح ہو سکیگا فنائے محض کی کیفیت طاری نہ ہوگی۔ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ۔ فعل نظر کا صلہ جب الٰی کے ساتھ آتا ہے، تو اس کے معنی رؤیت ہی کے ہوتے ہیں۔ (لا يعدّى بالٰى الا بمعنى الرؤية۔ مدارك) ؀۱۳ یعنی نہایت شدت کا معاملہ۔ فَاقِرَةٌ۔ فقر ریڑھ کی ہڈی کو کہتے ہیں۔ اس کو توڑ دینے والی چیز سے کنایہ ہوتا ہے انواع عذاب و غایت مصیبت سے۔ وُجُوْهٌ کے صیغۂ نکرہ ہونے سے یہ مستفاد ہوا ہے کہ کچھ ہی بدقسمت اس میں گرفتار ہونگے، سب نہیں۔ ؀۱۴ اس تردید کا تعلق آیت ۲۰، ۲۱ سے ہے۔ بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ سے۔ ؀۱۵ (جواب آکر اچھا کرے) رَاقٍ۔ کے لفظی معنی جھاڑنے پھونکنے والے کے ہیں۔ قرآن مجید کے مخاطب اوّل یاد کر لیجئے کہ عرب تھے، اور پھر یہ سورت تو نزول میں بھی بہت ابتدائی ہے۔ اس وقت ان سے وہی بات اس زبان میں کہی گئی جس سے وہ مانوس اور جس کے وہ خوگر تھے، دوسری مشرک قوموں کی طرح ان میں بھی بڑا زور جھاڑ پھونک کا تھا، اور مرتے ہوئے شخص کو بچانے کی آخری اور انتہائی تدبیریں ان کے درمیان اسی قسم کی ہوتی تھیں۔ اس وقت اگر ان کے سامنے انجکشن دینے یا مصنوعی تنفس کے سامان کا ذکر کیا جاتا، تو بجز اس کے کہ وہ حیرت سے بھونچکے رہ جاتے اور کوئی حاصل بھی نہ تھا——— یہاں مُراد مطلق معالج ہے۔ طبيبا يشفيه وراقيا يرقيه (كبير) لعله أريد به مطلق الطبيب (روح) اى من يرقى ويطيب ويشفى وغير ذالك مما يتمناه له اهله (بحر) اى من طبيب شاف وكذا قال قتادة والضحاك وابن زيد (ابن كثير) اى هل من طبيب يرقيه ويداويه فيشفيه برقيته او دوائه وقال قتادة التمسوا له الاطباء (معالم) ؀۱۶ (سکرات موت کی شدت سے) ظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ۔ ظن۔ یہاں یقین کے معنی میں ہے۔ واكثر المفسرين على تفسيره باليقين (روح) والظن بمعنى توقن (بحر) ؀۱۷ یعنی نہ ایمان لایا تھا نہ اعمال کی پروا کی تھی۔ فَلَا صَدَّقَ۔ تصدیق سے مُراد توحید و رسالت کی تصدیق ہونا ظاہر ہے۔ الفاظ آیت کی ترکیب سے ایک اشارہ پیدا کیا گیا ہے کہ جس طرح نماز بغیر ایمان صحیح نہیں ہوتی، اسی طرح ایمان بھی بغیر نماز کے کامل نہیں ہوتا۔ علماء نے یہ مسئلہ بھی نکالا ہے کہ ایمان کے بعد نماز سے بڑھ کر کوئی عمل اہم و مؤکد نہیں۔ یہ مسئلہ بھی نکالا گیا ہے کہ مستحق زجر و ملامت جس طرح عدم ایمان ہے، اسی طرح ترک نماز بھی۔ اعلم ان الاٰية دالة على ان الكافر يستحق الذم والعقاب بترك الصلٰوة كما يستحقهما بترك الايمان (كبير) ؀۱۸ یعنی اپنے کفر و عصیان پر فخر کرتا ہوا اپنے خدم و حشم میں جا کر اور زیادہ غافل و مغرور ہو جاتا تھا۔ ؀۱۹ یہ تکرار اور تاکید پر تاکید، دوسری زبانوں کی طرح عربی اسلوب بیان میں بھی کمال غضب اور وعید شدید کے اظہار کے لئے ہے۔ روایتوں میں آتا ہے کہ ایک بار رسول اللہ صلعم نے ابوجہل کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا تھا اولى لك فاولى ثم اولى لك فاولى، اُس نے ہاتھ چھڑا لیا اور یہ کہتا ہوا چلا گیا کہ نہ تم میرا کچھ کر سکتے ہو نہ تمہارا خدا، حق تعالٰی نے بجنسہٖ اس فقرہ کو قرآن میں نازل فرما دیا۔ ؀۲۰ (بلا حساب و کتاب اور بغیر جزا و سزا کے) الْاِنْسَانُ۔ انسان سے یہاں مراد کافر، ناسپاس، منکر حشر انسان ہے۔ ؀۲۱ (عورت کے رحم میں) اشارہ ہے انسان کی اصل حقیر کی طرف——— دنیا میں مشرک، جاہلی قومیں ایسی بھی گذری ہیں جو منی کے تقدس اور نطفہ کے احترام کی قائل ہوئی ہیں۔ قرآن مجید کی اس مضمون کی آیتیں ضمنًا اس جاہلانہ عقیدہ کی بھی تردید کرتی جاتی ہیں۔ ملاحظہ ہو تفسیر انگریزی۔

المنکر للبعث (مدارک) یعنی الکافر (معالم) الْاِنْسَانُ۔ اس سیاق میں انسان سے مراد ملحد، کافر و منکرِ قیامت انسان ہے۔ اے انکافو
استبعاد تھا۔ آجکل کے مادیین اور کسی حد تک "نیچریوں" کی طرح اس سطحی عقل والوں کے نزدیک جو چیز بھی معمول عام سے ہٹی ہو بس محال تھی! قرآن نے اسی لئے جواب میں بار بار یہی پہلو اللہ کی قدرت کاملہ کے استحضار
نُّسَوِّیَ بَنَانَہٗ۔ پور پور کو ترکیب دے دینے سے مُراد جسم کی آخری اور نازک ترین ترکیبوں کا اعادہ ہے۔ ملحدوں کے انکار قیامت کی بنیاد اور کچھ نہیں، صرف اس حقیقت کا
کا اختیار کیا ہے۔ ۳ (اور اس کی لذت پرستیوں میں کبھی فرق نہ پڑنے پائے) یعنی وہ چونکہ اپنے کو باز پرس سے دُور رکھنا اور دیکھنا چاہتا ہے۔ اس لئے قائل بھی ایسے عقیدہ کا نہیں ہوتا جس سے لذتوں
سے دستبرداری لازم آتی ہو ـــــــ یہی ایک ذہنیت قدیم و جدید ساری مادہ پرست قوموں میں مشترک رہی ہے۔ لِیَفْجُرَ۔ فجور سے یہاں مراد کافرانہ اعمال ہیں۔ واصل الفجور المیل وسمی الفاسق
والکافر فاجرًا لمیلہ عن الحق (معالم) اور اس سوال سے اس کی غرض جستجوئے حق اور استفسار محض نہیں ہوتی، بلکہ سوال طنز و تعریض کے ساتھ کرتا ہے۔ ۴ (اور یہ کلمہ انسان کی زبان پر کمال اضطراب
و سراسیمگی کے عالم میں آئیگا) قرآن مجید نے بکمال حکمت و بلاغت ادھر توجہ ہی نہیں کی کہ وقوع قیامت کی صدی اور وقت اور تاریخ کی تعیین کی جائے۔ بلکہ عین اس وقت کی کیفیات کی تصویر پیش کر دی گئی ہے

عَلٰٓی اَنْ نُّسَوِّیَ بَنَانَہٗ (4) بَلْ یُرِیْدُ الْاِنْسَانُ لِیَفْجُرَ
کر اس کی انگلیوں کے پوروں تک کو درست کر دیں ۳ اصل یہ ہے کہ انسان تو یہی چاہتا ہے کہ
اَمَامَہٗ (5) یَسْئَلُ اَیَّانَ یَوْمُ الْقِیٰمَۃِ (6) فَاِذَا بَرِقَ
آئندہ بھی فسق و فجور ہی کرتا رہے ۴ پوچھتا ہے کہ قیامت کا دن کب آئیگا سو جس روز آنکھیں خیرہ
الْبَصَرُ (7) وَخَسَفَ الْقَمَرُ (8) وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ (9)
ہو جائینگی اور چاند بے نور ہو جائیگا اور چاند اور سورج ایک حالت کے کر دیئے جائینگے
یَقُوْلُ الْاِنْسَانُ یَوْمَئِذٍ اَیْنَ الْمَفَرُّ (10) کَلَّا لَا وَزَرَ (11)
اس روز انسان کہیگا کہ اب کدھر بھاگوں؟ ۵ ہر گز نہیں کہیں پناہ کی جگہ نہیں
اِلٰی رَبِّکَ یَوْمَئِذِنِ الْمُسْتَقَرُّ (12) یُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ یَوْمَئِذٍۢ
اُس وقت ٹھکانا صرف آپ کے پروردگار کے پاس ہوگا، اس روز انسان کو سب اگلا پچھلا کیا ہوا
بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ (13) بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰی نَفْسِہٖ بَصِیْرَۃٌ (14)
جتلا دیا جائیگا ۶ (بلکہ) اصل یہ ہے کہ انسان خود ہی اپنی حالت پر خوب مطلع ہوگا
وَّلَوْ اَلْقٰی مَعَاذِیْرَہٗ (15) لَا تُحَرِّکْ بِہٖ لِسَانَکَ لِتَعْجَلَ
گو وہ اپنے حیلے پیش لائے ۷ آپ اس کو (یعنی قرآن کو) جلدی جلدی لینے کے لئے اس پر زبان
بِہٖ (16) اِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَہٗ وَقُرْاٰنَہٗ (17) فَاِذَا قَرَاْنٰہُ فَاتَّبِعْ
نہ ہلایا کیجئے، یہ تو ہمارے ذمہ ہے اس کا جمع کر دینا اور اس کا پڑھوانا، ۸ تو جب ہم اسے پڑھنے لگیں تو آپ
قُرْاٰنَہٗ (18) ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا بَیَانَہٗ (19) کَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ
اسکے تابع ہو جایا کیجئے ۹ پھر اس کا بیان کرا دینا بھی ہمارے ذمہ ہے، ہرگز ایسا نہیں ۱۰ اصل یہ ہے کہ تم

اس وقت آئیگی جب نظام کائنات یوں اور یوں درہم برہم ہو جائیگا اور انسان ہر طرف یوں بلبلایا ہوا بد حواس بھاگتا پھرتا ہوگا۔ فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ۔ آنکھوں پر یہ چکا چوند کی کیفیت اس وقت کے انتہائی ہیبت ناک منظروں سے طاری ہو جائیگی۔ وَخَسَفَ الْقَمَرُ۔ چاند کی اس بے نوری کی تصریح میں ایک نکتہ یہ بھی ہے کہ عرب جاہلیت میں چاند دیوتا بہت بڑا دیوتا تھا۔ جس طرح مصر اور بعض دوسری جاہلی قوموں میں مسجودِ اعظم سورج رہا ہے۔ وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ۔ یہ آج کا نظام مادی تکوینی اُس وقت بالکل اُلٹ جائیگا یہاں تک کہ جو چیزیں آج محال اور غیر ممکن معلوم ہو رہی ہیں اس وقت واقع ہو ہو کر رہینگی۔

۵ یہ جتلانا اس معنی میں نہ ہوگا کہ ایک بے خبر اور ناواقف کو باخبر اور واقف کیا جا رہا ہے بلکہ یہ جتلانا بطور اتمام حجت و قطع جواب کے ہوگا۔ بِمَا قَدَّمَ۔ اس سے مُراد وہ عمل خیر ہے جو انسان دنیا میں کر گذرا ہے۔ وَاَخَّرَ۔ اس سے مُراد اس عمل سے لی گئی ہے جو انسان نہ کر پایا۔ ۶ (محض اپنے مقتضائے طبیعت سے) مطلب یہ ہوا کہ ہر انسان تو اپنی حالت پر خود گواہ ہوگا۔ اور بغیر جتلائے ہوئے بھی اسے اپنا حال خوب معلوم ہوگا۔ یہ اور بات ہے کہ حیلے اور حجت بھی اپنے بچاؤ کے تراشتا رہے۔ یہ ماجرا تو روز حشر کا بیان ہو رہا ہے لیکن یہ مفہوم بھی نکل سکتا ہے کہ آج اور اس وقت بھی انسان حیلے حوالے کتنے ہی پیش کرتا رہے، اپنے دل میں حقیقت حال کو خوب سمجھے رہتا ہے اور اس کا ضمیر خود اس کے جرائم پر گواہ رہتا ہے۔ بَصِیْرَۃٌ۔ یا تو حجت کے مفہوم میں ہے، ای ھو حجۃ علی نفسہ (مدارک) ای حجۃ بینۃ واقفۃ علی نفسہ (روح) عَلٰی نَفْسِہٖ بَصِیْرَۃٌ۔ لفظ علیٰ سے اس طرف اشارہ ہو گیا کہ اعمال سوء ہی پر مطلع ہونا یہاں مُراد ہے۔ شاھد بما صدر منہ من الاعمال السیئۃ کما یؤذن بہ کلمۃ علی (روح) اور یا پھر اس میں ۃ مبالغہ کی ہے جیسے علّامہ میں۔ قال ابو عبیدۃ الھاء لاجل المبالغۃ (کبیر) التانیث للمبالغۃ (روح) محققین عارفین نے کہا ہے کہ معرفت حق ہر انسان میں ودیعت کر دی گئی ہے۔ کوئی عارف بالفعل ہوتا ہے کوئی بالقوۃ، اور قیامت میں یہی استعداد عرفان اس پر حجت ہوگی۔

۷ نزول وحی کے دوران میں آپؐ اس خیال سے کہ کہیں یہ الفاظ ذہن سے نکل نہ جائیں، خود بھی جلدی جلدی انہیں کو دُہرانے لگتے تھے۔ یہاں یہ حکم مل رہا ہے کہ آپ نزول وحی کے وقت بس سکون خاطر سے سنتے ہی رہا کیجئے اور یہ اندیشہ بھی دل میں نہ لائیے کہ وحی کا کوئی خفیف سا جزو بھی قلب سے نکل جائیگا۔ اسکی محفوظیت کے ذمہ دار تو ہم خود ہیں۔ بِہٖ۔ بہ دونوں جگہ ضمیر قرآن کی طرف راجع ہوتی ہے۔ جَمْعَہٗ۔ یعنی قرآن کا آپ کے سینہ میں جمع کر دینا۔ معناہ علینا جمعہ فی صدرک وحفظک (کبیر) وَقُرْاٰنَہٗ۔ یعنی پورے کے پورے قرآن کا آپ کی زبان سے پڑھوا دینا۔ انا سنقرئک یا محمد الی ان تصیر بحیث لا تنساہ (کبیر) اثبات قراءتہ فی لسانک (مدارک) ای قراءتک ایاہ (بحر) ۸ یعنی ادھر ہی متوجہ ہو جائیے اور اس کے دہرانے کی فکر میں نہ رہیئے۔ فَاِذَا قَرَاْنٰہُ۔ یعنی جب ہمارا فرشتۂ وحی اسے سنایا کرے ـــــــ حق تعالیٰ نے یہاں فرشتۂ وحی کے سنانے کو اپنے ہی سنانے سے تعبیر فرمایا ہے۔ ای اتممنا قراءتہ علیک بلسان جبریل المبلغ عنا فالاسناد مجازی (روح) محفوظیت و جامعیت متن قرآنی پر یہ آیت ایک مستقل نص کا کام دے رہی ہے۔ اشارۃً اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ نزول وحی میں فرشتہ جبریلؑ کا مقام تعلیم و افادہ کا نہیں بصرف تبلیغ و اعادہ کا ہے۔ جیسے جمعہ یا عیدین کی نماز میں مکبرین امام کی تکبیر و تسبیح کو صرف دُہرا دیتے ہیں، کسی اور حیثیت سے نائب امام نہیں ہوتے۔ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَہٗ۔ یعنی فرشتۂ وحی کی قرأت کا اتباع کرتے رہئے۔ فاتبع قراءتہ ای لا تکن قراءتک مقارنۃ بقراءۃ جبریل (کبیر) ۹ (اور یہ رسول کے ذریعہ سے ہوگا) قرآن کو رسول تک بجنسہٖ پوری حفاظت کے ساتھ پہنچا دینا جو حق تعالیٰ نے اپنے ذمہ لیا تھا۔ اس کا انصرام تو فرشتہ کی وساطت سے ہوا۔ اب رہا دوسرا وعدۂ الٰہی یعنی قرآن کی تبیین و تشریح کس کے ذریعہ سے ہوگی؟ یہ رسول کے ذریعہ سے ـــــــ گویا حق تعالیٰ سے رسول تک متن قرآن پہنچانے کا ذمہ دار تو فرشتہ وحی ٹھہرا۔ اور رسول سے امت تک متن قرآن و شرح قرآن پہنچانے کے ذمہ دار رسول کریم قرار پائے۔ ای ثم ان علینا ان نبینہ بلسانک (روح) ای بعد حفظہ وتلاوتہ نبینہ لک ونوضحہ ونفہمک معناہ علی ما اردنا وشرعنا (ابن کثیر) آج جس نو پید گروہ نے رسول اللہ صلعم کی حیثیت صرف ایک خطوط رساں یا ڈاکیہ کی تسلیم کر رکھی ہے، کاش اس آیت سے اس کی آنکھیں کھلتیں۔ ۱۰ (کہ قیامت نہ آئیگی جیسا کہ یہ احمق منکرین اپنے زعم فاسد میں سمجھے ہوئے ہیں) کَلَّا کو حقًّا کے بھی مرادف سمجھا گیا ہے اور معنی یقینًا کے کئے گئے ہیں۔ قال جماعۃ المفسرین کلا معناہ حقًّا تحبون العاجلۃ وتذرون الآخرۃ (کبیر)

ف٢٢ (بالکل اندھا دھند منہ اُٹھائے ہوئے) گدھے اور پھر وحشی جنگلی گدھے کمال بلادت کے لئے ضرب المثل ہیں۔ معمولی اور بالکل بے ضرر چیزوں سے بھی بدکتے اور بھاگتے رہتے ہیں اور پھر جب شیر سے بھاگینگے تو ان کی وحشت اور بدحواسی کا کیا ٹھکانا۔ تشبیہ سے مقصود قرآن مجید سے ان لوگوں کے انتہائی بُعد و تنفر کا اظہار ہے اور تشبیہ صرف فرار اور عدم قرار میں ہے دوسرے آثار میں نہیں۔ قَسْوَرَةٍ۔ کے معنی اور بھی کئے گئے ہیں۔ لیکن صحابہ اور محققین نے شیر ہی کے معنی لئے ہیں۔ ~~وقال ابوهريرةؓ هى الاسد وهو قول عطاء والكلبى ومسلم قاله ابوهريرة وابن عباس فى رواية عنه وزيد بن اسلم وابنه عبد الرحمٰن~~ (ابن کثیر) اور ماہرین لغت سے بھی یہی منقول ہے۔ ~~وجمهور اللغويين على انه الاسد~~ (روح) ف٢٣ (آسمان سے اُترے ہوئے) قرآن مجید اپنے مخاطبین کو دعوت غور و فکر ایک خاص قسم کی دیتا ہے۔ اور چاہتا ہے کہ لوگ اس کے پیش کئے ہوئے دلائل و حقائق پر غور کرکے ایمان تک پہنچیں۔ حمق اور سنجیدگی فکر سے محروم اور سطحی نظر رکھنے والے منکرین اس قوت فکری کا استعمال بھی اپنے لئے بار سمجھتے ہیں۔ اور چاہتے ہیں کہ شہادتیں انہیں جو بھی ملیں کھلی ہوئی مادی، حسی، خوارق کے قسم کی ملیں۔ مُرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ آیت سے مذمت اس طالب کی نکل رہی ہے جو کاملین کے اتباع سے عار محسوس کرتا ہے۔ اور خود اپنے واردات و احوال کی توقع و طلب میں لگا رہتا ہے۔

عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِينَ ﴿٤٩﴾ كَأَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنفِرَةٌ ﴿٥٠﴾

کہ نصیحت سے رُوگردانی کرتے ہیں ، گویا وہ وحشی گدھے ہیں

فَرَّتْ مِن قَسْوَرَةٍ ﴿٥١﴾ بَلْ يُرِيدُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ أَن

جو شیر سے بھاگے جا رہے ہیں ف٢٢ اصل یہ ہے کہ ان میں سے ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ

يُؤْتَىٰ صُحُفًا مُّنَشَّرَةً ﴿٥٢﴾ كَلَّا ۖ بَل لَّا يَخَافُونَ الْآخِرَةَ ﴿٥٣﴾

اس کو کھلے ہوئے نوشتے دیدیے جائیں ف٢٣ ہرگز نہیں، بلکہ اصل یہ ہے کہ یہ آخرت کا خوف ہی نہیں رکھتے ف٢٤

كَلَّا إِنَّهُ تَذْكِرَةٌ ﴿٥٤﴾ فَمَن شَاءَ ذَكَرَهُ ﴿٥٥﴾ وَمَا يَذْكُرُونَ إِلَّا

نہیں بلکہ یہ (قرآن ہی کافی) نصیحت ہے، سو جو چاہے اس سے نصیحت حاصل کرے، اور نصیحت تو یہ لوگ اس

أَن يَشَاءَ اللَّهُ ۚ هُوَ أَهْلُ التَّقْوَىٰ وَأَهْلُ الْمَغْفِرَةِ ﴿٥٦﴾ ع ٢/٢٥ ١٦

صورت میں حاصل کرینگے جب اللہ کی مشیت ہوگی وہی ہے ڈرنے کے قابل اور (وہی) مغفرت والا ہے ف٢٥

سُورَةُ الْقِيَامَةِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ أَرْبَعُونَ آيَةً وَفِيهَا رُكُوعَانِ

سورۂ قیامت مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی چالیس آیتیں اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ نہایت مہربان بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

لَا أُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيَامَةِ ﴿١﴾ وَلَا أُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ﴿٢﴾

میں قسم کھاتا ہوں قیامت کے دن کی اور قسم کھاتا ہوں نفس ملامت گر کی ف١

أَيَحْسَبُ الْإِنسَانُ أَلَّن نَّجْمَعَ عِظَامَهُ ﴿٣﴾ بَلَىٰ قَادِرِينَ

کیا انسان یہ خیال کر رہا ہے کہ ہم اس کی ہڈیاں جمع نہ کرینگے، ضرور جمع کرینگے ہم تو اس پر قادر ہیں

ف٢٤ قرآن مجید ان منکرین کی نفسیت کی تشخیص یہ کرتا ہے کہ ان کے اعراض و انکار کی اصل وجہ یہ ہے کہ ان کے دلوں میں سرے سے اندیشۂ آخرت اور طلب حق ہے ہی نہیں۔ كَلَّا۔ یعنی ایسا ہرگز نہ کیا جائیگا ان کے ہوائے نفس کے پورا ہونے کا موقع انہیں ہرگز نہ دیا جائیگا۔

ف٢٥ تقویٰ بھی صرف اسی سے اختیار کرنا چاہیئے، اور مغفرت بھی صرف وہی کر سکتا ہے۔ دوسروں سے خوف یا طمع دونوں لاحاصل ہیں۔ حدیث نبوی میں حضرت انس بن مالکؓ کی روایت سے اس آیت کی تفسیر یوں آئی ہے۔ ~~قال ربكم انا اهل ان اتقى فلا يشرك بى شئ فاذا اتقانى عبد فانا اهل ان اغفر له~~۔ "حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں ہی اس قابل ہوں کہ بندہ مجھ سے ڈرے اور میرے ساتھ کسی کام میں کسی کو شریک نہ کرے تو جب بندہ مجھ سے ڈرا تو میری بھی شان یہ ہے کہ اس کی مغفرت کردوں"۔ كَلَّا إِنَّهُ تَذْكِرَةٌ۔ اسی قرآن ہی پر غور، تامل و تدبر سے پورا ایمان و ایقان حاصل ہو سکتا ہے۔ فَمَن شَاءَ ذَكَرَهُ۔ جو شخص طلب و قصد رکھے، قرآن مجید سے نصیحت حاصل کر سکتا ہے ——— اس فقرہ میں ارادۂ عبد کسب و اختیار فعل کا اثبات ہو گیا۔ فقا. . . . اللہ۔ یہیں سے اہل سنت کا یہ مسلک ہے کہ مشیت عبد و مشیت شخصی تابع و ماتحت ہی ہے مشیت ازلی الٰہی کے۔

ف١ (جو اپنے اُوپر ملامت کرتا رہتا ہے) لَا أُقْسِمُ۔ اقسام قرآنی کی حقیقت کے لئے ملاحظہ ہو ضمیمہ پ١٤۔ لَا قسم کے ساتھ تاکید معنی کے لئے آتا ہے۔ اور اس کا یہ استعمال کلام عرب میں عام ہے۔ ~~ادخال لا النافية على فعل القسم مستفيض فى كلامهم واشعارهم وفائدتها توكيد القسم~~ (کشاف) ~~لا قبل القسم لتاكيد النفى~~ (ابن کثیر) بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ۔ نفس لوّامہ یہ ہے کہ بندہ سے جب عمل خیر صادر ہو تو یہ اس پر جرح کرکر کے اُس میں عیب نکالا کرے کہ اس میں اخلاص شامل نہ تھا، عمل میں فلاں جزو کی کمی رہ گئی۔ وقس علیٰ ہذا۔ اور جب معصیت سرزد ہو جائے تو اس پر بہت ہی نادم و سرنگوں ہو۔ ~~الاشبه بظاهر التنزيل انها التى تلوم صاحبها على الخير والشر وتندم على ما فات~~ (ابن کثیر) قرآن مجید میں نفس کے تین اوصاف بیان ہوئے ہیں:۔ (١) نفس امّارہ۔ ان النفس لامارة بالسوء۔ یہ نفس سرکشوں، خود سروں، مجرموں کا ہوتا ہے۔ (٢) نفس لوامہ۔ وہی جس کا یہاں ذکر ہے، ادھر غفلت اور شامت سے کوئی لغزش ہوئی اور ادھر نفس کو توبہ و ندامت کی بھی توفیق ہو گئی۔ یہ شان مؤمنین صالحین کی ہوتی ہے۔ (٣) نفس مطمئنہ۔ یہ نہ تخیلات شیطانی سے متزلزل ہوتا ہے۔ نہ تحریکات نفسانی سے منتشر۔ یہ حضرات انبیاء کے ساتھ اور اولیاء میں اخص خواص کے ساتھ مخصوص ہے۔

ؔ١٧ ا کہ اسے سُن کر اُن کے دلوں میں خوف وخشیت پیدا ہو اور وہ ایمان لائیں) کَذٰلِكَ...... یَشَآءُ یعنی لوگوں کی ضلالت وہدایت یوں ہی اٹکل پچّو نہیں، بلکہ اللہ کے قانون مشیت تکوینی ہی
کے ماتحت انجام پاتی رہتی ہے۔ وَمَا..... هُوَ۔ یعنی جو تعداد ملائکہ یہاں بیان کی گئی ہے وہ تو کسی حکمت ہی کے ماتحت ہے۔ ورنہ اللہ کے لشکر کا شمار تو بس اسی کے علم میں ہے انسان کے بس میں
کہاں ہے۔ ؔ١٨ یعنی اس کے لئے بھی جو خیر و فلاح کی طرف قدم بڑھانا چاہے اور اس کے لئے بھی جو خیر و فلاح سے پیچھے ہٹنا چاہے۔ غرض یہ کہ جملہ مکلفین کے لئے۔

رَبِّكَ اِلَّا هُوَ ۭ وَمَا هِيَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْبَشَرِ (٣١) كَلَّا وَالْقَمَرِ (٣٢) ع ١ ٣١ ١٥
(کی تعداد) تو بس وہی جانتا ہے اور یہ (دوزخ کا بیان) انسان کی صرف نصیحت کیلئے ہے ؔ١٨ تحقیقاً قسم ہے چاند
وَالَّيْلِ اِذْ اَدْبَرَ (٣٣) وَالصُّبْحِ اِذَآ اَسْفَرَ (٣٤) اِنَّهَا لَاِحْدَى
کی اور رات کی، جب وہ جانے لگے، اور صبح کی جب وہ روشن ہو جائے کہ دوزخ ایک بہت ہی
الْكُبَرِ (٣٥) نَذِيْرًا لِّلْبَشَرِ (٣٦) لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّتَقَدَّمَ
بھاری چیز ہے، بڑا ڈراوا انسان کیلئے یعنی تم میں سے اس کے لئے جو آگے بڑھنا چاہے،
اَوْ يَتَاَخَّرَ (٣٧) كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ (٣٨) اِلَّآ اَصْحٰبَ
یا پیچھے ہٹنا چاہے ؔ١٩ ہر شخص اپنے اعمال میں محبوس ہوگا مگر داہنے ہاتھ
الْيَمِيْنِ (٣٩) فِيْ جَنّٰتٍ ڛ يَتَسَآءَلُوْنَ (٤٠) عَنِ الْمُجْرِمِيْنَ (٤١) ١٦ مع
والے نہیں کہ وہ بہشت کے باغوں میں ہونگے، اور مجرموں کی بابت پوچھ پاچھ کر رہے ہونگے ؔ١٩
مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ (٤٢) قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ (٤٣)
کہ تمہیں کونسی چیز دوزخ میں لائی؟ وہ کہینگے ہم تو نہ نماز پڑھا کرتے تھے،
وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ (٤٤) وَكُنَّا نَخُوْضُ مَعَ
اور نہ ہم غریب کو کھانا کھلایا کرتے تھے اور مشغلہ میں رہنے والوں کے
الْخَآئِضِيْنَ (٤٥) وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّيْنِ (٤٦) حَتّٰٓى اَتٰىنَا
ساتھ ہم بھی مشغلہ میں پڑے رہتے تھے، اور ہم روز جزا کو جھٹلایا کرتے تھے، یہاں تک کہ ہم کو
الْيَقِيْنُ (٤٧) فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيْنَ (٤٨) فَمَا لَهُمْ
موت آ گئی ؔ٢٠ سو اُن کو سفارش کرنیوالوں کی سفارش کوئی نفع نہ دے گی ؔ٢١ انہیں کیا ہو گیا

وَالْقَمَرِ..... الْكُبَرِ۔ موقع قسم پر یہاں تین چیزوں کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ چاند اور رخصت ہوتی ہوئی رات اور روشن ہوتی ہوئی صبح، اور یہ تینوں چیزیں خاص مناسبت واقعۂ قیامت سے رکھتی ہیں جس پر بطور شہادت انہیں پیش کیا گیا ہے ——— چاند کا اوّل بڑھنا اور پھر گھٹنا، یہاں تک کہ نظروں سے معدوم ہو جانا ایک نمونہ اور مثال ہے، اس کائنات کے وجود و حدوث، اور نشو و نما کا، اور پھر اضمحلال و انحطاط، یہاں تک کہ فنا کا۔ اسی طرح اس عالم کو آخرت کے ساتھ اختفار اور انکشاف حقائق میں بھی وہی نسبت ہے جو رات کو دن کے ساتھ ہوتی ہے۔ اس عالم کا ختم ہو جانا مشابہ رات کے گذر جانے کے ہے، اور آخرت کا ظہور مشابہ طلوع صبح کے ہے۔ اِحْدَى الْكُبَرِ۔ ایک ہی بھاری چیز جس کی کوئی نظیر نہیں جیسے اُردو محاورہ میں بھی کہتے ہیں کہ "وہ ایک ہی ہے"۔ یا نظیر کے معنی میں ای لا نظیر لھا کما تقول ھو احد الرجال وھی احدی النساء (بحر) لِمَنْ شَآءَ۔ اس لفظ سے اجازت کا کوئی پہلو ہرگز نہ سمجھا جائے، یہ بیان صرف ارادۂ عبد کا ہو رہا ہے اور اہل سنت ارادۂ عبد کی نفی نہیں کرتے، اس کا تو عین اثبات کرتے ہیں۔ نفی صرف اس امر کی کرتے ہیں کہ عبد اپنے ارادہ کا خالق بھی ہے۔ ؔ١٩ (خود انہیں کفار مجرمین سے) سوال سے محض استفسار حال مقصود نہ ہوگا، اہل دوزخ کی مزید تذلیل و سرزنش بھی مقصود ہوگی۔ كُلُّ...... رَهِيْنَةٌ۔ یہ محبوسی دوزخ کی ہے، ہر شخص اپنی پاداش عمل میں گرفتار و ماخوذ ہوگا۔ یہ اور بات ہے کہ عفو خداوندی کسی کے جرائم ہی کو نظر انداز کر دے۔ اِلَّآ اَصْحٰبَ الْيَمِيْنِ یعنی اہل جنت جنہیں نامۂ اعمال ان کے داہنے ہاتھوں میں ملیگا۔ وہ اس حبس سے ہر طرح محفوظ و مستثنیٰ ہونگے۔ الْمُجْرِمِيْنَ۔ مُراد کفار اہل دوزخ ہیں۔ ؔ٢٠ (اور ہم انہیں غفلتوں اور سرشاریوں میں پڑے رہ گئے) نَخُوْضُ مَعَ الْخَآئِضِيْنَ۔ خوض سے مطلق مشغلہ نہیں بلکہ ایسا مشغلہ مُراد ہے جو دین اور واجبات دین سے غافل کر دے۔ الخوض الشروع فی الباطل وما لا ینبغی (کشاف) والمراد منه الاباطیل (کبیر) کافروں کی تقریر کا حاصل یہ ہوگا کہ ہم نے نہ حقوق اللہ ہی ادا کئے نہ حقوق العباد، اور ادائے حقوق تو کیا کرتے سرے سے روزِ حشر کی آمد ہی سے انکار کرتے رہے۔ اور ابطال دین کو ایک مشغلہ سا بنا کر اسی میں لگے رہے۔ توبہ و انابت کی توفیق کبھی نہ ہوئی اور موت ہی اس حالت میں آگئی۔ حَتّٰٓى اَتٰىنَا الْيَقِيْنُ۔ یقین کے معنی یہاں عام طور پر موت ہی کے لئے گئے ہیں۔ وقال المفسرون الیقین الموت (بحر) ای الموت ومقدماته کما ذهب الیه جل المفسرین (روح) عذاب قیامت بھی مُراد لی گئی ہے۔ اس لئے کہ یہی شئی ہے جس پر یقین لانا ہے۔ یہ لوگ زندگی بھر گریز کرتے رہے اور بعد موت مشاہدہ کر کے جب یقین کیا۔ وانما الیقین الذی

عنوا فی ھذہ الآیة الشئ الذی کانوا یکذبون به وھم احیاء فی الدنیا فتیقنوه بعد الموت (بحر) ؔ٢١ مُراد یہ ہے کہ ایسوں کی شفاعت جب سرے سے ہو ہی گی نہیں تو کارگر کیا ہوتی۔ ای لا یقدرون علی شفاعتهم فتنفعهم۔ ای لا شفاعة شافعین لهم فتنفعهم (بحر) مَا تَنْفَعُهُمْ۔ بلفظ نفع، منع عذاب و تخفیف عذاب دونوں کو عام ہے۔ اس کی نفی کے معنی یہ ہوئے کہ یہ نہ عذاب سے ہی بچ سکینگے اور نہ کوئی رعایت ہی حاصل کر سکینگے۔ فقہاء مفسرین نے لکھا ہے کہ آیت سے مؤمنین کے حق میں شفاعت کا اثبات نکلتا ہے۔ وفیه دلیل ثبوت الشفاعة للمؤمنین (مدارک) وفی فحوی الآیة دلالة واضحة علی ان الله تعالیٰ مشفع بعض خلقه فی بعض (ابن جریر) بلکہ اہل سنت نے تو یہ کہا ہے کہ آیت سے فساق اُمّت تک کی شفاعت کا اثبات ہوتا ہے۔ واحتج اصحابنا علی ثبوت الشفاعة للفساق بمفهوم هذه الآیة قالوا ان تخصیص هؤلاء بانهم لا تنفعهم شفاعة الشافعین یدل علی ان غیرهم تنفعهم شفاعة الشافعین (کبیر) فاسقوں کی شفاعت سے انکار صرف معتزلہ سے منقول ہے۔ وفیه دلیل علی ان غیرهم تنفعهم الشفاعة وذلك لغیر الفساق عند المعتزلة (بیضاوی)

إِنْ هٰذَآ إِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ﴿٢٥﴾ سَأُصْلِيهِ سَقَرَ ﴿٢٦﴾ وَمَآ

یہ تو زرا آدمی ہی کا کلام ہے ١١ میں اُس کو جلدی ہی دوزخ میں داخل کرونگا۔ اور

أَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ ﴿٢٧﴾ لَا تُبْقِي وَلَا تَذَرُ ﴿٢٨﴾ لَوَّاحَةٌ

آپ کو کچھ خبر ہے کہ دوزخ ہے کیا چیز؟ وہ نہ تو باقی رہنے دیگی اور نہ چھوڑیگی جلد کی حیثیت بگاڑکر

لِّلْبَشَرِ ﴿٢٩﴾ عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ﴿٣٠﴾ وَمَا جَعَلْنَآ أَصْحٰبَ

رکھ دیگی ١٢ اس پر اُنیس (فرشتے) ہوں گے ١٣ اور ہم نے دوزخ کے کارکن صرف فرشتوں

النَّارِ إِلَّا مَلٰٓئِكَةً ۙ وَّمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ إِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِينَ

ہی کو بنایا ہے اور ہم نے ان کا عدد کافروں کی آزمائش ہی کے لئے رکھا

كَفَرُوا ۙ لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتٰبَ وَيَزْدَادَ الَّذِينَ

ہے ١٤ نتیجہ یہ ہوگا کہ اہل کتاب تو یقین کریں گے اور ایمان والوں کا

اٰمَنُوٓا إِيمَانًا ۙ وَّلَا يَرْتَابَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتٰبَ

ایمان بڑھ جائیگا اور اہل کتاب اور مؤمنین شک و شبہ نہ

وَالْمُؤْمِنُونَ ۙ وَلِيَقُولَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ

کریں گے ١٥ اور نتیجہ یہ ہوگا کہ جن کے دلوں میں مرض ہے

وَّالْكٰفِرُونَ مَاذَآ أَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۚ كَذٰلِكَ يُضِلُّ

اور کافر لوگ کہینگے کہ آخر خدا کا مقصود اس بیان سے کیا ہے ١٦ اللہ اس طرح جسے

اللّٰهُ مَن يَشَآءُ وَيَهْدِي مَن يَشَآءُ ۚ وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ

چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے راہ دکھاتا ہے اور آپ کے پروردگار کے لشکروں

١١ (جو خدا کا کلام ہو ہی نہیں سکتا)   سِحْرٌ يُّؤْثَرُ۔ ایسا سحر جو اہلِ بابل وغیرہ سے منقول ہو کر آیا ہے۔ ا مے یروی ویتعلم من سحرة بابل ونحوهم (روح)   ١٢ ذکر اس یوم آخرت کے سلسلہ میں جہنم کی شدت عذاب اور ہولناکیوں کا ہو رہا ہے۔   وَمَآ أَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ۔ دوسری زبانوں کی طرح عربی فن بلاغت میں بھی کلام میں زور، اثر، جوش و تاکید کے موقع پر سوالات سے کام لیا جاتا ہے۔   لَا تُبْقِي۔ یعنی کوئی کافر دوزخی ایسا نہ ہوگا جسے وہ اپنے اندر جلانے سے باقی رہنے دے۔   وَلَا تَذَرُ۔ یعنی کسی کافر کو اپنے اندر لے لینے سے نہ چھوڑیگی۔   ١٣ (جو دوزخیوں کو انواع و اقسام کے عذاب دیتے رہینگے) عجب نہیں جو عذاب دوزخ کے ١٩ صیغے ہوں اور یہاں مراد ان صیغوں کے افسر فرشتوں کی تعداد کو بیان کرنا ہو۔   ١٤ (کہ وہ اس عدد متعین کو سُنکر اس پر طرح طرح سے مضحکہ کرینگے)   وَمَا ..... مَلٰٓئِكَةً۔ یعنی یہ دوزخ کے کارکن انسان وغیرہ نہیں فرشتے ہی ہونگے۔ جو ہر قسم کی بشری کمزوریوں سے پاک ہیں۔ اور امرِ الٰہی کی تعمیل کے سوا اور کچھ جانتے ہی نہیں۔   مفسر تھانویؒ نے لکھا ہے کہ عقائد قطعی اللہ پر ایمان، انبیاء پر ایمان، فرشتوں پر ایمان، حدوث عالم کا اعتقاد وغیرہا تعداد میں اُنیس ہی ہوتے ہیں اور عذاب کفار کی اصل چونکہ انہیں عقائد اسلامی کی مخالفت ہے۔ اس لئے ممکن ہے کہ ایک ایک فرشتہ انہیں ١٩ عقائد اصلی میں سے ایک ایک کے مقابلہ پر ہو، یا یہ کہا جائے کہ انسان کے نفس میں عذاب دوزخ کی بھڑکانے والی اُنیس رنگ کی صلاحیتیں موجود ہیں۔

١٥ یہ آیت قرآن مجید کے ان دو چار مشکل مقامات میں سے ہے، جن کے متعلق علوم کا باب انشاء اللہ آیندہ کے کسی خوش نصیب مفسر کے لئے ضرور کھلیگا۔   بظاہر تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اہل کتاب کے ہاں بھی انیس ١٩ کے عدد سے متعلق کچھ پیشگوئیاں موجود چلی آتی ہیں۔   مفسر تھانویؒ نے لکھا ہے کہ اہل کتاب کی نفی ریب لغوی معنی میں ہے اور مؤمنین کی شرعی معنی میں۔   ١٦ (اور ان لوگوں کا یہ سوال طنز و تعریض کی راہ سے ہوگا)   الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ۔ مرض شک و انکار میں مبتلا منافقین یا چھپے ہوئے کافر۔ اے من المنافقين (ابن کثیر)   اور جن مفسرین نے یہ کہا ہے کہ سورت تو مکی ہے، اور منافقین کا وجود مکہ میں نہ تھا۔ انہوں نے مرض سے مراد اضطراب اور ضعف ایمان لی ہے۔ و قال الحسن بن الفضل السورة مكية ولم يكن بمكة نفاق وانما المرض في الاية الاضطراب وضعف الايمان (ر)   لیکن تفسیر کبیر میں اس قول کو نقل کر کے اس کا جواب دیا گیا ہے اور تائید و توثیق قول جمہور کی گئی ہے۔

٥٢ یعنی طہارت ظاہری کا اہتمام رکھیئے۔ یدل علیٰ وجوب تطہیر الثیاب من النجاسات للصلوٰۃ (جصاص) فقہی احکام و ہدایات کا نزول ابتدائے وحی ہی سے شروع ہو گیا تھا، اور یہ آیت احکام فقہی کی اوّلین آیات میں سے ہے۔ دوسرے معنی محاورۂ عرب کے مطابق یہ بھی کئے گئے ہیں کہ اپنے دامن کو ہر خطا و معصیت کی آلودگی سے پاک و صاف رکھیئے۔ قال ابن عباس لا تلبسہا علیٰ معصیۃ (ابن کثیر) والعرب تقول فی وصف الرجل بالصدق والوفاء انہ طاہر الثیاب (معالم عن ابن عباس) وتلبسک فطہر من الصفات المذمومۃ وھو قول اکثر المفسرین (کبیر) تطہیر الثیاب کنایۃ عن تطہیر النفس عما تذم بہا من الافعال وکلمات جمہور السلف دائرۃ علیٰ نحو ھذا المعنی فی ھذہ الآیات الکریمۃ (روح) قیل معناہ نفسک فنقہا عن المعائب (راغب) لیکن ابوبکر جصاص رازی حنفی نے ان معانی سے بشدت انکار کیا ہے، اور کہا ہے۔ ھذا الکلام شدید الاختلال و الفساد والتناقض (احکام القرآن)

ثِيَابَكَ فَطَهِّرْ (٤) وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ (٥) وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ (٦)

اپنے کپڑوں کو پاک رکھیئے ٥٢ اور بتوں سے الگ رہیئے، اور کسی کو اس غرض سے مت دیجیئے کہ زیادہ معاوضہ ملے

وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ (٧) فَإِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُورِ (٨) فَذَٰلِكَ يَوْمَئِذٍ

اور اپنے پروردگار (کی رضا) کیلئے صبر کیجیئے ٥٣ پھر جس وقت صور پھونکا جائیگا، سو وہ دن کافروں پر ایک

يَوْمٌ عَسِيرٌ (٩) عَلَى الْكَافِرِينَ غَيْرُ يَسِيرٍ (١٠) ذَرْنِي وَمَنْ

سخت دن ہوگا نہ کہ آسان ٥٤ چھوڑ دیجیئے مجھے اور اس کو

خَلَقْتُ وَحِيدًا (١١) وَجَعَلْتُ لَهُ مَالًا مَّمْدُودًا (١٢) وَ

جسے میں نے اکیلا پیدا کیا ٥٥ اور اس کو کثرت سے مال دیا اور

بَنِينَ شُهُودًا (١٣) وَمَهَّدتُّ لَهُ تَمْهِيدًا (١٤) ثُمَّ يَطْمَعُ

پاس رہنے والے بیٹے اور (ہر طرح کا) سامان اسکے لئے میں نے خوب مہیا کر دیا، پھر بھی وہ اسکی

أَنْ أَزِيدَ (١٥) كَلَّا ۖ إِنَّهُ كَانَ لِآيَاتِنَا عَنِيدًا (١٦) سَأُرْهِقُهُ

طمع رکھتا ہے کہ میں اور زیادہ دوں ٥٦ ہرگز نہیں، وہ ہماری آیتوں کا مخالف ہے، میں اسے عنقریب دوزخ کے پہاڑ

صَعُودًا (١٧) إِنَّهُ فَكَّرَ وَقَدَّرَ (١٨) فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ (١٩) ثُمَّ

پر جبر چڑھاؤں گا ٥٧ اس شخص نے سوچا، پھر ایک بات تجویز کی، سو وہ غارت ہو کیسی بات تجویز کی پھر

قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ (٢٠) ثُمَّ نَظَرَ (٢١) ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ (٢٢) ثُمَّ

غارت ہو کیسی بات تجویز کی ٥٨ پھر دیکھا پھر منہ بنایا اور زیادہ منہ بنایا ٥٩ پھر

أَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ (٢٣) فَقَالَ إِنْ هَٰذَا إِلَّا سِحْرٌ يُؤْثَرُ (٢٤)

منہ پھیرا اور تکبر ظاہر کیا ٦٠ پھر کہا یہ تو نرا منقول جادو ہے،

وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ۔ یعنی اللہ ہی کی بڑائی کا اثبات کیجیے بخلاف ان مشرکوں کے جو اپنے دیوتاؤں کے ساتھ اس کا نام لے کر اس کی توہین کیا کرتے ہیں ساری تبلیغ کی اصل اصول تو یہی مسئلۂ توحید ہے۔ ٥٣ (ان سختیوں پر جو راہ تبلیغ میں آپؐ کو پیش آئینگی)، بنیادی عقائد کے بعد اب تعلیم فضائل اخلاق کی مل رہی ہے۔ وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ۔ اپنے اعمال کو کثیر جاننا یا اُن کے عوض میں رجوع خلق یا مدح کی آس لگائے رہنا۔ یہ سب شریعت میں قطعًا ناجائز ہے۔ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ۔ یعنی راہِ حق میں صبر، رضائے حق ہی کی خاطر کیجیے۔ ای فاصبر علیٰ طاعتہ واوامرہ ونواہیہ لاجل ثواب اللہ (معالم) لوجہ ربک عزوجل (ابن کثیر) وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ۔ یعنی باطنی نجاستوں سے بھی الگ رہیئے۔ جس میں شرک کا نمبر اوّل ہے۔ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ۔ رجز کے معنی بُت پرستی اور شرک کے ہیں۔ الرجز عبادۃ الاوثان (قاموس، لسان) وقیل ھو الشرک (لسان) خود بُت بھی اس کے معنی کئے گئے ہیں۔ وقیل ھو صنم (لسان، راغب) ٥٤ ابتدائی مکی سورتوں میں عقیدۂ توحید کے بعد قدرۃً سب سے زیادہ زور عقیدۂ آخرت ہی پر ہے۔ عَلَى الْكَافِرِينَ۔ اس قید نے یہ صاف کر دیا کہ یومِ حشر کے شدائد علی الاطلاق نہ ہونگے، بلکہ کافروں، منکروں کے ساتھ مخصوص ہونگے، اور مؤمنین انشاء اللہ حور و قصور، بلکہ سارے لذائذ قرب و لقاء سے محظوظ ہونگے۔ ٥٥ (کہ ہم اس سے نپٹ لینے کے لئے کافی ہیں) مراد کافر انسان سے ہے۔ وَحِيدًا۔ ظاہر ہے کہ ہر انسان دنیا میں اکیلا ہی آتا ہے۔ نہ مال اس کے ساتھ ہوتا ہے نہ اولاد۔ ٥٦ یعنی ساری موجود نعمتوں کو کفران اور بے قدری کی راہ سے حقیر سمجھتا ہے اور ناسپاسی کے باوجود مزید حرص و ہوس میں مبتلا رہتا ہے آیت عام ہے۔ سارے ناشکرے کافروں کے لئے، لیکن تلمیح خاص ہے۔ ولید بن مغیرہ کی طرف جو اہل مکہ میں ایک بڑا ذی اثر شخص اور مالدار اور کثیر العیال تھا۔ وَبَنِينَ شُهُودًا۔ یعنی یہی نہیں کہ اس کے کئی کئی لڑکے موجود ہیں، بلکہ اس کے سامنے ہی رہتے ہیں جس سے وہ مزید لطف و مسرت حاصل کرتا ہے اور اس کی نظروں سے غائب نہیں۔ وَمَهَّدتُّ لَهُ تَمْهِيدًا۔ یعنی جاہ و مال دونوں سے اسے مالا مال کر دیا۔ ای التمست علیہ نعمتی الجاہ والمال واجتماعہما ھو الکمال عند اہل الدنیا (کبیر، مدارک) ٥٧ (جب اسے اپنی سرکشی و نافرمانی کا مزہ معلوم ہوگا) سَأُرْهِقُهُ صَعُودًا۔ صعود۔ دوزخ کی ایک پہاڑی کا نام ہے دوزخی اس پر چڑھیگا اور پھر گریگا۔ گریگا اور پھر چڑھیگا، اور عذاب کی یہ صورت دائمی رہیگی۔ اور یہ سزا اس کے اس عناد کی ہوگی جو اسے حق کے ساتھ دنیا میں رہا کیا تھا۔ كَلَّا۔ یعنی وہ ہرگز اس قابل نہیں۔ لِآيَاتِنَا۔ آیات سے مُراد کلام الٰہی ہے۔ ٥٨ (جو صحت کا کوئی امکان بعید بھی نہیں رکھتی) کلمات تعجب کی یہ تکرار غایت ذم و استبعاد کے لئے ہے۔ إِنَّهُ فَكَّرَ۔ اور یہ سوچا کہ قرآن مجید کی بابت کیا رائے قائم کروں۔ وَقَدَّرَ۔ سوچ بچار کے بعد رائے بھی قائم کی تو کیسی مہمل اور بے جوڑ کہ قرآن کو نتیجۂ سحر بنایا!۔ ٥٩ (قرآن مجید سے غایت کراہت و انقباض ظاہر کرنے کو) ثُمَّ نَظَرَ۔ یعنی اِدھر اُدھر حاضرین کے چہروں کی طرف داد طلب انداز میں دیکھا۔ ٦٠ قرآن مجید کی اس منظر کشی کا ایک ایک جزئیہ قابلِ داد ہے۔ انسان اظہار نفرت و کراہت کے وقت منہ ہی نہیں بناتا، بلکہ گردن بھی پھیر لیتا ہے۔ اور اس چیز کی تحقیر کرتا ہوا اپنی بڑائی کی طرف بھی اشارہ کر جاتا ہے۔

۱۷ یہاں دشواری اور تعب کی بنیادیں دوسری ہیں۔ اس لئے حکم تیسیر بھی یہاں از سرِ نو ارشاد ہوا۔ آیت میں تین قسم کے لوگ بیان ہوئے، جن پر تہجد کی پابندی دشوار تھی۔ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى۔ پہلی قسم کے معذور، یہ لوگ ارشاد ہوئے یعنی مریض، اس حکم کی علت اپاہجوں اور زیادہ بوڑھوں کو بھی شامل ہے۔ اٰخَرُوْنَ ..... فَضْلِ اللّٰهِ۔ معذوروں کی یہ دوسری قسم مسافروں کی ارشاد ہوئی، اس کے تحت میں کُل وہ لوگ آگئے جو وطن سے خواہ تجارت کے لئے نکلے ہوئے ہوں۔ خواہ طلب علم کے لئے یا اور کسی جائز غرض سے۔ وَاٰخَرُوْنَ ...... سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ اس کے تحت میں سارے غازی اور مجاہدین آگئے۔ فقہا مفسّرین نے یہاں یہ نکتہ خوب لکھا ہے کہ قرآن مجید نے یہاں تاجروں اور مجاہدوں کو مساوی درجہ میں رکھدیا ہے۔ اور کیوں نہ ہو حلال ذریعہ معاش کی تلاش بھی تو جہاد ہی ہے۔ سوی بین المجاهد والمكتسب لان كسب الحلال جهاد (مدارک)۔ مُرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ طالبین سالکین کے ساتھ مجاہدات و اوراد میں مرشدین جو رعایت و سہولت کا برتاؤ رکھتے ہیں، اس کی ماخذ یہی آیتیں ہیں۔ ۱۸ یعنی حق تعالیٰ کی راہ میں اور اس کے دین کے شیوع و استحکام کے لئے اخلاص، حُسنِ نیت و خوشدلی کے ساتھ خرچ کرو۔ قَرْضًا حَسَنًا۔ اس پر حاشیے پہلے گذر چکے۔ الزَّكٰوةَ۔ عبادت بدنی اور مالی کے یہ احکام تو مستقل اور ہر مُلک و زمانہ کے لئے ہیں۔

۱۹ (تو تمہارے طلب مغفرت پر کیوں نہ تمہارے ساتھ مغفرت و رحمت کا برتاؤ کریگا) هُوَ..... اَجْرًا۔ یعنی دنیوی اغراض میں خرچ کرنے سے جو عوض اور نفع مرتب ہوتا ہے اس سے کہیں بڑھ چڑھ کر یہ پائدار اور دائمی اجر ملیگا۔ وَمَا .... عِنْدَ اللّٰهِ۔ کوئی خفیف سا خفیف بھی عملِ خیر حق تعالیٰ کے ہاں ضائع جانے والا نہیں۔

أٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِي الْأَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ
بعض سفر کرینگے ملک میں اللہ کی روزی کی تلاش

اللّٰهِ وَاٰخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَاقْرَءُوْا مَا
میں اور بعض اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے سو تم لوگ جتنا قرآن

تَيَسَّرَ مِنْهُ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَقْرِضُوا
آسانی سے پڑھا جاسکے پڑھ لیا کرو ۱۸ اور نماز کی پابندی رکھو اور زکوٰۃ دیتے رہو، اور اللہ کو

اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ
اچھی طرح قرض دو ۱۸ اور جو بھی نیک عمل اپنے لئے آگے بھیجو گے، اُس کو

تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرًا وَّاَعْظَمَ اَجْرًا
اللہ کے پاس پہنچ کر اس سے اچھا اور اجر میں بڑھا ہوا پاؤ گے

وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٢٠﴾
اور اللہ سے مغفرت طلب کرتے رہو، بیشک اللہ بڑا مغفرت والا ہی بڑا رحمت والا ہے ۱۹

ع ۲/۱۴

سُوْرَةُ الْمُدَّثِّرِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ سِتٌّ وَّخَمْسُوْنَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ
سورۂ مدثر مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی چھپن آیتیں اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
شروع اللہ نہایت مہربان بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

يٰۤاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ﴿١﴾ قُمْ فَاَنْذِرْ ﴿٢﴾ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ﴿٣﴾ وَ
اے کپڑے میں لپٹنے والے اُٹھئے پھر (کافروں کو) ڈرایئے ۲ اور اپنے پروردگار کی بڑائی بیان کیجئے، اور

۱ ان آیتوں کا پس منظر یہ ہے کہ جب رسُول اللہ صلعم پر نزولِ وحی کا سلسلہ شروع ہوا تو سب سے پہلے تو سورۃ العلق کی ابتدائی آیتیں (اقرأ باسم ربك الخ) نازل ہوئیں۔ اس کے بعد کسی مصلحت و حکمت خداوندی سے کوئی اور وحی ایک عرصۂ دراز تک نہ آئی۔ پھر جب آپؐ اپنی مدت اعتکاف پوری کرکے کوہ حرا سے اُتر کر اپنے کاشانۂ مبارک کو آرہے تھے کہ دفعۃً میدان میں ایک زور کی آواز سنائی دی۔ نظر اُوپر اُٹھائی تو کیا ملاحظہ کرتے ہیں، کہ جبرئیل علیہ السلام اپنی اصلی شکل و ہیئت میں بصد جاہ و جلال ایک نورانی تخت پر فضائے آسمانی میں جلوہ افروز ہیں، بشر (وہ سید البشر سہی) پر یہ پہلی بار تجلی ملکوتی اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ ہوئی اور بشریت کے طبعی تقاضوں کا ظہور ہوا۔ آپؐ بکمال اضطراب فوراً کاشانۂ مبارک میں آگئے اور جیسے جسم میں سردی لگ جانے کے وقت ہوتا ہے آپؐ کپڑے اوڑھ کر لیٹ رہے اس پر یہ آیتیں سورۃ المدثر کی نازل ہوئیں۔ يٰۤاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ۔ المزمل کی طرح المدثر رسول اللہ صلعم کا ایک صفاتی نام ہے۔ نزول آیت کے وقت کی آپؐ کی وضع و ہیئت کو ظاہر کرتا ہے۔ اور حق تعالیٰ کی طرف سے کمال لُطف و التفات کا مظہر ہے۔ آیت سے ظاہر ہوگیا کہ آثار بشری کا صدور و ظہور کسی ولی سے تو کیا، کسی نبی بلکہ سید الانبیاء تک سے ممنوع و مرفوع نہیں۔ قُمْ فَاَنْذِرْ۔ یعنی فرائض رسالت کی ادائی میں تندہی اور سرگرمی سے مستعد ہو جایئے۔ قم کے مفہوم میں کمال اہتمام و آمادگی داخل ہے۔ فَاَنْذِرْ۔ امر وجوبی ہے۔ اور اس سے مُراد ساری ہی تعلیم و ہدایت ہے۔ محققین نے لکھا ہے کہ فرائض تبلیغ میں عذاب دوزخ سے بچانا ترتیباً بشارت جنت پر مقدم ہے۔

رَسُوْلًا ۙ۵ شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا ؕ ⑮

رسُول بھیجا ہے (تم پر گواہ بنا کر) جس طرح ہم نے فرعون کے پاس ایک رسُول بھیجا تھا ١١

فَعَصٰى فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ فَاَخَذْنٰهُ اَخْذًا وَّبِيْلًا ⑯ فَكَيْفَ

تو فرعون نے اپنے رسُول کی نافرمانی کی، تو ہم نے اُن کو خوب سخت پکڑ میں لیا ١٢ سو تم

تَتَّقُوْنَ اِنْ كَفَرْتُمْ يَوْمًا يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبَا ۖ ⑰

اُس دن (کی مصیبت) سے کیسے بچو گے، جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا (اور)

السَّمَآءُ مُنْفَطِرٌۢ بِهٖ ؕ كَانَ وَعْدُهٗ مَفْعُوْلًا ⑱ اِنَّ هٰذِهٖ

جس سے آسمان پھٹ جائیگا، بیشک (اللہ کا) وعدہ ضرور پورا ہو کر رہیگا ١٣ یہ (قرآن) ایک

تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ⑲ ع اِنَّ رَبَّكَ

ع ١٩/١ ١٣

نصیحت ہے، سو جس کا جی چاہے اپنے پروردگار کی طرف کا راستہ اختیار کرلے ١٤ آپ کا

يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ وَنِصْفَهٗ وَ

پروردگار خوب جانتا ہے کہ آپ اور آپکے ساتھ والوں میں سے کچھ لوگ رات کی دو تہائی اور (کبھی)

ثُلُثَهٗ وَطَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ ؕ وَاللّٰهُ يُقَدِّرُ الَّيْلَ

آدھی رات اور کبھی تہائی رات کھڑے رہتے ہیں، اور رات اور دن کا پورا اندازہ

وَالنَّهَارَ ؕ عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوْا مَا

اللہ ہی کر سکتا ہے ١٥ اسے معلوم ہے کہ تم لوگ اسے پورے احاطہ میں نہیں لا سکتے، سو اُس نے تمہارے

تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ؕ عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى ۙ وَ

حال پر توجہ کی، سو تم لوگ جتنا قرآن آسانی سے پڑھا جا سکے پڑھ لیا کرو ١٦ اُسے یہ بھی معلوم ہے کہ تم میں سے بعض آدمی بیمار ہونگے اور

١١ یعنی حضرت مُوسیٰ کو۔ حضرت مُوسیٰ اور فرعون پر حاشیے بار بار گذر چکے۔ شَاهِدًا عَلَيْكُمْ۔ یعنی یہ رسُول تمہارے متعلق حشر میں یہ گواہی آکر دینگے کہ ان لوگوں نے میری تبلیغ و دعوت سے اثر کس کس قسم کا لیا۔ ١٢ (انہیں کا سا انجام تمہیں بھی پیش آنے والا ہے، اگر تم نے اصلاح حال نہ کرلی) فرعون اور مُوسیٰ کا حوالہ ممکن ہے اس لئے دیا گیا ہو کہ یہود عرب کے توسط سے قریش حضرت مُوسیٰ کے کارناموں سے اور فرعون کے انجام سے خوب واقف ہو چکے تھے۔ ١٣ عرب کا ٹھیک، آج کے فرنگستان کی طرح اصلی روگ آخرت فراموشی بلکہ آخرت سے انکار تھا۔ قرآن مجید اس لئے ابتدائی مکی سُورتوں میں بار بار اور مؤثر انداز میں اسی موضوع کو دُہرا دُہرا کر کے لاتا ہے۔ يَجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبًا۔ عربی محاورہ میں یہ کنایہ ہے غایت شدت و ہیبت سے۔ مُنْفَطِرٌۢ بِهٖ۔ یعنی آسمان یوم قیامت کی سختی سے پھٹ جائیگا۔ ب سببیہ ہے۔ بہ اے بیوم القیامۃ یعنی انها تنفطر لشدۃ ذٰلك اليوم (مدارک) اے بسببہ یعنی لشدتہ وھولہ (ابن کثیر) وَعْدُهٗ۔ ضمیرہٗ فاعل یعنی اللہ تعالیٰ کی جانب ہے۔ اے الفاعل وھو اللہ عز وجل (مدارک) یہ بھی جائز ہے کہ مفعول کی جانب سمجھی جائے اور معنی یہ لئے جائیں کہ وہ یوم موعود ضرور واقع ہو کر رہیگا۔ المصدر مضاف الی المفعول وھو اليوم (مدارک)

١٤ یعنی یہ قرآن ہدایت نامہ ہے تو سب ہی کے لئے لیکن اس سے فائدہ وہی اُٹھائینگے، جو اُٹھانا چاہینگے، جو فائدہ اُٹھانے کا قصد کرینگے۔ تَذْكِرَةٌ۔ یعنی ہدایت نامہ اور وہ بھی کیسا جامع، بلیغ، مؤثر و دلنشین! فَمَنْ ..... سَبِيْلًا۔ متکلمین نے اس سے یہ استنباط کیا ہے کہ بندہ کسب افعال پر قادر ہے۔ مشائخ صوفیہ نے آیت سے یہ استدلال کیا ہے کہ طالب سالک محروم نہیں رکھا جاتا۔ ١٥ (جو تم نہیں کر سکتے) اِنَّ ..... مَعَكَ۔ رسُول اللہ صلعم کے ساتھ ساتھ ایک گروہ صحابہ کی بھی شب بیداری کی یہ شہادت قرآن مجید خود دے رہا ہے۔ مستند روایتوں میں آتا ہے کہ یہ حضرات اتنی اتنی دیر تک رات میں کھڑے رہتے تھے کہ پیروں پر ورم آجاتا تھا۔ انھم قاموا حتی انتفخت اقدامھم۔ (مدارک) اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ۔ مشائخ صوفیہ نے کہا ہے کہ ان الفاظ میں نظر رحمت اور توجہ خاص چھپی ہوئی ہے یعنی جو شب بیداری کرتے ہیں ان پر نظر خاص ہے۔ ١٦ یعنی تمہارے اخلاص نیت لیکن اس کے ساتھ تمہاری عملی دشواریوں کو دیکھ کر تمہارے اُوپر نماز تہجد فرض نہیں۔ تاہم بطور استحباب جتنا چاہو قرآن اس میں پڑھ لیا کرو۔ عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ۔ یعنی حق تعالیٰ نے خوب دیکھ لیا کہ تم لوگ اتنی مُدت تک قیام بڑی مشقت اور تعب کے بعد ہی کر سکتے ہو۔ اے لن تطیقوا القیام علی ھٰذہ المقادیر الا بشدۃ ومشقۃ (مدارک) فَتَابَ عَلَيْكُمْ۔ یعنی جب تمہارے رسُوخ فی الدین کی خوب آزمائش ہو گئی، تو اب تہجد گذاری کی فرضیت تم سے ساقط کی جاتی ہے۔ فخفف علیکم واسقط عنکم فرض قیام الليل (مدارک) فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ۔ قرآن کو یہاں صلوٰۃ کے معنی میں لے کر یہ مُراد بھی لی گئی ہے کہ جتنی نماز آسانی سے پڑھ سکو پڑھ لیا کرو۔ وقیل ان المراد بالقرآن الصلوٰۃ ... فصلوا ما تیسر علیکم (مدارک)

اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيۡلِ هِىَ اَشَدُّ وَطۡاً وَّاَقۡوَمُ قِيۡلًا ؕ ۝۶
بیشک رات کے وقت اُٹھنے میں (دل وزبان کا) خوب میل رہتا ہے اور بات خوب ٹھیک نکلتی ہے ۴؎
اِنَّ لَكَ فِى النَّهَارِ سَبۡحًا طَوِيۡلًا ؕ ۝۷ وَاذۡكُرِ اسۡمَ رَبِّكَ
بیشک آپ کے لئے دن میں بہت مشغولی ہے ۵؎ اور آپ اپنے پروردگار کے نام کو یاد کرتے رہیے
وَتَبَتَّلۡ اِلَيۡهِ تَبۡتِيۡلًا ؕ ۝۸ رَبُّ الۡمَشۡرِقِ وَالۡمَغۡرِبِ
اور سب سے ٹوٹ کر اسی کی طرف متوجہ رہیے ۶؎ وہ پروردگار ہے مشرق و مغرب کا
لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذۡهُ وَكِيۡلًا ۝۹ وَاصۡبِرۡ عَلٰى مَا
کوئی معبود اس کے سوا نہیں، اسی کو (اپنا) چارہ ساز بنائے رکھیے ۷؎ اور ان باتوں پر صبر کئے رہیے
يَقُوۡلُوۡنَ وَاهۡجُرۡهُمۡ هَجۡرًا جَمِيۡلًا ۝۱۰ وَذَرۡنِىۡ
جو یہ لوگ کہتے رہتے ہیں، اور ان سے خوبصورتی کے ساتھ الگ ہو جائیے ۸؎ اور مجھے اور ان
وَالۡمُكَذِّبِيۡنَ اُولِى النَّعۡمَةِ وَمَهِّلۡهُمۡ قَلِيۡلًا ۝۱۱ اِنَّ
صاحب نعمت اہل تکذیب کو چھوڑے رہیے، اور ان لوگوں کو تھوڑی مہلت اور دیتے رہیے ۹؎ ہمارے
لَدَيۡنَاۤ اَنۡكَالًا وَّجَحِيۡمًا ۙ ۝۱۲ وَّطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَّ
ہاں تو بیڑیاں ہی ہیں اور دوزخ ہے اور گلے میں پھنس جانیوالی غذا ہے اور
عَذَابًا اَلِيۡمًا ۝۱۳ يَوۡمَ تَرۡجُفُ الۡاَرۡضُ وَالۡجِبَالُ وَ
عذاب دردناک ہے، (یہ اس روز) جس روز کہ ہلنے لگیں گے زمین اور پہاڑ اور
كَانَتِ الۡجِبَالُ كَثِيۡبًا مَّهِيۡلًا ۝۱۴ اِنَّاۤ اَرۡسَلۡنَاۤ اِلَيۡكُمۡ
پہاڑ ریگ رواں ہو جائیں گے ۱۰؎ بیشک ہم نے تمہارے پاس ایک

منزل ۷

۴؎ رات کے سناٹے میں ذکر و عبادت میں جی کا لگنا، نماز و تلاوت قرآن میں حلاوت کا زیادہ محسوس ہونا، طبیعت میں نشاط کا پیدا ہونا، یہ سب چیزیں تجربہ و مشاہدہ کی ہیں جس کا جی چاہے خود تجربہ کرلے۔ پیمبر اور پھر پیمبر اعظم کے لئے اس حکم کی اہمیت بالکل ظاہر ہی ہے۔ نَاشِئَةَ الَّيۡلِ۔ یعنی رات میں سونے کے بعد پھر کھڑا ہونا۔ وَطۡاً۔ وطأ کے لفظی معنی کچلنے کے ہیں۔ گویا رات کو سو کر نماز کیلئے اُٹھنا نفس کو روند ڈالنا، کچل ڈالنا ہی ہوا۔ اور اس سے نفس شکستہ اور منکسر ہو جاتا ہے۔ اور انسان کے ظاہر و باطن میں، یا زبان و دل کے درمیان موافقت خوب پیدا ہو جاتی ہے۔ عن الحسن اشد موافقة بين السر والعلانية (مدارک) والمقصود ان قيام الليل هو اشد مواطأة بين القلب واللسان (ابن کثیر)۔ ۵؎ محمد بن عبداللہ مکی سے بڑھ کر مشغول پروگرام آج تک دنیا میں کسی کا نہیں ہوا ہے۔ ہر لمحہ طاعت الٰہی و خدمت خلق ہی کی نذر رہتا تھا۔ ضائع آپؐ نے اپنی عمر گرامی کا ایک منٹ بھی نہیں ہونے دیا۔ سَبۡحًا طَوِيۡلًا۔ سبح کے لفظی معنی تیرنے اور تیز چلنے کے ہیں، اور اس کے تحت میں آپؐ کی دینی و دنیوی ہر ہر مشغولی آگئی ——— حقیقتاً آپؐ کی تو ہر دنیوی مشغولی بھی دینی ہی تھی۔ اور ضروری آرام و تفریح بھی عین طاعت ہی تھے۔ ۶؎ یعنی اللہ کے ساتھ تعلق ہر دوسرے تعلق پر غالب و حاکم رہے۔ اُذۡكُرۡ وَتَبَتَّلۡ۔ یہ دونوں حکم بلا قید وقت کے ہیں۔ صُوفیہ نے یہیں سے دوام ذکر کا مسئلہ مستنبط کیا ہے۔ لیکن محققین صُوفیہ نے یہ بھی کہا ہے کہ ان احکام کی تعمیل کے لئے ذکر و تبتل کا درجۂ ادنیٰ بھی کافی ہے۔ وَاذۡكُرۡ۔۔۔۔ تَبۡتِيۡلًا۔ ذکر لسانی کی تعلیم یہاں ترتیباً پہلے واقع ہوئی ہے اور مراقبہ کی اسکے بعد عارفین نے اس سے یہ نکتہ نکالا ہے کہ مقامِ ذکر مقدم ہے اور مقامِ فکر مؤخر۔ وَاذۡكُرِ اسۡمَ رَبِّكَ۔ ذکر الٰہی کے عموم میں نماز، تلاوت اشغال، اذکار، درس علوم دین سب شامل ہیں۔ وذكر الله يتناول التسبيح والتهليل والتكبير والصلوٰة وتلاوة القرآن ودراسة العلم (مدارک) ۷؎ اس آیت پر پہنچ کر ذرا ملک کی اس فضا کا نقشہ ذہن کے سامنے لے آئیے۔ جس میں توحید کی یہ آواز اوّل اوّل بلند ہوئی تھی۔ ایک تجارت پیشہ قوم جو اپنی آزادی و خود مختاری، اپنی اقبالمندی، اور اپنی شرافت نسب پر نازاں تھی، اور اپنے جاہلی دین و اخلاق اور مشرکانہ تہذیب و تمدن میں مست، توحید اور پاکبازی کے نام سے ناآشنا۔ اس مغرور قوم کے آگے اس کا ایک فرد، جو اس وقت تک نہ ثروت و وجاہت میں ممتاز تھا نہ ملک گیری و فوج کشی میں، تن تنہا کھڑے ہو کر صدا یہ بلند کر رہا ہے کہ جن دیویوں دیوتاؤں کی پرستش تم پشتہا پشت سے کرتے چلے آرہے ہو، سب کو چھوڑ چھاڑ کر صرف ایک کو مانو، اپنے فیشن کو بدلو، اپنے دین کو بدلو، شرابیں چھوڑو، بیحیائیاں چھوڑو، عُریانیاں چھوڑو، قمار بازیاں چھوڑو، خونخواریاں چھوڑو، سُودی کاروبار چھوڑو، غرض دین کے ساتھ ساتھ اپنی دنیا بھی بدل ڈالو۔ خیال تو کیجیے کہ اس داعی کو کس دل و جگر، کس ہمت و عزم کا ہونا چاہیئے۔ رَبُّ الۡمَشۡرِقِ وَالۡمَغۡرِبِ۔ ان الفاظ سے شرک کے ان تمام پہلوؤں کی بھی تردید نکل آئی جو مشرک جاہلی قوموں نے آفتاب و ماہتاب، طلوع و غروب، دن اور رات اور مختلف سمتوں کے تقدس وغیرہ سے متعلق قائم کر رکھے ہیں۔ ۸؎ (یعنی ان سے شکایت و انتقام کی فکر میں بھی نہ پڑیئے۔ وَاهۡجُرۡهُمۡ هَجۡرًا جَمِيۡلًا۔ ھجر جمیل یہ ہے کہ ترک تعلق تو تمام تر کر لیا جائے لیکن نفرت و حقارت کے ساتھ نہیں بلکہ خیر خواہی کے ماتحت اور حق تعالیٰ کے لئے۔ صوفیۂ عارفین نے کہا ہے کہ سالک اہل دنیا سے احتراز تو رکھے، لیکن ساتھ ہی ان کی ہوا خواہی میں بھی لگا رہے۔ ۹؎ (میں خود ہی وقت مناسب پر ان سے نپٹ لونگا) وَذَرۡنِىۡ وَالۡمُكَذِّبِيۡنَ۔ یعنی میرے اور ان مکذبین کے باب میں صبر و انتظار سے کام لیجیے۔ اُولِى النَّعۡمَةِ۔ یہ قریش مکہ ایک تجارت پیشہ، مرفہ الحال قوم تھے، انہیں کی طرف اشارہ ہے۔ ۱۰؎ (اور اُڑتے پھرینگے) یہاں پھر ایک بار ذہن کے سامنے اس قوم کو لے آئیے، جو قیامت اور روز جزاء کے یکسر منکر ہیں۔ اور حشر و نشر کے تخیل ہی کو مضحکہ خیز اور اپنی روشن خیالی پر ایک داغ سمجھ رہے ہیں۔

۱۸ حاصل یہ کہ حق تعالیٰ جو حقیقی عالم الغیب ہے۔ وہ اپنے غیوب کا صرف اتنا حصہ جس کا تعلق علوم نبوت سے ہوتا ہے اپنے مقبول انبیاء و مرسلین پر منکشف کر دیتا ہے۔ وہ بھی حفاظت کے اس پورے اہتمام و احتیاط کے ساتھ کہ وحی الٰہی بغیر کسی ادنیٰ خارجی دخل و تصرف کے بندوں تک تمام کی تمام پہنچ جائے۔ مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ۔ اس قید سے ظاہر ہو گیا کہ یہاں غیب سے مراد اسرار شرعی ہیں ورنہ یہ کونی تو مشاہدہ سے ظاہر ہے کہ اہل اشراق و اہل نجوم کو، قدیم کہانت والوں کو، اور جدید مسمریزم اور امپریچولزم والوں غرض ہر قسم کے غیر مقبولین کو بھی بعض ریاضتوں اور مشقوں سے کسی نہ کسی درجہ میں منکشف ہوتے رہتے ہیں۔ محققین نے کہا ہے کہ اولیائے امت جو حضرات انبیاء کے اظلال و اتباع ہوتے ہیں، ان پر جو اسرار شرعی منکشف ہوتے ہیں وہ انہیں انبیاء کے واسطہ سے۔ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَ مِنْ خَلْفِهٖ یعنی نزول وحی کے وقت تمام جہات میں ہر طرف سے۔ فَاِنَّهٗ . . . . رَصَدًا۔ یہ اہتمام و انتظام سب اس لئے ہوتا ہے کہ وحی الٰہی ہر خلط نفسانی اور خباثت شیطانی سے کامل طور پر محفوظ رہے۔ رَصَدًا لفظی معنی نگہبانی کے ہیں۔ الرصد الاستعداد للترقب (راغب) یہاں مراد نگہبان یا محافظ فرشتے ہیں۔ لو واحد و جمع دونوں پر اس کا اطلاق جائز ہے۔ ۱۹ (بحفاظت تمام بغیر کسی طرح کے دخل و تصرف کے) لِیَعْلَمَ

عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰى غَیْبِهٖۤ اَحَدًا ﴿۲۶﴾ اِلَّا مَنِ

وہی غیب کا جاننے والا ہے، سو وہ (ایسے) غیب پر کسی کو بھی مطلع نہیں کرتا ہاں البتہ کسی

ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ یَسْلُكُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَ

برگزیدہ پیمبر کو (جب کسی غیبی علم سے مطلع کرنا چاہتا ہے) تو اس کے آگے اور پیچھے نگہبان

مِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ﴿۲۷﴾ لِّیَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ

بھیج دیتا ہے ۱۹ تاکہ اسے معلوم ہو جائے کہ انہوں نے اپنے پروردگار کے

رَبِّهِمْ وَ اَحَاطَ بِمَا لَدَیْهِمْ وَ اَحْصٰى كُلَّ شَیْءٍ عَدَدًا ﴿۲۸﴾

پیغامات پہنچا دیئے ہیں اور اللہ ان (پیامبروں) کے احوال کا احاطہ کئے ہوئے ہے اور ہر شئے کو وہ شمار میں لئے ہوئے ہے ۲۰

سُوْرَةُ الْمُزَّمِّلِ مَكِّیَّةٌ وَّ هِیَ عِشْرُوْنَ اٰیَةً وَّ فِیْهَا رُكُوْعَانِ

سورۂ مزمل مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی بیس آیتیں ہیں اور دو رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ نہایت مہربان بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

یٰۤاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ ﴿۱﴾ قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا ﴿۲﴾ نِّصْفَهٗۤ

اے کپڑوں میں لپٹنے والے ۱ رات کو (نماز میں) کھڑے رہا کیجئے ۲ مگر ہاں تھوڑی رات یعنی آدھی رات

اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِیْلًا ﴿۳﴾ اَوْ زِدْ عَلَیْهِ وَ رَتِّلِ

یا اس سے کچھ کم کیجئے یا اس سے کچھ بڑھا دیجئے، اور قرآن خوب

الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا ﴿۴﴾ اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْكَ قَوْلًا ثَقِیْلًا ﴿۵﴾

صاف صاف پڑھیے ۲ ہم آپ پر عنقریب ایک بھاری کلام ڈالنے کو ہیں ۳

یعنی وہ ظاہری طور پر اور وقوع کے بعد بھی جان لے ورنہ اپنے علم ازلی کے لحاظ سے تو وہ جانتا ہی تھا۔ لیعلم کی ضمیر فاعلی کس کی جانب ہے۔ اس پر بہت قیل و قال ہوئی ہے۔ لیکن راقم آثم کو بعض اکابر کے اتباع میں وہی ترکیب مناسب معلوم ہوئی جو یہاں اختیار کی گئی۔ یحتمل ان یکون الضمیر عائدا الی اللہ عز وجل وھو قول حکاہ ابن الجوزی فی زاد المسیر (ابن کثیر) ای لیعلم اللہ (مدارک) وھو اختیار اکثر المحققین (کبیر) ابلغوا۔ صیغۂ جمع غائب سے مراد وہی حضرات انبیاء ہیں۔ ای الرسل (معالم۔ مدارک) بعض نے فرشتے بھی مراد لئے ہیں۔ ۲۰ (چنانچہ وحی کے بھی سب اجزاء ایک ایک کر کے اس کے شمار میں ہیں) اَحْصٰى۔ میں حفاظت نسیان سے بھی آ گئی۔ گویا اول سے آخر تک سب حفاظتوں کا انتظام ہو گیا۔ حاصل کلام ایک بار پھر نظر کے سامنے لے آیئے۔ قیامت کے وقت کا علم علوم نبوت میں سے نہیں اس لئے رسول کو اس کا علم نہ ہونا ان کے دعوائے رسالت کے ذرا بھی منافی نہیں۔ اور دعوائے وقوع قیامت کو تو اس سے ضرر ادنیٰ درجہ کا بھی نہیں پہنچتا۔ پیمبروں کو وہی غیوب عطا کئے جاتے ہیں جن کا تعلق علوم نبوت سے ہوتا ہے۔ اور وہی مقصود بعثت ہوتے ہیں۔ ان میں امکان خطا و لغزش کسی جہت سے بھی نہیں ہوتا۔ وَ اَحَاطَ بِمَا لَدَیْهِمْ۔ پیمبروں کی امانت و دیانت اور حاملین وحی فرشتوں کی قوت ہر اعتبار سے غیر مشتبہ ہے۔ اور حق تعالیٰ ان حقائق کا علم خود ہی رکھے ہوئے ہے۔ وَ اَحْصٰى كُلَّ شَیْءٍ عَدَدًا۔ یعنی ایک اسی مسئلہ پر کیا موقوف ہے۔ حق تعالیٰ کا علم کامل و محیط تو مسائل کائنات کے ایک ایک جزئیہ پر حاوی ہے —— جزئیات سے کلیات اور فروع سے اصول تک پہنچ جانا تو قرآن مجید کا عام اسلوب بیان ہے۔

۱ آپ ان معاندین کے ہفوات کا خیال نہ کیجئے توجہ حق تعالیٰ ہی کے ذکر و عبادت کی طرف رکھیے (مستند حدیثی روایتوں میں آتا ہے (جو ہر تاریخی روایت سے مستند تر ہیں) کہ جب رسول اللہ صلعم نے مکہ میں تبلیغ دعوت کا کام شروع فرما دیا تو بڑے بڑے "عقلاء" قوم نے (آج کل ہی کے عقلاء فرنگ کی طرح) آپ کے متعلق غور و خوض شروع کیا کہ آپ کے دعوے صحیح تو بہرحال ہو ہی نہیں سکتے پھر (نعوذ باللہ) آپ کا اصل مرض ہے کیا۔ اپنے کمیٹی گھر (دار الندوہ) میں جمع ہوئے اور کسی نے کہا کہ یہ کاہن ہو گئے ہیں، غیب کی خبریں دینا اور سچی پیشگوئیاں کرنا کہانت ہی کا ایک حصہ ہے۔" بعض نے کہا کہ "نہیں یہ تو دماغی عارضہ معلوم ہوتا ہے آپ پر وقت جنون کا دورہ پڑتا ہے۔ اسی جوش و خروش کے عالم میں ایسا پرزور و پرجوش کلام دماغ سے ابلنے لگتا ہے۔" ایک اور بزرگوار بولے "یہ کچھ نہیں اصل میں یہ ساحر ہیں، یہ اثر سحر ہی کا ہے کہ اپنے کلام سے بھائی بھائی میں جدائی ڈلوا دی" وقس علیٰ ہذا۔ آپ کو جب یہ خبریں پہنچیں تو قدرۃً آپ کو انقباض قلب ہوا۔ اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ یٰۤاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ۔ خطاب رسول اللہ سے ہے۔ آپ حالت غم میں کپڑے اوڑھ لپیٹ کر لیٹ رہے تھے۔ ملاطفت خاص کے طور پر آپ کو مخاطب بھی اسی نام سے کیا گیا۔ بعض صوفیوں نے اپنے ہاں کی خرقہ پوشی کی سند بھی اسی لفظ مزمل سے حاصل کی ہے۔ شب بیداری کا معمول بھی مشائخ و صوفیہ نے انہیں آیتوں سے نکالا ہے۔ فقہاء امت کا اس پر اتفاق ہے کہ قیام اللیل (رات کو سوا اٹھ کر کی جانیوالی عبادت) فرض نہیں ہے البتہ اس کا اجر و مرتبہ بہت زائد ہے اور احادیث اس کے فضائل سے لبریز ہیں۔ لا خلاف بین المسلمین فی نسخ فرض قیام اللیل وانہ مندوب الیہ مرغب فیہ وقد روی عن النبی صلعم آثار کثیرۃ فی الحث علیہ والترغیب فیہ (جصاص) ۲ کہ سامعین کو ایک ایک لفظ صاف سنائی دے اور سمجھ میں آ جائے (قال ابن عباس بینہ تبیینا (جصاص) قال طاؤس بینہ حتی تفہمہ (جصاص) نِّصْفَهٗ . . . قَلِیْلًا۔ یہ سب قلیلا اول کی تشریح ہے۔ کل کے مقابلہ میں نصف کو قلیل ہی کہا جائے گا مطلب یہ ہوا کہ کم و بیش نصف حصہ شب میں آرام کیجئے۔ باقی نصف میں ذکر و عبادت۔ مِنْهُ . . . عَلَیْهِ ضمیرہ دونوں جگہ نصف کی جانب ہے ای عن النصف او علی النصف وَ رَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا۔ ترتیل کے معنی لفظ کو منہ سے صاف طور پر ادا کرنے کے ہیں۔ الترتیل ارسال الكلمة من الفم بسهولة واستقامة (راغب) —— ۳ یعنی قرآن جیسی عظیم الشان کتاب نازل کرنے کو ہیں —— رسول اللہ صلعم پر نزول وحی کو ابھی کچھ ہی روز ہوئے تھے، یہ آیتیں اسی وقت کی ہیں۔ قَوْلًا ثَقِیْلًا۔ قول ثقیل سے مراد اس کلام کا صاحب جلالت و عظمت ہونا ہے۔ نزول وحی ثقیل مادی و جسمانی معنی سے بھی تھا۔ روایتوں میں آیا ہے کہ نزول وحی کے وقت سردی کے موسم میں بھی آپ کے پسینہ آ جاتا تھا اور اگر آپ اونٹنی پر ہوتے تو وہ بوجھ سے بیٹھنے لگتی۔ بعض نے قول ثقیل سے کنایہ بقائے دوام سے لیا ہے۔

لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ
اللہ کا بندۂ (خاص) کھڑا ہوتا ہے اس کی عبادت کرنے کو تو یہ لوگ اس پر بھیڑ لگانے کو
لِبَدًا ۝١٩ قُلْ اِنَّمَآ اَدْعُوْا رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ بِهٖٓ اَحَدًا ۝٢٠
ہو جاتے ہیں۔[13] آپ کہدیجئے میں تو بس اپنے پروردگار ہی کی عبادت کرتا ہوں اور اسکے ساتھ کسی کو بھی شریک نہیں کرتا
قُلْ اِنِّيْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا ۝٢١ قُلْ اِنِّيْ
آپ کہدیجئے میں تمہارے نہ کسی نقصان کا اختیار رکھتا ہوں اور نہ (تمہاری) ہدایت کا[14] آپ کہدیجئے کہ مجھے
لَنْ يُّجِيْرَنِيْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ ۙ وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ
اللہ سے کوئی بھی نہیں پناہ دے سکتا اور نہ میں اس کے سوائے کوئی پناہ
مُلْتَحَدًا ۝٢٢ اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِسٰلٰتِهٖ ۭ وَمَنْ يَّعْصِ
پا سکتا ہوں[15] البتہ اللہ کی طرف سے پہنچانا اور اس کے پیغاموں کا ادا کرنا (میرا کام ہے) اور جو کوئی
اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ
اللہ اور اسکے رسُول کی نافرمانی کریگا، تو یقیناً ایسے لوگوں کے لئے دوزخ کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ
اَبَدًا ۝٢٣ حَتّٰٓى اِذَا رَاَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ فَسَيَعْلَمُوْنَ مَنْ
ہمیش رہینگے (یہ اپنی حرکتوں سے باز نہ آئینگے) یہاں تک کہ جب اس چیز کو دیکھ لینگے جس کا اُن سے وعدہ کیا جاتا ہے،
اَضْعَفُ نَاصِرًا وَّاَقَلُّ عَدَدًا ۝٢٤ قُلْ اِنْ اَدْرِيْٓ
تو اسوقت جان لینگے کہ مددگار کس کے کمزور ہیں، اور تعداد کس کی کمتر ہے[16] آپ کہدیجئے کہ مجھے معلوم نہیں کہ
اَقَرِيْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ اَمْ يَجْعَلُ لَهٗ رَبِّيْٓ اَمَدًا ۝٢٥
جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ آیا قریب آگئی ہے یا اسکے لئے میرے پروردگار نے کوئی مُدّت دراز رکھی ہے[17]

ع ۱۹ / ۱۱

[13] بیان مشرکین مکّہ کی شدّت عداوت و نفرت کا ہو رہا ہے۔۔۔ ہجرت مدینہ سے قبل اپنے قیامِ مکّہ کے زمانہ میں جب آپؐ مشرکین قریش کی طرف سے مایوس ہو کر رؤسا رمکّہ کی تفریح گاہ شہر طائف کو تبلیغ کے لئے تشریف لے گئے ہیں تو وہاں کے لوگ آپؐ کے ساتھ بڑی ہی بدتمیزی سے پیش آئے۔ یہاں اشارہ اسی طرف ہے۔ عَبْدُ اللّٰهِ۔ یعنی اللہ کا خاص الخاص بندہ "عبد کامل" مراد ظاہر ہے کہ رسُول اللہ صلعم ہیں۔ [14] پہلی آیت میں توحید کامل اور ہر طرح کے رَدِ شرک کا اثبات ہے۔ اور دوسری آیت کا مضمون یہ ہے کہ کہیں خود مجھی کو مقصود اور پھر اس طرح مسجود و معبود نہ سمجھ لینا۔ میرے اختیار میں تو اتنا بھی نہیں کہ تم پر عذاب لے آؤں، یا ایمان ہی پر تمہیں مجبور کر دوں ——— "یاروں نے بُت شکن کو بُت ہی بنا کے چھوڑا"، کا معاملہ حضرات انبیاء کی تاریخ میں بار بار دہرایا جاتا رہا ہے۔ قرآن مجید اسی فتنہ کے خطرہ سے بار بار تاکید و تصریح رسُول اللہ صلعم کے عبد محض ہونے کی کرتا جاتا ہے۔ [15] ایک بار پھر تصریح و توضیح منصب رسالت کی ہو رہی ہے۔ رسُول کا کام تو اللہ کی طرف سے محض پیام رسانی (مع اس کے طبعی لوازم کے) ہے۔ اِنِّيْ ... مُلْتَحَدًا۔ یہ سب چیزیں محض اس مفروضہ پر مبنی و مشروط ہیں کہ رسُولؐ اگر خدانخواستہ خود ہی احکام الٰہی سے سرتابی کرنے لگیں ——— قرآن مجید نے ایسے بعید ترین احتمالات کو جا بجا فرض کر لیا ہے۔ [16] مطلب یہ ہے کہ آج یہ کافر غفلت و استکبار میں پڑے ہوئے فخر و ناز کر رہے ہیں کہ دیکھو ہمارا جتھا، ہمارا گروہ کتنا بڑا ہے، اور ہمیں قوت و جاہ کیسی حاصل ہے"۔ اور کوئی دلیل عقلی یا نقلی انہیں اس سفاہت سے ہٹانے میں کامیاب نہیں ہو رہی ہے۔ مرتے ہی ان پر کھل جائیگا کہ خود وہی ایسے تھے۔ جن کے کام کوئی نہ آسکا۔ مَنْ اَضْعَفُ نَاصِرًا۔ اس میں نفی ہو گئی، نفع اعلیٰ کی۔ وَاَقَلُّ عَدَدًا۔ اس میں نفی ہو گئی نفع ادنیٰ کی۔ [17] (چنانچہ مجھے بھی مطلع نہیں کیا ہے) مَا يُوْعَدُوْنَ۔ یعنی یوم حشر اور اس دن کا عذاب۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کی نفس آمد یقینی ہے اور ہر شک و شبہ سے بالاتر، رہیں اس کے وقت وغیرہ کی تفصیلات تو اس کا تعلق غیب سے ہے، اور اس کا علم مجھے حاصل نہیں، نہ علوم نبوّت سے اس کا کوئی تعلق ہے۔ عٰلِمُ الْغَيْبِ۔ یعنی غیب دانی تو صفت خاصہ حق تعالیٰ کی ہے۔ الغیب میں ال استغراق کا ہے۔ یعنی حقیقی و اضافی جمیع اقسام غیب۔ فَلَا يُظْهِرُ۔ مفہوم سلب کا عمومی ہے یعنی غیب پر کسی کو بھی مطلع نہیں کرتا۔ قُلْ ... اَمَدًا۔ جاہلوں میں جو یہ موضوع حدیث مشہور ہو گئی ہے کہ رسُول علیہ السلام کو تربت مبارک میں ایک ہزار سال بھی نہ گذرنے پائینگے کہ قیامت برپا ہو جائے گی۔ اس کی قطعی تردید کے لئے یہ آیت بالکل کافی ہے، جیسا کہ آٹھویں صدی ہجری ہی کے مفسّرین، محققین اس پر متنبہ کر چکے ہیں۔ وفی هذه الاية الكريمة دليل على ان الحديث الذي يتداوله كثير من الجهلة من انه عليه الصلوة والسلام لا يؤلف تحت الارض كذب لا اصل له ولم نره في شيء من الكتب (ابن كثير)

طَرَآئِقَ قِدَدًا ﴿١١﴾ وَّاَنَّا ظَنَنَّآ اَنْ لَّنْ نُّعْجِزَ اللّٰهَ فِی
مختلف طریقوں کے تھے ۵۷ اور ہم نے تو سمجھ لیا ہے کہ ہم زمین پر اللہ کو (کہیں بھی) نہیں
الْاَرْضِ وَلَنْ نُّعْجِزَهٗ هَرَبًا ﴿١٢﴾ وَّاَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدٰۤی
ہرا سکتے اور نہ اسے بھاگ ہی کر ہرا سکتے ۵۸ اور ہم نے جب ہدایت کی بات سن لی
اٰمَنَّا بِهٖ ؕ فَمَنْ یُّؤْمِنْۢ بِرَبِّهٖ فَلَا یَخَافُ بَخْسًا وَّلَا
تو اس پر ایمان لے آئے اور جو کوئی اپنے پروردگار پر ایمان لے آئیگا اسے اندیشہ نہ کسی کمی کا رہیگا
رَهَقًا ﴿١٣﴾ وَّاَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَمِنَّا الْقٰسِطُوْنَ ؕ فَمَنْ
اور نہ زیادتی کا ۵۹ اور ہم میں بعض مسلم ہیں اور بعض ہم میں سے بے راہ ہیں تو جس نے
اَسْلَمَ فَاُولٰٓئِكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا ﴿١٤﴾ وَاَمَّا الْقٰسِطُوْنَ
اسلام قبول کر لیا، اس نے تو بھلائی کا راستہ ڈھونڈ نکالا اب رہے وہ جو بے راہ ہیں
فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا ﴿١٥﴾ وَّاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَی
تو وہ دوزخ کے ایندھن ہیں ۶۰ اور اگر یہ لوگ راستہ پر قائم ہو جاتے
الطَّرِیْقَةِ لَاَسْقَیْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا ﴿١٦﴾ لِّنَفْتِنَهُمْ فِیْهِ ؕ
تو ہم انہیں فراغت کے پانی سے سیراب کرتے، تاکہ اس میں ان کا امتحان کریں
وَمَنْ یُّعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهٖ یَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا ﴿١٧﴾
اور جو کوئی اپنے پروردگار کی یاد سے روگردانی کریگا تو اللہ اسے سخت عذاب میں داخل کریگا ۶۱
وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ﴿١٨﴾ وَّاَنَّهٗ
اور جتنے سجدے ہیں (سب) اللہ کا حق ہیں، سو اللہ کے ساتھ کسی (اور) کو مت پکارو ۶۲ اور جب

۵۷ اس سے صاف معلوم ہو گیا کہ جنات بھی انسانوں ہی کی طرح ایک مکلّف مخلوق ہیں۔ اور شریعت کے ماننے والے اور انکار کرنے والے سب طرح کے فرقے ان کے ہاں بھی ہیں۔ ۵۸ یعنی نہ روئے زمین پر، نہ زمین سے کہیں بھاگ کر، غرض کہیں بھی اُسے ہرا نہیں سکتے —— یہاں بھی تردید اُن جاہلی قوموں کی ہو رہی ہے، جو یہ سمجھتی تھیں کہ خداؤں کی نظر سے بھی بچ کر کہیں جا چھپنا ممکن ہے۔ اَنَّا۔ ضمیر متکلم سے مراد مومن قسم کے جنات ہیں۔ ۵۹ یعنی نہ اس کا اندیشہ کہ کوئی نیکی لکھنے سے رہ جائے نہ اس کا کہ کوئی بدی زیادہ لکھ لی جائے —— بھول چوک، سہو و نسیان، ظلم و زیادتی کا خدائے اسلام کے ہاں کوئی امکان ہی نہیں، جیسا کہ جاہلی قوموں کے دیوتاؤں کے ہاں برابر ہوتا رہتا ہے۔ ۶۰ اس مقام پر جنات کا قول ختم ہو گیا جو آیت اوّل میں فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا سے شروع ہوا تھا۔ ۶۱ اب ذکر معاصر مشرکین کا ہو رہا ہے۔ جو اُس وقت قحط کے عذاب میں مبتلا تھے۔ عَلَی الطَّرِیْقَةِ۔ یعنی مسلک معروف و طریق مشروع پر۔ ال عہد کا ہے۔ لَاَسْقَیْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا۔ یعنی قحط و خشک سالی دُور کر دیتے۔ لِنَفْتِنَهُمْ۔ یعنی اس کی جانچ ہو جاتی کہ کون کون شکر نعمت ادا کرتا ہے۔ اور کون کون سرکشی و نافرمانی کی راہ اختیار کرتا ہے —— یہ حکمت امتحان ایک اسی نعمت پر موقوف نہیں، ہر نعمت میں ملحوظ و مرعی رہتی ہے۔ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهٖ۔ یعنی ایمان و طاعت سے۔ ۶۲ یعنی یہ جائز نہیں کہ عبادت کا کچھ حصہ حق تعالیٰ کے لئے ہو اور کچھ دوسروں کے لئے۔ الْمَسٰجِدَ۔ مساجد سے یہاں مراد اعضاء سجود سے لی گئی ہے اور حکم کے معنیٰ یہ ہیں کہ سجدہ و عبادت غیر اللہ کے لئے جائز نہیں۔ عن سعید بن جبیر قال ان المراد بالمساجد الاعضاء التی یسجد علیها الانسان (معالم) قال سعید بن جبیر نزلت فی اعضاء السجود ای هی للّٰه فلا تسجدوا بها لغیره (ابن کثیر) قیل المساجد مواضع السجود (راغب)

اَنْ لَّنْ تَقُوْلَ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ﴿٥﴾
کہ انسان اور جنات کبھی اللہ کی شان میں جھوٹ بات نہ کہیں گے ف٣

وَّاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ
اور انسانوں میں بہت سے لوگ ایسے ہوئے ہیں کہ وہ جنات میں سے بعض لوگوں کی پناہ

مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا ﴿٦﴾ وَّاَنَّهُمْ ظَنُّوْا كَمَا
لیا کرتے تھے، سو انہوں نے ان (جنات) کی نخوت اور بڑھادی ف٤ اور انہوں نے بھی گمان کر رکھا تھا

ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا ﴿٧﴾ وَّاَنَّا لَمَسْنَا
جیسا کہ تم نے گمان کر رکھا ہے کہ اللہ کسی کو دوبارہ نہ اُٹھائیگا اور ہم نے آسمان کی تلاشی

السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّشُهُبًا ﴿٨﴾
لینا چاہی تو ہم نے اس کو شدید پہرے اور شعلوں سے بھرا ہوا پایا

وَّاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ؕ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ
اور ہم آسمان کے موقعوں پر جا بیٹھا کرتے تھے (خبریں) سننے کے لئے، سو جو کوئی اب سننا

الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا ﴿٩﴾ وَّاَنَّا لَا نَدْرِيْٓ
چاہتا ہے، اپنے لئے ایک تیار شعلہ پاتا ہے ف٥ اور ہم نہیں جانتے کہ

اَشَرٌّ اُرِيْدَ بِمَنْ فِي الْاَرْضِ اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ
زمین والوں کو کوئی تکلیف پہنچانا مقصود ہے یا اُن کے پروردگار نے انہیں ہدایت

رَشَدًا ﴿١٠﴾ وَّاَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ ؕ كُنَّا
دینے کا قصد کیا ہے ف٦ اور ہم میں نیک بھی ہوئے ہیں اور ہم میں بعض اور طرح کے، (غرض) ہم

ف٣ (چہ جائیکہ شرک جیسا بیباکانہ جھوٹ جس سے بڑھ کر کوئی اور چیز خیال میں نہیں آسکتی) كَانَ . . شَطَطًا۔ سب سے بڑھ کر سفاہت یہ کہ توحید جیسے صاف و صریح مسئلہ کے بھی منکر ہو گئے۔ ف٤ (اور یہ جنات اپنے دل میں کمال حماقت سے یہ خیال کرنے لگے کہ ہم بھی کوئی چیز ہیں جبھی تو انسان ہماری اتنی تعظیم اور قدر کرتا ہے)

رِجَال . الجن۔ دیو، پری، بھوت پریت وغیرہ کے عقیدے ہندوستان، ایران عرب بکثرت قوموں میں پھیلے رہے ہیں۔ اور اسی سلسلہ میں عرب جاہلیت کی ایک عادت یہ تھی کہ جب کسی نئے مقام میں پہنچتے تو اپنے آپ کو وہاں کے سردار جنات کی حفاظت میں سونپ دیتے تھے۔ وهو قول جمهور المفسرين ان الرجل في الجاهلية اذا سافر فامسى في قفر من الارض قال اعوذ بسيد هٰذا الوادي او بعزيز هٰذا المكان من شر سفهاء قومه فيبيت في جوار منهم حتى يصبح وكبير، كان الرجل من العرب اذا نزل بمخوف من الارض قال اعوذ بسيد هٰذا الوادي من سفهاء قومه يريد كبير الجن (مدارک) ہماری قوم کے "عامل" حضرات جو اپنے نقش، فلیتہ وغیرہ "حاضرات" کے لئے اب بھی جنات اور مؤکلوں سے استمداد کیا کرتے ہیں، ایسی آیتوں سے ڈریں۔ ف٥ فضائے آسمانی کے آتشیں تیروں اور گرزوں اور شہاب ثاقب پر حاشیے پہلے گذر چکے ہیں۔ سورۃ الصافات (پ٢٣) وغیرہ کے ذیل میں۔ اَلْاٰنَ۔ یعنی نزول قرآن اور ظہور محمدی کے بعد۔ اى بعد البعث (مدارک) فَوَجَدْنٰهَا . . . شُهُبًا۔ یعنی اب دفع التباس کے لئے باب کہانت بالکل بند ہو گیا ہے۔ نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ۔ آسمانوں کے موقعوں سے مراد فضائے آسمانی ہے نفس آسمان کا جسم اس سے لازم نہیں آتا۔ جنات ناری مخلوق ہیں۔ انہیں اپنی لطافت و عدم ثقل کے باعث فضائے آسمانی کو اپنا مستقر بنا لینا خاکی مخلوق کے مقابلہ میں کہیں زیادہ آسان ہے۔ جیسے پرندوں کو بمقابلہ چرندوں اور درندوں کے۔

ف٦ (اپنے اس رسول کی بعثت اور قرآن کے نزول سے) یعنی اس جدید رسالت کے مقصود تکوینی کا ہمیں کوئی علم نہیں۔ خدا معلوم لوگوں کو ہدایت ہی ہو جائیگی، یا انکار و اعراض کر کے لوگ اپنی سزا بھگتیں گے۔ اَنَّا لَا نَدْرِيْٓ ۔ عرب جاہلی جو جنات کی غیب دانی کے معتقد تھے۔ ان کی بھی تردید اس سے پوری طرح ہو گئی۔ بے بسی اور کم علمی میں جہاں انسان وہیں جنات۔

دَخَلَ بَیْتِیَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ؕ
میرے گھر میں داخل ہو بحیثیت مومن کے اور کل ایمان والوں اور ایمان والیوں کو
وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا تَبَارًا ۲۸
اور (ان) ظالموں کی ہلاکت تو بڑھاتا ہی جا ۱۷ ؎

ع ۲ ۲۸ ۱۰

سُوْرَةُ الْجِنِّ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ ثَمَانٍ وَّعِشْرُوْنَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورۂ جن مکہ میں نازل ہوئی، اور اس کی اٹھائیس آیتیں اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
شروع اللہ نہایت مہربان بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا
آپ کہیئے کہ میرے پاس وحی آئی اس بات کی کہ جنات میں سے ایک جماعت نے قرآن سنا، پھر
اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ۱ یَّهْدِیْٓ اِلَی الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا
انہوں نے کہا کہ ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے ۱ ؎ جو راہِ راست بتلاتا ہے، سو ہم تو اس پر ایمان
بِهٖ ؕ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا ۲ وَّاَنَّهٗ تَعٰلٰی جَدُّ
لے آئے، اور ہم اپنے پروردگار کا شریک کسی کو نہ بنائیں گے اور ہمارے پروردگار کی شان بڑی
رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا ۳ وَّاَنَّهٗ كَانَ
ہے اس نے نہ کسی کو بیوی بنایا اور نہ اولاد ۲ ؎ اور ہم میں جو احمق ہوئے
یَقُوْلُ سَفِیْهُنَا عَلَی اللّٰهِ شَطَطًا ۴ وَّاَنَّا ظَنَنَّآ
ہیں، وہ اللہ کی شان میں حد سے بڑھی ہوئی باتیں کہتے ہیں اور ہمارا تو خیال یہ تھا،

۱۷ ؎ (کہ ان کی نجات کی کوئی صورت ہی نہ رہے، اور عذاب کا پورا تحقق ان پر ہو جائے) رَبِّ اغْفِرْلِیْ۔ دعائے نوحؑ میں ترتیب دعا، قابلِ غور و سبق آموز ہے۔ سب سے پہلے دعا، خود اپنے حق میں کی۔ وَلِوَالِدَیَّ۔ اس کے بعد اپنے والدین کا نام لیا۔ وَلِمَنْ دَخَلَ بَیْتِیَ مُؤْمِنًا۔ پھر نمبر اپنے مومن متعلقین کا آیا۔ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ۔ پھر سارے اہل ایمان کو اس میں شامل کر لیا۔ حق تعالیٰ اپنے اس مقبول پیمبر کی دعا کی برکت سے ہم سب کو بھی اسی زمرہ میں شامل کرلے۔

۱ ؎ (اور ایسا عجیب کہ مخلوق کے کلام میں تو اس کی نظیر نہیں ملتی) فَقَالُوْٓا۔ یہ اُن جنات نے واپس جاکر اپنی قوم والوں سے کہا۔ یہ واقعہ کب اور کہاں پیش آیا۔ اس کے لئے ملاحظہ ہو سورۃ الاحقاف (پ ۲۶) کے حاشیے۔ ۲ ؎ (جیسا کہ بہت سی شرک، جاہلی قوموں نے فرض کر رکھا ہے) وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا۔ یہ اس ایمان لانے کی تفسیر و تتمیم ہے۔ اور اس سے یہ حقیقت بھی آشکار ہو گئی کہ ایمان کا جوہر یا جزءِ اعظم عقیدۂ توحید ہی ہے۔ مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا۔ جو لوگ مسلمان کے گھر میں پیدا ہوئے۔ وہ اس کا گمان بھی نہیں رکھتے کہ دیوتاؤں کے ساتھ ساتھ ان کی بیویوں، اور اولاد کا دُم چھلّا دنیا کی بڑی بڑی "مہذب"، جاہلی قوموں اہل مصر، اہل عراق، اہل یونان، اہل چین، اہل ہند، اہل ایران وغیرہ کی دیو مالا کا کیسا جزو لاینفک رہا ہے۔

ف۱۰ یعنی بجائے میری پیروی کے اپنی قوم کے امراء و رؤساء ہی کی پیروی کرتے رہے، اور ان سرداروں کا مال و اولاد اُن کے حق میں مزید غفلت و طغیان ہی کا سبب بنا رہا۔ مَنْ۔ خَسَارًا۔ محققین نے
کہا ہے کہ کافر کے حق میں کوئی نعمت نعمت ہی نہیں، ہر نعمت اس کے لئے ایک سبب عذاب ہی کی حیثیت رکھتی ہے۔ واستدل بهذه الآية من قال انه ليس لله على الكافر نعمة لان هذه النعم
استدراجات ووسائل الى العذاب الابدى فكانت كالعدم (كبير) ف۱۱ یعنی دین حق کی توقیر مٹانے اور اس سے مقابلہ کے خوب خوب منصوبے باندھے۔ اور شرک و جاہلیت کی حمایت و نُصرت کے
لئے بڑی بڑی اسکیمیں تیار کیں۔ اور ان پر عمل بھی جی بھر کر کر دیکھا۔ مَكْرُوْا۔ یہ جوڑ توڑ کرنے والے وہی سرداران قوم تھے۔ جن کی پیروی عوام کرتے تھے۔ والماكرون هم الرؤساء (مدارک) كُبَّارًا۔ كبار
کبیر کا صیغۂ مبالغہ ہے۔ اور یہ مکر عظیم ترین، توحید کی مخالفت اور شرک کی حمایت میں تھا۔ یہیں سے متکلمین نے یہ نکالا ہے کہ علم کلام جو توحید کی حمایت اور ردّ شرک کا علم ہے وہ افضل ترین علوم ہے۔ فاستدل
بهذا من فضل علم الكلام على سائر العلوم فقال الامر بالشرك كبار فى القبح والخزى فالامر بالتوحيد والارشاد وجب ان يكون كبارا فى الخير والدين (كبير) ف۱۲ یہ سب نام قوم نوح کے خاص خاص

يَزِدْهُ مَالُهٗ وَوَلَدُهٗۤ اِلَّا خَسَارًا ﴿٢١﴾ وَمَكَرُوْا مَكْرًا
جن کے مال و اولاد نے انہیں نقصان ہی زیادہ پہنچایا ف۱۰ اور انہوں نے بڑے بڑے
كُبَّارًا ﴿٢٢﴾ وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا
مکر کر ڈالے ف۱۱ اور انہوں نے کہا کہ اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑنا اور نہ وَد کو
وَّلَا سُوَاعًا ۙ وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا ﴿٢٣﴾ وَقَدْ
اور نہ سواع کو اور نہ یغوث، یعوق، نسر (غرض کسی کو بھی نہ) چھوڑنا ف۱۲ اور ان
اَضَلُّوْا كَثِيْرًا ۚ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا ضَلٰلًا ﴿٢٤﴾
لوگوں نے بہتوں کو گمراہ کر دیا ہے، تو (ان) ظالموں کی گمراہی تو اور بڑھا دے ف۱۳
مِمَّا خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا ۙ فَلَمْ
(چنانچہ) اپنے (انہیں) گناہوں کے باعث وہ غرق کیے گئے، چنانچہ وہ آگ میں پہنچ گئے تو
يَجِدُوْا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا ﴿٢٥﴾ وَقَالَ نُوْحٌ
اللہ کے مقابلہ میں انہیں کچھ بھی حمایتی میسر نہ ہوئے ف۱۴ اور نوح نے یہ بھی عرض کی
رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ﴿٢٦﴾
کہ اے میرے پروردگار زمین پر کافروں میں سے ایک باشندہ بھی رہتا مت چھوڑ
اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوْۤا اِلَّا
اگر تو انہیں رہنے دیگا تو یہ تیرے بندوں کو گمراہ ہی کرتے رہینگے ف۱۵ اور ان کے محض کافر و
فَاجِرًا كَفَّارًا ﴿٢٧﴾ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ
فاجر ہی اولاد پیدا ہوتی رہیگی ف۱۶ اے میرے پروردگار مجھے بخش اور میرے ماں باپ کو، اور جو بھی

دیوتاؤں کے ہیں۔ اور انہیں کی مورتیں ملک میں پُجتی رہتی تھیں ——— ان کے ناموں
کی تصریح کی ایک مصلحت یہ بھی ہے کہ اُن کی پرستش عین نزول قرآن کے زمانہ میں بھی عرب و اطراف
عرب میں جاری رہی۔ وَقَالُوْا۔ یعنی سرداران قوم نے یہ اپنے پیروی کرنے والوں اور
عوام سے کہا۔ (اى الرؤساء الى سفلتهم (مدارک) وَدًّا۔ یہ دیوتا قوتِ مردانہ اور عشق و
محبت کا تھا۔ اس کی مُورت قوی ہیکل مرد کی شکل میں تھی۔ اہل عرب اس سے خوب
مانوس تھے۔ اس کی پُوجا شمالی عرب میں جاری تھی۔ "عَبْدُ وَد"، عرب میں ایک نام کثرت
سے لوگوں کا ہوتا تھا۔ سُوَاعًا۔ یہ دیوتا حُسن و محبوبی کا تھا۔ اس کی مورتی حسین
عورت کی شکل میں تھی۔ اس کی پُوجا قبیلۂ ہذیل میں جاری تھی۔ يَغُوْثَ۔ یہ دیوتا
جسمانی قوت و طاقت کا تھا۔ اس کی مُورت شیر اور بیل کی شکلوں میں ہوتی تھی۔ یمن
میں اس کی پُوجا کا رواج تھا۔ اور "عبدیغوث" نام کا رواج عرب کے شمال و مشرق میں تھا۔
يَعُوْقَ۔ یہ دوڑ بھاگ کا دیوتا تھا۔ اس کی مورت گھوڑے کی شکل کی ہوتی تھی۔ اسکی بھی
پُوجا یمن میں پائی گئی۔ نَسْرًا۔ یہ دُور بینی اور حدّتِ نظر کا دیوتا تھا۔ اس کی مورت پرند
(باز یا عقاب) کی شکل کی ہوتی تھی ——— ملاحظہ ہو تفسیر انگریزی۔ ف۱۳ (تاکہ یہ
لوگ مستحق ہلاکت ہو جائیں) مفسر تھانویؒ نے لکھا ہے کہ دعا سے مقصود ضلال میں زیادتی
نہیں، بلکہ استحقاق ہلاکت تھا۔ وَقَدْ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا۔ یعنی یہ لوگ خود ہی گمراہ نہیں ہیں
بلکہ دوسروں کو بھی گمراہ کرتے رہتے ہیں، اور اب اتنی کوششوں کے بعد ان کی اصلاح کی
طرف سے مایوسی ہو چکی ہے۔ حضرتؑ نے یہ دعائے عذاب و ہلاکت اُس وقت
فرمائی جب آپ کو خود وحی الٰہی ان ظالموں کے عدم قبول ایمان سے مطلع کر چکی تھی۔ ملاحظہ ہو
سورۂ ہود (پ۱۲) رکوع ۴ کی آیت لَنْ يُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ۔ الظّٰلِمِيْنَ
ظالمین کا یہاں کافرین کے معنی میں ہونا بالکل ظاہر ہے۔ ف۱۴ قوم نوح کی غرقابی
اور طوفان نوح پر حاشیے پیشتر گذر چکے۔ سورۂ یونس (پ۱۱) سورۂ ہود (پ۱۲) میں۔ فَاُدْخِلُوْا
نَارًا۔ یعنی غرق ہوتے ہی آتش برزخ میں جھونک دیئے گئے۔ آیت سے عذاب قبر کے
وقوع اور عالم برزخ کے وجود پر استدلال کیا گیا ہے۔ تمسك اصحابنا فى اثبات عذاب القبر
(كبير) يدل على انه حصلت تلك الحالة عقيب الاغراق فلا يمكن حملها على عذاب الآخرة
والا بطلت دلالة هذه الفاء (كبير) والفاء للايذان بهم بانهم عذبوا بالاحراق عقيب
الاغراق فيكون دليلا على اثبات عذاب القبر (مدارک) فَلَمْ ...... اَنْصَارًا۔
یعنی نہ ان کے دیوتا اور دیویاں اور نہ اُن کی مورتیاں کوئی بھی عذاب الٰہی سے انہیں نہ
بچا سکیں۔ مِمَّا میں مِنْ یہاں سببیہ ہے۔ والمعنى من خطاياهم اى من اجلها و
بسببها (كبير) اور مَا تاکید کلام کے لئے ہے۔ وما لتاكيد هذا المعنى بزيادة ما (مدارک)

ف۱۵ کہ ان سب پر تیری حجت پوری ہو چکی ہے۔ اور یہ سب کے سب میرے مکذب ہیں۔ عَلَى الْاَرْضِ۔ مُراد
ارض عراق ہے۔ زمین پر انسانی آبادی اس وقت کُل اسی علاقہ میں تھی ——— اس لئے جس نے یہ کہا کہ طوفانِ نوح سے صرف قوم نوح غرق ہوئی، اُس نے بھی ٹھیک کہا اور جس نے کہا کہ اس میں
ساری انسانی آبادی (بجز چند نفوس کے) غرق ہو گئی، اُس نے بھی ٹھیک ہی کہا۔ ف۱۶ (جیسا کہ اب تک کا تجربہ مشاہدہ ثابت کر رہا ہے) حضرت نوحؑ کو اپنی طویل العمری کی بناء پر خوب تجربہ اپنی
قوم و وطن والوں کی سرشت و افتاد مزاج کا ہو چکا تھا۔ اُن جیسے صاحب تجربہ کی زبان سے ایسے حکم کا نکلنا کچھ زیادہ عجیب بول بھی نہیں اور پھر آپؑ تو صاحبِ وحی تھے۔ اس بارہ میں آپؑ کو تو عین وحی
ہی سے علم ہو چکا تھا کہ اب ان لوگوں میں سے کسی کے نصیب میں ایمان لانا نہیں۔ فان قيل كيف عرف النوح عليه السلام ذلك قلنا للنص والاستقراء (كبير) مُرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ اس
طرح کی دعا غیر صاحب وحی کے لئے جائز نہیں۔

عَلَيْكُم مِّدْرَارًا ⑪ وَيُمْدِدْكُم بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ وَ
بارش بھیجے گا — اور تمہارے مال و اولاد میں ترقی دے گا — اور
يَجْعَل لَّكُمْ جَنَّاتٍ وَيَجْعَل لَّكُمْ أَنْهَارًا ⑫ مَّا لَكُمْ
تمہارے لئے باغ لگا دیگا — اور تمہارے لئے دریا بہا دیگا ۵۶ — تمہیں کیا ہوا کہ
لَا تَرْجُونَ لِلَّهِ وَقَارًا ⑬ وَقَدْ خَلَقَكُمْ أَطْوَارًا ⑭ أَلَمْ
تم اللہ کی عظمت کے قائل نہیں ہو — حالانکہ اسی نے تم کو طرح طرح سے بنایا ۵۷ — کیا
تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللَّهُ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ طِبَاقًا ⑮ وَ
تم نے اس پر نظر نہیں کی کہ اللہ نے کس طرح سات آسمان تہ بہ تہ پیدا کئے ہیں — اور
جَعَلَ الْقَمَرَ فِيهِنَّ نُورًا وَجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا ⑯
ان میں چاند کو نور (کی چیز) بنایا — اور آفتاب کو چراغ (کی طرح روشن) بنایا ۵۸
وَاللَّهُ أَنبَتَكُم مِّنَ الْأَرْضِ نَبَاتًا ⑰ ثُمَّ يُعِيدُكُمْ
اور اللہ نے تم کو زمین ہی سے ایک خاص طور پر پیدا کیا — پھر وہ تم کو اسی میں
فِيهَا وَيُخْرِجُكُمْ إِخْرَاجًا ⑱ وَاللَّهُ جَعَلَ لَكُمُ
لے جائیگا، اور (اسی سے) تمہیں باہر لے آئیگا — اور اللہ نے تمہارے لئے زمین کو
الْأَرْضَ بِسَاطًا ⑲ لِّتَسْلُكُوا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا ⑳ ع
فرش بنایا — تاکہ تم اس کے کھلے راستوں میں چلو ۵۹
قَالَ نُوحٌ رَّبِّ إِنَّهُمْ عَصَوْنِي وَاتَّبَعُوا مَن لَّمْ
نوح نے عرض کی کہ اے میرے پروردگار ان لوگوں نے میری نافرمانی کی، اور ایسوں کی پیروی کی

۵۶ یعنی میں نے تو یہ بھی کہہ کہہ کے دیکھ لیا کہ علاوہ نفع اُخروی کے کہ وہ مقصود اصلی ہے، تمہیں دنیوی فوائد بھی حاصل ہونگے۔

اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ۔ یہ استغفار ظاہر ہے کہ ایمان کے بعد ہی اور ایمان ہی کے واسطہ سے ممکن تھا۔ يُرْسِلِ السَّمَاءَ.... أَنْهَارًا۔ یہ آیت ایمان کی مادّی اور دنیوی برکتوں کے باب میں نص ہے۔ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا۔ یعنی یہ نہیں کہ وہ تمہارے گناہ ابھی ہی بخش دیگا، بلکہ مغفرت تو اس کی عادت اور صفت ہی ہے، اور کچھ آج سے نہیں، ہمیشہ ہی سے رہی ہے۔ کانہ یقول لاتظنوا ان غفاریتہ انما حدثت الآن بل هو ابداً هکذا کان فکان هذا به حرف صفة (کبیر)

۵۷ (اور تمہیں خلقت کے مختلف ادوار سے گذارا ہے) لَا ... وَقَارًا۔ اگر حق تعالیٰ کی عظمت تمہارے دلوں میں ہوتی تو خود بخود شرک سے نفرت اور بُت پرستی سے بیزاری تمہیں پیدا ہو جاتی۔

۵۸ ان چیزوں کا خدا کی بڑی نعمتوں میں سے ہونا تو ظاہر ہی ہے، اور اس سے اسکی قدرت کامل اور خلاّقی پر استدلال بھی بالکل صریح ہے۔ اسی کے ساتھ ضمناً یہ حقیقت بھی سامنے آجاتی ہے کہ آسمان اور چاند اور سورج سب کے سب اللہ ہی کی مخلوق اور سرتاسر محکوم ہیں۔ ان میں نہ کوئی دیوی ہے نہ کوئی دیوتا ——— قوم نوحؑ خصوصیت کے ساتھ انہیں ”پرستیوں“ یعنی فلک پرستی، ماہتاب پرستی اور آفتاب پرستی میں مبتلا تھی۔ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ طِبَاقًا۔ سماء اور سبع سموات دونوں پر حاشیے گذر چکے۔

۵۹ نہ شجر پرستی کوئی مغز و معنیٰ رکھتی ہے، اور نہ دھرتی مائی کوئی دیوی ہیں۔ زمین اور جو کچھ بھی اس پر ہے یہ سب تو خود ہی انسان اور اسکی ضروریات میں صرف میں لانے کے لئے مخلوق ہوئی ہے۔ وَاللَّهُ... نَبَاتًا۔ یہ اس اعتبار سے فرمایا گیا کہ انسان کی ترکیب میں غالب عنصر اجزائے ارضی ہی کے ہیں۔ يُعِيدُكُمْ فِيهَا۔ یعنی بعد موت انسان کے اجزائے ارضی پھر اسی زمین میں مل ملا جائینگے۔ وَيُخْرِجُكُمْ إِخْرَاجًا۔ یعنی حشر کے وقت انسان کامل طور پر اسی زمین سے از سرِ نو برآمد کر لیا جائیگا۔ لِتَسْلُكُوا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا۔ یہ سطحِ زمین پر چلنا پھرنا تو موقوف ہی ہے زمین کے فرش ہونے پر۔

أَطِيعُونِ ۝٣ يَغْفِرْ لَكُم مِّن ذُنُوبِكُمْ وَيُؤَخِّرْكُمْ إِلَىٰٓ
میرا کہنا مانو وہ تمہارے گناہ معاف کردیگا اور تمہیں وقت مقرر تک

أَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ إِنَّ أَجَلَ اللَّهِ إِذَا جَآءَ لَا يُؤَخَّرُ ۘ
مہلت دیگا بیشک اللہ کا مقرر کیا ہوا وقت جب آجائیگا ٹلیگا نہیں

لَوْ كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ۝٤ قَالَ رَبِّ إِنِّي دَعَوْتُ قَوْمِي لَيْلًا
کاش تم جان لیتے ف۲ (پھر نوح نے دعا کی کہ اے میرے پروردگار میں نے اپنی قوم کو رات اور دن

وقف لازم

وَنَهَارًا ۝٥ فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَآءِيٓ إِلَّا فِرَارًا ۝٦ وَإِنِّي
دعوت دی سو میرے بلاوے نے ان کا گریز اور بڑھا ہی دیا ف۳ اور میں نے

كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوٓا أَصَابِعَهُمْ فِيٓ
جب کبھی انہیں بلایا تاکہ تو انہیں بخشدے تو انہوں نے اپنی انگلیاں اپنے

ءَاذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِيَابَهُمْ وَأَصَرُّوا وَاسْتَكْبَرُوا
کانوں میں دے لیں، اور (اپنے اوپر) اپنے کپڑے لپیٹ لئے، اور اڑے رہے اور نہایت درجہ کا

اسْتِكْبَارًا ۝٧ ثُمَّ إِنِّي دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا ۝٨ ثُمَّ إِنِّيٓ
تکبر کرتے رہے ف۴ پھر (بھی)، میں نے ان کو آواز بلند بھی بلایا پھر میں نے

أَعْلَنتُ لَهُمْ وَأَسْرَرْتُ لَهُمْ إِسْرَارًا ۝٩ فَقُلْتُ
انہیں علانیہ بھی سمجھایا اور بالکل خفیہ بھی سمجھایا ف۵ چنانچہ میں نے کہا

اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ إِنَّهُۥ كَانَ غَفَّارًا ۝١٠ يُرْسِلِ السَّمَآءَ
اپنے پروردگار سے مغفرت چاہو، بیشک وہ بڑا بخشنے والا ہے وہ تم پر کثرت سے

ف۲ یعنی یہ حقائق جو میں بیان کررہا ہوں کاش تم پر بھی روشن ہوگئے ہوتے! أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ۔ یعنی پرستش صرف حق تعالیٰ کی کرو۔ اپنے سارے جھوٹے معبودوں، ٹھاکروں، مورتیوں کو ٹھکرا کر۔ وَاتَّقُوهُ۔ یعنی خوف اپنے دلوں میں اس خدائے واحد کا جماؤ نہ کہ اپنے گڑھے ہوئے معبودوں کا۔ وَأَطِيعُونِ۔ پیمبر کی اطاعت میں اطاعت الٰہی بھی ہوتی ہے۔ يَغْفِرْ ..... يُؤَخِّرْ۔ یعنی موت طبعی جو کفر وعدم ایمان کا ثمرہ نہیں، وہ تو بہرحال اپنے وقت موعود ومقرر پر آکر رہیگی۔ البتہ عذاب جو ثمرہ ہے کفر کا اس سے تم ایمان لاکر محفوظ ہوجاؤ گے۔ ف۳ یہ سب عرض و معروض آپؐ نے اس وقت کی ہے جب آپؐ ہر ممکن تبلیغ ودعوت اور صدہا سال کے تجربہ کے بعد اپنی قوم کی طرف سے بالکل مایوس ہوچکے ہیں اور برابر یہ محسوس کرنے لگے ہیں کہ جتنی بھی کوشش آپؐ کی جانب سے اصلاح کی ہوتی رہی، اُدھر سے اور ضد، انکار واستکبار ہی بڑھتا گیا۔ ف۴ (قبول حق سے اور میری تعلیمات کی پذیرائی سے)۔ كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ یعنی جب جب انہیں مسلکِ توحید وراہ ایمان کی دعوت دی۔ لِتَغْفِرَ لَهُمْ۔ یعنی تاکہ یہ ایمان لے آئیں اور مغفرت اس پر قدرۃً مرتب ہوجائے۔ جَعَلُوٓا ..... ثِيَابَهُمْ۔ یہ سب کچھ انہوں نے غایت نفرت وکراہت سے کیا۔ یعنی تاکہ نہ داعیٔ حق کی آواز ان کے کانوں تک پہنچے، اور نہ یہ داعیٔ حق کو دیکھیں اور نہ وہ ان کو دیکھ سکے! اسْتَغْشَوْا ثِيَابَهُمْ۔ قدیم قوموں کا لباس، یاد رہے کہ بالکل ڈھیلا ڈھالا ہوتا تھا دھوتی یا تہمد اور چادر وغیرہ۔ فرنگیوں کے موجودہ چست کوٹ واسکٹ، پتلون وغیرہ پر اسے نہ قیاس کیا جائے۔ ف۵ (غرض یہ کہ تبلیغ ودعوت کے سارے ہی طریقے استعمال کردیکھے) إِنِّي دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا۔ یعنی میں نے پبلک تقریریں کیں، اور وعظ وخطاب عام سے کام لیا۔ إِنِّيٓ أَعْلَنتُ لَهُمْ یعنی میں نے خطاب خاص سے کام لیکر افراد سے الگ الگ بھی کھلم کھلا گفتگو کی۔ وَأَسْرَرْتُ لَهُمْ إِسْرَارًا۔ یعنی بالکل نجی اور تخلیہ کی صحبتوں میں بھی افراد کو الگ الگ سمجھایا۔

يَخُوضُوا وَيَلْعَبُوا حَتّٰى يُلٰقُوا يَوْمَهُمُ الَّذِي
دیجئے اسی شغل اور تفریح میں یہاں تک کہ انہیں اپنے اس دن سے سابقہ واقع ہو
يُوعَدُونَ ﴿۴۲﴾ يَوْمَ يَخْرُجُونَ مِنَ الْأَجْدَاثِ سِرَاعًا
جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ دن جبکہ یہ قبروں سے نکل کر اس طرح دوڑتے کر
كَأَنَّهُمْ إِلٰى نُصُبٍ يُوفِضُونَ ﴿۴۳﴾ خَاشِعَةً أَبْصَارُهُمْ
گویا وہ کسی پرستش گاہ کی طرف بھاگے جاتے ہیں ان کی نگاہیں جھکی ہوں گی
تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۚ ذٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِي كَانُوا يُوعَدُونَ ﴿۴۴﴾
ان پر ذلت چھائی ہوگی یہی ہے وہ دن جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا تھا ۱۸

ع ۲ / ۸

سُوْرَةُ نُوْحٍ مَّكِّيَّةٌ وَّهِيَ ثَمَانٍ وَّعِشْرُوْنَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ
سورۂ نوح مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی اٹھائیس آیتیں اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ
شروع اللہ نہایت مہربان بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

إِنَّا أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلٰى قَوْمِهِ أَنْ أَنْذِرْ قَوْمَكَ مِنْ
ہم نے نوح کو بھیجا ان کی قوم کے پاس کہ ڈراؤ اپنی قوم کو
قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿۱﴾ قَالَ يَا قَوْمِ إِنِّي
قبل اس کے کہ ان پر عذاب دردناک آ پہنچے له انہوں نے اپنی قوم کو کہا اے
لَكُمْ نَذِيرٌ مُبِينٌ ﴿۲﴾ أَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوهُ وَ
میری قوم میں تمہارے لئے صاف صاف ڈرانے والا ہوں یہ کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور اسی سے ڈرو اور

ف۱۸ (اور دنیا میں اس کی ہمیشہ تکذیب کیا کرتے تھے) فَذَرْهُمْ يَخُوضُوا وَيَلْعَبُوا۔ یعنی آپ ان بدمستوں اور غفلت میں پڑے رہنے والوں کے حق میں کچھ فکر و تردد نہ کیجئے —— یہ مطلب نہیں کہ آپ ان کو تبلیغ بھی ترک کر دیجئے۔ كَأَنَّهُمْ إِلٰى نُصُبٍ يُوفِضُونَ۔ یعنی جس طرح دنیا میں چڑھاوا چڑھانے کے لئے اپنی پرستش گاہوں کی طرف لپکتے ہوئے جاتے تھے۔ نُصُبٍ۔ ملاحظہ ہو وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ پر حاشیہ سورۃ المائدہ پ ۶ کے رکوع اول میں۔ خَاشِعَةً أَبْصَارُهُمْ۔ یا آنکھوں کا جھکا ہونا افراط خوف و ندامت سے ہوگا۔ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ۔ اردو محاورہ میں "ان کے چہروں پر پھٹکار برس رہی ہوگی"۔ له (ان کے کفر و طغیان کی پاداش میں خواہ اسی دنیا میں خواہ آخرت میں) إِنَّا ..... قَوْمِهِ۔ نوح اور قوم نوح پر مفصل حاشیے سورۂ ہود پ ۱۲ وغیرہ میں گذر چکے۔ انسانی نسل کا مستقل اور غیر منقطع سلسلہ آپ ہی کے وقت سے چلا ہے اور اس لئے آپ کی شخصیت تاریخ انبیاء میں ایک خاص اہمیت رکھتی ہے۔ أَنْ أَنْذِرْ قَوْمَكَ۔ یعنی کفر و طغیان کے وبال و پاداش سے ڈرایئے۔

هُمُ الْعٰدُوْنَ ﴿٣١﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ

حد شرعی سے نکل جانیوالے ہیں ١١ اور جو لوگ اپنی امانتوں اور اپنے عہد کا خیال رکھنے والے

رٰعُوْنَ ﴿٣٢﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِشَهٰدٰتِهِمْ قَآئِمُوْنَ ﴿٣٣﴾

ہیں اور جو لوگ اپنی گواہیوں کے ادا کرنے والے ہیں ١٢

وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ﴿٣٤﴾ اُولٰٓئِكَ

اور جو لوگ اپنی نمازوں کی پابندی رکھتے ہیں یہی لوگ

فِيْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ ﴿٣٥﴾ فَمَالِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا قِبَلَكَ

بہشتوں میں عزت سے داخل ہونگے ١٣ تو ان کافروں کو کیا ہوا ہے کہ آپ پر دوڑے چلے

مُهْطِعِيْنَ ﴿٣٦﴾ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِيْنَ ﴿٣٧﴾

آتے ہیں داہنے سے اور بائیں سے ٹولیاں بن بن کر ١٤

اَيَطْمَعُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّدْخَلَ جَنَّةَ نَعِيْمٍ ﴿٣٨﴾

کیا ان میں سے ہر شخص اس کی ہوس رکھتا ہے کہ آسائش کی جنت میں داخل کر لیا جائیگا؟ ١٥

كَلَّا ۭ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّمَّا يَعْلَمُوْنَ ﴿٣٩﴾ فَلَآ اُقْسِمُ

ہرگز نہیں، ہم نے انہیں پیدا کیا ہے اس چیز سے جس سے سب واقف ہی ہیں ١٦ تو میں قسم کھاتا ہوں

بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَالْمَغٰرِبِ اِنَّا لَقٰدِرُوْنَ ﴿٤٠﴾ عَلٰٓى اَنْ

مشرقوں اور مغربوں کے پروردگار کی ١٧ کہ ہم اس پر قادر ہیں کہ

نُّبَدِّلَ خَيْرًا مِّنْهُمْ ۙ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ﴿٤١﴾ فَذَرْهُمْ

اُن کی جگہ ان سے بہتر لوگ لے آئیں، اور ہم کچھ عاجز تو ہیں نہیں ١٨ تو آپ انکو پڑا رہنے

ع ١

منزل ٧

١١ ان سب آیتوں کے لئے ملاحظہ ہوں سورۃ المؤمنون (پ١٨) کے پہلے رکوع کے ابتدائی حواشی۔ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ۔ اس سے ادھر اشارہ ہو گیا کہ علاوہ حرامکاری کے اس کے مبادی و مقدمات بھی ناجائز ہیں۔ ابْتَغٰى۔۔۔ الْعٰدُوْنَ۔ اس آیت نے غیر طبعی اور غیر شرعی شہوت رانی کی ساری صورتوں کو حرام قرار دیدیا۔ وهذه الاية تدل على حرمة المتعة ووطئ الذكران والبهائم والاستمناء باليد (مدارک) ١٢ (ٹھیک ٹھیک اور بغیر کمی بیشی کے۔ بغیر کسی کی رو رعایت کے۔ بلا کسی رو رعایت یا پیچ کا اثر لئے ہوئے) لِاَمٰنٰتِهِمْ۔ یعنی ان امانتوں کا خیال رکھنے والے جو انہوں نے اپنی سپردگی میں لی ہیں۔ وَعَهْدِهِمْ۔ یعنی ان عہدوں کو پورا کرنے والے جو وہ دوسروں سے کر چکے ہیں۔ ١٣ محققین نے کہا ہے کہ اعمال حسنہ کی فہرست کو شروع بھی نماز کے ذکر سے کرنا اور ختم بھی اسی پر کرنا اس کی دلیل ہے کہ اعمال طاعت میں اولین و عظیم ترین اہمیت نماز ہی کو حاصل ہے۔ فافتتح الكلام بذكر الصلوة واختتمه بذكرها فدل على الاعتناء بها والتنويه بشرفها (ابن کثیر)

١٤ (ان مضامین و تعلیمات کی تصدیق کیلئے نہیں بلکہ الٹے ان کی تکذیب و تضحیک کے لئے) فَمَالِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا۔ ف سے ادھر اشارہ ہو گیا کہ ان موجبات سعادت و شقاوت کی پوری تحقیق ہو جانے کے بعد بھی۔ ١٥ (اور پھر بھی یہ امکان بعث پر شک ہی کئے جاتے ہیں۔ اور ہماری قدرت پر ذرا غور نہیں کرتے) اَيَطْمَعُ۔ اس سے ادھر اشارہ ہو گیا کہ اپنی حماقت و سفاہت سے یہ اپنے ہی کو حق پر سمجھے ہوئے اس خیال خام میں ہیں کہ مرنے کے بعد ان کے لئے چین ہی چین ہے۔ كَلَّا۔ موجبات عذاب کے تحقق کے ساتھ عیش بعد الموت کیسے جمع ہو سکتا ہے! مِّمَّا يَعْلَمُوْنَ۔ یعنی نطفہ جیسی حقیر چیز سے۔ ١٦ (یعنی خود اپنی) آگے ذکر قدرت کاملہ کا ہے اس مناسبت سے یہاں اپنا ایک اسم صفتی لا کر گویا اسی وصف کو بطور شہادت کے پیش کیا ہے۔ مَشٰرِق جمع ہے مشرق کی اور مَغٰرِب جمع ہے مغرب کی۔ آفتاب کے طلوع و غروب کے نقاط سال میں برابر بدلتے رہتے ہیں، جیسا کہ علم ہیئت کے ہر طالب علم پر واضح ہے۔ قرآن مجید نے ہر ہر نقطۂ طلوع کو ایک مشرق اور ہر ہر نقطۂ غروب کو ایک مغرب قرار دے کر اسی فلکیاتی حقیقت کی جانب اشارہ کر دیا۔ مشرک اور جاہلی قوموں نے مشرق اور مغرب، جنوب مشرق، جنوب مغرب، شمال، شمال مغرب، شمال مشرق وغیرہ کے جو الگ الگ دیوتا یا لوک پال تجویز کر رکھے تھے، اسی ایک نام رب المشرق والمغرب کو لا کر قرآن نے اس سارے عقیدہ کی تردید کر دی کہ یہ سب مہملات و خرافات ہیں، ہر سمت اور ہر جہت کا مالک وہی ایک پروردگار برحق ہے۔ ١٧ خلاصہ استدلال یہ کہ جب ہم بالکل نئی مخلوق کے پیدا کرنے پر جن میں صفات کمال بھی تم سے زائد ہوں، قادر ہیں، تو تم کو دوبارہ پیدا کر دینے میں کیا دشواری ہے؟ اِنَّا۔۔۔۔ مِّنْهُمْ۔ یعنی اس دنیا میں ان سے بہتر مخلوق لا دکھائیں۔

هَلُوْعًا ﴿١٩﴾ إِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا ﴿٢٠﴾ وَإِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ

ہے کہ جب اسے تکلیف پہنچتی ہے تو جزع فزع کرنے لگتا ہے اور جب اسے خوشحالی ہوتی ہے

مَنُوْعًا ﴿٢١﴾ إِلَّا الْمُصَلِّيْنَ ﴿٢٢﴾ الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ

تو بخل کرنے لگتا ہے البتہ وہ نمازی (اس سے) مستثنیٰ ہیں جو اپنی نماز میں برابر

دَآئِمُوْنَ ﴿٢٣﴾ وَالَّذِيْنَ فِيْٓ أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ ﴿٢٤﴾

لگے رہتے ہیں اور جو اپنے مال میں حق رکھتے ہیں جانا ہوا

لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ﴿٢٥﴾ وَالَّذِيْنَ يُصَدِّقُوْنَ بِيَوْمِ

سوالی اور بے سوالی دونوں کا اور جو جزاء کے دن کی تصدیق کرتے رہتے

الدِّيْنِ ﴿٢٦﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ

ہیں اور جو لوگ اپنے پروردگار کے عذاب سے ڈرتے رہنے

مُّشْفِقُوْنَ ﴿٢٧﴾ إِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَأْمُوْنٍ ﴿٢٨﴾

والے ہیں بےشک ان کے پروردگار کا عذاب نڈر رہنے والی چیز ہے ہی نہیں

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ﴿٢٩﴾ إِلَّا عَلٰٓى

اور جو لوگ اپنی شرمگاہوں کو محفوظ رکھنے والے ہیں ہاں اگر

أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ

اپنی بیبیوں اور باندیوں سے (حفاظت نہ کریں) تو ان پر

غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ﴿٣٠﴾ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَأُولٰٓئِكَ

کوئی ملامت نہیں البتہ جو کوئی اس کے علاوہ (شہوت رانی) کا طلبگار ہو تو یہ لوگ

۹ الْإِنْسَانَ۔ انسان سے اس سیاق میں مراد فرد انسان ہے جیسا کہ ما بعد اہل ایمان کے استثنا سے ظاہر ہو رہا ہے۔ هَلُوْعًا۔ اس بدہمتی سے مراد طبعی جبلی بدہمتی مراد نہیں بلکہ اس کے اختیاری و اکتسابی آثار و علامات مراد ہیں۔ جَزُوْعًا۔ یعنی جزع فزع کرنے میں قدم حد اباحت سے آگے بڑھا رہتا ہے۔ مَنُوْعًا۔ یعنی ادائے حق واجب میں بھی بخل کرنے لگتا ہے۔

۱۰ اور اس بنیادی عقیدۂ تصدیق سے اہل ایمان کے سارے اعمال طاعت کی شاخیں ہو گئی ہیں۔ الَّذِيْنَ ..... دَآئِمُوْنَ۔ یعنی اپنی نمازوں کی پوری محافظت و مداومت رکھتے ہیں۔ انہیں کبھی ناغہ نہیں ہونے دیتے۔ عن عائشة قالت كان احب العمل الى رسول الله صلعم ما ديم عليه (جصاص) قيل المراد بذلك الذين اذا عملوا عملا داوموا عليه (ابن كثير)۔ یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ ہر وقت نماز کے خیال میں لگے رہتے ہیں کہ ادھر وقت آئے اور ادھر نماز شروع کر دیں۔ عن ابن مسعود قال هو الذين على مواقيتها (جصاص) وقيل معناه يحافظون على اوقاتها و واجباتها قاله ابن مسعود و مسروق و ابراهيم النخعى (ابن كثير)۔ مرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ نمازیوں کا ہلوع یعنی بدہمت نہ ہونا دلیل ہے اس کی کہ طاعات کو قوت قلب و تحمل شدائد میں دخل عظیم ہے۔ اور اس اثر کا مشاہدہ بھی کیا جا سکتا ہے۔ فِيْ ..... الْمَحْرُوْمِ۔ طاعات بدنی کا اجمالی ذکر ابھی نماز کے ضمن میں آ چکا ہے۔ طاعات مالی کا ذکر اب آ رہا ہے۔ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ۔ یعنی وہ حق جو شرعاً معین ہے یا عقلاً مسلم ہے۔ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ۔ یعنی جس کا جو درجہ شریعت نے مقرر کر دیا ہے بس اس کے مطابق و ماتحت۔ الْمَحْرُوْمِ۔ محروم کی تشریح میں کہا گیا ہے کہ یہ وہ شخص ہے جو کوئی ذریعۂ معاش نہ رکھتا ہو۔ عن ابن عباس المحروم الذى لا يستقيم له تجارة (جصاص) قال ابو قلابة المحروم من ذهب ماله (جصاص) انه الذى لا يوسع عليه الرزق كما وسع على غيره (راغب)

سَنَةٍ ۚ فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيْلًا ۝ اِنَّهُمْ يَرَوْنَهٗ
ہوگی ہے سو آپ صبر کیجیے اور صبر بھی جمیل ؎ یہ لوگ اس دن کو دور دیکھ
بَعِيْدًا ۝ وَّنَرٰىهُ قَرِيْبًا ۝ يَوْمَ تَكُوْنُ السَّمَآءُ
رہے ہیں اور ہم اسے قریب دیکھ رہے ہیں ؎ جس دن کہ آسمان تیل کی تلچھٹ کی طرح
كَالْمُهْلِ ۝ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ ۝ وَلَا يَسْـَٔلُ
ہو جائیگا اور پہاڑ رنگین اُون کی طرح ہو جائیں گے اور کوئی دوست
حَمِيْمٌ حَمِيْمًا ۝ يُّبَصَّرُوْنَهُمْ ۭ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ
کسی دوست کو نہ پوچھیگا حالانکہ وہ انہیں دکھا بھی دیئے جائینگے ؎ مجرم تو اس روز یہ
لَوْ يَفْتَدِيْ مِنْ عَذَابِ يَوْمِىِٕذٍۢ بِبَنِيْهِ ۝ وَ
اس کی تمنا کریگا کہ اس روز کے عذاب سے چھوٹنے کے لئے اپنے بدلہ میں فدیہ دیدے اپنے بیٹوں کو
صَاحِبَتِهٖ وَاَخِيْهِ ۝ وَفَصِيْلَتِهِ الَّتِيْ تُـْٔوِيْهِ ۝
اور اپنی بیوی کو اور اپنے بھائی کو اور اپنے کنبہ کو جس میں وہ بسر کرتا ہے
وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۙ ثُمَّ يُنْجِيْهِ ۝ كَلَّا ۭ
اور تمام اہل زمین کو کہ پھر (یہ فدیہ) اسے (عذاب سے) بچالے ؎ یہ ہرگز نہ ہوگا
اِنَّهَا لَظٰى ۝ نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰى ۝ تَدْعُوْا مَنْ اَدْبَرَ
وہ آگ ایسی شعلہ زن ہے کہ کھال (تک) اتار دے گی اور وہ اس شخص کو بلا رہی ہوگی جس نے پیٹھ پھیری
وَتَوَلّٰى ۝ وَجَمَعَ فَاَوْعٰى ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ
ہوگی اور رُخ پھیرا ہوگا اور (مال) جمع کیا ہوگا اور اس کو ٹھونس ٹھونس رکھا ہوگا ؎ انسان بے ہمت پیدا ہوا

٥٣ اس دنیا کی مقدار مدت کے حساب سے) اتنی طویل مدت (جیسا کہ سیاق اشارہ کرتا ہے کافروں ہی کو معلوم ہوگی۔ اور ان کے حق میں یہ امتداد و اشتداد ہی کی طرح خود ایک عذاب الیم ہوگا۔ رہے اہل ایمان، جن کی شان میں بار بار لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ اور لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ اور وَهُمْ مِّنْ فَزَعٍ يَّوْمَىِٕذٍ اٰمِنُوْنَ وغیرہ کی بشارتیں قرآن مجید میں آچکی ہیں۔ حسب تصریح حدیث یوم حشر ان کے لئے بالکل ہلکا پھلکا ہوگا۔

تعرج الملٰئکۃ والروح۔ یہ فرشتے اور ارواح انہیں آسمانی زینوں سے چڑھتے اُترتے رہتے ہیں۔ الروح۔ روح بطور اسم جنس کے آیا ہے۔ اور مراد اہل ایمان کی روحیں ہیں۔ الیہ مراد عالم بالا کے وہ مقامات ہیں جو فرشتوں اور روحوں کے منتہائے عروج ہیں۔ [illegible] لفظ الٰی سے حق تعالیٰ کی تجسیم و مکانیت پر استدلال سر تا سر لغو ہے الٰی کا منسوب الیہ جب کبھی بھی غیر مادی یا غیر مکانی ہوتا ہے تو الٰی کے مفہوم میں صرف توجہ و التفات شامل رہتا ہے۔ [illegible] وغیرہ میں اور خود قرآن مجید کی اس قسم کی آیات میں۔ [illegible]

٥٤ جس میں شکوہ و شکایت کا نام بھی نہ ہو۔ فَاصْبِرْ۔ یعنی آپ معاندین کے طنز و استہزا پر صبر کرتے رہیے۔ ٥٥ (اور انہیں اس کے قرب سے آگاہ بھی کرتے جاتے ہیں) نَرٰىهُ قَرِيْبًا۔ حق تعالیٰ کا دیکھنا چونکہ ہمیشہ مطابق واقع ہی ہوتا ہے۔ اس لئے گویا یہ بتا دیا کہ وہ دن واقعۃً بہت ہی قریب آلگا ہے۔ اِنَّهُمْ يَرَوْنَهٗ بَعِيْدًا۔ ان کا اس دن کو دور سمجھنا تمامتر ان کی ارادی غفلت و مدہوشی کا نتیجہ ہے۔ بَعِيْدًا۔ قَرِيْبًا۔ بعید سے مراد بعید از قدرت اور قریب سے مراد اندرون قدرت لی گئی ہے۔ [illegible]

٥٦ یعنی ایسی نفسی نفسی اس وقت پڑی ہوگی کہ غیر تو کیا کام آئینگے خود اپنے قریبی بھی بات تک نہ پوچھینگے۔ يَوْمَ۔ یعنی کافروں پر یہ عذاب اس دن واقع ہوگا، جس کی کیفیت اب بیان ہو رہی ہے ——— امتداد یوم حشر کا بیان ابھی ہو چکا ہے۔ اب تفصیلات اس روز کے اشتداد کی بیان ہو رہی ہیں۔ كَالْمُهْلِ۔ یعنی تلچھٹ کی طرح سیاہی مائل انتہائی سُرخی کے ڈانڈے سیاہی سے مل جاتے ہیں۔ اس لئے اس بیان اور کانت السمآء وردۃ کالدھان میں کوئی تناقض نہیں ——— اور پھر یہ بھی ممکن ہے کہ سُرخی اور میلان بسیاہی یہ دو مختلف رنگتیں دو مختلف حالتوں کی ہوں۔ السَّمَآءُ كَالْمُهْلِ۔ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ۔ جب آسمان اور پہاڑ جیسی زبردست اور مستحکم چیزیں یوں نکمی نکل جائینگی تو دوسری موجودات کا کیا ذکر! تَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ۔ پہاڑوں کی تشبیہ رنگین اُون سے شاید اس لئے دی گئی کہ پہاڑ بھی مختلف رنگ کے ہوتے ہیں۔ ٥٧ الْمُجْرِمُ۔ مجرم سے مُراد کافر ہے۔ [illegible] کافروں کی حالت اس روز یہ ہوگی کہ دنیا میں جس جس پر جان فدا کرتے تھے۔ اُن تک کو اپنی جان بچانے کے لئے عذاب الٰہی کے حوالے کرتے جائیں گے۔ ٥٨ (اور سروں کا حق کاٹ کاٹ کر) كَلَّا ... لِلشَّوٰى۔ ذکر دوزخ کی دہکتی ہوئی آگ کا ہے کہ وہ کسی کی رو رعایت کرنا کیا جانے۔ اور اس کے سامنے ذکر عوض و فدیہ کا کیسا! اَوْعٰى۔ کنایہ ہے کمال بخل سے۔ یہ ضرور نہیں کہ کوئی شخص حقیقۃً اپنے نقد و مال کو اُٹھا اُٹھا کر الماریوں اور تجوریوں کے اندر سمیٹ کر رکھے۔ مَنْ اَدْبَرَ وَتَوَلّٰى یعنی جب دنیا میں ایمان و طاعت کی طرف بلائے جاتے تھے تو بلانے والے کی طرف سے اعراض و نفرت کرتے ہوئے بھاگتے تھے۔ مطلب دونوں آیتوں کو ملا کر یہ ہوا کہ حقوق اللہ و حقوق العباد دونوں کو کافر نے دنیا میں ضائع کیا۔ اور اس سے فساد عقائد اور فساد اخلاق دونوں کی جانب اشارہ ہوگیا۔ کافر کے نفس عذاب کے لئے تو کفر ہی کافی ہے عذاب میں مزید اشتداد البتہ فروع کی بنا پر ہوگا۔

فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِيْنَ ﴿۴۷﴾ وَاِنَّهٗ لَتَذْكِرَةٌ
پھر تم میں سے کوئی ان کا اس (سزا) سے بچانے والا نہ ہوتا ف۱۸ اور یہ (قرآن) بیشک نصیحت
لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۸﴾ وَاِنَّا لَنَعْلَمُ اَنَّ مِنْكُمْ مُّكَذِّبِيْنَ ﴿۴۹﴾
ہے متقیوں کے لئے ف۱۹ اور ہم خوب جانتے ہیں کہ تمہارے درمیان تکذیب کرنے والے بھی ہیں
وَاِنَّهٗ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۵۰﴾ وَاِنَّهٗ لَحَقُّ
اور یہ (قرآن) کافروں کے حق میں موجبِ حسرت ہے ف۲۰ اور یہ (قرآن) تحقیقی یقینی
الْيَقِيْنِ ﴿۵۱﴾ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ﴿۵۲﴾
بات ہے ف۲۱ سو اپنے عظیم الشان پروردگار کے نام کی تسبیح کیجئے ف۲۲

ع ۲ ۱۵ ۶

سُوْرَةُ الْمَعَارِجِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اَرْبَعٌ وَّاَرْبَعُوْنَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ
سورۂ معارج مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی چوالیس آیتیں اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
شروع اللہ نہایت مہربان باربار رحم کرنے والے کے نام سے

سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ﴿۱﴾ لِّلْكٰفِرِيْنَ لَيْسَ
مانگا ایک مانگنے والے نے عذاب کو جو کافروں پر واقع ہونیوالا ہے ف۱ جس کا کوئی دفع کرنے والا
لَهٗ دَافِعٌ ﴿۲﴾ مِّنَ اللّٰهِ ذِى الْمَعَارِجِ ﴿۳﴾ تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ
نہیں (اور جو) اللہ کی طرف سے ہوگا جو زینوں کا مالک (ہے) ف۲ فرشتے اور روحیں
وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِىْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ
اس کے پاس چڑھ کر جائیں گی۔ ایسے دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال کی

ف۱۸ یعنی ان کا دعویٰ کسی طرح سرسبز نہ ہونے دیتے۔ اور اسے یہیں سزا دے دیتے۔ وَلَوْ تَقَوَّلَ ... الْاَقَاوِيْلِ یعنی جو کلام حق تعالیٰ کا نہیں اسے یہ حق تعالیٰ کا کلام قرار دے کر نبوت کا جھوٹا دعویٰ کر دیتے۔ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ۔ قطع وتین سے مراد ہلاک کر دینا ہے۔ ~~قال ابن قتیبة لم يرد انا نقطعه بعينه بل المراد انه لو كذب علينا لاَمتناه~~ (کبیر) الْاَقَاوِيْلِ۔ گڑھی ہوئی باتوں کے لئے قول کی جمع اقاویل بروزن اعاجیب واضاحیک۔ اسکی تحقیر وذم کیلئے لائی گئی ہے۔ ~~سمی الاقوال المتقولة اقاویل تصغیرا لها کقولك الاعاجیب والاضاحیك~~ (کبیر) مُرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ اسی طرح جھوٹا مدعیٔ ولایت بھی ہلاک کر دیا جاتا ہے۔ مگر نبوت چونکہ ایک امر ظاہری ہے اس لئے اس کا جھوٹا مدعی ظاہراً بھی ہلاک کر دیا جاتا ہے۔ اور ولایت چونکہ امر باطنی ہے اس لئے اس کا جھوٹا مدعی صرف باطناً ہلاک ہو جاتا ہے۔ اور اہلِ باطن اس کا ادراک کر لیتے ہیں اور اس مدعی کے اندر انہیں آثار ممات وخذلان محسوس ہو جاتے ہیں۔ پس جس مدعی سے اکثر اہل اللہ بیزار ہوں اس سے بچتے رہنا چاہیئے۔ ف۱۹ یعنی اس نصیحت نامہ، ہدایت نامہ سے فائدہ تو وہی لوگ اٹھائیں گے، جن کے دلوں میں خوفِ خدا موجود ہے۔

ف۲۰ اس معنیٰ میں کہ وہ اس کی تکذیب کریں گے۔ اور اس طرح وہ ان کے حق میں بالواسطہ سببِ تعذیب بن جائے گا) ف۲۱ ابھی ابھی قرآن مجید کا وصف کمالی اضافی بیان ہو چکا ہے۔ یعنی یہ کہ وہ خدا ترسوں کے حق میں موجب نصیحت وہدایت ہے۔ اب اس کا وصف کمالی ذاتی بیان ہو رہا ہے یعنی وہ بجائے خود ایک متحقق وصادق کلام ہے۔

ف۲۲ یعنی اس کے نام کی، جس کا یہ کلام ہے۔ اور منکرین مکذبین کی پروا مطلق نہ کیجئے۔

ف۱ (کہ آخر وہ آ کیوں نہیں چکتا جس کا اتنی مدت سے وعدہ کیا جا رہا ہے) سَاَلَ سَآئِلٌ۔ یہ سوال اور مطالبہ ظاہر ہے کہ تضحیک وتعریض کی راہ سے تھا۔ روایتوں میں آتا ہے کہ یہ کہنے والا نضر بن الحارث المکی تھا۔ بعض روایتوں میں ابوجہل کا نام آیا ہے۔ ~~بعذاب۔ب یہاں عن کے مرادف ہے۔~~ ف۲ (یعنی آسمانوں کا مالک) ذِى الْمَعَارِجِ۔ معرج جس کی جمع معارج ہے اس کے لفظی معنی آلۂ عروج یا سیڑھی کے ہیں۔ یہاں مُراد آسمانوں سے ہے جو ایک کے اُوپر ایک ہیں اور اس پر فرشتے چڑھتے اُترتے رہتے ہیں۔ مِنَ اللّٰهِ۔ اس کا تعلق لفظ متصل دافع سے بھی سمجھا گیا ہے۔ اور آیت ماقبل کے لفظ واقع سے بھی۔ یعنی یہ مُراد بھی لی جا سکتی ہے کہ اس عذاب کا اللہ کی طرف سے کوئی روکنے والا نہیں۔ اور یہ مُراد بھی کہ وہ عذاب کافروں پر اللہ کی طرف سے واقع ہوگا اور حاصل دونوں ترکیبوں کا ایک ہی ہے۔ اہل لطائف ومشائخ صوفیہ نے کہا ہے کہ اللہ کی صفت ذی المعارج لانے میں دو نکتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس میں طالب سالک کے لئے تسکین وتسلی ہے کہ وہ اپنی سعی واستعداد کے مطابق جس مقام پر بھی قدم رکھیگا ذات کبریائی اس کی پذیرائی کرےگی۔ دوسرے یہ کہ اس میں طالب سالک کی شوق افزائی کی ہے کہ وہ جس منزل پر بھی پہنچ چکا ہو، اس پر قناعت نہ کرے بلکہ آگے ہی بڑھتے رہنے کی کوشش کرے!

اِنَّهٗ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ ﴿٣٣﴾ وَلَا يَحُضُّ
اس کا نہ ایمان ہی خدائے بزرگ پر تھا اور نہ یہ

عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ﴿٣٤﴾ فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هٰهُنَا
غریب آدمی کے کھلانے کی ترغیب دیتا تھا ۱۴ سو آج اس کا نہ کوئی دوست

حَمِيْمٌ ﴿٣٥﴾ وَّلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ ﴿٣٦﴾ لَّا يَاْكُلُهٗٓ
ہے اور نہ اسے کوئی کھانا نصیب ہے بجز زخموں کے دھوون کے، جسے کوئی بھی نہ کھائیگا

اِلَّا الْخَاطِئُوْنَ ﴿٣٧﴾ فَلَآ اُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَ ﴿٣٨﴾ وَمَا
بجز سخت گنہگاروں کے ۱۵ پھر میں قسم کھاتا ہوں ان چیزوں کی جنہیں تم دیکھتے ہو، اور جنہیں

لَا تُبْصِرُوْنَ ﴿٣٩﴾ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ﴿٤٠﴾ وَّمَا هُوَ
تم نہیں دیکھتے ہو یہ (قرآن) کلام (الٰہی) ہے ایک معزز فرشتہ کا (لایا ہوا) ۱۵ اور یہ کسی

بِقَوْلِ شَاعِرٍ ۚ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ﴿٤١﴾ وَلَا بِقَوْلِ
شاعر کا کلام نہیں بہت ہی کم ایمان تم لاتے ہو اور یہ کسی کاہن کا بھی

كَاهِنٍ ۚ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴿٤٢﴾ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ
کلام نہیں بہت ہی کم تم سمجھتے ہو ۱۶ (یہ کلام) اترا ہوا ہے پروردگار عالم

الْعٰلَمِيْنَ ﴿٤٣﴾ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ ﴿٤٤﴾
کی طرف سے ۱۷ اور اگر (یہ پیغمبر) ہمارے ذمہ کچھ باتیں لگا دیتے

لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ﴿٤٥﴾ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ ﴿٤٦﴾
تو ہم اُن کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے پھر ہم اُنکی رگِ دل کاٹ ڈالتے

ع ١ / ٥

۱۳ (مرتبۂ واجب ہیں) اِنَّهٗ ..... الْعَظِيْمِ۔ یعنی یہ حق تعالیٰ کی ذات وصفات پر اس طرح ایمان نہ لایا، جس طرح کی تعلیم حضرات انبیاء ومرسلین دے گئے تھے۔ وَلَا ...... الْمِسْكِيْنِ۔ یعنی یہ خود تو غریبوں، مسکینوں کی خدمت کیا کرتا۔ دوسروں تک کو اس کی صلاح وترغیب نہیں دیتا تھا۔ خلاصہ یہ کہ اللہ کے حق اور بندوں کے حق دونوں کو بھولا ہوا تھا۔ ۱۴ یعنی ان کافروں مجرموں کو دوزخ میں غذائیں بھی ملینگی، تو اتنی نفرت انگیز اور گندی کہ کوئی اور انسان تو ادھر رُخ بھی نہیں کرسکتا! الْخَاطِئُوْنَ۔ مُراد خطا پیشہ یعنی منکرین وکافرین ہیں۔ الكافرون (مدارک، معالم) وهم المشركون (کبیر) ۱۵ یعنی موجودات مرئی و غیر مرئی سب اس پر شاہد ہیں کہ قرآن جس پر آیا وہ حق تعالیٰ کا معزز قاصد ہے ——— قسم کے متعلق بار بار بیان ہوچکا ہے کہ عربی اسلوب بیان ہیں اس سے مقصود محض تاکید کلام ہوتی ہے۔ بِمَا ..... لَا تُبْصِرُوْنَ۔ قرآن مجید کو دنیا میں لانے والا ایک غیر مرئی مخلوق یعنی فرشتہ تھا، اور دنیا کے سامنے اس کا پیش کرنے والا ایک مرئی مخلوق یعنی پیمبر۔ اس لئے حقانیت قرآن کے سلسلہ سیاق میں موجودات کی ان دو قسموں کی طرف توجہ دلانا بہت پُرمعنیٰ ہے۔ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ۔ رَسُوْل کا استعمال اس سیاق میں فرشتہ جبرئیل کے لئے ہے۔ والاكثرون هنالك على ان المراد به جبريل عليه السلام (کبیر) قال ابن السائب ومقاتل وابن قتيبة هو جبريل عليه السلام (بحر) قرآن کا انتساب حضرت جبرئیلؑ کی جانب بھی صحیح ہے کہ وہی آسمان سے اس کے لانے والے تھے۔ اور رسول اللہ صلعم کی جانب بھی صحیح کہ وہی اسے ہم سب کو سنانے والے تھے۔ نعوذ باللہ اگر اسے فرشتہ ہی کا مستقل کلام قرار دے لیا جائے، تو اس کا وصف اسمی رسول ہی باطل ٹھہرا جاتا ہے۔ يكفى فى سوق الاضافة ادنى سبب فهو كلام جبرئيل بمعنى انه هو الذى انزله من السموات الى الارض وهو كلام محمد بمعنى انه هو الذى اظهره للخلق ودعا الناس الى الايمان به (کبیر) ۱۶ غرض یہ کہ یہ پُرحکمت وعظمت کتاب نہ شعر ہے، نہ کہانت، اور تم لوگ جو ایسی بیہودہ رائے زنی کررہے ہو، ایمان وعقل دونوں سے خالی ہو۔ قليلاً۔ قليلاً۔ یہ قلت دونوں جگہ عدم کے معنی میں ہے۔ وقليل يعبر به عن النفى، (راغب) القلة فى معنى العدم (کشاف) والعرب يقولون قلما يا تينا يريدون لا يا تينا (کبیر) بِقَوْلِ شَاعِرٍ۔ مشرکین مکہ کے ایک "روشن خیال" گروہ کی تشخیص یہی تھی۔ بِقَوْلِ كَاهِنٍ۔ مشرکین مکہ کے ایک دوسرے "روشن خیال" گروہ نے یہی فتویٰ دے رکھا تھا۔ قرآن مجید کی معجزانہ تاثیر سے تو اہل عرب کو بھی مجال انکار نہ تھی۔ جیسا کہ محمد صلعم کی معجزانہ شخصیت کے اثرات سے آج فرنگیوں کو بھی مجال انکار نہیں، البتہ جس طرح آج کے فرنگی سیرت محمدیؐ کی بے نظیر کامیابی کے لئے توجیہیں ساری دنیا کی ڈھونڈ نکالتے ہیں، بجز آپؐ کے دعوئ رسالت کی تصدیق کے۔ اسی طرح قریش کے "روشن خیال" بھی مجبور وعاجز ہوکر انہیں تاویلوں پر اُتر آتے تھے کہ یا تو اسے شاعر کا کلام قرار دیں یا کاہن کا ——— شاعری اور کہانت، ادب کے انہیں دو مؤثر، پُرزور حربوں سے وہ واقف تھے۔

۱۷ (ساری خلق کی ہدایت و اصلاح کے لئے)

اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ ﴿۱۹﴾ اِنِّیْ ظَنَنْتُ اَنِّیْ مُلٰقٍ حِسَابِيَهْ ﴿۲۰﴾
نامۂ اعمال پڑھ لو — مَیں تو جانے ہوئے تھا کہ مجھے ضرور میرا حساب پیش آنیوالا ہے ۵۸
فَهُوَ فِیْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ﴿۲۱﴾ فِیْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ﴿۲۲﴾
تو وہ شخص خوب مزے کے عیش میں ہوگا — بہشت بریں میں — ہوگا
قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ ﴿۲۳﴾ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓئًا بِمَآ
جس کے میوے جھکے ہوئے ہونگے — کھاؤ اور پیو مزے کے ساتھ — ان اعمال کے
اَسْلَفْتُمْ فِی الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ ﴿۲۴﴾ وَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ
بدلے میں جو تم گذشتہ ایام میں کر چکے ہو۹ — اور رہا وہ جس کا نامۂ اعمال
كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ ۙ فَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِیْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِيَهْ ﴿۲۵﴾
اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائیگا، تو وہ کہیگا کیا اچھا ہوتا جو مجھے میرا نامۂ اعمال ہی نہ ملتا
وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ ﴿۲۶﴾ يٰلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ ﴿۲۷﴾
اور مجھے خبر ہی نہ ہوتی کہ میرا حساب کیا ہے — کاش موت ہی خاتمہ کر چکی — ہوتی ۱۰
مَآ اَغْنٰى عَنِّیْ مَالِيَهْ ﴿۲۸﴾ هَلَكَ عَنِّیْ سُلْطٰنِيَهْ ﴿۲۹﴾
میرا مال میرے کچھ بھی کام نہ آیا — میرا جاہ (بھی) مجھ سے گیا گذرا ہوا ۱۱
خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ﴿۳۰﴾ ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ ﴿۳۱﴾ ثُمَّ فِیْ
پکڑو اس کو اور طوق پہناؤ اس کو، — پھر اس کو دوزخ میں داخل کرو — پھر ایک
سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ﴿۳۲﴾
ایسی زنجیر میں اسے جکڑو — جس کی پیمائش — ستر گز ہے ۱۲

۵۸ یعنی مَیں تو خود دنیا میں ایمان و تصدیق رکھتا تھا اور یوم آخرت اور وقوع جزاء کا شروع ہی سے معتقد تھا۔ لَا ..... خَافِيَةٌ۔ یعنی اے انسانو! حق تعالیٰ سے اس وقت تمہارا کوئی سا بھی راز چھپا ہوا نہ ہوگا۔ فَاَمَّا ..... بِيَمِيْنِهٖ۔ نامۂ اعمال کا داہنے ہاتھ میں ملنا جنتی ہونے کی علامت ہوگا۔ فَيَقُوْلُ۔ وہ جنتی خوش ہوکر اپنے آس پاس والوں سے کہیگا۔ هَآؤُمُ۔ ھا کے معنی لو کے آئے ہیں اور ھاؤم کا استعمال موقع جمع پر ہوتا ہے۔ ھاؤ صوت یصوت بہ فیفھم بہ معنی خذ (کبیر) ویقال للاثنین ھاؤما وللجمع ھاؤموا وھاؤم (کبیر) ھا کلمۃ فی معنی الاخذ وھو نقیض ھات ای اعط ویقال ھاؤم و ھاؤما وھاؤموا (راغب) فَيَقُوْلُ ..... كِتٰبِيَهْ۔ یہ جنتی نامۂ اعمال کو داہنے ہاتھ میں پاکر فرطِ مسرّت میں پکار اُٹھیگا جیسا آج دنیا میں بھی انتہائی مسرّت کے جوش میں انسان دوسروں کو بھی پکار پکار کر اپنی مسرت میں شریک کرتا ہے۔ دل ذٰلک علی انہ بلغ الغایۃ فی السرور (کبیر)

۹ (یعنی دنیا میں) قُطُوْفُهَا ..... دَانِيَةٌ۔ یعنی جنت میں میوہ دار درختوں کے لذیذ پھل اور خوشے اہل جنت پر جھکے ہوئے ہر حال میں ان سے ایسے قریب ہونگے کہ وہ بیٹھے لیٹے، کھڑے، جس وضع و حالت میں بھی چاہینگے انہیں پاسکیں گے۔ فِیْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ۔ جنت کی زندگی ہر قسم کے فکر و تردد، مرض و مصیبت، زوال و موت، عیب و نقص سے قطعًا خالی ہوگی، اس ساری کیفیت کو ایک مختصر لفظ عیشۃ راضیۃ سے تعبیر فرمادیا گیا ہے۔ بِمَآ اَسْلَفْتُمْ۔ اس سے یہ ظاہر ہوگیا کہ اعمال طاعت موجبات اجر و صلہ ہوتے ہیں۔ اور اہل جنت کو جو صلہ ملے گا اس کے وہ مستحق ہونگے۔ یدل علی انھم انما استحقوا ذٰلک الثواب بسبب عملھم وذٰلک یدل علی ان العمل موجب للثواب (کبیر)

۱۰ (ہمیشہ ہمیش کے لئے اور آج اس جزاء و سزا کی نوبت ہی نہ آتی) یہ کلمات اہل دوزخ کی زبان پر انتہائی حسرت و یاس کی حالت میں آئینگے۔ وَاَمَّا مَنْ ..... بِشِمَالِهٖ۔ نامۂ اعمال کا بائیں ہاتھ میں ملنا دوزخی ہونے کی علامت ہوگا۔ يٰلَيْتَهَا۔ ضمیر ھا موت کی جانب ہے۔ اگرچہ لفظ موت مذکور نہیں ——— شدت ظہور کے باعث ضرورت بھی اس کے ذکر کی نہ تھی۔ الضمیر یعود الی الموتۃ الاولی وھی وان لم تکن مذکورۃ الا انھا لظھورھا کانت کالمذکور (کبیر)

۱۱ یعنی دنیا کا مال و جاہ لینے میں پڑا ہوا میں مست و غافل اور آخرت کی طرف سے بھولا ہوا رہتا تھا۔ اُن کی بے حقیقتی آج عیاں ہو رہی ہے، دنیا میں غفلت پیدا کرنے والی چیزیں یہی دو ہوتی ہیں ایک مال دوسرے جاہ، اس لئے صراحت سے ذکر انہیں دونوں کا کیا گیا۔

۱۲ دوزخی ابھی حسرت و ندامت میں مبتلا ہی ہوگا کہ ادھر سے فرشتوں کو یہ احکام صادر ہو جائینگے۔ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا۔ یہ گز عالم آخرت کے ہونگے دنیا کی پیمائش اور پیمانوں سے آخرت کی پیمائش اور پیمانے ظاہر ہے کہ کتنے مختلف ہونگے۔ اور پھر بھی ضرور نہیں کہ اس سے کوئی متعین پیمائش ہی مقصود ہو، بلکہ ہو سکتا ہے کہ زنجیر کا محض طویل ہونا مقصود ہو۔ لیس الغرض التقدیر بھذا المقدار بل الوصف بالطول کما قال ان تستغفر لھم سبعین مرۃ یرید مرات کثیرۃ (کبیر) یجوز ان یراد المبالغۃ فی طولھا وان لم یبلغ ھذا العدد (مدارک)

رَبِّهِمْ فَاَخَذَهُمْ اَخْذَةً رَّابِيَةً ﴿١٠﴾ اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَآءُ
نافرمانی کی سو اللہ نے انکو بہت سخت پکڑا ہم ہی نے جبکہ پانی میں طغیانی ہوئی
حَمَلْنٰكُمْ فِی الْجَارِيَةِ ﴿١١﴾ لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً وَّ
تمہیں کشتی میں سوار کیا تاکہ اس (واقعہ) کو ہم تمہارے لئے یادگار بنادیں اور
تَعِيَهَآ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ ﴿١٢﴾ فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ نَفْخَةٌ
یادرکھنے والے کان اس کو یادرکھیں ۵ غرض جب صور یکبارگی پھونک دیا
وَّاحِدَةٌ ﴿١٣﴾ وَّحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً
جائیگا اور زمین اور پہاڑ اُٹھالئے جائینگے یہ دونوں ایک دفعہ میں
وَّاحِدَةً ﴿١٤﴾ فَيَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ﴿١٥﴾ وَانْشَقَّتِ
ریزہ ریزہ کردیئے جائینگے، تو اُس روز وہ ہونے والی چیز ہو پڑیگی اور آسمان
السَّمَآءُ فَهِیَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ ﴿١٦﴾ وَّالْمَلَكُ عَلٰٓی
پھٹ جائیگا اور وہ اس روز (بالکل) بودا ہوگا اور فرشتے اس کے کنارے پر
اَرْجَآئِهَا ؕ وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ
ہوں گے ۶ اور آپ کے پروردگار کے عرش کو اپنے اوپر اس روز آٹھ (فرشتے)
ثَمٰنِيَةٌ ﴿١٧﴾ يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰی مِنْكُمْ خَافِيَةٌ ﴿١٨﴾
اُٹھائے ہونگے ۷ جس روز تم پیش کئے جاوٴگے تمہاری کوئی بات پوشیدہ نہ رہے گی
فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ فَيَقُوْلُ هَآؤُمُ
توجس شخص کا نامۂ عمل اسکے داہنے ہاتھ میں دیا جائیگا تو وہ کہے گا لو میرا

۵ یعنی سُننے والوں کو چاہیئے کہ عبرت کے کانوں سے اس واقعہ کو سُنیں اور اسے یاد رکھ کر موجبات عقوبت سے بچیں۔ اِنَّا ...... الجَارِیَۃِ۔ اشارہ واقعہ طوفان نوح کی جانب ہے۔ حَمَلْنٰکُمْ۔ ضمیر جمع مخاطب سے مُراد موجودہ نسل مخاطبین کے اسلاف ہیں۔ لِنَجْعَلَھَا۔ ضمیر ھا اس واقعہ غرقابی کی طرف راجع ہے، جو مخاطبین کو خوب اچھی طرح معلوم تھا، گو یہاں مذکور نہ ہو، ایسے موقع پر محض ضمیر سے کام لینا عربی اسلوب بیان کے عین مطابق ہے۔ قال الزجاج انہ عائد الی الواقعۃ التی ھی معلومۃ وان کانت ھھنا غیر مذکورۃ (کبیر) الضمیر للفعلۃ وھی نجاۃ المؤمنین و اغراق الکفرۃ (کشاف) ۶ (جس وقت آسمان پھٹنا شروع ہوگا) ذکر ان فرشتوں کا ہے جو آسمان میں پھیلے ہوئے ہیں وحملت الارض والجبال یعنی اپنے اپنے مقام وحیز سے یہ چیزیں ہٹادی جائینگی۔ ذکر قیامت کے نفخۂ اوّل کا چل رہا ہے۔ وَالْمَلَکُ۔ مَلَک۔ یہاں بطور اسم جنس آیا ہے صورۃً مفرد و معنیً جمع۔ للجنس بمعنی الجمع (مدارک) الم یرد بہ ملکا واحدًا بل اراد الجنس والجمع (کبیر) ۷ (جیسا کہ اس وقت چار اٹھائے ہوئے ہیں) عرش الٰہی کی کیفیت یا ماہیت اور اس کی تفصیلات سب علم وشعور انسانی کی موجودہ سطح سے بالاتر ہیں اس لئے بجز اجمالی بیان سُن لینے اور اس کی اجمالی تصدیق کر دینے کے بندوں کے لئے کوئی چارہ نہیں۔ البتہ محققین نے لکھا ہے کہ عرش الٰہی کو اس وقت جو چار فرشتے اٹھائے ہوئے ہیں، یہ محض سطوت وجبروت شہنشاہی کے اظہار کے لئے ہے ورنہ عرش تو ثقل مادّی سرے سے رکھتا ہی نہیں۔ البتہ نورانیت وہیبت الٰہی کا بار رکھتا ہے۔ سو آخرت میں شانِ جبروتی کا ظہور کامل ہوگا اس لئے چار حامل اور بڑھ جائینگے یہ کہنا کہ فرشتوں کا حامل عرش ہونا حق تعالیٰ کی شان قیومیت کے منافی ہے محض اپنی سطحیت کا اظہار کرنا ہے۔ اگر قیومیت کے یہ معنیٰ لے لئے جائیں تو ایک اسی مسئلہ پر کیا موقوف ہے، ملائکہ کو واسطہ بنا کر ان سے کام لیتے رہنے کا سارا نظام ہی باطل ہوا جاتا ہے۔ یَوْمَئِذٍ۔ سے مُراد مجموعی وقت قیامت ہے اس کے نصف اوّل (جب نفخۂ اولیٰ ہوگا) کا بیان پہلے ہو چکا، اب ذکر نصف ثانی کا ہو رہا ہے۔ جب نفخۂ ثانی ہوگا۔

سُوْرَةُ الْحَآقَّةِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اِثْنَتَانِ وَّخَمْسُوْنَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورۃ الحاقہ۔ مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی باون آیتیں ہیں اور دو رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ نہایت مہربان بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

اَلْحَآقَّةُ ۝١ مَا الْحَآقَّةُ ۝٢ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحَآقَّةُ ۝٣ كَذَّبَتْ

وہ ہونیوالی چیز! کیسی کچھ ہے وہ ہونیوالی چیز، اور آپ کو کیا خبر کہ کیسی کچھ ہے وہ ہونے والی چیز[1] ثمود اور عاد نے

ثَمُوْدُ وَعَادٌ ۢ بِالْقَارِعَةِ ۝٤ فَاَمَّا ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا بِالطَّاغِيَةِ ۝٥

تکذیب کی اُس کھڑکھڑا دینے والے واقعہ کی، سو ثمود تو ایک زور کی آواز سے ہلاک کر دیئے گئے

وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ۝٦ سَخَّرَهَا

اور رہے عاد سو وہ ایک تیز و تند ہوا سے ہلاک کئے گئے[2] (اللہ نے) اسے ان پر

عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ ۙ حُسُوْمًا ۙ فَتَرَى

مسلط کر دیا تھا سات راتوں اور آٹھ دنوں تک لگاتار تو تو وہاں

الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى ۙ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ۝٧

اس قوم کو یوں گرا ہوا دیکھتا ہے کہ گویا وہ گری ہوئی کھجور کے تنے پڑے ہیں

فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْ ۢ بَاقِيَةٍ ۝٨ وَجَآءَ فِرْعَوْنُ وَمَنْ

سو کیا تجھ کو ان میں سے کوئی بچا ہوا نظر آتا ہے[3] اور فرعون اور اُس کے

قَبْلَهٗ وَالْمُؤْتَفِكٰتُ بِالْخَاطِئَةِ ۝٩ فَعَصَوْا رَسُوْلَ

قبل والوں نے اور الٹی ہوئی بستیوں والوں نے (بڑے بڑے) قصور کئے تھے[4] تو انہوں نے اپنے پروردگار کے رسول کی

[1] سورۃ کو استفہامی فقروں سے شروع کرنا مخاطب کو سوال کر کے توجہ دلانا عین بلاغت و خطابتِ عرب کے اسلوب کے مطابق ہے۔
اَلْحَآقَّةُ۔ حاقہ کے لفظی معنیٰ اس چیز کے ہیں جو بہر حال ہو کر رہے۔ الحاقة التی یحق وقوعها (بیضاوی) مراد حشر کا ہولناک دن ہے جس دن جزاء و سزا واقع ہو کر رہیگی۔ اشارة الی القیامة لانه یحق فیه الجزاء (راغب)

[2] یہ قوم ثمود و قوم عاد جو شمالی و مغربی عرب اور جنوبی و مشرقی عرب کی اپنے اپنے زمانہ میں مہذب ترین و متمدن ترین قومیں رہی ہیں۔ ان کا اصلی جرم انکار آخرت تھا۔ جو حق تعالیٰ کے ضابطۂ تعزیرات میں انکار توحید کے بعد شدید ترین جرم ہے۔ اور ان دونوں کا اسی بنیادی جرم کی پاداش میں دنیا میں یہ حشر ہوا کہ ان کا نام و نشان تک مٹا کر رکھ دیا گیا ——— آج کی آخرت فراموش "روشن خیال" و "مہذب" قوموں کا جن کے صحیفۂ تہذیب و روشن خیالی کی پہلی ہی سطر آخرت فراموشی ہے، حشر کیا ان سے کچھ مختلف ہونا ہے؟ اَلْقَارِعَة۔ قرع اس آواز کو کہتے ہیں جو کسی سخت چیز پر ضرب لگنے سے پیدا ہوتی ہے اور قارعۃ سخت قسم کی کھڑکھڑاہٹ ہے۔ القرع ضرب شیء علی شیء (راغب) القارعة هی التی تقرع الناس بالافزاع والاهوال (کبیر) مراد قیامت کا دن ہے۔ اجمعوا علی ان الحاقة هی القیامة (کبیر) ثَمُوْدُ وَعَادٌ۔ ان قوموں پر اور اُن کی تباہی و بربادی پر مفصل حاشیے سورۃ الاعراف وغیرہ میں گذر چکے۔

[3] یہ منظر ہلاکت و تباہی کے بعد اس قوم کی مُردہ لاشوں کا دکھایا ہے۔ كَاَنَّهُمْ ..... خَاوِيَةٍ۔ کٹے ہوئے درختوں کے تنہ کے ساتھ یہ تشبیہ قوم عاد کی جسمانی تنومندی اور قدآوری کے لحاظ سے نہایت موزوں اور برمحل ہے۔

[4] (اور سب سے بڑھ کر انکار آخرت) فرعون کا ذکر بار بار آچکا ہے۔ اَلْمُؤْتَفِكٰت۔ یہ اُلٹی ہوئی بستیاں قوم لُوطؑ کی تھیں۔ حضرت لُوطؑ اور اُن کی قوم پر حاشیے کئی بار گذر چکے۔

لَهُمْ ۭ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ ﴿٤٥﴾ اَمْ تَسْـَٔـلُهُمْ اَجْرًا فَهُمْ

دیتا ہوں، بیشک میری تدبیر بڑی مضبوط ہے ؁۲۶ کیا آپ اُن سے کچھ معاوضہ مانگتے ہیں کہ وہ

مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ﴿٤٦﴾ اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ

(اس) تاوان سے دبے جاتے ہیں؟ ؁۲۷ کیا اُن کے پاس (علم) غیب ہے کہ یہ (اُسے)

يَكْتُبُوْنَ ﴿٤٧﴾ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ

لکھ لیا کرتے ہیں؟ ؁۲۸ تو آپ اپنے پروردگار کی تجویز پر صبر سے بیٹھے رہئے، اور مچھلی والے (پیمبر) کی طرح

الْحُوْتِ ۘ اِذْ نَادٰى وَهُوَ مَكْظُوْمٌ ﴿٤٨﴾ لَوْلَآ اَنْ

نہ ہو جائیے جبکہ انہوں نے (اپنے پروردگار کو) پکارا اس حال میں کہ وہ غم میں گھٹ رہے تھے ؁۲۹

تَدٰرَكَهٗ نِعْمَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ لَنُبِذَ بِالْعَرَاۗءِ وَهُوَ

اگر اُن کے پروردگار کا فضل اُن کی دستگیری نہ کرتا تو وہ میدان میں ڈال دیئے جاتے

مَذْمُوْمٌ ﴿٤٩﴾ فَاجْتَبٰىهُ رَبُّهٗ فَجَعَلَهٗ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿٥٠﴾

بدحالی کے ساتھ ؁۳۰ پھر اُن کے پروردگار نے انہیں (اور) برگزیدہ کر لیا اور اُن کو (اور زیادہ) صالحین میں کر دیا ؁۳۱

وَاِنْ يَّكَادُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَيُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ

اور یہ کافر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو اپنی نگاہوں سے پھسلا کر گرا دیں گے،

لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَيَقُوْلُوْنَ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ ﴿٥١﴾ وَمَا

جبکہ قرآن سنتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو مجنون ہیں حالانکہ

هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿٥٢﴾ ع

یہ قرآن نصیحت ہی نصیحت ہے، دنیا جہان والوں کے لئے ؁۳۲

وقف لازم

وقف لازم

ع ٢ / ١٩ / ٢

؁۲۶ (اور عذاب و گرفت میں جو توقف ہو رہا ہے اس کی آپ کچھ فکر نہ کیجئے) فَذَرْنِيْ ..... الْحَدِيْثِ - یعنی آپ ہمارے ہی اُوپر ہر طرح اعتماد و توکل رکھیئے ان سارے مجرموں اور منکروں سے نپٹ لینے کے لئے ہم ہی کافی ہیں۔ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ - ہماری مشیت تکوینی انہیں آہستہ آہستہ دوزخ کی طرف لئے جا رہی ہے۔ وَاُمْلِيْ لَهُمْ - یعنی انہیں تو مہلت دی جا رہی ہے اور یہ نہیں ہوتا کہ فوراً ہی ان پر دنیا میں عذاب نازل کر دیا جائے۔ مِنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ - کافروں اور منکروں کی آنکھوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں۔ انہیں احساس ہی نہیں کہ حکمتِ الٰہی انہیں چپکے چپکے کدھر لئے جا رہی ہے۔ ؁۲۷ اور اس لئے آپ کی اطاعت اور قبول دعوت سے بھی گریز کر رہے ہیں۔ قرآن مجید کا جتنا حصہ مدنی سورتوں پر شامل ہے ان میں زیادہ تر احکام و قوانین، مسائل و قصص کا سادہ بیان ہے۔ اس حصہ میں قدرةً سوال و جواب کی گنجائش کم تھی لیکن قرآن مجید کا یہ آخری حصہ جو زیادہ تر مکی سورتوں پر شامل ہے، اس میں عموماً دعوت اصلاح عقائد کی ملتی ہے اور منکرین کو توحید، رسالت و آخرت کی طرف بلایا جا رہا ہے اس لئے قدرةً ان سورتوں کا اسلوب بیان زیادہ خطیبانہ ہے اور اس میں خطبات عرب (اور عرب کیا معنی ساری دنیا کے خطبات) کے دستور کے مطابق مؤثر انداز میں سوالات و استفہامات بھی زائد ہیں۔

؁۲۸ (اور اس طرح غیب سے براہِ راست تعلق پیدا کر کے آپ کی اطاعت سے بے نیاز رہ گئے ہیں) ملاحظہ ہو حاشیہ ۲۶۔ ؁۲۹ صَاحِبِ الْحُوْتِ - سے مُراد ارض نینوا کے پیغمبر حضرت یونس بن متی علیہ السلام ہیں جن پر حاشیے سورۂ یونس، سورۂ ہُود وغیرہ میں مفصل گزر چکے۔ فَاصْبِرْ - آپ صبر سے کام لیتے رہیئے۔ اور ان لوگوں پر فوری عذاب نہ آنے سے بددل نہ ہو جائیے۔ اِذْ نَادٰى - ندا سے یہاں مُراد اپنے پروردگار کو توبہ و استغفار کی راہ سے پکارنا ہے۔ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ - یعنی ان پیمبر کی طرح کہیں نہ ہو جائیے گا، جو وقت پر عذاب موعود کے ٹل جانے سے بددل و ملول خاطر ہو کر بلا اجازت صریح کہیں اور چلے گئے تھے۔ وَهُوَ مَكْظُوْمٌ - آپؑ کو غم اور صدمے کئی کئی طرح کے تھے۔ اور وہ سب اکٹھے ہو گئے تھے۔ ایک رنج تو قوم کے ایمان نہ لانے کا۔ دوسرا آئے ہوئے عذاب کے ٹل جانے کا۔ تیسرا بلا اذن صریح اپنے مقام سے چل کھڑے ہونے کا۔ اور چوتھا شکمِ ماہی میں محبوس ہو جانے کا۔ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ - مُرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ صاحبِ حال کا فعل صاحبِ مقام کے لئے۔ اور صاحبِ مقام کا فعل صاحبِ مقامِ الٰہی کے لئے کبھی کبھی نقص کا حکم رکھتا ہے اس لئے اس سے روکا جاتا ہے۔

؁۳۰ یعنی اگر اُن کی توبہ قبول نہ ہو جاتی اور ملامت خطائے اجتہادی پر برابر قائم رہتی تو وہ دریا سے نکال کر میدان میں حالت مذموم کے ساتھ ڈال دیئے جاتے۔ لیکن توبہ قبول ہو گئی، ملامت کا شائبہ نہ رہا اور حالت بجائے مذموم ہونے کے ممدوح ہو گئی۔

؁۳۱ مقام اجتبا و صالحیت پر تو آپ پہلے سے ہی تھے۔ اب ان مقامات میں اور زیادہ ترقی ہو گئی۔ مفسر تھانویؒ نے لکھا ہے کہ شاید اس تتمیم قصہ سے مقصود یہ ہو کہ اپنے اجتہاد پر عمل کرنا ان پیمبر کو کیسا مضر ہوا اور توکل کیسا نافع، اس طرح عذاب کے بارہ میں آپؐ بھی اپنی رائے سے عجلت نہ کیجئے۔ بلکہ اللہ ہی پر توکل رکھئے تو انجام بہتر ہو گا۔

؁۳۲ یہ کافروں اور منکروں کے انتہائی سفاہت و حمق کا بیان ہے کہ اللہ اللہ جو کلام ایک ہی ملک و قوم کے نہیں، ساری دنیا کی ہدایت و اصلاح کے دستور العمل کی حیثیت رکھتا ہے اور جس کے قانون اور ضابطے اور ہدایتیں دنیا کی کیا انفرادی اور کیا اجتماعی، کیا اخلاقی اور کیا سیاسی، کیا معاشری اور کیا خانگی، ہر قسم کی صلاح و فلاح کی ضامن تھیں، اسی کو یہ لوگ مجنون کا کلام بتا رہے ہیں ——— ! یہ خود ان کا جنون نہیں تو اور کیا ہے۔ وَمَا هُوَ - ضمیر ھو سے مُراد پیمبرؐ کا لایا ہوا کلام یا قرآن ہے۔ لَيُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ - زلق بالابصار محاورۂ عرب میں کنایہ شدتِ عداوت سے ہے۔ جیسے اُردو میں کہتے ہیں کہ تم تو مجھے ایسی بُری آنکھوں سے دیکھتے ہو کہ جیسے کھا ہی جاؤ گے۔ والمعنی انھم لشدۃ عداوتھم ینظرون الیک شزرا بحیث یکادون یزلون قدمک او یھلکونک (بیضاوی) - مُرشد تھانویؒ نے اس آیت کے تحت میں ایک بڑے نکتہ کی بات سجھائی ہے کہ تصرفات تکوینی اہل باطل بھی کر سکتے ہیں۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تاثیرات طبعیہ میں وہ اہل حق پر غالب آ جائیں۔ ان تصرفات نفسانی کو دلیل ولایت و مقبولیت سمجھنا ہی جہل ہے۔

اَمْ لَكُمْ كِتٰبٌ فِيْهِ تَدْرُسُوْنَ ﴿۳۷﴾ اِنَّ لَكُمْ فِيْهِ لَمَا
کیا تمہارے پاس کوئی آسمانی کتاب ہے جس میں تم پڑھتے ہو کہ اُس میں تمہارے لئے وہ چیز (لکھی) ہو
تَخَيَّرُوْنَ ﴿۳۸﴾ اَمْ لَكُمْ اَيْمَانٌ عَلَيْنَا بَالِغَةٌ اِلٰى يَوْمِ
جسے تم پسند کرتے ہو؟ کیا ہمارے ذمہ کچھ قسمیں ہیں جو ہم نے کھائی ہوئی ہیں قیامت تک باقی
الْقِيٰمَةِ ۙ اِنَّ لَكُمْ لَمَا تَحْكُمُوْنَ ﴿۳۹﴾ سَلْهُمْ اَيُّهُمْ بِذٰلِكَ
رہنے والی کہ تم کو وہ چیزیں ملیں گی جن کا تم فیصلہ کر رہے ہو؟ ان سے پوچھئے کہ ان میں سے کون اس کا
زَعِيْمٌ ﴿۴۰﴾ اَمْ لَهُمْ شُرَكَآءُ ۚ فَلْيَاْتُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ اِنْ
ذمہ دار ہے؟ کیا ان کے ٹھہرائے ہوئے کچھ شریک خدائی ہیں اچھا تو یہ پیش کریں اپنے ان شریکوں کو
كَانُوْا صٰدِقِيْنَ ﴿۴۱﴾ يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّيُدْعَوْنَ
اگر یہ سچے ہیں وہ دن یاد رکھنے کے قابل ہے جب ساق کی تجلی فرمائی جائیگی اور
اِلَى السُّجُوْدِ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ﴿۴۲﴾ خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ
سجدہ کی طرف بلایا جائیگا تو سجدہ نہ کرسکیں گے ان کی آنکھیں جھکی ہونگی
تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۖ وَقَدْ كَانُوْا يُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ وَ
ان پر ذلت چھائی ہوگی اور یہ لوگ سجدہ کی طرف بلائے جاتے تھے اس حال میں
هُمْ سٰلِمُوْنَ ﴿۴۳﴾ فَذَرْنِيْ وَمَنْ يُّكَذِّبُ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ ۖ
کہ صحیح سالم تھے تو آپ مجھے رہنے دیجئے اور انہیں جو اس کلام کو جھٹلاتے ہیں
سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۴﴾ وَاُمْلِيْ
ہم انہیں آہستہ آہستہ لئے جارہے ہیں اس طور پر کہ انہیں خبر نہیں اور میں انہیں مہلت

ع ۱

۲۱ یعنی آخرت میں نجات اور کامیابی۔ مطلب یہ ہوا کہ تمہارے عقائد کی صحت کی پشت پر کوئی خدائی سند کوئی آسمانی شہادت ہے؟ ۲۲ یعنی جنت اور اجر۔ ۲۳ منکرین سے پوچھئے برہان کا مطالبہ ہے آخر کس چیز نے انہیں اب تک انکار پر جما رکھا ہے؟ کس سہارے اور کس کے بھروسہ پر وہ اب تک اپنے عقائد باطلہ پر اڑے ہوئے ہیں۔ ۲۴ (یہ منکرو کافرلوگ) يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ۔ اس دن سے مراد روزِ حشر کا ہونا تو سب کے نزدیک مسلم ہے سوال یہ پیدا ہوا ہے کہ کشف ساق سے کیا مراد ہے؟ ساق کے لفظی معنی تو پنڈلی کے ہیں۔ مابین الكعب والركبة (مفردات) ما بين الركبة و القدم (لسان) محققین کا قول ہے کہ صفات باری میں سے یہ کوئی مخصوص صفت ہے جس کی تجلی اس وقت ہوگی اور اسے کسی خاص ہی مناسبت سے ساق سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ قرآن مجید ہی میں حق تعالیٰ کے لئے آخر وجہ (چہرہ) اور ید (ہاتھ) اور حدیث میں رجل، اور قدم (پیر) کے الفاظ بھی تو آتے ہیں۔ اور یہ سب کلمات متشابہات کہلاتے ہیں۔ لیکن ان کی متعدد توجیہات و تاویلات ہوسکتی ہیں۔ ایک بدیہی اور صاف سی بات یہ ہے کہ خود محاورۂ عرب میں کشف ساق سے مراد امر صعب و امر دشوار کے اہتمام سے ہوتی ہے۔ عن ساق اى عن شدة (مفردات) يكشف عن ساق اى عن شدة امر كما يقال قامت الحرب على ساق (تاج) الساق فى اللغة الامر الشديد وكشفه مثل فى شدة الامر كما يقال للشحيح يده مغلولة ولا يد ثمه ولا غل وانما هو مثل فى شدة البخل وكذلك هذا (لسان) قال بعضهم انه اشارة الى شدة فجعل لكل امر فظيع ... ولا كشف ثمه ولا ساق (مدارك) ائمۂ تفسیر بلکہ صحابہ و تابعین سے بھی یہاں یہی معنی منقول ہیں۔ قال جماعة من الصحابة والتابعين من اهل التاويل يبدو عن امر شديد ... عن ابن عباس قال هو يوم كرب وشدة (ابن جرير) عن ابن عباس هو الامر الشديد المفظع عن الهول يوم القيامة (ابن جرير) الى هو هذا ذهب مجاهد وابراهيم النخعى وعكرمة وجماعة وقد روى ايضا عن ابن عباس ... والجمهور على ان الكشف عن الساق عبارة عن شدة الامر وصعوبة الخطب فمعنى يوم يشتد الامر ويصعب ولا كشف ثمه ولا ساق (مدارك) وَيُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ۔ یہ سجدہ کا حکم مومن و کافر سب کے لئے عام ہوگا۔ یہ حکم تشریعی تو ہو نہیں سکتا اس لئے کہ آخرت دار التکلیف نہیں دار الجزاء ہے۔ لامحالہ یہ حکم کافروں کے حق میں محض توبیخی ہوگا گویا اس تجلی ساق کی یہ ایک تاثیر طبعی ہوگی کہ کافر و مومن سب ہی سجدہ کرنا چاہیں گے مومن بآسانی قادر ہوجائینگے، کافر و منافق قادر نہ ہوسکینگے۔ لا تكليفا ولكن توبيخا على تركهم السجود فى الدنيا (مدارك) لا يدعون الى السجود تعبدا وتكليفا ولكن توبيخا وتعنيفا على تركهم السجود فى الدنيا (كبير) فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ۔ اس سے یہ نکلا کہ کافر و منافق بھی اس وقت ارادہ سجدہ کا کرینگے لیکن اس پر قادر نہ ہو پائینگے۔ وفيه دلالة على انهم يسجدون فلا يتاتى منهم (مدارك) ۲۵ (اور اس وقت سجدہ سے انکار رکھتے تھے) خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ۔ یہ آنکھوں کا جھکا ہونا انتہائے شرم و ندامت و حسرت سے ہوگا۔ قرآن مجید میں ذکر کبھی نگاہوں کے اٹھے رہنے کا بھی آیا ہے۔ اور یہ دونوں بیانات باہم متناقض نہیں، حشر میں شدید ہولناکی کے تو مختلف احوال پیدا ہونگے، اور انہیں کے لحاظ سے اہل دوزخ کے تاثرات بھی الٹتے بدلتے رہینگے کبھی غلبہ انتہائی ندامت کا ہوگا اس وقت نظریں نیچی ہوکر زمین پر گڑ جائینگی، کبھی غلبہ حیرت و استعجاب کا ہوگا اس وقت نظریں اوپر کو اٹھ جائینگی۔ وَقَدْ كَانُوْا ۔۔۔ سٰلِمُوْنَ۔ یعنی دنیا میں جب انہیں پوری طرح قدرت حاصل تھی۔ اُس وقت تو حکم کی تعمیل سے دانستہ گریز کرتے رہے۔ اب وہ کیفیت ان پر قدرۃً مسلط کر دی گئی ہے۔ اب یہ اگر چاہیں جب بھی نہیں کرسکتے۔

وَّغَدَوْا عَلٰى حَرْدٍ قٰدِرِيْنَ ﴿٢٥﴾ فَلَمَّا رَاَوْهَا قَالُوْٓا اِنَّا
اور اپنے کو اس نہ دینے پر قادر سمجھے ؏ تو جب اس (باغ) کو دیکھا تو بول اٹھے

لَضَآلُّوْنَ ﴿٢٦﴾ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ﴿٢٧﴾ قَالَ اَوْسَطُهُمْ اَلَمْ
کہ یقیناً ہم راستہ بھول گئے ہیں نہیں بلکہ اصل یہ ہے کہ ہماری قسمت ہی پھوٹ گئی ہے پھر اُن میں سے جو

اَقُلْ لَّكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُوْنَ ﴿٢٨﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنَّا كُنَّا
(نسبتہً) بہتر تھا وہ بولا کہ کیوں میں نے تم سے کہا نہ تھا سو (اب) تسبیح کیوں نہیں کرتے ؏ وہ لوگ بولے کہ ہمارا پروردگار پاک ہے

ظٰلِمِيْنَ ﴿٢٩﴾ فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَلَاوَمُوْنَ ﴿٣٠﴾
بیشک ہم ہی قصوروار ہیں ؏ پھر ایک دوسرے کی طرف مخاطب ہوئے باہم الزام دیتے ہوئے ؏

قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا طٰغِيْنَ ﴿٣١﴾ عَسٰى رَبُّنَآ اَنْ يُّبْدِلَنَا
(پھر سب) بولے (کہ) ہائے ہماری شامت کہ ہم ہی سرکشی کرنے والے تھے، شاید کہ ہمارا پروردگار ہمیں اس سے

خَيْرًا مِّنْهَآ اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا رٰغِبُوْنَ ﴿٣٢﴾ كَذٰلِكَ الْعَذَابُ ۭ
بہتر (باغ) بدلہ میں دیدے، ہم تو (اب) اپنے پروردگار کی طرف رجوع ہوتے ہیں ؏ عذاب اسطرح ہوا کرتا ہے

وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿٣٣﴾ اِنَّ
اور آخرت کا عذاب کہیں بڑھا ہوا ہے کاش یہ لوگ (اسے) جان لیتے ؏ بیشک

لِلْمُتَّقِيْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿٣٤﴾ اَفَنَجْعَلُ
پرہیزگاروں کے لئے اُن کے رب کے پاس آسائش کے باغ ہیں ؏ تو کیا ہم

الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ ﴿٣٥﴾ مَا لَكُمْ ۣ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿٣٦﴾
فرمانبرداروں کو نافرمانوں کا سا کر دیں گے؟ تمہیں کیا ہوگیا! تم کیسا فیصلہ کرتے ہو ؏

ع ۱ / ۴۳ / ۲

منزل ۷

۱۱ یہ کن باغ والوں کا ذکر ہے؟ بعض نے کہا ہے کہ کوئی باغ حبشہ میں تھا۔ قیل کانوا من اھل الحبشۃ (ابن کثیر) عن عکرمۃ قال ھم ناس من الحبشۃ (ابن جریر) ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ باغ یمن میں تھا۔ عن ابن عباس قال کان بستان باليمن (معالم) قال سعید بن جبیر کانوا من قریۃ یقال لھا ضروان علی ستۃ امیال من صنعاء (ابن کثیر) بہرحال جہاں کہیں بھی ہو کوئی ایسا باغ تھا جس کی تلمیح سے اہل عرب خوب واقف تھے۔ اور قصہ کا ماحصل یہ ہے کہ جو اہل غفلت اپنی تدبیروں پر نازاں اور اہل حقوق کی حق تلفی میں لگے رہتے ہیں، وہ آخر خود ہی خسارہ میں رہتے ہیں۔ وَلَا يَسْتَثْنُوْنَ۔ یعنی انہیں اس درجہ وثوق اپنے صبح کے پروگرام پر تھا کہ انہوں نے شب کی تجویزوں میں حق تعالیٰ کے ارادہ کا خیال ہی نہ آنے دیا۔ فَطَافَ ... نَآئِمُوْنَ۔ یہ لوگ تو سوتے کے سوتے رہے اور ادھر رات ہی بھر میں کوئی زمینی یا آسمانی آفت آکر باغ کا صفایا کر گئی۔ باغوں اور کھیتوں پر ایسی ناگہانی مصیبتیں ہر فصل اور ہر زمانہ میں برابر آتی ہی رہتی ہیں، کبھی گرم اور تیز لُو نے سبزہ زار کو جھلسا دیا، کبھی تند آندھی نے درختوں کا ناس مار دیا۔ کبھی اتنا پالا پڑ گیا کہ کھیتی برباد ہو گئی۔ کہیں آسمان سے اولے ایسے پڑے کہ پتے پتیاں تک باقی نہ رہ گئیں وقس علی ہذا۔ وَهُمْ .... مِسْكِيْنٌ خدا فراموشی اور آخرت فراموشی کے ساتھ ساتھ یہ باغ والے، مسکینوں محتاجوں کے حصہ کے بھی روادار نہ تھے ——— کمال بخل یا شدتِ حرص سے

۱۲ (جو کہیں یہاں نکل آئے) بلغ اب باقی ہی کہاں تھا۔ جسے وہ لوگ دیکھ کر پہچانتے۔ یہی سمجھے کہ ہم کسی غلط جگہ آگئے ہیں۔ ۱۳ کہ پھلا پھلایا باغ یوں لٹ گیا) یہ انہوں نے اُس وقت کہا جب باغ کی بربادی کا پورا یقین آگیا۔ ۱۴ یعنی توبہ و استغفار سے اپنی غلطی کا تدارک کیوں نہیں کرتے۔ اَوْسَطُهُمْ۔ یعنی ان لوگوں میں سے بہترین شخص۔ ابن عباسؓ صحابی اور ائمہ تابعین نے یہی معنیٰ لئے ہیں۔ ای اعدلھم و اعقلھم و افضلھم (معالم) قال ابن عباس و مجاھد و سعید بن جبیر و عکرمۃ و محمد بن کعب والربیع بن انس والضحاک و قتادۃ ای اخیرھم (ابن کثیر) بعض نے لفظی معنیٰ لے کر باغ کے مالکوں میں سے منجھلے بھائی سے مراد لی ہے۔ قَالَ ..... لَكُمْ۔ یہ شخص وہ تھا جس کا عقیدہ تو صحیح تھا لیکن عملاً یہ بھی ان لوگوں کا شریک حال ہو گیا تھا۔ لَوْلَا تُسَبِّحُوْنَ تسبیح کے عموم میں توبہ، استغفار وغیرہ سب شامل ہیں۔ ای لولا تذکرون الله و تتوبون الیہ من خبث نیتکم (معالم) کہنے والے کا مطلب یہ تھا کہ پچھلے گناہ کی معافی اور آیندہ کے لئے احتیاط کی فکر کرو۔ ۱۵ اس ذرا سے فقرہ کے اندر تمہید استغفار اور نفس استغفار دونوں آگئے۔

۱۶ جیسا کہ کام بگڑ جانے پر دنیا میں عموماً و عادتاً ہوا کرتا ہے۔

۱۷ یعنی توبہ و تدارک کرنے میں۔ يُّبْدِلَنَا خَيْرًا مِّنْهَا۔ بدل عام ہے خواہ دنیا میں ملے خواہ آخرت میں اور عجب نہیں کہ دونوں جگہ ہو۔ صحابی ابن مسعودؓ کا قول نقل ہوا ہے کہ بہتر باغ انہیں دنیا ہی میں مل گیا۔ اور مجاہد تابعیؒ سے بھی ایسا ہی منقول ہے۔ عن ابن مسعود المعنیٰ انھم اخلصوا فابدلھم بہ جنۃ (ملک) عن مجاھد تابوا فابدلوا خیرا منہ (مدارک) ۱۸ کاش بندوں کو اس حقیقت کا علم ہوتا اور استحضار رہا کرتا کہ معصیت و نافرمانی کی پاداش میں جو عذاب اس دنیا میں کبھی کبھی ہوتا رہتا ہے۔ جب اس کا نمونہ یہ ہے تو کفر و انکار پر عذاب جس کا پورا ظہور آخرت ہی میں ہوگا۔ ظاہر ہے کہ وہ اس سے کس درجہ بڑھا ہوا ہوگا۔ ۱۹ یہاں یہ بتلا دیا کہ جنات النعیم میں داخلہ کا سبب تقویٰ ہوگا اور تقویٰ کا ابتدائی اور لازمی درجہ ایمان ہے۔ ۲۰ (جو اتنے کھلے ہوئے فرق کو محسوس نہیں کرتے، مطلب یہ ہوا کہ متقین کو یہ درجہ گرنے لگو گویا مطیع و نافرمان دونوں برابر ٹھہرے۔ المسلمین مراد وہ لوگ ہیں جو عادتاً مطیع حق رہے ہیں۔ الْمُجْرِمِيْنَ۔ مراد وہ لوگ ہیں جو عادتاً نافرمان و قانون شکن رہے ہیں۔

اَثِيْمٍ ۝۱۲ عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ ۝۱۳ اَنْ كَانَ ذَا مَالٍ

سخت گنہگار ہے، سخت مزاج ہے، اس کے علاوہ بدنسب بھی ہے، اس نظر سے کہ وہ مال

وَّبَنِيْنَ ۝۱۴ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ

اور اولاد والا ہے[۵۸]، جب ہماری آیتیں اُس کے سامنے پڑھی جاتی ہیں تو وہ کہتا ہے کہ یہ تو اگلوں کے

الْاَوَّلِيْنَ ۝۱۵ سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ ۝۱۶ اِنَّا بَلَوْنٰهُمْ

خرافات ہیں تو ہم عنقریب اُس کی ناک پر داغ لگائینگے[۵۹] ہم نے اُن کی آزمائش کر دی ہے[۶۰]

كَمَا بَلَوْنَآ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ ۚ اِذْ اَقْسَمُوْا لَيَصْرِمُنَّهَا

جیسا ہم نے باغ والوں کی آزمائش کی تھی جبکہ ان لوگوں نے قسم کھائی تھی کہ ہم اُس کا

مُصْبِحِيْنَ ۝۱۷ وَلَا يَسْتَثْنُوْنَ ۝۱۸ فَطَافَ عَلَيْهَا

پھل ضرور صبح چل کر توڑ لائینگے اور انہوں نے انشاء اللہ بھی نہیں کہا تھا، سو اُس (باغ) پر آپکے پروردگار کی طرف

طَآئِفٌ مِّنْ رَّبِّكَ وَهُمْ نَآئِمُوْنَ ۝۱۹ فَاَصْبَحَتْ

سے ایک پھرنے والا (عذاب) پھر گیا اس حال میں کہ وہ سو رہے تھے تو وہ (باغ) ایسا رہ گیا

كَالصَّرِيْمِ ۝۲۰ فَتَنَادَوْا مُصْبِحِيْنَ ۝۲۱ اَنِ اغْدُوْا عَلٰى

جیسا کٹا ہوا کھیت. پھر وہ ایک دوسرے کو پکارنے لگے کہ اپنے کھیت پر سویرے چلو

حَرْثِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰرِمِيْنَ ۝۲۲ فَانْطَلَقُوْا وَهُمْ

اگر تمہیں پھل توڑنا ہے، غرض وہ چلے اور آپس میں باتیں

يَتَخَافَتُوْنَ ۝۲۳ اَنْ لَّا يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُمْ مِّسْكِيْنٌ ۝۲۴

چپکے چپکے کرتے کہ آج وہاں کوئی محتاج تم تک نہ آنے پائے

۵۸ یعنی ایسا نہ ہونے پائے کہ آپ اس خیال سے کہ فلاں شخص سے اس بنا پر کہ وہ صاحبِ وجاہت اور صاحبِ اثر ہے، باوجود اس کی ان ساری خباثتوں کے اشتراکِ عمل کر لینا بھی مصلحت خیال کرنے لگیں۔ اَنْ كَانَ - ان الفاظ کا تعلق آیت ماقبل کے ابتدائی لفظ ولا تطع سے ہے۔ متعلق بقوله ولا تطع (مدارک) بعض نے یہ ترکیب بھی صحیح قرار دی ہے کہ ان کان کے قبل یکفر یا یجحد محذوف ہے اور ان کان اس سے متعلق اس صورت میں معنیٰ یہ ہونگے کہ وہ خبیث کفر و انکار اسی گھمنڈ میں اگر کرتا ہے کہ وہ دولتمند اور صاحب اولاد کثیر ہے۔ آیت اپنے عموم مفہوم کے لحاظ سے تو ہر خبیث و رذیل خصائل والے کافر معاند کے حق میں عام ہے لیکن شان نزول کی روایتوں میں ایک مخصوص و متعین شخص ولید بن مغیرہ کا نام بھی آیا ہے جو انہیں صفات کا حامل تھا۔ والمراد الولید بن المغیرۃ عند الجمھور (مدارک) حَلَّافٍ - ایسا شخص جو جھوٹی سچی قسمیں عادت کی بنا پر کھاتا رہتا ہو۔ قیل من یحلف باللہ کاذبًا (جصاص) کثیر الحلف بالباطل (معالم) کثیر الحلف فی الحق والباطل وکفی بہ مزجرۃ لمن اعتاد الحلف (کبیر) مَّهِيْنٍ - ایسا شخص جو اپنی کمینی حرکتوں کی بنا پر خالق و مخلوق دونوں کی نظر میں ذلیل و خوار اور ہر طرح بے وقعت و بے اعتبار ہو چکا ہو۔ هَمَّازٍ - ایسا شخص جو طنز و تعریض سے دل دکھاتا رہتا ہو۔ اَثِيْمٍ - یعنی فسق پیشہ ہے۔ الصفۃ السابعۃ کونہ اثیمًا وھو مبالغۃ فی الاثم (کبیر) بعد یہاں مع کے معنی میں ہے۔ ای مع ذلک (معالم) زَنِيْمٍ - ایسا شخص جو کسی قوم یا قبیلہ سے نہ ہو مگر اس کی جانب منسوب کر دیا گیا ہو۔ انما الزنیم فی لغۃ العرب ھو الدعی فی القول قالہ ابن جریر وغیر واحد من الائمۃ (ابن کثیر) ھو الدعی الملصق بالقوم ولیس منھم (معالم) ۵۹ یعنی اس کے کفر خبیثانہ کی پاداش میں اسکے چہرہ اور ناک کو داغدار کر دینگے۔ الْخُرْطُوْمِ - خرطوم ہاتھی کی سونڈ کو کہتے ہیں۔ انسان کی ناک یا چہرہ کے لئے اس کا استعمال محل ذم و تحقیر پر ہے۔ قال المبرد الخرطوم ھٰھنا الانف وانما ذکر ھذا اللفظ علیٰ سبیل الاستخفاف بہ (کبیر) والخرطوم انف الفیل فسمی انفہ خرطومًا استقباحًا لہ (راغب) سَنَسِمُهٗ - س - یعنی "عنقریب" کو حشر سے متعلق سمجھا گیا ہے۔ قال ابو العالیۃ ومجاہد ای نسود وجھہ فنجعل لہ علمًا فی الاٰخرۃ یعرف بہ (معالم) ومنھم من قال ھذا الوسم یحصل فی الاٰخرۃ (کبیر) بعض اقوال اس دنیا سے متعلق بھی ہیں۔ قال ابن عباس سنخطمہ بالسیف وقد فعل ذلک یوم بدر (معالم) ومنھم من قال یحصل فی الدنیا (کبیر) اور ممکن ہے کہ دنیا اور آخرت دونوں ہی عالم مراد ہوں کہ ایسے خبیث کو روسیاہی دونوں ہی جہانوں میں نصیب ہوتی ہے۔ قال ابو جعفر ابن جریر الی انہ لا مانع من اجتماع الجمیع علیہ فی الدنیا والاٰخرۃ وھو متجہ (ابن کثیر)

۶۰ (کہ دیکھیں کون ہماری نعمتوں کا شکر ادا کرتا ہے اور کون ناشکری کی راہ اختیار کرتا ہے) بَلَوْنٰهُمْ - هُمْ سے مراد مشرکین مکہ ہیں۔ خصوصًا ان کا خوش حال و خوش عیش طبقہ۔

سُوْرَۃُ الْقَلَمِ مَکِّیَّۃٌ وَّھِیَ اثْنَتَانِ وَخَمْسُوْنَ اٰیَۃً وَّفِیْھَا رُکُوْعَانِ

سورۂ قلم مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی باون آیتیں اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ نہایت مہربان بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا یَسْطُرُوْنَ ① مَآ اَنْتَ بِنِعْمَۃِ رَبِّکَ

نون، قسم ہے قلم کی اور اُس کی جو وہ (فرشتے) لکھتے ہیں ۱ کہ آپ اپنے پروردگار کے فضل سے

بِمَجْنُوْنٍ ② وَاِنَّ لَکَ لَاَجْرًا غَیْرَ مَمْنُوْنٍ ③ وَاِنَّکَ

مجنون نہیں ہیں ۲ اور بیشک آپ کیلئے ایسا اجر ہے جو ختم ہونے والا نہیں ۳ اور بیشک آپ

لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ ④ فَسَتُبْصِرُ وَیُبْصِرُوْنَ ⑤ بِاَیِّکُمُ

اخلاق کے اعلیٰ مرتبہ پر ہیں ۴ عنقریب آپ بھی دیکھ لینگے اور یہ لوگ بھی دیکھ لینگے کہ تم میں سے

الْمَفْتُوْنُ ⑥ اِنَّ رَبَّکَ ھُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِیْلِہٖ

کس کو (واقعی) جنون تھا ۵ بیشک آپ کا پروردگار وہی خوب جانتا ہے اسکو جو اسکی راہ سے بھٹکا ہوا ہے

وَھُوَ اَعْلَمُ بِالْمُھْتَدِیْنَ ⑦ فَلَا تُطِعِ الْمُکَذِّبِیْنَ ⑧

اور وہی خوب جانتا ہے راہ پائے ہوؤں کو ۶ تو آپ تکذیب کرنے والوں کا کہنا نہ مانیے

وَدُّوْا لَوْ تُدْھِنُ فَیُدْھِنُوْنَ ⑨ وَلَا تُطِعْ کُلَّ حَلَّافٍ

یہ لوگ تو یہی چاہتے ہیں کہ آپ ڈھیلے پڑ جائیں تو یہ بھی ڈھیلے پڑ جائیں ۷ اور آپ ایسے شخص کا بھی

مَّھِیْنٍ ⑩ ھَمَّازٍ مَّشَّآءٍۢ بِنَمِیْمٍ ⑪ مَّنَّاعٍ لِّلْخَیْرِ مُعْتَدٍ

کہنا نہ مانئیگا جو بڑا قسمیں کھانیوالا ہے، ذلیل ہے طعنہ باز ہے چلتا پھرتا چغلخور ہے نیک کام کر رکنے والا ہے حد سے گزرنے والا ہے

منزل ۷

۱ (نامۂ اعمال میں) ن۔ حروف مقطعات میں سے ہے۔ اور مقطعات کے لئے ملاحظہ ہو شروع سورۃ البقرۃ میں الٓمٓ پر حاشیہ صحیح معنی اللہ ہی کو معلوم ہیں۔ محققین سے دوات کے معنی منقول ہیں۔ عن الحسن والقتادۃ قالا ھی الدواۃ (ابن کثیر) عن ابن عباس ان اللہ خلق النون وھی الدواۃ (ابن جریر) وقال الحسن وقتادۃ والضحاک النون الدواۃ (معالم)

وَالْقَلَمِ۔ یہ قلم وہی ہے جس سے تمام خلق کی تقدیریں لوح محفوظ میں لکھ دیگئی ہیں۔
وَمَا یَسْطُرُوْنَ۔ فعل کے فاعل کاتب اعمال فرشتے ہیں۔ اے ما یسطرہ الحفظۃ (مدارک) اے ما تکتب الملٰئکۃ الحفظۃ من اعمال بنی آدم (معالم) یہ بھی کہا گیا ہے کہ مراد کاتبان لوح محفوظ سے ہے۔ وقال اٰخرون بل المراد ھٰھنا بالقلم الذی اجراہ اللہ بالقدر حین کتب مقادیر الخلائق قبل ان یخلق السمٰوٰت والارضین (ابن کثیر) ۲ (جیسا کہ ان دشمنان دین و دشمنان عقل نے ٹھہرا لیا ہے بلکہ سب ہوشمندوں سے بڑھ کر ہوشمند اور دانا ترین ہیں) قسم کے مفہوم کے لئے ملاحظہ ہو پارہ ۱۲ کے آخر میں ضمیمہ "اقسام قرآن" پر۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ کاتب قدرت کے لئے قلم اور روشنائی اور خود کتبات لوح کی گواہی یہی ہے جو آگے کی آیتوں میں آرہی ہے ـــــــ آپؐ کے کمال دانائی کی شہادت تو سارے ہی صحائف تکوینی پیش کرینگے۔ کسی معاصر احمق و جاہل کی تکذیب و تعریض سے ہوتا کیا ہے۔
۳ (اس لئے آپ ان مطاعن کو چندے صبر کے ساتھ برداشت کر لیجیے) لاجرًا۔ یہ اجر بے نہایت ادائے فرائض نبوت پر ملیگا۔ ۴ اور وہ بھی اس مرتبہ پر کہ آپؐ کی سیرت تو نظیر اور نمونہ کا کام دے گی زندگی کے ہر ہر شعبہ میں اور وہ بھی کسی ایک قوم، کسی ایک زمانہ کے لئے نہیں، ہر ملک، ہر قوم، ہر زمانہ کے لئے ایسی عدیم النظیر سیرت والے کی جانب جنون کی نسبت دینا خود اپنے پاگل پن کا ڈھنڈورا پیٹنا ہے۔ ۵ محمد رسول اللہ کو جن کا نام رہتی دنیا تک مشہور سے مشہور تر ہی ہوتا چلا جائیگا؟ یا ابوجہل اور ابولہب اور عناد و مخالفت کے دوسرے بڑے بڑے لیڈروں کو؟ فَسَتُبْصِرُ۔ یہ علم عنقریب ہو کر رہیگا۔ دنیا میں پوری طرح اور آخرت میں تو اس سے بھی زیادہ روشن ہو کر۔ بِاَیِّکُمُ۔ ب زائد ہے اور مراد اَیُّکُمْ ہے یعنی تم میں سے کون۔ وقال اٰخرون الباء فیہ زائدۃ معناہ ایکم المفتون (معالم) انما دخلت الباء فی قولہ بایکم یقول علی تضمین العقل فی قولہ فستبصر و یبصرون (ابن کثیر) وھو قول الاخفش وابی عبید ۃ وابن قتیبۃ ان الباء صلۃ زائدۃ والمعنی اَیُّکُمُ المفتون (کبیر) ۶ (اس لئے فیصلہ اسی پر چھوڑے رہیے اس کے احاطۂ علم سے کوئی بھی باہر نہیں وہی ہر ایک کو جزا و سزا بھی اس کے مناسب حال دے لیگا) ۷ یعنی اُن کی تو عین تمنا ہی یہ ہے کہ آپ اپنے فرائض تبلیغ میں ڈھیلے پڑ جائیں تو یہ بھی اپنی شدت مخالفت و عناد میں ڈھیلے پڑیں۔ لیکن آپؐ اُن کے کہے میں ہرگز نہ آئیگا۔ جیسا کہ اب تک بھی نہیں آئے ہیں۔ کہاں آپ سرتاسر حق پر اور کہاں وہ سرتاسر باطل پر!

قُلْ هُوَ الَّذِیْ ذَرَاَكُمْ فِی الْاَرْضِ وَاِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۲۴﴾
آپ کہدیجئے کہ اللہ وہی ہے جس نے تمہیں زمین پر پھیلایا اور تم اُس کے پاس اکٹھے کئے جاؤ گے ف۱۹
وَیَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۲۵﴾ قُلْ
اور یہ لوگ پوچھتے ہیں کہ یہ وعدہ کب (پورا) ہوگا اگر تم سچے ہو ف۲۰ آپ کہدیجئے
اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ۪ وَاِنَّمَاۤ اَنَا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۲۶﴾ فَلَمَّا
کہ (متعین) علم تو بس اللہ ہی کو ہے، اور میں تو بس ایک کھلا ہوا ڈرانیوالا ہوں ف۲۱ پھر جب وہ
رَاَوْهُ زُلْفَةً سِیْٓـَٔتْ وُجُوْهُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَقِیْلَ هٰذَا
اس (قیامت) کو پاس آتا دیکھ لینگے تو کافروں کے چہرے بگڑ جائینگے اور اُن سے کہا جائیگا
الَّذِیْ كُنْتُمْ بِهٖ تَدَّعُوْنَ ﴿۲۷﴾ قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ اَهْلَكَنِیَ
یہی ہے وہ جسے تم طلب کیا کرتے تھے ف۲۲ آپ کہیئے کہ اچھا یہ بتلاؤ اگر اللہ مجھے اور
اللّٰهُ وَمَنْ مَّعِیَ اَوْ رَحِمَنَا ۙ فَمَنْ یُّجِیْرُ الْكٰفِرِیْنَ مِنْ
میرے ساتھ والوں کو ہلاک کردے یا ہم پر رحمت کردے تو کافروں کو عذاب دردناک سے کون
عَذَابٍ اَلِیْمٍ ﴿۲۸﴾ قُلْ هُوَ الرَّحْمٰنُ اٰمَنَّا بِهٖ وَعَلَیْهِ تَوَكَّلْنَا ۚ
بچا لے گا؟ ف۲۳ آپ کہئے وہی خدائے رحمٰن ہے ہم اس پر ایمان لائے اور اسی پر ہم توکل
فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۲۹﴾ قُلْ اَرَءَیْتُمْ
کرتے ہیں، سو عنقریب تمہیں معلوم ہو جائیگا کہ کھلی ہوئی گمراہی میں کون ہے ف۲۴ آپ کہیئے کہ اچھا یہ بتلاؤ
اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ یَّاْتِیْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِیْنٍ ﴿۳۰﴾
کہ اگر تمہارا پانی نیچے کو غائب ہی ہو جائے تو کون ہے جو تمہارے پاس سوت کا پانی لے آئے؟ ف۲۵

ع ۲ ۲

ف۱۹ تمہیں چلنا اُس کے قانون پر ہے جو انفرادی اور اجتماعی ہر قسم کی نعمتوں کا جامع اور مالک ہے۔ قُلْ هُوَ الَّذِیْۤ اَنْشَاَكُمْ الخ۔ اس آیت میں خطاب افراد انسانی سے ہے۔ قُلْ هُوَ الَّذِیْ ذَرَاَكُمْ الخ۔ اس آیت میں خطاب اجتماع انسانی سے ہے۔

ف۲۰ (اے مسلمانو!) منکرین حشر اہل ایمان سے یہ سوال طنز و استہزاء کی راہ سے کیا کرتے تھے۔

ف۲۱ (اور عبد محض، مجھے غیب کی کیا خبر۔ قیامت کا واقع کر دینا نہ میرے اختیار میں نہ اُس کا وقت میرے علم میں) مشرکوں کے سوال پیمبر سے اپنے عقیدہ میں بس وہی حلول و مظہریت کا اعتقاد رکھتے تھے۔

ف۲۲ یہ کہنے والے فرشتے ہونگے اور یہ اہل جہنم سے ان کی مزید توبیخ اور زیادہ دل جلانے کے لئے کہا جائیگا۔ راوہ۔ ضمیرہ اسی یوم موعود کی جانب ہے۔ اے الوعد یعنی العذاب الموعود (مدارک) ای العذاب فی الآخرۃ علی قول اکثر المفسرین (معالم) سِیْٓـَٔتْ وُجُوْهُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا۔ یعنی جب قیامت واقعۃً آنے لگیگی تو منکرین کے چہرے فرط ہیبت و دہشت سے بگڑ کر رہ جائینگے۔

ف۲۳ مقصد یہ ہے کہ ہم پر دنیا میں جو گزرنی ہے وہ تو گذر کر رہیگی۔ اور کامیابی ہو یا ناکامی، ہر حالت میں اس کا انجام مؤمنین کے حق میں اچھا ہی ہے۔ تم اپنی خبر لو، اور اپنے لئے فکر کرو، کہ تمہارے کفر و انکار کا انجام کیا ہوتا ہے۔ اِنْ ..... مَّعِیَ۔ یعنی اگر تمہاری آرزو اور تمہارے گمان کے مطابق میری اور میرے ساتھیوں کی ہلاکت بھی ہو جائے۔ اَوْ رَحِمَنَا۔ یعنی اگر وعدۂ الٰہی اور ہماری امید کے مطابق ہم پر نزول رحمت ہی رہے۔

ف۲۴ یعنی جب اپنے کو مبتلائے عذاب اور ہمیں اس سے محفوظ دیکھ لوگے جب تو عیاناً جان لوگے کہ ضلالت کی راہ تمہاری ہی تھی۔ اٰمَنَّا بِهٖ۔ اور ایمان کی برکت ان شاء اللہ ہم کو عذاب آخرت سے محفوظ کر دیگی۔ وَعَلَیْهِ تَوَكَّلْنَا۔ اور توکل کی برکت ان شاء اللہ حوادث دنیوی کو دفع یا سہل کر دیگی۔

ف۲۵ (پس جب حق تعالیٰ کے مقابلہ میں معمولی طبعی واقعات میں کسی کو تصرف کی قدرت نہیں تو عذاب آخرت سے بچانے کی کس کی مجال ہو سکتی ہے۔

الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ⑱ اَوَلَمْ يَرَوْا
گذرے ہیں انہوں نے بھی تو جھٹلایا تھا، سو میرا عذاب کیسا (اُن پر واقع) ہوا؟ ۱۴ کیا ان لوگوں نے
اِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صٰٓفّٰتٍ وَّيَقْبِضْنَ ؕۘ مَا يُمْسِكُهُنَّ
اپنے اوپر پرندوں پر نظر نہیں کی کہ پر پھیلائے ہوئے ہیں اور سمیٹ بھی لیتے ہیں انہیں کوئی اور نہیں تھامے
اِلَّا الرَّحْمٰنُ ؕ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَیْءٍۢ بَصِيْرٌ ⑲ اَمَّنْ هٰذَا
رہتا ہے بجز خدائے رحمٰن کے، وہی ہر چیز کو خوب دیکھے بھالے ہوئے ہے ۱۵ بھلا خدا کے
الَّذِیْ هُوَ جُنْدٌ لَّكُمْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ ؕ
رحمٰن کے سوا — وہ کون ہے — جو تمہارا لشکر بن کر تمہاری نصرت کر سکے؟
اِنِ الْكٰفِرُوْنَ اِلَّا فِیْ غُرُوْرٍ ۚ⑳ اَمَّنْ هٰذَا الَّذِیْ يَرْزُقُكُمْ
کافر تو بڑے دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں ۱۶ بھلا وہ کون ہے جو تمہیں روزی پہنچا سکے
اِنْ اَمْسَكَ رِزْقَهٗ ۚ بَلْ لَّجُّوْا فِیْ عُتُوٍّ وَّنُفُوْرٍ ㉑
اگر اللہ اپنی روزی بند کر لے؟ اصل یہ ہے کہ یہ لوگ جمے ہی ہوئے سرکشی اور نفرت میں ہیں ۱۷
اَفَمَنْ يَّمْشِیْ مُكِبًّا عَلٰى وَجْهِهٖۤ اَهْدٰۤى اَمَّنْ يَّمْشِیْ
سو کیا جو شخص اپنے منہ کے بل گرتا ہوا چل رہا ہو کیا وہ بہتر رہرو ہوگا یا وہ جو سیدھا ایک ہموار
سَوِيًّا عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ㉒ قُلْ هُوَ الَّذِیْۤ اَنْشَاَكُمْ وَ
سڑک پر چلا جا رہا ہو؟ ۱۸ آپ کہہ دیجئے کہ اللہ وہی ہے جس نے تمہیں
جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ㉓
پیدا کیا اور تمہیں کان اور آنکھیں اور دل دیئے (مگر) تم لوگ بہت ہی کم شکر کرتے ہو

وقف لازم اختلاف
وقف غفران
وقف منزل

۱۴ اگر ماضی سے ہونے ہی اُس عذاب کے تلاش کرنے ہیں تو تاریخ و سیر کے صفحات کا مطالعہ کر لیں کہ کیسی کیسی پرقوت قومیں اور اُمتیں سرکشی کی پاداش میں ہلاک ہو چکی ہیں۔

۱۵ (اور جس میں جو تصرّف چاہے، اپنے حسب مرضی و مشیت کرتا رہتا ہے) پرندوں کی قوتِ پرواز، اُن کا وہ ہوا کی موجوں کو چیرتے ہوئے جانا، اُن کا وہ اتنی بلندیوں پر اپنے جسم کا توازن قائم رکھنا، یہ سب انسان کے لئے کیسے حیرت انگیز مشاہدات ہیں اور ان سے کیسا سبق حق تعالیٰ کی صناعی کا ملتا ہے۔

۱۶ اور کافر تو وہی ہیں جو خدائے واحد کے بجائے اِدھر اُدھر کے سہاروں اور آسروں میں اُلجھے رہتے ہیں) اَمَّنْ ..... الرَّحْمٰن۔ مثال دفع مضرت کی ہے۔ بتایا ہے کہ اس پر بجز خدائے رحمٰن کے کوئی قادر نہیں۔

۱۷ اور بلا کسی شائبۂ دلیل کے کفر و شرک میں مبتلا ہیں) اَمَّنْ ..... رِزْقَهٗ۔ مثال ایصال نفع کی ہے کہ اُس پر بھی بجز خدائے رحمٰن کے کوئی قادر نہیں۔

۱۸ آیت کے اندر پہلی مثال کافر کی ہے، اور دوسری مثال مومن کی۔ اَفَمَنْ يَّمْشِیْ ..... وَجْهِهٖ۔ کافر کا راستہ ہی زیغ و ضلالت کا ہوتا ہے، اور وہ سر کے بل گرتا ہی جاتا ہے، ہلاکتوں میں اُس کا نقطۂ نظر ہی کائنات کی ہر شے سے متعلق اوندھا ہوتا ہے۔ اَمَّنْ ..... مُسْتَقِيْم۔ مومن سیدھے قد کے ساتھ تنا ہوا چلتا ہے۔ افراط و تفریط کے غاروں گڑھوں سے بچتا ہوا۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ
بیشک جو لوگ اپنے پروردگار سے بے دیکھے ڈرتے ہیں اُن کے لئے مغفرت
وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ﴿١٢﴾ وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ ؕ اِنَّهٗ
اور اجر عظیم ہے ۹ اور تم لوگ (خواہ) چھپا کر کہو یا پکار کر کہو وہ
عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿١٣﴾ اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ؕ
دلوں تک کی باتوں سے خوب آگاہ ہے کیا وہی آگاہ نہ ہوگا جس نے پیدا کیا ہے؟
ع ١ ١٤ ١ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ﴿١٤﴾ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ
وہ تو بڑا ہی) باریک بین اور (پورا) باخبر ہے ۱۰ وہ وہی ہے جس نے زمین کو تمہارے لئے
الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِيْ مَنَاكِبِهَا وَكُلُوْا مِنْ
مسخر کردیا سو تم اُس کے راستوں میں چلو پھرو اور اللہ کی (دی ہوئی)
رِّزْقِهٖ ؕ وَاِلَيْهِ النُّشُوْرُ ﴿١٥﴾ ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ
روزی میں سے کھاؤ پیو اور اسی کے پاس زندہ ہوکر جانا ہے ۱۱، کیا تم اس سے نڈر ہوگئے ہو کہ جو آسمان میں
اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ فَاِذَا هِيَ تَمُوْرُ ﴿١٦﴾ اَمْ
ہے، وہ کہیں تم کو زمین میں دھنسا نہ دے اور وہ تھر تھرانے لگے؟ ۱۲ کیا
اَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ اَنْ يُّرْسِلَ عَلَيْكُمْ
تم اس سے نڈر ہوگئے ہو کہ جو آسمان میں ہے وہ تمہارے اُوپر ہوائے تند
حَاصِبًا ؕ فَسَتَعْلَمُوْنَ كَيْفَ نَذِيْرِ ﴿١٧﴾ وَلَقَدْ كَذَّبَ
بھیجدے؟ سو عنقریب تمہیں معلوم ہو جائیگا کہ میرا ڈرانا کیسا تھا؟ ۱۳ اور ان سے پہلے جو لوگ

۹ (جس کا ظہور کامل آخرت میں ہوگا) يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ۔ یہی خشیتِ الٰہی ہی تو ہے جو انہیں ایمان و طاعت کی طرف لاتی ہے۔ بِالْغَيْبِ۔ ایمان بالغیب کی طرح یہ خشیت بالغیب کی بھی تصریح اس امر کو ظاہر کردیتی ہے کہ کسی کا مرتبہ ایمان و خشیت جس درجہ کا بھی ہو، بہرحال کوئی نہ کوئی درجۂ غیب ان کے لئے بھی باقی رہے گا۔ یہ شہود کامل اس عالمِ ناسوت میں بشر کے لئے ممکن نہیں۔

۱۰ ان مشرک جاہلی قوموں کی حماقت پر تعریض ہے جو ایک طرف خدا کو خدا بھی مانے جاتے ہیں اور دوسری طرف اس کے علم کو ناقص اور جزئیات پر غیر حاوی بھی تسلیم کرتے ہیں! اللَّطِيْفُ۔ لطیف۔ سے مُراد ہے بڑی بڑی نازک و دقیق حکمتوں اور تدبیروں والا۔ يقدرن تدبيرات وفيهم (كبير)

۱۱ بندوں کو ترغیب ہے کہ زمین سے جو چاہو کام لو، جس طرح چاہو رہو سہو، بس صرف اتنا یاد رہے کہ تم بندے ہو، خدا نہیں ہو، خود مختار و مطلق العنان نہیں ہو، خدا کے قانون کے محکوم و پابند ہو اور اسی کے سامنے اپنے ہر عمل کے جوابدہ ہو۔ مِنْ رِّزْقِهٖ۔ یاد دلادیا کہ جو کچھ تمہیں کھانے پینے کو مل رہا ہے یہ سب حق تعالیٰ کا ہی عطیہ تو ہے۔ هُوَ ...... ذَلُوْلًا۔ یہ ارشاد ہوا کہ زمین میں تمہارے لئے ہر قسم کے تصرفات کی اہلیت رکھدی گئی ہے، تم تو خود اس پر حاکم و متصرف ہو، اُلٹے اسی کو دیوی سمجھ لینا کیسی حماقت ہے۔

۱۲ یعنی کیا تم نے اپنے کو عذاب الٰہی کی گرفت سے محفوظ و مصئون سمجھ لیا ہے؟ اگر ایسا ہے تو یہ مجرمانہ غفلت کی انتہا ہے۔ مَنْ فِي السَّمَآءِ۔ سے یہ مراد تو ہو ہی نہیں سکتی کہ وہ آسمان پر کہیں بیٹھا ہوا ہے۔ هذه الآية ليس اجراءها على ظاهرها باتفاق المسلمين (كبير) مراد وہ ذات اعظم ہے جس کا حکم و تصرف آسمان پر چل رہا ہے۔ تقريرالآية من في السماء سلطانه وملكه وقدرته والغرض من ذكر السماء تفخيم سلطان الله وتعظيم قدرته كبيرها من ملكوته في السماء لانها مسكن ملائكته ومنها تنزل قضاياه وكتبه واوامره ونواهيه (مدارک) بعض نے مَنْ فِي السَّمَآءِ سے مراد آسمانی ملائکۂ عذاب سے لی ہے۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ السماء کا لفظ محض جہت علو اور غایت شرف کے اظہار کے لئے ہو۔

۱۳ یعنی کیسا صحیح، کتنا مطابقِ واقعہ اور کتنا شدید! فَسَتَعْلَمُوْنَ۔ س سے مراد ہے کہ موت کے ساتھ ہی مَنْ فِي السَّمَآءِ پر حاشیہ ابھی اوپر گذر چکا۔

وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ وَاَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ

اور ہم نے ان کو شیطانوں کے مارنے کا ذریعہ بھی بنایا ہے اور ہم نے اُن کیلئے دوزخ کا عذاب بھی

السَّعِيْرِ ۝٥ وَلِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ ۭ

تیار کر رکھا ہے ۵ اور جو لوگ اپنے پروردگار سے کفر کرتے ہیں اُن کے لئے دوزخ کا عذاب ہے

وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝٦ اِذَآ اُلْقُوْا فِيْهَا سَمِعُوْا لَهَا شَهِيْقًا

اور وہ (بہت ہی) بُرا ٹھکانا ہے اُس میں جب یہ لوگ ڈالے جائینگے تو اُسکی (بڑی) زور کی گرج

وَّهِىَ تَفُوْرُ ۝٧ تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ ۭ كُلَّمَآ اُلْقِيَ

سُنینگے اور وہ اس طرح جوش مار رہی ہوگی کہ گویا ابھی غصہ سے پھٹنے کو ہے، جب جب اُس کے

فِيْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ ۝٨

اندر کوئی گروہ (کافروں کا) ڈالا جائیگا تو اسکے محافظ اُن لوگوں سے پوچھینگے کیا تمہارے پاس کوئی ڈرانیوالا نہیں آیا تھا ۶

قَالُوْا بَلٰى قَدْ جَاۗءَنَا نَذِيْرٌ ڏ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا

وہ کہینگے کیوں نہیں، ضرور ہمارے پاس ڈرانیوالا آیا تھا، لیکن ہم نے اُس کو جھٹلایا اور کہا کہ خداوند نے

نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ښ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ كَبِيْرٍ ۝٩

کچھ بھی نازل نہیں کیا، تم خود ہی ایک بڑے خبط میں پڑے ہو ۷

وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْٓ اَصْحٰبِ

اور (یہ بھی) کہینگے کہ ہم اگر سُن لیتے یا عقل ہی سے کام لیتے تو ہم اہلِ دوزخ میں سے

السَّعِيْرِ ۝١٠ فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ ۚ فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ۝١١

نہ ہوتے ۸ غرض اپنے جرم کا اقرار کرینگے سو لعنت ہے اہلِ دوزخ پر

۵ شیطانوں کے لئے عذاب جہنم کا تیار رہنا ایک معلوم و معروف مسئلہ ہے۔ بِمَصَابِيْحَ۔ "مصابیح" سے مُراد ستاروں کا ہونا بالکل ظاہر ہے۔ ~~وھی الکواکب التی وضعت فیھا من السیارات والثوابت (ابن کثیر)~~ ۔۔۔۔۔۔۔ بِمَصَابِيْحَ۔ ستاروں سے ایک بڑی غرض آسمان دنیا کی زینت و آرائش ہے، یہ قرآن مجید میں پہلے بھی بیان ہو چکا ہے۔ ۔۔۔۔۔۔ لِّلشَّيٰطِيْنِ۔ ستاروں کے رجم شیاطین پر حاشیے پہلے گذر چکے۔ سورۃ الحجر (پ ۱۴) سورۃ الصافات (پ ۲۳) وغیرہ میں۔ آیت کے الفاظ سے یہ لازم نہیں آتا کہ بجنسہٖ کوئی ستارہ ہی شیطان کو پھینک مارا جاتا ہو، بلکہ جیسا صاحب تفسیر عزیزی نے لکھا ہے ممکن ہے کہ ملائکہ اجزاء ہوا اور بخارات کو ستاروں سے روشن کر کے شیطانوں پر مارتے ہوں۔ ۶ جس نے تم کو اس عذاب سے ڈرایا ہو؟) كُلَّمَا ۔۔۔۔۔۔ نَذِيْرٌ۔ دوزخ میں کافروں کے مختلف گروہ اپنے اپنے مرتبہ کفر کے لحاظ سے ڈالے جائینگے۔ یہ سوال ہر نئے گروہ سے ہوگا۔ فرشتوں کے سوال کا مطلب یہ ہوگا کہ یہ شدید عذاب تو ایسی چیز تھی کہ تمہیں اس کی خبر اگر بدرجۂ احتمال پہنچتی، جب بھی تمہیں اس سے اپنے کو بچانا واجب تھا تو کیا ایسے ہولناک انجام کی تمہیں سرے سے خبر ہی نہیں پہنچی تھی؟ تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ۔ یہ فقرہ جہنم کے جوش و خروش کی بے انتہا شدت ظاہر کرنے کو ہے۔ ۷ (کہ وحی اور نبوت اور آخرت وغیرہ کے ڈھکوسلوں میں پڑے ہوئے ہو) قَالُوْا ۔۔۔۔۔۔ نَذِيْرٌ۔ منکرین حشر اب دوزخ میں پہنچ کر اقبال کرینگے کہ منذرین کی آواز کانوں میں پڑنا کیسا، پوری کی پوری تعلیم ہم تک پہنچ چکی تھی، یہ شامت تو ہماری خود ہی تھی کہ ہم ڈھٹائی کے ساتھ پیمبروں کی تکذیب کرتے اور اُلٹا انہیں کو خبطی قرار دیتے رہے۔ اِنْ ۔۔۔۔ كَبِيْرٍ۔ آج ہمارے "روشن خیالوں" اور عقلیین کا جو فتوٰی اہل مذہب کے متعلق ہے، وہ کیا اس سے کچھ بہت مختلف ہے؟ ۸ منکرین اب اعتراف کرینگے کہ یہ توحید، رسالت و آخرت کے عقائد تو ایسے کھلے ہوئے اور عقلِ سلیم کے اس قدر مطابق تھے کہ ہم نے خود ہی اگر اپنی عقل و دماغ سے کام لیا ہوتا تو انہیں نتیجوں تک پہنچ جاتے، چہ جائیکہ جب راستباز متدین یقین دلانے والے اس کا یقین دلا رہے تھے ہماری شامت کی انتہا تھی کہ پھر بھی ہم انکار ہی پر تُلے رہے۔ لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ۔ نسمع سے مُراد دلیل سمعی اور طریق تقلید لی گئی ہے۔ اَوْ نَعْقِلُ۔ نعقل سے مُراد دلیل عقلی اور طریق تحقیق لی گئی ہے۔

ل ملکیت اور قدرت دونوں اسی ذات واحد کی کامل اور غیر مشترک ہیں ـــــــ کلمۂ ملک میں خود ہی یہ مفہوم آگیا تھا۔ آیت کے دوسرے جزء نے اور زیادہ تصریح و تاکید کر دی۔ بعض محققین سے یہ نکتہ بھی منقول ہے کہ بادشاہت اور حکومت عموماً محل موجود اور کیفیت حاضر تک محدود سمجھی جاتی ہے۔ قدرت اس کے مقابلہ میں عام و وسیع ہے تو آیت کے جزء ثانی نے یہ صاف کر دیا کہ صرف موجودات ہی کی بادشاہت و حکومت نہیں بلکہ سارے آئندہ ممکنات پر بھی حق تعالیٰ کی ملکیت اور قدرت اسی طرح وسیع ہے۔

بِيَدِهِ۔ ید کے لفظی معنی ہاتھ کے ہیں، لیکن یہاں مراد اس کے مجازی معنی قبضہ یا تصرف کا ہونا بالکل ظاہر ہے خود اردو میں بھی ایسے موقع پر "ہاتھ" سے مراد یہ جسمانی عضو نہیں، بلکہ قبضہ، اختیار، ملک، تصرف ہی ہوتی ہے۔ اور حکومت یا بادشاہت کسی بھی بادشاہ کے "ہاتھ" میں نہیں بلکہ ملک و تصرف ہی میں ہوتی ہے۔ اسلئے آیت میں یدٌ کے مجازی معنی حق تعالیٰ کے اعتبار سے نہیں، بلکہ الملك ہی کے لحاظ سے کرنا پڑے۔ الملك۔ ال استغراق کا ہے یعنی جو کچھ بھی ہے تصور میں آسکے یا نہ آسکے سب اسی کا مملوک و محکوم ہے۔ ملک و قدرت ان دونوں صفات میں مشرک قوموں کو بڑی ٹھوکریں لگی تھیں، قرآن مجید اسی لئے اس کثرت سے ان کا اثبات حق تعالیٰ کے حق میں کرتا ہے۔ ۲ اور اسی کے لحاظ سے آخرت میں جزا و سزا دیگا۔ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ۔ یہاں یہ بتا دیا کہ خود موت و زندگی بھی تمام دوسری ایجابی و سلبی مخلوقات کی طرح حق تعالیٰ کی مخلوق ہی ہیں۔ کوئی دیوی دیوتا نہیں، جیسا کہ بہت سی جاہلی قوموں نے سمجھ رکھا ہے۔ خَلَقَ الْمَوْتَ۔ موت عدم محض یا فقط سلب حیات کا نام نہیں، جیسا کہ بعض جاہلی فلاسفہ نے خیال کیا ہے، ایک مستقل وجودی مخلوق ہے۔ واستدل بهذه الاٰية من قال ان الموت امر وجودي لانه مخلوق (ابن کثیر) والموت على ما ذهب اليه الكثيرون من اهل السنة صفة وجودية تضاد الحيوة (روح) قال اصحابنا انه صفة وجودية مضادة للحياة (کبیر) یہود کا ایک عقیدہ یہ بھی تھا کہ صرف حیات حق تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی ہے باقی موت تو شیطان نے نافرمانی کر کے پیدا کرادی ہے۔ آیت سے اس اعتقاد کی تصحیح بھی مدنظر ہے۔ ملاحظہ ہو تفسیر انگریزی۔ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ۔ حیات۔ کا محل عمل یا ظرف عمل ہونا تو بالکل ظاہر ہی ہے۔ یہ مہلت اور موقع اگر نہ حاصل ہو تو انسان اچھا برا عمل کرے ہی کس وقت۔ اور موت حُسن عمل کیلئے بمنزلۂ شرط ہے۔ موت کے مشاہدہ سے دنیا کے فانی ہونے کا۔ اور آخرت کے اعتقاد سے وہاں کے اجر کا اگر یقین نہ ہو تو انسان حُسنِ عمل کیلئے کوشش ہی کیوں کرے۔ ۳ (جس کو چاہے بلا معاوضہ اور بلا کفارہ معاف کر دے اور جس حُسنِ عمل پر جتنا چاہے اجر دے ڈالے) الْعَزِيْزُ ہر جزا و سزا پر قادر۔ عقاب و ثواب دونوں اسکے اختیار میں۔ ۴ (اے مخاطب!) آیت سے مقصود آسمانوں کی تعداد یا ہیئت یا جمود وغیرہ کا بیان کرنا نہیں بلکہ مقصود حق تعالیٰ، فاطر کائنات کے کمال صناعی و صنعت گری کا اظہار ہے۔ آسمان، اس کی ماہیت و حقیقت جو کچھ بھی ہو۔ بہر حال حُسن صنعت کا بہترین و کامل ترین نمونہ ہے، ہر عیب، ہر نقص سے پاک، تو جب اس مخلوق اعظم کا یہ حال ہے تو اور ساری مخلوق اس سے تو فروتر ہی ہے۔ ان کا اتنا مرتب و محفوظ و حسین و جمیل رکھنا اس کے لئے کیا دشوار ہے۔ آیت منکرین صنعت باری کے لئے ایک چیلنج ہے کہ ہر مخلوق کو چھان بین کر کے خوب غور سے دیکھ لیں کسی میں کوئی بات خلاف حکمت نہ پائینگے۔

سُوْرَةُ الْمُلْكِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ ثَلٰثُوْنَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورۂ ملک مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی تیس ۳۰ آیتیں ہیں اور دو رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ نہایت مہربان بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ

بڑا عالی شان ہے وہ اللہ جسکے ہاتھ میں (ساری) حکومت ہے، اور وہی ہر چیز پر

قَدِيْرُ ۝١ الَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ

قادر ہے ۱ وہ وہی ہے جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ تمہیں آزمائے کہ

اَحْسَنُ عَمَلًا ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ ۝٢ الَّذِيْ خَلَقَ

عمل میں کون بہتر ہے ۲ اور وہ بڑا زبردست ہے، بڑا مغفرت والا ہے ۳ جس نے

سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ۭ مَا تَرٰى فِيْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ

سات آسمان تہ بہ تہ پیدا کر دیئے تو (خدائے) رحمٰن کی صنعت میں کوئی فتور

مِنْ تَفٰوُتٍ ۭ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ ۝٣

نہ دیکھے گا ۴ سو تو پھر نگاہ ڈال کر دیکھ لے کہیں تجھکو کوئی خلل نظر آتا ہے؟

ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا

پھر بار بار نگاہ ڈال کر دیکھ نگاہ (ہی آخر) ذلیل (و) درماندہ ہو کر تیری طرف

وَّهُوَ حَسِيْرٌ ۝٤ وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَاۗءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ

لوٹ آئے گی ۵ ہم نے بیشک قریب کے آسمان کو چراغوں سے آراستہ کر رکھا ہے

فَارْجِعِ الْبَصَرَ۔ محققین نے کہا ہے کہ یہ پہلی نظر عوام کی ہے جو صرف وجود اور حسن ظاہر دیکھ کر کمال صانع کے قائل ہو جاتے ہیں۔ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ۔ اہل نظر نے کہا ہے کہ یہ دوسری نظر اہل نظر و اہل حکمت کی ہے جو ہر ہر مخلوق کے مصالح کو دیکھ کر سمجھ لیتے ہیں کہ جو نظم تکوینی موجود ہے اس سے بہتر ہونا محال تھا اور اس پر مجال حرف گیری نہیں۔ يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ۔ عارفین نے کہا ہے کہ یہ تیسری نظر خواص اہل تمکین کی ہے جو اپنی نظر سے خود نادم ہو کر اپنے عجز و جہل کے معترف ہوتے ہیں۔ فَارْجِعِ الْبَصَرَ۔ امر فارجع تکلیفی و تشریعی نہیں تعجیزی ہے یعنی تم دیکھ لو، تجربہ کر لو، آخر خود ہی تھک جاؤ گے۔ كَرَّتَيْنِ۔ صیغہ تثنیہ یہاں محض اظہار تعدد کے لئے ہے دو کا متعین عدد مراد نہیں۔ والمراد بالتثنية التكرير والتكثير كما في لبيك وسعديك (معالم)

عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ
دو بندوں کے نکاح میں تھیں، لیکن انہوں نے اُنکے حق ضائع کئے، تو وہ دونوں نیک بندے اللہ کے مقابلہ

اللّٰهِ شَيْـًٔا وَّقِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ ۱۰
میں اُنکے ذرا کام نہ آسکے اور دونوں عورتوں کو حکم ملا کہ تم بھی دوزخ میں داخل ہو اور داخل ہونے والوں کے ساتھ ۱۸

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ
اور اللہ اُن لوگوں کے لئے جو مومن ہیں مثال بیان کرتا ہے ۱۸ فرعون کی بیوی

فِرْعَوْنَ ۘ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي
کی، جبکہ انہوں نے دعا کی کہ اے پروردگار میرے واسطے جنت میں اپنے قرب میں

وقف لازم

الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِيْ
مکان بنادے، اور مجھ کو فرعون اور اُس کے عمل (کے اثر) سے بچادے اور مجھے

مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۱۱ ۙ وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ
ظالم لوگوں سے بھی بچادے ۱۹ اور (دوسری مثال بیان کرتا ہے) مریم بنت عمران

الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا
کی جنہوں نے اپنے ناموس کو محفوظ رکھا، تو ہم نے اُن (کے چاک گریبان) میں اپنی روح

وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ وَكَانَتْ
پھونک دی، اور انہوں نے اپنے پروردگار کے پیاموں کی اور اسکی کتابوں کی تصدیق کی ۲۰ اور وہ

مِنَ الْقٰنِتِيْنَ ۱۲
اطاعت کرنیوالوں میں سے تھیں ۲۱

ع ۲ ۵

۱۷ (اپنے کفر کی پاداش میں) اِمْرَاَتَ نُوْحٍ۔ حضرت نوحؑ کا ذکر تو بار بار اور آپؑ کے نافرمان لڑکے کا ذکر ایک بار پہلے گذر چکا ہے۔ اب یہ معلوم ہوا کہ آپؑ کی رفیقِ حیات بھی مومن نہیں بلکہ کافرہ تھی۔ اِمْرَاَتَ لُوْطٍ۔ حضرت لوطؑ پر حاشیے کئی بار گذر چکے۔ آپؑ کی ان کافر بیوی کا ذکر بھی دو بار سورۃ الاعراف (پ ۸) اور سورۃ ہود (پ ۱۲) میں آچکا ہے۔ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ۔ یعنی وہی حضرت نوحؑ اور حضرت لوطؑ ——— پیمبر تک حق تعالیٰ کی نظر میں صرف "عبد صالح"! نہ اوتار، نہ مظہرِ خدا، نہ سایۂ خدا! تَحْتَ عَبْدَيْنِ۔ لفظ تحت سے صاف اشارہ اس طرف ہوگیا کہ بیوی شوہر کی ماتحت ہی ہوتی ہے۔ فَخَانَتٰهُمَا۔ سب سے بڑا حق یہی ضائع کیا کہ اپنے اپنے شوہروں کی نہ نبوت کی تصدیق کی، نہ اُن پر ایمان لائیں۔ قِيْلَ ...... الدّٰخِلِيْنَ۔ یعنی جس طرح اور سارے کافر دوزخ میں جھونکے جاتے ہیں، تم بھی وہیں چلو مرو، تم میں اور عام کافروں میں کوئی امتیاز روا نہیں رکھا جائیگا۔ ۱۸ (یہ ظاہر کرنے کو کہ اپنا ایمان اور اپنی صالحیت بالکل کافی ہیں۔ اور جب یہ موجود ہوں، تو پھر کسی غیر مؤمن سے مادی تلبث یا انتساب راہ فلاح میں ہرگز حائل نہیں ہوسکتا) ۱۹ یعنی ان کافروں کے شر سے، اور ان کے ضررِ حسی اور معنوی سے۔ اِمْرَاَتَ فِرْعَوْنَ۔ فرعون موسوی پر حاشیے بار بار گذر چکے۔ زوجۂ فرعون سے مراد حضرت بی بی آسیہ ہیں، جنہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو شیر خوارگی کے زمانہ میں دریائے نیل سے نکال کر اُن کی پرورش کی تھی۔ حاشیہ اُن پر بھی گذر چکا۔ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ۔ یعنی اے پروردگار، کہیں فرعون اور اُس کے اعمالِ کفر کا وبال میرے اوپر نہ پڑنے لگے! آیت سے معلوم ہوا کہ ہر بلا و مصیبت سے اپنی نجات دنیوی و اُخروی کے لئے حق تعالیٰ سے دعا و مناجات کرتے رہنا سیرت صالحین میں سے ہے۔ وفیہ دلیل علی ان الاستعاذۃ باللہ والالتجاء الیہ ومسئلۃ الخلاص منہ عند المحن والنوازل من سیر الصالحین (مدارک)۔ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۔ ظالمین یہاں بھی کافرین کے مرادف ہے۔ ای الکافرین (معالم)۔ ۲۰ (یہ ظاہر کرنے کو، کہ جب اپنے میں ایمان وصالحیت موجود ہوں، تو پھر کسی صالح سے عدم تعلق و انتساب مضر نہیں) مَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ۔ حاشیے سورۂ آل عمران (پ ۳) اور سورۂ مریم (پ ۱۶) میں گذر چکے۔ فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا۔ یہ نفخ روح بواسطہ فرشتہ جبرئیلؑ کے ہوا تھا۔ اس نفخِ روح پر حاشیے سورۂ آل عمران (پ ۳) وغیرہ میں گذر چکے۔ فیہ ضمیر ہ جسم مریمؑ کی جانب بھی ہوسکتی ہے، اور گریبان مریمؑ کی جانب بھی، اور خود حمل مریمؑ کی جانب بھی۔ والضمیر فیہ للفرج وجوز فی ضمیر فیہ رجوعہ الی الحمل (روح)۔ رُّوْحِنَا۔ روح کی اضافت حق تعالیٰ نے اپنی جانب اُس کے اظہارِ عظمت کے لئے کی ہے۔ والاضافۃ للتشریف والمراد من روح خلقناہ بلا توسط اصل (روح)۔ صَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ۔ یہ تصریح آپؑ کے ایمان اور عقائد کی ہوئی ——— آپؑ مؤمنہ و عارفہ اور اُس وقت تک کی کتب آسمانی (توریت وغیرہ) کی تصدیق کرنے والی تھیں۔ نعوذ باللہ خود کسی معنی میں مدعیٔ الوہیت یا شریک الوہیت نہ تھیں ——— پوری تردید مسیحیوں کے غلو کی ہوگئی۔ ۲۱ وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ۔ یہ تصریح آپؑ کے حسنِ اعمال کی ہوئی ——— آپ نعوذ باللہ کسی طرح کی بدکار نہ تھیں۔ یہ پوری تردید یہود کے ناپاک افتراؤں اور گندے الزاموں کی ہوگئی۔ صَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا۔ کلمات رب سے مراد شرائع الٰہی بھی لی گئی ہیں۔ یعنی مریم صدیقہ نے عملاً بھی تمام حقائق دین کی تصدیق کی۔ وقال ابو علی الفارسی الکلمات الشرائع التی شرعہا لہا دون القول فکان المعنی صدقت الشرائع واخذت بہا (کبیر)

بحمد اللہ! آج جمعہ ۲۳ جنوری ۱۹۴۸ء (مطابق ۱۰ ربیع الاول ۱۳۶۷ھ) کو بعد نماز جمعہ اس اٹھائیسویں پارہ کی نظر ثانی سے فراغت پائی۔ نظر ثالث یوم شنبہ ۲۸ اکتوبر ۱۹۵۰ء، مطابق ۱۴ محرم الحرام ۱۳۷۰ھ کو ختم ہوئی۔

عَنۡكُمۡ سَيِّاٰتِكُمۡ وَيُدۡخِلَكُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِيۡ
تم سے دُور کردے اور تمہیں باغوں میں داخل کردے جن کے نیچے
مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُۙ يَوۡمَ لَا يُخۡزِى اللّٰهُ النَّبِىَّ وَ
نہریں پڑی بہ رہی ہیں (اُس دن) جس دن اللہ نہ نبی کو رسوا کریگا اور نہ
الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مَعَهٗ‌ۚ نُوۡرُهُمۡ يَسۡعٰى بَيۡنَ اَيۡدِيۡهِمۡ
اُن لوگوں کو جو اُن کے ساتھ ایمان لائے ہیں ۱۳؎ اُن کا نُور دَوڑ رہا ہوگا اُن کے سامنے
وَبِاَيۡمَانِهِمۡ يَقُوۡلُوۡنَ رَبَّنَاۤ اَتۡمِمۡ لَنَا نُوۡرَنَا وَ
اور اُن کے داہنے (اور) وہ کہتے جاتے ہونگے اے ہمارے پروردگار ہمارے لئے اس نور کو اخیر تک
اغۡفِرۡ لَنَا‌ ۚ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ‏ ۸ يٰۤاَيُّهَا
رکھیو اور ہماری مغفرت کریو، بیشک تُو تو ہر چیز پر قادر ہے ۱۴؎ اے
النَّبِىُّ جَاهِدِ الۡكُفَّارَ وَالۡمُنٰفِقِيۡنَ وَاغۡلُظۡ
نبی آپ جہاد کیجئے کافروں سے اور منافقوں سے اور اُن پر
عَلَيۡهِمۡ‌ؕ وَمَاۡوٰٮهُمۡ جَهَنَّمُ‌ؕ وَبِئۡسَ الۡمَصِيۡرُ‏ ۹
سختی کیجئے اُن کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ بُری جگہ ہے ۱۵؎
ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيۡنَ كَفَرُوا امۡرَاَتَ
اللہ اُن لوگوں کے لئے جو کافر ہیں مثال بیان کرتا ہے ۱۶؎ نوح کی بیوی
نُوۡحٍ وَّامۡرَاَتَ لُوۡطٍ‌ؕ كَانَـتَا تَحۡتَ عَبۡدَيۡنِ مِنۡ
اور لُوط کی بیوی کی وہ دونوں ہمارے (خاص) صالح بندوں میں سے

۱۳؎ محققین نے لکھا ہے کہ مقصود صرف مؤمنین کو اطمینان دلانا اور مژدۂ امن سنانا ہے، پیمبر کا ذکر اس سیاق میں تو محض تقویت اثبات کے لئے ہے یعنی جس طرح پیمبرؐ کا محفوظ رہنا یقینی ہے، مؤمنین اُمّت بھی اپنی محفوظیت یقینی سمجھیں۔ تَوْبَةً نَّصُوْحًا۔ سچی اور مخلصانہ توبہ کی علامت یہ ہے کہ ماضی پر دل سے اور کامل ندامت ہو، اور مستقبل میں بقدر امکان پورا عزم ترک معصیت کا ہو۔ [illegible] لَا يُخْزِى اللّٰهُ۔ خزی سے یہاں مُراد وہ رسوائی ہے جو کفر ہی کی جزا رہے۔ ۱۴؎ (تیرے لئے ہماری آرزوؤں کو پورا کرنا اب کیا مشکل ہے) نُوْرُهُمْ ..... بِاَيْمَانِهِمْ۔ یہ اس وقت ہوگا جب اہل ایمان پُل صراط سے گذر رہے ہونگے۔ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا۔ نہ ہو کہ ہمارا نور منافقین کی طرح راستہ ہی میں بجھ کر رہ جائے۔ يَقُوْلُوْنَ ..... قَدِيْرٌ۔ بعض علماء محققین نے عالم آخرت کی اس دعا سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ بندہ کی حاجتمندی اور عبودیت کسی حال اور کسی عالم میں بھی اس سے زائل نہ ہوگی۔ ۱۵؎ بلحاظ انجام آخرت دونوں کا ٹھکانہ ایک ہی ہے۔ جہنم دونوں کے لئے مشترک ہے۔ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ۔ نفس جہاد یا جہد شدید تو کافروں اور منافقوں دونوں کے حق میں عام ہے، البتہ یہ حسب موقع و مصلحت ہونا چاہیئے۔ کافروں کے مقابلہ میں تو یہ جہاد، قتال و غزاء کے معنی میں ہتھیاروں سے ہوگا۔ اور منافقین کے مقابلہ میں زبان سے۔ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ۔ سختی، مضبوطی، ثابت قدمی، کافروں اور منافقوں دونوں کے مقابلہ میں لازمی ہے۔ فیہ الدلالۃ علی وجوب الغلظۃ علی الفریقین من الکفار والمنافقین ونھی عن مفازتھم ومعاشرتھم (جصاص)۔ کہاں ہماری شریعت کے یہ احکام، اور کہاں ہمارا یہ عمل کہ ہر "ترقی یافتہ" و "مہذب" غیر مسلم کی وضع لباس، زبان، معاشرت کی تقلید پر ٹوٹے پڑتے ہیں، اور اس کو اپنے لئے باعث فخر و کمال خیال کر رہے ہیں! ۱۶؎ (یہ ظاہر کرنے کو کہ کسی صالح یہاں تک کہ پیمبر سے محض مادّی و طبعی تعلق و انتساب بلا ایمان اور اپنی سعیٔ اصلاح کے ہرگز کافی و مفید نہیں)

بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ ﴿۴﴾ عَسٰى رَبُّهٗٓ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ
مددگار ہیں ۵ (اور) اگر پیمبر تمہیں طلاق دے دیں تو اُن کا پروردگار

يُّبْدِلَهٗٓ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ
تمہارے عوض انہیں تم سے بہتر بیویاں دیدیگا، اسلام والیاں، ایمان والیاں، فرمانبرداری کرنیوالیاں

تٰٓئِبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓئِحٰتٍ ثَيِّبٰتٍ وَّاَبْكَارًا ﴿۵﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ
توبہ کرنیوالیاں، عبادت کرنیوالیاں، روزہ رکھنے والیاں، شوہر دیدہ بھی اور کنواریاں بھی ۹ اے

اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ
ایمان والو بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے گھروالوں کو آگ سے جس کا ایندھن انسان

وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ
اور پتھر ہیں ۱۰ اُس پر تُندخو بڑے مضبوط فرشتے (مقرر) ہیں وہ اللہ کی نافرمانی

اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ﴿۶﴾ يٰٓاَيُّهَا
نہیں کرتے کسی بات میں جو وہ اُنکو حکم دیتا ہے اور جو کچھ حکم دیا جاتا ہے اسے (فوراً) بجالاتے ہیں ۱۱ اے

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ ؕ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ
کافرو آج کچھ عذر معذرت مت کرو تمہیں سزا بس اسی کی مل رہی ہے

مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۷﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا ع ۱ / ۷ / ۱۹
جو تم کرتے رہے ہو ۱۲ اے ایمان والو، اللہ کے آگے

اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ؕ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ
سچی توبہ کرو عجب کیا کہ تمہارا پروردگار (اسی سے) تمہارے گناہ

۸ (تو ایسے شخص کو کسی کی سازشوں سے گزند کیا پہنچ سکتا ہے، نقصان جو کچھ ہوگا خود سازش کرنے والوں کا ہوگا) فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ - یہ حق تعالٰی کی رفاقت اپنے رسولؐ کے ساتھ تو حقیقی و اصلی ہے۔ وَجِبْرِيْلُ - یہ جبریلؑ کی رفاقت رسول اللہ کے ساتھ اس معنٰی میں ہے کہ وہی تو واسطۂ وحی و فیض حق تعالٰی اور رسولؐ کے درمیان ہیں۔ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ - مؤمنین صالحین کی رفاقت اس معنٰی میں ہے کہ وہ سب رسول ہی کے تو مطیع و مخلص و تابع ہیں۔ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ - عام فرشتوں کی رفاقت اس معنٰی میں ہے کہ تصرفات تکوینی سب انہیں کے واسطہ سے تو ہوتے ہیں۔ بَعْدَ ذٰلِكَ - جیسے اُردو محاورہ میں کہتے ہیں کہ "اس کے علاوہ"۔ یعنی حضرت حق اور جبرئیل اور مؤمنین صالحین تو ان رسول کے رفیق و شریک ہی ہیں، ان کے علاوہ عام فرشتے بھی اُن کی رفاقت و نصرت پر رہتے ہیں۔ ۹ (غرض سیرت کے اعتبار سے ہر طرح کامل و مکمل، تو ایسے مرد کو کیا پڑی ہے کہ خواہ مخواہ و چار و ناچار موجودہ ہی بیویوں کو غنیمت سمجھتا رہے۔ خَيْرًا مِّنْكُنَّ - اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اُس وقت بھی اِن بیویوں سے کوئی بہتر بیوی موجود تھی۔ بلکہ صرف اتنا ہے کہ اگر تبدیلی واقع ہوتی تو اللہ تعالٰی اُن نئی بیویوں کو اِن موجودہ بیویوں سے بہتر بنانے پر قادر تھا۔ سٰٓئِحٰتٍ محققین نے یہاں بھی اس کے معنٰی السائحون ہی کی طرح روزہ داروں کے لئے ہیں۔ (اے صائمات راغب) ثَيِّبٰتٍ وَّاَبْكَارًا شوہر کو مرغوب و پسندیدہ ہر حال اور ہر صورت میں کنواریاں اور کمسنیں ہی نہیں ہوتیں، بلکہ بعض صورتوں میں اور بعض اعتبارات سے بیوہ یا مطلقہ ہی محل رغبت و پسند ہو سکتی ہیں اس لئے موقع رغبت پر اُن کا ذکر بھی فطرت بشری کے خالق و رازدار نے نظرانداز نہیں کیا۔ ۱۰ احکام الٰہی کی تعمیل خود کرنا، اور گھروالوں میں بقدر امکان ان احکام کی تبلیغ کرنا اور ان کی تعمیل کرانا، یہی دوزخ سے اپنے کو اور اپنے گھروالوں کو بچانا ہے۔ اَهْلِيْكُمْ - اهل - کے تحت میں انسان کے سارے ہی متعلقین، متوسلین آگئے بیوی، بچے، ملازم، رعایا، شاگرد، مُرید وغیرہ —— ان سب تک بقدر وسعت و امکان احکام الٰہی پہنچانا واجب ہے۔ یدل علی ان علینا تعلیم اولادنا واهلینا الدین والخیر وما لا یستغنی عنه من الآداب ویدل علی ان الاقرب فالاقرب منا مزیة فی لزومنا تعلیمهم وامرهم بطاعة الله (جصاص) اہل فہم یہاں خوب سمجھ لیں، کہ احکام کے اتباع و اطاعت سے جب پیمبر معصوم تک کے گھروالوں کو مفر نہیں، تو پھر کسی بزرگ کسی شیخ کی اولاد یا "اعزہ" کا اپنے کو اس پابندی سے مستثنٰی سمجھے رہنا کتنا بڑا حمق و نادانی ہے۔ الْحِجَارَةُ - اس پر حاشیہ سورۃ البقرۃ (پ ۱) رکوع ۳ میں گذر چکا ہے۔ ۱۱ عمل یا زبان سے نافرمانی تو کیا کرتے، دل تک میں اس کا خیال نہیں لاتے ہیں۔ لَا ۔ ۔ ۔ ۔ يُؤْمَرُوْنَ - آیت کے اس جزو سے دُہری دہری گمراہیوں کی تردید ہو رہی ہے —— ایک طرف تو اُن جاہلی مشرک قوموں کی جنہوں نے ملائکہ کو دیوتاؤں کا لقب دے کر معبود سمجھا ہے۔ انہیں بتایا گیا کہ فرشتے بھی تمام دوسری مخلوقات کی طرح اللہ کے مخلوق ہی ہیں، اور مخلوق بھی کیسے، نہایت درجہ مطیع۔ اور دوسری طرف یہود اور نصارٰی کے اس باطل عقیدہ کی کہ بعض فرشتے نافرمان و سرکش بھی ہوئے ہیں جن کا سرغنہ و سرخیل ابلیس ہوا ہے۔ غِلَاظٌ شِدَادٌ - ایسے سخت و درشت کہ نافرمانوں اور مجرموں پر رحم کرنا جانتے ہی نہیں، اور ایسے زبردست و پُرقوت کہ کوئی اُن سے مزاحمت پر قادر نہیں۔ ۱۲ (دار العمل یعنی دنیا میں) لَا تَعْتَذِرُوا - اب عذر و معذرت نہ کرو، دار الجزاء میں یہ سب بیکار ہے —— یہ اُس وقت کہا جائیگا، جب منکرین دوزخ میں ڈالے جا رہے ہونگے۔

أَزْوَاجِكَ ؕ وَاللّٰهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۞١ قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ
خوشی حاصل کرنے کیلئے لے اور اللہ بڑا مغفرت والا ہے، بڑا رحیم ہے لے اللہ نے تمہارے لئے تمہاری قسموں کا
لَكُمْ تَحِلَّةَ أَيْمَانِكُمْ ۚ وَاللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ
کھولنا مقرر کردیا ہے سے اور اللہ تمہارا کارساز ہے وہ بڑا
الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ۞٢ وَإِذْ أَسَرَّ النَّبِيُّ إِلٰى بَعْضِ
علم والا ہے، بڑا حکمت والا ہے سے (اور وہ وقت یاد کرنے کے قابل ہے) جب پیمبر نے ایک بات اپنی کسی
أَزْوَاجِهِ حَدِيثًا ۚ فَلَمَّا نَبَّأَتْ بِهِ وَأَظْهَرَهُ اللّٰهُ
بیوی سے چپکے سے فرمائی پھر جب اُن بیوی نے وہ بات (کسی اور کو) بتلادی اور اللہ نے
عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهُ وَأَعْرَضَ عَنْ بَعْضٍ ۚ فَلَمَّا
پیمبر کو اس کی خبر کردی تو پیمبر نے اُس کا کچھ حصہ بتلادیا، اور کچھ کو ٹال گئے ۵ پھر جب
نَبَّأَهَا بِهِ قَالَتْ مَنْ أَنْبَأَكَ هٰذَا ؕ قَالَ نَبَّأَنِيَ
پیمبر نے اُن بیوی کو وہ بات بتلادی تو وہ بولیں کہ آپ کو کس نے اسکی خبر دی؟ آپ نے کہا مجھے خبر دی بڑے
الْعَلِيمُ الْخَبِيرُ ۞٣ إِنْ تَتُوبَا إِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ
علم رکھنے والے اور ہر خبر رکھنے والے نے ۶ اے دونوں (بیویو) اگر تم اللہ کے سامنے توبہ کرلو تو تمہارے دل
قُلُوبُكُمَا ۚ وَإِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ فَإِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰهُ
(اسی طرف) مائل ہو رہے ہیں ۷ اور اگر پیمبر کے مقابلہ میں تم کاروائیاں کرتی رہیں، تو پیمبر کا رفیق تو اللہ ہے
وَجِبْرِيلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ
اور جبریل ہیں اور نیک مسلمان ہیں اور اُن کے علاوہ فرشتے

لے شانِ نزول کی دو مختلف روایتیں ہیں۔ دونوں میں قدرِ مشترک یہ ہے کہ رسول اللہ صلعم نے کسی بیوی صاحبہ کی دلجوئی کے لئے عہد کرلیا تھا کہ فلاں نعمت سے آئندہ تمتع نہ کرینگے۔ یہ عمل اگرچہ بجائے خود بالکل جائز تھا۔ ہر مسلمان کو اختیار ہے کہ جس حلال چیز سے چاہے ہمیشہ کے لئے دستبردار ہوجائے اور دستبرداری کا اعلان بھی کردے لیکن یہ پیمبر کی شایانِ شان نہ تھا، اور وہ بھی ایک داعیٔ ضعیف کی بنا پر۔ اسی لئے آپؐ سے خطاب ہمرنگِ عتاب ہوا۔ آپؐ ظاہر ہے کہ کسی حلال چیز کو حرام نہیں فرمارہے تھے۔ بلکہ آپؐ کے عہد کے بعد صرف وجوب امتناع میں وہ چیز مثل حرام کے ٹھہر رہی تھی، اس لئے تنبیہاً اُسے تحریم سے تعبیر کیا گیا۔ ۲ (جو معصیت تک کو معاف کردیتا ہے اور پھر یہ عمل تو معصیت کے درجہ کا ہے بھی نہیں، صرف خلاف عزیمت اور خلاف شانِ پیمبری ہے) ۳ (تو آپ اگر قسم بھی کھاچکے ہیں، تو کفارۂ حلف دے کر اس سے آزادی حاصل کرسکتے ہیں) روایتوں میں حضرت انس بن مالک کے حوالہ سے آتا ہے کہ آپؐ نے کفارہ میں ایک غلام آزاد فرمایا۔ لَكُمْ ...... أَيْمَانِكُمْ۔ ابھی خطاب نبی صلعم سے انفراداً تھا۔ مگر اب اُمت سے بصیغۂ جمع مخاطب ہونے لگا۔ ۴ (جس نے اپنے علم وحکمت سے کام لے کر تمہاری ضرورتوں اور مصلحتوں کا خیال کرکے دشواریوں کو تمہارے لئے آسان کردیا ہے) ۵ یعنی جب آنحضرت صلعم نے اپنی کسی زوجِ مبارکہ سے کوئی بات مصلحتاً رازدارانہ ارشاد فرمائی تھی، اور منشائے مبارک یہ تھا کہ پھیلنے نہ پائے۔ لیکن اُن بیوی صاحبہ نے وہ بات ایک دوسری بیوی صاحبہ تک پہنچادی۔ اِدھر بذریعۂ وحی آنحضرتؐ کو اس کُل واقعہ کی اطلاع کردی گئی۔ تو پھر بھی آپؐ نے اُن پہلی بیوی صاحبہ سے اس شکایت کے وقت بھی پوری بات نہ دُہرائی کہ انہیں شرمندگی اور زیادہ ہوتی، بلکہ صرف اتنا ہی جزو فرمایا کہ تم نے ہماری آپس کی بات کو دوسری تک بلااجازت کیوں پہنچادیا ——— کیا ٹھکانہ ہے رسول کے حلم اور کرم وشفقت کا، کہ عین ناگواری کے وقت بھی دوسروں کے جذبات کا اس درجہ خیال! نَبَّأَتْ بِهٖ۔ یعنی اُن بیوی صاحبہ نے اس بات کو ایک دوسری بیوی صاحبہ تک پہنچادیا۔ وَأَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ۔ یعنی حق تعالیٰ نے بذریعۂ وحی اس ساری کارروائی کو اپنے رسولؐ پر کھول دیا۔ ۶ (یعنی حق تعالیٰ نے) قرآن مجید ہی کی طرح رسول اللہ صلعم کی بات بات میں تعلیم، تربیت و اصلاح کے پہلو موجود ہوتے ہیں ——— آپؐ بیوی صاحبہ کے پوچھنے پر جھٹ سے یہ نہیں فرمادیتے کہ "خبر دینا کون، کیا خود مجھے کشف سے، الہام سے، وحی سے، فرشتوں کے ذریعہ سے نہیں معلوم ہوسکتا۔" بلکہ اپنے کسی کمال کی طرف اشارہ کئے بغیر اس علم کو منسوب تمام تر حق تعالیٰ کی جانب کردیتے ہیں! مفسر تھانویؒ نے فرمایا کہ اس علم کو تمام تر حق تعالیٰ کی جانب منسوب کردینے میں ایک مصلحت یہ بھی تھی کہ بیوی صاحبان توبہ ورجوع کی طرف متوجہ اور زیادہ ہوں۔ ۷ (کہ آپؐ کا دل دوسری بیوی صاحبوں کی طرف سے ہٹا کر بالکل اپنا بنالیں) یہ امر باعتبار اس کے کہ اس کا اصل مقتضیٰ حبِّ رسول وحبِّ شوہر ہے قبیح نہیں لیکن چونکہ اس کا ایک دوسرا پہلو دوسروں کے حقوق کا اتلاف بھی ہے، اس لئے اس سے توبہ کرانا ضروری قرار پایا۔ (تھانویؒ)

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَمَنْ

ایمان لائیں اور نیک عمل کریں، تاریکیوں سے روشنی کی طرف لے آئے ٢٣ اور جو کوئی

يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُّدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ

اللہ پر ایمان لائیگا، اور نیک عمل کریگا اللہ اُسے ایسے باغوں میں داخل کریگا

تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ قَدْ اَحْسَنَ اللّٰهُ لَهٗ

جنکے نیچے نہریں بہ رہی ہوں، اُن میں وہ ہمیشہ ہمیش رہینگے، بیشک اللہ نے ایسے شخص کو بہت

رِزْقًا ١١ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ

ہی اچھی روزی دی ہی ٢٤ اللہ وہ ہے جس نے سات آسمان پیدا کئے اور اُنہیں کی طرح

مِثْلَهُنَّ ؕ يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ

زمین بھی ان (سب) میں (اللہ کے) احکام نازل ہوتے رہتے ہیں، تاکہ تم کو معلوم ہو جائے کہ

شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ١٢ ع ٢ ٥ ١٨

اللہ ہر شے پر قادر ہے، اور یہ کہ اللہ ہر شے کو (اپنے) علم سے گھیرے ہوئے ہے ٢٥

سُوْرَةُ التَّحْرِيْمِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ اثْنَتَا عَشْرَةَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورۂ تحریم مدینہ میں نازل ہوئی اور اس کی بارہ آیتیں اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ نہایت مہربان بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ

اے نبی جس چیز کو اللہ نے آپکے لئے حلال کیا ہے اُسے آپ کیوں حرام کررہے ہیں، اپنی بیویوں کی

٢٣ جس طاعت و تقویٰ کی طرف ابھی دعوت دی گئی تھی، وہ یہی ہے کہ انسان کفر، جہل و عصیان کی گھٹاٹوپ تاریکیوں سے نکل کر ایمان، علم و عمل صالح کی نورانیت میں آجائے۔ ذِكْرًا رَّسُوْلًا۔ جائز ہے کہ ذکر سے مُراد رسُول اللہ صلعم ہی سے لی جائے کہ آپ گویا مجسّم ذکر و تذکیر تھے۔ اور رَسُوْلًا کو اس کا بدل قرار دیا جائے۔ ~~هو النبی صلعم عبر به لمواظبته علی تلاوة القراٰن الذی هو ذکر او تبلیغه والتذکیر به ورسولا بدل منه (روح) رسولا بدل من ذکرا کانه فی نفسه ذکر~~ (~~مدارک~~) لیکن عام طور پر ذکرا سے مُراد قرآن ہی لی گئی ہے۔ ~~والظاهر ان الذکر هو القراٰن والرسول هو محمد صلعم بدلالة القراٰن~~ (مدارک) رَسُوْلًا کو جو بعض اہل نحو نے ذکرًا کی صفت بھی مانا ہے مُرشد تھانویؒ نے اس ترکیب کے لحاظ سے فرمایا کہ اس سے دلالت دونوں کے اتحاد پر نکلی، اور جب یہ ہے تو اس سے یہ نتیجہ بھی نکلا کہ شیخ طریق جو واسطۂ ذکر ہوتا ہے اس سے مصاحبت و مکالمت منافی ذکر نہیں بلکہ گویا عین ذکر ہی ہے۔ ٢٤ یہاں ایک بار پھر یقین دلادیا کہ کسی کا حُسنِ عمل اور دوام طاعت بے نتیجہ و بے ثمر ہرگز نہیں رہیگا۔ ٢٥ یعنی حق تعالیٰ کی صفات قدرت و علم ہر طرح کامل، جامع و ہمہ گیر ہیں۔ وَمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ۔ اس سے عام طور پر یہ استدلال کیا گیا ہے کہ زمینیں بھی تعداد میں سات ہی ہیں۔ اور یہ احتمالات بھی مفسّر تھانویؒ اور دوسرے محققین سے منقول ہیں، کہ ممکن ہے، یہ زمینیں ایسی ہوں جو نظر نہ آتی ہوں یا یہ کہ انہیں کو لوگ مریخ وغیرہ کواکب کے نام سے موسوم کرتے ہوں۔ اور صاحب روح المعانی نے جس کی تاریخ اختتام ١٢٦٧ھ یا انیسویں صدی عیسوی کا وسط ہے، ایک قول یہ بھی نقل کیا ہے کہ اس سے مراد زمین کے سات بڑے خطے امریکہ، ایشیا، یورپ، افریقہ وغیرہ ہیں۔ اور محقق موصوف نے یہ احتمال بھی ذکر کیا ہے کہ ممکن ہے کرۂ قمر وغیرہ کی مزید تحقیق کے بعد وہاں بھی زمین ثابت ہو۔ اور اس طرح زمینوں کے تعدّد پر حسّ و مشاہدہ کی بھی گواہی ہو جائے۔ اس عاجز کے ذہن میں تو مثلیت کا اصل تعلق عدد سبع سے نہیں بلکہ فعل خلق سے ہے یعنی یہ زمین یا زمینیں بھی آسمان ہی کی طرح مخلوق ہیں ——— اور یہ کہ ہر آسمان اور ہر زمین پر مخلوق بھی اُسی کے ماحول کے متناسب آباد ہے۔ اور دلی مسرت ہوئی، جب ان سطور کی تحریر کے بعد مثلیت کے متعلق یہی قول بعض تفسیروں میں بھی نظر پڑ گیا۔ ~~وقيل المثلية في~~ ~~الخلق لا في العدد ولا في غيره~~ (روح) حدیث میں جو ان زمینوں کا اس زمین کے تحت میں ہونا وارد ہے، ممکن ہے وہ باعتبار بعض حالات کے ہو اور بعض حالات میں وہ زمین سے فوق ہو جاتی ہوں (تھانویؒ) اس عاجز کے خیال میں تو یہ بھی آسانی سے ممکن ہے کہ مُراد اسی زمین کی سات پرتوں یا سات تہوں سے ہو کہ اس سطح زمین کے نیچے ٦ پرت یا ٦ تہیں اور ہیں۔ يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ۔ نزول احکام سے مُراد احکام تشریعی کا نزول بھی ہو سکتا ہے اور احکام تکوینی کا بھی اور دونوں کے مجموعہ کا بھی۔ اسی نزول امر کا آسمانوں پر ملائکہ کے لئے ہوتے رہنا تو ظاہر ہی ہے اور تصرفات تکوینی کا اسی طرح ہر ممکن زمین پر ہوتے رہنا بھی اسی طرح ظاہر ہے۔ لِتَعْلَمُوْٓا الخ۔ یعنی یہ علم تمہیں اس لئے دیدیا گیا، تاکہ تم کو حق تعالیٰ کی قدرت کامل اور علم محیط پوری طرح معلوم ہو جائے۔

قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰىهُ اللّٰهُ ؕ

آمدنی کم ہو اُسے چاہئے کہ اُسے اللہ نے جتنا دیا ہے اُس میں سے خرچ کرے

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَآ اٰتٰىهَا ؕ سَيَجْعَلُ اللّٰهُ

اللہ کسی پر اس سے زیادہ بار نہیں ڈالنا چاہتا جتنا اسے دیا ہے، اللہ تنگی کے بعد جلد

ع ۱ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا ۷ وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ

۱۷ فراغت بھی دیدیگا ۱۹ اور کتنی ہی بستیاں ہیں جنہوں نے اپنے پروردگار

اَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهٖ فَحَاسَبْنٰهَا حِسَابًا شَدِيْدًا ۙ

اور اُس کے پیمبروں کے حکم سے سرتابی کی، تو ہم نے اُن کا سخت حساب کیا

وَّعَذَّبْنٰهَا عَذَابًا نُّكْرًا ۸ فَذَاقَتْ وَبَالَ اَمْرِهَا

اور انہیں سزا بھی بڑی بھاری دی غرض انہوں نے اپنے کرتوت کا وبال چکھا ۲۰

وَكَانَ عَاقِبَةُ اَمْرِهَا خُسْرًا ۹ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ

اور اپنے انجام کار میں گھاٹا بھی اُٹھایا اللہ نے اُن کے لئے ایک

ع ۱۴ عَذَابًا شَدِيْدًا ۙ فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰٓاُولِى الْاَلْبَابِ ۚ

سخت عذاب تیار کر رکھا ہے ۲۱ سو اللہ سے تقویٰ اختیار کئے رہو، اے سمجھ والو!

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۛ قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا ۱۰ رَّسُوْلًا

جو ایمان لا چکے ہو ۲۲ اللہ نے تمہارے پاس نصیحت نامہ اُتارا، (اور ایسا) رسُول (بھیجا)

يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ مُبَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَ الَّذِيْنَ

جو تم کو اللہ کے کھلے ہوئے احکام پڑھ کر سناتا ہے تاکہ اُن لوگوں کو جو

۱۹ اولاد پر خرچ کرنا بہت مرتبہ انسان کو اپنے حُبِّ مال کی بناء پر گراں گزرتا ہے۔ یہاں تک کہ بعض جاہلی اور "مہذب قوموں" نے اولاد پر خرچ کرنے کے مقابلہ میں اولاد کو قتل کر ڈالنا تک گوارا کر لیا ہے، ولاتقتلوا اولادکم خشیۃ املاق۔ قرآن مجید اس شجر خبیث کی جڑ بار بار کاٹتا ہے۔

لِيُنْفِقْ . . . . . اللہ ۔ یعنی جو امیر ہیں وہ اپنی امارت کے لائق، اور جو غریب ہیں وہ اپنی بساط کے موافق، اولاد کی رضاعت و پرورش پر خرچ کرنے سے دریغ نہ کریں۔ ۲۰ (اسی دنیا میں) دنیا میں کسی قوم پر عذاب آنے کے یہ معنی ہیں کہ خود وہ قوم یا اس کی تہذیب و تمدّن مٹ جائیں۔

۲۱ یعنی آخرت میں ـــــــ اور یہ اُخروی عذاب اس دنیوی عذاب کے علاوہ ہے۔ ۲۲ (کہ ایمان اور فہم دونوں کا تقاضا یہی ہے) آج کی "روشن خیال" دنیا میں عقل و فہم کے معنی بھی مسخ ہو کر اور اُلٹ کر رہ گئے ہیں۔ اب کمال "عقل" کے معنی تمام تر آخرت فراموشی کے سمجھ لئے گئے ہیں۔

حَمۡلَهُنَّ ؕ وَمَنۡ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجۡعَلۡ لَّهٗ مِنۡ اَمۡرِهٖ
پیدا ہو جانا ہے ١٢ اور جو کوئی اللہ سے تقویٰ اختیار کریگا، اللہ اُس کے (ہر) کام میں
يُسۡرًا ۝٤ ذٰلِكَ اَمۡرُ اللّٰهِ اَنۡزَلَهٗۤ اِلَيۡكُمۡ ؕ وَمَنۡ يَّتَّقِ
آسانی پیدا کر دیگا ١٣ یہ حکم ہے اللہ کا جو اُس نے تمہارے پاس بھیجا ہے، اور جو کوئی اللہ سے
اللّٰهَ يُكَفِّرۡ عَنۡهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُعۡظِمۡ لَهٗۤ اَجۡرًا ۝٥
تقویٰ اختیار کریگا، اللہ اُس کے گناہ اُس سے دُور کر دیگا اور اُس کو بڑا اجر دے گا ١٤
اَسۡكِنُوۡهُنَّ مِنۡ حَيۡثُ سَكَنۡتُمۡ مِّنۡ وُّجۡدِكُمۡ
اُن (مطلقات) کو اپنی حیثیت کے موافق رہنے کا مکان دو جہاں تم رہتے ہو
وَلَا تُضَآرُّوۡهُنَّ لِتُضَيِّقُوۡا عَلَيۡهِنَّ ؕ وَاِنۡ كُنَّ اُولَاتِ
اور انہیں تنگ کرنے کے لئے انہیں تکلیف مت پہنچاؤ ١٥ اور اگر وہ حمل والیاں
حَمۡلٍ فَاَنۡفِقُوۡا عَلَيۡهِنَّ حَتّٰى يَضَعۡنَ حَمۡلَهُنَّ ۚ
ہوں تو انہیں خرچ دیتے رہو اُن کے حمل کے پیدا ہونے تک ١٦
فَاِنۡ اَرۡضَعۡنَ لَكُمۡ فَاٰتُوۡهُنَّ اُجُوۡرَهُنَّ ۚ وَاۡتَمِرُوۡا
پھر وہ لوگ تمہارے لئے رضاعت کریں تو تم انہیں اُنکی اُجرت دو اور باہم
بَيۡنَكُمۡ بِمَعۡرُوۡفٍ ۚ وَاِنۡ تَعَاسَرۡتُمۡ فَسَتُرۡضِعُ لَهٗۤ
مناسب طور پر طے کر لیا کرو ١٧ اور اگر تم باہم کشمکش کرو گے تو رضاعت کوئی دوسری
اُخۡرٰى ۝٦ لِيُنۡفِقۡ ذُوۡ سَعَةٍ مِّنۡ سَعَتِهٖ ؕ وَمَنۡ
کریگی ١٨ وسعت والے کو خرچ اپنی وسعت کے موافق کرنا چاہیئے اور جس کی

١٢ (خواہ یہ وضع حمل اپنی طبعی مُدت سے قبل ہی ہو جائے) قرآن مجید کی اس تصریح کے بعد قدرۃً فقہاء بھی سب اس پر متفق ہیں کہ حاملہ مطلقہ کی عدت بس وضع حمل تک ہے۔ لم یختلف السلف والخلف بعدھم ان عدۃ المطلقۃ الحامل ان تضع حملھا (جصاص) ١٣ (اگر حسّاً و ظاہراً نہیں بھی، جب بھی معناً و باطناً تو ضرور ہی) وَمَنۡ يَّتَّقِ اللّٰهَ۔ تقویٰ الٰہی سے مُراد یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے احکام کی پابندی زندگی کے ہر ہر شعبہ میں بلا استثناء رکھی جائے۔ ١٤ گویا اس طرح وہ نفیاً و اثباتاً دونوں طرح مزے میں رہیگا ــــــ ایک طرف سلب مضرت "یکفر عنه سیاٰته" دوسری طرف جلب منفعت یعظم له اجرا۔
ذٰلِكَ۔ یعنی جو اُوپر مذکور ہو چکا۔ اشارۃ الی ما ذکر من الاحکام (روح)
١٥ مثلاً کوئی ایسی بات کرنا کہ وہ پریشان ہو کر گھر چھوڑ دینے پر آمادہ ہو جائیں ــــــ عزم افتراق، بلکہ خود افتراق کے بھی معاً بعد شریعت کا حکم ہے کہ عدت بھر سابق بیوی کا اعزاز و اکرام برقرار رکھا جائے۔
اَسۡكِنُوۡهُنَّ۔ یعنی اُن مطلقہ بیویوں کو زمانہ عدت بھر رہنے کا مکان دو، عام اس سے کہ طلاق رجعی یا بائن ہو چکی ہو۔ وجب ذلک للجمیع من البائن و الرجعی (جصاص)۔ مِنۡ حَيۡثُ سَكَنۡتُمۡ مِّنۡ وُّجۡدِكُمۡ۔ مطلقہ کی سکونت کا مکان (عدت بھر کے لئے) شوہر کی حیثیت و مرتبہ کے لائق ہونا چاہیئے
١٦ (خواہ وہ وضع حمل تین مہینہ کے اندر ہی ہو جائے، یا اس سے بہت زیادہ مُدت لے) عام مطلقہ بیویوں کیلئے عدت کی میعاد معیّن تین مہینہ کی ہے لیکن بیوی اگر حاملہ ہے تو اس کی میعاد عدت وہی وضع حمل ہے۔ اولاد اگر دوسرے ہی دن پیدا ہو جائے تو عدت اسی وقت ختم ہو جائیگی۔ اور انتظار زچگی میں اگرچہ مہینہ لگ جائیں، جب بھی عدت ختم نہ ہوگی، قائم رہیگی۔ فَاَنۡفِقُوۡا عَلَيۡهِنَّ۔ مطلقہ بیویوں کی سکونت کے لئے مکان ہی دینا نہیں، بلکہ عدت بھر اُن کے کھانے پینے وغیرہ کے ضروری مصارف بھی شوہر کے ذمہ واجب ہیں ــــــ یہ ہیں اُس شریعت کے احکام جسے ظالموں نے "سخت" مشہور کر رکھا ہے۔ دنیا میں کوئی شریعت، میں بقسم کہتا ہوں کہ ہر مخلوق کے حق میں عدل کرنے والی، اور کمزوروں کے حق میں رحیم و شفیق اسلامی شریعت سے بڑھ کر نہیں مل سکتی۔ صحابیوں میں سے حضرت عمرؓ اور حضرت ابن مسعودؓ اور فقہاء میں سے تمام حنفیہ اور بعض دوسرے ائمہ فقہ کا بھی یہی مذہب ہے کہ مکان سکونت اور نفقہ ہر قسم کی مطلقہ کے لئے زمانہ عدت بھر کے لئے ہے۔ فقال اصحابنا و الثوری والحسن بن صالح لکل مطلقۃ السکنی والنفقۃ ما دامت فی العدۃ حاملاً کانت او غیر حامل و روی مثلہ عن عمرؓ و ابن مسعودؓ (جصاص)
١٧ یعنی رضاعت کی اُجرت آپس میں مناسب شرح کے مطابق طے کر لیا کرو ــــــ یہ نہ ہو کہ عورت تو اپنی شرح بڑھاتی ہی چلی جائے، اور مرد اتنے کے لئے بھی تیار نہ ہو جس سے عورت اپنا گزر بھی کر پائے۔ یعنی لا تغط المرأۃ علی الزوج فی ما تطلبہ من الاجرۃ ولا یقصر الزوج لھا عن المقدار المستحق (جصاص) وَاۡتَمِرُوۡا۔ ائتمار باب افتعال سے ہے تفاعل کے معنی میں گویا ایک لفظ سے فریقین کے باہمی مشورہ کی جانب اشارہ کر دیا۔ فَاِنۡ اَرۡضَعۡنَ لَكُمۡ۔ یعنی جو اولاد تم سے ہو، اُس کی رضاعت کرنے کو تیار ہو جاؤ۔ فَاٰتُوۡهُنَّ اُجُوۡرَهُنَّ۔ یعنی جو معاوضہ طے ہو جائے، اُسے حسب قرارداد دیتے رہو۔ فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر کوئی قرارداد نہیں ہوئی ہے، تو اُجرت واجب نہ ہوگی۔ فقہاء نے یہ بھی لکھا ہے کہ جب طلاق واقع ہو گئی، تو اب ماں کے لئے اپنی اولاد کی رضاعت پر اُجرت لینا جائز ہے۔ اور باپ (یا جو کوئی ولی ہو اُس) پر اس اُجرت کا ادا کرنا واجب۔ وَاۡتَمِرُوۡا بَيۡنَكُمۡ بِمَعۡرُوۡفٍ۔ مُرشد تھانویؒ نے اس سے اہل طریق کے کام کی یہ بات نکالی ہے کہ انسان کو چاہیئے نہ خود تنگی میں پڑے، نہ دوسرے کو تنگی میں ڈالے جس سے اپنی یا دوسرے کی آزادی میں خلل پڑے۔ ١٨ یہ تو ایک طبعی چیز ہوئی۔ لیکن فقہاء مفسرین نے کہا ہے کہ یہاں خبر بمعنی امر ہے یعنی یہ محض خبر نہیں دی جا رہی ہے، بلکہ حکم دیا جا رہا ہے کہ دوسری اَنا تلاش کر لی جائے۔

بِمَعْرُوْفٍ وَّاَشْهِدُوْا ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ وَ

رہائی دو ۵۶ اور اپنے میں سے دو معتبر شخصوں کو گواہ ٹھہرالو اور

اَقِيْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ ۭ ذٰلِكُمْ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ

گواہی ٹھیک ٹھیک اللہ کے واسطے دو، اس (مضمون) سے اُس شخص کو نصیحت کی جاتی ہے جو

يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ڛ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ

اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے ۵۷ اور جو کوئی اللہ سے ڈرتا ہے

يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۝ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۭ

اللہ اس کیلئے کشائش پیدا کر دیتا ہے، اور اُسے ایسی جگہ سے رزق پہنچاتا ہے جہاں اُسے گمان بھی نہیں ہوتا ۵۸

وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ

اور جو کوئی اللہ پر بھروسہ کریگا سو اللہ اسکے لئے کافی ہے اللہ اپنا کام

بَالِغُ اَمْرِهٖ ۭ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ۝

پورا کر کے رہتا ہے، اللہ نے ہر شے کا ایک انداز مقرر کر رکھا ہے ۵۹

وَالّٰۗئِيْ يَىِٕسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِّسَاۗىِٕكُمْ

اور تمہاری مطلقہ بیویوں میں سے جو حیض آنے سے مایوس ہو چکی ہیں

اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ ۙ وَّالّٰۗئِيْ لَمْ

اگر تمہیں شبہ ہو تو اُن کی عدت تین مہینے ہیں ۶۰ اور (اسی طرح) اُنکی بھی

يَحِضْنَ ۭ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ

جنہیں ابھی حیض نہیں آیا ۶۱ اور حمل والیوں کی میعاد اُن کے حمل کا

۵۶ مطلب یہ ہوا کہ انھیں طلاق ہی دینا ہو، تو ہر نشیب و فراز خوب سوچ سمجھ کر تین مہینہ کی اپنی مہلت کے گزرنے اور انہیں شریفانہ طور پر عزت کے ساتھ رخصت کردو۔ ورنہ پھر طلاق رجعی سے رجوع کر کے انہیں عزت و شرافت کے ساتھ اپنی بیوی بنے رہنے دو۔ یہ نہ ہو کہ محض ستانے کیلئے انہیں قیدِ نکاح میں معلق رکھو ——— غرض یہ کہ علیحدگی ہو تو اور یکجائی بدستور رہے تو دونوں صورتوں میں عزت و شرافت کا سررشتہ کسی طرح بھی ہاتھ سے نہ چھوٹنے پائے۔ هُنَّ۔ یہ ضمیر جمع مؤنث جہاں جہاں آئی ہے، اس سے مُراد وہی بیویاں ہیں جنہیں طلاق صرف رجعی ہوئی ہے۔ اور رجوع کی گنجائش ابھی باقی ہے۔ ۵۷ (اور اسی میں ایمان بالرسول بھی آگیا)

وَاَشْهِدُوْا۔ فقہا مفسرین نے لکھا ہے کہ یہاں صیغۂ امر وجوب کے لئے نہیں، محض استحباب کے لئے ہے۔ هٰذا الاشهاد مندوب اليه (مدارک) وهذا المذهب (روح) دو عادل گواہوں کا یہ حکم استحبابی رجوع وافتراق دونوں صورتوں کے لئے ہے۔ امر بالاشهاد على الرجعة والفرقة ايتهما اختار الزوج (جصاص) یعنی الرجعة والفرقة جميعًا (مدارک) اور دونوں صورتوں میں گواہیاں کرا لینا، تجربہ سے معلوم ہوا ہے کہ بہت سے جھگڑوں سے بچنے کے لئے مفید ہی ہوتا ہے۔ وَاَقِيْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ۔ یعنی شہادت بالکل سچی محض حق تعالیٰ کی رضامندی کے لئے ہو کسی کی رُو رعایت، کسی کی دوستی، دشمنی کو اس میں دخل نہ ہو۔ ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ۔ گواہوں کو عادل یعنی سچا نہ صرف اس معاملہ بلکہ ہر معاملہ میں ہونا چاہیئے۔ ذٰلِكُمْ يُوْعَظُ بِهٖ۔ اشارہ ان تمام احکام طلاق و متعلقات طلاق کی طرف آگیا جو ابھی مذکور ہو چکے ہیں۔ والاولى كما في الكشف ان يكون اشارة الى جميع ما مر من ايقاع الطلاق (روح) ذٰلِكُمْ . . . الْاٰخِرِ۔ یہاں یہ بتلا دیا کہ ان احکام سے نفع تو صرف وہی اُٹھائینگے، جنکے دلوں میں حق تعالیٰ کا اور یوم حساب کا استحضار رہتا ہے ۵۸ آیت میں صاف اس کی تعلیم ہے کہ دشواریوں اور تنگیوں سے نکلنے کی کُنجی تقویٰ الٰہی ہے۔ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا۔ یعنی اُسے ہر قسم کی مشکلات سے نجات دلا دیتا ہے۔ وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ۔ قرآن مجید کی جن چند آیتوں کی صداقت و حقانیت پر، اپنے ذاتی تجربہ و مشاہدہ کی بنا پر بے اختیار وجد کرنے کو جی چاہتا ہے، اُن میں ایک یہ آیت بھی ہے۔ واقعہ یہی ہے کہ حق تعالیٰ اپنے بندوں کو ایسے ایسے راستوں اور وسیلوں سے کھلاتا، پلاتا، آمدنیاں دلاتا ہے کہ اُدھر اُنکا وہم و گمان بھی نہیں جا سکتا تھا ——— اپنے اور دوسروں کے لئے روزمرہ اس کے مشاہدے ہوتے رہتے ہیں۔ بلکہ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ کی قید کے بغیر بھی! تقویٰ کے بغیر بھی عجیب عجیب اور حیرت انگیز طریقوں سے روزی پہنچاتا رہتا ہے۔ ۵۹ (اور وہ انداز معین ہمیشہ حکمت ہی پر مبنی ہوتا ہے) یعنی خدائی کارخانہ میں کوئی چیز یوں ہی اٹکل پچو تھوڑے ہی ہو جاتی ہے۔ اس نظام عالم کا ادنیٰ سے ادنیٰ جزئیہ ایک حکیمانہ قانون کا پابند اور اُسی سے وابستہ و منسلک ہے۔ وَمَنْ . . . . . حَسْبُهٗ۔ یہاں یہ بتلا دیا کہ حق تعالیٰ ہی کی ذات تو تمام اسباب ظاہری کا آخری سرچشمہ اور اُن پر حاکم و متصرف ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ۔ یہاں یہ بتایا کہ جن چیزوں کو تم اسباب عادی سمجھ رہے ہو، اُن کا اسباب عادی ہونا تو تمہارے ہی نقطۂ نظر سے ہے۔ حق تعالیٰ تو بہرحال اِن قوانین کا یا کوئی بھی قوانین ہوں، اُن کا ہرگز محکوم و پابند نہیں۔ ۶۰ قرآن مجید علاوہ اپنی دوسری حیثیتوں کے ایک فقہی و قانونی کتاب کے لحاظ سے بھی ہر طرح جامع و مکمل ہے۔ بشری ضروریات کا کوئی بھی گوشہ، جو ذرا سی بھی اہمیت رکھتا ہے اس سے چھوٹنے نہیں پایا ہے ——— اور حیرت و عبرت دونوں کی بات ہے کہ اپنی اپنی ناقص کتابیں رکھنے والے دوسرے اہل مذاہب اس کمال اور معجز کو اُلٹا نقص اور عیب شمار کر رہے ہیں! وَالّٰۗئِيْ يَىِٕسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ۔ یہ مایوسی سن کی زیادتی کے باعث بھی ہو سکتی ہے اور مرض سے بھی۔ اِنِ ارْتَبْتُمْ۔ یعنی اُن کی تعیینِ عدت کے باب میں اگر تمہیں شبہ ہے۔ ۶۱ (بسبب کم سنی کے) یہاں یہ بتا دیا کہ ان دونوں قسم کی بیویوں کی عدتِ طلاق کی مُدت پُورے تین مہینہ ہے۔ ایک فقہی استنباط آیت سے یہ بھی ہوا کہ لڑکیوں کا نکاح قبل بلوغ یا کم سنی میں بھی بالکل جائز ہے ——— جب طلاق قبل بلوغ ہو سکتی ہے تو ظاہر ہے کہ نکاح تو طلاق سے قبل ہی ہوگا۔

سُوْرَةُ الطَّلَاقِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ اثْنَتَا عَشْرَةَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورۂ طلاق مدینہ میں نازل ہوئی اور اس کی بارہ آیتیں اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ نہایت مہربان بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ

اے نبی (لوگوں سے کہہ دیجئے کہ) جب تم عورتوں کو طلاق دینے لگو تو اُن کو اُن کی عدت

لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ ۚ

پر طلاق دو ۱؎ اور عدت کو خیال میں رکھو اور اپنے پروردگار اللہ سے ڈرتے رہو ۲؎

لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّاۤ اَنْ

انہیں اُن کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ خود نکلیں ۳؎ بجز اس صورت کے

يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۭ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۭ وَ

کہ وہ کسی کھلی بے حیائی کا ارتکاب کریں ۴؎ یہ اللہ کی (مقرر کی ہوئی) حدیں ہیں اور

مَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ۭ لَا تَدْرِيْ

جو کوئی اللہ کے حدود سے تجاوز کریگا اُس نے اپنے اوپر ظلم کیا تجھے خبر نہیں

لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا ① فَاِذَا بَلَغْنَ

شاید کہ اللہ اس کے بعد کوئی نئی بات پیدا کر دے ۵؎ پھر جب وہ اپنی میعاد

اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ فَارِقُوْهُنَّ

کو پہنچنے لگیں تو انہیں (یاتو) قاعدہ کے مطابق (نکاح میں) رہنے دو، یا انہیں قاعدہ کے مطابق

۱؎ بلا شمار عدت سے قبل، حالتِ طُہر میں۔ عدّت کی میعاد تین حیض ہیں (جیسا کہ سورۃ البقرۃ کے حاشیوں میں صاف کیا جا چکا ہے) حیض سے قبل طلاق دینے میں مصلحت یہ ہے کہ پورے تین حیض شمار میں آجائینگے اور حساب میں کچھ گڑبڑ نہ ہوگا۔ ورنہ اگر دَوران حیض میں طلاق دی تو لامحالہ یا تو اس حیض کا کچھ حصّہ چھوڑنا پڑیگا، اور یا اُسے ملانا پڑیگا۔ دونوں صورتوں میں عدّت کی اصل میعاد (تین حیض) سے کچھ نہ کچھ کمی یا زیادتی ضرور کرنی پڑے گی۔ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ۔ خطاب براہِ راست رسُول اللہ ؐ سے ہونے کی حکمت بعض علماء نے یہ لکھی ہے کہ افرادِ امّت تو تبعًا اس میں شامل ہو ہی جائینگے۔ اور صالحین و شرفاء کو اس میں عار بھی نہ آئیگا کہ ضرورت تو جب حضورؐ کو بایں رافت و حلم پڑ سکتی ہے (بلکہ واقعۃً پڑی تھی) تو دوسروں کا کیا ذکر ہے۔ اكتفاء بعلم المخاطبين بان ما خوطب به النبي صلعم خطاب لهم اذ كانوا مأمورين بالاقتداء به (جصاص) اور یہ ترکیب بھی صحیح مانی گئی ہے کہ قُلْ لِاُمَّتِكَ یہاں محذوف و مقدر ہے تقدیرہ يا ايها النبي قل لامتك (جصاص) اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ۔ النِّسَآءَ سے وہ بیویاں مُراد ہیں جنکے ساتھ صحبت حقیقۃً یا حکمًا ہو چکی ہو۔ لِعِدَّتِهِنَّ۔ حذف مضاف ہے یعنی في قبل عدتهن اي طلقوهن مستقبلات لعدتهن (مدارک) ایک فقہی اختلاف خود لفظ قبل کی تشریح میں ہوا ہے۔ حنفیہ کے نزدیک اس کے معنی آمد و استقبال کے ہیں۔ شافعیہ نے مُراد ابتداء لی ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ ل توقیت یا اظہارِ وقت کا ہے یعنی وہ وقت جس سے عدّت بلا تردد شمار کی جا سکے۔ ۲؎ یعنی عبادات ہی کی طرح ان دنیوی معاملات اور قانونی احکام میں بھی یاد رکھو کہ یہ بھی سب خدائے قادرِ مطلق ہی کے دیئے ہوئے ہیں۔ جس کے ارشادات کا ایک ایک جزیہ اپنی جگہ پر پوری اہمیت رکھتا ہے ——— اور پھر وہ اللہ بھی کیسا تمہارا پروردگا! ہر ہر حکم اور ہر ہر ہدایت میں تمہاری ہی تربیت کا، تمہاری ہی مصلحتوں کا لحاظ رکھنے والا! وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ۔ یعنی طلاق دینے کے بعد زمانۂ عدّت کو دھیان میں رکھو، اس حساب میں گڑبڑ نہ ڈالو۔ فقہاء حنفیہ نے کہا ہے کہ طلاق اگر حالت حیض میں دے دی ہے تو رجوع کرنا واجب ہے، اس لئے کہ وہ وقت عدّت نہیں، فقہاء نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس حکم کے اندر تین طلاقیں دفعۃً دے بیٹھنے اور طلاق حالت حیض میں دینے، دونوں کی ناپسندیدگی ضمنًا آگئی ہے۔ ۳؎ یعنی اُن گھروں سے جن میں وہ طلاق کے وقت رہ رہی تھیں۔ بُيُوْتِهِنَّ سے مُراد وہی شوہروں کے گھر ہیں، جن میں بیویاں رہتی ہوتی ہیں۔ انہیں بجائے شوہروں کے بیویوں کی جانب منسوب اس لئے کیا کہ ان میں رہتی تو وہی لوگ تھیں۔ وهي بيوت الازواج واضيفت اليهن لاختصاصها من حيث السكنى (مدارک) آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مُطلّقہ کا یہ حق سکونت مکان محض حق العبد نہیں، جس کا معاف کر دینا خود مطلّقہ کے اختیار میں ہو۔ وَلَا يَخْرُجْنَ۔ فقہاء نے اس سے یہ نکالا ہے کہ زمانۂ عدّت بھر عورت کو باہر نہ نکلنا چاہیئے بلکہ اپنے اسی مکان میں عدّت میں قیام واجب ہے۔ وفيه دليل على وجوب السكنى لها ما دامت في العدة (جصاص) زمانۂ عدّت بھر منکوحہ کی طرح مطلقہ کا بھی حقِ سکونتِ مکان قائم رہتا ہے۔ ۴؎ (جب البتہ بطور سزا نکالی جائیگی) فَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ۔ اسکے تحت میں بدکاری اور چوری دونوں آگئیں۔ بعض محققین نے زبان درازی کو بھی جس سے گھر میں ہر وقت کوفت و رنجش اور تکرار رہے اس میں داخل کیا ہے۔ ۵؎ (تیرے دل میں) خطاب یہاں طلاق دینے والے اور طلاق میں عجلت کرنے والے سے ہے کہ کیا معلوم آگے چل کر تجھے اپنے عاجلانہ عملِ طلاق پر ندامت ہی ہو۔ بَعْدَ ذٰلِكَ۔ یعنی بعد ایقاع طلاق۔ آیت میں صاف ترغیب اس کی موجود ہے کہ تینوں طلاقیں دفعۃً واقع نہ کر دی جائیں۔ اس لئے کہ طلاق مغلّظہ کے بعد پھر کوئی موقع تدارک کا باقی نہ رہیگا (بجز صورت حلالہ کے) دوسرے ائمہ کے ہاں تو دفعۃً تین طلاقیں ایک ہی طلاق کے حکم میں رہینگی۔ حنفیہ کے ہاں قانونًا واقع ہو جائینگی۔ لیکن فقہاء حنفیہ نے یہ لکھا ہے کہ ایسی طلاق دینے والا گنہگار ہوگا۔ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ۔ اور یہ اپنے حق میں ظالم شخص اس ظلم نفس کے نتیجے بھی بھگتے گا۔ تِلْكَ ... نَفْسَهٗ۔ قرآن مجید نے اپنے عام معمول کے مطابق یہاں بھی بندوں کو ڈرایا ہے کہ بندوں کے آپس کے معاملات کو امر خفیف نہ سمجھیں۔ اللہ کے ان احکام سے بھی بے پروائی پوری طرح قابل مواخذہ ہے۔ محققین نے آیت سے یہ بھی استنباط کیا ہے کہ جس امر کی مختلف شقوں میں مختلف مصالح ہوں، اُن کے انقطاعی فیصلہ میں جلدی نہ کی جائے۔

خواہ وہ مصیبت اُن پر بعض تکوینی حیثیت سے ... خواہ راہِ حق پہ چلنے کے سلسلہ میں آپڑے، مخالفین و معاندین کی طرف سے اُن پر ستم توڑے جا رہے ہوں۔ [illegible]
کی محبت [illegible] باعث معاصی میں مبتلا ہو سکتے ہیں [illegible] بیوی بچوں کی محبت [illegible] ہاتھ ڈال دیتی ہے اور انسان اُن کی بے جا معصیت [illegible]
بچوں سے ہوشیار اور چوکنا رہنے کی ضرورت ہے۔ اور مصیبتوں کا ذکر ہو چکا کہ ان میں تمہیں راہِ تسلیم و رضا ہی کا ہونا ہے۔ اب نعمتوں کا ذکر کیا گیا ہے [illegible]
اس سلسلہ میں صراحت کے ساتھ تذکرہ صرف [illegible] کیا گیا ہے کہ حقیقۃً یہی دنیا کی سب سے بڑی نعمت ہے [illegible] انسان کو طبعی کشش بھی انہیں کی جانب سے [illegible] ہوتی ہے

فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿١٣﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ مِنْ
بھروسہ رکھتے ہیں ۔ اے ایمان والو تمہاری
أَزْوَاجِكُمْ وَأَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَكُمْ فَاحْذَرُوهُمْ وَ
بیویاں اور تمہاری اولاد میں سے بعض تمہارے دشمن ہیں، سو اُن سے ہوشیار رہو اور
إِنْ تَعْفُوا وَتَصْفَحُوا وَتَغْفِرُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ
اگر تم معاف کر دو اور درگزر کرو اور بخش دو تو اللہ بڑا بخشنے والا ہے
رَحِيمٌ ﴿١٤﴾ إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ وَاللَّهُ
بڑا رحم کرنے والا ہے تمہارے مال اور تمہاری اولاد تو بس آزمائش کی چیزیں ہیں اور اللہ
عِنْدَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ ﴿١٥﴾ فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ
کے پاس بڑا اجر ہے سو اللہ سے ڈرتے رہو جہاں تک تم سے ہو سکے
وَاسْمَعُوا وَأَطِيعُوا وَأَنْفِقُوا خَيْرًا لِأَنْفُسِكُمْ وَ
اور سنتے رہو اور اطاعت کرتے رہو اور اپنے فائدہ کے لئے خرچ کرتے رہو اور
مَنْ يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿١٦﴾ إِنْ
جو اپنے نفس کی حرص سے محفوظ رہا سو وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں اگر
تُقْرِضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا يُضَاعِفْهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللَّهُ
تم اللہ کو اچھی طرح قرض دو گے تو وہ اس کو تمہارے لئے بڑھاتا جائے گا اور تمہیں بخش دے گا اور
شَكُورٌ حَلِيمٌ ﴿١٧﴾ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿١٨﴾
اللہ بڑا قدردان ہے بڑا بردبار، پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا ہے، زبردست ہے بڑا حکمت والا ہے

ع ٢

ہر حال اور ہر کیفیت میں خواہ وہ مصیبت ہو یا راحت، نعمت ہو یا نقمت یہی ہے کہ اپنے رشتۂ عبدیت کو اپنے مالک کے ساتھ قائم رکھا جائے۔ عَدُوًّا۔ عدو کے معنی بدخواہ کے ہیں، خواہ وہ بدخواہی عمداً ہو یا نادانستہ۔ ۲ بس تمہارا معاف کرنا اور رحمت و مہربانی سے کام لینا تو عین اخلاقِ الٰہی کی پیروی کرنا ہے۔ وَإِنْ تَعْفُوا یعنی جب تمہاری بیوی بچے [illegible] ندامت و معذرت کے ساتھ تمہارے پاس آئیں اور تم انہیں معاف کرنے لگو۔ وَتَصْفَحُوا یعنی [illegible] وَتَغْفِرُوا۔ یعنی دل اور زبان سے بھی اُن کے قصور کو بھلا دو۔ آیت میں صاف تعلیم مل رہی ہے کہ بیوی بچوں کا لحاظ رکھا جائے اگر صحیح اسلامی طریقہ پر [illegible] تو یہی لوگ جو نعمت کی بہترین نعمتیں ہیں، انسان کے دشمن اور بدخواہ بھی ثابت ہو سکتے ہیں۔ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ۔ اس میں صاف ترغیب اُن قصوروار بیوی بچوں کو معاف کر دینے اور اُن سے درگزر کرنے کی مل رہی ہے۔ ۳ اور بیا اجر عظیم اُن لوگوں کا حصہ ہے جو اُن طبعی نعمتوں کا استعمال صحیح طور پر کرتے ہیں۔ فِتْنَةٌ۔ یعنی یہ بتانا ہے کہ مال و اولاد کا اگر صحیح استعمال کیا جائے تو یہ عین عبادت ہے لیکن اگر غلط اور بے جا قسم کا کام لیا گیا، تو یہی تمہارے حق میں مصیبت بھی بن جائیں گے۔ أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ ضمیر جمع مخاطب سے مراد اگر افرادِ اُمت کے بجائے اُمت بحیثیت مجموعی لی جائے تو آج کل کے ماہرین فن و مبصرین کا یہ بیان پیشِ نظر رہے کہ فتنۂ جنگ کے بڑے اسباب یہی ہیں ——— افراطِ زر و افراطِ آبادی! ۶ جو اپنے حق میں بھلائی ہی کی تعمیل احکامِ الٰہی میں خرچ کرتے رہو۔ فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ۔ تقویٰ الٰہی کے حکم کے ساتھ اسی مَا اسْتَطَعْتُمْ کی قید نے تعمیلِ حکم ضعیف و ناتواں بندوں کے لئے بہت آسان کر دی، ورنہ ظاہر ہے کہ جو حق تقویٰ الٰہی کا ہے وہ کون ادا کر سکتا ہے۔ صوفیۂ محققین نے مَا اسْتَطَعْتُمْ سے یہ استنباط کیا ہے کہ سلوک و اصلاحِ نفس میں تدریجی اقدام کافی ہے۔ وَاسْمَعُوا وَأَطِيعُوا۔ یعنی احکامِ الٰہی سنتے رہو اور اُن کی اطاعت کرتے رہو۔ ۷ دنیا و آخرت دونوں میں۔ لفظ فلاح بہت ہی وسیع و جامع ہے۔ عاجل و آجل، مادی و روحانی، انفرادی و اجتماعی ہر قسم کی بھلائیاں اس کے اندر آ گئیں۔ ملاحظہ ہو سورۃ البقرۃ، رکوع اوّل میں ھم المفلحون پر حاشیہ۔ وَمَنْ ... نَفْسِهِ۔ یعنی وہ شخص خرچ کے موقعوں پر خوش دلی کے ساتھ خرچ کرتا رہا۔ ۸ لفظ قرض پر حاشیہ پہلے گزر چکا ہے۔ قَرْضًا حَسَنًا یعنی اخلاصِ قلب کے ساتھ قرض دینا۔ إِنْ تُقْرِضُوا اللَّهَ۔ اللہ کو قرض دینا یہی ہے

کہ وقت اس کے بتائے ہوئے موقعوں پر اس کے احکام کے مطابق خرچ کی جائے۔ اُسے لفظ قرض سے تعبیر کرنا حکم کی اہمیت کے اظہار اور تاکید و ترغیب کے لئے ہے۔ وَاللَّهُ شَكُورٌ حَلِيمٌ
مطلب یہ کہ چھوٹے سے چھوٹے بھی عمل صالح کو قبول کر لیتا ہے اور بُرد بار ایسا کہ بڑی سے بڑی نافرمانیوں پر بھی گرفت فی الفور نہیں کرتا۔ ۹ ان سب صفات الٰہی کا اثبات بھی پچھلے تحویل
جاہلی قوموں کے عقائد باطلہ کے رد میں ہے۔ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ۔ سب کچھ اس پر روشن ——— یہ نہیں کہ خفیف جزئیات اُس کی نگاہوں سے مخفی رہ جائیں، یا یہ کہ اُس کے سامنے کوئی جھوٹا
بن سکے۔ الْعَزِيزُ۔ وہی سب پر غالب و حاکم ——— یہ نہیں کہ کرم و قانونِ مکافات ادھر آ کی کوئی ... اس کے ارادہ و مشیت پر بھی غالب آ جائے۔ الْحَكِيمُ۔ اس کا ہر فیصلہ حکمتوں
مصلحتوں سے معمور ہوتا ہے ——— یہ نہیں کہ کبھی اُس پر سہو و نسیان و غفلت طاری ہو جائے۔

مَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُّكَفِّرْ عَنْهُ

جو کوئی اللہ پر ایمان رکھتا ہوگا اور نیک کام کرتا ہوگا اللہ اُس کے گناہ اس سے

سَيِّاٰتِهٖ وَيُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

دُور کر دیگا اور اُسے باغوں میں داخل کرے گا، جن کے نیچے نہریں بڑی بہ رہی ہونگی

خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝۹ وَالَّذِيْنَ

اُن میں وہ ہمیشہ ہمیش رہینگے یہ بڑی ہی کامیابی ہے ۹ اور جو لوگ

كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ

کافر رہے اور ہماری نشانیوں کو جھٹلاتے رہے تھے، یہ لوگ دوزخی ہیں

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝۱۰ مَآ اَصَابَ مِنْ

اس میں ہمیشہ رہینگے اور بُرا ٹھکانا ہے کوئی مصیبت ایسی نہیں

مُّصِيْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ يَهْدِ

آتی جو بجز اللہ کے حکم کے ہو اور جو کوئی اللہ پر ایمان رکھتا ہے وہ اُسکے

قَلْبَهٗ ۭ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝۱۱ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ

راہ دکھا دیتا ہے، اور اللہ ہر چیز کو خوب ہی جانتا ہے ۱۰ تم اطاعت کرو اللہ کی

اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاِنَّمَا عَلٰي رَسُوْلِنَا

اور اطاعت کرو رسول کی پھر اگر تم نے رُوگردانی کی تو ہمارے رسول کے ذمہ تو صرف

الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝۱۲ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ وَعَلَي اللّٰهِ

صاف صاف پہنچا دینا ہے ۱۱ اللہ وہی ہے جسکے سوا کوئی خدا نہیں، اور ایمان والوں کو تو

ع ۱ ۱۵

۹ (جس کے سامنے دنیا کی بڑی سی بڑی ممکن کامیابی بھی ہیچ محض ہے) ذٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ۔ یعنی وہ دن کافر و منکر کی حسرت و زیاں کا ہوگا، اور مومن کی راحت و مسرت کا۔ وَمَنْ ... سَيِّاٰتِهٖ۔ آیت اُن خارجی اور نیم خارجی گروہوں کے مزید رد میں ہے، جو معصیت کو ایمان کے منافی سمجھتے ہیں۔ مومن سے اگر گناہ سرزد ہی نہ ہوں، تو یہ کفارہ کا ہے کا ہوگا؟ اور قرآن مجید مومنین کے کفارۂ معاصی کا بار بار اثبات ہی کیوں کر رہا ہے؟ وَيُكَفِّرْ سَيِّاٰتِهٖ قرآن مجید کی یہ بار بار کی بشارت کہ نیکیاں گناہوں کے محو کرنے میں وہ کام دینگی، جو پنسل کی تحریر کے حق میں ربڑ کرتی ہے۔ ہم عاصیانِ اُمت کے لئے کتنی بڑی بشارت ہے! ۱۰ (بشری ضروریات و جذبات کا کونسا جزئیہ اس سے پوشیدہ رہ سکتا ہے؟) مَآ ... اللّٰهِ۔ اس خیال کا استحضار مصیبت نزول کے لئے کتنی بڑی تسلی و تسکین کا باعث اور جادۂ تسلیم و رضا پر قائم رکھنے میں کتنا زیادہ معین ہو سکتا ہے! بِاِذْنِ اللّٰهِ۔ اذن سے مُراد اس سیاق میں حکم تکوینی ہے، جو مرضیٔ الٰہی کو مستلزم نہیں۔ ای بعلمہ وتقدیرہ ومشیتہ (مدارک) قال ابن عباس ... لیکن یصیبہ وقعہ لہ یکن ... وَمَنْ ... قَلْبَهٗ۔ ایمان باللہ میں تاثیر ہی یہ ہے کہ وہ قلب کو تسلیم و رضا کا راستہ دکھاتا ہے ــــــ جس کا درجۂ ایمان جتنا زیادہ مستحکم و بلند، اُسی قدر ہجوم مصائب کے وقت سکون قلب بھی اُس کو زیادہ نصیب، چیز تجربہ کی ہے، جو چاہے تجربہ کر دیکھے۔ ۱۱ (اور وہ فریضۂ تبلیغ سے ادا ہو چکے) وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ۔ اطاعت حق تعالیٰ کی تو براہ راست لذاتہٖ مقصود ہے، اور رسولؐ کی اُسکے نائب معصوم کی حیثیت سے۔

أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِينَ كَفَرُوا مِن قَبْلُ فَذَاقُوا
کیا تمہیں اُن لوگوں کی خبر نہیں پہنچی جو تم سے قبل کفر کر چکے ہیں سو انہوں نے
وَبَالَ أَمْرِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝٥ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُ
اپنے کرتوت کا وبال چکھا اور اُن کے لئے عذاب دردناک ہے ؀۵ یہ اس سبب سے کہ
كَانَت تَّأْتِيهِمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ فَقَالُوا أَبَشَرٌ
اُن کے پاس اُنکے پیمبر کھلے ہوئے نشان لے کر آئے اس پر وہ بولے کہ کیا انسان
يَهْدُونَنَا فَكَفَرُوا وَتَوَلَّوا وَّاسْتَغْنَى اللَّهُ ۚ وَاللَّهُ
ہم کو ہدایت کرینگے؟ غرض انہوں نے کفر کیا اور اعراض کیا، اور اللہ نے (انکی کچھ) پروا نہ کی، اور
غَنِيٌّ حَمِيدٌ ۝٦ زَعَمَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَن لَّن يُبْعَثُوا ۚ
اللہ بے نیاز ہے ستودہ صفات ہے ؀۶ جو لوگ کافر ہیں اُن کا خیال ہے کہ وہ (دوبارہ) اُٹھائے نہ جائینگے
قُلْ بَلَىٰ وَرَبِّي لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ۚ
آپ (اُن سے) کہئے ضرور، اور قسم ہے میرے پروردگار کی، ضرور تم اُٹھائے جاؤ گے، پھر جو کچھ تم کر چکے ہو اسکی تمہیں
وَذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ ۝٧ فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ
خبر دیجائیگی اور یہ اللہ پر بالکل آسان ہے ؀۷ تو اب اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان لاؤ،
وَالنُّورِ الَّذِي أَنزَلْنَا ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ۝٨
اور اُس نور پر بھی جو ہم نے نازل کیا ہے اور اللہ تمہارے اعمال کی پوری خبر رکھتا ہے ؀۸
يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ ۖ ذَٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ ۗ وَ
وہ دن یاد رکھو جب وہ تمہیں اس جمع کرنیوالے دن میں جمع کریگا یہی دن ہے (نقصان و نفع) کے ظاہر ہونیکا دن، اور

؀۵ (آخرت میں) یعنی وبال عاجل کے علاوہ، جس کا مشاہدہ ہر شخص اوراق تاریخ کی مدد سے کر سکتا ہے، ان سرکش و نافرمان قوموں کے لئے آخرت کا عذاب آجل بھی ہے۔ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن قَبْلُ۔ اس میں وہ تمام قومیں آگئیں، جو اسلام سے قبل دنیا میں نمودار ہوئیں۔ اور خدائی قانون کی مخالفت کر کر کے دنیا سے نابود ہو گئیں۔ فَذَاقُوا وَبَالَ أَمْرِهِمْ۔ یعنی اسی دنیا میں اپنے کفر و طغیان کا مزہ چکھا، اور ہلاک و برباد ہو کر رہے۔ ؀۶ (اُس کو نہ کسی کی طاعت سے نفع، نہ کسی کی معصیت سے ضرر) فَقَالُوا أَبَشَرٌ يَهْدُونَنَا۔ وہ لوگ حیرت و انکار کے لہجہ میں بولے کہ بھلا بشر بھی کہیں ہادی و رہنما ہو سکتا ہے، ہاں کوئی دیوی دیوتا ہوتا تو خیر ایک بات بھی تھی ——— بشریت کو جاہلی قوموں نے ہمیشہ رہبری و رہنمائی کے منافی سمجھا ہے، اور وہی ذہنیت آج تک چلی آرہی ہے۔ وَاللَّهُ غَنِيٌّ حَمِيدٌ۔ آیت اُن جاہلی قوموں کے رد میں ہے جن کے عقیدہ میں دیوتا بھی اپنے پجاریوں کے درجہ اقرار و انکار، عبودیت و اعراض سے متاثر ہوتے رہتے تھے۔ ذٰلِكَ اشارہ وبال دنیوی و عذاب آخرت دونوں کی جانب ہے۔ اشارۃ الی ما ذکر من الوبال الذی ذاقوہ فی الدنیا وما اعد لھم من العذاب فی الاخرۃ (روح)۔ ——— ؀۷ بَلَىٰ وَرَبِّي کے ٹکڑے سے مقصود عربی اسلوب بیان کے مطابق تاکید کلام اور وقوع حشر میں قطعیت کا پیدا کرنا ہے۔ وَذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ۔ حق تعالیٰ کی قدرت و عظمت کا استحضار اگر ذہن میں رہے، تو وقوع حشر میں کوئی استبعاد ذرا سا بھی نہ رہے۔ زَعَمَ الَّذِينَ كَفَرُوا۔ لفظ زعم سے اشارہ اس طرف بھی ہو گیا کہ منکروں کا یہ قول بلا دلیل محض اٹکل اور خیال سے ہے۔

؀۸ کوئی عمل نفاق، کوئی عمل کفر اُس کی نگاہ سے مخفی نہیں۔ وَالنُّورِ الَّذِي أَنزَلْنَا۔ مُراد قرآن کا ہونا بالکل ظاہر ہے۔

سُوْرَةُ التَّغَابُنِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ ثَمَانِيَ عَشْرَةَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورۂ تغابن مدینہ میں نازل ہوئی اور اس کی اٹھارہ آیتیں اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ نہایت مہربان بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ لَهُ الْمُلْكُ

اللہ ہی کی پاکی بیان کرتی ہیں جو کچھ کہ آسمانوں اور جو کچھ کہ زمین میں ہیں، اُسی کی حکومت ہے

وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (۱)

اور اُسی کی (ہر) تعریف ہے، اور وہی ہر شے پر قادر ہے ف۱

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ وَاللّٰهُ

وہ وہی ہے جس نے تم سب کو پیدا کیا، سو بعض تم میں سے کافر ہیں اور بعض تم میں سے مومن، اور اللہ

بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ (۲) خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ

تمہارے (سارے) اعمال کو دیکھ رہا ہے ف۲ اسی نے آسمانوں اور زمین کو ٹھیک ٹھیک

بِالْحَقِّ وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ (۳)

پیدا کیا اور تمہارا نقشہ بنایا، سو تمہارا (کیسا) اچھا نقشہ بنایا اور اُسی کی طرف (سب کی) واپسی ہے ف۳

يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ

وہ سب چیزوں کو جانتا ہے جو آسمانوں میں اور زمین میں ہیں، اور وہ سب کچھ جانتا ہے جو تم پوشیدہ کرتے ہو

وَمَا تُعْلِنُوْنَ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (۴)

اور جو تم علانیہ کرتے ہو اور اللہ تو دلوں تک کی بات خوب جاننے والا ہے ف۴

منزل ۷

ف۱ (اور وہی ساری صفات کمال و جمال کا جامع ہے) يُسَبِّحُ . . . . . الْاَرْضِ۔ یہ تسبیح ہر مخلوق کی اُسکے مرتبۂ وجود کے مطابق و متناسب ہوگی، کہیں زبانِ حال سے کہیں زبانِ قال سے۔ لَهُ الْمُلْكُ حکومت وملکیت صرف اُسی ذات پاک کی ہے۔ وَلَهُ الْحَمْدُ۔ محمودیت کی مرکز صرف وہی ذات پاک ہے۔ ف۲ اس لئے حشر و جزائے اعمال کے وقت سب یکساں ہونگے۔ خَلَقَكُمْ۔ خطاب عام نوع بشری سے ہے۔ مرتبۂ مخلوقیت میں سب یکساں ہیں۔ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ اور جب وہ سب کا خالق ہے تو اُس کی خالقیت کا عین مقتضا یہ تھا، کہ تم سب کے سب اُس کے مطیع ہوتے۔ فَمِنْكُمْ . . . . . مُّؤْمِنٌ بشر کے درمیان حقیقی اور بنیادی تفریق صرف مومن و کافر کی ہے۔ ایک طرف چین کے مُسلم، مصر کے مُسلم، ہند کے مُسلم، امریکہ کے مُسلم، آسٹریلیا کے مُسلم۔ رنگ کے، نسل کے، زبان کے، وطن کے اختلافات کے باوجود سب کے سب مسلم۔ اور دوسری صف میں ساری دنیا کے کافر۔ بس حقیقی قومیں کُل یہی دو ہیں ——— مؤمن و کافر یا مطیع و سرکش یا مسلم و منکر۔ ف۳ یہاں جتنی صفات الٰہی بیان ہوئی ہیں، بہت سی آیات قرآنی کی طرح، اُن میں سے ہر صفت کا اثبات کسی نہ کسی مُشرکانہ گمراہی کی تردید، کسی نہ کسی جاہلی عقیدہ کے ابطال ہی میں ہے۔ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ۔ آسمان و زمین نہ دیوی دیوتا ہیں، نہ خود آفریدہ بلکہ حق تعالیٰ کے خلق کئے ہوئے ہیں، جس طرح اور ساری مخلوق ہے۔ بِالْحَقِّ۔ یہ سارا کارخانۂ کائنات، جس کی پوری پیمائش کسی بندہ سے نہ آج تک ہو سکی ہے، نہ آئندہ کبھی ہو سکے گی، یوں ہی بلا مقصد محض تماشہ و تفریح کی خاطر وجود میں نہیں لے آیا گیا ہے، بلکہ مخصوص و متعین اعلیٰ مقاصد ہی کے ماتحت ایک حکیم مطلق کے ارادہ و تجویز کے مطابق وجود میں لایا گیا ہے۔ وَصَوَّرَكُمْ۔ مادّہ و روح، ہیولیٰ اور صورت، سب کا خالق و موجد وہی ہے۔ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ۔ انسان کی خلقت و ترکیب سب بہترین آئین حکمت کے مطابق ہے۔ محض اتفاقی اجتماع عناصر کا نتیجہ نہیں۔ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ۔ ہر مخلوق کو اپنی زندگی کی میعاد پوری کر کے واپس بھی اُسی کے حضور میں ہونا ہے۔ کسی اور دیوی دیوتا، ابن اللہ وغیرہ سے سابقہ پڑنا نہیں ہے۔ ف۴ حاصل یہ کہ اُس کی قدرت کی طرح اُس کی صفت علم بھی کامل و مکمل ہے، جزئیات و کلیات، غیب و شہادت سب پر یکساں حاوی۔

رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ؕ وَ

اب مدینہ میں لَوٹ کر جائینگے تو غلبہ والا وہاں سے مغلوبوں کو نکال باہر کریگا ؎۱۱ حالانکہ

لِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ

عزت تو بس اللہ ہی کی ہے، اور اسکے پیمبر کی اور ایمان والوں کی، البتہ منافقین (یہی اس کا)

ع ۱/۸/۱۳ لَا يَعْلَمُوْنَ ⑧ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ

علم نہیں رکھتے ؎۱۲ اے ایمان والو کہیں تمہارے مال اور

وَلَاۤ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ

تمہاری اولاد تمہیں اللہ کی یاد سے غافل نہ کردیں، اور جو کوئی ایسا کریگا، تو وہی لوگ تو

هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ⑨ وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ

گھاٹے میں رہنے والے ہیں ؎۱۳ اور ہم نے جو کچھ تمہیں دے رکھا ہے اُس میں سے خرچ کرلو

قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَاۤ

قبل اس کے کہ تم میں سے کسی کی موت آکھڑی ہو، پھر وہ کہنے لگے اے میرے پروردگار

اَخَّرْتَنِيْۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ

مجھے اور کچھ دن مہلت کیوں نہ دی کہ میں خیر خیرات دے لیتا اور نیک کاروں میں

الصّٰلِحِيْنَ ⑩ وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ؕ

شامل ہوجاتا ؎۱۴ اور اللہ کسی کو ہرگز مہلت نہیں دیتا جب اسکی میعاد مقرر آجاتی ہے

ع ۲/۳/۱۴ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ⑪

اور اللہ کو تمہارے کاموں کی (پوری) خبر ہے ؎۱۵

؎۱۱ یعنی ہم کہ ہمارا شمار مدینہ کے اکابر و اہلِ اقتدار میں ہے، ان غریب نو واردوں اور مکی پردیسیوں کو اپنے شہر سے نکال باہر کرینگے۔ رَجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ۔ یہ گفتگو مدینہ سے باہر غزوۂ بنی مصطلق کے موقع پر ہو رہی تھی۔ ؎۱۲ (کہ غلبہ اور مغلوبی، عزت و ذلت کا حقیقی اور تکوینی معیار کیا ہے) وَلِلّٰهِ ..... لِلْمُؤْمِنِيْنَ۔ حق تعالیٰ کا غالب اور صاحب عزت ہونا بالذات اور اصالۃً ہے۔ اور ہر صفت کے اعتبار سے بالکل کامل و مکمل۔ ——— اور رسولؐ کا بسبب ان کے تعلق اور ربط باللہ کے، اور بلحاظ انکے لائے ہوئے کلام کے اعجاز اور انکے دین کے دلائل و بیّنات کے ——— اور مومنین کا بسبب انکے تعلق باللہ اور تعلق بالرسول کے اور باعتبار اُن کی فتح و نصرت کے۔ لِلّٰهِ الْعِزَّةُ۔ عزۃ کے معنیٰ یہاں غلبہ و اقتدار کے ہیں۔ دنیا میں عزۃ یعنی عُلُو و غلبہ کے بڑے اور اصلی مظہر بھی دو ہی ہیں۔ ایک مال، دوسرے جاہ۔ قرآن مجید نے اہلِ ایمان کو یہ حقیقت بتائی ہے کہ یہ دونوں مقصد، مرکزِ حقیقی ہی سے تعلق جوڑے رکھنے سے حاصل ہو سکتے ہیں نہ کہ اُس سے کٹ جانے سے ——— پہلی حقیقت کا اظہار آیت ماقبل میں ہو چکا ہے، اور دوسری حقیقت کا اس آیت میں ہو رہا ہے۔ ؎۱۳ (کہ دنیوی لذت، عیش و راحت تو بہرحال ایک دن ختم ہو جانے والی ہیں۔ البتہ حقوق اللہ اور حقوق العباد میں جتنی کوتاہیاں رہ گئیں اس کا وبال باقی رہ جانے والا ہے) عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ۔ اس ذکرِ الٰہی کی بڑی فرد اطاعت احکامِ الٰہی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مال و اولاد تو خود اسی لئے عطا ہوئے ہیں کہ اللہ سے متعلق جو حقوق عائد ہوتے ہیں انہیں پورا کر کے اپنے مدارج روحانی کی تکمیل کرو۔ لیکن اگر کہیں انہیں چیزوں کو جو ذریعۂ عبادت اور سبب طاعت ہیں، تم نے اصل مقصود و مطلوب بنا لیا تو تم عین گمراہی میں پڑ گئے۔ ؎۱۴ یہ قول بطور تمنا و حسرت زبان پر اُس وقت آئیگا، جو عین انکشافِ حقیقت کی گھڑی ہوگی۔ وَاَنْفِقُوْا۔ یعنی ادائے حقوقِ واجب میں، طاعتِ الٰہی میں خرچ کرو۔ فَاَصَّدَّقَ۔ ~~ف یہاں حتیٰ کے مرادف ہے۔ یا یوں کہا جائے کہ کلمہ لولا جو ابھی گذر چکا ہے اس کے~~ جواب میں ہے۔ ؎۱۵ (اس کے ہاں جزا و سزا میں کسی غلطی کا امکان نہیں) وَلَنْ ..... اَجَلُهَا۔ یہاں یہ بتا دیا کہ جب وہ وقت موعود آجائیگا تو ساری حسرت و تمنا بیکار رہے گی۔

يَحْسَبُوْنَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ ۚ هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ ۚ

ہر غل پکار کو یہ اپنے ہی اوپر سمجھنے لگتے ہیں یہی لوگ (پورے) دشمن ہیں پس آپ ان سے ہوشیار رہیے

قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۝۴ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا

اللہ اُن کو غارت کرے (کہاں پھرے چلے جاتے ہیں ۵۶ اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ آؤ،

يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ وَرَاَيْتَهُمْ

رسول اللہ تمہارے لئے استغفار کردیں تو وہ اپنا سر پھیر لیتے ہیں، اور آپ انہیں دیکھینگے

يَصُدُّوْنَ وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ۝۵ سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ

کہ بے رُخی کر رہے ہیں تکبر کرتے ہوئے ۵۷ اُن کے حق میں برابر ہے

اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ۚ لَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ

خواہ آپ اُنکے لئے استغفار کریں، یا آپ اُنکے لئے استغفار نہ کریں، اللہ انہیں بہرحال نہ

لَهُمْ ۚ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝۶ هُمُ

بخشے گا بیشک اللہ (ایسے) نافرمان لوگوں کو (توفیق) ہدایت نہیں دیتا ۵۸ یہی

الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ

لوگ تو کہتے ہیں کہ جو لوگ رسُول اللہ کے پاس جمع ہیں اُن پر کچھ خرچ مت کرو

اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا ۗ وَلِلّٰهِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

یہاں تک کہ وہ (آپ ہی) منتشر ہو جائینگے ۵۹ حالانکہ اللہ ہی کے تو ہیں آسمانوں اور زمین کے خزانے

وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ ۝۷ يَقُوْلُوْنَ لَئِنْ

البتہ منافقین ہی نہیں سمجھتے ۶۰ کہتے ہیں کہ اگر ہم

۵۶ (دین حق سے) قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ۔ عربی زبان میں ایک بددعا کا کلمہ ہے۔ ایک مومن آج جب قرآن مجید میں منافقین کی ایسی ایسی تکلیف دِہ اور مسلم آزار کیفیتیں سنتا ہے۔ تو قدرۃً اس کے دل میں اُن کی طرف سے سخت غصّہ پیدا ہوتا ہے، اور جوش میں بیساختہ اُن پر لعنت بھیجنے کو جی چاہتا ہے۔ قرآن مجید نے بکمال بلاغت عین موقع پر بندوں کے جذبات کی ترجمانی کردی —— یہ نکتہ حکیم الامت تھانویؒ نے اپنی مجلس میں یہ کہہ کر ارشاد فرمایا، کہ یہ اُنکے بڑے گھر ہیں جو کچھ ایسی پڑھی لکھی بھی نہیں، اُن سے بیان فرمایا۔

يَحْسَبُوْنَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ۔ منافق کا ضمیر اُسے کبھی چین نہیں لینے دیتا۔ افشائے راز اور کشفِ حقیقت کا دھڑکا ہر وقت لگا رہتا ہے وہ ہر چرچے کو اپنے ہی متعلق سمجھتا ہے۔ هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ۔ یعنی ایسے لوگ اسلام اور مسلمانوں کے بڑے سخت دشمن ہیں ان کے مکر و کید و ضرر رسانی سے ہمیشہ ہوشیار رہنا۔ هُمُ الْعَدُوُّ۔ یعنی بڑے سخت دشمن ~~ای الکاملون فی العداوۃ~~ (مدارک)

۵۷ حاصل یہ کہ نفاق کے ساتھ ساتھ مرض رعونت و خود بینی میں بھی یہ لوگ مبتلا تھے۔ اور اسی لئے نہ کسی قسم کی معذرت کی ضرورت سمجھتے تھے نہ توبہ و استغفار کی۔

۵۸ (جو فسق عملی و اعتقادی میں غرق ہو چکے ہیں، اور قبول حق و ہدایت کا قصد ہی نہیں کرتے) قرآن مجید حق تعالیٰ کے اس قانون تکوینی کی تکرار بار بار کرچکا ہے، تاکہ بندوں کو خوب اس کا استحضار رہے۔ سَوَآءٌ ..... لَهُمْ۔ رسُول تک کے استغفار کی شرط قبولیت وجود ایمان ہے۔ جو دل ایمان ہی سے خالی ہیں، اُن کے لئے رسُول اللہ تک کا استغفار لاحاصل ہے، جبتک کہ وہ ایمان نہ لے آئیں۔ ~~ای المصرین علی النفاق~~ (مدارک) اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ۔ یعنی آپؐ بھی بہرحال بشر ہی ہیں۔ سیّد البشر اور کامل الفراست ہونے کے باوجود ممکن ہے کہ اُن کے زبانی دعوے اور ظاہری بیان کا اعتبار کرلیں۔ الْفٰسِقِيْنَ۔ فاسق کے عموم میں کافر، منافق، مستکبر وہ سب جمع ہوگئے۔ جن کا ذکر اُوپر آچکا ہے۔ ~~ای الذی سبق ذکرھم وھم الکافرون والمنافقون والمستکبرون~~ (کبیر)

۵۹ روایتوں میں آتا ہے کہ غزوۂ بنی مصطلق کے موقع پر انصار و مہاجرین کے درمیان بے لطفی اور رنجش ہوگئی تھی۔ منافقین کو موقع مل گیا۔ انصار کے ہمدرد و غمخوار بن کر اُن سے بولے کہ تمہیں نے تو رشتۂ مواخات قائم کرکر کے انکے حوصلے بڑھا دیئے، اُنکے دماغ خراب کردیئے ہیں، تم آج خرچ دینا بند کردو تو ابھی تو یہ مجمع منتشر ہوا جاتا ہے۔ يَقُوْلُوْنَ۔ منافقین یہ انصار مدینہ سے کہتے تھے۔ مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ۔ اشارہ مہاجرین مکّہ کی جانب ہے۔

۶۰ (بلکہ بکمال حماقت و نادانی یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ مہاجرین کے رزق کا مدار انصار مدینہ کے چندہ اور عطیہ پر ہے)

سُوۡرَۃُ الۡمُنٰفِقُوۡنَ مَدَنِیَّۃٌ وَّہِیَ اِحۡدٰی عَشۡرَۃَ اٰیَۃً وَّفِیۡہَا رُکُوۡعَانِ

سورۂ منافقون مدینہ میں نازل ہوئی اور اس کی گیارہ آیتیں اور دو رکوع ہیں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شروع اللہ نہایت مہربان بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

اِذَا جَآءَكَ الۡمُنٰفِقُوۡنَ قَالُوۡا نَشۡہَدُ اِنَّكَ لَرَسُوۡلُ اللّٰہِ
جب آپ کے پاس منافق آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ بیشک اللہ کے رسول
وَاللّٰہُ یَعۡلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوۡلُہٗ ؕ وَاللّٰہُ یَشۡہَدُ اِنَّ الۡمُنٰفِقِیۡنَ
ہیں تو اللہ کو تو یہ معلوم ہی ہے کہ آپ اُسکے رسول ہیں، لیکن اللہ (اس کی بھی) گواہی دیتا ہے کہ منافق
لَكٰذِبُوۡنَ ۚ ① اِتَّخَذُوۡۤا اَیۡمَانَہُمۡ جُنَّۃً فَصَدُّوۡا عَنۡ
جھوٹے ہیں ؎۱ ان لوگوں نے اپنی قسموں کو سپر بنا رکھا ہے، پھر یہ لوگ (دوسروں کو بھی) اللہ کی
سَبِیۡلِ اللّٰہِ ؕ اِنَّہُمۡ سَآءَ مَا كَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ ② ذٰلِكَ
راہ سے روکتے ہیں ؎۲ بیشک کیسے بُرے اُن کے کرتوت رہے ہیں ؎۳ یہ اس سبب سے ہے
بِاَنَّہُمۡ اٰمَنُوۡا ثُمَّ كَفَرُوۡا فَطُبِعَ عَلٰی قُلُوۡبِہِمۡ فَہُمۡ
کہ یہ لوگ ایمان لے آئے، پھر کافر ہو گئے ؎۴ سو اُن کے دلوں پر مُہر کر دی گئی تو یہ (اب)
لَا یَفۡقَہُوۡنَ ③ وَاِذَا رَاَیۡتَہُمۡ تُعۡجِبُكَ اَجۡسَامُہُمۡ ؕ وَ
نہیں سمجھتے ؎۵ اور جب آپ اُن کو دیکھیں تو اُن کے قد و قامت آپکو خوشنما معلوم ہوں
اِنۡ یَّقُوۡلُوۡا تَسۡمَعۡ لِقَوۡلِہِمۡ ؕ كَاَنَّہُمۡ خُشُبٌ مُّسَنَّدَۃٌ ؕ
اور اگر یہ بات کرنے لگیں تو آپ اُنکی باتیں سننے لگیں، گویا یہ لکڑیاں ہیں سہارے سے لگائی ہوئی ؎۶

وقف لازم

؎۱ (اپنے اس دعوے میں کہ ہم آپکے رسُول ہونے کے گواہ ہیں) قَالُوۡا .... اللّٰہِ۔ یعنی اپنے اصلی اور دلی اعتقاد کے خلاف آپکے سامنے اگر آپ کی تصدیق رسالت کا نمائشی اظہار کرتے ہیں۔ لَكٰذِبُوۡنَ۔ اس کذب کا تعلق ظاہر ہے کہ خبر سے نہیں، مُخبِر سے ہے۔ یعنی بات بجائے خود تو سچی ہے، مگر یہ کہنے والے اُسے سچ جان کر نہیں کہہ رہے ہیں۔

؎۲ یہ منافقین خود تو ایمان سے محروم تھے ہی، دوسروں کو بھی راہ حق سے روکتے رہتے تھے۔ اور اس لئے اُن کا جُرم دہرا جُرم تھا۔ اِتَّخَذُوۡۤا اَیۡمَانَہُمۡ جُنَّۃً۔ یعنی یہ لوگ اگر علانیہ اپنے کفر و عداوتِ اسلام کا اظہار کر دیں تو اُن کا شمار بھی کافروں میں ہونے لگے اور اُن کے مقابلہ میں جہاد واجب ہو جائے۔ اس لئے یہ اپنے جان اور مال کے بچانے کی خاطر جھوٹی قسمیں کھا کھا کر اپنے کو مسلمان ظاہر کر رہے ہیں ——— کوئی شخص جب تک زبان سے اسلام کا اقرار کر رہا ہے، خواہ وہ حقیقۃً کیسا ہی دُشمنِ اسلام ہو، اسلام اُسے قتل کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ فَصَدُّوۡا عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ۔ یعنی دوسروں کو بھی راہِ حق سے روک کر اپنے جُرم کا درجہ دُگنا کر رہے ہیں۔ سَآءَ مَا كَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ۔ سَآءَ۔ میں ہمیشہ ایک پہلو تعجب کا شامل رہتا ہے، گویا سامعین سے کہا جا رہا ہے کہ دیکھو تو سہی، کیسے بُرے اُن کے کرتوت رہے ہیں! (فی ساء معنی التعجب الذی ہو تعظیم امرہم عند السامعین (مدارک)

؎۳ یعنی پہلے مومنین کے سامنے اپنے ایمان کا اظہار کیا، پھر اپنے رازداروں کی مجلس میں جا کر کلمات کفر کہے۔ (اے نطقوا بکلمۃ الشہادۃ ثم ظہر کفرہم بعد ذٰلک (مدارک) او نطقوا بالایمان عند المؤمنین ثم نطقوا بالکفر عند شیاطینہم (مدارک) ذٰلِكَ۔ یعنی اُن کے کرتوتوں کا بُرا اور بہت بُرا ہونا۔ (اشارۃ الی قولہ ساء ما کانوا یعملون (مدارک) بِاَنَّہُمۡ میں ب سببیہ ہے۔ (اے بسبب انہم (مدارک)

؎۴ (دین کے روشن ترین دلائل و حقائق کو بھی) فَطُبِعَ۔ دلوں پر یہ مُہر اُسی ارادی منافقت کی عادت کی بنا پر لگی۔ اور پھر اس نتیجہ کا ایک نتیجہ یہ نکلا کہ اُنکے ذہنوں سے صلاحیت ہی حقائقِ دین کی فہم کی جاتی رہی۔

؎۵ (کہ دیکھنے میں تو لمبی چوڑی، موٹی، شاندار مگر بے جان محض روح سے خالی) وَاِذَا .... اَجۡسَامُہُمۡ۔ یہ خوشنمائی اُن کے ظاہری شان و شوکت اور مادّی تن و توش کی بنا پر ہوگی ——— آج بھی منافقوں، زندیقوں، بیدینوں کے مجمع میں کیسے کیسے خوش پوش اور کیسے کیسے خوش ظاہر نظر آتے ہیں۔ وَاِنۡ .... لِقَوۡلِہِمۡ۔ جاذب توجہ اُن کی تقریر کی ظاہری شستگی اور آراستگی ہوگی ——— آج بھی منافقوں، زندیقوں، بے دینوں کے مجمع میں کیسے کیسے خوش تقریر، خوش تحریر خطیب و ادیب نظر آتے ہیں!

ع ١/٨ ١١

بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٨﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا
سب کئے ہوئے کام جتلا دیگا ۵۸ اے ایمان والو جب
نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى
جمعہ کے دن اذان کہی جائے نماز کے لئے تو چل پڑا کرو
ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ
اللہ کی یاد کی طرف ۵۹ اور خرید و فروخت چھوڑ دیا کرو، یہ تمہارے حق میں بہتر ہے اگر
كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿٩﴾ فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا
تم کچھ سمجھ رکھتے ہو ۶۰ پھر جب نماز پوری ہو چکے تو زمین پر
فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا
چلو پھرو اور اللہ کی روزی تلاش کرو اور اللہ کو
اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿١٠﴾ وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً
بکثرت یاد کرتے رہو، تاکہ تم فلاح پاؤ ۶۱ اور (بعض لوگوں نے) جب کبھی
اَوْ لَهْوَا انْفَضُّوْٓا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَاۗىِٕمًا ۭ قُلْ مَا
ایک سودے یا تماشہ کی چیز کو دیکھا تو اسکی طرف دوڑتے ہوئے بکھر گئے اور آپ ﷺ کو کھڑا ہوا چھوڑ دیا ۶۲ آپ کہہ دیجئے
عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ ۭ وَاللّٰهُ
کہ جو چیز اللہ کے پاس ہے وہ تماشہ اور سودے سے کہیں بہتر ہے اور اللہ
خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿١١﴾
سب سے اچھا روزی پہنچانے والا ہے ۶۳

٢ ع ٣ ١٢

منزل ٧

۵۸ (اور اپنے اسی علم کامل و قطعی کے مطابق سزا بھی دیگا) موت سے ناگواری تو انسان کے لئے ایک امر طبعی ہے اس سے یہاں تعرض نہیں۔ لیکن جو صاحب ایمان ہوتا ہے، وہ اس طبعی گرانی و ناگواری کے باوجود عقلی و ایمانی اعتبار سے ہمیشہ موت کی پیشوائی ہی کے لئے تیار رہتا ہے۔ اِنَّ ۔ ۔ ۔ ۔ مِنْهُ ۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ موت کا استحضار ضمیر کی بیداری کی خاص علامت ہے۔ اور قلب کی قساوت کا خاص علاج۔

۵۹ اس ذکر اللہ کے عموم میں نماز فرض اور خطبۂ واجب دونوں آگئے۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ ۔ اس کے عموم سے وہ لوگ خارج ہیں، جن پر جمعہ واجب ہی نہیں، عورتیں، بچے، مریض، مسافر وغیرہ۔ الصلوٰة ۔ ال عہد کا ہے، اور للصلوٰة سے مراد لوقت الصلوٰة ہے۔ الصلوٰة سے مراد صلوٰة الجمعة ہے۔ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ ۔ مِنْ یہاں فِي کے معنی میں ہے۔ اے فی یوم الجمعة (مدارک) فَاسْعَوْا ۔ سعی یہاں اپنے لفظی معنی میں، یعنی دوڑنے کے مرادف نہیں۔ بلکہ اس سے مقصود چلنے میں توجہ و اہتمام کی تاکید ہے۔ السعی یستعمل للجد فی الامر (راغب) المراد بالسعی القصد دون العدو (کشاف) ولیس المراد من السعی الاسراع انما المراد منه العمل والفعل (معالم) ولیس المراد بالسعی ھھنا المشی السریع وانما ھو الاھتمام بھا (ابن کثیر) نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ ۔ مراد نماز جمعہ کی اذان سے ہے۔ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ ۔ جمعہ کا دن کم لوگوں کو معلوم ہوگا کہ وہم پرست مسیحیوں کے ہاں "منحوس" سمجھا جاتا ہے، اور شادی بیاہ سے اس دن خاص طور پر بچا جاتا ہے۔ "نحوست" کی دلیل یہ ہے کہ "ابن اللہ" کو سولی پر اسی دن چڑھایا گیا تھا۔

۶۰ (اور حقائق امور کی طرف متوجہ ہوا) وَذَرُوا الْبَيْعَ ۔ بیع کا ذکر محض مزید تاکید و اہتمام کے لئے ہے، ورنہ حکم فقہی میں تخصیص کچھ بیع و تجارت ہی کی نہیں۔ اراد الامر بترک ما یذھل عن ذکر اللہ من شواغل الدنیا (مدارک) مُراد صرف یہ ہے کہ ادھر مؤذن کے منہ سے اللہ اکبر کی صدا بلند ہو اور ادھر ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ دنیا کے جس حال اور جس مشغلہ میں ہو مسجد کا رُخ کر دے اور نماز جمعہ کی تیاری و اہتمام میں لگ جائے ——— گویا یہ مسلمان کی ہفتہ وار پریڈ ہے کہ ہر مسلمان بگل کی آواز سنتے ہی اپنے کو حاضری پر مجبور پائے! فقہاء نے یہاں یہ بھی لکھ دیا ہے کہ اصل مقصود وقت نماز کا آجانا ہے۔ جب وقت آجائے تو ہر مسلمان جس پر نماز جمعہ واجب ہے، اس پر نماز کیلئے تیاری واجب ہو جاتی ہے۔ یہ ضرور نہیں کہ اذان کی آواز ہی کان میں پڑ لے۔ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ ۔ اس حکم کی پابندی شخصی و انفرادی حیثیت سے بھی پہلوئے خیر رکھتی ہے اور قومی و اجتماعی حیثیت سے بھی ——— دنیوی، مادی اعتبار سے یوں کہ نماز جمعہ تنظیم اُمت کا ایک بہترین نسخہ ہے اور اُخروی، رُوحانی اعتبار سے یوں کہ آخرت کا نفع باقی دنیا کے ہر نفع فانی سے کہیں زیادہ قیمتی ہے۔

۶۱ یعنی جب نماز سے فارغ ہو جاؤ تو اب اجازت ہے کہ اپنے کاروبار میں مشغول ہو جاؤ، اور اپنے جمعہ کو مسیحیوں کے اتوار اور یہود کے شنبہ کی طرح دنیوی کاروبار سے تعطل کا دن نہ فرض کر لو۔ ہاں دنیوی کاروبار میں اشتغال خدا فراموشی کے مرادف نہیں۔ احکام الٰہی کا استحضار کاروبار میں بھی پوری طرح رہے۔ دیانت امانت تقویٰ، تجارت اور ہر قسم کے دنیوی مشغلہ میں مسلمان کے لئے لازمی ہیں ——— آیت میں جو حکم ہے، اُس کی پوری قدر جب ہوگی، جب یہود و نصاریٰ کا معاملہ جو انہوں نے اپنے اپنے ہفتہ وار تہواروں کے ساتھ کر رکھا ہے، پیش نظر ہو۔

۶۲ بعض صحابیوں کی طرف اشارہ ہے جو نئے نئے اسلام میں داخل ہوئے تھے، اور شریعت کے قوانین و احکام ابھی ان میں پوری طرح راسخ نہیں ہوئے تھے۔ مدینہ میں ایک بار خطبۂ جمعہ کے وقت (جو اُس وقت تک بعد نماز ہوتا تھا) تجارتی قافلہ غلّہ لے کر آیا، اور اعلان کے لئے دف بھی بج رہا تھا۔ ۱۲ پختہ و راسخ صحابیوں کو چھوڑ کر، باقی دوسرے حضرات یہ سمجھ کر کہ نماز تو ختم ہی ہو چکی ہے، تجارتی قافلہ کی طرف چل پڑے۔ یہ تنبیہ اُن کی اسی اجتہادی غلطی پر کی جا رہی ہے۔ وَتَرَكُوْكَ قَاۗىِٕمًا ۔ ان الفاظ سے اس مسئلہ پر کہ خطیب جمعہ کو خطبہ کھڑے ہو کر دینا چاہئے۔ ایک قرآنی دلیل قائم ہو رہی ہے۔ دلیل علی ان الامام یخطب یوم الجمعة قائما (ابن کثیر) سئل عبد اللہ بن عمر اکان النبی ﷺ یخطب قائما او قاعدا قال اما تقرأ وترکوک قائما (معالم)

۶۳ یہاں یہ بتایا ہے کہ معاشیات و مالیات میں بھی اصل بھروسہ اپنے اسی رحیم و شفیق خالق و مالک پر رکھو۔ اجر آخرت سے قطع نظر، دنیوی اسباب رزق کے سلسلہ کا بھی آخری سرا تو اسی کے ہاتھ میں ہے۔ مَا عِنْدَ اللّٰهِ ۔ یعنی اجر آخرت اور حق تعالیٰ کا قُرب۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا
جن لوگوں کو توراۃ پر عمل کا حکم دیا گیا تھا پھر انہوں نے اس پر عمل نہ کیا
كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ؕ بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ
ان کی مثال اس گدھے کی سی ہے جو کتابیں لادے ہو (کیسی) بُری مثال ہے اس قوم والوں کی
الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ
جنہوں نے اللہ کی آیتوں کو جھٹلایا اور اللہ ظالم لوگوں کو (توفیق) ہدایت نہیں
الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵﴾ قُلْ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْۤا اِنْ زَعَمْتُمْ
دیا کرتا ۵۵ آپ کہئے اے یہودی ہو جانے والو، اگر تمہارا یہ دعویٰ ہے
اَنَّكُمْ اَوْلِيَآءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا
کہ تم ہی تم (بلا شرکت غیرے) اللہ کے چہیتے ہو تو موت کی تمنا
الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۶﴾ وَلَا يَتَمَنَّوْنَهٗۤ اَبَدًا
کر دکھاؤ، اگر تم سچے ہو ۵۶ اور وہ کبھی بھی اس کی تمنا نہ کریں گے
بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿۷﴾
بسبب اُن (اعمال) کے جو اپنے ہاتھوں سمیٹے ہیں، اور اللہ خوب واقف ہے (ان) ظالموں سے ۵۷
قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِىْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِيْكُمْ
آپ کہہ دیجئے کہ جس موت سے تم بھاگ رہے ہو وہ ضرور تمہیں آپکڑے گی
ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ
پھر تم پوشیدہ اور ظاہر کے جاننے والے (خدا) کے پاس لائے جاؤ گے، پھر وہ تمکو تمہارے

۵۵ الظّٰلِمِيْنَ۔ سے مُراد وہی لوگ ہیں، جو دینِ حق سے عناد رکھتے ہیں، اور اسی خبث و عناد کی بنا پر کبھی دلائل و حقائق پر غور نہیں کرتے ——— ایسوں کو سُنا دیا گیا کہ جب تک وہ اپنی طرف سے عناد ترک نہ کرینگے انہیں ہدایت نصیب نہ ہوگی۔ مَثَلُ ..... كَمَثَلِ الْحِمَارِ۔ یہ مثلیت اور تشبیہ نفع سے محرومی کے لحاظ سے ہے ——— جس طرح کتابوں کے بوجھ سے لدا ہوا گدھا کتابوں کے نفع سے محروم محض رہتا ہے، اسی طرح یہ اہلِ توریت، توریت پر عمل نہ کرنے کے باعث، اس کے فوائد سے کورے رہ گئے۔ كَمَثَلِ الْحِمَارِ۔ حمار، گدھے کی تخصیص اس لئے کہ جانوروں میں اس کی بلادت اور نافہمی ضرب المثل کی حد تک مشہور ہے، اور اہلِ عرب کو بالکل مسلّم تھی۔ وهذا التمثيل لاظهار الجهل والبلادة وذلك فی الحمار اظهر كبيرا و فی الحمار من الذل والحقارة ما لا يكون فی الغير كبيرا مُحَمَّلُوا۔ حمل یہاں ادائے حقوق اور مُکلّف کئے جانے کے معنی میں ہے۔ حملوا ای كلفوا ان يحملوها ای يقوموا بحقها (راغب)

۵۶ (اپنے دعوائے محبوبیت مطلقہ میں) يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْا۔ خطاب اُن اہلِ عرب سے ہے، جو یہود کے طور طریقے، وضع و معاشرت، شعائر و عقائد اختیار کرتے کرتے رفتہ رفتہ خود بھی یہودی بن گئے تھے ——— جیسے ہندوستان میں انگریزوں کے زمانۂ عروج خصوصاً شروع انگریزی دور میں، ہزارہا اہلِ ہند نے انہیں کا تمدّن اختیار کرکے رفتہ رفتہ اپنے کو "کرسٹان" بنا لیا تھا۔ یہودی مذہب اصلاً تبلیغی مذہب نہیں، نسلی مذہب تھا، صرف نسل اسرائیل کے لئے محدود۔ لیکن یہود کے علم و فضل، ثروت و تمدّن سے مرعوب و مسحور ہو کر کثرت سے مشرکین عرب نے بھی چپکے چپکے دبے پاؤں اپنے اوپر یہودیت (تہوّد) طاری کر لی تھی۔ اَنَّكُمْ ..... النَّاسِ۔ یہود نے اپنے دل سے یہ عقیدہ گڑھ لیا تھا کہ ہم کچھ بھی کریں، جس طرح بھی رہیں سہیں، بہرحال ہماری پیمبرزادگی ہمارے آڑے آتی رہیگی، اور ابراہیم خلیلؑ کی جانب نسلی انتساب ہمیں اللہ کی ہر نافرمانی پر گرفت سے ہمیشہ محفوظ ہی رکھیگا۔ اور یہ امتیاز بجز ہمارے نسلِ آدم میں کسی کو بھی حاصل نہیں ——— قرآن مجید بار بار اُن کے اسی خطرناک نظریہ پر ضرب لگاتا ہے۔ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ۔ یہاں وہ تمنائے موت مُراد نہیں جو عدمِ ثبات و عدمِ توکل کی بنا پر کسی دنیوی مصیبت سے گھبرا کر کی جاتی ہے بلکہ وہ تمنائے موت مراد ہے، جو شوقِ جنت اور اشتیاقِ لقاءِ رب میں ہر مومن کے دل میں پیدا ہوتی رہتی ہے۔ مُرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ ولایت و مقبولیت کی علامتوں میں سے مومن کے لئے آرزوئے موت بھی ہے، اگرچہ صرف عقلی ہی حد تک رہے۔

۵۷ یعنی معاندینِ حق سے۔ آیت کا مطلب یہ ہوا کہ حق تعالیٰ پر تو ان لوگوں کا عنادِ حق و خبث باطن عیاں ہی ہے، اُسے اپنے معلوم کرنے کے لئے کسی امتحان کی ضرورت نہیں۔ لیکن دوسروں پر ظاہر کرنے کے لئے اُس نے یہ ایک موٹی سی پہچان بتادی ——— زبان سے اپنی محبوبیت مطلقہ کا دعویٰ کرتے ہو، تو پھر ذرا اپنے اس قید دنیا سے آزاد ہو جانے کی آرزو کر دکھاؤ۔ لیکن کرو گے کیسے؟ حُبِّ دنیا میں تو اتنا جکڑے ہوئے ہو، اور اُخروی و روحانی لذائذ سے اتنا بُعد رکھتے ہو کہ اس آرزو کی کبھی ہمت ہی نہ کر سکو گے!

سُوْرَةُ الْجُمُعَةِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ اِحْدٰى عَشْرَةَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورۂ جمعہ مدینہ میں نازل ہوئی اور اس کی گیارہ آیتیں اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ نہایت مہربان بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ الْمَلِكِ

(اسی) اللہ کی پاکی بیان کرتی ہیں جو کچھ بھی آسمانوں میں ہیں اور جو کچھ بھی زمین میں ہیں (جو) بادشاہ ہے

الْقُدُّوْسِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ﴿۱﴾ هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي

مقدس ہے، زبردست ہے، حکمت والا ہے ۱ وہی تو ہے جس نے امّی لوگوں میں

الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ

انہیں میں سے ایک پیمبر بھیجا جو اُن کو اللہ کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے

وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۗ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ

اور انہیں کتاب اور حکمت کی باتیں سکھاتا ہے درآنحالیکہ یہ لوگ

قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲﴾ وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا

پہلے سے کھلی ہوئی گمراہی میں تھے ۲ اور دوسروں کے لئے بھی ان میں سے (انکو بھیجا)

يَلْحَقُوْا بِهِمْ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۳﴾ ذٰلِكَ فَضْلُ

جو ابھی ان میں شامل نہیں ہوئے، اور وہ (بڑا) زبردست ہے حکمت والا ہے ۳ یہ اللہ کا فضل ہے

اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۴﴾

وہ اسے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے ۴

۱ تسبیح جملہ مخلوقات پر یہ حاشیہ کئی بار گذر چکا ہے کہ مراد ہر ہر مخلوق کی، اپنے اپنے مرتبۂ وجود کے مطابق تسبیح ہے، زبان حال سے بھی اور زبان قال سے بھی۔ الْمَلِكِ یعنی وہ بادشاہ مطلق الاختیار ہے۔ اس کے اقتدار اور اس کے اختیارات پر کوئی قید کسی قسم کی بھی نہیں۔ جو قانون وہ چاہے مقرر کر دے۔ جس کو اور جب جو حکم وہ چاہے، دیدے۔ الْقُدُّوْسِ۔ ہر عیب، ہر نقص، ہر کمی اور کوتاہی سے وہ منزہ اور برتر ہے۔ الْعَزِيْزِ۔ زمین و آسمان کی ساری قوتیں، مادی یا غیر مادی، اسی کی محکوم و تابع فرمان ہیں۔ وہ سب پر حاکم ہے، کوئی اس کا مزاحم نہیں ہو سکتا۔ الْحَكِيْمِ۔ اس کی ہر کارروائی بے انتہا مصلحتوں اور حکمتوں پر مبنی ہوتی ہے۔ اسکی صناعیوں کو سطحی نظر سے دیکھنا محض حماقت ہے۔

۲ (اور جو قوم بھی تعلیمات نبوت سے محروم ہوتی ہے۔ ایسی ہی ظلمتوں اور ضلالتوں میں گھری رہتی ہے) فِي الْاُمِّيّٖنَ۔ یعنی قوم عرب کے درمیان۔ ~~الامی منسوب الی امۃ العرب وکبیر~~ امی پر حاشیہ سورۂ آل عمران (پ ۳) میں گزر چکا۔ صوفیہ محققین نے کہا ہے کہ جب رسول اور رسول اعظم بھی امی یا علوم رسمی سے ناآشنا ہو سکتا ہے، تو کسی ولی کے امی یا اَن پڑھ ہونے میں کیا اشکال ہے، البتہ علوم شرعی سے بقدر ضرورت اسے واقفیت ہونا چاہئے۔ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ۔ پہلا کام اس عربی رسول کا اہل عرب کے سامنے کلام الٰہی کی آیتوں کو پڑھ کر سنانا ہے۔ وَيُزَكِّيْهِمْ۔ رسول کا کام آیاتِ الٰہی کی تلاوت اور کلام الٰہی کے سنانے کے بعد عقائد باطلہ اور اخلاق رذیلہ سے پاک صاف کرنا ہوتا ہے۔ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ۔ رسولؐ کا کام تبلیغ اور تزکیہ پر ختم نہیں ہو جاتا۔ وہ اپنے مخاطبین کو کتاب الٰہی کے مضامین کی نیز اپنی لائی ہوئی حکمت کی تعلیم بھی دیتا رہتا ہے۔ مسائل کی توضیح و تشریح، تعمیم، تخصیص، تبیین، تفسیر سب اس کے تحت میں آ گئے۔ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپؐ کی دعوت صرف قوم عرب کی جانب تھی۔ كَاۗفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وغیرہ متعدد آیتوں سے آپؐ کی دعوت کا عموم اور عالمگیری بجائے خود ثابت اور قطعی ہے۔ اور یہ ضرور نہیں کہ صراحت و تکرار ہر موقع پر اسی کی ہوتی رہے۔

۳ اٰخَرِيْنَ۔ سے مراد وہ لوگ ہیں جو نزول قرآن کے وقت موجود نہ تھے۔ آگے چلکر کسی زمانہ میں ایمان لانے والوں میں شامل ہونگے۔ اور یوں وہ سارے لوگ جو قیامت تک اسی دین حق میں داخل ہونگے، سب اٰخَرِيْنَ کے تحت میں آ گئے۔ وقال ابن زید ھم جمیع من دخل فی الاسلام بعد النبیؐ الی یوم القیمۃ وھی روایۃ ابن نجیح عن مجاھد (معالم) قال مجاھد وغیر واحد ھم الاعاجم وکل من صدق النبیؐ من غیر العرب (ابن کثیر)

هُمْ سے تعبیر ان غیر موجودین کو بحیثیت ان کے اسلام کے کیا گیا ہے۔ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔ اور اسی قدرت والے اور حکمت والے نے اپنی قدرت و حکمت سے ایسا رسول مبعوث کر دیا۔

۴ ایک بگڑی ہوئی قوم کی قوم کو راہ ہدایت دکھا دینا، اور بیشمار مخلوق کو راہ ہدایت پر لے آنا اُس کے فضل عظیم کے سامنے کیا مشکل ہے؟ پھر اُس کے عموم فضل کو کسی ایک نسل یا قوم کے ساتھ ہمیشہ کے لئے محدود و محصور سمجھنا بھی حماقت ہی ہے۔ ذٰلِكَ۔ یعنی رسول کے ذریعہ سے، ضلال مبین سے نکل کر کتاب و حکمت و ہدایت کی روشنی میں آ جانا۔

اَنۡفُسِكُمۡ ؕ ذٰلِكُمۡ خَيۡرٌ لَّكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۱۱﴾ يَغۡفِرۡ لَكُمۡ
جہاد کرو　تمہارے حق میں یہی بہتر ہے　اگر تم　علم رکھتے ہو ۱۵؎　اللہ تمہارے گنا
ذُنُوۡبَكُمۡ وَيُدۡخِلۡكُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ
معاف کردیگا　اور تمہیں باغوں میں داخل کریگا جن کے نیچے نہریں بہ رہی　ہوں گی
وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِىۡ جَنّٰتِ عَدۡنٍ ؕ ذٰلِكَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِيۡمُ ﴿۱۲﴾
اور عمدہ مکانوں میں (داخل کریگا) جو ہمیشہ رہنے والے باغوں میں ہونگے،　یہی بڑی کامیابی ہے ۱۶؎
وَاُخۡرٰى تُحِبُّوۡنَهَا ؕ نَصۡرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتۡحٌ قَرِيۡبٌ ؕ وَبَشِّرِ
اور ایک اور (ثمرہ بھی) کہ وہ تمہیں محبوب ہے ۱۷؎ (یعنی) اللہ کی طرف سے مدد اور جلد فتحیابی　اور آپ
الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۱۳﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا كُوۡنُوۡۤا اَنۡصَارَ اللّٰهِ كَمَا
ایمان والوں کو بشارت دیدیجئے ۱۸؎　اے　ایمان والو　مددگار ہو جاؤ اللہ کے (دین کے)
قَالَ عِيۡسَى ابۡنُ مَرۡيَمَ لِلۡحَوٰرِيّٖنَ مَنۡ اَنۡصَارِىۡۤ اِلَى
جیسا کہ عیسیٰ ابن مریم نے حواریوں سے فرمایا کہ کون میرا مددگار ہوتا ہے،　اللہ کے
اللّٰهِ ؕ قَالَ الۡحَـوَارِيُّوۡنَ نَحۡنُ اَنۡصَارُ اللّٰهِ فَاٰمَنَتۡ طَّآئِفَةٌ
واسطے ۱۹؎ حواری بولے کہ ہم مددگار (ہوتے) ہیں اللہ کے (دین کے)　پھر بنی اسرائیل میں سے
مِّنۡۢ بَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ وَكَفَرَتۡ طَّآئِفَةٌ ۚ فَاَيَّدۡنَا الَّذِيۡنَ
ایک گروہ ایمان لایا　اور ایک گروہ منکر رہا ۲۰؎　پھر ہم نے ایمان والوں کا ساتھ
اٰمَنُوۡا عَلٰى عَدُوِّهِمۡ فَاَصۡبَحُوۡا ظٰهِرِيۡنَ ﴿۱۴﴾ ع ۲ / ۵ / ١٠
انکے دشمنوں کے مقابلہ میں دیا　سو وہ　غالب رہو گئے ۲۰؎

۱۵؎ (حقائق امور کا) انوکھی تجارت کی تفسیر اس آیت نے خود کردی۔ ۱۶؎ جو قومیں آخرت پر یقین رکھنے کا دعویٰ کرتی ہیں، وہ اسے خوب سمجھے رہیں کہ انسان کی اصلی کامیابی یہی عالمِ آخرت کی مستقل پائیدار کامیابی ہے —— لازوال مسرت بے پایاں راحت اور غم والم سے نجات۔ ۱۷؎ (دنیا میں اسی قریبی فتح و نصرت کی) وَاُخۡرٰى تُحِبُّوۡنَهَا۔ یعنی اس اُخروی ثمرہ کے علاوہ ایک اور ثمرۂ ایمان و طاعت، جو تمہیں طبعاً محبوب بھی ہے —— ثمراتِ آخرت کیسے ہی بیش بہا، گراں قدر، بے مثال ہوں بہرحال انتظار طلب ہیں۔ انسان طبعی و خلقی طور پر اس بڑے اور انتہائی ثمرہ کے علاوہ، ثمراتِ عاجل کا بھی طلبگار رہتا ہے۔ اور قرآن سے بڑھ کر بشری جذبات کی رعایت کرنے والا اور کون ہوگا؟ نَصۡرٌ ..... قَرِيۡبٌ۔ مسلمانوں کی عظیم الشان اور حیران کن فتحمندیوں کی پیشگوئی کا ظہور و وقوع جس شاندار طریقہ پر سارے حجاز کے ایک ایک غزوہ میں رسول اللہ صلعم کی زندگی میں، اور پھر خلافت راشدہ کے زمانہ میں، ایران، اور روما اور شام اور مصر، اور عراق کی سرزمینوں پر ہو کر رہا۔ اس کی گواہ دنیا کی ساری تاریخ ہے۔ ۱۸؎ یعنی دینِ حق کی تبلیغ کے معرکوں میں کون میرا شریک و رفیق ہوتا ہے؟ حَوَارِيّٖنَ پر حاشیے سورۂ آل عمران (پ۳) میں گذر چکے، اور عیسیٰ ابن مریم پر اس سے قبل۔ كَمَا ..... اللّٰهِ۔ یہ حضرتِ عیسیٰؑ نے اس وقت فرمایا جب آپؑ مخالفوں اور دشمنوں سے گھرے ہوئے تھے۔ اناجیل مروجہ میں آپؑ کی اس نصرت طلبی کے سلسلہ میں ہے:۔ "اس نے بارہ کو مقرر کیا تاکہ اس کے ساتھ رہیں، اور وہ انہیں بھیجے کہ منادی کریں"۔ (مرقس ۳:۱۴) "وہ ان سے کہنے لگا کہ فصل تو بہت ہے لیکن مزدور تھوڑے ہیں، اس لئے فصل کے مالک کی منت کرو کہ اپنی فصل کاٹنے کے لئے مزدور بھیجے (لوقا ۱۰:۱، ۲)" اَنۡصَارَ اللّٰهِ۔ مراد انصار دین اللہ سمجھی گئی ہے۔ ای انصار دین اللہ (کبیر) كُوۡنُوۡۤا اَنۡصَارَ اللّٰهِ یعنی اللہ کے دین کی نصرت مستقلاً اختیار کرلو۔ اور اسی پر جمے رہو۔ ای دوموا علی ما انتم علیہ من النصرۃ والثبات علیہ (کبیر) كَمَا قَالَ الۡحَوَارِيُّوۡنَ۔ تشبیہ سے مراد یہ ہے کہ تم بھی نصرت دین میں اسی طرح ہو جاؤ جس طرح حوارئین عیسیٰ علیہ السلام تھے۔ آیت سے یہ بات بھی صاف ہوگئی کہ نصرت دین کا اور انصار اللہ بننے کا حصر کچھ قتال و جہاد ہی پر نہیں، اس لئے کہ حضرت عیسیٰؑ نے تو قتال ایک بار بھی نہیں کیا تھا۔ اور پھر بھی آپ کے حواریوں کی نصرت دین کو بطور نمونہ کے پیش کیا گیا۔ ۱۹؎ (انہیں حواریوں کی کوشش کے باوجود) فَاٰمَنَتۡ طَّآئِفَةٌ۔ ان ایمان لانے والوں کی تعداد، روایاتِ یہود کے مطابق ۲۰۰ سے لے کر ۳۲۰ تک پہنچی ہے۔ ملاحظہ ہو حاشیہ تفسیر انگریزی۔ ۲۰؎ چنانچہ تبلیغ دینِ حق کی راہ میں کوئی رکاوٹ حائل نہ ہو سکی۔ اور مخالفین اپنے سارے اثر، قوت، غلبہ، وجاہت کے باوجود مسیحؑ کی دعوت کو پھیلنے سے نہ روک سکے۔ حضرت مسیحؑ کو اپنی زندگی میں مقابلہ دہری دہری مخالفتوں کا کرنا پڑا۔ ایک تو خود آپ کی قوم یہود جسے اس وقت اس کے وطن فلسطین میں ایک نیم خود مختارانہ حکومت حاصل تھی۔ آپؑ کی شدید ترین مخالف ہوگئی تھی۔ اور پھر حکومتِ وقت رومی سلطنت کا مذہب شرک، بت پرستی تھا صدائے توحید اُن کے لئے تازیانہ کا حکم رکھتی تھی۔ اس ساری مخالفانہ فضا کے باوجود آپؑ کو جو بھی کامیابی ہوئی، تمامتر تائید غیبی کا نتیجہ تھی۔ آیت سے کتنا بڑا درس ہمت و عزیمت کا مسلمانوں کو مل رہا ہے۔

اَحۡمَدُؕ فَلَمَّا جَآءَهُمۡ بِالۡبَيِّنٰتِ قَالُوۡا هٰذَا سِحۡرٌ مُّبِيۡنٌ ۶

احمد ہو گا ۸ پھر جب وہ اُن کے پاس کھلے نشانات لائے، تو وہ لوگ بولے کہ یہ تو صریح جادو ہے ۹

وَمَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنِ افۡتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الۡكَذِبَ وَهُوَ يُدۡعٰۤى

اور اس سے بڑھ کر ظالم اور کون ہو گا جو اللہ پر جھوٹ باندھے درآنحالیکہ وہ

اِلَى الۡاِسۡلَامِؕ وَاللّٰهُ لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِيۡنَ ۷

اسلام کی طرف بُلایا جاتا ہو ۱۰ اور اللہ (ایسے) ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا ۱۱

يُرِيۡدُوۡنَ لِيُطۡفِـئُوۡا نُوۡرَ اللّٰهِ بِاَفۡوَاهِهِمۡ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوۡرِهٖ

یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ سے بجھا دیں حالانکہ اللہ اپنے نور کو کمال تک پہنچا کر رہیگا

وَلَوۡ كَرِهَ الۡكٰفِرُوۡنَ ۸ هُوَ الَّذِىۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰى

گو کافروں کو (کیسا ہی) گراں گذرے ۱۲ وہ (اللہ) وہی ہے جس نے اپنے پیمبر کو ہدایت اور سچا دین دیکر بھیجا

وَدِيۡنِ الۡحَـقِّ لِيُظۡهِرَهٗ عَلَى الدِّيۡنِ كُلِّهٖ وَلَوۡ كَرِهَ

ہے، تاکہ اس (دین) کو تمام دینوں پر غالب کر دے، گو مشرکوں کو

الۡمُشۡرِكُوۡنَ ۹ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا هَلۡ اَدُلُّكُمۡ عَلٰى

(کیسا ہی) گراں گذرے ۱۳ اے ایمان والو کیا میں تمہیں ایسی

تِجَارَةٍ تُنۡجِيۡكُمۡ مِّنۡ عَذَابٍ اَلِيۡمٍ ۱۰ تُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ

سوداگری بتا دوں، جو تمہیں عذاب دردناک سے بچا دے؟ ۱۴ (وہ یہی ہے کہ) تم لوگ اللہ اور

وَرَسُوۡلِهٖ وَتُجَاهِدُوۡنَ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ بِاَمۡوَالِكُمۡ وَ

اسکے پیمبر پر ایمان لاؤ، اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے

ع ۱ / ۹

۸ انجیل آج جس صورت میں بھی مسیحیوں کے ہاتھ میں موجود ہے، احکام و مسائل شریعت یا قانون خداوندی کی دفعات سے یکسر خالی ہے اور اسے مسیحی وغیر مسیحی ہر ایک دیکھ کر اپنا اطمینان کر سکتا ہے کہ احکام و مسائل شریعت کی ضرورت اس کے بعد بھی جُوں کی توں باقی ہے، حضرت مسیحؑ نے اسی لئے فرمایا تھا کہ میرے بعد ایک اور رسُول آئیگا۔ انجیل برنابا کے نام سے آج جو انجیل حواری برنابا کی جانب منسوب، دنیا میں موجود ہے اس میں تو یہ پیشگوئیاں بہت صاف اور بالکل کھلے لفظوں میں ہیں، لیکن خود مسیحیوں کو بھی جو چار انجیلیں مسلّم ہیں، ان میں سے بھی ایک میں یہ عبارتیں آج تک مل رہی ہیں:- "میں باپ سے درخواست کرونگا تو وہ تمہیں دوسرا مددگار (یا وکیل یا شفیع) بخشے گا کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے۔" (یوحنا۔ ۱۴: ۱۶) "جب وہ مددگار یا وکیل یا شفیع آئیگا جس کو میں تمہارے پاس باپ کی طرف سے بھیجونگا، یعنی سچائی کا روح جو باپ کی طرف سے نکلتا ہے تو وہ میری گواہی دیگا۔ (۱۵: ۲۶) "وہ آکر دنیا کو گناہ اور راستبازی اور عدالت کے بارہ میں قصوروار ٹھہرائیگا۔" (۱۶: ۷) مسیحی جس یونانی لفظ کے ترجمہ سے خود مطمئن نہیں ہیں، اور اس کا ترجمہ کبھی "تسلی دہندہ" سے کرتے ہیں کبھی "مددگار" سے، کبھی "وکیل" کبھی "شفیع" سے وہ اصل میں (PERICLUTOS) ہے، جو صحیح ترجمہ لفظ "احمد" ہی (بمعنی محمود و ستودہ) کا ہے۔ ۹ حضرت مسیحؑ کے معجزات کو دیکھ کر یہود نے انہیں تمامتر سحر پر محمول کرنا شروع کر دیا تھا۔ اناجیل مروّجہ میں اس کے اشارے موجود ہیں:- "اور فقیہ جو یروشلم سے آئے تھے یہ کہتے تھے کہ اس کے ساتھ بعلزبول ہے، اور یہ بھی کہ وہ بدروحوں کے سردار کی مدد سے بدروحوں کو نکالتا ہے۔" (مرقس ۳: ۲۲) "فریسیوں نے سُن کر کہا کہ یہ بدروحوں کے سردار بعلزبول کی مدد کے بغیر بدروحوں کو نہیں نکالتا۔" (متی۔ ۱۲: ۲۴) "فریسیوں نے کہا کہ یہ تو بدرُوحوں کے سردار کی مدد سے بدروحوں کو نکالتا ہے۔" (متی۔ ۹: ۳۴) اور تالمود میں تو یہود کے قلم سے صراحتیں لکھی چلی آئی ہیں۔ ملاحظہ ہو حاشیہ تفسیر انگریزی۔ جَآءَهُمۡ میں واحد کی ضمیر فاعلی حضرت عیسیٰؑ کی جانب ہے، اور هم کی جمع ضمیر مفعول بنی اسرائیل یا اُن کے سرداروں کی جانب ہے۔ ۱۰ یعنی دعوت اور تنبیہ کا پورا سامان موجود ہے، اور پھر بھی وہ تنبہ نہ حاصل کرے! افۡتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الۡكَذِبَ۔ بشر کو بشریت کے مرتبہ سے خدا کے درجہ تک پہنچا دینا، کتب سماوی میں تحریف و تصرف کر دینا کفارہ وغیرہ کے گڑھے ہوئے عقیدوں کو حق تعالیٰ کی جانب منسوب کر دینا یہ سب مثالیں افتراء علی اللہ ہی کی ہیں۔ ۱۱ ابھی جو حاشیہ وَاللّٰهُ لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ الۡفٰسِقِيۡنَ پر گذرا ہے، اسے ملاحظہ کر لیا جائے۔ اَلظّٰلِمِيۡنَ سے مراد وہی اپنے حق میں ظلم کرنے والے، اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں۔ ۱۲ یعنی اللہ تو بہر حال اپنے دین کی جڑوں کو مضبوط جما کر رہیگا مخالفین و معاندین کی ساری کوششوں اور مزاحمتوں کے باوجود۔ يُرِيۡدُوۡنَ ۔۔۔۔۔ بِاَفۡوَاهِهِمۡ۔ مخالفین و معاندین علاوہ عملی تدبیروں کے زبان اور منہ سے بھی تو ردّ و اعتراض کی باتیں کیا کرتے تھے اور قوی شبہات دلوں میں ڈالتے رہتے تھے۔ يُرِيۡدُوۡنَ کی ضمیر جمع فاعلی سے اشارہ سارے ہی مخالفین اسلام کی جانب ہو گیا۔ نُوۡرَ اللّٰهِ۔ یعنی دین اسلام۔ ۱۳ (اور وہ کیسی ہی جان توڑ کوششیں اس کی مخالفت میں کر ڈالیں) لِيُظۡهِرَهٗ عَلَى الدِّيۡنِ كُلِّهٖ۔ یعنی سارے باطل ادیان و مذاہب اس دینِ حق کے دلائل و براہین کے آگے دب جائیں۔ وَلَوۡ كَرِهَ الۡمُشۡرِكُوۡنَ۔ دین توحید کے استحکام و ترقی سے جلنے والا اور ناگواری محسوس کرنے والا مشرکوں سے بڑھ کر اور کون ہو سکتا ہے؟ ۱۴ سوال کا جواب اگلی آیت میں آ رہا ہے۔ اس طرح کے درمیانی سوالات کرتے جانا عربی خطابت میں عام تھا اور عربی اسلوب بلاغت کا ایک اہم جزو۔ عَلٰى تِجَارَةٍ۔ قرآن کے مخاطبین اوّل قریش عرب ایک زبردست تجارت پیشہ قوم اور بڑے کاروباری لوگ تھے قرآن مجید کا ان سے مخاطبت میں تجارتی، معاشی، کاروباری اصطلاحیں، بیع، شراء، مال، ربح، خسران، اشتراء، ثمن، قرض، قرضِ حسن، دَین، ربوٰ وغیرہ لانا ان مخاطبین کی خاص رعایت رکھنا ہے۔

الْحَكِيْمُ (۱) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ (۲)
حکمت والا ہے ۱ اے ایمان والو ایسی بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو
كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ (۳) اِنَّ
اللہ کے نزدیک یہ بات بہت ناراضی کی ہے کہ ایسی بات کہو جو کرو نہیں ۲ اللہ تو
اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ
ایسے لوگوں کو پسند کرتا ہے جو اس کی راہ میں اس طرح مل کر لڑتے ہیں کہ گویا وہ
بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ (۴) وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ
ایک سیسہ پلائی ہوئی عمارت ہیں ۳ اور (وہ وقت یاد کرو) جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اے میرے
لِمَ تُؤْذُوْنَنِيْ وَقَدْ تَّعْلَمُوْنَ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ
قوم والو، تم مجھے کیوں ایذا پہنچاتے ہو، درآنحالیکہ تم خوب جانتے ہو کہ میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں ۴
فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ
پھر جب اُن لوگوں نے کجی اختیار کی تو اللہ نے انکے دلوں کو کج کردیا ۵ اور اللہ (ایسے) نافرمان
الْفٰسِقِيْنَ (۵) وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ
لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا ۶ اور (وہ وقت بھی یاد کرو) جب عیسیٰ ابن مریم نے کہا کہ اے بنی اسرائیل
اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ
میں تمہارے پاس اللہ کا پیمبر آیا ہوں تصدیق کرنے والا توارت کی جو مجھ سے
مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ
پیشتر سے ہے ۷ اور ایک رسول کی بشارت دینے والا، جو میرے بعد آنیوالے ہیں جن کا نام

۱ (اسکی صفات قوت وحکمت کا عین مقتضیٰ بھی یہی ہے کہ سب کے سب اسکی حمد وثناء کریں) سَبَّحَ ...... الْاَرْضِ۔ یہ تسبیح ہر مخلوق اپنے اپنے مرتبۂ وجود وشعور کے مطابق ومتناسب ہی کرتی ہے۔ ۲ اسلام ہر مسلمان کو عملی انسان، سیرت کا پختہ اور کردار کا مضبوط اور مجاہد بنانا چاہتا ہے، اور نفاق بلکہ شائبۂ نفاق سے بھی دُور رکھنا چاہتا ہے۔ اسی لئے وہ قول وعمل کی مطابقت پر شدت سے مُصر رہا۔ ان آیتوں کے نزول کا سبب قریب روایتوں میں یہ آیا ہے کہ بعض مسلمانوں نے آپس میں کہا تھا کہ ہم کو یہ معلوم ہوجائے کہ اللہ کے ہاں محبوب تر عمل کونسا ہے، تو ہم ضرور اسے کر ڈالیں، حالانکہ اس کے قبل معرکۂ احد میں بعض حضرات جہاد کے موقع پر ثابت قدم نہیں بھی رہے تھے، یہاں اسی پر گرفت ہے۔ لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ۔ حاصل یہ کہ واعظ اور داعی کے لئے باعمل ہونا اور زیادہ ضروری ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ بے عمل یا ضعیف العمل کے لئے دعوت ووعظ ناجائز ہے۔ ۳ اپنی صف وقطار میں ذرا شگاف نہیں پیدا ہونے دیتے) آیت میں حق تعالیٰ کے ہاں محبوبیت کا راز بتادیا ——— قتال فی سبیل اللہ، جم کر اور صف بستہ ہوکر۔ كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ۔ سیسہ پلائی ہوئی دیوار کے ساتھ مسلمان سپاہ کی قطار کی تشبیہ ثبات واستحکام کے لحاظ سے ہے۔ ۴ (اور تمہارا یہ تمرد وسرکشی ہرگز کسی اجتہادی غلطی یا عقلی غلط فہمی کا نتیجہ نہیں) وَقَدْ تَّعْلَمُوْنَ۔ اسرائیلیوں نے اپنی قوم کے پیمبر اعظم حضرت موسیٰؑ کے ساتھ نافرمانی، سرکشی، عصیان وطغیان کا جو معاملہ تسلسل اور شدت کے ساتھ جاری رکھا تھا، قرآن مجید میں بھی اس کا ذکر بکثرت آیا ہے، اور توریت میں تو اس سے بھی کہیں زیادہ تفصیل وتکرار کے ساتھ ملتا ہے لیکن اتنی تصریح تو قرآن مجید میں بھی موجود ہے کہ یہ تمرد تمامتر قصداً اور ارادۃً تھا، کسی عقلی غلط فہمی کا نتیجہ نہ تھا۔ ۵ (اور زیادہ) قرآن مجید اس ضابطۂ تکوینی کا ذکر اسی کی آیت کی مناسبت سے بار بار اور مختلف طریقوں پر کرچکا ہے کہ انسان جب اپنے ارادہ واختیار سے غلط کام لیکر غلط راستہ پر چلنے لگتا ہے تو ارادۂ الٰہی نتیجہ بھی اسی ارادۂ انسانی پر مرتب کردیتا ہے۔ اور انسان کی غلط روی پر برابر اضافہ ہی ہوتا جاتا ہے۔ فَلَمَّا زَاغُوْٓا۔ یعنی جب حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کی ساری سعیٔ تبلیغ ناکام رہی، اور یہود حضرتؑ کی اتنی افہام وتفہیم کے بعد بھی اپنی اسی روش تمرد پر قائم رہے۔ ۶ یعنی جو دانستہ غلط راہ پر چلنے پر مُصر ہیں، اور اپنے قصد صحیح سے کام لے کر راہ حق میں غور وتامل ہی نہیں کرتے، انہیں حق تعالیٰ ہدایت کی توفیق بھی نہیں دیتا کہ ایسے ضدی کج روؤں کو ہدایت بخشنے کے معنی تو انہیں ہدایت پر مجبور کردینے کے ہوئے، اور یہ نظام تکوینی کی حکمتوں ہی کے سرے سے منافی ہے۔ یہاں سے اور قرآن مجید کی اور بھی دوسری آیات سے یہ واضح ہوجاتا ہے کہ جب ضد اور عناد کسی قوم میں اس قدر راسخ ہوجائے اور اسکی اصلاح کی امید باقی نہ رہ جائے تو پھر دفع مضرت کے لئے آخری تدبیر قتال کی ہے

۷ تصدیق تو ہر پیمبر اپنے سے قبل کے تمام الہامی نوشتوں کی کرتا ہے، لیکن حضرت عیسیٰؑ خود اسرائیلی تھے، اور ان کے مخاطب بھی تمامتر اسرائیلی ہی تھے۔ اس لئے ذکر تصریح کے ساتھ صرف توریت ہی کا مناسب تھا۔ بنی اسرائیل پر، اور عیسیٰ ابن مریم پر، اور آپؑ کی تصدیق تورات پر حاشیے کئی بار گذر چکے۔ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ۔ اس ذرا سے فقرہ کے اندر ہی بہت سی گمراہیوں کی تردید آگئی۔ چنانچہ اس کا اثبات ہوا کہ:۔ (۱) آپؑ کی بعثت بنی اسرائیل کی جانب تھی، کل دنیا کی جانب نہ تھی ——— موجودہ مسیحیت کی تردید۔ (۲) اس کا اثبات کہ آپؑ حق تعالیٰ کی طرف سے رسول حق تھے۔ نعوذ باللہ کوئی مفتری نہ تھے ——— یہود کی تردید۔ (۳) آپؑ حق تعالیٰ کے ایک ممتاز ترین ومقرب ترین بندہ تھے۔ نعوذ باللہ خود الوہیت کے مدعی کسی معنی میں بھی نہ تھے ——— مسیحیت کی تردید۔

وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ

اور نہ اپنے بچوں کو قتل کریں گی اور نہ کوئی بہتان کی اولاد لائینگی جسے

بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ

اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان گڑھ لیں اور مشروع باتوں میں آپ کی نافرمانی نہ کرینگی

فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ

تو آپ انکو بیعت کرلیا کیجیے ٢١ اور انکے لئے اللہ سے مغفرت طلب کرلیا کیجیے، بیشک اللہ بڑا مغفرت والا

رَّحِيْمٌ ﴿١٢﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ

بڑا رحمت والا ہے ٢٢ اے ایمان والو ان لوگوں سے دوستی مت رکھو جن پر

اللّٰهُ عَلَيْهِمْ قَدْ يَىِٕسُوْا مِنَ الْاٰخِرَةِ كَمَا يَىِٕسَ

اللہ نے غضب نازل کیا ہے، وہ آخرت سے ایسے مایوس ہوگئے ہیں جیسے قبروں والے

الْكُفَّارُ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ ﴿١٣﴾

کافر مایوس ہیں ٢٣

سُوْرَةُ الصَّفِّ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ اَرْبَعَ عَشْرَةَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورۂ صف مدینہ میں نازل ہوئی اور اس کی چودہ آیتیں اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ نہایت مہربان بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ

اللہ کی پاکی بیان کرتی ہے جو چیز بھی آسمانوں میں ہے اور جو چیز بھی زمین میں ہے، اور وہی زبردست ہے

الصف ع ٢ ٨

٢١ (بلالحاظ اُن کے تاریک اور گندے ماضی کے) اَنْ ..... شَيْئًا۔ شرک کے مرض میں تو جاہلیت عرب کی ساری ہی عورتیں مبتلا تھیں۔ وَلَا يَسْرِقْنَ۔ چوری بھی جاہلیت کے قانون اور رواج میں اس درجہ معیوب و شرمناک نہ تھی۔ وَلَا يَزْنِيْنَ۔ حرامکاری تو تہذیب عرب میں اسی طرح داخل فیشن تھی جیسی آج جاہلیتِ فرنگ کی تہذیب میں ہے۔ وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ۔ اس کے تحت میں دختر کشی و اولاد کشی بلکہ اسقاط اور منع حمل کی چلی ہوئی ساری صورتیں آگئیں۔ وَلَا ..... اَرْجُلِهِنَّ۔ عربی محاورہ میں اس کا مطلب ہے اپنی بدکاری کی اولاد کو اپنے شوہر کی اولاد بنا دینا، یا کسی غیر کا بچہ اٹھا لاکر اُسے اپنی اور اپنے شوہر کی اولاد مشہور کر دینا۔ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ۔ اس کے اندر تمام احکام شرعی آگئے۔ يُبَايِعْنَكَ عَلٰٓى اَنْ الخ۔ محققین نے کہا ہے کہ بیعت رسول کی ان تمام شرطوں کو اعتقاد کے ساتھ تسلیم کرنا شرط ایمان تھا، اور ان پر عمل کا التزام شرط کمال ایمان

٢٢ (وہ ان کے حق میں مغفرت و رحمت دونوں کو کام میں لائیگا) آیت ان غالیوں کے رد کے لئے بالکل کافی ہے، جو کسی پیشہ ور بیسوا کے تائب ہونے اور بعد تو بہ کسی کے نکاح میں آنے ہی کو ناجائز سمجھتے ہیں۔ فَبَايِعْهُنَّ۔ مرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ آیت، بیعت کے اغراض و مقاصد کے باب میں بالکل صریح ہے۔ اور اس سے اُس رسمی بیعت کا ابطال لازم آتا ہے جس میں عمل کا اہتمام ہی نہ ہو۔ اسْتَغْفِرْ لَهُنَّ۔ مرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ مُرید کا یہ ایک حق ہے کہ اس کے حق میں دُعا کی جائے۔

٢٣ یعنی جس طرح ملحدین و منکرین آخرت میتوں اور مُردوں کی طرف سے ہر طرح کی آس توڑے رہتے ہیں۔ اسی طرح یہ مغضوب و مقہور قوم یہود بھی آخرت سے اپنا ہر رشتہ توڑے ہوئے ہیں۔ قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ۔ اشارہ یہود کی جانب ہے۔ انہیں کے لئے قرآن مجید میں دوسری جگہ صراحت کے ساتھ مغضوبیت کا ذکر ہے۔ عن الحسن وابن زید ومنذر بن سعید انهما اليهود لانه عز وجل قد عبر عنهم في غير هذه الاية بالمغضوب عليهم (روح) وهم اليهود (سلم) يَىِٕسُوْا مِنَ الْاٰخِرَةِ۔ یہود ایک خالص دینی اور موحد قوم تھی لیکن رفتہ رفتہ یاد آخرت کو بالکل بھلا چکی تھی، ان کی توریت کے اندر آج بھی جتنے صحیفے اور نوشتے موجود ہیں، سب میں ذکر فلاح دنیوی کا تو کثرت سے ملتا ہے لیکن اجر آخرت کا تذکرہ تو شاید ڈھونڈنے کے بعد بھی نہ ملے۔ لَا تَتَوَلَّوْا الخ مفسر تھانویؒ نے کہا ہے کہ جواز دوستی سے تو مطلق کفر ہی مانع ہے۔ البتہ جس کی گمراہی اشد ہوگی، اس سے دوستی کا عدم جواز بھی اشد ہوگا۔

وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ ؕ وَاٰتُوْهُمْ مَّآ اَنْفَقُوْا ؕ وَلَا جُنَاحَ

اور نہ وہ (کافر) اُن کے لئے حلال ہیں [16] اور ان (کافروں) کو وہ ادا کر دو جو کچھ انہوں نے خرچ کیا ہے [17]

عَلَيْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ؕ وَ

اور تم کو اُن عورتوں سے نکاح کرنے میں کچھ گناہ نہیں جبکہ تم اُن کے مہر اُن کے حوالہ کر دو اور

لَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَسْـَٔلُوْا مَآ اَنْفَقْتُمْ

تم کافر عورتوں کے تعلقات کو مت باقی رکھو [18] اور جو کچھ تم نے خرچ کیا ہے وہ ان (کافروں) سے

وَلْيَسْـَٔلُوْا مَآ اَنْفَقُوْا ؕ ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ ؕ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ ؕ

طلب کر لو اور جو کچھ ان کافروں نے خرچ کیا ہے وہ تم سے مانگ لیں، یہ اللہ کا حکم ہے، وہ تمہارے درمیان فیصلہ کرتا ہے

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۰﴾ وَاِنْ فَاتَكُمْ شَيْءٌ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ

اور اللہ بڑا علم والا ہے، بڑا حکمت والا ہے [19] اور اگر تمہاری بیویوں میں سے کوئی بیوی کافروں میں رہ جانے سے

اِلَى الْكُفَّارِ فَعَاقَبْتُمْ فَاٰتُوا الَّذِيْنَ ذَهَبَتْ اَزْوَاجُهُمْ

تمہارے ہاتھ نہ آئے، پھر (کافروں کو مہر دینے کی) تمہاری نوبت آئے تو جن کی بیویاں ہاتھ سے نکل گئیں،

مِّثْلَ مَآ اَنْفَقُوْا ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ

جتنا (مہر) انہوں نے ان بیویوں پر خرچ کیا تھا، اسکے برابر تم اُن کو دو، اور اللہ سے ڈرتے رہو جس پر تم

مُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۱﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ

ایمان رکھتے ہو [20] اے پیمبر جب مسلمان عورتیں آپکے پاس آئیں کہ آپ سے ان باتوں پر

عَلٰٓى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْـًٔا وَّلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ

بیعت کریں کہ اللہ کے ساتھ نہ کسی کو شریک کرینگی اور نہ چوری کرینگی، اور نہ بدکاری کرینگی

[16] (اس لئے کہ نہ مسلمہ کافر شوہر کے عقد میں باقی رہ سکتی ہے، اور نہ حربیہ مسلمان شوہر کے عقد میں۔ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ۔ یعنی اگر وہ عورتیں تمہاری جانچ پڑتال میں مسلمان ثابت ہو جائیں۔ علم یہاں محض ظن غالب کے معنی میں ہے جو ظاہری علامات سے پیدا ہو جاتا ہے۔ وهو الظن الغالب بظهور الامارات لذلك بالمراد به العلم الظاهر لاحقيقة اليقين لان ذلك لاسبيل لنا اليه (جصاص) اے العلم الذى يمكنكم تحصيله وهو الظن الغالب بالحلف و ظهور الامارات (بيضاوى) فقہاء نے یہیں سے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ اختلاف دارین کی بناء پر زوجین میں تفریق کر دی جائیگی، یعنی اس صورت میں کہ زوجین میں سے ایک دارالاسلام میں رہ جائے، اور دوسرا دارالحرب ہی میں رہے۔ وفي هذه الآية ضروب من الدلالة على وقوع الفرقة باختلاف الدارين بين الزوجين واختلاف الدارين ان يكون احد الزوجين من اهل دارالحرب والآخر من اهل دارالاسلام (جصاص)

[17] (ان بیویوں پر مہر وغیرہ کے قسم سے) مسلمان عورت کو کافر شوہر نے جس قدر مہر دیا ہو مسلمان وہ مہر اس کافر شوہر کو واپس کر دیں۔ یہ ادائی مہر خواہ اب نئے مسلمان شوہر کی طرف سے ہو، یا بیت المال سے۔ فقہاء نے تصریح کی ہے کہ اب یہ حکم باقی نہیں۔ یہ عارضی طور پر صلح حدیبیہ کے سلسلہ میں تھا۔

[18] یعنی جو تمہاری بیویاں دارالحرب میں کفر کی حالت میں رہ گئیں۔ ان سے تمہارا نکاح زائل ہو گیا۔ ان کے تعلقات کا کوئی اثر باقی مت سمجھو۔

[19] (چنانچہ اس کے یہ احکام بھی اس کی صفات علم و حکمت ہی پر مبنی ہیں) وَسْـَٔلُوْا مَآ اَنْفَقْتُمْ۔ یعنی اپنی ان بیویوں پر جو اب تم سے چھوٹ رہی ہیں، ان پر تم نے مہر وغیرہ کے قسم سے جو کچھ خرچ کیا ہے، اس کا مطالبہ ان کافروں سے کرو۔ وَاٰتُوْهُمْ مَّآ اَنْفَقُوْا۔ ابھی اسی آیت کے اندر اوپر آچکا ہے اب پھر اسی کی تاکید مزید ولتسئلوا ما انفقوا سے ہو رہی ہے۔ مفسر تھانوی نے اس سے نکتہ یہ نکالا ہے کہ دوسروں کا حق جو اپنے ذمے رہ جائے وہ زیادہ مؤکد ہے۔

[20] (اور اسی کے خوف کا استحضار کر کے ہرگز کسی خیانت، تساہل یا چالاکی کے مرتکب نہ ہو) وَاِنْ ..... فَعَاقَبْتُمْ۔ یعنی نہ وہ بیوی ہی ملے، اور نہ اس کے بجائے اس کے مہر کی رقم ہی تمہیں ملے۔ یہ عاقبتم۔ عقاب سے نہیں عقب سے ہے، اور مراد یہ ہے کہ تمہاری کوئی بیوی کافروں کے پاس چھوٹ جائے، یا تمہارے ذمہ کسی کا مہر واجب الادا رہ جائے۔ من العقبة لامن العقاب وحاصل المعنى ان لحق احد من ازواجكم بالكفار اوفاتكم شئ من مهورهن ولزمكم اداء المهر كما لزمهم الكفار (روح) فَاٰتُوْا ..... اَنْفَقُوْا۔ یعنی یہ رقم واجب الادا، بجائے ان کافروں کو دینے کے ان مسلمان شوہروں کو دیدو، جو کافر بیویوں اور ان کے معاوضہ مہر وغیرہ کی رقم دونوں سے محروم ہو چکے ہیں۔ "اگر کفار ایسی عورتوں کا مہران کے مسلمان شوہروں کو واپس نہ کریں تو جو مہر کفار کا مسلمانوں کے ذمہ واجب الادا ہے، وہ ان کفار کی جگہ ان مسلمان شوہروں کو دیدیا جائے، برابری کی صورت میں تو کچھ تکلف نہیں، اور کمی بیشی میں یہ حکم تھا کہ جو کفار کا بچے وہ کفار کو دیدیا جائے اور جو اپنا رہے اس کا مطالبہ ان سے کیا جائے۔ اور یہ حکم بھی مخصوص تھا اسی واقعہ کے ساتھ" (تھانوی)

لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ

اللہ تمہیں ان لوگوں کے ساتھ حُسنِ سلوک اور انصاف کرنے سے نہیں روکتا جو تم سے دین کے

وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا

بارہ میں نہیں لڑے اور تم کو تمہارے گھروں سے

اِلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝۸ اِنَّمَا يَنْهٰىكُمُ

نہیں نکالا۔ بیشک اللہ انصاف کا برتاؤ کرنیوالوں ہی کو دوست رکھتا ہے ۱۲، اللہ تو تمہیں صرف

اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قٰتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَاَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ

ان لوگوں سے دوستی کرنے سے منع کرتا ہے جو تم سے دین کے بارہ میں لڑے اور تم کو تمہارے گھروں

دِيَارِكُمْ وَظٰهَرُوْا عَلٰٓي اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ ۚ وَمَنْ

سے نکالا اور تمہارے نکالنے میں مدد کی ۱۳ اور جو کوئی

يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝۹ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا

دوستی کریگا اُن سے، تو یہی لوگ تو ظالم ہیں ۱۴ اے ایمان والو

اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ ؕ اَللّٰهُ

جب تمہارے پاس مسلمان عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو اُن کا امتحان کر لیا کرو اللہ

اَعْلَمُ بِاِيْمَانِهِنَّ ۚ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ

اُن کے ایمان سے خوب واقف ہے ۱۵ پس اگر انہیں مسلمان سمجھ لو

فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ ؕ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ

تو انہیں کافروں کی طرف مت واپس کرو وہ عورتیں نہ ان کافروں کیلئے حلال ہیں

۱۲ اور انصاف کا اولین مقتضیٰ یہ ہے کہ ہر شخص سے معاملہ اس کے درجہ وحیثیت کے لائق کیا جائے۔ اَنْ ... اِلَيْهِمْ۔ یہاں بِرّ و قسط (حُسنِ سلوک وعدل) سے مُراد اُن کا عام ومطلق مفہوم نہیں کہ وہ تو بہر صورت ہر انسان بلکہ ہر حیوان کے لئے واجب ہے۔ بلکہ مُراد اس شفقت و رعایت کے برتاؤ سے ہے، جو ذِمّی یا مصالح ہونے کی بنا پر، کافر کے ساتھ بھی لازم آتا ہے۔ گویا بالواسطہ یہاں یہ ارشاد ہوا کہ شفقت و رعایت کا برتاؤ ذمی اور مصالح کے حق میں جائز ہے۔ مُرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ بعض بزرگوں کی جو عادت کافروں سے نرمی، ملاطفت برتنے اور اُن کے ہدیئے اور تحفے قبول کر لینے کی ہے، اس کی سند یہاں سے نکل آتی ہے۔ ۱۳ ایسے محارب کافروں کے ساتھ معاملہ کے احکام ذمیوں اور غیر محاربین کے ساتھ برتاؤ کے احکام سے بالکل مختلف ہیں۔ قٰتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ۔ یہ قتال خواہ بالفعل واقع ہو چکا ہو یا بالعزم واقع ہونے کو ہو۔ وَاَخْرَجُوْكُمْ ... اِخْرَاجِكُمْ۔ یہ اخراج یا معاونت علی الاخراج خواہ بالفعل واقع ہو چکی ہو یا بالعزم واقع ہونے کو ہو۔ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ۔ ولایت یا دوستی سے یہاں بھی مُراد وہی شفقت و رعایت والا برتاؤ ہے۔ ۱۴ اور حق تعالیٰ کے نافرمان الظّٰلِمُوْنَ۔ یعنی اپنے حق میں ظالم۔ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ۔ ولایت یا دوستی کے یہاں بھی معنیٰ دوستی کا عملی برتاؤ رکھنے کے ہیں۔ ۱۵ فَامْتَحِنُوْهُنَّ ... بِاِيْمَانِهِنَّ یہاں مسلمانوں سے یہ کہا جا رہا ہے کہ جب دار الحرب سے ہجرت کر کے بیویاں تمہارے پاس آئیں تو تم اس کی جانچ کر لیا کرو کہ آیا وہ ظاہری اعتبار سے مومن ہیں بھی ——— اور یہ ظاہر کی جانچ پڑتال انتظامی ضرورتوں اور دنیوی مصلحتوں سے ہے۔ ورنہ عالم الغیب کو کسی جانچ پڑتال کی کیا حاجت، اور پھر ایمان حقیقی کی تحقیق تو بندوں کے بس کی چیز ہے بھی نہیں۔ اِذَا ... مُهٰجِرٰتٍ۔ یعنی جب دار الحرب سے یہ بیویاں تمہارے پاس دار الاسلام حکمی یا حقیقی میں آئیں۔ الْمُؤْمِنٰتُ۔ مؤمنات سے مُراد اس سیاق میں وہ بیویاں ہیں، جو اپنے کو مسلمان کہتی تھیں ——— قرآن مجید نے محض ان کے دعوائے اسلام پر انہیں مؤمنات کے لقب سے یاد فرمایا۔ سمّاهن مؤمنات لتلفظهن بكلمة الشهادة (مدارك)

حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ
جب تک کہ تم اللہ واحد پر ایمان نہ لے آؤ[۵۶] البتہ ابراہیم نے یہ اپنے باپ سے کہا تھا

لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَمَآ اَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ
کہ میں تمہارے لئے استغفار ضرور کرونگا، اور مجھے اللہ کے آگے کسی بات کا اختیار نہیں[۵۷]

رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَاِلَيْكَ اَنَبْنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ۝۴
اے ہمارے پروردگار ہم تجھ پر توکل کرتے ہیں اور تیری ہی طرف رجوع کرتے ہیں اور تیری ہی طرف لوٹنا ہے[۵۸]

رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَاغْفِرْ لَنَا
اے ہمارے پروردگار ہمیں کافروں کا تختۂ مشق نہ بنانا، اور اے ہمارے پروردگار ہمارے گناہ

رَبَّنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۵ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ
معاف کردے، بیشک تو ہی زبردست ہے، حکمت والا ہے[۵۹] بیشک ان لوگوں میں تمہارے لئے

فِيْهِمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ
یعنی ایسے شخص کے لئے عمدہ نمونہ ہے جو اللہ اور قیامت کے دن کا اعتقاد

الْاٰخِرَ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۝۶ ع
رکھتا ہے، اور جو کوئی روگردانی کریگا، سو اللہ تو بالکل بے نیاز ہے اور سزاوار حمد ہے[۶۰]

عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ
عجب نہیں کہ اللہ تمہارے اور ان لوگوں کے درمیان جن سے تم سے دشمنی ہے

مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً ۭ وَاللّٰهُ قَدِيْرٌ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۷
دوستی پیدا کردے، اللہ بڑا قدرت والا ہے اور اللہ بڑا مغفرت والا ہے بڑا رحمت والا ہے[۶۱]

ع ۱ / ۷

منزل ۷

[۵۶] (اور اس لئے تم سے قولاً و فعلاً ہر طرح قطع تعلق کرتے ہیں) اِنَّا ..... بُرَءٰٓؤُا۔ یعنی ہم تمہارے عقائد سے بیزار ہیں، اور تمہارے معبودوں کی الوہیت کے منکر ہیں ——— یہ تبری بلحاظ عقائد ہوئی۔ وَبَدَا ..... اَبَدًا۔ یعنی ہمارا، تمہارا برتاؤ بھی دشمنوں کا سا رہیگا ——— یہ تبری بلحاظ معاملت و معاشرت ہوئی۔ عین جس وقت یہ اجزاء تفسیر زیر تحریر ہیں۔ ہندوستان میں ایک شور برپا ہے کہ پیمبروں نے اپنے منکروں اور مکذبوں تک کو اپنا ہم قوم کہہ کر پکارا ہے۔ اس لئے ہندوستان میں بھی مسلموں اور مشرکوں کو ایک "قوم" میں کر دینا چاہئے اور مسلمانوں کو ان سے اس طرح گھل مل جانا چاہئے۔ جس طرح ایک قوم کے لوگ زنگستان میں گھلے ملے ہوئے ہوتے ہیں! ——— یہ قرآن مجید کے ساتھ کیسا تلعب اور مفہوم "قوم" کی کیسی تحریف ہے! رئیس الموحدین حضرت ابراہیم خلیلؑ اور انکے رفقاء مومنین اپنے "ہم قوم" کافروں کے ساتھ جو برتاؤ قولاً و فعلاً رکھتے ہیں، وہ قرآن مجید سے خود ہی پوری طرح ظاہر ہو رہا ہے ——— اور تنہا اسی آیت پر موقوف نہیں۔ قرآن مجید تو اس مضمون کی تاکید اور تصریح سے لبریز پڑا ہوا ہے۔ حَتّٰى ...... وَحْدَهٗ۔ یہ قید لگا کر اسے صاف کر دیا کہ ہماری تمہاری دشمنی کچھ نسلی تھوڑے ہی ہے، وہ تو صرف عقائد کی بناء پر ہے۔ تم آج شرک چھوڑ کر عقیدۂ توحید اختیار کر لو، تو یہ عداوت ابھی ختم ہو سکتی ہے۔ العَدَاوَةُ وَالبَغْضَاءُ۔ یہ عداوت و بغض اور احکام تبری و قطع تعلق صرف دین سے متعلق ہیں۔ باقی صلۂ رحم یا اعزہ و اقرباء کے ساتھ دنیوی حسن سلوک کا حکم الگ ہے، اور وہ بھی نصوص ہی سے ماخوذ ہے۔ قَدْ ..... مَعَهٗ۔ آیت اس کا حکم دے رہی ہے کہ کافروں سے دشمنی رکھنے اور ترک موالات کرنے کے باب میں مسلمانوں کو ابراہیمؑ اور ابراہیمیوں کی پیروی کرنا چاہئے۔ امر الناس بالتاسی بهم فی اظهار معاداة الكفار وقطع الموالاة بيننا وبينهم (جصاص) [۵۷] (کہ اس سے اپنی یہ عرضداشت خواہ مخواہ قبول ہی کرا لوں) لِاَبِيْهِ۔ حضرت ابراہیمؑ کے والد آذر پر جو مشرک اور بت تراش تھے حاشیے پہلے گذر چکے ہیں۔ قَوْلَ ..... لَكَ۔ حضرت ابراہیمؑ کے اس قول کا مطلب یہ ہوا کہ میں حق تعالیٰ سے یہ دعا ضرور کرونگا کہ وہ تمہیں زندگی ہی میں راہ ہدایت دکھا دے، تاکہ بعد موت نجات حاصل ہو جائے۔ یہ مطلب نہیں کہ تمہارے بحالت کفر مرنے پر بھی تمہاری بخشش چاہونگا۔ اس وعدہ و گفتگو پر حاشیہ سورۃ البراءۃ کی آیت وَمَا كَانَ استغفار ابراهيم لابيه الخ کے تحت میں گذر چکا۔ اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ۔ یعنی مشرک باپ کے لئے دعائے مغفرت کرنے میں ابراہیم علیہ السلام کی پیروی نہ کرنا۔ یعنی ان لا يتأسوا به في الدعاء للاب الكافر (جصاص) امر الله تعالى بالتاسى بابراهيم في كل امره الا في الاستغفار للاب الكافر (جصاص) اى اقتدوا به في اقواله ولا تتأسوا به في الاستغفار لابيه الكافر (مدارك) اى ليس لكم في ذلك اسوة اى في الاستغفار للمشركين هكذا قال ابن عباس ومجاهد وقتادة ومقاتل وابن حيان والضحاك وغير واحد (ابن كثير) مرشد تھانویؒ نے کیا خوب بات اس موقع پر فرمائی کہ جو بغض فی اللہ ہوتا ہے وہ شفقت و خیر خواہی کو قطع نہیں کرتا بخلاف بغض نفسانی کے۔ [۵۸] (چنانچہ ہماری یہ اپنے ہم قوموں سے اپنے عزیزوں قریبوں سے تبری و قطع تعلق تیرے ہی حکم کی تعمیل میں اور تکمیل دین ہی کے لئے ہے) رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا۔ یہاں یہ اشارہ کر دیا کہ مسلمان جب اپنی قوم کے کافروں کا بائیکاٹ کرینگے، تو اغلب ہے کہ خود بھی مادی و مالی نقصان اٹھائیں، ایسے موقع پر عمق قلب کے ساتھ توکل و اعتماد حق تعالیٰ ہی پر پیدا کر لینا چاہئے۔ [۵۹] (تیرے لئے ہماری اس عرضداشت کو قبول کر لینا کیا مشکل ہے) لَا ..... كَفَرُوْا۔ یعنی اس مقاطعہ و تبری کے بعد ایسا نہ ہونے پائے کہ یہ کافر ہم کو ہر طرح ستانے اور مصیبت میں ڈالنے پر قادر ہو جائیں۔ وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا۔ جتنی کوتاہیاں اور لغزشیں ہم سے تیرے ارشاد کی تعمیل میں ہو جائیں، تو ان سب کو معاف اور نظر انداز کر کے ہمیں اپنے دامن رحمت ہی سے وابستہ رکھیو۔ مرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ ایسے اسباب فتنہ سے جن سے اہل حق پر اہل باطل کا شبہ ہونے لگے، بچنا ہی عین مطلوب ہے اور ان میں جو اسباب غیر اختیاری ہیں، ان سے بچنے کی تدبیر یہی ہے کہ دعا کریں۔ [۶۰] (ہر حال میں اپنے جامع صفات کمالیہ ہونے کی بناء پر۔ فيهم ضمير ابراہیمؑ اور اصحاب ابراہیم (والذین معہ) کی جانب ہے۔ فِيْهِمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔ فقہاء نے کہا ہے کہ سنت مصطفویؐ کی طرح سنت ابراہیمی کا اتباع بھی مومنین کے حق میں سرتاسر خیر اور علامات ایمان میں سے ہے۔ وَمَنْ يَّتَوَلَّ۔ اور جو کوئی روگردانی اور بے التفاتی کریگا اس حکم تبری و مقاطعہ کی تعمیل یا کسی حکم الٰہی کی بھی تعمیل سے۔ هُوَ الْغَنِيُّ۔ ضرر اس ذات بے نیاز کا بالکل نہیں، ضرر تمام تر اسی نافرمان بندہ کا ہے۔ [۶۱] (چنانچہ ابتک اسی حکم کی تعمیل میں جن سے کوتاہیاں ہوئی ہیں وہ اگر توبہ و استغفار کر لیں تو اللہ کی مغفرت و رحمت دونوں سے مستفید ہو سکتے ہیں) عَسَى ..... مَوَدَّةً۔ یعنی انہیں کافروں اور مسلمانوں کے شدید دشمنوں میں سے بعض کو اسلام کی ہدایت دے دے۔ حضرت ابوسفیان بن حرب وغیرہ کا اسلام لانا اسی پیشگوئی کے ظہور عملی کی مثال ہے۔ مسلمانوں نے حکم الٰہی کی تعمیل میں مشرکین سے قطع تعلق کر تو لیا تھا لیکن قرابتوں اور رشتہ داریوں کی بناء پر کسی درجہ میں غم محسوس کرنا بالکل طبعی تھا۔ وَاللّٰهُ قَدِيْرٌ۔ تو ایسے قادر مطلق کی قدرت سے یہ بعید ہی کیا ہے۔ فقہاء مفسرین نے لکھا ہے کہ جو کافر اہل حرب میں سے نہ ہوں بلکہ ذمی ہوں ان کے لئے صدقات بالکل جائز ہیں۔ عموم في جواز دفع الصدقات الى اهل الذمة اذ ليس هم من اهل قتالنا (جصاص)

وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَآ اَخْفَيْتُمْ وَمَآ اَعْلَنْتُمْ ؕ وَمَنْ يَّفْعَلْهُ

اور مجھے خوب علم ہے جو کچھ تم چھپا کر کرتے ہو اور جو کچھ تم ظاہر کرکے کرتے ہو، اور جو کوئی تم میں سے

مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ① اِنْ يَّثْقَفُوْكُمْ

ایسا کریگا، وہ راہِ راست سے بھٹک گیا ؎۲ اگر انہیں تم پر دسترس ہو جائے

يَكُوْنُوْا لَكُمْ اَعْدَآءً وَّيَبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ وَ

تو اظہارِ عداوت کرنے لگیں، اور تم پر بُرائی کے ساتھ دست درازی اور

اَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوْٓءِ وَوَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ ؕ ② لَنْ تَنْفَعَكُمْ

زبان درازی کرنے لگیں اور وہ تو یہ چاہتے ہی ہیں کہ تم کافر ہو جاؤ ؎۳ تمہارے رشتہ دار

اَرْحَامُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ ۚ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ ؕ

اور تمہاری اولاد تمہارے کچھ کام نہ آئیگی قیامت کے دن (اللہ ہی) تمہارے درمیان فیصلہ کریگا

وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ③ قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ

اور اللہ تمہارے اعمال کو خوب دیکھ رہا ہے ؎۴ بیشک تمہارے لئے ایک عمدہ نمونہ

حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ ۚ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ

ہے ابراہیم اور اُن کے شریک حال لوگوں میں ؎۵ جبکہ ان لوگوں نے اپنی قوم والوں

اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۫ كَفَرْنَا

سے کہدیا کہ ہم تم سے اور جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو، ان سب سے بیزار ہیں، ہم تمہارے منکر ہیں

بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ اَبَدًا

اور ہمارے اور تمہارے درمیان ہمیشہ کے لئے عداوت اور بغض ظاہر ہو گیا

معانقۃ ١٢ ... الوقف علی القیمۃ

منزل ٧

؎۲ (اور بھٹکے ہوؤں کا جو انجام ہونا ہے وہ بھی خوب معلوم ہے) تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ۔ اس اخفار سے شبہ ان کے ساتھ مزید دوستی اور خصوصیت کا ہوتا ہے۔ اور اس لئے یہ اور بھی بُرا ہے۔ حاطب ابن ابی بلتعہ یمنی ثم مکّی ایک بڑے صحابی تھے، بدری مرتبہ کے، خود تو ہجرت کر کے مدینہ آگئے تھے، خاندان سارا مکّہ ہی میں تھا، فتح مکّہ سے ذرا قبل اپنے خاندان والوں کو خط لکھا کہ عنقریب مکّہ پر چڑھائی ہونے والی ہے۔ آنحضرتؐ کو وحی الٰہی سے خبر ہوگئی۔ آپؐ کے حکم سے وہ عورت پکڑ آئی، جو چھپا کر خط لئے جا رہی تھی حضرت حاطبؓ نے اپنے بیان میں کہا کہ "میری نیّت بُری نہ تھی۔ مَیں نے تو محض یہ سمجھ کر لکھا تھا کہ اسلام کا اس سے کوئی ضرر نہیں۔ آپؐ کو فتح تو بحمد اللہ ضرور ہی ہو کر رہیگی، ہاں میری اس اطلاع سے اہل مکّہ ضرور میرے احسانمند ہو جائینگے، اور میرے خاندان والوں کی رعایت کرینگے کہ مجھ پردیسی اور میرے خاندان کا اہل مکّہ پر کوئی حقِ قرابت وغیرہ بھی نہیں۔ آپؐ نے اُن کے حُسن نیّت کی تصدیق کر کے فرمایا کہ تم سچّے ہو، بلکہ جب حضرت عمرؓ نے اپنے عام جوشِ دینی کے تحت میں اُس دفعہ کا نفاذ کرانا چاہا بھی جو دشمن سے مل جانیوالوں اور انہیں خبر پہنچانے والوں کے لئے ہے۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ یہ تو بدری ہیں اور تمہیں معلوم نہیں کہ اہل بدر کے خلوص و ایمان کی جانچ خود اللہ تعالیٰ کر چکا ہے۔ حضرت حاطبؓ پر صحابی اور پھر بدری صحابی ہونے کے باوجود جو اتنی سخت گرفت ہوئی، اس سے ظاہر ہے کہ شریعتِ اسلامی میں دشمن حربی سے خط و کتابت رکھنا یا تعلقات قائم رکھنا کس درجہ شدید جُرم ہے! وَاَنَا ..... اَعْلَنْتُمْ۔ حق تعالیٰ کی صفت عالم الغیبی کا استحضار کرا کے اوپر اشارہ کر دیا کہ یہ تو مانع مزید ہونا چاہیے تمہارے اور ان دشمنانِ دین کے درمیان خفیہ دوستی کا بِالْمَوَدَّةِ۔ ب سببیہ بھی قرار دی گئی ہے۔ یعنی تم نے یہ جو خبر دی تو بسبب محبّت کے ~~لئے بسبب المودۃ ... الاخبار بسبب المودۃ (بیضاوی)~~ ؎۳ غرض یہ کہ یہ کافر تو دنیوی اور دینی ہر اعتبار سے تمہارے دشمن اور بدخواہ ہیں ——— آیت میں مسلمانوں کے ساتھ کافروں کی مستقل دشمنی و عناد اور بدخواہی کا بیان آگیا۔ ؎۴ (پس ہر عمل کا فیصلہ بھی بالکل ٹھیک ہی ٹھیک کریگا) لَنْ ..... الْقِيٰمَةِ۔ کافروں اور بے دینوں سے تعلقات بڑھانے کا محرک اکثر یہی اہل و عیال کی فلاح و نفع کا خیال ہوتا ہے! یہاں اسی کی جڑ کاٹی ہے۔ یعنی جن عزیزوں قریبوں کی خاطر آج تم اللہ کی نافرمانی کر رہے ہو، وہ آخرت میں جو مستقل فیصلہ کا وقت ہوگا تمہیں ذرا بھی نہ بچا سکینگے۔ مُرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ دنیوی علاقوں، رابطوں کی رعایت معاملات دینی میں ناجائز ہے۔

؎۵ یعنی پیروی اُس نمونۂ حسنہ کی کرو جو ابراہیمؑ اور اُن کے ساتھ کے مومنین، کافروں اور اعدائے دین کے ساتھ تعلقات رکھنے کے باب میں قائم کر گئے ہیں ——— قرآن مجید اپنے حسب معمول حکم دینے کے ساتھ ساتھ مزید رغبت و شوق پیدا کرنے کے لئے، نیز عمل میں مزید سہولت پیدا کرنے کے لئے، ماضی سے عملی نظیریں بھی پیش کرتا جاتا ہے۔ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ۔ حضرت ابراہیم خلیل کے ساتھ یہ معیّت یا شرکت ایمان و اطاعت میں تھی۔

لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ ۚ يُسَبِّحُ لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ

اُسی کے اچھے اچھے نام ہیں | اُسی کی تسبیح کرتی ہیں جو چیزیں بھی آسمانوں اور

وَالْأَرْضِ ۖ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿٢٤﴾

زمین میں ہیں | اور وہی زبردست ہے حکمت والا ہے ۳۶

ع ۷ ۳ ۲

سُورَةُ الْمُمْتَحِنَةِ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ ثَلٰثَ عَشْرَةَ اٰيَةً وَفِيهَا رُكُوعَانِ

سورۂ ممتحنہ مدینہ میں نازل ہوئی اور اس کی تیرہ۱۳ آیتیں ہیں اور دو۲ رکوع

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ نہایت مہربان بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ

اے ایمان والو | تم میرے دشمن اور اپنے دشمن کو | دوست

أَوْلِيَاءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوا بِمَا

مت بنالینا | کہ اُن سے محبت کا اظہار کرنے لگو | درآنحالیکہ تمہارے پاس جو دین

جَاءَكُمْ مِنَ الْحَقِّ يُخْرِجُونَ الرَّسُولَ وَإِيَّاكُمْ ۙ أَنْ

حق آچکا ہے اسکے وہ منکر ہیں | رسول کو اور خود تم کو اس بنا پر شہر بدر کر چکے ہیں کہ تم

تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ رَبِّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِي

اپنے پروردگار اللہ پر ایمان لے آئے ہو، | اگر تم میرے راستہ میں جہاد کرنے | اور

سَبِيلِي وَابْتِغَاءَ مَرْضَاتِي ۚ تُسِرُّونَ إِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ

میری رضا کی تلاش میں نکلے ہو ۱ | تم ان سے چپکے چپکے محبت کرتے | ہو،

۳۶ سو ایسے باعظمت اور باحکمت کے احکام کی پابندی نہایت درجہ ضروری ہے۔ صفات حسنہ کمالیہ کا مزید اثبات ——— سورۃ الحشر کی ان دونوں آیتوں کے جوش بلاغت اور زور کلام کو حال کے ملحد اور مسیحی ماہرین عربیت نے بھی سراہا ہے۔

الخَالِقُ۔ یعنی صفت تخلیق و تکوین و ایجاد میں کوئی اس کا سہیم و شریک نہیں۔

البَارِئُ۔ یعنی روح و مادہ، ہیولیٰ و صورت، جوہر و عرض، سب کا موجد، سب کو عدم سے وجود میں لانے والا وہی ہے۔ المُصَوِّرُ۔ یعنی ہر چیز کو ٹھیک ٹھیک آئین حکمت کے مطابق ہی اس نے صورت وجود سے مشرف کیا ہے۔ لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ۔ صفات کمالیہ کی جامع اسی کی ذات ہے۔ يُسَبِّحُ ...... الْأَرْضِ۔ اسی کی حمد و ثنا کی تسبیح چھوٹی بڑی، آسمانی زمینی، ہر مخلوق اپنی اپنی بساط فہم اور مرتبۂ وجود کے مطابق کرتی رہتی ہے۔

۱ اس فقرہ إِنْ كُنْتُمْ الخ کا تعلق آیت کے پہلے حکم لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ سے ہے۔ یعنی اگر تم واقعی ہماری رضا کی طلب اور ہماری راہ میں جہاد کو نکلے ہو، تو ان دشمنان دین سے دوستی اور محبت کا برتاؤ کیسا؟ عَدُوِّي۔ یعنی اللہ اور اس کے دین سے بیر رکھنے والے۔ عَدُوَّكُمْ۔ یعنی اُمتِ اسلامی سے اس کے اسلام کی بنا پر بیر رکھنے والے۔ تُلْقُونَ إِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ۔ یعنی دلی محبت و دوستی رکھنا تو خیر الگ ہے، ان دشمنان خدا اور دشمنانِ اُمت سے عملی برتاؤ اچھے دوستوں کا سا رکھنا کب روا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا۔ اس خطاب کے معًا بعد ذکر بعض مسلمانوں کے ایک گناہ کبیرہ کا یعنی دشمن سے مکاتبت و مراسلت کا آرہا ہے، لیکن اس ارتکاب کبیرہ کے بعد بھی مومن مومن ہی رہا، دائرۂ ایمان سے خارج نہیں ہوگیا ——— اور یہیں سے اہل سنت کو خوارج کے مقابلہ میں یہ دلیل ہاتھ آئی کہ مومن کبیرہ کے بعد بھی مومن ہی رہتا ہے۔ ~~وفیه دلیل علی ان الکبیرۃ لا تسلب اسم الایمان~~ (مدارک) أَنْ تُؤْمِنُوا۔ یعنی اخراج کی علت تمہارا یہی ایمان باللہ ہے۔ ~~تعلیل لیخرجون~~ (مدارک) فقہاء نے آیت سے یہ بھی نکالا ہے کہ مال و اولاد کے تحفظ کے خیال سے تقیہ جائز نہیں۔ ~~وفی هذه الآیة دلالة علی ان الخوف علی المال والاولاد لا یبیح التقیة فی اظهار الکفر وانه لا یکون بمنزلة الخوف علی نفسه~~ (جصاص) ~~وما ذکرناه یدل علی صحة قولنا ویدل علی ان الخوف علی المال والاهل لا یبیح التقیة ان اللہ فرض الهجرة علی المؤمنین ولم یعذرهم فی التخلف لاجل اموالهم واهلیهم~~ (جصاص) وَقَدْ ...... الْحَقِّ۔ یہ تشریح مزید ہے عَدُوِّي کی۔ يُخْرِجُونَ ...... رَبِّكُمْ۔ یہ تشریح مزید ہے عَدُوَّكُمْ کی۔ إِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ۔ یعنی اپنے اپنے گھروں سے بہ مقاصد حصول رضائے الٰہی و جہاد فی سبیل اللہ لے کر نکلے ہو۔ بِالْمَوَدَّةِ۔ ب زائدہ تاکید کے لئے ہے۔ ~~الباء زائدة مؤکد للتعدی~~

——— (مدارک)

أَصْحٰبُ النَّارِ وَأَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ أَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ

اور اہل جنت برابر نہیں اہل جنت تو کامیاب

الْفَآئِزُوْنَ ﴿۲۰﴾ لَوْ أَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ

لوگ ہیں ۳۱ اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کرتے

لَّرَأَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ۚ وَ

تو تو اس کو دیکھتا کہ اللہ کے خوف سے دب جاتا پھٹ جاتا ۳۲ اور

تِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۱﴾

ہم ان عجیب (مؤثر) مضمونوں کو لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں تاکہ وہ سوچیں ۳۳

هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَ

اللہ وہی تو ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ جاننے والا ہے پوشیدہ اور

الشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ﴿۲۲﴾ هُوَ اللّٰهُ

ظاہر کا وہی نہایت مہربان ہے، بار بار رحم کرنے والا ہے ۳۴ اللہ وہی تو ہے

الَّذِيْ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ

جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ بادشاہ ہے، پاک ہے، سالم ہے

الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ۚ سُبْحٰنَ

امن دینے والا ہے، نگہبانی کرنے والا ہے، زبردست ہے، خرابی کا درست کرنیوالا ہے، بڑا عظمت والا ہے

اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۲۳﴾ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ

پاک ہے اللہ لوگوں کے شرک سے ۳۵ وہی اللہ تو پیدا کرنیوالا ہے، ٹھیک ٹھیک بنانیوالا ہے، صورت بنانیوالا ہے

۳۱ (اور آنحالیکہ اہل دوزخ سرتاسر ناکام و نامراد ہیں) لا ...... الجنۃ۔ دونوں فریق کا برابر اور یکساں ہونا کیسا، وہ تو ایک دوسرے کی ضد ہیں، اپنے مآل اور حقیقت حال کے لحاظ سے ——— خلط اور التباس تو صرف اسی دنیا میں رہتا ہے۔ صرف یہیں سب ملے جلے اور یکساں معلوم ہوتے ہیں۔ آخرت میں تو اہل جنت وہ ہونگے، جو دنیا میں حکم اتقوا اللہ پر عامل رہے۔ یعنی اہل تقویٰ۔ اور اہل دوزخ وہ ہونگے، جو دنیا میں الذین نسوا اللہ اور اولٰئک ھم الفاسقون کے مصداق رہے۔ ۳۲ (مضامین قرآنی کی عظمت و ہیبت سے) یعنی قرآن مجید بجائے خود اس درجہ مؤثر اور فاعل قوی ہے۔ لو ...... جبل۔ یعنی پتھر کا پہاڑ، جو جمود اور بے حسی کا انتہائی نمونہ معلوم ہوتا ہے، اس پہاڑ پر اگر ہم قرآن نازل کرتے، اور پہاڑ میں بقدر ضرورت فہم و عقل کا مادّہ رکھ دیتے، تو پہاڑ تک فرط تاثر سے ریزہ ریزہ ہو جاتا۔ ۳۳ (اور نفع حاصل کریں) کافر بلکہ فاسق انسان کی بھی تاثر پذیری، بسبب غلبۂ ہوائے نفس فاسد ہو جاتی ہے، اور اسی سے اس میں جمود اور عدم احساس پیدا ہو جاتا ہے۔ ہوائے نفس کو مغلوب کرنے اور قرآن مجید سے تأثر و تذکر کی قابلیت کو بڑھانے میں بڑا دخل صحبت صالحین کو ہے۔ ۳۴ اور یہی وہ صفاتِ کاملہ ہیں، جن سے مشرک قوموں کے معبود، اور اہل باطل کے خدا خالی ہیں۔

ھو ...... الا ھو۔ حق تعالیٰ کی یکتائی اور توحید کامل کا اثبات اس سے ہو گیا۔

علم الغیب والشھادۃ۔ حق تعالیٰ کا علم فلاسفۂ مصر و یونان وغیرہ کے خدا کی طرح، محدود و ناقص قسم کا نہیں، ہر طرح کامل اور جزئیات و کلیات سب کو محیط ہے ——— اسی صفت علم کا علم صحیح نہ رکھنے سے مشرکین کو خدا جانے کتنے دیوتا گڑھنے پڑے۔

ھو الرحمٰن الرحیم۔ حق تعالیٰ کی صفت رحم ہر طرح کامل اور غیر محدود ہے ——— اسی صفت کے بارہ میں ٹھوکر لگنے سے مسیحیوں کو "کفارہ"، کا عقیدہ تراشنا پڑا، اور پھر ایک خدا کے "اکلوتے بیٹے" کی تلاش ہوئی، جس کو ساری گنہگار مخلوق کی طرف سے کفارہ میں پیش کیا جائے! ۳۵ یعنی ہر قسم کے شرک اور شائبۂ شرک سے، جو لوگ اس کی ذات و صفات میں کرتے رہتے ہیں ——— کوئی مخلوق کیسی ہی اشرف و اعلیٰ ہو، اس کی شریک کسی حیثیت سے، کسی درجہ میں بھی نہیں ہو سکتی۔ ھو ...... الا ھو۔ توحید ذات کا مکرر اثبات، تاکید کی غرض سے۔ الملک۔ ملکیت، مالکیت، حاکمیت کے سارے اختیارات اور جملہ حقوق اسی کو حاصل ہیں۔ کسی کو کسی حیثیت سے بھی اس ذات پاک پر دسترس حاصل نہیں۔ القدوس۔ وہ ذات پاک، ہر عیب، ہر نقص، ہر کوتاہی سے بالاتر ہے۔ اور یہ مشرکین کا جہل محض ہے جو اس کی جانب بعض نالائق صفات کو منسوب کر دیا ہے۔ السلام۔ اس کی ذات میں اس کا امکان ہی نہیں کہ آئندہ بھی کوئی نقص، کوئی عیب اس میں پیدا ہو سکے۔ المؤمن۔ یعنی اپنے بندہ سے ہر خوف کو دور کرتا رہتا ہے، ہر آئی ہوئی آفت کو ٹالتا رہتا ہے ——— مشرک قومیں ہر آئی ہوئی مصیبت سے بچنے کے لئے فلاں دیوی اور فلاں دیوتا کی دہائی دیتی رہتی ہیں۔ العزیز۔ اس اسم میں حق تعالیٰ کی صفت قدرت کا اثبات ہے ——— مشرکین نے اپنے دیوتاؤں کو کمزور اور غیر قادر مانا ہے۔ الجبار۔ یعنی ہر قسم کی اصلاح کرنے والا ہے۔ مجبر اُسے کہتے ہیں جو ٹوٹی ہوئی یا اکھڑی ہوئی ہڈی پھر سے بٹھا دے۔ ~~ای الذی جبر حالھم یعنی اصلحہ (بیضاوی)~~ المتکبر۔ یعنی وہ ذات جس کے آگے مخلوق کی ساری عظمتیں ہیچ ہیں۔ اور جس کی تحقیر یا تصغیر کا وہم بھی نہیں کیا جا سکتا۔

مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِيبًا ذَاقُوا وَبَالَ أَمْرِهِمْ ۚ وَلَهُمْ

اُن کے کچھ ہی قبل ہوئے ہیں، جو اپنے کردار کا مزہ چکھ چکے ہیں اور اُن کے لئے

عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿١٥﴾ كَمَثَلِ الشَّيْطَانِ إِذْ قَالَ لِلْإِنْسَانِ

دردناک عذاب ہے ۲۵ (انکی) مثال شیطان کی سی ہے ۲۶ جو انسان سے کہتا ہے کہ کافر

اكْفُرْ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ إِنِّي بَرِيءٌ مِنْكَ إِنِّي أَخَافُ

ہوجا، پھر جب وہ کافر ہوجاتا ہے تو (شیطان) کہنے لگتا ہے میرا تجھ سے کچھ واسطہ نہیں میں تو

اللَّهَ رَبَّ الْعَالَمِينَ ﴿١٦﴾ فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَا أَنَّهُمَا فِي

اللہ پروردگار عالم سے ڈرتا ہوں ۲۷ سو آخری انجام دونوں کا یہ ہوا کہ دونوں دوزخ میں

النَّارِ خَالِدَيْنِ فِيهَا ۚ وَذَٰلِكَ جَزَاءُ الظَّالِمِينَ ﴿١٧﴾ ع ٢ / ٥

گئے جہاں ہمیشہ رہینگے اور یہی سزا ہے ظالموں کی ۲۸

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ

اے ایمان والو اللہ سے ڈرتے رہو، اور ہر شخص دیکھ لے کر

مَا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا

اُس نے کل کے واسطے کیا بھیجا ہے، اور اللہ سے ڈرتے رہو، بیشک اللہ کو تمہارے اعمال کی

تَعْمَلُونَ ﴿١٨﴾ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللَّهَ فَأَنْسَاهُمْ

(پوری) خبر ہے ۲۹ اور ان لوگوں کی طرح نہ ہوجائیو جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا سو اللہ نے خود

أَنْفُسَهُمْ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ﴿١٩﴾ لَا يَسْتَوِي

انکی جانوں کو اُن سے بھلا دیا، یہی لوگ تو نافرمان ہیں ۳۰ اہلِ دوزخ

۲۵ (آخرت میں، جو اس دنیوی سزا کے علاوہ ہوگا) یہ حال یہود بنی نضیر کا بیان ہو رہا ہے، اور انہیں کا ذکر اوپر سے چلا آرہا ہے۔ كَمَثَلِ۔ یعنی یہود بنی نضیر کی مثال ——— تشبیہ محرومیٔ دارین میں ہے۔ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِيبًا یعنی یہود بنی قینقاع۔ یہ بھی مدینہ و حوالیٔ مدینہ میں آباد تھے۔ ۲ھ میں غزوۂ بدر کے بعد اس قبیلہ نے بدعہدی کرکے رسول اللہ صلعم سے محاربہ کیا۔ مغلوب ہوئے اور پھر جلاوطن۔ عن ابن عباس یعنی بنی قینقاع (ابن جریر) بعض نے مُراد اہل بدر سے بھی لی ہے۔ عن مجاهد قال كفار قريش (ابن جریر) وَبَالَ أَمْرِهِمْ۔ یعنی عداوتِ رسول کا خمیازہ۔

۲۶ یہاں مُراد منافقین ہیں ——— اور تشبیہ عین وقت پر نکل جانے اور کام نہ آنے میں ہے۔ اے مثل المنافقين في اغرائهم اليهود على القتال (مدارک)

۲۷ یعنی جس طرح شیطان پہلے تو انسان کو بہکاتا، بھڑکاتا ہے اور پھر وقت پڑنے پر ساتھ نہیں دیتا۔ اسی طرح منافقین مدینہ نے پہلے تو بنی نضیر کو خوب بڑھاوے دیئے لیکن جب وقت آیا تو صاف نکل گئے۔ فَلَمَّا كَفَرَ۔ یعنی جب کفر اور وبال کفر کا تحقق انسان پر ہوجاتا ہے۔ اس کا ظہور خواہ دنیا میں ہو یا آخرت میں۔ الشَّيْطَانِ ... لِلْإِنْسَانِ۔ دونوں سے مراد جنس شیطان و جنس انسان ہے۔ والجمهور على ان المراد بالشيطان والانسان الجنس (روح)

۲۸ (جو اپنے ہاتھوں اپنی جانوں پر ظلم کرتے رہتے ہیں) عَاقِبَتَهُمَا۔ هما کی ضمیر تثنیہ سے مُراد وہی کافر انسان اور شیطان ہیں۔ اے الانسان الكافر والشيطان (مدارک) ذَٰلِكَ۔ یعنی یہی جہنم میں حبس دوام۔ اے الخلود في النار (روح)

۲۹ (اس لئے طاعات کی طرف بڑھنا، اور معاصی سے محترز رہنا تمہارے لئے لازم ہے) يَا أَيُّهَا ... اللَّهَ۔ یعنی اے ایمان والو، تمہارا محض دعوائے ایمان کافی نہیں۔ نافرمانیوں سے ہمیشہ بچتے رہنا چاہیے، خصوصًا ان نافرمانوں کے حالات سُن لینے کے بعد۔ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَا قَدَّمَتْ لِغَدٍ۔ یعنی یہ دیکھتے رہا کرو کہ طاعات اور اعمال صالح کا کتنا ذخیرہ اب تک بھیج چکے۔ اتَّقُوا اللَّهَ۔ اس تقویٰ کا تعلق طاعات کی طرف بڑھنے سے ہے جیسا کہ مَا قَدَّمَتْ لِغَدٍ سے اشارہ ہو رہا ہے۔ وَاتَّقُوا اللَّهَ۔ اس تقویٰ کا تعلق معاصی سے بچنے سے ہے، جیسا کہ خبیر بما تعملون سے اشارہ ہو رہا ہے۔ لِغَدٍ۔ غد کا صیغۂ نکرہ اسکی عظمت و ہیبت کے اظہار کے لئے ہے۔ والتنكير لتعظيم امره (مدارک)

۳۰ (پورے پورے، یعنی کافر) الْفَاسِقُونَ۔ یہاں قرآن مجید کے اکثر موقعوں کی طرح الکافرون کے معنی میں ہے۔ الفاسقون یعنی فسق میں کامل۔ طاعت الٰہی سے بالکل ہی خارج، اور یہ وہی ہوسکتے ہیں، جو کافر ہوں۔ اے الكاملون في الفسوق (بیضاوی) نَسُوا اللَّهَ یعنی حق تعالیٰ اور اس کے احکام و ہدایات کی طرف سے عمداً اعراض برتنے لگے۔ أَنْفُسَهُمْ۔ یعنی حق تعالیٰ نے ان کی عقل ایسی ماردی کہ یہ نہ اپنے نفع کو پہچانتے ہیں، اور نہ اس کے حاصل کرنے کی فکر کرتے ہیں۔

مَعَكُمْ وَلَا نُطِيعُ فِيكُمْ أَحَدًا أَبَدًا وَإِن قُوتِلْتُمْ
تمہارے ساتھ نکل جائینگے، اور تمہارے معاملہ میں ہم کبھی کسی کا کہنا نہ مانینگے، اور اگر تم سے کسی کی لڑائی ہوگی

لَنَنصُرَنَّكُمْ وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ﴿١١﴾ لَئِنْ
تو ہم یقیناً تمہاری مدد کرینگے، حالانکہ اللہ گواہ ہے کہ یہ لوگ بالکل جھوٹے ہیں ٢٠ (حالانکہ) اگر

أُخْرِجُوا لَا يَخْرُجُونَ مَعَهُمْ وَلَئِن قُوتِلُوا لَا يَنصُرُونَهُمْ
(اہل کتاب) نکالے گئے تو یہ انکے ساتھ نہ نکلیں گے اور اگر ان سے لڑائی ہوئی تو یہ انکی مدد نہ کرینگے

وَلَئِن نَّصَرُوهُمْ لَيُوَلُّنَّ الْأَدْبَارَ ثُمَّ لَا يُنصَرُونَ ﴿١٢﴾
اور اگر ان کی مدد کی بھی تو پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے پھر اُن کی کوئی مدد نہ ہوگی ٢١

لَأَنتُمْ أَشَدُّ رَهْبَةً فِي صُدُورِهِم مِّنَ اللَّهِ ذَٰلِكَ
بیشک تم لوگوں کا خوف ان کے دلوں میں اللہ سے بھی زیادہ ہے یہ اسلئے کہ

بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُونَ ﴿١٣﴾ لَا يُقَاتِلُونَكُمْ جَمِيعًا
یہ ایسے لوگ ہیں جو سمجھ سے کام نہیں لیتے ٢٢ یہ لوگ تو سب مل کر بھی تم سے نہ لڑیں گے

إِلَّا فِي قُرًى مُّحَصَّنَةٍ أَوْ مِن وَرَاءِ جُدُرٍ بَأْسُهُم
مگر ہاں حفاظت والی بستیوں یا دیواروں کی آڑ میں ٢٣ انکی لڑائی

بَيْنَهُمْ شَدِيدٌ تَحْسَبُهُمْ جَمِيعًا وَقُلُوبُهُمْ شَتَّىٰ
آپس (ہی) میں بڑی تیز ہے تو انہیں متفق خیال کرتا ہے حالانکہ انکے قلب غیر متفق ہیں

ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُونَ ﴿١٤﴾ كَمَثَلِ الَّذِينَ
یہ اس لئے کہ وہ ایسے لوگ ہیں جو عقل کو کام میں نہیں لاتے ٢٤ (انکی) مثال ان لوگوں کی سی ہے جو

٢٠ (ہرگز اپنے وعدوں پر عمل نہ کرینگے) ذکر منافقین مدینہ کا ہو رہا ہے، جو ایک بہت بڑی تعداد میں تھے۔ اِلَى الَّذِينَ نَافَقُوا۔ مُراد عبداللہ بن اُبَیّ اور اُس کے جتھے کے دوسرے منافقین مدینہ ہیں۔ لِإِخْوَانِهِمُ ..... الْكِتَابِ۔ مُراد یہود ہیں، خصوصاً قبیلۂ بنی نضیر کے یہود ——— یہ اخوت عقائد کفریہ کی تھی، ورنہ ظاہر ہے کہ منافقین مدینہ (جو مشرکین عرب میں سے تھے) اور یہود (جو بنی اسرائیل تھے) نسلاً متحد نہ تھے۔ لَئِنْ ..... لَنَنصُرَنَّكُمْ۔ یعنی جلاوطنی ہو تو، اور قتال ہو تو ہم ہر حال اور ہر صورت میں تمہارے رفیق اور یاور و ناصر ہیں۔ یہ زبردست پیشگوئی جو حرف بحرف صحیح ثابت ہوئی، بجائے خود ایک دلیل صداقت رسُول کی تھی۔

٢١ یعنی جو ناصر بن کر، اور نصرت کے دعویدار بن کر آئے تھے، وہ تو نکل ہی گئے، اور دوسرا کوئی ناصر ہوگا تو یہ لامحالہ مغلوب و مقہور ہونگے۔ پوری آیت کا مطلب یہ ہوا کہ یہ منافقین مدینہ جو یہود بنی نضیر کی حمایت و رفاقت کا وعدہ کر رہے ہیں، اوّل تو وقت پڑے پر اُن کا ساتھ دینگے نہیں، نہ جلاوطنی میں نہ جنگ میں، اور بالفرض ساتھ دیا بھی تو ان کی امداد بالکل بے نتیجہ و غیر مؤثر رہیگی۔ یہ خود ہی پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہونگے۔ وَلَئِن نَّصَرُوهُمْ۔ قرآن مجید کا یہ اسلوب بیان عام ہے۔ بارہا اس نے مستبعدات بلکہ محالات کو بھی فرض کر کے اس پر آگے گفتگو کی ہے ———۔ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُمُ الخ قُلْ إِن كَانَ لِلرَّحْمَٰنِ وَلَدٌ الخ اسی کی نظیریں ہیں۔

٢٢ (اللہ کی عظمت کے باب میں) یعنی اگر یہ سمجھ سے کام لے کر خُدا کی عظمت کے دل سے قائل ہو گئے ہوتے تو یہ کیونکر ممکن تھا کہ تم سے ڈرتے اور خدا سے نہ ڈرتے! لَأَنتُمْ۔ خطاب مسلمانوں سے ہے۔ آیت کا مطلب یہ ہوا کہ یہ منافقین حق تعالیٰ سے تو ڈرتے نہیں، ورنہ کفر چھوڑ کر ایمان ہی نہ لے آتے؟ اور ایمان کے جھوٹے دعوے سے باز ہی نہ آجاتے؟ البتہ مسلمانوں کا رُعب واقعی اُن کے دلوں پر چھایا ہوا ہے اور اس لئے یہ بنی نضیر سے جا ملنے کی ہمت نہیں رکھتے۔ خشیت الٰہی کی کمی کا حاصل اس مقام پر ایمان باللہ میں کمی ہے۔ ورنہ اگر محض طبعی قوت، مثلاً کسی خطرناک جانور کا یا دشمن ہیبت ناک کا خوف خدا سے زیادہ ہے، تو یہ داخل معصیت نہیں۔ مُرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ اس موقع پر مومنین کو جو ملامت نہیں کی گئی، اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اگر کسی کے ساتھ کوئی معاملہ خلاف شریعت کیا جائے، مثلاً سجدۂ تعظیمی، اور وہ اس سے اپنی ناخوشی کا اظہار کر دے، تو پھر دوسرا مانے یا نہ مانے تو وہ معذور ہے۔ ذَٰلِكَ۔ یعنی ان کافروں کے دلوں میں بمقابلہ حق تعالیٰ کے مسلمانوں کی ہیبت و دہشت کا زیادہ ہونا۔ ~~اے ھذا ذکر من کونکم اشد رھبۃ فی صدورھم من اللہ تعالیٰ (روح)~~

٢٣ (سو اے مسلمانو! تم ان سے کچھ اندیشہ، ہراس نہ کرو) قُرًى مُّحَصَّنَةٍ۔ عام ہے، حفاظت خواہ خندق سے ہو یا حلقہ بندی سے ہو، یا اور کسی طریق پر۔ جَمِيعًا۔ یعنی منافقین مدینہ اور یہود کے مختلف قبائل سب مل کر اور اکٹھے ہو کر بھی۔ ~~مجتمعین یعنی الیھود والنصاری (مدارک)~~ مطلب یہ ہوا کہ ان مخالفین میں لڑنے کی ہمت اور حوصلہ ہی کہاں۔ اوّل تو لڑینگے نہیں، اور اگر لڑے بھی تو میدان میں سامنے آکر نہیں بلکہ اس طرح بچ بچ کر اور ڈرتے ہوئے۔ یہ پیشگوئی اس طرح پوری ہوئی کہ منافقین کو تو کبھی لڑنے ہی کی ہمت سرے سے نہ ہوئی۔ ہاں یہود خیبر اور بنی قریظہ نے مقابلہ کیا تو وہ اسی طرح پر۔

٢٤ (دین کے بارہ میں) اور اس لئے سب کے سب بس اپنے ہی اغراض کے تابع ہیں۔ بَأْسُهُم ..... شَتَّىٰ۔ یعنی گو اہل ایمان کے ساتھ عداوت میں یہ سب شریک ہیں، لیکن اُن کا آپس کا افتراق بھی حد درجہ شدید ہے ——— اسی قسم کا افتراق شدید جس کا نمونہ آج بھی (یعنی ١٩٤٥ء میں) برطانیہ اور روس، روس اور امریکہ، فرانس اور اسپین اور ساری فرنگی حکومتوں کے درمیان نظر آرہا ہے ——— خود غرضیوں اور خود پرستیوں کا لازمی نتیجہ! ذَٰلِكَ۔ یعنی یہ تفرق و تشتت باہمی۔ ~~اے التفرق (مدارک) اے ماذکر من تشتت قلوبھم (روح)~~

وَالْاِیْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ یُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَیْهِمْ وَ
اور ایمان میں ان کے قبل سے قرار پکڑے ہوئے ہیں محبت کرتے ہیں اس سے جو انکے پاس ہجرت
لَا یَجِدُوْنَ فِیْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَیُؤْثِرُوْنَ
کر کے آتا ہے اور اپنے دلوں میں کوئی رشک نہیں اس سے جو کچھ کہ انہیں ملتا ہے اپنے سے
عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ؕ وَمَنْ یُّوْقَ
مقدم رکھتے ہیں اگرچہ خود فاقہ میں ہی ہوں ١٧ھ اور جو اپنی طبیعت کے
شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ⑨ وَالَّذِیْنَ
بخل سے محفوظ رکھا جائے، سو ایسے ہی لوگ تو فلاح پانے والے ہیں ١٨ھ اور ان لوگوں کا (بھی حق ہے)
جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا
جو ان کے بعد آئے، (اور وہ) یہ دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو بخش دے اور
الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا
ہمارے بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کی طرف سے
غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ⑩ اَلَمْ
کینہ نہ ہونے دے اے ہمارے پروردگار تو تو بڑا شفیق ہے بڑا مہربان ہے ١٩ھ کیا آپ نے
تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ نَافَقُوْا یَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِیْنَ
منافقین کے حال پر نظر نہیں کی کہ اپنے بھائیوں سے کہ کفار اہل کتاب ہیں
كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَئِنْ اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ
کہہ رہے تھے کہ اگر تم نکالے گئے تو قطعاً ہم بھی

ع ۱ / ۴

١٧ھ صحابیوں میں مہاجرین کے بعد اب یہ مناقب وفضائل حضرات انصار کے بیان ہو رہے ہیں ——— قرآنی مدح صحابہ کا دوسرا جزو۔ اَلدَّارَ۔ دار الاسلام یا مدینہ منورہ۔ مِنْ قَبْلِهِمْ یعنی مہاجرین کے ورود مدینہ سے قبل۔ ای من قبل قدوم المہاجرین علیہم (معالم) دار الہجرت اصلاً تو مدینہ منورہ ہی تھا۔ باقی ہر دوسرا مقام بھی دار الہجرت ہو سکتا ہے، جہاں توحید پرستی کے لئے پناہ وفراغت مل سکے۔ لَا ..... اُوْتُوْا۔ حاجۃ کے اصل معنی طلب کے ہیں۔ مطلب آیت کا یہ ہوا کہ مہاجرین کو تقسیم غنیمت وغیرہ میں سے جو کچھ ملتا رہتا ہے، یا اور انہیں جو شرف ومرتبہ حاصل ہو چکا ہے، اس کی طرف یہ انصار کبھی اپنا خیال بھی نہیں لے جاتے۔ قال الحسن یعنی الحسد ای لا یحسدون المہاجرین علی ما فضلہم اللہ (جصاص) یعنی الحسد (ابن کثیر) ولا یجدون فی انفسہم حسدا للمہاجرین فیما فضلہم اللہ بہ من المنزلۃ والشرف والتقدیم فی الذکر والرتبۃ (ابن کثیر) یُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَیْهِمْ۔ مہاجرین سے محبت رکھنے کی فضیلت پر یہ صاف نص قرآنی ہے۔ اور یہ خبر متواتر سے معلوم ہے کہ خلفائے راشدین چاروں کے چاروں مہاجر تھے۔ تو ان خلفاء اربعہ سے محبت رکھنا علامت کمال ایمان ٹھہری ——— اور اس کے برعکس ان حضرات سے بیزاری، علامت نقص ایمان! وَیُؤْثِرُوْنَ .... خَصَاصَةٌ۔ یہ فضیلت کا اعلیٰ درجہ اور انتہائی مرتبہ ہے جو حضرات انصار کے لئے ارشاد ہو رہا ہے۔ یہ حضرات مہاجرین کے حصہ پر رشک تو کیا کرتے، خود اپنے پاس سے انہیں کھلاتے پلاتے رہتے ہیں، چاہے خود اپنے فاقہ ہی کی نوبت کیوں نہ آجائے۔ الخصاصۃ الحاجۃ مدح اللہ علیہم بایثارہم المہاجرین علی انفسہم فی ما ینفقونہ علیہم وان کانوا ہم محتاجین الیہ (جصاص)

خَصَاصَةٌ۔ شدت فقر واحتیاج کو کہتے ہیں۔ عبر عن الفقر الذی لم یسد بالخصاصۃ (راغب) ای فاقۃ وحاجۃ الی ما یؤثرون (معالم) ١٨ھ (جیسے کہ یہ حضرات انصار ہیں کہ حرص اور اس کے مقتضا پر عمل کرنے سے حق تعالیٰ نے انہیں محفوظ کر دیا ہے) مرشد تھانویؒ نے فرمایا ہے کہ جو حرص وطمع جبلی وطبعی ہے وہ محل ملامت نہیں، ملامت اس کے مقتضائے نامشروع کے عمل پر ہے۔ الشح ان تاخذ مال اخیک بغیر حق (جصاص) الشح بخل مع حرص (راغب) وقیل الشح ہو الحرص الشدید الذی یحمل علی ارتکاب المحارم (معالم) ——— ١٩ھ (اس لئے ہماری یہ دعا دنیا وآخرت دونوں میں ضرور قبول کریگا) یہ قرآنی مدح صحابہ کا تیسرا جزو ہے، اور مہاجرین وانصار دونوں کے حق میں جامع ——— یہ لوگ وہ تھے کہ اپنے سے اگلوں کے ساتھ عقیدت رکھتے تھے، اور اپنے سامنے والوں اور اپنے پچھلوں کے ساتھ محبت وشفقت۔ اور اپنی دعائے خیر سب کے لئے عام رکھتے تھے۔

وَالَّذِیْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ۔ یعنی ان مہاجرین وانصار کے بعد، دنیا میں آئینگے، یا اسلام میں داخل ہونگے، یا ہجرت میں شریک ہونگے ——— تقسیم فیئ کا یہ سلسلہ قیامت تک برابر امت میں جاری رہیگا۔ اور یہ قول خلیفہ حضرت عمرؓ کے علاوہ صحابیوں، تابعین اور فقہاء کی ایک بڑی جماعت کا ہے۔ قال عمر دخل فی ہذہ الفیئ کل من ہو مولود الی یوم القیامۃ فی الاسلام (معالم) ہم التابعون بعد قرن الصحابۃ الی یوم القیامۃ وہو اختیار جماعۃ منہم مالک بن انس (ابن العربی) فہی فی جمیع التابعین والآتین بعدہم الی یوم الدین ولا وجہ لتخصیصہما (ابن العربی) وہم المومنون بعد الفریقین الی یوم القیامۃ ولذلک قیل ان الآیۃ قد استوعبت جمیع المومنین (بیضاوی) وقیل ہم المومنون بعد الفریقین الی یوم القیامۃ وکلام کثیر من السلف کالصریح فیہ فالآیۃ قد استوعبت جمیع المومنین (روح) مصارف فیئ تو قرآن مجید نے خود ہی متعین کر دیئے تھے (ملاحظہ ہو آیت نمبر ۷) البتہ ان کی تقسیم رسول اللہ صلعم کی رائے پر مالکانہ حیثیت سے موقوف رکھی تھی۔ وفات شریف کے بعد یہ تفویض رائے کا پہلو تو ختم ہو گیا۔ البتہ آیندہ اہتمام وانتظام خلفاء اور جانشینوں کے لئے مالکانہ حیثیت سے نہیں، صرف حاکمانہ حیثیت سے باقی رہ گئی۔ رَبَّنَا ..... بِالْاِیْمَانِ۔ یہ دعائے خیر متقدمین اور سابقین کے حق میں ہے۔ وَلَا ..... اٰمَنُوْا۔ اس دعائے خیر کا زیادہ تعلق معاصرین سے ہے۔ رَبَّنَا ..... بِالْاِیْمَانِ۔ اپنے سے پہلے کے ایمان والوں کے حق میں دعائے مغفرت کرنا علامات ایمان سے ہے۔ اور حضرات صوفیہ کے ہاں تو سلف کے لئے دعائے خیر کرتے رہنا معمولات میں داخل ہے۔ محققین ومتکلمین نے لکھا ہے کہ جب دوسرے مومنین کے لئے دعا استغفار اور ان کی طرف سے حسد وبغض سے برأت عامہ مومنین کی شان ہے تو صحابہ رسول، جو امت کے خواص ہی میں نہیں، اخص الخواص تھے، ان کے لئے یہ کیسے قابل تسلیم ہو سکتا ہے کہ وہ عارضی اختلافات اور تنازعات کی بنا پر ایک دوسرے کے بدخواہ، اور ایک دوسرے کے حق میں لعّان ہو گئے ہونگے۔ لِاِخْوَانِنَا۔ یہ اخوت محض عقائد ایمان کی ہے۔ ورنہ ظاہر ہے کہ قومی، نسلی، لسانی، وطنی، نفی غرض بجز وحدت اعتقادی کے اور حیثیت سے مومنین کے گروہ ایک دوسرے سے مختلف ہی ہوتے ہیں۔

عَلٰی مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ﴿۶﴾ مَاۤ
غلبہ دیدیتا ہے اور اللہ تو ہر چیز پر قادر ہے ف١١ جو کچھ

اَفَآءَ اللّٰہُ عَلٰی رَسُوۡلِہٖ مِنۡ اَہۡلِ الۡقُرٰی فَلِلّٰہِ وَ لِلرَّسُوۡلِ
اللہ اپنے رسُول کو (دوسری) بستیوں والوں سے بطور فئے دلوادے، سو وہ اللہ ہی کا حق ہے اور رسول کا

وَ لِذِی الۡقُرۡبٰی وَ الۡیَتٰمٰی وَ الۡمَسٰکِیۡنِ وَ ابۡنِ السَّبِیۡلِ ۙ
اور (رسُول کے) عزیزوں کا، اور یتیموں کا اور مسکینوں کا اور مسافروں کا ف١٢

کَیۡ لَا یَکُوۡنَ دُوۡلَۃًۢ بَیۡنَ الۡاَغۡنِیَآءِ مِنۡکُمۡ ؕ وَ مَاۤ اٰتٰىکُمُ
تاکہ وہ (مال فئے) تمہارے تونگروں ہی کے قبضہ میں نہ آجائے ف١٣ تو رسُول جو کچھ تمہیں

الرَّسُوۡلُ فَخُذُوۡہُ ٭ وَ مَا نَہٰىکُمۡ عَنۡہُ فَانۡتَہُوۡا ۚ وَ اتَّقُوا
دیدیا کریں وہ لے لیا کرو، اور جس سے وہ تمہیں روک دیں، رک جایا کرو ف١٤ اللہ سے

اللّٰہَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ شَدِیۡدُ الۡعِقَابِ ۘ﴿۷﴾ لِلۡفُقَرَآءِ الۡمُہٰجِرِیۡنَ
ڈرو، بیشک اللہ سخت سزا دینے میں بڑا سخت ہے ف١٥ اُن حاجتمند مہاجروں کا

الَّذِیۡنَ اُخۡرِجُوۡا مِنۡ دِیَارِہِمۡ وَ اَمۡوَالِہِمۡ یَبۡتَغُوۡنَ
(بالخاص طور پر حق ہے) جو اپنے گھروں اور اپنے مالوں سے جُدا کردیئے گئے ہیں، اللہ کے فضل

فَضۡلًا مِّنَ اللّٰہِ وَ رِضۡوَانًا وَّ یَنۡصُرُوۡنَ اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَہٗ ؕ
اور رضامندی کے طلبگار ہیں اور اللہ اور اُس کے رسُول کی مدد کرتے ہیں،

اُولٰٓئِکَ ہُمُ الصّٰدِقُوۡنَ ۚ﴿۸﴾ وَ الَّذِیۡنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ
یہی لوگ تو صادق ہیں ف١٦ اور ان لوگوں کا (بھی حق ہے) جو دار الاسلام

وقف لازم

منزل ۷

ف١١ (بس وہ جس طرح بھی چاہے دشمنانِ دین کو مغلوب و مقہور کرے، اور جس طرح بھی چاہے اپنے رسُول کو مختار و متصرف بنادے) لکِنَّ ..... یَشَآءُ۔ چنانچہ کبھی حسب مقتضائے حکمت و مصلحت وہ بلا مشقت و تعب بھی انہیں غلبہ دے دیتا ہے ——— اس وقت بھی اس نے اسی طرح بے لڑے بھڑے اپنے رسُول کو غلبہ دیدیا، اس لئے اس میں تمہارا کوئی حق نہیں مالکانہ تصرّف صرف رسُول کی رائے پر ہے۔ ف١٢ (اور یہ سب حصّے بس اسی حیثیت سے قائم ہوں گے، جو یہاں بیان کردیئے گئے، یعنی یا بحیثیت قرابتدار رسُول، یا بحیثیت یتیم، یا بحیثیت مسکین، یا بحیثیت مسافر، نہ بحیثیت شریک جہاد کے، اور پھر یہ سب بھی رسُولؐ ہی کی حسب صوابدید) مَآ ..... الْقُرٰی۔ جیسا کہ بعد کو فدک اور نصف خیبر بھی اللہ نے اسی طرح اپنے رسُول کو دلوادیا۔ فَلِلّٰہِ اللہ ہی جس طرح چاہے اس کے بارہ میں حکم دیدے۔ تمہیں کوئی استحقاق تملک کا نہیں، تمہیں تو جہاد تک میں نہیں شریک ہونا پڑا۔ ف١٣ (جیسا کہ جاہلیت میں سب غنیمتیں مالدار اور ذی اختیار ہی لوگ کھا جاتے تھے، اور نادار سپاہی بدستور نادار ہی رہ جاتے تھے، جیسا کہ اس "تہذیب و تمدّن" کے دور میں بھی ادنیٰ و اعلیٰ سپاہیانِ لشکر ہر حصّۂ غنیمت سے محروم ہی رہتے ہیں) قرآن نے اس کی تقسیم رسُول معصوم کی رائے پر رکھی ——— اور پھر اس کی مدیں بھی بتلادیں۔ تاکہ آپؐ باوجود مالک ہونے کے اس سرمایہ کو اہل حاجت اور مصلحت عامہ کے مواقع ہی میں صرف فرمائیں۔ دُوۡلَۃًۢ بَیۡنَ الۡاَغۡنِیَآءِ۔ دولۃ کے لفظی معنی دست بدست پھیرنے کے ہیں۔ فقہاء نے آیت سے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ بیت المال سے مدد اسی حد تک لینا چاہیئے کہ نوبت تمول، تونگری، ذخیرۂ مال و سرمایہ داری کی نہ آجائے۔ محققین نے یہ بھی لکھا ہے کہ آیت میں صراحت کے ساتھ ذکر اگرچہ صرف فئے کا ہے، لیکن اس سے استنباط یہی ہوتا ہے کہ اسلام بالعموم یہی سرمایہ داری (کیپٹلزم) یا سرمایہ کے اجتماع و مرکزیت کے حق میں نہیں۔ ف١٤ مَا عام ہے۔ مَآ اٰتٰىکُمُ ہر امر کو اور وَمَا نَہٰىکُمۡ عَنۡہُ ہر نہی کو شامل ہے۔ اس لئے جمہور محققین کا مسلک ہے کہ گو نزول آیت عطاء مال فئے میں ہوا ہے۔ لیکن حکم اس کا عام ہے، اور حضرت رسالت کے جملہ اوامر و احکام واجب القبول ہیں۔ ~~وھو عام فی کل ما امر بہ النبی ونھی عنہ (معالم) ای مھما امرکم بہ فافعلوا ومھما نھاکم عنہ فاجتنبوہ (ابن کثیر) فخذوہ لانہ حلال لکم او فتمسکوا بہ لانہ واجب الطاعۃ (بیضاوی)~~ ف١٥ (اور اس حقیقت کا استحضار ہر معصیت، ہر نافرمانی کی راہ میں مانع قوی ثابت ہوگا) اسلام کا خدا "خدا" ہے، حلم کے موقع پر حلیم، اور غضب و انتقام کے موقع پر غضبناک و منتقم۔ مشرک قوموں کے بعض دیوتاؤں اور خداؤں کی طرح قوت قہری سے محروم و معرّیٰ اور سرکشوں معاندوں کے مقابلہ میں معذور اور بے دست و پا نہیں۔ وَاتَّقُوا اللّٰہَ۔ اسی تقویٰ الٰہی کے بعد، خواہ معاملت ہو، خواہ معاشرت، ہر صیغہ کا ہر حکمی جزئیہ آسان اور خوشگوار ہو جاتا ہے۔ ف١٦ (اپنے دعوائے ایمان و حُبّ خدا و رسُول میں) یہ صاف و صریح قرآنی مدح صحابہ ہے اشارہ ہو رہا ہے کہ یہ ہجرت کسی دنیوی غرض سے نہیں، محض اللہ کی رضاجوئی کے لئے کر رہے ہیں۔ ان کے ایمان میں کسی طرح کا کھوٹ نہیں۔ اللہ اور اس کے رسُول کے دین کی خدمت و نصرت ہی ان کی زندگی کا مشن ہے۔ الَّذِیۡنَ ..... اَمۡوَالِہِمۡ۔ یعنی جبراً و ظلماً اپنے گھروں سے نکالے، اور اپنی جائدادوں سے بے دخل کئے گئے۔ مشرکوں نے انہیں اتنا تنگ اور مجبور کیا کہ یہ گھر بار چھوڑ کر ہجرت پر آمادہ ہوگئے۔ لفظ فُقَرَآء سے فقہاء نے یہ استنباط کیا ہے کہ کافر جب مال مسلم پر قابض و مسلط ہو جائیں، تو وہ اس کے قانوناً مالک سمجھ لئے جائینگے، چنانچہ شرفاء مسلمین جو مکہ میں مالدار تھے، جب وہ مدینہ میں مہاجر کی حیثیت سے آئے تو ملکی مال و جائداد کی ملکیت ان سے ساقط ہوگئی، اور قرآن مجید نے انہیں فقراء قرار دیا۔ ~~وفیہ دلیل علی ان الکفار یملکون بالاستیلاء اموال المسلمین لان اللہ تعالیٰ سمی المھاجرین فقراء مع انہ کانت لھم دیار و اموال (مدارک)~~ اور اس مسئلہ کی فرع یہ ہے کہ جب اسی مال سے انہیں کافروں کے ہاتھ سے بطور بیع یا ہبہ یا اور کسی جائز طریقہ پر مسلمانوں کو کچھ ملے تو اس کا قبول کرنا جائز ہوگا۔ لیکن قانونی تملیک صرف مال کی حد تک جائز ہوگی، نفوس مسلم پر اس کا اطلاق صحیح نہ ہوگا۔ مسلمان کی ذات یا جان پر کافر کا دعوائے تملیک کسی صورت میں بھی جائز نہ ہوگا۔

۴ مسلمان تو خیر اس بدعہد قوم کو نقض عہد کی پاداش میں خانہ ویران کر ہی رہے تھے، مگر یہ بدنصیب خود بھی اپنے مکانوں کو لکڑی تختے وغیرہ کھود کر انہیں ویران کئے جاتے تھے۔ فَاَتٰهُمُ ..... یَحْتَسِبُوْا۔ مسلمانوں کی ظاہری بے سروسامانی اور کمزوری دیکھ کر یہود کو اس کا وہم بھی نہیں گزرتا تھا کہ سزائے غیبی ہمیں اُن کے ہاتھوں ملے گی۔ فقہاء نے لکھا ہے کہ اہل حرب کے مال و جائداد کو (کہ باغ بھی انہیں میں شامل ہیں) جلانا، کاٹنا، تباہ کرنا حسبِ مصلحت بالکل جائز ہے۔ قَذَفَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ۔ اللہ۔ اللہ ایک زمانہ وہ تھا کہ بڑے بڑے پُرقوت و مہذب اعدائے اسلام اہل اسلام کی اقبالمندیوں سے مرعوب تھے۔ ایک آج کا زمانہ ہے، اِنکے مسلمان ہی نصاریٰ، یہود، ہندو سب ہی سے مرعوب ہیں۔ یُخْرِبُوْنَ بُیُوْتَهُمْ بِاَیْدِیْهِمْ۔ جنگ یورپ کے زمانہ سے ہندوستان کا بھی اخبار بین طبقہ بھاگنے والی فوج کی (Scorched Earth Policy) کی اصطلاح سے خوب واقف ہو گیا ہے، قرآن مجید یہود کی اسی پالیسی کی جانب اشارہ کر رہا ہے۔ ۵ ان مخالفین اسلام کی حالت سُن کر اور یہ سوچ کر کہ حق کی دشمنی کا بُرا انجام اس دنیا ہی میں نکل آتا ہے، فقہاء مفسرین نے آیت سے استنباط و قیاس فقہی کا وجوب نکالا ہے۔ اشارۃ النص سے۔ فیه امر بالاعتبار و القیاس فی احکام الحوادث ضرب من الاعتبار فوجب استعماله بظاهر الآیة (جصاص) واستدل به علی ان القیاس حجة من حیث انه امر بالمجاوزة من حال الی حال وحملها علیها فی حکم لما بینهما من المشارکة المقتضیة له (بیضاوی) وقال الخفاجی فی وجه الاستدلال قالوا انا امرنا فی هذه الآیة بالاعتبار وهو رد الشئ الی نظیره بان یحکم علیه بحکمه وهذا یشمل الاتعاظ والقیاس العقلی والشرعی وسوق الآیة للاتعاظ فتدل علیه عبارة وعلی القیاس اشارة (روح) واعترض الاستدلال بالآیة علی مشروعیة العمل بالقیاس الشرعی قالوا انه تعالی امرنا بالاعتبار وهو العبور والانتقال من الشئ الی غیره وذلک متحقق فی القیاس اذ فیه نقل الحکم من الاصل الی الفرع (روح) اعلم انا قد تمسکنا بهذه الآیة فی کتاب المحصول من اصول الفقه علی ان القیاس حجة فلا نذکره ههنا (کبیر) فالله تعالی امرنا بالاعتبار وهو التامل فی المثلات المذکورة والقیاس نظیره بعینه لان الشرع شرع احکاما بمعان اشار الیها کما انزل مثلات باسباب فتهیا وحینئذ یکون اثبات حجة القیاس عقلیا ثابتة بدلالة النص المشابه للقیاس لا ثابتا بعین القیاس و الالزام الدور (احمدی) ۶ جلاوطنی سے بھی سخت تر سزا آخر یہود ہی کے ایک دوسرے قبیلہ بنو قریظہ کو مل کر رہی۔ ۷ دنیا و آخرت دونوں میں ہر سزا دینے پر قادر۔ یہود کا یہ جرم دوہرا تھا ایک تو سرے سے انکار و تکذیب رسالت، دوسرے غدر و بدعہدی۔ سزا بھی اسی مناسبت سے دُہری ملی، ایک تو جلاوطنی، دوسرے عذاب دوزخ۔ ذٰلِكَ۔ یعنی یہی سزا جو انہیں مل چکی، اور جو آیندہ بھی ملنے والی ہے۔ الی ما حاق بهم وما سیحیق بهم (روح) ۸ یعنی شرعاً دونوں ہی کی گنجائش تھی۔ دشمن کو تکلیف پہنچانے کے لئے درختوں کے کاٹ دینے کی بھی، اور اپنے آئندہ نفع کے خیال سے ان کے باقی رکھنے کی بھی۔ مِنْ لِّیْنَةٍ۔ لینة ہر قسم کے کھجور کو کہتے ہیں، اور ایک قول ہے کہ عمدہ قسم کے کھجوروں کو۔ قال عکرمة وعمر بن میمون کل نخلة لینة وقیل اللینة کرام النخل (جصاص) من نخلة ناعمة (راغب) ادنی اجود النخل (کشاف) فقہاء نے یہیں سے استنباط کیا ہے کہ اختلاف مسلک جبکہ حدود شرعی کے اندر اور اخلاص کے ساتھ ہو، مضر نہیں۔ اور ایک کو دوسرے پر عیب لگانے کا حق نہیں۔ ۹ (اور مسلمانوں کو عزت دے) چنانچہ ترک باغات میں بھی مسلمانوں کی کامیابی کا تیقن تھا اور قطع باغات میں بھی مسلمانوں کی دوسری کامیابی یعنی آثار غلبہ کا ظہور تھا۔

قَدَفَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ یُخْرِبُوْنَ بُیُوْتَهُمْ بِاَیْدِیْهِمْ
اللہ نے اُن کے دلوں میں رُعب ڈال دیا تو وہ اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں سے ہی اُجاڑ رہے تھے
وَاَیْدِی الْمُؤْمِنِیْنَ فَاعْتَبِرُوْا یٰۤاُولِی الْاَبْصَارِ ﴿٢﴾ وَ
اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے بھی ۴ سو اے دانش والو! عبرت حاصل کرو ۵ اور
لَوْلَاۤ اَنْ کَتَبَ اللّٰهُ عَلَیْهِمُ الْجَلَآءَ لَعَذَّبَهُمْ فِی
اگر اللہ نے اُن کے حق میں جلاوطنی نہ لکھ دی ہوتی تو وہ دنیا ہی میں انہیں (قتل کا)
الدُّنْیَا ؕ وَلَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ ﴿٣﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ
عذاب دیتا، اور آخرت میں تو اُن کے لئے عذاب دوزخ ہی ہے ۶ یہ سب اسی سبب سے
شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ وَمَنْ یُّشَآقِّ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ
ہے کہ انہوں نے اللہ اور اسکے رسُول کی مخالفت کی، اور جو کوئی اللہ کی مخالفت کرتا ہے، تو پھر
شَدِیْدُ الْعِقَابِ ﴿٤﴾ مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّیْنَةٍ اَوْ تَرَکْتُمُوْهَا
اللہ سزا دینے میں بڑا سخت ہے ۷ جو کھجوروں کے درخت تم نے کاٹے یا انہیں اُن کی جڑوں
قَآئِمَةً عَلٰۤی اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِیُخْزِیَ الْفٰسِقِیْنَ ﴿٥﴾
پر قائم رہنے دیا، سو یہ دونوں اللہ ہی کے حکم کے موافق ہیں ۸ اور تاکہ اللہ نافرمانوں کو رسوا کرے ۹
وَمَاۤ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَاۤ اَوْجَفْتُمْ
اور جو کچھ اللہ نے اپنے رسُول کو ان سے بطور فئے دلوایا، سو تم نے اس کے لئے
عَلَیْهِ مِنْ خَیْلٍ وَّلَا رِکَابٍ وَّلٰکِنَّ اللّٰهَ یُسَلِّطُ رُسُلَهٗ
نہ گھوڑے دوڑائے اور نہ اونٹ ۱۰ بلکہ اللہ اپنے پیمبروں کو جس پر چاہے

اور کافروں کا غیظ اور رنجوری دونوں صورتوں میں مشترک۔ جائز دونوں ہی فعل ہیں، اور دونوں ہی حکمت و مصلحت پر بھی مبنی ہیں، اسلئے قبیح بھی کوئی نہیں۔ مسلمانوں نے جو قیاس فقہی اس وقت قائم کیا تھا۔ اس میں قیاس کے مبنی بھی دونوں قسم کے نصوص تھے جنہوں نے درخت کاٹے یا جلائے انہوں نے نصوص تخریب و انہدام آثار کفر سے کام لیا جنہوں نے درخت باقی رہنے دیئے انہوں نے نصوص اصلاح و حفظ اموال کو سامنے رکھا۔ ہر دو فریق نے اپنے اپنے اجتہاد سے کام لیا تھا۔ اور حق تعالیٰ نے دونوں کے عمل کی جو صورۃً ایکدوسرے کے منافی اور متناقض تھے تصویب فرمائی۔ صوب الله الذین قطعوا والذین ابقوا وکانوا فعلوا ذلک من طریق الاجتهاد (جصاص) اور یہیں سے فقہائے نے یہ قاعدہ بھی اخذ کیا ہے کہ مجتہد بہر حال مستحق اجر ہوتا ہے۔ وهذا یدل علی ان کل مجتهد مصیب (جصاص) ۱۰ یعنی اس کے لئے نہ تمہیں منزل در منزل سفر کی مشقتیں طے کرنا پڑیں، اور نہ قتل و قتال کی نوبت آئی۔ اس لئے تمہارا کوئی حق ہی اس مال کی تملیک و تقسیم پر قائم نہیں ہوتا، جیسا کہ جنگ و قتال کے بعد مالِ غنیمت کے جیتنے پر ہو جاتا ہے۔ وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ۔ فئے اصطلاح فقہ میں وہ مال ہے جو اہل حرب سے بلا قتل و قتال حاصل ہو جائے۔ قال الزهری الفئ ما افاء الله علی اهل دینه من اموال من خالف اهل دینه بلا قتال (کبیر) بنی نضیر سے یہ حاصل کیا ہوا مال اسی قبیل سے تھا، اور فدک اور نصف خیبر بھی اسی کے تحت میں آتے ہیں۔ عَلٰی رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ۔ یہ جائدادیں رسول اللہ صلعم کی ملک تھیں لیکن آپؐ کے بعد محل میراث نہ تھیں، بلکہ وقف تھیں، اور یہ حکم خصوصیات ذات رسالتؐ میں سے تھا۔ اُن کے مصارف کا حکم جو ابھی آرہا ہے، وہ اسی طرح کا ہے، جیسے اہل نصاب کے لئے زکوٰۃ و صدقہ کے مصارف ہیں ـــــ فقہاء نے آیت سے استنباط کیا ہے کہ حربی کافروں کے قلعوں کو آلات کی مدد سے توڑنا پھوڑنا، اُن کے مکانات کو گرانا، اجاڑنا، اُن کے باغوں کو کاٹ ڈالنا، ویران کر دینا، سب جائز ہے۔ احتج العلماء بهذه الآیة علی ان حصون الکفرة ودیارهم لا بأس ان تهدم وتحرق وتغرق وترمی بالمجانیق وکذلک اشجارهم لا بأس بقطعها مثمرة او غیر مثمرة (کبیر)

عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ۚ أُولَٰئِكَ حِزْبُ اللَّهِ ۚ أَلَا إِنَّ

خوب سُن لو کہ ہوگا اور وہ اللہ سے خوش ہونگے، یہ لوگ اللہ کا گروہ ہیں

حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿٢٢﴾

اللہ ہی کے گروہ والے فلاح پانے والے ہیں ۳۷

سُورَةُ الْحَشْرِ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ أَرْبَعٌ وَعِشْرُونَ آيَةً وَثَلَاثُ رُكُوعَاتٍ

سورۂ حشر مدینہ میں نازل ہوئی اور اس کی چوبیس آیتیں اور تین رکوع ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ نہایت مہربان بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

سَبَّحَ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۖ وَهُوَ الْعَزِيزُ

اللہ ہی کی پاکی بیان کرتے ہیں جو کچھ بھی آسمانوں اور زمین میں ہیں اور وہ بڑا قوت والا ہے

الْحَكِيمُ ﴿١﴾ هُوَ الَّذِي أَخْرَجَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ

(بڑا) حکمت والا ہے ۱ وہ وہی ہے جس نے کفار اہل کتاب کو اُن کے

الْكِتَابِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِأَوَّلِ الْحَشْرِ ۚ مَا ظَنَنْتُمْ

گھروں سے پہلی ہی بار اکٹھا کر کے نکال دیا ۲ تمہارا گمان بھی نہ تھا

أَنْ يَخْرُجُوا ۖ وَظَنُّوا أَنَّهُمْ مَانِعَتُهُمْ حُصُونُهُمْ

کہ وہ نکلیں گے اور خود اُن کا خیال یہ تھا کہ اُن کے قلعے اُن کو اللہ (کی گرفت) سے

مِنَ اللَّهِ فَأَتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوا ۖ وَ

بچا لینگے ۳ سو اللہ (کا عذاب) ان پر ایسی جگہ سے پہنچا کہ انہیں خیال بھی نہ تھا اور

۳۷ (آخرت میں تو تمامتر اور دنیا میں بھی اکثر) الآ ...... المفلحون۔ شیطان والے گروہ کا ذکر ابھی گذر چکا ہے، اب ذکر اس کے مقابلے میں اللہ والے گروہ کا ہے۔ مستقل اور پائدار جتنی بھی نعمتیں ہیں، وہ سب فلاح میں شامل ہیں اور ان سب کا وعدہ اسی گروہ سے ہے۔ اس گروہ کی خاص شناخت یہ بتائی کہ اللہ اُن کی طاعت سے خوش رہیگا اور یہ اس طاعت کے انعام سے جی بھر کر خوش اور مطمئن ہو جائینگے۔ حِزْبُ اللہِ مومنین متقین کے کمال شرف وامتیاز کے لئے یہ بس ہے کہ حق تعالیٰ نے ان کا انتساب خاص اپنی ذات کے ساتھ کر کے انہیں یاد فرمایا ہے۔

۱ (ایسا حکمت والا کہ ہر مخلوق سے اطاعت وطاعت کا وہی کام لیتا ہے جس کی وہ اہل ہے) سَبَّحَ تسبیح سے یہاں اختیاری تعقیدی تسبیح مُراد نہیں جس کا مکلف انسان وجنات کو کیا گیا ہے بلکہ تکوینی تسخیری تسبیح مُراد ہے جس پر ساری مخلوق یکساں مضطر ہے ——— مطلب یہ ہوا کہ ہر مخلوق بلا استثنا تسبیح حق اپنے اپنے مرتبۂ وجود کے مطابق کیا کرتی ہے۔ مَا۔ ما بے جان کے لئے آتا ہے۔ اس لئے ترجمہ بجائے "جو کوئی" کے "جو کچھ" سے کیا گیا ہے۔ العزیز۔ اسم لاکر یاد دلا دیا کہ بڑی سی بھی بڑی مخلوق بھی کونسی ایسی ہے جو اس کے حلقۂ طاعت و اطاعت سے باہر رہ سکے؟ ۲ مُراد یہود مدینہ کا قبیلہ بنی نضیر ہے۔ یہود کا یہ قبیلہ مدینہ سے ۲ میل کے فاصلہ پر آباد تھا۔ جب رسول اللہؐ مدینہ تشریف لائے، تو منجملہ اور یہود کے اُن سے بھی معاہدہ صلح کا ہو گیا تھا۔ ربیع الاول ۴ھ میں آپؐ ایک بار اُن کے ہاں گئے، تاکہ خوں بہا کے چندہ میں انہیں بھی شریک کر لیں۔ انہوں نے ایک جگہ آپ کو بٹھا، سازش یہ کی کہ اوپر سے ایک پتھر آپ پر گرا کر آپ کو ہلاک کر دیں، اور مرگ اتفاقیہ کی شہرت دے دیں۔ خدائے حافظ وناصر نے آپؐ کو وحی سے مطلع کر دیا، اور آپؐ سازشوں کے قریب بچ کر نکل آئے۔ یہ بنو نضیر والے چند ماہ قبل غزوۂ اُحُد کے موقع پر بھی مسلمانوں کے ساتھ غداری کر چکے تھے۔ اب اس تازہ واقعہ کے بعد یہ جرم اور زیادہ سنگین ہو گیا تھا۔ آپؐ نے ان لوگوں کے پاس کہلا بھیجا کہ تمہاری اس شدید غداری کی سزا جلاوطنی سے جان بچانا منظور ہو تو دس دن کی مہلت ہے، اس مدت کے اندر اپنا ضروری سامان (بجز اسلحہ کے) لے کر منتقل ہو جاؤ، ورنہ نکالے جاؤ گے۔ یہود کو اپنی مستحکم قلعہ بندی پر ناز تھا۔ شہ اس سے اور مل گئی کہ منافقین مدینہ کے لیڈروں نے زبردست کمک کا بھی وعدہ کر لیا تھا۔ رسول اللہ صلعم کے پاس جواب انکار ہی میں کہلا بھیجا۔ آپؐ نے لشکر کشی کی۔ منافقین مدینہ کی امداد کا وعدہ تو جھوٹا نکلا۔ یہود قلعہ بند ہو گئے۔ آپؐ نے محاصرہ کر لیا، اور اُن کے باغوں پر جو اُن کی اصل جائیداد تھے، تصرف کرنا شروع فرما دیا۔ یہود گھبرا کر نکلے، اور کچھ شام کی اور کچھ خیبر کی طرف منتقل ہو گئے۔ لِأَوَّلِ الْحَشْرِ۔ پہلی ہی بار یعنی اس کے قبل یہ مصیبت انہیں پیش نہیں آئی تھی۔ لفظ میں ایک لطیف اشارہ یہ ہے کہ جلاوطنی دوبارہ بھی انہیں جھیلنی پڑے گی، چنانچہ حضرت عمرؓ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں سارے جزیرۂ عرب کو یہود سے خالی کرا لیا۔ وامّا الحشر الثانی فھو اجلاء عمر ایاھم من خیبر الی الشام (کبیر) کافروں کی جلاوطنی کی سزا بعض فقہاء نے اب منسوخ قرار دی ہے۔ لیکن محققین کا فیصلہ راجح حکم کے نفاذ کے حق میں ہے۔ لِأَوَّلِ الْحَشْرِ۔ ل وقت کے بیان کے لئے ہے۔ اے عند اول الحشر کبیر فی اول الحشر (ابو سعود)

۳ انہیں اپنی قلعہ بندیوں کے استحکام پر اعتماد ہی ایسا تھا۔ مَا ظَنَنْتُمْ أَنْ يَخْرُجُوا۔ یعنی ان کا سازوسامان وشان وشوکت دیکھ کر، اے مسلمانو! تمہارا بھی یہ خیال نہیں ہو سکتا تھا کہ وہ نکلنے پر مجبور ہو جائینگے۔ مَانِعَتُهُمْ۔ حُصُونُهُمْ۔ ھم کی دونوں ضمیر یہود بنو نضیر کی جانب ہونا تو ظاہر ہی ہیں۔ لیکن یہ بھی جائز ہے کہ مطلق یہود کی جانب ہوں۔ مِنَ اللَّهِ۔ یہاں سے رسول اللہ صلعم کے کمال وشرف پر استدلال کیا گیا، اس معنیٰ میں کہ یہود سے معاملہ تو رسول اللہ کا ہو رہا تھا، لیکن قرآن مجید نے اسے منسوب خود حق تعالیٰ کی جانب کر دیا۔ فی الآیۃ تعریف عظیم لرسول اللہ فانھا تدل علی ان معاملتھم مع رسول اللہ ھی بعینھا نفس المعاملۃ مع اللہ (کبیر)

حِزْبُ الشَّيْطٰنِ ۭ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ

شیطان کا گروہ ہیں خوب سُن لو کہ شیطان کا گروہ ٹوٹے ہی میں پڑ کر

الْخٰسِرُوْنَ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَاۗدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗٓ

رہنے والا ہے ۳۳ بیشک جو لوگ اللہ اور اُس کے پیمبر کی مخالفت کرتے ہیں

اُولٰۗىِٕكَ فِي الْاَذَلِّيْنَ ۲۰ كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَ

یہ لوگ ذلیل ترین ہیں ۳۴ اللہ نے یہ بات لکھدی ہے کہ میں اور میرے پیمبر

رُسُلِيْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۲۱ لَا تَجِدُ قَوْمًا

غالب آکر رہینگے، بیشک اللہ بڑا قوت والا ہے، بڑا غلبہ والا ہے ۳۵ جو لوگ اللہ اور یوم آخرت پر

يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَاۗدُّوْنَ مَنْ حَاۗدَّ

ایمان رکھتے ہیں، آپ انہیں نہ پائینگے کہ وہ ایسوں سے دوستی رکھیں جو

اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَاۗءَهُمْ اَوْ اَبْنَاۗءَهُمْ اَوْ

اللہ اور اُس کے پیمبر کے مخالف ہیں، خواہ وہ لوگ اُن کے باپ یا اُن کے بیٹے یا

اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ۭ اُولٰۗىِٕكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ

اُن کے کنبے والے ہی کیوں نہ ہوں یہ وہ لوگ ہیں کہ (اللہ نے) اُن کے دلوں میں

الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ۭ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ

ایمان ثبت کر دیا ہے، اور انہیں اپنے فیض سے قوت دی ہے ۳۶ اور انہیں ایسے باغوں میں داخل

تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ رَضِيَ اللّٰهُ

کریگا جنکے نیچے نہریں جاری ہونگی ان میں وہ ہمیشہ رہینگے، اللہ اُن سے خوش

۳۳ (آخرت میں تو یقیناً، اور دنیا میں بھی احیاناً) اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ۔ چنانچہ اسی کے چھا جانیسے انہوں نے اسکے اثر ضلال و اغوار کو قبول کرلیا ہے۔ فَاَنْسٰهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ۔ چنانچہ یہ احکام الٰہی کو بالکل چھوڑے بیٹھے ہیں۔ ذکر الٰہی سے غفلت اور شیطانی تسلط کی خاص علامت یہ ہے کہ انسان کو احکام الٰہی سے، علماء و صلحاء کی صحبت سے، رفتہ رفتہ وحشت و بیزاری ہونے لگتی ہے، اور دل اہل غفلت کی صحبتوں میں غفلت و معصیت ہی کے مشغلوں اور چرچوں میں لگنے لگتا ہے۔ ۳۴ (جس کا کامل و مستقل ظہور آخرت میں ہو کر رہیگا، اور کبھی کبھی دنیا میں بھی) ساری مخلوقات میں اس سے بڑھ کر ذلیل و حقیر کون ہوگا جو خود امن و صداقت کے خلاف جنگ کر رہا ہو۔ ۳۵ (اس کے لئے کیا دشوار ہے کہ خلاف اسباب ظاہر بھی جس کو چاہے غلبہ دیدے) حق و باطل کے معرکہ میں حق کا غلبہ بلحاظ قوت دلائل تو ہمیشہ ہی رہتا ہے، اور بہت موقعوں پر اس کا ظہور مادّی و ظاہری حیثیت سے بھی ہو جاتا ہے۔ كَتَبَ اللّٰهُ۔ یہ وعدہ، حق لوح محفوظ میں مکتوب ہے۔ ~~اے فی اللوح (ملک، اے اثبت فی اللوح المحفوظ (روح)~~ ۳۶ چنانچہ وہ لوگ ظاہر میں احکام پر عمل کرتے رہتے ہیں۔ اور باطن میں اسی سے سکون بھی حاصل کرتے رہتے ہیں) لَا تَجِدُ.... ... عَشِيْرَتَهُمْ۔ مومن کامل و مخلص کی ایک خاص علامت یہ ہوتی ہے کہ وہ دوست بھی اپنے محبوب حقیقی کے دوستوں اور مخلصوں ہی کو رکھتا ہے اور اس کے باغیوں، منکروں کو اپنا بھی دشمن سمجھتا ہے۔ یہاں تک کہ اسکی طبعی محبتوں پر بھی حق تعالیٰ کی عقلی محبت غالب آجاتی ہے ——— یہ چند رشتے صرف نمونہ کے طور پر گنا دیئے گئے۔ انہیں رشتوں کی تعیین و تخصیص مُراد نہیں۔ ~~ولیس المراد من ذکر خصوصهم وانما المراد الاقارب مطلقا (روح)~~ بِرُوْحٍ مِّنْهُ۔ یعنی وہ سکینت یا نورانیت جو حیاتِ معنوی کو قائم رکھتی اور ترقی دیتی رہتی ہے۔ ~~وهو نور القلب (بیضاوی) وتسمیته روحا مجاز مرسل لانه سبب للحیاة الطیبة الابدیة (روح)~~

وَيَحْلِفُونَ عَلَى الْكَذِبِ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿۱۴﴾ أَعَدَّ اللَّهُ

جھوٹی بات پر قسم کھا جاتے ہیں، درآنحالیکہ (اسے خوب) جانتے ہیں ۲۷ اللہ نے

لَهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا ۖ إِنَّهُمْ سَاءَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۱۵﴾

اُن کے لئے سخت عذاب مہیا کر رکھا ہے، بیشک (بہت) بُرے ہیں وہ کام جو وہ کیا کرتے ہیں ۲۸

اتَّخَذُوا أَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ

انہوں نے اپنی قسموں کو سپر بنا رکھا ہے پھر (اوروں کو) اللہ کی راہ سے روکتے ہیں

فَلَهُمْ عَذَابٌ مُهِينٌ ﴿۱۶﴾ لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ

سو اُنکے لئے ذلّت کا عذاب ہونیوالا ہے ۲۹ اُنکے مال اور اُن کی اولاد (اللہ کے عذاب) سے

وَلَا أَوْلَادُهُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا ۚ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ

انہیں ذرا نہ بچا سکیں گی یہ لوگ دوزخ والے ہیں

هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿۱۷﴾ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللَّهُ جَمِيعًا

اسی میں ہمیشہ رہیں گے ۳۰ جس روز اللہ ان سب کو دوبارہ اُٹھائے گا

فَيَحْلِفُونَ لَهُ كَمَا يَحْلِفُونَ لَكُمْ ۖ وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ

یہ اُسکے سامنے (اس طرح) قسمیں کھائینگے جیسے تمہارے سامنے قسمیں کھا جاتے ہیں اور یہ خیال کرینگے کہ ہم کسی

عَلَىٰ شَيْءٍ ۚ أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ الْكَاذِبُونَ ﴿۱۸﴾ اسْتَحْوَذَ

اچھے حال میں ہیں ۳۱ تو خوب سُن لو کہ یہ لوگ بڑے ہی جھوٹے ہیں ۳۲ ان پر

عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ فَأَنْسَاهُمْ ذِكْرَ اللَّهِ ۚ أُولَٰئِكَ

شیطان چھا گیا ہے سو اس نے انہیں اللہ کی یاد بھلادی ہے، یہ لوگ

۲۷ (کہ حلف جھوٹا اٹھا لیتے ہیں) الَّذِينَ تَوَلَّوْا ۔ مُراد منافقین ہیں، جس میں سے بہت سے خود بھی یہود تھے اور میل جول بھی یہود ہی سے زیادہ رکھتے تھے۔ قَوْمًا غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ ۔ مراد یہود و مشرکین ہیں ——— زیادہ تر مُراد یہود ہی لئے گئے ہیں۔ وھم الیھود (رح) مَا ۔ ۔ ۔ مِنْهُمْ ۔ یعنی یہ نہ اِدھر کے نہ اُدھر کے، منافقین نہ تو اُمّت اسلامی ہی کے جُزو ہیں، اور نہ اُن کا شمار کھلے ہوئے باغیوں اور منکروں میں ہے۔ مِنْكُمْ میں ضمیر جمع مخاطب سے مُراد مومنین ہیں، اور مِنْهُمْ میں ضمیر جمع غائب سے مراد وہی قوم مغضوب۔ يَحْلِفُونَ عَلَى الْكَذِبِ ۔ اور ان کا سب سے بڑا کذب ان کا یہی دعوئ اسلام و ایمان تھا، يَحْلِفُونَ کے صیغۂ مضارع سے اشارہ یہ ہو رہا ہے کہ یہ لوگ ایمان و اسلام کا جھوٹا حلف اُٹھاتے ہی رہتے ہیں۔ ~~وصیغۃ المضارع للدلالۃ علی تکرار الحلف~~ (رح)

۲۸ ظاہر ہے کہ کفر اور پھر منافقت کے ساتھ اخفائے کفر سے بڑھ کر بُرا کام اور کون سا ہوگا۔ إِنَّهُمْ ۔ ۔ ۔ يَعْمَلُونَ ۔ اس فقرہ نے یہ بتادیا کہ ان کے معذّب ہونے کی بنیاد و باعث ان کا یہی کفر و سوءِ عمل ہے۔ عَذَابًا شَدِيدًا سے یہاں مُراد عذاب قبر بھی لی گئی ہے۔ ~~والمراد منہ عند بعض المحققین عذاب القبر~~ (کبیر)

۲۹ عذاب شدید کا ذکر ابھی آچکا ہے، اسی کی تاکید ہے کہ وہ عذاب شدید ہونے کے ساتھ ہی ذلیل و رسوا کرنے والا بھی ہوگا، گویا آزارِ جسمانی و اذیت قلبی کا جامع۔ اتَّخَذُوا أَيْمَانَهُمْ جُنَّةً ۔ یعنی اپنے بچاؤ کے لئے اپنی جھوٹی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے ——— مسلمانوں کے سامنے اپنے مسلمان ہونے کی جھوٹی قسمیں کھانے سے جانتے تھے کہ اب مسلمان ان کے جان و مال سے تعرض نہ کرینگے۔ ۳۰ آج بھی دنیا میں جو قومیں آخرت کی طرف سے غافل و بیخبر ہیں، انہیں بڑا غرّہ اپنی وسیع مالیانہ اور کثیر آبادی ہی کا رہتا ہے۔ ۳۱ یعنی یہ سمجھینگے کہ دنیا میں مسلمان کی حیثیت سے رہنے کی جھوٹی قسم کھا کر عذاب جہنم سے بچ جائینگے۔ جیسے دنیا میں قانون شریعت کی گرفت میں آنے سے، جھوٹ بول بول کر اور مکر کر کرکے بچ جاتے تھے۔ ۳۲ (کہ حق تعالیٰ کے سامنے تک جھوٹ بولنے اور جھوٹی قسم کھانے سے نہ چُوکے) جن لوگوں کی ساری عمر مسلسل کذب و منافقت کی نذر ہو ہی، عجب کیا، جو حشر میں اپنی اسی عادت مستمر کی بنا پر انکی زبان جھوٹ پر کھل جائے، اور حق تعالیٰ اس طرح عرصۂ حشر میں ان کی مزید تفضیح و رسوائی کا سامان کر دیں۔

مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا

اور اُن کے جنہیں علم عطا ہوا ہے درجے بلند کریگا اور اللہ کو

تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝۱۱ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَاجَيْتُمُ

تمہارے اعمال کی پوری خبر ہے ۲۳؎ اے ایمان والو جب تم رسُول سے

الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً ؕ

سرگوشی کرو تو اپنی سرگوشی سے قبل کچھ خیرات دے دیا کرو ۲۴؎

ذٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَاَطْهَرُ ؕ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ

یہی تمہارے حق میں بہتر ہے اور پاک ہونے کا اچھا ذریعہ لیکن اگر تم مقدرت نہ رکھتے ہو، تو اللہ

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۱۲ ءَاَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ

بڑا مغفرت والا ہے، بڑا رحمت والا ہے ۲۵؎ کیا تم اس سرگوشی کرنے کے قبل خیرات کرنے (کے حکم)

نَجْوٰىكُمْ صَدَقٰتٍ ؕ فَاِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا وَتَابَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ

سے ڈر گئے؟ سو خیر! جب تم نہ کر سکے اور اللہ نے تمہارے حال پر توجہ فرمائی

فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ

تو تم نماز کے پابند رہو اور زکوٰۃ دیا کرو اور کہا مانو اللہ اور اُس کے رسُول کا

وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝۱۳ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا

اور اللہ کو پوری خبر ہے تمہارے اعمال کی ۲۶؎ کیا آپ نے ان لوگوں پر نظر نہیں کی جو

قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ؕ مَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلَا مِنْهُمْ ۙ

ایسے لوگوں سے دوستی کرتے ہیں جن پر اللہ نے غضب نازل کیا ہے، یہ لوگ نہ تو تم میں ہیں اور نہ انہیں میں ہیں

ع ۲ ۲

۲۳؎ (چنانچہ اس کی بھی کہ کون تعمیل ارشاد محض دنیوی مصلحت سے کر رہا ہے بلا شائبۂ ایمان، اور کون پورے ایمان، اخلاص وخشیت کے ساتھ کر رہا ہے) اَلَّذِيْنَ ...... دَرَجٰتٍ ۔ ان قیدوں کے لگ جانے سے، درجات عالی کے وعدہ سے منافقین نکل گئے، اور یہ وعدۂ درجات عالی، مجموعۂ مخاطبین میں سے صرف اہل ایمان اور اہل علم کے لئے اُن کے غایت خلوص و غایت خشیت کی بنا پر مخصوص رہ گیا۔ مُرشد تھانویؒ نے فرمایا، کہ شیخ کے لئے جائز ہے کہ اپنے اصحاب کے درمیان خواص وعوام کے فرق کی رعایت کرے اور اس کا مدار شیخ کی رائے پر ہوگا نہ کہ اصحاب شیخ کی رائے پر۔ ۲۴؎ حکم اغنیائے اُمّت کو مل رہا ہے کہ تم رسُول سے اگر تخلیہ چاہتے ہو تو کچھ نہ کچھ نذرانہ فقرائے اُمّت کے لئے پیش کیا کرو۔ اس حکم کا اُمّت کی انتظامی مصلحتوں پر مبنی ہونا بالکل ظاہر ہے۔ مُرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ شیخ سے تخلیہ چاہنا ایک امر اہم ہے، بلا ضرورت اس کی درخواست ومبادرت نہ کرے۔ ۲۵؎ (چنانچہ ناداروں کے حق میں تخلیہ کے لئے اس نے کوئی ایسی قید یا شرط نہیں رکھی) يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا ۔ آیت کے شروع میں ان الفاظ مخاطبت سے ظاہر ہو رہا ہے کہ اب گفتگو منافقین سے نہیں صرف مخلصین سے ہو رہی ہے۔ ذٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَاَطْهَرُ ۔ جب ہر طاعت کفارۂ سیئات کا سبب ہوتی ہے، تو یہ طاعت بھی لامحالہ اغنیائے اُمّت کے کفارۂ سیئات کا باعث ہوگی۔ مُرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ آیت میں اس شخص کے لئے تسلی ہے، جو صاحب مقدرت نہ ہو، اور شیخ کو ہدیہ دینے پر قادر نہ ہو۔ ۲۶؎ یعنی اس حکم منسوخی کے بعد بھی قرب و وصول کیلئے تمہارے لئے دوسرے احکام شریعت پر عمل ومداومت عمل کی راہیں کھلی ہوتی ہیں۔ وَتَابَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ ۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے اسے بالکل ہی منسوخ کر کے اس حکم کی تعمیل سے معاف کر دیا۔ ءَاَشْفَقْتُمْ ...... صَدَقٰتٍ ۔ روایات حدیث میں آتا ہے کہ جب حکم تخلیۂ رسُول سے قبل صدقہ پیش کرنے کا نازل ہوا تو بہت سے صحابی ڈر گئے، اور ضروری باتیں پوچھنے سے بھی رُک گئے، یہ صحابی یقیناً نادار ہو نگے، انہیں ایک طرف تو یہ احساس کہ ہم اپنی ناداری کی بنا پر ادائے صدقہ کے قابل نہیں، دوسری طرف فرط خشیت سے اپنے متعلق اس میں بھی شک کہ آیا ہم حقیقۃً معذور اور اس حکم صدقہ سے مستثنیٰ ہیں بھی۔ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۔ حق تعالیٰ خبردار ہے اعمال کی ظاہری صورت سے بھی اور ان کی باطنی کیفیات سے بھی۔

نَقُوْلُ ؕ حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۸

نقدا سزا کیوں نہیں دے دیتا؟ ان کے لئے جہنم کافی ہے کہ اس میں یہ داخل ہونگے سو وہ برا ٹھکانا ہے ۱۷

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ

اے ایمان والو جب تم کسی سے سرگوشی کرو تو سرگوشی گناہ

وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَ

اور زیادتی اور نافرمانی رسول کی نہ کرو ۱۸ اور نیکی اور پرہیزگاری کی باتوں کی

التَّقْوٰى ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْۤ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۹ اِنَّمَا

سرگوشیاں کرو، اور اللہ سے ڈرتے رہو جسکے پاس تم سب جمع کئے جاؤگے ۱۹ (ایسی)

النَّجْوٰى مِنَ الشَّيْطٰنِ لِيَحْزُنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيْسَ

سرگوشی بس شیطان ہی کی طرف سے ہے تاکہ وہ مسلمانوں میں رنج ڈالے اور انہیں

بِضَآرِّهِمْ شَيْـًٔا اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ

کچھ بھی ضرر نہیں پہنچا سکتا مگرہاں اللہ کے ارادہ سے ۲۰ اور ایمان والوں کو تو بس اللہ ہی پر

الْمُؤْمِنُوْنَ ۱۰ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قِيْلَ لَكُمْ

بھروسہ رکھنا چاہیئے ۲۱ اے ایمان والو جب تم سے کہا جائے کہ

تَفَسَّحُوْا فِي الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا يَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ ۚ

مجلس میں جگہ کھول دو تو جگہ کھول دیا کرو اللہ تمہیں کھلی جگہ دے گا

وَاِذَا قِيْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

اور جب کہا جائے کہ اُٹھ کھڑے ہو، تو اُٹھ کھڑے ہوا کرو ۲۲ اللہ تم میں ایمان والوں کے

۱۷ (اور عذاب عاجل تو دوسری حکمتوں اور مصلحتوں سے سرِدست ملتوی ہو گیا ہے) وَيَقُوْلُوْنَ ..... نَقُوْلُ۔ یعنی اگر یہ واقعی رسول ہیں، اور ہم اُنکے ساتھ گستاخیاں کر رہے ہیں، تو آخر ہمیں سزا فوراً کیوں نہیں مل جاتی؟

۱۸ (جیسا کہ کافر اور منافق کرتے رہتے ہیں) یہاں یہ بتا دیا کہ سرگوشی بجائے خود کوئی جُرم نہیں، اسے مُجرم تو محض ان اغراض و مقاصد نے بنادیا ہے جنہیں لے کر منافقین آپس میں سرگوشیاں کرتے رہتے ہیں۔

۱۹ رازدارانہ سرگوشیوں کی ضرورت آخر مسلمانوں کو بھی کبھی پڑ جاتی تھی، یہاں ارشاد ان سے ہو رہا ہے کہ ضرورت کے وقت نفس سرگوشی کی ممانعت نہیں لیکن یہود و منافقین کا تشبہ ہلکا سا بھی نہ پیدا ہونے پائے، تمہارا موضوع و مقصود، بجائے اِثم و عُدوان و معصیت رسُول کے برّ و تقویٰ ہی رہے۔ الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى اہلِ نظر نے کہا ہے کہ آیت میں البر سے مُراد خیر متعدی، اور التقوٰی سے مُراد خیر لازمی ہے۔ مُرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ شیخ کے لئے تخلیہ میں تعلیم و گفتگو کی گنجائش اس آیت سے نکلتی ہے۔

۲۰ شیطان مردُود میں قوت ہی کیا ہے۔ اس سے کسی صاحبِ ایمان کا ہراساں ہونا بالکل بے معنیٰ ہے۔ مسلمان کو اس کے اثر سے جو کچھ مضرت پہنچتی ہے وہ بھی تمامتر حق تعالیٰ ہی کی مشیت تکوینی کے ماتحت۔ اِنَّمَا النَّجْوٰى مِنَ الشَّيْطٰنِ۔ اس نجوٰی، (سرگوشی) سے مُراد وہی مفسدانہ و شر انگیز سرگوشیاں ہیں۔ بِاِذْنِ اللّٰهِ - اذن - پر حاشیہ سورۃ البقر (پ ۱) وَمَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ کے تحت میں گذر چکا۔

۲۱ (اور ادھر اُدھر اپنے خیالات کو ڈانواڈول ہونے ہی نہ دینا چاہیئے) مومن اگر اللہ پر پورا پورا توکل و اعتماد کرے تو پھر ہمیشہ کے لئے شیطان اور ہر مخلوق کی طرف سے خطرہ سے نجات ہو جاتی ہے۔

۲۲ غرض یہ کہ صدرِ مجلس کے ہر حکم کی تعمیل بے چون و چرا کیا کرو۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ ..... الْمَجٰلِسِ۔ اب تعلیم آداب مجلس کی مل رہی ہے، خصوصاً مجلس نبویؐ کی ۔۔۔۔۔ شریعت کی ہمہ گیری سے زندگی کا کونسا شعبہ بچا رہ سکتا ہے۔ اِذَا قِيْلَ لَكُمْ۔ یہ حکم صدرِ مجلس کی طرف سے ملیگا کسی ضرورت یا مصلحت کی بنا پر۔ مُرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ شیخ طریقت اگر اپنی مجلس کے کچھ آداب و ضوابط مقرر کرے، تو اسے اس آیت سے اصل مل سکتی ہے۔

ع ٢ / ١

شَیۡءٍ شَهِیۡدٌ ﴿٦﴾ اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یَعۡلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ

چیز پر مطلع ہے ۱۳ کیا آپ نے اس پر نظر نہیں کی کہ اللہ سب کچھ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے

وَمَا فِی الۡاَرۡضِ ؕ مَا یَكُوۡنُ مِنۡ نَّجۡوٰی ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ

اور جو کچھ زمین میں ہے کوئی سرگوشی تین (آدمیوں) میں ایسی نہیں ہوتی جس میں

رَابِعُهُمۡ وَلَا خَمۡسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمۡ وَلَاۤ اَدۡنٰی

چوتھا وہ نہ ہو، اور نہ پانچ (آدمیوں) کی جس میں چھٹا وہ نہ ہو اور نہ اس سے کم

مِنۡ ذٰلِكَ وَلَاۤ اَكۡثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمۡ اَیۡنَ مَا كَانُوۡا ۚ ثُمَّ

اور نہ زیادہ مگر یہ کہ وہ ان کے ساتھ ہی ہوتا ہے خواہ وہ کہیں ہوں، پھر

یُنَبِّئُهُمۡ بِمَا عَمِلُوۡا یَوۡمَ الۡقِیٰمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ

وہ اُن کو اُن کے کرتوت قیامت کے دن جتلا دے گا بیشک اللہ کو ہر

شَیۡءٍ عَلِیۡمٌ ﴿٧﴾ اَلَمۡ تَرَ اِلَی الَّذِیۡنَ نُهُوۡا عَنِ النَّجۡوٰی

چیز کی پوری خبر ہے ۱۴ کیا آپ نے ان لوگوں (کے حال) پر نظر نہیں کی جنہیں سرگوشی سے روک دیا گیا

ثُمَّ یَعُوۡدُوۡنَ لِمَا نُهُوۡا عَنۡهُ وَیَتَنٰجَوۡنَ بِالۡاِثۡمِ وَالۡعُدۡوَانِ

تھا، پھر بھی وہ وہی کرتے ہیں جس سے انہیں روکا گیا تھا، اور سرگوشیں گناہ اور زیادتی

وَمَعۡصِیَتِ الرَّسُوۡلِ ۫ وَاِذَا جَآءُوۡكَ حَیَّوۡكَ بِمَا لَمۡ یُحَیِّكَ

اور رسول کی نافرمانی کرتے رہتے ہیں ۱۵ اور وہ جب آپ کے پاس آتے ہیں آپ کو ایسے لفظ سے سلام کرتے

بِهِ اللّٰهُ ۙ وَیَقُوۡلُوۡنَ فِیۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ لَوۡلَا یُعَذِّبُنَا اللّٰهُ بِمَا

ہیں جس سے اللہ نے آپ کو سلام نہیں کیا ۱۶ اور اپنے آپس میں کہتے ہیں کہ اللہ ہم کو ہمارے اس کہنے

۱۳ (اُس کے علم میں اور اُس کے حساب و کتاب میں کسی غلطی یا اختلال کا احتمال بھی نہیں) نَسُوۡهُ - مُراد نسیان طبعی و اضطراری نہیں، بلکہ نسیان ارادی ہے، اُن کی دانستہ بے التفاتی و بے فکری کا نتیجہ۔ وَاللّٰهُ ..... شَهِیۡدٌ۔ مشرکین جاہلین کے استحضار کے لئے حق تعالیٰ کے عالم جزئیات و کلیات ہونے اور اس کی صفات ہمہ بینی و ہمہ دانی کی تکرار و تاکید کی ضرورت بار بار تھی۔

۱۴ یہ تنبیہ و سرزنش یہود و منافقین پر ہے جو اکثر باطل کے لئے سرگوشیاں آپس میں کیا کرتے، اور یہ سمجھے رہتے کہ اس کی خبر نہ مسلمانوں کو ہوگی نہ اُن کے خدا اور رسول کو۔ اَلَمۡ ..... الۡاَرۡضِ - چنانچہ انسانوں کا کوئی بڑے سے بڑا مخفی راز بھی حق تعالیٰ کے لئے راز نہیں۔ نَجۡوٰی - اس کے لفظی معنی تو مطلق سرگوشی کے ہیں، لیکن یہاں مراد وہ اسرار مخفی ہیں جو کسی بے گناہ کی اذیت رسانی یا امر حق کی مخالفت میں ہوں۔ ۱۵ یعنی یہ بدسرشت لوگ حکم امتناعی کے باوجود سرگوشیاں کر کر کے تین تین قانونی دفعات کے تحت میں مجرم ہوتے ہیں۔ الۡاِثۡمِ - قانون کی خلاف ورزی بجائے خود ایک گناہ ہے، یہ پہلا جرم ہوا۔ وَالۡعُدۡوَانِ - یعنی مسلمانوں کو دکھ پہنچانے اور اُن کی طبیعت کو ملول و مکدر کرنے کا گناہ ——— یہ دوسرا جُرم ہوا۔ وَمَعۡصِیَتِ الرَّسُوۡلِ - یعنی رسُول کی براہِ راست نافرمانی ——— یہ تیسرا جُرم ہوا۔ نُهُوۡا عَنِ النَّجۡوٰی - خفیہ سرگوشی بجائے خود کوئی جُرم نہیں - یہاں مفاسد اور شر انگیزیوں کی بنا پر ممنوع قرار پائی ——— فقہاء نے یہاں سے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ امام کو اختیار ہے، اپنے اجتہاد و احتیاط کی بنا پر جس امر مباح سے چاہے رعایا کو روک دے۔ ۱۶ یہود مدینہ کی بدنفسی اس حد تک پہنچ گئی تھی کہ جب مجلس نبوی میں آتے، اور عام ملکی تہذیب کے لحاظ سے شرما شرمی سلام کرنا ہی پڑتا، تو اس میں بھی ایک پہلو اپنے خبث اور بے تمیزی کا ڈھونڈھ لیتے، یعنی زبان بجائے "السلام علیکم" کے "السام علیکم" تلفظ کرتے، جس کے معنی ہیں کہ تم پر موت آئے۔ حَیَّوۡكَ ..... اللّٰهُ - آج کل سلام کے جو غیر اسلامی صیغے، آداب، اور کورنش اور بندگی اور مجرا وغیرہ نکل آئے، اور اس سے بھی بڑھ کر اب جو "جے ہند" وغیرہ نکل رہے ہیں، فقہاء عصر نے آیت کے اس جزء سے استدلال کر کے ان سب کو بدعت قرار دیا ہے۔

يَّتَمَآسَّا ۭ ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

ایک مملوک کو آزاد کرنا ہے ٥٥ اس سے تمہیں نصیحت کی جاتی ہے، اور اللہ کو پوری خبر ہے اس کی جو تم کرتے

خَبِيْرٌ ۝ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ

رہتے ہو ٥٦ پھر جس کو یہ میسر نہ ہو تو قبل اس کے کہ دونوں باہم اختلاط کریں اس کے ذمہ

مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ۚ فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ

دو متواتر مہینوں کے روزے ہیں ٥٧ پھر جس سے یہ بھی نہ ہو سکے تو اس کے ذمہ کھلانا

سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا ۭ ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۭ وَ

ہے ساٹھ مسکینوں کا ٥٨ یہ (احکام) اس لئے ہیں تاکہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھو

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۭ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ اِنَّ

اور یہ اللہ کی حدیں ہیں ٥٩ اور کافروں کے لئے عذاب دردناک ہے ٦٠ جو لوگ

الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ كُبِتُوْا كَمَا كُبِتَ الَّذِيْنَ

اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے رہتے ہیں یہ خوار ہونگے جیسے ان کے قبل کے لوگ

مِنْ قَبْلِهِمْ وَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ ۭ وَلِلْكٰفِرِيْنَ

خوار ہو چکے ہیں ٦١ اور ہم نے کھلے کھلے احکام نازل کئے ہیں اور کافروں کے لئے

عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُهُمْ

ذلت کا عذاب ہونا ہے ٦٢ اس روز جس روز اللہ ان سب کو اٹھائیگا پھر ان کا سب

بِمَا عَمِلُوْا ۭ اَحْصٰىهُ اللّٰهُ وَنَسُوْهُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ

کیا ہوا انہیں جتلائیگا، اللہ نے اسے محفوظ رکھا اور یہ لوگ اسے بھول گئے اور اللہ تو ہر

٥٥ اور مملوک میں غلام اور باندی دونوں شامل ہیں۔ رَقَبَةٍ کے لفظی معنی "گردن" کے ہیں، قرآنی کنایہ میں مراد مملوک سے ہوتی ہے۔ فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ۔ غلاموں، باندیوں کی گلوخلاصی اور آزادی کو مختلف گناہوں کا کفارہ بنا دینا اس کے مرادف تھا کہ یہ گلوخلاصی اسلام میں بہرحال ایک امر مستحسن ہے۔ ثُمَّ ...... قَالُوْا۔ یعنی تحریم زوجہ سے رجوع کرنا چاہتے ہیں۔ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا۔ یعنی قبل اس کے کہ میاں بیوی اختلاط کریں۔ فقہاء نے لکھا ہے کہ اصل مسئلہ تو یہی ہے کہ مس یا اختلاط ادائے کفارہ کے بعد ہو۔ لیکن اگر کسی نے ادائے کفارہ سے قبل ہی مس یا اختلاط کر لیا تو اب اور کوئی مزید جرمانہ اس پر لازم نہ آئیگی، وہی کفارہ کافی ہوگا۔ البتہ اپنے اس عمل پر ندامت و توبہ بہرحال کرنی چاہئے۔ رَقَبَةٍ۔ حنفیہ اور بعض دوسرے فقہاء قدیم اور بعض تابعین کے ہاں مملوک مطلق ہے، کافر و مسلم کے لئے عام ہے۔ امام شافعیؒ و امام مالکؒ کے نزدیک مملوک مسلمان ہونا چاہئے۔ فقال عطاء ومجاهد وابراهيم، واحدى الروايتين، عن الحسن يجزئ الكافر وهو قول اصحابنا والثورى والحسن بن صالح، وروى عن الحسن انه لا يجزى فى شئ من الكفارات الا الرقبة المومنة وهو قول مالك والشافعى (جصاص) ٥٦ یعنی تمہاری لغزشوں اور خطاؤں سے بھی اور ان کے کفارہ سے بھی، سب سے باخبر ہے۔ قرآن مجید چونکہ احکام ظاہری ہی کی تعمیل کافی نہیں سمجھتا، بلکہ قلب میں بھی تقویٰ پیدا کرانا چاہتا ہے، اس لئے تقریباً ہر حکم فقہی کے ساتھ ساتھ حق تعالیٰ کے عالم کل اور خبیر مطلق ہونے کا بھی استحضار کراتا رہتا ہے ——— دنیوی حاکموں کو دھوکا دے لینا بہرحال ممکن ہے۔ اصل ضرورت تو آسمانی عدالت سے ڈرنے کی ہے۔ ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ۔ یعنی تمہیں زجر و نصیحت اس حکم کفارۂ مالی کے ذریعہ سے کی جاتی ہے۔ مرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ کفارۂ مالی کو موجب وعظ و زجر فرمانا اسکی دلیل ہے کہ مالی بار کو بھی اصلاح نفس میں دخل ہے۔ اور یہیں سے مشائخ طریقت نے یہ تدبیر اخذ کی ہے کہ مریدوں سے اُن کے نفس پر جرمانہ بھی کراتے ہیں، گو خود اسے وصول نہیں کرتے۔ ٥٧ یہاں یہ بتایا کہ جس کسی کے پاس غلام یا باندی سرے سے ہو نہیں (خواہ اس لئے کہ اسے اتنی مقدرت ہی نہ ہو اور خواہ وہ ملک ایسا ہو جہاں مملوک شرعی کا وجود نہ پایا جاتا ہو مثلاً آج کا ہندوستان) تو اس کے لئے دوسرا متبادل کفارہ یہ مسلسل دو مہینہ کے روزے ہیں۔ ٥٨ تیسرا متبادل کفارہ یہ ہوا۔ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا۔ فقہاء نے یہ بھی لکھا ہے کہ اگر ایک ہی مسکین کو ٦٠ دن تک کھلاتے رہیں، تو بھی درست ہے۔ فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ۔ غیر مستطیع سے اس سیاق میں وہ شخص مراد ہے جو بسبب ضعف یا مرض روزہ پر قادر نہ ہو۔ ٥٩ (انہیں معمولی بات سمجھ کر نظر انداز نہ کرو۔ یاد رکھو کہ یہ الٰہی ضابطے ہیں) ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ۔ ایمان پر مضبوطی احکام کی تعمیل و پابندی ہی سے قائم رہتی ہے۔ ذٰلِكَ۔ یعنی یہی تعلیم جو ابھی اُوپر ملی ہے۔ اشارة الى ما مر من البيان (روح) ٦٠ کافروں سے یہاں مراد وہ لوگ ہیں، جو خداوندی احکام اور ضابطوں کی تصدیق نہیں کرتے ——— محض تارکین نہیں، منکرین احکام مراد ہیں۔ قال ابن عباس لمن جحده وكذب به (معالم) اى الذين لم يؤمنوا ولا التزموا باحكام هذه الشريعة (ابن كثير) اى الذين لا يقبلونه (بيضاوى) لمن جحد هذا وكذب به (كبير) جن مفسرین نے تارکین احکام مراد لی ہے، انہوں نے اطلاق کفر کو یہاں حقیقی معنی میں نہیں لیا ہے، بلکہ اُسے صرف تہدیدی مفہوم میں لیا ہے۔ جیسا کہ بعض اور بھی آیات قرآنی میں آیا ہے۔ واطلق الكافر على متعدى الحدود تغليظا للزجر ونظير ذلك قوله تعالى ومن كفر فان الله غنى عن العالمين (روح) ٦١ (قتل سے، قید سے، شکست سے وغیرہا) اَلَّذِيْنَ ...... رَسُوْلَهٗ۔ اس کے تحت میں ریاست مکہ کے مشرکین اور یہود عرب دونوں آگئے۔ اور سزائے سخت یعنی حقیر و ذلیل ہونے کی پیشگوئی دونوں کے حق میں جلد ہی پوری ہوکر رہی۔ یہ لوگ وہی ہوتے ہیں، جو اللہ اور اس کے رسول کے مقرر کئے ہوئے حدود کو چھوڑ کر اپنی طرف سے حدود وضع کرتے ہیں۔ اى يضعون او يختارون حدودا غير حدودها (بیضاوی) آیت کو وسیع مفہوم میں لے کر بعض علماء نے لکھا ہے کہ یہ جو مسلمان ملوک و امراءِ سوء نے شریعت اسلامی سے الگ ہو ہوکر قانون نکالے ہیں، وہ سب اسی وعید کے تحت میں آجاتے ہیں لیکن صاحب روحؒ نے ایک اسی قسم کے رسالہ کا ذکر کر کے لکھا ہے کہ کاش رسالہ مذکور میری نظر سے بھی گذرا ہوتا، اس لئے کہ اتنی سی بات پر اطلاق کفر دشوار ہے۔ پھر آگے لکھا ہے۔ ثم ان لا شبهة فى انه لا باس بالقوانين السياسية اذا وقعت باتفاق ذوى الآراء من اهل الحل والعقد على وجه يحسن به الانتظام ويصلح امر الخاص والعام ومنها تعيين مراتب التاديب والزجر على معاصٍ وجنايات لم ينص الشارع على حدٍ معين بل فوض الامر فى ذلك لرأى الامام فليس ذلك من المحادة لله تعالى ورسوله صلعم فى شئ "ایسے قوانین سیاسی میں تو مطلق مضائقہ نہیں جو اہل حل و عقد کے اتفاق رائے سے منظور ہوں اور جن کی غایت حسن انتظام اور معاملات کی درستی ہوتی ہے۔ اور انہیں میں سے یہ امر بھی ہے کہ جن گناہوں اور جرموں کے بارہ میں شریعت نے کوئی سزائے معین نہیں رکھی ہے، بلکہ ان کی تفصیل امام پر چھوڑ دی ہے تو ایسے قوانین پر اللہ و رسول کے احکام کی مخالفت کا اطلاق ذرا بھی نہیں ہوتا۔ كُبِتُوْا۔ اس سزائے خواری کا تعلق اس دنیا سے ہے ——— قرآن مجید کا یہ اسلوب بیان یاد رہے کہ مستقبل کے قطعی و یقینی واقعات کا ذکر صیغۂ ماضی ہی میں کیا جاتا ہے۔ ٦٢ (آخرت میں) سزائے دنیوی کا ذکر ابھی گذر چکا۔ اب بیان سزائے آخرت کا ہو رہا ہے۔ وَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ۔ اس میں یہ اشارہ آگیا کہ ایسے کھلے ہوئے احکام و ہدایات کی مخالفت یقیناً مستوجب تعزیر ہوگی۔

سُورَةُ الْمُجَادَلَةِ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ اثْنَتَانِ وَعِشْرُونَ آيَةً وَثَلٰثُ رُكُوعَاتٍ

سورۂ مجادلہ مدینہ میں نازل ہوئی اور اس کی بائیس آیتیں ہیں اور تین رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ نہایت مہربان بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا وَ
اللہ نے بیشک اس عورت کی بات سن لی جو آپ سے اپنے شوہر کے بارے میں ردّ و بدل کر رہی تھی

تَشْتَكِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ
اور اللہ سے فریاد کر رہی تھی [1] اور اللہ تم دونوں کی گفتگو سن رہا تھا اللہ تو سب کچھ

سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ① اَلَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَآئِهِمْ
سننے والا (سب کچھ) دیکھنے والا ہے [2]، تم میں سے جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں تو

مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ ۭ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓـِٔيْ وَلَدْنَهُمْ ۭ
وہ (بیویاں) انکی مائیں (کچھ ہو نہیں جاتی) ہیں، ان کی مائیں تو بس وہی ہیں جنہوں نے ان کو جنا ہے

وَاِنَّهُمْ لَيَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا ۭ وَاِنَّ
یہ لوگ یقیناً ایک نامعقول بات اور جھوٹ کہہ رہے ہیں [3] بیشک

اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ② وَالَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ
اللہ بڑا معاف کر دینے والا ہے بڑا بخشنے والا ہے [4] جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں

ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ
پھر اپنی کہی ہوئی بات کی تلافی کرنا چاہتے ہیں تو ان کے ذمہ قبل اس کے کہ دونوں باہم اختلاط کریں

---

[1] ان بی بی صاحبہ کا نام خولہ بنت ثعلبہ تھا۔ ان کے شوہر اوس بن صامت نے ایک بار غصہ میں آکر ان سے کہہ دیا اَنْتِ عَلَيَّ كَظَهْرِ اُمِّيْ (تو میرے حق میں ایسی ہے جیسی میری ماں کی پشت) اس کو اصطلاح میں ظہار کہتے ہیں اور عرب جاہلیت میں اس سے طلاق واقع ہو جاتی تھی۔ رسول اللہ صلعم نے ان بی بی کا قصہ سن کر اسی قول مشہور کے مطابق فرمایا کہ میری رائے میں تو تو حرام ہوگئی۔ انہوں نے احتجاج کیا کہ شوہر نے لفظ طلاق تو کہا ہی نہیں، اور حق تعالیٰ سے فریاد کرنے لگیں۔ اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ آیت سے ایک علم یہ بھی حاصل ہوگیا کہ اللہ اپنے ہر ادنیٰ سے ادنیٰ بندہ اور بندی کی باتیں سنتا رہتا ہے۔ قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ۔ قد توقع کے جواب میں اور اس کے پورے ہونے کے موقع پر آیا کرتا ہے۔ چنانچہ یہاں بھی رسول اللہ صلعم اور ان صحابیہ دونوں کو توقع یہی تھی کہ اس مستغیثہ کی سن لی جائیگی۔ معناه التوقع لان رسول الله صلعم والمجادلة كانا يتوقعان ان يسمع الله مجادلتها وشكواها وينزل في ذالك ما يفرج عنها (كشاف) تُجَادِلُكَ۔ جدال یہاں اپنے معروف معنیٰ میں نہیں، بلکہ گفتگو کے رد و بدل کے معنیٰ میں ہے۔ ای تراجعك الكلام في شأنه (روح)

[2] (اور اس جیسے خبیر و علیم، سمیع و بصیر کے لئے لوگوں کی مشکلات کی کشائش کرتے رہنا کیا دشوار ہے) سَمِيْعٌ۔ الفاظ و اقوال کا سننے والا۔ بَصِيْرٌ۔ نیتوں اور دلوں کا حال جاننے والا۔

[3] (کہ بیوی کو ماں کہہ دینے، یا ماں کے کسی حصۂ جسم سے تشبیہ دے دینے سے حرمت لازم آجاتی ہے) يُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ۔ ظہار۔ اصطلاح شریعت میں یہی ہے کہ کوئی مرد اپنی بیوی سے کہے کہ اَنْتِ عَلَيَّ كَظَهْرِ اُمِّيْ۔ مَا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ۔ نہ وہ بیویاں ان الفاظ کے تلفظ سے مائیں بن گئیں، اور نہ کوئی اور سبب حرمت کا پیدا ہوگیا۔

[4] (چنانچہ اس بارہ میں بھی اگر گناہ کا تدارک کر لیا جائے تو گناہ معاف ہو جائے گا)

کی طرح ایک کتاب انجیل نامی نازل ہوئی تھی لیکن یہ معنی بالکل قطعی اور لازمی نہیں۔ اور یہ تو بہر حال قطعی ہے کہ جس وحی شدہ انجیل کا یہاں ذکر ہے۔ وہ اس نام کی وہ کتاب تو ہرگز نہیں جو اس وقت مسیحیوں کے ہاتھ میں ہے۔ ۴۶ (اور یہ علامت اُن کے صحیح اتباع مسیحؑ کی تھی) اَلَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُ۔ خوب خیال رہے کہ رأفة و رحمة کی صفات مدحیہ اُن واقعی متبعین مسیحؑ کے حق میں ارشاد ہوری ہیں، نہ کہ نصرانیوں کے حق میں۔ ۴۷ یعنی اس سے مقصود ان لوگوں کا اپنے دین و ایمان کا تحفظ بلکہ کمال روحانی حاصل کرنا تھا۔ وَرَهْبَانِیَّةَ۔ رہبانیت کے معنیٰ ترک لذات وتحمل شدائد کے ہیں اور بعض اہل لغت کے نزدیک محض زیادتی اور افراط کے۔ الرھبانیة غلوٌّ فی تحمل التعب من فرط الرهبة (راغب) قال القاری واصل الرھبانیة من الرهبة ثم صارت اسمًا لما فضل عن المقدار وافرط فیه (تاج العروس) مسیحیوں نے ابتدائی صدیوں ہی سے بعض مشرک فلاسفۂ یونان ومصر وغیرہ کے اثر سے اپنا مسلک رہبانیت یا ترک دنیا کا اختیار کر لیا تھا، جس کے تحت میں ترک نکاح، ترک لذائذ غذائی، ترک حیوانات، ترک خانماں، ترک طہارت، ترک اختلاط اور صحرا گزینی وغیرہ سب آ گئے۔ والمراد من الرھبانیة ترهبهم فی الجبال فارین من الفتنة فی الدین مخلصین انفسهم للعبادة متحملین کلفا زائدة علی العبادات التی کانت واجبة علیهم من الخلوة واللباس الخشن والاعتزال عن النساء والتعبد فی الغیران والکهوف (کبیر)

رَأْفَةً وَّرَحْمَةً ؕ وَرَهْبَانِيَّةَ ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا

شفقت اور نرمی رکھدی تھی ۴۶ اور رہبانیت کو انہوں نے خود ایجاد کر لیا، ہم نے اُن پر واجب نہیں

عَلَيْهِمْ اِلَّا ابْتِغَآءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ

کیا تھا، بلکہ انہیں نے اللہ کی رضامندی کی خاطر اسے اختیار کر لیا تھا ۴۷ سو انہوں نے اسکی

رِعَايَتِهَا ۚ فَاٰتَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْهُمْ اَجْرَهُمْ ۚ وَكَثِيْرٌ

رعایت پوری پوری نہ کی ۴۸ سو اُن میں سے جو (اب) ایمان لائے ہم نے انہیں اُن کا اجر دیا اور زیادہ تو

مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۲۷﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَاٰمِنُوْا

اُن میں کے نافرمان ہی ہیں ۴۹ اے ایمان والو اللہ سے ڈرو، اور اُس کے پیمبر پر

بِرَسُوْلِهٖ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ

ایمان لاؤ اللہ تم کو اپنی رحمت سے دو حصہ دیگا ۵۰ اور تمہارے لئے (۵۱)

نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۸﴾

نور پیدا کر دیگا کہ تم اُسے لئے چلو پھرو گے، اور وہ تم کو بخشدیگا اور اللہ بڑا مغفرت والا ہے بڑا رحم کرنیوالا ہے ۵۲

لِّئَلَّا يَعْلَمَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَلَّا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ

(اور یہ دولتیں اسلئے عطا کریگا) تاکہ اہل کتاب کو (قیامت میں) معلوم ہو جائے کہ انہیں اللہ کے

مِّنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاَنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ

فضل کے کسی چیز پر بھی دسترس نہیں، اور یہ کہ فضل اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے وہ جسے چاہے

يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۲۹﴾

عطا کرے، اور اللہ بڑے فضل والا ہے ۵۳

ع ۴ ۲۰

منزل ۷

ابتدعوھا۔ اس نے صاف کر دیا کہ یہ مسلک ترکِ دُنیا ہرگز تعلیم ربانی کے مطابق وماتحت نہ تھا۔ نہ صراحةً نہ اُس سے ماخوذ ومستنبط۔ مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ۔ مزید تاکید و زور کے لئے پھر فرما دیا گیا کہ یہ مسلک ترکِ دنیا شریعت ربانی کا جز ہرگز نہ تھا۔ تمامتر ایک انسانی اختراع تھی۔ صوفیۂ محققین نے لکھا ہے کہ سلوک و تصوّف سے مقصود تمامتر رضاء الٰہی ہی رکھنا چاہیئے نہ کہ تفاخر وحصول مراتب و درجات عالیہ۔ اِلَّا ابْتِغَآءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ۔ اس کا تعلق ابْتَدَعُوْهَا سے ہے۔ یعنی اُن کی نیت اس بدعت سے اتباع رضاء الٰہی ہی تھی۔ انهم قصدوا بذلك رضوان الله قاله سعید بن جبیر وقتادة (ابن کثیر) ۴۸ (اور یہی ہوا کہ اپنے لگائے ہوئے قیود اور اپنے عائد کئے ہوئے شرائط خود ہی نہ نباہ سکے اور پھسل پھسل گئے) ابھی آ چکا ہے کہ اِلَّا ابْتِغَآءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ یعنی اُن کی نیت بخیر تھی یہ اپنے اُوپر مشقتیں اور کلفتیں انہوں نے تقرب خداوندی ہی کی غرض سے عائد کی تھیں، لیکن بدعت بہر حال بدعت تھی۔ نباہ یہ اس کا بھی نہ کر سکے۔ رہبانیت کی ساری تاریخ خود مسیحیوں کے قلم کی لکھی ہوئی، ایک بڑی حد تک فسق و فجور ہی کی تاریخ ہے۔ قرآن مجید نے حکیمانہ ایجاز کے ساتھ صرف اشارہ کر دیا۔ ملاحظہ ہو حاشیہ تفسیر انگریزی۔ آیت میں راہبین نصاریٰ کی مذمت دو دو حیثیتوں سے ہے۔ ایک تو دین میں بدعت یا نئی راہ نکالنے کی حیثیت سے، دوسرے اس پر کہ اپنے بدعی عبادات والتزامات کو بھی نباہ نہ سکے۔ وهٰذا ذم لهم من وجهین احدهما الابتداع فی دین الله مالم یامر به الله والثانی فی عدم قیامهم بما التزموه مما زعموا انه قربة یقربهم الی الله عز وجل (ابن کثیر) ۴۹ (چنانچہ اس وقت آپؐ پر بھی ایمان نہیں لا رہے ہیں) فَاٰتَيْنَا الَّذِيْنَ .... اَجْرَهُمْ۔ یعنی جنہوں نے اپنے پیمبر وقت کی تصدیق کی اور اُن پر پوری طرح ایمان لائے، انہیں اجر بھی پورے کا پورا ملا۔ ۵۰ کتابی مومن کے اجر کا دوگنا ہونا ظاہر ہے۔ ایک اجر اپنے نبی سابق کی تصدیق کا۔ دوسرا پیمبر وقت (رسول اللہ صلعم) کی تصدیق کا۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۔ یہاں خطاب حضرت مسیحؑ پر ایمان رکھنے والوں سے ہے۔ اور انہیں دعوت خاتم النبیین پر ایمان لانے کی دی جا رہی ہے۔ فی روایة النسائی عن ابن عباس انه حمل هٰذه الاٰیة علی مؤمن اهل الکتاب (ابن کثیر) الخطاب لاهل الکتابین من الیهود والنصارٰی (معالم) الذین اٰمنوا بعیسٰی (جلالین) اتَّقُوا اللّٰهَ۔ دعوت ایمان سے معًا پہلے اتقوا اللہ لانے میں اشارہ ہے کہ معاصرین اہل کتاب کی راہ میں رسول اللہ صلعم پر ایمان لانے کی بڑی روک تقویٰ کی کمی تھی اور ایمان لانے میں بڑا دخل تقویٰ کو تھا۔

"اس آیت میں جو اہل کتاب کو يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سے تعبیر فرمایا ہے۔ باوجودیکہ عادت قرآنیہ اس لفظ سے صرف مسلمانوں کو خطاب کرنیکی ہے اس میں نکتہ غالبًا یہ ہے کہ چونکہ یہ ایمان اُن کا ایمان بالرسول کے بعد ایمان مقبول ہو جاویگا، اس لئے اس کو ایمان معتدبہ سے تعبیر فرمایا۔" (تھانویؒ) كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ۔ ملاحظہ ہو سورۃ القصص (پ ۲۰) آیت اُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ کا حاشیہ۔ ۵۱ (اور ان صفات غفر و رحمت کے ظہور کامل کا وقت حشر ہی میں ہوگا) يَجْعَلْ ..... بِهٖ۔ یعنی ایسا نور ایمان عطا کر دیگا جو یہاں سے لیکر پلصراط تک برابر تمہارا رفیق رہیگا۔ وَيَغْفِرْ لَكُمْ۔ یعنی باوجود تمام پچھلے کفر اور شدید نافرمانیوں کے بھی تمہاری مغفرت ایمان لانے کے بعد کر دیگا۔ ۵۲ (اُسے یہ سرکش و نافرمان ذرا سا بھی موقع دیتے تو اُن کی نجات و مغفرت رکھی ہوئی تھی) اَهْلُ الْكِتٰبِ۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں ابھی ابھی يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سے مخاطب کیا گیا تھا۔ انہیں محض اہل الکتب کہنے میں اشارہ یہ ہے کہ ابھی یہ صرف اہل کتاب ہیں محض انبیاء قدیم حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ پر ایمان ظاہر کرنا اور جتلانا انہیں مومن رہنے کے لئے کافی نہیں۔ لِئَلَّا يَعْلَمَ۔ علم یہاں تحقیق کے معنیٰ میں ہے۔ ای لیتحقق (ابن جریر) لِئَلَّا یہاں لکی بال کے مفہوم میں ہے۔ ای لیعلم ولا مزیدة اکثر المفسرین والنحویین علی ان لا زائدة والمعنی لیعلم (نیشاپوری) اعلمان اکثر المفسرین علی ان لا ههنا صلة زائدة والتقدیر لیعلم اهل الکتاب (کبیر) لِئَلَّا يَعْلَمَ۔ یہ تحقق قیامت کے دن ہوگا۔ جو حقیقت کے انکشاف کامل کا وقت ہوگا۔ اَلَّا ..... فَضْلِ اللّٰهِ۔ یعنی اہل کتاب عدم ایمان محمدی کی حالت میں فضل خداوندی سے ذرا بھی مستفید نہ ہو سکینگے ــــــ یہ اہل کتاب کے اس زعم باطل کی تردید میں ارشاد ہوا ہے کہ ہم موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کا دامن پکڑے ہوئے ہیں ہمیں کیا غم واندیشہ ہے۔ اَنَّ ..... يَّشَآءُ۔ اور اُسی کی مشیت اپنے فضل کو اہل ایمان کے ساتھ متعلق ومخصوص کرنے کی ہے + بحمد اللہ اس پارۂ ۲۷ کی نظر ثانی سے فراغت دوشنبہ ۲۴ صفر المظفر ۱۳۶۷ھ (مطابق ۲۹ دسمبر ۱۹۴۷ء) کو قبل ظہر پائی۔ اور نظر ثالث آج جمعرات ۷ شعبان ۱۳۶۹ھ مطابق ۲۴ مئی ۱۹۵۰ء کو وقت چاشت +

الْحَمِيدُ ﴿٢٤﴾ لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنزَلْنَا
ستودہ صفات ہے ۳۶ ہم نے اپنے پیمبروں کو کھلی ہوئی چیزیں دے کر بھیجا ۳۷ اور ہم نے

مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ
اُن کے ساتھ کتاب کو اور انصاف کرنے کو نازل کیا، تاکہ لوگ اعتدال پر قائم رہیں ۳۸

وَأَنزَلْنَا الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ
اور ہم نے لوہے کو (بھی) نازل کیا کہ اس کے اندر شدید ہیبت ہے اور لوگوں کیلئے (اور بھی) فائدے

وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ مَن يَنصُرُهُ وَرُسُلَهُ بِالْغَيْبِ ۚ إِنَّ
ہیں ۳۹ اور اس لئے بھی تاکہ اللہ جان لے کہ بے دیکھے اُسکی اور اُسکے پیمبروں کی مدد کون کرتا ہے ۴۰

اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ ﴿٢٥﴾ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا وَإِبْرَاهِيمَ
بیشک اللہ (بڑا) قوت والا ہے (بڑا) زبردست ہے ۴۱ اور ہم نے نوح اور ابراہیم کو پیمبر بنا کر بھیجا

ع ۳
۱۹

وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ ۖ فَمِنْهُم
اور دونوں کی نسل میں نبوت اور کتاب جاری کردی ۴۲ سو اُن میں سے

مُّهْتَدٍ ۖ وَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ فَاسِقُونَ ﴿٢٦﴾ ثُمَّ قَفَّيْنَا
ہدایت یافتہ بھی ہوئے، اور اکثر اُن میں کے نافرمان نکلے ۴۳ پھر ہم اُن کے بعد اپنے

عَلَىٰ آثَارِهِم بِرُسُلِنَا وَقَفَّيْنَا بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ
اور پیمبروں کو یکے بعد دیگرے بھیجتے رہے اور اُن کے بعد ہم نے عیسیٰ ابن مریم کو بھیجا ۴۴

وَآتَيْنَاهُ الْإِنجِيلَ ۙ وَجَعَلْنَا فِي قُلُوبِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ
اور ہم نے انہیں انجیل دی ۴۵ اور جن لوگوں نے اُن کی پیروی کی، اُن کے دلوں میں ہم نے

۳۶ یعنی حکم انفاق کے بعد بھی بخل کرتے رہو گے تو اس میں ضرر صرف تمہارا ہی ہے، حق تعالیٰ کا اس میں کیا نقصان، وہ ذات پاک تو اپنی ذات وصفات دونوں کے لحاظ سے خود ہی ہر طرح کامل واکمل ہے بلکہ استکمال بالغیر تو اس کے لئے محال ہی ہے۔ آیت سے اس عقیدۂ جاہلیت کی بھی تردید مقصود ہے کہ پجاریوں کی خدمات سے خود دیوتا اور خدا مستفید ہوتے رہتے ہیں۔ ۳۷ (اسی اصلاح اُخروی کی غرض سے) الْبَيِّنَاتِ کے تحت میں احکام، ہدایات، دلائل ومعجزات سب آگئے۔ ای الحجج والمعجزات (روح) ۳۸ حقوق اللہ ہیں حقوق العباد ہیں غرض سارے اجزائے شریعت ہیں) وَأَنزَلْنَا ... بِالْقِسْطِ۔ یعنی انہیں آسمانی کتابوں میں احکام بندوں کی باہمی معاملت ومعاشرت سے متعلق دیئے، اور ہدایات عدل اور ادائے حقوق کے بارہ میں نازل کئے۔ شریعت اسلامی کا تعلق صرف فلاح آخرت سے نہیں بلکہ اس دنیا کے بھی پورے انتظامات سے ہے اور شریعت کے اس دنیوی اور انتظامی جزء کی اہمیت خصوصی آیت کے الفاظ سے ظاہر ہو رہی ہے۔ الْكِتَابَ۔ کتٰب ظاہر ہے کہ یہاں جنس کتاب کے لئے ہے اور اس سے مُراد تمام کتب وصحائف آسمانی ہیں۔ ای جنس الکتب الشامل للکل (روح) الْمِيزَانَ۔ میزان سے مُراد عدل یا احکام عدل سے لی گئی ہے۔ المیزان اشارۃ الی حمل الناس علی تلك الاحکام المبنیۃ علی العدل والانصاف (کبیر) یعنی العدل (معالم) وھو العدل قالہ مجاھد وقتادۃ وغیرھما (ابن کثیر) واکثر المتأولین علی ان المراد بالمیزان العدل (بحر) بعض محققین نے اس لفظ سے مراد عقل سلیم یا معرفت حق یا ضمیر لی ہے، جو ہر انسان کی سرشت میں داخل ہے اور دعوتِ انبیاء ہی کی طرح اسکے بھی بغیر حجت الٰہی انسان پر قائم نہیں ہوتی چنانچہ بچّہ اور مجنون اسی لئے تو تکلیف شرعی سے بری ہیں کہ انکی عقلیں اور انکے ضمیر کامل اور نمو یافتہ نہیں۔ المیزان ھو الذی یتمیز بہ العدل عن الظلم والزائد عن الناقص (کبیر) لِيَقُومَ میں ل تعلیل کا ہے۔ علۃ لانزال الکتاب والمیزان والقیام بالقسط (روح) یعنی ہدایت خلق انہیں دو اُمور تعلیم کتاب ومیزان سے قائم و وابستہ ہے۔ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ کتٰب سے اشارہ قوت نظری کی جانب ہے اور میزان سے اشارہ قوت عملی کی جانب۔ والحاصل ان الکتاب اشارۃ الی القوۃ النظریۃ والمیزان الی القوۃ العملیۃ (کبیر) ۳۹ الْحَدِيدَ۔ یہی لوہا ہے جسے ہم آپ سب جانتے پہچانتے ہیں۔ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ۔ معمولی اور گھریلو چاقو، چھری، استرہ قرولی سے لے کر تلوار، نیزہ، سنگین، خنجر، پستول، رائفل، مشین گن، توپ وغیرہ سے ہوتے ہوئے جدید ترین قسم کے آلات مہلک، ایٹم بم وغیرہ پر نظر کر جائیے۔ ہر ایک میں کارفرمائی اسی مہلک اور پُرہیبت دھات، لوہے ہی کی نظر آئیگی اور پھر ہتھیاروں یا اسلحہ کے علاوہ دوسرے قسم کے مہلک آلاتِ حرب، ٹینک، جیپ، آرمرڈ کار، ڈریڈ ناٹ جہاز، آبدوز کشتیاں، تباہ کن کشتیاں، بمبار طیارے، شکاری طیارے وغیرہا، ان سب کو بھی نظر میں رکھیے جب جا کر لفظ قرآنی کی حیرت انگیز ومعجزانہ جامعیت کی قدر ہوگی۔ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ۔ آج دنیا جس کارخانۂ عالم کو کارگاہِ تہذیب وتمدّن کے نام سے یاد کرتی ہے، اس سے لوہے کے چھوٹے بڑے سارے مصنوعات گھریلو ہل اور سوئی اور نب اور پن اور سیفٹی پن اور قینچی اور ہولڈر اور پھاوڑہ اور بیلچہ اور کدال اور اُسترے اور ناخن گیر اور کرچھے اور دست پناہ اور کھرپے اور بسولے اور ہنسیا اور گنڈاسے اور کلہاڑی اور چھلنی اور ہاون دستہ اور کرنی اور ہتھوڑے اور انگیٹھی اور ترازو کے پلڑے اور ترازو کے بانٹ اور کیل اور برنجی کیل اور موٹے چولھے اور کنجی اور قفل اور نیزا اور آرے اور قبضے اور پیچکش اور سنکنی اور زنجیر اور کنڈی اور چھتری کی تیلیوں اور سائیکل کی تیلیوں اور پانسرے اور تانگوں گاڑیوں، اکّوں کی کمانیاں اور دھونکنی اور سلاخیں اور توے اور پہیوں کے آہنی خول اور موٹر اور موٹر سائیکلیں، ریلوے انجن اور فائر انجن اور ٹیلیفون اور ٹیلیگراف اور ریڈیو کے تار اور ریل کی پٹریاں اور خود اور ٹرامویے اور ان سب کے اندر کے بیشمار پُرزوں اور جنگی وغیر جنگی، رزمی، بزمی، اَن گنت بڑی اور چھوٹی مشینوں کو ذرا معدوم فرض کر کے دیکھئے کہ اعلیٰ شہری تمدّن تو خیر بڑی چیز ہے ادنیٰ دیہاتی تمدن بھی باقی رہ جاتا ہے؟ یہ سارے جائزے لے ڈالنے کے بعد الفاظ قرآنی کی معجزانہ جامعیت پہ بے اختیار قربان ہو جانے کو جی چاہیگا! ۴۰ یعنی تاکہ یہ نمایاں اور ظاہر ہو جائے کہ کون کون ان نعمتوں سے دین کی اقامت ونصرت اور جہاد فی سبیل اللہ میں کام لیتا ہے۔ لِيَعْلَمَ اللَّهُ۔ اللہ کے معلوم کر لینے کے معنی ہوتے ہیں کسی شئی کے علانیہ ثابت ہو جانے اور ظہور پذیر ہو جانے کے۔ بِالْغَيْبِ۔ یعنی محض اپنی قوت ایمانی کے سہارے ایسے خدا اور اُس کے دین کی نصرت کریں جو اُن کی نظر سے مخفی ومستور ہے۔ ای غائبا منھم (روح، مدارک) ای ھم ینصرون الدین ولم یروا اللہ ولا الاخرۃ (معالم) ۴۱ اسے کوئی حاجت کسی قسم کی بھی کسی بندہ کی نصرت واعانت کی نہیں، احکام جہاد وغیرہ جو مل رہے ہیں سب بندوں ہی کے اخلاص کی جانچ پڑتال کے لئے ہیں۔ ۴۲ اس میں اس بڑی اہم تاریخی حقیقت کا اعلان آگیا کہ نبوّت وشریعت آسمانی کا سلسلہ بنی نوح میں نسل ابراہیمی کے واسطہ سے چلا اور دوسری نسلیں طرح طرح کے شرک اور وہم پرستیوں میں پڑی رہ گئیں۔ ۴۳ فَمِنْهُم۔ ضمیر هُم ان پیمبروں کی ذرّیت کی جانب بھی ہوسکتی ہے اور اُمتانِ دعوت کی جانب بھی۔ ای فمن الذریۃ او من المرسل الیھم (کبیر) فَاسِقُونَ۔ یہاں لفظی معنی میں ہے۔ اصطلاح فقہ میں نہیں، مُراد یہاں کافر ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں اور بھی متعدد مواقع پر ہے۔ یعنی الذین ترکوا الایمان بعیسیٰ ومحمد علیھما الصلوٰۃ والسلام (معالم) خارجون عن حد ودینھم (روح) ۴۴ (جو سلسلۂ انبیاء اسرائیل کے خاتم ہوئے ہیں اور ان کے اور خاتم النبیّین کے درمیان کوئی نبی نہیں بجز یحییٰ علیہ السلام کے جو عیسیٰ مسیح کے معاصر بھی تھے) ۴۵ یہ دعویٰ مسلمانوں کا ہے کہ قرآن کی طرح انجیل نامی بھی ایک کتاب آسمانی نازل ہو چکی ہے لیکن موجودہ مسیحیت صدیوں سے اس دعوے سے کلیۃً دستبردار ہو چکی ہے وہ تو اس کی قائل ہے کہ مسیح سرے سے کوئی پیام ہی نہ لے کر آئے تھے جو کسی اور کا پیام یا کسی کی طرف سے کتاب لے کر آتے۔ وہ تو خود (نعوذ باللہ) مظہر ذات باری تھے، اور اُن کی زبانی بعض بشارتیں سُن کر اور اُن کے معجزات وخوارق دیکھ کر بعض لوگوں نے زبانی یا تحریراً دوسروں تک پہنچا دیں اور ان دوسروں نے ان انسانی نوشتوں کے مختلف مجموعوں کو مختلف انجیلوں کے نام سے شائع کر دیا۔ قرآن مجید کے الفاظ وَآتَيْنَاهُ الْإِنجِيلَ سے گو اوّل نظر میں متبادر یہی ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر بھی قرآن مجید

سَابِقُوْٓا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ جَنَّةٍ عَرْضُهَا
دوڑو اپنے پروردگار کی مغفرت کی طرف اور جنت کی طرف جس کی وسعت

كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ ۙ اُعِدَّتْ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ
آسمان وزمین کی وسعت کی سی ہے ۳۰ تیار کی گئی ہے اُن لوگوں کے لئے جو اللہ اور

وَ رُسُلِهٖ ؕ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ ذُو
اُسکے پیمبروں پر ایمان رکھتے ہیں، یہ اللہ کا فضل ہے وہ اپنا فضل جسے چاہے عطا کرے، اور اللہ ہی

الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ 21 مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَةٍ فِی
بڑے فضل والا ہے ۳۱ کوئی سی بھی مصیبت نہ دنیا میں

الْاَرْضِ وَ لَا فِیْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ
آتی ہے اور نہ خاص تمہاری جانوں میں، مگر یہ کہ (سب) ایک رجسٹر میں لکھی ہیں قبل اسکے

اَنْ نَّبْرَاَهَا ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَی اللّٰهِ یَسِیْرٌ 22 لِّكَیْلَا تَاْسَوْا
کہ ہم اُن جانوں کو پیدا کریں، یہ اللہ کے لئے آسان ہے ۳۲ (یہ بات بتا دیگئی ہے) تاکہ جو چیز تم سے

عَلٰی مَا فَاتَكُمْ وَ لَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰىكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ لَا یُحِبُّ
لی جا رہی ہے اُس پر (اتنا) رنج نہ کرو، اور جو چیز اُس نے تمہیں دی ہے اُس پر اِتراؤ نہیں ۳۳، اور اللہ کسی

كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرِ ۙ 23 الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ وَ یَاْمُرُوْنَ
اترانے والے شیخی باز کو پسند نہیں کرتا ۳۴ (وہ لوگ ایسے ہیں) جو خود بھی بخل کرتے ہیں اور لوگوں کو بھی

النَّاسَ بِالْبُخْلِ ؕ وَ مَنْ یَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِیُّ
بخل کی تعلیم دیتے رہتے ہیں ۳۵، اور جو کوئی روگردانی اختیار کریگا، تو اللہ تو سرتاسر بے نیاز ہے

۳۰ یعنی بے انتہا وسیع۔ قرآن محاورۂ انسانی میں ہے اور محاورۂ انسانی میں زمین و آسمان کی سی وسیع کے معنی ہی بے انتہا وسیع کے ہیں۔ قرآن مجید کی بلاغت ملاحظہ ہو جونہی اس متاع دنیا کے فانی اور ہیچ ہونے اور دولت آخرت کے باقی وقائم ہونے کا نقش دل میں بیٹھا ہوا جنت کی طرف دوڑ کرنے کا پیام پہنچا دیا ——— سَابِقُوْٓا اِلٰی مَغْفِرَةٍ

۳۱ (وہ صرف خواص اور مجاہدین یا عاشقین ہی کو نہیں، ہر عامی مومن کو بھی اپنے فضل وکرم کے بحر بیکراں سے سیراب کریگا) اُعِدَّتْ ..... رُسُلِهٖ۔ اس میں جتا دیا کہ جنت تو ہر مومن کا مستقر اصلی ہے ہی۔ ذٰلِكَ ..... یَشَآءُ۔ اس میں یہ اشارہ کر دیا کہ کوئی اپنے اعمال پر مغرور نہ ہو جائے۔ یعنی یہ تو محض ہمارا فضل وکرم ہی جو جنت میں پہنچا دیتا ہے اور اس کا مدار ہماری مشیت پر ہے گو ہم نے اپنی رحمت سے اپنی مشیت ان عمل کرنے والوں ہی کے ساتھ وابستہ کر دی ہے۔ ۳۲ (کیونکہ اُس کے علم میں حال ومستقبل سب یکساں ہے) مَآ ..... نَّبْرَاَهَا۔ یعنی جتنی بھی مصیبتیں انسان کے لئے ممکن ہیں خواہ داخلی ہوں یا خارجی۔ سب ازل سے مقدر ہیں۔ كِتٰبٍ۔ مُراد لوح محفوظ ہے۔ وھو اللوح المحفوظ اے مکتوبۃ فیہ (بحر) یعنی اللوح المحفوظ (معالم)
ذٰلِكَ۔ یعنی قبل وقوع ان کا لکھ دینا۔ اے تقدیر ذٰلك واثباتہ فی کتاب (مدارک)
نَّبْرَاَهَا۔ ضمیر ھا، انفس کے لئے ہے۔ والضمیر علی ما روی عن ابن عباس و قتادۃ والحسن وجماعۃ للانفس (روح)

۳۳ یعنی کوئی نعمت یا عطیۂ الٰہی تمہارے دلوں میں اتراہٹ یا فخر کے جذبات نہ پیدا کرنے پائے جو طاعت الٰہی سے مانع ہو جاتا ہے ——— باقی رہی طبعی مسرت تو وہ تو جائز ہی نہیں بلکہ مستحسن ہے۔ اتراہٹ تو اس وقت پیدا ہوتی ہے۔ جب انسان کسی خوبی کو اپنے ذاتی استحقاق کا نتیجہ سمجھتا ہے۔ قرآن مجید نے اس کی جڑ کاٹ دی، جب نعمت کیلئے محض حق تعالیٰ کے حکم ومشیت کا استحضار ہو گیا تو اب اتراہٹ ہونے ہی کیوں لگی؟ عَلٰی مَا فَاتَكُمْ۔ جو چیز تم سے جاتی رہے تمہارے محبوبات ومرغوبات میں سے مثلاً مال یا اولاد یا صحت وعافیت یا حُسن وشباب یا کوئی عزیز یا دوست لکے اس کا عامل اخبرنا کم مقدر ہے۔ لَا تَاْسَوْا۔ یعنی رنج وغم حد سے زیادہ نہ کرو۔ جو طاعت الٰہی میں حائل ہو جائے۔ صدمۂ طبعی سے کوئی ممانعت مقصود نہیں۔
مُرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ آیت میں علاج ہے حزن کا تقدیر کے یاد کر لینے سے نیز یہ اشارہ ہے کہ اس میں ضرور ہماری ہی مصلحت ہوگی گو ہمیں تفصیل سے علم نہ ہو۔ ۳۴ یہ وعید ہے اتراہٹ پر۔ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ۔ مختال اور فخور دو لفظ آئے ہیں۔ اختیال کی بنیاد کمالات داخلی پر ہوتی ہے مثلاً علم عبادت وغیرہ اور فخر کی بنیاد کمالات خارجی پر مثلاً مال وجاہ وغیرہ۔

۳۵ (حُبِّ دنیا کی بنیاد پر) یبخلون البخل۔ بخل کے عام ووسیع معنی ہیں، حق اللہ وحق العباد کو ضائع کر دینے اور انہیں ادا نہ کرنے کے۔ یہاں خصوصیت کے ساتھ اشارہ ہے طاعات ضروری میں خرچ کرنے سے رُک جانے پر۔ آیت سے اشارہ اس طرف ہو گیا کہ حُبِّ دنیا ایسی چیز ہے کہ جس سے اکثر صفات ذمیمہ پیدا ہو جاتے ہیں، مثلاً اختیال اور افتخار اور بخل وغیر ذٰلك (تھانویؒ)

۲۵ اس آیت کے لئے ملاحظہ ہو سورۂ ہذا کا حاشیہ ۱۵۔ قرض حسنہ۔ اصطلاح شریعت میں ایسے مال کو کہتے ہیں جو حلال کمائی سے خوشدلی اور اخلاص نیت کے ساتھ صاحب احتیاج کو دیا جائے۔ والقرض الحسن ان یتصدق من الطیب عن طیبۃ النفس وصحۃ النیۃ علی المستحق للصدقۃ (مدارک) ۲۶ یعنی جن لوگوں نے تصدیق ایمانی اور پابندی طاعات پوری طرح کر کے مومن ہونے کا حق ادا کر دیا، وہ اللہ کے ہاں تو مرتبۂ صدیقیت و شہادت پر پہنچ گئے۔ الصِّدِّيقُونَ۔ صدیق یہاں اسی معنیٰ میں ہے جس معنیٰ میں اُردو میں "ولی" بولتے ہیں۔ لفظی معنیٰ

يُضٰعَفُ لَهُمْ وَلَهُمْ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ﴿۱۸﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ

تو وہ صدقہ اُن کے لئے بڑھایا جائیگا اور اُن کے لئے اجر پسندیدہ ۲۵ ہے، اور جو لوگ کہ اللہ اور اس کے

وَرُسُلِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ ۖ وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ

پیمبروں پر (پورا) ایمان رکھتے ہیں وہی تو اپنے پروردگار کے ہاں صدیق اور شہید

رَبِّهِمْ ۭ لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ ۭ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا

ہیں، انکے لئے اُن کا اجر (خاص) ہوگا اور اُن کا نور (خاص) ہوگا ۲۶ اور جو لوگ کافر ہوئے

ع ۹ ۲ ۱۸

وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿۱۹﴾ اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا

اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا وہی لوگ دوزخی ہیں خوب جان لو کہ

الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ

دنیوی زندگی محض ایک کھیل کود اور (ظاہری) خوشنمائی اور آپس میں ایکدوسرے پر فخر کرنا

وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ۭ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ

اور مال و اولاد میں ایک دوسرے پر اپنی برتری جتلانا ہے ۲۷ گویا کہ مینہ ہے کہ اُس کی پیداوار

الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ

کاشتکاروں کو اچھی معلوم ہوتی ہے پھر خشک ہو جاتی ہے، سو تو اُسے زرد دیکھتا ہے، پھر وہ چورا چورا

حُطَامًا ۭ وَفِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۙ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ

ہو جاتی ہے ۲۸ اور آخرت میں عذاب شدید بھی ہے اور اللہ کی طرف سے

اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ ۭ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴿۲۰﴾

مغفرت اور خوشنودی بھی، اور دنیوی زندگی محض دھوکے کا سامان ہے ۲۹

اس شخص کے ہیں جو بڑی کثرت سے صدق سے کام لیتا ہو، یا جو اپنی زبان سے، قلب سے، عمل سے سب سے تصدیق کرتا ہو۔ والصدیق من کثر منہ الصدق (راغب) قیل بل لمن صادق بقولہ واعتقادہ وحقق صدقہ بفعلہ (راغب) الصدیق کثیر الصدق (معالم) ای السابقون فی التصدیق (جلالین)

وَالشُّهَدَآءُ۔ شہید یہاں لغوی معنیٰ میں ہے یعنی حق کے گواہ۔ ای ھم الذین استشھدوا فی سبیل اللہ (مدارک) واراد بالشھداء المؤمنین المخلصین (معالم) باقی اگر شہید سے یہاں مراد اصطلاحی شہید یا قتیل فی سبیل اللہ ہو، جیسا کہ بعض اکابر مفسرین کا قول ہے۔ تو معنیٰ یہ کئے جائینگے کہ مومن کامل اپنی جان و مال دونوں کو اپنی جگہ پر تو اللہ کی راہ میں وقف اور خدمت دین کی نذر کر ہی دیتا ہے۔ رہا یہ کہ اس کے بعد بھی جان گئی یا رہی تو یہ تو اس کے اختیار کی چیز نہیں۔ عِنْدَ رَبِّهِمْ۔ یعنی حکم الٰہی میں۔ پروردگار کے نزدیک۔ ای فی حکمہ وعلمہ سبحانہ (روح) المراد اولئک فی حکم اللہ تعالٰی بمنزلۃ الصدیقین والشھداء المشھورین بعلو الرتبۃ ورفعۃ المحل (روح) مُرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ مومنین کو مطلقاً صدیق و شہید فرما دینا دلیل ہے اس پر کہ ان میں بھی مراتب ہیں اور ادنیٰ مرتبہ ہر مومن کو حاصل ہے جیسا کہ ولایت عامہ ہر مومن کے لئے عام ہے۔ ۲۷ (اس لئے بحیثیت مقصود کے ہرگز قابل توجہ و التفات نہیں) یہاں یہ بتا دیا ہے کہ دنیا کے مقاصد سب کے سب فانی و سریع الزوال ہوتے ہیں اور اہل دنیا عمر کے ہر دور میں انہیں کے اُلٹ پھیر میں رہتے ہیں۔ لڑکپن کا زمانہ کھیل کود کی نذر ہو جاتا ہے۔ سن اور بڑھا، تو حُسن و عشق کے جھمیلے میں پڑ گئے۔ یا تجارت، ملازمت وغیرہ زرکشی کے پیشوں میں لگ گئے۔ سن کہولت آنے لگا تو اب ایک دوسرے کے مقابلہ میں فخر و مسابقت مال و جاہ و شرافت خاندانی وغیرہ کی بنیادوں پر ہونے لگا۔ غرض ساری عمر انہیں بے بنیاد و بے ثبات مقصدوں کے پیچھے دَوڑتے رہنے میں گذر جاتی ہے۔ اور آخرت جو مقصود اصلی ہے اور حیات لافانی ہے وہ عمر کے کسی حصہ میں خیال میں نہیں آتی۔ آیت کے مفہوم کا انطباق جس طرح دنیا پرست افراد و اشخاص پر ہوتا ہے اسی طرح آخرت فراموش و دنیا پرست قوموں، حکومتوں اور نسلوں پر بھی ہوتا ہے۔ مشائخ صوفیہ نے کہا ہے کہ آیت سے صریح تعلیم دنیا سے زُہد اور بے رغبتی کی نکلتی ہے۔ ۲۸ تشبیہ سے مقصود بہار دنیا کے بالکل عارضی ہونے اور پھر اس کے زوال و اضمحلال کی طرف اشارہ کرنا ہے۔ ۲۹ (عالم آخرت کی بقاء و پائداری کے مقابلہ میں) دنیا کی بے ثباتی اور فنا پذیری پر ایک بار پھر زور دیا ہے۔ آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اس عارضی و فانی دنیا و سامان دنیوی کے برعکس عالم آخرت باقی ولازوال ہے اور وہاں کی کیفیتیں دو ہیں۔ دونوں ثابت و باقی۔ ایک کافروں کے لئے اور وہ عذاب شدید ہے، دوسری ایمان والوں کے لئے اور وہ اللہ کی مغفرت و رحمت ہے۔ اب انسان کو اختیار ہے کہ ان دو میں سے جس کو چاہے اپنا مقصود اعظم بنا لے۔ مَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ۔ مشائخ صوفیہ نے کہا ہے کہ مغفرت عامۂ مومنین کے حصہ میں آئیگی اور رضوان خواص و عاشقین کے نصیب میں۔ مَتَاعُ الْغُرُوْرِ۔ یہ دنیا دھوکے کی ٹٹی بس انہیں لوگوں کے حق میں ہے جو اس میں پڑے رہتے اور اسی پر بھروسہ کئے رہتے ہیں، آخرت کو بھلائے ہوئے۔ لمن رکن الیھا واعتمد علیھا (مدارک) ای ھی متاع فان غار لمن رکن الیہ فانہ یغتر بھا وتعجبہ حتی یعتقد انہ لا دار سواھا ولا معاد وراءھا ... لمن اشتغل فیھا بطلب الآخرۃ (معالم) عن سعید بن جبیر لمن اطمأن بھا ولم یجعلھا ذریعۃ للآخرۃ (روح)

اللّٰهِ وَغَرَّكُم بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ۝۱۴ فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ

اللہ کا حکم آپہنچا، اور تم کو بڑے فریبیے نے اللہ کے ساتھ فریب میں ڈالے رکھا ۲۱ غرض آج نہ تم سے کوئی

مِنكُمْ فِدْيَةٌ وَّلَا مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مَاْوٰىكُمُ النَّارُ

معاوضہ لیا جائیگا اور نہ کافروں سے، تم سب کا ٹھکانا دوزخ ہی ہے

هِيَ مَوْلٰىكُمْ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝۱۵ اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

وہی تمہاری رفیق ہے، اور وہ کیسا بُرا ٹھکانا ہے ۲۲ کیا ایمان والوں کے لئے وقت نہیں آیا

اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ

کہ اُن کے دل اللہ کی نصیحت اور جو دین حق نازل ہوا ہے اُس کے آگے جُھک جائیں

وَلَا يَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ

اور اُن لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جنہیں اُن کے قبل کتاب ملی تھی پھر اُن پر

عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ

ایک لمبا زمانہ گذر گیا تو اُن کے دل خوب سخت ہو گئے اور اُن میں کے بہت سے

فٰسِقُوْنَ ۝۱۶ اِعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا

کافر ہیں ۲۳ جانے رہو کہ اللہ ہی زمین کو اُس کے خشک ہوئے پیچھے زندہ کر دیتا ہے

قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝۱۷ اِنَّ

ہم نے مثالیں تمہارے سامنے کھول کر پیش کر دی ہیں تاکہ تم سمجھو ۲۴ بلاشبہ

الْمُصَّدِّقِيْنَ وَالْمُصَّدِّقٰتِ وَاَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا

صدقہ دینے والے اور صدقہ دینے والیاں (یہ جو) اللہ کو خلوص کے ساتھ (قرضہ دیں)

۲۱ (اور آخر وقت تک کبھی توبہ و رجوع کی توفیق نہ ملنے دی) اہل ایمان جواب دینگے کہ بیشک تم بظاہر تو ہمارے ساتھ تھے اور ہم میں ملے جُلے ہوئے تھے۔ لیکن ایسا ساتھ کس کام کا جبکہ دل سے تم اسلام اور پیمبر اسلام کے دشمن تھے؟ اور آخر وقت تک وہی ابلیسی مغالطہ کے شکار رہے۔ اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ۔ یعنی کیا ہم اعمال میں اور طاعات میں تمہارے شریک نہیں رہتے تھے؟ وَتَرَبَّصْتُمْ۔ یعنی اسلام کے مٹ جانے ہی کا انتظار کرتے اور اُس کی آس لگائے بیٹھے رہے۔ وَارْتَبْتُمْ۔ اور تمہیں اسلام کی صداقت وحقانیت میں شبہ ہی رہا کیا۔ الْاَمَانِيُّ۔ بیہودہ تمنائیں یہی کہ ہم اپنے جس طریقہ پر ہیں، یہی ہماری نجات کے لئے کافی ہے۔ غَرَّكُمْ بِاللّٰهِ۔ اللہ سے متعلق دھوکا یہی کہ مذہب کفر حق ہے اور دین اسلام نعوذ باللہ ایک ڈھکوسلا ہے۔ اَمْرُ اللّٰهِ یعنی موت۔ ~~اے الموت (مدارک)~~ حَتّٰى جَاءَ اَمْرُ اللّٰهِ۔ یعنی عمر بھر انہیں کفریات میں پڑے رہے اور توبہ نہ کی۔ یہاں تک کہ موت آگئی۔ الْغَرُوْرُ۔ بڑا فریبیا یعنی شیطان۔

۲۲ (کہ یہ دار الجزاء ہے، دار العمل نہیں۔ اور تمہاری معیت ظاہری یہاں نجات کے لئے ہرگز کافی نہیں ہوسکتی) مِنْكُمْ وَلَا مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا۔ یعنی نہ چھپے ہوئے کافروں (منافقوں) سے اور نہ کھلے ہوئے کافروں سے۔ ۲۳ یعنی بجز ایک قلیل تعداد کے جو اُن میں سے مسلمان ہوگئی باقی کثرت سے ان لوگوں کو قبول حق سے عار آنا شروع ہوگیا۔ اور نبی کریم صلعم کی عداوت اُن کے دلوں میں خوب گہری بیٹھ گئی۔

اَلَمْ ..... الْحَقِّ۔ ذکر اُن مؤمنین کا ہے جو صاحبِ ایمان تو ہیں لیکن ان کے عمل میں کثرت سے کوتاہیاں ہیں، انہیں کو ترغیب دی جا رہی ہے کہ ترک معاصی، اور طاعات ضروری کی پابندی کا عزم دل سے کرلیں اور اس توبہ و رجوع میں جلدی کریں۔ اَلَمْ يَاْنِ۔ مُراد یہ ہے کہ رجوع و توبہ میں تاخیر و تساہل ہی کیوں ہو؟ كَالَّذِيْنَ ..... قَبْلُ۔ مُراد یہود وصاحب صحائف اسرائیلی ہیں۔ كَالَّذِيْنَ ..... قُلُوْبُهُمْ۔ قدیم اہل کتاب نے جب اپنی اپنی کتاب کے ہدایات کے برخلاف شہوات و معاصی میں انہماک پیدا کر لیا تو رفتہ رفتہ ان کی قساوت قلب کی اب یہ نوبت پہنچ گئی کہ ندامت و ملامت اضطراری کی بھی اہلیّت باقی نہ رہ گئی۔ آیت سے ایک عملی سبق یہ ملا کہ خود مسلمانوں کو معاصی سے توبہ و رجوع میں عجلت کرنا چاہیئے ورنہ بعض اوقات رفتہ رفتہ توبہ کی توفیق ہی جاتی رہتی ہے۔ اور پھر عیاذاً باللہ نوبت کفر تک پہنچ جاتی ہے۔ ~~الآیۃ تدل علی ان کثرۃ المعاصی و مساکنتھا والفھا تقسی القلب وتبعد عن التوبۃ (جصاص)~~ مُرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ آیت سے تین باتیں ثابت ہوتی ہیں۔ ایک خشوع کا لزوم و دوام، دوسرے یہ کہ طول غفلت سے قساوت قلب پیدا ہو جاتی ہے۔ تیسرے یہ کہ قساوت کا علاج ذکر اللہ کی کثرت ہے۔ ۲۴ (کہ جس طرح اللہ بارش بھیج کر خشک زمین کو ازسرِنو تازہ و سرسبز کر دیتا ہے۔ اُسی طرح توبہ کے اثر سے وہ خالق ذو الجلال قلب مُردہ کو بھی زندہ اور درست کر دیتا ہے۔ اس لئے مایوسی کی کوئی وجہ نہیں)

وَالْمُؤْمِنٰتِ يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ
ایمان والوں اور ایمان والیوں کو دیکھینگے کہ اُن کا نُور اُن کے آگے اور اُن کی داہنی طرف دوڑتا ہوگا ف۱٦

بُشْرٰىكُمُ الْيَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ
آج تم کو بشارت ہے باغوں کی جن کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝۱۲ يَوْمَ
جن میں ہمیشہ رہوگے (اور) یہی بڑی کامیابی ہے ف۱۷ یہ وہ دن ہوگا

يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا
جب منافق مرد اور منافق عورتیں ایمان والوں سے کہیں گی کہ ہمارا انتظار کرلو

نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ ۚ قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَاۗءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا
کہ ہم بھی تمہارے نُور سے کچھ حاصل کریں ف۱۸ (ان سے) کہا جائیگا تم اپنے پیچھے لوٹ جاؤ، پھر (وہیں)

نُوْرًا ۭ فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ ۭ بَاطِنُهٗ فِيْهِ
روشنی تلاش کرو ف۱۹ پھر ان (فریقین) کے درمیان ایک دیوار قائم کردی جائیگی جسمیں ایک دروازہ ہوگا کہ

الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ ۝۱۳ۭ يُنَادُوْنَهُمْ
اسکی اندرونی جانب میں رحمت ہوگی، اور اُسکے بیرونی جانب کی طرف عذاب ہوگا ف۲۰ (منافقین) پکار کر مومنین

اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ۭ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ وَ
سے کہینگے کہ کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے، وہ کہینگے ہاں تھے تو لیکن تم نے اپنے کو گمراہی میں پھنسا رکھا تھا اور

تَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِيُّ حَتّٰى جَاۗءَ اَمْرُ
تم راستہ دیکھا کرتے تھے اور تم شک رکھتے تھے اور تم کو تمہاری بیہودہ تمناؤں نے دھوکے میں ڈال رکھا تھا، یہانتک کہ

ف۱٦ یہ منظر حشر میں پُلصراط پر سے گذرتے ہوئے ہر مومن کا ہوگا ——— ہر مومن کے ساتھ ساتھ اُس کا نور بقدر اس کے درجہ و مرتبہ ایمان کے ہوگا۔ ف۱۷ یہ بشارت کا پیام سنانے والے جنت کے فرشتے ہونگے۔ ف۱۸ یہ اُس وقت ہوگا جب اہل ایمان اپنے اعتقاد و اعمال کی برکت سے بہت آگے بڑھ جائینگے اور منافقین یعنی اپنے کو مسلمان ظاہر کرنے والے لیکن درحقیقت کافر و منکر پیچھے بالکل اندھیرے میں رہ جائینگے۔ یہ منافقین یا تو نور سے شروع ہی سے محروم ہونگے اور یا ان کے پاس شروع میں کسی قدر نور ہو اس مناسبت سے کہ مسلمانوں کے ساتھ ظاہری اعمال میں انہیں اشتراک حاصل تھا اور فقدان ایمان و تصدیق کی بنا پر بعد کو بالکل مفقود ہوجائے اور ان کے جرم نفاق یا خداع ایمانی کی مناسبت سے لگتی ہوئی بات تو یہی معلوم ہوتی ہے کہ پہلے انہیں نور مل جائے۔ اور پھر بلا شان و گمان یک بیک انہیں اُس سے محروم کردیا جائے۔ ف۱۹ مقصود کہنے کا یہ ہوگا کہ یہ نُور تو دنیا ہی کے اعمال پر مُرتب ہوا ہے۔ ہوسکے تو وہیں سے جاکر اسے حاصل کرو۔ یہ احمق یہ سمجھینگے کہ یہیں کہیں قریب ہی جانے سے مل جائیگا! قِيْلَ۔ یہ کہنے والے فرشتے ہونگے۔ قال قتادۃ تقول لهم الملائكة (معالم) یا ممکن ہے کہ مؤمنین ہی ہوں۔ قال ابن عباس يقول لهم المؤمنون (معالم) ف۲۰ یعنی اہل ایمان تک پہنچنا تو منافقوں کو کیا نصیب ہوگا اُلٹے اِن کے اُن کے درمیان ایک آڑ قائم کردی جائیگی۔ اور ادھر یہ پشت پھیرینگے کہ اُدھر وہ وہی پہلی روشنی جو دُور سے انہیں نظر آرہی تھی وہ بھی غائب کردی جائے گی اور یہ اندھیرے گھپ میں پڑے رہ جائینگے۔ بَيْنَهُمْ۔ یعنی مومنوں اور منافقوں کے درمیان۔ اے بين المؤمنين والمنافقين (مدارک) بَاطِنُهٗ۔ اندرونی جانب یعنی مؤمنین کے رُخ والی سمت۔ ظَاهِرُهٗ۔ بیرونی جانب یعنی کافروں کے رُخ والی سمت۔

كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٨﴾ هُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ عَلٰى عَبْدِهٖٓ

تم کو ایمان لانا ہو وہ وہی ہے جو اپنے بندہ پر صاف صاف آیتیں

اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۭ وَاِنَّ

اُتارتا ہے تاکہ تم کو تاریکیوں سے روشنی کی طرف نکال لائے اور بیشک

اللّٰهَ بِكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿٩﴾ وَمَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِيْ

اللہ تمہارے اُوپر شفیق ہے بڑا مہربان ہے [١٢] تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں خرچ

سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ

نہیں کرتے ہو درآنحالیکہ آسمان اور زمین سب آخر میں اللہ ہی کے رہ جائینگے [١٣]

لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ ۭ

تم میں جو لوگ فتح (مکہ) سے قبل ہی خرچ کر چکے اور لڑ چکے (وہ اُن کے برابر نہیں جو بعد فتح لڑے اور خرچ کیا)

اُولٰۗىِٕكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ

وہ لوگ درجہ میں بڑھے ہوئے ہیں اُن لوگوں سے جنہوں نے بعد کو خرچ کیا

وَقٰتَلُوْا ۭ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

اور لڑے، اور اللہ نے بھلائی کا وعدہ تو سب ہی سے کر رکھا ہے، اور اللہ کو تمہارے اعمال کی

خَبِيْرٌ ﴿١٠﴾ مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا

پوری خبر ہے [١٤] کوئی شخص ہے جو اللہ کو اچھی طرح قرض کے طور پر دے

فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗ وَلَهٗٓ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ﴿١١﴾ يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ

پھر اللہ اُسے اُس شخص کیلئے بڑھاتا چلا جائے اور اسکے لئے اجر پسندیدہ ہے [١٥]، وہ دن بھی یاد رکھنے کے قابل ہے جب

ع ١
١٧

[١٢] اور اس سے بڑھ کر اس کی شفقت و رحمت اور کیا ہوگی کہ اُسی نے ایسے حکیم و شفیق رسول کو تمہارے لئے داعی و مبلغ بنا کر بھیجا جو دلائل حقانیت اس طرح کھول کھول کر پیش کرتا ہے۔ عَبْدِهٖ۔ عَبْد سے مُراد عبد کامل یعنی رسول اسلام صلعم کی ذات ہے۔ ملاحظہ ہو سورۃ البقرۃ (پ ١) آیت وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا الخ پر حاشیہ۔ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ۔ مضامین قرآنی۔ معجزات محمدی، سب اس کے تحت میں آگئے۔ ~~والظاھر ان المراد بھا ایات القران ودخل المعجزات~~ (روح) مِنَ ..... النُّوْرِ۔ کفر و شرک و معاصی کی تاریکیوں سے نُور ہدایت و ایمان کی طرف۔

[١٣] تو جب سارا مال آخر ایک روز چھوڑنا ہی ہے تو ابھی سے اپنی خوشی سے طاعتِ حق کی راہ میں کیوں نہ دیدیا جائے۔ اہل ایمان کو دینی اور ملّی مقاصد میں مالی شرکت کے لئے آمادہ و مستعد کیا جارہا ہے۔

[١٤] (تو کسی کو یہ وہم نہ ہونے پائے کہ اس کا اجر چھوٹ جائیگا) قَبْلِ الْفَتْحِ۔ الفتح سے اکثر نے مُراد فتح مکّہ لی ہے۔ ~~عن قتادة هو فتح مكة~~ (جصاص) ~~يعنى فتح مكة في قول اكثر المفسرين~~ (معالم) ~~والجمهور على ان المراد بالفتح ههنا فتح مكة~~ (ابن کثیر) اور بعض قول صلح حُدَیْبِیَہ سے متعلق بھی ہیں۔ ~~روى عن الشعبى قال فصل ما بين الهجرتين فتح الحديبية وفيه انزلت هذه الاية~~ (جصاص) بہرحال دونوں صورتوں میں جو مجاہدین و مقاتلین شروع زمانہ اسلام میں ہوئے ہیں جبکہ اُن کی تعداد بھی بہت قلیل تھی اور وہ ہر طرح ضعیف و درماندہ بھی تھے۔ انہوں نے اپنے اُوپر جیسے جیسے شدید مجاہدے گوارا کر کے اور اپنی جانوں کو خطرہ میں ڈال ڈال کر بے دریغ اپنا سرمایہ اسلام کی خدمات کی نذر کر دیا، ان کے مرتبہ کا کیا پوچھنا، باقی جن اہل ایمان نے اُس وقت اپنے اخلاص کا ثبوت جہاد مالی و قتال سے دیا جب اسلامی سلطنت کی جڑ مضبوط ہو چکی تھی اور مسلمان کثرت تعداد اور جاہ و مال ہر لحاظ سے بڑھ چکے تھے تو اجر ان کا بھی ہے۔ لیکن ظاہر ہے کہ اُن السابقون الاولون کے درجہ کا تو نہیں۔ وَكُلًّا ...... الْحُسْنٰى۔ جملہ مومنین کو اطمینان دلایا ہے کہ اپنے اپنے مرتبہ کے لحاظ سے اجر ملیگا سب ہی کو محروم کوئی نہ رہیگا۔

[١٥] یہ ساری عبادت جہاد مالی کی ترغیب و تشویق کے لئے ہے۔ قَرْضًا حَسَنًا۔ قرض کا لفظ اس اشارہ کے لئے ہے کہ اجر کا ترتب اس قدر یقینی اور قطعی ہے کہ گویا وہ اللہ پر قرض ہے ورنہ لفظی معنیٰ کے اعتبار سے تو ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ کو "قرض" دے ہی کون سکتا ہے؟ استعیر لفظ القرض لیدل علی التزام الجزاء (مدارک) فَيُضٰعِفَهٗ۔ اس میں اشارہ اجر کی کمیت و مقدار کی جانب ہو گیا ——— اصل سرمایہ سے کہیں زیادہ، دوگنا، چوگنا، دس گنا بلکہ اس سے بھی بہت زائد ہوگا۔ كَرِيْمٌ۔ اس سے اشارہ اس اجر کی نوعیت و کیفیت کی طرف ہو گیا ——— خوب جی بھر اجر ملیگا۔

الْعَرْشِ ؕ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْأَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا
قائم ہوگیا ۵۵ وہ اُسے بھی جانتا ہے جو چیز زمین کے اندر داخل ہوتی ہے اور اُسے بھی جانتا ہے جو چیز
وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيهَا ؕ وَهُوَ مَعَكُمْ
اُس میں سے نکلتی ہے، اور جو چیز آسمان سے اُترتی ہے اور جو چیز اُس میں چڑھتی ہے ۵۶ اور وہ تمہارے ساتھ
أَيْنَ مَا كُنْتُمْ ؕ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿۴﴾ لَهُ مُلْكُ
ہے خواہ تم کہیں بھی ہو اور وہ خوب دیکھتا رہتا ہے جو کچھ بھی تم کرتے رہتے ہو ۵۷ اُسی کی سلطنت ہے
السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ؕ وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ ﴿۵﴾ يُولِجُ
آسمانوں اور زمین کی اور اللہ ہی کی طرف (سب) اُمور لوٹ جائینگے ۵۸ وہی داخل کرتا ہے
اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُولِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ ؕ وَهُوَ عَلِيمٌ
رات کو دن میں اور وہی داخل کرتا ہے دن کو رات میں اور وہ دلوں تک کی بات
بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿۶﴾ آمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَأَنْفِقُوا مِمَّا جَعَلَكُمْ
تک خوب جانتا ہے ۵۹ ایمان لاؤ اللہ اور اُس کے رسول پر اور جس مال میں اُس نے تم کو
مُسْتَخْلَفِينَ فِيهِ ؕ فَالَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَأَنْفَقُوا لَهُمْ
دوسروں کا جانشین بنایا ہے اُسمیں سے خرچ کرو، سو جو لوگ تم میں سے ایمان لے آئیں اور خرچ کریں انہیں
أَجْرٌ كَبِيرٌ ﴿۷﴾ وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ ۚ وَالرَّسُولُ
بڑا اجر ہوگا ۱۰ آخر تمہیں کیا ہوگیا ہے جو تم اللہ پر ایمان نہیں لاتے ہو، درآنحالیکہ رسول
يَدْعُوكُمْ لِتُؤْمِنُوا بِرَبِّكُمْ وَقَدْ أَخَذَ مِيثَاقَكُمْ إِنْ
تمہیں بُلا رہے ہیں کہ تم اپنے پروردگار پر ایمان لاؤ اور اللہ خود تم سے اس کا اقرار لے چکا ہے ۱۱ اگر

۵۵ اس کی صفت خالقیت وصفت حاکمیت کا اثبات۔ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ - اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ - ان دونوں پر حاشیے سورۃ الاعراف میں اور اور کئی بار گزر چکے۔ ۵۶ (غرض یہ کہ وہ ہر طرح اور ہر اعتبار سے ہمہ داں، ہمہ بین ہے۔ مَا يَلِجُ فِي الْأَرْضِ۔ مثلاً بارش کا پانی۔ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا۔ مثلاً نباتات۔ مَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ مثلاً ملائکہ اور احکام تشریعی اور تکوینی۔ مَا يَعْرُجُ فِيهَا۔ مثلاً ملائکہ اور اعمال صالحہ ۵۷ حق تعالیٰ کی ہمہ گیری، ہمہ توانی، ہمہ بینی کی مزید تاکید۔ وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ۔ اس کی معیّت علمی سے مخلوق کا کوئی بھی مرتبہ وجود خالی نہیں۔ ۵۸ (نہ کہ کسی اور کی طرف) الْأُمُورُ۔ کے عموم میں جوہر وعرض سب ہی آگئے ـــــــ حشر میں سب کی راجعیت صرف ذات حق تعالیٰ ہی کی جانب ہوگی۔ اس میں بہت سے باطل مذہبوں کی تردید آگئی۔ جنہوں نے حشر میں مرجعیت عام کے متعلق کسی اور ذات کو قرار دے رکھا ہے۔ ۵۹ اس کے علم کی طرح اُس کی قدرت بھی ہر جزء وکل کو محیط ہے۔ ہر ہر شئ میں جاری وساری ہے۔ یہ نہیں کہ خدا موجود تو ہے، مگر اُس کا علم صرف کلّیات تک ہے۔ جزئیات کو حاوی نہیں جیسا کہ بعض جاہلی فلاسفہ نے کہا ہے۔ يُولِجُ اللَّيْلَ ...... اللَّيْلِ۔ دن اور رات دونوں اُسی کی مخلوق ہیں اور تمام تصرفات وتکوینیات میں اُسی کی قدرت کے محکوم ومحتاج ـــــــ یہ نہیں کہ دن اور رات کوئی دیوی دیوتا کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ۱۰ (کہ وہ مال کو اسی اصل مالک اور دینے والے کی راہ میں خرچ کررہے ہیں) مَا جَعَلَكُمْ مُسْتَخْلَفِينَ فِيهِ۔ اس میں صاف اور واضح اشارہ اس طرف آگیا کہ یہ مال تم سے پہلے کسی اور کا تھا اور تمہارے بعد کسی اور کا ہوجائیگا۔ یہ کون سی ایسی چیز ہے جس کا تم اتنا غم کررہے ہو کہ اسے اللہ کے حکم سے اپنی ضرورتوں میں بھی خرچ کرنے میں بخل کررہے ہو ـــــــ مالی جہاد کی ترغیب کا یہ طریقہ کتنا حکیمانہ ومصلحانہ ہے۔ ۱۱ یعنی کمال حیرت کی بات ہے کہ تم جب بھی ایمان اور پورا ایمان نہیں لاتے ہو۔ جبکہ دو دو زبردست داعی اس دعوت ایمان کی قبولیت کے موجود ہیں ـــــــ ایک تو رسولؐ جیسا حکیم اعظم مبلّغ۔ دوسرے توحید کا داعیہ خود تمہاری فطرت کے اندر موجود۔ لَا تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ۔ یعنی ایسا ایمان واللہ پر ایمان لانے کا حق ہے۔ ایمان باللہ کے تحت میں رسولؐ پر ایمان، حشر پر ایمان، کتب الٰہی پر ایمان، سارے بنیادی عقائدِ ایمانی آگئے۔ وَقَدْ أَخَذَ مِيثَاقَكُمْ۔ میثاق سے مراد بیعت رسولؐ بھی سمجھی گئی ہے۔ اور میثاق صُلبِ آدمؑ بھی لی گئی ہے۔ یعنی بذالعہد بیعت الرسول صلعم وزعم ابن جریر ان المراد بذالک المیثاق الذی اخذ علیہم فی صلب آدم وھو مذھب مجاھد (ابن کثیر)

۳۸ (جس کی قدرت و حکمت کے یہ سارے تصرفات ہیں) هٰذا۔ اشارہ مرنے والوں کے ان سہ گانہ درجات کی طرف ہے۔ یعنی ما ذکر من قصة المحتضرین (معالم) حَقُّ الْيَقِيْنِ۔ اس دُہری تاکید سے مُراد یہ ہے کہ یہ امر اس درجہ یقینی اور قطعی ہے کہ اس سے زیادہ تحقیق کی کوئی اور گنجائش ہی نہیں۔ ذالك نوع تاكيد تعالى هذا امر حق الحق وصواب الصواب الى غاية ونهاية التي لا وصول فوقه (كبير عن ابن عطية)

إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ حَقُّ الْيَقِينِ ﴿٩٥﴾ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ ﴿٩٦﴾

بیشک یہ تحقیقی یقینی بات ہے سو آپ اپنے عظیم الشان پروردگار کے نام کی تسبیح کیجیے ۳۸

۳ ع ۲۲ / ۱۶

سُوْرَةُ الْحَدِيْدِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ تِسْعٌ وَّعِشْرُوْنَ اٰيَةً وَّاَرْبَعُ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ حدید مدینہ میں نازل ہوئی اور اس کی انتیس آیتیں ہیں اور چار رکوع

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ نہایت مہربان بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

سَبَّحَ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿١﴾ لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ يُحْيِي وَيُمِيتُ ۖ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٢﴾ هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۖ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿٣﴾ هُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى

اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں جو کوئی بھی آسمانوں اور زمین میں ہیں ۱ اور وہی زبردست ہے ۲ حکمت والا ہے ۳ اُسی کی سلطنت ہے آسمانوں اور زمین میں وہی حیات دیتا ہے اور (وہی) موت دیتا ہے اور وہی ہر چیز پر قادر ہے ۴ وہی ہے (سب سے) پہلے اور (سب سے) پیچھے اور (وہی) ظاہر اور مخفی بھی اور وہی ہر چیز کا خوب جاننے والا ہے ۵ وہ وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کردیا پھر تخت شاہی پر

۱ اور غور و تامل سے کام لیا جائے تو پھر ہر مخلوق سے توحید و تنزیہ کی دلیل مل رہی ہے) سَبَّحَ لِلّٰهِ۔ یہ تسبیح ہر ہر مخلوق کی اُس کے اپنے مرتبۂ وجود کی مناسب زبان میں ہوتی ہے۔ انسانوں کے لئے کسی کی زبان، زبانِ قال ہے۔ اور کسی کی محض زبانِ حال۔ ۲ الْعَزِيْزُ۔ زبردست ایسا کہ اُس کی مشیت پر کوئی روک، کوئی دباؤ نہیں، اس کا ارادہ سب پر غالب، وہ جو بھی چاہے کر ڈالے۔ الْحَكِيْمُ۔ مصلحت سنج ایسا کہ اس کا ہر ادنیٰ سے ادنیٰ فعل بھی انتہائی حکمتوں اور مصلحتوں سے لبریز ہوتا ہے۔ جو کچھ بھی وہ کرتا ہے محض اپنی حکمت تکوینی کے ماتحت و مطابق ہی کرتا ہے۔ ۳ اس کا کوئی شریک نہیں، نہ ملکیت و حکومت میں، نہ جان ڈالنے میں، نہ جان نکالنے میں اور نہ قدرت و اختیار میں یہ سب تردید میں ارشاد ہو رہا ہے اُن مشرک جاہلی قوموں کے جنہوں نے یا تو اُسکی قدرت و اختیار کو محدود سمجھا ہے یا اُسکی ملکیت و مالکیت میں دوسروں کو شریک سمجھا ہے اور یا موت و حیات کے دیوتا الگ الگ سمجھے ہیں۔ ۴ (کہ چھوٹی بڑی کوئی سی چیز کہیں کی بھی اسکے دائرۂ علم سے باہر نہیں) پہلی آیت کمالِ قدرت کے بیان میں تھی، یہ آیت کمالِ علم و احاطۂ علمی کے بیان میں ہے ــــ مشرک قوموں کو سب سے زیادہ ٹھوکر صفتِ قدرت و صفتِ علم ہی کے باب میں لگی ہے۔ هُوَ الْاَوَّلُ۔ اس موجودِ حقیقی کا وجود، ہر دوسرے وجود سے یہاں تک کہ وجودِ زمان سے بھی مقدم و سابق رہا ہے۔ عدم سابق کبھی اس پر طاری ہی نہ ہو سکا ــــ بعض مشرک قوموں نے اُسکی ذات کو بھی حادث سمجھا ہے۔ یعنی هو الاول قبل كل شيء بلا ابتداء قبل كان هو ولم يكن شيء موجودا (معالم) هو القديم الذي كان قبل كل شيء (مدارك) السابق على جميع الموجودات فهو سبحانه موجود قبل كل شيء حتى الزمان لانه جل وعلا الموجد والمحدث للموجودات (روح) وَالْاٰخِرُ۔ اُس موجودِ حقیقی کا وجود، ہر مخلوق کے فنائے ذاتی و صفاتی کے بعد بھی علیٰ حالہٖ قائم و باقی رہیگا۔ عدم سابق کی طرح عدم لاحق کا بھی اُس پر طاری ہونا محال ہے ــــ بعض مشرک قوموں نے اُس کی ذات کو بھی فانی سمجھا ہے۔ اي الاخر بعد فناء كل شيء بلا انتهاء تفنى الاشياء ويبقى هو (معالم) الذي يبقى بعد هلاك كل شيء (مدارك) هُوَ الظَّاهِرُ۔ ہر موجود کا وجود و ظہور اسی کے وجود و ظہور سے ہے۔ اپنے دلائل و شواہد کے اعتبار سے اور مطلق وجود کے مرتبہ میں روشن ترین و ظاہر ترین۔ الظاهر بوجوده (روح) وَالْبَاطِنُ۔ اپنے آثار و صفات کے اس شدت ظہور کے ساتھ ساتھ اُس کی کنہ ذات ہر عقل و ادراک کی رسائی سے باہر۔ تو اس سے بڑھ کر مخفی اور کون ہو سکتا ہے۔ اپنی تفصیلات وجود کے مرتبہ میں مخفی ترین۔ والباطن بكنهه سبحانه (روح) ایک حدیث میں دعا کے یہ الفاظ آئے ہیں۔ وانت الظاهر فليس فوقك شيء وانت الباطن فليس دونك شيء (صحیح مسلم، مسند احمد) امام بخاریؒ نے یحییٰ بن زیاد الفراء کے حوالہ سے یہ معنی نقل کئے ہیں۔ الظاهر على كل شيء علما والباطن على كل شيء علما (صحیح بخاری۔ کتاب التفسیر)

أَفَبِهَٰذَا الْحَدِيثِ أَنتُم مُّدْهِنُونَ ﴿٨١﴾ وَتَجْعَلُونَ رِزْقَكُمْ

تو کیا تم اس کلام کو سرسری سمجھے ہوئے ہو؟ ف۳۱ اور تکذیب کو اپنی

أَنَّكُمْ تُكَذِّبُونَ ﴿٨٢﴾ فَلَوْلَا إِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُومَ ﴿٨٣﴾ وَأَنتُمْ

غذا بنا رہے ہو؟ سو جس وقت روح حلق تک آ پہنچتی ہے اور تم

حِينَئِذٍ تَنظُرُونَ ﴿٨٤﴾ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنكُمْ وَلَٰكِن

اُس وقت تکا کرتے ہو ف۳۲ اور ہم تم سے بھی زیادہ قریب اُس شخص کے ہوتے ہیں

لَّا تُبْصِرُونَ ﴿٨٥﴾ فَلَوْلَا إِن كُنتُمْ غَيْرَ مَدِينِينَ ﴿٨٦﴾

البتہ تم نہیں سمجھتے ہو ف۳۳ تو اگر تمہارا حساب کتاب ہونیوالا نہیں تو تم

تَرْجِعُونَهَا إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿٨٧﴾ فَأَمَّا إِن كَانَ مِنَ

اس (روح) کو پھر کیوں نہیں لوٹا لاتے، اگر تم سچے ہو ف۳۴ تو جو کوئی مقربین میں سے

الْمُقَرَّبِينَ ﴿٨٨﴾ فَرَوْحٌ وَرَيْحَانٌ وَجَنَّتُ نَعِيمٍ ﴿٨٩﴾ وَ

ہوگا تو اس کے لئے راحت ہے، غذائیں ہیں اور عیش کی جنت ہے ف۳۵ اور

أَمَّا إِن كَانَ مِنْ أَصْحَابِ الْيَمِينِ ﴿٩٠﴾ فَسَلَامٌ لَّكَ مِنْ

جو کوئی داہنے والوں میں سے ہوگا تو (اُس سے کہا جائیگا) تیرے لئے

أَصْحَابِ الْيَمِينِ ﴿٩١﴾ وَأَمَّا إِن كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِينَ

امن و امان ہے کہ تو داہنے والوں میں سے ہے ف۳۶ اور جو کوئی جھٹلانے والوں اور

الضَّالِّينَ ﴿٩٢﴾ فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِيمٍ ﴿٩٣﴾ وَتَصْلِيَةُ جَحِيمٍ ﴿٩٤﴾

گمراہوں میں سے ہوگا، تو اس کی مہمانی کھولتے ہوئے پانی سے ہوگی، اور (اُسے) دوزخ میں داخل ہونا ہوگا ف۳۷

ف۳۱ یعنی ایسے مہتم بالشان کلام پر بھی ایمان لانا واجب نہیں جانتے ہو؟ تَنزِيلٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ۔ مطلب یہ ہوا کہ شیطان مردود کا گذر تو اس کلام پاک کے ارد گرد بھی نہیں، جہاں سے یہ نقل ہوکر آیا ہے۔ وہ تمامتر فرشتوں کے پہرہ میں پھر دنیا میں اس کا نزول حق تعالیٰ کی نگرانی میں ہے۔ شیطان کو اس کی ہوا بھی کسی منزل میں نہیں لگنے پاتی۔ ف۳۲ (بیکسی اور حسرت کی تصویر بنے ہوئے) فَلَوْلَا...... الحلقوم۔ موت اور قبض روح کے وقت کا منظر ہے۔ وَتَجْعَلُونَ..... تُكَذِّبُونَ۔ یعنی تکذیب بھی کس درجہ اور شدت کی؟ گویا تکذیب حقائق کو اپنی غذا ہی بنائے ہوئے ہو۔ ف۳۳ یعنی اُس کے حالات ظاہری و باطنی سے تم سے کہیں زیادہ ہم واقف ہیں۔ إِلَيْهِ ضمیرہ محتضر کے لئے ہے جو سیاق کلام سے ظاہر ہے۔ المحتضر المفهوم من الكلام (روح) ف۳۴ (اپنے دعویٰ انکار بعث میں) مطلب یہ ہوا کہ جس وقت تمہارے کسی عزیز قریب کی جان نکلنے لگتی ہے تو کیا یہ ممکن ہے کہ تم کسی حکمت، کسی تدبیر، کسی کوشش و کاوش سے اس کی جان روک لو؟ اور جب تم پر اپنی بے بسی، قانون موت و حیات کے باب میں یوں عیاں و روشن ہوگئی تو یہ کیسے ممکن سمجھتے ہو کہ حشر میں اللہ تعالیٰ کو مُردوں کے اُٹھانے سے روک سکو گے؟ تَرْجِعُونَهَا۔ ضمیر ھا نفس یا روح کی طرف ہے۔ ف۳۵ اور مقربین وہ ہیں جن کا ذکر اس سورت کی آیت ۱۱، ۱۲ میں آچکا ہے۔ أُولَٰئِكَ المقربون۔ وَجَنَّتُ نَعِيمٍ۔ یہاں بھی مقربین کا اور اہل یمین اور اہل شمال کا ذکر اُسی ترتیب سے ہو رہا ہے۔ فَرَوْحٌ وَرَيْحَانٌ۔ روح کے معنی رحمت اور ریحان کے معنی خوشبو کے بھی ہیں۔ دوسرے معنی مغفرت اور استراحت اور دوزخ سے نجات اور جنت میں دخول کے بھی کئے گئے ہیں۔ قال قتادة الروح الرحمة وقيل هو الرحمة و هو قول مجاهد وقال سعيد بن جبير وغيره وقال الضحاك مغفرة ورحمة (معالم) وريحان استراحة وقال مجاهد وسعيد بن جبير ايضاً (معالم) قال ابو بكر الوراق الروح النجاة من النار والريحان دخول دار القرار (معالم) تفسیر کبیر میں جو یہاں پہنچ کر افسوس ہے کہ خود امام المفسرین کی نہیں بلکہ ان کے بعض شاگردوں کی تفسیر رہ گئی ہے یہ نکتہ بھی لکھا ہے کہ روح و ریحان و جنت نعیم کی یہ سہ گانہ بشارتیں ان کی زندگی کے تین شعبوں، عقیدۂ حق اور کلمۂ طیبہ اور اعمال حسنہ کے مقابل ہیں اور اس سے اشارہ ان کے قلب، ان کی زبان اور ان کے اعضاء ظاہری تینوں کی سلامت ذوق کی جانب ہوگیا۔ ف۳۶ (ہر آفت اور خطرہ سے) یہ اصحٰب الیمین وہی آیت ۲۷ والے اصحٰب الیمین، اور آیت ۸ والے اصحٰب المیمنہ ہیں۔ أَمَّا إِن كَانَ۔ یہ فقرہ ان تینوں آیتوں میں جہاں جہاں آیا ہے، مُراد اس سے متوفی یا محتضر سے ہے۔ ف۳۷ (جس کے شدائد کی تفصیل بارہا پیشتر گذر چکی ہے) تصلية جحیم کے معنی علاوہ ادخال نار کے، آگ سے ہر طرف سے گھر جانے کے بھی کئے گئے ہیں۔ اسے وتقرير له في النار التي تغمره من جميع جهاته (ابن كثير) یہ المکذبین الضالین وہی آیت ۹ والے اصحٰب المشئمة، آیت ۴۱ والے اصحٰب الشمال اور آیت ۵۱ والے الضالون المکذبون ہیں۔

٢٤ یعنی سارا سرمایہ نقصان میں آگیا بلکہ سرمایہ سارا ہی گیا گذرا ہوا۔ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا یعنی ہم چاہیں تو اسی پیداوار کو چورا چور کر دیں یا مثل سوکھے ہوئے بھوسہ کے ریزہ ریزہ کر دیں۔ ٢٥ اب استدلال حق تعالیٰ کی قدرت کاملہ اور توحید پر نظامِ کائنات کے چوتھے شعبہ سے ہے سال کی خاص خاص فصلوں اور مناسب زمانہ میں زمین کو ایک خاص حد تک بنا نا، حرارت پہنچانا، سمندر سے ایک خاص اندازہ کے مطابق بھاپ اُٹھانا، بخارات کو فضا میں ایک خاص بلندی تک لے جانا، یہاں ہوا میں ایک خاص درجہ کی برودت پیدا کر کے بخارات میں انجماد پیدا کر کے انھیں بادل کی شکل دینا، ایک مناسب مدت تک اس ابر کو بلند رکھنا، پھر فضا میں ایک اور تبدیلی پیدا کر کے ابر کو پانی کے قطروں کی شکل دیکر انھیں زمین پر برسانا، بارش کو ایک مقدار مناسب میں نازل کرنا پھر اس سے خلقت کو براہِ راست اور بالواسطہ فائدے پہنچانا، یہ ساری کاریگری اُسی قادر مطلق اور صناع کامل کی ہے یا یہ بندوں کے بس کی چیز ہے؟ مِنَ الْمُزْنِ۔ لفظ

نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ﴿٦٧﴾ اَفَرَءَيْتُمُ الْمَآءَ الَّذِيْ تَشْرَبُوْنَ ﴿٦٨﴾

ہم (بالکل ہی) محروم رہ گئے ٢٤ اچھا پھر یہ بتاؤ کہ جس پانی کو تم پیتے ہو

ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ ﴿٦٩﴾

اس کو بادل سے تم برساتے ہو یا (اس کے) برسانے والے ہم ہیں؟ ٢٥

لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُوْنَ ﴿٧٠﴾ اَفَرَءَيْتُمُ

اگر ہم چاہیں اس کو کڑوا کر ڈالیں تو تم شکر کیوں نہیں کرتے ٢٦ اچھا پھر یہ بتلاؤ

النَّارَ الَّتِيْ تُوْرُوْنَ ﴿٧١﴾ ءَاَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَآ اَمْ

کہ جس آگ کو تم سُلگاتے ہو اس کے درخت کو تم نے پیدا کیا ہے یا

نَحْنُ الْمُنْشِـُٔوْنَ ﴿٧٢﴾ نَحْنُ جَعَلْنٰهَا تَذْكِرَةً وَّمَتَاعًا

ہم پیدا کرنیوالے ہیں؟ ہم ہی نے اس کو یاد دہانی کی چیز اور مسافروں کے

لِّلْمُقْوِيْنَ ﴿٧٣﴾ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ﴿٧٤﴾ فَلَآ اُقْسِمُ

نفع کی چیز بنایا ہے ٢٧ سو اپنے عظیم الشان پروردگار کے نام کی تسبیح کیجئے ٢٨ سو میں قسم کھاتا ہوں

بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ ﴿٧٥﴾ وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِيْمٌ ﴿٧٦﴾

ستاروں کے ڈوبنے کی اور اگر تم سمجھو تو یہ ایک بڑی قسم ہے

اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ ﴿٧٧﴾ فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ﴿٧٨﴾ لَّا يَمَسُّهٗٓ

کہ یہ ایک معزز قرآن ہے ایک محفوظ کتاب میں (پہلے سے درج) ٢٩ جسے کوئی ہاتھ

اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ﴿٧٩﴾ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٨٠﴾

نہیں لگاتا بجز پاکوں کے ٣٠ اُتارا ہوا ہے پروردگار عالم کی طرف سے

ع ٢ ٣٦ ١٥

مزن سے بارش کے پانی کی شیرینی و خوشگواری کی طرف اشارہ آگیا۔ قیل هو السحاب الابیض خاصة وهو اعذب ماء (کشاف) ٢٦ (اور ادائے شکر کی پہلی منزل اقرار توحید و ربوبیت) اُجَاجًا۔ اجاج سے مُراد وہ کھاری پانی ہے جو نمکینی کی شدت سے تلخ ہو جائے جس سے نہ پیاس جا سکے اور نہ وہ اور کسی کام آسکے۔ ملحًا زعاقًا لا یقدر علی شربه (کشاف) ای زعاقًا لا یصلح لشرب ولا زرع (ابن کثیر) ٢٧ اب استدلال حق تعالیٰ کی قدرت کاملہ، ربوبیت و توحید پر نظام کائنات کے ایک پانچویں شعبہ آگ اور اس کے متعلقات سے ہے۔ تَذْكِرَةً۔ ضمیر ها اگر النار (آگ) کی طرف ہے تو آگ تو یاد دلانے والی آتشِ دوزخ کی بھی ہو سکتی ہے اور حق تعالیٰ کی قدرت کاملہ کی یاد دلانے والی بھی۔ تذکیر النار جهنم (کشاف) قال مجاهد وقتادة تذکرة النار الکبریٰ (ابن کثیر) قال عطاء موعظة یتعظ بها المؤمن (معالم) شَجَرَتَهَا۔ شجر آتش کا ذکر سورۂ یٰس (پ ٢٣) میں قریب ختم کے آیا ہے۔ مَتَاعًا لِّلْمُقْوِيْنَ۔ آگ کا وجود ایک بہت بڑی نعمت تو مسافر و مقیم، شہری و بدوی سب ہی کے لئے ہے اور ہر زمانہ میں رہا ہے لیکن عہد قدیم میں مسافروں کے حق میں تو ایک عظیم ترین نعمت تھی۔ عن مجاهد یعنی المستمتعین من الناس اجمعین وکذا ذکر عن عکرمة (ابن کثیر) وهذا التفسیر اعم من غیره فان الحاضر والبادی من غنی وفقیر الجمیع محتاجون الیها للطبخ والاصطلاء والاضاءة وغیر ذلک من المنافع (ابن کثیر) ٢٨ (جو حیات اور سلب حیات اور زراعت اور بارش اور آگ، سارے نظاماتِ تکوینی کا تنہا خالق اور بلا کسی کی شرکت کے پروردگار ہے) شرک عموماً مشرک، جاہلی قوموں میں جن جن مشہور راہوں سے آیا ہے ان سب کی ان آیتوں میں پوری تردید آگئی۔ ٢٩ (اور بالکل منضبط) كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ۔ سے مراد لوح محفوظ ہے۔ یعنی یہ قرآن کریم شروع سے لوح محفوظ میں منضبط چلا آرہا ہے۔ الاصح انه لوح محفوظ (کبیر) المراد به اللوح المحفوظ کما روی عن الربیع بن انس وغیره (روح) مَكْنُوْنٍ صفت کتب کی ہے۔ یعنی وہ لوح غیروں کی مداخلت بلکہ دسترس سے بالکل محفوظ ہے۔ كَرِيْمٍ صفت قرآن کی ہے یعنی دنیوی و اُخروی ہر قسم کی صلاح و فلاح کی تعلیمات سے لبریز۔ لَآ اُقْسِمُ۔ لا یہاں نفی کا نہیں تاکید کا ہے۔ لا مزیدة للتاکید (بیضاوی) لا مزیدة مؤکدة (کشاف) لَا ... عَظِيْمٌ۔ قرآن مجید میں قسمیں شہادت بزبان حال کے معنی میں آئی ہیں اور قسموں کو بار بار لانا عربی اسلوب بلاغت میں ایک خاص صنعت ہے قرآنی قسموں پر ملاحظہ ہو پ ١٢ کا ضمیمہ۔ مَوٰقِعِ النُّجُوْمِ۔ اس کے ایک معنی قرآن کی آیتوں کے بھی کئے گئے ہیں جو آہستہ آہستہ اُترتی رہی ہیں۔ قیل النجوم نجوم القرآن ومواقعها اوقات نزولها (بیضاوی) ای نجوم القرآن وکذا قال عکرمة ومجاهد والسدی وابو حرزة (ابن کثیر) اور بالکل متصل جو کلام آرہا ہے انه لقسم لو تعلمون عظیم اس کے لحاظ سے یہی معنی زیادہ چسپاں بھی معلوم ہوتے ہیں۔ ٣٠ (جو شائبۂ گناہ سے بھی پاک ہیں یعنی فرشتے) اُن کے فرشتہ ہونے پر علاوہ حضرت عبداللہ بن عباس صحابی اور حضرت انس صحابی کے تابعین کی بہت بڑی جماعت متفق ہے۔ ان المراد بالمطهرین الملائکة علیهم السلام مروی عن عدة طرق عن ابن عباس وکذا اخرجه جماعة عن انس وقتادة وابن جبیر ومجاهد وابی العالیه وغیرهم (روح) عن ابن عباس یعنی الملائکة وکذا قال انس ومجاهد وعکرمة وسعید بن جبیر والضحاک وابو الشعثاء جابر بن زید وابو نهیک والسدی وعبد الرحمن بن زید بن اسلم وغیرهم (ابن کثیر) يَمَسُّهٗ۔ میں ضمیر لوح محفوظ کی طرف ہے۔ الضمیر عائد الی الکتاب علی الصحیح (کبیر) قرآن مجید یا مصحف مکتوبی کو بھی بلا طہارتِ جسم چھونا درست نہیں لیکن یہ مسئلہ بالکل الگ ہے اور خود اپنی جگہ پر دلائل رکھتا ہے۔ اس آیت قرآنی کا مدلول نہیں۔ الْمُطَهَّرُوْنَ۔ فرشتے مُراد ہونے پر علاوہ بعض صحابیوں کے تابعین کی ایک بڑی جماعت متفق ہے۔ کون المراد بالمطهرین الملائکة علیهم السلام مروی عن عدة طرق عن ابن عباس وکذا اخرجه جماعة عن انس وقتادة وابن جبیر ومجاهد وابی العالیة وغیرهم (روح) صوفیۂ عارفین نے کہا ہے کہ اسرار و دقائق قرآن تک بھی وہی پہنچ سکتے ہیں جو ہوائے نفس کی آلودگیوں سے پاک اور طاہر ہوں۔

الْحَمِيْمِ ﴿٥٤﴾ فَشٰرِبُوْنَ شُرْبَ الْهِيْمِ ﴿٥٥﴾ هٰذَا نُزُلُهُمْ
پینا ہوگا اور پینا بھی پیاس کے مارے ہوئے اُونٹ کا سا ۱۷ یہ ہوگی اُن کی دعوت
يَوْمَ الدِّيْنِ ﴿٥٦﴾ نَحْنُ خَلَقْنٰكُمْ فَلَوْلَا تُصَدِّقُوْنَ ﴿٥٧﴾
قیامت کے دن! ہم ہی نے تو تم کو پیدا کیا ہے، سو تم (بعثِ ثانی کی تصدیق) کیوں نہیں کرتے؟ ۱۸
اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تُمْنُوْنَ ﴿٥٨﴾ ءَاَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ
اچھا یہ تو بتاؤ کہ تم جو منی پہنچاتے ہو تو آدمی تم بناتے ہو یا (اسکے) بنانے
الْخٰلِقُوْنَ ﴿٥٩﴾ نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ
والے ہم ہیں ۱۹ ہم ہی نے تمہارے درمیان موت کو ٹھہرا رکھا ہے ۲۰ اور ہم اس سے
بِمَسْبُوْقِيْنَ ﴿٦٠﴾ عَلٰٓى اَنْ نُّبَدِّلَ اَمْثَالَكُمْ وَنُنْشِئَكُمْ
عاجز نہیں کہ تمہاری جگہ تم جیسے (دوسرے آدمی) پیدا کردیں اور تمہیں ایسی
فِيْ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٦١﴾ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْاَةَ الْاُوْلٰى
صورت میں بنادیں جنکو تم جانتے ہی نہیں ۲۱ اور تم کو خوب علم ہے پیدائشِ اوّل کا
فَلَوْلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿٦٢﴾ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ﴿٦٣﴾ ءَاَنْتُمْ
پھر تم سمجھتے کیوں نہیں؟ ۲۲ اچھا پھر یہ بتاؤ کہ جو کچھ تم بوتے ہو اُسے تم
تَزْرَعُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ ﴿٦٤﴾ لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ
اُگاتے ہو یا (اسکے) اُگانے والے ہم ہیں ۲۳ اگر ہم چاہیں تو اس (پیداوار) کو
حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ ﴿٦٥﴾ اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ ﴿٦٦﴾ بَلْ
چورا چورا کردیں پھر تم حیرت کرنے لگو (اب کی تو) ہم پر تاوان پڑگیا بلکہ

۱۷ (جو خوب ڈگڈگا کر پانی سوکھتا چلا جاتا ہے اور پھر بھی اس کی پیاس نہیں بجھتی) جہنم کے شدائد کا بیان ہے جو کافروں کو چار و ناچار بھگتنے ہونگے — اور حشر کا منظر تو سب کو پیش آنا ہے۔ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ۔ زقوم پر حاشیہ سورۃ الصّافات (پ ۲۳) میں گذر چکا۔ من زقوم میں من بیانیہ ہے۔ شُرْب بالضمہ مصدر ہے اور اسم کے بھی معنی دیتا ہے۔ مشروب کے مرادف۔ الشرب بالضم مصدر قیل اسم لما یشرب (روح) ۱۸ منکروں پر حجت الزامی ہے۔ یعنی ہمارا تم کو پیدا کرنا اور نیست سے ہست کرنا تو تمہیں بھی تسلیم ہے تو پھر آخر بعثِ ثانی میں تمہیں عقلی اشکال یا دشواری ہی کیا نظر آرہی ہے؟ ۱۹ یعنی اسباب وجود کو فراہم کردینا ہمارے اختیار کی چیز ہے یا تمہارے؟ مَا تُمْنُوْنَ۔ یعنی عورت کے رحم میں جو تم تلقیح کرتے ہو۔ ۲۰ (ایک وقت معین و مناسب پر) یعنی وجود میں بھی ہم ہی لائے، بقائے وجود کے اسباب بھی ہم ہی نے فراہم کئے اور فنائے وجود بھی ہمارے ہی ذمہ ہے۔ تخلیق، ابقاء، افناء کی تینوں قوتیں ہم ہی میں جمع ہیں، کوئی الگ الگ تین خدا نہیں، جیسا کہ بعض مشرک، جاہلی قوموں نے سمجھ لیا ہے۔

۲۱ (مثلاً تمہارا حلیہ بگاڑ کر کچھ ایسا کردیا جائے جس کا تمہیں گمان بھی نہ ہو اور تم اس صورت میں پھر ان چیزوں سے نفع بھی نہ حاصل کرسکو) ۲۲ یعنی جب تمہیں بخوبی اس کا علم و یقین ہے کہ ہم ہی نے اپنی قدرت سے تمہیں اوّل بار پیدا کیا تو اب تمہیں بعثِ حشر کے تسلیم کرنے میں تامل کیا ہے؟ فَلَوْلَا تَذَكَّرُوْنَ۔ فقہاء مفسرین نے آیت کے اس جزء سے صحت قیاس فقہی کا استنباط کیا ہے۔ فیہ دلیل علی صحۃ القیاس من حیث جہلہم فی ترک قیاس النشأۃ الاخری علی الاولی (مدارک) ۲۳ زمین میں یہ صلاحیت رکھنا کہ دانہ کو نشو و نما دے سکے دانہ میں یہ استعداد کہ مٹی سے نمو حاصل کرسکے، گرمی، روشنی، ہوا، پانی وغیرہ سے استفادہ کی قابلیت، ان سب کو قوت سے فعل میں لانا، وقت مناسب پر مقدار مناسب میں بارش، اوقات مقررہ پر مقدار مقرر میں آفتاب کی تابش، غرض نظام زراعت کی ساری عظیم الشان مشینری کو حرکت میں لانا بندہ کی قدرت میں ہے یا اللہ کی۔

اَصْحٰبُ الشِّمَالِ ﴿٤١﴾ فِیْ سَمُوْمٍ وَّحَمِیْمٍ ﴿٤٢﴾ وَّظِلٍّ
بائیں والے کیسے بُرے ہیں! لُو کی لپٹ میں ہونگے اور کھولتے ہوئے پانی میں، اور سیاہ دھوئیں

مِّنْ یَّحْمُوْمٍ ﴿٤٣﴾ لَّا بَارِدٍ وَّلَا كَرِیْمٍ ﴿٤٤﴾ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ
کے سایہ میں جو نہ ٹھنڈا ہوگا نہ فرحت بخش ١٤ وہ لوگ اس کے قبل بڑے

ذٰلِكَ مُتْرَفِیْنَ ﴿٤٥﴾ وَكَانُوْا یُصِرُّوْنَ عَلَى الْحِنْثِ
خوشحال تھے اور بڑے بھاری گناہ پر اصرار کرتے

الْعَظِیْمِ ﴿٤٦﴾ وَكَانُوْا یَقُوْلُوْنَ ۙ اَئِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّ
رہتے تھے ١٥ اور کہا کرتے تھے کہ بھلا جب ہم مر گئے اور مٹی اور ہڈیاں ہو کر

عِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴿٤٧﴾ اَوَ اٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ ﴿٤٨﴾
رہ گئے تو کیا پھر سے زندہ اُٹھائے جائینگے؟ اور ہمارے اگلے باپ دادا بھی؟ ١٦

قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ ﴿٤٩﴾ لَمَجْمُوْعُوْنَ ۙ اِلٰى
آپ کہہ دیجئے کہ اگلے اور پچھلے سب ہی جمع کئے جائینگے، ایک

مِیْقَاتِ یَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿٥٠﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ اَیُّهَا الضَّآلُّوْنَ
یوم معین کے وقت پر پھر تم کو اے گمراہو!

الْمُكَذِّبُوْنَ ﴿٥١﴾ لَاٰكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ ﴿٥٢﴾
جھٹلانے والو درخت زقوم میں سے کھانا ہوگا

فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ﴿٥٣﴾ فَشٰرِبُوْنَ عَلَیْهِ مِنَ
پھر اُس سے پیٹ بھرنا ہوگا پھر اُس پر کھولتا پانی

١٤ یعنی دنیا میں سایہ سے جو نفع بھی خیال میں آتے ہیں، خواہ جسمانی ہوں شلاً برودت یا نفسیاتی شلاً لذت، یہ سب اُس دوزخی سایہ سے منفی ہونگے اور سایہ صرف نام ہی کا ہوگا ورنہ وہ نہ ٹھنڈک پہنچانے والا ہوگا نہ اور کسی طرح پر آرام دہ۔ فی سموم۔ سموم کے معنی لو کی تیز لپٹ کے ہیں جو جسم کے اندر تک جھلس دے۔ السموم الریح الحارة التی تؤثر تاثیر السم (راغب) فی السموم ای فی حر نار ینفذ فی المسام (کشاف) اَصْحٰبُ الشِّمَالِ یعنی وہ جنکے بائیں ہاتھ میں ان کا نامۂ اعمال دیا جائیگا۔ اَصْحٰبُ المشئمة کا ذکر ابھی اُوپر گذر چکا ہے۔ وَلَا كَرِیْمٍ۔ عربی زبان میں کرم بہت وسیع معنی میں ہے۔ ہر قابل مدح صفت کو صفت کرم سے تعبیر کر دیتے ہیں اور موقع نفی پر اس کا استعمال اکثر ہوتا ہے۔ وکل شیء شرفت فی بابه فانه یوصف بالکرم (راغب) والعرب تتبع هذه اللفظة فی النفی فیقولون هذا الطعام لیس بطیب ولا کریم هذا اللحم لیس بسمین ولا کریم وهذه الدار لیست بنظیفة ولا کریمة (ابن جریر) لَا بَارِدٍ وَّلَا كَرِیْمٍ۔ مراد یہ ہے کہ وہ سایہ دنیا کے متعارف سایہ کے برعکس اور گرمی پہنچانے والا اور تکلیف دہ ہوگا۔ سماه ظلا ثم نفی عنه برد الظل وروحه ونفعه (کشاف) والمعنی انه ظل حار ضار (کشاف) ١٥ یعنی کفر و شرک پر۔ والمراد کما روی عن قتادة والضحاک وابن زید الشرک وهو ظاهر (روح) قبل ذٰلك۔ یعنی دنیا میں۔ اِنَّهُمْ ..... مُتْرَفِیْنَ۔ یعنی اپنی خوشحالی کے غرہ میں دنیوی مادی زندگی میں مست تھے۔ اور ایمانی صداقتوں سے انکار پر مُصر تھے۔ ١٦ یہ وہی گروہ ہے، جس کی جانشینی اور ترجمانی آج مادی تہذیب و تمدن میں مبتلا بیسویں صدی کی "روشن خیال" دنیا کر رہی ہے۔ مصری، یونانی، رومی، ہر جاہلی تمدن میں ایک گروہ ان خیالات کا ترجمان رہا ہے، اور آج یورپ اور یورپ زدہ سارے ملکوں کا تمدن اسی انکار آخرت کے عقیدہ میں شریک ہے۔

عِيْنٌ ﴿٢٢﴾ كَاَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُوْنِ ﴿٢٣﴾ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا
بڑی آنکھوں والیاں، جیسے پوشیدہ رکھا ہوا موتی — یہ اُن کے عمل کے صلہ میں
يَعْمَلُوْنَ ﴿٢٤﴾ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا تَاْثِيْمًا ﴿٢٥﴾ اِلَّا
ملے گا ۹ — وہ وہاں نہ بک بک سُنیں گے — نہ اور کوئی بیہودہ بات — بس
قِيْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا ﴿٢٦﴾ وَاَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ۙ مَآ اَصْحٰبُ
(ہر طرف) سلام ہی سلام کی آواز آئیگی ۱۰ اور جو داہنے والے ہیں — وہ داہنے والے
الْيَمِيْنِ ﴿٢٧﴾ فِيْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ ﴿٢٨﴾ وَّطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ ﴿٢٩﴾
کیسے اچھے ہیں، وہ وہاں ہونگے جہاں بے خار بیریاں ہونگی، اور تہ بہ تہ — کیلے ہوں گے
وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ ﴿٣٠﴾ وَّمَآءٍ مَّسْكُوْبٍ ﴿٣١﴾ وَّفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ ﴿٣٢﴾
اور لمبا سایہ ہوگا — اور چلتا ہوا پانی ہوگا — اور کثرت سے میوے ہونگے
لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ ﴿٣٣﴾ وَّفُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ ﴿٣٤﴾
جو نہ ختم ہونگے — اور نہ اُن کی روک ٹوک ہوگی ۱۱ — اور اُونچے فرش — ہوں گے
اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً ﴿٣٥﴾ فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا ﴿٣٦﴾ عُرُبًا
ہم نے وہاں کی عورتوں کو خاص طور پر بنایا ہے، یعنی ہم نے انہیں ایسا بنا دیا ہے کہ وہ کنواری رہینگی اور
ع ١٤ ٢٨ اَتْرَابًا ﴿٣٧﴾ لِّاَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ﴿٣٨﴾ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿٣٩﴾
محبوبہ اور ہم عمر (انہیں)، داہنے والوں کے لئے ۱۲ — اُن کا ایک بڑا گروہ اگلوں میں سے بھی ہوگا
وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ﴿٤٠﴾ وَاَصْحٰبُ الشِّمَالِ ۙ مَآ
اور ایک بڑا گروہ پچھلوں میں سے بھی ۱۳ — اور وہ جو بائیں والے ہیں — وہ

۹ اس قسم کے مضمون سے مقصود حُسنِ عمل کے لئے ترغیب اور ہمت افزائی ہے اور قرآن مجید ایسی آیتوں سے بھرا پڑا ہے۔ جنت کی مادی لذتیں کیا یہاں اور کیا قرآن کے دوسرے مقامات میں جو بیان ہوئی ہیں، ان میں قدرتاً سب سے مقدم اہل عرب کے مذاق کو رکھا گیا ہے کہ وہی مخاطب اوّل تھے۔ اگر ایسی نعمتوں کی تصریح کی جاتی جو مذاق عرب سے بالکل مختلف چین یا جاپان یا جرمنی یا فرانس والوں کے ذوق کی ہوتیں تو ظاہر ہے کہ اہل عرب انہیں میں اُلجھنے لگتے اور مخاطبین اول کو خواہ مخواہ جھگڑے بکھیڑے کے لئے ایک اور موقع نکل آتا۔ قرآن مجید نے غایت ژرف نگاہی اور کامل نکتہ سنجی سے کام لے کر عام اور عالمگیر مذاق کی نعمتوں اور لذتوں کا ذکر صرف اجمالی اشارات کر کے چھوڑ دیا ہے۔ اور تفصیل جو بیان کی ہے، وہ صرف مخاطبین اوّل کے مذاق کی رعایت سے ہے۔ كَاَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُوْنِ۔ تشبیہ سے مقصود غایت حُسن وغایت عصمت دونوں کا اظہار ہے۔ ۱۰ (فرشتوں کی طرف سے بھی اور باہم اہل جنت کی زبان سے بھی) خلاصہ یہ کہ لذت و مسرت ہی ہر طرح حاصل رہیگی جسمانی بھی، رُوحانی بھی۔ لَا . . تَاْثِيْمًا۔ یعنی کوئی آواز انکے عیش کو مکدر کرنے والی ان کے کان میں نہ پڑنے پائیگی۔ ۱۱ بخلاف دنیا کے میووں اور پھلوں کے کہ فصل کے ختم پر یہ بھی ختم ہو جاتے ہیں اور ان کے لئے روک ٹوک بھی ان کے مالکوں کی طرف سے جاری رہتی ہے۔ اب بیان المقربون السابقون (حضرت انبیاء وغیرہم) کے بعد اصحٰب الیمین (عامۂ مومنین) کی خوش عیشیوں کا ہو رہا ہے۔ ۱۲ اہل جنّت کی خوش عیشی کی تکمیل کے لئے دوسری لذتوں کے ساتھ لذت مواصلت کا ذکر بھی ضروری تھا، یہاں یہ بتایا کہ جنت کی عورتوں کی (اور اس میں حوریں بھی داخل ہوگئیں اور اس دنیا کی جنتی بیویاں بھی) بناوٹ ایک خاص قسم کی ہوگی، ان کا شباب، ان کا حُسن وجمال، دلکشی اور اہل جنت کے ساتھ انکی ہمعمری یہ سب چیزیں مستقل، پائدار اور دائمی ہونگی، اس دنیا کی نعمتوں کی طرح فنا پذیر نہ ہونگی۔ ۱۳ یعنی عام مؤمنین اسی اُمّت کے بھی بڑی کثرت سے ہونگے۔ "مقربین کی جزا میں وہ سامان عیش زیادہ مذکور ہے جو اہل شہر کو زیادہ مرغوب ہے۔ اور اصحٰب الیمین کی جزا میں وہ سامان عیش زیادہ مذکور ہے جو اہل قریہ کو زیادہ مرغوب ہے پس اشارہ اس طرف ہوگیا کہ اُن میں ایسا تفاوت ہوگا جیسا اہل شہر و اہل قریہ میں۔" (تھانویؒ) "اور بعض روایات میں جو آیا ہے، هُمَا جميعًا من هٰذه الأمة۔ یہ اس طور پر مأوّل ہے کہ مقصود تفسیر آیت کی نہ ہو بلکہ مطلب یہ ہو کہ جس طرح قرآن میں مذکور ہے کہ اوّلین میں مقربین زیادہ ہیں اور آخرین میں کم، اسی طرح خود اس آیت میں بھی یہی نسبت ہوگی کہ قرون اُولیٰ میں مقربین زیادہ ہونگے۔ اور متاخرین میں کم۔ گو یہ قرآن کا مدلول نہ ہو۔" (تھانویؒ) ثلة۔ من الاولين۔ من الآخرين۔ ان سب پر حاشیے ابھی قریب ہی میں گذر چکے۔

فَكَانَتْ هَبَآءً مُّنْۢبَثًّا ﴿٦﴾ وَّكُنْتُمْ اَزْوَاجًا ثَلٰثَةً ﴿٧﴾ فَاَصْحٰبُ
پھر وہ پراگندہ غبار بن جائینگے اور تم تین قسم کے ہو جاؤ گے ۵۲ سو جو

الْمَيْمَنَةِ ۙ مَآ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ﴿٨﴾ وَاَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ۙ
داہنے والے ہیں، وہ داہنے والے کیسے اچھے ہیں ۵۳ اور جو بائیں والے ہیں

مَآ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ﴿٩﴾ وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ﴿١٠﴾ اُولٰٓئِكَ
وہ بائیں والے کیسے برُے ہیں ۵۴ اور جو اعلیٰ درجہ کے ہیں وہ اعلیٰ ہی درجہ کے ہیں، ۵۵ وہ

الْمُقَرَّبُوْنَ ﴿١١﴾ فِىْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿١٢﴾ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿١٣﴾
خاص قرب والے ہیں یہ لوگ عیش (و آرام) کے باغوں میں ہونگے (ان میں) ایک بہت بڑا گروہ اگلوں کا ہوگا ۵۶

وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ﴿١٤﴾ عَلٰى سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ ﴿١٥﴾
اور تھوڑے سے پچھلوں میں ۵۷ یہ (مقربین) سونے کے تاروں سے بنے ہوئے تختوں پر

مُّتَّكِئِيْنَ عَلَيْهَا مُتَقٰبِلِيْنَ ﴿١٦﴾ يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ
تکیہ لگائے آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے ان کے پاس لڑکے جو ہمیشہ لڑکے ہی

مُّخَلَّدُوْنَ ﴿١٧﴾ بِاَكْوَابٍ وَّاَبَارِيْقَ ۙ وَكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ ﴿١٨﴾
رہیں گے یہ چیزیں لے کر آمد و رفت رکھینگے آبخورے اور آفتابے اور بہتی ہوئی شراب کے لبریز جام

لَّا يُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا وَلَا يُنْزِفُوْنَ ﴿١٩﴾ وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا
جس سے نہ ان کو درد سر ہوگا، اور نہ اُس سے عقل میں فتور آئیگا ۵۸ اور میوے جن کو وہ

يَتَخَيَّرُوْنَ ﴿٢٠﴾ وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿٢١﴾ وَحُوْرٌ
پسند کریں اور پرندوں کا گوشت جو انہیں مرغوب ہو اور گوری

۵۲ (اے انسانو! بلحاظ اپنے انجام وثمرات عمل کے) آخرت میں نسل انسانی تین طبقوں میں منقسم نظر آئیگی - ایک خواص مومنین یا مقربین، دوسرے عوام مومنین، تیسرے منکرین یا کفار- پچھلی صورت میں بھی ذکر انہیں تین طبقات کا تھا- كُنْتُمْ - خطاب یہاں موجودہ اُمّت اور سابق اُمّتوں سے مجموعی طور پر ہے- خطاب للامة الحاضرة والامم السالفة تغليبا كما ذهب اليه الكثير (روح) اَزْوَاجًا - زوج - یہاں صنف یا قسم کے معنی میں ہے - ازواجا اى اصنافا (کشاف) ۵۳ مُراد عام مومنین ہیں یا وہ لوگ جن کا نامۂ اعمال ان کے داہنے ہاتھ میں دیا جائیگا- ۵۴ مُراد منکرین وکفار ہیں- یہ وہ لوگ ہیں جن کا نامۂ اعمال انکے بائیں ہاتھ میں دیا جائیگا- ۵۵ مراد حضرات انبیاء کرام اور پھر اُن کے بعد اولیاء اُمّت اور متقین کاملین ہیں- وَالسّٰبِقُوْنَ - یعنی اپنی طاعت وعبدیت کے لحاظ سے درجۂ اوّل والے - اى السابقون الى الخير (روح) والسابقون الى طاعة الله (روح) السّٰبِقُوْنَ - یعنی اپنے اجر وصلہ اور مرتبۂ اُخروی کے لحاظ سے درجۂ اوّل والے - اى السابقون الى الجنة (روح) السابقون الى رحمته سبحانه (روح) ۵۶ اگلوں سے مُراد حضرت آدم سے لیکر خاتم النبیین تک ساری اگلی اُمتوں کے لوگ ہیں- اى من الامم الماضية من لدن آدم عليه السلام الى زمان نبينا صلى الله عليه وسلم (روح) المراد بالاولين الامم الماضية هذا رواية عن مجاهد والحسن البصرى وهو اختيار ابن جرير (ابن کثیر) وهم الامم من لدن آدم الى محمد صلعم (کشاف) اس آخری اُمّت کا زمانہ چونکہ قرب قیامت کا زمانہ ہے اس لئے ظاہر ہے کہ اگلی اُمّتوں کے مجموعہ نے اس سے بہت زیادہ زمانہ پایا ہے اور اسی لئے اُن میں مقربین کی تعداد بھی اسی نسبت سے بہت زائد ہو گی- ثُلَّةٌ - اتنے بڑے اژدہام کو کہتے ہیں جو گننے میں نہ آئے - الجماعة غير محصورة العدد (معالم) الامة من الناس الكثيرة (کشاف) ۵۷ یعنی اُمّتِ محمدیہ میں - والمراد بالاٰخرين هذه الامة (ابن کثیر) ملاحظہ ہو حاشیۂ ماقبل- ۵۸ یعنی اُس شراب میں سرور ہی سرور ہوگا، باقی جتنے نقصانات اس دنیا کی شراب میں ہوتے ہیں، وہ کوئی بھی اُس میں موجود نہ ہونگے - یہ قرآن مجید کا کمال بلاغت ہے کہ دو مختصر فقروں میں اُس نے شراب کی ساری ہی خرابیوں کی نفی کر دی - کما لفظتان جمعتا جميع عيوب الخمر (ابن تيمية) عنها من اجليه ہے - اى بسببها (مدارک)

مَّقۡصُوۡرٰتٌ فِی الۡخِیَامِ ۚ﴿۷۲﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۚ﴿۷۳﴾
خیموں میں محفوظ ہوں گی ۳۵ سو تم دونوں اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے

لَمۡ یَطۡمِثۡہُنَّ اِنۡسٌ قَبۡلَہُمۡ وَ لَا جَآنٌّ ۚ﴿۷۴﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ
اُن پر اُن کے قبل نہ کسی انسان نے تصرف کیا ہوگا اور نہ کسی جن نے ۳۶ سو تم دونوں اپنے پروردگار

رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۚ﴿۷۵﴾ مُتَّکِـِٕیۡنَ عَلٰی رَفۡرَفٍ خُضۡرٍ وَّ
کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ یہ لوگ تکیہ لگائے ہوں گے مشجّر سبز اور

عَبۡقَرِیٍّ حِسَانٍ ۚ﴿۷۶﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۷۷﴾ تَبٰرَکَ
عجیب خوبصورت کپڑوں (کے فرش) پر، سو تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ بڑا بابرکت

ع ۳ / ۲۲ / ۱۳ اسۡمُ رَبِّکَ ذِی الۡجَلٰلِ وَ الۡاِکۡرَامِ ﴿۷۸﴾
نام ہے آپ کے پروردگار، عظمت والے احسان والے کا ۳۷

سُوۡرَۃُ الۡوَاقِعَۃِ مَکِّیَّۃٌ وَّ ہِیَ سِتٌّ وَّ تِسۡعُوۡنَ اٰیَۃً وَّ ثَلٰثُ رُکُوۡعَاتٍ
سورۂ واقعہ مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی چھیانوے آیتیں اور تین رکوع ہیں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
شروع اللہ نہایت مہربان بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

اِذَا وَقَعَتِ الۡوَاقِعَۃُ ۙ﴿۱﴾ لَیۡسَ لِوَقۡعَتِہَا کَاذِبَۃٌ ۘ﴿۲﴾ خَافِضَۃٌ
جب قیامت واقع ہوگی جس کے واقع ہونے میں کوئی خلاف نہیں، تو وہ پست کردیگی

رَّافِعَۃٌ ۙ﴿۳﴾ اِذَا رُجَّتِ الۡاَرۡضُ رَجًّا ۙ﴿۴﴾ وَّ بُسَّتِ الۡجِبَالُ بَسًّا ۙ﴿۵﴾
(اور) بلند کردیگی ۱ جبکہ زمین کو سخت زلزلہ آئے گا اور پہاڑ بالکل ریزہ ریزہ ہوجائینگے

۳۵ یعنی ہر طرح پاک دامن اور اچھوتی، جن کا تخیل بھی کسی ذوق سلیم رکھنے والے کو گراں نہ گزرے۔ حُوۡرٌ۔ لفظی معنی گورے رنگ والی کے ہیں۔ مُراد جنت کی نسوانی مخلوق سے ہے، جس کے ذکر سے خدا معلوم آج کی "روشن خیالی" کو اتنی حیا کیوں آتی ہے! سوا اس کے کہ اس کو مسیحیت سے دماغی مرعوبیت پر محمول کیا جائے۔ وہ مسیحیت جس کے نزدیک عورت معصیت مجسم ہے، اور اس کا نام لینا بھی باعث شرم و موجب ذلت۔ ۳۶ آیت ابھی اوپر گذر چکی ہے ــــــــ مقصود یہ ہے کہ جنت کی یہ نعمت عظیم خواص اہل جنت اور عامۂ اہل جنت دونوں کے لئے عام ہوگی۔ ۳۷ (اور جس کے اسم میں یہ برکت و عظمت ہے، تو ظاہر ہے کہ اُس اسم کا مسمّٰی کیسا مبارک اور کیسا کامل اکمل ہوگا!) اسم پر حاشیہ سورۃ البقرہ (پ ۱) عَلَّمَ اٰدَمَ الۡاَسۡمَآءَ کُلَّہَا کے تحت میں گذر چکا ــــــ اسم سے یہاں مراد صفات ہیں جو ذات باری سے غیر نہیں۔ قیل الاسم بمعنی الصفۃ لانہا علامۃ علی موصوفہا (روح)

۱ کسی کو پست کریگی اور کسی کو بلند۔ یعنی کافروں کی ذلت اور مومنین کی رفعت کا پورا ظہور اُسی دن ہوگا۔

اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ﴿٥٦﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا

کسی انسان نے تصرف کیا ہوگا نہ جن نے ۳۰ سو تم دونوں اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو

تُكَذِّبٰنِ ﴿٥٧﴾ كَاَنَّهُنَّ الْيَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ ﴿٥٨﴾ فَبِاَیِّ

جھٹلاؤ گے؟ گویا وہ یاقوت اور مرجان ہیں ۳۱ سو تم دونوں

اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٥٩﴾ هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا

اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ بھلا کمال اطاعت کا بدلہ بجز کمال عنایت کے کچھ اور

الْاِحْسَانُ ﴿٦٠﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٦١﴾ وَمِنْ

بھی ہو سکتا ہے؟ ۳۲ سو تم دونوں اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ اور ان باغوں

دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ ﴿٦٢﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٦٣﴾

سے کم درجہ میں دو اور باغ بھی ہیں ۳۳ سو تم دونوں اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

مُدْهَآمَّتٰنِ ﴿٦٤﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٦٥﴾ فِيْهِمَا عَيْنٰنِ

دونوں گہرے سبز رنگ کے، سو تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ان دونوں میں دو چشمے

نَضَّاخَتٰنِ ﴿٦٦﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٦٧﴾ فِيْهِمَا فَاكِهَةٌ

ہونگے جوش مارتے ہوئے، سو تم دونوں اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ان دونوں میں میوے ہونگے

وَّنَخْلٌ وَّرُمَّانٌ ﴿٦٨﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٦٩﴾ فِيْهِنَّ

اور خرمے اور انار سو تم دونوں اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ اُن میں

خَيْرٰتٌ حِسَانٌ ﴿٧٠﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٧١﴾ حُوْرٌ

اچھی سیرت والیاں اچھی صورت والیاں ہونگی ۳۴، سو تم دونوں اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ گورے رنگ والیاں

۳۰ یعنی ہر طرح غیر مستعمل اور اچھوتی) اس میں ایک بار پھر بشارت اور صراحت ہے کہ روحانی نعمتوں کے ساتھ ساتھ مادّی لذّتیں بھی اپنی تفصیلات و جزئیات کے ساتھ اہل جنت کو پوری طرح حاصل رہینگی۔ اس دنیا سے کم نہیں زائد ہی۔ ۳۱ یعنی خوب سُرخ و سفید، گوری چٹی، حسن و جمال مجسّم۔ ۳۲ یہ سب ذکر خواص اہل جنت کا ہو رہا ہے۔ اِحْسَان کے معنی احُسن پیدا کرنے کے ہیں۔ جب بندوں نے طاعت و اطاعت میں حسن پیدا کرکے دکھا دیا تو کیسے ممکن ہے کہ مالک کی طرف سے صِلہ و انعام بھی حُسن کاری کی حد تک نہ پہنچے۔ ۳۳ خواص کے بعد اب ذکر عامّۂ اہل جنّت کی نعمتوں کا شروع ہو رہا ہے۔ ۳۴ جنّت کی مادّی نعمتوں کا بیان اجمالاً نہیں۔ بلکہ ایک ایک جزئیہ کی صراحت کے ساتھ ہو رہا ہے۔ فِيْهِنَّ ضمیر هن سے مراد یہ ہے کہ اُن باغوں، چمنوں، گلشنوں کے اندر جو آراستہ و پیراستہ کوٹھیاں بنگلے، حویلیاں، محل سرائیں ہوں گی، اُن میں۔

وقف لازم

تُكَذِّبٰنِ ﴿٤٢﴾ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿٤٣﴾

جھٹلاؤ گے؟ یہی وہ جہنم ہے جسے مجرم لوگ جھٹلاتے رہے تھے

يَطُوْفُوْنَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيْمٍ اٰنٍ ﴿٤٤﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا

ان لوگوں پر پھیرا ہوتا رہیگا اُسکے اور گرم کھولتے پانی کے درمیان ۲۴، سو تم اپنے پروردگار کی کن کن

تُكَذِّبٰنِ ﴿٤٥﴾ وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ﴿٤٦﴾ فَبِاَيِّ

نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ اور جو کوئی اپنے پروردگار کے سامنے کھڑے ہونیسے ڈرتا رہا اسکے لئے دو دو باغ ہونگے ۲۵ سو تم

ع ٢ / ١٢

اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٤٧﴾ ذَوَاتَآ اَفْنَانٍ ﴿٤٨﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا

اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ (اور وہ باغ بھی) خوب شاخوں والے ۲۶ سو تم اپنے پروردگار کی کن کن

تُكَذِّبٰنِ ﴿٤٩﴾ فِيْهِمَا عَيْنٰنِ تَجْرِيٰنِ ﴿٥٠﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا

نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ان باغوں میں دو دو چشمے بھی بہتے ہی چلے جائینگے، سو تم اپنے پروردگار کی کن نعمتوں

تُكَذِّبٰنِ ﴿٥١﴾ فِيْهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجٰنِ ﴿٥٢﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ

جھٹلاؤ گے؟ اور ان باغوں میں ہر میوہ کی دو دو قسمیں ہونگی ۲۷ سو تم اپنے پروردگار

رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٥٣﴾ مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى فُرُشٍۢ بَطَآئِنُهَا مِنْ

کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ وہ لوگ تکیہ لگائے فرشوں پر بیٹھے ہونگے جن کے استر دبیز ریشم

اِسْتَبْرَقٍ ۭ وَجَنَا الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ ﴿٥٤﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا

کے ہونگے ۲۸ اور دونوں باغوں کے پھل بہت ہی قریب ہونگے ۲۹ سو تم دونوں اپنے پروردگار کی

تُكَذِّبٰنِ ﴿٥٥﴾ فِيْهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ ۙ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ

کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ اُن (مکانات) میں نیچی نگاہ والیاں ہونگی کہ ان لوگوں سے پہلے اُن پر

۲۴ یعنی کبھی اس طرح معذب ہونگے کبھی اُس طرح ——— کبھی انہیں سابقہ دہکتی ہوئی آگ کے عذاب سے پڑیگا اور کبھی کھولتے ہوئے پانی کے عذاب سے۔ ۲۵ یہ ذکر خواص اُمّت اور اعلیٰ متقیوں کا ہے جو برابر ہر وقت ڈرتے رہتے ہیں۔ وَلِمَنْ ..... رَبِّهٖ۔ جو کوئی حق تعالیٰ کے سامنے حاضری سے ڈرتا رہے اور اُس ڈر سے برابر طاعت حق میں لگا رہے۔ محدثین نے آیت کے ذیل میں ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ سے ڈرنے والے کو جنت کی بشارت دی، اس پر صحابی ابو درداءؓ نے عرض کیا کہ اگر ایسا بندہ چوری اور زنا کرے تو بھی؟ حضورؐ نے یہ آیت پڑھ کر ارشاد فرمایا کہ ہاں بندہ اگر چوری اور زنا کرے تو بھی۔ اس پر صحابی نے حیرت سے دوبارہ وہی سوال کیا۔ مکرر وہی جواب ارشاد ہوا۔ یہاں تک کہ تیسری بار کے سوال کے جواب میں ارشاد ہوا کہ ہاں، چاہے ابو درداء کو کیسا ہی ناگوار گذرے۔ تفصیل حافظ ابن کثیرؒ کی تفسیر میں ملیگی ——— بندۂ مومن کے لئے اس کی کمزوریوں کے باوجود کیسی کیسی بشارتیں اہل حق کے مذہب میں موجود ہیں! ۲۶ جن کا سایہ بھی خوب گھنا اور گنجان ہوگا، اور جو پھل پھلاریوں سے بھی خوب لدے ہونگے۔ ۲۷ یہ غالباً تلذذ میں تنوع کے بیان کے لئے ہے ——— غرض یہ کہ روحانی، عقلی، فکری لذتوں کے ساتھ ساتھ جسمانی و مادّی لذتیں بھی پوری طرح ہونگی۔ ۲۸ (اور جب استر یعنی اندر کا حصّہ ایسا نفیس ہوگا تو ابرا یعنی باہر کا حصّہ جیسا ہوگا ظاہر ہے) ۲۹ (اہل جنّت سے ہر حال میں) یعنی اہل جنت انہیں کھڑے، لیٹے بیٹھے، ہر حال اور ہر وضع میں بلا ادنیٰ مشقت و تعب حاصل کرلیا کریں گے۔

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا
اے گروہ جن وانس اگر تمہیں یہ قدرت ہے کہ
مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا ؕ لَا تَنْفُذُوْنَ
آسمانوں اور زمین کے حدود سے کہیں باہر نکل جاؤ تو نکل دیکھو (لیکن) بغیر زور کے
اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ۚ ﴿۳۳﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۳۴﴾ يُرْسَلُ
نکل سکتے ہی نہیں ہو ف۱۹ سو تم دونوں اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ تم دونوں پر
عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ ۙ وَّنُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرٰنِ ۚ ﴿۳۵﴾
آگ کا شعلہ اور دُھواں چھوڑا جائیگا سو تم نہ ہٹا سکو گے ف۲۰
فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۳۶﴾ فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ
سو تم دونوں اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ غرض جب آسمان پھٹ جائیگا
فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ ۚ ﴿۳۷﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۳۸﴾
اور سُرخ ہو جائیگا مثل سُرخ نری کے ف۲۱ سو تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟
فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُسْئَلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖۤ اِنْسٌ وَّلَا جَآنٌّ ۚ ﴿۳۹﴾ فَبِاَيِّ
اُس روز کسی انسان اور جن سے اُس کے جُرم کے باب میں نہ پوچھا جائیگا ف۲۲ سو تم اپنے
اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۰﴾ يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمٰهُمْ
پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ مجرم لوگ تو اپنے حُلیہ ہی سے پہچان لئے جائینگے
فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِيْ وَالْاَقْدَامِ ۚ ﴿۴۱﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا
اور پھر پیشانیوں اور پیروں کے بل پکڑ لئے جائینگے ف۲۳ سو تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو

ف۱۹ (اور وہ زور تمہیں میسّر ہے نہیں) مقصود اس سے وقوعِ حساب کی تاکید ہے یعنی اس کا احتمال ہی نہیں کہ کوئی بچکر نکل جائے اور جب آج بھی اس کا امکان نہیں تو قیامت میں تو مخلوق کا عجز اور زیادہ ظاہر و نمایاں ہوگا۔ ف۲۰ مجرموں کا اپنے جرائم کی ناگزیر پاداش سے قبل از وقت مطلع و آگاہ و خبردار ہوجانا بھی ایک بڑی نعمت ہے کہ توبہ و کفارہ کا موقع ابھی باقی ہے اور اسی لئے قرآن مجید نے اس اطلاع و اعلام کا شمار بھی نعمتوں ہی میں کیا ہے۔ ف۲۱ (اور یہ سب قیامت کے دن واقع ہوگا) كَالدِّهَانِ۔ دھان کے مختلف معنی منقول ہوئے ہیں۔ یہاں اتباع حضرت ابن عباسؓ کے قول کا کیا گیا ہے۔ قال الضحاك عن ابن عباس الاديم الاحمر (ابن کثیر) وقال الكلبي هي كالاديم الاحمر (معالم)۔ ف۲۲ (عالم الغیب کی واقفیت کے لئے کہ اُسے خود ہی سب کچھ معلوم ہے) جس سوال کی یہاں نفی ہو رہی ہے وہ علم و اخبار کی غرض سے ہے۔ باقی جو سوال و حساب دوسروں کو معلوم کرانے یا خود مجرم پر حجت قائم کرنے یا اسے عار دلانے، یا اُس پر کسی اور نوع سے مزید عذاب کے لئے ہو، ان میں سے کسی کی نفی یہاں مقصود نہیں۔ ف۲۳ (اور طرح طرح کی تعذیب کے ساتھ دوزخ میں ڈال دیے جائینگے) يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمٰهُمْ۔ یعنی منکروں، مجرموں کا چہرہ خود ان کے جرائم کا آئینہ ہوگا، فرشتوں کو کسی مزید تحقیق کی ضرورت ہی نہ ہوگی۔ صوفیۂ عارفین کی تحقیق ہے کہ ناسوت میں ہر معصیت کے نقوش چہرہ اور سارے جسم پر مرتسم ہوجاتے ہیں۔ اور آخرت میں یہی نقوش جو آج مخفی ہیں خوب واضح و نمایاں ہوجائینگے ؎

سیرتے کو بر نہادت غالب ست — ہم بر آں تصویر حشرت واجب است
حشر پُر حرص سگ مُردار خوار — صورت خُوکے بود روز شمار
زانیاں را گندہ اندام نہاں — خمر خواراں را بود گندہ دہاں

(مثنوی مولانائے روم رح)

ےلہ۱۳ ماہرینِ فن کا بیان ہے کہ سطحِ زمین کے نیچے پانی کے دو مستقل نظام جاری ہیں۔ ایک سلسلہ آبِ شور کا ہے جو سمندروں سے ظاہر ہوتا ہے۔ دوسرا سلسلہ آبِ شیریں کا ہے جو عموماً کنوئیں، دریاؤں، جھیلوں سے نکلتا رہتا ہے۔ کائناتِ انسانی کے واسطے دونوں اپنی اپنی جگہ نہایت ضروری ہیں۔ آیت میں اس حکمت وصنعت کی طرف توجہ دلائی ہے کہ دونوں نظام پوری طرح قائم بھی ہیں اور پھر ایک دوسرے سے گڈمڈ اور مدغم نہیں ہونے پاتے۔ ملاحظہ ہوں سورۃ الفرقان (پ۱۹) کے حاشیے۔ ےلہ۱۴ موتی اور مونگے دونوں کے تجارتی، طبعی، معاشی، معاشری منافع اور ان کے وجود کا نعمت میں سے ہونا بالکل ظاہر ہے۔ قرآن مجید کا ان قیمتی اور بحری موجودات کا محلِ نعمت میں ذکر کرنا خود اس امر پر ایک دلیل ہے کہ اسلام نہ کوئی خشک وزاہدانہ وراہبانہ اور تمدن بیزار مذہب ہے اور نہ یہ دین صرف صحرائے عرب کے باشندوں کی ضروریات تک کے لئے محدود ہے۔ مِنْهُمَا۔ اس ضمیرِ تثنیہ سے یہ لازم نہیں آتا کہ دونوں چیزیں دونوں ہی نظاماتِ آبی میں موجود ہوں۔ دونوں کے صرف مجموعہ میں ان کا موجود ہونا بالکل

مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ۝١٩ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ ۝٢٠
اُسی نے دو دریاؤں کو ملایا کہ باہم ملے ہوئے بھی ہیں (اور) دونوں کے درمیان ایک حجاب (بھی) ہے کہ دونوں
فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝٢١ يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ
(آگے) بڑھ نہیں سکتے ےلہ۱۳ سو تم دونوں اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ان دونوں سے موتی اور
وَالْمَرْجَانُ ۝٢٢ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝٢٣ وَلَهُ الْجَوَارِ
مونگا برآمد ہوتے ہیں ےلہ۱۴ سو تم دونوں اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ اور اُسی کے اختیار میں
الْمُنْشَئٰتُ فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ۝٢٤ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا
ہیں جہاز جو سمندر میں پہاڑوں کی طرح اونچے کھڑے ہیں ےلہ۱۵ سو تم دونوں اپنے پروردگار کی کن
النصف ع ۲۵ ۱ ۱۱ تُكَذِّبٰنِ ۝٢٥ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝٢٦ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ
کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ زمین پر جو بھی ہیں سب فنا ہونے والے ہیں، اور صرف آپ کے پروردگار کی ذات،
ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ۝٢٧ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝٢٨
عظمت واحسان والی، باقی رہ جانے والی ہے ےلہ۱۶ سو تم دونوں اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟
يَسْـَٔلُهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ
اُسی سے سب آسمان اور زمین والے طلب کرتے رہیں وہ ہر وقت کسی نہ کسی کام
فِيْ شَاْنٍ ۝٢٩ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝٣٠ سَنَفْرُغُ
میں رہتا ہے ےلہ۱۷ سو تم دونوں اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ سو ہم عنقریب اے جن و
لَكُمْ اَيُّهَ الثَّقَلٰنِ ۝٣١ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝٣٢
انس تمہارے لئے فارغ ہوئے جاتے ہیں ےلہ۱۸ سو تم دونوں اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

کافی ہے۔ ےلہ۱۵ جہازوں کے بھی تمدنی، معاشری، سیاسی، تجارتی منافع بالکل ظاہر ہیں ——— قرآن مجید نے بحری تجارت کو بارہا سراہا ہے۔ کہیں صراحۃً اور کہیں دلالۃً وتضمناً۔ اور یہاں تو جہازوں سے جو اور کام بھی لئے جا سکتے ہیں، جنگی اغراض، تفریحی اغراض، جغرافی اغراض وغیرہا ان سب کی طرف اشارہ آگیا ہے۔ کالاعلام۔ اس تشبیہ سے یہ بھی صاف ہوگیا کہ قرآن مجید کے پیشِ نظر محض معمولی ہلکی کشتیاں، ڈونگی وغیرہ کے قسم کی نہیں، بلکہ بڑے بڑے قدآور بادبانی، دخانی، جنگی جہاز وغیرہ جو بعد کو ایجاد ہوئے یہ سب اس کے پیشِ نظر تھے۔ قرآن مجید ان ایجادات واختراعات کا مخالف نہیں، صرف ان کے سوءِ استعمال کا مخالف ہے۔ لہ۔ یہ لاکر یہ جتا دیا کہ ان ایجادات واختراعات کو کہیں غفلت وخدافراموشی میں پڑ کر اپنی ذات کی جانب نہ منسوب کرنے لگنا۔ بلکہ خدا اور آخرت کو یاد رکھ کر یہ سمجھتے رہنا کہ یہ سارے کمالات محض توفیقِ الٰہی سے مرحمت ہوئے ہیں، اور آخرت میں ان سب کے صحیح مصرف کی بابت جواب دینا ہے ——— یہ احساسِ ذمہ داری رکھنے والی قوم کبھی بھی جابر، قاہر، دوسروں کے حق میں غیر عادل ہو سکتی ہے؟ ےلہ۱۶ یہاں یہ صاف بتا دیا کہ زمین پر موجودات جتنی اور جس قسم کی بھی ہے، چاہے وہ مادہ ہو، یا روح۔ سب کی سب فانی اور غیر باقی ہے۔ باقی اور قائم ودائم صرف الحی والقیوم کی ذات پاک ہے۔ علیھا۔ ضمیر ھا کا الارض کی طرف راجع ہونا بالکل ظاہر اور غیر اختلافی ہے۔ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ۔ محققین عارفین نے کہا ہے کہ صفتِ جلال میں اشارہ ہے افنائِ عالم کی طرف اور صفتِ اکرام ابقاء کی طرف مشیر ہے جس کا تعلق نشأۃ ثانیہ سے ہے۔ امام رازیؒ نے فرمایا ہے کہ الجلال کے تحت میں تمام صفاتِ سلبی ونفی حق تعالیٰ کے آگئے۔ اور الاکرام کے ماتحت تمام صفات اثباتی وایجابی۔ وَجْهُ۔ وجہ سے مراد ذات ہوتی ہے اور اس پر حاشیہ پہلے گزر چکا ہے۔ الوجہ یطلق علی الذات (کبیر)۔ ےلہ۱۷ یعنی کائنات میں تصرفات جو ہر لحظہ اور ہر آن جاری رہتے ہیں۔ یہ نتیجہ ہیں تمامتر اللہ تعالیٰ کی ہمہ وقتی توجہ والتفات کا، یہ ممکن نہیں کہ حق تعالیٰ پر غفلت اور بے التفاتی ایک آن کے لئے بھی طاری ہو ——— یہیں سے رد نکل آیا ان گمراہ قوموں کا جن کے نزدیک خدا دنیا کو ایک بار پیدا کر کے اب معطل اور اس سے بے تعلق ہو بیٹھا ہے، یہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ خدا ایک بار کے عملِ تخلیق کے بعد اب معطل ہے۔ اسلام کے عقیدہ میں اس خالق اکبر وقادرِ مطلق کی کن فیکونی قوت کا ظہور ہر آن ہر لمحہ کائنات کی ادنیٰ سی ادنیٰ حرکت وتصرف میں ہوتا رہتا ہے۔ آگ اس لئے نہیں جلاتی اور پانی اس لئے نہیں ڈبوتا کہ آگ اور پانی میں کوئی فطری خاصیت جلانے اور ڈبونے کی موجود ہے، بلکہ صرف اس لئے کہ جلانے اور ڈبونے کے ہر ہر جزئی واقعہ سے متعلق مشیت کا حکم ہی یہی ہوتا رہتا ہے! اسلام کا خدا اپنی خلاقی اور فعالی کے تجلیات ہر لحظہ اور ہر آن دکھاتا رہتا ہے۔ كُلَّ يَوْمٍ۔ یوم سے مراد یہ متعارف دن رات نہیں بلکہ مطلق وقت اور اس کا ہر حصہ مراد ہے۔ يَسْـَٔلُهٗ ..... الارض یعنی ساری کی ساری مخلوقات چاہے وہ آسمانی ہو یا زمینی، اپنی اپنی حاجتیں اور مرادیں اسی حق تعالیٰ سے طلب کرتی رہتی ہیں۔ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کے اطلاق میں حضرات انبیاء کے علاوہ جنات، فرشتے سب ہی آگئے۔ مخلوق کوئی سی بھی ایسی نہیں جو اپنے اپنے مرتبۂ وجود کے لحاظ سے صاحبِ حاجت نہ ہو، اور حاجت روا سب کا حق تعالیٰ ہی ہے۔ ےلہ۱۸ یعنی عنقریب تمہارا حساب وکتاب شروع کرنے والے ہیں۔ سَنَفْرُغُ۔ فراغت یا فارغ ہونے کا لفظ جہاں محاورۂ انسانی کے مطابق محض بطور مجاز ومبالغہ کے استعمال ہوا ہے مراد صرف توجہ تام کو ظاہر کرنا ہے جو انسان کو عموماً دوسرے کاموں سے فراغت کے بعد ہی حاصل ہوتی ہے ورنہ ذاتِ باری کے لئے یہ ممکن نہیں کہ اس کی ایک مشغولی دوسری طرف توجہ سے مانع ہو جائے۔ سنفرغ میں س عنقریب کے معنی میں ہے یعنی اس دنیا کے کاروبار کو ہم عنقریب ختم کر کے دوسرا دور جزائے اعمال کا شروع کرنے والے ہیں۔ ثَقَلٰنِ سے مراد جنس جن وجنس انس ہیں۔ الثقلان الانس والجن لانھما ثقلا بالتمیز الذی فیھما علی سائر الحیوان (راغب)۔ سمیا ثقلین لتفضیل اللہ تعالیٰ ایاھما علی سائر الحیوان المخلوق فی الارض بالتمییز والعقل الذی خصا بہ (ان)۔

۲ نطق وبیان کی نعمت تکوینی حیثیت سے بہت بڑی نعمت ہے۔ انسانیت کے لئے بھی مایۂ شرف اور حیوانیت و انسانیت کے درمیان یہی فارق ہے منطقیوں اور فلسفیوں نے انسان کی تعریف ہی جو حیوان ناطق سے کی ہے وہ سب اسی جانب مشیر ہے۔ خَلَقَ الْاِنْسَانَ۔ انسان کا مقصدِ تخلیق چونکہ اسلام میں بہترین وبرترین اُخروی نعمتوں سے سرافراز ہونا ہے اسلئے انسان کا خلعتِ وجود سے مشرف ہونا بجائے خود ایک بہت بڑی نعمت ہے۔ دو لفظی آیت سے اور بھی متعدد تعلیمات نکلتی ہیں:۔ (۱) ایک یہ کہ انسان خود بخود وجود میں نہیں آگیا کسی کا پیدا کیا ہوا ہے۔ (۲) پیدا کیا ہوا بھی خدائے رحمٰن کا ہے۔ اس لئے اسکی خلقت سرتا سر رحمت وحکمت ہی کا ثمرہ ہے۔ (۳) انسان اپنے خالق ورب سے متحد نہیں۔ اُس کا مخلوق ہے۔ ۳ یہ نمایاں ترین اور روشن ترین اجرام فلکی دن اور رات، ماہ وسال کے وجود میں لانے والے اور فصل وموسم کے تغیرات پیدا کرنے والے، اپنی رفتار میں طلوع وغروب میں گھٹاؤ، بڑھاؤ میں، ہر چیز میں خود ایک باقاعدہ حساب اور پورے ضابطہ کے پابند ہیں اور دیوی دیوتا بننے کی صلاحیت کا شائبہ ہی نہیں رکھتے۔ پُرانی تحقیق یہ تھی کہ آفتاب زمین کے گرد گردش کرتا ہے۔ نئی تحقیق یہ ہے کہ آفتاب کسی اور مدار کے گرد گردش کررہا ہے۔ بہرصورت اس کی نفسِ گردش اور کسی ضابطہ گردش کی پابندی مسلّم ہے اور قرآن کی غرض صرف اسی حقیقت پر توجہ دلانا ہے۔ ۴ (اور اُسی کے قوانین تکوینی کے آگے سربسجود) یَسْجُدَانِ۔ سجدہ کے مفہوم میں بڑی وسعت ہے۔ یہاں اصطلاحی سجدۂ شرعی نہیں، محض انقیادِ تکوینی مراد ہے۔ ای ینقادان للہ تعالیٰ (مدارک) وَالنَّجْمُ۔ نجم۔ وہ پودا جس میں تنا نہ ہو، مثلاً گھاس، ترکاریاں، بیلدار درخت۔ شرک کا ایک بڑا مظہر دنیا میں شجر پرستی اور نباتات پرستی بھی رہا ہے۔ آیت اس کی جڑ کاٹ رہی ہے ملاحظہ ہو حاشیۂ تفسیر انگریزی۔ ۵ اور اتنا اونچا کہ انسانی عمارتیں، اور اُونچے سے اُونچے مینار وگنبد اور اُونچے سے اُونچے پہاڑ اور ہوائی جہازوں کی پرواز اس میں بآسانی وبفراغت تمام سما جاتے ہیں۔ آسمان بھی کوئی دیوی دیوتا نہیں جیسا کہ ساری قدیم متمدن مشرک قومیں سمجھتی رہی ہیں) بلکہ اللہ ہی کی دوسری مخلوقات کی طرح ایک مخلوق اور اُس کی صنعت گری کا بہترین آئینہ دار ہے اور بس۔ ۶ (اور اسی طرح معاملت کے ہر شعبہ میں پوری احتیاط برتو) وَوَضَعَ الْمِیْزَانَ۔ یعنی زمین میں ایسی کارآمد چیز ایجاد کردی۔ ذرا خیال تو کیجئے کہ آج اگر انسان کے پاس بڑی اور چھوٹی، بھاری اور ہلکی چیزوں کے وزن کرنے کا آلہ موجود نہ ہوتا تو تجارت اور تجارتی منڈیاں درآمد برآمد، خرید وفروخت بیوپار اور ساہوکارہ، تھوک فروشی اور خوردہ فروشی بازار اور اس کی دوکانیں، غرض یہ کہ سارا کاروبار اور کاروباری تمدن کا کہیں بھی وجود ہوتا؟ الْمِیْزَانَ۔ میزان کے معنی عدل کے بھی کئے گئے ہیں۔ قیل المراد من المیزان العدل (مضعش عہ کبیر) تجارت اور تجارتی معاملات میں تقوٰی، دیانت واحتیاط کی اہمیت اسی ایک حکم سے ظاہر ہے —— عالم کے فلاح وبہبود کا مدار بڑی حد تک اسی حکم کی تعمیل پر ہے۔ ۷ یعنی خلقت کے نفع وخدمت کے لئے۔ زمین تو خود انسان کے کام میں آنے کے لئے ہے نہ یہ کہ انسان اپنی جہالت سے اُلٹی اس کی پرستش شروع کردے، اور دھرتی مائی وغیرہ کسی دیوی کی پُوجا کرنے لگے۔ ۸ (اور یہ سب نعمتیں انسان ہی کے کام میں آنے کے لئے ہیں) مراد ہر قسم کے نباتات، میوہ جات، پھل پھلاری، ترکاریاں وغیرہ ہیں —— قرآن مجید نے ان مادّی، حسّی، غذائی نعمتوں کو نعمتوں ہی کی حیثیت سے پیش کیا ہے۔ باطل اور مسخ شدہ مذہبوں کے زیرِ اثر ان نعمتوں کی تحقیر کرنا، یا اپنے کو ان سے ماوراء اور مافوق سمجھنا کفرانِ نعمت کی ایک فرد ہے۔ وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَالرَّیْحَانُ۔ جس طرح غلہ انسان کی غذا ہے، بھوسی بھوسہ گھاس وغیرہ جانوروں کی غذائیں ہیں۔ اور اس طرح بالواسطہ وہ بھی انسان ہی کے کام کی ہیں۔ الرَّیْحَانُ۔ ریحان کے دوسرے معنی خوشبودار پھول کے بھی ہیں۔ گویا یہ ارشاد ہوا کہ زمین سے ایسی چیزیں بھی نکلتی ہیں جو گو براہِ راست غذا میں نہیں کام آتیں پھر بھی انسان ان سے خوشبو وغیرہ کا کام لیتا ہے۔ ۹ (اور نعمتوں کے حقوق کی ادائی یہی ہے کہ منعم کے احکام کی تعمیل کی جائے۔ اور دنیا میں اُس کے قانون کے نفاذ میں مدد دی جائے)

الْبَیَانَ ﴿۴﴾ اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ﴿۵﴾ وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ

گویائی سکھلائی ۲ سورج اور چاند تک حساب کے پابند ہیں ۳ اور سبزیاں اور درخت دونوں

یَسْجُدٰنِ ﴿۶﴾ وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِیْزَانَ ﴿۷﴾ اَلَّا تَطْغَوْا

اُسی کے مطیع ہیں ۴ اور آسمان کو اُسی نے اُونچا کیا ۵ اور اُسی نے ترازو وضع کردی کہ تم تولنے میں گڑبڑ

فِی الْمِیْزَانِ ﴿۸﴾ وَاَقِیْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا

نہ کرو اور وزن کو ٹھیک رکھو انصاف کے ساتھ اور تول کو

الْمِیْزَانَ ﴿۹﴾ وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ ﴿۱۰﴾ فِیْهَا فَاكِهَةٌ

گھٹاؤ مت ۶ اور اُسی نے زمین کو خلقت کے واسطے رکھ دیا ۷ کہ اُس میں میوے ہیں

وَّالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَكْمَامِ ﴿۱۱﴾ وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَ

اور غلاف دار کھجور کے درخت ہیں اور (اس میں) غلّہ بھی بھوسہ والا اور

الرَّیْحَانُ ﴿۱۲﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۱۳﴾ خَلَقَ الْاِنْسَانَ

(اور) غذا کی چیز بھی ۸ سو تم (اے جن وانس) اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ۹؟ اُسی نے انسان کو پیدا کیا

مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ﴿۱۴﴾ وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ

ایسی مٹی سے جو ٹھیکرے کی طرح بجتی تھی اور جنات کو پیدا کیا خالص آگ

مِّنْ نَّارٍ ﴿۱۵﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۱۶﴾ رَبُّ الْمَشْرِقَیْنِ

سے ۱۰ سو تم (اے جن وانس) اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ۱۱؟ وہ دونوں مشرقوں کا پروردگار

وَرَبُّ الْمَغْرِبَیْنِ ﴿۱۷﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۱۸﴾

اور وہی دونوں مغربوں کا پروردگار ۱۲ سو تم (اے جن وانس) اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

یہ خاص آیت اس سورت میں ۳۱ بار آئی ہے اور ہر بار ایک نئے سیاق میں اور نعمت کے ایک نئے مصداق کے ساتھ اس لئے تکرار صرف صوری ہے معنوی نہیں لیکن بالفرض معنوی بھی ہوتی تو ظاہر ہے کہ جب اہلِ زبان نے اسے فصاحتِ زبان اور سلاستِ بیان میں مخل نہ سمجھا بلکہ اس میں ممد ومعاون سمجھا اور اس کا شمار خاص ادبی صنعتوں میں کیا تو عربی ادب کے اس ہنر اور حسن کو اُردو یا انگریزی یا ہندی یا چینی یا کسی بھی اور زبان وادب کے معیار سے دیکھنا اور جانچنا جہل صریح نہیں تو اور کیا ہے؟ اور پھر اس کی نظیر سے تو نہ دنیا کے ادبی ذخیرے خالی ہیں نہ دنیا کے مذہبی نوشتے —— دنیا کے ادیبانہ خطبات سے قطع نظر خاص کتاب زبور میں جو مناجات ۱۳۶ ہے ۲۶ آیتوں کی ہے اُس میں ایک خاص فقرہ "کہ اُس کی رحمت ابد تک ہے" کی تکرار بھی ۲۶ ہی بار آئی ہے۔ مُرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ نعمتوں کی جمیع اقسام سے نفع اُٹھانا تو خود مطلوب ومقصود ہے اور نہ زہد کے منافی ہے نہ تعلق مع اللہ کے مانع۔ جیسا کہ بعض اہلِ تقشف نے سمجھ رکھا ہے۔ ۱۰ انسان اور جن کا مخلوق کی دو مختلف نوعیں ہونا یہاں جس صراحت سے مذکور ہے اس سے آگے صراحت کا کوئی اور درجہ ہو کیا سکتا ہے۔ حیرت اور اس سے زیادہ افسوس کا مقام ہے کہ ایسی ایسی متعدد قرآنی صراحتوں کے باوجود بھی بعض باطل فرقوں کی کوششیں اب بھی جاری ہیں کہ جس طرح بھی کھینچ تان کر اور لغت اور نصوص قرآنی سے جس طرح بھی کشتی لڑلڑ کر ممکن ہو جنات کو انسان ہی کی ایک قسم ثابت کر دکھائیں! —— اس لئے اور محض اس لئے کہ فرنگیوں کو ابھی تک اپنی کسی تحقیق سے وجودِ جنات کا ثبوت نہیں ملا ہے! اکبر الہ آبادی کیا خوب فرما گئے ہیں ؎ کیونکر خدا کے عرش کے قائل ہوں یہ عزیز۔ جغرافیہ میں عرش کا نقشہ نہیں ملا! ۱۱ جن مادّی روحانی نعمتوں کا ذکر اس سیاق وسباق میں چل رہا ہے اُس سے معلوم ایسا ہوتا ہے کہ جنات بھی اُن سے اسی طرح مستفید ہو رہے ہیں جس طرح انسان۔ ۱۲ مَشْرِقَیْنِ وَمَغْرِبَیْنِ۔ کے صیغۂ تثنیہ سے مُراد چاند اور سُورج کے طلوع ہونے والے دو اُفق اور انہیں دونوں کے غروب ہونے والے دو اُفق ہیں۔ ای مشرق الشمس والقمر ومغربهما (کبیر) محض سُورج ہی کے دو مشرق اور دو مغرب (جاڑے اور گرمی کی فصلوں کی مناسبت سے) بھی مُراد ہو سکتے ہیں۔ ای مشرق الشتاء ومشرق الصیف (کبیر)

عَلٰى وُجُوْهِهِمْ ۭ ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ ۝٤٨ اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ
اپنے چہروں کے بل جہنم میں گھسیٹے جائینگے، تو اُن سے کہا جائیگا کہ دوزخ کے لگنے کا مزہ چکھو! ہم نے ہر چیز
خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ ۝٤٩ وَمَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍۢ بِالْبَصَرِ ۝٥٠
کو (ایک خاص) اندازہ سے پیدا کیا ہے ؎٣١ اور ہمارا حکم بس ایسا ایک بیک ہو جائیگا جیسے آنکھ کا جھپکنا ؎٣٢
وَلَقَدْ اَهْلَكْنَآ اَشْيَاعَكُمْ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝٥١ وَكُلُّ
اور ہم تمہارے ہم طریقہ لوگوں کو ہلاک کر چکے ہیں، سو ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا؟ ؎٣٣ اور
شَيْءٍ فَعَلُوْهُ فِي الزُّبُرِ ۝٥٢ وَكُلُّ صَغِيْرٍ وَّكَبِيْرٍ مُّسْتَطَرٌ ۝٥٣
جو کچھ بھی یہ لوگ کرتے ہیں وہ (سب) نوشتوں میں (درج) ہے، اور ہر چھوٹی اور بڑی بات (اسمیں) لکھی ہوئی ہے ؎٣٤
اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ ۝٥٤ فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ
جو پرہیزگار ہیں ان باغوں اور نہروں کے درمیان ہونگے، ایک اعلیٰ مقام میں
عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ ۝٥٥
قدرت والے بادشاہ کے نزدیک ؎٣٥

ع ١٥/٣ ١٠

سُوْرَةُ الرَّحْمٰنِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ ثَمَانٌ وَّسَبْعُوْنَ اٰيَةً وَّثَلٰثُ رُكُوْعَاتٍ
سورہ رحمٰن مدینہ میں نازل ہوئی اور اس کی اٹھتر آیتیں اور تین رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
شروع اللہ نہایت مہربان بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

اَلرَّحْمٰنُ ۝١ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝٢ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۝٣ عَلَّمَهُ
خدائے رحمٰن ہی نے قرآن کی تعلیم دی ؎١ اُسی نے انسان کو پیدا کیا، اُس کو

؎٣١ (اور اُسی اندازہ معین و مقرر میں تعیین زمان بھی شامل ہے جب علم الٰہی کے مطابق وقت مناسب آئیگا اُس وقت قیامت لازماً واقع ہو کر رہیگی نہ کہ اس کے قبل) اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ۔ مجرموں سے مُراد یا تو مشرکین ہیں، یا وہ سارے فرقے جو یوم آخرت کی طرف سے تردد و ارتیاب میں پڑے ہوئے ہیں۔ المشركين (معالم) هذا يشتمل كل من اتصف بذالك من كافر ومبتدع من سائر الفرق (ابن كثير) اِنَّ ۔ ۔ ۔ ۔ سعر۔ دنیا کی کوتی حماقت و نافہمی اس سے بڑھ کر اور ہو کیا سکتی ہے کہ جو چیز سب سے زیادہ قطعی و یقینی ہے۔ انسان اُس کی طرف سے غافل و بے فکر رہے۔ ؎٣٢ عام فہم انسانی میں وقت کی جو قلیل سے قلیل اور مختصر ترین مدت آسکتی ہے وہ یہی آنکھ کی جھپک ہے۔ اور اسی لئے قرآن مجید نے بھی اسی چلتے ہوئے انسانی محاورہ کو استعمال کیا ہے ورنہ امر الٰہی کی حقیقی سُرعت کا اندازہ تو انسان غریب نہ خود کر سکتا ہے نہ اُس کے بنائے ہوئے آلات پیمائش وقت۔ ؎٣٣ (اے کافرو! تم میں سے) مطلب یہ ہوا کہ جب طریق زندگی آج کے کافروں اور پچھلے منکروں میں مشترک ٹھہرا۔ تو عذاب بھی پچھلوں پر یقیناً اگلوں ہی کا سا آکر رہیگا۔ اَشْيَاعَكُمْ۔ یعنی پُرانی قوموں میں سے جو تمہاری ہی مشابہ قومیں گذری ہیں۔ اى اشباهكم من الامم (مدارك) ؎٣٤ (اور یہ نہیں کہ کچھ لکھا گیا ہو اور کچھ رہ گیا ہو) فِي الزُّبُرِ۔ یعنی اعمالناموں میں۔ اى مكتوب فى كتب الحفظة (بیضاوی) فى دواوين الحفظة (بحر) یہ نوشتوں کا پیش ہونا ثبوت جُرم کی مزید اکملیت کے لئے ہوگا ورنہ ثبوت کی قطعیت کے لئے تو محض علم الٰہی کافی ہے۔ ؎٣٥ یہ بشارت مزید ہے کہ جنت میں اور ساری مادّی اور روحانی نعمتیں اور لذتیں تو خیر ہوں ہی گی۔ ان سب کے ساتھ دولتِ قُرب بھی حاصل ہوگی۔ فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ۔ یعنی اعلیٰ درجہ کے دلپسند و خوشگوار مقام میں۔ فى مكان مرضى (بیضاوی) عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ۔ دنیا میں تجربہ ہے کہ جو بادشاہ جتنا بڑا اور پُر قوت، اتنا ہی اُس کا قرب بھی باعث نفع و لذت چہ جائیکہ اُس ملک الملوک، شاہنشاہ اعظم و ملیک مقتدر کا قرب! كلما كان الملك اعظم اقتدارا كان التقرب منه اشهى والذ اذا (كبير) عِنْدَ۔ قُربِ الٰہی سے مراد قرب معنوی ہے نہ کہ قرب مادّی۔ والمراد منه قرب المنزلة والشان لا قرب المادة والمكان (كبير) عندية منزلة وكرامة لا مسافة ومماسة (مدارك) نَهَرٍ۔ اسم جنس ہے صورۃً واحد معنیً جمع۔ نهر فى معنى الجمع لكونه اسم جنس (كبير)

؎١ اور قرآن چونکہ سرتاسر رحمت اور فلاح دنیوی و اُخروی دونوں کیلئے بہترین ہدایت نامہ اور جامع ترین دستور العمل ہے اسلئے اس کا نزول اور انسان کو اس کی تعلیم بھی شانِ رحمانیت کا سب سے بڑا مظہر ہے اور اسی مناسبت سے سورت کی ابتداء اسی کے ذکر سے ہو رہی ہے۔

عَنْ ضَيْفِهٖ فَطَمَسْنَآ اَعْيُنَهُمْ فَذُوْقُوْا عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿۳۷﴾
لُوط سے اُنکے مہمان کو بارادۂ بدلے لینا چاہا، تو ہم نے اُنکی آنکھیں ہٹ کر دیں کہ لو میرے عذاب اور ڈرانے کا مزہ

وَلَقَدْ صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً عَذَابٌ مُّسْتَقِرٌّ ﴿۳۸﴾ فَذُوْقُوْا عَذَابِيْ
چکھو اور صبح سویرے ہی اُن پر عذاب دائمی آ پہنچا کہ لو میرے عذاب اور ڈرانے

وَنُذُرِ ﴿۳۹﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۴۰﴾
کا مزہ چکھو اور ہم نے قرآن کو آسان کر دیا ہے نصیحت لینے کو سو ہے کوئی نصیحت لینے والا؟

وَلَقَدْ جَآءَ اٰلَ فِرْعَوْنَ النُّذُرُ ﴿۴۱﴾ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كُلِّهَا
اور فرعون والوں کے پاس ڈرانے کی (بہت سی) چیزیں پہنچیں ۲۶ انہوں نے ہماری ساری نشانیوں کو

فَاَخَذْنٰهُمْ اَخْذَ عَزِيْزٍ مُّقْتَدِرٍ ﴿۴۲﴾ اَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ مِّنْ
جھٹلایا تو ہم نے (انہیں) زبردست صاحب قدرت کی پکڑ پکڑی ۲۷ تو کیا تمہارے (زمانہ کے) کافران اگلے

اُولٰٓئِكُمْ اَمْ لَكُمْ بَرَآءَةٌ فِي الزُّبُرِ ﴿۴۳﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ نَحْنُ
لوگوں سے کچھ بہتر ہیں؟ یا تمہارے لئے (آسمانی) نوشتوں میں کوئی معافی درج ہے ۲۸؟ یا یہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم ایسی

جَمِيْعٌ مُّنْتَصِرٌ ﴿۴۴﴾ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ﴿۴۵﴾
جماعت ہیں جو غالب ہی رہینگے ۲۹؟ (سو) عنقریب یہ جماعت شکست کھائیگی اور پیٹھ پھیر کر بھاگینگے ۳۰

بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ ﴿۴۶﴾ اِنَّ
لیکن ان کا (اصل) وعدہ تو قیامت (کے دن) کا ہے اور قیامت بڑی سخت اور ناگوار چیز ہے، (یہ)

الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ ﴿۴۷﴾ يَوْمَ يُسْحَبُوْنَ فِي النَّارِ
مجرمین بڑی غلطی اور بے عقلی میں (پڑے ہوئے) ہیں جس روز یہ لوگ

ع ۲ ۱۸/۹

وقف لازم

۲۶ ڈرانے کی متعدد چیزوں سے مُراد حضرت موسیٰؑ و ہارونؑ کے ارشادات بھی ہیں جو منذر تشریعی تھے اور معجزات بھی جو منذرات تکوینی تھے۔ ۲۷ یعنی قہر و غلبہ کے ساتھ پکڑا جس کے دفع کرنے پر کوئی بھی قادر نہ ہو سکا۔ عَزِيْزٍ مُّقْتَدِرٍ۔ زبردست اور قدرت والا۔ ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ سے بڑھ کر کون ہو سکتا ہے؟ چنانچہ اسی مناسبت سے اُس کی گرفت بھی سخت اور بے پناہ رہی۔ بعض مشرک جاہلی قوموں نے خدا کو خدا مان کر بھی صفات قہر و غضب سے محروم و معری تسلیم کیا ہے۔ عَزِيْز و مُقْتَدِر جیسے صفاتی نام لانے سے ایک مقصود ان غلط عقائد کی تردید بھی ہے۔ ۲۸ (اس لئے ہر کفر و شرک کے باوجود عذاب سے محفوظیت بھی) اَكُفَّارُكُمْ۔ خطاب اہل عرب سے ہے۔ ~~يا معشر العرب (بيضاوي) الخطاب مع اهل مكة (كبير)~~ اُولٰٓئِكُمْ۔ یعنی تمہارے وہ لوگ جن کی سزا اول کا ذکر ابھی ہو چکا ہے۔ یعنی ~~من الذين تقدم ذكرهم ممن اهلكوا بسبب تكذيبهم الرسل وكفرهم بالكتب (ابن كثير)~~ اَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ مِّنْ اُولٰٓئِكُمْ۔ یعنی کیا یہ آجکل کے کافر ارتکاب جُرم کرتے رہینگے۔ اور پھر بھی ان میں کوئی ایسی بات ہے جس سے یہ سزا یابی سے بچے رہینگے؟ ۲۹ (ہمیشہ اور ہر حال میں) مطلب یہ ہوا کہ ان تین شقوں میں سے یہ کون سی شق اپنے لئے فرض کئے ہوئے ہیں؟ ۳۰ سو اس طرح تینوں احتمالات کا کذب عنقریب اسی دنیا میں ظاہر ہو کر رہیگا۔ ریاستِ مکّہ کے عین شباب، قوت اور غلبہ کے سارے ظاہری آثار و قرائن کے وقت ایک بظاہر بالکل بے یار و یاور شخص کی زبان سے ایسی زبردست پیشگوئی کا ادا ہونا اور پھر اُس کا لفظ بلفظ پورا ہو جانا اعجازِ قرآنی کے دلائل میں سے ایک زبردست دلیل ہے۔

الْكَذَّابُ الْأَشِرُ ﴿٢٦﴾ إِنَّا مُرْسِلُوا النَّاقَةِ فِتْنَةً لَّهُمْ

بڑا جھوٹا اور شیخی باز کون تھا ۲۰؎ ہم اونٹنی کو ظاہر کرنے والے ہیں اُن کی آزمائش کے لئے

فَارْتَقِبْهُمْ وَاصْطَبِرْ ﴿٢٧﴾ وَنَبِّئْهُمْ أَنَّ الْمَاءَ قِسْمَةٌ بَيْنَهُمْ

سو انہیں دیکھتے بھالتے رہنا اور صبر سے بیٹھے رہنا، اور خبر دیدینا کہ پانی اُن کے درمیان بانٹ دیا گیا ہے

كُلُّ شِرْبٍ مُّحْتَضَرٌ ﴿٢٨﴾ فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطَىٰ فَعَقَرَ ﴿٢٩﴾

ہر ایک باری پر باری والا حاضر ہوا کرے ۲۱؎ پھر انہوں نے اپنے رفیق کو بُلایا سو اُس نے (اس پر) وار کیا اور

فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ ﴿٣٠﴾ إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً

(اسکو) ہلاک کر ڈالا، سو دیکھو، میرا عذاب اور میری تنبیہات کیسی رہیں؟ ہم نے اُن پر ایک ہی نعرہ مسلط

وَاحِدَةً فَكَانُوا كَهَشِيمِ الْمُحْتَظِرِ ﴿٣١﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ

کیا سو وہ ایسے ہو گئے جیسے کانٹوں کی باڑ لگانے والے کا چورا ۲۲؎ اور ہم نے قرآن کو آسان

لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ ﴿٣٢﴾ كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوطٍ بِالنُّذُرِ ﴿٣٣﴾

کر دیا ہی نصیحت حاصل کرنے کیلئے، سو ہے کوئی نصیحت حاصل کرنیوالا؟ لُوط کی قوم نے ڈرانیوالوں کی تکذیب کی،

إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَاصِبًا إِلَّا آلَ لُوطٍ ۖ نَّجَّيْنَاهُم بِسَحَرٍ ﴿٣٤﴾

ہم نے اُن پر پتھر برسائے، بجز خاندان لُوط کے کہ انہیں صبح تڑکے بچا لیا

نِّعْمَةً مِّنْ عِندِنَا ۚ كَذَٰلِكَ نَجْزِي مَن شَكَرَ ﴿٣٥﴾ وَلَقَدْ

اپنی طرف سے فضل کر کے ۲۳؎ جو شکر کرتا ہے اُسے ہم صلہ ہی ایسا دیا کرتے ہیں ۲۴؎ اور

أَنذَرَهُم بَطْشَتَنَا فَتَمَارَوْا بِالنُّذُرِ ﴿٣٦﴾ وَلَقَدْ رَاوَدُوهُ

لُوط نے انہیں ہماری گرفت سے ڈرایا تھا، سو انہوں نے (اس) ڈرانے میں جھگڑے نکالے ۲۵؎ اور انہوں نے

۲۰؎ غَدًا۔ مُراد "مرتے ہی" ہے۔ دنیوی عذاب کی آمد بھی مُراد ہو سکتی ہے مقصود بہر صورت متوقع عذاب کی تاکید و تیقن ہے۔ عند نزول العذاب بھم او یوم القیٰمۃ (مدارک) الْكَذَّابُ۔ جھوٹے اور سخت جھوٹے یہ لوگ ثابت ہونگے بلحاظ انکار توحید و رسالت کے۔ الْأَشِرُ۔ شیخی باز یہ لوگ ثابت ہونگے اس لحاظ سے کہ انہیں نبی کے اتباع میں عار آتا تھا۔ مُرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ اصلاح سے مایوس ہو جانے کے بعد اہل طریق بھی اسی طرز پر معاندین کو جواب دیتے ہیں۔ ۲۱؎ یعنی اونٹنی اپنی باری پر پانی پینے آئے اور لوگوں کے جانور اپنی باری پر۔ إِنَّا مُرْسِلُوا النَّاقَةِ۔ یعنی ہم اونٹنی کا ظہور بطور معجزہ کے کرینگے۔ حضرت صالح اور قوم ثمود کا ذکر اُوپر کئی بار آچکا۔ اور حاشیے بھی بار بار گذر چکے۔ ۲۲؎ یعنی جیسے مواشی وغیرہ سے حفاظت کے لئے کھیت کے گرد کانٹوں کی باڑ لگا دیتے ہیں اور چند روز بعد وہ سب چُورا چُور ہو جاتی ہے، بس اسی طرح پر وہ پُرقوت و پُرعظمت قوم ہلاک و برباد ہو کر رہی ــــــ تشبیہ خاص عربوں کے مذاق کی ہے جسے وہ خوب اچھی طرح سمجھ سکتے تھے۔ ۲۳؎ یعنی انہیں بستی سے باہر نکال کر عذاب سے محفوظ کر دیا۔ إِلَّا آلَ لُوطٍ۔ عذاب سے محفوظ صرف خاندان لُوط رکھا گیا لیکن نہ اس لئے کہ وہ لوگ نبی کے خاندان سے تھے بلکہ اس لئے کہ وہی لوگ تو ایمان لائے اور نبی کی تصدیق کرنے والے تھے ورنہ اگر محض اس خاندان سے ہونا محفوظیت کے لئے کافی ہوتا تو خود زوجۂ حضرت لُوطؑ کیوں مبتلائے عذاب ہوتیں۔ بِالنُّذُرِ۔ نذر۔ نذیر کی جمع اور مُراد پیمبر کی توجیہ، محض حضرت لُوط کی تکذیب کی بنا پر یہ ہو سکتی ہے کہ ایک پیمبر کی تکذیب سارے پیمبروں کی تکذیب کو مستلزم ہے۔
۲۴؎ یعنی اپنے قہر و عذاب سے بچا لیا کرتے ہیں۔ مَن شَكَرَ۔ شکر ادا کرنے سے یہاں مُراد ایمان لانے سے ہے۔ ۲۵؎ (جیسا کہ ہر شریر و سرکش قوم نکالتی ہی رہتی ہے۔ فَتَمَارَوْا بِالنُّذُرِ۔ یعنی کسی طرح آپؐ کی تنبیہات پر یقین نہ کیا اور ان میں برابر حجتیں ہی نکالتے رہے۔

اٰيَةً فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۱۵﴾ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِىْ وَنُذُرِ ﴿۱۶﴾

کے طور پر رہنے دیا ہو کوئی نصیحت حاصل کرنیوالا ۱۲ سو (دیکھو) میرا عذاب اور میری تنبیہیں کیسی ہیں ؟ ۱۳

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۱۷﴾ كَذَّبَتْ

اور ہم نے آسان کر دیا ہے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کیلئے، سو ہے کوئی نصیحت حاصل کرنیوالا ؟ ۱۴ عاد نے بھی

عَادٌ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِىْ وَنُذُرِ ﴿۱۸﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ

تکذیب کی، سو (دیکھو) میرا عذاب اور میری تنبیہات کیسی ہیں ؟ ہم نے اُن پر ایک

رِيْحًا صَرْصَرًا فِىْ يَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ ﴿۱۹﴾ تَنْزِعُ النَّاسَ

تند ہوا مسلّط کی ایک دائمی نحوست کے دن ۱۵ لوگوں کو (اس طرح) اُکھاڑ

كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ ﴿۲۰﴾ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِىْ وَ

پھینکتی تھی کہ گویا وہ اکھڑی ہوئی کھجوروں کے تنے ہیں ۱۶ سو (دیکھو) میرا عذاب اور میری تنبیہیں

نُذُرِ ﴿۲۱﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۲۲﴾

کیسی رہیں ؟ اور قرآن کو ہم نے آسان کر دیا ہے نصیحت حاصل کرنے کو، سو ہے کوئی نصیحت حاصل کرنیوالا ۱۷

ع ۲ ۸

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِالنُّذُرِ ﴿۲۳﴾ فَقَالُوْٓا اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗٓ

ثمود نے بھی تنبیہ کرنیوالوں کی تکذیب کی، اور بولے کہ کیا ہم اپنے ہی ہمجنس ایک انسان کی پیروی

اِنَّآ اِذًا لَّفِىْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ ﴿۲۴﴾ ءَاُلْقِىَ الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِنْۢ

کریں اور وہ بھی اکیلا ! پھر تو ہم نرے بیوقوف اور مجنون ٹھہرے ۱۸ کیا ہم سب میں سے اسی پر وحی نازل ہوئی

بَيْنِنَا بَلْ هُوَ كَذَّابٌ اَشِرٌ ﴿۲۵﴾ سَيَعْلَمُوْنَ غَدًا مَّنِ

ہے ؟ بلکہ یہ بڑا جھوٹا ہے، شیخی باز ہے ۱۹ انہیں عنقریب کل ہی معلوم ہوا جاتا ہے کہ

۱۲ (عبرت و موعظت کے ان کھلے ہوئے مضامین کو سُن کر) وَلَقَدْ تَّرَكْنٰهَآ اٰيَةً۔ یہ نشان عبرت محفوظ کر دیا گیا لوگوں کے حافظہ میں، تاریخ کے اوراق میں۔ ۱۳ یعنی میرا وعدۂ عذاب کیسا پورا ہو کر اور نفس عذاب کیسا واقع ہو کر رہا۔ ۱۴ (عبرت و موعظت کے اُن کھلے ہوئے مضامین کو سُن کر) وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ۔ يَسَّرْنَا۔ سے اشارہ اس حقیقت کی جانب ہو گیا کہ یہ محض توفیق و احسان الٰہی ہے جس نے قرآن کو آسان کر دیا ہے، ورنہ یہ چیز انسانی فہم و دماغ کے بس کی نہ تھی۔ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ۔ للذکر۔ کی قید نے اسے صاف کر دیا کہ قرآن مجید آسان تو بیشک ہے لیکن صرف عبرت و تذکیر، ترغیب و ترہیب کے اعتبار سے۔ استنباط مسائل بجائے خود ایک مستقل و دقیق فن ہے۔ ملکۂ خصوصی و مہارت تحقیقی کا محتاج۔ ۱۵ (ایسی مستقل و پائدار نحوست ان کے حق میں لیکر کہ پھر وہ عذاب الٰہی اُن سے زندگی بھر کبھی نہ ٹلا۔ بلکہ بعد موت بھی انہیں عذاب آخرت کے حوالہ کریگا) يَوْمٍ۔ مُراد مطلق زمانہ سے ہے۔ کوئی ایک متعین و محدود مُدت مراد نہیں۔ ۱۶ اُس طوفانی آندھی نے اس مضبوط و تنومند، توانا اور لحیم و شحیم قوم کو یوں اُٹھا اُٹھا کر پٹخا جیسے کسی تیز و تند آندھی کے اثر سے بڑے بڑے کھجوروں کے جمے جمائے ہوئے تنے دُور دُور جا کر گرتے ہیں۔ مفسّر تھانوی نے لکھا ہے کہ اس قرآنی تشبیہ میں علاوہ ان لوگوں کے پھینکے جانے کے اشارہ ان کے قوی جسموں اور طویل قامتوں کی طرف بھی نکلتا ہے۔ قوم عاد کی ہلاکت و بربادی کا ذکر کئی بار آچکا ہے۔ حاشیے بار بار گذر چکے۔ ۱۷ بڑا ہی بدنصیب ہے وہ جو قرآن مجید کے پُر عبرت و سبق آموز قصوں سے گذرے اور محض گذرتا چلا جائے، ان سے انجام بینی کے سبق نہ حاصل کرے۔
۱۸ یعنی یہ کوئی دیوی دیوتا ہوتا، کوئی خدائی اوتار ہوتا، جب تو خیر ایک بات بھی تھی لیکن جب یہ کچھ بھی نہیں، اپنے ہی ہمجنس، اپنے ہی جیسے ایک انسان کے پیچھے لگ جانا، اس کی راہ پر چل پڑنا، اور پھر وہ انسان بھی کیسا، نہ اس کے ساتھ کوئی کرّ و فر نہ کوئی جاہ و شکوہ، یہ بھی بھلا عقل کی کوئی بات ہے ؟ ساری دنیا ہمیں کیسا اُلّو بنائیگی ! اَبَشَرًا مِّنَّا۔ پیمبر کی یہ بشریت ہی سب سے بڑی رکاوٹ، مشرکوں اور شرک پیشہ لوگوں کے قبولِ حق کی راہ میں رہی ہے۔
۱۹ (جو شیخی کے مارے باتیں ایسی بڑائی کی کرتا ہے کہ اُسے سرداری مل جائے) اللہ اللہ! یہ پیمبر کا درجہ ہے۔ منکروں، مسخ شدہ ذہنیت والے منکروں کی نظر میں! —— شیطان کے تسلط کے بعد کوئی حد ہی انسان کی سخافت فکر کی نہیں رہ جاتی!

وقف لازم

النُّذُرُ ﴿٥﴾ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ إِلَىٰ شَيْءٍ
انہیں کچھ فائدہ نہیں دیتیں، سو آپ اُن کی طرف سے کچھ خیال نہ کیجیے ۵ جس روز ایک بُلانے والا (فرشتہ)

نُّكُرٍ ﴿٦﴾ خُشَّعًا أَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُونَ مِنَ الْأَجْدَاثِ
انہیں ایک ناگوار چیز کی طرف بلائیگا، اُن کی آنکھیں جھکی ہوئی ہونگی، قبروں سے (اس طرح) نکل رہے ہونگے

كَأَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنتَشِرٌ ﴿٧﴾ مُّهْطِعِينَ إِلَى الدَّاعِ يَقُولُ
جیسے ٹڈی پھیل جاتی ہے دوڑے چلے آرہے ہونگے بلانیوالے کی طرف، کافر لوگ کہتے

الْكَافِرُونَ هَٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ ﴿٨﴾ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ
ہونگے کہ یہ دن بڑا سخت ہے ۶ ان لوگوں سے پہلے نوح کی قوم والے تکذیب

فَكَذَّبُوا عَبْدَنَا وَقَالُوا مَجْنُونٌ وَازْدُجِرَ ﴿٩﴾ فَدَعَا رَبَّهُ
کر چکے ہیں، سو انہوں نے ہمارے بندے کی تکذیب کی اور کہا کہ یہ مجنون ہیں اور (نوح کو) دھمکی بھی دیگئی ۷

أَنِّي مَغْلُوبٌ فَانتَصِرْ ﴿١٠﴾ فَفَتَحْنَا أَبْوَابَ السَّمَاءِ بِمَاءٍ
اس پر انہوں نے اپنے پروردگار سے دعا کی کہ میں درماندہ ہوں سو تو بدلہ لے لے ۸ سو ہم نے آسمان کے دروازے کھولدیے

مُّنْهَمِرٍ ﴿١١﴾ وَفَجَّرْنَا الْأَرْضَ عُيُونًا فَالْتَقَى الْمَاءُ عَلَىٰ
بکثرت برسنے والے پانی سے، اور زمین میں چشمے پھوڑ دیئے سو پورا پانی مل گیا اُس کام کے لئے

أَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ﴿١٢﴾ وَحَمَلْنَاهُ عَلَىٰ ذَاتِ أَلْوَاحٍ وَدُسُرٍ ﴿١٣﴾
جو تجویز ہو چکا تھا ۹ اور ہم نے نوح کو سوار کر دیا تختوں اور میخوں والی (کشتی) پر

تَجْرِي بِأَعْيُنِنَا جَزَاءً لِّمَن كَانَ كُفِرَ ﴿١٤﴾ وَلَقَد تَّرَكْنَاهَا
جو ہماری نگرانی میں رواں تھی ۱۰ (یہ سب) انتقام میں اس شخص کے تھا جس کا انکار کیا گیا تھا ۱۱ اور ہم نے اس واقعہ کو نشان (عبرت)

۵ یعنی آپ ایسے لوگوں کے متعلق جن کا یہ حال ہو چکا ہے اور جو اس درجہ مسخ ہو چکے ہیں، کچھ زیادہ فکر و تردد میں نہ پڑیے۔ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ۔ یہ بیان ہو رہا ہے ان لوگوں کے غایت جمود و شدت تصلب کا کہ یہ انذاری نشانات سے کچھ بھی عبرت و ہدایت حاصل نہیں کرتے۔ حِكْمَةٌ بَالِغَةٌ۔ یہ قرآن اعلیٰ حکمتوں اور دانشمندیوں کا مجموعہ ہے۔ یہ مُراد بھی ہو سکتی ہے کہ اس میں جو سامان عبرت پُرانے قصص سے رکھدیا گیا ہے وہ نہایت پُر حکمت ہے۔ ۶ (اور واقع میں وہ وقت کافروں کے لئے انتہائی سخت ہو گا بھی) بیان روزِ حشر کی ہولناکیوں اور دہشت انگیزیوں کا ہو رہا ہے۔ خُشَّعًا أَبْصَارُهُمْ۔ منکروں کی آنکھیں اُس روز تو کچھ ندامت سے اور کچھ ہیبت سے اور پھر کچھ احساس ذلت سے، بہر حال زمین کی طرف لگی ہونگی۔ كَأَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنتَشِرٌ۔ انسانوں کے اُس انبوہ عظیم کی قریب ترین مثال جو اس دنیا میں دی جا سکتی ہے وہ ٹڈی دَل ہی کی ہے۔ ٹڈی دَل جب کبھی اپنی پوری قوت کے ساتھ ظہور پذیر ہوتا ہے تو ساری فضائے آسمانی پر میلوں بلکہ منزلوں تک ٹڈیوں کے دَل بادل تہ بہ تہ چھا جاتے ہیں اور دن کی روشنی ماند ہو کر تاریکی پھیل جاتی ہے۔ مبصرین کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ مشرقی افریقہ میں جب ٹڈی دَل پوری قوت کے ساتھ آیا ہے تو عرض میں تین میل اور طول میں ساٹھ میل تک تھا! اور ٹڈیوں کی تعداد کا تخمینہ اُس وقت سو کھرب یا ایک نیل (۱،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰) کا کیا گیا! ——— اور بعض دَل اس سے بھی بڑے بڑے مشاہدہ میں آ چکے ہیں! ۷ (سنگساری وغیرہ آزار رسانی کی) سنگساری کی دھمکی کی تصریح تو سورۃ الشعراء میں آ بھی چکی ہے۔ لَئِن لَّمْ تَنتَهِ يَا نُوحُ لَتَكُونَنَّ مِنَ الْمَرْجُومِينَ۔ عبدنا سے مُراد حضرت نوحؑ کا ہونا بالکل ظاہر ہے ——— عبد کا لفظ جب اُس کی اضافت حق تعالیٰ کی جانب ہو، قرب یا مرتبہ خصوصی کو ظاہر کرنیوالا ہوتا ہے۔ اور عبدنا یا عبد اللہ کا استعمال محاورۂ قرآنی میں ہمیشہ لُطف و رحمت ہی کے مخصوص موقعوں پر ہوا ہے۔

۸ (کہ میں عاجز و ناتواں ان لوگوں سے مقابلہ نہیں کر سکتا) اللہ اللہ! کیا شان بےنیازی ہے۔ پیمبر عین داعئ حق بنا کر بھیجے جاتے ہیں اور وہ جا کر باغیوں، منکروں کے ہاتھوں اتنی ایذائیں اٹھاتے ہیں کہ ہر طرح اپنی مغلوبیت اور بےبسی محسوس کر کے آخر کار دعا اور دعائے انتقام پر مجبور ہو جاتے ہیں! سچ کہا ہے کسی عارف نے ؎

مابپروریم دشمن و ما می کشیم دوست کس را رسد نہ چون و چرا در قضائے ما

۹ اور وہ امر مقدر یا تجویز شدہ کیا تھا؟ منکروں، سرکش منکروں کی غرقابی۔ فَفَتَحْنَا ...... مُّنْهَمِرٍ یعنی اُوپر آسمان سے بھی خوب بارش ہوئی۔ وَفَجَّرْنَا الْأَرْضَ عُيُونًا۔ یعنی اِدھر زمین کے بھی سوتے اُبل پڑے۔ فَالْتَقَى ..... قُدِرَ۔ غرض یہ کہ اُوپر کے پانی اور نیچے کے پانی دونوں نے مل ملا کر خدائی منصوبہ کی تکمیل کر دی۔ قصۂ طوفان نوح پر مفصل حاشیے سورۂ ہود (پ۱۲) میں گذر چکے۔ ۱۰ (اور اس لئے ہر قسم کے گزند و آفت سے معجزانہ طور پر محفوظ تھی) حَمَلْنَاهُ۔ کشتی میں حضرت نوح کے ساتھ ساتھ ان کے متبعین مؤمنین بھی سوار تھے۔ ذَاتِ أَلْوَاحٍ وَدُسُرٍ۔ آہنی آلات سے چرے ہوئے چوبیں تختے اور لوہے کی بنی ہوئی ڈھلی ہوئی کیلیں اور باقاعدہ کشتی سازی یہ سب شہادتیں ہیں اس امر کی کہ قوم نوح ایک اچھی مہذب و متمدن قوم تھی۔ ۱۱ (اور جس کے لائے ہوئے پیام کو جھٹلایا گیا تھا) اس پیام کا جزءِ اعظم توحید تھا۔ مُرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ آیت میں دلالت اس امر کی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے مقبولین کی طرف سے بھی انتقام لے لیا کرتا ہے۔

۴۱ (تو کسی اور کے بھروسہ پر اُدھر سے بے خبر رہنا انتہائی محرومی اور بدبختی کی بات ہے، چاہیے کہ ان پیمبر کا کہنا مانو) هٰذَا۔ اشارہ رسولؐ کی جانب ہے اور جائز ہے کہ قرآن کی جانب سمجھا جائے۔ ۴۲ (خوفِ مواخذۂ آخرت سے) تَعۡجَبُوۡنَ۔ یعنی بے یقینی کے ساتھ اور اسے مستبعد سمجھ کر اس پر اظہار حیرت کر رہے ہو۔ وَتَضۡحَكُوۡنَ۔ اور انکار و استہزار کے ساتھ اس کی ہنسی اُڑا رہے ہو۔ ۴۳ (حسب تعلیم ہدایت پیمبر، تاکہ فلاح دارین حاصل کرو) سَامِدُوۡنَ۔ یعنی اپنے جہل و غفلت کی بنا پر طاعتِ الٰہی سے عار محسوس کر رہے ہو۔ فَاسۡجُدُوۡا لِلّٰهِ۔ سجدہ۔ یہاں اپنے لفظی معنی، خضوع و اطاعت کے مفہوم میں لیا گیا ہے۔ اے فاخضعوا لله واخلصوا ووحدوه (ابن کثیر) لیکن آیت حنفیہ کے نزدیک سجدہ کی ہے، اور اس پر پہنچ کر رسول اللہ صلعم سے سجدہ کرنا منقول ہے۔ هذه آية سجدة عند اكثر اهل العلم وقد سجد النبي صلعم عندها (روح)

كَاشِفَةٌ ﴿۵۸﴾ أَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيثِ تَعْجَبُونَ ﴿۵۹﴾ وَتَضْحَكُونَ
ہٹانے والا نہیں ۴۱ سو کیا تم لوگ اس کلام سے تعجب کرتے ہو اور ہنستے ہو
وَلَا تَبْكُونَ ﴿۶۰﴾ وَأَنْتُمْ سَامِدُونَ ﴿۶۱﴾ فَاسْجُدُوا لِلّٰهِ
اور روتے نہیں ہو؟ ۴۲ اور تم تکبر کرتے ہو غرض یہ کہ اللہ کی اطاعت کرو
وَاعْبُدُوا ﴿۶۲﴾
اور عبادت کرو ۴۳

سُورَةُ الْقَمَرِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ خَمْسٌ وَخَمْسُونَ آيَةً وَثَلٰثُ رُكُوعَاتٍ
سورۃ قمر مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی پچپن آیتیں اور تین رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ
شروع اللہ نہایت مہربان بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ﴿۱﴾ وَإِنْ يَرَوْا آيَةً
قیامت نزدیک آپہنچی، اور چاند شق ہوگیا ۱ اور یہ اگر کوئی نشان دیکھ لیتے ہیں
يُعْرِضُوا وَيَقُولُوا سِحْرٌ مُسْتَمِرٌّ ﴿۲﴾ وَكَذَّبُوا وَاتَّبَعُوا
تو (اُسے) ٹال جاتے ہیں اور کہنے لگتے ہیں (یہ) جادو ہے جو ابھی ختم ہو جائیگا ۲ اور ان لوگوں نے جھٹلایا اور
أَهْوَاءَهُمْ وَكُلُّ أَمْرٍ مُسْتَقِرٌّ ﴿۳﴾ وَلَقَدْ جَاءَهُمْ مِنَ
اپنی خواہشوں کی پیروی کی اور ہر بات کو قرار آجاتا ہے ۳ اور ان لوگوں کے پاس
الْأَنْبَاءِ مَا فِيهِ مُزْدَجَرٌ ﴿۴﴾ حِكْمَةٌ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ
خبریں اتنی پہنچ چکی ہیں کہ جن میں کافی عبرت ہے ۴ اعلیٰ درجہ کی دانشمندی ہے، مگر ڈرانیوالی چیزیں

منزل ۷

۱ معجزۂ شق القمر رسول اللہ صلعم کے مشہور معجزات میں سے ہے۔ حضورؐ کا قیام مکہ میں تھا اور ہجرت کو ابھی ۵ سال کا زمانہ باقی تھا کہ ایک مرتبہ غالباً بتقریب حج جب منیٰ میں اجتماع تھا تو مشرکین مکہ نے آپؐ سے معجزہ کی فرمائش کی۔ آپؐ نے باذن الٰہی چاند کی طرف انگلی سے اشارہ کیا اور وہ لوگوں کو دو ٹکڑوں میں پھٹا ہوا نظر آیا۔ یہاں اسی معجزۂ روشن کا ذکر ہے۔ جو لوگ اپنے خدا کو عاجز اور محدود الاختیار اور ناقص القویٰ سمجھتے ہیں یا اپنی نافہمی سے سرے سے امکان معجزہ و خرق عادت ہی کے قائل نہیں، اُن سے تو گفتگو دوسرے رُخ سے کی جائیگی (اور جا بجا اُن سے یہی خطاب ان حاشیوں میں آچکا ہے) البتہ جن کا عقیدہ یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ اپنی حکمت لامحدود اور قدرت نامتناہی کے لحاظ سے جو واقعہ اور جس طرح جب چاہے دنیا میں واقع کر سکتا ہے اور کرتا رہتا بھی ہے، ان سے عرض ہے کہ ایسے سارے واقعات کا ثبوت صرف تاریخی ہی ہو سکتا ہے۔ اور اسی کا نام دلیل نقلی ہے۔ (جو کوئی حقیر چیز نہیں بلکہ دلیل عقلی ہی کے مساوی الوزن اور ہم مرتبہ ہے) اور اس واقعۂ خاص کے ثبوت میں شہادتیں بڑی کثرت سے اور بڑی وزن کی موجود ہیں۔ چنانچہ:۔

قد كان هذا في زمان رسول الله صلى الله عليه وسلم كما ورد ذلك في الاحاديث المتواترة بالاسانيد الصحيحة وهذا امر متفق عليه بين العلماء ان انشقاق القمر قد وقع في زمان النبي صلى الله عليه وسلم وانه كان احدى المعجزات الباهرات (ابن كثير)

یہ واقعہ رسول اللہ صلعم کے زمان مبارک میں پیش آیا جیسا کہ متعدد احادیث میں اسناد صحیح کے ساتھ آچکا ہے اور اس مسئلہ پر سارے اہل علم کا اتفاق ہے کہ شق قمر رسول اللہ صلعم کے زمان مبارک میں واقع ہوا ہے اور اس کا شمار آپ کے مشہور معجزات میں ہے۔

یہاں تک کہ بہتوں نے اس کے تواتر کا بھی دعویٰ کیا ہے:۔

وذلك على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم قبل الهجرة بنحو خمس سنين .... والاحاديث الصحيحة في الانشقاق كثيرة واختلف في تواتره فقيل هو غير متواتر وفي شرح المواقف الشريف انه متواتر وهو الذي اختاره العلامة ابن السبكي قال في شرح لمختصر ابن الحاجب الصحيح عندي ان انشقاق القمر متواتر منصوص عليه في القرآن مروي في الصحيحين وغيرهما من طرق شتى بحيث لا يمترى في تواتره (روح)

یہ واقعہ رسول اللہ صلعم کے عہد مبارک میں ہجرت سے ۵ سال قبل پیش آیا تھا اور شق کے بارے میں صحیح حدیثیں کثرت سے آئی ہیں۔ اور اس خبر کے متواتر ہونے میں اختلاف ہے۔ چنانچہ یہ قول بھی ہے کہ یہ خبر غیر متواتر ہے اور شریف کی شرح مواقف میں ہے کہ یہ خبر متواتر ہے اور یہی مسلک ابن السبکی کا بھی ہے جنہوں نے المختصر لابن حاجب کی شرح میں لکھا ہے کہ شق قمر کی خبر متواتر ہے، جس پر خود قرآن کی نص اور صحیحین وغیرہ کی نص متعدد طریقوں پر اس طرح گواہ ہیں کہ اب اس کے تواتر میں کلام نہیں کیا جا سکتا۔

قد تواتر الخبر عن الصحابة ولم ينكره منهم احد (جصاص) "حضرات صحابہ سے یہ نقل متواتر ہو کر پہنچی ہے اور اس کا انکار کسی صحابی نے بھی نہیں کیا۔" احادیث میں یہ خبر ایک نہیں، دس دس صحابیوں سے روایت ہوئی ہے۔ جن میں حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت انس بن مالک وغیرہم شامل ہیں۔ روى انشقاق القمر عشرة من الصحابة منهم عبد الله بن مسعود وابن عمر وانس وابن عباس وحذيفة وجبير بن مطعم في آخرين كرهت ذكر اسانيدها للاطالة (جصاص) آیت کا یہ مطلب تو کھلا ہوا الفاظ قرآنی سے ظاہر ہو رہا ہے کہ نہایت قریب آگئی ہے اور اُس کے آثار و علامات قرب میں سے یہ واقعۂ شق القمر واقع ہو گیا ــــــ دوسرا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ واقعۂ شق قمر خود ایک دلیل وقوع قیامت پر اور اس کی ایک نظیر ہے جس طرح آج یہ چاند دو ٹکڑے ہو گیا، اسی طرح اس روز کائنات کی ہر چیز پارہ پارہ ہو کر رہیگی۔ ۲ (جیسا کہ ہر سحر ایک عارضی چمک دمک کے بعد فنا ہو جاتا ہے) ذکر مشرکین مکہ اور اُن کی شدت ضد و عناد کا ہو رہا ہے کہ یہ لوگ صریح سے بھی صریح، واضح سے بھی واضح نشان غیبی دیکھ کر اُسکی طرف اصلاً التفات نہیں کرتے بلکہ اُسے سحر پر محمول کر کے اُس کی طرف سے بے پروا ہو جاتے ہیں اور یہی کہنے لگتے ہیں کہ بس جیسے اور جادو کے کرشمے وقتی اور چند روزہ ہوتے ہیں، یہ جادو بھی ایک مدت کے اندر ختم ہو جائیگا۔ مُسۡتَمِرٌّ۔ مٹ جانے والا، عارضی، فانی۔ اے ذاهب قاله مجاهد وقتادة وغيرهما اے باطل مضمحل لا دوام له (ابن کثیر) ۳ یعنی بعد چندے ہر امر کی اصلی حالت معین ہو جاتی ہے۔ چنانچہ اس دین سے متعلق بھی نظر آجائیگا کہ آیا یہ کوئی سحر یا ڈھکوسلا ہے اور یا کوئی باقی رہ جانیوالی حقیقت۔ وَاتَّبَعُوۡۤا اَهۡوَآءَهُمۡ۔ اس سے اس جانب اشارہ ہو گیا کہ تکذیب و اعراض بھی محض ہوائے نفس سے تھا۔ اس کی تہ میں کوئی عقلی اشتباہ نہ تھا۔ ۴ (اور ان سے پورا اور واضح نتیجہ عقوبت عاجل سے متعلق نکل سکتا ہے) مِنَ الۡاَنۡۢبَآءِ۔ یعنی پُرانی نافرمان قوموں کے زیر عذاب آنے اور ہلاک و برباد ہونے کے متعلق خبریں۔

رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى ۝٤٢ وَاَنَّهٗ هُوَ اَضْحَكَ وَاَبْكٰى ۝٤٣ وَاَنَّهٗ

آپکے پروردگار کے پاس ہی پہنچنا ہے ف٣٤ اور یہ کہ وہی ہنساتا اور رُلاتا ہے اور یہ کہ

هُوَ اَمَاتَ وَاَحْيَا ۝٤٤ وَاَنَّهٗ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَ

وہی مارتا اور جلاتا ہے اور یہ کہ اُسی نے نر و مادہ دونوں جنسوں کو نطفہ سے پیدا

الْاُنْثٰى ۝٤٥ مِنْ نُّطْفَةٍ اِذَا تُمْنٰى ۝٤٦ وَاَنَّ عَلَيْهِ النَّشْاَةَ

کیا ہے جب وہ ڈالا جاتا ہے ف٣٥ اور یہ کہ دوبارہ پیدائش اسی کے

الْاُخْرٰى ۝٤٧ وَاَنَّهٗ هُوَ اَغْنٰى وَاَقْنٰى ۝٤٨ وَاَنَّهٗ هُوَ رَبُّ

ذمہ ہے اور یہ کہ وہی غنی کرتا ہے اور (سرمایہ) باقی رکھتا ہے ف٣٦ اور یہ کہ وہی پروردگار ہے

الشِّعْرٰى ۝٤٩ وَاَنَّهٗۤ اَهْلَكَ عَادَا ۨالْاُوْلٰى ۝٥٠ وَثَمُوْدَاۡ فَمَاۤ

شعریٰ کا بھی ف٣٧ اور یہ کہ اسی نے قوم عاد اوّل کو ہلاک کیا اور ثمود کو بھی کہ کسی کو

اَبْقٰى ۝٥١ وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا هُمْ اَظْلَمَ

باقی نہ چھوڑا ف٣٨ اور ان سے پہلے نوح کی قوم کو (ہلاک کیا) بیشک وہ اور بھی بڑھے ہوئے ظالم

وَاَطْغٰى ۝٥٢ وَالْمُؤْتَفِكَةَ اَهْوٰى ۝٥٣ فَغَشّٰىهَا مَا غَشّٰى ۝٥٤

و سرکش تھے اور الٹی ہوئی بستیوں کو بھی پھینک مارا تھا پھر اُن بستیوں کو گھیر لیا جس چیز نے کہ گھیر لیا ف٣٩

فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكَ تَتَمَارٰى ۝٥٥ هٰذَا نَذِيْرٌ مِّنَ النُّذُرِ

سو تو اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں میں شک کرتا رہیگا، ف٤٠ یہ ڈرانے والے (پیمبر) بھی پہلے ڈرانے والوں

الْاُوْلٰى ۝٥٦ اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ ۝٥٧ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

میں سے ہیں وہ قریب آجانیوالی چیز قریب آگئی، اللہ کے سوا اُس کا کوئی

ف٣٤ (سوان اطلاعات کے باوجود بھی انسان کا اپنے انجام کی طرف سے نڈر اور اپنی فلاح کی طرف سے غافل اور اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کی طرف متوجہ رہنا کیسا عجیب ہے) الْجَزَآءَ الْاَوْفٰى۔ اس میں تنبیہ ہے کہ جزائے اعمال بالکل پوری پوری ملے گی۔ وہاں کے حساب کتاب میں کسی غلطی، دھوکے، فروگذاشت، بھول چوک کا امکان نہیں۔ اِلٰى رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى۔ اتنے جزء سے دو باتیں معلوم ہوئیں، ایک یہ کہ ہر آغاز کا ایک انجام ہوتا ہے کوئی چیز لا انتہا اور بے نہایت نہیں ہوتی، دوسرے یہ کہ ہر شے کا آخری رجوع حق تعالیٰ کی طرف ہونا ہے نہ کہ کسی اور کی طرف۔ ف٣٥ (رحم مادر میں) آیت کا خلاصۂ مضمون یہ ہے کہ تمام واقعات غم و مسرت، سارے اسباب موت و حیات، ہر قسم کی تخلیق کی اصلی اور آخری علت صرف ذات حق تعالیٰ ہے، کوئی ان صفات میں اس کا شریک و سہیم نہیں اور نہ اُس کے یہ صفات و افعال مختلف دیویوں و دیوتاؤں کے درمیان تقسیم ہیں کہ جلانا اور پیدا کرنا کسی اور کے ہاتھ میں اور مارنا اور فنا کرنا کسی اور کے اختیار میں۔ خوش نصیبی کا تعلق فلاں سے ہو اور بد نصیبی کا فلاں سے۔ ف٣٦ یعنی دھن دولت، سرمایہ دیتا بھی ہے اور وہی اسے محفوظ بھی رکھتا ہے لکشمی دیوی وغیرہ کسی اور کا اس میں دخل نہیں۔ النَّشْاَةَ الْاُخْرٰى۔ یعنی وہ بعث ثانی جو قیامت کے دن ہوگا۔ عَلَيْهِ۔ یعنی اس کا وقوع ایسا ضروری ہے، کہ حق تعالیٰ پر وہ گویا واجب ہے یا حق تعالیٰ کے ذمہ ہے۔ حالانکہ حقیقۃً کوئی شے بھی حق تعالیٰ پر واجب نہیں ہوسکتی۔ واجب ہونے کے معنی کسی برتر قانون کے ماتحت پابندی کے ہیں اور ارادۂ الٰہی سے بڑھ کر کون قانون ہوسکتا ہے جس کا وہ ماتحت یا پابند ہو۔ اسی لئے اہل سنت کا مسلک یہ ہے کہ حق تعالیٰ پر واجب کوئی سی بھی چیز نہیں۔ ف٣٧ (جسے تم معبود سمجھ کر پرستش کر رہے ہو) الشِّعْرٰى۔ شعریٰ سے مُراد مطلق ستارہ بھی ہوسکتا ہے لیکن الشعریٰ یا شعرائے یمانی نام ستارۂ جوزا کا ہے۔ علماء ہیئت کی تحقیق میں یہ آسمان کا روشن ترین ستارہ ہے۔ اس کی پرستش نہ صرف عربوں میں بلکہ متعدد قدیم مشرک، جاہلی قوموں، مصریوں، یونانیوں، رومیوں وغیرہ میں کثرت و شدت سے ہوتی رہی ہے۔ قرآن مجید نے اس کا نام اس سیاق میں لاکر سارے نظام ستارہ پرستی پر ضرب لگادی۔ ذوالشعریٰ۔ کی مورتی ایک چوکور سیاہ پتھر کی تھی اور زمین سے چار فٹ بلند اور دو فٹ چوڑی زمین پر نصب رہتی تھی ـــــ مغربی محققین کا بیان ہے کہ الحجر کے نباطی عہد کے کتبوں میں اس دیوی کا نام منات دیوی کے نام کے ساتھ ساتھ ملتا ہے۔ ملاحظہ ہو حاشیہ تفسیر انگریزی۔ ف٣٨ (اور یہ ساری ہلاکتیں جُرم کفر و شرک ہی کی پاداش میں ہوئیں) ف٣٩ یعنی عذاب الٰہی نے۔ وَالْمُؤْتَفِكَةَ۔ اُلٹی ہوئی بستیوں سے مراد قوم لُوط کے شہر ہیں، مغربی شام میں بحر مُردہ کے نواح میں۔ مَا غَشّٰى۔ یہ ابہام، اسلوبِ عرب کے مطابق، عذاب الٰہی کی عظمت و ہولناکی کے اظہار کے لئے ہے۔ وَقَوْمَ ..... اَطْغٰى۔ نوح و قوم نوح دونوں پر حاشیے بار بار گذر چکے۔ ف٤٠ (اے مخاطب!) مقصود کافر مخاطب کی حماقت پر اظہار تأسف ہے کہ ارے احمق بجائے اس کے کہ ان مضامین کی تصدیق سے تو فائدہ اُٹھاتا تو اُلٹا اُن سے انکار و شک کر رہا ہے۔ اٰلَآءِ رَبِّكَ۔ ان سارے مضامین سے آگاہی۔ ان کے متعلق احکام ہدایات یہ سب بھی تو اللہ کی نعمتیں ہی ہیں۔

۲۷ کبھی کبھار تو وہ درجۂ محسنیت اور محبوبیت کے منافی نہیں) "جو محبوبیت یہاں بقرینۂ مقام مدح مذکور ہے اس کا مصداق بننے کے لئے کبائر سے بچنا تو شرط ہے لیکن صغائر کا احیاناً صدور اس کے لئے موقوف علیہ نہیں البتہ عدم اصرار شرط ہے۔" (تھانویؒ) اِلَّا اللَّمَمَ۔ لمم اور الالمام وہ معصیت ہے جو کبھی کبھی اور اتفاقاً سرزد ہو جائے۔ یقال فلان یفعل کذا المامًا ای حینًا بعد حین (راغب) واصل اللمم والالمام ما یعمله الانسان الحین بعد الحین ولا یکون لہ عادۃ ولا اقامۃ علیہ (رح) ای ما یاتی بہ المؤمن ویندم فی الحال وھو من اللمم الذی ھو مس من الجنون (کبیر) مقصود کلام یہ ہے کہ انسان گناہ پر جانہ رہے۔ گناہ اس سے سرزد ہوتے رہیں اور وہ اُن پر توبہ و استغفار کرتا رہے ——— مذہب اہل سنت میں مقبولین و محبوبین کے لئے ضروری شرط گناہوں سے محفوظیت ہرگز نہیں بلکہ یہی گناہوں پر توبہ، ندامت، انفعال و استغفار ہے۔ صحابیوں اور تابعین سب سے یہی مذہب منقول ہے۔ ومعنی الآیۃ الا ان یلم بالفاحشۃ مرۃ ثم یتوب ویقع الوقعۃ ثم ینتھی وھو قول ابی ھریرۃ ومجاھد والحسن وروایۃ عطاء عن ابن عباس (معالم) عن ابی ھریرۃ قال اللمم من الزنا ثم یتوب ولا یعود واللمم من السرقۃ ثم یتوب ولا یعود واللمم من شرب الخمر ثم یتوب ولا یعود قال کذلک الالمام (ابن کثیر) بعض اقوال اس مضمون کے بھی نقل ہوئے ہیں کہ لمم کے تحت میں بڑے چھوٹے سارے ہی گناہ آجاتے ہیں، بجز شرک کے قال عبد اللہ بن عمرو بن العاص واللمم ما دون الشرک (معالم) غرض یہ کہ آیت سے یہ بالکل ظاہر ہو جاتا ہے کہ گناہوں کا کبھی کبھی سرزد ہوتے رہنا جب درجۂ محسنیت کے منافی نہیں تو عامۂ مومنین کے مقام سے تو اسے اور بھی تنافی حاصل نہیں۔

يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ ۭ اِنَّ

جو کبیرہ گناہوں اور بے حیائیوں سے بچے رہتے ہیں، مگر ہاں یہ کہ ہلکے ہلکے گناہ ہو جائیں ۲۸ بیشک

رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ ۭ هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ اِذْ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ

آپ کا پروردگار بڑی وسیع مغفرت والا ہے ۲۸ وہ تم کو خوب جانتا ہے جبکہ تم کو زمین سے

الْاَرْضِ وَاِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ

پیدا کیا تھا اور جب تم ماؤں کے پیٹ میں بطور جنین کے تھے

فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى ﴿۳۲﴾ اَفَرَءَيْتَ

تو تم اپنے آپ کو مقدس نہ سمجھو، بس وہی خوب جانتا ہے تقویٰ والوں کو ۲۹ بھلا آپ نے

الَّذِيْ تَوَلّٰى ﴿۳۳﴾ وَاَعْطٰى قَلِيْلًا وَّاَكْدٰى ﴿۳۴﴾ اَعِنْدَهٗ عِلْمُ

اس شخص کے حال پر نظر کی ہے جس نے روگردانی کی، اور مال قلیل دیا اور (اب) بند کر دیا ۳۰ کیا اس شخص کے پاس

الْغَيْبِ فَهُوَ يَرٰى ﴿۳۵﴾ اَمْ لَمْ يُنَبَّاْ بِمَا فِيْ صُحُفِ مُوْسٰى ﴿۳۶﴾

علم غیب ہے کہ (اُسے) دیکھ رہا ہے ۳۱ کیا اُسے خبر نہیں پہنچی اس (مضمون) کی جو موسیٰ کے صحیفوں میں تھے

وَاِبْرٰهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰٓى ﴿۳۷﴾ اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ﴿۳۸﴾

اور ابراہیمؑ کے بھی، جنہوں نے (احکام کی) پوری بجا آوری کی کہ کوئی بوجھ اُٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اُٹھا سکتا ۳۲

وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ﴿۳۹﴾ وَاَنَّ سَعْيَهٗ

اور انسان کو صرف اپنی ہی کمائی ملے گی اور یہ کہ انسان کی سعی

سَوْفَ يُرٰى ﴿۴۰﴾ ثُمَّ يُجْزٰىهُ الْجَزَاۗءَ الْاَوْفٰى ﴿۴۱﴾ وَاَنَّ اِلٰى

بہت جلد دیکھ لی جائیگی ۳۳ پھر اُسے پورا پورا بدلہ دیا جائیگا اور یہ کہ (سب کی

ع ۷/۶

۲۸ (تو سب بندوں کو چاہیئے کہ تھوڑا سا صرفِ ہمت کر کے اور اپنی بدکرداریوں کا تدارک کر کے اُس کی مغفرت وسیع میں داخل ہو جائیں) ۲۹ (کہ کون متقی ہے اور کون نہیں، گو افعال تقویٰ صورۃً دونوں سے صادر ہوتے ہوں) آیت میں اہل طاعت کو تنبیہ ہے کہ اپنے متعلق عجب و پندار میں نہ مبتلا ہو جائیں۔ مرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ آیت میں دعویٰ تقدس سے صریح ممانعت ہے۔ اِذْ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ۔ یعنی جب تم سب کو تمہارے جدِ اعلیٰ آدم علیہ السلام کے واسطہ سے پیدا کیا تھا ——— یہ ذکر انسان کی خلقت نوعی کا ہوا۔ وَاِذْ ..... اُمَّهٰتِكُمْ۔ یہ بیان انسان کی خلقت شخصی کا ہوا۔ مِنَ الْاَرْضِ۔ یعنی زمین کی خاک سے۔ مطلب یہ ہوا کہ انسان سے متعلق علم کامل تو صرف اللہ ہی کو ہے۔ باقی انسان پر تو ایسی حالتیں گذرتی ہیں کہ اُسے خود اپنی حالت کا شعور و احساس نہیں ہوتا۔ ۳۰ یعنی اپنے ہی مطلب کے لئے مال دینے کا وعدہ کیا تھا۔ اور پھر اس کا بھی پوری طرح ایفاء نہ کیا تو ایسا شخص بھلا دوسروں کی نفع رسانی کے لئے کھلے دل سے کیا خرچ کرے گا؟ حدیث میں ایک شخص متعین کا ذکر آتا ہے۔ ولید بن مغیرہ نامی کا، کہ اس کا میلان اسلام کی طرف دیکھ کر ایک دوسرے مشرک نے اُس سے کہا کہ کیوں اس فکر میں گھلا جاتا ہے۔ مجھے اتنا روپیہ دے میں سب تیری طرف سے اوڑھے لیتا ہوں۔ ولید نے وعدہ کر لیا، لیکن کچھ تھوڑا بہت دے کر اسے بھی بند کر دیا۔ الَّذِيْ تَوَلّٰى۔ یعنی دین حق سے وہ شخص پھر گیا۔
۳۱ (اور یقینی طور پر جان رہا ہے کہ فلاں شخص میری طرف سے عذاب کا متحمل ہو جائیگا)
۳۲ (ایمانیات میں) یعنی ایک کا ایمان دوسرے کے کام نہ آئیگا۔ الَّذِيْ وَفّٰٓى سورۃ البقرۃ پ ۱ آیۂ کریمہ واذ ابتلیٰ ابراھیم ربہ بکلمات فاتمھن کے ماتحت حاشیے ملاحظہ کر لئے جائیں۔
۳۳ (سو اس اطلاع اور اعلان کے بعد بھی انسان کا اپنی ذاتی ذمہ داری کی طرف سے غافل رہنا کیسا عجیب ہے) للانسان۔ الانسان سے یہاں مراد کافر انسان ہی لی گئی ہے، نہ کہ مطلق انسان سے۔ وقال الربیع الانسان ھنا الکافر واما المؤمن فلہ ما سعی ولہ ما سعی لہ غیرہ (رح) وقال الربیع بن انس یعنی الکافر (معالم) وَاَنْ ..... سعیٰ۔ یعنی ایک کا ایمان دوسرے کے کام نہ آئیگا۔ مشرک جاہلی قوموں میں تو خیر یہ وبا عام تھی ہی۔ یہود اہل کتاب کے ہاں بھی یہ عقیدہ پختہ طور پر قائم ہو گیا تھا کہ مورثوں اور بزرگوں کا مقبولین میں سے ہونا۔ اخلاف و اولاد کے لئے بالکل کافی ہے اور جو لوگ پیمبروں کی نسل میں سے ہیں انہیں کچھ ہاتھ پیر ہلانے بلکہ تصحیح عقائد تک کی ضرورت نہیں اور مسیحیت نے تو نجات کا سارا دار و مدار ہی آگر کفارہ و شفاعت کے عقائد پر ٹھہرا دیا۔ قرآن مجید اس کے برعکس سارا زور ہر فرد کی ذمہ داری اور مسؤلیت پر دیتا ہے اور نجات کا دار و مدار بعد فضل خداوندی کے اسی کو ٹھہراتا ہے۔ چنانچہ یہاں بھی اسی مسئلہ کا اثبات ہے ——— رہا یہ مسئلہ کہ کوئی شخص اپنے کسی دوست، عزیز، بزرگ وغیرہ کے لئے اپنے کچھ حقوق اپنی خوشی سے چھوڑ دے تو یہ اس آیت کے ہرگز منافی نہیں۔ یہ تو مومن کے حق میں دوسرے مؤمن کی طرف سے صورت دعا کی ہے، یہ کیوں نہ قبول ہوگی۔ اور مسئلہ ایصال ثواب اموات کا احادیث صحیحہ متعددہ کی بناء پر اپنی جگہ پر بالکل ثابت ہے۔ وردت اخبار صحیحۃ بنفع الصدقۃ عن المیت منھا ما اخرجہ مسلم والبخاری وابوداؤد والنسائی (رح) اور فقہاء مفسرین نے اسکی متعدد توجیہات درج کی ہیں۔ واما ما صح فی الاخبار من الصدقۃ عن المیت والحج عنہ فقد قیل ان سعی غیرہ لما لم ینفعہ الا مبنیًا علی سعی نفسہ وھو ان یکون مؤمنًا کان سعی غیرہ کانہ سعی نفسہ لکونہ تابعًا لہ وقائمًا بقیامہ ولان سعی غیرہ لا ینفعہ اذا عملہ لنفسہ ولکن اذا نواہ بہ فھو بحکم الشرع کالنائب عنہ والوکیل القائم مقامہ (مدارک)

بَعْدِ اَنْ یَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَ یَرْضٰى ﴿۲۶﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ
بعد اسکے کہ اللہ اجازت دیدے جسکے لئے وہ چاہے اور اسکی رضا ہو ۲۰ بیشک جو لوگ
لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ لَیُسَمُّوْنَ الْمَلٰٓىٕكَةَ تَسْمِیَةَ
آخرت پر ایمان نہیں رکھتے وہ فرشتوں کو زنانے نام سے نامزد
الْاُنْثٰى ﴿۲۷﴾ وَ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ ؕ اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا
کرتے ہیں حالانکہ ان کے پاس کوئی بھی دلیل نہیں، یہ لوگ محض اٹکل پر چل
الظَّنَّ ۚ وَ اِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْـًٔا ﴿۲۸﴾ فَاَعْرِضْ
رہے ہیں، اور اٹکل حق کے مقابلہ میں ذرا بھی کام نہیں دیتی ۲۱ تو آپ اس کی طرف سے خیال
عَنْ مَّنْ تَوَلّٰى ۙ۬ عَنْ ذِكْرِنَا وَ لَمْ یُرِدْ اِلَّا الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا ﴿۲۹﴾ ؕ
ہی ہٹا لیجئے جو بے پروائی اختیار کئے ہوئے ہے ہماری نصیحت کی طرف سے ۲۲ اور اس کا کوئی مقصود ہی نہیں بجز دنیوی زندگی کے
ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ
ان لوگوں کے علم کی رسائی کی حد بھی بس یہی ہے ۲۳ آپ کا پروردگار ہی بیشک خوب جانتا ہے کہ کون
ضَلَّ عَنْ سَبِیْلِهٖ ۙ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدٰى ﴿۳۰﴾ وَ لِلّٰهِ مَا
اُس کے راستہ سے بھٹکا ہوا ہے، اور وہی اس کو بھی خوب جانتا ہے جو راہ راست پر ہے ۲۴ اور اللہ ہی کی
فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ ۙ لِیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اَسَآءُوْا
مِلک ہے جو کچھ بھی آسمانوں میں ہے اور جو کچھ بھی زمین میں ہے ۲۵ انجام کار یہ ہے کہ وہ برائی کرنے
بِمَا عَمِلُوْا وَ یَجْزِیَ الَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى ﴿۳۱﴾ ۚ اَلَّذِیْنَ
والوں کو انکے عمل کی پاداش میں بدلہ دیگا اور نیک کام کرنے والوں کو نیک بدلہ دیگا ۲۶ وہ لوگ ایسے ہیں

۲۰ مطلب یہ ہوا کہ ان بتوں، مورتیوں کا تو خیر ذکر ہی نہیں جو شفاعت کی سرے سے کوئی اہلیت ہی نہیں رکھتے۔ ملائکۂ مقربین تک کی یہ مجال نہیں کہ اپنی رائے و ارادہ سے جس کسی کی چاہیں بے دھڑک سفارش کر ڈالیں۔ بلکہ وہ بھی صرف اجازت الٰہی کے بعد ہی اس کی جرأت کر سکتے ہیں۔ وَکَمْ ..... السَّمٰوٰتِ۔ فی السّمٰوٰتِ کا اضافہ عجب نہیں جو ملائکہ کے مزید تقرب و شرف و اکرام کے اظہار کے لئے ہو۔ لِمَنْ یَّشَآءُ۔ اس کے اندر ساری مشیت تکوینی کا قانون آگیا ——— یعنی اجازت بھی صرف اُسی کے حق میں سفارش کی ملیگی، جسے خود حضرت حق کی مشیت تکوینی چاہ رہی ہو۔ وَیَرْضٰی۔ یہ قید غالبًا اس لئے بڑھادی کہ کہیں دنیا والوں کی طرح وہاں بھی یہ نہ قیاس کیا جائے کہ نعوذ باللہ حق تعالیٰ کو بھی کسی کی مروت و لحاظ یا خوف سے اپنی مرضی کے خلاف اجازت دے دینا پڑتی ہے ——— مرضی حق خود ہی سب سے بالاتر ہے، جس کے اوپر کوئی مؤثر نہیں۔ ۲۱ الظن۔ ظن سے مراد تخمین و قیاس ہے اور وہ بھی ایسا جو نہ کسی دلیل شرعی پر مبنی ہو نہ کسی قاعدۂ عقلی سے مستنبط۔ مِنْ عِلْمٍ۔ علم یہاں تحقیق یا حقیقت رسی کے معنی میں ہے اور ظن یا تخمین کے ٹھیک مقابل من نے موقع نفی پر آکر معنی میں استغراق پیدا کر دیا، یعنی کوئی بھی دلیل ان کے پاس نہیں۔ ۲۲ (اور یہی دلیل ہے ان کی کج فہمی اور بے غوری دونوں کی) مبلغ اعظم کو ہدایت ہو رہی ہے کہ ان دنیا پرستوں سے جب قبول حق کی کوئی توقع ہی نہیں تو آپ بھی اُن کی پروا نہ کیجئے اور ان کی فکر میں زیادہ نہ پڑے رہیئے۔ عَنْ ذِکْرِنَا ..... الدُّنْیَا انسان کی حماقت و سفاہت اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگی کہ وہ ہاتھی کے جسم کی ساری بڑائی کو چھوڑ چھاڑ کر اس کی دم کے صرف آخری سرے کو یا پیر کے ناخنوں کو پکڑ لے، اور اسی سے ہاتھی کی جسامت، ساخت، ترکیب سے متعلق رائے قائم کرنے لگے ——— اس سے ہزار اور لاکھ درجہ بڑھ کر اور قابل رحم اُن "روشن خیالوں" یا "بے فکروں" کا حال ہے، جو مابعد الموت جیسے بیحد وسیع عالم سے بالکل قطع نظر کئے ہوئے ساری توجہ اور "علم" و "تحقیق" کا موضوع اسی چند سالہ زندگی کو بنائے ہوئے ہیں! ان سے بڑھ کر اندھا اور کون ہو سکتا ہے؟ ۲۳ یعنی یہی مادّی، عنصری، زود فنا، سریع الزوال، چند روزہ دنیوی زندگی۔ کتنے افسوس اور حسرت کا مقام ہے کہ آج مہذب اور ترقی یافتہ قوموں کا سارا مبلغ علم اور منتہائے پرواز خیال اسی محدود و مختصر عنصری زندگی تک محدود ہو کر رہ گیا ہے اور اپنی اس تنگ نظری پر انتہائی فخر و ناز ہے! ۲۴ (کہ علم اسی کا کامل ہے) ۲۵ (کہ قدرت اُسی کی کامل ہے) ۲۶ یعنی اُس کے علم کامل و قدرت کامل کے مجموعہ کا مقتضا یہ ہے کہ مکلفین کے انجام دو قسم کے ہوں۔ اہل ضلالت کا انجام عذاب پر ہو اور اہل ہدایت کا مسرّت و راحت

پر۔ لیجزی میں ل عاقبت کا ہے یعنی انجام کار یہ ہونا تھا۔ قال الواحدی اللام للعاقبة (کبیر) والتحقیق فیه هو انّ حتّی ولام الغرض متقاربان فی المعنی لان الغرض نهایة الفعل وحتّی للغایة المطلقة فبینهما مقاربة یستعمل احدهما مکان الآخر (کبیر)

تصدیق کی۔ بصارت اور بصیرت دونوں اس مشاہدہ یا نظارہ پر متفق رہے۔ ؁۱۱ کیسے غضب کی بات ہے کہ تم نبیؐ سے نزاع اُس چیز میں کر رہے ہو، جو اُس کی سنی سنائی ہوئی یا خیال و گمان کی ہوئی نہیں، خوب
اچھی طرح دیکھی بھالی، جانچی پڑتالی ہوئی اور تخیلات و معقولات و مسموعات کے عالم سے کہیں گذر کر اس کے لئے دائرۂ مشاہدات میں آچکی ہے۔ ؁۱۲ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى۔ سِدْرَة۔ کے لفظی معنی بیری کے درخت
کے ہیں۔ اور سدرۃ المنتہٰی اصطلاح میں وہ بیری کا درخت ہے جو چھٹے یا ساتویں آسمان یا دونوں پر ہے ایک سے لے کر دوسرے تک اور گویا اس عالم اور اُس عالم کے درمیان ایک نقطۂ اتصال ہے۔ عالم بالا سے
جتنے احکام وغیرہ صادر ہوتے ہیں وہ سدرۃ المنتہٰی ہی تک پہلے آتے ہیں اور پھر ملائکہ وہاں سے زمین پر لاتے ہیں۔ اسی طرح یہاں سے جو اعمال صعود کرتے ہیں وہ بھی پہلے سدرۃ المنتہٰی تک پہنچتے ہیں۔ پھر
وہاں سے اُوپر اُٹھا لئے جاتے ہیں۔ عن ابن مسعود والضحاک سدرة المنتهى فی السماء السادسة والیها ینتهی ما یعرج الی السماء (جصاص) الجمهور علی انها شجرة تبقی فی السماء السابعة علی یمین العرش (سلک) وهی فی
السماء السابعة الیها ینتهی ما یعرج به من الارض فیقبض منها والیها ینتهی ما یهبط به من فوقها فیقبض منها (معالم) التی ینتهی اعمال الخلائق وعلمهم او ما ینزل من فوقها ویصعد من تحتها (بیضاوی) المشهور ان السدرة
شجرة فی السماء السابعة علیها مثل النبق وقیل فی السماء السادسة (کبیر) آسمانوں کے اوپر درخت اور بیری کے درخت کے تسلیم کرنے میں دشواری کچھ بھی نہیں۔ آخر جنّت میں دُودھ، شہد، پانی وغیرہ کے ساتھ درخت

اِذْ یَغْشَى السِّدْرَةَ مَا یَغْشٰىۙ ﴿۱۶﴾ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ﴿۱۷﴾
جبکہ اُس سدرہ کو لپٹ رہی تھیں، جو چیزیں کہ لپٹ رہی تھیں ؁۱۳ ان (پیمبر) کی نگاہ نہ تو ہٹی اور نہ بڑھی ؁۱۴

لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ﴿۱۸﴾ اَفَرَءَیْتُمُ اللّٰتَ
انہوں نے اپنے پروردگار (کی قدرت) کے بڑے بڑے عجائبات دیکھے، بھلا تم نے لات

وَالْعُزّٰىۙ ﴿۱۹﴾ وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى ﴿۲۰﴾ اَلَكُمُ الذَّكَرُ
اور عزیٰ اور تیسرے منات کے حال میں بھی غور کیا ہے؟ ؁۱۵ کیا تمہارے لئے تو بیٹے ہوں

وَلَهُ الْاُنْثٰى ﴿۲۱﴾ تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِیْزٰى ﴿۲۲﴾ اِنْ هِیَ
اور اللہ کے لئے بیٹیاں؟ یہ تو بڑی ہی بے ڈھنگی تقسیم ہے ؁۱۶ یہ تو نرے

اِلَّاۤ اَسْمَآءٌ سَمَّیْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ
نام ہی نام ہیں جو تم نے، اور تمہارے باپ دادوں نے ٹھہرا لئے ہیں اللہ نے تو اس پر

بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍؕ اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى
کوئی دلیل اتاری نہیں ہے ؁۱۷ یہ لوگ نرے اٹکل پر اور اپنے نفس کی خواہش پر

الْاَنْفُسُۚ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰىؕ ﴿۲۳﴾ اَمْ
چل رہے ہیں، درآنحالیکہ ان کے پاس اُن کے پروردگار کی طرف سے ہدایت آچکی ہے ؁۱۸ بھلا کہیں

لِلْاِنْسَانِ مَا تَمَنّٰى ﴿۲۴﴾ؗۖ فَلِلّٰهِ الْاٰخِرَةُ وَالْاُوْلٰى ﴿۲۵﴾ وَكَمْ مِّنْ
انسان کو ہر وہ چیز مل جاتی ہے جس کی وہ تمنا کرتا ہے؟ ؁۱۹ نہیں بلکہ ہر تمنا اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے آخرت کی بھی، اور دنیا کی بھی

مَّلَكٍ فِی السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِیْ شَفَاعَتُهُمْ شَیْـًٔا اِلَّا مِنْۢ
اور بہت سے فرشتے آسمانوں میں ہیں کہ اُن کی سفارش ذرا بھی کام نہیں آسکتی مگر ہاں،

ع ١ ٢٥ ٥

اور باغ کثرت سے ہی ہیں۔ تو ایک بیری ہی کے درخت میں کیا خاص اشکال و استبعاد ہے؟
البتہ یہ ظاہر ہے کہ جس طرح جنت اور آسمان کی ہر نعمت دنیا کی نعمتوں سے مشابہ لیکن بہت
مختلف ہوگی۔ اسی طرح یہ بیری بھی دنیا کی بیریوں سے یقیناً بہت کچھ مختلف ہوگی اور کچھ اور ہی
آثار و خواص رکھتی ہوگی۔ وَلَقَدْ ..... اُخْرٰى۔ یعنی اس فرشتہ کو دوبارہ ہیئت اصلی پر
دیکھا پہلی بار اسی سطح ارضی پر دیکھا تھا اور اب کی دوبارہ شب معراج ہیں۔ عن ابن مسعود و
عائشة ومجاهد والربیع قالوا رای جبریل فی صورته التی خلقه الله علیها مرتین (جصاص)
فهذه هی لیلة الاسراء والاولی کانت فی الارض (ابن کثیر) هذه هی المرة الثانیة التی
رای رسول الله صلعم فیها جبریل علی صورته التی خلقه الله علیها وکانت لیلة الاسراء
(ابن کثیر) ؁۱۳ یہ لپٹنے والی چیزیں روایات کے مطابق فرشتے تھے جو بکثرت دیوانہ وار
گر رہے تھے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ یہ انوار و تجلّیات جمال مطلق تھے جو سدرہ کو لپٹے
ہوئے تھے اور فرشتے انہیں پر عاشقانہ گر رہے تھے۔ غشیها نور الرب وغشیتها الملائکة من
حب الله (ابن جریر عن الربیع) قد تقدم فی احادیث الاسراء انه غشیتها الملائکة مثل الغربان
وغشیها نور الرب وغشیها الوان ما ادری ما هی (ابن کثیر) مَا یَغْشٰى کلمۂ تفخیم ہے۔ اہل عرب کمال عظمت
کے اظہار کے موقع پر ایسا ہی صیغۂ اجمال و ابہام کا لاتے ہیں۔ تعظیم وتکبیر لما یغشٰها (کشاف۔
مدارک) وفی ابهام ما یغشی من التفخیم ما لا یخفی (روح) عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى۔ پہلے فقرہ
میں اُس مقام کی نشان دہی کی تھی جہاں فرشتۂ اعظم کی ملاقات ہوئی تھی۔ اس فقرہ میں اس
مقام کے شرف و امتیاز کا ذکر ہے۔ مَاْوٰى کے لفظی معنی ٹھہرنے کی جگہ یا ٹھکانے کے
ہیں۔ جنت چونکہ مقبولین کے رہنے اور ٹھہرنے کا ٹھکانا ہے۔ اس لئے اُسے جنت الماوٰی کہتے
ہیں۔ ؁۱۴ ان چیزوں سے جن کی رویت کا حکم نہیں ہوا تھا۔ مَا زَاغَ الْبَصَرُ۔ یعنی
ان چیزوں سے نہ ہٹی جن کی رویت کا حکم ہوا تھا۔ ؁۱۵ (کہ وہ کوئی بھی شائبۂ الوہیت
کا اپنے اندر رکھتی ہیں اے مشرکو!) لَاتُ۔ عُزّٰى اور مَنات تینوں مشرکین عرب کے
مشہور بُت تھے۔ اللات۔ عرب کی بہت مشہور و قدیم دیوی تھی۔ نباطی کتبات تک
میں اس کا نام موجود ہے، یہ سورج دیوتا کی مظہر تھی اور قبیلۂ ثقیف کی دیوی تھی۔ اس کا بُت
طائف میں نصب تھا۔ اور حال ہی بعض سیاحوں نے اسے دیکھا ہے چنانچہ ڈاوٹی DOUGHTY.
کی (ARABIA-DISERTA.) جلد دوم میں اس کا فوٹو بھی دیا ہوا ہے۔ العزّٰى
یہ قوت و طاقت کی دیوی تھی جیسے ہندوستان میں دُرگا دیوی۔ یونان و روما کی زہرہ دیوی
کی قائم مقام۔ ظہور اسلام کے وقت عربوں میں اُس کا سب سے زیادہ شہرہ تھا۔ اس کا بُت
نخلہ میں نصب تھا اور یہ دیوی قبیلۂ غطفان کی تھی۔ منات۔ یہ دیوی تقدیر کی حکمران تھی۔

اس کا بُت قدید میں نصب تھا۔ مدینہ کے اوس و خزرج والے اس کے خاص طور پر معتقد تھے ــــ عجب نہیں کہ تحقیقات کے بعد اس کا تعلق ہندوستان کے مشہور بت و بتکدہ "سومنات" سے بھی ثابت ہو جائے
تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہوں حواشی تفسیر انگریزی۔ مشرکین عرب کے عقیدہ میں یہ تینوں دیویاں خدا کی بیٹیاں تھیں۔ اَفَرَءَیْتُمُ کے حرف ف میں ادھر اشارہ ہے کہ پیمبر کی عظمت و صداقت کے محقق ہو جانے
کے بعد تو تم کو سمجھ جانا چاہیئے تھا۔ الْاُخْرٰى۔ ذم و تحقیر کے لئے ہے۔ هی صفة ذم ای المتاخرة الوضیعة المقدار (کشاف) وقال بعض الاجلة الثالثة للتاکید والاخرى للذم بانها متاخرة فی الرتبة وضیعة المقدار (روح)
؁۱۶ یعنی شرک پر مستزاد یہ کہ اپنے لئے تو اپنے رواج و عرف کی بنا پر اچھی چیز یعنی بیٹے تجویز کرتے ہو اور خدا کے لئے اپنے رواج و عرف کے معیار سے بھی ناقص اور گھٹیا چیز یعنی بیٹیاں تجویز کئے ہوئے ہو۔ تِلْكَ
..... ضِیْزٰى یعنی یہی کہ کسی کو دیوی ٹھہرائی کسی کو دیوتا، کسی کا نام ہوا کا خدا رکھ دیا، کسی کو رزق و بارش کا دیوتا کہنے لگے۔ ان اسماء و القاب کو حقیقت سے کوئی دُور کا بھی واسطہ تو نہیں۔ ؁۱۷ یعنی نظریۂ
شرک پر کوئی دلیل نہ تو عقل سے ملتی ہے نہ نقل سے۔ نہ کوئی الہامی ثبوت نہ کوئی علمی و تجربی شہادت۔ مَا ..... سُلْطٰن۔ قرآن مجید نے محض اثبات توحید ہی پر دلائل نہیں قائم کئے ہیں بلکہ بار بار مدعیان
شرک کو چیلنج کیا ہے کہ تم اثبات شرک پر کوئی ایک دلیل کسی درجہ کی بھی تو پیش کر کے دکھاؤ! ؁۱۸ (پیمبر کے ذریعہ سے) یعنی بلا دلیل و بلا ثبوت ان اوہام فاسدہ میں مبتلا ہو جانا یوں بھی بڑے غضب کی بات
تھی۔ چہ جائیکہ جب اس کے خلاف دلائل اور ثبوت پیمبر برحق کی معرفت پہنچ جائیں۔ اِنْ ..... الْاَنْفُسُ۔ ان کی یہ خواہشات نفس بھی انہیں اوہام اور بے عقلی کے خیالات پر مبنی ہیں۔ ؁۱۹ (تو
پھر ان مشرکوں کی یہ کیسی حماقت ہے کہ اپنی دیویوں دیوتاؤں سے اس کی آس لگائے بیٹھے ہیں کہ وہ ان کی آرزوؤں، تمناؤں کے مطابق ان کے کام آئینگے اور ان کی سعی و سفارش کرینگے!) اَمْ ..... تَمَنّٰى۔ یہ کتنی گہری
اور اہم حقیقت کا اعلان ہے۔ اگر انسان کو اسی کا استحضار رہے تو کتنی مایوسیوں، ناکامیوں، نامرادیوں سے محفوظ رہ سکتا ہے۔ فَلِلّٰهِ الْاٰخِرَةُ وَالْاُوْلٰى۔ انسان کی فوری اور انجامی دونوں طرح کی بھلائیاں صرف اللہ
ہی کے ہاتھ میں ہیں۔ تو قع جو کچھ بھی کی جائے بس اُسی سے کی جائے۔ لِلْاِنْسَانِ۔ انسان سے یہاں مُراد کافر انسان سے لی گئی ہے۔ یعنی الکافر (مدارک) الطن الکافر ان له ما یتمنٰی (معالم)

یعنی جس طرح ستارہ طلوع سے غروب تک ساری مسافت میں اپنی باقاعدہ رفتار قائم رکھتا ہے اور ذرا ادھر سے اُدھر نہیں ہوتا، اُسی طرح یہ پیمبر امین ساری عمر ضلال وغوایت کے اثر سے محفوظ رہے اور افراط وتفریط دونوں سے الگ، ٹھیک حق کی صراطِ مستقیم پر قائم ہیں۔ وَالنَّجْمِ۔ ستارہ سے مراد یہاں ستارہ کی جنس ہے۔گو بعض نے ستارہ ثریا سے مُراد لی ہے۔ الثریا او جنس النجوم کما قال القمر بالثریا و بجنس النجوم (مدارک) ستارہ کو اپنی باقاعدہ رفتار سے اِدھر اُدھر جس طرح طلوع سے غروب تک نہیں ہوتا اسی طرح غروب سے طلوع تک بھی نہیں ہوتا۔لیکن یہ دوسری کیفیت مرئی ومحسوس نہیں۔اور وہ پہلی کیفیت مشاہد ہے۔اس لئے ذکر اسی قید کے ساتھ کیا گیا۔ مَا ضَلَّ۔ ضلال یہ کہ بالکل راستہ بھول کر کھڑا رہ جائے۔ مَا غَوٰی۔ غوایت یہ کہ غیر راہ کو راہ سمجھ کر چلتا رہے۔ صَاحِبُكُمْ۔ یعنی یہ تمہارے ہر وقت کے اور سامنے سامنے ساتھ رہنے والے، جن کے کردار، اقوال، احوال، اعمال سے تم خوب واقف ہو۔ ۲ھ (اور اپنے گڑھے ہوئے کلام کو خدا کی جانب منسوب کر دیتے ہیں، جیسا کہ تم سمجھ رہے ہو) مطلب یہ ہوا کہ دین کے باب میں جو کچھ بھی آپؐ کے منہ سے نکلتا ہے وہ کسی خواہش نفس سے نہیں۔ ۳ھ یہ وحی خواہ لفظی ہو جو قرآن کہلاتی ہے، خواہ محض معنوی ہو، جو سنت کہلاتی ہے۔اور خواہ محض کسی قاعدۂ کُلی کی ہو جس سے آپؐ اجتہاد کرتے ہوں، مقصود زعم کفار کی نفی ہے یعنی صرف اس حقیقت کا اظہار کہ آپ کسی غلط بات کی نسبت حق تعالیٰ کی جانب نہیں کر دیتے۔ (تھانویؒ) هُوَ۔ یعنی دین کے باب میں آپ کا تکلم۔ ای ما نطقہ فی

سُوْرَةُ النَّجْمِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اثْنَتَانِ وَّسِتُّوْنَ اٰيَةً وَّثَلٰثُ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ نجم مکّہ میں نازل ہوئی اور اس کی باسٹھ آیتیں اور تین رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ نہایت مہربان بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ﴿۱﴾ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ﴿۲﴾

قسم ہے ستارہ کی جب وہ ڈوبنے لگے کہ یہ تمہارے ساتھ رہنے والے نہ بھٹکے اور نہ غلط راستہ پر ہو لیے،

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ﴿۳﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ﴿۴﴾ عَلَّمَهٗ

اور نہ وہ اپنی خواہش نفسانی سے باتیں بناتے ہیں،۲ ان کا کلام تو تمام تر وحی ہی ہے جو ان پر بھیجی جاتی ہے،۳ انہیں

شَدِيْدُ الْقُوٰى ﴿۵﴾ ذُوْ مِرَّةٍ فَاسْتَوٰى ﴿۶﴾ وَهُوَ بِالْاُفُقِ

بڑی قوت والا فرشتہ سکھاتا ہے،۴ پیدائشی طاقتور،۵ پھر وہ اصلی صورت پر ظاہر ہوا،۶ اس حال میں کہ وہ آسمان

الْاَعْلٰى ﴿۷﴾ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ﴿۸﴾ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ

کے بلند کنارہ پر تھا،۷ پھر وہ نزدیک ہوا اور زیادہ نزدیک ہوا،۸ سو دو کمانوں کا فاصلہ رہ گیا بلکہ اور بھی

اَدْنٰى ﴿۹﴾ فَاَوْحٰى اِلٰى عَبْدِهٖ مَا اَوْحٰى ﴿۱۰﴾ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ

کم،۹ پھر (اللہ نے) اپنے بندہ پر وحی نازل کی جو کچھ کہ نازل کیا،۱۰ قلب نے کوئی غلطی نہیں کی،

مَا رَاٰى ﴿۱۱﴾ اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى ﴿۱۲﴾ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً

دیکھی ہوئی چیز میں۱۱ تو کیا ان (پیمبر) سے اُن چیزوں میں نزاع کرتے ہو جو انکی دیکھی ہوئی ہیں،۱۲ اور

اُخْرٰى ﴿۱۳﴾ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ﴿۱۴﴾ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى ﴿۱۵﴾

انہوں نے اس فرشتہ کو ایک بار اور بھی دیکھا ہے سدرۃ المنتہیٰ کے قریب،۱۳ کہ اس کے قریب جنت الماویٰ ہے

الدین (معالم) ۴ھ (اُس وحی کو اللہ کی طرف سے) یہاں ذکر واسطۂ وحی کا ہے۔ مشرکین عرب معتقد تھے کہ کاہنوں کے پاس غیبی معلومات شیطانوں کے واسطہ سے پہنچتے ہیں۔ یہاں اس کی تردید میں ارشاد ہوا کہ یہاں درمیانی واسطہ شیطان کا نہیں جو ان پیمبر پر کاہن ہونے کا احتمال بھی ہو سکے بلکہ واسطہ بھی فرشتہ کا ہے یعنی سرچشمۂ وحی رحمانی اور واسطۂ وحی ملکوتی۔ شَدِيْدُ الْقُوٰى۔ وہ پُرقوت فرشتہ جس پر کسی شیطانی اثر سے تأثر ومغلوبیت کا گمان بھی نہیں ہو سکتا۔ مراد جبریل علیہ السلام ہیں ——— قوت واجلال کے مظہر اتم۔ ای ملک شدید قواہ وھو جبریل علیہ السلام عند الجمہور (مدارک) ھو جبریل علیہ السلام کما قال ابن عباسؓ وقتادۃ والربیع (روح) ۵ھ (ان رسول کے روبرو) اس میں کمال اکرام واعزاز ہے رسول کا۔ کہ آپؐ کے لئے ایک بار وہ حجابات دور کر دیئے گئے جن کے اندر جبریل انسانی آنکھ کے سامنے جلوہ گر ہو سکتے ہیں۔ ذُوْ مِرَّةٍ۔ پیدائشی طاقتور ایسے کہ شیطان کی مجال نہیں جو ان کے سامنے پر مار سکے۔ ذُوْ مِرَّةٍ کے ایک معنی حسین وپاکیزہ رُو کے بھی کئے گئے ہیں ——— حُسن وجمال کے مظہر اتم۔ عن ابن عباس ذو منظر حسن (مدارک) گویا جلال وجمال الٰہی دونوں کے مظہر اتم۔ ایک معنی ذُوْ مِرَّةٍ کے یہ بھی کئے گئے ہیں۔ کہ عقل ونظر کے لحاظ سے کامل، جس طرح شَدِيْدُ الْقُوٰى کے معنی کئے گئے ہیں۔ قوت جسمانی کے لحاظ سے کامل۔ ذو مرۃ ای ذو حصافۃ واستحکام فی العقل فکانہ الاول وصف بقوۃ الفعل وھذا وصف بقوۃ النظر والعقل (روح) ۶ھ (جانب مشرق میں) ای مطلع الشمس (مدارک) وھو اقصی الدنیا عند مطلع الشمس (معالم) اس نظارہ کی تفصیلات حدیث میں آئی ہیں۔ جن کا خلاصہ یہ ہے کہ جدھر سے صبح صادق طلوع ہوتی ہے اُدھر رسول اللہ صلعم کو ابتداء نبوت میں حضرت جبریلؑ ایک بار اپنی اصلی صورت میں کرسی پر بیٹھے ہوئے نظر آئے۔ آسمان اُس وقت ایک سرے سے دوسرے سرے تک انکے وجود سے پُر معلوم ہو رہا تھا۔ یہ مہیب وحیرت انگیز منظر آپ نے پہلی بار دیکھا تو طبیعت میں قدرۃً کچھ گھبراہٹ کے آثار پیدا ہوئے اُس پر سورۃ المدثر نازل ہوئی۔ ۷ھ یعنی وہ فرشتۂ وحی صورت وسیرت میں کامل، پُرقوت وپاکیزہ رُو رسول سے بالکل متصل وملحق ہو کر رہا۔ دَنَا فَتَدَلّٰى۔ دنو کے معنی خود ہی قریب ونزدیکی کے ہیں۔ تدلّٰی قرب مزید کے معنی میں لا کر اُس کی اور تاکید وتوثیق کر دی۔ دنا اور تدلّٰی دونوں کی ضمیریں فرشتۂ وحی، جبریل امینؑ شدید القویٰ کی جانب ہیں۔ ۸ھ محاورۂ عرب میں مُراد اس سے کمال قرب ہوتی ہے۔ جب دو عرب آپس میں کوئی نہایت مضبوط عہد وپیمان کرنا چاہتے تھے تو اپنی اپنی کمانوں کو نکال کر انہیں باہم ملاتے تھے۔ یہاں تک کہ دونوں کے چلّے مل جاتے، پھر دونوں کو اکٹھا کھینچتے اور دونوں سے ایک ہی تیر چلاتے۔ یہ گویا علامت تھی "من تو شدم تو من شدی" ہو جانے کی۔ رفتہ رفتہ زبان میں یہ محاورہ کمال قرب وغایت اتحاد واتصال کے لئے استعمال ہونے لگا۔ مقصود یہاں فرشتۂ وحی اور رسول صاحب وحی کے درمیان غایت قرب واتصال کو دکھانا ہے۔ والمقصود تمثیل ملکۃ الاتصال وتحقیق استماعہ لما اوحی الیہ بنفی بعد الملبس (بیضاوی) یکون ذلک اشارۃ الی ان رضا احد ھو رضا الاخر وسخطہ سخطہ لا یمکن خلافہ (روح) ورد ھذا علی استعمال العرب وعادتھم (کبیر) اَوْ اَدْنٰى۔ اس میں اشارہ آگیا رسولؐ اور جبریلؑ کے درمیان کمال قرب صوری کے علاوہ غایت مناسبت روحانی کی جانب بھی جو مدار اعظم معرفت تام کی ہے (تھانویؒ) اَوْ یہاں شک کے لئے نہیں، تاکید اور وثوق میں زیادتی کے لئے ہے اور اس امر کے اظہار کے لئے کہ فاصلہ اتنی مقدار سے زائد بہر حال نہ تھا کم جتنا بھی ہو۔ فقد تقدم ان ھذہ الصفۃ تستعمل فی اللغۃ لاثبات المخبر عنہ ونفی ما زاد علیہ (ابن کثیر) المراد افادۃ شدۃ القرب (روح) فَكَانَ ...... ادنیٰ۔ رسول اللہ صلعم سے یہ غایت قرب واتصال ظاہر ہے کہ انہی فرشتۂ وحی کو حاصل ہوا۔ تابعین ہی نہیں، اجلّ صحابہ سے بھی یہی منقول ہے۔ ھذا المقترب الدانی الذی صار بینہ وبین محمد صلعم انما ھو جبریل علیہ السلام ھو قول ام المؤمنین عائشۃ وابن مسعود وابی ذر وابی ھریرۃ (ابن کثیر) ۹ھ (اس فرشتہ کے ذریعہ سے، آپؐ کے افاقہ کے بعد) یعنی اللہ جیسے حاکم ذو الجلال وباقتدار نے وحی بھیجی بھی تو ایسے پُرقوت اور مقتدر فرشتہ کے ذریعہ سے اور اُس فرشتہ نے بھی آپ سے اس درجہ متصل ہو کر پہنچائی۔ مَا اَوْحٰى۔ کلمہ تفخیم ہے۔ محاورۂ عرب میں اس کا استعمال موقع کمال عظمت پر ہوتا ہے جہاں انتہائی تعظیم مقصود ہوتی ہے وہاں بجائے تفصیلات میں جانے کے صیغہ اسی اجمال وابہام کا استعمال کیا جاتا ہے۔ تفخیم للوحی الذی اوحی الیہ (کشاف۔ مدارک) ۱۰ھ ادھر بیان ہو چکا ہے کہ وحی کا سرچشمہ خود حضرت رحمٰن وسبحٰن ہیں جہاں غلطی کا امکان ہی نہیں اور پھر واسطۂ وحی، فرشتۂ جبریل کہ وہاں بھی غلطی کا گذر نہیں۔ اب رہے وہ صاحب جن پر وحی نازل ہوئی یہاں تصریح اس کی ہو گئی کہ وہ بشر ہونے کے باوجود ہر غلطی سے محفوظ ومامون گویا اتصال وحی وقبول وحی کے سلسلہ میں سارے احتمالات خطا منفی۔ فؤاد اور رؤیت دونوں کے اجتماع سے ثابت ہوتا ہے کہ آپؐ نے چشم دل سے بھی دیکھا اور چشم جسم سے بھی۔ آنکھ نے بھی صحیح دیکھا اور دل نے بھی

اَمْ يُرِيْدُوْنَ كَيْدًا ؕ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا هُمُ الْمَكِيْدُوْنَ ﴿٤٢﴾
کیا یہ لوگ بُرائی کا ارادہ رکھتے ہیں؟ سو یہ کافر خود ہی بُرائی میں گرفتار ہوں گے ۲۱
اَمْ لَهُمْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿٤٣﴾
کیا ان کا اللہ کے سوا کوئی اور خدا ہے؟ پاک ہے اللہ اُن کے شرک سے
وَاِنْ يَّرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَآءِ سَاقِطًا يَّقُوْلُوْا سَحَابٌ
اور اگر یہ آسمان کا کوئی ٹکڑا گرتا ہوا دیکھ لیں تو بھی یہی کہیں کہ یہ تو تہ بہ تہ
مَّرْكُوْمٌ ﴿٤٤﴾ فَذَرْهُمْ حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ فِيْهِ
جما ہوا بادل ہے، تو انہیں چھوڑے رہئے یہانتک کہ انہیں اپنا وہ دن پیش آئے جس میں انکے ہوش
يُصْعَقُوْنَ ﴿٤٥﴾ يَوْمَ لَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ كَيْدُهُمْ شَيْـًٔا وَّلَا هُمْ
اُڑ جائینگے ۲۲ جس دن اُن کی تدبیریں اُن کے کچھ بھی کام نہ آئیں گی اور نہ انہیں
يُنْصَرُوْنَ ﴿٤٦﴾ ؕ وَاِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا عَذَابًا دُوْنَ ذٰلِكَ
مدد ہی ملیگی ۲۳ ان ظالموں پر قبل اس کے بھی عذاب (ہونے والا) ہے
وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٤٧﴾ وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَاِنَّكَ
لیکن ان میں سے اکثر (اس کا) علم نہیں رکھتے ۲۴ آپ اپنے پروردگار کی تجویز پر صبر سے قائم رہیے اسلئے
بِاَعْيُنِنَا وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ﴿٤٨﴾ وَمِنَ
کہ آپ تو عین ہماری حفاظت میں ہیں ۲۵ اور آپ اپنے پروردگار کی حمد و تسبیح کیا کیجیے جب اُٹھا کیجیے، اور
الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاِدْبَارَ النُّجُوْمِ ﴿٤٩﴾ ع
رات میں بھی اُس کی تسبیح کیجیے اور ستاروں سے پیچھے بھی ۲۶

ع ۲ ۲۱ ۴

۲۱ یعنی اپنے اسی کید کے وبال میں خود ہی گرفتار ہونگے، قید ہونگے قتل ہونگے، شکست و ناکامی کی ذلتیں اور مصیبتیں اُٹھائینگے۔ قریش کے عین دورِ غلبہ و اقبال میں جبکہ اسباب ظاہری سب اسلام کی مغلوبی ہی کے تھے، ایسی پیشگوئی بجائے خود اعجاز قرآنی کی ایک دلیل ہے۔ ۲۲ (اور اُسی دن انہیں حقیقت حال معلوم ہو کر رہیگی۔ اُسکے ادھر نہیں) فَذَرْهُمْ۔ یعنی انکے باب میں اب زیادہ فکر و تردد کو کام میں نہ لائیے اور انہیں انکے حال پر چھوڑے ہوئے رہئے۔ ۲۳ کسی طرف سے نہ مخلوق کی طرف سے کہ اس کا امکان ہی نہیں اور نہ خالق کی طرف سے کہ اس کا وقوع نہیں ہونے کا) كَيْدُهُمْ۔ کید سے مُراد انکی وہ تدبیریں اور سازشیں ہیں جو یہ اپنی کامیابی اور اسلام کی مخالفت میں برابر کام میں لاتے رہتے تھے۔ ۲۴ (اور اسی لئے اُس کے باب میں کوئی فکر و اہتمام نہیں کرتے) عَذَابًا دُوْنَ ذٰلِكَ۔ یعنی اُس اُخروی دائمی عذاب کے علاوہ دنیا میں بھی عنقریب ان کو سزا ملنے والی ہے، قحط، قید، قتل، شکست و ہزیمت وغیرہ کی شکل میں۔ ۲۵ (اور مخالفین و معاندین آپ کو ضرر نہیں پہنچا سکتے) بِاَعْيُنِنَا۔ عین کے یہاں مجازی معنی حفاظت و ذمہ داری کے ہیں۔ ای فی حفظنا وحراستنا فالعین مجاز عن الحفظ (روح) العین کا صیغۂ جمع اظہارِ عظمت و کمال کیلئے ہے اور قرآن مجید میں اس کی مثالیں اور بھی موجود ہیں۔ معناہ التعظیم والتفخیم ونظیرہ فی الجمع للتفخیم والتعظیم قولہ تعالیٰ تجری باعیننا وقولہ تعالیٰ مما عملت ایدینا انعاما (غرائب القرآن للجصاص) مُرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ مراقبۂ حضوری کو دخل عظیم طمانیت و سکونِ قلب میں ہے۔ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ۔ یعنی ان معاندین سے انتقام کی عجلت نہ کیجیے، صبر و تحمل سے کام لیتے رہئے۔ ۲۶ یعنی ستاروں کے غروب کے بعد اور مثلاً نماز فجر کے وقت۔ حِيْنَ تَقُوْمُ۔ مثلاً اپنی مجلس سے اُٹھتے وقت یا رات کو تہجد سے اُٹھتے وقت۔ غرض اپنے دل کو ذکر الٰہی و تسبیح میں لگائے رہئے۔ اس سے فکر و غم کا غلبہ نہ ہوگا۔

أَمْ تَأْمُرُهُمْ أَحْلَامُهُم بِهَٰذَا ۚ أَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُونَ ﴿٣٢﴾
کیا ان کی عقلیں انہیں باتوں کی تعلیم کرتی ہیں یا یہ ہے کہ یہ ہیں ہی شریر لوگ ؟ ١٤
أَمْ يَقُولُونَ تَقَوَّلَهُ ۚ بَل لَّا يُؤْمِنُونَ ﴿٣٣﴾ فَلْيَأْتُوا بِحَدِيثٍ
ہاں یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے (قرآن) کو گڑھ لیا ہے ؟ اصل یہ ہے کہ ان میں ایمان ہی نہیں، اچھا تو یہ
مِّثْلِهِ إِن كَانُوا صَادِقِينَ ﴿٣٤﴾ أَمْ خُلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ
لوگ اس طرح کا کوئی کلام لے آئیں، اگر یہ (اپنے دعوے میں) سچے ہیں ١٥ کیا یہ لوگ بغیر کسی کے (پیدا کئے) پیدا ہوگئے
أَمْ هُمُ الْخَالِقُونَ ﴿٣٥﴾ أَمْ خَلَقُوا السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ ۚ
یا یہ کہ خود (اپنے) خالق ہیں ؟ ١٦ یا انہوں نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کرلیا ہے ؟
بَل لَّا يُوقِنُونَ ﴿٣٦﴾ أَمْ عِندَهُمْ خَزَائِنُ رَبِّكَ أَمْ هُمُ
اصل یہ ہے، ان میں یقین ہی نہیں ١٧ کیا ان لوگوں کے پاس آپ کے پروردگار کے خزانے ہیں، یا یہ لوگ
الْمُصَيْطِرُونَ ﴿٣٧﴾ أَمْ لَهُمْ سُلَّمٌ يَسْتَمِعُونَ فِيهِ ۖ
حاکم (مجاز) ہیں ؟ ١٨ کیا اُن کے پاس کوئی سیڑھی ہے کہ اسکے ذریعہ سے باتیں سُن لیا کرتے
فَلْيَأْتِ مُسْتَمِعُهُم بِسُلْطَانٍ مُّبِينٍ ﴿٣٨﴾ أَمْ لَهُ الْبَنَاتُ
ہیں ؟ تو ان میں سے جو سُن آتا ہو وہ لائے (اپنے دعوٰی پر) کوئی کھلی دلیل ١٩ کیا اللہ کے لئے تو بیٹیاں (ہوں)
وَلَكُمُ الْبَنُونَ ﴿٣٩﴾ أَمْ تَسْأَلُهُمْ أَجْرًا فَهُم مِّن مَّغْرَمٍ
اور تمہارے لئے بیٹے ؟ ٢٠ یا آپ ان سے کچھ معاوضہ طلب کرتے ہیں، سو وہ اس تاوان کے بوجھ سے
مُّثْقَلُونَ ﴿٤٠﴾ أَمْ عِندَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُونَ ﴿٤١﴾
دبے جاتے ہیں ؟ کیا ان کے پاس غیب (کا علم) ہے کہ وہ اسے لکھ لیا کرتے ہیں ؟

١٤ (جو محض شرارت، ضد وخباثت سے ایسے نتائج پر مُصِر ہیں) اَمْ .... بِهٰذَآ سردارانِ قریش اپنی عقل وتدبیر و دُور اندیشی کے لحاظ سے دُور دُور مشہور تھے۔ قرآن مجید کی تعریض ہے کہ کیا یہی ان کی عقلیں ہیں؟ جو عقل انہیں ان نتائج پر لارہی ہے، اسی عقل پر انہیں ناز ہے؟ ١٥ یعنی اگر واقعی یہ منکرین یہی سمجھتے ہیں کہ قرآن ایک انسانی گڑھنت ہے تو یہ بھی تو آخر انسان ہیں اور بڑے "روشن خیال" "عالی دماغ" صاحب زبان قسم کے انسان۔ یہ خود مل کر کیوں نہیں کوئی ایسی ہی کتاب تیار کر دیتے ہیں جو مغز و معنویت یا زبان و انشا کسی حیثیت سے بھی اسکی ہم سطح ہو؟ بَلْ لَّا يُؤْمِنُوْنَ یعنی انکی یہ تکذیب قرآن و تکذیب رسُول کسی عقلی غلط فہمی کا نتیجہ نہیں بلکہ تمامتر ان کی قوت یقین و ایمان کی کمی کا ثمرہ ہے۔ ١٦ یعنی کیا یہ اسکے قائل ہیں کہ یہ محتاج تو کسی خالق کے ہیں لیکن وہ خالق خود آپ ہی ہیں مشرک فلاسفہ کا ایک مذہب یہ بھی ہوا ہے کہ عالم محتاج تو ایک خالق کا ہے لیکن وہ خالق کوئی غیر نہیں بلکہ نفس عالم ہی ہے، اس مذہب الحاد کے جواب میں اتنا ہی کافی ہے کہ علت و معلول ایک ہی جہت سے ایک ذات میں جمع ہو نہیں سکتے۔ اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ یعنی کیا یہ اسکے قائل ہیں کہ عالم اپنے وجود میں کسی کی تخلیق کا محتاج نہیں بلکہ خود بخود قائم ہے؟ —— یہ مذہب خالص اور غالی اہل دہریت کا ہوا ہے اور اس کے جواب میں اسی قدر کافی ہے کہ ممکنات کے پہلوئے وجود کو ترجیح ہو نہیں سکتی جب تک کوئی مرجح نہ موجود ہو اور وہی علّت مرجح خالق کائنات ہے۔ ١٧ اصل یہ ہے کہ ان تینوں شقوں میں سے یہ کسی کے بھی قائل و معتقد نہیں لیکن محض جہل اور بے غوری سے توحید کا انکار کئے چلے جاتے ہیں۔ اَمْ .... الْاَرْضَ۔ یعنی کیا یہ کہ خدا کی صفت خالقیت میں خود اپنے کو شریک سمجھتے ہیں اور تعدد صانع عالم کے قائل ہیں؟ ١٨ (اور یہ جسے چاہیں نبوت دلوا دیں) اب تک ذکر منکرین توحید کا تھا۔ اب ذکر منکرین رسالت کا شروع ہوتا ہے۔ خَزَآئِنُ رَبِّكَ۔ خزائن پروردگار سے مُراد اُس کی نعمتوں اور رحمتوں کے خزانے ہیں۔ ١٩ یعنی کیا یہ لوگ اس کے مُدعی ہیں کہ "ہمارے پاس ایک سیڑھی ہے۔ اُس پر چڑھ کر ہم آسمان کی باتیں سُن آیا کرتے ہیں"؟ اگر یہ ان کا دعوٰی ہے تو چاہیئے کہ اپنے دعوے کو ثابت کریں۔ مطلب یہ ہے کہ یہ جو قطعی و آسمانی علم کے مدعی ہیں تو اُن کے پاس اپنے خرافاتی دعووں پر کوئی وزنی دلیل بھی ہے؟ ٢٠ یعنی اپنے لئے تو وہ چیزیں پسند کرتے ہو جنہیں اپنے نزدیک اعلٰی درجہ کی سمجھتے ہو اور اللہ کے لئے وہ چیزیں جو تمہارے معیار سے ادنٰی درجہ کی ہیں۔ آیت میں اشارہ اس گروہ مشرکیہ کی طرف ہے جو دیویوں کو خدا کی بیٹیاں قرار دیتا تھا —— مشرکین عرب کے ہاں بیٹی کے ناپسندیدہ و مکروہ ہونے پر حاشیے پہلے گذر چکے ہیں۔

وَلَحْمٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ۞۲۲ يَتَنَازَعُوْنَ فِيْهَا كَاْسًا لَّا لَغْوٌ

اور گوشت جیسے بھی مرغوب ہونگے روز افزوں دیتے رہینگے، ہاں آپسمیں جام (شراب) پر چھینا جھپٹی بھی

فِيْهَا وَلَا تَاْثِيْمٌ ۞۲۳ وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ

کرینگے کہ اُس (شراب) میں نہ بک بک لگیگی اور نہ اور کوئی بیہودہ بات، اور انکے پاس لڑکے آئیں جائینگے جو

كَاَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُوْنٌ ۞۲۴ وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى

اُن کے لئے ہیں، گویا وہ محفوظ موتی ہیں ۹ وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر بات چیت

بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ۞۲۵ قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِيْٓ اَهْلِنَا

کریں گے (اور یہ بھی) کہینگے کہ ہم تو اس سے پہلے اپنے گھر میں بہت

مُشْفِقِيْنَ ۞۲۶ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَوَقٰىنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ ۞۲۷

ڈرا کرتے تھے ۱۰ سو اللہ نے ہم پر بڑا احسان کیا اور ہم کو عذاب دوزخ سے بچا لیا

اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلُ نَدْعُوْهُ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيْمُ ۞۲۸ ع ۱ ۲۸ ۲

ہم اس سے پہلے اس کی دعائیں مانگا کرتے تھے، واقعی وہ بڑا محسن ہے، مہربان ہے ۱۱

فَذَكِّرْ فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّلَا مَجْنُوْنٍ ۞۲۹

تو آپ سمجھاتے رہئے کیونکہ آپ اپنے پروردگار کے فضل سے نہ تو کاہن ہیں اور نہ مجنون ہیں ۱۲

اَمْ يَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَيْبَ الْمَنُوْنِ ۞۳۰ قُلْ

ہاں کیا یہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ شاعر ہیں اور ہم تو اُنکے بارے میں حادثۂ موت کا انتظار کر رہے ہیں؟ آپ کہدیجئے

تَرَبَّصُوْا فَاِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُتَرَبِّصِيْنَ ۞۳۱

(بہتر ہے) انتظار کرو اور میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں ہوں ۱۳

۸ مسلمان کی جنت ہر بیہودگی، ہر گندگی سے تو یقیناً خالی ہوگی لیکن اس کے سوا باقی ہر طرح کی تفریح، زندہ دلی، ہنسی مزاح کا وہ ایک مستقل گھر ہوگی۔ زاہدانِ خشک کے مزاج و مسلک سے الگ اور بہت الگ۔ يَتَنَازَعُوْنَ فِيْهَا كَاْسًا۔ یعنی دنیا میں جیسے بے تکلف دوستوں کے درمیان ہنسی کھیل میں چھین جھپٹ ہوتی رہتی ہے ویسے ہی لطف و خوش طبعی کے ساتھ وہاں بھی رہیگی۔ لَا لَغْوٌ فِيْهَا۔ لغو کی نفی سے معلوم ہوگیا کہ وہ شراب سکر پیدا کرنے والی نہ ہوگی۔ وَلَا تَاْثِيْمٌ۔ تاثیم کی نفی سے معلوم ہوگیا کہ وہ شراب عقل و متانت کو زائل کرنے والی نہ ہوگی۔ ۹ (کہ ان پر ذرا گرد و غبار نہیں، اور ان کی آب و تاب اعلیٰ درجہ کی ہے) عربی محاورہ میں یہ کنایہ غایت حُسن و جمال سے ہوتا ہے۔ اور جب خادموں کا یہ حال ہوگا تو مخدوموں کے حُسن و جمال کا کیا ٹھکانہ! ۱۰ (اپنے انجام کار سے) قَبْلُ فِيْٓ اَهْلِنَا۔ یعنی جب دنیا میں اپنے گھر والوں کے ساتھ رہتے سہتے تھے۔ ۱۱ (تو ہماری دعائیں کیوں نہ قبول کر لیتا) آیت سے معلوم ہوا کہ آخرت کو بکثرت یاد کرتے رہنا، اپنے انجام سے ڈرتے رہنا، اپنے انجام بخیر کی دعائیں کرتے رہنا مقبولین متقین کی علامتوں میں سے ہیں۔ اِنَّا ۔۔۔۔ نَدْعُوْهُ۔ یعنی ہم دنیا میں برابر یہ دعائیں مانگا کرتے تھے کہ پروردگار ہمیں دوزخ سے بچانا اور جنت میں داخل کرنا ــــــ سو ہماری دُعا سُن لی گئی۔ ۱۲ (جیسا کہ بعض بدنصیب یہود و مشرکین کا خیال ہے) عرب جاہلیت میں شاعروں کا بڑا زور اور اثر تھا، جیسا کہ یونان اور روما میں خطیبوں کا زور رہ چکا تھا یا آج فرنگی قوموں میں اخبار نویسوں اور ایڈیٹروں اور مشہور افسانہ نگاروں اور ڈراما نگاروں کا ہے۔ مشرکوں کے ایک روشن خیال گروہ نے یہ رائے قائم کی کہ (نعوذ باللہ) یہ مدعیٔ نبوت شاعر ہیں اور جس طرح اور شاعر مر مرا گئے ایک روز یہ بھی ختم ہو جائینگے اور ان کا چلایا ہوا کلام اور مذہب بھی نسیاً منسیا ہو جائیگا کسی بڑے شاعر کے منہ آتے ہوئے اہل عرب خود ڈرتے اور ہچکچاتے تھے۔ روایتوں میں آتا ہے کہ ایک روز جمع ہو کر باہم مشورہ ہوا اور آخر یہ قرار پایا کہ ان نئے شاعر صاحب سے زیادہ مقابلہ و مزاحمت کی ضرورت کیا ہے۔ آخر جس طرح زہیر، اعشیٰ، نابغہ بڑے بڑے شعراء نامدار و قادر فنا ہو چکے ہیں یہ بھی ایک دن مع اپنے اس کلام کے ختم ہو جائینگے اور ان کا نقش خود بخود دلوں سے مٹ جائیگا۔ رَيْب۔ کے معنی حادثہ و گردش کے ہیں جو جس وقت بھی پیش آجائے فالانسان ابداً فی ریب المنون من جهة وقته لا من جهة كونه (راغب) مايقلق به النفوس وتشخص بها من حوادث الدهر (کشاف) منون۔ کے معنی ہیں موت یا دہر و زمانہ۔ قيل هو اسم للموت (کبیر) وقيل المنون الدهر وريبه حوادثه (کبیر) وتفسير المنون بالدهر مروي عن مجاهد وعليه قول الشاعر (روح) ۱۳ یعنی اچھی بات ہے۔ تم میرا انجام دیکھو میں تمہارا انجام دیکھتا ہوں۔ "اس میں اشارۃً پیش گوئی ہے کہ میرا انجام فلاح و کامیابی ہے اور تمہارا انجام فساد و ناکامی ہے۔" (تھانویؒ)

۵۳ ملامت مزید کے طور پر اہل دوزخ کو قائل کیا جائیگا کہ دنیا میں تو دوزخ کے بیان کو خوب جھٹلاتے اور سحر پر محمول کرتے رہے۔ اب کہو اب مشاہدہ کے بعد بھی اسکے سحر ہی ہونیکے قائل ہو یا یہ ہے کہ دنیا کی طرح یہاں بھی تمہیں نظر نہیں آرہا ہے؟ فِيْ خَوْضٍ يَّلْعَبُوْنَ۔ اس میں اشارہ اس حقیقت کی طرف بھی آگیا کہ یہ منکرین ومکذبین اب بھی ان حقائق ومسائل پر اس سنجیدگی سے غور وفکر نہیں کرتے جو ان حقائق کی اہمیت کی متقاضی ہو بلکہ بے فکری، بے غوری، بے خیالی کے ساتھ ان پر سے یوں ہی سرسری گذرتے چلے جاتے ہیں۔ ۵۴ یعنی تمہارا جرم تو کفر ہے ——— اللہ کے کمالات غیر متناہی کا کفران ——— سو تمہارے لئے سزا بھی دوزخ میں خلود کی ہے۔ اِنَّمَا ... تَعْمَلُوْنَ۔ انما کلمہ حصر ہے مطلب یہ ہوا کہ تمہیں بس اتنا ہی عذاب تو ہو رہا ہے جس کے تم مستحق ہو گئے تھے۔ اس سے زائد سزا تو نہیں مل رہی ہے۔ فَاصْبِرُوْا ...... عَلَيْكُمْ۔ یعنی یہ نہ ہوگا کہ تمہاری ہائے واویلا سے تمہیں نجات ہو جائے، اور نہ یہی ہوگا کہ تمہارے سکوت وانقیاد سے تم پر ترحم کیا جائے (تھانویؒ) ۵۵ غرض یہ کہ وہ سارے مادّی عیش اور لذائذ جو دنیا میں ممکن تھے سب جنت میں بھی انہیں نصیب ہوں گے۔ یہ نہ ہوگا کہ جنت میں ان کا کوئی انعام کسی قسم کا کٹ بھی جائے۔ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ۔ ان تصریحات سے قرآن مجید کے دوسرے مقامات کی طرح یہاں بھی ظاہر ہو رہا ہے کہ نہ عمل تزویج میں کوئی امر شرمناک ہے اور نہ گوری گوری بڑی آنکھوں والیوں کے حسن کا ذکر اپنے جائز محل پر قابل ملامت ہے جیسا کہ بعض جدید فرقوں نے مسیحیت یا بدھ ازم کے اثر سے سمجھ لیا ہے۔ ۵۶ یعنی اس کی صورت یہ نہ ہوگی کہ متقی اسلاف کے اعمال میں سے کچھ کم کر کے انہیں اور ان کی پست عمل اولاد کو ایک درجہ میں رکھ دیا جائے۔ ذُرِّيَّتُهُمْ۔ ذریت۔ کے لفظ میں گنجائش ہے۔ علاوہ صلبی اولاد کے دوسرے اعزّہ واقربا، احباب ومسترشدین بھی مراد ہو سکتے ہیں اور حدیث میں تو ذریت کا عطف ہی لفظ ولد پر ہے جس سے یہ صاف ہو جاتا ہے کہ ذریت سے یہاں مراد مطلق توابع ہیں۔ وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ۔ مراد ایسی ذریت ہے جو صاحب ایمان تو اپنے اسلاف ہی کی طرح ہو، البتہ اعمال میں اتباع شریعت میں ان سے بہت پیچھے ہو۔ بِاِيْمَانٍ۔ اس ایمان کی قید سے فقہاء مفسرین نے یہ نکالا ہے کہ یہاں ذکر بالغ اولاد کا ہے جو اپنے ارادہ سے ایمان لائے، اس لئے کہ بچے تو بہرحال اپنے والدین کے حکم میں رکھے ہی جائینگے۔ یعنی اولادهم الصغار والكبار فالكبار بايمانهم والصغار بايمان آبائهم فان الولد الصغير يحكم باسلامه تبعا لاحد الابوين (معالم) بِاِيْمَانٍ۔ صیغۂ نکرہ تنوین کے ساتھ یا تو تکریم ایمان کے لئے ہے، اور یا اس اظہار کے لئے کہ درجۂ آباء سے مقبولین تک پہنچا دینے کے لئے نفس ایمان میں اتباع کافی ہے۔ والتنكير للتعظيم او الاشعار بانه يكفي للالحاق المتابعة في اصل الايمان (بیضاوی) اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ۔ یہ ان اسلاف مقبولین کے اکرام اور ازدیاد لطف وسرور کے لئے ہوگا کہ ان کی ذریات کو بھی باوجود ان کے درجۂ عمل کی پستی کے ان کے ساتھ ملحق اور ہم مرتبہ کر دیا جائیگا۔ مِنْ عَمَلِهِمْ۔ امام رازیؒ نے لکھا ہے کہ آیت میں بجائے من اجرهم کے من عملهم کے لانے میں نکتہ یہ ہے کہ ان لوگوں کا عمل تو جوں کا توں رہیگا اور اس پر بہت زیادہ اجر ملتا رہیگا۔ من اجرهم کے لانے سے یہ زیادتی اجر والی بات نہ پیدا ہوتی۔ دليل على بقاء عملهم كما كان والاجر على العمل مع الزيادة فيكون في الاشارة الى بقاء العمل الذي له الاجر الكبير الزائد يمكن العظيم العائد اليه (کبیر) بعض فقہاء نے آیت سے نکالا ہے کہ نو مسلم سے وہ مسلمان افضل ہے جس کے باپ دادا بھی مومن ہوں۔ مرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ آیت سے شرافت نسب کا آخرت میں مفید ہونا نکلتا ہے لیکن شرافت دینی کا، نہ کہ عرفی دنیوی شرافت کا۔ آیت میں بہت بڑی بشارت اہل ایمان کے لئے ہے۔ اپنا ایمان اگر صحیح وسلامت ہے تو انشاء اللہ رحمت الٰہی ہر کلمہ گو کے مدارج بلند کر کے اسے اس کے بلند پایہ اسلاف مقبولین کے درجہ تک پہنچا ہی دیگی۔ ۵۷ یہاں مراد کافر شخص ہے۔ یہ مراد بھی ہو سکتی ہے کہ اجر وثواب میں تو فضل خداوندی کسی کو اس کے عزیزوں اور بزرگوں کی ہم سطح کر دیگا لیکن عذاب وگرفت میں یہ ہرگز نہ ہوگا۔ قال مقاتل كل امرئ كافر بما عمل من الشرك مرتهن في النار (معالم) لما اخبر عن مقام الفضل وهو رفع الدرجة الذرية الى منزلة الآباء من غير عمل يقتضي ذلك اخبر عن مقام العدل وهو انه لا يؤاخذ احدا بذنب احد (ابن کثیر) قال الواحدي هذا عود الى ذكر اهل النار فانهم مرتهنون في النار اما المؤمن فلا يكون مرتهنا قال تعالى كل نفس بما كسبت رهينة الا اصحاب اليمين وهو قول مجاهد (کبیر) کفر کے ساتھ نجات ہی کی کوئی صورت نہیں۔ چہ جائیکہ درجات کی بلندی ——— اوپر کی بشارت جو کچھ بھی ہے صاحب ایمان ذریت کے لئے ہے نہ کہ کافر اولاد کے لئے۔

هٰذَآ اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۱۵﴾ اِصْلَوْهَا فَاصْبِرُوْٓا اَوْ

ہے یا تمہیں نظر نہیں آتا؟ ۵۳ (اب) اس میں داخل ہو، پھر خواہ اس پر صبر کرنا

لَا تَصْبِرُوْا ۚ سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ ۭ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ

یا نہ کرنا تمہارے حق میں (سب) برابر ہے تم کو وہی بدلہ تو دیا جا رہا ہے جیسا کہ تم

تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶﴾ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَعِيْمٍ ﴿۱۷﴾ فٰكِهِيْنَ

کیا کرتے تھے ۵۴ بیشک متقی لوگ باغوں اور سامان عیش میں ہوں گے خوش ہو رہے ہونگے اس سے

بِمَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ۚ وَوَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ﴿۱۸﴾

جو کچھ کہ انکے پروردگار نے انہیں دیا ہوگا، اور ان کا پروردگار انہیں عذاب دوزخ سے محفوظ رکھیگا

كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔۢا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۹﴾ مُتَّكِـِٕيْنَ

خوب (مزے سے) کھاؤ پیو ان (نیکیوں) کے بدلہ میں جو تم کرتے رہے ہو، تکیہ لگائے ہونگے

عَلٰي سُرُرٍ مَّصْفُوْفَةٍ ۚ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ﴿۲۰﴾ وَ

برابر بچھے ہوئے تختوں پر، اور ہم انکی تزویج کر دینگے گوری گوری بڑی بڑی آنکھ والیوں کے ساتھ ۵۵ اور

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا

جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے بھی ایمان میں ان کا ساتھ دیا ہم ان کے ساتھ

بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ ۭ

ان کی اولاد کو بھی شامل کر دینگے اور ہم ان کے عمل میں سے کوئی چیز کم نہ ہونے دیں گے ۵۶

كُلُّ امْرِئٍۢ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ ﴿۲۱﴾ وَاَمْدَدْنٰهُمْ بِفَاكِهَةٍ

ہر شخص اپنے اعمال میں محبوس رہیگا ۵۷ اور ہم انہیں میوے

سُورَةُ الطُّورِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ تِسْعٌ وَّاَرْبَعُوْنَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورۂ طور مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی اُنچاس آیتیں اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ نہایت مہربان بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

وَالطُّوْرِ ۝۱ وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ ۝۲ فِيْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ ۝۳ وَّ

قسم ہے پہاڑ کی اور اس کتاب کی جو لکھی ہوئی ہے کھلے کاغذ میں اور

الْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ ۝۴ وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ ۝۵ وَالْبَحْرِ

بیت معمور کی، اور اُونچی چھت کی اور پانی سے

الْمَسْجُوْرِ ۝۶ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ۝۷ مَّا لَهٗ مِنْ

لبریز سمندر کی کہ بیشک آپکے پروردگار کا عذاب ضرور ہو کر رہیگا [۱] کوئی بھی اُسے ٹال

دَافِعٍ ۝۸ يَّوْمَ تَمُوْرُ السَّمَآءُ مَوْرًا ۝۹ وَّتَسِيْرُ الْجِبَالُ

نہیں سکتا، (یہ اُس روز ہوگا) جس روز آسمان تھرتھرانے لگیگا اور پہاڑ پھٹ پھٹ

سَيْرًا ۝۱۰ فَوَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝۱۱ الَّذِيْنَ هُمْ

جائینگے [۲] سو بڑی شامت اُس روز جھٹلانے والوں کی ہے جو بیہودگی کے ساتھ

فِيْ خَوْضٍ يَّلْعَبُوْنَ ۝۱۲ يَوْمَ يُدَعُّوْنَ اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ

مشغلہ (تکذیب) میں لگے ہوئے ہیں یہ وہ دن ہوگا جب انہیں ڈھکیل ڈھکیل کر آتشِ دوزخ

دَعًّا ۝۱۳ هٰذِهِ النَّارُ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ۝۱۴ اَفَسِحْرٌ

کی طرف لائینگے، یہ وہی دوزخ ہے جسے تم جھٹلایا کرتے تھے، تو کیا یہ بھی سحر

وقف لازم

[۱] یعنی یہ سارا انظامِ کائنات، سارا کارخانۂ فطرت بزبانِ حال گواہ ہے کہ جزائے اعمال ضرور مل کر رہیگی اور اسی جزائے عمل کے مکان و زمان کا نام حشر یا قیامت ہے۔ وَالطُّوْرِ۔ یعنی پہاڑ گواہ ہیں جو آج اپنی جگہ پر اتنے مضبوط و مستحکم نظر آرہے ہیں۔ الطور۔ سے مُراد جزیرہ نمائے سینا کا کوہ طور بھی ہو سکتا ہے، چنانچہ متعدد مفسّرین اسی طرف گئے ہیں۔ لیکن لغت میں طور کا مفہوم عام ہے۔ یعنی مطلق پہاڑ اور وہی سیاق کے زیادہ مناسب ہے۔ ~~قیل اسم لکل جبل (راغب) اسم لکل جبل علی ما قیل فی اللغۃ العربیۃ عند الجمهور (روح) الطور الجبل بالسریانیۃ او ما طلع من اوج الایجاد الی حضیض المواد (بیضاوی) ھو اسم الجنس (کبیر)~~ وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ۔ یعنی نامۂ اعمال کا وجود گواہ ہے جس میں سارے ہی اعمال محفوظ و مندرج رہتے ہیں۔ وَالْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ۔ فرشتوں کا عبادت خانہ ساتویں آسمان پر گواہ ہے جس کے عین محاذ میں زمین پر خانۂ کعبہ واقع ہے۔ وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ۔ یعنی آسمان گواہ ہے۔ والطور سے لے کر والبحر تک و پانچ بار آیا ہے۔ ان میں سے واو اوّل قسم کا ہے۔ اور باقی و عطف کے ہیں۔ ~~الواو الاولی للقسم والبواقی للعطف (مدارک)~~

[۲] یعنی ایسی چیزیں جو وسعت، شان، صلابت و پائیداری میں آج اپنی نظیر آپ ہی سمجھی جاتی ہیں سب اپنے صفات وسعت و ثبات و صلابت وغیرہ سے معریٰ ہو کر سامنے آجائینگی۔ مِنْ دَافِعٍ۔ مِنْ زائدہ تاکید کے لئے ہے یعنی کوئی سی بھی چیز اسے ٹال نہیں سکتی۔ ~~من مزید للتاکید (روح)~~

۳۰ (اور میری تبلیغ اور تاکید یہی ہے کہ شرک کے ہر پہلو سے دستبردار ہو جاؤ) اِنِّی ..... مُّبِیْنٌ۔ آیت کی تکرار تاکید کلام کے لئے ہے۔ جوش بیان کے وقت تکرار کلام ہر خطیب و انشاء پرداز کی زبان
آجاتی ہے اور اثبات توحید سے بڑھ کر اور کونسا موقع جوش بیان کا قرآن مجید کے لئے ہو سکتا ہے۔ تکریر للتاکید (بیضاوی) لیکن شاید زیادہ مناسب ہو اگر یہ کہا جائے کہ آیت ماقبل میں یہ جملہ توحید کے ایجابی و
ثباتی پہلو پر زور دینے کے لئے تھا اور اب جو اس کی تکرار ہوئی ہے وہ سلبی و منفی پہلو کی اہمیت کے اظہار کے لئے ہے۔ وکرر انی لکم منہ نذیر مبین عند الامر بالطاعۃ والنھی عن الشرک (رح) ۳۱ یہاں خطیبانہ

اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ؕ اِنِّیْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ (۵۱) كَذٰلِكَ
معبود مت قرار دو میں تمہارے لئے اس کی طرف سے کھلا ہوا ڈرانے والا ہوں ۳۱ اسی طرح
مَاۤ اَتَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ
جو لوگ ان سے پہلے گذرے ہیں اُن کے پاس کوئی پیمبر ایسا نہیں آیا جسے انہوں نے ساحر
اَوْ مَجْنُوْنٌ (۵۲) اَتَوَاصَوْا بِهٖ ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ (۵۳)
یا مجنون نہ کہا ہو کیا اس بات کی بایکدوسرے کو ربیت کرتے گئے ہیں؟ نہیں بلکہ یہ لوگ (سب کے سب) ہیں ہی سرکش
فَتَوَلَّ عَنْهُمْ فَمَاۤ اَنْتَ بِمَلُوْمٍ (۵۴) وَّ ذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى
ہیں ۳۲ تو آپ ان کی طرف التفات نہ کیجئے کیونکہ آپ پر کوئی الزام نہیں، اور (انہیں) سمجھاتے رہئے کیونکہ
تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِیْنَ (۵۵) وَ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا
سمجھانا نفع دیتا ہے ایمان والوں کو ۳۳ اور میں نے تو جنات اور انسان کو پیدا ہی اسی غرض سے کیا ہے
لِیَعْبُدُوْنِ (۵۶) مَاۤ اُرِیْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّ مَاۤ اُرِیْدُ
کہ میری عبادت کیا کریں ۳۴ میں اُن سے نہ روزی چاہتا ہوں اور نہ یہ چاہتا ہوں
اَنْ یُّطْعِمُوْنِ (۵۷) اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِیْنُ (۵۸) فَاِنَّ
کہ مجھے کھلایا کریں اللہ تو خود ہی سب کو روزی پہنچانیوالا ہے ۳۴ قوت والا ہے مضبوط ہے ۳۵ سو
لِلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا ذَنُوْبًا مِّثْلَ ذَنُوْبِ اَصْحٰبِهِمْ فَلَا یَسْتَعْجِلُوْنِ (۵۹)
جو یہ ظالم لوگ ہیں اُن کی بھی باری ہے جیسے ان کے ہم مشربوں کی باری تھی، سو یہ لوگ مجھ سے جلدی طلب نہ کریں
ع ۳ / ۱۴ / ۲
فَوَیْلٌ لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ یَّوْمِهِمُ الَّذِیْ یُوْعَدُوْنَ (۶۰)
غرض ان کافروں کے لئے اُس دن کے آنے سے بڑی خرابی ہے جس کا اُن سے وعدہ کیا جاتا ہے

انداز میں پہلے تو سوال قائم کیا ہے کہ جس تسلسل و تواتر کے ساتھ شروع سے اب تک انبیاء کرام کی مخالفت ہوتی آئی ہے۔ اُس سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ جیسے اب تک پہلی نسل اپنی پچھلی نسل کو اس کی وصیت ہی کرتی چلی آئی ہے، تو کیا ایسا ہی ہے؟ اور پھر جواب دیا ہے کہ نہیں، ایسا نہیں، بلکہ طغیان و سرکشی سب میں مشترک رہی ہے اور وہی تکذیب و انکار کی محرک رہتی ہے۔ اَلَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ۔ مُراد ظاہر ہے کہ پُرانی کافر قومیں ہیں۔ كَذٰلِكَ ..... مَجْنُوْنٌ۔ پوری آیت میں تسکین و تسلی ہے رسُول اللہ صلعم کے لئے۔ آپ سے قبل ہر نبی کے ساتھ یہی معاملہ تکذیب و انکار کا پیش آچکا ہے اور اُسے ساحر و مجنون کے خطاب مل چکے ہیں۔ ۳۲ (اور منکروں پر اتمام حجت کرتا رہتا ہے) گویا تذکیر و تبلیغ نافع بہر حال، بہر صورت ہے، کوئی ایمان لائے یا نہ لائے۔ فَتَوَلَّ ..... بِمَلُوْمٍ۔ یعنی آپ ان کی مخالفت کی پروا اور غم زیادہ نہ کیجئے۔ آپؐ کے فرائض میں یہ تو کہیں سے داخل نہیں کہ آپؐ انہیں ایمان لانے پر مجبور ہی کریں۔ ۳۳ عبادت۔ سے یہاں مُراد فقہ کی کتاب العبادات والی عبادت پنجگانہ مراد نہیں، بلکہ اپنے وسیع و عام مفہوم میں طلب رضاء الٰہی کے مُرادف مُراد ہے۔ امام رازیؒ نے کہا ہے کہ ساری عبادتوں کا خلاصہ صرف دو چیزیں ہیں۔ ایک امر الٰہی کی تعظیم، دوسرے خلق اللہ پر شفقت ——— دوسرے لفظوں میں حقوق اللہ کی ادائی، حقوق العباد کی ادائی۔ ما العبادۃ التی خلق الجن والانس لھا قلنا التعظیم لامر اللہ والشفقۃ علی خلق اللہ فان ھذین النوعین لم یخل شرع منھما (کبیر) اَلْجِنَّ وَ الْاِنْسَ۔ مخلوقات ہیں یہ دو قسمیں ایسی ہیں جن میں خالق نے پورا احساس ذمہ داری رکھ دیا ہے۔ اور اُن کے اندر ابتلاء و اختیار دونوں کی صلاحیتیں جمع کر دی ہیں۔ بخلاف فرشتوں کے جو ابتلاء سے خالی رکھے گئے ہیں۔ اور بخلاف حیوانات کے جنہیں اختیار کی پوری قوت نہیں دی گئی ہے۔ پوری طرح پر ذمہ دار ہستیاں بنا کر یہی دو مخلوق دنیا میں بھیجی گئی ہیں۔ اُن کی اپنی تکمیل ذات کے لئے یہ لازمی ہے کہ یہ جو کچھ بھی کریں عبادت ہی کی راہ سے کریں۔ کھائیں پیئیں، بولیں چالیں، چلیں پھریں، کمائیں خرچ کریں، ہر فعل ہر عمل سے مقصود اصلی رضاء الٰہی کا حصول ہی رکھیں۔ اپنے وجود کی علت غائی اسی کو سمجھیں، یہی معنی ہیں ان کی عبادت کے۔ عبدیت و عبادت سے خود انسانیت ہی کو پورے نشوونما کا موقع ملتا ہے۔ اور جتنی اس میں کمی رہ جائے گی، اُسی نسبت سے انسان کا منشائے تکمیل ناتمام رہے گا۔ لِیَعْبُدُوْنِ۔ لِ تعلیل کا ہے۔ لیکن مقصود تخلیق سے اشارہ غرض و غایت تشریعی کی جانب کرنا ہے، نہ کہ مقصد تکوینی کی جانب۔ ۳۴ (نہ یہ کہ کوئی اسے کھلائے پلائے، کوئی اس کا سہارا بن جائے) عبد و معبود، بندہ و خالق کے باہمی تعلق کے باب میں یہ عقیدہ مشرک قوموں میں

کثرت سے شائع رہا ہے کہ دونوں ایک دوسرے کے محتاج ہیں۔ خدا کا کام یہ ہے کہ بندوں کو روزی دے، اُن کے لئے پانی برسائے، اُن پر ہوا چلائے، انہیں روشنی دے، گرمی پہنچائے، اور بندوں کا کام یہ ہے کہ اُس کے آگے نذرانہ پیش کرتے رہیں، اس کے سامنے بھینٹ چڑھاتے رہیں، اس کے استھانوں پر چڑھاوے چڑھاویں، وہ بھوکا ہو تو یہ اسے کھانے پینے کو دیں وقس علیٰ ہذا۔ قرآن نے آ کر اس نظریۂ شرک پر ضرب لگائی اور توحید کا نعرہ لگا کر کہا کہ یہ کیا واہیات خرافات ہے۔ اللہ کی ذات پاک ہر قسم کی حاجت سے بری ہے۔ وہ کسی معنی میں بھی کسی کا محتاج نہیں، وہ غنی کامل ہے۔ اُس نے جو تمہیں عبادت کا حکم دیا ہے۔ وہ خود تمہاری ہی تکمیل کے لئے ہے ورنہ اُسے کسی رزق کی کیا حاجت ہے۔ اُس کے متعلق ایسا گمان رکھنا اُسے خدائی کے مرتبہ سے نعوذ باللہ معزول کر دینا ہے۔ مشرک جاہلی قوموں کے عقائد باطلہ کے لئے ملاحظہ ہو حاشیۂ تفسیر انگریزی۔ ۳۵ (اور اس میں عجز، ضعف اور اور کسی قسم کی احتیاج کا احتمال عقلی ہی نہیں) ان تمام صفات الٰہیہ کا اثبات مشرک، جاہلی قوموں کے عقائد باطلہ کی تردید میں ہے۔ ۳۶ (وہ عذاب موعود یعنی عذاب الٰہی اپنے وقت پر حکمت الٰہی کے موافق اور مصلحت ربانی کے ماتحت ہی آ کر رہیگا کسی کے جلدی مچانے سے کیا ہوتا ہے۔ اِنَّ ..... ذَنُوْبًا۔ یعنی علم الٰہی میں ان منکرین و مکذبین کے عذاب کے لئے بھی ایک وقت مقرر و موعود ہے۔ یہ لوگ اُسے سُن رکھیں۔ مِثْلَ ذَنُوْبِ اَصْحٰبِهِمْ۔ اس میں اس اصولی حقیقت کا بیان آگیا کہ گناہوں میں مماثلت سزا میں بھی مماثلت کی مقتضی ہے۔ اَصْحٰبِهِمْ۔ مُراد گذشتہ پُرقوت قومیں ہیں، جو اسی انکار و کفر کی پاداش میں ہلاک ہو چکی ہیں۔ نظرائھم من الامم السالفۃ (بیضاوی) (روح) اصحابھم الذین اھلکوا من قوم نوح وعاد وثمود وعالم

الْعَقِيْمَ (٤١) مَا تَذَرُ مِنْ شَيْءٍ اَتَتْ عَلَيْهِ اِلَّا جَعَلَتْهُ
بھیجی جس چیز پر بھی گذرتی تھی اُسے ایسا کر چھوڑتی تھی

كَالرَّمِيْمِ (٤٢) وَفِيْ ثَمُوْدَ اِذْ قِيْلَ لَهُمْ تَمَتَّعُوْا حَتّٰى
جیسے کوئی چیز گل کر ریزہ ریزہ ہو جائے ٢٤، اور ثمود (کے قصہ میں بھی عبرت ہے) جبکہ ان لوگوں سے کہا گیا کہ

حِيْنٍ (٤٣) فَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ
کچھ دن اور چین کر لو، پر انہوں نے اپنے پروردگار کے حکم سے سرکشی کی، سو انہیں عذاب نے آ لیا

وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ (٤٤) فَمَا اسْتَطَاعُوْا مِنْ قِيَامٍ وَّمَا كَانُوْا
اس حال میں کہ وہ دیکھ رہے تھے ٢٥ سو نہ تو وہ کھڑے ہی ہو سکے اور نہ (ہم سے)

مُنْتَصِرِيْنَ (٤٥) وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا
بدلہ ہی لے سکے اور (ان سے) بہت پہلے قوم نوح (کا بھی یہی حال ہو چکا تھا) وہ بڑے

فٰسِقِيْنَ (٤٦) وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ (٤٧)
نافرمان لوگ تھے اور ہم نے آسمان کو دستِ قدرت سے بنایا اور ہم وسیع القدرت ہیں ٢٦

ع ٣/٢ ١

وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ (٤٨) وَمِنْ كُلِّ
اور زمین کو ہم نے فرش بنایا ٢٧ سو ہم کیسے اچھے بچھانے والے ہیں اور ہم نے ہر

شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ (٤٩) فَفِرُّوْا اِلَى
چیز کو دو دو قسم کی بنایا تاکہ تم سمجھو ٢٨ بس تم اللہ ہی کی

اللّٰهِ اِنِّيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ (٥٠) وَلَا تَجْعَلُوْا مَعَ
طرف دوڑو، میں تمہارے لئے اللہ کی طرف سے کھلا ڈرانے والا ہوں ٢٩ اور اللہ کے ساتھ کوئی اور

٢٤ (اور یہی اُس آندھی کا نامبارک ہونا تھا) طوفان باد قوم عاد پر اس غضب کا آیا تھا کہ اُس سے وہاں کی ہر قابل اہلاک چیز کی ہلاکت کامل واقع ہو گئی تھی ——— قوم عاد اور حضرت ہودؑ پر حاشیے کئی بار گذر چکے ہیں۔ ٢٥ قوم ثمود۔ حضرت صالحؑ کی سرگذشت کئی بار قرآن مجید میں آچکی ہے اور حاشیے وہیں گذر چکے ہیں۔ اِذْ قِيْلَ لَهُمْ۔ اس قول کے قائل پیمبرِ وقت حضرت صالح علیہ السلام تھے۔ تَمَتَّعُوْا حَتّٰى حِيْنٍ یعنی اگر کفر و سرتابی سے باز نہ آئے تو یہ دنیوی عروج و اقبال چند ہی روز کا مہمان ہے اور اس کے بعد پھر ہلاکت ہی ہلاکت۔ ٢٦ (سو کسی مذہب والے کا حق تعالیٰ کی صفت قدرت کو محدود جاننا حد درجہ نادانی و جہل ہے) بِاَيْدٍ۔ ید۔ کے معنی قوت کے ہیں۔ قرآن مجید ہی میں متعدد بار اسی معنی میں آیا ہے۔ مثلاً اُولِي الْاَيْدِيْ وَالْاَبْصَارِ۔ وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ ذَا الْاَيْدِ۔ چنانچہ یہاں بھی یہی معنی بلا تکلف ہیں۔ قال ابن عباس ومجاھد وقتادۃ بقوۃ (روح) والاید القوۃ ھذا ھو المشھور کبیر ای بقوۃ قالہ ابن عباس ومجاھد وقتادۃ و الثوری وغیر واحد (ابن کثیر) آیت سے مسائل ذیل بھی روشنی میں آگئے، اور ہر ہر مسئلہ کے اثبات کے ساتھ ساتھ اس کے مقابل جاہلی مشرکانہ خیال کی تردید بھی ہو گئی:۔ (١) آسمان ساری دوسری مخلوقات کی طرح حادث و مخلوق ہی ہے، قدیم و غیر مخلوق نہیں۔ (٢) آسمان نہ دیوتا ہے نہ کسی دیوی دیوتا کا پیدا کیا ہوا ہے۔ اللہ ہی کا خلق کیا ہوا ہے۔ (٣) حق تعالیٰ کی قدرت تخلیق آسمان کی تخلیق سے بھی بڑھ کر چیزوں پر قادر ہے۔ ٢٧ زمین کی اصل ہیئت، علماء ہیئت کی تحقیق میں کُروی، بیضوی، جیسی کچھ بھی ہو، یہاں اس سے مطلق تعرض نہیں۔ انسان بہرحال و بہرصورت اُس کی سطح پر چلنے پھرنے کا کام لیتا ہے اور اس کے اسی وصف کو یہاں بیان کیا، ملاحظہ ہو سورۃ البقرۃ (پ ١) آیۃ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا پر حاشیہ، زمین نہ خود کوئی دیوی دیوتا ہے نہ کسی دیوی دیوتا کی مخلوق جیسا کہ بہت سی مشرک قوموں نے سمجھ رکھا ہے بلکہ ساری دوسری مخلوقات کی طرح اللہ ہی کی ایک مخلوق۔ ٢٨ (اور غور و فکر سے کام لیکر اس حکمت و صناعی سے استدلال توحید پر کرو)۔ زَوْجَيْنِ سے یہاں مُراد مقابل کی چیزیں ہیں۔ مثلاً گرمی سردی، جوہر عرض، آسمان زمین، پستی بلندی، بڑی چھوٹی، اُلٹی سیدھی، وحدت کثرت، نور ظلمت و قس علیٰ ہذا۔ کائنات بھری پڑی ہے ایسی ہی اضداد یا متقابلات سے۔ ٢٩ (اور میری ساری تنبیہوں کا خلاصہ بس یہی ہے کہ شرک و الحاد چھوڑ کر توحید کی راہ پر قائم ہو جاؤ) فَفِرُّوْا۔ ف تعقیب کے لئے ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ اتنی مشرک گمراہ قوموں کے تذکرے اور اللہ کی قدرت کاملہ کا بیان سُن لینے کے بعد اب تو سارے عالم سے بھاگ کر اللہ کے ہو جاؤ۔ مُرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ لفظ فرار سے یہ اشارہ نکلتا ہے کہ توجہ الی اللہ خوب شوق کے ساتھ ہونا چاہیئے۔ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ پہلا موقع توحید کے ایجابی و اثباتی پہلو پر زور دینے کا ہے اور دوسرا سلبی و منفی پہلو کی اہمیت کے اظہار کا۔

۱۹ آپ نے فراستِ نبوت سے سمجھ لیا تھا کہ یقیناً کسی اور اہم مقصد کے لئے یہ ملائکہ کی سفارت روانہ ہوئی ہے۔ سورۂ ہود میں فرشتوں کا یہ قول مکالمۂ حضرت سارہ کے قبل مذکور ہے۔ اور یہاں بعد مکالمہ کے مذکور ہے۔ ظاہر یہ ہے کہ یہ قول مکالمۂ سارہ سے قبل ہی ادا ہوا ہے۔ اور چونکہ یہاں کوئی حرفِ ترتیب کا نہیں اس لئے ترتیبِ ذکری سے ترتیبِ وقوعی پر استدلال نہ کیا جائیگا۔ اور دونوں باتوں میں کوئی تعارض نہ رہا۔ (تھانویؒ) خطب۔ اس اہم مقصد کو کہتے ہیں جس میں تخاطب کی ضرورت کثرت سے ہوتی ہے۔ الخطب الامر العظیم الذی یکثر فیہ التخاطب (راغب) اور یہاں تو فرشتے ہی اس مشن کے حامل خصوصی بناکر بھیجے گئے تھے۔ اس لئے قدرۃً ابراہیم خلیل پیغمبر کو اس سفارت کی عظمت کا خیال پیدا ہوا۔ واما الخطب فھو الامر العظیم عظم الشان یدل علی عظم من علی یدہ ینقضی (کبیر)

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ أَيُّهَا الْمُرْسَلُونَ ﴿٣١﴾ قَالُوا إِنَّا أُرْسِلْنَا
(ابراہیم نے) کہا (اچھا) تمہیں کیا بڑی مہم درپیش ہے اے آسمانی (قاصدو)۱۹، وہ بولے کہ ہم ایک
إِلَىٰ قَوْمٍ مُجْرِمِينَ ﴿٣٢﴾ لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِنْ
مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں تاکہ ہم ان پر کھنگر کے پتھر
طِينٍ ﴿٣٣﴾ مُسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُسْرِفِينَ ﴿٣٤﴾ فَأَخْرَجْنَا
برسائیں جن پر آپ کے پروردگار کے پاس نشان خاص بھی پڑے ہوئے ہیں، حد سے
مَنْ كَانَ فِيهَا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿٣٥﴾ فَمَا وَجَدْنَا فِيهَا
نکل جانے والوں کے لئے، تو ہم نے جتنے اہل ایمان تھے انکو وہاں سے الگ کردیا، سو ہم نے
غَيْرَ بَيْتٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ ﴿٣٦﴾ وَتَرَكْنَا فِيهَا آيَةً لِلَّذِينَ
وہاں بجز مسلمانوں کے ایک گھر کے (کوئی گھر مسلمانوں کا) نہ پایا۲۰، اور ہم نے اس (واقعہ) میں ایک
يَخَافُونَ الْعَذَابَ الْأَلِيمَ ﴿٣٧﴾ وَفِي مُوسَىٰ إِذْ أَرْسَلْنَاهُ
نشانی اُن لوگوں کے لئے رہنے دی جو عذاب دردناک سے ڈرتے رہتے ہیں۲۱، اور موسیٰ (کے قصہ) میں بھی
إِلَىٰ فِرْعَوْنَ بِسُلْطَانٍ مُبِينٍ ﴿٣٨﴾ فَتَوَلَّىٰ بِرُكْنِهِ وَقَالَ
(نشانی ہے) جبکہ ہم نے انہیں فرعون کے پاس بھیجا، ایک کھلی ہوئی دلیل دے کر۲۲ لیکن اُس نے اپنی قوت
سَاحِرٌ أَوْ مَجْنُونٌ ﴿٣٩﴾ فَأَخَذْنَاهُ وَجُنُودَهُ فَنَبَذْنَاهُمْ فِي
(کے زعم) میں سرتابی کی اور کہنے لگا یہ ساحر یا مجنون ہیں، سو ہم نے اُس کو اور اُسکے لشکر کو پکڑ کر سمندر میں
الْيَمِّ وَهُوَ مُلِيمٌ ﴿٤٠﴾ وَفِي عَادٍ إِذْ أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيحَ
پھینک دیا اور وہ تھا ہی قابل ملامت۲۳، اور عاد (کے قصہ) میں بھی عبرت ہے) جبکہ ہم نے اُن پر نامبارک آندھی

الجزء ۲۷

۲۰ (اور وہ ایک گھر حضرت لوط پیمبر ہی کا تھا) قَوْمٍ مُجْرِمِينَ۔ ذکر حضرت لوطؑ کی بے دین و بدعمل قوم کا ہے ـــــ مفصل حاشیے کئی بار گذر چکے۔ فَأَخْرَجْنَا ... المُسْلِمِينَ۔ اس بستی بھر میں کوئی دوسرا شریف و مومن بجز حضرت لوطؑ پیمبر کے گھرانے کے اور تھا ہی نہیں۔ حضرت لوطؑ حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہ کے بھتیجے تھے، اور شرق اردن میں جاکر آباد ہوگئے تھے۔ لِنُرْسِلَ ...... لِلْمُسْرِفِينَ۔ اس شامت زدہ قوم کی ہلاکت آسمانی پتھراؤ سے ہوئی تھی۔ المُسْلِمِينَ۔ ابھی ابھی ان کے لئے لفظ المؤمنین کا آچکا تھا۔ بعض مفسرین نے اس سے استدلال یہ کیا ہے کہ اسلام (باصطلاح شرعی) اور ایمان باہم مُرادف ہیں۔ فیہ دلیل علی ان الایمان والاسلام واحد (ملک) واستدل بالآیۃ علی اتحاد الایمان والاسلام للاستثناء المعنوی (روح) لیکن امام رازیؒ کا فرمانا یہ ہے کہ لفظ مسلم مومن سے عام تر ہے اور لفظ عام کا خاص پر برابر اطلاق ہوتا ہی رہتا ہے۔ اس سے دونوں کا اتحادِ مفہوم لازم نہیں آتا اور اس کی تائید مفسرین محققین اہل سنت نے بھی کی ہے۔ والدلالۃ علی ان المسلم بمعنی المؤمن ظاھرۃ والحق ان المسلم اعم من المؤمن واطلاق العام علی الخاص لا مانع منہ فاذا سمی المؤمن مسلما لا یدل علی اتحاد مفہومھما (کبیر) فالاستدلال بھا علی اتحادھما فیہ ضعیف (روح) وقال الرمانی الآیۃ تدل علی ان الایمان ھو الاسلام وکذا قال الزمخشری وھما معتزلیان (بحر) واستدل بہ علی اتحاد الایمان والاسلام وھو ضعیف لان ذلک لا یقتضی الا صدق المؤمن والمسلم علی من اتبعہ وذلک لا یقتضی اتحاد مفہومھما لجواز صدق المفہومات المختلفۃ علی ذات واحدۃ (بیضاوی) وھذا الاستدلال ضعیف لان ھؤلاء کانوا قوما مؤمنین وعندنا ان کل مؤمن مسلم ولا ینعکس فاتفق الاسمان ھٰھنا لخصوصیۃ الحال ولا یلزم ذلک فی کل حال (ابن کثیر) ۲۱ (چنانچہ عذاب الٰہی سے خوف کھانے والے آج تک اس قوم کی داستانِ ہلاکت سے عبرت و نصیحت حاصل کرتے رہتے ہیں) بحر مُردہ یا بحر لُوط، اور آس پاس شہر سدوم کے کھنڈر آج تک ہر صاحب دل کو داستانِ عبرت سُنا رہے ہیں۔ ۲۲ یعنی معجزات صریح و واضح دے کر۔ سلطان کا اطلاق واحد و جمع دونوں پر آتا ہے۔ ھو ما ظھر علی یدیہ من المعجزات الباھرۃ والسلطان یطلق علی ذلک مع شمولہ للواحد والمتعدد لانہ فی الاصل مصدر (روح) ۲۳ (اور مستحق عذاب) بِرُكْنِهِ۔ اپنی قوت یا اپنے ساز و سامان کے زعم و پندار میں۔ رکن کے معنی قوت یا ساز و سامان کے بھی آتے ہیں۔ اور اس ترکیب کو مان کر

ب بارِ تعدیہ ہوگی۔ یستعار للقوۃ (راغب) قیل بقوتہ وسلطانہ (بحر) والرکن ما یرکن الیہ الانسان من مال وجند (ملک) "اپنے زور پر" (شاہ عبدالقادرؒ دہلوی)۔ والباء للتعدیۃ حینئذ بمعنی تولی بجندہ (کبیر) رکن کے معنی قوم کے بھی لئے گئے ہیں۔ اس صورت میں ب بامصاحبۃ ہوگی اور ترجمہ ہوگا "مع اپنی قوم کے"۔ الباء للمصاحبۃ والرکن اشارۃ للقوم (کبیر) وَهُوَ مُلِيمٌ۔ یعنی یہ سزائے غرقابی اُس کے حق میں ظلم ذرا سی بھی نہ تھی۔ مُلِيمٌ۔ اسم فاعل یہاں اسم مفعول یعنی ملوم مستحق ملامت کے معنی میں ہے۔ الآم ای استحق اللوم (راغب) ھو ملیم ای ھو ملوم (ابن کثیر) امام رازیؒ نے یہاں قرآن مجید کی دوسری آیت نقل کر کے جس میں یہی لفظ وَهُوَ مُلِيمٌ حضرت یونسؑ کے متعلق بطنِ حُوت سے نجات کے سلسلہ میں آیا ہے۔ استنباط یہ کیا ہے کہ مؤمن کا گناہ تو ظہور یاس کے وقت مغفور رہتا ہے لیکن کافر کا ایمان غیر مقبول۔ فذنب المؤمن وقت ظھور الیاس مغفور وایمان الکافر غیر مقبول (کبیر) أَوْ۔ کلمۂ او ہمیشہ شک و اشتباہ ہی کے موقع پر نہیں آتا۔ ابہام کے لئے بھی لایا جاتا ہے۔ چنانچہ یہاں بھی اسی مفہوم میں آیا ہے۔ ابوعبید لغوی و نحوی کا قول نقل ہوا ہے کہ یہاں أَوْ واو عطف کا مرادف ہے۔ فرعون نے حضرت موسیٰؑ کو دونوں باتیں کہی تھیں۔

وَفِيٓ اَنْفُسِكُمْ ۭ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۝۲۱ وَفِي السَّمَاۗءِ رِزْقُكُمْ

اور خود تمہاری ذات میں بھی تو کیا تمہیں دکھائی نہیں دیتا؟ ۱۰ اور آسمان میں تمہارا رزق بھی ہے

وَمَا تُوْعَدُوْنَ ۝۲۲ فَوَرَبِّ السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ لَحَقٌّ مِّثْلَ

اور وہ بھی جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہی ۱۱ سو قسم ہے آسمانوں اور زمین کے پروردگار کی کہ وہ برحق ہے (اسی طرح)

مَآ اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ ۝۲۳ هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ

جیسے کہ تم بات چیت کر رہے ہو ۱۲ کیا آپ تک ابراہیم کے معزز مہمانوں کی حکایت

الْمُكْرَمِيْنَ ۝۲۴ اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ۭ قَالَ سَلٰمٌ ۚ قَوْمٌ

پہنچی ہے؟ ۱۳ جب کہ وہ اُن کے پاس آئے، پھر (اُن کو) سلام کیا (انہوں نے بھی) کہا سلام (یہ)

مُّنْكَرُوْنَ ۝۲۵ فَرَاغَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ فَجَاۗءَ بِعِجْلٍ سَمِيْنٍ ۝۲۶ فَقَرَّبَهٗٓ

انجان لوگ تھے) ۱۴ پھر آپ اپنے گھر کی طرف چلے اور ایک فربہ بچھڑا لے آئے پھر اسے اُنکے پاس

اِلَيْهِمْ قَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ۝۲۷ فَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ۭ قَالُوْا

لاکر رکھا (اور) کہا کہ آپ کھاتے کیوں نہیں؟ ۱۵ پھر آپ اُن سے دل میں خائف ہوئے وہ بولے

لَا تَخَفْ ۭ وَبَشَّرُوْهُ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ۝۲۸ فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِيْ

آپ ڈریئے نہیں، اور اُن کو ایک بڑے عالم لڑکے کی بشارت دی ۱۶ اتنے میں ان کی بیوی بولتی پکارتی

صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ عَجُوْزٌ عَقِيْمٌ ۝۲۹ قَالُوْا

ہوئی آئیں، پھر ماتھے پر ہاتھ مار کر بولیں کہ بڑھیا بانجھ (کے اولاد) ۱۷ وہ بولے

كَذٰلِكِ ۙ قَالَ رَبُّكِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ ۝۳۰

کہ آپ کے پروردگار نے ایسا ہی فرمایا ہے، اور کچھ شک نہیں کہ وہ بڑا حکمت والا ہے، بڑا علم والا ہے ۱۸

ع ۱ ۲۳ ۱۸ وقف لازم

۱۰ یعنی انسان اگر خود اپنے حالات ظاہری و باطنی کا جائزہ لیتا رہے، اگر آیات آفاقی و نفسی پر غور کرتا رہے تو وقوع حشر کی ضرورت کا وہ ضرور قائل ہو جائیگا۔ لِلْمُوْقِنِيْنَ۔ یعنی اُن لوگوں کے لئے جن کے دلوں میں یقین کی طلب اور حق کی جستجو ہے۔ وَفِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ۔ یعنی وقوع قیامت و جزا کے آفاقی دلائل و شواہد۔ دنیا میں جتنے بھی علوم و فنون نظر آتے ہیں۔ یہ سب کیا ہیں؟ موجوداتِ عالم اور ان کے مختلف اصناف کے متعلق قاعدے اور کلیئے ہی تو ہیں۔ آفتاب و ماہتاب سے لے کر ریگستان کے ذروں اور دریا کے قطروں اور گھاس کی پتّیوں اور ننھے سے ننھے کیڑوں تک بڑی چھوٹی چیزیں جو کچھ بھی کائنات میں ہیں۔ سب کیسی قاعدوں میں بندھی ہوئی اور ضابطہ کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی ہیں۔ تو یہ سارا عقلوں کو حیران کرنے والا، عظیم الشان نظام اور دماغوں کو حیرت میں ڈال دینے والا بے انتہا وسیع انتظام جسکے اندر بخت و اتفاق کی کوئی ہلکی سی بھی گنجائش نہیں، یہ سب ایک کردگار حکیم و مختار کے وجود کے دلائل و شواہد نہیں تو اور کیا ہیں؟ وَفِيٓ اَنْفُسِكُمْ۔ یعنی وقوع قیامت و جزا کے انفسی دلائل و شواہد۔ انسان اگر خود اپنے ہی جسم اور اعضار جسم کی حکیمانہ ترکیب و تناسب پر اور اپنے ہی ذہن و عقل کی انتہائی حکیمانہ ترتیب ساخت پر غور کرنا شروع کرے تو اُس کا دل اور دماغ دونوں گواہی دے اُٹھینگے کہ یہ ساری صنعت گری بجز ایک حکیم مطلق کے اور کسی کی نہیں ہو سکتی۔ مُرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ فِيٓ اَنْفُسِكُمْ کا جو عطف فِي الْاَرْضِ پر ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ جاہل صُوفیہ کا فِيٓ اَنْفُسِكُمْ سے تجلّی حق پر استدلال کرنا باطل محض ہے۔ ۱۱ یعنی قیامت کا۔ وَفِي السَّمَاۗءِ۔ یعنی لوح محفوظ میں۔ اس صورت میں آیت کا مطلب یہ ہوا کہ رزق مقدر کا اور قیامت کا سب کا علم لوح محفوظ میں مندرج ہے۔ لیکن عام طور پر مفسرین نے معنی یہ لئے ہیں کہ اسباب رزق (مثلاً بارش) وغیرہ کا اصل نزول آسمان ہی سے ہوتا ہے۔ ۱۲ یعنی جس طرح تم اپنی بات چیت میں کبھی شک و شبہ نہیں کرتے، وقوع قیامت کو بھی یقینی اور قطعی سمجھو۔ اِنَّهٗ۔ یعنی یہی وقوع قیامت و جزا و سزا۔ اے ان ما وعدتم به من امر القیامة والبعث والجزاء کائن لا محالة وهو حق لا مریة فیه (ابن کثیر) یا یہ کہ اُوپر جو کچھ مذکور ہو چکا ہے۔ سب کی طرف یہ ضمیر اشارہ کر رہی ہے اور تابعی ابن جریج سے یہی منقول ہے۔ عن ابن جریج ان جمیع ما ذکر من اول السورة الی هنا الحق (روح) ۱۳ حضرت ابراہیمؑ کا یہ قصہ مع حواشی متعلقہ کے پیشتر بھی گذر چکا ہے۔ الْمُكْرَمِيْنَ۔ فرشتے عنداللہ تو مکرم و معزز ہیں ہی، بحیثیت مہمان کے اس وقت حضرت ابراہیمؑ کی نظر میں بھی معزز تھے۔ اے مکرمین عند اللہ او عند ابراهیم (بیضاوی) اے عند اللہ عزّ وجل کما قال الحسن او عند ابراهیم کما فی بعض الآثار (روح) وانما وصفهم بالمکرمین اما لکونهم عباد مکرمین واما لاکرام ابراهیم علیه السلام ایاهم (کبیر) حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ۔ امام احمد بن حنبل اور بعض فقہار نے آیت سے مہمانوں کی مہمانداری کے وجوب پر استدلال کیا ہے۔ وقد ذهب الامام احمد وطائفة من العلماء الی وجوب الضیافة للنزیل وقد وردت السنة بذالك کما هو ظاهر التنزیل (ابن کثیر) ۱۴ (ابراہیم علیہ السلام کی نظر میں) یعنی آپؑ نے انہیں پہچانا نہیں، محض اجنبی مہمان سمجھ کر اُن سے صاحب سلامت کی۔ یہ فرشتے انسانی لباس میں تھے۔ ملاحظہ ہوں سورۂ ہود (پ ۱۲) کے حاشیے۔ ۱۵ فرشتے جو انسانی شکل میں حضرت ابراہیمؑ کے مہمان تھے۔ انہوں نے آپ کے اصرار کے بعد بھی آپ کے پیش کئے ہوئے کھانے کی طرف ہاتھ نہیں بڑھایا۔ فَجَاۗءَ بِعِجْلٍ سَمِيْنٍ۔ آپؑ نے ان تازہ وارد مہمانوں کو دیکھتے ہی ایک خوب تیار تلے ہوئے یا پکے ہوئے بچھڑے سے اُن کی میزبانی کی۔ ۱۶ یعنی اسحٰق نبی کی۔ فرشتوں نے پہلے تو آپ کو تشفی دی کہ آپ ہم سے بدگمان و خائف نہ ہوں، ہم انسان نہیں، فرشتے انسانی قالب میں ہیں، پھر اس کے بعد حضرت اسحٰقؑ کی ولادت کی بشارت دی۔ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ۔ مخلوق میں سب سے زیادہ علم انبیار علیہم السّلام کو ہوتا ہے، عجب نہیں جو یہاں صفت علم کا انتساب نبی کی جانب اسی لحاظ سے کیا ہو۔ فَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً۔ آپؑ کو یہ خوف پیدا ہوا کہ کہیں یہ لوگ قزاق و رہزن تو نہیں ——— اُس دورِ تمدّن میں ایک دستور یہ تھا کہ قزاق یا رہزن جس کسی پر غارتگری کرنا چاہتے تھے، اُس کا نمک کھانے سے احتراز رکھتے تھے۔ ۱۷ یہ آپ نے کمال تعجب سے فرمایا کہ ایک تو میں بوڑھی اور پھر عقیم، میرے اولاد ہونے کی کیا صورت ہے؟ فَاَقْبَلَتِ۔ صَرَّةٍ۔ حضرت سارہ جواب تک پردہ کی آڑ میں تھیں۔ یہ سُن کر یک بیک سامنے آگئی تھیں۔ ۱۸ فرشتوں نے جب دیکھا کہ حضرت سارہ پر عالمِ اسباب ہی کی رعایت غالب ہے۔ تو جھٹ یہ یاد دلا دیا کہ یہ فرمان تو حضرت حقؑ کے ہاں سے جاری ہو چکا ہے ——— وہی حضرت حق، جن کی حکمت اور جن کا علم ہر مخلوق کی حکمت اور علم پر غالب ہے ——— خاندانِ نبوّت کے ایک رکن کے لئے یہ استحضار کافی سے زائد اور ہر دلیل سے قوی تر تھا۔

الحمدللہ کہ اس چھبیسویں پارہ کے ترجمہ و تفسیر کی نظر ثانی سے یوم شنبہ ۲۶ محرم الحرام ۱۳۶۷ھ مطابق ۹ دسمبر ۱۹۴۷ء کو قبل عصر فراغت پائی اور نظر ثالث سے آج یکشنبہ ۲۴ شعبان المعظم ۱۳۶۹ھ مطابق ۱۱ جون ۱۹۵۰ء کو بعد نماز چاشت۔

الدِّیْنَ لَوَاقِعٌ ۝۶ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْحُبُكِ ۝۷ اِنَّكُمْ لَفِیْ قَوْلٍ
جزا ضرور ہی ہونیوالی ہے ۵۱ قسم ہے آسمان کی جسمیں راستے ہیں کہ تم مختلف گفتگوؤں میں
مُّخْتَلِفٍ ۝۸ یُّؤْفَكُ عَنْهُ مَنْ اُفِكَ ۝۹ قُتِلَ الْخَرّٰصُوْنَ ۝۱۰
(پڑے) ہو ۵۲ اس سے پھرتا وہی ہے جسے پھرنا ہی ہوتا ہے ۵۳ غارت ہوں اٹکل پچو باتیں بنانے والے
الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ غَمْرَةٍ سَاهُوْنَ ۝۱۱ یَسْـَٔلُوْنَ اَیَّانَ یَوْمُ
جو کہ غفلت (جہالت) میں بھولے پڑے ہیں ۵۴ پوچھتے ہیں کہ روزِ جزا
الدِّیْنِ ۝۱۲ یَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ یُفْتَنُوْنَ ۝۱۳ ذُوْقُوْا فِتْنَتَكُمْ
کب ہوگا؟ یہ دن (وہ ہوگا) جب وہ لوگ آگ پر تپائے جائینگے ، اپنی سزا کا مزہ چکھو
هٰذَا الَّذِیْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ ۝۱۴ اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ
یہی ہے جس کی تم جلدی مچایا کرتے تھے ۵۵ بیشک پرہیزگار لوگ
جَنّٰتٍ وَّعُیُوْنٍ ۝۱۵ اٰخِذِیْنَ مَاۤ اٰتٰهُمْ رَبُّهُمْ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا
بہشتوں اور چشموں میں ہونگے، لے رہے ہونگے جو انکے پروردگار نے انہیں عطا کیا ہوگا، بیشک یہ لوگ
قَبْلَ ذٰلِكَ مُحْسِنِیْنَ ۝۱۶ كَانُوْا قَلِیْلًا مِّنَ الَّیْلِ مَا
اس کے قبل نکوکار تھے ۵۶ رات کو بہت کم
یَهْجَعُوْنَ ۝۱۷ وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ ۝۱۸ وَفِیْۤ اَمْوَالِهِمْ
سوتے تھے ۵۷ اور اخیر شب میں استغفار کیا کرتے تھے ۵۸ اور ان کے مال میں
حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ۝۱۹ وَفِی الْاَرْضِ اٰیٰتٌ لِّلْمُوْقِنِیْنَ ۝۲۰
حق رہتا تھا سوالی اور غیر سوالی (سب) کا ۵۹ اور زمین میں (بہت سی) نشانیاں ہیں یقین لانیوالوں کیلئے

۵۱ (اس لئے تم میں سے ہر ایک اپنے اپنے عمل کی ذمہ داری پوری محسوس کرے) قرآن مجید کے پیش نظر ایک ایسی اُمّت تیار کرنا ہے۔ جس کا ہر ہر فرد اپنے ایک ایک عمل میں زندگی کے ایک ایک جزئیہ میں، اپنی ذمہ داری کا پورا پورا احساس رکھتا ہو۔ اور کسی حال میں اس کے قدم کو لغزش نہ ہو —— انسان کو ہمہ وقت صراطِ مستقیم پر قائم رکھنے کے لئے حشر کا اعتقاد ہی نہیں، بلکہ اس کا استحضار بھی لازمی ہے۔ الذّٰرِیٰتِ ذَرْوًا۔ مُراد وہ ہوائیں ہیں جو غُبار وغیرہ اڑاتی رہتی ہیں۔ فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا۔ مُراد وہ بادل ہیں جو بارش سے لدے رہتے ہیں فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا۔ مُراد وہ فرشتے ہیں جو مخلوقات میں مادّی و غیر مادّی ہر طرح کی تقسیمات بامر الٰہی کرتے رہتے ہیں۔ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَصَادِقٌ۔ یعنی جس روز حشر کی آمد کا وعدہ تم سے کیا جا رہا ہے وہ برحق ہے۔

کائنات کے یہ سارے انتظامات جو ہواؤں، بادلوں، کشتیوں اور فرشتوں کے ساتھ اس انضباط و اہتمام کے ساتھ ہر وقت ہوتے رہتے ہیں، اس پر بُرہان قاطع ہیں کہ یہ ناسُوتی زندگی بے مقصد نہیں ضرور اس کے ہر تصرّف، ہر تغیّر میں کوئی نہ کوئی مقصد رکھا ہے۔ حشر نام ہے اہم ترین مقصد کا۔ حشر نہ ہو تو یہ سارا انتظام و اہتمام ہی بالکل بے مقصد اور اکارت ہوا جاتا ہے —— اور یہی مقصود قرآنی قسموں کا ہوتا ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو پ۳۰، سورۃ الفجر کا ضمیمہ "اقسامِ قرآنی"۔ بعض اہل اشارات نے لکھا ہے کہ آگے چونکہ ذکر حشر ہی کا آرہا تھا۔ اس لئے یہاں قسم کے ذریعہ سے شہادت میں بھی ایسی ہی چار چیزیں پیش کی گئیں جن سے اشارہ فنا، انتشارِ اجزار، اعادہ اور ترکیب کے مدارج چہارگانہ کی طرف نکلتا ہے۔ ۵۲ عقیدۂ حشر سے متعلق کہ کوئی تو اس عقیدہ کی تکذیب ہی کر رہا ہے، اور کوئی اس کے متعلق تذبذب اور گومگو میں پڑا ہوا ہے، اور کسی نے اس سے دنیا میں نیا جنم مراد لے کر اسے مسخ ہی کر ڈالا ہے) ذَاتِ الْحُبُكِ۔ ان راستوں سے مُراد فرشتوں کے چلنے پھرنے کے علاوہ ستاروں کی گردش کے بھی مدار یا راستے لئے گئے ہیں۔ هی ذات الطرائق فمن الناس من تصور منها الطرائق المحسوسة بالنجوم ومنهم من اعتبر ذٰلك بما فيه من الطرائق المعقولة المدركة بالبصيرة (راغب) لَفِیْ قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ۔ ایک مراد یہ بھی ہو سکتی ہے کہ تم لوگ قرآن اور رسُول کے متعلق مختلف اقوال اور مضطرب آرار کے چکر میں پڑے ہوئے ہو۔ ای فی القراٰن و فی محمد صلعم (معالم) فی الرسول صلعم اوفی القراٰن (بیضاوی) ۵۳ (راہِ خیر و سعادت سے) عَنْهُ۔ ضمیر عقیدۂ وقوعِ قیامت کی جانب ہے۔ ۵۴ (اور یہ غفلت چونکہ اختیار ہی سے پیدا ہوئی ہے اس لئے اس پر مواخذہ بھی ہے) الْخَرّٰصُوْنَ۔ خرّاص۔ حقیقۃً وہ شخص ہے جو بغیر کسی دلیل قطعی کے، یوں ہی ظن و تخمین سے کام لیتا رہے خواہ اتفاق سے کبھی اُس کا گمان صحیح بھی ثابت ہو جائے۔ كلّ قول مقول عن ظن وتخمين يقال خرص سواء كان مطابقًا للشيء او مخالفًا له (راغب)

کثرت سے "قدیم معقولی" اور "جدید فلسفی" بلا علم و تحقیق الٰہیات پر رائے زنی کرنے والے خرّاصون ہی کے تحت میں آتے ہیں۔ ۵۵ مفسّر تھانویؒ نے خوب لکھا ہے کہ یہ جواب اس طرز کا ہے جیسے کسی مجرم کو پھانسی کی سزا کا حکم ہو جائے مگر وہ احمق محض اس بنا پر کہ تاریخ اور وقت نہیں بیان کیا گیا ہے طنزاً یہ کہتا ہے کہ اچھا تو وہ دن آخر کب آئیگا؟ یَسْـَٔلُوْنَ۔ یہ سوال بطور طنز و استہزار کے ہوتا تھا۔ ۵۶ (تو ایسوں کو جنت بھلا کیوں نہ ملتی؟) قَبْلَ ذٰلِكَ۔ یعنی اپنی دنیوی زندگی میں۔ ۵۷ (اور رات کا معقول حصّہ ذکر و فکر، تسبیح و تلاوت ہی میں صرف کیا کرتے تھے) یہ مراد (نعوذ باللہ) تو نہیں ہو سکتی کہ راتوں کو سنیما اور تھیئٹر، ناچ و رنگ اور طرح طرح کی رنگ رلیوں اور فحش کاریوں میں جاگ جاگ کر برباد کرتے تھے۔ جو لوگ شب میں نوافل تک کے لئے یہ اہتمام رکھتے ہوں، ظاہر ہے کہ فرائض و واجبات کی ادائی کا وہ شب و روز کیا التزام رکھتے ہونگے۔ ۵۸ یعنی کمال پر کمال یہ تھا کہ باوجود اس اہتمام عبادت کے نظر اپنی عبادت پر نہ تھی، بلکہ اپنے کو عبادت میں کوتاہی کرنے والا ہی سمجھتے تھے۔ کیا ٹھکانا ہے خشیتِ قلب کا! رات کا بیشتر حصّہ جاگ جاگ کر عبادت میں کاٹ دیتے ہیں اور سحر کے وقت استغفار اس طرح کرتے ہیں کہ گویا رات عبادت میں نہیں، جرم و معصیت میں گذاری ہے۔ ۵۹ یعنی ایسے التزام و اہتمام سے اُن کو دیتے تھے کہ جیسے ان کے ذمہ اُن کا کچھ تھا۔ السَّآئِلِ۔ وہ جو منہ سے سوال کرے۔ الْمَحْرُوْمِ۔ وہ جو منہ سے سوال نہ کرے مگر ہو حاجتمند۔ ان نفل طاعتوں اور عبادتوں کے ذکر سے مقصود ان کے ثمرات عالیہ کا اظہار کر دینا ہے۔ یہ مُراد نہیں کہ جنات و عیون کے انعامات بغیر اُن کے ملیں گے ہی نہیں۔

الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ ﴿٤١﴾ يَّوْمَ يَسْمَعُوْنَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ ؕ

ایک پکارنے والا پاس ہی سے پکاریگا، جس دن اس چیخ کو بالیقین (سب) سُن لیں گے

ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوْجِ ﴿٤٢﴾ اِنَّا نَحْنُ نُحْیٖ وَنُمِيْتُ وَاِلَيْنَا

وہ نکلنے کا دن ہوگا (قبروں سے)، ۳۱؎ بیشک ہم ہی جِلاتے ہیں اور ہم ہی مارتے ہیں اور ہماری ہی طرف

الْمَصِيْرُ ﴿٤٣﴾ يَوْمَ تَشَقَّقُ الْاَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا ؕ ذٰلِكَ

بازگشت ہے ۳۲؎ جس روز زمین ان پر سے کھل جائیگی جبکہ وہ دوڑتے ہونگے یہ

حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيْرٌ ﴿٤٤﴾ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ وَمَاۤ اَنْتَ

جمع کرلینا ہمارے لئے آسان ہے ہم خوب جانتے ہیں جو کچھ کہہ رہے ہیں اور آپ اُن پر

عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ ۫ فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ ﴿٤٥﴾ ع ٣ ١٦/١٧

جبر کرنیوالے بناکر نہیں (بھیجے گئے) ہیں، سو آپ قرآن کے ذریعہ سے نصیحت کرتے رہیئے اُسے جو میری وعید سے ڈرتا ہو ۳۳؎

سُوْرَةُ الذّٰرِيٰتِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ سِتُّوْنَ اٰيَةً وَّثَلٰثُ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ ذٰریات مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی ساٹھ آیتیں اور تین رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ نہایت مہربان بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

وَالذّٰرِيٰتِ ذَرْوًا ﴿١﴾ فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا ﴿٢﴾ فَالْجٰرِيٰتِ يُسْرًا ﴿٣﴾

قسم ہے اُڑانے والی ہواؤں کی پھر بوجھ اُٹھانیوالے بادلوں کی، پھر نرمی سے چلنے والی کشتیوں کی،

فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا ﴿٤﴾ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَصَادِقٌ ﴿٥﴾ وَّاِنَّ

پھر چیزیں تقسیم کرنیوالے فرشتوں کی کہ تم سے جس چیز کا وعدہ کیا جاتا ہے وہ بالکل برحق ہے اور

۳۱؎ ذکر صور کے نغخۂ اولیٰ کا ہے۔ الْمُنَادِ۔ یہ ندا دینے والے حضرت اسرافیل فرشتہ ہیں۔ حدیث صحیح کے بموجب قیامت کے لئے نفخ صور کی خدمت انہیں سے متعلق ہے۔ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ۔ وہ آواز اتنی بلند ہوگی کہ کوئی مقام ان کے لئے کہیں سے بھی دُور نہ ہوگا جو آواز ہلکی یا ناصاف ہوکر پہنچے، ہر شخص کے پاس خواہ وہ کہیں بھی ہو، یکساں قوت کے ساتھ پہنچیگی۔ ۳۲؎ یہ سب گمراہ وجاہلی قوموں کے عقائد کی تردید اور اس امر کے اثبات میں ہوکر پیدا کرنیوالا، پالنے والا، ہلاک کرنیوالا، اور پھر حشر میں فیصلہ صادر کرنیوالا وہی ایک اور اکیلا پروردگار ہے۔ ان سب کے لئے کوئی الگ الگ دیوتا یا خدا موجود نہیں۔ ہندوؤں نے تخلیق کائنات برہماجی کے ذمہ اور ربوبیت وشنوجی کے ذمہ اور اہلاک وافنا شیوجی کے ذمہ ڈالا ہے۔ اور مسیحیوں نے حشر میں فیصلہ مسیح ابن اللہ کے ہاتھ میں رکھا ہے۔ ۳۳؎ یعنی تذکیر نافع صرف اُسی کو ہوگی، باقی سب کو ہدایت پر لے آنا آپ کے اختیار میں نہیں۔ سو اختیار سے باہر چیز کا غم نہ کیجئے۔ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ یعنی انکار قیامت سے متعلق یہ لوگ جو کچھ بکتے رہتے ہیں۔ وہ سب ہم پر خوب روشن ہے اور ہم ہی انہیں پوری سزا دینے کیلئے بھی کافی ہیں۔ وَمَاۤ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ۔ یعنی آپ تو صرف مبلغ، معلم، منذر کی حیثیت رکھتے ہیں۔ نتائج کی ذمہ داری آپ پر ذرا بھی نہیں۔ فَذَكِّرْ . . . . وَعِيْدِ۔ قرآن مجید کے مضامین سے وعظ وتذکیر کے مخاطب سب ہی ہیں۔ البتہ اس سے نفع یاب وہی ہونگے، جن کے دلوں میں پہلے سے خوفِ خدا موجود ہے۔

ادْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ ؕ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُوْدِ ﴿۳۴﴾ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ

(اُسکو حکم ہوگا کہ) داخل ہو جاؤ اس جنت میں سلامتی کے ساتھ، یہ دن ہمیشگی کا ہے ۲۶؎ اُن لوگوں کو وہاں سب کچھ

فِيْهَا وَلَدَيْنَا مَزِيْدٌ ﴿۳۵﴾ وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ

ملیگا جو وہ چاہینگے اور ہمارے پاس اور بھی زائد ہے اور ہم ان سے قبل بہت سی اُمتوں کو ہلاک کر چکے

قَرْنٍ هُمْ اَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشًا فَنَقَّبُوْا فِى الْبِلَادِ ؕ هَلْ

ہیں جو قوت میں ان سے کہیں بڑھ کر تھے اور (تمام) شہروں کو چھانتے پھرتے تھے (سو) انہیں

مِنْ مَّحِيْصٍ ﴿۳۶﴾ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ

کہیں بھاگنے کی جگہ بھی ملی؟ اس (ہلاک) میں اُس کے لئے بڑی عبرت ہے جس کے پاس دل

قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ ﴿۳۷﴾ وَلَقَدْ خَلَقْنَا

ہے یا وہ متوجہ ہو کر کان ہی لگا دیتا ہے ۲۷؎ اور ہم نے

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِىْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ۖ وَّمَا مَسَّنَا

آسمانوں اور زمین اور جو کچھ اُن کے درمیان ہے سب کو چھ دن میں پیدا کر دیا اور ہم کو

مِنْ لُّغُوْبٍ ﴿۳۸﴾ فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ

تکان نے چھوا تک نہیں ۲۸؎ سو آپ اُن کی باتوں پر صبر ہی کیجئے اور اپنے پروردگار کی حمد

رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ ﴿۳۹﴾ وَمِنَ

و تسبیح کرتے رہئے آفتاب نکلنے سے پہلے اور (اسکے) چھپنے سے پہلے بھی ۲۹؎ اور

الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ ﴿۴۰﴾ وَاسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ

رات میں بھی اُسکی تسبیح کیجئے اور نمازوں کے بعد بھی ۳۰؎ اور سُن رکھو (اے مخاطب) کہ جس دن

۲۶؎ یعنی آج کی نعمتوں کو نہ فناء ہے نہ زوال۔ بِالْغَيْبِ یعنی جنت کی نعمتیں اور دوزخ کی سختیاں دنیا میں تو سب غیب ہی میں تھیں۔ یہ لوگ دنیا ہی میں ان دھمکیوں کو حقائق جان کر ان سے پوری طرح متاثر ہو چکے تھے۔ ۲۷؎ یعنی جو لوگ قلب سلیم رکھتے ہیں، ان کے لئے تو یہ سارے حکایات و قصص ذخیرۂ عبرت رکھتے ہی ہیں، باقی جو لوگ محض توجہ سے ان تذکروں کو سُن لیں تو اُن کے لئے بھی اُن کے اندر کافی سامانِ ہدایت موجود ہے۔ ۲۸؎ (تو ایسے قادر مطلق و ہمہ تواں کے لئے اعادۂ خلق کیا دشوار ہے؟ سِتَّةِ اَيَّامٍ۔ مُراد چھ متعارف دن نہیں، بلکہ محض چھ زمانے یا چھ وقت ہیں۔ ملاحظہ ہوں سورۃ الاعراف (پ ۸) آیت متعلقہ کے حاشیے۔

وَمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ۔ دنیا کے کروڑوں مسیحیوں اور یہودیوں کا ایمان آج تک یہ چلا آرہا ہے کہ حق تعالیٰ نے چھ دن میں آسمان و زمین کی آفرینش کے بعد ساتویں دن آرام کیا۔ قرآن مجید کو اسی گمراہی کی تردید مقصود ہے۔ توریت مروجہ میں ہے:۔ ”خداوند نے چھ دن میں آسمان اور زمین، دریا اور سب کچھ جو اُن میں ہے بنایا اور ساتویں دن آرام کیا۔ (خروج۔ ۲۰: ۱۱) ”چھ دن میں خداوند نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا اور ساتویں دن آرام کیا اور تازہ دم ہوا“ (خروج۔ ۳۱: ۱۷) اور انجیل مروجہ میں ہے:۔ ”خدا نے اپنے سارے کاموں کو پورا کر کے ساتویں دن آرام کیا“ (عبرانیون۔ ۴: ۴) اور اسی کتاب ”عبرانیون“ میں ”آرام“ کا یہ تلازمہ بہت دُور تک چلا گیا ہے۔ ۲۹؎ (کہ اس ذکر الٰہی میں لگے رہنے سے آپ کی توجہ ہی ان کافروں کے معاندانہ اقوال و اعمال کی طرف کم رہیگی) مُرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ آیت میں صاف دلالت اس پر ہے کہ شدائد میں تسلی کا قوی ترین ذریعہ اللہ کی طرف توجہ ہے۔ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ۔ اشارہ نماز فجر کی طرف ہے۔ بمعنی صلاۃ الصبح (معالم) وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ۔ تسبیح سے یہاں مُراد نماز ہی ہے۔ اراد به الصلوٰة (جصاص) ای فصل له (ابن کثیر) ای صل حمدًا لله (معالم)

۳۰؎ اَدْبَارَ السُّجُوْدِ۔ سجود سے یہاں مراد نماز ہے۔ وقد یعبر به عن الصلوٰة (راغب) اَدْبَارَ السُّجُوْدِ ای ادبار الصلوٰة (راغب) ای واعقاب الصلوات (بیضاوی) وَمِنَ الَّيْلِ۔ رات کی نمازوں میں مغرب اور عشار کی نمازیں آگئیں۔ حرف من سے اشارہ اس طرف بھی ہو گیا کہ مُراد ساری رات نہیں، بلکہ اُس کا صرف ایک حصہ، نماز، ذکر و تسبیح کے لئے مخصوص کر لینا کافی ہے۔ ای اصرف من اللیل طرفًا الی التسبیح (کبیر) او سبحه بعض اللیل (بیضاوی) فسبحه۔ تسبیح سے یہاں مُراد فرض نمازوں کے بعد کے نوافل و اوراد و اذکار لئے گئے ہیں۔ وهو التسبیح بعد الصلوٰة لان التسبیح تنزیه لله عما لا یلیق به والصلوٰة تشتمل علی قراءة القرآن واذکار هی تنزیه لله تعالیٰ (جصاص)

عَنِيْدٍ ﴿۲۴﴾ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ مُّرِيْبِ ﴿۲۵﴾ الَّذِىْ جَعَلَ

ضدر کھنے والا ہو　نیک کام سے رکنے والا ہو، حد سے نکل جانیوالا ہو، شبہ رکھنے والا ہو، جس نے اللہ کے ساتھ

مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَاَلْقِيٰهُ فِى الْعَذَابِ الشَّدِيْدِ ﴿۲٦﴾

کوئی اور خدا تجویز کر رکھا ہو　سو ایسے کو تم دونوں عذاب سخت میں ڈال دو ۲۰

قَالَ قَرِيْنُهٗ رَبَّنَا مَآ اَطْغَيْتُهٗ وَلٰكِنْ كَانَ فِىْ ضَلٰلٍ

(تب) اسکے ساتھ رہنے والا (شیطان) کہیگا اے ہمارے پروردگار میں نے اسے نہیں بھٹکایا تھا بلکہ یہ خود ہی دور دراز ۲۱

بَعِيْدٍ ﴿۲۷﴾ قَالَ لَا تَخْتَصِمُوْا لَدَىَّ وَقَدْ قَدَّمْتُ اِلَيْكُمْ

کی گمراہی میں تھا ۲۲ ارشاد ہوگا کہ میرے سامنے جھگڑو مت اور میں تو پہلے ہی تمہارے پاس وعید بھیج

بِالْوَعِيْدِ ﴿۲۸﴾ مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَىَّ وَمَآ اَنَا بِظَلَّامٍ

چکا تھا ۲۳　سو میرے ہاں بات نہیں بدلی جائیگی　اور نہ میں بندوں پر ظلم کرنیوالا

لِّلْعَبِيْدِ ﴿۲۹﴾ يَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَاْتِ وَتَقُوْلُ

ہوں ۲۴　(اور انہیں یاد دلائیے) وہ دن جب ہم دوزخ سے کہینگے کہ تو بھر بھی گئی؟ اور وہ کہیگی

هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ ﴿۳۰﴾ وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ غَيْرَ

کہ کچھ اور بھی ہے؟ ۲۵　اور جنت متقیوں کے قریب لائی جائیگی کہ کچھ دور نہ

بَعِيْدٍ ﴿۳۱﴾ هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِكُلِّ اَوَّابٍ حَفِيْظٍ ﴿۳۲﴾ مَنْ

رہیگی　یہی وہ چیز ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا کہ وہ ہر رجوع ہو جانیوالے، پابندی رکھنے

خَشِىَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبِ ﴿۳۳﴾

والے کیلئے ہے ۲۵ (غرض) جو کوئی بھی خدائے رحمٰن سے بے دیکھے ڈرتا ہوگا اور رجوع ہونیوالا دل لے کر آئے گا

١٤/١٦

۲۰ یہ سب قیامت کے دن فرشتوں کو حکم ہوگا ہر قسم کے کافر کے لئے۔ اَلْقِيَا اس کے عام معنی تو صیغہ تثنیہ ہی کے ہیں "یعنی اے دونوں فرشتو تم ڈال دو" لیکن اس صیغہ کا ایک استعمال واحد کے لئے بھی بقصد تاکید ہے۔ ایسے موقع پر اَلْقِيَا مرادف اَلْقِ اَلْقِ (مکرر) کا ہوتا ہے۔ ~~یجوز ان یکون خطابا للواحد علی وجہین احدہما قول المبرد ان تثنیۃ الفاعل نزلت منزلۃ تثنیۃ الفعل لاتحادہما کانہ قیل الق الق للتاکید (کشاف)~~ كَفَّارٍ۔ یعنی عقائد حق سے انکار کرنے والا۔ عَنِيْدٍ۔ یعنی حق سے ایسی ضد رکھنے والا کہ اس کے بار بار وضوح کے باوجود بھی اسے قبول نہ کیا۔ مُعْتَدٍ۔ یعنی حدود عبدیت سے باہر نکل جانے والا۔ مُرِيْبٍ۔ یعنی عقائد دین تک میں شک کرنے والا۔

۲۱ (اپنے ارادہ و اختیار سے) ہر انسان کے ساتھ جو ایک ہمزاد شیطان ہوتا ہے، تو کافر انسان کا شیطان الزام اپنے اوپر آتے دیکھ اُس کو انسان ہی پر اُلٹ دیگا اور یہ کہے گا۔ ۲۲ (کہ جو کوئی بھی کفر کریگا، خواہ ابتداءً خواہ کسی کے کہنے سننے سے، سب کی سزا جہنم ہی ہے) یہ اہل دوزخ سے قطع حجّت کے لئے کہا جائیگا۔ یعنی اب تم عذر ہی کیا کرسکتے ہو۔ یہ سب کچھ تو تمہیں تمہاری زندگی میں اچھی طرح بتا ہی دیا گیا تھا۔

۲۳ یعنی آج تو میری زمینی وعیدوں کا بس ظہور رہی ہے، اُن کے علاوہ اور کوئی نئی بات نہیں۔ اور ظلم و زیادتی میری طرف سے کسی بندہ پر ذرا بھی نہیں۔ ظَلَّامٍ۔ صیغۂ مبالغہ ہے۔ لیکن کبھی محض ظالم یا ذی ظلم کا مرادف بھی آتا ہے۔ ظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ۔ ظلّام کو اگر صیغۂ مبالغہ کی رعایت سے اس کے عام معنی میں لے کر "ظالم ترین" یا "شدید ظالم" کا مرادف سمجھا جائے تو مفہوم یہ ہوگا کہ اگر قبل سے پوری طرح آگاہ کئے بغیر ہم مبتلائے عذاب کر دیتے تو اس صورت میں ہمارا شدید ظالم ہونا لازم آتا ہے اور وہ ہم سرے سے ہیں نہیں۔ ایک پہلو یہ بھی ہے کہ مشرک، جاہلی قوموں نے اپنے بعض دیوی دیوتاؤں کو جلّاد اور خونخوار قسم کو سمجھا تھا۔ قرآن مجید حق تعالیٰ کی تنزیہ اس وصف سے بھی پوری طرح کر رہا ہے۔

۲۴ جہنم کی شدت غیظ ظاہر کرنے کو ہے اور مقصود اس سے کافروں کے دل میں مزید دہشت بٹھانا ہے۔ هَلِ امْتَلَاْتِ۔ یعنی ان کافروں سے جو تیرے اندر پہنچ چکے ہیں، تو بالکل بھر گئی ہے۔ ۲۵ آیت میں بشارت ہے متقین کو، کہ جنت گو دور ہے لیکن تمہارے لئے نہیں۔ تمہیں وہاں تک پہنچنے میں تو کوئی تعب و مشقت ہوگی نہ توقف و انتظار کرنا ہوگا۔ وہ تو خود ہی تم تک لے آئی جائیگی۔ یہ وعدہ تو بہرحال قطعی ہے۔ رہی اس کیفیت کی تفصیل تو اس کا علم حق تعالیٰ ہی کو ہے۔ اَوَّابٍ۔ یعنی اللہ اور احکام الٰہی کی طرف تہ دل سے رجوع ہونے والا۔ حَفِيْظٍ۔ یعنی حدود الٰہی کا محافظ۔ اعمال و طاعات کی پابندی کرنے والا۔

ف۱۱ (جو منتہا ہے کمال قرب کا) انسانی محاورہ میں انتہائے قرب کا کامل ترین تصور یہی ہے کہ اُسے رگ جان کے برابر قریب سمجھا جائے۔ آیت کا مضمون ہے اللہ تعالیٰ اس سے بھی بڑھ کر قریب ہے، گویا ہر انسان کے تخیل سے بھی قریب تر۔ یہ قرب تکوینی عام ہے نیک و بد، بلکہ ہر مخلوق کے لئے۔ قرب مرتبہ البتہ مخصوص ہے مقبولین کے لئے۔ حَبْلِ الْوَرِیْدِ۔ اس رگ کا نام ہے جو سارے جسم میں خون پہنچاتی ہے، استعارۃً مُراد عین جان ہے۔ اے من روحہ (راغب) نَحْنُ ۔۔۔۔ اَلْوَرِیْدِ۔ اس میں ان جاہل، مشرک قوموں کی تردید بھی آگئی جو خدائے تعالیٰ کو بندوں سے دُور اور بہت دُور سمجھے رہتے ہیں۔

الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ ۖۚ وَنَحْنُ
انسان کو پیدا کیا ہے، اور ہم (خوب) جانتے ہیں ان وسوسوں (تک) کو جو اُس کے جی میں آتے رہتے ہیں ہم تو
اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ۝۱۶ اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ
اُس کی رگ گردن سے بھی بڑھ کر اُسکے قریب ہیں ف۱۱ (انہیں اُسوقت کی یاد دلائیے) جب دو گرفت میں
عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ ۝۱۷ مَا يَلْفِظُ مِنْ
لینے والے فرشتے داہنے اور بائیں بیٹھے والے گرفت میں لاتے رہتے ہیں ف۱۲ وہ کوئی لفظ منہ سے نہیں
قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ ۝۱۸ وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ
نکالنے پاتا، مگر یہ کہ اُس کے آس پاس ہی ایک تاک میں لگا رہنے والا تیار رہے ف۱۳ اور آ پہنچی موت کی بیہوشی
بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ ۝۱۹ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ ؕ
سچائی کے ساتھ ف۱۴ یہی وہ (حقیقت) ہے جس سے تو بدکتا رہتا تھا ف۱۵ اور صُور پھونکا جائے گا
ذٰلِكَ يَوْمُ الْوَعِيْدِ ۝۲۰ وَجَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ
یہی دن ہے وعید کا ف۱۶ اور ہر شخص اس طرح آئیگا کہ ایک فرشتہ تو اُسکے ساتھ ہمراہ
وَّشَهِيْدٌ ۝۲۱ لَقَدْ كُنْتَ فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَكَشَفْنَا
لانیوالا ہوگا اور ایک (فرشتہ) گواہ ہوگا ف۱۷ تو اسی دن سے بیخبر تھا سو ہم نے تجھ پر سے
عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ ۝۲۲ وَقَالَ قَرِيْنُهٗ
تیرا پردہ ہٹادیا سو آج تیری نگاہ بڑی تیز ہے ف۱۸ اور اسکے ساتھ والا (فرشتہ) کہیگا
هٰذَا مَا لَدَيَّ عَتِيْدٌ ۝۲۳ اَلْقِيَا فِيْ جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ
کہ یہ وہ (روز نامچہ) ہے جو میرے پاس تیار ہے ف۱۹ ڈال دو تم دونوں جہنم میں ہر ایسے شخص کو جو کفر کرنیوالا ہو

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ۔ اس میں مضمون آگیا حق تعالیٰ کے کمال قدرت کا، یعنی ہم سے بڑھ کر انسان اور کس کے قبضۂ قدرت میں ہے؟ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ۔ اس میں مضمون آگیا حق تعالیٰ کے کمال واحاطۂ علم کا یعنی ہم سے انسان کا کونسا راز مخفی رہ سکتا ہے؟ حق تعالیٰ پر تو انسان کے وسوسے تک عیاں وروشن رہتے ہیں، یہ اور بات ہے کہ اس علم محیط وکامل کے باوجود رحمت کاملہ نے گرفت وسوسوں پر نہیں رکھی۔ ملاحظہ ہو سورۂ بقرہ (پ۳) آیت وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ کا حاشیہ۔ ف۱۲ حدیث میں آتا ہے کہ دو فرشتے ہر وقت اور ہر حال میں انسان کے ساتھ رہتے اور اسکے ہر چھوٹے سے چھوٹے عمل کو نیک ہو یا بد، دیکھتے رہتے ہیں، اور کسی حال میں اس کا ساتھ نہیں چھوڑتے، یہانتک کہ انسان کی ناپاکی وغیرہ کے اوقات میں جس سے فرشتے طبعی انقباض کی بنا پر اس سے جسماً الگ بھی ہوجاتے ہیں، ان اوقات میں انسان جو کچھ عمل کرتا رہتا ہے اسکی علامتیں کچھ ایسی اُس پر نقش ہوجاتی ہیں کہ فرشتے انہیں کو پڑھ کر انہیں اپنے رجسٹر میں درج کرلیتے ہیں۔ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ۔ داہنی طرف کا فرشتہ نیکی کے اعمال لکھتا رہتا ہے اور بائیں طرف کا بدی کے اعمال۔ قَعِيْدٌ۔ یعنی بیٹھے رہنے والے یہ انسانی محاورۂ عادت کے مطابق فرشتوں کی ہمہ وقتی حاضری وموجودگی کیلئے فرمایا گیا ہے۔ بندوں کے اعمال کے احاطۂ کامل کے لئے تو اللہ کی صفت علم محیط وکامل خود ہی بالکل کافی ہے۔ فرشتوں کے اس ہمہ وقتی معیت اور باضابطہ اندراج سے بندوں کے دل میں اس کی اہمیت اور کیفیت استحضار کہیں زیادہ بڑھ جاتی ہے۔ ف۱۳ اعمال کے بعد اب ذکر اقوال کا ہورہا ہے۔ منہ سے ادھر بات نکلی نہیں کہ اُدھر کاتب فرشتوں نے اُسے نوٹ کرلیا۔ بات اگر اچھی ہے تو اُسے بھی اور بُری ہے تو اُسے بھی! اللہ اکبر! کیا ٹھکانہ ہے انسان کی ذمہ داریوں کا، وہ اللہ کا نائب بنا کر دنیا میں بھیجا گیا ہے۔ وہ دن رات کے چوبیس گھنٹوں کے لئے۔ گھنٹے کے ہر منٹ کے ہر پل کے لئے ذمہ دار ہے۔ غفلت کی مُہلت اسے ایک پل کے لئے بھی نہیں۔ آیت کا استحضار رہے تو مسلمان سے کبھی بھی گناہ صادر ہوسکے؟ اللہ نے اپنے ہاں کا یہ ضابطہ بنا کر مسلمان کے لئے راہِ عمل کتنی آسان کردی ہے! ف۱۴ یعنی موت کی بیہوشی کا آنا تو بالکل برحق ہے۔ سَكْرَةُ۔ کے معنی بیہوشی کے ہیں۔ ~~السکر حالة تعترض بين المرء وعقله (راغب)~~ اس ایک ذرا سے لفظ کے اندر موت کی پوری حقیقت آگئی۔ موت بذاتِ خود کوئی ڈرنے کی چیز نہیں۔ وہ تو نیند کی طرح صرف ایک احساس وادراک کے ذہول کا نام ہے۔ فرق یہ ہے کہ نیند کی کیفیت ہلکی اور عارضی ہوتی ہے اور موت کی یہ کیفیت مستقل اور زیادہ قوی ہوگی۔ اس کو "بیہوشی" حواس دنیوی کی نسبت اور تعلق سے کہا گیا ہے ورنہ اسی موت ناسوتی کے طاری ہونے میں معاً دوسرے اور اُن سے کہیں لطیف وبرتر قسم کے ہوش وحواس عطا ہوجاتے ہیں۔ ف۱۵ یعنی اس وقت کی آمد سے وحشت کرتا تھا۔ اور اس سے کترا کر نکل جانا چاہتا تھا۔ موت سے گریز ایک حد تک امر طبعی ہے۔ وہ یہاں مُراد نہیں جو آخرت سے انکار یا اس عقیدہ میں اشتباہ کی بنا پر حُبِّ دنیا سے پیدا ہوجاتا ہے۔ ف۱۶ موت کے بعد اب ذکر قیامت کا شروع ہوا۔ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ۔ نفخ صور سے یہاں مُراد نفخ ثانی ہے جس سے سب مُردے زندہ ہوجائینگے۔ ف۱۷ یہ دونوں فرشتے وہی کاتب اعمال ہونگے۔ عرف عام میں انہیں کو کراماً کاتبین کہتے ہیں۔ ان فرشتوں اور اُن کی کارروائیوں کا استحضار اگر قلب میں رہے تو انسان سے بھلا کوئی لغزش کسی وقت بھی صادر ہوسکے؟ ان کی طرف سے غفلت ہی تو بڑی چھوٹی ہر بُرائی کی طرف لے جاتی ہے۔ ف۱۸ (اور آج ہر حقیقت تجھ پر بے پردہ منکشف ہورہی ہے) یہ خطاب کافر سے ہوگا۔ مُرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ کشف بلا مجاہدہ تو کافروں تک کو حاصل ہوجائیگا۔ سو محض کشف جو کافروں میں مشترک ہے، مومن کا مطلوب یقیناً نہ ہونا چاہئے۔ ف۱۹ یعنی نامۂ اعمال۔ وَقَالَ قَرِيْنُهٗ۔ حدیث میں آتا ہے کہ ہر انسان کی پیدائش کے ساتھ ہی ایک فرشتہ اور ایک شیطان بھی اسکے ساتھ کردیا جاتا ہے۔ فرشتہ نیکیوں کی راہ دکھاتا رہتا، اور شیطان بدیوں کی راہ سجھاتا رہتا ہے اس آیت میں قول فرشتہ کا نقل ہورہا ہے۔

رَوَاسِيَ وَأَنْبَتْنَا فِيهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ بَهِيجٍ ۝٧ تَبْصِرَةً
پہاڑوں کو جمادیا اور اس میں ہر قسم کی خوشنما چیزیں اگائیں جو ذریعہ ہے بینائی

وَّذِكْرٰى لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيبٍ ۝٨ وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً
اور دانائی کا ہر رجوع ہونیوالے بندے کے لئے ؎ اور ہم نے آسمان سے برکت والا پانی

مُّبٰرَكًا فَأَنْبَتْنَا بِهٖ جَنّٰتٍ وَّحَبَّ الْحَصِيدِ ۝٩ وَالنَّخْلَ
برسایا پھر ہم نے اُس سے باغ اور کھیتی کا غلہ اور لمبی لمبی کھجور کے

بٰسِقٰتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِيدٌ ۝١٠ رِّزْقًا لِّلْعِبَادِ وَأَحْيَيْنَا بِهٖ
درخت جنکے گچھے خوب گندھے ہوئے رہتے ہیں اگائے، بندوں کو روزی دینے کے لئے، اور ہم نے اس کے

بَلْدَةً مَّيْتًا كَذٰلِكَ الْخُرُوجُ ۝١١ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ
ذریعہ سے مردہ زمین کو زندہ کیا، اسی طرح (زمین سے حشر میں) نکلنا ہی ہوگا ؎ ان لوگوں کے قبل قوم

نُوحٍ وَّأَصْحٰبُ الرَّسِّ وَثَمُودُ ۝١٢ وَعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ وَ
نوح اور اہل رس اور ثمود اور عاد، اور فرعون اور

إِخْوَانُ لُوطٍ ۝١٣ وَّأَصْحٰبُ الْأَيْكَةِ وَقَوْمُ تُبَّعٍ كُلٌّ
لُوط والے اور اہل ایکہ اور قوم تبع سب ہی

كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِيدِ ۝١٤ أَفَعَيِينَا بِالْخَلْقِ الْأَوَّلِ
تکذیب پیمبروں کی کر چکے ہیں، سو میری وعید پوری اُتری ؎ تو کیا ہم پہلی بار کی پیدائش سے تھک چکے ہیں؟

بَلْ هُمْ فِي لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيدٍ ۝١٥ وَلَقَدْ خَلَقْنَا ع ١ ١٥/١٥
اصل یہ ہے کہ یہ لوگ از سرِ نو پیدائش ہی کی طرف سے شبہ میں پڑے ہیں ؎ اور ہم نے

؎٧ آسمان کے بعد اب زمین کی صناعیوں کی طرف توجہ دلائی ہے۔ اور مطلب یہ ہوا کہ یہ آسمان و زمین کی ساخت و ترکیب، ان کے اندر کی گوناگوں صناعیاں، زمین پر پہاڑوں کا قیام، ان سب پر اگر انسان غور کرے تو قدرتِ الٰہی کے کتنے زبردست شواہد ان میں قدم قدم پر ملیں گے۔ لیکن یہ سبق بھی ہر شخص نہیں لیتا۔ یہ درس تو وہی لوگ حاصل کرتے ہیں جو نیّت و قصد بھی اسی کا رکھتے ہیں۔ وَالْأَرْضَ مَدَدْنٰهَا۔ زمین کے عظیم الشان پھیلاؤ کی طرف اشارہ ہے۔ وَأَلْقَيْنَا فِيهَا رَوَاسِيَ۔ پہاڑوں کے قائم اور نصب کرنے کی ساری حکمتیں اس کے اندر آگئیں۔ تَبْصِرَةً ...... مُنِيبٍ۔ اِن عظیم الشان و حیرت انگیز مظاہر قدرت سے بھی عبرت و تذکر کا سبق لینا ہر ایک کا کام نہیں، چشم بینا و دل دانا اس کے لئے لازمی ہے۔ انابت و احساسِ عبدیت تو شرطِ اولیں ہے۔ ؎٨ یہاں گویا یہ فرمایا کہ تم جس طرح بارش ہوئے پر خشک زمین کو از سرِ نو سرسبز و شاداب ہوتے ہوئے روزمرّہ دیکھتے ہو، اسی طرح حکمت الٰہی مُردہ انسانوں کو بھی زمین سے لا نکال کھڑا کریگی ——— اور اس کا ناممکن ہونا تو خیر الگ رہا، اس میں استبعاد کی بھی کونسی بات ہے؟ ؎٩ (اور یہ سب کے سب تکذیب انبیاء ہی کی پاداش میں اسی دنیا میں اپنے کیفرِ کردار کو پہنچ کر رہے) كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ۔ منکروں نے انبیاء کرام کی تکذیب دین کے عقائد اساسی کے باب میں کی ہے اور وہ یہ تین مسئلے ہیں۔ توحید، حشر و نشر، رسالت، قوم نوح، اصحٰب الرّس، ثمود، عاد، فرعون۔ اخوان لوط، اصحٰب الایکۃ۔ قوم تبع، ان سب پر حاشیے پہلے گذر چکے۔ ؎١٠ (یوں ہی بلا کسی شبہ معقول یا کسی دلیل صحیح کے) أَفَعَيِينَا بِالْخَلْقِ الْأَوَّلِ۔ یعنی بارِ اوّل میں عدمِ محض سے تو سب چیزوں کا ہمارا خالق ہونا تو تمہیں خود تسلیم ہے۔ تو پھر کیا یہ مانتے ہو کہ اب ہماری قدرتِ تخلیق جواب دے گئی ہے اور اب ہم تخلیق ثانی پر قادر نہیں رہے؟ أَفَعَيِينَا بعض گمراہ قوموں نے واقعۃً بھی خستگی اور تھکن کو حق تعالیٰ کی جانب منسوب کر دیا ہے۔ یہانتک کہ یہود اور نصرانیوں نے بھی۔

۵۱ عربی اسلوبِ بیان میں قسم کا مفہوم تاکید کا ہوتا ہے۔ اور جوابِ قسم یعنی قسم کے بعد کا مضمون اکثر بغیر کسی تصریح کے محض سیاق سے سمجھ لیا جاتا ہے۔ قسموں کی بحث کا تعلق تمامتر اسلوبِ بیان و بلاغت سے ہے۔ قٓ۔ مخفف اس فقرہ کا سمجھا گیا ہے ~~حكمتهم تولنا تقضى الامر كبير~~ ایک قول یہ ہے کہ قد اثرہ کا مخفف ہے۔ قیل یجوز ان یکون فعلاً من مفاعلة قفا اثره لما تبعه والمعنی اتبع القرآن واعمل بما فیه (روح) یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ قف کے معنی میں امر ہے۔ قیل انه امر بمعنی قف ای قف عند امره (روح)

سُوْرَةُ قٓ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ خَمْسٌ وَّاَرْبَعُوْنَ اٰيَةً وَّثَلٰثُ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ قٓ مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی پینتالیس آیتیں ہیں اور تین رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ نہایت مہربان باربار رحم کرنے والے کے نام سے

منزل ۷

قٓ ۚ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ ﴿۱﴾ بَلْ عَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ

قاف ۵۱ قسم ہے قرآن بزرگ کی (کہ ہم نے آپ کو نذیر بنا کر بھیجا ہے) لیکن یہ لوگ اس پر حیرت کر رہے ہیں

مِّنْهُمْ فَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا شَيْءٌ عَجِيْبٌ ﴿۲﴾ ءَاِذَا

(کہ) انکے پاس ایک ڈرانیوالا انہیں میں سے آیا ۵۲ سو کافر کہتے ہیں کہ یہ تو (بڑی) عجیب بات ہے، بھلا جب

مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ۚ ذٰلِكَ رَجْعٌۢ بَعِيْدٌ ﴿۳﴾ قَدْ عَلِمْنَا مَا

ہم مر گئے اور مٹی ہو گئے (تو کیا دوبارہ زندہ ہونگے؟) یہ رجعت تو (بہت ہی) بعید ہے ۵۳ (لیکن) ہم تو اُن کے

تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ ۚ وَعِنْدَنَا كِتٰبٌ حَفِيْظٌ ﴿۴﴾ بَلْ

اجزاء تک کو جانتے ہیں جنہیں زمین (کی مٹی) کم کرتی ہے، اور ہمارے پاس تو (پورا) رجسٹر (ہی) محفوظ ہے ۵۴ اصل

كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ فَهُمْ فِيْٓ اَمْرٍ مَّرِيْجٍ ﴿۵﴾ اَفَلَمْ

یہ ہے کہ یہ لوگ تو سچ ہی کو جھٹلاتے ہیں جب وہ انکے پاس آگیا، غرض یہ کہ وہ ایک متزلزل حالت میں ہیں ۵۵ کیا

يَنْظُرُوْٓا اِلَى السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنٰهَا وَزَيَّنّٰهَا وَمَا

انھوں نے اپنے اُوپر آسمان کی طرف نہیں دیکھا کہ ہم نے اُسے کیسا بنایا اور ہم نے اُسے آراستہ کیا اور

لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ ﴿۶﴾ وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا

اُس میں کوئی رخنہ تک نہیں ۵۶ اور زمین کو ہم نے پھیلایا اور اس میں

منزل ۷

حروف مقطعات کے لئے ملاحظہ ہو پ۱ میں الٓمٓ پر حاشیہ۔ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ۔ قرآن مجید کی قسم کا مفہوم صرف اس قدر ہے کہ یہ کتاب اپنے مضامین کی بے نظیر بلندی اور معنویت کے لحاظ سے خود اپنی صداقت اور آپ کی رسالت پر گواہ ہے۔ الْمَجِيْدِ۔ یعنی بزرگی اور شرف والا قرآن ــــــ آج دنیا کی کون کتاب اپنی معنویت اور بلندی کے لحاظ سے اس کے ٹکر کی ہے؟ کسی صحیفۂ مذہب کو اس کی جامعیت و ہمہ گیری کے مقابلہ میں لایا جاسکتا ہے؟

۵۲ (حالانکہ اس نذیر کی سچائی پر ہر طرح کے دلائل صحیح قائم ہو چکے ہیں) مِنْهُمْ۔ انہیں میں سے یعنی محض بشر ہو کر یہی جسم اور یہی اس کے خصوصیات رکھ کر۔ مشرکین کی بڑی چڑھ اسی عقیدۂ رسالت سے ہے۔ وہ دیوتا کے قدموں پر گر پڑنے کو تیار رہتے ہیں۔ لیکن کسی فانی انسان کو خدا کا قاصد سمجھنا ان کی عقل کی گرفت سے باکل باہر ہوتا ہے۔ آیت میں ایک حقیقت صحیح و ثابت کے مقابلہ میں حیرت و شک کو باطل ٹھہرایا ہے۔ اس سے بعض اصولیین نے بقاعدۂ اقتضاء النص یہ مسئلہ نکالا ہے کہ مجرد شک و عجب کسی دلیل کا معارض نہیں ہوسکتا۔

۵۳ (عقل و قیاس سے) یعنی ایک تو بشر کی زبان سے دعوئے رسالت خود ہی عجیب اور پھر ساتھ ہی یہ عقیدہ حشر و نشر کا۔ ہم "روشن خیالوں" کی عقلیں اسے کیسے قبول کرلیں کہ جب ایک چیز فنا ہو گئی، اسکے اجزاء بکھر کر پارہ پارہ ہو گئے تو وہ دوبارہ پھر موجود ہو جائیگی۔ اعادۂ معدوم تو ہمارے تجربہ، مشاہدہ، عقل سب کے خلاف ہے۔

۵۴ "روشن خیال" و حواس پرست مشرکوں کے دعوے پر جرح ہو رہی ہے کہ تم اس بازگشت کو محال آخر کس بنا پر کہہ رہے ہو؟ کیا اس لئے کہ اُس ہستی میں قابلیت حیات نہیں؟ اگر یہ مُراد ہے تو یہ تو خود تمہارے مشاہدہ کے بھی خلاف ہے۔ پھر کیا ہے کہ ہمارے علم اور ہماری قدرت کو تم ناقص، محدود دنا کافی سمجھتے ہو؟ تو ہمارا علم تو ادنیٰ سے ادنیٰ جزئیات تک محیط ہے اور یہ علم بھی کچھ نو پیدا اور حادث نہیں، قدیم ہے۔ قبل وقوع ہی سے ہے۔ مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ۔ یعنی ان کے جسم کے وہ اجزاء جنہیں مٹی کھا جاتی ہے۔ كِتٰبٌ حَفِيْظٌ۔ ایسا رجسٹر جس میں جسم کے ہر ہر جز کی وضع، مقدار، کیفیت سب ہی کچھ درج ہے ــــــ مُراد لوح محفوظ سے ہونا ظاہر ہے۔

۵۵ (کہ حق پر انہیں قرار ہی نہیں کبھی تکذیب سے کام لیتے ہیں کبھی تشکیک سے) بَلْ ..... هُمْ۔ اُن کی عادت ہی ہر سچائی سے انکار کی پڑ گئی ہے۔ فَهُمْ فِيْٓ اَمْرٍ مَّرِيْجٍ۔ حق کے ترک و انکار کا لازمی نتیجہ یہی ہونا تھا کہ ان لوگوں پر شک و ارتیاب، تذبذب اور بے یقینی کی لعنت مسلّط ہو جائے۔ ~~عن قتادة قال من ترك الحق مرج عليه رأيه والتبس عليه دينه (ابن جرير)~~

۵۶ کمال علم کے بعد اب یہ بیان کمال قدرت کا ہو رہا ہے ــــــ ایک آسمان ہی پر جو کس و ناکس ہر ایک کے مشاہدہ میں آرہا ہے، اور اُس کی صناعی پر، عظمت و پہنائی پر، قوت و استحکام پر، ہر چیز پر غور کرو تو خود ہی معلوم ہو جائیگا کہ تم امکان بعث سے انکار و استبعاد پر کتنی نادانی پر ہو۔ كَيْفَ۔ اس میں اشارہ آسمان کی رفعت و عظمت، وسعت و پہنائی، استحکام و خوشنمائی سب کی جانب آگیا۔ وَزَيَّنّٰهَا۔ آسمان کی آراستگی و زیبائی بھی چاند، سورج ستاروں وغیرہ سے ہے۔ وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ۔ یعنی کسی قسم کا نقص و ضعف اس میں نہیں۔ ہر طرح مکمل ہی مکمل ہے۔

اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَ جٰهَدُوْا
اللہ اور اُس کے رسُول پر ایمان لے آئے پھر (اس میں کبھی) شک نہیں کیا اور اپنے

بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ
مال اور جان سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا تو یہی لوگ

هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ﴿۱۵﴾ قُلْ اَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰهَ بِدِيْنِكُمْ ؕ
راستباز ہیں ف۲۹ آپ کہہ دیجئے کہ کیا تم اللہ کو اپنے دین کی خبر دے رہے ہو؟ ف۳۰

وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ؕ
در آنحالیکہ اللہ کو آسمانوں اور زمین کی ہر چیز کی (پوری) خبر ہے

وَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۶﴾ يَمُنُّوْنَ عَلَيْكَ اَنْ
اور اللہ (اور بھی) ہر شے کا علم رکھتا ہے ف۳۱ یہ لوگ آپ پر احسان رکھتے ہیں کہ

اَسْلَمُوْا ؕ قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَيَّ اِسْلَامَكُمْ ۚ بَلِ اللّٰهُ
مطیع ہو گئے ہیں ف۳۲ آپ کہہ دیجئے کہ مجھ پر اپنے مطیع ہو جانے کا احسان نہ رکھو البتہ یہ تو اللہ کا

يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِيْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ
تم پر احسان ہے کہ اس نے تمہیں ایمان کی ہدایت دی بشرطیکہ تم (دعوائے ایمان میں)

صٰدِقِيْنَ ﴿۱۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَ
سچے ہو ف۳۳ بیشک اللہ آسمانوں اور زمین کی مخفی باتوں کو

الْاَرْضِ ؕ وَ اللّٰهُ بَصِيْرٌ ۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸﴾ ع
جانتا ہے اور اللہ تمہارے اعمال کو بھی خوب دیکھ رہا ہے ف۳۴

ع ۲ ۱۴

ف۲۹ (اپنے دعوائے ایمان و تصدیق میں) الْمُؤْمِنُوْنَ ۔ یعنی دین کی پوری طرح اور درجۂ کمال میں تصدیق کرنیوالے ۔ مومنین حقیقی ۔ مومنین کامل ۔ لمے المؤمنون الکمل (ابن کثیر) فقہاء نے تصریح کردی ہے کہ اگر کمال تصدیق نہ ہو، نفس تصدیق حاصل ہو جب بھی ایمان ثابت ہو جائیگا ۔ اَلَّذِيْنَ ..... سَبِيْلِ اللّٰهِ ۔ یعنی ہر طرح دین کی خدمت کی، اور اسی راہ میں سختیاں جھیلیں ۔ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا ۔ زندگی کی کسی منزل اور ماحول کی کسی کشمکش میں بھی ایمان و تصدیق کی شاہراہ سے ڈانواں ڈول نہ ہونا بڑی نعمت ہے ۔ ف۳۰ (در آنحالیکہ اس کو خبر نہیں) خطاب جھوٹے مدعیانِ دین و منافقین اعراب سے ہے کہ اللہ کو تو تمہارے دین کی خبر ہے نہیں اور تم اُسے خبر دینا چاہتے ہو، مطلب صاف ظاہر ہے کہ تم ایسی جھوٹی اور بے اصل بات زبان سے نکال رہے ہو ۔ ف۳۱ (تو ایسے کامل و جامع علم رکھنے والے کو بھلا کوئی کیا بتلائیگا) مشرک جاہلی قوموں کو ٹھوکر اللہ کے صفت علم ہی میں کثرت سے لگی ہے، قرآن اسی لئے بار بار اُس کی توضیح کرتا جاتا ہے ۔ وَ اللّٰهُ ..... الْاَرْضِ ۔ یعنی کوئی بھی شے اللہ کے احاطۂ علم سے باہر نہیں ۔ وَ اللّٰهُ ..... عَلِيْمٌ ۔ یعنی جو بھی چیز ہے، اللہ کے احاطۂ علم کے اندر ہے ۔ ف۳۲ (بے لڑے بھڑے بخلاف دوسرے قبائل کے) اشارہ انہیں قبائل بنی اسد وغیرہ کی جانب ہے جن کا ذکر اُوپر سے چلا آ رہا ہے ۔ انہیں نے آکر رسُول اللہ صلعم کے سامنے کہا تھا کہ ہم خاص مراعات کے مستحق ہیں ۔ دوسرے کتنے مقابلہ و مقاتلہ کے بعد کہیں ہتھیار رکھتے ہیں، اور ہم کو دیکھئے کہ ہم بغیر کسی جدوجہد کے آپ کی مخالفت سے باز آگئے ۔ ف۳۳ یعنی اگر تم واقعی مسلمان ہو بھی گئے ہو (جیسا کہ تمہارا دعوٰی ہے) تو یہ میرے اُوپر احسان کیا ہوا، یہ تو اللہ کا احسان تمہارے اُوپر ہوا کہ اُس نے تمہیں دائمی نجات کی راہ دکھادی، اور دنیا میں بھی تمہیں قتل، قید وغیرہ سے بچا دیا ۔ ف۳۴ (سو اُس کے سامنے بھلا کوئی مکر و فریب چل سکتا ہے؟) بندہ کو حق تعالٰی کے علم کے کامل و محیط کُل ہونے کا جس درجہ میں استحضار رہیگا ۔ اسی نسبت سے اس کا درجۂ اخلاص بھی بڑھا ہوا رہیگا ۔ اِنَّ ..... الْاَرْضِ ۔ موجوداتِ عالم کی کوئی پوشیدہ سے بھی پوشیدہ چیز علمِ الٰہی سے پوشیدہ نہیں ۔ وَ اللّٰهُ بَصِيْرٌ ۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بندہ کا براہِ راست تعلق تو اللہ کے اُسی علم سے ہے جو وہ ان بندوں کے اعمال و جزئیاتِ اعمال سے متعلق رکھتا ہے ۔ اس لئے اس پہلو کی تصریح اور تاکید قرآن مجید میں بار بار آئی ہے ۔

... فی ہذہ الآیات عن سوء الظن بالمسلم الذی ظاہرہ العدالۃ المستور ودل بہ علی انہ یجب تکذیب من قذف بالظن بہا ... فقد اقتضی ذلک النہی عن
تحقیق المظنون وعن اظہارہ ونہی عن التجسس بل امر بالستر علی اہل المعاصی مالم یظہر منہم اصرار (جصاص) ۲۱ یعنی کسی کی عدم موجودگی میں اس کا یا اسکی کسی چیز کا ذکر اس طرح کرنا کہ اسے ناگوار ہو۔ عام اس سے
کہ وہ صحیح ہو یا غلط، یہی غیبت ہے اور اسی کو قرآن مجید نے اس شد و مد سے روکا ہے۔ حدیث شریف میں غیبت کی تفسیر اس طرح آئی ہے: "ذکرک اخاک بما یکرہ" اپنے بھائی کا ذکر اس طرح کرنا جو اسے ناگوار گزرے۔ غیبت کا گناہ
شدید ہونا اس آیت سے ظاہر ہے۔ حدیث میں "الغیبۃ اشد من الزنا" تک وارد ہو چکا ہے۔ فقہاء نے اس پر بہت کچھ لکھا ہے اور مشائخ و صوفیوں نے اس سے بچنے کے طریقے اور تدبیریں بتائی ہیں۔ جن جن موقعوں پر
غیبت جائز ہے اُن کی تفصیل کتب فقہ میں مل جائیگی۔ اردو میں مولانا عبدالحی فرنگی محلی کا ایک مبسوط اور مفصل رسالہ اس موضوع پر زجر الشبان والشیبۃ عن ارتکاب الغیبۃ کے نام سے موجود ہے۔ قرآن مجید کی ان اخلاقی
و معاشرتی ہدایتوں پر عمل کرنا اگر ہم لوگ سیکھ جائیں تو آج دنیا میں بھی ایک حد تک جنت کا مزہ آنے لگے۔ ۲۲ ایسی گھناؤنی چیز سے تشبیہ دے کر قرآن نے ہر مسلمان کا دل ہی غیبت کی طرف سے متنفر و بیزار
کر دیا ہے۔ وجہ شبہ بعض علماء نے یہ لکھی ہے کہ جس طرح گوشت کے نوچے جانے سے جسم کو جسمانی اذیت ہوتی ہے، آبرو ریزی سے بھی قلبی تألم ہوتا ہے اور چونکہ وہ شخص سامنے موجود نہیں ہوتا، اس لئے عدم

يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ

اپنے مُردہ بھائی کا گوشت کھائے؟ اس سے ضرور ہی تمہیں کراہت آتی ہے ۲۲ اور اللہ سے ڈرتے رہو

إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَّحِيمٌ ﴿١٢﴾ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا

بیشک اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے، بڑا مہربان ہے ۲۳ اے لوگو!

خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ

ہم نے تم (سب) کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے ۲۴ اور تم کو

شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا ۚ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ

مختلف قومیں اور خاندان بنا دیا ہے کہ ایک دوسرے کو پہچان سکو ۲۵ بیشک تم میں سے پرہیزگار تر

أَتْقَاكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ﴿١٣﴾ قَالَتِ الْأَعْرَابُ

اللہ کے نزدیک معزز تر ہے ۲۶، بیشک اللہ خوب جاننے والا ہے، پورا خبردار ہے ۲۷، (یہ بعض) گنوار کہتے ہیں کہ ہم

آمَنَّا ۖ قُل لَّمْ تُؤْمِنُوا وَلَٰكِن قُولُوا أَسْلَمْنَا

ایمان لے آئے، آپ کہہ دیجئے کہ تم ایمان تو نہیں لائے ہو، ہاں یہ کہو کہ ہم مطیع ہو گئے ہیں

وَلَمَّا يَدْخُلِ الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ ۖ وَإِن تُطِيعُوا

اور ایمان تو ابھی تمہارے دلوں میں داخل ہوا نہیں ہے اور اگر تم

اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَا يَلِتْكُم مِّنْ أَعْمَالِكُمْ شَيْئًا ۚ

اللہ اور اسکے رسول کا کہنا مان لو تو وہ تمہارے اعمال میں سے ذرا بھی کم نہ کرے گا

إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١٤﴾ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ

بیشک اللہ بڑا مغفرت والا ہے، بڑا رحم والا ہے ۲۸ (پورے) مومن تو بس وہی ہیں جو

حِسّ میں مشابہ مُردہ کے ہے۔ ۲۳ تو چاہئے کہ اب ساری پچھلی غلطیوں اور بدکرداریوں
پر نادم ہو کر اور ان کا تدارک کر کے حق تعالیٰ کے فضل و کرم کے مستحق بن جاؤ۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ۔
بڑی چھوٹی ہر برائی سے بچنے کے لئے آسان ترین نسخہ یہی تقویٰ الٰہی ہے جتنی زیادہ کسی کے
دل میں خشیت الٰہی موجود ہوگی، اُسی قدر اُس کے لئے ہر ترغیب شیطانی و نفسانی کے مقابلہ
میں صبر و ضبط سے کام لینا اور ثابت قدم رہنا آسان رہیگا۔ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ۔
بڑی بشارت اس میں اپنی پچھلی غلطیوں اور گناہوں پر نادم ہونے والوں کے حق میں ہے۔
ارشاد گویا یہ ہو رہا ہے کہ اب تک جو کچھ بھی کرتے رہے ہو جن جن بھی اخلاقی آلودگیوں میں مبتلا
رہ چکے ہو، اب اس تازہ ہدایت کے بعد ان سے دستبردار ہو اور ان پر نادم ہوتے رہو، کہ
حق تعالیٰ بڑے توبہ قبول کرنے والے بھی ہیں۔ اور فضل و کرم کرنے والے تو ہئی ہیں۔ ۲۴
یعنی آدم و حوّا سے۔ اور اس لحاظ سے سارے انسان یکساں و ہم سطح ہوئے۔ انکم متساوون
فی النسب (معالم) قال تعالیٰ تنبیہا علی تساویہم فی البشریۃ (ابن کثیر) فجمیع الناس فی الشرف
بالنسبۃ الطینیۃ الی آدم و حواء سواء (ابن کثیر) وحدت نوع انسانی، اسلام میں ایک نظریہ
نہیں، ایک مؤکد حقیقت ہے، اس نے اُن تمام جاہلی نظریات کی جڑ کاٹ دی، جو انسان کی
مختلف نسلوں کو مختلف مورثوں کی اولاد سمجھتے ہیں اور ہندوستان کی ذات پات والی پیدائشی تفریق
کے حق میں اس آیت کا سمِ قاتل ہونا تو ظاہر ہی ہے۔ ودل بذلک علی انہ لا فضل لبعضہم علی
بعض من جہت النسب اذ کان جمیعا من اب واحد و ام واحدۃ (جصاص) ملاحظہ ہو تفسیر انگریزی
نیز سورہ النساء (پ۴) اور سورہ الزمر (پ۲۳) کے حاشیے اسی مضمون سے متعلق۔ ۲۵ اس لئے
مختلف قوموں میں اور پھر خاندانوں میں تقسیم بنیاد تفاخر کی نہیں ہو سکتی، بنیاد باہمی امتیاز و تعارف
کی البتہ ہے) نسل پرستی، قوم پرستی، رنگ پرستی جس میں جاہلیت قدیم سے لیکر جاہلیت جدید
تک ساری قومیں مبتلا رہی ہیں، ان پر پوری ضرب اس آیت نے لگا دی ہے۔ خَلَقْنٰكُمْ
جَعَلْنٰكُمْ۔ دونوں لفظوں سے صاف طور پر اشارہ اس طرف کر دیا کہ یہ تو جو کچھ کیا، ہم نے
کیا ہے۔ تمہارے امتیاز و افتخار کا اس میں کون سا پہلو ہے؟ شُعُوْبًا۔ نوعِ انسانی کی
پہلی اور بڑی تقسیم یعنی قومیں یا نسلیں۔ قَبَآئِلَ۔ قدیم انسان کی دوسری اور ضمنی تقسیم،
یعنی کنبے اور قبیلے۔ ۲۶ یعنی اللہ کے ہاں شرف، فضیلت و مقبولیت تمامتر ذاتی
پرہیزگاری ہے، نہ کہ فخر نسلی و قومی و آبائی۔ نہ کسی کے برہمن اور چھتری ہونے میں اُسکی
عزّت، نہ کسی کے چمار یا پاسی ہریجن ہونے میں ذلت۔ اسلام نے انسانی آبادی کی تقسیم صرف دو
ہی طبقوں میں رکھی ہے متقی و غیر متقی۔ اس کے علاوہ اس کے ہاں حقیقی تقسیم نہ امیر و غریب
کی ہے نہ نسلی شریف و نسلی رذیل کی، نہ گورے اور کالے کی بلکہ صرف متقی و غیر متقی کی۔

فابان ان الفضیلۃ والرفعۃ انما تستحق بتقوی اللّٰہ وطاعتہ (جصاص) ملاحظہ ہو تفسیر انگریزی۔ ۲۷ (اور اُس پر روشن ہے کہ کون واقعی کس حد تک پرہیزگار ہے) سو یہ تقویٰ بھی دنیا میں کسی کی شیخی، تعلّی و تفاخر
کی بنیاد نہیں بن سکتا۔ ۲۸ (تو اس کی مغفرت بے نہایت و رحمت بے پایاں سے فائدہ اٹھانے کے مواقع اب بھی حاصل ہیں) وَاِنْ ۔۔۔۔ رَسُوْلَهٗ۔ یعنی اگر واقعی ایمان لے آؤ۔ اور دل سے اللہ اور رسول
کے احکام کی تصدیق کرنے لگو۔ لَا ۔۔۔۔۔ شَيْئًا۔ اللہ تعالیٰ تو سارے اعمال ایمانی کا پورا پورا اجر دیگا۔ وَلَمَّا ۔۔۔۔۔ قُلُوْبِكُمْ۔ محققین اہلِ سُنت نے آیت سے یہ نکالا ہے کہ اسلام عام ہے اور ایمان اس سے
خاص تر ہے۔ وقد استفید من ہذہ الآیۃ الکریمۃ ان الایمان اخص من الاسلام کما ہو مذہب اہل السنۃ والجماعۃ (ابن کثیر) حضرت عبداللہ بن عباسؓ، ابراہیم نخعی اور قتادہ اور ابن جریر نے بخلاف
امام بخاری کے آیت سے یہی استدلال کیا ہے کہ جن لوگوں کا یہاں ذکر ہے۔ وہ منافق نہ تھے۔ تھے مسلمان ہی، اگرچہ ان کا ایمان کمزور تھا۔ ودل ہذا علی ان ہؤلاء الاعراب المذکورین فی ہذہ الآیۃ لیسوا بمنافقین
وانما ہم مسلمون لم یستحکم الایمان فی قلوبہم فادعوا لانفسہم مقاما اعلی مما وصلوا الیہ فادبوا فی ذلک وہذا معنی قول ابن عباسؓ وابراہیم النخعی وقتادۃ واختارہ ابن جریر وانما قلنا ہذا لان البخاری
رحمہ اللہ ذہب الی ان ہؤلاء کانوا منافقین یظہرون الایمان ولیسوا کذلک (ابن کثیر) کوئی شخص اسلام کا دعویٰ کر رہا ہو تو جزم کے ساتھ اس کی تکذیب (جیسی کہ یہاں وارد ہوئی ہے) کا حق صرف حق تعالیٰ عالم الغیب
ہی کو پہنچتا ہے۔ ورنہ بندوں کا کام تو عام طور پر اس مدعی کے بیان کو تسلیم ہی کر لینا ہے۔ اشارۃ ان عمل القلب غیر معلوم واجتناب الظن واجب وانما یحکم بالظاہر فلا یقال لمن یفعل فعلا ہو مرائی والمن
افعلہ ہو منافق ولکن اللّٰہ خبیر بما فی الصدور اذا قال فلان لیس بمؤمن فصل الجزم (کبیر) آیت سے ظاہر ہو گیا کہ اسلام اور ایمان کے دو الگ الگ مفہوم ہیں۔ اسلام صرف ایک ضابطہ کی چیز ہے جس
کا تعلق قول اور ظاہر سے ہے۔ ایمان اس کے برعکس ایک باطنی حقیقت ہے جس کا تعلق قلب کی تصدیق سے ہے۔ فاخبر ان حقیقۃ الایمان التصدیق بالقلب وان الاقرار باللسان واظہار شرائعہ بالابدان
لا یکون ایمانا دون التصدیق بالقلب والاخلاص (معالم)

ف۱۴ (اور جب بھائی ہی ہیں، تو بھائیوں بھائیوں میں لڑائی ہی کیسی) اسلام یعنی دین فطرت نے ایک طرف تو غربت، امارت وغیرہ کے مختلف طبقات قائم رکھے اور ان کے مٹا ڈالنے کی خلاف فطرت کوشش میں وقت اور وقت کو ضائع نہیں کیا، لیکن دوسری طرف یہ بھی بتا دیا کہ دین کا اشتراک ہر مادی، مالی، نسبی، نسلی تفریق و امتیاز سے بالاتر ہے اور بڑے چھوٹے امیر غریب شریف غیر شریف سب کو اخوت کے رشتہ میں پرو کر صحیح اور سچی سوشلزم (اشتراکیت) کی بنیاد قائم کردی یہیں سے یہ بھی نکل آیا کہ مسلم قومیت کی بنیاد نسلی، وطنی، لسانی وغیرہ نہیں، صرف اعتقادی ہے۔ اور اشتراک و اخوت کا سنگِ بنیاد صرف وحدت کلمہ ہے۔ اِخْوَةٌ۔ اخوت کا رشتہ تو انتہائی محبت کا مظہر ہے۔ اس کے استحضار کے بعد پھر کیسا جدال، کیسا قتال؟ اخوة۔ اخ کی جمع، اخوة تو حقیقی بھائیوں کے لئے ہے۔ رشتے ناتے کے بھائیوں کے لئے اخوان آتی ہے۔ قرآن نے یہاں اخوة لاکر گویا بتا دیا کہ مسلمانوں کا ایک دوسرے سے تعلق و رشتہ بالکل بھائیوں کا ہے۔ قال بعض اهل اللغة الاخوة جمع الاخ من النسب والاخوان جمع الاخ من الصداقة فالله تعالى قال انما المؤمنون اخوة تأكيدا للامر اشارة الى ان بينهم ما بين الاخوة من النسب والاسلام كالاب (کبیر) اِنَّمَا کے کلمہ حصر نے اسے صاف کر دیا کہ یہ رشتۂ اخوت صرف مومن ہی مومن کے درمیان ہے مومن و کافر کے درمیان نہیں ہوسکتا۔ انما للحصر اے لا اخوة الا بين المؤمنين واما بين المؤمن والكافر فلا لان الاسلام هو الجامع (کبیر) ف۱۵ اس میں کمال ترغیب ہے اصلاح بین المسلمین کی۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ۔ تقویٰ ہی کی ایک اعلیٰ فرد اصلاح بین المسلمین ہے۔ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا

مسلمان (آپس میں) بھائی ہی بھائی ہیں ف۱۴ سو اپنے دو بھائیوں کے درمیان اصلاح کر دیا کرو ف۱۵ اور

اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝۱۰ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ

اللہ سے ڈرتے رہو، تاکہ تم پر رحمت کی جائے ف۱۶ اے ایمان والو! نہ

قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَ

مَردوں کو مَردوں پر ہنسنا چاہئے، کیا عجب کہ وہ اُن سے بہتر ہوں اور

لَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ

نہ عورتوں کو عورتوں پر (ہنسنا چاہئے) کیا عجب کہ وہ ان سے بہتر ہوں ف۱۶

وَلَا تَلْمِزُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ

اور نہ ایک دوسرے کو طعنہ دو اور نہ ایک دوسرے کو بُرے القاب سے پکارو

بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ

ایمان کے بعد گناہ کا نام ہی بُرا ہے ف۱۷ اور جو (اب بھی) توبہ نہ کرینگے

فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝۱۱ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا

وہی ظالم ٹھہر ینگے ف۱۸ اے ایمان والو! بہت سے

كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا

گمانوں سے بچو کیونکہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں ف۱۹ اور ٹوہ میں مت لگے رہو ف۲۰

وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ

اور کوئی کسی کی غیبت نہ کیا کرے ف۲۱ کیا تم میں سے کوئی اس کو گوارا کریگا کہ

ع ۱ ۱۳

رحمت الٰہی کا ترتب اسی تقویٰ شعاری پر ہوگا۔ ف۱۶ یعنی کسی کو کیا خبر کہ اللہ کے نزدیک بہتر اور قابل عزت کون ہے، ہنسنے والا ہے یا وہ جس پر ہنسا جا رہا ہے۔ اس احساس کو بیدار کرکے قرآن نے گویا معاشرہ اسلامی کے اندر تمسخر و تفضیح کی جڑ ہی کاٹ دی ہے۔ تعلیم ہمارے ہاں کی یہ تھی اور عمل یہ ہے کہ دوسرے پر ہنسنا، بنانا، علانیہ اس کی رسوائی کرنا، عیب نہیں رہا بلکہ داخل ہنر ہو گیا ہے۔ لا یسخر۔ تمسخر وہ ہنسی ہے جس سے دوسرے کی تحقیر و دلشکنی و دلآزاری ہو اور وہ حرام ہے، باقی ایسی ہنسی جس سے دوسرے کا دل خوش ہو وہ مزاح اور خوش طبعی کہلاتی ہے اور ایسی ہنسی جائز ہے بلکہ بہت سے حالات میں مستحب ہے۔ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ۔ مراد جنس رجال ہیں خواہ ایک ہو یا بہت سے ہوں۔ نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ۔ مراد جنس نساء ہیں خواہ ایک ہو یا بہت سی ہوں حاصل کلام یہ کہ اُمت کا کوئی سا بھی طبقہ ایک دوسرے کی ہنسی نہ اڑائے۔ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ۔ عَسٰۤى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ۔ دوسرے پر ہنسی، تمسخر، طنز کی بنیاد عموماً کیا ہوا کرتی ہے؟ یہی ناکہ دوسرے میں فلاں فلاں عیب ہیں اور ہم ان عیوب سے کہیں بالاتر ہیں۔ قرآن مجید نے انتہائی حکیمانہ ژرف نگاہی کے ساتھ اس بنیاد پر ضرب لگادی، اور اس طرح اس عمارت ہی کو منہدم کر دیا ــــ انسان کو اگر اپنا عیب دار، داغدار ہونا یاد پڑ جائے تو دوسرے پر زبان کھولنے کی کبھی ہمت ہی نہ پڑے ف۱۷ (اور یہ سب باتیں گناہ کی ہیں) سبب یہ ہے کہ مسلمان پر گناہ کا نام لگنا ہی بُرا اور قابل نفرت ہے اور ان حرکتوں کے بعد یہی کہا جائیگا کہ یہ مسلمان، مسلمان ہو کر اللہ کی نافرمانی کرتا ہے! فقہاء نے تصریح کردی ہے کہ کسی کو عیب دار نام سے یاد کرنا صرف اس صورت میں حرام ہے، جب وہ بلا غرض صحیح ہو، لیکن اگر کوئی شخص پکارا اور پہچانا ہی ایسے نام سے جاتا ہے اور اس میں وہ اپنی کوئی توہین محسوس نہیں کرتا تو اسے اس کے ظاہر میں عیب دار نام سے یاد کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں مثلاً حکیم نابینا، لنگڑے حافظ، گنجے وکیل، وغیرہ۔ وَلَا تَلْمِزُوْۤا اَنْفُسَكُمْ۔ انفسکم یہاں "ایک دوسرے" کے معنی میں ہے جیسا کہ بعض اور مقامات پر بھی قرآن ہی میں آیا ہے۔ عن ابن عباس وقتادة اے لا يطعن بعضكم على بعض (جصاص) بالالقاب۔ لقب کے معنی یہاں بُرے نام کے ہیں یعنی کسی شخص کو ایسے نام سے پکارنا جو اسے ناگوار ہو۔ واللقب هنا اسم مكروه عند السامع (ابن العربی) ف۱۸ (اپنے حق میں اور اللہ کے یہاں) یعنی حقوق العباد کے تلف کرنے والے۔ اور جو سزا ظالموں کے لئے ہے اس کے مستحق نہ ہونگے ــــ ان تمام احکام میں واضح ہو رہا ہے کہ شریعت کو مجلسی اور معاشری اصلاح کے باب میں کس درجہ اہتمام ہے۔ اور جو معاشرہ ان ہدایات و قوانین پر عامل ہو جائے اس میں کبھی بھی باہمی رنجشیں رخنہ انداز ہو سکتی ہیں؟ خوب غور کرکے دیکھ لیا جائے کتنی رنجشوں اور عداوتوں کی بنیاد کسی نہ کسی بیہودہ دل لگی، پھبتی گوئی یا کسی کو بنانے کی کوشش ہی پر نکلے گی۔

ف۱۹ (اس لئے ضرور ہے کہ اقسام گمان کو سمجھ کر حدود جواز کے اندر ہو) فقہاء مفسرین نے لکھا ہے کہ حق تعالیٰ کے ساتھ نیک گمان رکھنا واجب ہے اور حق تعالیٰ اور عام مسلمانوں کے ساتھ بدگمانی ممنوع و ناجائز ہے۔ فحسن الظن بالله فرض وسوء الظن به محظور منهى وكذلك سوء الظن بالمسلمين الذين ظاهرهم العدالة محظور مزجور عنه (جصاص) بدگمانیوں کی عام عادت جو بطور وبا کے ہم لوگوں میں پھیلی ہوئی ہے۔ یہ آیت اس پر کیسی ضرب لگا رہی ہے۔ بات بات پر بلا وجہ بھائیوں سے بدگمانی، بیوی بچوں سے بدگمانی، پڑوسیوں سے بدگمانی، نوکروں چاکروں سے بدگمانی، گویا بدگمانی کو ہم لوگوں نے اوڑھنا، بچھونا بنا رکھا ہے۔ یہ بدگمانی کی خلش اگر دل سے دُور ہو جائے تو ہم میں سے ہر ایک کی زندگی کتنی راحت سے بسر ہونے لگے۔ بَعْضَ الظَّنِّ۔ بعض جمیع کے مقابلہ میں ہے اور کثیر بھی "بعض" کے اندر شامل ہے۔ اقتضت الاية النهى عن بعض الظن لا عن جميعه (جصاص) فقیہ مفسر علامہ تھانویؒ نے ظن کی حسب ذیل قسمیں اور احکام بیان کئے ہیں:۔ (۱) ظن واجب مثلاً حق تعالیٰ کے ساتھ حُسنِ ظن یا غیر منصوص میں ظن حقیقی۔ (۲) ظن مباح یعنی ایسی بدگمانیاں جن کے لئے کھلے ہوئے قرینہ اور قیاس موجود ہوں۔ مثلاً ایسے شخص سے فسق کا گمان رکھنا جو شراب خانوں یا قحبہ خانوں میں آمد و رفت رکھتا ہو مگر شرط یہ ہے کہ بدگمانی گمان میں رہے۔ حد یقین تک نہ پہنچا دیا جائے۔ نیز ایسی بدگمانیاں جو غیر اختیاری ہوں۔ یہاں بھی شرط یہ ہے کہ ان کے مقتضا پر عمل نہ کرے بلکہ حتی الامکان انہیں دفع کرتا رہے۔ (۳) ظن حرام۔ عقائد دین یا احکام مسائل شریعت، بلا دلیل محض اپنے گمان سے گڑھ لینا یا کسی شخص میں خفیف و ضعیف علامات فسق دیکھ کر اس کی طرف سے بدگمانی جما لینا۔ ف۲۰ یعنی اوروں کے عیبوں اور کمزوریوں کی تلاش و جستجو میں نہ پڑو تا وقتیکہ کوئی مصلحت یا ضرورت ہی اس کی نہ آپڑے ــــ چھپ کر باتیں سُننا یا اپنے کو سوتا ہوا بنا کر باتیں سُن لینا یہ سب تجسس میں داخل ہے، البتہ اگر کسی سے مضرت پہنچنے کا احتمال ہو اور اپنی یا کسی مسلمان کی حفاظت کی غرض سے اس کے مضرت رساں ارادوں اور تدبیروں کا تجسس کرے تو جائز ہے۔ (تھانویؒ) فقہاء مفسرین نے لکھا ہے کہ کسی مسلمان کے چھپے ہوئے عیب کی پردہ دری کرنا ممنوع و ناجائز ہے بلکہ اس کی پردہ پوشی کرتے رہنا واجب ہے۔ عن زيد بن وهب قال اتى ابن مسعود فقيل هذا فلان تقطر لحيته خمرا فقال عبد الله انا قد نهينا عن التجسس لكن ان يظهر لنا شئ نأخذ به (جصاص)

۸ (اور اُس وقت اُلٹے خود تم ہی کو ندامت ہو کہ رسول اللہ صلعم نے بجائے اپنی رائے مبارک پر عمل کے ناحق ہم لوگوں کے مشورے سے موافقت کی) وَاعْلَمُوْا ..... اللّٰہِ (اور
رسولؐ کا تمہارے درمیان میں موجود ہونا ایک انتہائی نعمت ہے، جس کے ادائے حقوق میں یہ بھی داخل ہے کہ کسی معاملہ میں آپؐ کی رائے کے خلاف عمل نہ کیا جائے) وَاعْلَمُوْا۔ عِلْمٌ ظاہر ہے
کہ بیانِ استحضار کے مفہوم میں ہے۔ لَوْ ...... الْاَمْرِ۔ ظاہر ہے کہ یہ احتمال صرف امور دنیوی وتجربی سے متعلق ہوسکتا ہے۔ ورنہ احکام شریعت میں تو اس کی گنجائش سرے سے تھی
ہی نہیں۔ ۹ (اور ایسے ہی خلفاء، خلفاء راشدین کہلانے کے مستحق ہیں) وَلٰكِنَّ ...... نِعْمَةً۔ یعنی تم میں تو یہ ساری خوبیاں موجود ہیں، اور انہیں کے تقاضہ سے تمہیں ہر وقت رسولؐ کی

فِىْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ
کہ اُن میں اگر وہ تمہارا کہنا مان لیں تو تم کو تکلیف پہنچے ۸ لیکن اللہ نے تم کو ایمان کی محبت دی
الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِىْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ
اور اُسے تمہارے دلوں میں مرغوب کردیا، اور
الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ
کفر اور فسق اور عصیان سے تمہیں نفرت دیدی ایسے ہی لوگ تو
الرّٰشِدُوْنَ ۝۷ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً ؕ وَاللّٰهُ
راہِ راست پر ہیں اللہ کے فضل اور انعام سے ۹ اور اللہ
عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝۸ وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ
خوب جاننے والا ہے، بڑا حکمت والا ہے ۱۰ اور اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں
اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا
جنگ کرنے لگیں، تو اُن کے درمیان اصلاح کردو ۱۱ پھر اگر ان میں کا ایک گروہ
عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِىْ تَبْغِىْ حَتّٰى تَفِىْٓءَ اِلٰٓى
دوسرے پر زیادتی کرے تو اُس سے لڑو جو زیادتی کر رہا ہے یہانتک کہ وہ رجوع کرلے
اَمْرِ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ
اللہ کے حکم کی طرف ۱۲ پھر اگر وہ رجوع کرلے تو ان کے درمیان اصلاح کردو عدل کے ساتھ
وَاَقْسِطُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝۹ اِنَّمَا
اور انصاف کا خیال رکھو بیشک اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے ۱۳ بیشک

رضاجوئی رہتی ہے اور یہی تمہیں بڑی مصیبتوں سے بچائے رکھتی ہے ——— اور یہ سر تا سر اللہ ہی کے فضل وکرم کا نتیجہ تو ہے۔ ساری آیت ایک قرآنی مدح صحابہ ہے۔ الْاِيْمَانَ۔ ایمان۔ سے اس سیاق میں مراد ایمان کامل ہے۔ الْفُسُوْقَ یعنی بڑے گناہ۔ الْعِصْيَانَ یعنی چھوٹے گناہ۔ ۱۰ چنانچہ اپنے اس علم کامل ومحیط کی بناء پر وہی ہر ہر حکم کی حکمتوں اور مصلحتوں کو بھی خوب جانتا ہے اور اپنی صفت حکمت کاملہ ہی کے تقاضہ سے اس نے یہ احکام صادر کئے ہیں اور ان کی تعمیل واجب کی ہے۔

۱۱ یعنی امر مابہ النزاع رفع کراکے لڑائی موقوف کرادو ——— خوب خیال رہے کہ باہمی جنگ کی حالت میں بھی قرآن دونوں فریقوں کو مسلمان ہی تسلیم کرتا ہے، مجرد جنگ دائرۂ اسلام سے خارج نہیں کردیتی۔

۱۲ (اور وہ حکم الٰہی یہاں صلح وترک قتال کا ہے) یہ حکم اصالتاً امام مسلمین کے لئے ہے۔ وہ نہ ہو تو عامۂ مسلمین کو ہے بشرط قدرت واستطاعت بعض حنابلہ نے آیت سے یہ نکالا ہے کہ باغیوں سے قتال، جہاد کفار سے اہم تر وافضل ہے۔ اور سند میں حضرت علیؓ کے عمل کو پیش کیا ہے کہ آپ نے اپنے دور خلافت میں بجائے جہاد کے قتال اہل بغاوت ہی کو جاری رکھا۔ وصحح بعض الحنابلۃ بان قتال الباغین افضل من الجھاد احتجاجا بان علیا کرم اللہ تعالیٰ وجھہ اشتغل فی زمان خلافتہ بقتالھم دون الجھاد (روح) لیکن محققین حنفیہ کی تحقیق میں یہ مطلق صورت میں درست نہیں بلکہ صرف اس صورت میں صحیح ہے جب باغیوں کی وجہ سے اتنا بڑا فساد ہو جائے کہ ان سے قتال کرنا کافروں سے جہاد سے بڑھ کر ضروری ہو جائے۔ والحق ان ذٰلک لیس علی الاطلاق بل اذا خشی من ترک قتالھم مفسدۃ عظیمۃ تربو اعظم من مصلحۃ الجھاد (روح) فَاِنْ ...... الْاُخْرٰى یعنی سعی اصلاح ومصالحت کے باوجود بھی وہ صلح نہ کرے اور جنگ برابر جاری رکھے۔ فَاِنْ ...... تَبْغِىْ۔ فقہاء نے آیت سے یہ بھی نکالا ہے کہ قتال فساد عقائد کی بناء پر نہ کیا جائیگا بلکہ جرم بغاوت کی بناء پر کیا جائیگا۔ وفی ھٰذہ الاٰیۃ دلالۃ علی ان اعتقاد مذاھب اھل البغی لا یوجب قتالھم مالم یقاتلوا (جصاص) فانما امر بقتالھم اذا بغوا علی غیرھم بالقتال (جصاص) مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا۔ یہ امر بہت زیادہ قابل لحاظ ہے کہ جنگ وجدل کرنے والے ان دونوں گروہوں کو

ایک کے ناحق پر ہونے کے باوجود قرآن مجید "مومن" ہی کہتا ہے۔ قتال اور پھر بغاوت سے بڑھ کر شدید جرم اور کون ہوسکتا ہے؟ اس کے باوجود بھی باغی بہرحال مومن ہی رہتا ہے۔ دائرۂ اسلام سے خارج نہیں ہوجاتا۔ اکابر اہل سنت نے یہیں سے یہ مسئلہ (خوارج ومعتزلہ کے برعکس) نکالا ہے کہ بڑے سے بڑے گناہ سے بھی مومن دائرۂ اسلام وایمان سے خارج نہیں ہوجاتا۔ سماھم مومنین مع الاقتتال وبھذا استدل البخاری وغیرہ علی انہ لا یخرج عن الایمان بالمعصیۃ وان عظمت لا کما یقولہ الخوارج ومن تابعھم من المعتزلۃ ونحوھم (ابن کثیر) ھذا دلیل علی ان المؤمن بالکبیرۃ لا یخرج عن کونہ مومنا لان الباغی جعلہ من احدی الطائفتین وسماھما مومنین (کبیر) ۱۳ جب کوئی فریق معقول فیصلہ نہ سن رہا ہو تو ثالث کو غصہ آجانا امر طبعی ہے اس کی روک تھام کے لئے مزید ترغیب توازن قائم رکھنے کی ہے۔ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ۔ یعنی محض ترک قتال کو کافی نہ سمجھو، بلکہ نفس معاملہ قانون شریعت کے ماتحت طے کرادو۔ فقہاء نے کہا ہے کہ جو مسلمان فریق شکست کھائے۔ نہ اُس کا مال مالِ غنیمت سمجھا جائیگا اور نہ اس کے قیدی لونڈی غلام بنائے جائینگے۔ البتہ توبہ کے وقت تک وہ قید رہینگے اور ان کا مال قرق۔ بعد توبہ انہیں بھی رہائی مل جائے گی اور اُن کا مال بھی انہیں واپس دیدیا جائیگا ——— مزید تفصیلات فقہ کی کتابوں میں ملینگی۔ وَاَقْسِطُوْا۔ یہ تاکید ہے اس کی کہ اپنے فیصلہ کو تمامتر عدل پر مبنی رکھو کسی فریق سے انتقام یا غصہ کا جذبہ اپنے اُوپر نہ غالب آنے دو۔

اَلَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ

جو لوگ اپنی آواز رسُول اللہ کے سامنے پست رکھتے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں

الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى ؕ لَهُمْ

جن کے قلوب کو اللہ نے تقوٰی کے لئے خالص کردیا ہے ان لوگوں کے لئے

مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝۳ اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ

مغفرت اور اجر عظیم ہے ۴؎ بیشک جو لوگ آپ کو

مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝۴

حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں اُن میں اکثر عقل سے کام نہیں لیتے ۵؎

وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا

اور اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ آپ خود اُن کے پاس باہر آجاتے تو اُن کے

لَّهُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۵ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا

حق میں بہتر ہوتا، اور اللہ بڑا مغفرت والا، بڑا رحم والا ہے ۶؎ اے ایمان والو!

اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًا

اگر کوئی فاسق آدمی تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو تم تحقیق کرلیا کرو ایسا نہ ہو کہ کہیں تم نادانی سے

بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ ۝۶

کسی قوم کو ضرر پہنچادو (اور) پھر اپنے کئے پر پچھتاؤ ۷؎

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ؕ لَوْ يُطِيْعُكُمْ

اور جانے رہو کہ تم میں رسُول اللہ (موجود) ہیں بہت سی باتیں ایسی ہیں

۴؎ (تو تم جو اجر و مغفرت کے حریص ہو، کیوں نہ اسی امتحان میں پُورے اترو گے) احادیث صحیح میں آتا ہے کہ آیۂ لا ترفعوا اصواتکم کے نزول کے بعد سے فلاں اور فلاں صحابی اس باب میں بڑے خائف اور محتاط ہو گئے تھے اور رغایت احتیاط سے کام لینے لگے تھے۔ اَلَّذِیْنَ... ... لِلتَّقْوٰی۔ یعنی اس باب میں دو صفت کمال تقوٰی کے ساتھ موصوف ہیں۔

۵؎ (ورنہ ایسی جسارت نہ کرتے) شانِ نزول کی روایتوں میں آتا ہے کہ بنی تمیم کا ایک وفد حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپؐ مکان کے اندر تشریف رکھتے تھے۔ ان لوگوں نے باہر ہی سے آپؐ کو پکارنا شروع کردیا وہ بھی محض نام لیکر کہ "یا محمد اخرج الینا"۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور امّت کو ہمیشہ کے لئے ادب کی تعلیم عملی مل گئی۔

۶؎ (اس لئے وہ لوگ اب بھی توبہ کرلیں تو معاف ہوجائینگے) لَکَانَ خَیْرًا لَّھُمْ۔ یہ بات ان کے حق میں بہتر اس لئے ہے کہ یہ ان کے ادب و احترام کا ثبوت ہوتا۔ اِلَیْھِمْ۔ یعنی آپ خاص انہیں سے ملنے کو باہر تشریف لائے۔ یہ نہیں کہ آپؐ کسی بھی ضرورت سے باہر تشریف لے آئیں، اور یہ لوگ آپؐ پر ہجوم کرنے لگیں۔ رسُول کے ادب و احترام کے علاوہ عام افراد امت کو انضباط اوقات کی تعلیم بھی آیت سے ملتی ہے ——— رسول اللہ صلعم تک کے لئے باایں خوش اخلاقی یہ ممکن نہ تھا کہ خلقت سے چوبیس گھنٹہ گھرے ہوئے رہیں اور اپنے لئے کوئی فارغ وقت سرے سے رکھیں ہی نہیں۔

۷؎ (تو ایسے امکانات جب رسُول اللہ صلعم کی خود حیات مبارک میں تھے تو اب تو ظاہر ہے کہ یہ احتمالات بہت زائد ہیں) بِنَبَاٍ۔ نبأ۔ سے اس سیاق میں مُراد ایسی چیز ہے جس میں کسی کی شکایت نکلتی ہو، اور اس پر عمل کرنے سے کسی کا ضرر لازم آتا ہو۔ فَتَبَیَّنُوْٓا۔ یعنی بلاتحقیق عمل نہ کر بیٹھو۔ بلکہ عمل سے قبل خوب چھان بین کرلو۔ فقہاء مفسّرین نے لکھا ہے کہ اس اجمالی حکم تحقیق کے اندر چند تفصیلات ہیں:- (۱) تحقیق واجب ——— مثلاً خلیفہ جب یہ سُنے کہ فلاں شخص مُرتد ہورہا ہے یا فلاں شخص قتل و غارت کا اقدام کررہا ہے وقس علیٰ ہذا۔ ایسے موقع پر تحقیق نہ کرنے سے کسی واجب کا فوت لازم آتا ہے۔ (۲) تحقیق جائز ——— مثلاً کسی نے یہ سُنا کہ فلاں شخص مجھے مالی یا جسمانی ضرر پہنچانا چاہتا ہے۔ دفع مضرت کے لئے ایسے موقع پر یہ تحقیق بالکل جائز ہے۔ (۳) تحقیق حرام ——— مثلاً کسی کے لئے یہ سُنا کہ وہ خفیہ شراب پیتا ہے۔ ایسے موقع پر تحقیق نہ کرنے سے اپنا کوئی ضرر نہیں اور تحقیق کرنے سے اس شخص کی رسوائی و فضیحت ہوتی ہے۔

الزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ۗ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِينَ اٰمَنُوا وَ

کہ کسانوں کو بھلی معلوم ہونے لگی ۴۲ف (یہ نشو و نما صحابہ کو اس لئے دیا) تاکہ کافروں کو اُن سے جلائے، اور اللہ نے اُن سے

ع ٤ ٣ ١٢ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيمًا ﴿٢٩﴾

جو ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے نیک کام کئے، مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ کر رکھا ہے ۴۳ف

سُورَةُ الْحُجُرٰتِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ ثَمَانِي عَشَرَةَ اٰيَةً وَّفِيهَا رُكُوعَانِ

سورۂ حجرات مدینہ میں نازل ہوئی اور اس کی اٹھارہ آیتیں ہیں اور دو رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ، نہایت مہربان بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَ

اے ایمان والو! تم اللہ اور اُس کے رسول سے پہلے (کسی کام میں) سبقت

رَسُولِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۗ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿١﴾ يٰٓاَيُّهَا

مت کیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو بیشک اللہ خوب سننے والا ہے، خوب جاننے والا ہے ۱ف اے

الَّذِينَ اٰمَنُوا لَا تَرْفَعُوٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ

ایمان والو! اپنی آوازوں کو پیمبر کی آواز سے بلند نہ کیا کرو

وَلَا تَجْهَرُوا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ

اور نہ اُن سے ایسے کھُل کر بولا کرو جیسے آپس میں کھُل کر بولا کرتے ہو ۲ف

اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ﴿٢﴾ اِنَّ

کہ کہیں تمہارے اعمال برباد نہ ہو جائیں، اور تمہیں خبر تک نہ ہو ۳ف بیشک

۴۲ف موجودہ محرّف و مسخ شدہ انجیل میں بھی یہ عبارتیں مل جاتی ہیں:۔ "آسمان کی بادشاہت اس رائی کے دانہ کے مانند ہے، جسے کسی آدمی نے اپنے کھیت میں بو دیا۔ وہ سب بیجوں سے چھوٹا ہوتا ہے۔ مگر جب بڑھ جاتا ہے تو سب ترکاریوں سے بڑا ہوتا ہے اور ایسا درخت ہو جاتا ہے کہ ہوا کے پرندے آکر اُس کی ڈالیوں میں بسیرا کرتے ہیں۔" (متی۔۱۳:۳۱-۳۲) "پھر اُسی نے کہا کہ ہم خدا کی بادشاہت کو کس سے تشبیہ دیں اور کس تمثیل میں اسے بیان کریں؟ وہ رائی کے دانہ کے مانند ہے کہ جب زمین میں بویا جاتا ہے تو زمین کے سب بیجوں سے چھوٹا ہوتا ہے مگر جب بو دیا گیا تو اُگ کر سب ترکاریوں سے بڑا ہو جاتا ہے۔ اور ایسی بڑی ڈالیاں نکالتا ہے کہ ہوا کے پرندے اس کے سائے میں بسیرا کر سکتے ہیں۔ (مرقس۔۴:۳۰-۳۲) نیز لوقا (۱۳:۱۸،۱۹) قرآنی الفاظ نے آغاز اسلام کے ضعف اور پھر اس کے تدریجی قوت و تقویت کی کتنی صحیح تصویر کھینچ دی ہے۔ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ۔ کسانوں کی تخصیص اس لئے کہ کھیتی باڑی کے معاملہ میں وہی صاحبِ بصیرت ہوتے ہیں۔ جب کھیتی انہیں بھلی لگنے لگی تو ضرور ہے کہ واقع میں بھی بھلی ہو۔ ۴۳ف یہ ایک بڑی جامع و بلیغ مدح صحابہ ہے جو خود قرآن مجید نے بیان کر دی ہے اور شاتمین صحابہ کے خلاف ایک حجت قوی و دلیل قطعی ہے۔ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ۔ کافر عہد صحابہ کی فتوحات اور ترقیوں سے آج تک جلتے چلے آرہے ہیں۔ امام مالکؒ نے اس آیت سے فرقۂ شاتم صحابہ کے کفر پر استدلال کیا ہے۔ قال مالك بن انس من اصبح فی قلبه غيظ علی اصحاب رسول الله فقد اصابته هذه الاٰية (معالم) لیکن جیسا کہ مفسر تھانویؒ نے لکھا ہے کہ یہ استدلال کمزور ہے۔ صحابہ پر کافروں کے ذی غیظ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ جو بھی صحابہ پر ذی غیظ ہو وہ کافر ہے۔ مِنْهُمْ مِنْ یہاں بیان کے لئے ہے تبعیض کے لئے نہیں۔ لبیان الجنس لا للتبعیض (کبیر) من هٰهنا لبيان الجنس (ابن کثیر) اس لئے مراد سارے ہی صحابہ ہیں۔

۱ف خوب سننے والا سارے الفاظ و اقوال کا، خوب جاننے والا سارے احوال و اعمال کا۔ ظاہر و باطن کی بڑی چھوٹی کوئی چیز اس سے مخفی نہیں۔ لَا ۔ ۔ ۔ ۔ رَسُولِهٖ۔ یعنی جب تک رسول اللہ صلعم اذن صریح نہ دے دیں یا قرینہ سے اذن صریح نہ معلوم ہو جائے۔ اپنی طرف سے کسی قول یا فعل میں مبادرت نہ کرو۔ یہ حکم تو رسول اللہ صلعم کی زندگی میں تھا۔ اب حضورؐ کے بعد اس حکم پر عمل یوں ہوگا کہ پہلے تو ہر مسئلہ میں آپؐ کے قول یا فعل کی صراحت تلاش کی جائیگی، اور جب صراحت نہ ملیگی تو نصوص منقول میں فکر و تامل کر کے انہیں سے استنباط کیا جائیگا۔

۲ف (جس وقت کہ آپؐ سے کلام کر رہے ہو) لَا ۔ ۔ النَّبِيِّ رسول کے مقابلہ میں اپنی آواز کے پست رکھنے کا حکم اُس وقت کے لئے نہیں، جبکہ گفتگو آپس میں ہو رہی ہو۔ لَا تَرْفَعُوٓا۔ کی نہی کو فقہاء نے اپنی اصطلاح میں نہی تحریمی قرار دیا ہے۔ اور بعض فقہاء نے اس ایک لفظ سے نتائج ذیل برآمد کئے ہیں۔ (۱) آپؐ کے حضور میں گفتگو زور سے نہ کی جائے نہ اپنی بات کو اس طرح بالا کیا جائے، جس سے ارشاد والا کی تردید نکل رہی ہو ——— یہ تو صاف عبارة النص ہے۔ (۲) درشت کلامی، لڑائی جھگڑا اور ہر قسم کی بے ادبی آپؐ کے مواجہہ میں ناجائز ہے ——— یہ دلالة النص ہوئی۔ (۳) زیادہ بک بک آپؐ کے مواجہہ میں ممنوع ہے ——— یہ بقاعدۂ اشارة النص نکلا۔ (۴) آپؐ کے حضور میں گستاخ، بیباک بن جانا یا خائف و باادب نہ رہنا ناجائز ہے ——— یہ اقتضاء النص سے ثابت ہوا۔ ۳ف مطلب یہ ہوا کہ مسلمان تو اتباع رسول اور آپؐ کی تعظیم و احترام کا مدعی رہتا ہے اس التزام کا ترک آپؐ کے لئے طبعاً ناگواری و انقباض کا باعث ہو سکتا ہے اور یہ تاذیٔ رسول ممکن ہے کہ بعض حالات میں حبط اعمال کا سبب بن جائے۔ اس لئے قاعدہ یہی ہے کہ عملاً ہر حال میں ادب ملحوظ رکھو۔

٣٥ یعنی بالکل امن و امان کے ساتھ، بغیر کسی خطرہ کے۔ المسجد الحرام۔ یہاں بھی مراد خانہ کعبہ اور اُس کے ملحقات و توابع ہیں۔ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ۔ حلق۔ (سر کے بال مُنڈانا) اور قصر
(سر کے بال کترانا) شعائر حج و عمرہ میں سے ہیں۔ لَقَدْ . . . . بِالْحَقِّ۔ مطلب یہ ہے کہ نفس مشاہدہ جو رسولؐ کو خواب میں کرایا گیا۔ وہ بالکل سچا تھا یعنی یہی کہ آپ مع مومنین یقیناً زیارت و طواف کریںگے لیکن خواب
میں یہ تو نہ تھا کہ یہ اسی سال واقع ہوگا ——— آخر آپؐ نے ایک سال بعد ذی قعدہ ۷ھ میں عمرہ ادا فرمایا۔ ٣٦ (اس خواب کی تعبیر فوراً نہ پوری ہونے کی تلافی کے طور پر) فَتْحًا قَرِيْبًا۔ مُراد
فتح خیبر سے ہے جیساکہ اُوپر بھی ذکر آچکا ہے۔ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا۔ اس یک سالہ مُدّت کی تاخیر میں جو جو حکمتیں اور مصلحتیں تھیں، ان کا بندوں کو کیا علم۔ ٣٧ (آپؐ کی رسالت کا) اور اللہ کی گواہی

اٰمِنِيْنَ ۙ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ ۙ لَا تَخَافُوْنَ ۭ
امن و امان کے ساتھ سر منڈاتے ہوئے اور بال کترتے ہوئے اور تمہیں اندیشہ کسی کا بھی نہ ہوگا ٣٥
فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿٢٧﴾
سو اللہ کو وہ (سب کچھ) معلوم ہے جو تمہیں معلوم نہیں پھر اُس نے اس سے پہلے ہی ایک لگتے ہاتھ فتح دیدی ٣٦
هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ
وہ (اللہ) وہی تو ہے جس نے اپنے پیمبر کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا ہے تاکہ اس کو تمام
عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴿٢٨﴾ ۭ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۭ
دینوں پر غالب کردے اور اللہ کافی گواہ ہے ٣٧ محمدؐ اللہ کے پیمبر ہیں ٣٨
وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّاۗءُ عَلَي الْكُفَّارِ رُحَمَاۗءُ بَيْنَهُمْ
اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ تیز ہیں کافروں کے مقابلہ میں (اور) مہربان ہیں آپس میں ٣٩
تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ۡ
تو انہیں دیکھے گا (اے مخاطب) کہ (کبھی) رکوع کر رہے ہیں (کبھی) سجدہ کر رہے ہیں، اللہ کے فضل اور
سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ۭ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ
رضامندی کی جستجو میں لگے ہوئے ہیں، انکے آثار سجدہ کی تاثیر سے انکے چہروں پر نمایاں ہیں ٤٠ یہ انکے اوصاف
فِي التَّوْرٰىةِ ٻ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ڗ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ
توریت میں ہیں ٤١ اور انجیل میں اُن کا وصف یہ ہے کہ وہ جیسے کھیتی کہ اُس نے اپنی
شَطْــــَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰي سُوْقِهٖ يُعْجِبُ
سوئی نکالی، پھر اُس نے اپنی سوئی کو قوی کیا، پھر وہ اور موٹی ہوئی، پھر اپنے تنہ پر سیدھی کھڑی ہوگئی

معانقة ١٥

کا ظہور دنیا میں یوں ہوا کہ اللہ نے آپؐ کی رسالت پر دلائل قوی قائم کردیئے ——— بلحاظ
اعجاز قرآنی بھی اور بلحاظ آپؐ کے دوسرے کمالات اعجازی کے بھی۔ رَسُوْلَهٗ۔ کھلی ہوئی
مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ بِالْهُدٰى۔ سامانِ ہدایت یا قرآن۔
دِيْنِ الْحَقِّ۔ یعنی دین اسلام۔ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ۔ یہ غلبہ معنوی حیثیت سے، یعنی بلحاظ
قوت دلائل تو ہمیشہ ہی قائم رہا ہے۔ باقی مادی و صوری حیثیت سے بھی جب تک اہل دین
میں صلاح ہے۔ برابر قائم رہے گا۔ ٣٨ (سچے اور برحق) اس میں یہ اشارہ کردیا کہ
آپؐ کا نام قیامت تک اس طرح پر چلانے کے تو ہم ضامن و ذمہ دار ہیں، اس ایک صلحنامہ
پر اس کے درج ہونے نہ ہونے سے کیا ہوتا ہے۔ لفظ محمدؐ پر حاشیہ سورۂ آل عمران
(پ۴) میں گزر چکا۔ اسی اپریل ۳۰ء میں مسیحیوں کے مشہور امریکی سہ ماہی رسالہ مسلم ورلڈ
میں ایک مسیحی فاضل نے لکھا ہے کہ اسم محمدؐ (اور اس کے متقاربات احمدؐ و محمود وغیرہ) سے زیادہ
کوئی بھی مردانہ نام دنیا میں چلا ہوا نہیں ہے! ٣٩ اس خدائی صداقت نامہ کے اندر
سارے صحابۂ رسول داخل ہیں، خصوصاً وہ جو حدیبیہ میں آپؐ کے ہمراہ تھے۔ قال الجمہور
جمیع اصحابہ (روح) معہ۔ معیت کا اطلاق کثیر و قلیل ہر مدت صحبت پر ہوتا ہے۔
اَشِدَّاۗءُ عَلَي الْكُفَّارِ۔ یعنی کافروں کے مقابلہ میں اُن کے کفر ہی کی بنا پر مضبوط و ثابت
قدم ہیں۔ اُن کے مقابلہ میں ڈھیلے نہیں پڑتے۔ کسی طرح پر اُن سے مرعوب نہیں ہوتے
بغض فی اللہ کے یہی معنی ہیں۔ رُحَمَاۗءُ بَيْنَهُمْ۔ یعنی اُن کا برتاؤ اپنے دینی بھائیوں
یعنی مسلمانوں کے ساتھ شفقت، محبت و ہمدردی کا رہتا ہے۔ حب فی اللہ کے یہی
معنیٰ ہیں۔ یہ عام حکم ہر مسلمان کے لئے ہے۔ ہر مسلمان میں یہ دونوں خصوصیات ہونی
چاہئیں۔ اب آج مسلمان اس آیت کے آئینہ میں اپنا چہرہ دیکھ کر اپنے حال پر غور کریں
کہ کفر کے مقابلہ میں سختی اور ایمان کے معاملہ میں نرمی کتنی کم باقی رہ گئی ہے۔ فقہاء
مفسّرین نے یہ تصریح کردی ہے کہ کسی مخصوص حالت میں اگر مومن کے ساتھ سختی کا اور
کافر کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرنا پڑ جائے تو وہ اس عام حکم کے منافی نہیں۔ صُوفیہ
کی اصطلاح میں یہ کہا جائیگا کہ مومنین اَشِدَّاۗءُ عَلَي الْكُفَّارِ کے اقتضاء سے صفات جلال
کے اور رُحَمَاۗءُ بَيْنَهُمْ کے اقتضاء سے صفات جمال کے جامع ہوتے ہیں۔ ٤٠ یہ
آثار خشوع و خضوع کے انوار ہوتے ہیں جو ہر مومن متقی کے چہرہ میں مشاہدہ کئے جاسکتے ہیں
تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا۔ یعنی ہر وقت عبادت الٰہی میں لگے رہتے ہیں۔ يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا
مِّنَ اللّٰهِ۔ یعنی ہر وقت اجر کی فکر و جستجو میں لگے رہتے ہیں۔ وَرِضْوَانًا۔ یعنی ہر وقت
قرب الٰہی کی تلاش میں لگے رہتے ہیں۔ ٤١ توریت موجودہ میں صدہا تحریفات و
تصرفات کے بعد بھی یہ الفاظ باقی رہ گئے ہیں۔ "فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا۔ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آیا" (استثناء ۳۳:۲) ——— فاران مکہ معظمہ ہی کی ایک پہاڑی کا نام ہے۔ اور فتح مکہ کے
وقت، اسی ہزار صحابی آپؐ کے جلو میں تھے "اس کے داہنے ہاتھ میں ایک آتشین شریعت اُن کے لئے تھی" (ایضاً) قرآن کا بیان ابھی گذر چکا ہے۔ اَشِدَّاۗءُ عَلَي الْكُفَّارِ۔ "ہاں وہ اس قوم سے بڑی محبت رکھتا
ہے" (ایضاً) ——— قرآن کے الفاظ ابھی ابھی گذر چکے ہیں۔ رُحَمَاۗءُ بَيْنَهُمْ۔ "اس کے سارے مقدس تیرے ساتھ میں ہیں اور وہ تیرے قدموں کے نزدیک بیٹھے ہیں اور تیری باتوں کو مانیںگے"۔ قرآن کی عبارت
ابھی ابھی گذر چکی ہے۔ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا۔

مُؤْمِنُوْنَ وَنِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ اَنْ
مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں نہ ہوتیں جن کی تمہیں خبر بھی نہ تھی یعنی اُنکے
تَطَئُوْهُمْ فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ لِيُدْخِلَ
کچل جانے کا احتمال نہ ہوتا جس پر انکے باعث تمہیں بھی نادانستگی میں ضرر پہنچتا (تو ابھی سب قصہ طے
اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۚ لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ
کردیا جاتا ۳۰ لیکن ایسا نہیں ہوا) تاکہ اللہ اپنی رحمت میں داخل کرے جسکو چاہے ۳۱ اگر یہ (بےکس مسلمان)
كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۲۵﴾ اِذْ جَعَلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
ٹل گئے ہوتے تو اُن میں جو کافر تھے انہیں ہم دردناک عذاب ۳۲ دیتے، (اور وہ وقت بھی یاد کرو) جب (ان) کافروں
فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ
نے اپنے دلوں میں عصبیت، عصبیت جاہلی کو جگہ دی لیکن اللہ نے اپنی طرف
سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَلْزَمَهُمْ
سے تحمل اپنے رسول اور مومنین کو عطا کیا ۳۳ اور (اللہ نے) انہیں
كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْٓا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا ۗ وَكَانَ اللّٰهُ
تقویٰ کی بات پر جمائے رکھا، اور وہ اس کے مستحق بھی ہیں اور اہل بھی اور اللہ تو
بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿۲۶﴾ لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا
ہر شے کا (پورا) علم رکھتا ہے ۳۴ بیشک اللہ نے اپنے رسول کو سچا خواب دکھایا مطابق واقع
بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ
کے تم لوگ مسجد حرام میں اِن شاء اللہ ضرور داخل ہوگے

ع ۹ ۳ ۱۱

۳۰ یعنی ابھی تمہیں قتال کا حکم دے کر سب کا کام تمام کرا دیا جاتا۔ لیکن اس حکم نہ دینے کی ایک مصلحت یہ تھی کہ تمہاری بے خبری ولاعلمی میں مکہ کے مسلمانوں کا بھی خون ہو جاتا۔ اور تمہیں اس سے جو غم و صدمہ یا گناہ ہوتا وہ الگ۔ "اگر یہ شبہ ہو کہ بے خبری میں گناہ ہی کیوں ہوگا تو جواب یہ ہے کہ جہاں بے خبری کا رفع قدرت میں ہو اور رفع میں کوشش نہ کی جائے، اس کا گناہ ہوگا۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ صحابہؓ میں اس کا احتمال کب ہے کہ وہ کوشش میں کوتاہی کرتے۔ جواب یہ ہے کہ بعض اوقات اس طرف التفات نہیں ہوتا کہ ہم سے کوتاہی ہوئی، اور صحابہ سے بے التفاتی کا صدور محلِ اشکال نہیں۔" (تھانوی) وَلَوْ ..... تَعْلَمُوْهُمْ۔ بہت سے کلمہ گو مرد اور عورتیں دونوں مکہ معظمہ میں مشرک حکومت کے درمیان محبوس و مظلوم موجود تھے

۳۱ (چنانچہ یہاں بھی ہوا۔ اور اندرونِ مکہ، بیرونِ دونوں کے مسلمانوں پر اللہ کا فضل خاص رہا) ۳۲ یعنی مسلمانوں ہی کے ہاتھوں انہیں قتل کرا دیتے۔ لَوْ تَزَيَّلُوْا۔ یعنی مسلمان اگر مکہ سے باہر چلے گئے ہوتے اور شہر میں موجود نہ ہوتے۔ مِنْهُمْ۔ یعنی اہل مکہ میں سے۔ ۳۳ (اور اس سکینت الٰہی کا اثر یہ ہوا کہ مسلمان جوش میں آکر لڑ نہیں بیٹھے) مشرکین کی بے جا ضد اور مسلسل اشتعال انگیزی کا طبعی تقاضہ تو بالکل یہی تھا کہ مسلمان بھی لڑنے مرنے پر آمادہ ہو جاتے۔ اِذْ ..... الْجَاهِلِيَّةِ۔ یعنی جب مشرکوں کی طرف سے بے دینی والی عصبیت کا اظہار ہونے لگا تھا ____ جب صلحنامہ مرتب ہونے لگا اور مسلمانوں کی طرف سے حضرت علیؓ اس کی کتابت کرنے لگے تو مشرک گورنمنٹ کے نمائندوں نے اشتعال انگیز مطالبے اس قسم کے شروع کئے:۔ (۱) معاہدہ پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہ لکھی جائے۔ (۲) معاہدہ پر صرف محمد بن عبداللہ لکھا جائے۔ محمد رسول اللہ نہ لکھا جائے۔ وقس علیٰ ہٰذا۔ رسول اللہ صلعم اس قسم کے سارے مطالبات کو منظور فرماتے چلے گئے۔

۳۴ (تو مسلمانوں کی ان کیفیات کا اُسے مفصل و مکمل علم کیسے نہ ہوتا) كَلِمَةَ التَّقْوٰى۔ یہاں تقویٰ کی بات رسول کی اطاعت تھی۔ اور یہ اسی کا مقتضا تھا۔ جس سے پُرجوش مسلمانوں نے اپنے کو قابو میں رکھا۔ كَانُوْٓا اَحَقَّ بِهَا۔ اس احساس تقویٰ کا تعلق اسی دنیا سے ہے یعنی مسلمانوں کے قلوب میں طلب حق ہے اور یہی انہیں اطاعت رسول پر جمائے ہوئے رہی۔ وَاَهْلَهَا۔ اس اہلیت تقویٰ کا تعلق عالم آخرت سے ہے یعنی اس کا اجر و ثواب انہیں آخرت میں ملیگا۔

مُّسْتَقِيْمًا ﴿٢٠﴾ وَّ اُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا قَدْ اَحَاطَ
ڈال دے ٢٤ؔ اور ایک اور (فتح) بھی ہے جو (ابھی) تمہارے قابو میں نہیں آئی ہے اللہ اسے
اللّٰهُ بِهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ﴿٢١﴾ وَلَوْ قٰتَلَكُمُ
احاطۂ قدرت میں لئے ہوئے ہے، اور اللہ تو ہر شئ پر قادر ہے ٢٥ؔ اور اگر تم سے یہ کافر
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا
لڑتے تو ضرور پیٹھ پھیر کر بھاگتے اور پھر انہیں نہ کوئی یار ملتا نہ
نَصِيْرًا ﴿٢٢﴾ سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ ۖۚ
مددگار ٢٦ؔ اللہ نے یہی دستور کر رکھا ہے جو پہلے سے چلا آرہا ہے،
وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ﴿٢٣﴾ وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ
اور آپ اللہ کے دستور میں کوئی رد و بدل نہ پائینگے ٢٧ؔ وہ (اللہ) وہی تو ہے جس نے اُنکے
اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ
ہاتھ تم سے اور تمہارے ہاتھ اُن سے بطن مکہ میں روک دیئے، بعد اس کے کہ تم کو
اَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ﴿٢٤﴾
اُن پر قابو دے دیا تھا اور اللہ تمہارے کاموں کو خوب دیکھ رہا تھا ٢٨ؔ
هُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَ
یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے کفر کیا اور تم کو مسجد حرام سے روکا اور
الْهَدْيَ مَعْكُوْفًا اَنْ يَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ ؕ وَلَوْلَا رِجَالٌ
قربانی کے جانور کو جو رُکا ہوا رہ گیا تھا اسکے موقع میں پہنچنے سے روک دیا ٢٩ؔ اور اگر (بہت سے)

٢٤ؔ (اور وہ سیدھی راہ اللہ کے وعدوں پر وثوق و اعتماد کی ہے) وَعَدَكُمُ ... تَاْخُذُوْنَهَا۔ یہ غنائم کثیر کے وعدے پہلے خود رسول اللہ صلعم کے زمانہ میں اور پھر خلافتِ راشدہ کے دور میں بار بار اور کثرت سے پورے ہوتے رہے۔ خطاب یہاں عام اُمت سے ہے۔ فَعَجَّلَ ... عَنْكُمْ۔ یعنی اُن اغیار و اشرار پر تمہارا رُعب بیٹھ گیا اور انہیں ہمت ہی تم سے زیادہ مقابلہ کی نہ پڑی۔ النَّاس کا اشارہ خصوصی یہود خیبر اور اُن کے حلیفوں کی جانب ہے۔ ~~یعنی ایدی اهل خیبر وحلفائهم (مدارک)~~ هٰذِهٖ یعنی یہی فتح خیبر اور اس کی غنیمتیں۔ ~~یعنی مغانم خیبر (مدارک)~~ لِتَكُوْنَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ۔ یعنی مومنین کا ایمان اور مضبوط ہو گیا ——— یہ ایک خالص علمی و اعتقادی نفع ہوا۔ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا۔ یعنی اللہ کے وعدوں پر اعتماد اور قوی ہو گیا ——— یہ ایک خالص عملی و اخلاقی نفع ہوا۔ گویا علاوہ مادی و مالی نفع کے یہ دینی نفع بھی دو دو حاصل ہو کر رہے۔

٢٥ؔ (اور ایک اسی واقعہ کی کیا تخصیص ہے) وَّ اُخْرٰى۔ اشارہ فتح مکہ کی جانب ہے۔ لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا۔ وہ فتح ابھی تک تمہارے بس میں نہیں آئی ہے لیکن اس کا اشتیاق درجۂ کمال میں رکھتے ہو۔ قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا۔ اور اللہ جب چاہیگا اُسے واقع کر دکھائیگا۔

٢٦ؔ (جو انہیں قہر الٰہی کی اس گرفت سے بچا سکتا) اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا۔ اشارہ خصوصی یہود خیبر کی طرف ہے۔ انہیں کو مدد کی اُمیدیں مشرکین عرب کے قبائل بنو غطفان وغیرہ سے تھیں۔ انہوں نے عین وقت پر صاف جواب دیدیا۔ ٢٧ؔ یعنی اللہ نے جو ضابطے قاعدے مقرر کر رکھے ہیں، مجال نہیں کہ کوئی مخلوق اس میں کچھ دخل دے سکے۔ سُنَّةَ ... قَبْلُ۔ یہ اہلِ حق کے غلبہ اور اہل باطل کی مغلوبیت کا (بشرطیکہ کوئی وقتی حکمت و مصلحت اس کے معارض نہ ہو) دستور آج سے نہیں شروع سے چلا آرہا ہے۔ ٢٨ؔ (چنانچہ ایسا کام اُس نے تمہارے ہاتھ سے نہ ہونے دیا جس کا نتیجہ قتال ہوتا) وَهُوَ ... عَنْهُمْ۔ یعنی تم مسلمانوں اور مشرکوں کو باہمی قتل و قتال سے روک دیا۔ كُمْ صیغۂ جمع مخاطب مسلمانوں کے لئے ہے اور هُمْ صیغۂ جمع غائب مشرکین مکہ کے لئے ——— اشارہ صلح حدیبیہ کی جانب ہے۔ بِبَطْنِ مَكَّةَ۔ بطن مکہ۔ سے مراد حدیبیہ ہے جسے کمال قرب و اتصال کی بنا پر بطن مکہ ہی قرار دیدیا گیا۔ فقہاء حنفیہ کے ہاں، حرم مکہ میں حدیبیہ کا ایک جز بھی شامل ہے۔ مِنْ ... عَلَيْهِمْ۔ امام ابوحنیفہؒ نے اس سے اشارہ فتح مکہ کی جانب سمجھ کر استنباط یہ کیا ہے کہ مکہ صلح کے ذریعہ سے نہیں بلکہ جنگ سے مسلمانوں کے ہاتھ میں آیا۔ ~~وبه استشهد ابوحنيفةؓ على ان مكة فتحت عنوة لا صلحا (مدارک)~~ ٢٩ؔ (اور اس طرح جرم در جرم کے مرتکب ہو چکے تھے) الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ۔ اس کے تحت میں خانۂ کعبہ اور اس کے ملحقات و توابع سب داخل ہیں۔ وَالْهَدْيَ ... مَحِلَّهٗ۔ یعنی قربانی کے جانور کو منیٰ کی قربانگاہ میں پہنچنے سے روک دیا۔ مسلمان عمرہ کی نیت سے گئے تھے اور قربانی کے جانور ساتھ لے گئے تھے یہی خیال تھا کہ منیٰ پہنچ کر جانور بھی قربان کرینگے۔ ~~والمراد المحل المعهود وهو منى (مدارک)~~ فقہاء نے آیت سے استنباط کیا ہے کہ قربانی کی جگہ حدود حرم کے اندر ہی ہے۔ ~~وفي هذه الآية دلالة على ان المحل هو الحرم فلو كان محله غير الحرم لما كان معكوفا عن بلوغه (جصاص)~~

الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ ؕ وَمَنْ يُّطِعِ
گناہ لنگڑے پر ہے اور نہ کوئی گناہ بیمار پر اور جو کوئی بھی
اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ
اللہ اور اُس کے رسُول کا کہنا مانیگا، اُسے وہ ایسے باغوں میں داخل کریگا جنکے نیچے نہریں بہ رہی ہونگی
ع ۲ ۱۰ وَمَنْ يَّتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۷﴾ لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ
اور جو کوئی روگردانی کریگا اُسے وہ عذاب دردناک کی سزا دیگا ؁۲۱ بیشک اللہ خوش ہوا ان
عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ
مسلمانوں سے جب کہ وہ آپ سے بیعت کر رہے تھے درخت کے نیچے اور اللہ کو
مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ
معلوم تھا جو کچھ انکے دلوں میں تھا، سو اللہ نے ان میں اطمینان پیدا کر دیا اور ان کو ایک
فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿۱۸﴾ وَّمَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا ؕ وَكَانَ
لگتے ہاتھ فتح بھی دیدی ؁۲۲ اور بہت سی غنیمتیں بھی جنہیں یہ لوگ لے رہے ہیں اور اللہ
اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۱۹﴾ وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً
بڑا زبردست ہے، بڑا حکمت والا ہے ؁۲۳ اللہ نے تم سے (اور بھی) بہت سی غنیمتوں کا وعدہ کر رکھا ہے
تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ وَكَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ
کہ تم انہیں لوگے سو (اُن میں سے) یہ (فتح) تمہیں سردست دیدی ہے (غیر) لوگوں کے ہاتھ
عَنْكُمْ ۚ وَلِتَكُوْنَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا
تم سے روک دیئے، اور تاکہ یہ اہل ایمان کے لئے ایک نمونہ ہو جائے اور تاکہ تم کو ایک سیدھی راہ پر

؁۲۱ اطاعت و اعراض دونوں راہیں کھلی ہوئی ہیں ــــــ ان دونوں کے ثمرات، نجات و عذاب بھی بالکل واضح ہیں۔ لَيْسَ ... الْمَرِيْضِ حَرَجٌ۔ یعنی یہ شرکت جہاد کا حکم علی الاطلاق ہر فرد کے لئے نہیں ہے۔ جو معذور یا بیمار ہیں، وہ اس حکم سے شروع ہی سے مستثنیٰ ہیں۔ عتاب تو صرف ان پر ہے جو بلا کسی عذر قوی کے خواہ مخواہ غیر حاضر رہے۔ ؁۲۲ اشارہ فتح خیبر کی جانب ہے ــــــ خیبر، مدینہ سے سو میل کے فاصلہ پر، شام کے راستہ پر یہود کی ایک مستحکم گڑھی تھی۔ اور یہیں دولت مند و پُر قوت یہود کی ایک بستی بھی آباد تھی، اس جنگ میں کل ۱۹ مسلمان شہید ہوئے۔ یہود کے ۹۳ آدمی کام آئے اور زمین حجاز پر ان کا سب سے زیادہ مضبوط قلعہ مسخر ہو گیا۔ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ۔ اس بیعت کا ذکر ہے جو آپؐ نے مقام حُدَیبیہ میں مسلمانوں سے عزم جہاد پر حضرت عثمانؓ کی خبر شہادت سُن کر لی تھی۔ اسی بیعت کا مشہور نام بیعت الرضوان ہے۔ لَقَدْ ... المؤمنین۔ یہ ان خوش نصیب مومنین کے لئے مستقل پروانۂ رحمت ہے ــــــ اللہ اللہ، محض عزم جہاد پر اصل جہاد کا اجر دیدیا۔ آیت ان اصحاب بیعت کی صحت ایمان پر ایک شہادت نصّی ہے۔ فیہ الدلالۃ علی صحۃ ایمان الذین بایعوا النبی صلعم بیعۃ الرضوان بالحدیبیۃ (جصاص) فدلّ علی انہم کانوا مومنین علی الحقیقۃ اولیاء اللّٰہ اذ غیر جائز ان عیراللہ یرضاہ عن قوم باعیانہم الا وباطنہم کظاہرہم فی صحۃ البصیرۃ وصدق الایمان (جصاص) تَحْتَ الشَّجَرَةِ۔ یہ درخت کیکر (سمرہ) کا تھا ــــــ بعض روایتوں میں (اور یہ روایتیں کچھ زیادہ قوی نہیں) آتا ہے کہ یہ درخت حضرت عمرؓ کے زمانہ تک قائم و سلامت رہا۔ مگر آپؓ نے جب دیکھا کہ لوگوں کا حُسنِ اعتقاد اس درخت کے ساتھ حدود سے متجاوز ہو کر ضعیف الاعتقادی اور وہم پرستی تک پہنچا جاتا ہے، تو آپؓ نے اسے کٹوا ڈالا۔ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ۔ ان مومنین صادقین کے دلوں کا جذباتِ اخلاص و وفاداری سے لبریز ہونا تو ظاہر ہی ہے۔ ممکن ہے اپنی بے سروسامانی پر نظر کرکے قوت طبیعی میں بھی کسی درجہ ضعف ہو۔ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ۔ اور اس نزول سکینت کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان لوگوں کو حکم الٰہی کے ماننے میں ذرا پس و پیش نہ رہا۔ فقہاء نے اس سے یہ استنباط بھی کیا ہے کہ نیت اگر صادق ہے تو توفیق الٰہی ضرور دستگیری کریگی۔ وھذا یدل علی ان التوفیق یصحب صدق النیۃ۔ (جصاص) فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ۔ اس سے ان اصحاب بیعت کے صدق ایمان و صدق نیت کی اور زیادہ تاکید اور تقویت ہو گئی۔ اخبر انہ علم من قلوبہم صحۃ البصیرۃ و صدق النیۃ وان ما ابطنوہ مثل ما اظہروہ (جصاص) ؁۲۳ وہ اپنی قدرت سے جس کو بھی چاہے اور اپنی حکمت سے جب بھی چاہے فتح و غلبہ دے دیتا ہے۔ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا۔ مشہور مسیحی سیرت نگار سر ولیم میور نے لکھا ہے کہ اتنا مال غنیمت اس سے قبل کبھی مسلمانوں کو نہیں ملا تھا۔ کھجور، تیل، شہد، جو کے عظیم الشان ذخیرے، بھیڑوں کے گلّے، اونٹوں کی قطاریں، اور ان سب کے علاوہ بکثرت نقدی اور زیورات یہ سب ہاتھ لگے۔

ف۱۵ (چنانچہ مشرک بھی جو ہر طرح مستحق عذاب ہوچکتا ہے، اگر ایمان لے آوے تو بخش دیا جاتا ہے) وَلِلّٰهِ .... الْاَرْضِ۔ عالمِ ناسوت یا عالمِ آخرت۔ ہر عالم میں سکہ حکومت بس اُسی خالق یکتا و بے ہمتا کا چلتا ہے۔ وہی ایک مطلق الاختیار ہے۔ قوتِ مدبرہ سارے کائنات میں اُسی ایک کی ہے۔ یَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ۔ یعنی مغفور ہونے اور معذب ہونے دونوں کے اسباب اُسی کے قوانین تکوینی کے ماتحت ہیں۔ ساری کائنات اور اس کے حوادث اُسی کی مشیت کے مسخر ہیں۔ ف۱۶ صلح حُدیبیہ کے کچھ ہی روز بعد معرکۂ خیبر پیش آیا جس میں مسلمانوں نے دولتمند و پُرقوت یہودیوں پر فتح عظیم پائی۔ آیت میں اسی پیش آنے والے واقعہ کا ذکر بصورت پیش خبری ہے۔ سَیَقُوْلُ الْمُخَلَّفُوْنَ۔ اخلاص منافقین کے اس قول میں بھی نہ ہوگا۔ اب جو ساتھ چلنے کو کہینگے تو محض مال غنیمت کی حرص و طمع میں۔ اِذَا. لِتَاْخُذُوْهَا۔

یَّشَآءُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ﴿۱۴﴾ سَیَقُوْلُ الْمُخَلَّفُوْنَ

دے اور اللہ تو بڑا بخشنے والا ہے، بڑا رحمت کرنے والا ہے ف۱۵ یہ پیچھے رہ جانے والے عنقریب

اِذَا انْطَلَقْتُمْ اِلٰى مَغَانِمَ لِتَاْخُذُوْهَا ذَرُوْنَا نَتَّبِعْكُمْ ۚ

جب تم غنیمتیں لینے چلوگے تو کہینگے کہ ہم کو بھی اجازت دو ہم تمہارے ساتھ ہولیں ف۱۶

یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّبَدِّلُوْا كَلٰمَ اللّٰهِ ؕ قُلْ لَّنْ تَتَّبِعُوْنَا كَذٰلِكُمْ

چاہتے ہیں کہ اللہ کے حکم کو بدل ڈالیں آپ کہدیجئے تم ہرگز ہم لوگوں کے ساتھ نہیں

قَالَ اللّٰهُ مِنْ قَبْلُ ۚ فَسَیَقُوْلُوْنَ بَلْ تَحْسُدُوْنَنَا ؕ بَلْ

چل سکتے، اللہ نے پہلے سے یوں ہی فرمادیا ہے ف۱۷ اس پر یہ لوگ کہینگے کہ نہیں بلکہ تم ہم سے حسد کرتے ہو

كَانُوْا لَا یَفْقَهُوْنَ اِلَّا قَلِیْلًا ﴿۱۵﴾ قُلْ لِّلْمُخَلَّفِیْنَ مِنَ

اصل یہ ہے کہ یہ لوگ بہت ہی کم بات سمجھتے ہیں ف۱۸ آپ ان پیچھے رہ جانے والے دیہاتیوں سے

الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِیْ بَاْسٍ شَدِیْدٍ

کہدیجئے کہ عنقریب تم ایسے لوگوں کی طرف بلائے جاؤگے جو سخت لڑنے والے ہوں گے

تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ یُسْلِمُوْنَ ۚ فَاِنْ تُطِیْعُوْا یُؤْتِكُمُ اللّٰهُ

یا تو اُن سے لڑتے رہو یا وہ مطیع (اسلام) ہوجائیں ف۱۹ سو اگر تم (اُس وقت) اطاعت کروگے تو اللہ

اَجْرًا حَسَنًا ۚ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّیْتُمْ مِّنْ قَبْلُ یُعَذِّبْكُمْ

تمہیں نیک عوض دیگا اور اگر رُوگردانی کروگے جیسا کہ اسکے قبل رُوگردانی کرچکے ہو تو وہ تمہیں عذاب

عَذَابًا اَلِیْمًا ﴿۱۶﴾ لَیْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى

دردناک کی سزا دیگا ف۲۰ کوئی گناہ نہ اندھے پر ہے اور نہ کوئی

جنگ ابھی نہ ہوئی ہے، نہ باسباب و قرائن ظاہرا ابھی شروع ہونے کو ہے۔ قرآن مجید دعویٰ و تحدی کے ساتھ نہ صرف وقوع جنگ کی پیشگوئی کر دیتا ہے، بلکہ نتیجۂ جنگ یعنی مسلمانوں کی فتح اور یہود کی مغلوبیت و ہزیمت کا بھی اتنے قبل سے اعلان کئے جارہا ہے! ـــــ بجز عالم الغیب والشہادۃ کے کوئی بھی ایسی پیشگوئیوں کی جرأت کر سکتا ہے؟ اِذَا انْطَلَقْتُمْ۔ واقعہ مستقبل کا ذکر صیغۂ ماضی سے عربی میں اُسی وقت آتا ہے، جب اُس واقعۂ آئندہ کا وقوع یا پیشگوئی کا تحقق بالکل قطعی اور یقینی ہو۔ اِلٰى مَغَانِمَ لِتَاْخُذُوْهَا۔ اس میں اشارہ منافقین کی حرص و طمع کی طرف بھی آگیا۔ ذَرُوْنَا نَتَّبِعْكُمْ۔ منافقین کو اب شرکتِ جہاد سے ممانعت کردیگئی تھی۔ یہ درخواست اسی حکم امتناعی کی منسوخی کے لئے ہورہی ہے۔ اِنْطَلَقْتُمْ۔ نَتَّبِعْكُمْ۔ تم اور کم کی ضمیریں (جمع مخاطب کی) مسلمانوں کے لئے ہیں۔ ف۱۷ یہ جواب رسولؐ کی زبان سے ادا کرایا جارہا ہے۔ كَلٰمَ اللّٰهِ۔ یعنی حق تعالیٰ کا یہ حکم کہ خیبر بجز اہل حدیبیہ کے اور کوئی نہ جائے۔ كَلٰمَ۔ کی دوسری تفسیر یہ بھی ہوسکتی ہے کہ اسے حق تعالیٰ کے وعدۂ تکوینی کے معنیٰ میں لیا جائے۔ اس صورت میں مراد یہ ہوگی کہ اللہ نے مومنین مخلصین سے یہ جو وعدہ کر رکھا ہے کہ خیبر کی غنیمت صرف تمہیں کو ملیگی، اُسے یہ منافقین خود شریک ہوکر جھٹلا دینا چاہتے ہیں۔ لَنْ تَتَّبِعُوْنَا۔ لَنْ یہاں مطلق تابید کے لئے نہیں، بلکہ صرف غزوۂ خیبر تک کے لئے محدود ہے۔ كَذٰلِكُمْ ...... قَبْلُ۔ یعنی ہم تمہاری درخواست ہرگز منظور نہیں کرسکتے۔ ہم کو پہلے ہی سے یہ حکم مل چکا ہے کہ ان کو مت ساتھ لے جانا۔ دوسرے معنیٰ یہ بھی ہوسکتے ہیں کہ تم زبان سے کچھ بھی کہو، تم بہرحال ہمارے ساتھ جانے پر قادر نہ ہوسکوگے وعدۂ الٰہی یہی ہے اور وہ غلط نہیں ہوسکتا۔ ف۱۸ منافقوں کی کم فہمی بلکہ نافہمی اسی سے ظاہر ہے کہ مومنین صادقین و مخلصین جن کے ہاں حسد و نفسانیت کا گزر نہیں، اُن کے صحیح اور واقعی جواب کو حسد و نفسانیت پر محمول کر رہے ہیں۔ فَسَیَقُوْلُوْنَ بَلْ تَحْسُدُوْنَنَا۔ یعنی یہ منافقین کہیں گے کہ یہ کوئی حکم خداوندی نہیں، بلکہ تم ہی یہ نہیں چاہتے ہو کہ ہم اس نفع میں شریک ہوں، اس لئے ہم سے یہ بہانے تراش رہے ہو۔ انسان اپنے ہی پیمانے سے دوسروں کو ناپتا ہے۔ منافقین نے اپنے ہی نفس پر قیاس کرکے یہ بات مسلمانوں کے حق میں کہہ دی۔ بَلْ ..... قَلِیْلًا۔ منافقین اور وہ بھی دیہات عرب کے۔ سمجھ ہی کیا سکتے تھے کہ مجاہد کا ظرف کتنا بلند ہوتا ہے۔ ف۱۹ (خواہ مسلمان ہوکر خواہ ذمی بن کر) مِنَ الْاَعْرَابِ۔ دوبارہ اس کی تصریح ہے کہ یہ منافقین شہری نہیں، دیہاتی تھے۔ اور دیہاتیوں کا درجۂ کفر و نفاق شہریوں سے بڑھا ہوا تھا۔ الاعراب اشد کفرا ونفاقا۔ قَوْمٍ ..... شَدِیْدٍ۔ اس پیشگوئی میں صاف اشارہ رومہ اور ایران کی مسیحی و مجوسی باقاعدہ اور آلات جدید سے مسلح فوجوں اور لشکروں کی جانب ہے۔ بعض نے لشکر بنو حنیفہ بھی مُراد لی ہے جنکے خلاف حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جہاد کیا تھا۔ اور فقہا مفسرین نے اس سے خلیفۂ اول و دوم کے خلیفۂ راشد ہونے پر استدلال کیا ہے۔ فھو دلیل علی صحۃ امامۃ ابی بکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ لان ابابکر دعاھم الی قتال بنی حنیفۃ ودعاھم عمر الی قتال فارس والروم وانہ الزمھم اللہ طاعۃ من یدعوھم الیہ (جصاص) وفی الآیۃ دلالۃ علی صحۃ خلافۃ الشیخین حیث وعدھم الثواب علی طاعۃ الداعی عند دعوتہ (مدارک) سَتُدْعَوْنَ ..... شَدِیْدٍ۔ یعنی اگر اجر حاصل کرنا مقصود ہے تو اس کی تخصیص کچھ اسی موقع کے ساتھ نہیں۔ خیبر کے بعد بھی شدید معرکے ہونگے۔ ان میں شریک ہوجانا۔ یُسْلِمُوْنَ۔ اسلام۔ یہاں لغوی معنیٰ میں ہے۔ یہ لازمی نہیں کہ فریق محارب اپنا دین بدل کر اسلام اصطلاحی ہی قبول کرلے۔ بلکہ جزیہ دے کر رعایائے اسلام بن جانا اور حکومت اسلام کی اطاعت قبول کرلینا بھی یسلمون ہی کے مفہوم میں داخل ہے۔ ف۲۰ یہ منافقین کو ایک موقع اور دیا جارہا ہے۔ اب بھی اُن کے لئے مہلت و گنجائش ہے کہ چاہیں تو اسلام کو مستند و مصدق کرالیں۔ فَاِنْ تُطِیْعُوْا۔ یعنی اگر اب بھی تم لوگ حکم خداوندی کی اطاعت کروگے، شریک جہاد ہوجاؤگے۔ یُؤْتِكُمْ ...... حَسَنًا۔ پچھلی غلطیاں اب بھی معاف ہوسکتی ہیں۔ یہ نہ ہوگا کہ ان کے انتقام میں تم اپنی فی الوقت طاعت و عبادت کے اجر سے محروم رکھے جاؤ۔ وَاِنْ ..... اَلِیْمًا۔ آیت کے اس جزء سے مزید روشنی خلافت اول و دوم کی حقانیت پر پڑگئی۔ فدل علی صحۃ امامتھما اذ کان المعرض عن طاعتھما مستحقا للعقاب (جصاص) فوجب ان یکون الداعی مفترض الطاعۃ (مدارک)

مِنَ الْاَعْرَابِ شَغَلَتْنَآ اَمْوَالُنَا وَ اَهْلُوْنَا فَاسْتَغْفِرْ لَنَا ۚ
عنقریب آپ سے (آکر) کہینگے کہ ہم کو ہمارے مال اور ہمارے عیال نے فرصت نہ لینے دی تو آپ ہمارے حق میں
يَقُوْلُوْنَ بِاَلْسِنَتِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۭ قُلْ فَمَنْ
معافی کی دعا کر دیجیے ۱۲ یہ لوگ اپنی زبانوں سے وہ باتیں کہتے ہیں جو اُنکے دلوں میں نہیں ہیں، آپ پوچھیے کہ
يَّمْلِكُ لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا اِنْ اَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا اَوْ اَرَادَ
وہ کون ہے جو اللہ کے سامنے تمہارے لئے کسی چیز کا بھی اختیار رکھتا ہے، اگر اللہ تمہیں کوئی نقصان یا
بِكُمْ نَفْعًا ۭ بَلْ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ⑪ بَلْ
کوئی نفع پہنچانا چاہے، نہیں، بلکہ اللہ ہی تمہارے سب اعمال سے (خوب) باخبر ہے ۱۳ اصل یہ ہے
ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اِلٰٓى
کہ تم نے یہ سمجھ لیا تھا کہ رسول اور مومنین اپنے گھر والوں میں لوٹ کر کبھی
اَهْلِيْهِمْ اَبَدًا وَّزُيِّنَ ذٰلِكَ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَظَنَنْتُمْ ظَنَّ
نہ آئیں گے اور یہ بات تمہارے دلوں کو خوشنما بھی معلوم ہوئی تھی، اور تم نے بُرے بُرے گمان
السَّوْءِ ښ وَكُنْتُمْ قَوْمًۢا بُوْرًا ⑫ وَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَ
قائم کئے اور تم برباد ہونیوالے لوگ ہو گئے ۱۴ اور جو کوئی اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان نہ
رَسُوْلِهٖ فَاِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَعِيْرًا ⑬ وَلِلّٰهِ مُلْكُ
لائے گا سو ہم نے کافروں کے لئے دوزخ تیار کر رکھی ہے اور اللہ ہی کی ملک ہے
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ
آسمانوں اور زمین کی سلطنت وہ جسے چاہے بخش دے اور جسے چاہے عذاب

۱۲ یعنی اللہ تعالیٰ سے سفارش کر دیجیے کہ ہمارے اس عذر کی بنا پر ہم سے مواخذہ ترک جہاد کا نہ کیا جائے۔ استغفار کی درخواست باوجود عذر صحیح کے اگر غیر مخلص کی طرف سے ہو تو ریار فی الاخلاص پر محمول ہوگی اور اگر مخلص کی طرف سے ہو تو اسکی بنا یہ ہے کہ عذر کا عذر ہونا اکثر امر اجتہادی ہوتا ہے اور اجتہاد کا مدار تحری پر ہوتا ہے، اس میں بعض اوقات تسویل نفسانی و شیطانی سے تامل یا عمل بمقتضار تامل میں کوتاہی ہو جاتی ہے۔ لہٰذا استغفار کی حاجت ہوتی ہے۔ (تھانویؒ) سَيَقُوْلُ لَكَ ۔ یعنی آپ کے مدینہ پہنچنے پر کہینگے ——— سورۃ کا نزول دوران سفر ہی میں ہوا تھا۔ شَغَلَتْنَآ اَمْوَالُنَا وَ اَهْلُوْنَا ۔ یعنی ہم اپنی مالی اور خانگی ضرورتوں میں ایسے اُلجھے رہے کہ ارادہ و نیّت رکھنے کے باوجود نوبت شرکتِ جہاد کی نہ آسکی ——— یہ سب بطور سخن تراشی تھا۔ اَلْمُخَلَّفُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ ۔ یہ دیہاتی عرب، روایتوں میں آتا ہے کہ قبیلہ غفار و مزنیہ و جہنیہ و اسلم و اشجع و دیل کے تھے ———

۱۳ (اور وہی تمہارے تخلف کے اصلی وجوہ سے بھی مطلع کر سکتا ہے) يَقُوْلُوْنَ . . . . . قُلُوْبِهِمْ ۔ یعنی ان کی یہ ساری ہی تقریر منافقانہ ہے۔ نہ اُن کی یہ معذرت ہی صحیح و مطابق واقعہ ہے اور نہ وہ آپؐ کی نبوّت کے معتقد اور آپؐ کے استغفار کے قائل ہیں ——— اس تصریح نے یہ بات صاف کر دی کہ یہ لوگ کمزور قسم کے مسلمان نہ تھے، بلکہ پورے منافق تھے۔ فَمَنْ . . . . . نَفْعًا ۔ تو قضاء الٰہی کے مقابلہ میں تم اپنے مال و عیال کے کسی نقصان کو روک سکتے تھے؟ ۱۴ یعنی اپنے ان خیالات کفریہ کی بنار پر ہر طرح مستحق عذاب و ہلاکت ہو گئے۔ بَلْ . . قُلُوْبِكُمْ ۔ یعنی تم اس خیال میں مگن تھے کہ اب کی سردارانِ مکہ ان بے سروسامان مسلمانوں کا بالکل قلع قمع ہی کر دینگے۔ اور انہیں زندہ سلامت واپس ہی نہ آنے دینگے۔ ظَنَنْتُمْ . . قُلُوْبِكُمْ ۔ خطاب منافقین کو ہے۔ وَظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ ۔ حق تعالیٰ سے بدگمانیاں یہی تھیں کہ اب کفر و شرک کو فروغ ہوگا، اور اسلام کی بات نیچی ہو جائے گی۔

ظَنَّ السَّوْءِ ؕ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ ۚ وَغَضِبَ اللّٰهُ
گمان رکھتے ہیں ۵۴ اُن پر بُرا وقت آنے والا ہے اور اللہ اُن پر
عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ ؕ وَسَآءَتْ
غضبناک ہوگا، اور انہیں رحمت سے دُور کر دیگا، اور اُنکے لئے اُس نے دوزخ تیار کر رکھی ہے اور وہ بہت ہی
مَصِيْرًا ۝٦ وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَكَانَ
بُرا ٹھکانا ہے ۵۵ اور اللہ ہی کی مِلک آسمانوں اور زمین کے لشکر ہیں اور
اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝٧ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا
اللہ بڑا زبردست ہے، بڑا حکمت والا ہے ۵۶ بیشک ہم نے آپ کو گواہ اور بشارت دینے والا
وَّنَذِيْرًا ۝٨ لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ ؕ وَ
اور ڈرانیوالا بناکر بھیجا ہے ۵۷ (اسلئے) تاکہ تم لوگ اللہ اور اسکے رسول پر ایمان لاؤ اور اسکی مدد کرو، اور اسکی تعظیم کرو،
تُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝٩ اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا
اور صبح و شام اس کی تسبیح میں لگے رہو ۵۸ بیشک جو لوگ آپ سے بیعت کر رہے ہیں، وہ
يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ؕ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ۚ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا
اللہ ہی سے بیعت کر رہے ہیں، اللہ کا ہاتھ اُن کے ہاتھوں پر ہے ۵۹ سو جو کوئی عہد توڑے گا تو
يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ
اسکے عہد توڑنے کا وبال اُس پر پڑیگا ۶۰ اور جو کوئی اُس چیز کو پورا کرلیگا جس کا اُس نے اللہ سے عہد کیا ہے
فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝١٠ سَيَقُوْلُ لَكَ الْمُخَلَّفُوْنَ
تو اللہ اُسے عنقریب بڑا اجر دیگا ۶۱ جو دیہاتی (اس سفر میں) پیچھے رہ گئے وہ

ع ١٠ ٩

۵۴ (اور اللہ سے بدگمانی کے تحت میں تکذیب رسُول اور جملہ عقائد کفر وشرک داخل ہیں) وَيُعَذِّبَ الْمُشْرِكٰتِ - عذاب منافق و مشرک دونوں کو کفر مشرک کی پاداش میں ہوگا ——
مشرکین و مشرکات کا جرم تو ظاہر ہی ہے کہ وہ رسُول اور صحابۂ رسُول کی مزاحمت کر رہے تھے اور منافقین اس جرم میں شریک اس حیثیت سے تھے کہ وہ بھی اسلام سے اپنے بغض وعناد کی بنا پر آرزومند اسی کے تھے کہ
مسلمان جنگ سے زندہ بچ کر واپس نہ آئیں۔ ظَآنِّيْنَ. السَّوْءِ علبۂ اسلام و مسلمین کے جو وعدے تھے مشرکین و منافقین انہیں سب جھوٹ سمجھ رہے تھے۔ ۵۵ بُرا وقت تو دنیا ہی میں پڑا تھا لیکن اب
اس سے کہیں بڑھ کر عذاب آخرت کا ہے۔ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ - یہ بُرا وقت دنیا میں مشرکین مکّہ پر یوں پڑا کہ چند ہی روز میں قتل و گرفتاری سے ہر طرح مغلوب و مقہور ہو کر رہے اور منافقین کی باقی ساری عمر مسلمانوں
کی ترقی و علبہ سے جل جل کر اور کُڑھ کُڑھ کر کٹی۔ ۵۶ (اس لئے مصلحتوں اور حکمتوں ہی کے تقاضہ
سے نزول عذاب میں توقف کر رہا ہے حالانکہ وہ بربادیٔ کفار پر ہر وقت ہر طرح قادر ہے جب
چاہے دم بھر میں صفایا کر دے) لِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ - یہ الفاظ ابھی پہلے بھی گذر چکے
ہیں، مگر وہاں ان سے مقصود تھا، مومنین کے غالب کرنے پر قادر رہنا جس کا حاصل تسلیہ ہے،
اور اب مقصود ہے کفار کے مقہور کرنے پر قادر رہنا جس کا حاصل تہدید ہے۔ اسی لئے یہاں حکیما
کے ساتھ عزیزاً فرمایا۔ (تھانویؒ) ۵۷ چنانچہ بشارت اور انذار کا ظہور تو اسی دنیا میں
ہوا اور آپؐ مومنین کے حق میں مُبَشِّر ثابت ہوئے اور کافروں کے حق میں نذیر۔ لیکن آپ
کے شاہد ہونے کا ظہور آخرت میں ہوگا۔ جب آپ قیامت کے دن اعمال اُمّت پر گواہی دینگے۔
تشهد على امتك يوم القيامة (مدارک) ۵۸ اس تسبیح و تقدیس کی تفسیر نماز سے بھی کی گئی ہے اس
صورت میں مُراد اس سے فرض نمازیں ہونگی۔ يريد تصلوا له (معالم) اور مطلق ذکر بھی اس
کے معنی کئے گئے ہیں۔ اس صورت میں مراد ذکر مندوب ہوگا۔ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا۔ بعض نے
صبح و شام سے مُراد عموم اوقات یعنی دوام لی ہے۔ يحتمل ان يكون اشارة الى المداومة (کبیر)
تُعَزِّرُوْهُ۔ اس کی مدد کرو یعنی اللہ کے دین کی مدد کرو۔ تُوَقِّرُوْهُ۔ یعنی اللہ کی تعظیم عقیدہ میں
بھی کرو اور عمل سے بھی۔ عقیدۃً یوں کہ اُسے جامع کمالات و اوصاف حسنہ سمجھو۔ ہر عیب، ہر
نقص سے پاک و بالاتر۔ اور عملاً یوں کہ اس کی اطاعت کرو، آیت میں ضمیر واحد چاروں جگہ حق
تعالیٰ ہی کی جانب ہے۔ الضمائر لله عزّ وجل والمراد بتعزير الله تعزير دينه ورسوله ومن فرق
الضمائر فقد ابعد (کشاف - مدارک) والظاهر ان الضمائر عائدة الى الله تعالى (بحر)
بعض نے تعزروہ اور توقروہ کی ضمیریں رسُول اللہ صلعم کی جانب پھیری ہیں۔ وهذه الكنايات
راجعة الى النبى (معالم) اس صورت میں مُراد یہ ہوگی کہ آپؐ کی سنت کے اتباع و اجراء میں
جان و مال سے شریک رہو۔ آپؐ کی اعانت و تعظیم کا تارک، عاصی ہوگا۔ ۵۹ (اور
آپؐ سے ان کی بیعت گویا حق تعالیٰ ہی سے ان کی بیعت ہوئی) اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ۔
یہ بیعت صحابہ نے حُدیبیہ میں رسُول اللہ صلعم کے ہاتھ پر عزمِ جہاد پر کی تھی، جب یہ خبر اُڑی تھی
کہ حضرت عثمانؓ جو بحیثیت سفیرِ رسُول مکّہ میں گئے ہوئے تھے انہیں مشرکوں نے شہید کر ڈالا اور اس
پر یہ رائے ٹھہری تھی کہ اب مشرکوں سے جنگ ناگزیر ہوگئی ہے۔ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ۔ یہ
اس لئے کہ حقیقۃً ان کا مقصود طاعتِ الٰہی ہی پر بیعت کرنا تھا۔ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ
یہ بھی بیعت ہی سے کنایہ ہے۔ اس لئے یہ گویا ماقبل کی اور تاکید ہوگئی۔ اكّده تاكيدا على طريق
التخييل (کشاف) مؤكد له على سبيل التخييل (بیضاوی) يريد ان يد رسول الله صلعم التى تعلو ايدى
المبايعين هى يد الله (مدارک) یَدُ کے معنی محاورہ میں غلبہ و نُصرت کے بھی آتے ہیں۔ يقال
اليد لفلان اى الغلبة والنصرة والقهر (کبیر) اور یہ تو بالکل ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ کے ہاتھ کہاں؟ یا کوئی سا بھی وصف جسمانی و مادی کہاں؟ الله منزه عن الجوارح وعن صفات الاجسام (مدارک) ۶۰ یعنی جو
کوئی بجائے طاعت کے مخالفت کریگا، سو وہ خود ہی اپنی سزا کو پہنچیگا، خود ہی بھگتے گا کسی کا کیا بگاڑیگا۔ فقہاء نے کہا ہے کہ چونکہ الفاظ عام ہیں، اس لئے وعید کچھ اسی بیعت رضوان کے ساتھ مخصوص نہیں، جو کوئی جس عہد
واجب الایفاء کو توڑیگا وہ اسی حکم میں داخل ہے۔ فَمَنْ نَّكَثَ - وعید کے تحقق کے لئے ضروری ہے کہ نقض عہد عمداً ہوا ہو یا دانستہ بے اعتنائی سے۔ باقی اگر کسی نے مجبوری سے یا محض سہو سے ایسا کیا اور اب نادم و خائف
ہے تو وہ ناکث نہیں، شریعت کی نگاہ میں محض خاطی ٹھہریگا۔ ۶۱ عَلَيْهُ۔ ایک انگریز نے اپنی عربی دانی کے غلط زعم میں اس اعراب پر اعتراض کرکے یہ کہا ہے کہ اسے قاعدہ سے بجائے علیہُ کے علیہِ ہونا چاہیئے۔
پرچہ "صدق" میں اس کے متعدد شافی جوابات مختلف اہل علم کے قلم سے درج ہو چکے ہیں۔ لیکن ایک اصولی سوال یہ ہے کہ خود اعتراض ہی کی بنیاد کیا ہے؟ یہی ناکہ "خلاف قاعدہ"؟ لیکن خود "قاعدہ" کہاں سے بنا ہے؟ کیا قاعدہ
پر کوئی وحی آئی ہوئی ہے؟ قاعدہ تو خود ہی فصحاء و اہل زبان کے کلام سے مستنبط ہوتا ہے تو جو کلام سارے اہلِ زبان کے نزدیک سب سے افصح ہے، جب اُس نے اس اعراب کو استعمال کر دیا تو اس کے خلاف کوئی قاعدہ مستنبط
ہی کہاں سے ہوا؟ اور ایسا قاعدہ قاعدہ کا استنباط خود قاعدہ ساز یا قاعدہ گر کے سہو نظر پر محمول کیا جائیگا۔

اُن سے آپ کو آیندہ پھر نہ دبنا پڑے) فَتْحًا مُّبِيْنًا۔ مراد صلح حُدیبیہ ہے۔ جس کے بعد اہل عرب کثرت سے اور جوق جوق اسلام میں داخل ہونے لگے۔ نزلت ھذہ السورۃ الکریمۃ لما رجع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من الحدیبیۃ (ابن کثیر) والاکثرون علی انہ صلح الحدیبیۃ (معالم) ٦ سنہ ہجری کا ماہ رجب (مطابق مارچ ۶۲۸ء) تھا۔ اور حکومت مکہ پر ابھی بدستور مشرکین قریش کا قبضہ تھا کہ رسول اللّٰہ صلعم کو ایک خواب کی بناء پر کعبہ کی زیارت وعمرہ کا خیال پیدا ہوا۔ اور آپ تقریبًا چودہ سو احرام پوش صحابیوں کی جماعت کے ساتھ طواف کعبہ کے لئے روانہ ہو گئے۔ شہر مکہ سے تین میل شمال میں ایک مقام حُدیبیہ ہے۔ ابھی یہ قافلہ وہیں پہنچا تھا کہ اُدھر سے حکومت مکہ کی طرف سے مزاحمت کی اطلاع ملی۔ آپؐ نے آگے بڑھنے کے بجائے وہیں قیام فرمادیا۔ اور ایک قاصد کے ہاتھ اہل مکہ کے پاس پیام کہلا بھیجا کہ ہم لڑنے کو نہیں، بلکہ صرف صلح و آشتی کے ساتھ عمرہ ادا کرنے کو آئے ہیں۔ جواب نہ آیا۔ تو آپؐ نے حضرت عثمانؓ کو اپنا سفیر بنا کر بھیجا۔ اُن کی واپسی میں بھی تاخیر ہوئی۔ اور یہ خبر مشہور ہو گئی کہ یہ سفیر رسول شہید کر دیئے گئے۔ اس پر آپؐ نے ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر سب صحابہؓ سے جہاد کی بیعت لی۔ مشرکوں نے یہ سُن کر حضرت عثمانؓ کو واپس بھیجدیا۔ اب مکہ کے چند سردار بھی آپؐ کی خدمت میں آئے اور گفتگو کے بعد ایک صلحنامہ مرتب ہوا جس کی اکثر دفعات سے بظاہر مسلمانوں کی سُبکی ہوتی تھی۔ اور اس لئے بعض صحابیوں کو درمیان میں بہت جوش بھی آگیا، مگر آپؐ نے سب کو روکا اور بالآخر مشرکوں ہی کے شرائط پر صلحنامہ مرتب ہو گیا اور آپ مع جاں نثار صحابیوں کے احرام اُتار کر بغیر مکہ مکرمہ تک پہنچے واپس آگئے۔ ——— اس ظاہری شکست کو فتح ہی سے نہیں "فتح مبین" سے تعبیر کرنا حق تعالیٰ ہی کا کام تھا۔ کوئی بندہ تو ایسی خلاف ظاہر پیش خبری کی جرأت کر نہیں سکتا تھا۔ مؤرخین متفق ہیں کہ فتح مکہ، فتح خیبر بلکہ آئندہ کی ساری اسلامی فتوحات کا سنگِ بنیاد یہی صلح حُدیبیہ ہے۔ قال الزھری لم یکن فتح اعظم من صلح الحدیبیۃ وذٰلک ان المشرکین اختلطوا بالمسلمین فسمعوا کلامھم فتمکن الاسلام فی قلوبھم اسلم فی ثلاث سنین خلق کثیر وکثر بھم سواد الاسلام (معالم) ولما بہ صلح الحدیبیۃ فانہ حصل بسببہ خیر جزیل وامن الناس واجتمع۔ لِيَغْفِرَ لَكَ۔ یعنی اس کثرت اجر و قرب کی برکت سے جو آپ کو اس واقعہ سے حاصل ہوا ہے۔ آپؐ کے مراتب اور بڑھادے۔

مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ
اگلی پچھلی خطائیں معاف کر دے اور آپ پر احسانات کی (اور زیادہ) تکمیل کر دے، اور آپ کو

صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۝٢ وَّيَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيْزًا ۝٣ هُوَ
سیدھے راستہ پر لے چلے اور اللہ آپ کو باعزت غلبہ دے [۱] وہ (اللہ) وہی تو ہے

الَّذِيْٓ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ لِيَزْدَادُوْٓا
جس نے اہل ایمان کے دلوں میں تحمل پیدا کیا تاکہ (اپنے)

اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ ۭ وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ
پہلے ایمان کے ساتھ (ان کا) ایمان اور زیادہ ہو جائے، اور اللہ ہی کی مِلک آسمانوں اور زمین کے لشکر ہیں

وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝٤ لِّيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ
اور اللہ بڑا جاننے والا ہے، بڑا حکمت والا ہے [۲] (اور یہ اس لئے) تاکہ وہ ایمان والوں

وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ
اور ایمان والیوں کو ایسے باغوں میں داخل کرے جنکے نیچے نہریں بہ رہی ہوں

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَيُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ
ان میں یہ ہمیشہ رہینگے اور تاکہ ان کے گناہ اُن سے دُور کر دے اور یہی

عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِيْمًا ۝٥ وَّيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ
اللہ کے نزدیک بڑی کامیابی ہے [۳] اور تاکہ وہ نفاق کرنے والوں اور

الْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ الظَّاۗنِّيْنَ بِاللّٰهِ
نفاق والیوں اور شرک والوں اور شرک والیوں کو عذاب دے جو اللہ کے ساتھ بُرے بُرے

مِنْ ذَنْۢبِكَ۔ رسول معصوم کے سلسلہ میں جہاں کہیں بھی ذنب یا اس کا مُرادف آیا ہے مُراد اس سے ہمیشہ صرف صوری غلطیاں یا اجتہادی لغزشیں ہوتی ہیں جیسا کہ بیشتر حاشیوں میں کئی بار گذر چکا ہے۔ يُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ۔ یعنی آپؐ کے ہاتھ پر بکثرت لوگوں کو مسلمان کر کے اور اس طرح آپ کے اجر و مراتب قرب میں بدرجہا اضافہ کر کے آپ پر اپنے انعام و افضال کی تکمیل کر دے۔ آپ کی اجتہادی لغزشوں ہی سے درگذر نہ ہو بلکہ جو سلسلہ آپؐ پر انعام و افضال کا چل رہا ہے۔ اس کی بھی تکمیل ہو جائے۔ نِعْمَتَهٗ۔ آپؐ کو نبوت ملی، قرآن ملا، معجزات ملے، علوم و معارف ملے، یہ سب اسی انعام و افضال الٰہی کی فردیں ہیں۔ يَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا۔ یعنی آئندہ بلا کسی روک ٹوک بلا حکومت مکہ کی طرف سے کسی مزاحمت کے آپؐ کے قدم آگے بڑھتے رہیں۔ تاریخ کے اوراق شاہد ہیں کہ اس واقعہ کے بعد سے پھر سرداران مکہ میں آپؐ سے مقابلہ کا دم خم باقی نہ رہا۔ يَهْدِيَكَ۔ يَنْصُرَكَ۔ نکتہ سنجوں نے کہا ہے کہ یھدیک سے مراد نفی مغلوبیت یا دفع مضرت ہے۔ اور يَنْصُرَكَ کا حاصل اثبات قابلیت یا حصول منفعت ہے۔

لِيَغْفِرَ لَكَ۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ ل تعلیل کے مرادف ہے۔ معناہ انا فتحنا لک فتحا مبینا لکی یجتمع لک مع المغفرۃ تمام النعمۃ فی الفتح (معالم) یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا تعلق اس آیت سے ہے واستغفر لذنبک وللمؤمنین والمؤمنات۔ قال الحسن بن الفضل ھو مردود الی قولہ واستغفر لذنبک (معالم) یہ بھی کہا گیا ہے کہ فتح سبب مغفرت نہیں بلکہ لیغفر لک سے متصل قبل فاستغفر محذوف ہے۔ الفتح لیس بسبب للمغفرۃ والتقدیر انا فتحنا لک فتحا مبینا فاستغفر لیغفر لک (مدارک) [۲] (چنانچہ جب مصلحت قتال کی ہوگی، حکم قتال کا دیگا، ہر حکم بہر صورت اس علیم کے علم کامل اور حکیم کی حکمت کامل کے ماتحت ہی ہوگا۔

اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ۔ سکینۃ کے معنی تسلی اور اطمینان قلب کے ہیں۔ اور یہی شے استقامت اور صبر و ثبات کی بنیاد ہے۔ اور یہ لفظ اہل لغت کی تحقیق میں نور اور قوت اور روح کا جامع ہے۔ السکینۃ السکون والطمانیۃ (کشاف) فمن وھا یشیئ یجمع نورا وقوۃ وروحا بحیث یسکن الیہ ویتسلی بہ الحزین (روح) اس موقع خاص پر سکینتِ الٰہی کا ظہور دو طرح پر ہوا۔ ایک تو یوں کہ بیعت جہاد کے وقت صحابہ باوجود اس کے کہ گھر سے نکلتے وقت کوئی خیال بھی قتال کا نہ تھا۔ عزم جہاد پر ثابت و مستعد رہے دوسرے اس طرح کہ مسلمانوں نے مشرکین مکہ کی سرتاسر بیجا ضد دیکھی، لیکن نہ قابو سے باہر ہوئے، نہ جوش سے بیخود ہو گئے۔ لِيَزْدَادُوْٓا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ۔ یعنی اس خاص سکینت قلب کے پیدا ہو جانے سے اہل ایمان کے قلب میں اور زیادہ انشراح اور اُن کے نور باطنی میں اور زیادہ نورانیت پیدا ہو گئی اور ایمان استدلالی و برہانی کے ساتھ ساتھ ایمان عیانی بھی نصیب ہو گیا۔ فیحصل لھم الایمان العیانی والایمان الاستدلالی البرھانی (معالم) طاعت میں یہ خاصہ بھی ہے کہ ہر نئے امر طاعت سے نورِ ایمان میں اور ترقی ہوتی رہتی ہے۔ اور یہ جو ہمارے امام ابو حنیفہؒ سے منقول ہے کہ الایمان لا یزید ولا ینقص۔ ایمان میں نہ کمی ہوتی ہے نہ بیشی، تو اس سے اُن کی مُراد ذات ایمان یا نفس ایمان سے ہے جو قابل تجزی نہیں۔ باقی اس کے اوصاف و آثار میں کمی بیشی تو روزمرہ کا مشاہدہ ہے اور وہی یہاں مراد ہے۔ وَلِلّٰهِ ..... الْاَرْضِ۔ تو تم اپنی قلت تعداد اور بے سروسامانی پر نظر نہ کرو۔ خدا اپنے خدائی لشکروں سے تمہاری امداد و تائید ہر طرح کر سکتا ہے۔ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ ان آسمانی اور زمینی لشکروں کے تحت میں فرشتہ اور ساری مخلوقات ہر نوع اور ہر طبقہ کی آگئی۔ [۳] یہاں یہ تعلیم ہے کہ فوری، ظاہری، مادی فتح نہیں، بلکہ جنت کے امتحان میں کامیابی ہی اصلی کامیابی ہے۔ لِيُدْخِلَ ..... سَيِّاٰتِهِمْ۔ یعنی یہ ادخال جنت اور کفارہ سیئات جو کچھ بھی ہوگا، سب اطاعت امر ہی کی بدولت ہوگا ——— گویا اس کلیہ کا اثبات کہ فضیلت و مقبولیت کا مدار اطاعت ہی ہے۔ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ۔ اس تصریح نے یہ بتادیا کہ وجوب اطاعت احکام اور پھر اس کے ثمرہ میں حصول قرب و فضیلت کے لحاظ سے مرد و عورت ہر دو جنس یکساں ہیں۔

أَعْمَالَكُمْ ﴿٣٥﴾ إِنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ۚ وَإِنْ تُؤْمِنُوا
میں ہرگز کمی نہیں کریگا (یہ) دنیوی زندگی تو محض ایک کھیل اور تماشہ ہے، اور اگر تم ایمان لاؤ،
وَتَتَّقُوا يُؤْتِكُمْ أُجُورَكُمْ وَلَا يَسْأَلْكُمْ أَمْوَالَكُمْ ﴿٣٦﴾
اور تقویٰ اختیار کرو تو (اللہ) تم کو تمہارے اجر عطا کریگا، اور تم سے تمہارے مال طلب نہیں کریگا ؎۳۸
إِنْ يَسْأَلْكُمُوهَا فَيُحْفِكُمْ تَبْخَلُوا وَيُخْرِجْ أَضْغَانَكُمْ ﴿٣٧﴾
وہ اگر تم سے تمہارے مال طلب کرے اور آخری درجہ تک تم سے طلب کرتا رہے تو تم بخل کرنے لگو اور اللہ تمہاری ناگواری ظاہر کر دے ؎۳۹
هٰأَنْتُمْ هٰؤُلَاءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ ۚ فَمِنْكُمْ
ہاں تم لوگ ایسے ہو کہ تمہیں بلایا جاتا ہے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے لئے، سو تم میں سے بعض وہ ہیں
مَنْ يَبْخَلُ ۚ وَمَنْ يَبْخَلْ فَإِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَفْسِهِ ۚ
جو بخل کرتے ہیں اور جو کوئی بخل کرتا ہے وہ (درحقیقت) خود اپنے سے بخل کرتا ہے
وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَأَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ ۚ وَإِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ
اور اللہ تو کسی کا محتاج نہیں، بلکہ تم (سب اُسکے) محتاج ہو ؎۴۰ اور اگر تم روگردانی کروگے تو (اللہ) تمہاری جگہ
قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۙ ثُمَّ لَا يَكُونُوا أَمْثَالَكُمْ ﴿٣٨﴾
دوسری قوم پیدا کر دیگا پھر وہ تم جیسے نہ ہوں گے ؎۴۱

سُورَةُ الْفَتْحِ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ تِسْعٌ وَعِشْرُونَ آيَةً وَأَرْبَعُ رُكُوعَاتٍ
سورۂ فتح مدینہ میں نازل ہوئی اور اسکی شروع اللہ نہایت مہربان بار بار رحم کرنیوالے کے نام سے انتیس آیتیں اور چار رکوع ہیں

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا ﴿١﴾ لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ
بیشک ہم نے آپ کو ایک کھلم کھلا فتح دی تاکہ اللہ آپ کی (سب)

ع ۱۰ / ۸

؎۳۸ (اپنے نفع کے لئے) اِنَّمَا . . . لَهْوٌ۔ یعنی ایسی دنیا جو خیال آخرت سے الگ ہو، اس سے وابستہ نہ ہو۔ اُس کی عمر ہی کیا؟ اور اس کی بساط ہی کیا؟ جو تم آخرت کے مقابلہ میں اسے عزیز رکھے ہوئے ہو قرآن مجید نے دنیوی زندگی کو لہو ولعب جہاں بھی قرار دیا ہے۔ ہمیشہ آخرت کے مقابلہ میں رکھا ہے۔ نامتناہی اور متناہی کا مقابلہ ہی کیا۔ وَاِنْ تُؤْمِنُوا وَتَتَّقُوْا۔ اسی ایمان وتقویٰ کا ایک جزء جہاد فی سبیل اللہ بھی ہے، يُؤْتِكُمْ اُجُوْرَكُمْ۔ حق تعالیٰ تمہیں اجر عطا کرے گا نہ یہ کہ اُلٹا تم سے اپنے نفع کا طالب ہو۔ وَلَا يَسْئَلْكُمْ اَمْوَالَكُمْ۔ مراد یہ ہے کہ مال جو جان سے کہیں ہلکی چیز ہے وہ تک بھی حق تعالیٰ تم سے اپنے نفع کے لئے طلب نہیں کرتا۔ ؎۳۹ یعنی تمہارے نہ خرچ کرنے سے جو ایک عمل ظاہری ہے، تمہاری گرانیٔ طبع وناگواری کا پتہ چلتا ہے۔
اِنْ يَّسْئَلْكُمُوْهَا۔ یعنی اگر وہ تم سے مال تمہارے ہی نفع واجر کے لئے بطور امتحان طلب کرے۔ فَيُحْفِكُمْ۔ یعنی سارے کا سارا مال طلب کرے۔
؎۴۰ (اور اس نے تمہاری حاجتمندی ہی کی رعایت سے اُس کے رفع کرنے کے لئے احکام تمہارے حق میں نازل فرمائے ہیں) لِتُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ یہ انفاق فی سبیل اللہ ہمیشہ بندوں ہی کے نفع کے لئے، اور انہیں کی مصلحتوں کی رعایت سے ہوتا ہے۔ فَاِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ۔ اور ایسا شخص خرچ نہ کر کے اپنے ہی کو نفع دائمی سے محروم کر دیتا ہے۔
وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ۔ وہ ہر طرح بےنیاز وغیر محتاج ہے۔ اس کا احتمال ہی نہیں کہ تمہارے بخل سے نقصان کچھ اس کا ہو۔ دنیا میں بہت سی مشرک جاہلی قوموں نے خود خدا تعالیٰ کی ذات کو محتاج تکمیل مانا ہے۔ اس قسم کی آیتیں برابر ان خرافات کی بھی تردید کر رہی ہیں۔ ؎۴۱ (عدم تعمیل احکام میں بلکہ نہایت فرمانبردار ہونگے) اس میں تعلیم ہے اسکی کہ انسان کبھی کسی خدمتِ دین کو اپنی ذات پر موقوف نہ سمجھے، اور عُجب وپندار میں مبتلا ہو کر اپنے کو ہرگز مدار دین نہ سمجھنے لگے۔ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا۔ یعنی تعمیل احکام سے رُوگردانی کرتے رہوگے، يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ۔ وہ کسی دوسری قوم کو لا کھڑا کریگا اور اپنی تکوینی حکمتوں کی تکمیل کا کام انہیں سے لے گا۔

لَحۡنِ الۡقَوۡلِ ؕ وَاللّٰهُ یَعۡلَمُ اَعۡمَالَكُمۡ ﴿۳۰﴾ وَلَنَبۡلُوَنَّكُمۡ حَتّٰی
طرزِ کلام سے ضرور پہچان لینگے، اور اللہ تمہارے (سب کے) اعمال کو خوب جانتا ہے ۳۲، اور ہم ضرور تمہاری آزمائش
نَعۡلَمَ الۡمُجٰهِدِیۡنَ مِنۡكُمۡ وَالصّٰبِرِیۡنَ ۙ وَنَبۡلُوَا۠ اَخۡبَارَكُمۡ ﴿۳۱﴾
کرینگے، تاکہ تم میں سے جہاد کرنیوالوں اور تم میں سے ثابت قدم رہنے والوں کو معلوم کرلیں اور تاکہ تمہاری حالتوں کی
اِنَّ الَّذِیۡنَ كَفَرُوۡا وَصَدُّوۡا عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ وَشَآقُّوا
جانچ کرلیں ۳۳۔ بیشک جو لوگ کافر ہوئے اور انہوں نے اللہ کے رستہ سے روکا (بھی) اور رسول کی مخالفت
الرَّسُوۡلَ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُمُ الۡهُدٰی ۙ لَنۡ یَّضُرُّوا
کی بعد اس کے کہ راہ راست اُن پر واضح ہوچکی تھی ہرگز یہ لوگ اللہ کو
اللّٰهَ شَیۡـًٔا ؕ وَسَیُحۡبِطُ اَعۡمَالَهُمۡ ﴿۳۲﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا
کوئی نقصان نہ پہنچا سکینگے، اور اللہ اُن کی کارروائیوں کو اکارت کرکے رہیگا ۳۴۔ اے ایمان والو،
اَطِیۡعُوا اللّٰهَ وَاَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَلَا تُبۡطِلُوۡۤا اَعۡمَالَكُمۡ ﴿۳۳﴾
اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور اپنے اعمال کو رائیگاں مت کرو ۳۵۔
اِنَّ الَّذِیۡنَ كَفَرُوۡا وَصَدُّوۡا عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ ثُمَّ مَاتُوۡا وَ
بیشک جو لوگ کافر ہوئے اور اللہ کے راستہ سے انہوں نے روکا پھر وہ کافر ہی
هُمۡ كُفَّارٌ فَلَنۡ یَّغۡفِرَ اللّٰهُ لَهُمۡ ﴿۳۴﴾ فَلَا تَهِنُوۡا وَتَدۡعُوۡۤا اِلَی
مر بھی گئے تو اللہ انہیں ہرگز نہ بخشے گا ۳٦۔ سو تم ہمت مت ہارو اور انہیں صلح کی طرف
السَّلۡمِ ۖۗ وَاَنۡتُمُ الۡاَعۡلَوۡنَ ۖۗ وَاللّٰهُ مَعَكُمۡ وَلَنۡ یَّتِرَكُمۡ
مت بلاؤ، اور تم ہی غالب رہوگے، اور اللہ تمہارے ساتھ ہے ۳۷، اور وہ تمہارے اعمال (کے اجر)

۳۲ (اس لئے مومنین کے لئے ایمان پر جزا اور منافقین کے لئے نفاق پر سزا یقینی ہے) وَلَتَعۡرِفَنَّهُمۡ فِیۡ لَحۡنِ الۡقَوۡلِ۔ یعنی باوجود ہمارے مفصل نہ بتانے کے آپ اپنی فراست ایمانی کی مدد سے اُن کے لب ولہجہ پر غور کرنے سے اب بھی انہیں پہچان لینگے۔ صوفیۂ عارفین نے لکھا ہے کہ یہ آیت اصل ہے فراست کی۔ لیکن فراست کی بنا پر جزم جائز نہیں۔ اَلَّذِیۡنَ فِیۡ قُلُوۡبِهِمۡ مَّرَضٌ۔ دل کے روگ سے مُراد وہی نفاق ومنافقت ہے۔

۳۳ (ظاہری طور پر بھی) جانچ سے مُراد صرف یہ ہے کہ یہ علم اور یہ جانچ کھلے خزانہ سب کے رُوبرو ہوجائے۔ ورنہ حق تعالیٰ کے علم ازلی میں تو ظاہر ہے کہ ہر واقعہ ہمیشہ ہی سے موجود ہے۔

۳۴ یعنی اللہ کے دین وشریعت کی تباہی وبربادی کی جو کوششیں یہ لوگ کررہے ہیں وہ ہرگز کامیاب نہ ہونے پائینگی۔ اور حکمت الٰہی اُن کی ساری کوششوں اور سازشوں کو کچل کر رکھ دیگی۔ حبط اعمال کے لئے ملاحظہ ہو حاشیہ ۳۱۔ مِنۡ الۡهُدٰی اس تبیین ہدایت کے اندر دلائل عقلی وشواہد نقلی سب آگئے۔

۳۵ (کافروں کی طرح رسول کی نافرمانی کرکے) فرق یہ ہے کہ کافر کی نافرمانی اصول وعقائد تک پہنچ جاتی ہے اور مسلمان کی نافرمانی فروع واعمال تک محدود رہتی ہے۔ اَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ۔ رسول کی اطاعت کرو۔ جو احکام الٰہی ہی کے مبلغ ومنادی ہیں اور اس طرح اُن کی اطاعت عین حق تعالیٰ ہی کی اطاعت ہوئی۔

۳٦ مغفرت کی پہلی اور لازمی شرط ایمان ہے۔ اس کی تصریح قرآن مجید میں بار بار ہوئی ہے۔ ایمان تخم کے درجہ میں ہے، اور مغفرت اُسی تخم کا شجر وثمر ہے۔ بغیر تخم کے شجر وثمر کے وجود میں آجانے کی کوئی شکل ہی نہیں۔

۳۷ یعنی اللہ نہ دنیا میں تمہارا ساتھ چھوڑیگا نہ آخرت میں۔ دوسری جگہ قرآن مجید نے اسی انتم الاعلون کو ان کنتم مؤمنین کے ساتھ مقید ومشروط کیا ہے یعنی غلبہ کی شرط ایمان کامل ہے۔ فَلَا تَهِنُوۡا سے مُراد یہ ہے کہ پست ہمتی کے مقتضیٰ پر عمل نہ کرو۔ اور مایوسی کے خیال کو اپنے عمل پر غالب نہ آنے دو۔ ورنہ اعداء کی کثرت تعداد اور ساز وسامان اور اپنی قلت تعداد اور بے سروسامانی دیکھ کر طبیعت میں کمزوری اور پستی پیدا ہوجانا تو ایک امر طبعی ہے۔ ممانعت صرف اس کے مقتضاء پر عمل کی ہے۔ وَتَدۡعُوۡۤا اِلَی السَّلۡمِ۔ یعنی تمہیں کافروں کے مقابلہ میں ہمت ہار کے اور اُن سے دب کر خواہش صلح کرنے کی کوئی ضرورت ہی نہیں۔ تم اللہ کے محبوب ہو۔ کفار اس کے مبغوض ہیں۔ فقہاء مفسرین نے تصریح کردی ہے کہ جس دعوتِ صلح کی یہاں ممانعت ہے وہ وہی ہے جو ضعف ہمت کی بنا پر کی جائے ورنہ نفس دعوتِ صلح جبکہ وہ کسی مصلحت اُمت پر مبنی ہو، ہرگز ممنوع نہیں۔

الَّذِيْنَ ارْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ

جو لوگ پشت پھیر کر ہٹ گئے بعد اسکے کہ راہِ ہدایت اُن پر صاف ظاہر ہو چکی

الْهُدَى ۙ الشَّيْطٰنُ سَوَّلَ لَهُمْ ؕ وَاَمْلٰى لَهُمْ ﴿۲۵﴾ ذٰلِكَ

تھی انہیں شیطان نے چکمہ دیا، اور انہیں دُور دُور کی سجھائی ۲۹ یہ

بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ كَرِهُوْا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ سَنُطِيْعُكُمْ

اسی سبب سے ہوا کہ انہوں نے ان لوگوں سے جو اللہ کے اتارے ہوئے احکام کو ناگوار سمجھتے ہیں کہا کہ ہم

فِيْ بَعْضِ الْاَمْرِ ۚ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِسْرَارَهُمْ ﴿۲٦﴾ فَكَيْفَ اِذَا

چند اُمُور میں تمہارا کہنا مان لینگے، اور اللہ اُن کی خفیہ باتیں کرنے کو خوب جانتا ہے ۳۰ سو اُن کا کیا حال

تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ ﴿۲۷﴾

ہوگا جب فرشتے اُن کی جان قبض کر رہے ہونگے، اور اُن کے چہروں پر اور پشتوں پر مارتے جاتے ہونگے

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اتَّبَعُوْا مَآ اَسْخَطَ اللّٰهَ وَكَرِهُوْا رِضْوَانَهٗ

یہ (سب) اس سبب سے ہوگا کہ یہ اُس راہ پر چلے جو طریقہ اللہ کی ناخوشی کا تھا اور اسکی رضا سے بیزار رہے

فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ﴿۲۸﴾ اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ

سو اللہ نے انکے اعمال اکارت کر دیئے ۳۱ کیا جن لوگوں کے دلوں میں روگ ہے، وہ یہ خیال کرتے

مَّرَضٌ اَنْ لَّنْ يُّخْرِجَ اللّٰهُ اَضْغَانَهُمْ ﴿۲۹﴾ وَلَوْ نَشَآءُ

ہیں کہ اللہ کبھی اُن کی دلی عداوتوں کو کھول نہ دے گا؟ اور اگر ہم چاہتے

لَاَرَيْنٰكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ؕ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِيْ

تو ہم آپ کو ان کا پورا پتہ بتا دیتے تو آپ انہیں انکے حلیہ سے پہچان لیتے، اور آپ انہیں (اُن کے)

ع ۹ ۳ ۷

۲۹ (کہ رسُول پر ایمان لے آنے سے فلاں فلاں مصلحتیں فوت ہو جائینگی اور فلاں فلاں نقصان لازم آجائینگے) مِنْ ۔ ۔ ۔ ۔ الْهُدٰى ۔ یعنی یہ لوگ دلائل عقلی و نقلی کے واضح ہو جانے کے باوجود ضد اور خبث نفس سے کام لے کر قبولِ حق سے انکار کر رہے ہیں۔ تسویلاتِ شیطانی سے بس اللہ ہی محفوظ رکھے۔ اچھے اچھے مومنین تک اس مردود فریبیے کے کہے میں آجاتے ہیں تو جو پہلے ہی سے ناقص الایمان یا ضعیف الایمان ہیں اُن کا ذکر ہی نہیں۔ ۳۰ (اور وہی دحی کے ذریعہ سے اپنے رسُول کو ان لوگوں کی خفیہ سازشوں اور ریشہ دوانیوں سے باخبر کرتا رہتا ہے) ~~بِاَنَّهُمْ ۔ ضمیر هُمْ منافقین مشرکین کی طرف ہے۔~~ لِلَّذِيْنَ كَرِهُوْا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ ۔ مُراد رؤساء و اکابر یہود ہیں، جنہیں از راہ حسد و عناد، نزول قرآن و رسالت محمدی سخت گراں گزر رہی تھی۔ سَنُطِيْعُكُمْ فِيْ بَعْضِ الْاَمْرِ ۔ یعنی گو ہم بظاہر اسلام قبول کر لیں گے، لیکن باطناً و عقیدۃً تمہارے ہی ساتھ رہیں گے۔ ۳۱ یعنی اُن کے جو اعمال بظاہر خوشنما و مقبول معلوم ہوتے تھے۔ انہیں بالکل بے وزن و بے حقیقت کر کے دکھلا دیا، اور اُن کا انہیں کچھ صلہ نہ دیا۔ یہ اعمال حقیقۃً مردود و غیر مقبول تو شروع ہی سے تھے۔ اس لئے کہ ان کا مبنٰی و منشاء ایمان تھا ہی نہیں، البتہ ان کی اس مردودیت کا ظہور کامل آخرت ہی میں ہوگا۔ ذٰلِكَ ۔ یعنی یہی مرتے وقت ان کی سزائے سخت۔ مَآ اَسْخَطَ اللّٰهَ ۔ مثلاً کافروں کے ساتھ شرکت اور اُن کی معاونت۔ رِضْوَانَهٗ ۔ مثلاً مومنین کے ساتھ شرکت اور اُن کی معاونت۔

٢١ یعنی وہ باخبر ہے تمہارے سارے ہی اعمال و احوال سے، سو اُسی کے وعدوں کے اُمیدوار اور اُسی کے وعیدوں سے خائف رہنا چاہیئے۔ لِذَنۡۢبِكَ۔ ذنب کا لفظ رسولؐ سے متعلق قرآن کریم میں جا بجا آیا ہے۔ ایک اصولی بات ہمیشہ یاد رہے کہ ذنب معصوم کے سلسلہ میں جب بھی آئیگا، مراد اُس سے صرف ذنب صوری یا اجتہادی ہوگا، ورنہ کلام میں صریح تناقض واقع ہوگا۔ اس کے بعد انشاء اللہ کوئی اشکال نہ رہیگا۔ فَاعۡلَمۡ۔ یعنی اس یقین پر آیندہ بھی قائم رہیئے جیسا کہ اب تک رہے ہیں۔ ٢٢ (کہ اگر کسی حکم سابق کی تاکید ہو تو ہمیں بھی مزید ثبات کی نعمت حاصل ہو اور اگر کوئی حکم جدید ہو تو اس کی تعمیل کی دولت) وَيَقُولُ الَّذِينَ اٰمَنُوۡا۔ مومنین یہ غایت شوق سے کہتے اپنا ایمان تازہ کرنے کی غرض سے۔ ٢٣ یعنی ایسی بھیانک اور وحشتناک نظروں سے دیکھتے ہیں جیسی سکرات کے وقت ہو جاتی ہیں مطلب یہ ہوا کہ احکام قتال سُن سن کر اُن کے کلیجے دہلنے لگتے ہیں، رنگ فق ہو جاتے ہیں، چہروں پر ہوائیاں اُڑنے لگتی ہیں۔ الَّذِينَ فِىۡ قُلُوۡبِهِمۡ مَّرَضٌ۔ ذکر منافقین کا ہو رہا ہے۔ دل کے مرض سے مُراد نفاق ہے۔ ٢٤ (خواہ دنیا میں، خواہ آخرت میں، خواہ دونوں جگہ) فَاَوۡلٰى لَهُمۡ۔ محاورۂ عرب میں کلمۂ وعید و تہدید ہے۔ وعید بمعنی فویل لهم ومعناه الدعاء عليهم بان يليهم المكروه (کشاف) ٢٥ یعنی ایمان میں اگر شروع سے صادق نہ تھے تو خیر۔ آخر میں منافقت سے تائب ہو جاتے، جب بھی ان کا ایمان مقبول ہو جاتا۔ طَاعَةٌ وَّقَوۡلٌ مَّعۡرُوۡفٌ۔ یعنی اُن کی باطنی حالت کا اظہار ان آیات قتال کے نزول کے بعد سب پر ہو گیا۔ فَاِذَا عَزَمَ الۡاَمۡرُ۔ یعنی نزول حکم قتال کے بعد جب سارا سامان جہاد کا تیار ہو گیا۔ فَلَوۡ صَدَقُوا اللّٰهَ۔ یعنی دعویٰ ایمان کے مقتضیٰ پر عمل کرتے۔ اور صدق دل سے جہاد پر آمادہ ہو جاتے۔ ٢٦ حکم جہاد۔ ایک بڑی تمدنی و عقلی مصلحت، قیام عدل و اصلاح و امن ہے۔ اگر جہاد کو ترک کر دیا جائے تو مفسدین کا غلبہ ہو جائے۔ امن عالم برہم ہو جائے، اور دنیا بھر میں ہنگامہ غدر برپا ہو جائے۔ اِنۡ تَوَلَّيۡتُمۡ۔ یعنی اگر جہاد سے تم منہ موڑ رہے ہو ——— خطاب براہِ راست منافقین سے ہے ضمناً دوسرے لوگ بھی جہاد سے کنارہ کش رہنے والے اس میں شامل ہو گئے۔ فَهَلۡ عَسَيۡتُمۡ۔ یعنی یہ احتمال تو تمہیں ہونا چاہیئے۔ عَسَيۡتُمۡ۔ تولیتم۔ اُوپر سے صیغہ غائب چلا آ رہا تھا۔ اب دفعۃً صیغہ مخاطب کی طرف انتقال توبیخ و ترہیب کے لئے ہے۔ وَتُقَطِّعُوۡۤا اَرۡحَامَكُمۡ۔ دنیا اگر شریعت اسلامی سے محروم ہو جائے تو آخری انجام سب کا خانہ جنگی ہی پر ہو۔ ٢٧ (کہ نہ ندائے حق گوش قبول سے سنتے ہیں اور نہ راہِ حق دیکھتے ہیں) اَلَّذِيۡنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ۔ یعنی حق تعالیٰ نے انہیں ان کے نفاق کی پاداش میں اپنی رحمت خاصہ سے دُور کر دیا ہے، سو اب اُن میں احکام پر عمل کی توفیق ہی نہ رہی۔ ٢٨ (جس سے وہ ہدایت سے غیر متاثر رہنے لگے ہیں) اَفَلَا يَتَدَبَّرُوۡنَ الۡقُرۡاٰنَ۔ قرآن مجید پر اگر وہ جذبۂ حق طلبی و انصاف کے ساتھ غور و فکر کرتے رہتے تو اس کے اعجازی مضامین اُن پر یقیناً کشف حقائق کے رہتے۔ عارفین نے اس آیت سے نکالا ہے کہ طول امل یعنی ہمیشہ بڑی بڑی آرزوؤں میں پڑے رہنا اور انہیں میں لگے رہنا ممنوع ہے۔ اَمۡ یہاں بَلۡ کے معنی میں بھی لیا گیا ہے۔ ترجمہ اس صورت میں یوں ہوگا کہ یہ لوگ قرآن پر غور نہیں کرتے بلکہ ہے یہ کہ اُن کے دلوں پر قفل لگ رہے ہیں۔

ع ٨ ٦

يَعۡلَمُ مُتَقَلَّبَكُمۡ وَمَثۡوٰىكُمۡ ﴿١٩﴾ وَيَقُوۡلُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَوۡلَا
خوب خبر رکھتا ہے تم (سب) کے چلنے پھرنے اور رہنے سہنے کی ٢١ اور جو لوگ ایمان والے ہیں، وہ کہتے رہتے ہیں
نُزِّلَتۡ سُوۡرَةٌ ۚ فَاِذَاۤ اُنۡزِلَتۡ سُوۡرَةٌ مُّحۡكَمَةٌ وَّذُكِرَ فِيۡهَا
کہ کوئی (نئی) سورت کیوں نہ نازل ہوئی ٢٢ سو جس وقت کوئی سورت صاف صاف مضمون کی نازل ہوتی ہے اور اسمیں
الۡقِتَالُ ۙ رَاَيۡتَ الَّذِيۡنَ فِىۡ قُلُوۡبِهِمۡ مَّرَضٌ يَّنۡظُرُوۡنَ
قتال کا ذکر ہوتا ہے، تو آپ اُن لوگوں کو دیکھیے گا جن کے دلوں میں روگ ہے کہ آپ کی طرف اس طرح دیکھ
اِلَيۡكَ نَظَرَ الۡمَغۡشِىِّ عَلَيۡهِ مِنَ الۡمَوۡتِ ؕ فَاَوۡلٰى لَهُمۡ ﴿٢٠﴾
رہے ہیں، جیسے کسی پر موت کی بیہوشی طاری ہو ٢٣ عنقریب اُن کی شامت آنیوالی ہے ٢٤
طَاعَةٌ وَّقَوۡلٌ مَّعۡرُوۡفٌ ۟ فَاِذَا عَزَمَ الۡاَمۡرُ ۟ فَلَوۡ صَدَقُوا
(انکی) اطاعت اور بات چیت (کی حقیقت) معلوم ہے، لیکن جب سارا کام تیار ہی ہو جاتا ہے تو اسوقت
اللّٰهَ لَكَانَ خَيۡرًا لَّهُمۡ ﴿٢١﴾ فَهَلۡ عَسَيۡتُمۡ اِنۡ تَوَلَّيۡتُمۡ
بھی، اگر یہ لوگ اللہ سے سچے رہتے تو انکے حق میں بہتر ہوتا ٢٥ اگر تم کنارہ کش رہو تو آیا تم کو یہ احتمال
اَنۡ تُفۡسِدُوۡا فِى الۡاَرۡضِ وَتُقَطِّعُوۡۤا اَرۡحَامَكُمۡ ﴿٢٢﴾ اُولٰٓئِكَ
بھی ہے کہ تم لوگ دنیا میں فساد مچا دو گے اور آپس میں قطع قرابت کر لوگے ٢٦ یہی لوگ تو ہیں
الَّذِيۡنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمۡ وَاَعۡمٰۤى اَبۡصَارَهُمۡ ﴿٢٣﴾
جن پر اللہ نے لعنت کی ہے سو انہیں بہرا کر دیا، اور اُن کی آنکھوں کو اندھا کر دیا ہے ٢٧
اَفَلَا يَتَدَبَّرُوۡنَ الۡقُرۡاٰنَ اَمۡ عَلٰى قُلُوۡبٍ اَقۡفَالُهَا ﴿٢٤﴾ اِنَّ
تو کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے یا دلوں پر قفل لگ رہے ہیں؟ ٢٨ بیشک

رَّبِّهِمْ ۭ كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ وَسُقُوْا مَاۗءً حَمِيْمًا
طرف سے بخشش ہوگی ۱۷ (تو کیا ایسے لوگ) ان لوگوں جیسے ہو سکتے ہیں جو ہمیشہ دوزخ میں رہینگے اور کھولتا ہوا پانی
فَقَطَّعَ اَمْعَاۗءَهُمْ ۝۱۵ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ ۚ حَتّٰٓى
انہیں پینے کو دیا جائیگا، وہ انکی انتڑیوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالیگا، اور لوگوں میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو آپکی طرف کان لگاتے ہیں
اِذَا خَرَجُوْا مِنْ عِنْدِكَ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مَاذَا
یہانتک کہ جب آپکے پاس سے باہر جاتے ہیں تو جو صاحبِ علم ہیں اُن سے پوچھتے ہیں کہ ابھی
قَالَ اٰنِفًا ۣ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰي قُلُوْبِهِمْ وَ
انہوں نے کیا کہا تھا، یہی لوگ ہیں کہ اللہ نے اُن کے دلوں پر مُہر کر دی ہے اور
اتَّبَعُوْٓا اَهْوَاۗءَهُمْ ۝۱۶ وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى
وہ اپنی نفسانی خواہشوں پر چل رہے ہیں ۱۸ اور جو لوگ راہ پر ہیں اللہ انہیں اور زیادہ ہدایت دیتا ہے
وَّاٰتٰىهُمْ تَقْوٰىهُمْ ۝۱۷ فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ
اور انہیں تقویٰ کی توفیق دیتا ہے ۱۹ سو یہ لوگ بس قیامت ہی کے منتظر ہیں کہ
تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً ۚ فَقَدْ جَاۗءَ اَشْرَاطُهَا ۚ فَاَنّٰى لَهُمْ اِذَا
اُن پر دفعۃً آ پڑے سو اُس کے آثار تو پیدا ہی ہو چکے ہیں، سو جب وہ ان کے سامنے
جَاۗءَتْهُمْ ذِكْرٰىهُمْ ۝۱۸ فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ
آ کھڑی ہوگی تو ان کو سمجھنا کہاں مُیسّر ہوگا؟ ۲۰ تو آپ اس کا یقین رکھیے کہ بجز اللہ کے کوئی معبود نہیں اور
اسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ۭ وَاللّٰهُ
اپنی خطا کی معافی مانگتے رہیے اور سارے ایمان والوں اور ایمان والیوں کے لئے بھی، اور اللہ

۱۷ خلاصہ یہ کہ اہلِ جنّت ہر قسم کی مادّی و روحانی نعمتوں سے مالا مال ہونگے۔ دنیا کی ہر مادّی نعمت فنا پذیر ہوتی ہے۔ پانی سڑ جاتا ہے، دُودھ بگڑ جاتا ہے، شراب میں تلخی ہوتی ہر شہد میں گدلاپن شامل رہتا ہے۔ آیت میں ان سب چیزوں کی نفی کر کے بتلا دیا ہے کہ جنت کی کسی مادّی نعمت میں کوئی خرابی نہ پیدا ہونے پائیگی۔ جنت کا ماحول، ناسوت کے ماحول سے بالکل مختلف ہوگا، اس لئے وہاں کی "مادّیات" کا بھی یہاں کی مادّیات سے بالکل مختلف ہونا قرینِ قیاس ہے۔ وہاں کی مادّیات بس صرف لفظاً ہی مادّیات ہونگے۔ مَاۗءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ۔ یعنی پانی ہوگا مگر دنیوی پانی کے برخلاف وہ کبھی سڑیگا نہیں ——— زندگی قائم رکھنے والا۔ لَبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ۔ یعنی دُودھ ہوگا مگر دنیوی دُودھ کے برخلاف وہ کبھی بگڑے گا نہیں ——— قوت دینے والا۔ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ۔ یعنی شراب ہوگی مگر دنیوی شراب کے برخلاف ہر تلخی سے پاک اور ہر سکر و خمار سے بَری ——— سُرور و لذت پیدا کرنے والی۔ عَسَلٍ مُّصَفًّى یعنی شہد ہوگا مگر دنیوی شہد کے برعکس ہر آمیزش سے پاک ——— شفا بخشنے والا۔ ۱۸ (ہدایت سے روز بروز دُور ہوکر)
وَمِنْهُمْ . . . . . اِلَيْكَ۔ یعنی اُن کے چہرہ، بشرہ سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ کی گفتگو کو غور و توجہ سے سُن رہے ہیں، حالانکہ واقعہ یہ نہیں۔ بیان منافقین کا ہو رہا ہے۔
حَتّٰٓى . . . . . اٰنِفًا۔ یعنی مجلسِ رسولؐ میں بیٹھنے کے بعد بھی ایسے کورے رہتے ہیں کہ جب باہر نکلتے ہیں تو اہلِ علم و ایمان سے پوچھتے ہیں کہ یہ ابھی کیا ارشاد ہوا تھا ——— محض صحبت و ہمنشینی بڑے سے بڑے مُرشد کے پاس بھی بے اثر رہتی ہے۔ جبتک بیٹھنے والے کے دل میں قصد استفادہ نہ ہو۔ اُولٰۗىِٕكَ . . . . . قُلُوْبِهِمْ۔ یہ طبع قلب (دل پر مُہر لگ جانے) کا عمل حق تعالیٰ کی جانب سے ابتداءً نہیں ہوتا۔ محض بطور نتیجہ کے ہوتا ہے۔ وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَاۗءَهُمْ۔ اُن کی اِرادی بے توجہی کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی توجہ کی صلاحیت بھی روز بروز کمزور ہوتی گئی۔ ۱۹ چنانچہ ایمان کے بعد وہ احکام پر بھی عمل کرتے رہتے ہیں۔ راہِ ہدایت پر چلنے اور احکام پر عمل کرتے رہنے سے ایک خاص برکت یہ پیدا ہوتی ہے کہ ہدایت اور بڑھتی رہتی اور عمل کی توفیق اور زیادہ پیدا ہوتی رہتی ہے۔ ۲۰ یعنی سمجھنے سمجھانے کا وقت تو اب ہے۔ قیامت کے آجانے پر اسے سمجھے بھی، تو یہ سمجھ مفید کیا خاک ہوگی؟ فَقَدْ جَاۗءَ اَشْرَاطُهَا۔ قربِ قیامت کی ابتدائی علامتوں مثلاً جھوٹے مدعیانِ نبوّت کا ظہور، تو نزولِ قرآن کے زمانہ ہی میں شروع ہو گیا تھا۔

تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ ؕ وَالَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا يَتَمَتَّعُوۡنَ وَيَاۡكُلُوۡنَ

جن کے نیچے ندیاں پڑی بہ رہی ہونگی، اور جو کافر ہیں وہ عیش کر رہے ہیں اور کھا (پی) رہے ہیں

كَمَا تَاۡكُلُ الۡاَنۡعَامُ وَالنَّارُ مَثۡوًى لَّهُمۡ ۝۱۲ وَكَاَيِّنۡ مِّنۡ

جس طرح چوپائے کھاتے (پیتے) ہیں، آگ ہی ان کا ٹھکانا ہے ۱۴ اور کتنی ہی بستیاں

قَرۡيَةٍ هِىَ اَشَدُّ قُوَّةً مِّنۡ قَرۡيَتِكَ الَّتِىۡۤ اَخۡرَجَتۡكَ ۚ

ایسی تھیں جو قوت میں آپ کی اس بستی سے بڑھی ہوئی تھیں جس کے رہنے والوں نے آپکو (وہاں سے)

اَهۡلَكۡنٰهُمۡ فَلَا نَاصِرَ لَهُمۡ ۝۱۳ اَفَمَنۡ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ

نکالا، ہم نے انہیں ہلاک کر دیا، اور کوئی اُن کا مددگار نہ ہوا ۱۵ تو کیا جو لوگ اپنے پروردگار کی طرف سے

مِّنۡ رَّبِّهٖ كَمَنۡ زُيِّنَ لَهٗ سُوۡٓءُ عَمَلِهٖ وَاتَّبَعُوۡۤا اَهۡوَآءَهُمۡ ۝۱۴

واضح دلیل پر ہیں وہ اُن لوگوں کی طرح ہو جائینگے جنکی بدعملی انکی نگاہ میں خوشنما کر دیگئی ہے اور وہ اپنی نفسانی خواہشوں

مَثَلُ الۡجَنَّةِ الَّتِىۡ وُعِدَ الۡمُتَّقُوۡنَ ؕ فِيۡهَاۤ اَنۡهٰرٌ مِّنۡ مَّآءٍ

پر چل رہے ہیں ۱۶ جس جنت کا متقیوں سے وعدہ کیا جاتا ہے، اس کی کیفیت یہ ہے کہ اُس میں نہریں متغیر نہ

غَيۡرِ اٰسِنٍ ۚ وَاَنۡهٰرٌ مِّنۡ لَّبَنٍ لَّمۡ يَتَغَيَّرۡ طَعۡمُهٗ ۚ وَاَنۡهٰرٌ

ہونیوالے پانی کی ہونگی، اور نہریں ذائقہ نہ بدلنے والے دُودھ کی ہوں گی اور نہریں

مِّنۡ خَمۡرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيۡنَ ۚ وَاَنۡهٰرٌ مِّنۡ عَسَلٍ

پینے والوں کے لئے خوش ذائقہ شراب کی ہوں گی اور نہریں شہد صاف

مُّصَفًّى ؕ وَلَهُمۡ فِيۡهَا مِنۡ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَمَغۡفِرَةٌ مِّنۡ

کی ہوں گی اور وہاں اُن کے لئے ہر قسم کے پھل ہونگے اور اُن کے پروردگار کی

۱۴ (اس لئے کہ انہوں نے ساری زندگی سوال آخرت اور دینی ذمہ داری سے بالکل بے فکر ہو کر گذاری تھی) يَاۡكُلُوۡنَ۔ تَاۡكُلُ۔ اکل کا ترجمہ دونوں جگہ اُردو محاورہ کے لحاظ سے "کھانے پینے" ہی سے ہو سکتا ہے۔ كَمَا تَاۡكُلُ الۡاَنۡعَامُ یعنی جس طرح مویشیوں کو کھانے سے مقصود بس پیٹ بھرنا ہی ہوتا ہے اور اور کوئی غرض ان کے سامنے نہیں ہوتی، منکرین آخرت اور مادیین کے سامنے بھی پیٹ ہی کا سوال اصل سوال ہوتا ہے۔ جس کے آگے اور کچھ نہیں۔ کھانے پینے کا مآل کیا ہے اور اس کھانے پینے کے لئے حدود و قیود کیا ہیں ان سارے سوالات کی طرف سے یہ لوگ بے فکر ہی رہتے ہیں۔

۱۵ تو آپؐ کے ہم وطن کس زعم دینداری کی غفلت میں پڑے ہوئے ہیں) اَشَدُّ قُوَّةً۔ جسمانی، مادّی، مالی، عددی ہر اعتبار سے ان اہل عرب سے برتر۔ قَرۡيَتِكَ الَّتِىۡۤ اَخۡرَجَتۡكَ۔ قریہ سے مُراد مکّہ کا ہونا بالکل ظاہر ہے۔ اَهۡلَكۡنٰهُمۡ۔ قریہ سے مراد اہل القریہ تھی ~~ضمیر جمع مذکر ھم انہیں کی جانب ہے~~۔

۱۶ یعنی کیا دونوں کے درمیان عمل و محرک عمل کا یہ واضح و نمایاں فرق، ثمراتِ عمل میں واضح و نمایاں فرق نہ پیدا کر دے گا؟

سَيَهْدِيهِمْ وَيُصْلِحُ بَالَهُمْ ۝٥ وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا

اللہ انہیں سنبھالے رہیگا اور اُن کی حالت درست رکھیگا اور انہیں جنت میں داخل کریگا جسکی انہیں (خوب)

لَهُمْ ۝٦ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ

پہچان کرادیگا ۵ے اے ایمان والو اگر تم اللہ کی مدد کروگے ، تو وہ تمہاری مدد کرے گا

وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ۝٧ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَتَعْسًا لَّهُمْ وَ

اور تمہارے قدم جمائے گا ۹ے اور جو لوگ کافر ہیں ان کے لئے بربادی ہے اور

اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ۝٨ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَرِهُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ

(اللہ) انکے اعمال کالعدم کردیگا ۱۰ے یہ اس سبب سے کہ انہوں نے اللہ کے اتارے ہوئے (احکام) کو ناگوار جانا

فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ۝٩ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا

اس نے انکے اعمال کو اکارت کردیا ۱۱ے کیا یہ لوگ زمین پر چلے پھرے نہیں ، جو یہ دیکھتے

كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ دَمَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۡ

کہ جو لوگ ان سے پہلے ہو گذرے ہیں ان کا کیا انجام ہوا اللہ نے انہیں ہلاک کر مارا

وَلِلْكٰفِرِيْنَ اَمْثَالُهَا ۝١٠ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ

اور (ان) کافروں کے لئے بھی ایسے ہی (معاملات) ہونے کو ہیں ۱۲ے یہ اسی سبب سے کہ اللہ ایمان والوں کا

اٰمَنُوْا وَاَنَّ الْكٰفِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ ۝١١ۧ اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ

کارساز ہے ، اور کافروں کا کوئی کارساز نہیں ۱۳ے بیشک اللہ اُن لوگوں کو

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ

جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے ، باغوں میں داخل کرے گا

ع ٥

۸ے (جس سے ہر شہید بے تکلف اپنی دائمی آرامگاہ تک پہنچ جائیگا)

سَيَهْدِيْهِمْ۔ یعنی ان کے منزل مقصود کے پہنچنے تک ہر قدم پر ان کی رہنمائی اور دستگیری ہوتی رہیگی۔ يُصْلِحُ بَالَهُمْ۔ قبر میں، حشر میں، پلصراط پر، ہر جگہ اُن کی نصرت و یاوری جاری رہیگی۔ ۹ے (دشمن کے مقابلہ میں۔ اور تم کبھی اُس کے مجمع اور قوت وشوکت سے مرعوب نہ ہوگے) اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ۔ یعنی اللہ کے دین کی مدد و نصرت کرتے رہو گے۔ يَنْصُرْكُمْ۔ یعنی غلبہ ہو یا مغلوبیت، ہر حال اور ہر صورت میں تائیدِ خداوندی تمہارے ساتھ رہیگی۔ يُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ۔ فنِ حرب کے جاننے والے خوب جانتے ہیں کہ میدانِ جنگ میں کتنی اہمیت عظیم اسی ہمت اور ثابت قدمی کو ہے مسلمانوں کی اس ثابت قدمی پر اغیار کی شہادت کے لئے ملاحظہ ہو تفسیر انگریزی۔ مومنین عارفین نے کہا ہے کہ یہ ثابت قدم رکھنے کا وعدہ عام ہے ہر شعبۂ زندگی کے لئے۔ محض میدانِ جنگ کے ساتھ مخصوص و محدود نہیں۔ اللہ کے دین کی نصرت کرنے والوں کے ساتھ نصرتِ الٰہی کارگاہِ زندگی کے ہر لمحہ میں موجود رہیگی۔ خواہ وہ وسوسۂ شیطانی ہو یا لغزش نفسانی۔

علی محجۃ الاسلام (کشاف۔ مدارک)۔ والمراد یقویکم ویوفقکم اللہ للدوام علی الطاعۃ (روح)

۱۰ے (آخرت میں) چنانچہ جب وہ انکشافِ حقائق کی گھڑی سامنے آئیگی تو منکرین کو اپنے حق میں جن جن نیک اعمال پر تکیہ اور غرّہ تھا وہ سب بے وزن اور ناکارے ثابت ہونگے۔ فَتَعْسًا لَّهُمْ۔ یہ بربادی انجام کے لحاظ سے تو یقیناً ہوگی، باقی احتمال اس کے وقوع کا مستقبل قریب میں بھی ہے۔ ۱۱ے (اس لئے کہ ان سارے اعمال کا مبنیٰ و منشار تو کفر ہی تھا، جو بغاوت کی فردِ اعلیٰ ہے) كَرِهُوْا۔ کراہت سے یہاں کراہت طبعی مُراد نہیں، بلکہ کراہت عقلی مُراد ہے۔ جس کا اظہار کافر کے نہ صرف عمل سے بلکہ عقیدہ سے بھی ہر وقت ہوتا رہتا ہے۔ ۱۲ے (اس لئے کہ کفر جو علت ہلاکت و بربادی ہے، وہ ان میں اور اُن میں مشترک ہے) كَيْفَ ..... قَبْلِهِمْ علم آثارِ قدیمہ آج جن جن قوموں کے کھنڈر اور ویرانے ڈھونڈ ڈھونڈ کر نکال رہا ہے وہ سب قومیں اپنے اپنے زمانہ میں تہذیب و تمدّن اور ترقی و دولت کی چوٹی پر پہنچی ہوئی لیکن مُنکر و نافرمان ہی ہوئی ہیں۔ اَمْثَالُهَا۔ یہ مثلیت صرف وقوع عذاب کے لحاظ سے ارشاد ہوئی ہے نہ کہ نوعیتِ عذاب کے لحاظ سے۔ ۱۳ے (جو اللہ کے مقابلہ میں ان کے کام آسکے) بِاَنَّ ...... اٰمَنُوْا۔ اور وہی اللہ دنیا و آخرت میں مومنین کے کام بناتا رہتا ہے۔ ذٰلِكَ۔ یعنی یہی مومنوں کی نصرت اور کافروں کی بدانجامی۔ ای نصر المومنین وسوء عاقبۃ الکافرین (مدارک)

ف۲ (دنیا و آخرت دونوں میں) کَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ۔ یعنی اُن کے گناہوں سے درگذر کر دیگا ـــــــ گناہوں سے پاک تو بجز انبیاء معصومین کے اور کوئی ہو نہیں سکتا۔ چنانچہ یہاں قرآن مجید "سیّئات" کو کھلم کھلا الذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت (مومنین صالحین) ہی کی جانب منسوب کر رہا ہے۔ مومنین صادقین کے فخر و شرف کے لئے بس اس قدر کافی ہے کہ انکے اعمال صالحہ کے انبار عظیم کے ساتھ جو گنے چنے ہوئے چند گناہ ہونگے، وہ بالکل معاف کر دیئے جائینگے۔ مُحَمَّدٍ۔ اسم پاک محمدؐ پر حاشیہ سورۂ اٰل عمران (پ۴) میں گذر چکا۔ نیز ملاحظہ ہو تفسیر انگریزی۔

بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۙ كَفَّرَ عَنْهُمْ
جو محمدؐ پر نازل کیا گیا اور وہ امر حق اُن کے پروردگار کی طرف سے ہے، اللہ اُن کے
سَيِّاٰتِهِمْ وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ ۝۲ ذٰلِكَ بِاَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوا
گناہوں کا کفارہ انکی طرف سے کر دیگا اور اُنکی حالت درست رکھیگا ف۳ یہ اسلئے ہے کہ کافروں نے تو باطل کی
اتَّبَعُوا الْبَاطِلَ وَاَنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبَعُوا الْحَقَّ مِنْ
پیروی کی اور ایمان والوں نے اپنے پروردگار کی طرف سے آئے ہوئے حق کو
رَّبِّهِمْ ۭ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ اَمْثَالَهُمْ ۝۳ فَاِذَا
اختیار کیا اللہ اسی طرح لوگوں کے لئے اُن کے حالات بیان کرتا ہے ف۳ سو جب
لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ ۭ حَتّٰٓى اِذَآ
تمہارا مقابلہ کافروں سے ہو جائے تو (ان کی) گردنیں مار چلو یہاں تک کہ جب ان کی
اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ ۤ ۙ فَاِمَّا مَنًّۢا بَعْدُ وَاِمَّا
خوب خونریزی کر چکو تو خوب مضبوط باندھ لو ف۴ پھر اس کے بعد یا محض احسان (رکھکر چھوڑ دو)
فِدَاۗءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا ڃ ذٰلِكَ ڙ وَلَوْ يَشَاۗءُ
یا معاوضہ لیکر (چھوڑ دو) تا آنکہ لڑائی اپنے ہتھیار رکھ دے (یہ حکم) اسی طرح ہے ف۵ اور اگر
اللّٰهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ وَلٰكِنْ لِّيَبْلُوَا۟ بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ ۭ
اللہ کی مشیت ہوتی تو ان سے انتقام لے لیتا لیکن (حکم اسلئے دیا) تاکہ تم میں سے ایک کا دوسرے کے ذریعہ سے امتحان کرے ف۶
وَالَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَنْ يُّضِلَّ اَعْمَالَهُمْ ۝۴
اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جاتے ہیں اللہ ان کے اعمال کو ہرگز ضائع نہ کریگا ف۷

ع ۳ وقف ... بینھما بقولہ ذالک ط ولکن حسن اتصالہ بما قبلہ ویوقف علی ذالک

اَصْلَحَ بَالَهُمْ۔ یہ اصلاح حال دنیا میں تو اس طرح ہوگی کہ مومنین کی توفیق عمل صالح بڑھتی جائیگی۔ اور آخرت میں اس طرح کہ انہیں نجات کامل مل جائیگی۔ ف۳ (کہ وہ ان سے ہدایت و بصیرت کے سبق لیں) ذٰلِكَ۔ یعنی مومنوں اور کافروں کے درمیان یہ فرق عظیم۔ لِلنَّاسِ۔ یعنی نفع رسانی خلق کی غرض سے۔ ای لاجل الناس لیعتبروا بھم۔ (مدارک)

ف۴ یعنی سب کو قید کر لو۔ کوئی بھاگ کر نکل نہ جانے پائے۔ اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا۔ مراد میدانِ جنگ و جہاد میں مڈبھیڑ ہونے سے ہے ـــــــ یہ مراد نہیں کہ حالت امن و صلح میں راستہ گلی میں چلتا ہوا کوئی کافر دکھائی دے۔ فَضَرْبَ الرِّقَابِ۔ یعنی انہیں مار ہی ڈالو۔ جو مقصود حکم قتال و فریضۂ جہاد کا ہے ـــــــ یہ مراد نہیں کہ ہمیشہ گردن ہی پر وار کرو، کسی اور طریقہ پر قتل نہ کرو۔ عبارۃ عن القتل لا ان الواجب ان تضرب الرقاب خاصۃ دون غیرھا من الاعضاء (مدارک) حَتّٰٓى اِذَآ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ۔ اس اثخان یا کافی خونریزی کا معیار فقہاء نے یہ قرار دیا ہے کہ اب اگر قتل کے بجائے قید ہی پر اکتفاء کی جائے تو جب بھی غلبۂ کفار اور مضرت مسلمین کا احتمال نہ رہے۔ ذٰلک حین لا یبقٰی شوکۃ للکافرین (مدارک) اس حکم قتل و خونریزی سے بچے، عورتیں اور زیادہ بوڑھے یعنی غیر مقاتلین مستثنیٰ ہیں۔ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ۔ یعنی انہیں خوب احتیاط و ہوشیاری سے اپنی قید میں رکھو۔ یہ لفظی معنی مُراد نہیں کہ ہمیشہ انہیں رسّی سے باندھ ہی کر رکھو۔ ف۵ یعنی یہ حکم جہاد و قتال اسی طرح اور انہیں صورتوں کے ساتھ فرض ہے۔ فَاِمَّا ..... فِدَاۗءً۔ یعنی قتل و اسیری کے بعد اب حکم رہائی ہی کا ہے، خواہ باخذِ معاوضہ و فدیہ، خواہ یوں ہی بلا معاوضہ ـــــــ کافر حربی بھی جب اسلام قبول کر لیں یا محض اتنا ہی کر لیں کہ حکومت اسلامی کی اطاعت قبول کر کے ذمیّت کے حقوق حاصل کر لیں تو اب نہ اُن کا قتل جائز رہیگا اور نہ قید ہی ـــــــ اب وہ آزاد ہیں۔ فقہاء نے یہاں متعدد صورتیں لکھی ہیں اور انتخاب کا اختیار حسب مصالح آیت، امام مسلمین کے ہاتھ میں چھوڑا ہے ـــــــ وہ چاہے تو قتل کر دے، چاہے غلام بنا لے۔ چاہے یوں ہی بھی چھوڑ دے۔ چاہے مالی معاوضہ لے کر چھوڑ دے۔ چاہے مسلمان قیدیوں کے تبادلہ میں چھوڑ دے۔

حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا۔ یعنی کافر مقاتل ہتھیار ڈال دیں، خواہ دین اسلام قبول کر کے، خواہ اسلام کی حاکمیت و حکومت قبول کر کے۔ قال الکلبی حتی یسلموا او یسالموا (معالم۔ خازن) قال الفراء حتی لا یبقی الا مسلم او مسالم (معالم۔ خازن) الْحَرْبُ۔ یہ نکتہ ملحوظ رہے کہ قرآن مجید نے جہاں کہیں بھی حرب یا اس کے مشتقات کا استعمال کیا ہے، کافروں ہی کی جنگ کے سلسلہ میں کیا ہے۔ مسلمانوں کی جنگ کے لئے قتال وغیرہ دوسرے لفظ آئے ہیں۔ ف۶ اشارہ حکم جہاد کی بعض حکمتوں اور مصلحتوں کی جانب ہے ـــــــ ایک طرف مجاہدین کو تعمیل ارشاد کا اجر ملے دوسری طرف کافروں اور منکروں کو موقع رہے کہ اب بھی حق کو قبول کر لیں۔ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ۔ یعنی اگر اس کی مشیت تکوینی یوں ہی ہوتی تو وہ تمہارا واسطہ ڈالے بغیر یوں ہی اپنے کسی اشارۂ تکوینی سے ان کا خاتمہ کر دیتا۔ آخر پچھلی نافرمان امتوں کے ساتھ یہ معاملہ پیش ہی آچکا ہے، اور کسی کو غرقابی سے کسی کو طوفان تُند سے، کسی کو زلزلہ سے ہلاک ہی کیا جا چکا ہے۔ ف۷ یہ وعدۂ الٰہی ہے کہ جہاد فی سبیل اللہ کے کسی کشتہ کا خون ضائع نہیں کیا جائیگا۔ ایسا نہیں ہونے کا کہ مقتول کی شہادت کا کوئی نتیجہ ہی نہ مرتب ہو۔

كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ ۭ اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ۭ قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا ۭ

(اور اُن سے پوچھا جائیگا کہ) یہ حقیقت ہے یا نہیں، تو وہ کہیں گے کہ بیشک ہے ہم کو قسم ہے ہمارے پروردگار کی

قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ۝۳۴ فَاصْبِرْ

(تب) ارشاد ہوگا کہ اچھا تو چکھو عذاب اپنے کفر کے بدلہ میں ۳۷ آپ صبر کیجئے

كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ ۭ

جیساکہ ہمت والے پیمبروں نے صبر کیا تھا اور ان لوگوں کے حق میں جلدی نہ کیجئے ۳۸

كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوْعَدُوْنَ ۙ لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنْ

جس روز یہ دیکھ لینگے اُس (عذاب) کو جس کا ان سے وعدہ کیا جا رہا ہے تو اس وقت (انہیں ایسا معلوم ہوگا)

نَّهَارٍ ۭ بَلٰغٌ ۚ فَهَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝۳۵ ع

گویا دن بھر میں کُل ایک گھڑی رہے ہیں (یہ اللہ کی طرف سے) تبلیغ ہے، سو برباد تو وہی ہونگے جو نافرمان ہونگے ۳۹

سُوْرَةُ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ ثَمَانٍ وَّثَلٰثُوْنَ اٰيَةً وَّاَرْبَعُ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ محمدؐ مدینہ میں نازل ہوئی اور اس کی اڑتیس ۳۸ آیتیں اور چار رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ نہایت مہربان، باربار رحم کرنے والے کے نام سے

اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَضَلَّ

جو لوگ کافر ہوئے اور اللہ کے راستہ سے روکا بھی (اللہ نے) اُن کے اعمال

اَعْمَالَهُمْ ۝۱ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا

کالعدم کردیئے ۱ اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل بھی کئے اور اُسی (سب) پر ایمان لائے

۳۷ اور اس کفر میں آخرت وجہنم کا انکار بھی داخل ہے۔ هٰذَا۔ یعنی یہ عذاب جس کا اب وقوع ہو رہا ہے۔ اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ۔ یعنی حقیقت سے دوچار ہونے کے بعد اب بھی تمہارے وہی دلائل قائم ہیں؟ ۳۸ (انتقام الٰہی کی، اُمّتِ اسلامیہ کی نُصرت کے خیال سے آپکے دل میں تقاضا طبعًا پیدا ہوتا تھا کہ مخالفین معاندین پر گرفت اگر جلد ہو جاتی تو اچھا تھا۔ فَاصْبِرْ ..... الرُّسُلِ۔ محققین عارفین نے کہا ہے کہ صبر بدرجۂ کمال انبیاء کرام کی خصوصیات میں سے ہے۔ انبیاء کی سی عالی ہمتی نہ کسی غیر نبی کی قدرت میں ہے اور نہ وہ اس پر مامور ہے۔ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ۔ من تبعیضیہ بھی ہو سکتا ہے۔ اس صورت میں مُراد منتخب مشاہیر رسل سے ہوگی۔ اور ان کی تعیین میں اختلاف ہے۔ مفسّرین کی ایک بڑی جماعت اسی ترکیب کی طرف گئی ہے۔ وعن عطاء الخراسانی والحسن بن الفضل والکلبی ومقاتل وقتادة وابی العالیه وابن جریج والیه ذهب اکثر المفسرین ان من للتبعیض فاولوا العزم بعض الرسل علیهم السلام واختلف فی عدتهم وتعیینهم علی اقواله (روح) وقد اختلف فی عدد اولی العزم علی اقوال (ابن کثیر) اور جائز ہے کہ من کو بیانیہ بھی سمجھا جائے۔ اس صورت میں اولوا العزم کا اطلاق سارے ہی انبیاء پر ہوگا۔ محققین کی ایک مختصر تعداد نے اسی ترکیب کو صحیح مانا ہے۔ او للبیان فیکون اولوا العزم صفة الرسل کلهم (مدارک) ومن بیانیة فیکون اولوا العزم صفة جمیعهم والیه ذهب ابن زید والجبائی وجماعة (روح) وقد یحتمل ان یکون المراد باولی العزم جمیع الرسل فتکون من لبیان الجنس (ابن کثیر) قال ابن زید کل الرسل کانوا اولی العزم لم یبعث الله نبیًا الا کان ذا عزم وحزم ورأی وکمال عقل وانما ادخلت من للتجنیس لا للتبعیض (معالم) ۳۹ (اور اتمام حجت کے بعد بھی نافرمان ہی رہینگے) كَاَنَّهُمْ ..... نَهَارٍ۔ یعنی مشاہدۂ عذاب آخرت کے وقت دنیوی زندگی کی طویل سے طویل مدت بھی چشم زدن کی سی معلوم ہوگی۔ بَلٰغٌ۔ یعنی رسُولوں کی معرفت اتمام حجت ہو چکا۔ الْفٰسِقُوْنَ۔ یہاں مُراد محض گنہگار نہیں، بلکہ دائرۂ اسلام سے خارج رہنے والے کافر مُراد ہیں۔ جن پر تبلیغ حق کا کوئی اثر ہی نہ ہوا۔ ای المشرکون الخارجون عن الاتعاظ بعد اعلى معاملهم (مدارک) فاسق کا اصطلاحی مفہوم، اسے کافر سے ممتاز کرنے والا تو بہت بعد کا ہے۔ قرآن مجید میں وہ اپنے وسیع وعمومی مفہوم میں آیا ہے۔ مطلق نافرمان کے مُرادف

ع ۹ ۴ ۴

۱ یعنی جن اعمال کو یہ غیر مسلم اپنے خیال میں نیک اور صالحانہ سمجھ رہے تھے، وہ آخرت میں انکشاف حقیقت کے وقت بے وزن اور ناکارے نکلے اور اس لئے غیر مقبول ٹھہرے۔ الَّذِيْنَ ..... اللّٰهِ۔ منکرین کے سرداروں کی یہ عادت ہر زمانہ میں رہی اور اب بھی ہے، وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ محققین نے تصریح کر دی ہے کہ حبط اعمال کے لئے، اعمال کے نامقبول ٹھہر جانے کے لئے، محض کفر کافی ہے۔ دوسروں کو ایمان سے روکنا یہ اس کی شرط نہیں ہے۔ یہ تو اُن سرداران کفر کی محض واقعی حالت کا بیان ہے۔

اِنَّا سَمِعْنَا کِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰی مُصَدِّقًا لِّمَا
ہم ایک کتاب سُن کر آئے ہیں جو موسٰیؑ کے بعد نازل کی گئی ہے جو اپنے سے پہلی (کتابوں)

بَیْنَ یَدَیْہِ یَہْدِیْۤ اِلَی الْحَقِّ وَ اِلٰی طَرِیْقٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿٣٠﴾
کی تصدیق کرتی ہے اور حق اور راہِ راست کی طرف رہنمائی کرتی ہے

یٰقَوْمَنَاۤ اَجِیْبُوْا دَاعِیَ اللّٰہِ وَ اٰمِنُوْا بِہٖ یَغْفِرْ لَکُمْ
اے ہمارے قوم والو، کہنا مانو اللہ کی طرف بُلانے والے کا، اور اس پر ایمان لے آؤ، اللہ تمہارے گناہ

مِّنْ ذُنُوْبِکُمْ وَ یُجِرْکُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ ﴿٣١﴾ وَ مَنْ
معاف کر دیگا اور تمہیں محفوظ رکھے گا عذاب دردناک سے ٣٤ؔ اور جو کوئی

لَّا یُجِبْ دَاعِیَ اللّٰہِ فَلَیْسَ بِمُعْجِزٍ فِی الْاَرْضِ وَ لَیْسَ
اللہ کی طرف بُلانے والے کا کہنا نہ مانے گا، تو وہ زمین میں کہیں بھی (اللہ کو) نہیں ہرا سکتا، اور نہ

لَہٗ مِنْ دُوْنِہٖۤ اَوْلِیَآءُ ؕ اُولٰٓئِکَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿٣٢﴾
اللہ کے سوا کوئی حامی ہوگا یہی لوگ توصریح گمراہی میں (پڑے) ہیں ٣٥ؔ

اَوَ لَمْ یَرَوْا اَنَّ اللّٰہَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ
کیا ان لوگوں نے یہ نہ جانا کہ اللہ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور

لَمْ یَعْیَ بِخَلْقِہِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰۤی اَنْ یُّحْیِۦَ الْمَوْتٰی ؕ بَلٰۤی
اُن کے پیدا کرنے سے (ذرا بھی) نہ تھکا، وہ اس پر بھی قدرت رکھتا ہے کہ مُردوں کو زندہ کر دے، کیوں نہیں

اِنَّہٗ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿٣٣﴾ وَ یَوْمَ یُعْرَضُ الَّذِیْنَ
بیشک وہ ہر چیز پر قادر ہے ٣٦ؔ اور جس روز کافر لوگ دوزخ کے سامنے لائے جائینگے

٣٤ؔ آیت اس باب میں تو صاف و صریح ہے کہ جناّت ایمان لے آنے کے بعد عذابِ الٰہی سے بچ جائینگے لیکن اس باب میں ناطق و صریح نہیں کہ ایمان لانے پر جنت میں بھی داخل ہو جائینگے۔ ان کے دخولِ جنت کے باب میں خاموشی ہے۔ امام ابو حنیفہؒ سے غایت احتیاط کی بنا پر جناّت کے دخولِ جنت کے بارہ میں سکوت و توقف منقول ہے۔ قال ابو حنیفۃؒ لا ثواب لھم الا النجاۃ من النار لھذہ الاٰیۃ (مدارک) وقال النسفی فی التیسیر توقف ابو حنیفۃ فی ثواب الجن فی الجنۃ ونعیمھم لانہ لا استحقاق للعبد علی اللّٰہ تعالٰی ولم یقل بطریق الوعد فی حقھم الا المغفرۃ والاجارۃ من العذاب واما نعیم الجنۃ فموقوف علی الدلیل (روح)۔ البتہ دوسرے ائمہ نے جنات کے مستحق جنت ہونے کو بلا تامل تسلیم کر لیا ہے۔ قال النووی فی شرح مسلم الصحیح انھم یدخلونھا ویتنعمون فیھا بالاکل والشرب وغیرھما وھذا مذھب الحسن البصری ومالک بن انس والضحاک وابن ابی لیلی وغیرھم (روح) وقال مالک ابن ابی لیلی وابو یوسف ومحمد رحمھم اللّٰہ لھم الثواب والعقاب وعن الضحاک انھم یدخلون الجنۃ ویاکلون ویشربون (مدارک) اِلَی الْحَقِّ۔ الحق سے مراد اصولِ دین ہیں۔ یعنی عقائد اساسی۔ ای فی الاعتقادات (ابن کثیر) اِلٰی طَرِیْقٍ مُّسْتَقِیْمٍ۔ طریق مستقیم۔ سے مُراد تفصیلات شریعت ہیں یعنی احکام عبادات و معاملات وغیرہا۔ ای فی العملیات (ابن کثیر) دَاعِیَ اللّٰہِ۔ سے مُراد رسُول اللہ سے ہونا ظاہر ہی ہے۔ قرآن مجید بھی مُراد ہو سکتا ہے۔ مِنْ ذُنُوْبِکُمْ۔ مُراد اس سے بعض گناہ نہیں۔ بلکہ کُل گناہ ہیں۔ من صلۃ ای ذنوبکم کلھا (معالم) ٣٥ؔ (کہ باوجود وضوحِ حق و قیامِ دلائل کے داعیٔ حق کی بات پر کان نہیں دھرتے اور اُس کی تکذیب میں لگے ہوئے ہیں) ٣٦ؔ (تو وہ وقت مناسب پر مُردوں کے زندہ کرنے پر قادر کیوں نہ ہوگا؟) یعنی امکان بعث تو قدرتِ حق کے مشاہدۂ آثار سے بالکل ظاہر ہے۔ وَلَمْ یَعْیَ بِخَلْقِہِنَّ۔ یہ تردید ہے اسی یہود اور مسیحی عقیدہ کی کہ خدا چھ روز میں آفرینش کائنات کے بعد تھک گیا تھا۔ اور ساتویں دن اس نے آرام کیا۔ ملاحظہ ہو تفسیر انگریزی۔ بَلٰۤی ..... قَدِیْرٌ۔ یہ تردید ہے مشرک قوموں اور جاہلی فلسفیوں کے اس زعم کی کہ خدا موجود تو ہے لیکن اس کی قدرت محدود ہے اور اس کے اختیارات ایک خاص درجہ اور حد سے زیادہ نہیں۔ یورپ میں ایک گروہ موحدوں (DEISTS) کے نام سے گذرا ہے۔ یہ لوگ وجودِ باری کے تو قائل تھے۔ لیکن جزا و سزائے آخرت اور رسالت وغیرہ کے منکر۔ قدیم قوموں میں بھی یہ گمراہی اچھی خاصی شائع رہی ہے۔

اَفۡـِٕدَةً ۖ فَمَاۤ اَغۡنٰى عَنۡهُمۡ سَمۡعُهُمۡ وَلَاۤ اَبۡصَارُهُمۡ وَ

دل دیئے تھے، سو نہ اُن کے کان اُن کے ذرا بھی کام آئے اور نہ اُن کی آنکھیں اور

لَاۤ اَفۡـِٕدَتُهُمۡ مِّنۡ شَیۡءٍ اِذۡ كَانُوۡا یَجۡحَدُوۡنَ ۙ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ

نہ اُن کے دل جبکہ وہ لوگ اللہ کی آیتوں کے خلاف ہٹ کرتے رہے

وَحَاقَ بِهِمۡ مَّا كَانُوۡا بِهٖ یَسۡتَهۡزِءُوۡنَ ﴿٢٦﴾ وَلَقَدۡ اَهۡلَكۡنَا مَا

اور جس (عذاب) کی وہ ہنسی کیا کرتے تھے اسی نے اُن کو آگھیرا ۲۹ اور ہم نے تمہارے گرد و پیش

ع ٣/٢٦/٣

حَوۡلَكُمۡ مِّنَ الۡقُرٰى وَصَرَّفۡنَا الۡاٰیٰتِ لَعَلَّهُمۡ

کی (اور) بستیوں کو بھی غارت کر دیا اور (اپنی) نشانیاں بھی پھیر پھیر کر بیان کر دی ہیں کہ شاید

یَرۡجِعُوۡنَ ﴿٢٧﴾ فَلَوۡلَا نَصَرَهُمُ الَّذِیۡنَ اتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِ

وہ باز آجائیں ۳۰ سو اُن کی مدد اُن لوگوں نے کیوں نہ کی جنہیں انہوں نے اللہ کے سوا

اللّٰهِ قُرۡبَانًا اٰلِهَةً ؕ بَلۡ ضَلُّوۡا عَنۡهُمۡ ۚ وَذٰلِكَ اِفۡكُهُمۡ

معبود بنا رکھا تھا، تقرب کے لئے وہ تو اُلٹے اُن سے غائب ہو گئے، اور یہ محض ان کی تراشی ہوئی

وَمَا كَانُوۡا یَفۡتَرُوۡنَ ﴿٢٨﴾ وَاِذۡ صَرَفۡنَاۤ اِلَیۡكَ نَفَرًا مِّنَ

اور گڑھی ہوئی بات تھی ۳۱ اور (اُس وقت کا ذکر کیجئے) جب ہم جنات کی ایک جماعت کو آپ کی طرف

الۡجِنِّ یَسۡتَمِعُوۡنَ الۡقُرۡاٰنَ ۚ فَلَمَّا حَضَرُوۡهُ قَالُوۡۤا اَنۡصِتُوۡا ۚ

لے آئے جو قرآن سننے لگے تھے غرض جب وہ لوگ آپ کے پاس آپہنچے تو کہنے لگے کہ خاموش رہو ۳۲

فَلَمَّا قُضِیَ وَلَّوۡا اِلٰى قَوۡمِهِمۡ مُّنۡذِرِیۡنَ ﴿٢٩﴾ قَالُوۡا یٰقَوۡمَنَاۤ

پھر جب وہ ختم ہو چکا تو وہ لوگ اپنی قوم کے پاس ڈرانے کے لئے گئے ۳۳ کہنے لگے اے ہمارے قوم والو

۲۹ یعنی جب اُن کی، جو تم سے کہیں زیادہ صاحبِ اقتدار و مالک جاہ و حشم تھے، کوئی عقلی تدبیر اور مادّی قوت انہیں اس انجام سے نہ بچا سکی تو تم کب تک عذابِ الٰہی سے بچے رہ سکتے ہو۔ ——— چھٹی اور ساتویں صدی عیسوی کا عرب، قوم عاد و قوم ثمود کے آغاز و انجام سے خوب واقف تھا۔ اس لئے اس کے سامنے ان قوموں کی مثالیں خاص طور پر مؤثر تھیں۔ وَلَقَدۡ ...... فِیۡهِ۔ یعنی جو تہذیبی و تمدّنی عروج انہیں حاصل تھا وہ تمہیں کہاں نصیب۔ وَجَعَلۡنَا ...... اَفۡـِٕدَةً۔ یعنی ہر قسم کی جسمی و عقلی صلاحیتیں انہیں حاصل تھیں۔ اے الالات المدرك والفهم (مدارک) آیت سے بقاعدۂ عبارۃ النص یہ بھی نکلا کہ انسان کو مادی و عقلی جتنی بھی صلاحیتیں اور قوتیں عطا ہوئی ہیں، وہ اسی لئے ہیں کہ انہیں رضائے الٰہی کے کاموں میں لگایا جائے۔ ۳۰ (کفر و شرک اور تکذیب رسولؐ سے) وَلَقَدۡ ..... الۡقُرٰى۔ یہ اہلاک اسی جرم کفر و تکذیب کی پاداش میں ہوا تھا۔ مَا حَوۡلَكُمۡ مِّنَ الۡقُرٰى۔ اطرافِ عرب کی مشہور متمدن و ہلاک شدہ قومیں قوم عاد، قوم ثمود، قوم لُوط وغیرہ تھیں، جو یمن، عمان، عراق عرب، شام و فلسطین میں آباد تھیں۔ لکم میں ضمیر جمع مخاطب سے مُراد اہل عرب ہیں، جو قرآن مجید کے مخاطب اوّل تھے۔ وَصَرَّفۡنَا الۡاٰیٰتِ۔ یعنی اُن کے ہلاک کرنے سے قبل بطور فہمائش و تنبیہ اُنہیں بار بار آگاہ بھی کیا گیا۔ اٰیات کے تحت میں ہر قسم کے دلائل و شواہد آگئے۔ ای کررنا علیهم الحجج وانواع العبر ... ای الحجج والدلائل والعظات (بحر) لَعَلَّهُمۡ یَرۡجِعُوۡنَ۔ مقصود یہ تھا کہ وہ لوگ اپنے کفر و شرک سے باز آجائیں۔ پھر بھی وہ باز نہ آئے۔ انہیں حرکتوں پر مُصر رہے۔ اور بالآخر ہلاک ہوئے۔ ۳۱ یعنی کہیں واقع میں وہ شفیع یا معبود یا صاحبِ تصرّف تھوڑے ہی تھے۔ یہ تو محض جاہلی مذہب والوں نے افسانے گڑھ رکھے تھے۔ اِفۡكُهُمۡ سے اس مشرکانہ عقیدہ کی کامل تردید ہو گئی کہ خدائی بھی کوئی تدریجی درجہ بندی کی چیز ہے۔ اور ایک معبودِ اعظم کے ماتحت چھوٹے چھوٹے دیوی دیوتا اور بھی ہوتے ہوں! اَلَّذِیۡنَ ...... اٰلِهَةً۔ یعنی انہوں نے ان ہستیوں کو معبود اس غرض سے تراش رکھا تھا کہ وہ آڑے وقت کام آئیں گی۔ ۳۲ (اور غور اور ادب سے اس کلام کو سنو) شان نزول کی روایتوں میں آتا ہے کہ یہ اس وقت کا ذکر ہے جب رسول اللہ صلعم اپنے قیام مکّہ کے زمانہ میں طائف تبلیغ دعوت کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ اور بظاہر وہاں سے بالکل ناکام اور شکستہ خاطر واپس آرہے تھے۔ شب کے وقت نخلہ میں آپؐ قرآن مجید نماز میں بآوازِ بلند پڑھ رہے تھے کہ جنات کی ایک جماعت کا اُدھر سے گذر ہوا اور وہ قرآن سُننے لگے۔ ملاحظہ ہوں سورۃ الاعراف (پ۹) کے حاشیے۔ حَضَرُوۡهُ۔ یعنی قرآن پڑھے جانے کے موقع پر آگئے۔ ۳۳ یعنی قرآن کی اہمیت سے مطلع کرنے اور اس کے احکام کی نافرمانی کے نتائج سے خبردار کرنے کے لئے۔

لِتَأْفِكَنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا ۚ فَأْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ
کہ ہمیں ہمارے معبودوں سے برگشتہ کردو، تو ہم پر لا واقع کرو (وہ عذاب) جس کا تم ہم سے وعدہ کررہے ہو، اگر تم
الصّٰدِقِيْنَ ﴿٢٢﴾ قَالَ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ۖ وَاُبَلِّغُكُمْ
سچے ہو ٢٦ انہوں نے فرمایا کہ (پورا) علم تو بس اللہ ہی کو ہے میں تو تمہیں وہی پہنچاتا
مَّآ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَلٰكِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ﴿٢٣﴾ فَلَمَّا
ہوں جس کا پیام دے کر مجھے بھیجا گیا ہے، البتہ تمہیں کو دیکھتا ہوں کہ تم لوگ نری جہالت کی باتیں کررہے ہو ٢٧، پھر
رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ ۙ قَالُوْا هٰذَا
جب ان لوگوں نے بادل کو اپنی وادیوں کے مقابل آتے دیکھا تو بولے کہ یہ تو
عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا ۭ بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ ۭ رِيْحٌ
بادل ہے جو ہم پر برسے گا نہیں بلکہ یہ تو وہ ہے جس کی تم جلدی مچایا کرتے تھے یعنی ایک آندھی
فِيْهَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٢٤﴾ ۙ تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍۢ بِاَمْرِ رَبِّهَا
جس میں دردناک عذاب ہے وہ ہر چیز کو اپنے پروردگار کے حکم سے ہلاک کردے گی
فَاَصْبَحُوْا لَا يُرٰٓى اِلَّا مَسٰكِنُهُمْ ۭ كَذٰلِكَ نَجْزِي
چنانچہ وہ ایسے ہوگئے کہ بجز ان کے مکانات کے اور کچھ دیکھنے کو نہیں رہا، ہم مجرموں کو یوں ہی
الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿٢٥﴾ وَلَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ فِيْمَآ اِنْ
سزا دیا کرتے ہیں ٢٨ اور ہم نے اُن لوگوں کو جو قدرت دی تھی وہ قدرت
مَّكَّنّٰكُمْ فِيْهِ وَجَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَّاَبْصَارًا وَّ
تم لوگوں کو نہیں دی اور ہم نے ان کو کان اور آنکھیں اور

٢٦ اس قوم نے بھی حسبِ معمول دعوت کی اصل خوبیوں پر غور ہی نہ کیا، بلکہ اُس دعوت کو اپنے رواجی پیمانہ سے ناپ کر اس سے بے تحاشا انکار ہی شروع کردیا۔ ــــــ قوم عاد اپنے زمانہ کے ایک بڑے زبردست تمدّن کی مالک تھی۔ اس نے وہی جواب دیا، جو آج بھی "مہذب" "متمدن" قوموں کی زبان پر چڑھا ہوا ہے۔

٢٧ حضرت ہودؑ نے فرمایا کہ تم عجیب اُلٹے پلٹے مطالبے مجھ سے کررہے ہو۔ میرا کام تو صرف عقائد صحیح کی تبلیغ ہے یعنی توحید، رسالت وعقیدۂ معاد، تو اُن کی صداقت ومعقولیت پر مجھ سے جتنی چاہو گفتگو کرلو۔ باقی مجھے یہ چیلنج دے کر کہ اگر میں سچا ہوں تو تمہارے سر پر ابھی قیامت لا کھڑی کروں، اس سے تو تم اپنی ہی بے مغزی وکج فہمی کا مظاہرہ کررہے ہو۔ انما العلم عند اللہ۔ یعنی قیامت کے متعلق تفصیلات وجزئیات کا علم کہ وہ کب آئیگی کس وقت آئیگی وغیرہا، تو یہ تو صرف حق تعالیٰ ہی کے علم میں ہے۔ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ۔ جہل وجہالت کا اردو میں ایک مفہوم یہ بھی چلا ہوا ہے کہ وہ ناخواندگی کا مُرادف اور حرف شناسی کی ضد ہے۔ عربی کے تجہلون کو اس مفہوم سے کوئی واسطہ نہیں۔ عربی میں اس کا مفہوم ہے نادانی اور بے مغزی کی باتیں کرنا اور ضد یا نفسانیت کی بنا پر قبول سے اغماض کرنا۔

٢٨ قوم عاد کی آخری تباہی کا ذکر ہے کہ پہلے تو وہ بدلی سی اٹھتی ہوئی دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور سمجھے کہ بارش کا بادل ہے۔ کچھ ہی دیر بعد معلوم ہوگیا کہ نہیں وہ تو عذاب کا طوفان ہے۔ اَوْدِيَتِهِمْ۔ وادی کے لفظی معنیٰ اُس نشیب کے ہیں جس میں پانی جمع ہوجائے۔ تُدَمِّرُ . . مَسٰكِنُهُمْ۔ یعنی نہ کوئی انسان زندہ بچا نہ کوئی حیوان اور نہ اگلی وہ عالی شان آراستہ پیراستہ عمارتیں ہی باقی رہیں۔ صرف اُجڑے ہوئے اور گرے پڑے مکان اور کھنڈر باقی رہ گئے۔ كَذٰلِكَ . . . . الْمُجْرِمِيْنَ۔ عام قانون الٰہی کا بھی اعلان کردیا گیا کہ یہ غیبی ہلاکت عادی مجرموں اور نافرمانوں ہی کے نصیب میں آتی ہے اور اس میں کوئی تخصیص قوم عاد کی نہ تھی۔ جو قوم بھی نافرمانی کریگی وہ اسی سزا کی مستحق ہوجائیگی۔ بِاَمْرِ رَبِّهَا۔ اس تصریح نے اس حقیقت کو واضح کردیا کہ آندھی میں خود کوئی اختیار نہ تھا، نہ کوئی الگ دیوتا ہوا اور آندھی کا ہے بلکہ یہ جو کچھ بھی پیش آیا، تمامتر پروردگار عالم ہی کے حکم سے پیش آیا۔

دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ۚ وَلِيُوَفِّيَهُمْ اَعْمَالَهُمْ وَهُمْ

اُنکے اعمال کے مطابق (الگ الگ) درجے ہیں تاکہ اللہ اُنکے اعمال کی جزا پوری دے اور اُن پر

لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿١٩﴾ وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى

ظلم (کسی طرح کا بھی) نہ ہوگا ٢١ اور جس روز کافر لوگ آگ کے سامنے لائے

النَّارِ ؕ اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَ

جائینگے کہ تم اپنی لذت کی چیزیں (سب) دنیا ہی میں حاصل کر چکے اور

اسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا ۚ فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ

اُن کا خوب مزہ اُٹھا چکے ٢٢ سو آج تمہیں ذلت کی سزا دی جائے گی

بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَ

اس لئے کہ تم دنیا میں ناحق تکبر کیا کرتے تھے اور

بِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُوْنَ ﴿٢٠﴾ وَاذْكُرْ اَخَا عَادٍ ؕ اِذْ اَنْذَرَ ع ١٠/٢

اس لئے کہ تم نافرمانیاں کیا کرتے تھے ٢٣ اور آپ (ان سے) ذکر کیجئے قوم عاد کے بھائی کا جبکہ انہوں نے

قَوْمَهٗ بِالْاَحْقَافِ وَقَدْ خَلَتِ النُّذُرُ مِنْ بَيْنِ

اپنی قوم کو ڈرایا، ریگ کے تودوں (کی بستی) میں ٢٤، اور اُن سے پہلے اور اُن سے پیچھے بھی

يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖٓ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنِّيْٓ

ڈرانے والے گذر چکے ہیں اس بات سے کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت مت کرو، مجھے

اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿٢١﴾ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا

تمہارے لئے اندیشہ ایک بڑے (سخت) دن کے عذاب کا ہے ٢٥ وہ لوگ بولے تو کیا تم ہمارے پاس اسلئے آئے ہو

٢١ اور حشر کی عدالت کے فیصلے رتی رتی حق و عدل پر مبنی ہونگے۔ ظلم، زیادتی، دھاندلی کا گذر ہی کہیں نہ ہوگا۔ لِكُلٍّ عَمِلُوْا۔ ان درجات میں دوزخ اور جنت دونوں کے درجے آگئے۔ لِيُوَفِّيَهُمْ۔ ل تعلیل کا ہے یعنی یہ قیامِ حشر اور ہر ایک کا اس کے حسبِ استحقاق درجہ سب اسی لئے ہوگا کہ ہر ایک کے حق میں عدل پورا پورا ہو جائے۔

٢٢ (یہاں تک کہ اُن میں منہمک و مستغرق ہو کر اپنے انجام اور اپنے خالق کو بھی بالکل بُھلا بیٹھے تھے) وَاسْتَمْتَعْتُمْ۔ استمتاع سے یہاں مطلق استمتاع لذات مراد نہیں کہ وہ ہرگز ممنوع یا مذموم نہیں۔ بلکہ صرف وہ استمتاع لذات مُراد ہے جو آخرت فراموشی اور خدا فراموشی کی طرف لے جائے اور جس میں حلال و حرام کا کوئی امتیاز ہی نہ باقی رہ جائے۔ اَذْهَبْتُمْ الدُّنْيَا یعنی اس طرح اوندھے منہ تم ان دنیوی و مادّی لذتوں پر جُھکے اور گرے کہ اب عالمِ آخرت میں عیش سرمدی و راحتِ ابدی سے لُطف اُٹھانے کی اپنے میں صلاحیت ہی باقی نہ رکھی۔ مُرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ آیت سے دلالت زہد پر نکلتی ہے نیز اس طرف اشارہ کہ لذات دنیوی میں توسع موجب خطر ہے۔ مگر مطلقاً نہیں بلکہ حُبّ معاصی کے ساتھ۔

٢٣ غرض یہ کہ عذاب جو کچھ بھی ہوگا انسان کے سب اپنے کرتوتوں کا نتیجہ ہی ہوگا۔ فِي الْاَرْضِ کی تصریح سے اشارہ یہ نکلا کہ اللہ کی بنائی اور بسائی ہوئی زمین پر چلنا پھرنا، رہنا بسنا اور پھر زمین کے فاطر و پروردگار سے تکبّر و بغاوت کرنا اور بھی کھلی ہوئی ڈھٹائی ہے۔ تَسْتَكْبِرُوْنَ مفسّر تھانویؒ نے لکھا ہے کہ یہاں استکبار سے مُراد استکبار عن الایمان ہے کہ عذاب خلود اسی کے ساتھ مخصوص ہے۔ بِغَيْرِ الْحَقِّ۔ کبر و استکبار تو بجائے خود ناحق ہمیشہ ہی ہوگا۔ قید کے اضافہ سے مُراد یہ ہے کہ یہ کبر خود تمہارے بشری معیار سے بھی بیجا اور بالکل باطل تھا۔

٢٤ اَخَا عَادٍ۔ یعنی حضرت ہودؑ پیغمبر۔ قوم عاد اور مسکن عاد پر حاشیے سورۃ الاعراف (پ ٨) میں گذر چکے۔ الْاَحْقَافِ۔ احقاف کے لفظی معنی ریگ کے مستطیل تودوں کے ہیں۔ عرب قدیم کے لوگ ایسے مقامات پر بستیوں اور آبادیوں سے ناآشنا نہ تھے۔ دہنہ عرب جنوب کے اس طویل علاقے کا نام ہے جو شرقاً غرباً عمان سے یمن تک اور شمالاً جنوباً نجد سے حضر موت تک ۱۲ لاکھ مربع میل کے رقبہ میں پھیلا ہوا ہے۔ اس وسیع خطّہ کے مغربی حصّہ کی زمین سُرخ رنگ کی ریگ کی ہے۔ اور یہی علاقہ الاحقاف کہلاتا ہے۔ ملاحظہ ہو تفسیر انگریزی۔

٢٥ یہاں یہ بتایا ہے کہ یہ دعوتِ توحید کوئی نرالی اور انوکھی چیز تو ہے نہیں۔ حضرت ہودؑ سے پہلے بھی اس کی تبلیغ بار بار ہو چکی تھی اور اس کے بعد سے بھی برابر ہوتی چلی آئی ہے۔

۱۵ حاصل یہ نکلا کہ جو بندہ سعید ہوتا ہے وہ اللہ کے براہِ راست حقوق تو ادا کرتا ہی ہے۔ اور ساتھ ہی بندوں کے حقوق بھی درجۂ کمال میں پہچانتا ہے۔ اور انہیں بندوں کے حقوق میں ایک بڑا افضل واشرف حق والدین کی اطاعت وخدمتگذاری ہے۔ چنانچہ بندۂ سعید دن رات اپنی عبدیت کے اقرار اور عبادت کے عزم واہتمام میں لگا رہتا ہے۔ إِذَا بَلَغَ أَشُدَّهُ۔ یعنی نشوونما پاکر پورا مرد ہوجاتا ہے۔ مختلف مفسرین وفقہاء نے اس کے لئے مختلف عمریں ٹھہرائی ہیں۔ کسی نے ۱۸ سال، کسی نے ۲۵ سال، کسی نے ۳۰ سال، کسی نے کچھ اور، لیکن سب سے زیادہ محقق قول اس باب میں حسن تابعی کا ہے، جنہوں نے فرمایا کہ جس عمر میں بھی انسان اپنے اعمال کا پوری طرح ذمہ دار ہوجائے۔ اور اُس پر حجت قائم ہوجائے۔ بس وہی اس کی عمر کا اشدّ ہے۔ قال الحسن اخذ به قيام الحجة عليه (جصاص) وَبَلَغَ أَرْبَعِينَ سَنَةً۔ قوائے عقلی اپنے حدِ کمال پر چالیس سال کی عمر میں جاکر پہنچتے ہیں۔ وَأَصْلِحْ لِي فِي ذُرِّيَّتِي۔ یعنی میری اولاد کو بھی توفیق خیر دے اور محلِ صالحیت بنادے۔ لما اجعل ذريتي موقعا للصلاح ومظنة له (مدارک) اے اجعل الصلاح ساريا في ذريتي راسخا فيهم (روح)

الْمُسْلِمِينَ ⑮ أُولٰٓئِكَ الَّذِينَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ أَحْسَنَ

فرمانبرداروں میں سے ہوں ۱۵ یہی وہ لوگ ہیں کہ ہم ان کے اچھے اچھے عمل کو

مَا عَمِلُوا وَنَتَجَاوَزُ عَنْ سَيِّاٰتِهِمْ فِيٓ أَصْحٰبِ

قبول کرینگے اور اُن کے گناہوں سے درگذر کریں گے (یہ) اصحاب جنت میں سے

الْجَنَّةِ ۗ وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِي كَانُوا يُوعَدُونَ ⑯

(ہونگے) اُس سچے وعدہ (کی بنا) پر جس کا اُن سے وعدہ کیا جاچکا تھا ۱۶

وَالَّذِي قَالَ لِوَالِدَيْهِ أُفٍّ لَّكُمَآ أَتَعِدَانِنِيٓ أَنْ

اور جس شخص نے اپنے ماں باپ سے کہا کہ تف ہے تم پر کیا تم مجھے یہ خبر دیتے ہو کہ

أُخْرَجَ وَقَدْ خَلَتِ الْقُرُونُ مِن قَبْلِي وَهُمَا يَسْتَغِيثَانِ

میں (قبر سے) نکالا جاؤنگا، درانحالیکہ مجھ سے پہلے (بہت سی) اُمتیں گزر چکی ہیں ۱۷ اور وہ دونوں اللہ سے فریاد

اللّٰهَ وَيْلَكَ اٰمِنْ ۖ إِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ۚ فَيَقُولُ مَا

کررہے ہیں (اور اس اولاد کو کہہ رہے ہیں) ارے تیری کمبختی تو ایمان لا، بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے ۱۸ تو اس پر وہ کہتا

هٰذَآ إِلَّآ أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ⑰ أُولٰٓئِكَ الَّذِينَ حَقَّ

(کیا) ہے کہ یہ تو بس اگلوں کے ڈھکوسلے ہیں ۱۹ یہی وہ لوگ ہیں کہ اُن کے حق میں

عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِيٓ أُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِم

ان لوگوں کے ساتھ (اللہ کا) قول پورا ہوکر رہا جو ان سے قبل

مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ ۖ إِنَّهُمْ كَانُوا خٰسِرِينَ ⑱ وَلِكُلٍّ

جنات اور انسانوں میں گذر چکے ہیں، بیشک یہ لوگ خسارہ میں رہے ۲۰ اور ہر ایک کے لئے

صالح اولاد بھی حق تعالیٰ کی اعلیٰ ترین نعمتوں میں سے ہے ——— بڑے بڑے کاملین ومقبولین اس کی دعائیں مانگتے اور اس کی آرزو کرتے رہتے ہیں۔ اس سے شرماتے نہیں۔ إِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ۔ "مسلم" کا لقب ان حضرات اہلِ جنت کے شرف وافتخار کے لئے بالکل کافی ہے۔ یہ اور بڑھ بڑھ کر دعویٰ نہیں کرتے۔ صرف اپنے تائب اور مسلم ہونے کا اقرار کرتے ہیں۔ ۱۶ (دنیا میں) وَعْدَ الصِّدْقِ۔ وہ سچا وعدہ یہی کہ حُسنِ عمل کے اجر بہت بڑے بڑے ہیں۔ وَنَتَجَاوَزُ عَنْ سَيِّاٰتِهِمْ۔ یہ حقیقت قرآن مجید میں بیسیوں بار آچکی ہے۔ اور یہاں ایک بار پھر اسی کا اعادہ ہے کہ بڑے بڑے کاملین اور مقبولین بھی گناہوں سے خالی نہیں ہوتے۔ ان کے گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں۔ ان کی خطاؤں سے درگذر کردی جاتی ہے۔ اگر سیئات کا وجود ہی سرے سے نہیں ہوتا تو درگذر یا معافی ہی کس چیز سے ملتی ہے؟ آیت کی زد فرقۂ خوارج پر بھی پڑتی ہے۔ جن کے نزدیک ہر مومن کو عملاً معصوم ہی ہونا چاہیئے۔ ۱۷ (اور کسی کے بھی مشاہدہ وتجربہ میں یہ مُردوں کا دوبارہ زندہ ہونا نہ آیا) ذکر یہاں کافر اولاد کا ہے۔ حقوق اللہ وحقوق العباد دونوں سے یکساں غافل۔ ایسی اولاد بجائے اطاعت وخدمت والدین کے دعوت اسلام پر اُلٹ کر یہ جواب دے رہی ہے اور بکمال "روشن خیالی" کہتی ہے کہ قیامت کا بس ذکر ہی ذکر سنتے چلے آئے ہیں۔ آج تک تو کسی مُردہ کو زندہ ہوتے دیکھا یا سُنا نہیں۔ ——— مادیین منکرین آخرت کے دعوے پر خوب غور کرکے دیکھ لیا جائے اس کا ماحصل سوا اس کے اور ہے کیا۔ أُفٍّ لَّكُمَا۔ ولا تقل لهما أُفٍّ۔ پر حاشیہ سورۂ بنی اسرائیل (پ ۱۵) میں ملاحظہ ہو۔ ۱۸ (تو توحید کی طرح تو روزِ جزا پر بھی اعتقاد رکھ) وَهُمَا يَسْتَغِيثَانِ اللّٰهَ۔ نالائق اولاد کے کفر وبے دینی سے گھبرا کر مومن والدین حق تعالیٰ سے فریاد کررہے ہیں ——— نئی نسل سے متعلق کتنے تجربے اس قسم کے پُرانی نسلوں کو نہیں ہوتے رہتے ہیں! ۱۹ (حق وصداقت سے خالی) هٰذَا۔ یعنی یہی وعدۂ آخرت وعذابِ آخرت۔ مَا هٰذَآ إِلَّآ أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ۔ یعنی یہ کیا وہی افسانہائے کہن شروع کردیئے؟ ——— ٹھیک وہی فقرہ جو آج بھی کتنے "روشن خیالوں" کے حلق وزبان سے مذہب کے خلاف نکل رہا ہے۔ ۲۰ (جس کا پورا انکشاف جاکر آخرت میں ہوا) الْقَوْلُ۔ سے مراد یہی وعدۂ گرفت وعذاب ہے۔ مِنَ الْجِنِّ۔ جنات پر حاشیئے پہلے گذر چکے۔

لِلْمُحْسِنِيْنَ ﴿١٢﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا

نیک لوگوں کے حق میں بشارت ہے، جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے پھر (اس پر) قائم رہے

فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿١٣﴾ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ

سو اُن لوگوں پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے یہی لوگ تو

الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٤﴾

اہل جنت ہیں اس میں ہمیشہ رہینگے بعوض اُن کاموں کے جو وہ کرتے رہتے تھے ١٣ه

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسٰنًا ۭ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ

اور ہم نے انسان کو حکم دیا ہے کہ اپنے والدین کے ساتھ نیک سلوک کرتا رہے، اُس کی ماں نے اسکو

كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا ۭ وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ

بڑی مشقت کے ساتھ پیٹ میں رکھا اور بڑی مشقت کے ساتھ اُسے جنا اور اُس کا حمل اور اُسکی دودھ بڑھائی

شَهْرًا ۭ حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۙ

تیس مہینوں میں ہو پاتی ہے ١٤ه یہانتک کہ جب وہ اپنی پوری پختگی کو پہنچ جاتا ہے اور چالیس سال کو پہنچتا ہے

قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ

تو کہتا ہے کہ اے میرے پروردگار مجھے اس پر مداومت دے کہ تیری نعمتوں کا شکر ادا کرتا رہوں جو

عَلَيَّ وَعَلٰي وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ

تو نے مجھ کو اور میرے والدین کو عطا کی ہیں اور اس پر کہ میں نیک عمل کرتا رہوں کہ تو خوش ہو

وَاَصْلِحْ لِيْ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ ۚ اِنِّىْ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاِنِّىْ مِنَ

اور میری اولاد میں بھی میرے لئے صالحیت پیدا کر دے، میں تیری جناب میں توبہ کرتا ہوں، اور میں

١٣ه جن لوگوں نے صدق دل سے اللہ کی توحید کا اقرار کیا اور پھر اُسے چھوڑا نہیں، آخر وقت تک اسی عقیدہ پر قائم رہے تو اس کا مقتضٰی یہ ہے کہ ایسے لوگوں کو آخرت میں نہ کوئی خوف و ہراس ہوگا اور نہ وہ غمگین ہی ہونگے۔ ایسے لوگوں کے لئے جنت ہی جنت ہے چین ہی چین ہے اور یہ سب ان کے حُسنِ عمل کا صلہ ہوگا۔ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا اقرار توحید کے بعد پھر اُس پر قائم و ثابت قدم رہنا اور ہر آزمائش میں پورے اُترتے رہنا بہت بڑی چیز ہے اور مدح خاص کی مستحق۔ عین جس وقت ان سطروں پر نظرِ ثالث ہو رہی ہے (۱۹۵۰ء میں) ہندوستان یا بھارت میں آیت کے اس جزء کی قدر خاص طور پر ہو رہی ہے۔ سورۂ حٰمٓ السجدہ (پ ٢٤) میں بھی یہی مضمون ایک آیت میں آچکا ہے۔

١٤ه (علی العموم اور اکثر) مُدّت حمل، ٦ ماہ کم سے کم ہے۔ اور مُدّت رضاعت ٢ سال زیادہ سے زیادہ ہے۔ یہ ملا کر کُل ٣٠ مہینہ ہو گئے —— یا یہ حساب رکھا جائے کہ طبیعی مُدّت حمل ٩ مہینہ اور طبیعی مُدّت رضاعت ٢١ مہینہ کل ½٢ برس یوں بھی ہو گئے۔ سورۂ لقمان (پ ٢١) میں بھی ایک آیت اسی مضمون کی آچکی ہے۔ وَوَصَّيْنَا ... اِحْسٰنًا۔ سورۂ بنی اسرائیل (پ ١٥) میں ایک آیت اسی قسم کی گذر چکی ہے۔ حَمَلَتْهُ ... وَضَعَتْهُ كُرْهًا۔ ماں کی خدمت کی اہمیّت خصوصی اس کی اُن مصیبتوں سے واضح ہے جو اسے حمل و وضع حمل کے سلسلہ میں جھیلنی پڑتی ہیں۔ ان حقائق کی طبّی تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو تفسیر انگریزی۔

بِيْ وَلَا بِكُمْ ۭ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ وَمَآ اَنَا اِلَّا
اور تمہارے ساتھ کیا میں تو بس اُسی کا اتباع کرتا ہوں جو میرے پاس وحی آتی ہے اور میں تو
نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ⑨ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ
صرف ایک صاف صاف ڈرانیوالا ہوں، آپ کہیئے کہ اچھا یہ تو بتاؤ کہ اگر یہ (قرآن) اللہ ہی کی طرف سے
اللّٰهِ وَكَفَرْتُمْ بِهٖ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْۢ بَنِيْٓ
ہو اور پھر تم اس سے کفر کر رہے ہو، اور بنی اسرائیل میں سے ایک گواہ
اِسْرَاۗءِيْلَ عَلٰي مِثْلِهٖ فَاٰمَنَ وَاسْتَكْبَرْتُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ
اس جیسی کتاب پر گواہی دے اور ایمان لے آئے، اور تم تکبر ہی میں رہو ۹ بیشک اللہ
ع ١ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ⑩ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
بے انصاف لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا ۱۰ اور یہ کافر ایمان والوں کی نسبت
لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقُوْنَآ اِلَيْهِ ۭ وَاِذْ لَمْ
یہ کہتے ہیں کہ یہ (قرآن) اگر کوئی اچھی چیز ہوتا تو یہ لوگ اس کی طرف ہم سے سبقت نہ کر جاتے، اور جب
يَهْتَدُوْا بِهٖ فَسَيَقُوْلُوْنَ هٰذَآ اِفْكٌ قَدِيْمٌ ⑪ وَمِنْ
ان لوگوں کو ہدایت نصیب نہ ہوئی تو کہنے لگتے ہیں کہ یہ وہی پرانا جھوٹ ہے ۱۱ حالانکہ
قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّرَحْمَةً ۭ وَهٰذَا كِتٰبٌ
اس کے قبل موسیٰ کی کتاب بھی رہنما اور رحمت تھی اور یہ کتاب اس کی
مُّصَدِّقٌ لِّسَانًا عَرَبِيًّا لِّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ڰ وَبُشْرٰى
تصدیق کرنیوالی ہے عربی زبان میں ہے تاکہ ظالموں کو ڈرائے ۱۲ اور

۸ میں اپنے لئے نہ غیب دانی کا مدعی ہوں نہ مافوق الفطرت قوتوں کا۔ جیسے اللہ کے سب بندے، ویسا ہی میں بھی۔ فرق صرف اتنا کہ میرا رشتہ وحیِ الٰہی سے جڑا ہوا ہے اور میں توحید اور دین حق کی تبلیغ پر مامور ہوں۔ مَا.... الرُّسُلِ۔ سلسلۂ نبوت و رسالت تو بہت قدیم ہے۔ خدا کو معلوم ہے کہ مجھ جیسے کتنے پیمبر پہلے بھی دنیا میں آ چکے ہیں۔ وَمَآ.... بِكُمْ۔ بغیر وحیِ الٰہی مجھے تو نہ اپنا حشر معلوم نہ تمہارا۔ اہلِ بدعات نے رسول کے علم غیب وغیرہ سے متعلق جو عقیدے گڑھ رکھے ہیں، یہ آیت ان کے حق میں کیسی ضرب کاری ہے۔ لَا بِكُمْ۔ لَا معنی نفی کی تاکید کے لئے ہے۔ ولا لتاكيد النفي المشتمل على ما يفعل بي (بيضاوي)۔ ۹ (تو تمہارا انجام کیا ہوگا، یعنی یقین و اعتقاد کے نہ سہی، بطور فرض و احتمال بھی اگر اسے مان لو کہ یہ قرآن واقعی کتاب الٰہی ہے اور تم اس سے خواہ مخواہ بھاگ رہے ہو، تو ذرا سوچو تو کہ کیسے خسارہ میں رہو گے؟ وَشَهِدَ.... مِثْلِهٖ۔ قرآن مجید نے تو شاهد بصیغۂ واحد کہا، اور صرف ایک ہی متدین و صاحبِ علم اسرائیلی کی شہادت کو فرض کیا تھا۔ واقعۃً و عملاً تو اس سے بڑھ کر معاملہ رہا یعنی ایک نہیں متعدد متدین صاحبِ علم اسرائیلی قرآن پر ایمان لاکر رہے ——— بنی اسرائیل کا نام اس لئے لیا کہ وہی ایک صاحبِ کتاب قوم موجود تھی۔ اور اس قوم کا علم و فضل قریش کو بھی مسلّم تھا۔ شَاهِدٌ کی تنوین اظہارِ عظمت و قدر کے لئے ہے۔ والتنوين للتفخيم (روح) شَاهِدٌ مِّنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ۔ سے مراد حضرت موسیٰ سے ہی لی گئی ہے۔ اور مثلہ سے مراد توریت ہے۔ عن مسروق قال التوراة مثل القرآن وموسى مثل محمد صلعم (ابن جرير) وقال الأخرون الشاهد هو موسى بن عمران (معالم) ۱۰ (اور بے انصافی ہیں تم سے بڑھ کر اور کون ہوگا؟) یہاں اس قانون تکوینی کا اعلان ہے کہ جو لوگ خود اپنی ہدایت نہیں چاہتے، خلوئے ذہن کے ساتھ حقائق پر غور و التفات ہی نہیں کرتے۔ ہدایت ان کے سر زبردستی چیپک بھی نہیں دی جاتی۔ اور وہ ہدایت سے ہمیشہ محروم ہی رہتے ہیں۔ ۱۱ (اور نبوت کے جھوٹے دعوے جس طرح ہمیشہ سے لوگ کرتے آئے ہیں، اُسی طرح کا ایک جھوٹا دعویٰ یہ بھی ہے) لَوْ.... اِلَيْهِ۔ رؤسائے یہود اور سردارانِ قریش دونوں فخر و پندار تفوق میں مبتلا، عوام عرب کو اسلام کی طرف بڑھتے دیکھ کر کہتے کہ یہ نیا دین قابل تصدیق ہوتا تو ہم ہی نہ سب سے پہلے اس کی طرف بڑھتے؟ تو جب ہم اس کی جانب نہیں بڑھے، تو اس کے معنی ہی یہ ہیں کہ یہ دین خیر سے خالی ہے۔ مفسر ابن کثیر نے لکھا ہے کہ اہل سنت یہ فقرہ لو كان خيرًا مَّا سَبَقُوْنَآ اِلَيْهِ ذرا سا بدل کر حضرات صحابہ سے متعلق کہا کرتے ہیں کہ فلاں عمل اگر اچھا ہوتا تو حضرات صحابہ نہ اس کی جانب بڑھتے؟ اور جب انہوں نے سبقت نہ کی تو اس سے معلوم ہو گیا کہ وہ عمل بدعت ہے اور خیر سے خالی۔ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا۔ اشارہ رؤسائے یہود اور سردارانِ قریش کی طرف ہے جو اُس وقت تک انکار و مخالفت پر قائم تھے۔ من اليهود وقال قتادة نزلت في مشركي مكة (معالم) لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۔ اشارہ عوام عرب کی طرف ہے جو اس وقت تک ایمان لا چکے تھے۔ وَاِذْ.... قَدِيْمٌ۔ آج بھی "روشن خیال" فرنگی نبوت کو ایک قدیم، متوارث شعبۂ جنون ہی کہنے پر مُصر ہے۔ ۱۲ تو یہ بہت قدیم جھوٹ نہیں، بہت قدیم سچ ہے۔ حضرت موسیٰ کی کتاب توریت جو اپنے وقت میں اپنی قوم کے لئے رہنما اور باعثِ رحمت تھی۔ یہ نئی کتاب عین اُس کی تصدیق کرنے والی ہے۔ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا۔ ظلم یہاں بھی کفر کے معنی میں ہے۔ اے كفروا (مدارك) وَمِنْ قَبْلِهٖ۔ ضمیر قرآن کی جانب ہے۔ اے ومن قبل القرآن (معالم) لِلْمُحْسِنِيْنَ۔ محسنین سے مراد صاحبِ عمل مسلمان ہیں۔ المؤمنين المطيعين (مدارك) لِسَانًا عَرَبِيًّا۔ اس میں اشارہ کلام مجید کی فصاحت و وضاحتِ بیان کی طرف بھی آگیا۔ کلام عربی کے معنی کلام فصیح کے ہی ہیں۔ اے فصيحًا بيِّنًا و اعتبارًا (ابن كثير)

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗۤ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ

پکارے جو قیامت تک بھی اُس کی بات نہ سُنے

وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ ۝۵ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ

بلکہ اُنہیں اُن کے پُکارنے کی خبر تک نہ ہو اور جب سب لوگ اکٹھے کیے جائیں

كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ۝۶

تو وہ اُن کے دشمن نکلیں اور اُن کی عبادت ہی کا انکار کر بیٹھیں ۴؎

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ

اور جب اُن لوگوں کے رُوبرو ہماری کھلی ہوئی آیتیں پڑھی جاتی ہیں، تو جو لوگ

كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ۙ هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۷ اَمْ

کافر ہیں وہ اس سچائی کی بابت جب وہ اُن تک پہنچتی ہی تو کہتے ہیں کہ یہ تو صریح جادو ہے ۵؎ تو

يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۭ قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَلَا تَمْلِكُوْنَ

کیا یہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس (شخص) نے قرآن گڑھ لیا ہے؟ آپ کہدیجئے کہ اگر میں نے اسے گڑھ لیا ہے تو

لِيْ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ۭ هُوَ اَعْلَمُ بِمَا تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ۭ

تم لوگ مجھے اللہ سے ذرا بھی بچا نہیں سکتے ۶؎ وہ خوب جانتا ہے جو جو باتیں تم قرآن کے باب میں بنا رہے ہو

كَفٰى بِهٖ شَهِيْدًۢا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۭ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝۸

وہی میرے تمہارے درمیان کافی گواہ ہے اور وہ بڑا مغفرت والا ہے، بڑا رحیم ہے ۷؎

قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَآ اَدْرِيْ مَا يُفْعَلُ

آپ کہدیجئے کہ میں رسولوں میں کوئی انوکھا تو ہوں نہیں، میں تو یہ بھی نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جائیگا

۴؎ حاصل یہ کہ جن معبودوں سے تم لَو لگائے بیٹھے ہو، ان کی معبودیت کا مقتضا تو کوئی ایک بھی نہیں۔ البتہ اُن کی عدم معبودیت کے مقتضا ایک چھوڑ کئی کئی موجود ہیں۔ پھر بھی انہیں معبود سمجھے چلے جانا کتنی بڑی حماقت اور کیسی شدید گمرہی ہے! کٰفِرِیْنَ۔ کفر۔ یہاں مطلق انکار و تکذیب کے معنیٰ میں ہے۔ اے مکذبین (روح)

۵؎ (جو ہم پر مؤثر ہو جاتا ہے لیکن حقیقت و حقانیت سے معرّیٰ ہے) قرآن مجید کے متعلق ماضی کے "روشن خیال" کی تشخیص یہی تھی، اور حال کے "روشن خیال" کی "تحقیق" بھی اس سے کچھ زیادہ مختلف نہیں، جب وہ یہ کہتا ہے کہ "موافق ماحول اور مناسب فضا نے محمدؐ کے کلام و پیام کو اس درجہ مؤثر و کامیاب بنا دیا"۔ اٰیٰتُنَا بَیِّنٰتٍ۔ بینٰت۔ میں صاف اشارہ اس طرف ہوگیا کہ قرآن مجید کا معارضہ ممکن نہیں۔ حالانکہ سحر جو اور جیسا بھی ہو اس کا معارضہ برابر ممکن رہتا ہے۔ قرآن مجید کی نفس تاثیر شدید سے انکار مشرکین عرب کے لئے بھی ممکن نہ تھا، فقط وہ اس کی توجیہ و تاویل دوسری کر لیا کرتے تھے اور ٹھیک وہی کج نظری آج تک یورپ اور یورپ زدہ حلقوں میں متوارث چلی آرہی ہے۔

۶؎ (وہ مجھے ایسی شدید جسارت پر یقیناً عتاب میں مبتلا کریگا) اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ۔ یعنی یہ کلام میں نے اپنی طرف سے گڑھا۔ اور پھر اسے منسوب حق تعالیٰ کی جانب کر دیا۔ ابھی ایک تشخیص "سحر" بیان ہوئی تھی، اب یہ دوسری تشخیص "افترا" بیان ہو رہی ہے ——— اور افترا (ارادی و اختیاری) کا سحر (اضطراری و غیر ارادی) سے بدتر و قبیح تر ہونا ظاہر ہی ہے۔

۷؎ (اپنے عام بندوں کے حق میں) هُوَ ..... فِیْهِ۔ اس پر خوب روشن ہے کہ تم روز روشن سے انکار کئے چلے جا رہے ہو ——— اس طرح کے اقوال رسُول کی زبان سے بار بار اسی لئے ادا کر دیئے گئے ہیں کہ مخاطبین کا احساسِ ذمہ داری بیدار ہو، اور انکار قرآن زبان پر خوب سوچنے سمجھنے کے بعد لائیں۔ ۷؎ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ۔ سو اب بھی اگر اپنی غلطیوں اور گمراہیوں کا اقرار کر لو تو اس کی مغفرت و رحمت تمہیں اپنے آغوش میں لے لینے کے لئے کھلی ہوئی ہے۔

سُوْرَةُ الْاَحْقَافِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ خَمْسٌ وَّثَلٰثُوْنَ اٰيَةً وَّاَرْبَعُ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ احقاف مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی پینتیس آیتیں اور چار رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ نہایت مہربان باربار رحم کرنے والے کے نام سے

حٰمٓ ﴿۱﴾ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ﴿۲﴾ مَا

حا۔میم (یہ) کتاب نازل کی ہوئی ہے اللہ غالب اور حکمت والے کی طرف سے ؎۱ ہم نے

خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ

آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے حکمت ہی کے ساتھ، اور ایک میعاد مقرر کے ساتھ

مُّسَمًّى ۭ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَمَّآ اُنْذِرُوْا مُعْرِضُوْنَ ﴿۳﴾ قُلْ

پیدا کیا ہے اور جو لوگ کافر ہیں وہ اس چیز سے جس سے انہیں ڈرایا جاتا ہے، بے رُخی کئے ہوئے ہیں ؎۲

اَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِيْ مَاذَا

آپ کہہ دیجئے کہ یہ تو بتلاؤ کہ جن چیزوں کو تم پکارتے ہو، اللہ کے سوا، مجھے دکھاؤ کہ انہوں نے کونسی

خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ۭ

زمین پیدا کی ہے یا یہ کہ اُن کا ساجھا آسمان میں ہے

اِيْتُوْنِيْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَآ اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ

میرے پاس کوئی کتاب لاؤ جو اس سے پہلے کی ہو یا کوئی مضمون منقول (معتبر) لاؤ

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۴﴾ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا

اگر تم سچے ہو ؎۳ اور اس سے بڑھ کر گمراہ اور کون ہوگا جو اللہ کے سوا کسی اور کو

؎۱ پس جب متکلم ایسا ہے جو سب پر غالب و قادر بھی ہے اور سب سے بڑا حکیم بھی تو اس کا کلام بھی بہت اہم اور نہایت درجہ قابل غور ہے۔ حٰمٓ اور اس پوری آیت پر حاشیے قریب ہی کی سورتوں میں کئی بار گذر چکے ہیں۔ ؎۲ کافروں اور منکروں کی اصلی بدبختی یہ ہے کہ وہ حقائق کی طرف توجہ والتفات ہی نہیں کرتے۔ آیت سے تین عقیدوں کی تعلیم نکلی، اور تین زبردست گمراہیوں کی تردید۔ وَمَا خَلَقْنَا الخ سارے موجوداتِ عالم کا خالق حق تعالیٰ ہی ہے۔ کوئی شے خود بخود وجود میں نہیں آگئی ہے ——— عقیدۂ دہریت وقدامت مادہ وروح وغیرہ کی تردید۔ اِلَّا بِالْحَقِّ۔ ہر شے کسی نہ کسی خاص حکمت یا مقصود کے ساتھ ہی پیدا کی گئی ہے جو خالقِ کائنات ہے وہ حکیم کُل بھی ہے ——— عقیدۂ آفرینش بے مقصد اور بعض اقسام شرک کی تردید۔ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى۔ ہر شے فنا پذیر ہے، اور ایک مُدّت ومیعاد مخصوص ہی کے لئے پیدا کی گئی ہے ——— عقیدۂ معاد کا اثبات اور عقیدۂ مخلوق غیر فانی کی تردید۔ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے توحید و معاد پر دلائل قائم کر دیئے، رسُول پر رسُول بھیجے، کتابوں پر کتابیں نازل کیں، رسُولوں نے آ کر ایک ایک تک پیام پہنچایا، ہر شبہ کو دُور کیا، یہ سب کچھ ہوا لیکن جو ہٹ دھرم کافر ہیں، وہ اپنے جمود پر اَڑے رہے، انہوں نے غور والتفات ہی کو گناہ سمجھا ——— امام رازیؒ نے یہیں سے یہ مسئلہ بھی نکالا ہے کہ فکر و استدلال سے کام لینا واجب ہے اور کام نہ لینا موجبِ ملامت ~~وهذا يدل على وجوب النظر والاستدلال وعلى ان الاعراض عن الدليل مذموم في الدين والدنيا (كبير)~~ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا۔ فقرہ سے مُراد محاورۂ قرآنی میں ساری کائنات ہوتی ہے۔ ؎۳ لوگ عموماً اثباتِ توحید پر دلائل قائم کرتے رہتے تھے۔ قرآن مجید نے اس سے آگے بڑھ کر اُلٹے مشرکوں سے اثباتِ شرک پر دلیل کا مطالبہ اور دُہرا مطالبہ کیا ہے۔ اَرُوْنِيْ ...... السَّمٰوٰتِ۔ اے اہلِ شرک، ذرا بتاؤ کہ تمہارے دیوتاؤں کی شرکت خِلقت زمین یا آسمان میں آخر کس حیثیت سے اور کسی حد تک بھی ہے؟ جب تم زمین و آسمان کو بھی اللہ ہی کا مخلوق سمجھ رہے ہو تو یہ تو تم نے تسلیم کر لیا کہ یہ مخلوق معبود نہیں ہو سکتے، بلکہ اُن کی معبودیت کی تو عین نفی اُن کی مخلوقیت سے نکل آئی۔ پھر آخر تم شرک پر کس عقلی دلیل کا سہارا پکڑے ہوئے ہو؟ یہ پہلا مطالبہ عقلی دلیل کا ہوا۔ اِيْتُوْنِيْ ...... مِنْ عِلْمٍ۔ میری لائی ہوئی وحی کو جانے دو، تو اچھا یہی بتاؤ کہ کس پچھلے نوشتۂ آسمانی میں حکم شرک درج ہے؟ ——— یہ دوسرا مطالبہ نقلی دلیل کا ہوا۔ اَثٰرَةٍ۔ ~~تنوین اظہار~~ تقلیل کے ~~لئے ہے۔ التنوين للتقليل (روح)~~ یعنی ثبوت قطعی نہ سہی، ثبوت ظنی ہی سہی۔ محققین عارفین نے آیت سے یہ نکتہ نکالا ہے کہ دین کے باب میں کوئی بھی دعویٰ بغیر دلیل معتبر کے مسموع نہ ہوگا، یہاں تک کہ دعوائے کشف والہام بھی نہیں۔ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔ یعنی اگر تم اپنے دعوائے اثباتِ شرک میں صادق ہو۔ الْاَرْضِ۔ سے مُراد ممکن ہے کہ جملہ سفلیات ہوں۔ ~~يجوز ان يراد بالارض السفليات مطلقا ولعله اولى (روح)~~
~~السَّمٰوٰتِ سے بھی اسی طرح مُراد ممکن ہے کہ جملہ علویات ہوں۔ لعل الاولى فيها ايضا ان تفسر بالعلويات (روح)~~

اللّٰهِ حَقٌّ وَّالسَّاعَةُ لَا رَيْبَ فِيْهَا قُلْتُمْ مَّا نَدْرِيْ مَا السَّاعَةُ
اللہ کا وعدہ برحق ہے اور قیامت میں کوئی شک نہیں تو تم کہا کرتے تھے ہم نہیں جانتے قیامت
اِنْ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا وَّمَا نَحْنُ بِمُسْتَيْقِنِيْنَ ﴿٣٢﴾ وَبَدَا لَهُمْ
ہے کیا چیز، ہاں ایک خیال سا تو ہم کو بھی ہوتا ہے اور ہم (اس پر) یقین کرنیوالے نہیں ۲۸ (آج) ان پر ان کے
سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿٣٣﴾
اعمال کی ساری برائیاں کھل کر رہیں، اور انہیں گھیر لیا اس چیز نے جس کی یہ ہنسی اڑایا کرتے تھے ۲۹
وَقِيْلَ الْيَوْمَ نَنْسٰىكُمْ كَمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا وَمَاْوٰىكُمُ
اور (ان سے) کہا جائیگا کہ آج ہم تمہیں بھلائے دیتے ہیں جیسا کہ تم نے اپنے اس دن کے آنے کو بھلا رکھا تھا
النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿٣٤﴾ ذٰلِكُمْ بِاَنَّكُمُ اتَّخَذْتُمْ
اور تمہارا ٹھکانا دوزخ ہے اور تمہارا کوئی مددگار نہیں ۳۰ یہ (سزا) اس لئے ہے کہ تم نے اللہ کی آیتوں کو
اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا وَّغَرَّتْكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ لَا
ہنسی بنا رکھا تھا اور تم کو دنیوی زندگی نے دھوکے میں ڈال رکھا تھا تو آج تو یہ لوگ نہ
يُخْرَجُوْنَ مِنْهَا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿٣٥﴾ فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ
دوزخ سے نکالے جائینگے اور نہ ان سے (اللہ کی) خفگی دور کی جائیگی ۳۱ خوبیاں (سب کی سب) اللہ
رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٣٦﴾ وَلَهُ
ہی کے لئے ہیں (جو) آسمانوں کا پروردگار ہے، زمین کا پروردگار ہے، سارے جہانوں کا پروردگار ہے ۳۲ بس اسی کیلئے
الْكِبْرِيَآءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۠ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿٣٧﴾ ع ۴ / ۲۰ ۱۱
بڑائی ہے آسمانوں اور زمین میں اور وہی زبردست ہے حکمت والا ہے ۳۳

۲۸ اور یہی جواب آج کل کے "روشن خیالوں" کی زبانوں پر بھی چڑھا ہوا ہے۔ قُلْتُمْ . . . . السَّاعَةُ۔ یہ جواب تم دیا کرتے اور بڑی بے پروائی اور شان استغنار کے ساتھ دیا کرتے تھے۔ اِنْ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا۔ ایسا ظن وگمان جو ہر سُنی سنائی بات کے متعلق کچھ نہ کچھ ہو ہی جاتا ہے۔ حضرت اکبر الٰہ آبادیؒ کا ایک شعر آجکل کے روشن خیالوں کو مخاطب کر کے ہے ؎

جو ذکر آتا ہے آخرت کا تو آپ ہوتے ہیں صاف منکر
خدا کی نسبت بھی دیکھتا ہوں یقین رخصت گمان کافی

۲۹ حقائق سارے کے سارے آئینہ ہو کر رہے۔ اور اسی میں ان کا اپنا معذب ہونا بھی آگیا۔ وَحَاقَ . . . . يَسْتَهْزِءُوْنَ۔ یہ گھیر لینے والی چیز جس کی یہ ہنسی اُڑایا کرتے تھے ظاہر ہے کہ عذابِ آخرت ہی ہے۔ ۳۰ (جو تمہاری سزا کچھ ہلکی ہی کرا سکے) نَنْسٰىكُمْ فعل انسار (بھلا دینا) جب حق تعالیٰ کی جانب منسوب ہوتی ہے تو نعوذ باللہ کوئی سہو یا ضعف حافظہ تو مُراد ہو نہیں سکتا —— یہ تو ملائکہ تک کے حق میں ممکن نہیں —— مُراد صرف مجاز ہی سے ہو سکتی ہے، یعنی کافروں کو رحمتِ حق کے التفات سے محروم کر دیا جائیگا۔
۳۱ یعنی قیامت میں اس کا موقع ہی نہ ہوگا کہ توبہ کر کے اللہ کی ناراضگی کو دور کیا جائے۔ وَغَرَّتْكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا۔ انکارِ آخرت کی اصل بنا یہی دنیا کی مشغولی اور اس میں انہماک تھا۔ ۳۲ یعنی نہ آسمان اور نہ زمین اور نہ یہ جہان خود کسی جہت سے معبود یا قابلِ پرستش ہے جیسا کہ مشرکوں نے سمجھ رکھا ہے اور نہ کوئی اور دیوی دیوتا ہی قابلِ پرستش ہے۔
رَبِّ السَّمٰوٰتِ۔ آسمان یا فضائے آسمانی میں کہیں کسی دیوی دیوتا کا وجود نہیں۔ رَبِّ الْاَرْضِ۔ سارے رُوئے زمین کے کسی چپّہ پر کوئی دیوی دیوتا وجود نہیں رکھتا۔ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ کائنات بھر میں کسی مقام پر کسی دیوی دیوتا کا وجود نہیں۔ ملاحظہ ہوں انگریزی تفسیر القرآن کے حاشیے۔ ۳۳ وہ سب پر غالب و زبردست ہے جب چاہے اپنی بڑائی کا علانیہ اظہار کر کے سب کی نام نہاد بڑائیوں کا خاتمہ کر دے لیکن اس کی صفت حکمت بھی سب پر غالب ہے، اپنی تکوینی مصلحتوں اور حکمتوں سے اسی عالم ابتلاء میں وہ اپنی کبریائی کا مشاہدہ اس اعلان کے ساتھ نہیں کراتا۔ وَلَهُ . . . الْاَرْضِ۔ ترکیب کلام یعنی لَهُ کی تقدیم نے مفہوم میں حصر پیدا کر دیا ہے یعنی کبریائی صرف اسی ایک کی ہے۔ کوئی اور اس میں شریک وسہیم نہیں۔ نہ زمین میں نہ آسمان میں نہ کائنات کے کسی گوشہ میں۔

بحمد للہ آج دوشنبہ ۳ محرم ۱۳٦۷ھ مطابق ۱۷ نومبر ۴۷ء کو اس چھبیسویں پارہ کی تفسیر پر نظر ثانی سے فراغت پائی۔ اور نظر ثالث سے آج شنبہ ۲۷ رجب ۱۳٦۹ھ، مطابق ۱٦ مئی ۱۹۵۰ء کو قبل ظہر۔

ع ۳ ۵ ۱۹

الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۶﴾

اکٹھا کریگا جس میں ذرا شبہ نہیں لیکن اکثر لوگ (اتنی بات بھی) نہیں سمجھتے ۲۳

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ

بس اللہ ہی کی سلطنت ہے آسمانوں اور زمین میں اور جس روز قیامت قائم ہوگی

يَوْمَىِٕذٍ يَّخْسَرُ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۲۷﴾ وَتَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً ۫ كُلُّ

اُس روز اہل باطل بڑے خسارہ میں ہونگے ۲۴ اور آپ ہر فرقہ کو دیکھیں گے کہ دوزانو ہونگے، ہر

اُمَّةٍ تُدْعٰٓى اِلٰى كِتٰبِهَا ۭ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۸﴾

جماعت اپنے رجسٹر کی طرف بلائی جائیگی آج تمہیں تمہارے کئے کا بدلہ ملے گا ۲۵

هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ ۭ اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا

یہ ہمارا رجسٹر ہے جو تمہارے حق میں ٹھیک ٹھیک بول رہا ہے تم جو کچھ بھی کرتے رہتے تھے ہم سب

كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۹﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

لکھواتے جاتے تھے ۲۶ سو جو لوگ ایمان لائے تھے اور انہوں نے نیک عمل بھی کئے تھے

فَيُدْخِلُهُمْ رَبُّهُمْ فِيْ رَحْمَتِهٖ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ ﴿۳۰﴾

تو اُن کو اُن کا پروردگار اپنی رحمت میں داخل کریگا یہی تو ہے صریح کامیابی

وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۣ اَفَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ

اور جو لوگ کافر تھے سو (اے کافرو) کیا میری آیتیں تم کو پڑھ کر نہیں سنائی جاتی تھیں

فَاسْتَكْبَرْتُمْ وَكُنْتُمْ قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ﴿۳۱﴾ وَاِذَا قِيْلَ اِنَّ وَعْدَ

لیکن تم اکڑے رہے اور تم لوگ بڑے مجرم تھے ۲۷ اور جب (تم سے) کہا جاتا تھا کہ

۲۳ یعنی یہ احیاء و اماتت، زندگی بخشنے اور موت واقع کرنے کے اعمال تو حق تعالیٰ جو قادر مطلق ہے وہی صادر کرتا رہتا ہے اور وہی قیامت کے دن احیاء ثانی بھی کریگا ——— یہ کسی بندہ کے اختیار کی، تصرّف کی بات ہی کب ہے، جو تم اس کا عملی اور مشاہداتی ثبوت ہم مسلمانوں سے چاہتے ہو۔ ۲۴ (جب دیکھینگے کہ اب کوئی سہارا نام کو بھی موجود نہیں، اور کچھ بھی کسی صورت سے بنائے نہیں بنتی) وَلِلّٰهِ ...... الْاَرْضِ۔ زمین و آسمان میں کہیں بھی کسی دوسرے کی ملکیت و شرکت نہیں۔ وہی اکیلا مالک و متصرّف ہے جب اور جس طرح جو کچھ چاہے کرے۔ ۲۵ یہ ہر اُمّت سے پکار کر کہا جائیگا۔ اَلْيَوْمَ۔ مراد یوم حشر کا ہونا بالکل ظاہر ہے۔ جَاثِيَةً۔ کھلے ہوئے معنی تو یہ ہیں کہ حساب کے وقت سب ادب سے دوزانو ہونگے۔ دوسرے معنی یہ بھی کئے گئے ہیں کہ خوف سے زانو کے بل گر پڑینگے۔ وهي هيئة المذنب الخائف المنتظر المكروه (روح) اس معنی میں آیت مخصوص ہوگی غیر مقبولین اہل باطل کے ساتھ۔ تُدْعٰٓى اِلٰى كِتٰبِهَا۔ رجسٹر کی طرف بلائی جائے گی۔ یعنی اُس رجسٹر کے مطابق حساب کتاب کے لئے طلب کی جائے گی۔ ورنہ نفس رجسٹر یا نامۂ عمل تو ظاہر ہے کہ خود ہی سب کے ہاتھ میں ہوگا۔ ۲۶ (فرشتوں سے اور اُن کے لکھنے میں کسی غلطی کے رہ جانے کا احتمال و امکان ہی نہیں) یہ سارا قول ان اہل دوزخ سے پکار کر کہا جائیگا۔ كِتٰبُنَا۔ یعنی ہمارا لکھوایا ہوا رجسٹر۔ ابھی ابھی كِتٰبِهَا میں اس رجسٹر کی نسبت بندوں کی طرف کی گئی تھی۔ اس حیثیت سے کہ رجسٹر میں اعمال تو بندوں ہی کے درج ہونگے۔ اور اب اسی کتاب کی نسبت حق تعالیٰ اپنی جانب کر رہا ہے۔ یہ اس اعتبار سے کہ وہ رجسٹر لکھوایا ہوا تو حق تعالیٰ ہی کا ہے۔ يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ۔ تمہارے خلاف صاف صاف گواہی دے رہا ہے۔ تمہاری بدکرداریوں کو پوری طرح ظاہر کر رہا ہے۔ بِالْحَقِّ۔ بالکل ٹھیک ٹھیک، نپی تُلی بات، بغیر کمی و زیادتی کے شائبہ کے۔ ۲۷ یہ پورا فقرہ کافروں سے خطاب کر کے قیامت میں کہا جائے گا۔ صیغۂ غائب سے معاً صیغۂ مخاطب کی طرف منتقل ہو جانا تاکہ کلام میں اثر و قوت زیادہ پیدا ہو جائے۔ عربی اسلوب بلاغت میں عام تھا اور اس کو صنعت التفات کہتے ہیں ——— اور یہاں اس سے مقصود عتاب کی اہمیت ہے۔

ع ۲ ۱۰ ۱۸

سَآءَ مَا يَحْكُمُونَ ﴿٢١﴾ وَخَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ

سو کیسا بُرا حکم یہ لوگ لگاتے ہیں۔ ۱۷ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو حکمت کے ساتھ پیدا کیا ہے

وَلِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿٢٢﴾ اَفَرَءَيْتَ

اور تاکہ ہر شخص کو اُس کے کئے کا بدلہ دیا جائے اور اُن پر ذرا ظلم نہ کیا جائیگا ۱۸ سو کیا آپنے

مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰى

اُس شخص کی بھی حالت دیکھی ہے جس نے اپنی خواہش نفسانی کو اپنا خدا بنا رکھا ہے اور اللہ نے اس کو

سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ؕ فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْ

باوجود سمجھ بوجھ کے گمراہ کر دیا ہے اور اسکے کان اور اُسکے دل پر مُہر لگادی اور اسکی آنکھ پر پردہ ڈال دیا ہے ۱۹ سو ایسے کو

بَعْدِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿٢٣﴾ وَقَالُوْا مَا هِىَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا

بعد اللہ کے اور کون ہدایت کرے تو کیا تم پھر بھی نہیں سمجھتے؟ ۲۰ اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ بجز ہماری اس دنیوی حیات کے

نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَآ اِلَّا الدَّهْرُ ۚ وَمَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ

اور کوئی حیات نہیں، ہم (بس ایک ہی بار) مرتے اور (بس ایک ہی بار) زندگی پاتے! اور ہم کو صرف زمانہ ہی ہلاک کرتا ہے،

عِلْمٍ ۚ اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ﴿٢٤﴾ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ

درآنحالیکہ انکے پاس اسکی کوئی دلیل نہیں، یہ محض اٹکل سے ہانک رہے ہیں، ۲۱ اور جب انکے سامنے ہماری کھلی ہوئی آیتیں پڑھی جاتی

مَّا كَانَ حُجَّتَهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوا ائْتُوْا بِاٰبَآئِنَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٢٥﴾

ہیں تو انکے پاس کوئی اور جواب نہیں ہوتا بجز اسکے کہ کہنے لگتے ہیں کہ (اچھا تو اگر (بڑے) سچے ہو تو ہمارے باپ دادا کو لے آؤ ۲۲

قُلِ اللّٰهُ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ اِلٰى يَوْمِ

آپ کہدیجئے کہ اللہ (ہی) تم کو زندہ رکھتا ہے پھر وہی تمہیں موت دیتا ہے پھر وہی تمہیں قیامت کے دن

۱۷ مطلب یہ ہے کہ نافرمان جس طرح اپنے اکثر حالات وآثار تکوینی کے لحاظ سے فرمانبرداروں کے ساتھ دنیا میں ملے جُلے رہتے ہیں اور موت، بیماری، رزق وغیرہ کے اعتبار سے کوئی ظاہری فرق، کھلا ہوا امتیاز، محض سرکشی واطاعت کی بنیاد پر دیکھنے میں نہیں آتا، کیا اس طرح کا خلط ملط عالمِ ابتلار کے بعد بھی قائم رہیگا؟ ہرگز نہیں، عالمِ حقائق میں اہل طاعت اور اہل طغیان کے حالات وآثار تو ایک دوسرے سے بیّن طور پر ممتاز اور نمایاں طور پر جُدا ہونگے۔ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ۔ سیئات کے تحت میں کفر، شرک، معصیت سب شامل ہیں، لیکن یہاں ایمان وعمل صالح کے مقابلہ میں آنے سے اغلبًا مراد سیئات کفر ہی سے ہے۔ ~~والمراد بها سيئات الكفر (روح) والسيئات هنا سيئات الكفر (بحر)~~ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ۔ دونوں میں یکسانی اگر واقعی اور مستقل رہی تو پھر تو قانون مجازات باطل ہی گیا۔ اور مکافاتِ عمل کے کوئی معنی ہی نہ رہتے۔ ۱۸ یعنی اس بدلہ میں ظلم زیادتی ذرا سی بھی نہ ہوگی۔ مطلب یہ ہوا کہ اللہ آسمان وزمین کا محض خالق ہی نہیں بلکہ حکمتوں اور مقصدوں کے ساتھ ان کا خالق ہے۔ اور ایک حکمت یہی قانون مجازات ہے، دنیا میں پورا پورا بدلہ ملتا نہیں اس لئے لازمی ہے کہ ایک دوسرا عالم ہو۔ جس میں انصاف رتی رتی کا کیا جائے۔ اور سب کے سب اُسے محسوس بھی کریں۔ ۱۹ (کہ حق کو سننے سمجھنے کے باوجود بھی اتباع خواہش نفس سے گمراہ ہوگیا) مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ۔ خداوندی ضابطوں کو یکسر بُھلا کر زندگی اور اجزائے زندگی کا حاکم اپنی عقل کو یا کسی بشری قانون اعلیٰ کو بنا لینا عملاً اپنی خواہش نفس ہی کی پُوجا کرنا ہے۔ اَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ۔ حق تعالیٰ کا اسباب ضلالت کو تکوینی طور پر خلق کر دینا ہی اُس کی طرف سے اضلال ہے۔ خَتَمَ ..... غِشٰوَةً۔ یہ کان اور دل پر مُہر لگ جانا اور آنکھوں پر پردہ پڑجانا ابتداءً حق تعالیٰ کی جانب سے نہیں ہوا، بلکہ یہ تو عین نتیجہ نکلا۔ اُن کی ارادی پیروی نفس کا ——— ان حاشیوں میں اس مسئلہ کی تصریح بار بار کی جا چکی ہے۔ ۲۰ سمجھنے سے مُراد ایسا سمجھنا ہے جو نافع ہو اور ہدایت کی طرف لے آئے۔ باقی سمجھنا اگر اپنے عام مفہوم میں بھی نہ ہوتا تو سرے سے یہ لوگ قابلِ خطاب وعتاب ہی نہ رہ جاتے، بلکہ معذور سمجھ لئے جاتے۔ مِنْ بَعْدِ اللّٰهِ۔ بعد یہاں غیر یا سوا کے معنی میں ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں اور متعدد مقامات پر آیا ہے۔ ~~قيل المعنى فمن يهديه غير الله سبحانه (روح)~~ ~~بعض نے کہا ہے کہ مراد بعد اضلال اللہ ہے یعنی اللہ کے گمراہ کر دینے کے بعد سے۔ اے من بعد اضلاله (بیضاوی) اے من بعد ان اضله الله (کبیر)~~ مطلب یہ ہوا کہ ایسوں کی استعداد قبول حق اتنی مضمحل ہو جاتی ہے کہ کوئی توقع کسی انسانی تدبیر سے اُن کی اصلاح کی نہیں رہ جاتی۔ ۲۱ عرب خصوصًا وسطی اور جنوبی عرب میں کثرت سے لوگ اس عقیدہ ومشرب کے تھے کہ نہ کوئی حیاتِ اُخروی ہے نہ کوئی جزا وسزا۔ جو کچھ ہورہا ہے سب قوانین مادی وطبعی کے لحاظ سے ہو رہا ہے۔ انہیں کی ماتحتی میں انسان کو موت بھی آجاتی ہے اور انہیں کے مطابق انسان پیدا بھی ہوتا ہے۔ ان کے بڑے بڑے شاعر یہی مضمون باندھ گئے ہیں۔ گویا جاہلیت کے "روشن خیال" کا ٹھیک وہی مسلک تھا جو آج کے مہذب "روشن خیال" فرنگی کا ہے۔ مادیت (میٹریلزم) کا مسلک دنیا کا "جدید ترین" نہیں، بہت قدیم مذہب ہے۔ ~~قال ذلك مشركو قريش (جصاص عن قتادة) هذا قول زنادقة قريش الذين كانوا ينكرون الصانع الحكيم ولمن الزمان ومضى الاوقات هو الذي يحدث هذه الحوادث (جصاص)~~ ملاحظہ ہو تفسیر انگریزی۔ الدَّهْرُ۔ بعض عرب "دہر" یا "زمان" کو ایک مستقل دیوتا کی حیثیت سے مانتے تھے۔ وَمَا لَهُمْ ..... يَظُنُّوْنَ۔ یہ اُن مدعیانِ عقل و"روشن خیالی" کی تجہیل ہے۔ وجود باری اور وقوع قیامت پر جو دلائل قائم ہیں اُن کی تو یہ کچھ تردید کر پاتے نہیں۔ اور خود جو دعوٰی نفی جزا وسزا کا اور اثبات دہریت کا کرتے ہیں۔ اُس پر کوئی دلیل ضعیف سی بھی نہیں رکھتے۔ بلکہ یہ اِدھر اُدھر کی جو خیالی باتیں کر رہے ہیں وہ سرتاسر سطحی بلکہ بالکل بے مغز ہیں۔ ۲۲ (از سرِ نو زندہ کر کے) گویا کوئی بندہ جب چاہے مُردہ کو زندہ کر کے لا سکتا ہے! کسی مومن کا دعوٰی کسی نبی، رسول یا فرشتہ کے متعلق کبھی یہ رہا ہے؟ حواس پرستوں کی عقلیں ایسی ہی ماری جاتی ہیں! ——— عقلی دلیل کو مشاہدہ کی سطح پر اتار لانے اور اسی میں اس کو محدود ومحصور رکھنے کے لحاظ سے کس قدر مشابہت عرب کے "دہری" اور فرنگستان کے (Materialist) کے درمیان ہے۔

فَضَّلْنٰهُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٦﴾ وَاٰتَيْنٰهُمْ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْاَمْرِ ۚ فَمَا
ہم نے انہیں دنیا جہان والوں پر فضیلت دی تھی ١١ اور ہم نے انہیں دین کے باب میں کھلی ہوئی دلیلیں دی تھیں
اخْتَلَفُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ ۙ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ۭ
سو انہوں نے علم آنے کے بعد بھی باہم اختلاف کیا آپس کی ضد سے ١٢
اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿١٧﴾
بیشک آپ کا پروردگار انکے درمیان اُن امور میں فیصلہ کر دیگا جن میں یہ اختلاف کیا کرتے تھے ١٣
ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ
پھر ہم نے آپ کو دین کے ایک خاص طریقہ پر کر دیا سو آپ اُسی پر چلے جایئے اور
اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿١٨﴾ اِنَّهُمْ لَنْ يُّغْنُوْا عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ
بے علموں کی خواہشوں کی پیروی نہ کیجئے ١٤ یہ لوگ اللہ کے مقابلہ میں آپ کے ذرا بھی کام
شَيْــــًٔا ۭ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۚ وَاللّٰهُ وَلِيُّ
نہیں آسکتے، ظالم لوگ ایک دوسرے کے دوست ہوتے ہیں، اور پرہیزگاروں کا
الْمُتَّقِيْنَ ﴿١٩﴾ هٰذَا بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ
دوست تو اللہ ہے ١٥ یہ (قرآن) لوگوں کے لئے دانشمندیوں (کا سبب) اور ہدایت (کا ذریعہ) ہے، اور یقین
يُّوْقِنُوْنَ ﴿٢٠﴾ اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ
لانیوالوں کیلئے بڑی رحمت ہے ١٦ کیا جو لوگ بڑے بڑے کام کر رہے ہیں اس خیال میں ہیں کہ ہم ان
كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ سَوَآءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ ۭ
اُن جیسا رکھینگے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے کہ ان کی زندگی اور ان کی موت یکساں ہی رہیں

١١ (بحیثیت علمبردار توحید ہونے کے دنیا کی ساری مشرک قوموں کے درمیان) الْكِتٰبَ۔ یعنی توریت نیز بعض دوسرے انبیاء بنی اسرائیل پر اُتارے ہوئے دوسرے صحیفے۔ الْحُكْمَ۔ یعنی حکمت و معرفت۔ النُّبُوَّةَ۔ قدیم قوموں میں جب تک تقسیم کی بنیاد نسل پر رہی۔ شرف و امتیاز نبوّت نسل اسرائیل ہی کو حاصل رہا۔ رَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ۔ الطیبات کا مفہوم بہت وسیع ہے۔ ہر حلال، نفیس، پاکیزہ چیز اس کے تحت میں آجاتی ہے۔ اشارۂ خصوصی حکومت ملک شام کی طرف معلوم ہوتا ہے۔ جو اپنی نفیس پیداوار کے لئے خاص طور پر مشہور تھا۔ ١٢ کیا ٹھکانا تھا اُن کی ضد، جہالت و نفسانیت کا کہ جو شے دافع اختلاف ہوسکتی تھی یعنی العلم یا وحی، عین اُسی کو باعث تفریق و شقاق بنالیا! بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْاَمْرِ۔ الامر سے مُراد دین ہے۔ اور بینات کے تحت میں دلائل و مسائل یعنی حسی اور معنوی اور علمی ہر طرح کی ہدایتیں آگئیں۔ ١٣ (سو آپ یہاں ان کی ہدایت کے زیادہ درپے نہ رہیں) آخرت میں فیصلہ عملی اور مشاہداتی رنگ میں ہوگا۔ دلائل و شواہد کے لحاظ سے تو فیصلہ آج بھی موجود ہے۔ ١٤ یہ شیوہ تو ظالموں، فاسقوں کا ہے کہ ایک دوسرے کی راہ پر چلنے لگتے ہیں۔ آپ کو بھلا اس سے کیا مناسبت ہے۔ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ۔ یعنی آپ کو نبوت سے سرفراز کیا۔ الامر سے مراد دین ہے۔ ~~امر الدين~~ (بیضاوی) الْاَمْرِ۔ ہوسکتا ہے کہ ال استغراق کا ہو۔ تو مُراد یہ ہوگی کہ ہم نے ہر امر عظیم و مہتم بالشان میں آپ کو راہ دکھادی اور آپ کسی امر میں بھی بے راہ نہیں رہے۔ فَاتَّبِعْهَا۔ یعنی دین حق کا اتباع اپنے عمل سے بھی کرتے رہئے، اور تعلیم و تبلیغ سے بھی۔ مُرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ شریعت کی مخالفت کرکے قُرب و کمال کا دعویٰ کرنا تمامتر دعوےٰ باطل کرنا ہے۔ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ۔ یعنی جو لوگ علم حقیقت سے بیگانہ ہیں، ناآشنائے ایمان منکرین حق۔ ١٥ (تو آپ تو پرہیزگاران عالم کے سرور و سردار ہیں، حق تعالیٰ آپ کا دوست و کارساز تو بدرجۂ اولیٰ ہوگا) اِنَّ ...... بَعْضٍ۔ ظالم سے یہاں بھی مراد کافر ہی ہیں۔ نافرمانوں اور سرکشوں کی باہمی نصرت و معاونت کی ایک تازہ اور نمایاں مثال عین اس تفسیر کی تحریر کے وقت پیش نظر ہے۔ مسیحیوں کو یہود سے اور یہود کو مسیحیوں سے جو عداوت و بیزاری ہے۔ تاریخ کے اوراق سے ظاہر ہے اور قائلان "ابن اللہ" اور پرستاران "ابن اللہ" کے درمیان یہی ہونا بھی تھا۔ لیکن بایں ہمہ اس وقت علاقۂ فلسطین میں یہود کی آبادی یہود کی مستقل حکومت کے قیام اور یہودیت کے فروغ میں سب سے زیادہ کوشاں یورپ اور امریکہ کی مسیحی ہی سلطنتیں ہیں! ١٦ هٰذَا ...... هُدًى۔ ظاہر ہے کہ قرآن مجید کا مجموعۂ بصیرت و ہدایت ہونا ہر ایک کے لئے کھلا ہوا ہے۔ اس کی ان خصوصیات سے فائدہ سب ہی اُٹھا سکتے ہیں۔

رحمۃٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ۔ لیکن ثمرۂ عمل یعنی رحمت خاصّہ مخصوص اہل ایمان ہی کے ساتھ ہے۔ بَصَآئِرُ۔ بعض محققین نے کہا ہے کہ بصائر بصیغۂ جمع لانے میں نکتہ یہ ہے کہ قرآن مجید سارے ہی مہمات کے لئے
[کا]فی ہے۔ ایک دو کے لئے نہیں۔

هٰذَا هُدًى ۚ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ
یہ (قرآن) ہدایت ہی ہے اور جو لوگ اپنے پروردگار کی نشانیوں سے کفر کرتے ہیں اُن کے لئے سختی کا عذاب

رِّجْزٍ اَلِيْمٌ ⑪ اَللّٰهُ الَّذِىْ سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِىَ الْفُلْكُ
دردناک ہے — اللہ وہی ہے جس نے تمہارے لئے سمندر کو مسخر بنا یا تاکہ ہیں اس کے حکم سے کشتیاں

ع ۱۱ ۱۷

فِيْهِ بِاَمْرِهٖ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ⑫
چلیں اور تاکہ تم اُسکی (دی ہوئی) روزی تلاش کرو، اور تاکہ تم شکر کرو ۵۷

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ ؕ اِنَّ
اور اُس نے تمہارے لئے مسخّر بنایا جو کچھ بھی آسمانوں میں ہے اور جو کچھ بھی زمین میں ہے سب کو اپنی طرف سے

فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ⑬ قُلْ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَغْفِرُوْا
بیشک اس میں اُن لوگوں کیلئے نشان ہیں جو غور کرتے رہتے ہیں ۵۸ جو لوگ ایمان لے آئے ہیں آپ اُن سے کہدیجئے کہ

لِلَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ اَيَّامَ اللّٰهِ لِيَجْزِىَ قَوْمًا بِمَا كَانُوْا
اُن سے درگذر کریں جو اللہ کے معاملات کا یقین نہیں رکھتے، تاکہ اللہ ایک قوم کو اُن کے اعمال کا

يَكْسِبُوْنَ ⑭ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا ؗ
صلہ دے ۵۹ جو کوئی بھی نیک عمل کرتا ہے، سو اپنی ذات کیلئے کرتا ہے، اور جو کوئی بُرائی کرتا ہے اس کا بھی وبال اسی پر

ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ⑮ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ
رہتا ہے پھر تم کو واپس اپنے پروردگار کی طرف جانا ہے ۶۰ اور ہم نے بنی اسرائیل کو

الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَ
کتاب اور حکمت اور نبوّت دی تھی، اور ہم نے انہیں پاکیزہ چیزیں مہیا کر دیں اور

۵۷ اور اس شکر گذاری کی سب سے بڑی فرد یہ ہے کہ اللہ کی توحید و ربوبیت کا اقرار کرو، اور اس کے احکام کی تعمیل۔ سَخَّرَ لَكُمْ۔ یعنی تمہارے نفع کے لئے اپنے احکام تکوینی کا تابع بنایا —— خطاب یہاں عام نوعِ انسانی سے ہے۔ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ۔ یعنی تاکہ تم ان کشتیوں پر سوار ہو کر اور سفر کر کرکے ہر طرح کے نفع حاصل کرو۔ مِنْ فَضْلِهٖ۔ فضل۔ یہاں بہت وسیع معنیٰ میں ہے۔ بحری تجارت، بحری شکار، جہاز رانی، سیپی، موتی، مونگے کا کاروبار، غواصی وغیرہ سب کچھ اس میں آجاتا ہے۔ التجارة والغوص والصيد وغيرها (بیضاوی) بِاَمْرِهٖ۔ میں اشارہ کر دیا کہ سمندر کا اتنا مسخر ہو جانا یہ تمامتر احسان خداوندی ہے۔ بندہ اسے اپنی قابلیت و قوت ایجاد کی جانب منسوب کر کے اپنے اُوپر نازاں نہ ہو۔ بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ۔ اٰيٰتِ رب سے یہاں مراد قرآن بھی لی گئی ہے۔ ~~لان ايات ربهم هي القرآن اى هذا القرآن كامل في الهداية~~ (مدارک) ۵۸ غور و فکر کی توتیں بھی اللہ کی دی ہوئی ہیں اور ان سے اگر صحیح طور پر کام لیا جائے، تو ہدایت و معرفت ہی کی راہیں کھلتی رہینگی —— اصطلاحی فلسفہ قدیم یونان کا ہو یا یورپ کا وہ عقل و استدلال کے استعمال کا نہیں، سوءِ استعمال کا نمونہ ہے، اور غور و فکر کو ایک مسخ شدہ صورت میں پیش کرتا ہے۔ سَخَّرَ ... مِنْهُ۔ اس آیت نے اسے صاف کر دیا کہ سورج، چاند، ستارے، ہوا، خشکی، تری کی جتنی بھی قوتیں ہیں۔ انسان ان سب کو اپنے کائناتی تصرف میں لائیگا اور جوں جوں قوانینِ فطرت کا زیادہ رازدار ہوتا جائیگا، منشارِ فطرت اور زیادہ پورا ہوتا جائیگا۔ مِنْهُ۔ اس تصریح نے اسے صاف کر دیا کہ یہ تسخیرِ فطرت کی بھی ساری نعمت تمامتر اللہ ہی کی دی ہوئی ہے کوئی دیوی دیوتا اس میں شریک نہیں۔ ~~يعني انه سبحانه مكونها وموجدها بقدرته وحكمته ثم مسخرها لخلقه~~ (روح) قَوْمًا۔ ایک قوم کو یعنی اہلِ ایمان کو۔ ۵۹ يَغْفِرُوْا۔ غفر۔ یہاں عفو کے مُرادف ہے۔ ~~اى يعفوا ويصفحوا~~ (بیضاوی) لَا يَرْجُوْنَ اَيَّامَ اللّٰهِ۔ یعنی اللہ کے اہم سے اہم جو معاملات بندوں کے ساتھ حشر میں پیش آئینگے۔ مثلاً یہ کہ فرمانبرداروں پر عطا و بخشش ہوگی اور نافرمانوں پر نزول عذاب و شدت ہوگا۔ منکرینِ قیامت ان سارے امور کی طرف سے اپنے کو غافل ہی بنائے ہوئے ہیں۔ اَيَّامَ اللّٰهِ۔ پر حاشیہ پہلے گذر چکا ہے۔ ۶۰ (وہاں مطیعوں کو اپنی طاعتوں کا بدل بلکہ نعم البدل ملیگا اور سرکشوں کو اپنے کرتوتوں کا بدلہ۔ دنیا میں ان نافرمانوں سے درگذر ہی مناسب ہے) آیت کا مقصود اُس انتقام سے روکنا ہے جس سے مقصود اپنے غیظ کی تسکین ہوتی ہے۔ باقی قتال جو اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے ہوتا ہے اس سے نفیاً و اثباتاً آیت کو کوئی تعلق نہیں۔ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ۔ یہ اس حقیقت کا اعلان ہے کہ جو کوئی بھی نیک عمل کرتا ہے اپنے ہی نفع کے لئے کرتا ہے کسی دوسرے پر احسان نہیں کرتا —— جاہلی قومیں یہ سمجھتی تھیں کہ کسی دیوی دیوتا کی پُوجا کرنا خود اُس پر کرم کرنا اور اُس کو زیر بارِ منت کرنا ہے۔ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا۔ یہ اس حقیقت کا اظہار ہے کہ بدی کا وبال خود اُس بدی کے مرتکب پر پڑتا ہے۔ دوسروں کو اس سے کوئی واسطہ نہیں۔

الَّيۡلِ وَالنَّهَارِ وَمَآ اَنۡزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنۡ رِّزۡقٍ

(اسی طرح) رات اور دن کے اُلٹ پھیر میں اور اُس رزق میں جس کو اللہ نے آسمان سے اُتارا

فَاَحۡيَا بِهِ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِهَا وَتَصۡرِيۡفِ الرِّيٰحِ اٰيٰتٌ

پھر اُس زمین کو تر و تازہ کیا اُس کے خشک ہوئے پیچھے اور ہواؤں کے اَدل بدل میں نشانیاں ہیں

لِّقَوۡمٍ يَّعۡقِلُوۡنَ ۞۵ تِلۡكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتۡلُوۡهَا عَلَيۡكَ بِالۡحَقِّ ۚ

ان لوگوں کیلئے جو عقل رکھتے ہیں ۵۳ یہ اللہ کی نشانیاں ہیں جو صحیح طور پر ہم آپ کو پڑھ کر سُناتے ہیں،

فَبِاَىِّ حَدِيۡثٍۢ بَعۡدَ اللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ يُؤۡمِنُوۡنَ ۞۶ وَيۡلٌ لِّـكُلِّ

تو پھر اللہ اور اُس کی نشانیوں کے سوا اور کونسی بات ہو گی جس پر یہ لوگ ایمان لائینگے، بڑی خرابی ہے

اَفَّاكٍ اَثِيۡمٍ ۞۷ يَّسۡمَعُ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُتۡلٰى عَلَيۡهِ ثُمَّ يُصِرُّ مُسۡتَكۡبِرًا

ہر اُس شخص کیلئے جو جھوٹ لگانے والا ہے، نافرمان ہے، اللہ کی آیتوں کو سنتا ہے جب وہ اُسکے رُوبرو پڑھی جاتی ہیں پھر بھی تکبر

كَاَنۡ لَّمۡ يَسۡمَعۡهَا ۚ فَبَشِّرۡهُ بِعَذَابٍ اَلِيۡمٍ ۞۸ وَاِذَا عَلِمَ مِنۡ

کرتا ہوا اَڑا رہتا ہے، جیسے اُس نے انہیں سنا ہی نہیں سو اُسے عذاب دردناک کی خوشخبری سنا دیجئے ۵۴ اور جب وہ

اٰيٰتِنَا شَيۡـئَا اۨتَّخَذَهَا هُزُوًا ؕ اُولٰٓـئِكَ لَهُمۡ عَذَابٌ مُّهِيۡنٌ ؕ ۞۹

ہماری آیتوں میں سے کسی آیت کی خبر پاتا ہے تو اُسکی ہنسی اُڑاتا ہے، یہی لوگ تو ہیں جن کیلئے ذلّت کا عذاب ہے ۵۵

مِنۡ وَّرَآئِهِمۡ جَهَنَّمُ ۚ وَلَا يُغۡنِىۡ عَنۡهُمۡ مَّا كَسَبُوۡا شَيۡـئًا

اُن کے آگے جہنم ہے اور اُن کے کام نہ تو وہ چیزیں کچھ بھی آئینگی جو یہ کما گئے

وَّلَا مَا اتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اَوۡلِيَآءَ ۚ وَلَهُمۡ عَذَابٌ عَظِيۡمٌ ؕ ۞۱۰

اور نہ وہ جن کو انہوں نے اللہ کے سوا کارساز تیار کیا تھا اور اُن کے لئے بڑا عذاب ہے ۵۶

۵۳ (قدرتِ الٰہی اور توحیدِ الٰہی کی) مطلب یہ ہے کہ کائنات کے جتنے بھی شعبے ہیں طبعی، نفسیاتی، حیوانی، فضائی وغیرہ سب میں غور کرنے والے اور انصاف و طلبِ حقیقت رکھنے والے انسان کے لئے دلائل و شواہد حق تعالیٰ کی توحید اور قدرتِ کاملہ ہی کے ملتے ہیں۔ وَفِیۡ خَلۡقِكُمۡ۔ انسان کی جسمی ساخت و ترکیب و فعلیت سے متعلق جتنے بھی علوم و فنون ہیں تشریح الابدان، عضویات، نفسیات وغیرہا۔ ان سب کے قوانین و ضوابط سے انسان معرفتِ الٰہی ہی کے سبق لے سکتا ہے۔ وَمَا يَبُثُّ مِنۡ دَآبَّةٍ۔ اس کے تحت میں سارے علوم حیوانیات مع اس کے متعلقات کے آگئے۔ وَاخۡتِلَافِ الَّيۡلِ وَالنَّهَارِ ہیئت، ریاضیات، فضائیات، طبیعیات مع اپنی تمام شاخوں کے اس کے تحت آگئے۔ مِنَ السَّمَآءِ . . . . . الرِّيٰحِ۔ معاشیات، حیاتیات، نباتیات، ارضیات، فضائیات کے سارے علوم مع اپنی شاخوں اور متعلقات کے اس کے تحت میں آگئے۔ رِزۡقٍ سے مراد مادۂ رزق یعنی بارش ہے۔ ای من مطر وسماہ رزقا لانہ سببہ (بیضاوی) ای ما انزل اللہ تبارک وتعالیٰ من السحاب من المطر فی وقت الحاجۃ الیہ سماہ رزقا لانہ بہ یحصل الرزق (ابن کثیر) یعنی الغیث الذی ھو سبب ارزاق العباد (معالم) لیکن اگر یہ تاویل مجاز نہ کی جائے۔ جب بھی خود پانی بھی تو رزق ہے۔ ولو لم یؤول صح لانہ فی نفسہ رزق ایضا (روح) بِهٖ میں ضمیر مادۂ رزق یعنی بارش کی طرف ہے۔ سماء سے ایسے موقع پر ہمیشہ مراد صرف سمت بلندی کی جانب اشارہ کرنا ہوتا ہے۔ ای جہۃ العلو (روح) امام رازیؒ نے فرمایا ہے کہ ان تین آیتوں کے ختم پر لفظ تین مختلف آئے ہیں۔ پہلے للمومنین پھر لقوم یوقنون اور پھر لقوم یعقلون۔ ان میں ایک خاص ترتیب ہے۔ گویا مخاطبین سے کہا یہ گیا ہے کہ تم اگر ایمان والے ہو تو خود ہی ان دلائل کو سمجھ جاؤ گے لیکن اگر ایمان سے محروم ہو جب بھی حق کے طالب تو ہو گے۔ جب ہی انہیں سمجھ سکتے ہو۔ اور یہ بھی نہ ہو تو آخری درجہ میں بہرحال صاحبِ فہم تو ہی ہو اسی فہم سے کام لو۔ جب بھی کافی ہے۔ ۵۴ (کہ وضوحِ حق کے بعد روشِ استکبار کی سزا عذابِ الیم ہی ہے) فَبِاَيِّ . . . يُؤۡمِنُوۡنَ۔ یعنی توحید، معاد، نبوّت وغیرہ مسائلِ حقہ کا اثبات انہیں آیات ہی سے تو ہوتا ہے۔ سو اب اور کون چیز باقی ہے جس پر اُن کے ایمان لانے کی توقع کی جا سکے۔ بَعۡدَ اللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ۔ مُراد بعد آیات اللہ ہی ہے الفاظ جس ترتیب و ترکیب کے ساتھ قرآن مجید میں آئے ہیں۔ اس نے کلام میں زور و تاکید پیدا کر دی ہے۔ تقدیم اسم اللہ للمبالغۃ والتعظیم (بیضاوی) بعد اللہ میں بعد سے مراد بعض نے بعد کتاب اللہ لی ہے۔ اور کتاب کو محذوف سمجھا ہے۔ بعد اللہ میں بعد کے معنی "اس سے بڑھ کر" کے ہیں۔ امام رازیؒ نے آیت سے یہ نکتہ بھی اخذ کیا ہے کہ ان میں تقلید کافی نہیں۔ ہر مکلّف کو دینِ الٰہی کے دلائل پر غور و تفکر بھی کرنا چاہئے۔ ابطل بھذا القول من یزعم ان التقلید کاف وبین انہ یجب علی المکلف التامل فی دلائل دین اللہ (کبیر) ۵۵ چونکہ انکار و تکذیب کی بنیاد استکبارِ نفس پر تھی، اس لئے عذاب مُّهِيۡن (ذلیل و رسوا کرنے والے) کی مناسبت بالکل ظاہر ہے۔ اِذَا . . . هُزُوًا۔ استہزاء و تمسخر کا درجہ محض انکار و تکذیب سے کہیں بڑھا ہوا ہے۔

۵۶ عَذَابٌ عَظِيۡمٌ۔ کی تصریح سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ وہ عذاب علاوہ مہین ہونے کے باعثِ تفضیح و رسوائی ہونے کے شدید بھی بہت سخت ہو گا۔ مَا كَسَبُوۡا۔ اس کے عموم میں دنیا کے احوال، اعمال سب شامل ہیں۔

لَا يَذُوقُونَ فِيهَا الْمَوْتَ إِلَّا الْمَوْتَةَ الْأُولَىٰ ۖ وَوَقَاهُمْ
وہ وہاں موت کا مزہ بھی نہ چکھیں گے ہاں بجز اُس پہلی موت کے اور اللہ انہیں

عَذَابَ الْجَحِيمِ ﴿٥٦﴾ فَضْلًا مِّن رَّبِّكَ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ
دوزخ سے بچائیگا (یہ سب) آپکے پروردگار کے فضل سے ہوگا، یہی بڑی کامیابی

الْعَظِيمُ ﴿٥٧﴾ فَإِنَّمَا يَسَّرْنَاهُ بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ﴿٥٨﴾
ہے ۲۸ سو ہم نے اس (قرآن) کو آپ کی زبان میں آسان کر دیا ہے تاکہ یہ لوگ نصیحت حاصل کریں

فَارْتَقِبْ إِنَّهُم مُّرْتَقِبُونَ ﴿٥٩﴾
تو آپ بھی منتظر رہیئے، یہ لوگ تو منتظر ہی ہیں ۲۹

ع ۱۷/۳ ۱۶

سُورَةُ الْجَاثِيَةِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ سَبْعٌ وَّثَلٰثُونَ اٰيَةً وَّاَرْبَعُ رُكُوعَاتٍ
سورہ جاثیہ مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی سینتیس ۳۷ آیتیں ہیں اور چار رکوع

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ
شروع اللہ نہایت مہربان، بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

حم ﴿١﴾ تَنزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ ﴿٢﴾ إِنَّ فِي
حا۔میم (یہ) کتاب نازل کی ہوئی ہے اللہ غالب اور حکمت والے کی طرف سے ۱ بیشک

السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ لَآيَاتٍ لِّلْمُؤْمِنِينَ ﴿٣﴾ وَفِي خَلْقِكُمْ
آسمانوں اور زمین میں نشانیاں ہیں اہل ایمان کے لئے اور خود تمہاری اور

وَمَا يَبُثُّ مِن دَابَّةٍ آيَاتٌ لِّقَوْمٍ يُوقِنُونَ ﴿٤﴾ وَاخْتِلَافِ
اُن حیوانات کی آفرینش میں جنکو اُس نے پھیلا رکھا ہے نشانیاں ہیں ان لوگوں کیلئے جو یقین رکھتے ہیں، اور

۲۸ (جس کے سامنے اور کسی کامیابی کا نام بھی نہیں لیا جاسکتا) لَا ۔ اُولٰی یعنی یہ ساری نعمتیں لازوال و غیر منقطع ہونگی۔ اور آئندہ اُن کے ختم و انقطاع کا کوئی خطرہ نہ ہوگا۔ اِلَّا الْمَوْتَةَ الْاُولٰی۔ یعنی وہی موت جو دنیا میں واقع ہوئی تھی۔ اور جو انہیں اس عالمِ آخرت میں لانے اور انہیں غیر فانی بنانے کا ذریعہ ہوئی۔ ۲۹ یعنی آپ تبلیغ کے علاوہ اور کسی فکر و تردد میں نہ پڑیئے اور ان پر نزول ضرر کے منتظر رہیئے۔ جس طرح یہ اپنی حماقت سے آپ پر نزول ضرر کے منتظر ہیں۔ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ۔ یعنی آپؐ کی زبان میں قرآن کے نازل ہونے کی ایک مصلحت یہ ہے کہ آپکے یہ مخاطبین اسے داعیٔ اوّلؐ ہی کی زبان سے خوب سمجھ کر اس سے نفع حاصل کریں ۞

۱ (اور اس لئے اس کے مضامین بھی نہایت ہی قابل توجہ ہیں) حٰمٓ۔ ملاحظہ ہو حاشیہ سورۂ مومن ۱ پ ۲۴ تَنْزِيْلُ ... الْحَكِيْمِ۔ اس میں منکرین قدیم و جدید کے اس اتہام کی بھی تردید آگئی کہ یہ کلام رسولؐ کا گڑھا ہوا ہے۔ مِنَ ... الْحَكِيْمِ۔ کلام میں خود مصنف کا اثر آگیا ہے۔ اور کتاب اُسی شان اور اُسی پایہ کی ہوگئی ہے جیسی العزیز اور الحکیم کی کتاب کو ہونا چاہیئے۔ ۲ (اللہ کی قدرت و حکمت کی اور اس کی توحید کی) جن کے دلوں میں ایمان گھر کر چکا ہے۔ اور جن کی بصیرت مؤمنانہ بن چکی ہے۔ انہیں اس کارخانۂ کائنات میں قدم قدم پر اللہ کی حکمتوں، صنعتوں، قدرتوں کے نمونے ملتے ہیں۔ اور وہ سب اس کی توحید ہی کی طرف لے جاتے ہیں، نہ کہ معبودوں کے تعدد کی جانب۔

یَوۡمَ لَا یُغۡنِیۡ مَوۡلًی عَنۡ مَّوۡلًی شَیۡـًٔا وَّ لَا هُمۡ یُنۡصَرُوۡنَ ﴿۴۱﴾
جس دن کوئی تعلق والا کسی تعلق والے کے کام نہ آئیگا اور نہ اُن کی حمایت ہی کی جائے گی
اِلَّا مَنۡ رَّحِمَ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الۡعَزِیۡزُ الرَّحِیۡمُ ﴿۴۲﴾ اِنَّ شَجَرَتَ
ہاں مگر اللہ ہی کسی پر رحم فرمائے، بیشک وہ زبردست ہے، رحیم ہے ۲۵ بیشک زقوم کا
الزَّقُّوۡمِ ﴿۴۳﴾ طَعَامُ الۡاَثِیۡمِ ﴿۴۴﴾ کَالۡمُهۡلِ ۚ یَغۡلِیۡ فِی الۡبُطُوۡنِ ﴿۴۵﴾
درخت بڑے مجرم کا کھانا ہوگا تیل کی تلچھٹ کی طرح پیٹ میں کھولے گا
کَغَلۡیِ الۡحَمِیۡمِ ﴿۴۶﴾ خُذُوۡهُ فَاعۡتِلُوۡهُ اِلٰی سَوَآءِ الۡجَحِیۡمِ ﴿۴۷﴾ ثُمَّ
تیز گرم پانی کی طرح اس کو پکڑو، پھر گھسیٹتے ہوئے لے جاؤ دوزخ کے بیچ تک پھر
صُبُّوۡا فَوۡقَ رَاۡسِهٖ مِنۡ عَذَابِ الۡحَمِیۡمِ ﴿۴۸﴾ ذُقۡ ۚ اِنَّكَ
اس کے سر کے اوپر گرم پانی کا عذاب نازل کرو، لے اس کا مزہ تو تو
اَنۡتَ الۡعَزِیۡزُ الۡکَرِیۡمُ ﴿۴۹﴾ اِنَّ هٰذَا مَا کُنۡتُمۡ بِهٖ تَمۡتَرُوۡنَ ﴿۵۰﴾ اِنَّ
بڑا معزز مکرم ہے نا! یہی وہ چیز ہے جس کے باب میں تم شک کیا کرتے تھے ۲۶
الۡمُتَّقِیۡنَ فِیۡ مَقَامٍ اَمِیۡنٍ ﴿۵۱﴾ فِیۡ جَنّٰتٍ وَّ عُیُوۡنٍ ﴿۵۲﴾ یَّلۡبَسُوۡنَ
اللہ سے ڈرنے والے بیشک امن کی جگہ میں ہونگے (یعنی) باغوں میں اور نہروں میں لباس پہنے ہونگے
مِنۡ سُنۡدُسٍ وَّ اِسۡتَبۡرَقٍ مُّتَقٰبِلِیۡنَ ﴿۵۳﴾ کَذٰلِكَ ۟ وَ زَوَّجۡنٰهُمۡ
باریک اور دبیز ریشم کا آمنے سامنے بیٹھے ہوئے یہ بات اسی طرح ہے، اور ہم اُن کی
بِحُوۡرٍ عِیۡنٍ ﴿۵۴﴾ یَدۡعُوۡنَ فِیۡهَا بِکُلِّ فَاکِهَةٍ اٰمِنِیۡنَ ﴿۵۵﴾
زوجیت میں دیدینگے گوری گوری بڑی بڑی آنکھوں والیوں کو، وہ وہاں ہر قسم کے میوے منگائینگے اطمینان سے ۲۷

ع ۲/۳ ۱۵ معانقہ ۱۲

۲۵ چنانچہ اپنی صفت عزیزیت کے تقاضہ سے کافروں کو خوب مغلوب کریگا۔ اور صفت رحیمیت کا ظہور اہل ایمان پر پوری طرح فرمائیگا۔ لَا یُغۡنِیۡ ...... یُنۡصَرُوۡنَ۔ مطلق دنیوی تعلق حشر میں ہرگز کسی ایک کا دوسرے سے کام نہ آئیگا۔ بلکہ اس کی بنا پر کوئی کسی کی مدد تک نہ کرسکیگا۔ اِلَّا مَنۡ رَّحِمَ اللّٰهُ۔ اور اللہ کی رحمت کا اثر یہ ظاہر ہوگا کہ وہ کسی مومن کے حق میں شفاعت کا اذن دیدے۔ ۲۶ عذاب جسمانی کے ساتھ ساتھ اہل جہنم کی اذیت قلب کے بڑھانے کو یہ بھی بطور طعن و استہزا کہا جائیگا ——— دوزخیوں کے مقدر میں تو ہر قسم کی انتہائی اذیت ہے۔ جسمانی و مادی کے علاوہ ذہنی و قلبی بھی۔ الۡاَثِیۡمِ۔ بڑے مجرم سے مراد کافر ہے۔ ای الکثیر الآثام والمراد به الکافر لدلالة ما قبله وما بعده علیه (بیضاوی) الاثیم ای فی قوله وفعله وهو الکافر (ابن کثیر) الۡاَثِیۡمِ کے صیغہ مفرد سے مراد جنس کافر ہے کوئی مخصوص فرد یا متعین شخصیت مُراد نہیں۔ المراد به جنس الکافر لا واحد بعینه (روح) اور یہ جو بعض اقوال میں آیا ہے کہ اس سے مُراد ابوجہل یا فلاں متعین کافر ہے۔ سو یہ قول خلاف تحقیق و بلا دلیل ہے۔ لیس بشیء ولا دلیل علی ذلك (روح) وذکر غیر واحد انه ابوجهل ولا شك فی دخوله فی هذه الآیة ولکن لیست خاصة به (ابن کثیر)

شَجَرَتَ الزَّقُّوۡمِ۔ زقوم (تھوہر) پر حاشیہ سورۂ والصافات (پ ۲۳) میں گزر چکا۔ زَقُّوۡم کے معنی کسی کسی نے یہ بھی بیان کئے ہیں کہ یہ قوم بربر کی زبان میں کھجور اور مکھن کو کہتے ہیں۔ اس پر فقیہ مالکی مفسر ابن العربیؒ بڑے غصہ کے ساتھ لکھتے ہیں کہ ایسے قول کسی جاہل ہی کے ہوسکتے ہیں۔ ویحکی عن بعضهم ان الزقوم هو التمر والزبد بلسان البربر ومالله ولهذا القائل وامثاله الذین یتکلمون فی الکتاب بالباطل وهم لا یعلمون۔

روح المعانی میں صوفیہ کا یہ قول بھی نقل ہوا ہے کہ:۔

هی شجرة الحرص وحب الدنیا تظهر یوم القیامة علی اسوء حال واخبث طعم۔	یہ درخت حرص و حُبِّ دنیا کا درخت ہے جو حشر میں اس شکل میں متمثل ہوجائیگا۔

۲۷ یعنی اہل جنت علاوہ روحانی نعمتوں کے ہر قسم کی مادی و جسمانی لذتوں سے بھی پوری طرح لذت گیر ہونگے۔ یہ نہ ہوگا کہ یہاں کی جسمانی لذتوں سے انہیں وہاں خواہ مخواہ بے جرم محروم کردیا جائے ——— ہمارے ہاں کے جن جدید اہل قلم نے جنت کی لذاتِ جسمانی کی تاویلیں کرکر کے انہیں خواہ مخواہ بدل دینا چاہا ہے۔ وہ درحقیقت خود مسیحیت اور دوسرے باطل مذہبوں سے کسی حد تک مرعوب ہیں جنہوں نے جسم و جسمانیات ہی کو مطلق شر تسلیم کیا ہے۔ مَقَامٍ اَمِیۡنٍ۔ یعنی ایسی جگہ جو ہر مصیبت، ہر ناخوشگواری سے محفوظ ہو۔

إِسْرَاءِيلَ مِنَ الْعَذَابِ الْمُهِينِ ﴿۳۰﴾ مِن فِرْعَوْنَ إِنَّهُ كَانَ
فرعون کے سخت ذلت والے عذاب سے نجات دی واقعی وہ بڑا سرکش حد سے

عَالِيًا مِّنَ الْمُسْرِفِينَ ﴿۳۱﴾ وَلَقَدِ اخْتَرْنَاهُمْ عَلَىٰ عِلْمٍ عَلَى
نکل جانے والوں میں تھا ہم نے بنی اسرائیل کو دنیا جہان پر فضیلت

الْعَالَمِينَ ﴿۳۲﴾ وَآتَيْنَاهُم مِّنَ الْآيَاتِ مَا فِيهِ بَلَاءٌ مُّبِينٌ ﴿۳۳﴾
(اپنے) علم کے ماتحت ہی دی تھی ۲۰ اور ہم نے انہیں ایسی نشانیاں دی تھیں جن میں کھلا ہوا انعام تھا ۲۱

إِنَّ هَٰؤُلَاءِ لَيَقُولُونَ ﴿۳۴﴾ إِنْ هِيَ إِلَّا مَوْتَتُنَا الْأُولَىٰ وَمَا
یہ لوگ تو یہی کہتے ہیں کہ بس یہی موت ہی (ہمارا آخری انجام) ہے اور ہم

نَحْنُ بِمُنشَرِينَ ﴿۳۵﴾ فَأْتُوا بِآبَائِنَا إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿۳۶﴾ أَهُمْ
دوبارہ زندہ نہ ہونگے سو لاؤ تم (اے مسلمانو!) ہمارے باپ دادوں کو اگر تم سچے ہو ۲۲ تو کیا

خَيْرٌ أَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ وَالَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ أَهْلَكْنَاهُمْ إِنَّهُمْ
یہ لوگ بڑھ چڑھ کر ہیں یا قوم تبع والے اور جو لوگ ان سے بھی پیشتر ہوئے ہیں، ہم نے ان تک کو ہلاک

كَانُوا مُجْرِمِينَ ﴿۳۷﴾ وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا
کر ڈالا اسلئے کہ وہ نافرمان تھے ۲۳ اور آسمان اور زمین اور جو ان کے درمیان ہے، یہ سب ہم نے

لَاعِبِينَ ﴿۳۸﴾ مَا خَلَقْنَاهُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ
یونہی خواہ مخواہ نہیں بنا ڈالا، ہم نے ان کو کسی حکمت ہی سے بنایا ہے۔ لیکن اکثر لوگ

لَا يَعْلَمُونَ ﴿۳۹﴾ إِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ مِيقَاتُهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿۴۰﴾
نہیں سمجھتے ۲۴ بیشک فیصلہ کا دن ان سب کا وقت مقرر ہے

۲۰ بنی اسرائیل کی فضیلت و فوقیت کا بیان کئی بار آچکا ہے۔ اور اس کی توضیح سورۃ البقرۃ (پ ۱) کے حاشیوں میں آچکی ہے۔ یہاں یہ بتایا ہے کہ یہ افضلیت و اشرفیت یوں ہی اٹکل پچو بلاوجہ نہ تھی۔ خاص مصالح تکوینی کے ماتحت تھی۔ بَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ۔ الْعَذَابِ الْمُهِين۔ فرعون۔ فرعون، بنی اسرائیل اور ان پر سختیاں، ان سب پر حاشیے سورۃ البقرۃ (پ ۱) میں گذر چکے۔

۲۱ مثلاً دولت توحید، نعمت رسالت، اور پھر دنیوی حکومت و اعزاز۔ بَلَٰٓؤٌا۔ یہاں مصیبت کے معنی میں نہیں، انعام کے معنی میں ہے۔ ~~ای نعمۃ ظاہرۃ (کشاف، روح)~~ بلاء کے عام متداول معنی بھی لئے جا سکتے ہیں۔ یعنی ان نشانات کے ذریعہ سے خوب آزمائش اور تجربہ ہو گیا۔ ~~ای اختبار ظاہر جلی لمن اھتدی بہ (ابن کثیر) اختبار ظاھر لننظر کیف یعملون (روح)~~

۲۲ یہ کہنے والے عصر قدیم کے "روشن خیال" مادیین اور عرب کے فطرت پرست دہریین تھے۔ حشر و نشر و عالم آخرت کے قطعی منکر۔ یہ مسلمانوں کو چیلنج دے کر اور اپنی "روشن خیالی" کے پرفخر مظاہرہ کے ساتھ کہتے تھے کہ ہم مذہب و ذہب کے ڈھکوسلوں کے سرے سے قائل ہی نہیں۔ ہم تو صرف حواس ظاہری و مشاہدہ کو مانتے ہیں۔ تو اگر واقعی کسی مردہ کو زندہ کر کے دکھا دو تو بے شک ہم قائل ہو جائیں ——— مغیبات و مجردات میں آج بھی مشاہدہ و تجربہ کا مطالبہ اسی قدیم ذہنیت کی صدائے بازگشت ہے۔

۲۳ یعنی نافرمانی و قانون شکنی تو ایسی چیز ہے جس کی سزا ان مجرموں سے کہیں زائد قوت و مقدرت والوں کو مل کر رہی ہے۔ تو یہ بیچارے کس شمار و قطار میں ہیں۔ خَيْرٌ۔ خیر کا مفہوم ہمیشہ اخلاقی و روحانی ہی پہلو نہیں رکھتا، مادی، مالی، جسمانی فوقیت کا اظہار بھی اسی لفظ سے ہوتا رہتا ہے۔ یہاں اسی دنیوی جاہ و حشم مادی قوت و سامان میں اظہار فوقیت کے لئے ہے۔ قَوْمُ تُبَّعٍ۔ جس طرح ملوک مصر کا لقب فرعون تھا۔ اسی طرح جنوب عرب کی سلطنت یمن کے بادشاہوں کے ایک خاندان کا لقب تبع تھا۔ یہ اپنے وقت کے بڑے عظیم الشان و جلیل القدر فرمانروا تھے۔ اور ان کے حدود سلطنت علاوہ حمیر، حضرموت اور سارے علاقہ سبا کے شمال میں شمالی عرب تک اور مغرب میں افریقہ تک وسیع تھے۔ اور یہ خاندان کوئی ڈھائی سو سال تک فرماں روا رہا۔ اور ان کے زمانہ کا تخمینہ ظہور اسلام سے سات آٹھ صدیوں قبل کا کیا گیا ہے۔ اہل لغت کا بیان ہے کہ تبع ان بادشاہوں کو ان کی کثرت اتباع کی بنا پر کہتے ہیں۔ ابن ہشام میں ابن اسحٰق کے حوالہ سے ہے کہ:۔ ~~قال ابن اسحٰق وکان قد جعل طریقہ حین اقبل من المشرق علی المدینۃ وکان قد مر بھا فی بدأتہ~~ "اس نے مدینہ سے (یمن تک) سڑک بنوا دی تھی، جب مشرق سے مدینہ کو آیا تھا اور اسی سڑک سے اپنے وطن کو آتا جاتا تھا۔"

بہر حال اہل عرب تبع کی عظمت و شان سے خوب اچھی طرح واقف تھے۔ بلکہ ان کے ہاں تبع کی عظمت و جلالت بطور ضرب المثل کے مشہور زبان زد تھی۔ هُمْ۔ ضمیر عرب معاصرین کی جانب ہے جن کا ذکر ابھی آیات ماقبل میں آیا ہے۔

۲۴ اس میں رد آگیا اُن ساری جاہلی قوموں کا، جو یہ سمجھتی ہیں کہ یہ ساری کائنات محض ایک تماشہ گاہ ہے اور خالق کائنات کو (نعوذ باللہ) محض ایک میلہ رچانا، (تماشہ کرنا) مقصود تھا۔ قرآن مجید اس کی بار بار تردید کرتا ہے اور بتاتا ہے کہ اس کارخانۂ آفرینش سے بڑے بڑے اہم مقاصد مقصود ہیں ——— اکبر الہ آبادیؒ کے الفاظ میں ؎
اکبر اس فطرت خاموش کو بے حس نہ سمجھ ؛ ہاں بصیرت سے تہی دیدۂ نرگس نہ سمجھ۔
مَا خَلَقْنَٰهُمَآ إِلَّا بِٱلْحَقِّ۔ یعنی اُن کی آفرینش میں بڑی بڑی غایتیں اور مصلحتیں پنہاں ہیں۔ اور ان میں سے ایک بڑی حکمت قانون مجازات و مکافات کا اجرا و نفاذ ہے۔ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ۔ کثرت سے لوگ عقیدۂ حشر ہی کے منکر ہیں اور جو مانتے ہیں اُن میں بھی بہت سے عملاً اسکی اہمیت کو بھلائے ہوئے ہیں۔

وَجَآءَهُمْ رَسُوْلٌ كَرِيْمٌ ﴿١٧﴾ اَنْ اَدُّوْٓا اِلَيَّ عِبَادَ اللّٰهِ ۭ اِنِّيْ
اور انکے پاس ایک معزز پیمبر آئے تھے (یہ پیام لے کر) کہ اللہ کے ان بندوں کو میرے حوالہ کردو
لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿١٨﴾ وَّاَنْ لَّا تَعْلُوْا عَلَى اللّٰهِ ۚ اِنِّيْٓ اٰتِيْكُمْ
میں تمہارا معتبر پیمبر ہوں اور یہ کہ تم اللہ سے سرکشی نہ کرو میں تمہارے سامنے
بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿١٩﴾ وَاِنِّيْ عُذْتُ بِرَبِّيْ وَرَبِّكُمْ اَنْ تَرْجُمُوْنِ ﴿٢٠﴾
واضح دلیل پیش کرتا ہوں، اور میں پناہ چاہتا ہوں اپنے پروردگار اور تمہارے پروردگار کی اس سے کہ تم مجھے سنگسار کردو
وَاِنْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا لِيْ فَاعْتَزِلُوْنِ ﴿٢١﴾ فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنَّ هٰٓؤُلَآءِ
اور اگر تم مجھ پر ایمان نہیں لاتے تو مجھ سے الگ ہی رہو ۱۵ تب (موسیٰ نے) اپنے پروردگار سے دعا کی کہ یہ
الثلثة
قَوْمٌ مُّجْرِمُوْنَ ﴿٢٢﴾ فَاَسْرِ بِعِبَادِيْ لَيْلًا اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ﴿٢٣﴾
(بڑے سخت) مجرم لوگ ہیں ۱۶ تو اب میرے بندوں کو بھی تم رات ہی میں لیکر چلے جاؤ، تمہارا تعاقب ہوگا،
وَاتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا ۭ اِنَّهُمْ جُنْدٌ مُّغْرَقُوْنَ ﴿٢٤﴾ كَمْ تَرَكُوْا مِنْ
اور تم اس دریا کو سکون کی حالت میں چھوڑنا، اُن لوگوں کا لشکر غرق ہو کر رہیگا ۱۷ وہ لوگ کتنے ہی
جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿٢٥﴾ وَّزُرُوْعٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ ﴿٢٦﴾ وَّنَعْمَةٍ كَانُوْا فِيْهَا
باغ اور چشمے اور کھیتیاں اور عمدہ مکانات اور آرام کے سامان جن میں
فٰكِهِيْنَ ﴿٢٧﴾ كَذٰلِكَ ۣ وَاَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ﴿٢٨﴾ فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ
رہا کرتے تھے چھوڑ گئے، (یہ قصہ) اسی طرح واقع ہوا اور ہم نے ان (چیزوں) کا مالک ایک دوسری قوم کو بنا دیا، تو ان
ع ۱ ۲۹ ۱۴ السَّمَاۗءُ وَالْاَرْضُ وَمَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ ﴿٢٩﴾ وَلَقَدْ نَجَّيْنَا بَنِيْٓ
نہ تو آسمان اور زمین روئے، اور نہ انہیں مہلت ہی ملی ۱۹ اور بیشک ہم نے بنی اسرائیل کو

۱۴ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اہل فرعون کے پاس آنے اور حق تعالیٰ کا پیام پہنچانے کا ذکر ایک نئے عنوان سے ہے۔ قَبْلَهُمْ۔ ضمیر هُمْ معاصر مشرکین مکہ کی جانب ہے۔ ~~المشتمل هؤلاء المشركين (مدارک)~~ رَسُوْلٌ كَرِيْمٌ۔ کھلی ہوئی مراد حضرت موسیٰؑ سے ہے۔ اَنْ ~~اَدُّوْٓا … لكشيلان تفسيري~~ ہے۔ اَنْ … اللّٰهِ۔ عباد اللہ سے مراد بنی اسرائیل ہیں، کہ انہیں میرے سپرد کردو۔ میں انہیں لے کر مسلک توحید پر چلانے کے لئے اپنے پرانے وطن شام کی طرف چلا جاؤنگا۔ سُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ۔ اس کے تحت میں دلائل و خوارق سب آگئے۔ اِنِّيْ … تَرْجُمُوْنِ۔ صاف اشارہ اس طرف ہے کہ فرعونیوں یا مصریوں نے آپؑ پر سنگباری کی ٹھان لی تھی۔ توریت میں بھی اشارے موجود ہیں:۔ "اگر ہم مصریوں کی آنکھوں کے آگے وہ قربانی کریں، جس سے وہ بیزار ہیں، تو کیا ہمیں وہ پتھراؤ نہ کرینگے"۔ (خروج - ۸ : ۲۶) مُرشد تھانویؒ نے اسی آیت کے تحت میں یہ نکتہ ارشاد فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ کے سامنے التجا کرتے رہنا اور اپنی قوت کا دعویٰ نہ کرنا عین اظہارِ عبدیت ہے۔

۱۵ یعنی کم از کم اتنا ہی کرو اور میری ایذا کے درپے ہو کر اپنے جرم کو اور شدید تر تو نہ بناؤ۔ مُرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ آیت میں ایسے شخص سے قطع تعلق پر دلالت ہے جس کی اصلاح کی اُمید نہ ہو۔

۱۶ (معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایمان نہ لائینگے اور وقت ان کی گرفت ہی کا آپہنچا ہے)

۱۷ یعنی آپؑ کے لئے تو سمندر میں راستہ کر دیا جائیگا اور سمندر کا کچھ حصہ آپؑ کے لئے خشک کر دیا جائیگا۔ آپؑ اُسے اسی سکون کے حال میں چھوڑ کر چلے جائیے گا۔ اور اسی فکر و اندیشہ میں نہ پڑیئے گا کہ فرعون بھی تو اسی راستہ سے آجائیگا۔ چنانچہ آپؑ اس ارشاد باری کی تعمیل میں بنی اسرائیل کو لے کر راتی راتا ہی نکل گئے اور صبح کو آپؑ کا تعاقب بھی ہوا۔

۱۸ یعنی اُسی نسل کے بعد ایک دوسری نسل مصر اور اسکے سارے تعیشات پر حاکم و متصرف ہوگئی اور ان لذتوں اور راحتوں کے سامان پر فرعونیوں کو دوام نہ ہو سکا۔ كَمْ تَرَكُوْا۔ ~~کم اظہارِ کثرت کے لئے ہے۔ کم عبارۃ عن الکثرۃ (مدارک)~~ قَوْمًا اٰخَرِيْنَ۔ اس سے اشارہ اگر بنی اسرائیل ہی کی طرف سمجھا جائے جیسا کہ بعض مفسرین نے سمجھا ہے تو اَوْرَثْنٰهَا سے مُراد یہ نہ رہیگی کہ انہیں بعینہٖ فرعونیوں ہی کی چھوڑی ہوئی نعمتیں عطا کیں، بلکہ مراد نفس وہ نعمتیں (سرسبز کھیتیاں، شاداب باغ بہتے ہوئے چشمے وغیرہ) ہونگی۔ جو بنی اسرائیل کو شام و فلسطین یا کہیں بھی عطا ہوئی ہوں۔

۱۹ پہلے یہ حقیقت ذہن نشین کرلی جائے، کہ کائنات کی کوئی سی بھی شے ہو۔ بڑی سے بڑی یا چھوٹی سے چھوٹی۔ احساس و شعور کسی نہ کسی درجہ میں ضرور رکھتی ہے۔ اس کے بعد یہ سمجھئے کہ آسمان اور زمین میں بھی ان کے مرتبہ کے لائق شعور موجود ہے۔ اسی سے وہ مومن کے مرتبہ کا ادراک کر کے اس کی وفات پر غمگین ہوتے ہیں۔ حکیم کائنات و دانائے فطرت محمد رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے:۔ ~~ما من عبد الا وله في السماء بابان باب يخرج منه رزقه وباب يدخل منه عمله وكلامه فاذا مات فقدا ه وبكيا عليه (جامع ترمذی)~~، مومن جب مرجاتا ہے تو آسمان کا وہ دروازہ جس سے اس کے عمل کا صعود ہوتا تھا اور وہ دروازہ جس سے اس کے رزق کا نزول ہوتا تھا اس پر روتے ہیں۔ اور آپؐ کے رفیق و تلمیذ خاص حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ:۔ ~~واخرج ابن المنذر وغيره عن علي رضي الله عنه قال ان المؤمن اذا مات بكى عليه مصلاه من الارض ومصعد عمله من السماء (روح)~~ "جب مومن مرتا ہے تو زمین میں اس کے نماز پڑھنے کی جگہ اور آسمان میں اس کے عمل کے صعود کرنے کی جگہ یہ دونوں اس پر روتی ہیں"۔ عَلَيْهِمُ … كَانُوْا۔ ضمیر جمع غائب سے دونوں جگہ مراد وہی قوم فرعون ہے جس کا ذکر اُوپر سے چلا آرہا ہے۔ فَمَا … الْاَرْضُ۔ یہ اثر تھا ان لوگوں کی کمال مبغوضیت کا۔ زمین، آسمان کسی کو بھی اُن پر رونا نہ آیا، اور کسی کو بھی اُن سے ہمدردی پیدا نہ ہوئی۔ وَمَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ۔ یہ اثر تھا اُن کے کمال مغضوبیت کا کہ ذرا بھی مہلت نہ پائی — اگر ابھی مہلت زندگی پا جاتے تو عذاب الٰہی سے چندے اور بچے رہتے۔

وَمَا بَيْنَهُمَا ۘ إِن كُنتُم مُّوقِنِينَ ﴿٧﴾ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ

اور ان دونوں کے درمیان کا ہے، اگر تم یقین لانا چاہو ۵۶ کوئی خدا اُس کے سوا نہیں

يُحْيِي وَيُمِيتُ ۖ رَبُّكُمْ وَرَبُّ ءَابَآئِكُمُ ٱلْأَوَّلِينَ ﴿٨﴾ بَلْ

وہی جِلاتا ہے اور وہی مارتا ہے، پروردگار تمہارا بھی ہے اور پروردگار تمہارے اگلے باپ دادوں کا بھی ۵۷ لیکن

هُمْ فِي شَكٍّ يَلْعَبُونَ ﴿٩﴾ فَٱرْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي ٱلسَّمَآءُ

یہ لوگ تو شک میں پڑے کھیل میں لگے ہوئے ہیں ۵۸ تو آپ انتظار کیجئے اُس روز کا جب آسمان کی طرف

بِدُخَانٍ مُّبِينٍ ﴿١٠﴾ يَغْشَى ٱلنَّاسَ ۖ هَٰذَا عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿١١﴾

ایک نظر آنیوالا دھواں پیدا ہو جو ان سب لوگوں پر چھا جائے، یہ ایک عذاب دردناک ہوگا ۵۹

رَّبَّنَا ٱكْشِفْ عَنَّا ٱلْعَذَابَ إِنَّا مُؤْمِنُونَ ﴿١٢﴾ أَنَّىٰ لَهُمُ

اے ہمارے پروردگار ہم سے اس عذاب کو دُور کر دیجئے، ہم ضرور ایمان لے آئینگے ۱۰ ان کو کب (اس سے)

ٱلذِّكْرَىٰ وَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُولٌ مُّبِينٌ ﴿١٣﴾ ثُمَّ تَوَلَّوْا۟

نصیحت ہوتی ہے، حالانکہ اُن کے پاس پیمبر کھلے ہوئے (دلائل کے ساتھ) آچکا ہے پھر بھی یہ لوگ

عَنْهُ وَقَالُوا۟ مُعَلَّمٌ مَّجْنُونٌ ﴿١٤﴾ إِنَّا كَاشِفُوا۟ ٱلْعَذَابِ

اُس سے سرتابی کرتے رہے اور یہی کہتے رہے کہ یہ سکھایا ہوا ہے دیوانہ ہے ۱۱ بیشک ہم چندے اس عذاب کو ہٹا لینگے

قَلِيلًا ۚ إِنَّكُمْ عَآئِدُونَ ﴿١٥﴾ يَوْمَ نَبْطِشُ ٱلْبَطْشَةَ ٱلْكُبْرَىٰٓ

اور تم بھی (اپنی پہلی حالت پر) لوٹ آؤ گے ۱۲ جس روز ہم بڑی سخت پکڑ پکڑینگے (اُس روز) ہم

إِنَّا مُنتَقِمُونَ ﴿١٦﴾ ۞ وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ

پورا بدلہ لے لینگے ۱۳ اور ہم نے اُن سے پہلے قوم فرعون کی آزمائش کی تھی

وقف لازم

وقف لازم وقف لازم

۵۶ یعنی اگر تم میں طلب صادق ہے، حق کی جستجو و تلاش ہے۔ رَبِّ ۔ ۔ ۔ ۔ بَیْنَهُمَا۔ ساری کائنات کے اُسی خدائے واحد کی ملک و مملوک ہونے کا ایک بار پھر اثبات ——— کسی گوشۂ ہستی میں کسی جہت و اعتبار سے بھی کوئی دوسرا مالک و متصرف نہیں۔ ۵۷ آیت ماقبل کی طرح اس میں بھی توحید ہی کے مختلف پہلوؤں کی تاکید اور شرک کے مختلف مظاہر کی تردید ہے۔ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ۔ اُس کی صفت اُلوہیت میں کوئی بھی اس کا شریک نہیں۔ يُحْيِي وَيُمِيتُ۔ جان ڈالنے اور جان لینے کی قوتیں بھی صرف اُسی کے ہاتھ میں ہیں ——— زندگی کے کوئی الگ دیوتا اور موت کے کوئی الگ دیوتا نہیں۔ رَبُّكُمْ . . . ٱلْأَوَّلِينَ۔ وہ کوئی نو پیدا معبود نہیں۔ دنیا جب سے قائم ہے اُس کا وہی ایک اور اکیلا پروردگار رہا ہے ——— بعض جاہلی قوموں نے اپنے اسلاف قدیم کو معبود مانا اور ان کی پرستش کی ہے۔ آیت میں اس اسلاف پرستی کی بھی تردید آگئی۔ ۵۸ اور اس لئے حق کے واضح دلائل و صریح شواہد کی طرف توجہ و التفات ہی نہیں کرتے) فِي شَكٍّ۔ شک کی تنوین تعظیم کے لئے ہے یعنی بڑے شک میں پڑے ہوئے ہیں ——— یہ لوگ توحید و آخرت کی طرف سے عجیب بے یقینی کی حالت میں مبتلا ہیں يَلْعَبُونَ۔ یعنی سنجیدگی سے کبھی حقائق پسندی کی طرف آتے ہی نہیں۔ ان اہم ترین حقائق و مسائل کو بس ایک کھیل تماشہ سمجھ رکھا ہے۔ ۵۹ روایات متفق ہیں کہ اس مصیبت سے مراد وہ شدید قحط ہے جو اہل مکہ پر پڑنے والا تھا اور کچھ روز بعد پڑا۔ ہوا یہ کہ جب ہجرت کے بعد بھی اہل مکہ کا عناد کم نہ ہوا بلکہ بڑھتا گیا تو عاجز آکر رسول اللہ صلعم نے اُن کے حق میں بددعا کی۔ اثر کا ظہور یوں ہوا کہ ادھر بارش رُکی اور اُدھر یمامہ (علاقۂ یمن) کے رئیس ثمامہ نے جو اب مسلمان ہو چکے تھے غلہ بھیجنا بند کر دیا مکہ کی غلہ کی منڈی یمامہ ہی سے تھی، اب قحط پورا ہو گیا۔ ذلك حين دعا رسول الله صلى الله عليه وسلم على قريش رب تبارك وتعالى ان يأخذهم بسنين كسني يوسف فأخذ ولا المجاعة (ابن جریر) حضرت عبداللہ بن مسعود صحابی رضؓ نے بڑے زور و تاکید کے ساتھ آیت کے یہی معنی بیان کئے ہیں۔ قحط اتنا سخت تھا کہ لوگوں نے مردار کا گوشت، کھال ہڈیاں سب کھانا شروع کر دی تھیں۔ وفی روایة اُخری صحیحة . . . . حتى اكلوا الميتة والجلد والعظام (روح) دُخَانٍ مُّبِينٍ۔ بھوک کی شدت اور دماغ کی خشکی میں، فضائے آسمانی میں دُھواں سا نظر آنے لگتا ہے۔ اسی کو یہاں آسمانی دھوئیں سے تعبیر کیا ہے۔ يقال ان الجائع كان يرى بينه وبين السماء دخانا من شدة الجوع (تاج) عنى بالدخان ما كان يصيبهم حينئذ في ابصارهم من شدة الجوع من الظلمة كهيئة الدخان (ابن جریر) دُخان کا اطلاق عربی میں مطلق موذی پر بھی مجاز اً واستعارةً ہوتا ہے۔ وتصور منه التاذى به فقيل هو دخن الخلق (راغب) دخان۔ کے معنی خشکی کے اور بھوک سے فضا کی دخانی منظری کے بھی آئے ہیں۔ بلکہ خود شدت بھوک کے معنی بھی۔ والدخان الجدب والجوع (تاج) وقيل بل قيل للجوع دخان (تاج) فالدخان يحتمل ان يراد به الشدة والشر مجازا وان يراد به حقيقته (روح) ۱۰ یہ پیشگوئی اس طرح پوری ہوئی کہ قریش کے سردار ابوسفیان وغیرہ نے آپ کو لکھا بھی اور آپ کے پاس آئے بھی کہ آپ سے دعا کرائیں۔ لما اشتد القحط بقريش مشى ابوسفيان الى رسول الله صلى الله عليه وسلم وناشده الرحم وواعده ان دعا لهم وزال ما بهم امنوا (روح) ۱۱ بیسویں صدی کے بڑے بڑے فرنگی "علماء و محققین" آخر اُس منزل سے آگے نہ بڑھ سکے جو معاند کفار و مشرکین قریش کی تھی! وہ لوگ بھی قرآن کے لفظی و معنوی اعجاز کی طرف سے آنکھیں بند کئے یہی رٹ لگائے ہوئے تھے کہ یہ کلام کسی اور کا سکھایا پڑھایا ہوا ہے۔ اور آج یورپ و امریکہ کے بڑے بڑے مستشرقین کا بھی "منتہائے تحقیق" بس اسی قدر ہے کہ یہ کتاب محمدؐ عربی نے کچھ ادھر اُدھر سے سُن سنا کر تیار کر دی ہے! رَسُولٌ مُّبِينٌ۔ یعنی ایسے پیمبر جن کی صداقت و حقانیت دلائل و معجزات کی کثرت سے بالکل واضح و ظاہر ہے۔ ای رسول عظیم الشان ظاهر امره بالآيات والمعجزات (روح) وهو ما ظهر على رسول الله صلعم من الآيات والبينات من الكتاب المعجز وغيره من المعجزات (کشاف) ۱۲ یعنی اتمام حجت کے لئے ہم اس بھوک کے عذاب کو دُور بھی کر دینگے لیکن اس سے حاصل کیا ہوگا۔ ایمان لانا تو الگ رہا۔ یہ جو نرمی اور شکستگی پیدا ہو رہی ہے یہ بھی جاتی رہیگی اور بدستور عناد و استکبار پر آجاؤ گے۔ یہ سب بطور پیشگوئی کے تھا۔ اور واقع میں ظہور اس کا یوں ہوا کہ آپؐ نے دعا فرمائی اور ثمامہ نے بھی آپؐ کا سفارش نامہ پا کر غلہ کی بندش دُور کر دی۔ لیکن اس فارغ البالی کے نصیب ہو جانے پر مشرکین کی مخالفت کا زور شور لوٹ آیا۔ ۱۳ یعنی پوری سزا آخرت میں ملیگی۔

"رحمت والی رات"

(متعلقہ حاشیہ ۱ سورۃ الدخان)

جان جب جسم کے پردہ میں ظاہر ہونے لگتی ہے، بے صُورتی جب صورت پکڑنے لگتی ہے، اطلاق جب تعین قبول کرنے لگتا ہے، تو لازمی ہے کہ وہ اپنے لئے بھی وہ تمام قیود و خواص اختیار کرلے جو جسم، صورت، اور تعینِ مادی کے لئے ضروری ہیں۔ عالم جسم و کائناتِ مادّہ میں داخلہ کے دو بڑے دروازے زمان و مکان ہیں۔ لطیف سی لطیف نورانیت بھی جب سطحِ زمین پر نازل ہوگی، تو انہی دروازوں میں ہو کر داخل ہوگی۔ برکت و رحمت جیسی لطافتیں بھی جو بارِ الفاظ کا تحمل نہیں کرسکتیں، کرۂ خاکی کو جب، اور جہاں بھی سرفراز کرینگی، وقت اور جگہ، زمان و مکان کی قید اور پابندی کے ساتھ ہی کرینگی۔ قدرت نے وقت کی تقسیم جو مختلف حصوں میں کر رکھی ہے، یہ بے معنی نہیں، ہر موسم، ہر فصل، ہر گھڑی، اپنے اپنے اعتبارات دوسروں سے الگ رکھتی ہے۔ صرف اپنی بیرونی اور ظاہری تاثیرات ہی کی حیثیت سے نہیں، بلکہ اپنی اندرونی اور رُوحانی کیفیتوں، صلاحیتوں، اور مناسبتوں کے لحاظ سے بھی۔ مہینے سال میں بارہ ہوتے ہیں، لیکن حج صرف ایک ہی مہینے میں ادا ہوسکتا ہے۔ دن ہفتہ میں سات ہوتے ہیں، لیکن جمعہ صرف ایک ہی ہوتا ہے۔ گھنٹے دن میں چوبیس ہوتے ہیں، لیکن ہر نماز ہر وقت ادا نہیں کی جاسکتی۔ وقت کا کوئی ٹکڑا جب آتا ہے تو اپنے ساتھ اپنی ساری مناسبتوں کو بھی لاتا ہے اور اپنی ساری کیفیتوں کو پھیلا دینا چاہتا ہے۔ رات کا سناٹا جب چھانے لگتا ہے تو چرند، پرند اور انسان سب اپنے اپنے کاموں کو روک کر آرام کرنا چاہتے ہیں۔ آفتاب کی سرگرمیاں جب شروع ہوتی ہیں، تو حیوان اور انسان سب کو اپنے اپنے کام یاد پڑجاتے ہیں۔ برسات میں جب آبِ زندگی آسمان سے اُترنے لگتا ہے تو زمین کی بھی ساری سوئی ہوئی زندگیاں نئے سرے سے بیدار ہوجاتی ہیں۔ بہار کا موسم آتا ہے، تو کلیوں کے کھلنے اور کلوں کے پھُوٹنے کے ساتھ ہی انسانی دلوں کی کلیاں بھی کھِلنے لگتی ہیں، اور طرح طرح کی اُمنگیں پَیدا ہوجاتی ہیں۔ اسی قسم کی مناسبتوں کو رُح کی بولی میں دنوں کی فضیلتیں اور کرامتیں اور راتوں کی بزرگیاں اور برکتیں کہتے ہیں۔ پھر یہ بھی فطرت کا ایک دستور ہے کہ جو واقعہ، روحانیات کے عالم میں جس درجہ کا پیش آتا ہے اسی کی اہمیت کی مناسبت سے اس کی یادگار بھی اسی زمانہ کو قرار دیدیا جاتا ہے۔ اللہ کے خلیل نے ایک خاص موسم میں اپنے لختِ جگر کو قربانی کیلئے پیش کیا، عین اُسی زمانہ کو فریضۂ حج و قربانی کے واسطے سارے فرماں بردار بندوں کے لئے مخصوص کردیا گیا۔ عاشورۂ محرم کو روایات کے مطابق، متعدد انبیائے کرام کو اہم واقعات و معاملات پیش آئے، اُس روز کے روزہ کی فضیلتیں بیان کردی گئیں۔ دوشنبہ کے روز دنیا کو رحمت کا پیامِ عام سنانے والا آیا، اس یوم مبارک کی یاد دل سے کیونکر مٹ سکتی ہے۔ اللہ کی اتاری ہوئی ہر نعمت بڑی ہی نعمت ہے، لیکن اس کی ساری بڑی نعمتوں میں اگر کوئی نعمت سب سے بڑی قرار دی جا سکتی ہے تو یہ ہے کہ اس نے ہر تاریکی کو روشن کرنے، ہر کجی کو درست کرنے، ہر پستی کو بلند کرنے، ہر مرض کو شفا دینے، ہر دُکھ کو مٹا دینے کے لئے، ہر موسم اور ہر زمانہ، ہر خطہ اور ہر ملک، ہر قوم اور ہر اُمت، ہر فرد اور ہر جماعت، ہر مرد اور ہر عورت، ہر بوڑھے اور ہر جوان کے ہاتھ میں ایک کامل و مکمل ہدایت نامہ، اور ایک جامع و مفصل دستور العمل دیدیا ہے، جس کے بعد کسی انسان کو کسی علم و فن، کسی حکمت و صنعت، کسی استاد و مُرشد، کسی مدرسہ اور مکتب کی قطعاً کوئی حاجت ہی نہیں باقی رہ جاتی۔ جس گھڑی اس آفتابِ ہدایت کا طلوع ہوا ہے، وہ وقت رات کا تھا۔ اس مبارک رات کی بزرگیوں اور سعادتوں کا کوئی انسانی دماغ احاطہ کرسکتا ہے؟ جس شب مبارک کو خود خالقِ لیل و نہار "شب مبارک" ارشاد فرمائے۔ کس بشر کے قلم میں یہ قوت ہے کہ اس کی کرامتوں اور فضیلتوں کی شرح کرسکے؟ کوئی لفظ، کوئی عبارت، کوئی عنوان تحریر ایسا ممکن ہے جو اس پاک رات کی پاکیزگیوں اور ستھرائیوں، رحمتوں اور برکتوں، نعمتوں اور دولتوں کی تفسیر کے لئے کافی ہوسکے؟ پھُول بہار ہی میں کھلتے ہیں، اور کلّے بہار ہی میں پھُوٹتے ہیں۔ گلستانِ دہر اور چمنِ حیات کے اس سب سے زیادہ خوش رنگ، شاداب اور دلکش پھُول کے لئے کیونکر ممکن تھا کہ بجز موسمِ گُل و فصلِ بہار کے کسی اور وقت کھِلتا، چنانچہ خود صدق مطلق کی لسانِ حق کا بیان ہے کہ عین اسی موسم میں، جو ازل سے نعمتوں اور برکتوں کی بارش کے لئے مخصوص ہوچکا تھا، گلشنِ کائنات کے اس سدا بہار پھُول نے اپنی عطر بیزیوں سے اہلِ ذوق کے مشامِ جان کو معطر کیا۔ شهر رمضان الذی انزل فیه القرآن "یہ رمضان کا وہی مہینہ ہے، جس میں قرآن اتارا گیا"۔ اسی مبارک ماہ کی ایک شب تھی جب اس شاہدِ رعنا نے اپنے چہرہ سے نقاب اُٹھایا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ ہم نے اُسے ایک شب مبارک میں اتارا ہے۔ انا انزلنه فی لیلة مبارکة انا کنا منذرین، فیها یفرق کل امر حکیم، امرا من عندنا انا کنا مرسلین، رحمة من ربك انه هو السمیع العلیم، رب السمٰوٰت والارض وما بینهما ان کنتم موقنین، لا اله الا هو یحیی ویمیت، ربکم ورب اٰبائکم الاولین (دخان - ع ۱) "ہم ہمیشہ اسی طرح ڈراتے رہے ہیں، اسی شب میں ہر حکمت والی بات کا فیصلہ ہوتا رہتا ہے۔ چنانچہ یہ حکم بھی ہماری ہی طرف سے ہے، اور ہم ہمیشہ بھیجتے ہی رہتے ہیں۔ یہ تیرے رب کی طرف سے رحمت ہی ہے، جو سب کچھ سننے والا اور جاننے والا ہے۔ آسمانوں کا اور زمین کا اور جو کچھ اُن کے درمیان ہے، ان سب کا وہی پروردگار ہے۔ اگر تم یقین رکھتے ہو۔ وہی معبود جس کے سوا کوئی نہیں، زندگی اور موت سب اُسی کے ہاتھ میں ہے، اور وہی رب ہے تمہارا اور تمہارے اگلے باپ دادوں کا"۔

اہلِ تفسیر میں اس کی ایک بڑی بحث چلی آتی ہے کہ "امرِ حکیم" (حکمت والی بات) کے فیصلہ سے کیا مُراد ہے، حالانکہ سیاق عبارت پر اگر نظر رہے، اور "رحمة من ربك"۔ "هو السمیع العلیم"۔ "رب السمٰوٰت والارض" اور "هو یحیی ویمیت"۔ "ربکم ورب اٰبائکم الاولین" کے لطیف اشارات کی روشنی سے کام لیا جائے تو یہ حقیقت بالکل واضح ہوجاتی ہے کہ "سب کے حالات سے واقف"، "سب کے پرورش کرنے والے" اور "سب کی زندگی اور موت پر حاکم" کے ہاں سے جس "رحمت کا نزول" ہوگا، وہ یہی ہوسکتی ہے کہ سب کو ربوبیت کے قانون سے آگاہ کردیا جائے، اور سب کو زندگی اور موت (زندگی کا لفظ شخصی و قومی ہر زندگی پر حاوی ہے) کے اصول بتائے جائیں۔ قرآن حکیم کا اصلی کام یہی ہے، اور اس کی تعلیم ربوبیت کے قانون کی توضیح کرتی ہے اور افراد و اقوام کو زندگی بخشتی ہے۔ نزول قرآن، اسی معنیٰ میں دنیا کے لئے سب سے بڑی رحمت اور نعمت ہے یہی سب سے بڑی رحمت اِس شب مبارک کو نازل ہوئی تھی، اور اسی کی یادگار ہیں، اسی کے ماتحت ہر سال اسی شب کو جزئیات و تفصیلات سے متعلق ہر "امرِ حکیم" ہر حکمت والی بات کا نزول و تصفیہ ہوتا رہتا ہے[1]۔ قرآن حکیم ہی کی ابتدائی نزول کی گھڑی کو، جسے ایک جگہ شب مبارک (لیلة مبارکة) سے موسوم کیا گیا ہے، دوسری جگہ "شب قدر" (لیلة القدر) کے خطاب گرامی سے یاد فرمایا ہے۔ "انا انزلنه فی لیلة القدر وما ادرٰك ما لیلة القدر، لیلة القدر خیر من الف شهر"۔ "ہم نے اس قرآن کو شب قدر میں اُتارا ہے اور تم سمجھے کہ شب قدر ہے کیا چیز؟ شب قدر وہ برتر اور گرامی شب ہے، جو ہزار مہینوں سے بھی بہتر ہے! بعض اہل شرح کی طرح یہاں اس الجھاؤ میں پڑنے کی مطلق حاجت نہیں کہ "قدر" یہاں اپنے کسی لغوی معنیٰ میں آیا ہے۔ آیا بمعنی حکم و قضا، اور یا بمعنی شرف و تعظیم! بہرصورت جو بھی پہلو اختیار کیا جائے، اس شب مبارک کی بے حد و حساب بزرگی، خود آیۂ کریمہ خیر من الف شهر بیان کررہی ہے۔ یعنی وہ ایک رات جو ہزار مہینوں، ہزار ہا ہزار مہینوں، بلکہ ہر محدود اور شمار کی ہوئی مدّت سے بڑھ چڑھ کر ہے! جس مبارک رات کو قرآن جیسی بے نظیر نعمت دنیا کو ملی ہو، آسمانوں اور زمینوں کے فرمانروا نے خاک کے پتلے کو اپنے محفوظ کلام کے شرف سے سرفراز کیا ہو، اس کی رحمتوں اور برکتوں کا احاطہ کرنا، انسانی دماغ کے تراشے ہوئے علم الحساب کے اعداد سے بھلا کس طرح ممکن ہے[2]؟ یہ شب مبارک آتی کب ہے؟ رُوح و جان کے عالم میں بہار کے موسم کا نام، ماہ رمضان ہے۔ اس ماہ مبارک کا سب سے زیادہ مبارک زمانہ اس کا آخری عشرہ ہوتا ہے۔ پھُول کوئی بھی کھِلتا ہے، چمن مہکنے لگتا ہے، لیکن گلاب کی کلی جب کھِلتی ہے تو اس وقت چمن کی مہک ہی کچھ اور ہوجاتی ہے۔ رمضان کا آخری عشرہ چمن میں گلاب کے کھلنے کا زمانہ ہوتا ہے۔ پاکوں اور پاکبازوں کا سردار، اس عشرہ بھر، ذکر و عبادت الٰہی کے لئے وقف رہتا تھا[3]۔ (گو وہ کون سا زمانہ ہوتا تھا جب وہ عبادتِ الٰہی کے لئے وقف نہ ہوتا تھا؟) - اسی عشرہ کی کسی مقدس رات میں وہ مقدس گھڑی آجاتی ہے، جس کی فضیلتوں اور برکتوں کی شرح و تفصیل کے لئے لفظ و عبارت کا دفتر ناکافی ہے۔ اس دولتِ بے بہا کی تلاش میں اگر انسان اپنی راتوں کی نیند بھی نہ قربان کرسکے، تو یقیناً اس کے دل کو اس قدر والی رات کی ذرا بھی قدر نہیں! اس کے تعین سے اسی لئے قصداً و مصلحتاً بے التفاتی برتی گئی ہے، اور وہ رات جو:- سلٰمٌ هی حتّٰی مطلع الفجر "شام سے صبح تک سرتاسر رحمت ہی رحمت ہے"۔ اس کی بابت دنیا کا سب سے بڑا حکیم ؐ اپنی اُمت سے یہ ارشاد فرما گیا ہے کہ "اس کو تلاش کرو آخر عشرۂ رمضان کی طاق راتوں میں[4]"۔ جن جاگے ہوئے دلوں کی آنکھیں "آج" "ان راتوں کو کسی کی یاد میں جاگ جاگ کر کاٹیں گی"، "کل" وہ خود محسوس کرینگے کہ اُن کی آنکھیں نہیں، اُن کا نصیبہ جاگ رہا تھا! (منقول از سچ، لکھنؤ - ۹ اپریل ۱۹۳۶ء)

---

[1] ایک قلیل گروہ اس جانب گیا ہے کہ اس شب مبارک سے مراد شعبان کی پندرھویں ہے لیکن محققین کا اتفاق ہے کہ اس سے مراد لیلة القدر ہی ہے۔ اور لیلة القدر بلا اختلاف، رمضان مبارک ہی کی کوئی آخری شب ہے۔
عن قتادة فی قوله لیلة مبارکة قال هی لیلة القدر (ابن جریر) قال ابن زید فی قوله تعالیٰ انا انزلنه فی لیلة مبارکة قال تلك اللیلة لیلة القدر (ایضاً)

[2] التحدید بالالف لا مفهوم له بل الغرض منه التکثیر (مفتی محمد عبدہ مصری)، بیضاوی، بحر المحیط، روح المعانی سب میں یہ قول نقل ہوا ہے کہ ہزار راتوں سے مُراد کوئی متعین عدد نہیں، بلکہ محض تکثیر مُراد ہے

[3] عن عائشة قالت کان رسول الله صلعم یجتهد فی العشر الاواخر ما لا یجتهد فی غیره (مسلم)

[4] عن عائشة ان رسول الله صلعم قال تحروا لیلة القدر فی الوتر من العشر الاواخر من رمضان (بخاری)

۶۸ مسئلہ شفاعت جیساکہ مسیحیوں اور بعض دوسری قوموں میں چلا ہوا ہے سرتاسر باطل و بے اصل ہے۔ اس عقیدہ کا حاصل یہ نکلتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے علاوہ کوئی اور ہستی بھی ہے جو اس معنی میں خدائی طاقت رکھتی ہے اور قیامت میں سابقہ اسی سے پڑیگا۔ فیصلہ وہی کریگا۔ وہ جسے چاہے معاف کردے۔ پھر یہ کہ وہ خدائے تعالیٰ پر زور اور دباؤ ڈال کر فیصلہ اپنی اولاد اور اپنے متوسلین کے حق میں کرالیگا۔ اسلام نے ان سب لغویات کی تردید کی۔ اُس نے بار بار بتایا کہ فیصلے تو سارے کے سارے صرف حق تعالیٰ کریگا۔ علم اس کا کامل، مصلحتوں پر پوری پوری نظر اُس کی۔ پھر اسے حاجت ہی کسی کی شرکت یا اعانت کی کیا ہے، البتہ خالق کے حضور میں مخلوق دوسرے مخلوق کی صرف شفاعت کرسکتی ہے۔ سو شفاعت بھی مطلق نہیں۔ بلکہ ان قیدوں کے ساتھ:۔ (۱) وہ شفاعت اذن الٰہی کے بعد ہو۔ کوئی شخص از خود شفاعت کی جرأت نہیں کرسکتا۔ (۲) شفاعت جس کی کی جائے وہ خود بھی صاحب ایمان ہو۔ وَلَا يَمْلِكُ ...... الشَّفَاعَةَ۔ بچا لینے یا معاف کردینے یا اس احکم الحاکمین کے کسی فیصلہ سے معارضہ کرنے کی تو خیر کسی کی کیا مجال ہوتی، حق تعالیٰ کے حضور میں سعی وسفارش کے لئے لب کھولنے کا اختیار بھی ہر ایک کو نہیں۔ اِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ۔ شہادت بالحق یعنی کلمۂ توحید کا اقرار۔ مَن شهد بالحق بكلمة التوحيد (سلک) وهو توحيد الله (کشاف) وَهُمْ يَعْلَمُونَ یعنی اس کا علم ویقین رکھتے ہیں کہ خدائے واحد کے بجز کوئی شفاعت کا مختار نہیں۔ يَعْلَمُونَ ان الله ربهم حقا ويعتقدون ذلك هو الذي يملك الشفاعة (مدارک)

وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿۸۶﴾ وَلَئِن سَأَلْتَهُم مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُولُنَّ

(وہ البتہ سفارش کرسکینگے) ۶۸ اور اگر آپ ان سے دریافت کریں، کہ انہیں کس نے پیدا کیا، تو یہ ہی کہینگے کہ

اللَّهُ فَأَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ ﴿۸۷﴾ وَقِيلِهِ يَا رَبِّ إِنَّ هَٰؤُلَاءِ قَوْمٌ

اللہ نے، پھر آخر یہ کدھر اُلٹے چلے جارہے ہیں ۶۹ اور (اسے) رسول کے اس کہنے کی بھی خبر ہے) کہ اے میرے

لَّا يُؤْمِنُونَ ﴿۸۸﴾ فَاصْفَحْ عَنْهُمْ وَقُلْ سَلَامٌ ۚ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ﴿۸۹﴾

ع ۲۲ ۱۳

پروردگار یہ لوگ ایسے ہیں کہ ایمان نہیں لاتے ۷۰ تو آپ ان سے بے رُخ رہیئے اور کہہ دیجئے کہ تمکو سلام، سو عنقریب انہیں معلوم ہو کر رہیگا ۷۱

سُورَةُ الدُّخَانِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ تِسْعٌ وَخَمْسُونَ آيَةً وَثَلَاثُ رُكُوعَاتٍ

سورۂ دخان مکہ میں نازل ہوئی اور اسکی انسٹھ آیتیں اور تین رکوع ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ نہایت مہربان، بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

حمٓ ﴿۱﴾ وَالْكِتَابِ الْمُبِينِ ﴿۲﴾ إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةٍ مُّبَارَكَةٍ ۚ

ع ۱۲

حا۔ میم قسم ہے (اس) کتاب واضح کی کہ ہم نے اسکو ایک برکت والی رات میں اتارا ہے ۱

إِنَّا كُنَّا مُنذِرِينَ ﴿۳﴾ فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ ﴿۴﴾

(کیونکہ) ہم (بندوں کو) خبردار کردینے والے تھے ۲ اس رات میں ہر حکمت والا معاملہ ہماری پیشی سے حکم ہو کر طے کیا جاتا ہے ۳

أَمْرًا مِّنْ عِندِنَا ۚ إِنَّا كُنَّا مُرْسِلِينَ ﴿۵﴾ رَحْمَةً مِّن

ہم (آپ کو پیمبر بنا کر) بھیجنے والے تھے بسبب اس رحمت کے جو

رَّبِّكَ ۚ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿۶﴾ رَبِّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ

آپکے پروردگار کی طرف سے ہے ۴ بیشک وہ بڑا سننے والا ہے، بڑا جاننے والا ہے ۵ پروردگار آسمانوں اور زمین کا

منزل ۶

۶۹ (کہ خالق تو صرف اسی ایک کو مانتے ہیں اور پھر صفات ربوبیت وغیرہ میں دوسروں کو شریک کئے جاتے ہیں) کثرت سے مشرکین دنیا میں اس قسم کے گذرے ہیں کہ ایک طرف زبان سے ایک خدائے اعظم و برتر کا اقرار ہے اور دوسری طرف بیسیوں سیکڑوں چھوٹے چھوٹے صاحب اختیار و تصرّف خدا یا دیوتا بھی مانے جاتے ہیں۔ ۷۰ (باوجود میری ہر کوشش اور فہمائش کے) قِيلِهِ ضمیر ہ رسُول کی طرف ہے۔ والهاء يعود الى محمد صلعم (مدارک) وهو قول الرسول (بیضاوی) قيل۔ قول ہی کی طرح مصدر اور اس کے مرادف ہے۔ القيل مصدر كالقول (کبیر) القول والقيل واحد (راغب) ۷۱ (اور مرتے ہی ان پر سب حقیقت کھل جائیگی) فَاصْفَحْ عَنْهُمْ وَقُلْ سَلَامٌ یعنی ان کے ایمان کی زیادہ اُمید نہ رکھیے اور نہ زیادہ اس کاوش میں پڑے رہیئے اور ان سے یہ کہہ بھی دیجئے کہ اب آگے میں تم سے کچھ تعلق وعلاقہ نہیں رکھتا۔ فاعرض عن دعوتهم يائسا عن ايمانهم، ودعهم وتاركهم (کشاف۔ مدارک۔ بیضاوی) سَلَامٌ۔ سلام تحیت کے معنی میں نہیں، سلام متارکت ہے۔ اي تسلم منكم و متاركة (کشاف، مدارک، بیضاوی) وهي لهم وتهديد ومواعدة وزجر، فليس ذلك امرا بالسلام عليهم والتحية وانما هو امر بالمتاركة (روح) ۱ (لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر) لَيْلَةٍ مُّبَارَكَةٍ مراد شب قدر ہے جو حدیث نبوی کے مطابق ماہ رمضان کے آخری عشرہ کی کسی طاق رات میں واقع ہوتی ہے۔ هي ليلة القدر على ما روي عن ابن عباس وقتادة وابن جبير ومجاهد وابن زيد والحسن وعليه اكثر المفسرين (روح) ایک قول یہ بھی مروی ہے کہ اس سے مُراد نصف شعبان کی رات ہے۔ لیکن محدثانہ رنگ کے مفسّر ابن کثیر نے اس کی تردید زور سے کی ہے۔ وقد ذكرنا الاحاديث الواردة في ذلك في سورة البقرة بما اغنى من اعادته ومن قال انها ليلة النصف من شعبان كما روي عن عكرمة فقد ابعد النجعة (ابن کثیر) ملاحظہ ہو ضمیمہ "رحمت والی رات"، صفحہ ۹۹۱ پر۔ حمٓ وَالْكِتَابِ۔ ان پر حاشیے پیشتر گذر چکے۔ أَنزَلْنَاهُ ضمیر ہ الکتب کی جانب ہے ۲ (اپنی غایت شفقت وکرم سے) یہ انذار ہمیشہ بندوں ہی کی مصلحت سے، انہیں کو عواقب امور سے مطلع ومتنبہ کرنے کے لئے ہوتا ہے۔ ۳ یعنی مشیت تکوینی کو جس طور پر جس کام کی انجام دہی منظور ہوتی ہے وہ اُسی متعین طور پر ملائکہ متعلقہ کے سپرد کردیا جاتا ہے۔ بشری حساب وتخمینہ کے حساب سے ایک سال کی مدّت کے لئے۔ وهكذا روي عن ابن عمر ومجاهد وابن مالك والضحاك وغير واحد من السلف (ابن کثیر) كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ۔ ہر حکمت والے معاملے سے یہ مراد نہیں کہ کچھ معاملے حکمت والے نہیں ہوتے۔ باحکمت تو سب ہی معاملات ہوتے ہیں۔ حکیم کی قید، قید واقعی ہے۔ حَكِيمٍ کے معنی پُر حکمت کے ہیں۔ يجوز ان يكون المعنى كل امر متلبس بالحكمة (روح) حَكِيمٍ کے دوسرے معنی محکم ومضبوط کے ہیں۔ موضع حكيم موضع محكم (ابن جریر) الامور المحكمة (بیضاوی) والحكيم بمعنى المحكم لانه لا يبدل ولا يغير بعد ابوانه للملائكة عليهم السلام (روح) حكيما اي محكما لا يبدل ولا يغير (ابن کثیر) یعنی اللہ کے اٹل قوانین سالانہ کے اجراء کا وقت یہی ہوتا ہے۔ أَمْرًا مِّنْ عِندِنَا۔ امرًا کے صیغہ کا نکرہ ہونا اظہار عظمت وشان کے لئے ہے۔ وتنكيره للتفخيم (روح) امر کے ساتھ حکیمہ کا اضافہ خود ہی اظہار عظمت وجلالت کے لئے تھا۔ پھر اس پر امرًا من عندنا کے مزید اضافہ نے اس عظمت وجلالت کو اور کئی گنا بڑھا دیا۔ ۴ (کہ آپ کے ذریعہ سے بندوں کو حق وباطل، خیر وشر کی راہوں سے پوری طرح آگاہ کردیں) رَحْمَةً مِّن رَّبِّكَ۔ رحمۃ للعالمین۔ اس معنیٰ میں کہ آپ ہی کے ذریعہ سے کل بندوں کو بلا امتیاز تفریق نیکی وبدی کے راستوں سے آگاہ کردیا گیا۔ وَبِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ۔ مومنین کے حق میں آپؐ رؤف ورحیم اس معنیٰ میں کہ انہیں نے آپؐ کے پیام کو قبول کیا اور آپؐ کی ہدایت سے پوری طرح مستفید ہوئے۔ اور رحمت خاص خود آپؐ کے حق میں، اس معنیٰ میں کہ آپؐ ہی کو ذریعہ وواسطہ اس رحمت عامہ کا بنایا۔ ۵ (تو اس سے بڑھ کر بندوں کی ضرورتوں کو جاننے والا اور اُن کی مصلحتوں کی رعایت کرنے والا اور کون ہوسکتا ہے؟)

اَمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ ؕ بَلٰى وَرُسُلُنَا

کیا اُن کا یہ خیال ہے کہ ہم اُن کے رازوں کو اور اُن کی سرگوشیوں کو سُن نہیں رہے ہیں ؟ ضرور (سنتے ہیں)

لَدَيْهِمْ يَكْتُبُوْنَ ۝۸۰ قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ ۖ فَاَنَا

اور ہمارے فرشتے انکے پاس لکھتے (بھی) جاتے ہیں ۶۲، آپ کہدیجئے کہ اگر (خدائے) رحمٰن کے اولاد ہو تو سب سے اوّل

اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ ۝۸۱ سُبْحٰنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبِّ

عبادت کرنیوالا تو میں ہوں ۶۳ پاک ہے آسمانوں کا اور زمین کا پروردگار، عرش کا

الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝۸۲ فَذَرْهُمْ يَخُوْضُوْا وَيَلْعَبُوْا حَتّٰى

پروردگار، اُن چیزوں سے جو یہ لوگ بیان کر رہے ہیں ۶۴، تو آپ انہیں پڑا رہنے دیجئے کہ (یہی) شغل و تفریح کرتے رہیں

يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ۝۸۳ وَهُوَ الَّذِيْ فِي السَّمَآءِ

یہاں تک کہ اُس دن سے انہیں سابقہ پڑجائے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے ۶۵، اور وہ وہی ذات ہے جو آسمان میں

اِلٰهٌ وَّفِي الْاَرْضِ اِلٰهٌ ؕ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ ۝۸۴ وَتَبٰرَكَ

بھی خدا ہے اور زمین میں بھی خدا ہے اور وہی حکیم کُل ہے، علیم کُل ہے ۶۶ وہ ذات بڑی

الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۚ وَعِنْدَهٗ

عالی شان ہے جس کی مِلک آسمان اور زمین اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے، وہ سب ہے، اور

عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝۸۵ وَلَا يَمْلِكُ الَّذِيْنَ

اُسی کو قیامت کی خبر ہے اور اُسی کی طرف (تم سب) واپس کیے جاؤ گے ۶۷ اور جن کو یہ اللہ کے سوا پکارتے

يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ

ہیں انہیں تو سفارش (تک) کا اختیار نہیں، ہاں جن لوگوں نے حق کا اقرار کیا اور وہ تصدیق بھی کرتے رہے

۶۲ (تو بھلا ہم کسی ادنیٰ سے ادنیٰ جزئیہ سے بھی لاعلم و بےخبر رہ سکتے ہیں؟) اَمْ يَحْسَبُوْنَ. نَجْوٰىهُمْ۔ یہ مشرکین جو اسلام و بانیٔ اسلام کے خلاف چپکے چپکے اتنی سازشیں اور کمیٹیاں کر رہے ہیں تو کیا یہ احمق یہ سمجھ رہے ہیں کہ ہم ان کے کسی جزئیہ سے ناواقف بھی ہیں؟ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ۔ سر یعنی جو کچھ اپنے دلوں میں یہ منصوبہ باندھتے رہتے ہیں اور اس کو سب سے راز رکھے ہوتے ہیں۔ اور نجویٰ یعنی جو کچھ یہ اپنے رازدار دوستوں سے چپکے چپکے صلاح و مشورہ کرتے رہتے ہیں۔

۶۳ (اس لئے کہ خدا زادہ بھی لامحالہ تمام اوصاف الوہیت و معبودیت ہی سے متصف ہوگا) اِنْ .... وَلَدٌ۔ بطور فرض محال اگر واقعی اُس کے اولاد ہو جیسا کہ مسیحیوں کا عقیدہ ہے ــــ اسلوب بیان میں عقیدۂ ولدیت کی کمال نفی ہے۔ ھذا الکلام وارد علی سبیل الفرض و التمثیل لغرض وھو المبالغۃ فی نفی الولد و الاطناب فیہ (کشاف۔ بحر) فقہاء نے یہیں سے یہ نکالا ہے کہ امر محال کا فرض کرنا اور پھر اس پر احکام کا ترتب دونوں بالکل جائز ہیں۔

۶۴ جو بات فرض محال کے طور پر ابھی پیش ہوئی تھی اب اُس کی تردید ہو رہی ہے، کہ وہ مگر نہیں۔ توبہ، توبہ ایسا کہاں؟ ایسا ہونا ممکن ہی کیوں کر ہے؟ اُس کی صفات میں جس قدر بھی شرک یہ ظالم مشرکین کر رہے ہیں وہ ان سب سے ارفع و منزّہ ہے۔ اُس کی ناقابل پیمائش عظمت کا اندازہ اسی سے ہو سکتا ہے کہ وہ خالق و مالک زمین کا بھی ہے، آسمانوں کا بھی، اور عرش کا بھی اُس کی شریک معبودیت ان عظیم ترین ہستیوں میں سے کوئی بھی نہیں۔ وہ یکتا و قدوس ہر شریک اور ہر شرکت سے بالاتر ہے۔"

۶۵ (اُس وقت ساری حقیقت کھُل جائے گی) ذکر اُن گمراہوں کا ہو رہا ہے جو باوجود وضوح حق کے اپنے عناد سے باز نہیں آتے۔ یہ مطلب نہیں کہ آپ انہیں ان کی حالت پر پڑا رہنے دیجئے اور اُن کی طرف سے غافل و بےفکر ہو جائیے یا یہ کہ تبلیغ بند کر دیجئے بلکہ مطلب یہ ہے کہ آپ ان کی مخالفت کی طرف زیادہ التفات نہ کیجئے اور ان کی محرومی پر زیادہ غم و تاسف نہ کیجئے۔ فَذَرْهُمْ۔ صورۃً امر ہے لیکن مقصود کمال توہین و اظہار غضب ہے۔

۶۶ (کہ نفس الوہیت و ربوبیت میں کوئی اس کا شریک کیا ہوتا۔ ان صفات علم و حکمت میں بھی کوئی اس کا شریک نہیں) بہت سی مشرک قوموں میں (اور انہیں میں قدیم ہندی قوم بھی ہے) عقیدے یہ رہے ہیں کہ فلاں فلاں دیوتا زمین کے ہیں فلاں فلاں آسمان پر رہتے ہیں، فلاں فلاں فضائے آسمانی کے ہیں۔ یہاں اس عقیدہ کی تردید ہو رہی ہے۔ ملاحظہ ہو حاشیۂ تفسیر انگریزی۔ وَهُوَ الَّذِيْ. الْاَرْضِ اِلٰهٌ۔ امام رازیؒ نے کہا ہے کہ آیت ان لوگوں کی قطعی تردید کر رہی ہے جو حق تعالیٰ کا مستقر آسمان کو سمجھے ہوئے ہیں اُس کا تعلق آسمان سے بھی بس وہی ہے جو زمین سے ہے اور زمین کا مستقر الٰہی نہ ہونا ظاہر ہی ہے۔ ھذہ الاٰیۃ من اقوی الدلائل علی انہ تعالیٰ غیر مستقر فی السماء (کبیر)

۶۷ (نہ کہ کسی اور کی طرف) داور محشر صرف وہی ذات حق تعالیٰ ہے۔ اس کے اس وصف میں بھی کوئی شریک نہیں۔ اس تردید کی زد براہِ راست عیسائیوں پر پڑتی ہے، جنہوں نے داور محشر حضرت مسیحؑ کو قرار دے رکھا ہے۔ وَعِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ۔ یعنی آمد قیامت کے ٹھیک وقت کی خبر صرف حق تعالیٰ کو ہے دوسروں کو اختیار تو اور کیا ہوتا، اس اطلاع تک میں کوئی اس کا شریک نہیں۔ لَهٗ .. . بَيْنَهُمَا۔ اُس کی مالکیت کامل و محیط و بلا شریک ہے ــــ صفت علم و صفت قدرت و ملک کا اثبات قرآن مجید میں اکثر ساتھ ہی ساتھ آیا ہے۔

يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَّأَكْوَابٍ ۚ وَفِيهَا

ان کے پاس سونے کی رکابیاں لائی جائیں گی اور گلاس (بھی) اور وہاں

مَا تَشْتَهِيهِ الْأَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْأَعْيُنُ ۚ وَأَنْتُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٧١﴾

وہ سب کچھ ملے گا جس کا جی چاہے گا اور جس سے آنکھوں کو لذت ملیگی، اور تم یہاں ہمیشہ رہو گے

وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي أُورِثْتُمُوهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٧٢﴾

اور یہی وہ جنت ہے جس کے اپنے اعمال کے عوض میں تم مالک بنا دیئے گئے ہو ۵۸

لَكُمْ فِيهَا فَاكِهَةٌ كَثِيرَةٌ مِّنْهَا تَأْكُلُونَ ﴿٧٣﴾ إِنَّ الْمُجْرِمِينَ

تمہارے لئے اس میں بہت سے میوے ہیں جن سے تم کھا رہے ہو بیشک نافرمان لوگ

فِي عَذَابِ جَهَنَّمَ خَالِدُونَ ﴿٧٤﴾ لَا يُفَتَّرُ عَنْهُمْ وَهُمْ

دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے وہ اُن سے ہلکا نہیں کیا جائیگا اور وہ

فِيهِ مُبْلِسُونَ ﴿٧٥﴾ وَمَا ظَلَمْنَاهُمْ وَلَٰكِنْ كَانُوا هُمُ

اس میں مایوس پڑے رہینگے اور ہم نے اُن پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود ہی (اپنے حق میں) ظالم

الظَّالِمِينَ ﴿٧٦﴾ وَنَادَوْا يَا مَالِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ ۖ

رہے ہیں ۵۹ اور یہ لوگ پکاریںگے کہ اے مالک تمہارا پروردگار ہمارا کام ہی تمام کر دے

قَالَ إِنَّكُمْ مَّاكِثُونَ ﴿٧٧﴾ لَقَدْ جِئْنَاكُمْ بِالْحَقِّ وَلَٰكِنَّ

وہ کہیگا تمہیں تو (اسی حال میں) پڑا رہنا ہے ۶۰ بالیقین ہم نے سچا دین تم تک پہنچا دیا لیکن

أَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ كَارِهُونَ ﴿٧٨﴾ أَمْ أَبْرَمُوا أَمْرًا فَإِنَّا مُبْرِمُونَ ﴿٧٩﴾

تم سے زیادہ تر سچے دین سے بیزاری ہی رکھتے ہیں ۶۱ تو کیا انہوں نے کوئی انتظام کر رکھا ہے؟ ہاں تو ہم نے بھی انتظام کر رکھا ہے

۵۸ (جس سے اب کبھی بے دخل نہ ہو گے) یہ منظر سب جنت کے ہیں، ہر نعمت، ہر سرور، ہر لذت، مادی و معنوی، جسمانی و روحانی ہر قسم کی اہل جنت کو حاصل ہو گی، اس میں کوئی استثنا ہی نہیں۔

وَفِيهَا۔ ضمیر ھا جنت کی طرف ہے۔ وَأَنْتُمْ فِيهَا خَالِدُونَ۔ اور پھر یہ نعمتیں علاوہ بے انداز و بے حساب ہونے کے سب سے بڑی بات یہ ہے کہ دائمی ہوں گی جن کے قطع ہونے کا کبھی خطرہ ہی نہیں۔ فِيهَا . . . . الْأَعْيُنُ۔ نفس و عین کی لذات کی اس تصریح نے حسی و بصری لذات کی اس صراحت نے ان باطل فرقوں کی جڑ کاٹ دی جو سمجھتے ہیں کہ جنت صرف کیفیات روحانی کا محل ہے۔ اور لذات مادی کا وہاں پتہ نشان بھی نہ ہو گا۔ أُورِثْتُمُوهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ۔ اہل جنت کو بار بار اس کا بھی یقین دلا دیا جائیگا کہ تم اب اُن نعمتوں کے مالک بنا دیئے گئے ہو۔ بے کھٹکے ان سے جس طرح چاہو لذت گیر ہو۔ اور یہ سب تمہیں اپنے اعمال کے حق سے ملا ہے۔

۵۹ (کہ پیام اسلام کو سُنا اَن سُنا کر کے اور کفر و شرک کر کے اپنے ہاتھوں اس مصیبت میں پڑے) الْمُجْرِمِينَ۔ مجرمین سے مُراد کفر و شرک کے مرتکبین ہیں نہ کہ مطلقاً عاصی۔ ~~اے الراسخین فی الاجرام الکاملین فیه وهم الکفار~~ (روح) ~~اے المشرکین~~ (معالم) وَمَا ظَلَمْنَاهُمْ۔ یہ خدائے اسلام کے صفات میں سے نہیں کہ وہ کسی کو ناحق دوزخ میں ڈال دے۔ یا خواہ مخواہ عذاب میں مبتلا کر دے۔ الظَّالِمِينَ۔ ظالم یہاں بھی کافر کے مرادف ہے۔ ~~اے واضعین الکفر موضع الایمان~~ (بحر)

۶۰ (نہ مرنا ہے نہ اس سے نکلنا ہے) يَا مَالِكُ۔ مالک اصطلاحی نام داروغۂ جہنم کا ہے۔ يَا مَالِكُ . . . . . . رَبُّكَ۔ انتہائی اضطرار میں یہ سمجھ کر کہ شاید موت ہی ساری اذیت کا خاتمہ کر دے، اہلِ دوزخ تمنا کرنے لگیں گے کہ کاش ہمیں موت ہی آجائے! ______ اور اس درخواست میں داروغۂ جہنم سے سفارش چاہیں گے۔

۶۱ دینِ حق کی تبلیغ کے بعد اُس سے اسی انکار و کراہت اعتقادی ہی کا نتیجہ تو دوزخ کی شکل میں ظاہر ہو گا۔

وَلِاُبَيِّنَ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ تَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ ۚ فَاتَّقُوا
اور اس لئے تاکہ تم پر واضح کردوں وہ بعض باتیں جن میں تم اختلاف کر رہے ہو سو اللہ سے
اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ۝۶۳ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ۭ
ڈرو اور میری اطاعت کرو ۵۲ بیشک اللہ ہی میرا بھی پروردگار ہے اور تمہارا بھی پروردگار ہے، اسی کی عبادت کرو
هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ۝۶۴ فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْۢ
یہی سیدھی راہ ہے ۵۳ پھر بھی (مختلف) گروہوں نے آپس میں اختلاف
بَيْنِهِمْ ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ عَذَابِ يَوْمٍ
ڈال لیا پس بڑی خرابی ہے ان ظالموں کے لئے ایک پُردرد دن کے عذاب
اَلِيْمٍ ۝۶۵ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً
سے ۵۴ یہ لوگ یوم قیامت ہی کا انتظار کر رہے ہیں کہ وہ بس اُن پر یکبارگی آپڑے
وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝۶۶ اَلْاَخِلَّاۗءُ يَوْمَىِٕذٍۢ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ
اور انہیں خبر بھی نہ ہو ۵۵ اُس روز (دنیا کے) جگری دوست ایک دوسرے کے دشمن
عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ ۝۶۷ يٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ
ہونگے مگر ہاں متقین (نہیں) ۵۶ اے میرے بندو آج تم پر کوئی خوف نہیں
وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ۝۶۸ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا
اور نہ تم غمگین ہوگے ۵۷ (یہ وہ لوگ ہیں) جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے اور (ہمارے)
مُسْلِمِيْنَ ۝۶۹ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُوْنَ ۝۷۰
فرمانبردار تھے تم اور تمہاری بیویاں خوش خوش جنت میں جا داخل ہو

ع ۶ ۱۲

۵۲ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں یہود مختلف فرقوں میں شدید باہمی اختلافات کے ساتھ بٹے ہوئے تھے اور عقائد و احکام کے باب میں سخت خانہ جنگی برپا تھی یہ اشارے صاف اسی طرف ہیں اور قرآن کے اعجاز پر ایک دلیل مزید ہے عرب کے ایک غریب اُمّیؐ کو ایک بالکل دوسری قوم اور دوسرے ملک کے اور وہ بھی ساڑھے پانسو سال قبل کے شدید باہمی اختلافات کی خبر از خود ہو ہی کیا سکتی تھی؟ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ۔ معارف و حقائق کا درس پیمبر سے بڑھ کر اور کون لاتا ہے۔ انہیں علوم حقیقی کو الحکمۃ کے جامع لفظ سے تعبیر کیا گیا۔ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ۔ ان الفاظ سے صاف اشارہ اس طرف ہوگیا کہ اتباع نبی کی راہ میں اصلی رکاوٹ خوفِ خدا کا فقدان ہی ہے۔ آپس کی نفسانی ضد اور جمود طلب حق کی طرف سے بے التفاتی سب اسی تقوائے الٰہی کی کمی سے پیدا ہوتی ہیں۔ ۵۳ دین کا اصل الاصول یہی مسئلۂ توحید ہے۔ اِنَّ ..... رَبُّكُمْ۔ وہ ایک خدا جس طرح تمہارا پروردگار، میرا بھی پروردگار، جیسے تم اُس کے بندے میں بھی اُس کا بندہ ——— مسیحیت پر خاص زد ہے۔ ۵۴ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ظلم۔ یہاں بھی کفر کے مرادف ہے۔ اور الذین کفروا کے معنی کافرون ہی کے ہیں۔ فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَيْنِهِمْ۔ یعنی حضرت عیسیٰ تو سیدھے سادے مذہب توحید کی دعوت دے گئے تھے۔ یہ تو اُن کے مخاطبین تھے جنہوں نے مسلکِ توحید سے ہٹ کر طرح طرح کے مذہب تراش لئے۔ ان خرافات کی ذمہ داری مذہب اسلام پر یا حضرت مسیحؑ کی اصل تعلیمات پر کیا آسکتی ہے۔ ۵۵ ذکر منکرین قیامت کا ہے۔ یہ منکرین انہیں غفلتوں میں پڑے ہونگے کہ قیامت یک بیک آ واقع ہوگی۔ ۵۶ عالمِ آخرت کشف حقائق کا عالم ہے۔ دنیا کی جتنی بھی دوستیوں، محبتوں کی بنیاد باطل پر ہے سب کا بطلان و فساد اُس وقت قدرۃً آئینہ ہوکر رہیگا۔ اور اُن دوستوں اور محبتوں سے نفرت و بیزاری بھی اُسی درجۂ شدت کے ساتھ پیدا ہوجانی ناگزیر ہے۔ بخلاف اس کے جن دوستیوں، محبتوں کی بنیاد حق و صلاح پر ہوگی۔ اُن کا نفع و اجر بھی قدرۃً اُس وقت پوری طرح مشاہدہ میں آئیگا، اور اسلئے ایسے محبوبوں کے ساتھ محبت اور بڑھے گی۔

۵۷ یہ ندا حشر میں مؤمنین کو حق تعالیٰ کی طرف سے دی جائے گی۔ خوف کا تعلق مستقبل سے ہے۔ اور حزن کا تعلق ماضی سے ہے۔ یعنی نہ آئندہ کی کسی تکلیف کا اندیشہ کرو۔ اور نہ اب ماضی کی یاد تمہارے دل میں کوئی کیفیت غم کی پیدا کریگی۔

۴۳ یعنی بعد کی نسلیں اُن کی سرکشی اور پھر غرقابی کے قصّے یاد کر کے اُن کے حال سے عبرت پکڑیں۔ اٰسَفُوْنَا۔ پر ملاحظہ ہو حاشیہ تفسیر انگریزی۔ غرقابی فرعون پر حاشیے سورۃ البقرہ (پ ۱) میں گذر چکے۔ ۴۴ قرآن مجید میں دوسرے پیمبروں کی طرح حضرت مسیح کا بھی ذکر بار ہا بطور نمونہ و نظیر کے آیا ہے مشرکین عرب ان کا معبود مانا جانا بھی سُن چکے تھے۔ اب جو رسولؐ کی زبان مبارک سے اُن کی مدح و توصیف سنی تو اپنی سفاہت و حماقت سے مارے خوشی کے اُچھل پڑے۔ گویا کوئی بڑی سخت گرفت ان کے ہاتھ آگئی۔ وہ بول اُٹھے کہ جب مسیح باوجود اپنی معبودیت کے قابل مدح و داد ہو سکتے ہیں تو پھر آخر ہمارے دیوتاؤں، ٹھاکروں نے کیا بُرائی کی ہے! کیوں نہ مسیح کی طرح یہ بھی بزرگ و مقبول سمجھے جائیں؟ ۴۵ (نہ کہ تحقیق و طلب حق کے لئے) مشرکوں نے عیسائیوں کے مسیحؑ اور قرآنی مسیح کے درمیان خلط کر دیا۔ کمال

ع ۵/۱۱

فَجَعَلْنٰهُمْ سَلَفًا وَّ مَثَلًا لِّلْاٰخِرِيْنَ ﴿۵۶﴾ وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ

تو ہم نے انہیں پچھلوں کے حق میں (ایک خاص قسم کا) پیشرو اور نمونہ (عبرت) بنا دیا ۴۳ اور جب ابن مریم کو نمونہ

مَرْيَمَ مَثَلًا اِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّوْنَ ﴿۵۷﴾ وَقَالُوْٓا

کے طور پر پیش کیا گیا تو آپ کی قوم والے یہ سُن کر (مارے خوشی کے) اُچھل پڑے اور بول اُٹھے

ءَاٰلِهَتُنَا خَيْرٌ اَمْ هُوَ ۭ مَا ضَرَبُوْهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا ۭ بَلْ

کہ اچھا تو افضل ہمارے دیوتا ہوئے یا وہ؟ ۴۴ حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے یہ آپ کے سامنے محض کٹ حجتی کے طور پر پیش

هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ ﴿۵۸﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَ

کیا ہے ۴۵ اصل یہ ہے کہ یہ لوگ ہیں ہی جھگڑالو ۴۶ وہ تو بس ہمارے ایک بندہ تھے کہ اُن پر ہم نے اپنا فضل کیا تھا اور

جَعَلْنٰهُ مَثَلًا لِّبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ ﴿۵۹﴾ وَلَوْ نَشَاۗءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ

انہیں بنی اسرائیل کے لئے ایک نمونہ بنایا تھا ۴۷ اور اگر ہم چاہتے تو ہم تم سے فرشتے پیدا

مَّلٰۗىِٕكَةً فِي الْاَرْضِ يَخْلُفُوْنَ ﴿۶۰﴾ وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ

کر دیتے جو زمین پر یکے بعد دیگرے رہا کرتے ۴۸ اور وہ تو ایک ذریعہ ہیں قیامت کے یقین کا ۴۹

فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُوْنِ ۭ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿۶۱﴾

تو تم لوگ اس میں شک مت کرو، اور تم لوگ میری پیروی کرو، یہی سیدھی راہ ہے ۵۰

وَلَا يَصُدَّنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۶۲﴾

اور شیطان تمہیں ہرگز روکنے نہ پائے وہ بے شک تمہارا صریح دشمن ہے

وَلَمَّا جَاۗءَ عِيْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ قَالَ قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ

اور جب عیسیٰ کھلے نشان لے کر آئے ۵۱ تو انہوں نے فرمایا میں تمہارے پاس حکمت کی باتیں لیکر آیا ہوں،

حماقت سے مسلمانوں کو مسیحی سمجھ لیا اور ان کے سامنے بطور حجت الزامی وہ چیز پیش کی جو صرف مسیحیوں کے مقابلہ میں پیش کی جاسکتی ہے۔ مسلمان حضرت مسیحؑ کو معبود سمجھتے ہی کب اور کہاں ہیں؟ وہ تو عین اس عقیدہ پر لاحول پڑھتے ہیں اور اسے کھلا ہوا شرک سمجھتے ہیں معبودیت والے جزء کا جواب تو مسیحیوں سے طلب کرنا چاہئے۔ مسلمانوں کو اس عقیدہ سے کیا سروکار۔ قرآن تو اور اس کی تردید ہی بار بار کر رہا ہے ——— آج ہندوستان میں بھی اچھے خاصے پڑھے لکھے ہندو لفظ مسیح کو مشترک پاکر اسلامی مسیح اور مسیحی مسیح کو ایک سمجھ رہے ہیں۔ اور حضرت مسیح کے بارے میں اسلام اور مسیحیت کے درمیان کوئی فرق ہی نہیں کرتے۔ ۴۶ یعنی حق کی طلب نہ رکھنے والے بلکہ صرف کج بحثی میں لگے رہنے والے۔ چنانچہ اس مسئلہ میں بھی عیسائیوں کے عقیدہ کو خواہ مخواہ مسلمانوں پر چپیک دیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عظمت و احترام میں بے شک مسلمان اور عیسائی متحد ہیں لیکن بس اس کے آگے زمین و آسمان کا فرق ہے مسیحی ان کی معبودیت کے، الوہیت کے قائل ہیں۔ اسلام اس عقیدہ پر لعنت بھیجتا ہے۔ مشرکوں کی غباوت و جہالت ملاحظہ ہو کہ عیسائیوں کی مزعومہ الوہیت و معبودیت کو بطور استدلال مسلمانوں کے مقابلہ میں پیش کر رہے ہیں۔ لیکن قصور اس معاملہ میں سو فیصدی مشرکین عرب کا ہی نہ تھا۔ اسلئے کہ مسیحیت جس طرح کہ وہ اس وقت عرب میں پھیلی ہوئی تھی۔ خود ہی خالص مسیحیت نہ تھی، بلکہ مسیحیت اور شرک کی ایک ملی جلی صورت تھی۔ اور مسیحؑ کا شمار گویا عرب کے بیشمار دیوتاؤں میں سے بطور ایک نئے دیوتا کے ہونے لگا تھا! نیویارک (امریکا) کے مشہور مسیحی سہ ماہی مسلم وَرلڈ کے اکتوبر ۱۹۴۱ء نمبر میں ایک مقالہ یونیورسٹی کالج کورنڈ کے اُستاد ایف۔ وی۔ وینٹ (Winnete) کے قلم سے ہے۔ اس میں وہ یمن و شام، عرب جنوب، عرب شمال کے قدیم کتبات کا جائزہ لے کر لکھتے ہیں کہ "ہمیں جو مرقع نظر آتا ہے وہ مسیحیت اور جاہلیت کا مخلوطہ ہے۔ مسیحؑ نے قدیم دیوتاؤں کو بے دخل نہیں کیا۔ اُن کی فہرست میں خود مسیح کا ایک اضافہ ہو گیا۔ جانور مسیح کے نام پر بھینٹ چڑھائے جاتے تھے۔ اُن سے دعائیں اُسی طرح کی جاتی تھیں جیسے دوسرے دیوتاؤں سے"۔ (ص۵۳، ص۵۴) ۴۷ اسلام کا دعویٰ تو بس اسی قدر ہے۔ وہ تو مسیح کو صرف ایک عبد مقبول و محترم کی حیثیت سے پیش کرتا ہے۔ اس کے اس عقیدہ پر کسی کے عقیدۂ الوہیت و معبودیت سے آخر کیا زد پڑ سکتی ہے؟ اسلام میں بلند ترین مقام کمال یہی عبدیت کا مقام ہے۔ مَثَلًا لِّبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ۔ نمونہ سے مُراد نمونۂ قدرت بھی ہو سکتی ہے (جس سے اشارہ حضرت مسیحؑ کی فوق العادۃ طریق ولادت کی طرف نکلتا ہے) اور یا یہ مراد ہو کہ وہ اُمّت اسرائیلی کے لئے بطور نمونہ و قدوہ کے بھیجے گئے تھے

۴۸ اور یہ چیز تو مسیحؑ کی بن باپ کی پیدائش سے کہیں بڑھ کر ہوتی) مطلب یہ کہ اللہ تو ہر چیز پر قادر ہے۔ بے باپ کی ولادت سے بھی کہیں زیادہ عجیب و غریب چیزوں پر۔ وَلَوْ نَشَاۗءُ۔ یعنی اگر ہماری مشیت تکوینی یہی ہوتی۔ ۴۹ یہ اشارہ ہے مسیحؑ کی آمد ثانی کی طرف۔ یعنی آپ کا دوبارہ ظہور قرب قیامت کی ایک یقینی علامت ہے۔ حضرت عیسیٰؑ کے ظہور ثانی کی پوری تفصیلات کتب حدیث میں ملینگی۔ ابواب الفتن، اشراط الساعۃ وغیرہا میں۔ عِلْمٌ یہاں شرط کے معنی میں ہے۔ اے شرط من اشراطها علم به فسمى الشرط علما لحصول العلم (کشاف) لان حدوثه او نزوله من اشراط الساعة يعلم به دنوها (بيضاوى) صحابہؓ و تابعین سے یہی معنی منقول ہیں۔ یدل على قرب قيامها اذ خروجه شرط من اشراطها وهو نزوله من السماء في آخر الزمان (بحر) عن ابن عباس و مجاهد وقتادة والحسن والسدى والضحاك وابن زيد) آية الساعة خروج عيسى ابن مريم عليه السلام قبل يوم القيامة وهكذا روى عن ابى هريرة وابن عباس وابى العالية وابى مالك وعكرمة والحسن وقتادة والضحاك وغيرهم (ابن كثير) عِلْم کی قرأت بھی یہاں بعض صحابیوں اور تابعین کی روایت سے عَلَم بالفتح ہے۔ جو خود علامت کے معنی میں ہے۔ قرء ابن عباس العَلَم وهو العلامة (کشاف) وقرء ابن عباس وابو هريرة وقتادة بفتح اللام والعين اے امارة وعلامة (معالم) ۵۰ یعنی پیمبر کی پیروی ہی سیدھی راہ ہے اور اس میں عقیدۂ توحید، عقیدۂ رسالت، عقیدۂ معاد سب آگئے۔ بِهَا ضمیر الساعۃ کی طرف ہے۔ یعنی وقوع حشر ہرگز کوئی شک شبہ والی چیز نہیں۔ فی وقوعها (رح) ۵۱ بَیِّنٰت میں احکام، دلائل و خوارق سب آگئے۔ اے بالمعجزات و بالشرائع البينات الواضحات (کبیر) حضرت عیسیٰ بن مریم کے جو سلسلۂ بنی اسرائیل کے آخری نبی تھے، ظہور و پیام پر حاشیے پہلے گذر چکے ہیں۔

يٰاَيُّهَ السّٰحِرُ ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ اِنَّنَا

کہ اے جادوگر اپنے پروردگار سے ہمارے حق میں اس چیز کی دعا کر جس کا اُس نے تجھ سے وعدہ کر رکھا ہے

لَمُهْتَدُوْنَ ﴿۴۹﴾ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِذَا هُمْ

(اب) ہم ضرور راہ پر آجائینگے ۳۷ پھر جب ہم نے اُن سے عذاب ہٹا دیا، جبھی انہوں نے

يَنْكُثُوْنَ ﴿۵۰﴾ وَنَادٰى فِرْعَوْنُ فِيْ قَوْمِهٖ قَالَ يٰقَوْمِ

عہد بھی توڑ دیا ۳۸ اور فرعون نے اپنی قوم میں منادی کرا دی یہ کہا کہ اے میری قوم والو

اَلَيْسَ لِيْ مُلْكُ مِصْرَ وَهٰذِهِ الْاَنْهٰرُ تَجْرِيْ مِنْ

کیا مصر کی سلطنت میری نہیں اور یہ نہریں میرے تحت میں بہ

تَحْتِيْ ۚ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۵۱﴾ اَمْ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِيْ

رہی ہیں، کیا تم (سب) یہ نہیں دیکھتے ہو؟ ۳۹ تو (بھلا بتاؤ) کہ کیا میں افضل (نہیں) ہوں اس شخص سے

هُوَ مَهِيْنٌ ۙ وَّلَا يَكَادُ يُبِيْنُ ﴿۵۲﴾ فَلَوْلَآ اُلْقِيَ عَلَيْهِ

جو بے وقعت ہے اور بولنا تک اسے نہیں آتا ۴۰ سو اس کے (ہاتھوں میں) سونے کے کنگن

اَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ اَوْ جَآءَ مَعَهُ الْمَلٰٓئِكَةُ مُقْتَرِنِيْنَ ﴿۵۳﴾

کیوں نہیں پڑے ہوئے ہیں ۴۰ یا اس کے جلو میں فرشتے ہی پرا جمائے ہوتے ۴۱

فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ فَاَطَاعُوْهُ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۵۴﴾

غرض اُس نے اپنی قوم کو مغلوب کر لیا اور انہوں نے اس کا کہا مان لیا، وہ لوگ تھے ہی شرارت سے بھرے ۴۲

فَلَمَّآ اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۵۵﴾

پھر جب ان لوگوں نے ہمیں غصہ دلایا تو ہم نے اُن سے بدلہ لے لیا، اور ہم نے ان سب کو ڈبو دیا،

۳۶ فرعون اور فرعونی گو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے شدید مخالف اور عقیدۂ نبوت کے یکسر منکر تھے تاہم ایک زبردست عامل کی طرح آپ کو سحر و کہانت وغیرہ میں کامل سمجھتے اور آپ کی قوتِ تسخیر تکوینی کے پوری طرح قائل تھے اور یہ یقین رکھتے تھے کہ دنیوی بلائیں اور مصیبتیں آپکی وساطت سے آبھی سکتی ہیں اور دُور بھی ہو سکتی ہیں۔ توریت میں اس موقع پر ہے :۔ "تب فرعون نے موسیٰ اور ہارون کو بُلایا اور کہا کہ خداوند سے شفاعت کرو کہ مینڈکوں کو مجھ سے اور میری رعیت سے دفع کرے اور میں ان لوگوں کو جانے دُونگا تاکہ وہ خداوند کے لئے قربانی کریں۔ (خروج - ۸ : ۸) "اور فرعون بولا کہ میں تمہیں جانے دُونگا تاکہ تم خداوند اپنے خدا کے لئے بیابان میں قربانی کرو لیکن تم بہت دُور مت جاؤ۔ میرے لئے شفاعت کرو (۸ : ۲۸) يٰاَيُّهَ السّٰحِرُ۔ اہل مصر حضرت موسیٰ کی قوتِ اعجازی کے پوری طرح قائل تھے البتہ وہ اسکو آپکی صداقت کی دلیل نہ سمجھتے اور نبوت و رسالت کا تو مسئلہ ہی سرے سے اُن کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا اور آپ کے لائے ہوئے تمام خوارق کو آپ کی زبردست قوتِ تسخیر تکوینی پر محمول کر رہے تھے۔

اِنَّنَا لَمُهْتَدُوْنَ یعنی اب ہم قائل ہو جائینگے اور اس کے بعد وہی ماننے لگیں گے۔ جو آپ ہم سے منوانا چاہتے ہیں۔ ۳۷ توریت میں ہے :۔ "پھر جب فرعون نے دیکھا کہ مُہلت ملی تو اُس نے اپنا دل سخت کیا اور جیسا خداوند نے کہا تھا اُن کی نہ سُنی"۔ (خروج - ۸ : ۱۵) "فرعون نے اس بار بھی اپنا دل سخت کیا اُن لوگوں کو ہرگز جانے کی رخصت نہ دی"۔ (۸ : ۳۲) "تو بھی فرعون کا دل سخت ہوا اور اس نے لوگوں کو جانے نہ دیا"۔ (۹ : ۷) "اور خداوند نے فرعون کے دل کو سخت کر دیا۔ اور اس نے جیسا کہ خداوند نے موسیٰ سے کہا تھا اُن کی نہ سُنی"۔ (۹ : ۱۲) غرض جب جب مصیبت اُن سے دُور ہو جاتی تھی یہ اپنے سارے عہد و بیمان بھول بھال پھر وہی حضرت موسیٰ کی مخالفت اور سرکشی پر آجاتے تھے

۳۸ فرعون کے اس اعلانِ خسروی کا مضمون یہ تھا کہ حکومت، جائز و قانونی حکومت تو مصر بھر اور اس کے توابع پر میری ہے، میری حکومت کے خلاف یہ باغی ہے کون جو کھڑا ہوا ہے؟ الْاَنْهٰرُ۔ انہار کے مفہوم دُو ہو سکتے ہیں اور اردو میں اُن کے لئے لفظ بھی دو ہیں۔ ایک تو انسانی صنعت سے تیار کئے ہوئے پانی کے چشمے اور دھارے۔ انہیں اردو میں نہر کہتے ہیں۔ دوسرے قدرتی ندیاں یا دریا۔ یہاں دونوں مراد ہو سکتی ہیں۔ ندیاں تو عظیم الشان مصری دریا نیل کی شاخیں ہیں۔ آگے چل کر دریائے نیل متعدد چھوٹی چھوٹی شاخوں میں تقسیم ہو گیا ہے اور اگر نہریں سمجھی جائیں تو وہ نہریں مراد ہونگی جن کا جال فرعونانِ مصر نے ملک بھر میں بچھا رکھا تھا۔ مِنْ تَحْتِيْ یعنی میری ماتحتی میں۔ میرے احکام کے مطابق ہے من تحت امری (روح) ۳۹ حضرت موسیٰ کی قومی برتری کی نفی تو فرعون ابھی اُوپر کر چکا۔ اب ذاتی و شخصی تنقیص کر رہا ہے۔ کہتا ہے۔ اسے تقریر تو آتی نہیں۔ اَمْ۔ مفسرین اور اہل نحو کا ایک گروہ اس طرف بھی گیا ہے کہ اَمْ یہاں کلمہ استفہام نہیں بلکہ بل کے مرادف ہے۔ ام بمعنی بل ولیس بحرف عطف على قول اکثر المفسرين اعلام قال السدی يقول بل انا خير من هذا الذي هو مهين وهكذا قال بعض نحاة البصرة ان ام ههنا بمعنى بل (ابن کثیر) لا یکاد یبین۔ خوش تقریری اُس دورِ تمدن میں بھی ایک اعلیٰ کمال و فضیلت سمجھی جاتی تھی۔ حضرت موسیٰ کی قوتِ تقریر کی کمی پر ملاحظہ ہو سورۂ طٰہٰ (پ ۱۶) کے حاشیے۔ هٰذَا الَّذِيْ هُوَ مَهِيْنٌ یعنی یہ شخص تو کوئی چھوٹا موٹا سا حاکم بھی نہیں بلکہ اُلٹا مع اپنے سارے کنبہ قبیلہ کے میری ادنیٰ رعایا ہے۔ ۴۰ (جو جاہلی تہذیب و تمدن میں ایک اعلیٰ معیار منصب و اعزاز تھا) مصری نظامِ حکومت میں جب بادشاہ کی خاص نظرِ عنایت کسی پر ہوتی تھی۔ کسی معمولی انسان کو نواب یا رئیس با اختیار بنایا جاتا تھا تو بطور اعزاز اسے سونے کے زیور پہنائے جاتے تھے۔ ملاحظہ ہو حاشیہ تفسیر انگریزی۔ ۴۱ مشرکوں کی سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ کوئی انسان محض عام اور معمولی انسانیت کے ساتھ نبی کیونکر ہو سکتا ہے۔ ان کے عقیدہ میں خدا کا اوتار جب دنیا میں آئیگا تو لازم ہے کہ فوق الانسان ہستیوں کے پورے ساز و سامان کے ساتھ آئے۔ ۴۲ یعنی مصری قوم بھی اپنے بادشاہ کی ہم زبان و ہم خیال ہو گئی اور وہ تھی بھی پہلے ہی سے گمراہ ــــــــ عقیدے تو مصریوں کے وہی تھے ہی جو خود فرعون کے تھے۔ اب سیاسی حیثیت سے بھی موسیٰ علیہ السلام کے باب میں قوم اپنے بادشاہ کی ہمخیال ہو گئی۔

وَعَدْنٰهُمْ فَاِنَّا عَلَیْهِمْ مُّقْتَدِرُوْنَ ﴿۴۲﴾ فَاسْتَمْسِكْ

جس کا ہم نے اُن سے وعدہ کر رکھا ہے، تو ہم اس پر بھی قادر ہیں ۳۲؎ بہر حال آپ اس (کلام)

بِالَّذِیْۤ اُوْحِیَ اِلَیْكَ ۚ اِنَّكَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۴۳﴾

سے تمسک کئے جائیے جو آپ پر وحی کیا گیا ہے، آپ بیشک سیدھے راستہ پر ہیں،

وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ ۚ وَسَوْفَ تُسْئَلُوْنَ ﴿۴۴﴾ وَسْئَلْ

اور یہ (قرآن) آپ کے اور آپ کی قوم کے لئے بڑے شرف کی چیز ہے اور عنقریب تم سب سے پوچھا جائیگا ۳۳؎، اور آپ

مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَاۤ اَجَعَلْنَا مِنْ

اُن (سب) پیمبروں سے جنہیں ہم نے آپ سے پہلے بھیجا ہے دریافت کر لیجئے کہ کیا ہم نے (خدائے) رحمٰن کے سوا

دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً یُّعْبَدُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى

دوسرے خدا ٹھہرا دیئے تھے کہ اُنکی پرستش کی جائے ؟ ۳۴؎ اور ہم نے موسیٰ کو اپنے نشانات کے

ع ۱۰

بِاٰیٰتِنَاۤ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَقَالَ اِنِّیْ رَسُوْلُ رَبِّ

ساتھ فرعون اور اُس کے اُمرا کے پاس بھیجا تھا تو انہوں نے فرمایا کہ میں پروردگار عالم کی طرف سے

الْعٰلَمِیْنَ ﴿۴۶﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِاٰیٰتِنَاۤ اِذَا هُمْ مِّنْهَا یَضْحَكُوْنَ ﴿۴۷﴾

پیمبر ہوں لیکن جب وہ ہمارے نشانات لیکر آئے تو اُن لوگوں نے کیا کیا کہ لگے اُن پر ہنسنے

وَمَا نُرِیْهِمْ مِّنْ اٰیَةٍ اِلَّا هِیَ اَكْبَرُ مِنْ اُخْتِهَا ۫ وَ

اور ہم اُن کو جو بھی نشانی دکھاتے تھے وہ دوسری نشانی سے بڑی ہوتی تھی اور

اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَقَالُوْا

ہم نے انہیں عذاب میں پکڑا کہ شاید وہ باز آجائیں ۳۵؎ اور وہ بولے

۳۲؎ مطلب یہ ہوا کہ ان کا عصیان وطغیان خالی جانے والا نہیں۔ عذاب ان پر ضرور مرتب ہوگا۔ خواہ آپ کی حیات ہی میں ہو یا آپ کے بعد ہو، ہم بہرصورت قادر ہیں۔

۳۳؎ (کہ اپنے اپنے ذمہ کے حقوق قرآن کہاں تک ادا کئے) آپ سے سوال تبلیغ سے متعلق ہوگا۔ اور ان لوگوں سے اُس پر عمل کا۔ ذِکْرٌ یہاں شرف کے معنی میں ہے۔ ای شرفٌ لك ولقومك (راغب) معناہ لشرف لك ولقومك قاله ابن عباس و مجاھد وقتادۃ والسدی وابن زید واختارہ ابن جریر (ابن کثیر) ای انه یوجب الشرف العظیم لك ولقومك (کبیر) لَكَ وَلِقَوْمِكَ۔ موجب شرف ہونا آپؐ کے لئے تو اسلئے کہ آپ براہِ راست مخاطب تھے اور آپ کی قوم کے لئے اس واسطے کہ وہ بالواسطہ مخاطب تھی اور اس طرح اس کے واسطہ سے آپ کی اور آپ کی قوم دونوں کی نیک نامی اور بلند نامی قیامت تک قائم رہیگی۔ فقہا مفسرین نے یہاں سے یہ پہلو بھی پیدا کیا ہے کہ بندۂ مومن کو اپنی نیک نامی دل سے عزیز رکھنا چاہیئے۔ واعلم ان ھذہ الاٰیۃ تدل علی ان الانسان لابد ان یکون عظیم الرغبۃ فی الثناء الحسن والذکر الجمیل ولو لم یکن الذکر الجمیل امرًا مرغوبًا فیه لما من اللّٰه به علی محمد صلعم (کبیر) قوم سے مُراد قوم عرب بھی ہوسکتی ہے اور ساری اُمّت بھی۔ القوم ھم العرب فالقراٰن لھم شرف اذ نزل بلغتھم (معالم عن مجاھد) والقوم علی ھذا قریش ثم العرب قاله ابن عباس ومجاھد وقتادۃ والسدی وابن زید (بحر) وقال الحسن القوم ھنا الامۃ (بحر) ای لامتك (مدارک) فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِیْۤ اُوْحِیَ اِلَیْكَ۔ قرآن مجید کی تبلیغ بھی تمسک بالقرآن ہی کی ایک فرد ہے۔ رسول اللہ صلعم کی حیرت انگیز ومعجزانہ استقامت پر فرنگی شہادت کے لئے ملاحظہ ہو انگریزی تفسیر القرآن۔ ۳۴؎ یعنی ان کی کتابوں اور صحیفوں سے جیسے کچھ وہ موجود ہیں تحقیق کر لیا جائے۔ لیس المراد بسؤال الرسل حقیقۃ السؤال ولکنه مجاز عن النظر فی ادیانھم والفحص عن مللھم (مدارک) والمراد به الاستشھاد باجماع الانبیاء علی التوحید (بیضاوی) "اس سے اوروں کا سنانا منظور ہے کہ جس کا جی چاہے تحقیق کرلے اور کتابوں میں دیکھنے کو رسولوں سے پوچھنا مجازاً کہہ دیا۔ جیسے ہمارا بھی محاورہ ہے کہ کسی مسئلۂ طبیہ مختلف فیہا کو مختلف کتابوں میں دیکھا ہو، پھر کہتے ہیں کہ آؤ ذرا شیخ بوعلی سینا سے پوچھیں کہ وہ کیا کہتا ہے اور یہ کہہ کر قانون شیخ دیکھنے لگیں"۔ (تھانویؒ) ۳۵؎ (اپنے کفر وعناد سے) وَمَا نُرِیْهِمْ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اُخْتِهَا۔ یہاں اٰیت یا نشانی سے قحط وغیرہ کے نو مشہور معجزے یا خوارق مُراد ہیں۔ "مطلب یہ کہ سب نشانیاں بڑی ہی تھیں اور یہ مطلب نہیں کہ ہر نشانی ہر نشانی سے بڑی تھی۔ یہ ایک محاورہ ہے۔ جب کئی چیزوں کا کمال بیان کرنا ہوتا ہے تو یوں ہی بولتے ہیں کہ ایک سے بڑھ کر ایک"۔ (تھانویؒ) وَلَقَدْ ۔ ۔ ۔ ۔ فِرْعَوْنَ۔ اٰیات سے مراد یہاں دلائل ومعجزات دونوں ہیں۔ مُوْسٰى، فِرْعَوْنَ۔ ان پر حاشیے بار بار گذر چکے۔ اِنِّیْ رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ قوم فرعون ایک پروردگار عالم کے تخیل سے بھی ناآشنا تھی اور نبوّت ورسالت کے عقیدہ سے بھی۔ قرآن مجید کے مختصر سے فقرہ میں دونوں عقیدوں کی تبلیغ آگئی۔ اِذَا هُمْ مِّنْهَا یَضْحَكُوْنَ پیامِ مُوسوی پر ایمان لانا تو الگ رہا معجزات موسوی ودلائل موسوی کو سرے سے ناقابلِ التفات سمجھتے اور اُلٹا اُن پر مضحکہ کرتے رہتے تھے۔

ذٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ وَالْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ
یہ سب سامان صرف دنیاوی زندگی کی چند روزہ کامرانی ہے، اور آخرت تو آپ کے پروردگار کے ہاں خدا ترسوں

لِلْمُتَّقِيْنَ ۳۵ وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ
ہی کے لئے ہے ۲۶ اور جو کوئی بھی (خدائے) رحمٰن کی نصیحت کی طرف سے اندھا بن جائے ہم اُس پر

شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ۳۶ وَاِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ
ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں، سو وہ اُسکے ساتھ رہتا ہے ۲۷، اور وہ (شیاطین) ان لوگوں کو راہ (راست) سے روکتے

السَّبِيْلِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۳۷ حَتّٰٓى اِذَا
رہتے ہیں اور یہ (اپنے لئے) خیال کرتے رہتے ہیں کہ ہم راہ یاب ہیں ۲۸ (یہ تغافل قائم رہتا ہی) یہاں تک

جَاۗءَنَا قَالَ يٰلَيْتَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ
کہ جب وہ شخص ہمارے پاس آجاتا ہے تو (شیطان اُس سے) کہتا ہی کہ کاش میرے اور تیرے درمیان مشرق و مغرب

فَبِئْسَ الْقَرِيْنُ ۳۸ وَلَنْ يَّنْفَعَكُمُ الْيَوْمَ اِذْ ظَّلَمْتُمْ
کا فاصلہ ہوتا! تو وہ (شیطان) کیسا بُرا ساتھی ہی ۲۹. اور آج یہ بات بھی تمہارے کام نہ آئیگی، جبکہ تم خود کفر کر چکے ہو

اَنَّكُمْ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ ۳۹ اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ
کہ تم عذاب میں (دوسروں کے ساتھ) شریک ہو ۳۰ تو کیا آپ بہروں کو سنا سکتے ہیں؟

اَوْ تَهْدِي الْعُمْيَ وَمَنْ كَانَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۴۰ فَاِمَّا
یا اندھوں کو اور اُن لوگوں کو جو صریح گمراہی میں ہیں رستہ دکھا سکتے ہیں؟ ۳۱ پھر اگر

نَذْهَبَنَّ بِكَ فَاِنَّا مِنْهُمْ مُّنْتَقِمُوْنَ ۴۱ اَوْ نُرِيَنَّكَ الَّذِيْ
ہم آپ کو اُٹھالیں تو بھی ہم ان (کافروں) سے بدلہ لے کر رہنے والے ہیں یا اگر ہم انہیں وہی دکھلا دیں

۳ ع ۹

۲۶ یعنی دنیا تو پوری کی پوری ہاتھ آجانے کے بعد بھی بہرحال فانی ہی فانی ہے سر تا سر ناقابلِ قدر و ناقابلِ طلب۔ قابلِ قدر و قابلِ طلب تو صرف آخرت ہے اور وہ تقویٰ یعنی ایمان و طاعت ہی سے حاصل ہوتی ہے۔ علمارِ حق نے کہا ہے کہ آیت سے چار مضمون پیدا ہوتے ہیں:۔ (۱) مؤمنین کے حق میں رعایت کہ کہیں یہ پھسل نہ جائیں اور دولت کو رضاءِ الٰہی سمجھنے لگیں۔ (۲) آخرت کی تخصیص مؤمنین متقین کے ساتھ (۳) دنیا کی تحقیر اور اُس کی اصلاً تخصیص کافروں کے ساتھ۔ (۴) چاندی اور سونے کی ناپسندیدگی کی طرف اشارہ کہ جو چیز کافروں کے سزاوار ہے، مومن کے پسند کی نہ ہونا چاہیئے۔ ۲۷ (اور ہر وقت اُسے بدی کی ترغیب دیتا رہتا ہے) نُقَيِّضْ . . . قَرِيْنٌ۔ یعنی انسان جب اپنے قصد و ارادہ سے کج روی اختیار کر لیتا ہے تو قوائے شیطانی بھی خارج سے برابر اس کی کج روی و گمراہی کو تقویت پہنچاتے رہتے ہیں۔ ایسا شخص گو سزائے ظاہری سے سردست محفوظ ہو لیکن یہ عذاب کچھ کم ہے کہ ترقی سیئات ہی میں کرتا چلا جا رہا ہے۔ اس فعلِ تقییض کی نسبت اللہ کی طرف بالکل ایسی ہی ہے جیسے فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ میں ازاغۂ قلب کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہے۔ محض علتِ علل یا تکوینی مسبب الاسباب کی حیثیت سے۔ اس تقییض سے مُراد تقییض خصوصی ہے جس سے ضلالت مرتب ہی ہو جائے۔ ورنہ شیطان تو عمومی رنگ میں ہر انسان کے ساتھ رہتا ہی ہے جیسا کہ حدیث نبوی میں آچکا ہے۔ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ۔ یعنی قرآن اور وحی الٰہی کی طرف سے۔ وَمَنْ . . . . . . الرحمٰن۔ اشارہ قرآن کے مخاطبین اوّل کی جانب ہے جو رسالت کے دلائل اور اعجازِ قرآنی کی طرف سے قصداً آنکھیں بند کئے رہتے تھے آیت سے جب یہ معلوم ہو گیا کہ قرآن و ذکر الٰہی کی طرف سے ارادی غفلت ہی تسلّط شیطانی کا باعث ہوتی ہے تو اس مصیبت سے بچنے کا یہ کھلا ہوا علاج بھی نکل آیا کہ قرآن و ذکر کی جانب مشغولی دوام رہے۔ وفیه اشارة الی ان من داوم علیه لم یقربه الشیطان (مدارک) ۲۸ (اور اس غلط اطمینان اور تغافل کی بدولت کبھی ضرورت ہی مزید تحقیق و کاوش کی نہیں سمجھتے) کیا حد ہے انکی گمراہی کی کہ عین گمراہی کو ہدایت سمجھ رہے ہیں! وَاِنَّهُمْ . . . . . السَّبِيْلِ۔ لوگوں کو راہِ حق سے روکنا بھی تسلّط شیطانی ہے۔ انھم میں ضمیر ھم شیاطین کی طرف ہے۔ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ۔ اس میں ضمیریں سب انہیں اندھے بن جانے والے انسانوں کی طرف ہیں۔ ای العاشون (مدارک) ۲۹ انکشافِ حقیقت کے وقت انسان حسرت و ندامت سب کچھ کریگا کہ کیوں شیطان کا ساتھ ہوا لیکن اُس وقت سب بیکار ہوگا۔ ایک حدیث میں یہ مضمون آیا ہے کہ کافر کا شیطان خواب و خور میں اس کا شریک رہتا ہے۔ اور مومن کا شیطان منتظر رہتا ہے کہ کب اُسے غفلت ہو اور پہنچے اور اُسے دبائے۔ حَتّٰٓى اِذَا جَاۗءَنَا۔ یعنی یہ تغافل اور یہ مغالطہ بس وہی دنیوی زندگی تک رہتا ہے۔ اس کے ختم ہوتے ہی کشفِ حقائق ہونے لگتا ہے۔ بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ سے محاورہ میں مُراد دو مشرقوں سے نہیں بلکہ مشرق و مغرب سے ہوتی ہے۔ یرید المشرق والمغرب والاصل بعد المشرق من المغرب والمغرب من المشرق فغلب کما ھو عادة العرب تسمیة الشیئین المتقابلین باسم احدھما (کبیر) ۳۰ یعنی جو لوگ دنیا میں کافر رہے، ان کی تسکین اس سے ذرا بھی نہ ہوسکیگی کہ دوسرے بھی بہت سے اُن کے ساتھ دوزخ میں پڑے ہوئے ہیں۔ اور مرگِ انبوہ جشنے دارد کا قانون وہاں بالکل نہ چل سکے گا۔ اِذْ ظَّلَمْتُمْ۔ ظلم یہاں بھی کفر ہی کے معنی میں ہے۔ ای صح ظلمکم فی الدنیا (معالم)

۳۱ یعنی ایسے اِرادی کج رَوؤں اور گمراہوں کی ہدایت آپ کے اختیار سے خارج ہے۔ آپ ذرا بھی اس کے درپئے نہ ہوں۔

۲۲ یہ آخری اعتراض ہے جو رسول اللہ صلعم کی صداقت پر معاندین کی طرف سے ساحر وغیرہ قرار دیئے جانے کے بعد عائد کیا جاتا تھا۔ یہ لوگ کہتے تھے کہ اگر یہ واقعی رسول ہیں تو یہ ہم میں سے کوئی بہت بڑے آدمی بلحاظ جاہ وتمول کے کیوں نہ ہوئے؟ کہ عوام اپنے رؤسا کی راہ پر قدرۃً چلنے لگتے ہیں۔ گویا اعتراض کی اصل یہ تھی کہ ان لوگوں کے زعم میں جاہ وریاست لوازم نبوت ومقبولیت میں سے ہے۔ هٰذَا ...... كٰفِرُوْنَ۔ معاندین نے اعجاز قرآنی سے عاجز ولاجواب ہو کر یہی کہنا شروع کیا تھا کہ یہ کلام جو اس درجہ مؤثر ہے، یہ تو سحر وساحری کا نتیجہ ہے۔ اَلْقَرْيَتَيْنِ۔ دو شہروں سے مراد مکہ وطائف

هٰذَا سِحْرٌ وَّ اِنَّا بِهٖ كٰفِرُوْنَ ۳۰ وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا

کہ یہ تو جادو ہے اور ہم اس کے منکر ہیں اور کہنے لگے کہ یہ قرآن دو (مشہور) بستیوں

الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ۳۱ اَهُمْ

کے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہیں نازل کیا گیا ۲۳ تو کیا

يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ؕ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ

آپ کے پروردگار کی رحمت (خاصہ) کو تقسیم یہ لوگ کرتے ہیں ۲۴ ہم نے تو انکے درمیان اُن کی

فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ

دنیوی زندگی (تک) میں ان کی روزی تقسیم کر رکھی ہے، اور ہم نے ایک کے درجے دوسرے سے بلند کر رکھے

دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا ؕ وَرَحْمَتُ رَبِّكَ

ہیں تاکہ ایک دوسرے سے کام لیتا رہے۔ اور آپ کے پروردگار کی رحمت اس سے

خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ۳۲ وَلَوْلَآ اَنْ يَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً

(کہیں) بہتر ہے جسے یہ لوگ سمیٹے رہتے ہیں ۲۵ اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ سب لوگ ایک ہی طریقہ کے

وَّاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ يَّكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُيُوْتِهِمْ سُقُفًا

ہو جائینگے تو جو لوگ (خدائے) رحمٰن سے کفر کرتے ہیں اُن کے گھروں کی چھتیں

مِّنْ فِضَّةٍ وَّمَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُوْنَ ۳۳ وَلِبُيُوْتِهِمْ

ہم چاندی کی کر دیتے اور زینے بھی (چاندی کے کر دیتے) جن پر یہ چڑھا کرتے اور اُن کے مکانوں کے

اَبْوَابًا وَّسُرُرًا عَلَيْهَا يَتَّكِـُٔوْنَ ۳۴ وَزُخْرُفًا ؕ وَاِنْ كُلُّ

دروازے (تک بھی) اور وہ تخت بھی جس پر یہ تکیہ لگا کر بیٹھتے ہیں اور سونے کی بھی (یہ چیزیں کر دیتے) ۲۶ لیکن

ہیں جو اس وقت حجاز کے مرکز تہذیب وتمدن تھے۔ عَظِيْمٍ۔ یہ صفت رجل کی ہے۔ مراد یہ ہے کہ قرآن کو نازل ہی ہونا تھا تو کسی صاحب مال وجاہ یا صاحب ریاست پر کیوں نہ نازل ہوا۔ هو الذى يكون كثير المال والجاه (کبیر) قریش کے ہاں اکثر جاہلی قوموں کی طرح کسی شخص کا اولاد اکبر میں سے ہونا ایک بڑا معیار ریاست وسرداری کا تھا۔ ہمارے حضورؐ کے والد اوّل تو اپنے والد کی اولاد اکبر نہ تھے۔ اور پھر حضورؐ کی پیدائشی یتیمی جس کی بنا پر آپؐ اپنی کفالت کے لئے پہلے دادا اور پھر ایک نسبتاً مفلس چچا کے دست نگر رہے۔ یہ سب باتیں مل ملا کر آپؐ کو کسی طرح بھی قریش کی نظر میں "عظیم" نہیں بننے دیتی تھیں۔ ۲۳ کیا یہ احمق یہ سمجھتے ہیں کہ نبوت جو اللہ کا سب سے بڑا ممکن عطیہ ہے اور خاص الخاص رحمت وعنایت اس کی تقسیم ان لوگوں کے صلاح ومشورہ سے کی جاتی ہے؟ اللہ ہی سب کی صلاحیتوں اہلیتوں استعدادوں کا علم کامل رکھتا ہے اور اسی نے اپنے اس ہمہ گیر علم کی مناسبت سے موزون ترین شخص کو اس منصب پر مامور کیا ہے۔ رَحْمَتَ رَبِّكَ۔ رحمۃ کے عام معنی کے علاوہ یہاں خصوصی اشارہ نبوت کی جانب بھی سمجھا گیا ہے۔ اے النبوة (مدارک) ۲۴ مطلب یہ ہوا کہ دنیوی نعمتیں جو اس قدر حقیر ہیں، ان تک کی تقسیم اور ان کا انتظام ہم نے اپنے قبضۂ قدرت میں رکھا ہے تو نبوت جیسی گراں بہا نعمت کسی مخلوق کے ہاتھ میں کیسے چھوڑی جا سکتی تھی؟ اس کی تقسیم اور اس کا انتظام تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کر سکتا ہے۔ آیت سے دو اور امور بھی مستنبط ہوتے ہیں:۔ (۱) دنیا میں معاشی تقسیم یوں ہی اٹکل پچو نہیں، ایک خاص نظام تکوینی کے ماتحت چل رہی ہے۔ (۲) معاشی حیثیت سے بھی درجات کا فرق بالکل فطری وطبعی ہے۔ کوئی دائن ہوگا، کوئی مدیون، کوئی دولتمند، کوئی بے مایہ۔ رَفَعْنَا ...... سُخْرِيًّا۔ معاشرہ میں فرق مراتب بالکل فطری وطبعی ہے۔ کوئی دولتمند ہوگا کوئی نادار، کوئی افسر کوئی ماتحت۔ بے طبقات معاشرہ (Classless. Society) کا لفظ ہی سرے سے بے معنی ہے ——— اسلام صرف جور وجبر کو روکتا ہے کسی پر ظلم کی گنجائش شریعت اسلامی میں نہیں۔ باقی بڑے چھوٹے کا نفس فرق تو قائم رہے گا۔ اور اسے قائم رہنا چاہئے۔ رَحْمَتُ رَبِّكَ۔ رحمۃ سے یہاں بھی مراد نبوت یا دین الٰہی سے لی گئی ہے۔ اے النبوة او دين الله (مدارک) ۲۵ مطلب یہ ہوا کہ دنیا اور اس کا سارا ساز وسامان اللہ کے ہاں اس قدر حقیر وبے وقعت ہے کہ اگر یہ بات نہ ہوتی کہ خلقت کا رجحان تمامتر کفر کی جانب ہو جاتا اور قریب قریب سب ہی ملتِ کفر اختیار کرنے لگتے تو اللہ صرف کافروں ہی کو دولت دنیوی و سامان مادی سے نواز دیتا۔ یہاں تک کہ انکے گھر، در، فرنیچر سب کو چاندی سونے سے منڈھ دیتا، سب کو چاندی سونے کا بنا دیتا، لیکن اگر ایسا ہوتا تو لوگ یہی سمجھنے لگتے کہ مقبولیت طریق کفر کو حاصل ہے، اور اسی طرف جھک پڑتے۔ والمقصود من هذا الكلام تحقير الدنيا وبيان ما في المال والجاه من المضار العظيمة وذلك لان كثرة المال والجاه تجعل الانسان كالاعمى عن مطالعة ذكر الله تعالى ومن صار كذلك صار جليس الشيطان (کبیر) آیت سے یہ بھی نکل آیا کہ مال وجاہ کی افراط نقصان وحرمان ہی کا باعث ہوتی ہے۔ ثم بين ما ذكرنا ان كثرة المال والجاه توجب كمال النقصان والحرمان في الدين والدنيا (کبیر) آیت سے ان "مصلحین" کی روش پر بھی روشنی پڑ گئی جو اپنی تحریروں، تقریروں میں یورپ اور امریکہ کے مال ودولت کا ذکر للچائے ہوئے لہجہ میں کرتے رہتے اور مسلمانوں کو اس طرح ترغیب دیتے رہتے ہیں کہ جیسے یہ زرداری ہی ترقی کی معراج ہے۔

إِلَّا قَالَ مُتْرَفُوهَا إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلَىٰ أُمَّةٍ وَإِنَّا
یہی کہا کہ ہم نے تو اپنے باپ دادا کو ایک (خاص) طریقہ پر پایا ہے اور ہم
عَلَىٰ آثَارِهِم مُّقْتَدُونَ ﴿٢٣﴾ قَالَ أَوَلَوْ جِئْتُكُم بِأَهْدَىٰ
انہیں کے نقش قدم پر چلنے والے ہیں ۱۶ (اس پر انکے پیمبر نے) کہا کہ اور اگر میں اس سے بہتر طریقہ منزل پر پہنچا
مِمَّا وَجَدتُّمْ عَلَيْهِ آبَاءَكُمْ ۖ قَالُوا إِنَّا بِمَا أُرْسِلْتُم بِهِ
دینے کے اعتبار سے لایا ہوں جس پر تم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے؟ وہ بولے (جب بھی) ہم اسکے تو ماننے والے نہیں
كَافِرُونَ ﴿٢٤﴾ فَانتَقَمْنَا مِنْهُمْ ۖ فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ
جسے دیکر تمہیں بھیجا گیا ہے، سو ہم نے اُن سے انتقام لے لیا، سو دیکھئے تکذیب کرنے والوں کا کیسا
الْمُكَذِّبِينَ ﴿٢٥﴾ وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ إِنَّنِي
انجام ہوا ۱۷ اور (وہ وقت بھی قابل ذکر ہے) جب ابراہیمؑ نے اپنے باپ سے اور اپنی قوم سے کہا کہ میں ان چیزوں
بَرَاءٌ مِّمَّا تَعْبُدُونَ ﴿٢٦﴾ إِلَّا الَّذِي فَطَرَنِي فَإِنَّهُ
سے بیزار ہوں جنکی تم پرستش کرتے ہو ۱۸ ہاں البتہ پرستش اس کی کرتا ہوں جس نے مجھے پیدا کیا، پھر وہی
سَيَهْدِينِ ﴿٢٧﴾ وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِي عَقِبِهِ لَعَلَّهُمْ
میری رہنمائی کرتا ہے ۱۹ اور وہ اس (عقیدۂ توحید) کو اپنے اخلاف میں ایک قائم رہنے والی بات کر گئے تاکہ
يَرْجِعُونَ ﴿٢٨﴾ بَلْ مَتَّعْتُ هَٰؤُلَاءِ وَآبَاءَهُمْ حَتَّىٰ جَاءَهُمُ
(مشرک آئندہ بھی توحید کی طرف) رجوع کرتے رہیں ۲۰ اصل یہ ہے کہ میں نے ان لوگوں اور انکے باپ دادوں کو (خوب سا)
الْحَقُّ وَرَسُولٌ مُّبِينٌ ﴿٢٩﴾ وَلَمَّا جَاءَهُمُ الْحَقُّ قَالُوا
سامان دیدیا، یہانتک کہ انکے پاس (کلام) حق اور ایک روشن رسول آگیا ۲۱ اور جب انکے پاس (کلام) حق آگیا تو وہ بولے

ع ۲ ۸

۱۶ یعنی یہ آبا پرستی اور جمود و تقلید پسندی کوئی نئی بات نہیں، گمراہوں کا شعار ہمیشہ سے رہی ہے۔ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوهَا۔ پیمبروں کی مخالفت کے لیڈر اور سرغنہ قوم کے اُمرا و رؤسا ہی ہمیشہ ہوتے ہیں۔ عوام نے اُن کی صرف تقلید کی ہے۔ ۱۷ ان آیتوں کا خلاصۂ مطالب یہ ہے کہ پیمبر جب اور جہاں کہیں اصلاح اُمّت کے لئے مبعوث ہوئے ہیں۔ حق، دلیل و برہان انہیں کے ساتھ رہا ہے۔ منکرین و مخالفین کے پاس بجز تعصب، ہٹ دھرمی، آبائی پاسداری، رسم و رواج کی شدت کے اور کچھ نہیں ہوتا۔ وہ پیمبرانہ حقائق کے مقابلہ میں صرف اپنے ہاں کے رسُوم اور دستوروں کو پیش کرتے ہیں اور اس ضد و عناد میں ان کے رؤسا و سردار آگے آگے ہوتے ہیں، پیمبروں کے دلائل و شواہد، وہ سب بے اثر رہتے ہیں۔ یہانتک کہ قوم تباہ و ہلاک ہو کر رہتی ہے۔ اَوَ ۔۔۔۔ آبَاءَكُمْ۔ پیمبروں کا جواب ہمیشہ یہی رہا ہے کہ اپنے آبائی ریت و رسم اور ہماری لائی ہوئی شریعت کا مقابلہ کر کے دیکھ لو نا کہ کون علمی، اخلاقی، ہر اعتبار سے بہتر ہے۔ رسُول کے پیش کئے ہوئے دلائل پر غور نہ کرنے اور اپنی ضد، ہٹ، تعصب تقلید پرستی پر قائم رہنے کی پوری مذمت آیت سے نکلتی ہے فیہ الدلالۃ علی ابطال التقلید لذمہ ایاھم علی تقلید اٰبائھم وترکھم النظر فی مادعاھم الیہ الرسول صلعم (جصاص) ۱۸ قوم عرب جو قرآن کی مخاطب اول تھی اور سب سے زیادہ تقلید آبائی اور جمود میں گرفتار، وہ حضرت ابراہیمؑ ہی کی نسل سے تھی۔ حالانکہ آپ خود موحّدِ اعظم تھے۔ ایک خاص غایت اس محل پر آپ کے ذکر کی یہ بھی ہے۔ اِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ۔ ابراہیمؑ اور آپ کے والد آزر دونوں پر حاشیے پہلے گذر چکے۔ قَوْمِهِ۔ ضمیرہ۔ ابراہیم کی طرف بھی جاسکتی ہے اور ابیہ کی طرف بھی حاصل دونوں صورتوں کا ایک ہی ہے۔ مِمَّا تَعْبُدُونَ۔ کلدانی قوم بُت پرستی اور ستارہ پرستی کے دُہرے شرک میں مبتلا تھی۔ جیسا کہ حضرت ابراہیمؑ سے متعلق سابق کے حاشیوں میں گذر چکا۔ ۱۹ ایک موحّد کی یہی شان ہے کہ وہ اسی طرح شرک و متعلقاتِ شرک سے اپنی بےتعلقی و بیزاری کا اظہار کرتا رہے۔ آیت میں اثباتِ توحید دوگونہ صفات کے لحاظ سے ہے۔ سب کا فاطر و خالق بھی وہی ہے اور سب کا ہادی و مُرشد حقیقی بھی وہی۔ ۲۰ یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام خود ہی تنہا موحّد نہ تھے بلکہ اپنے سلسلہ میں بھی یہی پیامِ توحید چھوڑ گئے۔ جَعَلَهَا ضمیرها کلمۂ توحید کی جانب ہے۔ ای کلمۃ التوحید التی تکلم بھا (کبیر) ۲۱ (اور وہ اسی متاع دنیوی میں مشغول و منہمک ہو کر دین حق کی طرف سے غافل بلکہ منکر ہو بیٹھے) هَٰؤُلَاءِ۔ یعنی قوم عرب جس کا ذکر ابھی فی عقبہ میں ضمناً آچکا ہے۔ یعنی اھل مکۃ وھم من عقب ابراھیم بالمد فی العمر والنعمۃ (کبیر) قال مجاھد وقتادۃ یعنی کلمۃ التوحید (معالم) الحق۔ یعنی قرآن مجید یعنی القراٰن (معالم) رَسُولٌ مُّبِينٌ۔ یعنی محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم۔

مَثَلًا ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ﴿١٧﴾ اَوَمَنْ

نمونہ قرار دے رکھا ہے تو اس کا چہرہ دن بھر اُداس رہتا ہے، اور وہ اندر ہی اندر گھٹتا رہتا ہے ۱۱ے تو کیا جو

يُّنَشَّؤُا فِي الْحِلْيَةِ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِيْنٍ ﴿١٨﴾ وَ

زیورات میں پرورش پائے اور مباحثہ میں بھی ژولیدہ بیان ہو (وہ اللہ کی اولاد بننے کے قابل ہے؟) اور

جَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ الَّذِيْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا ؕ

انہوں نے فرشتوں کو جو (خدائے) رحمٰن کے بندے ہیں عورت قرار دے رکھا ہے

اَشَهِدُوْا خَلْقَهُمْ ؕ سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَيُسْئَلُوْنَ ﴿١٩﴾

تو کیا یہ اُن کی پیدائش کے وقت موجود تھے، اُن کا دعویٰ لکھ لیا جاتا ہے، اور اُن سے باز پرس ہوگی ۱۲ے

وَقَالُوْا لَوْ شَآءَ الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنٰهُمْ ؕ مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ

اور یہ کہتے ہیں کہ اگر (خدائے) رحمٰن کو (یہی) منظور ہوتا تو ہم فرشتوں کی پرستش (ہی) نہ کرتے، انہیں اس بارہ

مِنْ عِلْمٍ ۗ اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ﴿٢٠﴾ ؕ اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا

میں کچھ بھی تحقیق نہیں، محض اٹکل سے کام لے رہے ہیں ۱۳ے ہم نے کیا اس (قرآن) سے قبل انہیں

مِّنْ قَبْلِهٖ فَهُمْ بِهٖ مُسْتَمْسِكُوْنَ ﴿٢١﴾ بَلْ قَالُوْٓا اِنَّا

کوئی کتاب دے رکھی ہے جس سے یہ سند پکڑ رہے ہیں؟ ۱۴ے نہیں بلکہ وہ تو یہ کہتے ہیں کہ ہم نے

وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿٢٢﴾

اپنے باپ دادا کو ایک خاص طریقہ پر پایا ہے اور ہم انہیں کے نقش قدم پر قدم رکھ رہے ہیں ۱۵ے

وَكَذٰلِكَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ

اور اسی طرح ہم نے آپ سے پہلے کسی بستی میں کوئی پیمبر نہیں بھیجا، مگر یہ کہ وہاں کے خوشحال لوگوں نے

۱۰ے بہت سی مشرک قوموں نے دیویوں کو خدا کی بیٹیاں قرار دیا ہے۔ مشرکین عرب میں یہ مرض اور زیادہ تھا۔ مشرک قوموں نے عموماً اور عرب نے خصوصاً بیٹیوں کو ذلیل بھی بہت سمجھا ہے تو یہاں مقصود کلام یہ ہے کہ یہ احمق ایک تو اللہ کی اولاد فرض کرتے ہیں اور پھر اولاد بھی بیٹیاں جنہیں خود اپنے لئے باعث ننگ و عار سمجھتے ہیں۔ ۱۱ے آیت سے فطرت نسوانی کے متعلق دو حقیقتیں ثابت ہوئیں۔ ایک یہ کہ زیور، آرائش و نمائش کا شوق عورت کی سرشت میں داخل ہے، دوسرے یہ کہ اُس کی قوت استدلال ضعیف ہی ہے ——— ان دونوں کے لئے ملاحظہ ہوں انگریزی تفسیر القرآن کے حاشیے۔ مَنْ يُّنَشَّؤُا فِي الْحِلْيَةِ۔ آج دیکھ لیا جائے کہ یورپ اور امریکہ کی زنِ جدید اپنی آرائش و زیبائش کے سامان پر، اپنی تزئین جمال اور اپنے بناؤ سنگار پر کتنی دولت ہر سال بے دریغ خرچ کرتی رہتی ہے۔ ۱۲ے فرشتوں کی نسائیت پر حاشیے اس کے قبل گذر چکے ہیں پ۵ اور پ۱۵ میں۔ محققین نے آیت سے یہ استنباط کیا ہے کہ کسی عقیدہ کا بلا دلیل قائل ہو جانا قابل ملامت ہے اور تقلید جامد جو محض رسم پرستی کی مرادف ہے مورد وعید ہے۔ هٰذا يدل على ان القول بغير دليل منكر وان التقليد يوجب الذم العظيم والعقاب الشديد (کبیر) ۱۳ے مشرکوں کا کہنا یہ تھا کہ یہ شرک اگر ایسی ہی بُری چیز تھی تو خدا نے آخر ہمیں اس پر قدرت کیوں دی؟ اُسے یہی منظور ہوتا تو وہ ہمیں شرک کرنے ہی نہ دیتا ——— گویا استدلال یہ تھا کہ چونکہ اس نے ہمیں گناہ پر قادر کر دیا ہے۔ اس لئے وہ گناہ پر راضی بھی ہے! بالکل ظاہر ہے کہ انسان کو اختیار جو ملا ہے وہ تو محض اُسے مکلف بنانے کے لئے۔ اسے محل احتساب، مستوجب عذاب و ثواب بنانے کے لئے ہے۔ اختیار ہی اگر نہ ہوتا تو وہ تو بالکل مشین کے حکم میں داخل ہوتا اور عذاب و ثواب کا کوئی سوال ہی نہ باقی رہتا۔ ۱۴ے مشرکوں کے استدلال عقلی کی تردید ابھی ہو چکی۔ اب ارشاد ہو رہا ہے کہ ان کے پاس شرک پر کوئی دلیل نقلی ہے؟ کسی قدیم نوشتۂ الٰہی کی سند ہے؟ ——— قرآن مجید نے بار بار مشرکوں کی یہ دُکھتی ہوئی رگ پکڑی ہے اور بار بار اُن سے مطالبہ کیا ہے کہ اثبات شرک پر، اثبات تعدادِ الٰہ پر کوئی دلیل عقلی یا نقلی کسی قسم کی ہو، تو پیش کرو۔ ۱۵ے یعنی بجز اندھی تقلید کے اُن کے پاس دلیل کے نام سے کوئی چیز ہی نہیں۔ نہ عقلی نہ نقلی۔ امام رازیؒ نے کہا ہے کہ آبا پرستی و تقلید جامد کی مذمت میں قرآن مجید میں اگر اور کہیں کچھ نہ ہوتا۔ جب بھی یہی آیات بالکل کافی تھیں۔ ولو لم يكن في كتاب الله الا هذه الآيات لكفت في ابطال القول بالتقليد (کبیر)

مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ ۚ فَاَنْشَرْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا ۚ كَذٰلِكَ
آسمان سے پانی ایک خاص اندازسے برسایا، پھرہم نے اس سے خشک زمین کو زندہ کیا اسی طرح
تُخْرَجُوْنَ ﴿١١﴾ وَالَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا وَجَعَلَ لَكُمْ
تم بھی (اپنی قبروں سے) نکالے جاؤگے، اور جس نے تمام اقسام بنائیں اور تمہارے لئے وہ
مِّنَ الْفُلْكِ وَالْاَنْعَامِ مَا تَرْكَبُوْنَ ﴿١٢﴾ لِتَسْتَوٗا عَلٰى
کشتیاں اور چوپائے بنائے جن پر تم سوار ہوتے ہو ۵۷ تاکہ تم ان کی پیٹھ پر جم کر
ظُهُوْرِهٖ ثُمَّ تَذْكُرُوْا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ اِذَا اسْتَوَيْتُمْ
بیٹھو پھر جب تم اس پر جم کر بیٹھ چکو تو اپنے پروردگار کی (اس) نعمت کو
عَلَيْهِ وَتَقُوْلُوْا سُبْحٰنَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا
یاد کرو اور کہو کہ پاک ذات ہے وہ جس نے ہمارے تابع کردیا اس (سواری) کو اور
كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ ﴿١٣﴾ وَاِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ﴿١٤﴾ وَ
ہم تو ایسے تھے نہیں کہ اس کو قابو میں کر لیتے، اور ہم کو تو اپنے پروردگار ہی کی طرف لوٹنا ہے ۵۸ اور
جَعَلُوْا لَهٗ مِنْ عِبَادِهٖ جُزْءًا ۭ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ
ان لوگوں نے اللہ کا جزء اللہ کے بندوں میں سے ٹھہرالیا، بیشک انسان کھلا ہوا ناشکرا
مُّبِيْنٌ ﴿١٥﴾ اَمِ اتَّخَذَ مِمَّا يَخْلُقُ بَنٰتٍ وَّاَصْفٰىكُمْ
ہے ۵۹ (ہاں تو) کیا (اللہ) نے مخلوق میں سے اپنے لئے بیٹیاں پسند کرلیں اور تمہیں بیٹوں کے
بِالْبَنِيْنَ ﴿١٦﴾ وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمٰنِ
ساتھ مخصوص کردیا؟ درآنحالیکہ ان لوگوں میں سے خود جب کسی کو اسکی بشارت دی جاتی ہے جسے (خدائے) رحمٰن کا

ع ۱۵ / ۷

۵۷ مشرکین کو قائل کرنے کے لئے اب ذات خالق واحد کی دوسری صفات کا بیان ہو رہا ہے یعنی جس خالق کو یکتا تم خود تسلیم کرتے ہو، اُسی کے صفات و کمالات یہ بھی تو ہیں۔ کائنات کے سارے انتظامات میں بھی تو وہی لاشریک لہٗ ہے۔ زمین کی یہ خاص ہیئت اُسی کی حکمت کاملہ نے بنائی ہے کہ اس پر انسان کا رہنا ممکن ہو۔ سطح زمین کے راستوں، سڑکوں میں تقسیم یہ بھی اُسی حکیم مطلق کا فعل ہے کہ تم بآسانی چل پھر سکو۔ آسمان کی طرف سے پانی برسانا ایک خاص مقدار میں، ایک معین وقت پر، حسب ضرورت و مصلحت، یہ سب بھی بس اسی کا کام ہے۔ پھر اُس بارش سے زمین خشک کو سبزہ زار بنا دینا اُسی کی حکمت وصنعت ہے جو بعث و حشر پر بھی اسی طرح قادر ہے۔ اور جو اُس کے یہ ہلکے نمونے روزمرّہ تمہاری آنکھوں کے سامنے لاتا رہتا ہے۔ پھر اشیاء مخلوق کی بے شمار قسمیں، باہم متناسب نمودار کرنا یہ بھی اُسی کی کارسازی ہے اور بحری و بری سواریاں بہم پہنچا دینا یہ بھی اسی کا احسان عظیم ہے۔ اَلَّذِیْ جَعَلَ ..... سُبُلًا۔ زمین کے سارے جغرافی تغیرات جن سے انسان کو مدد مل سکتی ہے، اس کے تحت میں آگئے۔ وَالَّذِیْ .... مَّیْتًا۔ بادل بارش، کاشتکاری، باغبانی کے سلسلہ کے چھوٹے بڑے جتنے تغیرات ہیں سب اس میں شامل ہیں۔ وَالَّذِیْ .... کُلَّهَا۔ مخلوقات کی تنویع، تقسیم، تزویج سب اس کے تحت میں آگئی۔ ~~قال ابن عباس والازواج الضروب والانواع کالحلو والحامض والابیض والاسود والذکر والانثیٰ (کبیر)~~ وَجَعَلَ ..... مَا تَرْکَبُوْنَ۔ دریائی اور زمینی جتنی بھی سواریاں ہیں، سب اسی میں داخل ہیں۔ بعض محققین نے کہا ہے کہ مخلوقات جتنی بھی ہیں، سب جوڑے جوڑے ہیں مثلاً ذات و صفات، آگے پیچھے، داہنے بائیں، اوپر نیچے، ماضی مستقبل، اچھا، بُرا وغیرہ اور یہی دلیل ہے اس کے حادث و ممکن الوجود ہونے کی۔ ~~قال بعض المحققین کل ما سوی اللہ فھو زوج کالفوق والتحت والیمین والیسار وکونھا ازواجا یدل علی کونھا ممکنۃ الوجود فی ذواتھا محدثۃ (کبیر)~~ صرف ذات واجب الوجود فرد مطلق ہے، ہر رشتۂ تضاد و تقابل و شرکت سے ماوراء و مافوق۔ ~~فاما الحق سبحانہ فھو الفرد المنزہ عن الضد والند والمقابل والمعاصد (کبیر)~~

۵۸ اسلام زندگی کے ہر ہر شعبہ کے لئے ایک مکمل دستور العمل ہے۔ وہ انسان کو خدا کی حاکمیت اور اپنی عبدیت کی طرف سے غفلت کی اجازت کسی وقت اور کسی حالت میں نہیں دیتا۔ سواری اچھے گھوڑے کی ہو یا موٹر کی یا ریل کی یا جہاز کی۔ انسان جب کبھی اس نعمت سے مستفید و محظوظ ہوتا ہے تو اکثر اس میں ایک گونہ تفاخر کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے اور اسے وہ اپنے کمال و استحقاق کی جانب منسوب کر کے فخر کرنے لگتا ہے۔ قرآن نے اس کی جڑ کاٹ دی اور ارشاد فرمادیا کہ جب سواریوں سے فائدہ اور لطف اٹھاؤ تو پہلے دل میں خدائی نعمتوں کا استحضار کر لو۔ اور یہ خیال تازہ کر لو کہ یہ جو کچھ بھی مل رہا ہے یہ سب عنایت و افضال الٰہی سے مل رہا ہے اسی نے تم میں اتنی طاقت، ہمت و تدبیر دے دی ہے اور بہتر یہ ہے کہ زبان سے بھی یہ کہہ ڈالے کہ ہم میں کوئی ذاتی استحقاق اس کا کب تھا۔ ہم ایسے طاقتور، یا ایسے ہنرور کب تھے کہ ان سواریوں کو قابو میں لے آتے۔ یہ تو محض آپ کا فضل و کرم ہے اور ہم کو عین وقت فرح و مسرت میں اپنا انجام یاد ہے کہ ہم اور ہماری لذتیں فانی ہیں، باقی نہیں، ہم سب کو اپنے پروردگار کے حضور میں حساب و جواب کے لئے حاضری دینا ہے ——— جس قوم کے دل میں اپنی عبدیت کا یہ استحضار اور جس کی زبان پر اس قسم کے کلمات خودشناسی رہیں، کہیں اسے بھی گھمنڈ اور دعویٰ اپنے ایٹم بم، ہائیڈروجن بم اور دوسری ہلاکت بار مشینوں کا ہو سکتا ہے؟

۵۹ یہ عام فطرت بشری کا بیان ہے کہ انسان بجائے نعمتوں کی شکرگذاری کے الٹا ناسپاسی و نافرمانی کی طرف چلا جاتا ہے۔ وَجَعَلُوْا ...... جُزْءًا۔ مثلاً مسیحی جو الوہیت کے اجزاء روح القدس و مسیح کو بھی قرار دیئے ہوئے ہیں۔ ~~المراد انھم اثبتوا لہ ولدا (کبیر)~~ فلسفۂ قدیم کی اصطلاحوں میں مسئلہ کی تقریر یہ ہوگی کہ خدا کو جب خالق مان لیا تو لازم ہے کہ وہ قدیم بھی ہو کیونکہ حادث موجدِ کل ہو ہی نہیں سکتا۔ اور جب وہ قدیم ٹھہرا تو اس سے عدم ترکیب بھی اس کے لئے لازم آئی۔ جو مرکب ہے وہ قدیم کیونکر ہو سکتا ہے تو جو قدیم، غیر مرکب ہے اس کا کوئی جزء تسلیم کرنا اُسے مرکب و حادث قرار دینا ہوا! آیت کے ایک معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ انہوں نے مخلوقات کے درمیان تقسیم کر دی، کچھ کو اللہ کیلئے رکھا اور کچھ کو غیر اللہ کے سپرد کر دیا۔ ~~زعموا ان کل العباد لیس للہ بل بعضھا للہ وبعضھا لغیر اللہ (کبیر)~~ جَعَلُوْا۔ جعل آیت میں حکم لگانے یا قرار دینے کے معنی میں ہے۔ ~~و معنی الجعل ھھنا الحکم بالشیء (معالم)~~

لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ (٣) وَاِنَّهٗ فِیْٓ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَیْنَا

تاکہ تم (خوب) سمجھ جاؤ ۵۱ اور بیشک وہ لوح محفوظ میں ہمارے پاس ہے

لَعَلِیٌّ حَكِیْمٌ (٤) اَفَنَضْرِبُ عَنْكُمُ الذِّكْرَ صَفْحًا اَنْ

بڑے مرتبہ کا، حکمت سے بھرا ہوا ۵۲ کیا ہم تم سے (اس) نصیحت نامہ کو اس لئے ہٹا لیں گے کہ

كُنْتُمْ قَوْمًا مُّسْرِفِیْنَ (٥) وَكَمْ اَرْسَلْنَا مِنْ نَّبِیٍّ

تم حد سے گذر جانے والے ہو ۵۳ اور ہم پہلے لوگوں میں بہت سے نبی بھیجتے

فِی الْاَوَّلِیْنَ (٦) وَمَا یَاْتِیْهِمْ مِّنْ نَّبِیٍّ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ

رہے ہیں اور اُن (لوگوں) کے پاس کوئی نبی (ایسا) نہیں آیا جس سے انہوں نے

یَسْتَهْزِءُوْنَ (٧) فَاَهْلَكْنَآ اَشَدَّ مِنْهُمْ بَطْشًا وَّ

تمسخر نہ کیا ہو ۵۴ پھر ہم نے اُن لوگوں کو جو ان (موجودہ مخاطبین) سے بھی زیادہ زور آور

مَضٰى مَثَلُ الْاَوَّلِیْنَ (٨) وَلَىِٕنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ

تھے غارت کر ڈالا اور پہلے لوگوں کی یہ حالت گزر چکی ہے ۵۵، اور اگر آپ اُن سے پوچھیں کہ آسمانوں اور

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَیَقُوْلُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِیْزُ

زمین کو کس نے پیدا کیا تو یہ یقیناً کہینگے کہ انہیں پیدا کیا ہے (اسی خدائے) ہمہ توان نے

الْعَلِیْمُ (٩) الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّجَعَلَ

ہمہ داں نے ۵۶ وہی جس نے تمہارے لئے زمین کو فرش بنا دیا اور اُس میں

لَكُمْ فِیْهَا سُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ (١٠) وَالَّذِیْ نَزَّلَ

اُس نے تمہارے لئے راستے بنا دیئے، تاکہ تم راہ پاتے رہو اور جس نے

۵۱ (اہل عرب بطور مخاطب اوّل کے) وَالْكِتٰبِ الْمُبِیْنِ۔ قرآن ایک بالکل واضح کتاب بلحاظ اپنے پیش کئے ہوئے مہمات عقائد کے بھی ہے اور بلحاظ اپنے احکام اساسی واوّلی کے۔
وَ۔ کلام عرب میں تاکید وزور کلام کے موقع پر قسم لانے کا دستور عام ہے، اور استشہاد کا پہلو جو قسم میں ہوتا ہے، وہ اس خاص موقع پر عیاں وظاہر ہے یعنی قرآن پر غور کرنے سے خود اس کے مضامین کا اعجاز ظاہر ہوا جا رہا ہے۔ عربی اسلوب بیان ہی سے کہ مثلاً جب عرب ادیب، خطیب، شاعر کو اپنی شجاعت ودلیری کا اظہار مقصود ہوگا تو بجائے اس کے کہ اُردو محاورہ کے مطابق وہ یہ کہے کہ میرے کارناموں پر میری تلوار گواہ ہے، وہ یہ کہے گا کہ مجھے تلوار کی قسم ہے۔ اقسام قرآنی کی حقیقت کے لئے ملاحظہ ہوں "قرآنی قسمیں" بطور (پ ۱۴، سورۃ الحجر کے) ضمیمہ کے۔ جَعَلْنٰهُ۔ ضمیر ہ ظاہر ہے کہ الكتٰب کی جانب ہے۔ حٰمٓ۔ اس پر حاشیہ گذر چکا ہے۔ اِنَّا جَعَلْنٰهُ۔ بڑی پُرانی بحث چلی آرہی ہے کہ قرآن مجید قدیم، غیر مخلوق ہے یا حادث ومخلوق۔ آیت کے لفظ جَعَلَ سے اہل اعتزال کو اپنے مسلک حدوث قرآن کی گویا سند ہاتھ آگئی ہے، القائلون بحدوث القرآن احتجوا بهذه الآية (کبیر) اہل سنت کا مذہب صحیح یہ ہے کہ قرآن مجید کی حیثیتیں دو ہیں۔ ایک معنوی، دوسرے تعبیری، معنوی حیثیت سے یعنی فی نفسہٖ کلام ہونے کے اعتبار سے دوسری صفات الٰہی کی طرح وہ بھی قدیم اور غیر مخلوق اور ہر عرض (صوت، صورت، حروف ولغت وغیرہ) سے منزہ ومبرا ہے، رہی اُس کی دوسری یا تعبیری حیثیت، سو ہماری فہم وادراک کی گرفت میں لانے کے لئے وہ مجموعۂ اعراض ہے اس میں حروف ہیں، کلمات ہیں، نقوش ہیں وقس علیٰ ہذا۔ اور اس اعتبار سے اس کا حادث ومخلوق ہونا بالکل ظاہر ہے۔ الْمُبِیْنُ۔ صفت مبین کا ایک پہلو تو ظاہر لفظ وعبارت کے لحاظ سے ہے۔ اور اس معنی میں وہ اپنے مخاطبین اوّل یعنی قوم عرب کے لئے بالکل واضح ہے۔ اور دوسرا پہلو اُس کے معانی ومطالب کے لحاظ سے ہے کہ اس نے راہ ہدایت واصلاح کو طریق کفر وضلالت سے بالکل واضح وممتاز کر دیا ہے۔ اور اس معنی میں اس کی ابانت کا تعلق سارے عالم سے ہے۔ وفی وصف الكتٰب بكونه مبينا وجوه الاول انه المبين للذين انزل اليهم لانه بلغتهم ولسانهم والثانی المبين الذی ابان طريق الهدى من طريق الضلالة وابان كل باب عما سواه وجعلها مفصلة ملخصة (کبیر)

۵۲ (اپنے نازل کرنے والے کے ہم صفت) لَعَلِیٌّ حَكِیْمٌ۔ سورۂ ماقبل کے ختم کے قریب حق تعالیٰ کی شان انہیں صفات کے ساتھ بیان ہو چکی ہے۔ اِنَّهٗ عَلِیٌّ حَكِیْمٌ اب ذکر اس کا ہے کہ کلام بھی متکلم ہی کی شان کے مطابق بڑے رتبہ والا ہے، خاک کو پاک بنا دینے والا ہے اور حکمتوں اور دانائیوں سے لبریز ہے ——— جس کتاب پر دار و مدار سارے عالم کی ہدایت ورہنمائی کا ہو، بیشک اُسے ہونا بھی ایسا ہی تھا۔ الْكِتٰبِ۔ سے یہاں مُراد لوح محفوظ ہے (ابن جریر) لَدَیْنَا۔ باعتبار شرف واختصاص کے ہے۔ یہ قرب رُتبہ ہے، قرب مکان نہیں۔

۵۳ یعنی کیا قرآن کا نزول اور اس کی تبلیغ اس لئے موقوف کر دی جائیگی کہ تم اس پر ایمان نہیں لاتے، حالانکہ عین حکمت ورحمت دونوں کا تقاضا ہے کہ یہ فیض کامل برابر جاری رہے۔ هذا الكلام يحتمل وجهين الاول الرحمة والثانی المبالغة فی التغليظ (کبیر)

۵۴ (لیکن اس تکذیب واستہزار کے باوجود سلسلۂ ارشاد وہدایت برابر ہی جاری رہا) یہاں دو تاریخی حقیقتوں کا اعلان ہے۔ ایک یہ کہ زمانۂ ماضی میں انبیاء کثرت سے آتے رہے۔ دوسرے یہ کہ اُن کے ساتھ منکرین کی طرف سے تمسخر واستہزار کا سلسلہ بھی برابر جاری رہا۔

۵۵ (اس لئے آپ فکر نہ کریں۔ ان کا بھی یہی انجام ہونا ہے۔ اور خود یہ بھی مطمئن نہ رہیں کہ آخر پُرانے نمونے اُن کے سامنے موجود ہی، ہیں)

۵۶ جہاں تک نفس تخلیق کا سوال ہے، مشرکین بھی اکثر اور عموماً توحید ذات ہی کے قائل ہیں اور صفت خالقیت میں بہت کم کسی کو شریک ٹھہراتے ہیں۔ سارا زور شرک کا صفاتِ ربوبیت وغیرہ میں اچھل پڑتا ہے مشرکین عرب بھی خالق کو واحد ہی تسلیم کرتے تھے۔

مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ ؕ

کسی آڑ سے، یا کسی (فرشتہ) قاصد کو بھیج دے، سو وہ وحی پہنچادے اللہ کے حکم سے، جو اللہ کو منظور ہوتا ہے۵۷

اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ ﴿۵۱﴾ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ

بیشک وہ عالیشان ہے، حکمت والا ہے۵۸ اور اسی طرح ہم نے آپکے پاس وحی یعنی اپنا حکم

اَمْرِنَا ؕ مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ

بھیجا ہے۵۹ آپ کو نہ یہ خبر تھی کہ کتاب کیا چیز ہے، اور نہ یہ کہ ایمان (کیا چیز ہے)۶۰ لیکن

جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا ؕ وَ

ہم نے اس (قرآن) کو نور بنادیا ہے کہ اسکے ذریعہ سے ہم ہدایت کرتے ہیں بندوں میں سے جسکو چاہتے ہیں

اِنَّكَ لَتَهْدِيْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۵۲﴾ صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِيْ

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ راہِ راست ہی کی ہدایت کر رہے ہیں۶۱ یعنی راہ اسی اللہ کی کہ

لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ اَلَاۤ اِلَى اللّٰهِ

آسمانوں اور زمین میں جو کچھ بھی ہے سب اُسی کا ہے یاد رکھو سب امور اسی کی

تَصِيْرُ الْاُمُوْرُ ﴿۵۳﴾ ع ۵/۶

طرف رجوع کرتے ہیں ۶۲

سُوْرَةُ الزُّخْرُفِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ تِسْعٌ وَّثَمَانُوْنَ اٰيَةً وَّسَبْعُ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ زخرف مکہ میں نازل ہوئی شروع اللہ نہایت مہربان بار بار رحم کرنیوالے کے نام سے اسکی ۸۹ آیتیں اور ۷ رکوع ہیں

مع حٰمٓ ﴿۱﴾ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ﴿۲﴾ اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا

حا۔میم قسم ہے (اس) کتاب واضح کی کہ ہم نے اس کو عربی زبان کا قرآن بنایا ہے

۵۷ یہاں یہ مسئلہ بیان فرمایا گیا ہے کہ عام فطری قوائے بشری اس قابل ہی نہیں کہ حق تعالیٰ سے براہِ راست عزت ہمکلامی حاصل کرسکیں۔ مخاطبت کے ممکن طریقے صرف تین ہیں: (۱) بطریقِ وحی یعنی بلاواسطہ مدرکاتِ طبعی قلب میں کوئی بات ڈال دی جائے۔ (۲) بواسطہ حجاب کچھ کلام کیا جائے۔ حجاب کا تعلق تجلّیِ حق سے نہیں ضعفِ ادراک سے ہے۔ حجاب بہ حجابِ عظمت ہے جو مشاہدۂ تجلیات سے بشر کو روک دیتا ہے ذاتِ حق محجوب نہیں۔ "اور یہ حجاب کوئی جسم حائل نہیں۔ اور نہ یہ حجاب حق تعالیٰ کے نورِ ذات کو مخفی کرسکتا ہے۔ بلکہ حقیقت اس حجاب کی بشر کا ضعفِ ادراک ہے جس سے باوجود کمالِ ظہورِ نورِ ذات کے یہ ادراک سے قاصر ہے۔" (تھانویؒ) (ولیس المراد بہ حجاب اللّٰہ تعالیٰ لانّ اللّٰہ تعالیٰ لا یجوز علیہ ما یجوز علی الاجسام من الحجاب ولکن المراد بہ ان السامع محجوب عن الرؤیۃ فی الدنیا۔ مدارک) (۳) تیسرا طریقہ یہ ہے کہ فرشتہ کے ذریعہ سے وحی بشر کو بھیج دی جاتی ہے۔ اس وحی کے مخاطب حضرات انبیاء تو قطعی ہوتے ہیں اور غیر انبیاء کے لئے بھی اس کی گنجائش ہے جیساکہ حضرت مریمؑ کے معاملہ میں قرآن مجید ہی سے ثابت ہے۔ اور یہ منکرین و مشرکین جو خود مخاطبۂ الٰہی کی تمنا میں ہیں ان کا ظرف ان میں سے کسی طریق کے بھی قابل نہیں۔ ۵۸ عَلِيٌّ "وہ بلند شان ہے اور اس کی عُلوِّ شان کا تقاضا یہی ہے کہ بندہ کو اس سے ہمکلامی کی مجال ہی نہ ہو۔ حَكِيْمٌ۔ لیکن وہ حکیم مطلق بھی ہے۔ اسلئے اُس نے بندوں کے مصالح پر نظر کر کے اپنی ہمکلامی کے تین طریقے نکال دیئے۔ ۵۹ (اور آپؐ کو نبی بنا کر آپ کی نبوت پر دلائل قائم کئے ہیں) رُوْحٌ سے یہاں مراد قرآن یا وحی ہے۔ جبرئیل یا فرشتہ مراد نہیں۔ (وما اوحی الیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام او القرآن الذی ھو للقلوب بمنزلۃ الروح للابدان ... والمراد بہ القرآن ... الحیاۃ من موت الجہل ... الکفر۔ کبیر) كَذٰلِكَ یعنی جس طرح ہم انبیاءِ قدیم پر وحی نازل کرتے رہے ہیں۔ (ای کما اوحینا الی الرسل قبلک۔ مدارک) ۶۰ یہاں اس عام حقیقت کا اظہار ہے کہ بلا فیضانِ الٰہی، کامل ترین استعداد و صلاحیت رکھنے والا بھی بیکار ہے اور اس خاص حقیقت کا اعلان کہ قبل نبوت آپ کی یہ لاعلمی ہرگز اُن کمالات کی قادح نہیں جو بعد نبوّت آپؐ کو حاصل ہوئے۔ مُرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ کمالات سب کے سب موہوب ہیں۔ جس کو ہبہ کمالات پر قدرت ہے۔ اُس کو سلب کمالات پر بھی قدرت ہے تو کسی کو بھی اپنے کمال پر ناز نہ چاہیئے۔ ۶۱ (اسی کتاب کے ذریعہ سے) یہاں اس حقیقت کا اعادہ ہے کہ محمدؐ بن عبداللہ نامی شخص نہ اپنے ارادہ و اختیار سے رسُول و صاحبِ وحی بن گئے نہ اپنے ارادہ و اختیار سے قرآن اپنے اُوپر اتار لائے اور نہ بندوں کی عام ہدایت یابی اُن کے اختیار میں ہے ــــ یہ سارے کام صرف حق تعالیٰ کے ہیں۔ ہ ضمیرہٗ الکتٰب کی طرف ہے۔ ۶۲ (اور کسی مخلوق کو نہ کوئی اختیار ان تصرفات کا ہے، نہ کوئی شرکت آسمان و زمین میں ہے) یہاں صفاتِ باری میں سے دو صفات کمال کا اثبات ہے۔ ایک حق تعالیٰ کی ملکیت کاملہ کا، دوسرے اُس کی طرف مرجعیت مطلقہ کا۔

يَأْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهُ مِنَ اللّٰهِ ۭ مَا لَكُمْ مِّنْ مَّلْجَاٍ
ایسا دن آپہنچے جس کے لئے اللہ کی طرف سے کوئی ہٹنا نہیں، تم کو اُس روز کوئی پناہ
يَّوْمَىِٕذٍ وَّمَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِيْرٍ ۴۷ فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَمَآ
نہ ملے گی، اور نہ تمہارے بارہ میں کوئی روک ٹوک کرنیوالا ہے ۵۳ یہ لوگ اگر پھر بھی اعراض کئے رہیں
اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۭ اِنْ عَلَيْكَ اِلَّا الْبَلٰغُ ۭ وَاِنَّآ
تو ہم نے آپ کو ان پر کوئی نگراں کرکے نہیں بھیجا ہے، آپ کے ذمہ صرف پہنچا دینا ہے ۵۴ اور ہم
اِذَآ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً فَرِحَ بِهَا ۚ وَاِنْ
انسان کو جب کچھ اپنی عنایت کا مزہ چکھا دیتے ہیں تو وہ اس پر خوش ہو جاتا ہے، اور اگر
تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَاِنَّ الْاِنْسَانَ
ایسے لوگوں پر کوئی مصیبت آپڑتی ہے اُن کرتوتوں کے بدلہ میں جو وہ پہلے اپنے ہاتھوں کر چکے ہیں تو انسان
كَفُوْرٌ ۴۸ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ يَخْلُقُ مَا يَشَاۗءُ ۭ
ناشکری کرنے لگتا ہے ۵۵ اللہ ہی کی سلطنت ہے آسمانوں اور زمین میں، وہ جو چاہتا ہے پیدا کر دیتا ہے
يَهَبُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ الذُّكُوْرَ ۴۹ اَوْ
جس کو چاہتا ہے (اولاد) مادہ عنایت کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے (اولاد) نرینہ عنایت کرتا ہے، یا
يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا ۚ وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَاۗءُ عَقِيْمًا ۭ اِنَّهٗ
اُن کو نر و مادہ (کی صورت میں) جمع بھی کر دیتا ہے، اور جسے چاہتا ہے لاولد رکھتا ہے بیشک وہ
عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ۵۰ وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ
بڑا علم والا ہے، بڑا قدرت والا ہے ۵۶ اور یہ کسی بشر کا مرتبہ نہیں کہ اللہ اسی سے کلام کرے مگر ہاں یا تو وحی سے یا

۵۳ (جو اُنہا پوچھ ہی لے کہ ان لوگوں کا یہ حال کیوں
بنایا ہے) یَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ۔ یعنی دنیا میں تو عذاب کا
ہٹ جانا ممکن بھی ہے وہاں مہلت و توقف کی کوئی
صورت ہی نہ ہوگی۔ ۵۴ (ہمارے احکام و
پیامات کا) مطلب یہ ہے کہ اتنے سمجھانے بجھانے کے بعد
بھی یہ لوگ بدستور ایمان سے منکر رہیں تو آپ زیادہ
فکر و تردد میں نہ پڑیئے۔ آپ سے اُن کے اعمال سے
متعلق باز پُرس کا احتمال ہی نہیں۔ ۵۵ (بجائے
اس کے کہ حق تعالیٰ کی طرف بطریق توبہ والتجاء رجوع کرے)
اِنْسَانَ سے آیت میں دونوں جگہ کافر قسم کا انسان
مُراد ہے۔ اِذَآ ..... بِهَا یعنی بجائے اس کے
کہ منعم کی جانب منسوب کرکے اُس کی شکرگذاری میں
لگ جائے۔ یہ اُسے اپنی جانب منسوب کرکے بے جا
طور پر اترانے لگتا ہے۔ ۵۶ دنیا میں جو کچھ بھی ہو
رہا ہے کسی کے اولاد خوب ہوتی ہے، کوئی لاولد رہتا ہے۔
کسی کے صرف بیٹیاں ہوتی ہیں کسی کے صرف بیٹے کسی کے
دونوں۔ سو یہ سب کچھ محض اٹکل پچو۔ اندھا دھند نہیں ہو
رہا ہے۔ فرد، جماعت، کائنات سب کی بے انتہا حکمتوں
اور بیشمار مصلحتوں کے پیش نظر ایک حکیم مطلق کے زیر انتظام
ہو رہا ہے پھر اسی حکیم مطلق کی قدرت اور اختیارات بھی
محدود نہیں، لامحدود ہیں۔ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ۔ اس
کی قوت تخلیق بھی غیر محدود ہے جس کو جب اور جس طرح
چاہے پیدا کرے۔ آیت میں عام قدرت الٰہی کا
بیان ہے کسی خاص واقعہ کی تعیین مراد نہیں ~~على~~
~~الاكثر من المفسرين هذا الحكم عام في حق~~
~~الناس لان المقصود بيان نفاذ قدرة الله في تكوين~~
~~الاشياء كيف شاء ولذا فلم يكن للتخصيص معنا~~
~~كبيرا~~

وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ وَّلِيٍّ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ؕ

اور جسے اللہ گمراہ کردے اس کے لئے اللہ کے سوا کوئی چارہ ساز نہیں ۴۹

وَتَرَى الظّٰلِمِيْنَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ يَقُوْلُوْنَ هَلْ

اور آپ کافروں کو دیکھیں گے کہ جب وہ عذاب کا مشاہدہ کرینگے تو کہتے ہونگے کہ آیا

اِلٰى مَرَدٍّ مِّنْ سَبِيْلٍ ۚ ﴿۴۴﴾ وَتَرٰىهُمْ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا

واپس جانے کی کوئی صورت ہے؟ اور آپ انہیں دیکھیں گے کہ وہ دوزخ کے روبرو

خٰشِعِيْنَ مِنَ الذُّلِّ يَنْظُرُوْنَ مِنْ طَرْفٍ خَفِيٍّ ؕ

لائے جائینگے ذلت سے جھکے ہوئے سست نگاہوں سے دیکھتے ہوئے ۵۰

وَقَالَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْۤا

اور ایمان والے کہیں گے کہ (اصلی) خسارہ والے تو وہ لوگ ہیں جو اپنی

اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ

ذات سے اور اپنے متعلقین سے قیامت کے دن خسارہ میں پڑے، یاد رکھو کہ کافر

فِيْ عَذَابٍ مُّقِيْمٍ ﴿۴۵﴾ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ اَوْلِيَآءَ

عذاب دائمی میں رہیں گے ۵۱ اور ان کے کوئی چارہ ساز نہ ہونگے

يَنْصُرُوْنَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا

جو اللہ سے الگ ہوکر اُن کی مدد کرسکیں اور جس کو اللہ گمراہ کرے اس کے

لَهٗ مِنْ سَبِيْلٍ ؕ ﴿۴۶﴾ اِسْتَجِيْبُوْا لِرَبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ

لئے کوئی راہ نہیں ۵۲ کہنا مان لو اپنے پروردگار کا قبل اس کے کہ

۴۹ (کہ وہ اسے زبردستی راہ راست پر لے آئے) وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ۔ یہ اضلال اسی بناء پر ہوگا کہ اُس بندہ کے اندر حق کی طلب و تلاش موجود نہیں۔

۵۰ (جس طرح ایک خوفزدہ انسان دیکھتا ہے) الظّٰلِمِيْنَ۔ ظالم۔ یہاں بھی کافر کا مرادف ہے

۵۱ ایسے ظالم جو عذاب ابدی کے مستحق ہیں ظاہر ہے کہ صرف کافر و مشرک ہی ہوسکتے ہیں۔ ورنہ جو کسی درجہ میں بھی مومن ہوگا وہ بہرحال آخرکار جنتی ضرور ہو جائیگا۔

۵۲ (نہ نجات کی، نہ معذرت کی، نہ نصرت کی) وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ۔ یہ اضلال ان لوگوں کے عدم تلاشِ حق کی پاداش میں ہوگا — یہ اضلال کی نسبت حق تعالیٰ کی جانب ہمیشہ تکوینی ہی حیثیت سے بطور مسبب الاسباب کے ہوگی۔

وَالَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۪ وَ

اور جن لوگوں نے اپنے پروردگار کا حکم مانا اور نماز کی پابندی کی اور

اَمْرُهُمْ شُوْرٰی بَیْنَهُمْ ۪ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ ۳۸ ج

اُن کا (یہ اہم) کام باہمی مشورہ سے ہوتا ہے اور جو کچھ ہم نے انہیں دے رکھا ہے اس میں سے خرچ کرتے رہتے ہیں ۴۳

وَالَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْیُ هُمْ یَنْتَصِرُوْنَ ۳۹

اور وہ ایسے ہیں کہ جب اُن پر ظلم واقع ہوتا ہے تو وہ (برابر کا) بدلہ لے لیتے ہیں ۴۴

وَجَزٰٓؤُا سَیِّئَةٍ سَیِّئَةٌ مِّثْلُهَا ج فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ

اور بُرائی کا بدلہ بُرائی ہے ویسی ہی لیکن جو کوئی معاف کردے اور اصلاح کرلے

فَاَجْرُهٗ عَلَی اللّٰهِ ط اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ ۴۰ وَلَمَنِ

تو اس کا اجر اللہ کے ذمہ رہا بیشک اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا ۴۵ اور جو

انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَیْهِمْ مِّنْ سَبِیْلٍ ۴۱ ط

اپنے اُوپر ظلم ہونے کے بعد بدلہ (برابر کا) لے لے، سو ایسے لوگوں پر کوئی الزام نہیں ۴۶

اِنَّمَا السَّبِیْلُ عَلَی الَّذِیْنَ یَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَیَبْغُوْنَ

الزام تو اُن لوگوں پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے اور زمین پر

فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ ط اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۴۲

ناحق سرکشی کرتے (پھرتے) ہیں ایسوں کے لئے دردناک عذاب ہے ۴۷

وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۴۳ ع

اور جو شخص صبر کرے اور معاف کردے، یہ البتہ بڑے ہمت کے کاموں میں سے ہے ۴۸

ع ۴ ۱۴ ۵

۴۳ یہ سارے اوصاف مومنین صادقین کے بیان ہو رہے ہیں۔ انفرادی و اجتماعی دونوں قسم کی نیکیاں ان میں آگئیں۔ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰی بَیْنَهُمْ۔ باہمی مشورہ کی اہمیت اسی سے ظاہر ہے کہ شوریٰ کا ذکر نماز و زکوٰۃ کے ساتھ فرمایا گیا ہے —— اجتماعی صورت میں اس حکم کی تعمیل کی صورت یہ ہے کہ حکومت، حکومت شوریٰ ہو۔ جیسی کہ خلفاءِ راشدین کی تھی۔ فقہاء مفسّرین نے شوریٰ کی اہمیت کو خوب سمجھا ہے۔ ~~یدل علی جلالة موقع المشورة لذکره لها مع الایمان واقامة الصلوٰة ویدل علی انا مامورون بها~~ (جصاص)۔ البتہ شوریٰ کے سلسلہ میں یہ یاد رہے کہ مشورہ صرف انہیں اُمُور میں پسندیدہ ہے، جو بجائے خود قابلِ مشورہ ہوں بھی۔ اور جو چیزیں احکامِ قطعی میں داخل ہیں مثلاً نماز پنجگانہ، رمضان کے روزے وغیرہا سو اُن میں مشورہ نہیں۔

۴۴ (اور ظلم و زیادتی کے جواب و انتقام میں خود بھی ظلم و زیادتی نہیں کرنے لگتے) آیت کا یہ مطلب نہیں کہ وہ لوگ معاف کرنا نہیں جانتے۔ ~~والمعنی ان یقتصروا فی الانتصار علی ما یجعله الله لهم ولا یعتدونه~~ (کبیر) ~~ای ینتصرون بالانتصار غیرهم بعد ویتجاوزون~~ (روح) ~~وقال السدی معناه ممن بغی علیهم من غیر ان یعتدوا علیهم~~ (جصاص)

۴۵ (خواہ وہ ظالم ظلم کی ابتدا کرنے والے ہوں یا جوابِ انتقام میں حدود سے تجاوز کر جانے والے ہوں) جَزٰٓؤُا …… مِثْلُهَا۔ جزائے سیئہ کو سیئہ کہنا ظاہر ہے کہ مجازاً ہے۔ ورنہ درحقیقت یہ تو بُرائی کی سزا ہوئی نہ کہ خود کوئی بُرائی۔ وَاَصْلَحَ۔ یعنی اپنے باہمی معاملات کو درست کرلیا۔ ~~بینه وبین خصمه بالعفو والاغضاء~~ (مدارک) مِثْلُهَا۔ یعنی سزائے جرم بھی درجۂ جُرم کی مناسبت ہی سے دی جائے۔ اس سے تجاوز نہ کیا جائے۔ ~~والمعنی انه یجب اذا قوبلت الاساءة ان تقابل بمثلها من غیر زیادة~~ (مدارک) ~~هذه الآیة اصل کبیر فی علم الفقه فان مقتضاها ان تقابل کل جنایة بمثلها~~ (کبیر)

۴۶ یہاں دو اصُول ارشاد ہوئے ہیں:- (۱) ایک قانون عدل، کہ جو جیسا کریگا، ویسا پائے گا۔ مثلاً دانت کا بدلہ دانت اور آنکھ کا بدلہ آنکھ لیکن یہاں بھی یہ شرط ہے کہ وہ شے فی نفسہٖ ممنوع و حرام نہ ہو۔ مثلاً لُوٹ کا بدلہ لُوٹ اور زنا کے عوض زنا، کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ (۲) دوسرا قانون فضل۔ یعنی رحم و رعایت کا قانون۔ آیت سے انتقام کا صرف جواز نکلتا ہے نہ کہ اُس کی ماموریت۔ ~~ومقتضی ذلک اباحة الانتصار لا الامر به~~ (جصاص)

۴۷ یہاں یہ حقیقت بیان کردی کہ تشدد مطلق صورت میں اسلام میں ممنوع نہیں۔ ممنوع و حرام تو صرف تشدد بے جا ہے۔ وَیَبْغُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ۔ اس سے اس جانب بھی اشارہ ہوگیا کہ کبرِ نفس ہی ظلم و زیادتی کی جانب لے آتا ہے۔

۴۸ یہاں سے یہ مسئلہ صاف ہوگیا کہ انتقام کی بھی جائز حدود کے اندر پوری اجازت اسلام میں ہے لیکن اولیٰ و افضل معاف ہی کردینا ہے۔ فطرتِ بشری کی کیسی ٹھیک ٹھیک اور پوری رعایت ہماری شریعت میں موجود ہے۔

مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿٣١﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهِ الْجَوَارِ فِي الْبَحْرِ
نہ کارساز ہے نہ مددگار ۳۷ اور اُس کی (قدرت کی) نشانیوں میں سے سمندر میں
كَالْاَعْلَامِ ﴿٣٢﴾ اِنْ يَّشَاْ يُسْكِنِ الرِّيْحَ فَيَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ
پہاڑ جیسے جہاز ہیں ۳۸ اگر چاہے تو ہوا کو ٹھہرا دے تو وہ جہاز سمندر کی سطح پر کھڑے کے
عَلٰى ظَهْرِهٖ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿٣٣﴾
کھڑے رہ جائیں بیشک اس میں نشانیاں ہر صابر شاکر کے لئے ہیں ۳۹
اَوْ يُوْبِقْهُنَّ بِمَا كَسَبُوْا وَيَعْفُ عَنْ كَثِيْرٍ ﴿٣٤﴾ وَّيَعْلَمَ
یا (چاہے تو) تباہ کردے اُن جہازوں کو بسبب اِن لوگوں کے کرتوتوں کے اور بہت لوگوں سے درگذر بھی کر جائے ۴۰ اور اُن
الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْ اٰيٰتِنَا ؕ مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ ﴿٣٥﴾
لوگوں کو معلوم ہو جائے جو ہماری آیتوں میں جھگڑے نکالتے رہتے ہیں کہ اب اُن کے بچاؤ کی کوئی صورت نہیں
فَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَمَا
غرض جو کچھ بھی تم کو دیا گیا ہے وہ دنیوی زندگی کے برتنے کے لئے ہے ۴۱ اور
عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ
اللہ کے پاس جو کچھ ہے وہ بہتر بھی ہے اور پائیدار تر بھی، وہ اُن لوگوں کے لئے ہے جو ایمان والے ہیں اور اپنے
يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿٣٦﴾ وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ
پروردگار پر بھروسہ رکھتے ہیں، اور جو کبیرہ گناہوں اور بیحیائیوں سے
وَالْفَوَاحِشَ وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ ﴿٣٧﴾
بچتے رہتے ہیں اور جب انہیں غصہ آتا ہے تو معاف کر دیتے ہیں ۴۲

۳۷ یہ سب مشرک، جاہلی قوموں کے رد میں ہے۔ جو سمجھتے تھے کہ فلاں جگہ پناہ لے لینے سے خدائی گرفت کی دسترس سے باہر ہو جائینگے یا بعد موت فلاں فلاں دیوی دیوتا گاڑھے وقت کام آجائینگے۔ ۳۸ یعنی ایسے اُونچے اُونچے جہاز کہ گویا پہاڑ تیرنے لگے۔ ان عظیم الشان جسامت والوں کا پانی پر رواں دواں ہونا حق تعالیٰ کی کمال صناعی کی دلیل ہے جس محل ترغیب پر اور جس سیاق میں ان اُونچے اُونچے جہازوں کا ذکر آیا ہے اُس سے اس پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ جہاز رانی اور جہاز سازی اسلام کی نظر میں مبغوض و ناپسندیدہ نہیں بلکہ گونہ پسندیدہ ہے۔ ۳۹ یعنی اُس کی قدرت و صناعت پر دلالت کرنے والی نشانیاں کہ وہی ہوا کو چلاتا ہے، اور ہوا جہاز کو حرکت میں لاتی ہے۔ الرِّيْحَ۔ ریح (ہوا) کا مفہوم بہت وسیع ہے دخانی جہازوں کی اسٹیم بھی ہوا ہی کی ایک شکل ہے۔ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ۔ بندہ کے لئے زندگی بھر دو ہی حالتیں ممکن ہیں۔ یا غم و حرمان کی اور یا مسرت و راحت کی۔ مومن پہلی صورت میں صبر و تسلیم سے کام لیتا رہتا ہے۔ اور دوسری صورت میں شکر گذاری سے اور یہ دونوں صورتیں حق تعالیٰ سے جڑے رہنے ہی کی ہیں۔ حق تعالیٰ سے غفلت کا مجرم وہ بہر حال کسی صورت میں بھی نہیں ہوتا۔ وان یکون اما فی البلاء واما فی الالاء فان کان فی البلاء کان من الصابرین وان کان فی النعماء کان من الشاکرین فلذا لایکون البتۃ من الغافلین (کبیر) ۴۰ یعنی جس طرح جہازوں اور عظیم الشان جہازوں کو چلتے چلاتے، متحرک رکھنا اُس کی قدرت عظمت، صنعت کی ایک دلیل ہے۔ اسی طرح یہ بھی اُسکی مشیت و قدرت میں داخل ہے کہ جب چاہے ان جہاز والوں کی بداعمالی کی پاداش میں ان جہازوں کو طوفان لاکر تند و تیز ہوا چلا چلا کر تباہ بھی کر دے۔ يُوْبِقْهُنَّ۔ هُنَّ کا مضاف اهل مقدر ہے۔ اصل ترکیب کلام یوں ہے۔ او یوبق اھلھن والمراد علی ما قال غیر واحد اهلاك اهلها (روح) ۴۱ (کہ خاتمہ عمر کے ساتھ اس کا بھی خاتمہ ہو جائیگا) اور اسی سے ظاہر ہے کہ مطلوب و مقصود بنانے کے قابل دنیا نہیں صرف آخرت ہے۔ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا۔ حیات دنیا کے ساتھ متاع کا لفظ اُسکی ذلت و حقارت کے لئے ہے۔ سماه متاعا تنبیها علی قلته وحقارته (کبیر) ۴۲ آیت کے الفاظ قابل غور ہیں۔ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ۔ بڑے چھوٹے سارے گناہوں سے ہمیشہ بچے رہنا صالحین غیر معصوم کے لئے بھی ممکن نہیں۔ اس لئے بشریت کی اس کمزوری کی رعایت سے ممدوحین تک کے لئے یہ قید لگادی کہ وہ وہ ہیں جو بڑے بڑے گناہوں سے بچے رہتے ہیں۔ وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ۔ اسی طرح موقع مدح و تحسین پر ہی یہ ارشاد نہیں ہوتا کہ صالحین و ابرار کو غصہ سرے سے آتا ہی نہیں۔ غصہ کا اپنے موقع و محل پر نہ آنا دلیل حلم نہیں، دلیل جبن و بے حمیتی ہے۔ کمال نہیں نقص ہے، ہنر نہیں عیب ہے کمال اور ہنر صرف یہ ہے کہ بندہ کو جب بے محل و بیجا غصہ آجائے تو اُس کے مقتضا پر عمل نہ کرے، بلکہ اپنی طبیعت کو قابو میں رکھے۔ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ۔ مُراد غالباً اعتقادی گناہوں سے ہے۔ قیل المراد بکبائر الاثم ما یتعلق بالبدع واستخراج الشبہات (کبیر) وَالْفَوَاحِشَ۔ مُراد غالباً اُن گناہوں سے ہے جن کا تعلق بے حیائی اور شہوانیت سے ہے۔ قیل المراد بالفواحش ما یتعلق بالقوۃ الشھوانیۃ (کبیر)

شَدِيدٌ ﴿٢٦﴾ وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي

(مقرر) سا ہے — اور اللہ اگر اپنے بندوں کے لئے رزق فراخ کر دیتا — تو وہ روئے زمین

الْاَرْضِ وَلٰكِنْ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ ۭ اِنَّهٗ

پر سرکشی کرنے لگتے، لیکن وہ جتنا چاہتا ہے اندازِ (مناسب) سے اُتارتا ہے — وہ

بِعِبَادِهٖ خَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ ﴿٢٧﴾ وَهُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ

اپنے بندوں سے خوب باخبر ہے اور خوب دیکھنے والا ہے ۳۳، اور وہ وہی ہے جو لوگوں کے مایوس ہو جانے کے

مِنْۢ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ ۭ وَهُوَ الْوَلِيُّ

بعد مینہ برساتا ہے — اور اپنی رحمت کو پھیلاتا ہے — اور وہ بڑا کارساز ہے

الْحَمِيْدُ ﴿٢٨﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

(ہر طرح) قابلِ حمد ہے ۳۴، اور اس کی نشانیوں میں سے پیدا کرنا ہے آسمانوں — اور زمین — کا

وَمَا بَثَّ فِيْهِمَا مِنْ دَاۗبَّةٍ ۭ وَهُوَ عَلٰي جَمْعِهِمْ اِذَا

اور اُن جانداروں کا جو اُسی نے دونوں جگہ پھیلا رکھے ہیں، اور وہ اُن کے جمع کر لینے پر جب — وہ

يَشَاۗءُ قَدِيْرٌ ﴿٢٩﴾ وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا

چاہے قادر ہے ۳۵ — اور جو مصیبت بھی تمہیں پہنچتی ہے — وہ تمہارے

كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ﴿٣٠﴾ ۭ وَمَآ اَنْتُمْ

ہی ہاتھوں کے کئے ہوئے سے پہنچتی ہے، اور (اللہ) بہت سے تو درگذر کر دیتا ہے ۳۶ — اور — تم

بِمُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ ښ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ

زمین (کے کسی حصہ میں بھی) ہرا نہیں سکتے — اور تمہارا اللہ کے سوا — کوئی بھی

۳۳ یعنی اللہ سے بڑھ کر اپنے بندوں کی مصلحتوں، صلاحیتوں، استعدادوں کا جاننے والا اور ان کے احوال و اعمال پر نظر رکھنے والا اور کون ہوگا، وہ ہر بندہ کو اُس کے ظرف، ضرورت و مصلحت کے لائق ہی روزی دیتا ہے۔ ورنہ اگر وہ بے تحاشا سب کو خوشحال ہی بنا دے تو انسان کے عام طبائع ایسے ہیں کہ بجائے امن و آشتی کے فتنہ و فساد برپا ہو جائے اور سب ایک دوسرے کے دشمن ہو کر کفر و نافرمانی میں مُبتلا ہو جائیں۔ مُرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ اسی طرح بسط باطنی بھی بعض طالبِ حق کے حق میں مضر ہوتا ہے۔ اس لئے اس کے نہ ہونے سے مغموم نہ ہونا چاہئے۔ ۳۴ یہ کارساز، ستودہ صفات اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ کوئی پانی برسانے والا دیوتا، اندر وغیرہ نہیں۔ رَحْمَتَهٗ۔ رحمت سے یہاں مُراد بارش ہے بعض نے تقدیر کلام آثار رحمتہ سمجھی ہے۔ یہ ترکیب مان کر مُراد نباتات و ثمرات سے ہوگی۔ ۳۵ (چنانچہ قیامت کے دن سب کو دوبارہ زندہ کر کے اکٹھا کریگا)

فِيْهِمَا مِنْ دَاۗبَّةٍ۔ سے یہ لازم نہیں آتا کہ دو جگہیں فرداً فرداً مُراد ہوں بلکہ ہو سکتا ہے کہ صرف دونوں کا مجموعہ مراد ہو۔ اور وجود حیوانات کا اثبات صرف دونوں جگہوں کے مجموعہ کے لئے ہو۔ اور اگر آسمانوں کو بھی حیوانات کا مستقر مانا جائے تو جنت میں تو آخر حیوانات ہیں ہی۔ "اور اگر دآبۃ مجازاً بمعنیٰ مطلق ذی روح لیا جائے تب تو آسمان پر ملائکہ کا ذی روح ہونا ظاہر ہے"۔ (تھانویؒ) ستاروں میں حیوانی آبادی اگر کسی دلیل قوی سے ثابت ہو جائے تو آیت کے معنی پر مزید روشنی پڑ جائے گی۔ ۳۶ خطاب عاقل بالغ اہل ذنوب سے ہے بچے، مجنون وغیرہ اس سے خارج ہیں۔ ~~خطاب مع من يفهم ويعقل فلا يدخل فيه البهائم والاطفال (كبير)~~ مَا ...... مِنْ مُّصِيْبَةٍ۔ سے یہاں ع ٣ ١٠ ٤
واقعی و حقیقی مصیبت مُراد ہے۔ بعض نعمتیں جو صرف صورۃً ہی مصیبتیں ہیں وہ در حقیقت عیش کے زینہ ہیں، اُن پر مصیبت کا اطلاق ہی نہ ہوگا۔ يَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ۔ کثیر سے مُراد کثیر من الذنوب بھی ہو سکتی ہے یعنی بہت سے گناہ بے گرفت و مواخذہ کے بھی چھوڑ دیتا ہے اور کثیر من الناس بھی مراد ہو سکتی ہے یعنی گرفت ہر بندہ پر نہیں کرتا۔ بہت سے بندوں کو بے گرفت و مواخذہ بھی چھوڑ دیتا ہے۔ ~~اے من الذنوب او عن كثير من الناس (مدارک) اے من الذنوب وجوز كون المراد بالكثير كثير من الناس (روح)~~

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ
ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کئے آپ کہدیجئے کہ میں تم سے کوئی معاوضہ نہیں

اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰی ؕ وَمَنْ یَّقْتَرِفْ حَسَنَةً
طلب کرتا، ہاں رشتہ داری کی محبت ہو ۲۸ؐ اور جو کوئی نیکی کرے گا

نَّزِدْ لَهٗ فِیْهَا حُسْنًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ﴿۲۳﴾ اَمْ
ہم اس کی نیکی میں اور خوبی زیادہ کردینگے، بیشک اللہ بڑا بخشنے والا ہے بڑا قدردان ہے ۲۹ؐ کیا

یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا ۚ فَاِنْ یَّشَاِ اللّٰهُ یَخْتِمْ
یہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ اسی (شخص) نے اللہ پر جھوٹ بہتان باندھ رکھا ہے ۳۰ؐ تو اللہ اگر چاہے تو

عَلٰی قَلْبِكَ ؕ وَیَمْحُ اللّٰهُ الْبَاطِلَ وَیُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ ؕ
آپکے قلب پر مُہر لگا دے، اور اللہ باطل کو مٹایا کرتا ہے اور حق کو اپنے احکام سے ثابت کیا کرتا ہے

اِنَّهٗ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۲۴﴾ وَهُوَ الَّذِیْ یَقْبَلُ
وہ دلوں تک کی باتیں خوب جانتا ہے ۳۱ؐ اور وہ وہی ہے جو اپنے بندوں کی

التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَیَعْفُوْا عَنِ السَّیِّاٰتِ وَیَعْلَمُ مَا
توبہ قبول کرتا ہے اور وہ گناہوں کو معاف کردیتا ہے، اور جو کچھ تم کرتے ہو وہ

تَفْعَلُوْنَ ﴿۲۵﴾ وَیَسْتَجِیْبُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
اس سب کو جانتا ہے، اور اُن لوگوں کی عبادت قبول کرتا ہے جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے

وَیَزِیْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ وَالْكٰفِرُوْنَ لَهُمْ عَذَابٌ
اور اُن کو اپنے فضل سے اور بڑھاتا رہتا ہے ۳۲ؐ اور کافروں کے لئے تو سخت عذاب

۲۸ؐ (اے اہل قریش) عزیزوں، قریبوں کی محبت اور ایک دوسرے کی خیر خواہی ضرب المثل کی حد تک شہرت رکھتی ہے۔ عرب میں حقوق قرابت کی پاسداری اور زیادہ بڑھی ہوئی تھی۔ یہ انہیں کے جذبات شرافت سے اپیل ہے۔ گویا رسول اللہ صلعم اُن سے یہ کہہ رہے ہیں اور کچھ نہ سہی، تو عزیزداری ہی کا خیال کر کے میرے اُوپر ظلم و زیادتی سے باز رہو ــــــ صحیح بخاری، و صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت سے ایسے ہی معنی بیان ہوئے ہیں۔ قال ابن عباس ومجاهد وقتادة والضحاك والسدی معناه الا ان لا تؤذونی لقرابتی منکم (جصاص) وبه قال مجاهد وعکرمة وقتادة والسدی وابو مالك وعبدالرحمٰن بن زید بن اسلم وغیرهم (ابن کثیر) فِی الْقُرْبٰی۔ فی سببیہ ہے لِ کے مُرادف۔ ای لقرابتی منکم ففی للسببیة بمعنی اللام لتقارب السبب و العلة والی هذا ذهب مجاهد وقتادة وجماعة (روح) امام رازیؒ نے لکھا ہے کہ جب مودۃ بین المسلمین اور افراد اُمّت کی ایک دوسرے کے ساتھ محبّت، متعدد آیات واحادیث کی بنا پر واجب ہے تو پھر اُمّت کے اشرف ترین کے ساتھ کیوں واجب نہ ہوگی۔ والآیات والاخبار فی هذا الباب کثیرة واذا کان حصول المودة بین جمهور المسلمین واجبا فحصولها فی حق اشرف المسلمین واکابرهم اولی (کبیر) آیت سے صحابؓ رسُول کے ساتھ بھی محبّت کا حکم نکلتا ہے۔ فیه منصب عظیم للصحابة لانه تعالٰی قال والسابقون السابقون اولٰئك المقربون فکل من اطاع الله کان مقربا عند الله تعالٰی فدخل تحت قوله الا المودة فی القربٰی (کبیر) امام رازیؒ نے لکھا ہے کہ آیت رسُول کے آل و صحاب دونوں کی محبّت کو جمع کرتی ہے اور یہی مسلک اہل سُنّت کا ہے۔ الحاصل ان هذه الآیة تدل علی وجوب حب آل رسول الله صلعم و حب اصحابه وهذا المنصب لا یسلم الا علی قول اصحابنا اهل السنة والجماعة الذین جمعوا بین حب العترة والصحابة (کبیر) القربٰی۔ مُراد اهل القربٰی ہے۔ المراد فی اهل القربٰی (کشاف) مفسّر تھانویؒ نے لکھا ہے کہ مودۃ فی القربٰی کا یہ مطلب نہیں کہ اس کے بعد ایمان مطلوب ہی نہیں، بلکہ یہ تو ایمان ہی کا تدریج ولطافت کے ساتھ طریق موصل بتایا ہے۔ ۲۹ؐ (مطیعوں کے حق میں) چنانچہ مسلم مطیع سے جب لغزش ہو جاتی ہے تو وہ رب غفور اُسے معاف آسانی سے کر دیتا ہے اور جب وہ نیکی کرتا ہے تو رب شکور اُسے اجر بھی استحقاق سے کہیں زائد دے دیتا ہے۔ نَزِدْ ..... حُسْنًا یعنی جس قدر اجر اُس نیکی کا حق ہے، ہم اجر اُس سے کہیں زائد دیدینگے۔ ۳۰ؐ (اور نعوذ باللہ وحی و نبوت کا دعویٰ خلاف واقع کر دیا ہے) ۳۱ؐ (چہ جائیکہ زبان سے ادا ہونے والے الفاظ و اقوال) مطلب یہ ہوا کہ اگر اس احتمال میں شائبہ بھی صداقت کا ہوتا تو اللہ ایسے مدعیٔ کاذب کو پھلنے پھولنے، کامیاب ہونے ہی کیوں دیتا۔ اُس کی زبان سے ادا ہونے والے خارق عادت پیام کو پھیلنے کا موقع ہی نہ دیتا اور مدعیٔ کاذب کی زبان ہی خاموش کر دیتا لیکن اُس نے ایسا نہیں کیا، بلکہ وہ تو اس کے برعکس ان رسُول کے ہاتھ تائیدی معجزات سے اور زیادہ قوی کرتا جاتا ہے۔ اسی سے معلوم ہوا کہ یہ سرتاسر حق وصداقت پر ہیں۔ اور جو دلوں کے اندر تک کے بھید جانتا ہو۔ اس کے لئے الفاظ ظاہر پر گرفت کرنا کیا مشکل تھا۔ بِكَلِمٰتِهٖ۔ کلمات سے یہاں مُراد احکام تکوینی و تنزیلی دونوں ہیں۔ ۳۲ؐ یعنی جو عمل نیک ہیں وہ مقبول تو ہوتے ہی ہیں اور اُن پر اجر اُن کے استحقاق اصلی سے اور زیادہ ملتا رہتا ہے۔ یَقْبَلُ ...... السَّیِّاٰتِ۔ چنانچہ کوئی کافر اگر کفر سے توبہ کر لے تو اُس کی وہ توبہ بھی قبول ہو جائیگی اور جو گناہ اُس نے حالت کفر میں کئے ہیں، وہ بھی سب معاف ہو جائینگے۔ وَیَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ۔ اور اسی علم کُل کا ایک مظہر یہ ہے کہ توبہ کا اخلاص و عدم اخلاص بھی اُس سے مخفی نہیں رہتا۔ وَیَعْفُوْا عَنِ السَّیِّاٰتِ۔ یہ گناہ کہیں تو توبہ کے واسطہ سے معاف ہوتے ہیں اور کہیں بلا واسطہ توبہ یوں ہی معاف ہو جاتے ہیں۔ تارة یعفو بواسطة قبول التوبة وتارة یعفو ابتداء من غیر توبة (کبیر)

لَهٗ فِیْ حَرْثِهٖ ۚ وَمَنْ كَانَ یُرِیْدُ حَرْثَ الدُّنْیَا نُؤْتِهٖ
ہم اُسے اُس کی کھیتی میں ترقی دینگے، اور جو کوئی دنیا کی کھیتی کا طالب ہے ہم اُسے کچھ دنیا میں سے
مِنْهَا وَمَا لَهٗ فِی الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِیْبٍ ۲۰ اَمْ لَهُمْ
دینگے اور آخرت میں اس کا کچھ حصّہ نہ ہوگا ۲۵ؔ تو کیا انکے (تجویز کیے ہوئے)
شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّیْنِ مَا لَمْ یَاْذَنْۢ بِهِ
کچھ شریک ہیں جنہوں نے اُن کے لئے ایسا دین مقرر کر دیا ہے جس کی اللہ نے اجازت نہیں دی
اللّٰهُ ؕ وَلَوْلَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ لَقُضِیَ بَیْنَهُمْ ؕ وَاِنَّ
ہے؟ اور اگر ایک قول فیصل نہ ہوتا تو انکے درمیان (عملی) فیصلہ اب تک ہو چکا ہوتا اور
الظّٰلِمِیْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۲۱ تَرَى الظّٰلِمِیْنَ
کافروں کو ضرور عذاب دردناک ہوگا ۲۶ؔ آپ کافروں کو دیکھیں گے
مُشْفِقِیْنَ مِمَّا كَسَبُوْا وَهُوَ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ؕ وَالَّذِیْنَ
ڈرتے ہوئے اپنے کرتوتوں سے اس حال میں کہ (وبال) ان پر پڑ کر رہیگا اور جو لوگ
اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِیْ رَوْضٰتِ الْجَنّٰتِ ۚ لَهُمْ
ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل بھی کیے وہ بہشتوں کے باغوں میں ہوں گے (اور)
مَّا یَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ
جس چیز کو بھی چاہینگے انکے پروردگار کے پاس انہیں ملے گی. بس یہی تو بڑا انعام
الْكَبِیْرُ ۲۲ ذٰلِكَ الَّذِیْ یُبَشِّرُ اللّٰهُ عِبَادَهُ الَّذِیْنَ
ہے ۲۷ؔ یہی وہ بشارت ہے جو اللہ اپنے ان بندوں کو دے رہا ہے جو

۲۵ؔ (اس لئے کہ آخرت میں حصّہ ملنے کی پہلی شرط ایمان ہے اور وہی یہاں مفقود ہے) مطلب یہ ہوا کہ طلب کے قابل صرف آخرت ہے (دنیا اس میں ضمناً خود ہی آجائیگی) نہ کہ دنیا کہ وہ حسب تمنا نصیب نہیں ہو پاتی اور اس میں پڑنے سے آخرت سے بالکل حرمان ہی ہو جاتا ہے۔ مَنْ كَانَ یُرِیْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ۔ یعنی اس کا مطمح نظر تمامتر دنیا ہی ہے۔ اُس کی کسی سعی و تدبیر کا آخرت سے کوئی تعلق ہی نہیں۔ ایسے شخص سے ظاہر ہے کہ ایمان تک مفقود ہوگا۔
اہل ایمان اس کے برعکس نہ دنیا کو سرے سے ترک کر دیتے ہیں۔ نہ اسے اپنا مطمح نظر بنائے رکھتے ہیں بلکہ دنیا کو آخرت کا ذریعہ بناتے ہیں۔ حَرْثَ الدُّنْیَا۔ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ۔ خوب خیال کر لیا جائے کہ قرآن مجید تجارتی، مالی، کاروباری اصطلاحات کے ساتھ ساتھ زراعت و فلاحت کی اصطلاحیں بھی کثرت سے لاتا ہے۔ ۲۶ؔ (آخرت میں) شَرَعُوْا ...... اللّٰهُ۔ شرک کے ساتھ ساتھ آیت کے اس جزء میں بدعت یعنی دین میں اپنی طرف سے بات نکالنے کا بھی استیصال ہے۔ اِنَّ الظّٰلِمِیْنَ۔ ظالمین۔ یہاں بھی قرآن مجید کے اکثر مقامات کی طرح کافروں کے معنی میں ہے۔ ~~ای المشرکین (معالم)~~ ۲۷ؔ (نہ کہ وہ عیش و آرام جو اسی دنیا تک محدود و مخصوص رہے) الظّٰلِمِیْنَ۔ یہاں بھی مراد کافر ہی ہیں۔ ای المشرکین (معالم) دنیا میں ہیبتِ حق سے اہل ایمان ڈرتے رہتے ہیں اور منکر و کافر آخرت کی طرف سے بے فکر رہتے ہیں۔ آخرت میں جب مشاہدۂ احوال ہونے لگے گا یہ ترتیب اُلٹ جائے گی۔ مؤمنین کے چہرہ پر اطمینان و بشاشت کے انوار ہونگے اور کافروں منکروں کے منہ پر ہوائیاں اُڑ رہی ہونگی۔ الْجَنّٰتِ۔ جنات کو صیغۂ جمع میں اس لئے لائے کہ بہشت کے مختلف طبقہ اور درجہ ہیں۔ ہر ہر طبقہ خود ایک بہشت ہے، پھر ہر طبقہ کے اندر باغات متعدد ہیں۔ اپنے اپنے درجہ و مرتبہ کے مطابق کوئی کہیں ہوگا اور کوئی کہیں۔
لَهُمْ ...... عِنْدَ رَبِّهِمْ۔ "وہ جو کچھ بھی چاہینگے اپنے پروردگار کے ہاں حاصل کر لینگے"۔ ان چند الفاظ کے اندر اہل جنت کے لئے ہر ممکن لذت و راحت و آسائش کی بشارت آگئی۔
امام رازیؒ نے کہا ہے کہ انعاماتِ جنت لامتناہی ہونگے۔ کیونکہ انسان کی خواہشیں تو کسی منزل و مقام پر بھی پہنچ کر رُک نہیں جاتیں۔ وہ تو اور اس کے بعد کا بھی درجہ چاہا ہی کرتا ہے ~~یدخل فی باب غیر المتناهی لانه لا درجة الا والانسان یرید ما هو اعلیٰ منها~~ (کبیر) اور یہ بھی کہا ہے کہ اس درجہ کی کنہ و ماہیت تک بجز حق تعالیٰ کے کسی کا ذہن نہیں پہنچ سکتا۔ ~~وفی ذالك~~ علیٰ ان ~~ذلك الجزاء قد بلغ الی حیث لا یعلم کنهه الا الله تعالیٰ~~ (کبیر) ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِیْرُ۔ متکلمین نے اس سے یہ نکالا ہے کہ آخرت میں جو کچھ بھی انعامات حاصل ہونگے وہ اگرچہ عمل ہی پر مرتب ہونگے تاہم بطریق استحقاق نہ ہونگے صرف بطریق فضل ہونگے۔ اللہ کے ذمہ واجب نہیں ہے، بلکہ بطور فضل و لطف حاصل ہو جائیگا۔ ~~واحتج اصحابنا بهذه الآیة علی ان الثواب غیر واجب علی الله وانما یحصل بطریق الفضل من الله تعالیٰ~~ (کبیر) ~~وهذا تصریح بان الجزاء المرتب علی العمل انما حصل بطریق الفضل لا بطریق الاستحقاق~~ (کبیر)

الْمَصِيرُ ۝١٥ وَالَّذِينَ يُحَاجُّونَ فِي اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مَا
جانا ہے ۲۰ اور جو لوگ اللہ کے باب میں جھگڑے نکالتے ہیں، بعد اسکے کہ اس کو
اسْتُجِيبَ لَهُ حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَعَلَيْهِمْ
مان لیا گیا، اُن کی حجت اُن کے پروردگار کے نزدیک باطل ہے اور اُن پر
غَضَبٌ وَلَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ ۝١٦ اللَّهُ الَّذِي أَنْزَلَ
غضب (نازل ہونیوالا) ہے اور اُن کے لئے عذاب سخت ہے ۲۱ اللہ ہی تو ہے جس نے کتاب کو
الْكِتَابَ بِالْحَقِّ وَالْمِيزَانَ ۗ وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ
حق اور انصاف کے ساتھ نازل کیا اور آپ کو کیا خبر عجب نہیں کہ قیامت
قَرِيبٌ ۝١٧ يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِهَا ۚ وَ
قریب ہی ہو ۲۲ اس کے لئے جلدی وہی لوگ مچا رہے ہیں جو اُس پر ایمان نہیں رکھتے اور
الَّذِينَ آمَنُوا مُشْفِقُونَ مِنْهَا وَيَعْلَمُونَ أَنَّهَا الْحَقُّ ۗ
جو لوگ ایمان رکھتے ہیں وہ اس سے ڈرتے رہتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ وہ برحق ہے ۲۳
أَلَا إِنَّ الَّذِينَ يُمَارُونَ فِي السَّاعَةِ لَفِي ضَلَالٍ
یاد رکھو کہ جو لوگ قیامت کے باب میں جھگڑے نکالتے ہیں دُور دراز کی گمراہی
بَعِيدٍ ۝١٨ اللَّهُ لَطِيفٌ بِعِبَادِهِ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ ۖ وَهُوَ
میں مبتلا ہیں، اللہ اپنے بندوں کے باریک امور سے خوب باخبر ہے جس کو چاہتا ہے روزی دیتا ہے، اور وہ
الْقَوِيُّ الْعَزِيزُ ۝١٩ مَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الْآخِرَةِ نَزِدْ
بڑا قوت والا ہے بڑا زبردست ہے ۲۴ جو کوئی آخرت کی کھیتی کا طالب ہے

ع ۲ / ۳

۲۰ (اور وہی سب کا فیصلہ کر دیگا۔ ابھی بحث بیکار ہے۔ البتہ تبلیغ کئے جائینگے)
لاعدل۔ ل مرادف اَنْ کے ہے اے امرت ان اعدل (روح) اُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ
یعنی تمہارے حق میں انصاف کو ملحوظ رکھوں اور تمہارے اُوپر اس سے زائد بار نہ ڈالوں جتنے کا شریعت
نے تمہیں مکلف کیا ہے۔ اور ہر حال میں تمہارے معاملہ میں عدل سے کام لیتا رہوں۔ قال
ابن عباسؓ امرت ان لا احیف علیکم باکثر مما افترض اللہ علیکم من الاحکام وقیل
لاعدل بینکم فی جمیع الاحوال والاشیاء (معالم) اے فی الحکم کما امرنی اللہ (ابن کثیر)
فَلِذٰلِكَ یعنی اُن کے اسی تفرق کی بناء پر۔ فلاجل ذلک التفرق او الکتب او العلم الذی
اوتیتہ (بیضاوی) لَنَا اَعْمَالُنَا الخ مرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ یہ ہدایت ایسے موقع کے لئے ہے
جب مناظرہ ختم ہو جائے، پھر بھی قبول حق کی توقع نہ ہو۔ ۲۱ فی اللہ۔ یعنی اللہ کے
دین و شریعت کے باب میں۔ مِنْ بَعْدِ مَا اسْتُجِيبَ لَهٗ۔ لہ میں ضمیر اللہ یا اُس کے
دین کی طرف ہے۔ اے من بعد ما استجاب الناس للہ عزوجل او لدینہ ودخلوا فیہ۔
(روح) حُجَّتُهُمْ ...... رَبِّهِمْ۔ اس بطلان حجت کا ظہور کامل حشر میں ہوگا۔ يُحَاجُّونَ
فِي اللهِ۔ یعنی حق تعالیٰ کے دین حق کے باب میں جھگڑا مسلمانوں سے نکالتے رہتے ہیں۔
يُحَاجُّونَ ...... لہٗ۔ فقہاء نے باشارۃ النص اس سے یہ نکالا ہے کہ اجماع اُمت کا انکار
ضلالت ہے۔ ۲۲ رسول کے علم غیب کلی کا اثبات جس کا دعویٰ اس زمانہ کے بعض
عالم نما جاہلوں نے کیا ہے، ایک بدیہی البطلان دعویٰ ہے۔ قرآن مجید نے جہاں اس کی اور
بیسیوں طریقوں سے صراحت کی ہے وہاں آپ کی ذات سے وقت قیامت کے علم کی نفی بھی
بار بار کر کے کی ہے۔ الْمِيزَانَ۔ میزان کے معنی عدل کے بھی لئے گئے ہیں اور شریعت کے
بھی اور حاصل دونوں کا ایک ہی ہے۔ وھو العدل والانصاف قال مجاھد وقتادۃ (ابن کثیر)
قال قتادۃ ومجاھد ومقاتل العدل (معالم) اے العدل کما قال ابن عباس ومجاھد وقتادۃ و
غیرھم او الشرع الذی یوزن بہ الحقوق (روح) ۲۳ یعنی قیامت کو اگر آنا ہے تو آ کیوں نہیں
جاتی تقاضا بطور استہزاء تو منکرین ہی کی طرف سے ہوتا رہتا ہے۔ باقی جو اہل ایمان و یقین ہیں
وہ تو اس کے یقینی وقوع سے اور اپنے اعمال کی کوتاہیوں پر نظر کر کے ہمیشہ اس سے عقلاً خائف
ہی رہتے ہیں (گو کبھی حالاً و اضطراراً اس کا شوق غالب بھی آجائے) ۲۴ (اور ان صفات
کا پورا ظہور ان لوگوں کے حق میں آخرت میں ہوگا) اَللّٰهُ ...... يَشَاءُ۔ یعنی حق تعالیٰ ہی
اپنے بندوں کے مصالح خفی و منافع بعید سے خوب واقف ہے۔ وہی حسب مصالح تکوینی جس کو جس
قدر چاہتا ہے روزی دیتا ہے۔ رزق کی افراط یا تفریط، زر و مال کی کثرت یا افلاس۔ یہ سب انتظامی
امور ہیں۔ انہیں کسی کے حق و باطل ہونے سے کوئی تعلق نہیں۔

مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ ﴿۱۳﴾ وَمَا تَفَرَّقُوْٓا
کھینچ لیتا ہے، اور اپنی طرف رسائی دیتا ہے ہر اُس شخص کو جو (اسکی طرف) رجوع کرے ۱۶ اور تفرقے تو اُس نے

اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًاۢ بَيْنَهُمْ ؕ وَ
سے اُن لوگوں نے پیدا کئے جب اُن کے پاس علم (صحیح) پہنچ چکا تھا (وہ بھی) آپس کی ضد اضدی سے ۱۷، اور

لَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى
اگر آپکے پروردگار کی طرف سے ایک بات ایک وقت معین تک کے لئے طے نہ ہو چکی ہوتی

لَّقُضِيَ بَيْنَهُمْ ؕ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْرِثُوا الْكِتٰبَ مِنْۢ
تو اُن کے درمیان فیصلہ ہو چکا ہوتا ۱۸ اور جن لوگوں کو کتاب (الٰہی) اُن کے بعد دی گئی وہ

بَعْدِهِمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ﴿۱۴﴾ فَلِذٰلِكَ فَادْعُ ۚ
اُس کی طرف سے شک میں پڑے ہوئے متردد ہو رہے ہیں ۱۹ سو آپ اسی بنا پر (انہیں) بلاتے جائیے،

وَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ ۚ وَقُلْ
(دین حق کی طرف) اور قائم رہیے جس طرح آپ کو حکم ملا ہے اور اُن کی خواہشوں پر نہ چلئے، اور آپ کہدیجئے کہ

اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ ۚ وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ
اللہ نے جو بھی کتابیں نازل کی ہیں میں اُن پر ایمان لاتا ہوں، اور مجھے یہ حکم ملا ہے کہ (اپنے اور) تمہارے

بَيْنَكُمْ ؕ اَللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ؕ لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ؕ
درمیان انصاف کروں، اللہ ہمارا بھی پروردگار ہے اور تمہارا بھی پروردگار ہے، ہمارے لئے ہمارے عمل اور تمہارے لئے تمہارے عمل

لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ ؕ اَللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا ۚ وَاِلَيْهِ
ہماری تمہاری کوئی بحث نہیں اللہ ہی ہم سب کو جمع کریگا اور اُسی کے پاس

۱۶ یعنی جس سے اُس کی مشیت متعلق ہو جاتی ہے، اُسے وہ دین حق کی توفیق دے دیتا ہے اور جو اُس کی طرف جھکتا ہے، اُسے وہ اپنا تقرب دے کر رہتا ہے "یعنی توفیق ایمان کے بعد اگر انابت و اطاعت ہو تو اُس پر قرب الٰہی و ثواب غیر متناہی مرتب ہوتا ہے" (تھانویؒ) روح المعانی میں ہے کہ آیت میں اشارہ ہے جذب و سلوک کی طرف۔ مُرشد تھانویؒ نے اس اجمال کی تفصیل یہ کی کہ جبی (مادۂ اجتبار) کے معنی ہیں جذب کے اور ہدایت کے معنی ہیں سالک کو راہ دکھانے کے۔

۱۷ یہاں ایک بار پھر اس حقیقت کا اعادہ ہے کہ دین اصلی اور دین قدیم تو دین توحید ہی ہے اور شرک مبتدع و مخترع ادیان کی ایجاد تو بہت بعد کی چیز ہے اور اس کی بنیاد بھی کسی اجتہادی غلطی پر نہیں، بلکہ تمامتر نفسانیت پر ہے۔ ۱۸ (عملاً اور عیاناً اسی دنیا میں)

كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ۔ وہ طے شدہ بات یہی کہ پورا عذاب آخرت میں ہوگا۔ آیت مومنین کی تسکین و تسلی کیلئے ہے کہ یہ مجرم جواب تک بچے ہوئے ہیں۔ یہ اپنے کسی ذاتی استحقاق کی بنا پر نہیں؛ بلکہ اس لئے کہ اللہ نے اپنی تکوینی حکمتوں اور مصلحتوں سے ان کی سزا کو دار العمل میں نہیں بلکہ دار الجزاء کے لئے ملتوی رکھا ہے۔

۱۹ یعنی رسول اللہ صلعم کے معاصر اہل کتاب۔ اهل الكتاب الذين كانوا في عهد رسول الله صلعم (كبير) قال الاكثرون هم اليهود والنصارىٰ (كبير) مِنْۢ بَعْدِهِمْ۔ ضمیر هم منکرین سابقین اہل کتاب کی جانب ہے۔ اے من بعد انبيائهم وقيل من بعد الامم الخالية (سالم) لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ یعنی اپنے ہی دین اور اپنی ہی کتابوں کی حقیقت کی طرف سے شک و شبہ، تردد و تذبذب میں مبتلا ہیں۔ اور اُن پر اس طرح ایمان نہیں رکھتے جو ایمان کا حق ہے۔ ضمیرہ کتاب کی طرف ہے۔

أُنِيبُ ⑩ فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۭ جَعَلَ لَكُمْ
رجوع کرتا ہوں ١٢ (وہی) پیدا کرنے والا ہے آسمانوں اور زمین کا (اُسی نے) تمہارے لئے تمہارے

مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَاجًا وَّمِنَ الْأَنْعَامِ أَزْوَاجًا ۚ يَذْرَؤُكُمْ
جنس کے جوڑے بنائے اور مویشیوں کے جوڑے بنائے، اور اسکے ذریعہ سے تمہاری نسل

فِيهِ ۚ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ ۖ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ⑪
چلاتا رہتا ہے، کوئی چیز اُسکے مثل نہیں اور وہی (ہر بات کا) سننے والا ہے (ہر چیز کا) دیکھنے والا ہے ١٣

لَهُ مَقَالِيدُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۚ يَبْسُطُ الرِّزْقَ
اُسی کے اختیار میں آسمانوں اور زمین کی کنجیاں ہیں وہ جسے چاہے زیادہ روزی

لِمَن يَشَاءُ وَيَقْدِرُ ۚ إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ⑫
دیتا ہے اور جسے چاہے کم دیتا ہے، بیشک وہ ہر چیز کا خوب جاننے والا ہے ١٤

شَرَعَ لَكُم مِّنَ الدِّينِ مَا وَصَّىٰ بِهِ نُوحًا وَالَّذِي
اللہ نے تمہارے لئے وہی دین مقرر کیا جس کا اُس نے نوح کو حکم دیا تھا اور جس کو

أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرٰهِيمَ وَمُوسَىٰ
ہم نے آپ کے پاس وحی کیا ہے، اور جس کا ہم نے ابراہیم اور موسیٰ

وَعِيسَىٰ ۖ أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ ۚ كَبُرَ
اور عیسیٰ کو بھی حکم دیا تھا یعنی یہ کہ اس دین کو قائم رکھنا اور اس میں تفرقہ نہ ڈالنا ١٥ مشرکین پر

عَلَى الْمُشْرِكِينَ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ ۚ اللَّهُ يَجْتَبِي إِلَيْهِ
وہ بات بہت گراں ہے جس کی طرف آپ انہیں بلا رہے ہیں، اللہ اپنی طرف جس کو چاہے

١٢ (اور ظاہر ہے کہ جو دنیا و آخرت کے ہر امر میں اللہ ہی کی طرف رجوع کریگا اور اُسی پر بھروسہ رکھیگا اُسے کسی مخلوق سے خوف ہی کیا ہو سکتا ہے) قرآن نے بار بار زور اس حقیقت پر دیا ہے کہ اللہ کو ایک فلسفیانہ نظریہ کے ماتحت محض مسبب الاسباب یا خالقِ کُل سمجھے رہنا ہرگز کافی نہیں۔ ضرورت اس کی ہے کہ اس کے ساتھ انسان تعلق اپنی ہر ضرورت کا جوڑے رہے۔ اور اسی کو مُدبّرِ عالم و کارساز کائنات سمجھتا رہے۔ مشرک قوموں کی اصل گمراہیاں اسی باب میں تھیں۔ ذَالِكُمُ۔ یعنی وہی جو میرے تمہارے درمیان حاکم ہے۔ ~~اے ذالکم الحاکم بینکم ربی کبیر~~

١٣ (اور وہ جاہلی مشرک قوموں کے دیوی دیوتاؤں کی طرح نہیں جس کا علم وادراک وہ خود ہی ہر طرح ناقص ومحدود تسلیم کرتے ہیں) فِيهِ۔ ~~فی یہاں سبب کے معنی میں ہے~~۔ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ۔ یہ اصل اصول ہے صفاتِ تنزیہ کی۔ کوئی شے بھی پیش کی جائے اللہ کی ہم جنس، ہم نوع، ہمسر، ہم صف، غرض کسی طرح بھی "مثل" نہیں ہو سکتی۔ ~~كَمِثْلِهِ۔ ک زائد تاکید معنی کے لئے ہے۔ الکاف الزائدۃ للتاکید (رح عن الزجاج وابن جنیؒ والاکثرین) والمعنی لیس کھو شیٔ علی سبیل المبالغۃ (کبیر)~~

١٤ ابھی ابھی ذکر آچکا ہے کہ زمین و آسمان، ساری کائنات کا خالق حق تعالیٰ ہے۔ اب ارشاد ہو رہا ہے کہ محض خالق و فاطر ہی نہیں بلکہ رازق قادر، حاکم و متصرف بھی وہی ہے، اور وہ بھی یوں ہی اٹکل پچّو نہیں، بلکہ رتی ماشہ پورے پورے حساب کے ساتھ ——— اور اس کا علم کلیّات تک محدود نہیں، کلیات وجزئیات، ظواہر وخفایا سب پر یکساں حاوی۔

١٥ آیت میں ایک بڑے اہم مسئلہ وحدتِ دین کا بیان ہے۔ دین اصلاً شروع سے بالکل ایک رہا ہے۔ تفصیلاتِ شریعت (یعنی احکام و اعمال) ہر دور کی مناسبت سے بدلتی رہتی ہیں لیکن نفسِ دین (یعنی عقیدۂ اساسی) شروع ہی سے دینِ توحید ہے۔ اور اسی کا ایک لازمی جزو مسئلۂ نبوت ہے۔ نُوحًا۔ نوحؑ وہ سب سے پہلے پیمبر ہیں جن سے باقاعدہ سلسلۂ نبوت حضرت خاتم النبیینؐ کے وقت تک برابر قائم رہا۔ نوح۔ ابراھیم موسیٰ عیسیٰ سب پر حاشیے گذر چکے۔ كَبُرَ...... اِلَيْهِ۔ یہ اس حقیقت کا اظہار ہے کہ توحید کی دعوت (مع اسکے مضمرات ومتضمنات کے) اہلِ جاہلیت کو ہمیشہ اور ہر جگہ بہت گراں گذری ہے۔

وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّتُنْذِرَ اُمَّ
اور آپ پر اسی طرح یہ قرآن عربی میں وحی کیا گیا ہے تاکہ آپ مکہ والوں کو اور اُن کو
الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا وَتُنْذِرَ يَوْمَ الْجَمْعِ لَا رَيْبَ
جو اُس کے آس پاس رہتے ہیں ۵۷ جمع ہونے کے دن سے ڈرائیں جس میں ذرا شک
فِيْهِ ؕ فَرِيْقٌ فِى الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِى السَّعِيْرِ ۝٧ وَلَوْ شَآءَ
نہیں ۵۸ ایک گروہ جنت میں (داخل) اور ایک گروہ دوزخ میں اور اگر اللہ کی
اللّٰهُ لَجَعَلَهُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ يُّدْخِلُ مَنْ
مشیت ہوتی تو وہ ان سب کو ایک ہی طریقہ کا بنا دیتا لیکن جس کے لئے اُس کی مشیت ہوتی
يَّشَآءُ فِىْ رَحْمَتِهٖ ؕ وَالظّٰلِمُوْنَ مَا لَهُمْ مِّنْ وَّلِىٍّ وَّ
ہے اسی کو وہ اپنی رحمت میں داخل کرتا ہے، اور ان ظالموں کا کوئی نہ حمایتی نکلے گا
لَا نَصِيْرٍ ۝٨ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۚ فَاللّٰهُ
نہ مددگار ۵۹ کیا اُن لوگوں نے (اللہ) کے سوا کارساز ٹھہرا رکھے ہیں ؟ سو کارساز تو بس
هُوَ الْوَلِىُّ وَهُوَ يُحْىِ الْمَوْتٰى وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ
اللہ ہی ہے اور بس وہی مُردوں کو زندہ کر دیگا اور وہی ہر چیز پر قدرت رکھتا
قَدِيْرٌ ۝٩ ع وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيْهِ مِنْ شَىْءٍ فَحُكْمُهٗٓ
ہے ۶۰ اور جس چیز میں تم اختلاف کرتے ہو اس کا فیصلہ
اِلَى اللّٰهِ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبِّىْ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۖق وَاِلَيْهِ
اللہ ہی کے سپرد ہے ۶۱ یہی اللہ میرا مددگار ہے میں اُسی پر توکل رکھتا ہوں، اور اُسی کی طرف

ع ۱ / ۹ / ۲

۵۷ اُمَّ الْقُرٰی۔ اُمّ عربی میں ہر وہ چیز ہے جو دوسری چیزوں کا مبدأ مرکز و مصدر ہو۔ والعرب تسمی اصل کل شئ اُمّہ (کبیر) یقال لکل ما کان اصلاً لوجود شئ او تربیتہ او اصلاحہ او مبدئہ (راغب) تو ام القریٰ کے لفظی معنی بستیوں کی ماں یا آبادیوں کے مرکز کے ہوئے۔ مراد شہر مکہ سے ہے قیل لمکۃ ام القریٰ وذلک لما روی ان الدنیا دحیت من تحتہا (راغب) وھی مکۃ وسمیت بہذا الاسم اجلالاً لہا (کبیر) لفظ سورۃ الانعام پ۷ میں قریب ختم پارہ کے آیا ہے۔ وہاں کا حاشیہ ملاحظہ کر لیا جائے۔ وَمَنْ حَوْلَهَا۔ صرف آس پاس ہی کی بستیاں اور آبادیاں مراد نہیں، بلکہ سارا عالم مراد ہے۔ مرکز سے قطع نزدیک ہو یا دُور۔ بہرحال اُس مرکز ہی سے اس کا تعلق قائم رہیگا۔ ای الارض کلھا (ابن جریر عن ابن عباسؓ) الی المشرق والمغرب (ابن جریر عن ابن عباسؓ) دخل فیہ سائر البلدان والقریٰ (کبیر) كَذٰلِكَ۔ اس اسم اشارہ کا مشارٌ الیہ آیت ما قبل کا مفہوم ہے ذٰلک اشارۃ الی معنی الاٰیۃ قبلہا من ان اللہ تعالیٰ ھو الرقیب علیہم وما انت برقیب علیہم ولکن نذیرٌ لہم (کشاف) ۵۸ یعنی قیامت کے دن سے روزِ حشر یا یوم احتساب کا ڈراوا اصلاح عقائد و اخلاق میں فطرتِ بشری کے لئے خاص طور پر مؤثر ہے۔ لاریب فیہ۔ یہ صفت یوم الجمع کی ہے۔ ۵۹ مطلب یہ ہوا کہ اگر مشیت تکوینی یوں ہی ہوتی تو سب ایک ہی دینی طریق پر خلق کئے جاتے لیکن بیشمار حکمتوں اور مصلحتوں سے یہ منظور نہ ہوا۔ اب سب کے سب اضطراراً ہدایت یاب نہ ہونگے۔ بلکہ صرف وہی مخصوص گروہ ہدایت یاب ہوگا جس پر مخصوص رحمت الٰہی بھی ہوگی اور منکرین و کافرین قیامت کے دن بالکل بے سہارے کے ہونگے۔ وَالظّٰلِمُوْنَ۔ ظالمون۔ سے یہاں بھی مراد اہل کفر و شرک ہیں۔ ای الکافرون (معالم) ۶۰ (تو اس کے سوا تو کسی میں کارساز بننے کی صلاحیت ہی نہیں) مقصود مشرکوں اور اہل کتاب دونوں کے عقائد شرکیہ کی تردید ہے۔ ۶۱ (دنیا میں دلیل صحیح سے اور آخرت میں فیصلہ کے عملی نفاذ سے) فَحُكْمُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ حُکم اِلَی اللہ۔ کے تحت میں حکم منصوص و حکم مستنبط دونوں آگئے اور حکم نص و استنباط دونوں پر حاوی ہے ـــــــ اس حقیقت کے سمجھ لینے سے خوارج اور منکرین فقہ دونوں کے بہت سے مغالطوں کا جواب نکل آتا ہے۔

سُوْرَةُ الشُّوْرٰى مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ ثَلٰثٌ وَّخَمْسُوْنَ اٰيَةً وَّخَمْسُ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ شوریٰ مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی ترپن آیتیں ہیں اور پانچ رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ نہایت مہربان بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

حٰمٓ ۞۱ عٓسٓقٓ ۞۲ كَذٰلِكَ يُوْحِيْٓ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ

حا میم۔ عین۔ سین۔ قاف۔ اسی طرح اللہ غلبہ والا حکمت والا وحی بھیجتا رہا ہے آپ پر

مِنْ قَبْلِكَ ۙ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۞۳ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ

اور آپ سے قبل والوں پر ؎۱ اُسی (اللہ) کا ہے جو کچھ بھی آسمانوں

وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ۞۴ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ

میں ہے اور زمین میں ہے اور وہی برتر ہے، عظیم الشان ہے ؎۲ کچھ بعید نہیں کہ آسمان

يَتَفَطَّرْنَ مِنْ فَوْقِهِنَّ وَالْمَلٰۗىِٕكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ

اپنے اُوپر سے پھٹ پڑیں ؎۳ اور فرشتے اپنے پروردگار کی تسبیح و حمد کرتے رہتے

رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ ۭ اَلَآ اِنَّ اللّٰهَ

ہیں اور اہل زمین کے لئے طلب مغفرت کرتے رہتے ہیں ؎۴ یاد رکھو اللہ ہی

هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۞۵ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ

بڑا مغفرت کرنے والا ہے، بڑا رحیم ہے ؎۵ اور جن لوگوں نے اس کے سوا (دوسرے) کارساز (خدا)

اَوْلِيَاۗءَ اللّٰهُ حَفِيْظٌ عَلَيْهِمْ ڮ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ۞۶

ٹھہرا رکھے ہیں، اللہ انہیں دیکھ بھال رہا ہے اور آپ ان کے کوئی ذمہ دار نہیں ہیں ؎۶

؎۱ (اصول دین کی تحقیق و تعیین کے لئے) كَذٰلِكَ۔ یعنی جس طرح یہ سورت نازل کی ہے اسی طرح اُس نے دوسری سورتوں اور آیتوں کی وحی آپؐ پر کی ہے۔ اے مثل ذٰلك الوحی یکلمنا ہے یوحی مثل ما فی هذه السورة من المعانی (مدارک)

حٰمٓ عٓسٓقٓ۔ حضرت ابن عباسؓ کی جانب یہ قول منسوب ہوا ہے کہ حٰمٓ ایک اسم الٰہی ہے اور عٓ سے اشارہ عذاب بدر کی جانب ہے اور سٓ سے اشارہ اس آیت کی طرف ہے سَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ۔ اب رہا قٓ تو حضرت ابوذرؓ صحابی کی جانب یہ قول منسوب ہے کہ اس سے صور قیامت مراد ہے۔ لیکن محققین کے نزدیک نہ یہ دونوں روایتیں ثابت شدہ ہیں نہ اور کوئی روایت۔ ذکر المفسرون فی حٰمٓ عٓسٓقٓ اقوالاً مضطربًا لا یصح منها شیء (بحر) والذی یغلب علی الظن عدم ثبوت شیء من الروایتین (روح)

؎۲ تو اس کا اور کسی مخلوق کا مقابلہ ہی کیا؟ ——— برتری اور عظمت صرف اسی کا حق ہے۔ دنیا جہان کی بڑی بڑی اونچی ہستیاں اس کے آگے بساط ہی کیا رکھتی ہیں۔ آیت سے مقصود حق تعالیٰ کی ملکیت کاملہ اور اس کی عظمت کا اثبات ہے اور اس سے مشرکین جاہلین کے عقائد کا ابطال بالکل ظاہر ہے۔ السَّمٰوٰتِ۔ امام رازیؒ نے اس آیت کے تحت میں پھر ایک بار یاد دلادیا ہے کہ انسان سے اُوپر کی طرف جو کچھ بھی واقع ہے سب پر اطلاق سماء ہی کا ہوتا ہے۔ کل ما سماك فهو سماء (کبیر) الْعَلِيُّ۔ حق تعالیٰ کی بلندی جہت و مکان کے لحاظ سے تو مراد ہو ہی نہیں سکتی، لامحالہ مراد یہ ہے کہ وہ ذات پاک ممکنات و مخلوقات کی مشابہت سے بالاتر ہے۔ لا یجوز ان یکون المراد بکونه علیًا العلو فی الجهة والمکان لما ثبتت الدلالة علی فساده (کبیر) وجب ان یکون المراد من العلی المتعالی من مشابهة الممکنات ومناسبة المحدثات (کبیر) الْعَظِيْمُ۔ حق تعالیٰ کی عظمت بلحاظ جسم و جثہ تو مراد ہو ہی نہیں سکتی، لامحالہ عظمت بلحاظ قدرت و کمالات مراد ہوگی۔ لا یجوز ان یکون المراد من العظیم العظمة بالجثة وکبر الجسم (کبیر) وجب ان یکون المراد من العظیم العظمة بالقدرة القهر با لاستعلاء و کمال الالٰهیة (کبیر)

؎۳ (ہیبت حق سے، یا کثرت ملائکہ کے ثقل سے) مفسرینؒ نے یہ دونوں قول نقل کئے ہیں: ای یتشققن من عظمة اللّٰه تعالیٰ (روح۔ عن قتادہ) یتفطرن من الثقل (روح عن ابن عباسؓ) پیرایۂ بیان دونوں صورتوں میں دنیا والوں کی سمجھ کے لائق اختیار کیا گیا ہے۔ مِنْ فَوْقِهِنَّ۔ عربی اسلوب بلاغت کے مطابق یہ زور بیان اور تاکید معنی کے لئے لایا گیا، ورنہ عام قاعدہ کے لحاظ سے تو من تحتهن ہوتا۔ بولغ فی ذٰلك فجعلت مؤثرة فی جهة الفوق کانه قیل یکون یتفطرن من الجهة التی فوقهن دع الجهة التی تحتهن (کشاف)

؎۴ (اور نظام عالم انہیں معصوموں کی دعا و استغفار سے تھما ہوا ہے) لِمَنْ فِي الْاَرْضِ کے عموم میں مومن و کافر دونوں داخل ہیں۔ مؤمنوں کے حق میں استغفار یہ کہ اللہ ان کی لغزشوں اور خطاؤں کو نظر انداز کرے کافروں کے حق میں استغفار یہ کہ اللہ ان کے دل میں توفیق ایمان ڈال دے۔ اما فی حق الکفار فبواسطة طلب الایمان لهم واما فی حق المؤمنین فبالتجاوز عن سیئاتهم (کبیر) وَالْمَلٰۗىِٕكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ۔ ملائکہ کوئی خود مختارانہ یا معبودانہ حیثیت نہیں رکھتے۔ وہ تو خود ہی دوسرے بندوں کی طرح اپنے پروردگار کی حمد و تسبیح میں لگے رہتے ہیں۔

؎۵ یعنی مغفرت و رحمت صرف اُسی کے اختیار کی چیز ہے۔ فرشتوں کے بس کی نہیں فرشتے تو صرف طلب مغفرت و دعائے مغفرت (استغفار) کر سکتے ہیں۔

؎۶ ایک بار پھر اس حقیقت کا اعلان کہ معاملات تکوینی میں قادر و متصرف صرف ذات حق تعالیٰ ہے۔ رسولؐ کے ذمہ صرف پیام و احکام کی تبلیغ و تلقین ہے۔ کسی کے ماننے نہ ماننے کی ذمہ داری اُن کے اُوپر ذرا سی بھی نہیں۔ اللہ خود ہی وقت مناسب پر سب سے نپٹ لے گا۔

فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِمَا عَمِلُوْا ۡ وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنْ

سو ہم کافروں کو اُن کے کرتوت ضرور بتادیں گے اور انہیں عذاب سخت کا بھی

عَذَابٍ غَلِيْظٍ ۝۵۰ وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ

مزہ چکھا کر رہینگے اور ہم جب انسان کو نعمت عطا کرتے ہیں تو وہ منہ موڑ لیتا

وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُوْ دُعَآءٍ عَرِيْضٍ ۝۵۱

اور کروٹ پھیر لیتا ہے، اور جب اُسے کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو خوب لمبی چوڑی دعائیں کرتا ہے ۵۳

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ثُمَّ كَفَرْتُمْ

آپ کہیئے کہ بھلا یہ بتاؤ کہ اگر یہ (قرآن) اللہ کے ہاں سے آیا ہوا ہو اور پھر تم اس سے

بِهٖ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ هُوَ فِيْ شِقَاقٍ بَعِيْدٍ ۝۵۲ سَنُرِيْهِمْ

انکار کر رہے ہو تو اس سے بڑھ کر گمراہ اور کون ہوگا جو (ایسی) دُور دراز مخالفت میں پڑا ہو ۵۴ ہم عنقریب

اٰيٰتِنَا فِى الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ

اُن کو اپنی نشانیاں (اسی) دنیا میں دکھائینگے اور خود اُنکی ذات میں بھی، یہانتک کہ اُن پر کھل کر رہیگا کہ یہ

الْحَقُّ ۭ اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ

(قرآن) حق ہے ۵۵ کیا آپ کے پروردگار کا یہ وصف کافی نہیں کہ وہ ہر (چھوٹی بڑی) چیز کا شاہد

شَهِيْدٌ ۝۵۳ اَلَآ اِنَّهُمْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآءِ رَبِّهِمْ ۭ

ہے ۵۶ یاد رکھو یہ لوگ اپنے پروردگار کے رُوبرو جانے کی طرف سے شک میں پڑے ہیں

اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ ۝۵۴

یاد رکھو کہ وہ ہر چیز کو اپنے احاطہ میں لئے ہوئے ہے ۵۷

ع ۶ / ۱

۵۳ یہ دعائیں زوال نعمت پر محض جزع و فزع کی راہ سے ہوتی ہیں نہ کہ منعم حقیقی کی طرف توجہ و رجوع کے طور پر۔ الْاِنْسَانِ۔ ذکر اسی کافر، ناشکرے انسان کا چل رہا ہے۔ یُرید الکافر (قرطبی) فَذُوْ دُعَآءٍ عَرِيْضٍ۔ عریض کا لفظ کثیر کے معنی میں محاورۂ عرب میں عام ہے العرب تستعمل الطول والعرض فی الکثرۃ (قرطبی) والعرب تستعمل الطول والعرض فی الکثرۃ یقال اطال فلان الکلام والدعاء واعرض ای اکثر اسالہ۔ ۵۴ مطلب یہ ہوا کہ قرآن کے کلام الٰہی ہونے کی اتنی اندرونی اور بیرونی شہادتوں کے ہوتے ہوئے کم از کم درجۂ احتمال میں تو اسے خدائی کلام سمجھو اور پھر اس احتمال ہی کی بنیاد پر سوچو کہ اگر قرآن کا برحق ہونا ہی نکل آیا تو تم ضلالت کے کس درجہ اشد میں اپنے کو پاؤ گے؟ ۵۵ یعنی غلبۂ حق کی ان مادی علامتوں کو دیکھ کر یہ ایک حدتک اضطراراً اعتراف پر مجبور ہو جائینگے ——— چنانچہ نہ صرف علاقۂ حجاز بلکہ سارا ملک عرب اور اس کے اطراف و نواح اسلام کے مسخر ہوئے اور بڑے بڑے رؤساء و سرداران ریاست مکّہ "مرکٹ" کر رہے۔ الْاٰفَاقِ۔ اس کا ترجمہ مفسّر تھانویؒ نے "ان کے گرد و نواح" سے کیا ہے اور حاشیہ یہ دیا ہے۔ اشارۃ الی ان الالف واللام عن المضاف الیہ وھو مما لمواھب۔ اٰيٰتِنَا فِى الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ۔ آیاتِ الٰہی آفاقی اور آیات الٰہی انفسی ان دونوں سے کیا مراد ہے؟ عجب نہیں کہ آیاتِ آفاقی سے مُراد وہ واقعات و دلائل خارجی ہوں جو ہر فطرت سلیم کو توحید و حکمتِ الٰہی کی طرف لاتے ہیں، اور اس کے تحت میں طبیعیات عنصریات، فلکیات کی قسم کے سارے علوم و فنون آجاتے ہیں۔ اور آیاتِ انفسی سے اشارہ نفس بشری کے اسرار و عجائبات کی جانب ہو، اور اس میں نفسیات، اخلاقیات، اجتماعیات کی ساری شاخیں آجاتی ہیں ——— خارجی و داخلی دونوں قسم کے علم و فن اگر صحیح طور پر مطالعہ کئے جائیں، تو دلائل حکمت و صنعت باری ہی کا کام دے سکتے ہیں۔ اللہ تُربت ٹھنڈی رکھے متعدد مفسّرین کرام کی کہ اپنے اپنے رنگ میں اسی طرف اشارہ کر گئے ہیں۔ ؎ قال عطاء وابن زید فی الاٰفاق یعنی اقطار السمٰوات والارض من الشمس والقمر والنجوم واللیل والنہار والریاح والامطار والرعد والبرق والصواعق والنبات والاشجار والجبال والبحار وغیرھا ۔۔۔۔۔۔ وفی انفسھم من لطیف الصنعۃ وبدیع الحکمۃ حتّی سبیل الغائط والبول ——— وبدیع صنعۃ اللہ وحکمتہ فی عینیہ ۔۔۔۔۔۔ وفی اذنیہ (قرطبی) و یحتمل ان یکون المراد من ذٰلک ما الانسان مرکب منہ وفیہ وعلیہ من المواد والاخلاط والھیئات العجیبۃ کما ھو مبسوط فی علم التشریح الدال علی حکمۃ الصانع تبارک وتعالٰی وکذٰلک ما ھو مجبول علیہ من الاخلاق المتباینۃ من حسن وقبیح وغیر ذٰلک وما ھو متصرف فیہ (ابن کثیر) وقال عطاء وابن زید فی اٰفاق السمآء ولواد ان الاٰیات فی فیئ الشمس وغیر ذٰلک وفی انفسھم عبرۃ الانسان بجسمہ وحواسہ وغریب خلقتہ وتدرجہ فی البطن ونحو ذٰلک (بحر)

۵۶ (اور وہ آپ کی سعی و کاوش و اہتمام تبلیغ کو بھی دیکھ رہا ہے۔ اور ان منکروں کی ہٹ اور انکار کو بھی) اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ۔ یعنی آپ کی تسکین و تسلّی کے لئے یہ امر کافی ہونا چاہئے۔ اَنَّهٗ ۔۔۔ شَهِيْدٌ۔ آیت میں اُن جاہلی قوموں کا رد ہے جنہوں نے حق تعالیٰ کی صفت ہمہ بینی میں کلام کیا ہے۔ ۵۷ (تو کاش اُن کے دلوں میں حق تعالیٰ کی ان صفات ہمہ بینی و ہمہ دانی کا استحضار ہوتا!) اَلَآ ۔۔۔۔۔۔ رَبِّهِمْ۔ یہاں یہ بتایا ہے کہ حق کی طلب و جستجو ان میں اسلئے نہیں کہ خود آخرت ہی کا اعتقاد انہیں نہیں اور طبیعت میں تحقیق و جستجو کی طرف سے تساہل و بے رغبتی تو آخرت کی اسی بے یقینی نے پیدا کر دی ہے۔ اِنَّهٗ ۔۔۔۔۔ مُّحِيْطٌ۔ آیت میں ان جاہلی قوموں کا رد ہے جنہوں نے حق تعالیٰ کی صفات ہمہ دانی و ہمہ توانی میں کلام کیا ہے۔

اِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ ؕ وَمَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرٰتٍ

اُسی (اللہ) کی طرف قیامت کے علم کا حوالہ دیا جاسکتا ہے اور کوئی پھل اپنے خول میں سے نہیں

مِّنْ اَكْمَامِهَا وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا

نکلتا، اور نہ کوئی عورت حمل سے رہتی ہے اور نہ (بچہ) جنتی ہے بغیر اُس کی

بِعِلْمِهٖ ؕ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ اَيْنَ شُرَكَآءِيْ ۙ قَالُوْٓا اٰذَنّٰكَ ۙ

اطلاع کے ۴۸ اور جس روز (اللہ) ان (مشرکوں) کو پکاریگا کہ (اب) میرے شریک کہاں ہیں؟ تو وہ کہینگے

مَا مِنَّا مِنْ شَهِيْدٍ ۚ ﴿۴۷﴾ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَدْعُوْنَ

کہ ہم تو آپ سے یہی عرض کرینگے کہ ہم میں سے کوئی (اس کا) مدعی نہیں ۴۹ اور جن جن کی یہ لوگ پہلے پوجا کیا کرتے

مِنْ قَبْلُ وَظَنُّوْا مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ ﴿۴۸﴾ لَا يَسْـَٔمُ

تھے وہ سب اُن سے غائب ہو جائینگے اور وہ لوگ یہ سمجھ لینگے کہ اب کوئی صورت بچاؤ کی نہیں ۵۰ انسان کا

الْاِنْسَانُ مِنْ دُعَآءِ الْخَيْرِ ۫ وَاِنْ مَّسَّهُ الشَّرُّ فَيَـُٔوْسٌ

ترقی کی آرزو سے جی نہیں بھرتا اور اگر اُسے تکلیف پہنچ جاتی ہے تو مایوس و

قَنُوْطٌ ﴿۴۹﴾ وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ رَحْمَةً مِّنَّا مِنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ

ہراساں ہو جاتا ہے ۵۱ اور اگر ہم اپنی طرف سے اُسے مہربانی کا مزہ چکھا دیتے ہیں بعد کسی تکلیف کے جو

مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ هٰذَا لِيْ ۙ وَمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً ۙ

اُسے واقع ہوئی تھی تو وہ کہنے لگتا ہے کہ یہ تو میرے لئے ہونی ہی تھی اور میں قیامت کو آنیوالا نہیں خیال

وَّلَئِنْ رُّجِعْتُ اِلٰى رَبِّيْٓ اِنَّ لِيْ عِنْدَهٗ لَلْحُسْنٰى ۚ

کرتا، اور اگر میں اپنے پروردگار کے پاس پہنچایا بھی گیا تو میرے لئے تو اسکے پاس بھی ضرور ہی بہتری ہی ہے ۵۲

۴۸ حق تعالیٰ کی صفتِ علم کا اثبات ہو رہا ہے کہ اُس کا علم کامل اور ہر ہر جزئیہ کو محیط ہے اور وہی وقت قیامت کا علم رکھتا ہے۔ اِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ۔ یہ منکرین کے اس تعریضی سوال کے جواب میں ہے کہ قیامت آخر کب آئے گی۔ ۴۹ (اور اپنی غلطی کے بالکل معترف ہیں) اَيْنَ شُرَكَآءِيْ۔ یعنی جنہیں تم اپنے زعم و پندار میں ہمارا شریک و ہمسر سمجھا کرتے تھے۔ انہیں بلاؤ، وہ اب آکر بچائیں ——— شرکاء کی اپنی جانب نسبت و اضافت میں ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ نے مشرکین کے عقائد پر تعریض کی ہے۔ اضافهم الیه علی زعمهم وفیه تهکم وتقریع (مدارک) مَا مِنَّا مِنْ شَهِيْدٍ۔ یعنی آج ہم میں سے کوئی بھی اس کا مدعی نہیں کہ تیرا کوئی بھی شریک ہے۔ ای ما منا احد الیوم یشهد بان لک شریکا (مدارک)

۵۰ (اس لئے اب کسی اور سے آس لگانا حماقت محض ہے) وَظَنُّوْا۔ ظن یہاں گمان کے معنی میں نہیں، یقین کے معنیٰ میں ہے۔ جیساکہ قرآن مجید میں اور بھی متعدد موقعوں پر ہے۔ ای ایقنوا کما قال السدی وغیرہ لانہ لا احتمال لغیرہ وهذا الظن یکون بمعنی العلم کثیرا (روح) ای ایقنوا وعلموا (قرطبی) وهذا بمعنی الیقین (ابن کثیر) ۵۱ مومن کو اپنی ہر تکوینی اور غیر اختیاری مصیبت پر توقع اجر کی قائم رہتی اور بھروسہ کسی نہ کسی درجہ میں خدا پر رہتا ہے۔ منکرِ توحید و منکرِ آخرت سکینت قلب کی اسی دولت سے، زخم کے اسی ٹھنڈے مرہم سے محروم، حسرت و یاس کے ساتھ اپنے کو لوٹتے پر، تڑپنے پر مضطر پاتا ہے۔ اَلْاِنْسَانُ۔ ذکر یہاں کافر، ناشکرے انسان اور اس کے کمال حرص کا ہو رہا ہے۔ قال السدی والانسان ههنا یراد به الکافر (قرطبی) الکافر (معالم) اَلْخَيْرِ۔ خیر سے یہاں مراد دنیوی و مادی ہی ترقیاں ہیں۔ والخیر ههنا المال والصحة والسلطان والعز (قرطبی) هو المال وصحة الجسم وغیر ذالک (ابن کثیر) ۵۲ یعنی اول تو میں اسی کا قائل نہیں کہ کوئی روز جزا بھی آنا ہے اور اگر بالفرض آئے بھی تو میں جس طرح یہاں خوش اقبال ہوں، وہاں بھی خوش اقبالی ہی میری رفیق رہیگی۔ هٰذَا لِيْ۔ یعنی میری تدبیر و قابلیت مقتضی ہی اسی کی تھی۔ لیقولن هٰذَا لِيْ۔ غرض یہ کہ خوشحالی میں بھی سرکش و باغی، خدا فراموش و آخرت فراموش انسان اپنے مالک و مولیٰ کی طرف رجوع نہیں کرتا۔ بلکہ اپنی ہی ذات پر گھوم پھر کر رہتا ہے۔ اِنَّ لِيْ عِنْدَهٗ لَلْحُسْنٰى۔ اِنَّ خود کلمۂ تاکید ہے۔ پھر لی کی تقدیم نے اس تاکید کو مضاعف کر دیا ہے، پھر للحسنیٰ میں ل الگ تاکید کا۔ اس دوہری تاکید کی رعایت سے ترجمہ میں ضرور ہی بڑھا دیا گیا ہے۔

مَغۡفِرَةٍ وَّذُوۡ عِقَابٍ اَلِيۡمٍ ﴿٤٣﴾ وَلَوۡ جَعَلۡنٰهُ قُرۡاٰنًا

مغفرت والا ہے اور دردناک سزا دینے والا ہے ٤٣ اور اگر ہم اسے قرآن عجمی بناتے تو یہ لوگ

اَعۡجَمِيًّا لَّقَالُوۡا لَوۡلَا فُصِّلَتۡ اٰيٰتُهٗ ؕ ءَاَعۡجَمِيٌّ وَّعَرَبِيٌّ ؕ

کہنے کہ اس کی آیتیں صاف صاف کیوں نہیں بیان کی گئیں یہ کیا کہ عجمی (کتاب) اور عربی (رسول) ٤٤

قُلۡ هُوَ لِلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا هُدًى وَّشِفَآءٌ ؕ وَالَّذِيۡنَ

آپ کہدیجئے کہ یہ (قرآن) ایمان والوں کے لئے ہدایت وشفاء ہے اور جو

لَا يُؤۡمِنُوۡنَ فِىۡۤ اٰذَانِهِمۡ وَقۡرٌ وَّهُوَ عَلَيۡهِمۡ عَمًى ؕ

ایمان نہیں لاتے اُن کے کانوں میں ڈاٹ ہے اور وہ (قرآن) اُن کے حق میں نابینائی

اُولٰٓئِكَ يُنَادَوۡنَ مِنۡ مَّكَانٍ بَعِيۡدٍ ﴿٤٤﴾ وَلَقَدۡ

ہے یہ لوگ وہ ہیں جو کسی بڑی دُور جگہ سے پکارے جا رہے ہیں ٤٥ اور ہم نے

اٰتَيۡنَا مُوۡسَى الۡكِتٰبَ فَاخۡتُلِفَ فِيۡهِ ؕ وَلَوۡلَا

موسیٰ کو بھی کتاب دی تھی اُس میں بھی اختلاف پڑا بس اگر

كَلِمَةٌ سَبَقَتۡ مِنۡ رَّبِّكَ لَقُضِىَ بَيۡنَهُمۡ ؕ وَاِنَّهُمۡ

ایک بات نہ ہوتی جو آپ کے پروردگار کی طرف سے پہلے ٹھہر چکی ہے، تو ان کا فیصلہ ہو چکا ہوتا، اور

لَفِىۡ شَكٍّ مِّنۡهُ مُرِيۡبٍ ﴿٤٥﴾ مَنۡ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفۡسِهٖ

یہ لوگ اُس کی طرف سے ایسے شک میں ہیں جس نے انہیں تردد میں ڈال رکھا ہے ٤٦ جو کوئی نیک عمل کرتا ہے وہ

وَمَنۡ اَسَآءَ فَعَلَيۡهَا ؕ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلۡعَبِيۡدِ ﴿٤٦﴾

اپنے نفع کے لئے کرتا ہے اور جو کوئی بُرا عمل کرتا ہے اُس کا بھی وبال اُس پر پڑیگا اور آپکا پروردگار بندوں پر ظلم کرنیوالا ہرگز نہیں ٤٧

ق۔ حفص بتسہیل الهمزة الثانية

ع ١٢ / ٥ / ١٩

٤٣ اس میں تفصیل یہ ہے کہ اصل صفت تو غفوریت ہی کی ہے، لیکن اگر منکرین ومکذبین عناد سے باز آکر مستحق مغفرت نہ ہو گئے تو پھر سزا بھی ان کے لئے شدید ودردناک رکھی ہوئی ہے۔

٤٤ بعض معاند منکروں نے یہ کہنا شروع کیا تھا کہ سارا قرآن عربی ہی میں کیوں ہے۔ کچھ عجمی میں بھی ہوتا تو البتہ ہم یقین کر لیتے کہ یہ نبی عربی ہیں عجمی زبان پر انہیں قدرت نہیں، لامحالہ یہ وحی غیبی ہے۔ یہاں اسی اعتراض کے جواب میں ارشاد ہو رہا ہے کہ یہ معاند ایمان تو جب بھی ہرگز نہ لاتے اور اس وقت یہ کہنے لگتے کہ سارا قرآن عربی ہی کیوں نہیں یہ کیسی بے جوڑ بات ہے کہ رسُول خود تو عرب ہوں، اور پیام وکلام لیکر آئیں عجم کی زبان میں! فقہاء محققین نے اسی آیت سے استنباط کیا ہے کہ قرآن کا اطلاق عجمی قرآن پر بھی جائز ہے اور اختلاف لسان کی بنا پر قرآن غیر قرآن نہیں ہو جاتا، بلکہ ترجمۂ قرآن پر بھی قرآن ہی کا اطلاق رہتا ہے۔ وهذا يدل على ان نقله الى لغة العجم لا يخرجه ذلك من ان يكون قرآنا (جصاص) لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ نماز بھی بجائے قرآن کے ترجمۂ قرآن پڑھنے سے ادا ہو جائیگی۔ لان المامور به قراءة القرآن وهو اسم للمنزل باللفظ العربي المنظوم بهذا النظم الخاص المكتوب في المصاحف المنقول الينا نقلاً متواترا (در المختار)

٤٥ (کہ محض آواز سُن رہے ہیں اور سمجھتے بوجھتے خاک نہیں) هُدًى۔ راہنما عمل صالح کی طرف۔ شِفَآءٌ۔ باعث شفاء امراض باطنی ہے۔ فِىۡۤ اٰذَانِهِمۡ وَقۡرٌ۔ کانوں میں ڈاٹ یوں کہ یہ منکرین ومعاندین اس آوازِ حق کو باوجود اس کے وضوح کے انصاف کے کانوں سے سنتے ہی نہیں۔ وَهُوَ عَلَيۡهِمۡ عَمًى۔ چنانچہ معاندین کی یہ ارادی نابینائی اُن کے حق میں اور زیادہ موجب ضلالت بنتی جاتی ہے۔

٤٦ (اور چونکہ یہ یقین وایمان سے محروم ہیں، اس لئے قدرۃً سکون واطمینان کی دولت سے بھی محروم ہیں) وَلَقَدۡ .... فِيۡهِ۔ چنانچہ اسی توریت ہی کی طرح آج قرآن کے بارہ میں بھی لوگ اختلاف کر رہے ہیں، اور بہت سے اشرار اُسے کلام الٰہی تسلیم کرنے سے انکار کر رہے ہیں ——— مقصود رسُول کو تسکین دینی ہے کہ خلقت کی یہ عادتِ انکار تو پہلے سے چلی آ رہی ہے۔ لولا ...... رَبِّكَ۔ اور وہ ٹھہرائی ہوئی بات یہی ہے کہ پورا عذاب آخرت ہی میں ہوگا۔ لَقُضِىَ بَيۡنَهُمۡ۔ وہ فیصلہ یہی کہ منکرین پر عذاب اسی دنیا میں آ گیا ہوتا۔

٤٧ (کہ کسی کی کی ہوئی نیکی کو شمار سے چھوڑ دے اور یا کسی کی نہ کی ہوئی بدی کو لکھ لے) وَمَا ...... لِلۡعَبِيۡدِ۔ آیت کے اس ٹکڑے میں تردید آ گئی اُن مشرک جاہلی قوموں کے عقیدہ کی جو اپنے دیویوں دیوتاؤں کی جانب ظلم وجبر، شقاوت وسفاکی کی صفات منسوب کرنا ذرا بھی انکی الوہیت کے منافی نہیں سمجھتے تھے۔ مَنۡ عَمِلَ ...... فَعَلَيۡهَا۔ اسلام کی ایک بنیادی حقیقت یعنی شخصی ذمہ داری کا ایک بار پھر اعادہ واثبات کر دیا گیا۔ اور اس جہل کی ایک بار پھر اصلاح کر دیگئی کہ مقبولین سے محض نسبی نسبت رکھنا کافی ہے ——— بحمد اللہ آج یکشنبہ ١٨ ذی الحجہ ١٣٦٦ھ مطابق ٢ نومبر ١٩٤٧ء کو اس چوبیسویں پارہ کی تفسیر کی نظر ثانی سے فراغت ہوئی۔

اَنۡزَلۡنَا عَلَيۡهَا الۡمَآءَ اهۡتَزَّتۡ وَرَبَتۡ ؕ اِنَّ الَّذِىۡۤ

ہم اُس پر پانی برسا دیتے ہیں تو وہ اُبھرتی اور پھولتی ہے تو وہی جس نے اس

اَحۡيَاهَا لَمُحۡىِ الۡمَوۡتٰى ؕ اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ ﴿۳۹﴾

(زمین) کو جی اُٹھایا وہی مُردوں کو بھی جی کھڑا کریگا، بیشک وہی ہر چیز پر قادر ہے ۳۸

اِنَّ الَّذِيۡنَ يُلۡحِدُوۡنَ فِىۡۤ اٰيٰتِنَا لَا يَخۡفَوۡنَ عَلَيۡنَا ؕ

بیشک جو لوگ ہماری آیتوں میں کج روی کرتے ہیں وہ ہم سے مخفی نہیں ہیں سو

اَفَمَنۡ يُّلۡقٰى فِى النَّارِ خَيۡرٌ اَمۡ مَّنۡ يَّاۡتِىۡۤ اٰمِنًا يَّوۡمَ

بھلا جو شخص دوزخ میں ڈالا جائے وہ بہتر ہے یا وہ شخص جو قیامت کے دن امن وامان کے

الۡقِيٰمَةِ ؕ اِعۡمَلُوۡا مَا شِئۡتُمۡ ۙ اِنَّهٗ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِيۡرٌ ﴿۴۰﴾

ساتھ آئے ۳۹ (خیر) جو جی چاہے کرلو، وہ تمہارا کیا ہوا سب کچھ دیکھ رہا ہے ۴۰

اِنَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا بِالذِّكۡرِ لَمَّا جَآءَهُمۡ ۚ وَاِنَّهٗ لَـكِتٰبٌ

جو لوگ اس (کتاب) نصیحت کا انکار کرتے ہیں جبکہ وہ ان کے پاس پہنچ گئی سو وہ بڑی معزز

عَزِيۡزٌ ﴿۴۱﴾ ۙ لَّا يَاۡتِيۡهِ الۡبَاطِلُ مِنۡۢ بَيۡنِ يَدَيۡهِ وَلَا مِنۡ

کتاب ہے اس میں باطل نہ آگے سے آسکتا ہے اور نہ پیچھے

خَلۡفِهٖ ؕ تَنۡزِيۡلٌ مِّنۡ حَكِيۡمٍ حَمِيۡدٍ ﴿۴۲﴾ مَا يُقَالُ لَكَ

سے (یہ کلام) نازل ہوا ہے (خدائے) باحکمت وپُرحمد کی طرف سے ۴۱ آپ کے لئے تو وہی باتیں

اِلَّا مَا قَدۡ قِيۡلَ لِلرُّسُلِ مِنۡ قَبۡلِكَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ لَذُوۡ

کہی جاتی ہیں جو آپ سے قبل رسولوں کے لئے کہی جا چکی ہیں ۴۲ بیشک آپ کا پروردگار بڑا

۳۸ بعث وحشر کے امکان پر، اس امکان کے منکروں کو، اس قریب کی اور روزمرّہ پیش آنے والی نظیر سے توجہ دلائی ہے۔

۳۹ (ظاہر ہے کہ ہرگز وہ دوزخی بہتر نہیں) اَلَّذِيۡنَ يُلۡحِدُوۡنَ فِىۡۤ اٰيٰتِنَا ۔ منکروں اور مکذبوں سے مُراد ہونا تو ظاہر ہی ہے لیکن علماً محققین نے لکھا ہے کہ وعید اُن باطل فرقوں پر بھی شامل ہے، جو آیات قرآنی کے معنی گڑھ گڑھ کر اور مسخ کر کر کے ایسے بیان کرتے ہیں جو حدود تاویل سے بالکل خارج ہوتے ہیں۔ متکلمین واصولیین اہل سنت نے یہ تصریح کر دی ہے کہ ہر نص اپنے ظاہری پر محمول ہوگی، تاوقتیکہ کوئی دلیل قطعی تاویل کی مقتضی نہ مل جائے۔ لغت، زبان، قواعد نحوی سے الگ ہو کر ایسے معنی گڑھنا جس سے احکامِ شریعت ہی باطل ہو جائیں، باطنیہ وزنادقہ کا شیوہ رہا ہے۔ مُرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ اس کے تحت میں وہ غالی صوفیہ بھی آجاتے ہیں جو منقول اور ماثور تفسیروں سے انکار کر کے اپنی اختراعی تاویلیں پیش کرتے رہتے ہیں۔ اَمۡ ..... الۡقِيٰمَةِ ۔ قیامت کے روز امن وامان میں رہنے والا وہی ہوگا جو دنیا میں صاحبِ ایمان تھا۔

۴۰ (جو آخرت میں جو دار الجزا ہے، پوری سزا دیگا۔ اور یہاں دار العمل میں اُس نے آزادیٔ عمل دے رکھی ہے)

۴۱ (اور مصنف ہی جلّ وعلاٰ کا پرتو تصنیف شریف میں بھی نظر آرہا ہے) لَا ... خَلۡفِهٖ ۔ اسی کتاب آسمانی میں کسی پہلو اور کسی جہت سے بھی تحریف وتلبیس کا امکان نہیں۔ بعض علماء راسخین نے یہیں سے یہ نکتہ بھی نکالا ہے کہ اس طرح قرآن سے تمسّک کرنے والے بھی باطل سے محفوظ رہتے ہیں۔

۴۲ یعنی جس طرح اُن کی تکذیب کی گئی اور انہیں اذیت پہنچائی گئی، وہی سب آپ کے لئے بھی پیش آرہا ہے تو جس طرح انہوں نے صبر کیا تھا، آپ بھی صبر سے کام لیجئے۔

بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ ﴿۳۴﴾ وَمَا يُلَقّٰىهَآ
شخص میں اور آپ میں عداوت ہے وہ ایسا ہو جائیگا جیسا کوئی دلی دوست ہوتا ہے ۳۲ اور یہ بات انہیں
اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ﴿۳۵﴾
لوگوں کو نصیب ہوتی ہے جو صبر کرتے رہتے ہیں، اور اسی کو نصیب ہوتی ہے جو بڑا صاحب نصیب ہوتا ہے ۳۳
وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ
اور اگر آپکو شیطان کی طرف سے وسوسہ آنے لگے تو آپ اللہ کی پناہ مانگ لیا کیجئے
اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۳۶﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهِ الَّيْلُ وَالنَّهَارُ
وہی (سب) سننے والا ہے (سب) جاننے والا ہے ۳۴ اور اس کی نشانیوں میں رات ہے اور دن ہے
وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ؕ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ
اور سورج ہے اور چاند ہے ۳۵ (بس) تم لوگ نہ سورج کو پوجو اور نہ چاند کو
وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ
بلکہ صرف اللہ ہی کو پوجو جس نے ان سب کو پیدا کیا اگر تم واقعی اُس کے
تَعْبُدُوْنَ ﴿۳۷﴾ فَاِنِ اسْتَكْبَرُوْا فَالَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ
پرستار ہو ۳۶ پھر اگر یہ لوگ اکڑے رہیں تو (فرشتے) جو آپکے پروردگار کے مقرب ہیں
يُسَبِّحُوْنَ لَهٗ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا يَسْـَٔمُوْنَ ﴿۳۸﴾
وہ رات اور دن اُسی کی تسبیح کرتے رہتے ہیں اور وہ اس سے ذرا نہیں اکتاتے ۳۷
وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنَّكَ تَرَى الْاَرْضَ خَاشِعَةً فَاِذَآ
اور اُس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ تو زمین کو دیکھتا ہے دبی دبائی پڑی ہے لیکن جب

السجدۃ

آتا ہے۔ ودلّ ہٰذا الآیۃ علی لزوم فرض الدعاء الی اللہ واذا جاز ان یکون النفل احسن من الفرض (جصاص) ۳۲ (بلکہ کہیں تو جانی دشمن واقعۃً دلی دوست وخادم بن جاتے ہیں۔ مثلاً رسول اللہ صلعم کے اس تعامل مسلسل کے بعد ابوسفیان جیسے شدید دشمن بالکل حلقہ بگوش ہو گئے) ولا تستوی الحسنۃ ولا السیئۃ۔ دونوں یکساں نہیں، بلکہ ہر ایک کا اثر جداگانہ ہوتا ہے۔ بدی کی مکافات بدی سے کرنے میں عداوت بڑھتی ہے اور نیکی سے کرنے میں (بشرط سلامت طبع) عداوت گھٹتی ہے۔ ولا السیئۃ میں لا زائدہ تاکید نفی کے لئے ہے۔ لا الثانیۃ مزیدۃ لتاکید النفی (روح) كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ۔ كَاَنَّهٗ نے یہ صاف کر دیا کہ یہ لازمی نہیں کہ اس برتاؤ کے بعد وہ دشمن دوست بن ہی جائے، البتہ مشابہ دوست کے ضرور ہو جائیگا —— مشہور غیر مسلم لیڈر گاندھی جی نے جو اپنا فلسفہ شانتی اور اہمسا کا چلایا ہے، عجب نہیں، جو اُس کا ماخذ اصلی یہی آیاتِ قرآنی ہوں۔ ۳۳ یعنی اس دفاع احسن کی، بدی کی مکافات بھلائی سے کرنے کی توفیق ہر کس وناکس کو نہیں حاصل ہو جاتی۔ یہ تو صرف خوش نصیبوں ہی کے حصہ میں آتی ہے یعنی اُن کے حصہ میں جو اپنے کو صبر کا خوگر بنا چکے ہوتے ہیں۔ وَمَا يُلَقّٰىهَا... صَبَرُوْا۔ اس میں ذکر ان نیک بندوں کے اخلاق وعادات کا ہے۔ وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ۔ یہ خوش نصیبی ان کے مرتبۂ اجر وثواب کے لحاظ سے بیان کی گئی ہے۔ ۳۴ (جس سے نہ کسی کے الفاظ و اقوال مخفی ہیں نہ کسی کے اعمال واحوال) وَاِمَّا... نَزْغٌ۔ نزغ یا وسوسہ سے یہاں مراد غصہ وانتقام کا وسوسہ ہے۔ معاندین کی مخالفت شدید وپیہم کے وقت اس کا پیدا ہو جانا ایک حد تک امر طبعی ہے۔ تاہم پیمبر کے مرتبہ سے فروتر چیز ہے، اس لئے قرآن نے ہر امر مذموم ومعیوب کی طرح اسے بھی شیطان کی جانب منسوب کیا ہے۔ محققین عارفین نے مفہوم میں توسع پیدا کر کے اور مخاطبت میں مراد ساری اُمت کو لے کر دوسرے شیطانی تاثرات و تصرفات مثلاً حسد، ریا، کبر، کینہ، کذب وغیرہ کی تحریکات کو اسی حکم کے تحت میں لے لیا ہے۔ ابھی ابھی حکم صبر کا ملا تھا، صبر ہی اساس اخلاق ہے، اور سعادت اُخروی وبہبود دنیوی کی اصل۔ اس آیت سے مقصود اسی کے حفظ وبقاء کی تاکید ہے۔ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ۔ اللہ سے پناہ مانگنے اور پناہ خداوندی میں آجانے کا حکم اس لئے کہ بشر بلا امداد الٰہی شیطان کے دفع کرنے پر قادر نہیں۔ حکم سے یہ بھی اشارہ نکل آیا کہ بندۂ مومن کو غافل وبے فکر کسی وقت بھی نہ ہونا چاہئے۔ مُرشد تھانوی رح نے فرمایا کہ آیت سے تین مسئلے مستنبط ہوتے ہیں ایک اصلاح اخلاق کی ضرورت، دوسرے اس کے لئے مجاہدہ کا شرط ہونا۔ تیسرے یہ کہ وسوسۂ شیطانی کا امکان کاملین کے لئے بھی ہے اور وہ التجاء الی اللہ میں مانع نہیں۔ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۔ وہ آپ کا استعاذہ بھی سُن رہا ہے اور آپ کی نیت وصالحیت سے بھی خوب واقف ہے۔ آیت سے یہ استدلال بھی کیا گیا ہے کہ نزغ یا غصہ کے وقت استعاذہ مستحب ہے۔ وفسر عبد الرحمٰن بن زید النزغ بالغضب واستدل بالآیۃ علی استحباب الاستعاذۃ عند الغضب (روح) ۳۵ (نہ یہ کہ یہ کوئی مستقل دیوی دیوتا ہیں) آیت میں رَد آگیا تمام ستارہ پرست، آفتاب پرست، ماہتاب پرست جاہلی قوموں کا ارشاد ہو رہا ہے کہ رات ہو، یا دن، سورج ہو یا چاند، یہ تو سب حق تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی علامتیں اور نشانیاں ہیں اور اُس کی توحید وعظمت، حکمت وصناعی پر مستقل دلائل وشواہد، انہیں خود معبود سمجھ لینا کس درجہ کی حماقت وسفاہت ہے۔ ملاحظہ ہوں تفسیر انگریزی کے حاشیے۔ ۳۶ اہل شرک پر حجت قائم کی ہے کہ اگر تم توحید کے مُدعی ہو، اور ایک خدا کے ماننے والے ہو، تو یہ آفتاب پرستی، ماہتاب پرستی، اس دیوتا کی پرستش اور اُس دیوی کی پُوجا کے کیا معنی؟ تم کو چاہئے کہ سارے دیوی دیوتاؤں سے منہ موڑ کر صرف اُن کے خالق یعنی حق تعالیٰ ہی سے اپنا تعلق جوڑے رکھو۔ لَا تَسْجُدُوْا..... اسْجُدُوْا۔ سجدہ سے یہاں اسلامی نماز کا اصطلاحی سجدہ مراد نہیں۔ عام عبادت وپرستش مقصود ہے۔ جیسا کہ اسکے قبل بھی کئی بار ذکر آچکا ہے۔ لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ۔ آفتاب پرستی وماہتاب پرستی، دنیا میں شرک کے یہ دو مظہر سب سے بڑھ کر رہے ہیں۔ اس لئے تصریح کے ساتھ نام انہیں دونوں کا ارشاد ہوا ہے۔ ۳۷ مسلک توحید وایمان اختیار کرنے میں بہرحال اپنے طریق آبائی کو چھوڑنا اور نبی کا اتباع کرنا پڑتا تھا، اور یہ بہت سے طبائع کو گراں گزرتا تھا۔ یہاں اشارہ اسی جانب ہے۔ فَالَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ۔ فرشتوں کا ذکر فَاِنِ اسْتَكْبَرُوْا کے مقابلہ میں لانے سے اس طرف بھی اشارہ منظور ہے، کہ ملائکۂ مقربین مرتبہ ومنزلت میں ان اشخاص سے ہزارہا ہزار درجہ زائد ہیں۔

قریب موجود پائیں اور اپنے پیروں سے روند کر رکھ دیں۔ افسلنا من الجن والانس۔ یہ نص اس باب میں صاف وواضح ہے کہ انسان کی گمراہی شیطان (جنات خبیث) کی طرف سے بھی آتی ہے اور انسانوں کی طرف سے بھی۔ ؎۲۶ یعنی مذہب شرک چھوڑ کر دین توحید اختیار کیا اور اسی پر ثابت قدم رہے۔ اس سے ان کا قدم ڈگمگانے نہیں پایا۔ لم یضبوا علی الاقرار ولم یرجعوا الی الشرک (رح) معناہ ولم یشرکوا بہ شیئا ولکن تموا علی التوحید (ابن جریر) عن مجاھد اسلموا ثم لم یشرکوا بہ حتی لحقوا بہ (ابن جریر) عن عکرمۃ استقاموا علی شہادۃ ان لا الٰہ الا اللہ (ابن جریر) صدیق اکبر حضرت ابو بکر سے یہی معنی مروی ہیں۔ ھم الذین لم یشرکوا باللہ شیئا (ابن جریر، عن ابی بکر الصدیق) لم یرجعوا الی عبادۃ الاوثان (رح عن ابی بکر الصدیق) آیت سے منافق اور مرتد تو خارج ہو ہی گئے (منافق سے استقامت کیونکر ممکن ہے اور مرتد وہ ہے جو اقرار ایمان پر قائم نہ رہا) باقی اخفاء ایمان کا رد بھی لفظ قالوا سے نکل رہا ہے یعنی کوئی شخص دل سے تو توحید کا قائل ہو مگر اقرار نہ کر رہا ہو، وہ مستحق اس بشارت کا نہیں۔ رَبُّنَا۔ صفت ربوبیت کی تخصیص اس لئے فرمائی گئی کہ مشرکوں کو سب سے زیادہ دھوکا اسی صفت ربوبیت میں ہوا ہے۔ کارساز ہی وہ دوسرے کو جانتے ہیں، ورنہ خالق تو شاید ہی کسی کافر نے کبھی غیر اللہ کو سمجھا ہو۔ ضرورت اسی صفت ربوبیت پر استقامت کی تاکید کی تھی۔

مِنَ الْاَسْفَلِيْنَ ﴿۲۹﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ

خوب ذلیل ہوں ؎۲۵ بیشک جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے پھر

اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَ

(اس پر) قائم رہے ؎۲۶ ان پر فرشتے اتریں گے کہ تم نہ اندیشہ کرو اور

لَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿۳۰﴾

نہ رنج کرو اور خوش ہو جنت (کے ملنے) پر جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا رہا ہے ؎۲۷

نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَ

ہم تمہارے رفیق تھے دنیوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی رہیں گے ؎۲۸ اور

لَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا

تمہارے واسطے اس (جنت) میں وہ سب کچھ موجود ہے جس کو تمہارا جی چاہے، اور تمہارے واسطے

تَدَّعُوْنَ ﴿۳۱﴾ ط نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ﴿۳۲﴾ ع وَمَنْ

موجود ہے جو کچھ بھی تم مانگو ؎۲۹ (یہ) بطور مہمانی کے (خدائے) غفور و رحیم کی طرف سے ؎۳۰ اور اس سے

اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا

بہتر بات کس کی ہے جو (دوسروں کو) اللہ کی طرف بلائے اور (خود) نیک عمل کرے اور

وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۳۳﴾ وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ

کہے کہ میں تو فرمانبرداروں میں سے ہوں ؎۳۱ اور نیکی اور بدی برابر

وَلَا السَّيِّئَةُ ۭ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ

نہیں ہوتی آپ نیکی سے (بدی کو) ٹال دیا کیجئے تو پھر یہ ہوگا کہ جس

ع ۴ ۷ ۱۸

ثُمَّ اسْتَقَامُوْا۔ مرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ استقامت اپنے اطلاق کے لحاظ سے ہر درجہ و مرتبۂ استقامت کو شامل ہے۔ ؎۲۷ (پیمبروں اور صدیقوں کی زبان سے) مومن ناظر کو چاہیئے کہ جب اس آیت پر بشارت پر پہنچے تو آگے بڑھنے سے قبل ذرا اپنی موت کے وقت کا اس وعدۂ الٰہی کے ساتھ مراقبہ کر لے نزع میں کہ انتہائی بے بسی کا وقت ہوتا ہے یہ مژدۂ رحمت کس درجہ باعث بشارت و شادمانی ہوگا! ــــــ زبان کا کوئی لفظ مسرت و انبساط کی اس انتہائی کیفیت کو ادا کر ہی نہیں سکتا۔ جلال الدین سیوطیؒ نے شرح الصدور میں تمیم داری صحابیؓ کے حوالہ سے ایک بڑی طویل حدیث اس مضمون کی نقل کی ہے کہ مومن صالح کی روح کے قبض کے وقت فرشتۂ موت اس کے پاس اس کی دلچسپیوں کا بہتر سے بہتر سامان لے کر آتا ہے اور جس طرح بچہ کے نشتر لگنے کے وقت اُسے بہلا پھسلا لیا جاتا ہے اس احتضار والے مومن کو انہیں دلچسپیوں میں بہلا کر چپکے سے بلا شائبۂ تکلیف اُس کی روح جسم سے باہر لے آتا ہے اس گھڑی جسم روح کو مبارکباد دیتا ہے اور روح جسم کو فرشتے اس کے حق میں دعائیں اور طلب مغفرت کرتے ہیں اور شیطان پچھاڑیں کھاتا ہے کہ شکار ہاتھ سے نکل گیا!

تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ۔ یہ فرشتے رحمت اور بشارت کے ہونگے اور ان کا نزول پہلے موت کے وقت ہوگا، پھر قبر میں اور پھر بعثت کے وقت ــــــ بلکہ محققین عارفین نے تو ترقی کر کے یہاں تک کہا ہے کہ ملائکۂ رحمت کا نزول تو مومنین صادقین پر ہر وقت اور ہر آن ہوتا رہتا ہے۔ قال المفسرون یعنی عند الموت وانا اقول فی کل یوم والآن الایام یوم الموت وحین القبر ویوم الفزع الاکبر (ابن العربی) قیل عند الموت وقیل فی مواقف ثلاثۃ عند الموت وفی القبر وعند البعث الی القیامۃ (کبیر) وَلَا تَخَافُوْا۔ کسی عذاب کا اندیشہ نہ کرو، نہ برزخ میں نہ آخرت میں۔ وَلَا تَحْزَنُوْا۔ یعنی دنیا اور یہاں کے مانوسات و مالوفات کی مفارقت پر ذرا غم نہ کرو۔ امام رازیؒ نے کہا ہے کہ یہ آیت مومن کے حق میں بہت بڑی بشارت ہے اور ایک وعدہ اس امر کا ہے کہ اُسے کوئی غم و حزن نہ موت کے وقت ہوگا نہ قبر میں نہ حشر میں، بلکہ ان سارے موقعوں پر وہ مطمئن و پُرسکون رہے گا۔

؎۲۸ نیکی کے فرشتے مومن صالح کے رفیق اس دنیا میں برابر رہا کرتے ہیں، اور ہر وقت اُسے صالحیت کی ترغیب بطریق الہام دیتے رہتے ہیں۔ اور آخرت میں ان کی ملاقات و رفاقت کا ذکر تو قرآن مجید میں بار بار آیا ہے۔ مرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ امتحان ظاہری و باطنی کے موقع پر فیض ملائکہ نزول سکینت و برکت کرتا رہتا ہے۔ ؎۲۹ جنت اور آخرت کی نعمتوں کی کوئی حد اور کوئی شمار ہے الفاظ کا عموم و جامعیت ملاحظہ ہو۔ ارشاد ہو رہا ہے کہ جو کچھ بھی تم طلب کروگے۔ ہر چیز تمہارے لئے حاضر و مہیا ہوگی۔ اور اس میں ساری ہی مادی و روحانی لذتیں اور حسی و معنوی راحتیں آگئیں! اور پھر اس سے بھی ایک قدم آگے بڑھ کر، "جو کچھ تمہارا جی چاہیگا وہ بھی"۔ خواہ زبان سے مانگو یا نہ مانگو ــــــ حق ہے کہ مومن ناظر ان بشارتوں کو پڑھ کر وجد میں آ جائے۔ مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ۔ اس کے اندر وہ ساری لذتیں اور راحتیں آگئیں جن کی طلب انسان کے لئے طبعی و اضطراری ہے۔ مَا تَدَّعُوْنَ۔ اس کے تحت میں وہ ساری نعمتیں شامل ہیں جن کی طلب انسان کے لئے عقلی و اختیاری ہے۔ ؎۳۰ یعنی یہ بے انداز و بے حساب نعمتیں ملینگی بھی تو اس طرح نہیں جیسے سائل یا گداگر کو بھیک مل جاتی ہے، بلکہ بڑے اعزاز و اکرام کے ساتھ ملینگی جیسے معزز مہمان کو میزبان کی طرف سے پیش ہوتی رہتی ہیں ــــــ اور میزبان کون ہوگا؟ خود حق تعالیٰ، صفات مغفرت و رحمت سے خاص طور پر متصف! ؎۳۱ ابھی ذکر حسن مآل کا تھا۔ اب ذکر حسن عمل کا ہے۔ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا۔ دعوت الی اللہ کے ساتھ ضرورت خود بھی حسن عمل کی ہے بلکہ اس قید نے یہ اشارہ کر دیا کہ عالم بے عمل اور واعظ غیر متقی اس بشارت سے خارج ہے۔ للمراد ان یتبع القول العمل (ابن العربی) قَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ۔ مومن کو چاہیئے کہ اپنی بندگی پر فخر کرے، اس میں کوئی عار نہ سمجھے۔ مرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ عَمِلَ صَالِحًا کی قید سے معلوم ہوا کہ شیخ کو خود بھی عامل ہونا چاہیئے ورنہ اس کی تعلیم میں برکت نہ ہوگی۔ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ۔ ظاہر لفظ سے بعض علماء نے اشارہ اذان کی جانب سمجھا ہے۔ اور استدلال اسی سے عمل اذان کی فضیلت پر کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اذان کی افضلیت اپنی جگہ بالکل مسلّم، بلکہ حدیث میں مؤذن کے لئے یہ بشارت آچکی ہے کہ اللہ نے اس کا گوشت آگ پر حرام کر دیا ہے لیکن یہاں مفہوم عام ہے۔ اور ہر داعی الی اللہ اسی کے تحت میں آ جاتا ہے خواہ وہ حاکم عادل ہو یا فوجی مجاہد، مدرس ہو یا واعظ، شیخ طریقت ہو یا دینی کتابوں کا مصنف۔ وَمَنْ ... دَعَآ اِلَى اللّٰهِ۔ فقہاء نے اس کے تحت میں لکھا ہے کہ خلوت و اعتزال و سکوت زاہدانہ سے امر بالمعروف اولیٰ و اشرف ہے۔ اللہ۔ فقہاء نے اس سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ بہترین قولی عبادت دعوت الی اللہ ہی ہے۔ فیہ بیان ان ذالک احسن قول (جصاص) اور پھر اس فرع پر فرع یہ مرتب کیا ہے کہ دعوت الی اللہ فرض ہے، ورنہ اگر یہ فرض نہ ہو بلکہ صرف نفل ہو تو نفل کا فرائض سے بہتر ہونا لازم

وَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِىٓ أُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ

اور اُن کے حق میں بھی ان سے قبل گذرے ہوئے جنات اور انسانوں کی قوموں کے ساتھ

قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ ۖ إِنَّهُمْ كَانُوا خٰسِرِينَ ﴿۲۵﴾ ع ۳ / ۱۷

(اللہ کا) قول پورا ہو کر رہا بیشک وہ (سب) خسارہ میں رہے ۲۳ف

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَسْمَعُوا لِهٰذَا الْقُرْءَانِ وَ

اور کافر کہتے ہیں کہ اس قرآن کو سنو ہی مت اور

الْغَوْا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُونَ ﴿۲۶﴾ فَلَنُذِيقَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا

اس کے درمیان میں غل مچادیا کرو، شاید (اسی طرح) تم غالب آجاؤ ۲۴ف سو ہم (ان) کافروں کو سخت عذاب کا

عَذَابًا شَدِيدًا ۙ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَسْوَأَ الَّذِى كَانُوا

مزہ چکھائینگے اور جو بری بری حرکتیں یہ کرتے رہے ہیں ان کی سزا دے کر

يَعْمَلُونَ ﴿۲۷﴾ ذٰلِكَ جَزَآءُ أَعْدَآءِ اللّٰهِ النَّارُ ۖ لَهُمْ فِيهَا

رہیں گے یہی سزا ہے اللہ کے دشمنوں کی یعنی دوزخ وہاں انکے لئے

دَارُ الْخُلْدِ ۖ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوا بِـَٔايٰتِنَا يَجْحَدُونَ ﴿۲۸﴾

ہمیشگی کا مقام ہوگا اس کی سزا میں کہ وہ ہماری آیتوں کا انکار کرتے رہتے تھے

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا رَبَّنَآ أَرِنَا الَّذَيْنِ أَضَلَّانَا

اور کافر (اُسوقت) کہینگے کہ اے ہمارے پروردگار ہمیں وہ شیطان وانسان دونوں دکھا دیجئے

مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ نَجْعَلْهُمَا تَحْتَ أَقْدَامِنَا لِيَكُونَا

جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا ہم انہیں اپنے پیروں کے نیچے ڈال دیں کہ وہ

۲۳ف ہر بدی، ہر نافرمانی، ہر معصیت کسی نہ کسی دوست، رفیق ہی کی ترغیب وتشویق کا آخری نتیجہ ہوتی ہے۔ اسی حقیقت کی جانب یہاں اشارہ ہے۔

~~فی اُمَمٍ میں فی مرادف ہے مع کے (ابوالسعود)~~

۲۴ف (اور یہ پیمبر ہار کر، تھک کر چپ ہو جائیں) مکہ کے مشرکوں نے جب دیکھا کہ پیمبرؐ اپنی تبلیغ سے رکتے نہیں اور قرآن برابر دلوں میں گھر کرتا جاتا ہے تو ایک تدبیر یہی سمجھ میں آئی کہ سرے سے قرآن کی آواز ہی کو کانوں تک نہ پہنچنے دیا جائے، اور قرآن جب رسولؐ سنا رہے ہوں تو اتنا غل مچایا جائے کہ اُن کی آواز سُن ہی نہ پڑے۔

قَالُوْٓا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَّهُوَ
وہ جواب دینگی ہم کو اُسی اللہ نے گویائی دی جس نے ہر چیز کو گویائی دی ہے اور اُسی نے تو تم کو
خَلَقَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿٢١﴾ وَمَا كُنْتُمْ
اول بار پیدا کیا تھا اور اسی کے پاس پھر لائے گئے ہو ١٩ اور تم اس بات سے
تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَآ
اپنے کو چھپا ہی نہیں سکتے تھے کہ تمہارے خلاف تمہارے کان اور تمہاری
اَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُوْدُكُمْ وَلٰكِنْ ظَنَنْتُمْ اَنَّ اللّٰهَ
آنکھیں اور تمہاری جلدیں گواہی دیں لیکن تم تو اس گمان میں رہے کہ اللہ کو تمہاری
لَا يَعْلَمُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿٢٢﴾ وَذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ
اکثر باتوں کی خبر ہی نہیں ٢٠ اور تمہارے اسی گمان نے جو تم
الَّذِيْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ اَرْدٰىكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ مِّنَ
اپنے پروردگار کے ساتھ رکھتے تھے تمہیں برباد کیا اور تم گھاٹے میں پڑ کر
الْخٰسِرِيْنَ ﴿٢٣﴾ فَاِنْ يَّصْبِرُوْا فَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ۚ وَاِنْ
رہے ٢١ سو اگر یہ لوگ صبر کریں جب بھی دوزخ ہی اُن کا ٹھکانا ہے اور اگر وہ
يَّسْتَعْتِبُوْا فَمَا هُمْ مِّنَ الْمُعْتَبِيْنَ ﴿٢٤﴾ وَقَيَّضْنَا لَهُمْ
عذر کرنا چاہیں تو اُن کی معذرت قبول نہ ہوگی ٢٢ اور ہم نے اُن کے لئے کچھ
قُرَنَآءَ فَزَيَّنُوْا لَهُمْ مَّا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ
ساتھ رکھنے والے مقرر کر رکھے تھے، سو انہوں نے ان کے کرتوت اگلے اور پچھلے اُن کی نظر میں خوشنما کر دکھائے تھے

١٩ آج جو اعضاء خاموش و غیر گویا ہیں، کل گویا ہو کر کتنی سیدھی اور سچی بات کہینگے کہ تم ہمیں تو خاموش و غیر متکلم سمجھ رہے تھے، یہ بتاؤ کہ زبان جسے تم گویا و ناطق سمجھ رہے ہو، خود اس مضغۂ گوشت میں یہ قوت گویائی کہاں سے آگئی؟ کیا اُس نے یہ قدرت از خود حاصل کرلی تھی؟ اس میں بھی یہ قوت ایک قادر مطلق ہی کے حکم و مشیت سے تو آئی۔ اس ایک چیز کے سوا اُس میں اور ہم میں کوئی ذرہ بھر فرق بھی تو نہیں۔ تو پھر بعینہٖ وہی مشیت اس وقت جب ہم سے متعلق ہوگئی تو ہم بھی ٹھیک زبان ہی کی طرح ناطق ہوگئے۔ اس میں حیرت کی بات ہی کیا؟ وَقَالُوْا ..... عَلَيْنَا۔ اہل دوزخ دنگ و حیران رہ کر اپنے ہی اعضاء جسم سے سوال کرینگے کہ ارے یہ تمہیں ہو کیا گیا؟ یہ آج تم بولنے کیسے لگ گئے؟ ہم نے تو یہ جو کچھ کیا دھرا تھا، سب تمہارے ہی واسطے تو کیا تھا؟

٢٠ کثرت سے مشرک حکماء و فلاسفہ، نے علم الٰہی کو ناقص سمجھا ہے۔ کسی نے یہ کہا ہے کہ خدا کو علم صرف کلیات کا ہوتا ہے جزئیات کا نہیں، اور کسی نے کچھ اور۔ بہرحال مشرکین کو صفات کمالیہ الٰہی ہی کے سمجھنے میں شدید ٹھوکر لگی ہے، خصوصاً صفت علم کے باب میں۔

٢١ مشرکانہ عقائد ہی کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان برابر بدکرداریوں میں پڑا رہتا ہے اور اس کا پورا انجام حشر میں جا کر ظاہر ہوگا۔

٢٢ یعنی اگر یہ تن بتقدیر ہو کر صبر و خاموشی سے کام لیں، اور کوئی عذر و معذرت نہ پیش کریں، جب بھی ان کے حق میں کوئی رعایت نہ ہوگی، جیسا کہ دنیا میں کبھی ہو جاتا ہے۔ اور عذر خواہی بھی اگر کرنا چاہیں تو اُس دار الجزاء میں بالکل بیکار ثابت ہوگی۔ آخرت تو صرف ظہور نتائج کا محل ہے وہاں اگر دار العمل والے قانون کی ذرا بھی گنجائش ہوتی تو سب سے پہلے ابلیس ہی نہ اپنی توبہ کے لئے اس گنجائش سے فائدہ اٹھاتا؟

صَرْصَرًا فِیْٓ اَیَّامٍ نَّحِسَاتٍ لِّنُذِیْقَهُمْ عَذَابَ
ایسے دنوں میں جو (انکے حق میں) منحوس تھے کہ ہم انہیں (اسی) دنیوی زندگی میں عذاب رسوائی کا

الْخِزْیِ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ؕ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَخْزٰی وَ
مزہ چکھا دیں اور عذاب آخرت تو رُسوا تر ہوگا اور

هُمْ لَا یُنْصَرُوْنَ ⑯ وَاَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَیْنٰهُمْ فَاسْتَحَبُّوا
انہیں (کوئی) مدد نہ پہنچ سکے گی ١٦ؕ اور جو ثمود والے تھے تو ہم نے انہیں راہِ ہدایت دکھائی مگر انہوں نے

الْعَمٰی عَلَی الْهُدٰی فَاَخَذَتْهُمْ صٰعِقَةُ الْعَذَابِ
ہدایت کے مقابلہ میں گمراہی کو پسند کیا سو اُن کو عذاب سراپا ذلت کی آفت نے آ پکڑا

الْهُوْنِ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ⑰ۚ وَنَجَّیْنَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا
بسبب اُن کے کرتوتوں کے ١٧ؕ اور ہم نے نجات دیدی ان لوگوں کو جو ایمان لائے

وَكَانُوْا یَتَّقُوْنَ ⑱ وَیَوْمَ یُحْشَرُ اَعْدَآءُ اللّٰهِ اِلَی ع ٢ ١٠ ١٦
اور ہم سے ڈرتے تھے اور (یاد دلائیے انہیں وہ دن) جس دن اللہ کے دشمن دوزخ کی طرف جمع کرکے

النَّارِ فَهُمْ یُوْزَعُوْنَ ⑲ حَتّٰٓی اِذَا مَا جَآءُوْهَا شَهِدَ
لائے جائینگے، پھر وہ روکے جائینگے یہاں تک کہ وہ جب اُس تک پہنچ ہی جائیں گے

عَلَیْهِمْ سَمْعُهُمْ وَاَبْصَارُهُمْ وَجُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْا
تو اُن کے کان اور ان کی آنکھیں اور اُن کی جلدیں اُن پر اُن کے اعمال

یَعْمَلُوْنَ ⑳ وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَیْنَا ؕ
کی گواہی دینگے ١٨ؕ اور وہ لوگ اپنی اپنی جلد سے کہیں گے کہ تم نے ہمارے خلاف گواہی کیوں دی؟

١٦ؕ یعنی عذاب آخرت جو کہیں زیادہ سخت اور سارے اہل محشر کی نظر میں ہونے کے باعث کہیں زیادہ رُسوا کن بھی ہوگا وہ تو بہرحال ابھی پردۂ غیب میں ہے۔ یہ عذاب ہلاکت جو ہم نے ان پر دنیا میں نازل کیا، اس سے یہ دنیا ہی میں خلقت کی نظر میں حقیر و ذلیل ہو کر رہے کہ قوت و شوکت کے اتنے دعووں کے باوجود اپنے کو بچانے پر ذرا بھی قادر نہ ہو سکے۔ فِیْٓ اَیَّامٍ نَّحِسَاتٍ۔ نحس سے صرف یہ مُراد ہے کہ وہ وقت اسی نزول عذاب الٰہی کے باعث ان لوگوں کے حق میں منحوس نکلا۔ عن مالك یعنی مشئومات لاخیر فیها (ابن العربی)
ورنہ کسی متعین دن یا مخصوص زمانہ کے "منحوس" ہونے کا عقیدہ ہی سرے سے اسلام میں نہیں۔ ولیس هذا مما یزعمه الناس من خصوصیات الاوقات (روح) یہ تو ان مشرک قوموں کا عقیدہ ہے جو تاثیر و تصرّفاتِ کواکب کے قائل ہیں۔ فقیہ ابن العربی ان ضعیف و موضوع روایتوں کا ذکر کر کے جن میں یوم چہارشنبہ کی "نحوست" وارد ہوئی ہے لکھتے ہیں۔ اِنّ هٰذا لَهُوَ الجهل المبین اور پھر مغازی کی اس روایت کا ذکر کر کے جس میں دوشنبہ سے لے کر چہارشنبہ تک کی فضیلت آئی ہے، لکھتے ہیں۔ فالاٰثار الصحاح دلیل علی فضل هٰذا الیوم وکیف یدعی فیه تقریر النحس باحادیث لا اصل لها۔ کہ جب مستند آثار سے اس روز کی فضیلت ثابت ہو گئی تو کیسے اسے بے اصل روایتوں کی بنا پر منحوس ٹھہرایا جا سکتا ہے۔
اور پھر کہتے ہیں کہ بعض قوموں نے شمسی مہینوں کے بعض سعد و نحس تاریخوں کا نقشہ تیار کیا ہے مسلمانوں کو جو اللہ پر بھروسہ رکھتے ہیں، اُن کی طرف توجہ کرنا بلکہ اُن پر نظر کرنا ہی جائز نہیں۔ وقد صور قوم ایامًا من الاشهر الشمسیة ادعوا فیها الکراهة لایحل للمسلم ان ینظر الیها ولا یشغل بالا بها واللّٰه حسیبهم۔ اَیَّامٍ۔ سورۃ الحاقہ میں تصریح ملیگی کہ یہ مُدّت پورے ایک ہفتہ کی تھی۔ ١٧ؕ اس آخری تصریح نے ایک بار اور اس حقیقت کو واضح کر دیا کہ عذاب الٰہی جب بھی آتا ہے، بندوں کی اختیاری بددینی کی پاداش ہی میں آتا ہے ــــــ اور اس طرح کے تصریحی فقرے قرآن مجید میں بڑی کثرت سے آئے ہیں۔ فَهَدَیْنٰهُمْ۔ یہ ہدایت ثمود کو اُن کے پیمبروں کے واسطہ سے پہنچی تھی۔ فَهَدَیْنٰهُمْ . . . الْهُدٰی اس تصریح نے ایک بار پھر یہ صاف کر دیا کہ ہدایت و ایمان کا رَدّ و قبول بالکل اختیار عبد کی چیز ہے اور اسی پر عذاب یا اجر مرتب ہوتا ہے۔ ١٨ؕ یہ منظر اُس وقت کا ہے، جب عرصۂ محشر میں ان لوگوں کو دوزخ کے قریب لے آیا جائیگا، اور آگ ہی آگ انہیں ہر طرف نظر آئیگی، حساب کتاب اُس وقت شروع ہو رہا ہوگا۔ مَا جَآءُوْهَا میں مَا زائدہ یعنی تاکید کے لئے ہے۔ ما مزیدة للتاکید (مدارک) فَهُمْ یُوْزَعُوْنَ۔ دوزخیوں کا جھنڈ بیشمار ہوگا۔ ایک خاص مقام پر پہنچ کر آگے چلنے والوں کو روک دیا جائیگا کہ پیچھے والے بھی برابر آ جائیں۔ ای یحبس اولهم علی اٰخرهم لیتلاحقوا وهو کنایة عن کثرتهم (روح)

وَزَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ ۖ وَحِفْظًا ؕ ذٰلِكَ
اور ہم نے اس قریب والے آسمان کو ستاروں کے ذریعہ سے رونق بھی دی اور حفاظت بھی کی، یہ
تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿۱۲﴾ فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ
انتظام ہی خدائے ہمہ قوت و ہمہ علم کا ۱۱ف تو اگر یہ لوگ (اب بھی) اعراض کریں تو آپ کہدیجیے کہ
صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوْدَ ﴿۱۳﴾ اِذْ جَآءَتْهُمُ
میں تم کو ایسی آفت سے ڈراتا ہوں جیسی آفت عاد و ثمود (پر آئی تھی) ۱۲ف جب کہ اُنکے پاس اُن کے
الرُّسُلُ مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا
پیمبر آئے تھے اُن کے آگے سے بھی اور اُن کے پیچھے سے بھی کہ بجز اللہ کے اور
اِلَّا اللّٰهَ ؕ قَالُوْا لَوْ شَآءَ رَبُّنَا لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً فَاِنَّا
کسی کی عبادت نہ کرو ۱۳ف وہ بولے اگر ہمارے پروردگار کو یہی منظور ہوتا تو وہ فرشتوں کو بھیجتا تو ہم تو
بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۱۴﴾ فَاَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوْا
اُس (پیام) کے منکر ہیں جسے دیکر تم بھیجے گئے ہو ۱۴ف پھر جو عاد کے لوگ تھے وہ ملک میں ناحق
فِى الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَقَالُوْا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ؕ
تکبر کرنے لگے اور بولے کہ ہم سے کون قوت میں بڑھ کر ہے؟
اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِىْ خَلَقَهُمْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُمْ
اُن کی نظر اس پر نہ گئی کہ اُن سے قوت میں بڑھ کر اللہ ہے جس نے انہیں پیدا کیا
قُوَّةً ؕ وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ﴿۱۵﴾ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا
اور وہ ہماری آیتوں کا انکار کرتے رہے ۱۵ف ہم نے اُن پر تیز آندھی بھیجی

۱۱ف اور اتنے محکم انتظامات بجز اُس خدائے واحد، ہمہ تواں و ہمہ داں کے اور کون کرسکتا ہے؟ وما احسن ھٰذہ الخاتمۃ لان تلک الاعمال لا تمکن الا بقدرۃ کاملۃ وعلم محیط (کبیر) العزیز العلیم۔ العزیز میں اشارہ ہے کمالِ قدرت کی جانب اور العلیم میں کمال علم کی جانب۔ السَّمَآءَ الدُّنْيَا۔ قریب والے آسمان سے مُراد اہل زمین سے قریب ترین آسمان ہے۔ یہی جو زمین سے دکھائی دے رہا ہے۔ حِفْظًا۔ حفاظت سے تاثیرات شیطانی سے حفاظت مُراد ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جب اتنا اہتمام سب سے نچلے آسمان کا ہے تو اس سے اوپر والے آسمانوں کی محفوظیت تو اس سے بھی کہیں بڑھ کر ہوگی۔ ۱۲ف یعنی جس طرح وہ قومیں دفعۃً ہلاک کردی گئی تھیں۔ تم بھی کسی آفت ناگہانی میں مبتلا کرکے ہلاک کردیئے جاؤ۔ مِثْلَ صٰعِقَةِ۔ یہ تشبیہ یا مثلیت صرف فوری وقوع ہلاکت کے لحاظ سے ہے۔ فَاِنْ اَعْرَضُوْا۔ یعنی یہ لوگ اگر اتنے دلائل کے باوجود بھی اقرار توحید سے انکار و اعراض کرتے رہیں۔ عَادٍ وَّثَمُوْدَ۔ عاد و ثمود کے نام قرآن مجید میں ایسے موقع انذار پر بار بار اس لئے آتے ہیں کہ عرب اُن کے حالات سے خوب واقف و مانوس تھے۔ ۱۳ف یعنی وہ ہر طرح کی سعیٔ بلیغ انہیں اسی مسئلۂ توحید کے سمجھانے کی کرتے رہے۔ ای اجتھدوا بھم واتوا بجمیع الوجوہ (کبیر) والجھتان کنایۃ عن جمیع الجھات والمراد باتیانھم من جمیع الجھات بذل الوسع فی دعوتھم (روح) جَآءَتْهُمُ۔ ھُمْ ضمیر جمع ہے حالانکہ ذکر صرف دو کا گذرا ہے۔ عاد اور ثمود کا۔ لیکن تثنیہ کے موقع پر ضمیر جمع لانا عربی میں عام ہے وفیہ اطلاق الجمع علی الاثنین وھو شائع (روح) ۱۴ف (اپنے خیال و پندار کے مطابق) ان قدیم منکروں کا جواب وہی تھا جو رسول اللہ صلعم کے زمانہ میں بھی ان کی زبانوں پر رہا یعنی اگر خدا کو واقعی ہماری ہدایت منظور تھی تو بجائے آدمیوں کے خود دیوی دیوتا ہی اُتر کر کیوں نہ ہمارے پاس آگئے جو ہم کو شک یا انکار کی گنجائش ہی نہ رہتی تو ہم تو تمہارے پیام ویام کے قائل نہیں۔ بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ۔ کافروں نے یہ فقرہ پیمبروں کے خیال کی ترجمانی میں کہا۔ اور قرآن میں یہ اسلوب بیان عام ہے۔ ای علی زعمکم (روح) ۱۵ف یعنی خداوندی نشانات تکوینی اور آیاتِ تشریعی دونوں کا انکار و ابطال کرکے اپنے ہی ڈھرّے پر قائم رہے۔ بِغَيْرِ الْحَقِّ۔ بندوں کے لئے استکبار تو ہمیشہ ہی ناجائز ہے۔ بغیر الحق کے اضافہ نے یہ بتادیا کہ ان لوگوں کے پاس استکبار کی کوئی بنیاد خود ان کے معیار سے بھی نہ تھی۔ مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً۔ یہ نعرۂ خودی، اپنی قوت کا زعم، اپنے قانون و آئین کی بالادستی، یہ ساری خدا فراموش اور آخرت فراموش متمدن قوموں میں مشترک رہی ہے ——— یہی نعرۂ خودی آج روس کا بھی ہے، امریکہ کا بھی ہے، اور ان سے دھیمے لہجہ میں برطانیہ کا بھی۔ اور ابھی کل تک کس زور شور کے ساتھ جرمنی اور اٹلی اور جاپان کا تھا۔ اَوَلَمْ ...... قوۃ۔ یعنی ان کج فہموں کی سمجھ میں اتنی موٹی سی بات نہ آئی کہ بندہ کو تو بہرحال دبہ صورت خدائی قانون کا محکوم و پابند ہوکر رہنا ہے۔ اس کے سوا دنیا میں کوئی صورت بامن و عافیت بسر کرنے کی نہیں۔

۵۶ (اور مشاہدۂ دلائل کے بعد بھی اپنے طریقہ کو نہیں چھوڑتے) الزکوٰۃ - زکوٰۃ - یہاں بطور اصطلاح فقہی نہیں، لفظی معنی میں ہے یعنی نیک راہ میں خرچ کرنا - اور یہ معنی بھی
کئے گئے ہیں کہ اپنے آپ کو نجاست شرک سے پاک نہیں کرتے ہیں۔ ای لا یزکون انفسهم من لوث الشرك (کبیر) قیل الزکوٰۃ بالمعنی اللغوی ای لا یفعلون ما یزکی انفسهم وهو الایمان

الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۷﴾
جو زکوٰۃ نہیں دیتے اور آخرت کے تو وہ منکر ہی ہیں ۵۶

ع ۱ ۸ ۱۵ إِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ﴿۸﴾
(البتہ) جو لوگ ایمان لے آئے اور انہوں نے نیک عمل کئے انکے لئے کبھی نہ ختم ہونیوالا اجر ہے

قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ
آپ کہئے کہ اے تم تو اس (خدا کی توحید) کے منکر ہو جس نے زمین کو دو روز میں پیدا کر دیا

وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗٓ اَنْدَادًا ۭ ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۹﴾ وَجَعَلَ
اور تم شریک ایسے کے ٹھہراتے ہو وہی تو سارے جہانوں کا پروردگار ہے ۵۷ اور اسی نے

فِيْهَا رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا وَبٰرَكَ فِيْهَا وَقَدَّرَ فِيْهَآ
زمین کے اوپر پہاڑ بنا دیئے اور اس (زمین) میں فائدہ کی چیزیں رکھ دیں اور اسی میں اس

اَقْوَاتَهَا فِيْٓ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ ۭ سَوَاۗءً لِّلسَّاۗىِٕلِيْنَ ﴿۱۰﴾ ثُمَّ
(پر رہنے والوں) کی غذائیں رکھ دیں (یہ سب) چار دن میں پورے ہیں پوچھنے والوں کے لئے ۵۸ پھر

اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَاۗءِ وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ
اس نے آسمان کی طرف توجہ کی اس حال میں کہ وہ دھواں تھا پھر اس سے اور زمین سے کہا

ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ۭ قَالَتَآ اَتَيْنَا طَاۗىِٕعِيْنَ ﴿۱۱﴾ فَقَضٰهُنَّ
کہ تم دونوں خوشی سے آؤ یا زبردستی، دونوں بولے ہم خوشی سے حاضر ہیں ۵۹ پھر دو روز میں

سَبْعَ سَمٰوَاتٍ فِيْ يَوْمَيْنِ وَاَوْحٰى فِيْ كُلِّ سَمَاۗءٍ اَمْرَهَا
سات آسمان بنا دیئے اور ہر آسمان میں اس کے مناسب حکم بھیج دیا ۶۰

والطاعة (روح) وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ - ھم کی تکرار اور کافرون پر بالاٰخرۃ کی تقدیم تاکید کلام کے لئے ہے۔ والتقدیم للاهتمام (روح) ۵۷ وہ کوئی چھوٹا موٹا دیوتا نہیں، وہ تو سارے عالم ومافی العالم کا واحد خالق وپروردگار ہے! تم ایسے عظیم الشان وجلیل القدر آفریدگار کے باب میں اس کے تفرد کے قائل نہیں، اب اس سے بڑھ کر کھلی ہوئی حماقت وسفاہت اور کیا ہوگی۔ فِيْ يَوْمَيْنِ - یوم پر حاشیہ فی ستۃ ایام کے تحت میں گذر چکا ہے کہ اس سے مراد یہ ہمارا متعارف ۲۴ گھنٹہ کا دن نہیں جس کا وجود آفرینش کائنات کے بعد ہی ہو سکا ہے بلکہ مطلق دو مختلف وقت مراد ہیں۔ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ - ان اور ل معنی کفر کی تاکید کے لئے ہیں۔ ۵۸ روایات نزول میں آتا ہے کہ خلقت زمین وآسمان کی بابت سوال رسول اللہؐ کی خدمت میں پیش کیا گیا تھا، جواب قرآن کے ذریعہ سے مل رہا ہے۔ رَوَاسِيَ پر حاشیہ پہلے گذر چکا۔ فِيْٓ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ - اوپر کی آیت کے يَوْمَيْنِ (دو روز) بھی اس مدت میں شامل ہیں۔ اس سے الگ نہیں۔ ۵۹ یعنی زمین وآسمان کی آفرینش کے بعد ان سے سوال کیا گیا کہ جس درجہ اور کیفیت کا ادراک وشعور تمہیں عطا ہوا ہے اس کے لحاظ سے بتاؤ کہ تم جن احکام تکوینی کے محل بنو گے، ان پر راضی بھی رہو گے یا ان سے کراہت رکھو گے؟ انہوں نے جواب میں عرض کیا کہ ہم بسر وچشم حاضر ہیں۔ طَوْعًا وَّكَرْهًا - یہاں ترکیب میں طَاۗىِٕعِيْنَ وَكَارِهِيْنَ کے مرادف ہیں یعنی اگرچہ مصدر ہیں لیکن ان کا استعمال موقع حال پر ہوا ہے۔ انتصابهما علی الحال بمعنی طائعین او مکرهین (کشاف) مصدران وقعا موقع الحال (بیضاوی) السَّمَاۗءِ - کئی بار گذر چکا ہے کہ عربی میں سماء ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو مثل چھت کے بلند ہو۔ قرآن مجید کو زمین وآسمان کی جغرافی ماہیت سے مطلق بحث نہیں۔ وَهِيَ دُخَانٌ یعنی اس کا مادہ دھوئیں یا بخارات کی شکل کا تھا۔ دخان سے یہاں وہ حقیقی دھواں مراد نہیں جو آگ کی گرمی سے پیدا ہوتا ہے بلکہ اسے محض مجازاً دخان کہہ دیا گیا ہے۔ اس لئے کہ دھواں بھی بغیر کسی مادی اور ظاہری سہارے کے چھایا ہوا رہتا ہے۔ ۶۰ یہ احکام ان آسمانوں کے فرشتوں کو ملے یا جو مخلوق وہاں آباد ہو اس کو۔ ای اوحٰی الی اهلها باوامرہ ونواهیه (بیضاوی) فِيْ يَوْمَيْنِ - دو روز یہ، اور چار روز قبل والے، میزان وہی چھ روز کی ہوئی۔

سُوْرَةُ حٰمٓ السَّجْدَةِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اَرْبَعٌ وَّخَمْسُوْنَ اٰيَةً وَّسِتُّ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ حٰم السجدۃ مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی چوّن آیتیں اور چھ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ نہایت مہربان، بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

حٰمٓ ۞١ تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۞٢ كِتٰبٌ فُصِّلَتْ

حا میم۔ (یہ کلام) رحمٰن ورحیم کی طرف سے نازل ہوا ہے [1] یہ ایک کتاب ہے

اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۞٣ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۚ

جس کی آیتیں کھول کر بیان کردی گئی ہیں یعنی فصیح قرآن (جو نافع ہے) دانشمند لوگوں کیلئے [2] (انہیں) بشارت دینے

فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ۞٤ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا

والا اور ڈرانے والا۔ لیکن ان میں سے اکثر نے رُوگردانی کی، سو وہ سنتے ہی نہیں [3] اور کہتے ہیں کہ ہمارے دل

فِيْٓ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ وَفِيْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْۢ

پردوں کے اندر ہیں اس بات سے جسکی طرف آپ ہمیں بلاتے ہیں اور ہمارے کانوں میں ڈاٹ ہے اور

بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ ۞٥ قُلْ اِنَّمَآ

ہمارے اور آپ کے درمیان ایک حجاب ہے سو آپ اپنا کام کئے جایئے ہم اپنا کام کررہے ہیں [4]۔ آپ کہدیجئے

اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ

میں بھی تم ہی جیسا بشر ہوں (البتہ) مجھ پر وحی نازل ہوئی ہے کہ تمہارا خدا تو بس ایک ہی خدا ہے

فَاسْتَقِيْمُوْٓا اِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ ۭ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ ۞٦

سو اُسی کی طرف سیدھے بندھے رہو اور اسی سے معافی چاہتے رہو [5]، اور بڑی کمبختی ہے مشرکین کے لئے

الثلٰثة

[1] (اور ان پیمبر کا اختراع کیا ہوا نہیں ہے) حٰمٓ پر ملاحظہ ہو سورۂ مومن کا حاشیہ [1] بر صفحہ ۹۴۵ مِنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ یہ کلام اُن تمام ہدایتوں اور احکام پر شامل ہے۔ جن کی مصدر صفات رحمانیت ورحیمیت ہوسکتی ہیں۔ [2] لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ۔ قرآن کا مخاطب تو سارا عالم انسانی ہے لیکن نفع اس سے بہرحال وہی اُٹھاتے ہیں جو علم وفہم سے کام لیتے رہتے ہیں۔ بَشِيْرًا۔ بشارت دینے والا ان کے حق میں جو اس کے پیام کو سُن لیں، مان لیں۔ نَذِيْرًا۔ ڈرانے والا اُن کے حق میں جو اس کے پیام کو نہ سُنیں، اُس سے انکار کردیں۔ عَرَبِيًّا۔ عربی کے معنی تو کلام فصیح کے ہیں لیکن اگر زبان عربی کا قرآن اس سے مُراد لیا جائے تو اُس کی یہ خصوصیت اس کے مخاطبین اوّل کی رعایت سے ہوگی۔ [3] یعنی قرآن کی ان خصوصیات کا تقاضا تو یہ تھا کہ سب ایمان لے آتے لیکن اکثر مخاطبین نے اپنے قصد واختیار سے اُس کی طرف سے رُوگردانی کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ پھر ان میں سننے سمجھنے کی صلاحیت ہی نہ رہی۔ [4] یعنی ہم اپنے طریقہ کو نہ چھوڑینگے۔ ہم سے کوئی اُمید قبول کی نہ رکھیے۔ پھر بھی کہنے کو جی چاہے تو کہے جایئے۔ آپ جانیں اور آپ کا کام —— مشرکوں کا یہ قول ازراہِ فخر وعزم اصرار علی الکفر تھا۔ اسی لئے محل ذم میں نقل ہوا۔ [5] یعنی اُسکی طرف کی سیدھی راہ، راہ توحید اختیار کرو۔ اور اب تک جو شرک میں مبتلا رہے ہو، اُس سے تائب ہو جاؤ۔ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ یعنی بیشک مجھ میں کوئی قدرت تم کو ایمان پر مجبور کردینے کی نہیں بلحاظ بشریت جیسے تم ویسا ہی میں۔ رسُول اور محبوب ترین رسُول کے لئے بشریت کا اثبات اور بار بار اثبات، وہ بھی مثلکم کی تاکید کے ساتھ قرآن مجید اور شریعت اسلامی کی خصوصیات امتیازی میں سے ہے۔ يُوْحٰى ..... وَّاحِدٌ۔ یعنی امتیازی حیثیت مجھ میں صرف اتنی ہے کہ میں بشر ہونے کے ساتھ صاحب وحی بھی ہوں —— اور وحی بھی ایسے مضمون کی جو عقلاً بھی قابل قبول ہے۔ یعنی توحید۔

مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَانُوْٓا اَكْثَرَ مِنْهُمْ وَاَشَدَّ قُوَّةً وَّ

ہوا ہے ۔ وہ لوگ ان سے زیادہ تھے تعداد میں اور (ان سے) بڑھ کر تھے قوت میں اور

اٰثَارًا فِى الْاَرْضِ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿٨٢﴾

زمین پر جو اپنی یادگاریں چھوڑ گئے ہیں انکے لحاظ سے بھی، لیکن اُن کی یہ کمائی اُنکے کچھ بھی کام نہ آئی ۵۷۸

فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ

غرض جب اُنکے پیمبر اُنکے پاس کھلی ہوئی نشانیاں لے کر آئے تو وہ لوگ اُس علم پر (بڑے) نازاں ہوئے

مِّنَ الْعِلْمِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿٨٣﴾

جو انہیں حاصل تھا اور اُن پر وہ (عذاب) آپڑا جس پر وہ تمسخر کرتے تھے ۵۷۹

فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَكَفَرْنَا

پھر جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھا تو کہنے لگے کہ ہم خدائے واحد پر ایمان لے آئے، اور

بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ ﴿٨٤﴾ فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ

اُن سب چیزوں سے منکر ہو گئے جنہیں ہم اسکے ساتھ شریک ٹھہراتے تھے، سو انہیں ان کا (یہ) ایمان کچھ

اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا ؕ سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِىْ

نفع نہ پہنچا سکا، جبکہ انہوں نے ہمارے عذاب کو دیکھ لیا، اللہ نے اپنا یہی معمول مقرر کیا ہے

قَدْ خَلَتْ فِىْ عِبَادِهٖ ۚ وَخَسِرَ هُنَالِكَ

جو اس کے بندوں میں ہوتا چلا آیا ہے اور اُس وقت کافر خسارہ میں

الْكٰفِرُوْنَ ﴿٨٥﴾ ع

رہ گئے ۵۸۰

ع ۹/۷ ۱۴

۵۷۸ تاریخ سے استدلال ہے کہ بڑی بڑی متمدن و پُرشوکت قدیم قوموں کے انجام کو دیکھو، جب وہ خدائی قانونوں اور ضابطوں کے توڑنے پر اَڑ بیٹھیں تو اُن کی مادی ترقیاں اور طاقتیں اُن کے کچھ بھی آڑے نہ آسکیں، اور بالآخر وہ تباہی کے گھاٹ اُتر کر رہیں۔ ۵۷۹ یہ ایک واقعۂ تاریخی ہے کہ انبیاء کرام نے جب جب اپنی دعوتیں دلائل و براہین کے ساتھ پیش کی ہیں تو اُن کی مخاطب "مہذب" قوموں اور "متمدن" اُمتوں نے اپنے علوم و فنون کے زعم میں اپنے علوم معاشی و سیاسی کے مقابلہ میں ہمیشہ اُن دعوتوں کو ٹھکرا دیا ہے لیکن انجام میں یہ قومیں قانونِ الٰہی کی مخالفت کی پاداش میں تباہ ہی ہو کر رہی ہیں۔ یہاں ذکر اسی حقیقت تاریخی کا ہے۔ مَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ یعنی اُن کے علوم دنیوی۔ یُرِيْدُ علمهم بامور الدنيا (مدارک) مُرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ اس میں ایسے علم پر فخر کرنے کی ممانعت ہے جو شریعت کے مخالف ہو اور اسی میں تصوف باطل بھی شامل ہے۔ ۵۸۰ مشاہدہ و معاینۂ عذاب کے بعد جو ایمان حاصل ہوتا ہے وہ تو ایمان اضطراری ہے جو مقصود و مطلوب نہیں اور اس لئے اس موقع پر لاحاصل رہتا ہے مقصود و مطلوب تو ایمان اختیاری ہے جس کا دوسرا نام ایمان بالغیب ہے۔ اصطلاح میں ایمان اضطراری و غیر مقصود کا نام ایمان یاس ہے۔ فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ - ایمان کا لفظ ملحوظ رہے جو شے اس حالت میں غیر مقبول رہتی ہے وہ کفر سے رجعت ہے نہ کہ معصیت سے۔ کافر کا ایمان ایسے وقت میں غیر مقبول و نامستند رہیگا، لیکن مومن عاصی کی توبہ اس وقت بھی انشاءاللہ ضرور قبول ہو جائیگی۔ وهذا الحكم خاص بايمان الباس واما توبة الباس فهى مقبولة نافعة بفضل الله تعالىٰ وكرمه والفرق ظاهر (روح) هُنَالِكَ ہے تو ظرف مکان کے لئے لیکن یہاں وقت کے لئے آیا ہے بطور ظرف زمان۔ مكان مستعار للزمان (مدارک) اسم مكان قد استعير للزمان (روح)

ع ۸ ۱۰ ۱۳

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا
اور ہم نے آپ سے پیشتر بہت سے پیمبر بھیجے جن میں سے بعض کا حال ہم نے آپ سے بیان کیا ہے
عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ ؕ وَمَا كَانَ
اور ان میں سے بعض کا حال ہم نے آپ سے نہیں بیان کیا ہے ، اور کسی رسُول کے
لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ فَاِذَا جَآءَ
لئے یہ ممکن نہ تھا کہ وہ کوئی معجزہ بدون اذنِ الٰہی کے ظاہر کر سکے ۵۷۴ پھر جس وقت
اَمْرُ اللّٰهِ قُضِيَ بِالْحَقِّ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۷۸﴾
اللہ کا حکم آ پہنچیگا، ٹھیک ٹھیک فیصلہ ہو جائیگا، اور اُس وقت اہل باطل بڑے گھاٹے میں رہینگے
اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَنْعَامَ لِتَرْكَبُوْا مِنْهَا وَ
اللہ ہی وہ ہے جس نے تمہارے لئے مویشی بنائے تاکہ اُن میں سے بعض پر سوار ہو اور
مِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۷۹﴾ وَلَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ وَلِتَبْلُغُوْا عَلَيْهَا
تم ان میں سے بعض کو کھاتے بھی ہو ۵۷۵ اور تمہارے لئے ان میں (اور بھی) فائدے ہیں اور تاکہ تم اُن پر
حَاجَةً فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ﴿۸۰﴾
(سوار ہو کر) اپنے دلوں کے مقصد تک پہنچو اور تم ان پر اور کشتی پر لدے لدے پھرتے ہو ۵۷۶
وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ ۖ فَاَيَّ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُنْكِرُوْنَ ﴿۸۱﴾ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا
اور وہ تم کو اپنی (اور بھی) نشانیاں دکھاتا ہے، سو تم اللہ کی کن کن نشانیوں سے انکار کرو گے؟ ۵۷۷ کیا یہ لوگ
فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ
زمین پر چلے پھرے نہیں جو دیکھتے کہ جو لوگ ان سے پیشتر ہوئے ہیں، اُن کا کیا انجام

۵۷۴ (سو آپ سے یہ توقع رکھنا ہی عبث ہے کہ آپ اُن کے فرمائشی معجزات کو اپنے آپ سے پورا کر سکینگے) مِنْهُمْ مَنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَنْ لَمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ۔ رسُول جتنے دنیا میں آچکے اُن کی صحیح تعداد تو اللہ ہی کے علم میں ہے۔ یہاں یہ اصُولی حقیقت بیان کردی ہے کہ جتنے پیمبروں کا ذکر قرآن مجید میں لانا قرینِ مصلحت تھا۔ اُن کے علاوہ بھی ایک تعداد پیمبروں کی ہوئی ہے وَمَا كَانَ ...... اللّٰہ۔ یہ ایک بار پھر اس حقیقت کا اعادہ ہے کہ ظہور معجزات وخوارق پیمبر کے اختیار کی چیز نہیں ہوتی۔ یہ تمامتر تصرّف خداوندی ہی ہے کہ جب کسی خارق یا معجزہ کا ظہور قرینِ حکمت ہوتا ہے، کسی نبی کے ہاتھ پر ظاہر کر دیا جاتا ہے۔ اس سے وہ گروہ سبق لے جو "کرامات" و "خوارق" کو اولیاء اللہ ومقبولین حق کے لئے لازمی سمجھتا اور اُن کے اختیار کی چیز مانتا ہے۔

مُرشد تھانوی نے فرمایا کہ تصرّفات مستقل پر اولیاء کے قادر ہونے کا رَد آیت سے بدرجۂ اولیٰ نکل آیا۔ ۵۷۵ غرض یہ کہ حیوانات کو تمہارے خادم ہی کی حیثیت سے پیدا کیا کہ کہیں تو اُن سے سواری کا کام لو اور کہیں انہیں اپنی غذا کے کام میں لاؤ تو یہ کس درجہ شدید حماقت اور جہالت ہے کہ تم اُلٹا انہیں کو اپنا مخدوم بلکہ معبود ماننے لگتے ہو اور انسان خلیفۃ اللہ واشرف الخلائق ہو کر حیوان پرستی میں مبتلا ہو جاتے ہیں! حیوان پرستی شرک کا ایک بہت بڑا مظہر دنیا میں ہمیشہ سے رہا ہے۔ گاؤ پرستی کے منظر سے ہندوستان میں کون ناواقف ہے؟ ناگ پنچمی، ہنومان مندر وغیرہ کے قسم کی چیزیں اُن کے علاوہ جنوبی ہند کے بعض علاقوں میں بھینس ایک "مقدس" جانور ہے، اور ہندوستان کے علاوہ بابل، مصر وغیرہ میں بھی حیوان پرستی کی بَلا عام رہی ہے۔ ملاحظہ ہو حاشیۂ تفسیر القرآن انگریزی۔ ~~لِتَرْكَبُوْا میں ل تعلیل کا ہے یعنی تمہاری مصلحت ونفع کی غرض سے۔ واللام للتعلیل ای خلقها لاجلکم ولمصلحتکم (روح)~~ هُنَالِكَ ~~ظرف مکان یہاں بطور ظرف زمان آیا ہے۔ اسم مکان استعیر للزمان (روح)~~

۵۷۶ (اپنے مقاصد دنیوی کے لئے) منافع۔ اس کے تحت میں اگر ایک تجارت ہی کی مد کو لیجئے تو خدا معلوم اسکی کتنی شاخیں نکلتی چلی آئیں۔ کچے گوشت کی تجارت، خشک شدہ محفوظ گوشت کی تجارت، اُون کی تجارت، کھالوں کی تجارت، آنت کی تجارت ہڈی کی تجارت، دانت کی تجارت، دودھ، دہی، پنیر، گھی، مکھن، کریم، بالائی کی تجارت، وقس علیٰ ہذا ــــــ اور طبی فوائد کو کوئی گنانا چاہے تو وہ اس کے علاوہ! مُرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ آیت سے اُن جاہل صوفیہ کا بھی رَد نکل آیا جو اسباب معیشت سے نفع اُٹھانے کو طریق وسلوک کے منافی سمجھتے ہیں۔ حَاجَةً فِيْ صُدُوْرِكُمْ۔ اس کے تحت میں تفریحی سفر، تجارتی سفر، جنگی سفر، خانگی سفر، مذہبی سفر سب آجاتے ہیں۔ ۵۷۷ (اور کب تک مسلک شرک پر جمے رہو گے؟) اٰيٰتِهٖ ...... اٰيٰتِ اللّٰهِ۔ مُراد یہ سلسلے واقعات کائنات ہیں جن سے صانع عالم کی توحید پر، قدرت وعظمت پر اور صفت علم وحکمت پر روشنی پڑتی ہے۔

فِیٓ اَعۡنَاقِہِمۡ وَ السَّلٰسِلُ ؕ یُسۡحَبُوۡنَ ﴿٧١﴾ فِی الۡحَمِیۡمِ ۬ۙ

طوق اور زنجیریں ہوں گے، اُن کو گھسیٹتے ہوئے کھولتے ہوئے پانی میں لے جایا جائیگا

ثُمَّ فِی النَّارِ یُسۡجَرُوۡنَ ﴿٧٢﴾ ۚ ثُمَّ قِیۡلَ لَہُمۡ اَیۡنَ مَا کُنۡتُمۡ

پھر یہ آگ میں جھونک دیئے جائینگے ٦٩ پھر ان سے پوچھا جائیگا کہ وہ غیر اللہ کہاں گئے جن کو

تُشۡرِکُوۡنَ ﴿٧٣﴾ ۙ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ ؕ قَالُوۡا ضَلُّوۡا عَنَّا بَلۡ لَّمۡ

تم شریک (خدائی) ٹھہراتے تھے؟ وہ کہینگے کہ وہ تو سب ہم سے غائب ہو گئے، بلکہ ہم تو کسی کو

نَکُنۡ نَّدۡعُوۡا مِنۡ قَبۡلُ شَیۡئًا ؕ کَذٰلِکَ یُضِلُّ اللّٰہُ

بھی اسکے قبل نہیں پکارتے تھے اللہ اسی طرح کافروں کو گمراہی میں

الۡکٰفِرِیۡنَ ﴿٧٤﴾ ذٰلِکُمۡ بِمَا کُنۡتُمۡ تَفۡرَحُوۡنَ فِی الۡاَرۡضِ

رکھتا ہے ٧٠ یہ (سزا) اس کی ہے کہ تم دنیا میں ناحق خوشی مناتے تھے اور

بِغَیۡرِ الۡحَقِّ وَ بِمَا کُنۡتُمۡ تَمۡرَحُوۡنَ ﴿٧٥﴾ ۚ اُدۡخُلُوۡۤا اَبۡوَابَ

اس کی کہ تم اِترایا کرتے تھے ٧١ (اب) گھسو دوزخ کے دروازوں

جَہَنَّمَ خٰلِدِیۡنَ فِیۡہَا ۚ فَبِئۡسَ مَثۡوَی الۡمُتَکَبِّرِیۡنَ ﴿٧٦﴾

میں اُس میں ہمیشہ پڑے رہنے کو، سو وہ بُرا ٹھکانا ہے متکبرین کا ٧٢

فَاصۡبِرۡ اِنَّ وَعۡدَ اللّٰہِ حَقٌّ ۚ فَاِمَّا نُرِیَنَّکَ بَعۡضَ

سو آپ صبر کیجئے، بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے پھر جس کا ہم اُن سے وعدہ کر رہے ہیں

الَّذِیۡ نَعِدُہُمۡ اَوۡ نَتَوَفَّیَنَّکَ فَاِلَیۡنَا یُرۡجَعُوۡنَ ﴿٧٧﴾

اگر اُس میں سے کچھ تھوڑا ہم آپ کو دکھلا دیں یا آپ کو وفات دیدیں سو (بہر حال) ہمارے ہی پاس انہیں آنا ہوگا ٧٣

٦٩ یہ نقشہ ہے حشر میں قابل صد تحقیر و موجب صد ہزار تعزیر مجرموں کے ساتھ برتاوے کا۔ بِمَآ اَرۡسَلۡنَا بِہٖ رُسُلَنَا۔ اس عموم کے اندر معجزات، احکام، دلائل سب آگئے۔ ٧٠ (ان کی زندگی بھر اُن کے کفر اختیاری کی پاداش میں) بَلۡ ... شَیۡئًا۔ یعنی یہ حقیقت تو ہم پر اب منکشف ہوئی کہ ہم دنیا میں جن چیزوں کی عبادت کرتے تھے وہ تو نفی محض تھیں۔ ہم نے درحقیقت نفی محض کی عبادت میں اپنی عمریں گنوادیں۔ ولیس ھذا انکارًا لعبادۃ الاصنام بل ھو اعتراف ان عبادتھم الاصنام کانت باطلۃ (قرطبی) ٧١ (اپنی حقیقت اور حقوق الٰہی کو بھول کر) مطلب یہ ہوا کہ متاع دنیا کو اصل مقصود سمجھ کر اس کے حصول پر دل میں بھی خوب خوش ہوتے تھے اور ظاہر میں بھی اُس کے آثار خوب نمودار ہوتے تھے۔ تَفۡرَحُوۡنَ۔ تَمۡرَحُوۡنَ۔ فرح کا تعلق قلب سے ہے اور مرح کا جسم سے۔ آیت کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ فرح یا خوشی اپنی مطلق صورت میں ممنوع ہے۔ مذمت صرف اُس فرح کی وارد ہوئی ہے جو آخرت فراموشی اور خدا فراموشی کا نتیجہ ہو یا اہل ایمان کے مصائب پر بطور طنز و تمسخر کے ہو۔ طبعی مسرتیں تو سب کی سب بالکل جائز ہیں اور جو خوشی اللہ کی نعمتوں پر یا اللہ کی رحمت کو یاد کر کے ہو وہ تو بجائے خود ایک عبادت ہے اور ہر طرح سے محمود و مستحسن۔ ٧٢ (جن کے قبول حق کی راہ میں ان کا تکبر ہی مانع رہتا ہے) اَبۡوَابَ جَہَنَّمَ۔ جہنم کے دروازے متعدد ہونگے اور ہو سکتا ہے کہ ہر ہر طبقہ کے منکرین کے لئے الگ الگ دروازہ ہو۔ ٧٣ مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ عذاب کا وعدہ تو ان کافروں سے مطلق صورت میں ہے کہ کفر فی نفسہٖ موجب تعذیب ہے۔ باقی اگر اس میں سے کچھ عذاب کا نزول آپ کی حیات ہی میں دنیا میں ان پر ہو جائے یا اس نزول کے قبل ہی آپ کی وفات ہو اور عذاب بعد میں نازل ہو یا نہ ہو، ہر حال میں اور ہر احتمال پر انہیں لوٹنا تو اللہ ہی کے پاس ہے۔ اور اس وقت یقینًا عذاب واقع ہوگا۔ اِنَّ وَعۡدَ اللّٰہِ حَقٌّ۔ وعدہ سے مراد وعید عذاب ہے۔ فَاِمَّا۔ مَا زائد شرط کے موقع پر تاکید کلام کے لئے ہے اور نون ثقیلہ بھی اسی لئے ہے۔ وما مزیدۃ لتوکید معنی الشرط (مدارک) وما زائدۃ للتوکید وکذا النون (قرطبی)

رَّبِّيْ وَ اُمِرْتُ اَنْ اُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٦٦﴾ هُوَ الَّذِيْ

میرے پروردگار کی نشانیاں آچکیں اور مجھے یہ حکم ملا ہے کہ میں (صرف) پروردگارِ عالم کے آگے گردن جھکاؤں ٦٥

خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ

وہ وہی تو ہے جس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا پھر نطفہ سے پھر خون کے لوتھڑے سے

ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّكُمْ ثُمَّ

پھر تم کو بچہ کر کے نکالتا ہے پھر (مہلت دیتا ہے جبتک) تم اپنی جوانی کو پہنچو پھر

لِتَكُوْنُوْا شُيُوْخًا ۚ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى مِنْ قَبْلُ وَ

(مہلت دیتا ہے جبتک کہ) تم بوڑھے ہو جاؤ، اور تم میں سے کوئی کوئی پہلے ہی مرجاتا ہے اور (مہلت دیتا ہے

لِتَبْلُغُوْٓا اَجَلًا مُّسَمًّى وَّلَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿٦٧﴾ هُوَ

جبتک کہ تم سب اپنے وقت مقرر تک پہنچ جاؤ اور تاکہ تم لوگ سمجھ لو ٦٦ اور وہی ہے

الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۚ فَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ

جو جِلاتا ہے اور مارتا ہے پھر جب وہ کسی کام کو پورا کرنا چاہتا ہے تو بس اسکی

لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿٦٨﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ

نسبت کہتا ہے کہ ہو جا، سو وہ ہو جاتا ہے ٦٧ کیا آپ نے ان لوگوں کی طرف نہیں دیکھا جو اللہ کی آیتوں

اٰيٰتِ اللّٰهِ ۭ اَنّٰى يُصْرَفُوْنَ ﴿٦٩﴾ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِالْكِتٰبِ وَ

میں جھگڑے نکالتے رہتے ہیں، یہ کہاں پھرے چلے جارہے ہیں ٦٨ جن لوگوں نے اس کتاب کو جھٹلایا اور

بِمَآ اَرْسَلْنَا بِهٖ رُسُلَنَا ۫ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿٧٠﴾ اِذِ الْاَغْلٰلُ

اس چیز کو بھی جسے دیکر ہم نے اپنے پیمبروں کو بھیجا تھا، سو اُن کو ابھی معلوم ہوا جاتا ہے جبکہ اُنکی گردنوں میں

ع ٧/٨ ١٢ معانقہ ١٢

٦٥ (تو میں اس مسلک توحید سے کہیں بال بھر بھی اِدھر اُدھر کیسے ہوسکتا ہوں) الْبَيِّنٰتُ۔ بینات کا عموم ہر قسم کے دلائل و شواہد پر شامل ہے۔

٦٦ یعنی اپنے وجود کے ان پُرحکمت اور تدریجی انقلابات و ادوار پر غور کر کے حق تعالیٰ کی حکمت، عظمت، توحید پر ایمان لے آؤ اور بعث و حشر کی حکمتوں اور مصلحتوں کے قائل ہو جاؤ۔

~~لِتَبْلُغُوْٓا، لِتَكُوْنُوْا، لِتَبْلُغُوْٓا۔ ل ان سب مقامات پر عاقبت کا ہے۔~~

مِنْ قَبْلُ۔ یعنی جوانی اور بڑھاپے کی منزلوں پر پہنچنے سے قبل ہی۔

وَلِتَبْلُغُوْٓا اَجَلًا مُّسَمًّى۔ یعنی کسی کی موت خواہ بڑھاپے میں آئے یا جوانی میں یا اس سے بھی قبل، بہرحال سب کی اُسی وقت مقرر پر آتی ہے جو حکیم مطلق کی مشیت اُس کے لئے طے کئے ہوتی ہے۔

٦٧ اس بنیادی حقیقت تکوینی کو عمل تخلیق کی تدریج کے مسئلہ سے نفیاً یا اثباتاً کوئی تعلق نہیں۔ آیت کا مفہوم صرف اس قدر ہے کہ ارادۂ الٰہی اور عمل تخلیق کے درمیان چھوٹی بڑی کوئی دوسری شے حائل نہیں ہوسکتی نہ ارادۂ الٰہی پر کوئی دوسری شے ذرا سی بھی قید لگاسکتی ہے۔ يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ۔ یہ مضمون کئی بار قبل آچکا ہے۔ حاشیے وہیں گذر چکے۔ هُوَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ۔ یہ اس حقیقت کا اعلان ہے کہ زندگی و موت دونوں تمامتر اسی کے ہاتھ میں ہیں ——— یہ نہیں کہ زندگی بخشنے والے دیوتا فلاں ہیں اور موت لانے والے دیوتا فلاں۔

٦٨ (حق کو چھوڑے ہوئے) يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ۔ اللہ کے کھلے ہوئے احکام کو جو پیمبروں کی معرفت حاصل ہوں تسلیم کرنے سے انکار کرنا، اور واقعات تکوینی سے ایمان و توحید کا درس حاصل نہ کرنا، یہ سب آیاتِ الٰہی سے مجادلہ کرنے میں داخل ہے۔

وقف لازم

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۘ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۡ
یہی تو اللہ ہے تمہارا پروردگار ہر شے کا پیدا کرنے والا اس کے سوا کوئی خدا نہیں
فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿٦٢﴾ كَذٰلِكَ يُؤْفَكُ الَّذِيْنَ كَانُوْا
سو تم لوگ کہاں بھٹکے جارہے ہو ۶۱ اسی طرح وہ لوگ بھی بھٹکتے رہے ہیں جو اللہ کی
بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ﴿٦٣﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ
نشانیوں کا انکار کرتے رہتے تھے ۶۲ اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو
الْاَرْضَ قَرَارًا وَّالسَّمَاۗءَ بِنَاۗءً وَّصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ
قرارگاہ بنایا اور آسمان کو چھت اور تمہارا نقشہ بنایا سو تمہارا عمدہ
صُوَرَكُمْ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ۭ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ښ
نقشہ بنایا اور تم کو عمدہ عمدہ چیزیں کھانے کو دیں یہی تو ہے اللہ تمہارا پروردگار
فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٦٤﴾ هُوَ الْحَيُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا
سو اللہ سارے عالم کا پروردگار بڑا عالی شان ہے ۶۳ وہی زندہ ہے اسکے سوا کوئی خدا نہیں
هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۭ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ
سو تم اسی کو پکارا کرو خالص اعتقاد کر کے ساری خوبیاں اللہ پروردگار
رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٦٥﴾ قُلْ اِنِّىْ نُهِيْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِيْنَ
عالم ہی کے لئے ہیں ۶۴ آپ کہہ دیجئے کہ مجھے اس سے منع کر دیا گیا ہے کہ
تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَمَّا جَاۗءَنِيَ الْبَيِّنٰتُ مِنْ
میں ان (شریکوں) کی عبادت کروں جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو جبکہ میرے پاس

۶۱ (کہ اس کے ساتھ اوروں کو بھی شریک کئے جاتے ہو) اَللّٰہُ ...... ھُوَ۔ خدائے واحد کی یہاں پہلی صفت یہ بیان ہوئی کہ وہ ساری مخلوق کا پروردگار، یا پالنہار ہے۔ دوسری صفت یہ کہ موجودات میں سے بڑی، چھوٹی، بلا استثناء ہر چیز کو عدم سے وجود میں لانے والا وہی ہے اور تیسری صفت یہ کہ معبودیت میں کوئی بھی کسی جہت سے اس کا شریک نہیں۔

۶۲ یعنی کچھ تم ہی پر موقوف نہیں، تم سے قبل بھی بہت سی قوموں نے تعصب و عناد سے یہی راہِ تکذیب اختیار کی ہے۔ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ۔ آیات سے یہاں تکوینی و تشریعی دونوں قسم کی آیات یا معجزات و دلائل اور احکام دونوں مُراد ہیں۔ یَجْحَدُوْنَ۔ جحد پر اُوپر کہیں حاشیہ گذر چکا ہے کہ اس سے مراد اُس انکار سے ہوتی ہے جو ہٹ دھرمی پر مبنی ہوتا ہے۔

۶۳ یہاں یہ بتایا ہے کہ اللہ کائنات کا صرف خالق ہی ہو کر اب معطل نہیں ہو گیا ہے (جیسا کہ بعض جاہلی قوموں کا خیال ہے) بلکہ منتظم، مدبّر، رازق بھی ہے۔ جَعَلَ ...... بِنَآءً۔ یہ زمین و آسمان سب اسی کے قانون تکوینی کے ماتحت و مسخر ہیں۔ وَصَوَّرَکُمْ۔ مادہ کی طرح صورت کا خالق بھی وہی ہے ــــــ جوہر و عرض سب اُسی کے پیدا کردہ ہیں۔ فَاَحْسَنَ صُوَرَکُمْ۔ ترکیب انسانی کے بہترین ہونے اور اُس کے قویٰ و اعضاء کے تناسب کی طرف اشارہ ہے۔ صوفیہ نے یہیں سے یہ رمز سمجھا ہے کہ انسان جمال و کمال خداوندی کا آئینہ ہے

۶۴ (اور مخلوق کا ہر ظاہری کمال حقیقۃً اسی کمالِ خداوندی کا پرتو ہے) ھُوَ الْحَیُّ ...... ھُوَ۔ یعنی صفت حیات صرف اسی مالک و مولیٰ کا خاصہ ہے۔ حیات ازلی و ابدی میں اس کا کوئی شریک نہیں نہ مسیح نہ کوئی اور۔ دوسرا پہلو یہ بھی ہے کہ اُس حیّ و قیوم کو کبھی فنا نہیں اُسے کہیں مشرک جاہلی قوموں کی دیویوں دیوتاؤں پر نہ قیاس کر بیٹھنا۔ جن کا حادث و فانی ہونا خود انہیں مسلّم ہے۔

خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

سے یقیناً بڑا کام ہے لیکن اکثر آدمی (اتنی بات بھی) نہیں سمجھتے ف۵

وَمَا يَسْتَوِى الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۙ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ

اندھا اور بینا برابر نہیں ہو سکتے اور نہ وہ لوگ ایک دوسرے کے برابر ہیں جو ایمان لائے اور

عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَلَا الْمُسِىْٓءُ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَتَذَكَّرُوْنَ ۝

انہوں نے اچھے کام کئے اور بدکار تم لوگ بہت ہی کم سمجھتے ہو ف۶

اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ

قیامت ضرور ہی آکر رہے گی اس میں کوئی شک نہیں لیکن اکثر لوگ

لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِىْٓ اَسْتَجِبْ

نہیں مانتے اور تمہارے پروردگار نے کہا ہے کہ مجھے پکارو میں تمہاری درخواست

لَكُمْ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِىْ سَيَدْخُلُوْنَ

قبول کروں گا ف۷ جو لوگ میری عبادت سے سرتابی کرتے ہیں وہ عنقریب جہنم میں ذلیل ہو کر

جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ۝ اَللّٰهُ الَّذِىْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ

داخل ہوں گے اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لئے رات بنائی

ع ۱۱

لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ

تاکہ تم اس میں آرام پاؤ اور اسی نے دن کو روشن بنایا بیشک اللہ لوگوں پر بڑا

فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ۝

فضل رکھنے والا ہے لیکن اکثر آدمی شکر نہیں ادا کرتے ف۸

ف۵ اشارہ منکرین قیامت کی طرف ہے جس خالق اکبر کے لئے زمین و آسمان کا پیدا کر دینا آسان ہے انہیں انسان کی بابت اس پر تعجب کیوں ہے کہ وہ انسانوں کو دوبارہ پیدا کر دے گا [illegible] کم عقلی اور نافہمی کی بات ہے! ف۶ اور نہ سب برابر ہو سکتے ہیں [illegible] فاسق بدبخت [illegible] سب بینا و نابینا یکساں ہو گئے ہوتے۔ المسیٓء لفظی معنی [illegible] بد عمل کے ہیں یہاں مراد کافر ہے۔ ولا یستوی [illegible] ف۷ (خواہ جلد خواہ دیر) اپنے قانون حکمت و مشیت کے ماتحت۔ خطاب یہاں عام نسل انسانی سے ہے۔ محقق تھانوی نے فرمایا کہ آیت سے عبودیت کی فضیلت اور اس کا منافی تکبر و رضا معلوم ہوتا ہے۔ ف۸ اور شکر گزاری کی بجائے منعم حقیقی کی تجلیہ کا قرار کرتا ہے (عوام کا ذکر نہیں یونان، مصر، ہند وغیرہ کے بڑے بڑے فلسفہ دان بھی [illegible] فلک، عقل اول، [illegible] وغیرہ نہ معلوم کن کن خرافات کے قائل ہوتے ہیں۔ [illegible] مشرک جاہلی قوموں نے دن اور رات کو بھی بجائے مخلوق ہونے کے مستقل معبود مان کر ان کی پرستش کی ہے قرآن مجید ان کی برابر تردید کرتا جاتا ہے۔ لتسکنوا فیہ۔ رات کا عام مخلوق کے لئے تو باعث استراحت ہونا ظاہر ہی ہے۔ رہے اہل ریاضات و مجاہدات تو ان کے لئے تو یہی نعمت عظمیٰ کی چیز ہے یعنی شغل عبادت و مجاہدہ ہے اور وہ اپنی راتیں انہیں میں گزارتے ہیں۔ ان [illegible] الناس۔ اس کا فضل عمومی تو اسی سے ظاہر ہے کہ وہ مخلوق کی مصلحتوں کی کیسی کیسی رعایتیں ملحوظ رکھتا ہے۔

اٰمَنُوْا فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَیَوْمَ یَقُوْمُ الْاَشْهَادُ ۵۱ یَوْمَ
ایمان والوں کی دنیوی زندگی میں بھی اور اُس روز بھی جب گواہ کھڑے ہوں گے ۵۰ یعنی اس دن
لَا یَنْفَعُ الظّٰلِمِیْنَ مَعْذِرَتُهُمْ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ
جبکہ ظالموں کو اُنکی معذرت کچھ نفع نہ دے گی اور اُن کے لئے لعنت ہوگی اور اُنکے لئے
سُوْٓءُ الدَّارِ ۵۲ وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْهُدٰی وَاَوْرَثْنَا
اس عالم میں خرابی ہوگی ۵۱ اور ہم بالیقین موسیٰ کو ہدایت نامہ دے چکے ہیں اور ہم نے
بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ الْکِتٰبَ ۵۳ هُدًی وَّذِکْرٰی لِاُولِی الْاَلْبَابِ ۵۴
بنی اسرائیل کو ہدایت و نصیحت کی کتاب پہنچائی اہلِ عقل کے لئے ۵۲
فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِکَ وَسَبِّحْ
سو آپ صبر کیجیے، بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے ۵۳ اور معافی مانگیے اپنی کوتاہی کی اور اپنے
بِحَمْدِ رَبِّکَ بِالْعَشِیِّ وَالْاِبْکَارِ ۵۵ اِنَّ الَّذِیْنَ یُجَادِلُوْنَ
پروردگار کی تسبیح و حمد شام اور صبح کرتے رہیے ۵۴ جو لوگ جھگڑے نکالتے رہتے ہیں
فِیْٓ اٰیٰتِ اللّٰهِ بِغَیْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ اِنْ فِیْ صُدُوْرِهِمْ
اللہ کی آیتوں میں بغیر اس کے کہ کوئی سند اُن کے پاس موجود ہو اُن کے دلوں میں بڑی
اِلَّا کِبْرٌ مَّا هُمْ بِبَالِغِیْهِ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ
بڑائی ہی بسی ہوئی ہے کہ وہ اُس تک پہنچنے والے نہیں ۵۵ سو آپ اللہ کی پناہ مانگتے رہیے بیشک
الْبَصِیْرُ ۵۶ لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَکْبَرُ مِنْ
وہی (سب) سننے والا ہے (سب) دیکھنے والا ہے ۵۶ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا آدمیوں کے پیدا کرنے

منزل ۶

۵۰ یعنی قیامت کے دن۔ اَلْاَشْهَادُ۔ گواہوں سے یہاں مُراد نامۂ اعمال لکھنے والے فرشتے ہیں۔ وہی قیامت میں اس کی بھی گواہی دینگے کہ رسُولوں نے تبلیغ کی اور کافروں نے اُس کی تکذیب انبیاء و عامۂ مومنین بھی اس کے تحت میں آسکتے ہیں۔ قال مجاهد الاشهاد الملائكة (ابن کثیر) المراد بهم من يقوم يوم القيامة للشهادة على الناس من الملائكة والانبياء والمؤمنين (بيضاوی) قال مجاهد والسدی الملائكة تشهد للانبياء بالابلاغ وعلى الامم بالتكذيب وقال قتادة الملائكة والانبياء (قرطبی) فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا۔ مومنین کی منصوریت حشر میں ہونا ظاہر ہی ہے۔ باقی دنیا میں بھی جہاں تک دلائل سے غلبہ کا تعلق ہے بالکل ظاہر ہے۔ اب لے دیکر دنیا میں غلبۂ مادی رہ جاتا ہے۔ سو اس حیثیت سے بھی اہل حق انجام کار میں عموماً کامیاب ہی ہوتے ہیں اور انکی کوششیں بالآخر رائگاں نہیں جاتیں۔ ۵۱ (اور آپ اور آپ کے پیرو منصور رہینگے سو آپ تسلی رکھیے) اَلظّٰلِمِیْنَ۔ ظالمین سے جیسا کہ قرآن کی عام اصطلاح ہے یہاں بھی کافر ہی مُراد ہیں۔ ۵۲ یعنی نفع اس کتاب سے وہی اٹھاتے ہیں جو عقل سے کام لیتے ہیں اور جو عقل سے کام نہیں لیتے وہ نفع سے محروم رہ جاتے ہیں۔ ۵۳ (اور موسیٰ علیہ السلام کے واقعات سے تسلی حاصل کیجیے) وَعْدَ اللّٰهِ۔ وعدہ سے مراد وعدۂ نصرت الٰہی ہے یہ انا لننصر رسلنا میں ابھی مذکور ہو چکا ہے۔ ۵۴ (کہ یہ مشغولیت ذہن کو امور ملال انگیز کی طرف التفات کا موقع ہی نہ دیگی) لِذَنْۢبِکَ۔ عربی زبان میں ذنب اور اثم کے درمیان فرق ہے اُردو میں ذنب کا مفہوم کوتاہی ہی سے ادا کیا جا سکتا ہے تحملہ على التوبة عن ترك الاولى والافضل (كبير) بِالْعَشِیِّ وَالْاِبْکَارِ۔ محاورہ میں اس سے مراد دوام یا ہمیشگی بھی ہے۔ مطلب دوام على عبادة ربك (كشاف) عبر بالطرفين واريد جميع الاوقات (تاج) وبالجملة فالمراد منه الامر بالمواظبة على ذكر الله (كبير)۔ ۵۵ یعنی یہی اپنے کو بڑا سمجھنا ہی تو سبب مجادلۂ باطل کا ہے دوسرے کے اتباع سے عار آتا ہے۔ سیادت کے مرتبہ پر خود ہی قائم رہنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ جس بڑائی کی ہوس میں ہیں وہ انہیں نصیب ہونا نہیں۔ عنقریب ذلیل و خوار ہونگے۔ یُجَادِلُوْنَ ...... اَتٰىهُمْ۔ یعنی بغیر اس کے کہ کوئی بھی وجہ یا بنیاد اشتباہ کی موجود ہو۔ ۵۶ (اور آپ کی نصرت و حمایت پر ہر طرح قادر رہے) فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ۔ یعنی اللہ سے پناہ مانگتے رہیے ان معاندین و حاسدین کے شر و فتنہ سے۔

وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ ۗ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ
اور جس روز قیامت قائم ہوگی (یہ کہا جائیگا) اہل فرعون کو شدید ترین عذاب میں
الْعَذَابِ ﴿۴۶﴾ وَاِذْ يَتَحَاجُّوْنَ فِي النَّارِ فَيَقُوْلُ الضُّعَفٰٓؤُا
داخل کرو ۴۴ اور جبکہ (کافر) دوزخ میں ایک دوسرے سے جھگڑینگے تو ادنی درجہ کے لوگ بڑے
لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ
درجہ کے لوگوں سے کہینگے کہ ہم تو تمہارے ہی تابع تھے تو کیا تم ہم سے آگ کا
عَنَّا نَصِيْبًا مِّنَ النَّارِ ﴿۴۷﴾ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُلٌّ
کوئی جزو ہٹا سکتے ہو ۴۵ بڑے لوگ کہینگے کہ ہم سب ہی اس میں (پڑے)
فِيْهَآ ۙ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ ﴿۴۸﴾ وَقَالَ
ہیں اللہ تو اب بندوں کے درمیان (قطعی) فیصلہ کر چکا ۴۶ اور جو لوگ
الَّذِيْنَ فِي النَّارِ لِخَزَنَةِ جَهَنَّمَ ادْعُوْا رَبَّكُمْ يُخَفِّفْ
آگ میں پڑے ہونگے وہ دوزخ کے پہرہ داروں سے کہینگے کہ تم ہی اپنے پروردگار سے دعا کرو کہ
عَنَّا يَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ ﴿۴۹﴾ قَالُوْٓا اَوَلَمْ تَكُ تَاْتِيْكُمْ
کسی دن تو ہم سے عذاب ہلکا کر دے ۴۷ وہ کہیں گے اچھا تو کیا تمہارے پاس تمہارے پیمبر
رُسُلُكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۭ قَالُوْا بَلٰى ۭ قَالُوْا فَادْعُوْا ۚ وَمَا دُعٰۗؤُا
نشانات لیکر نہیں آتے رہے تھے؟ ۴۸ (دوزخی) بولینگے کیوں نہیں (فرشتے) کہینگے تو پھر تم ہی دعا کر لو
ع ۵ ۱۳ ۱۰ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴿۵۰﴾ اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ
اور کافروں کی دعا تو بس بے اثر ہی ہے ۴۹ بیشک ہم مدد کرتے رہتے ہیں اپنے پیمبروں کی اور

۴۴ یہ آیت اثبات عذاب قبر و وجود برزخ میں ایک نص صریح ہے۔ دلّ علی ان المراد النار یعرضون علیہا قبل القیامۃ (جصاص) ھٰذہ الاٰیۃ تدل علی عذاب القبر (جصاص) و الجمہور علی ان ھذا العرض فی البرزخ (قرطبی) ھٰذہ الاٰیۃ دلیل علی عذاب القبر (مدارک) وفیہ دلیل علی بقاء النفس وعذاب البرزخ (بیضاوی) احتج اصحابنا بھٰذہ الاٰیۃ علی اثبات عذاب القبر (کبیر) فذلک یدل علی اثبات عذاب القبر فی حق ھٰؤلاء واذا ثبت فی حقھم ثبت فی حق غیرھم لانہ لا قائل بالفرق (کبیر) وھٰذہ الاٰیۃ اصل کبیر فی استدلال اھل السنۃ علی عذاب البرزخ فی القبور (ابن کثیر) ھٰذہ الاٰیۃ تمسک بھا اھل السنۃ فی اثبات عذاب القبر صرح بذلک فی علم الکلام وکتب التفاسیر جمیعًا (احمدی) لیکن مفسر ابن کثیر نے یہ بھی لکھا ہے کہ آیت سے برزخ میں صرف ارواح پر عذاب ثابت ہوتا ہے باقی ان روحوں کے سبب سے قبور میں جسموں کا بھی معذب ہونا، تو اس کا ثبوت احادیث نبوی سے ہوتا ہے۔ اور آگے احادیث نقل کی ہیں:۔ الجواب ان الاٰیۃ دلت علی عرض الارواح علی النار غدوًّا وعشیًا فی البرزخ ولیس فیھا دلالۃ علی اتصال تألمھا باجسادھا فی القبور اذ قد یکون ذلک مختصًا بالروح فاما حصول ذلک للجسد فی البرزخ وتألمہ بسببہ فلم یدل علیہ الا السنۃ فی الاحادیث المرضیۃ الاٰتی ذکرھا۔ اور احادیث اس باب میں بکثرت ہیں۔ والاحادیث عذاب القبر کثیرۃ جدًا (ابن کثیر) غُدُوًّا وَّعَشِيًّا۔ ایک معنی تو یہی صبح و شام کے ہیں یعنی ایسے اوقات میں جو ہمارے عالم ناسوت کے صبح و شام کے مقابل ہونگے۔ قال الفراء والغداۃ والعشی بمقادیر ذلک فی الدنیا (قرطبی) دوسرا مفہوم "ہمیشہ" کا بھی ہو سکتا ہے۔ جوز ان یکون المراد بالتابید اکتفاء بالطرفین المحیطین عن الجمیع (روح) لا یمتنع ان یکون ذکر الغداۃ والعشیۃ کنایۃ عن الدوام (کبیر) ای ما دامت الدنیا کذالک قال مجاھد وعکرمۃ (قرطبی)

۴۵ یعنی دنیا میں جن کی حیثیت پس رووں اور تابعین کی تھی، وہ اپنے سرداروں، رئیسوں سے دوزخ میں کہینگے کہ دنیا میں تو آپ ہم پر حاکم و بالادست تھے، اب یہاں بھی اپنے اثر و اقتدار سے کام لے کر کچھ ہماری مصیبت ہلکی کرا دیجیے۔ ۴۶ وہ بڑے لوگ جواب میں کہیں گے کہ واہ! جہاں تم وہاں ہم، ہم میں اگر کچھ قدرت ہوتی تو ہم اپنے ہی کو بچانے کی فکر نہ کرتے اور اب تو حق تعالیٰ کا آخری اور قطعی فیصلہ صادر ہو چکا، اب ہو ہی کیا سکتا ہے؟ ۴۷ (کہ ہم کو تو ایک ہی دن کے عذاب میں تخفیف انتہائی نعمت معلوم ہوگی) خزنۃ جھنم۔ جہنم کے پہرہ دار ظاہر ہے کہ فرشتے ہونگے۔ مفسرین نکتہ رس نے کہا ہے کہ اس موقع پر خزنتھا بھی کافی ہو سکتا تھا کہ اسم نار تو معًا قبل موجود ہی ہے لیکن قرآن مجید بکمال بلاغت جہنم کا نام تصریحًا لایا تاکہ تہویل و تخویف کا مقصد زیادہ حاصل ہو۔ وانما لم یقل لخزنتھا لان فی ذکر جھنم تھویلًا وتفظیعًا (مدارک) المقصود من ذکر جھنم التھویل والتفظیع (کبیر) ۴۸ (اور انہوں نے تمہیں دوزخ سے بچے رہنے کے طریقے نہیں بتائے تھے؟) بِالْبَيِّنٰتِ۔ بینات کے تحت میں معجزات، دلائل عقلی وغیرہ ہر وہ چیز آئے گی جو ایمان و یقین پیدا کر سکتی ہے۔ ۴۹ (آخرت میں) ایمان اجابت دعا کی شرط ہے اور اس کا موقع اس دنیا کے دار العمل میں تھا۔ آخرت کے دار الجزاء میں اس کا امکان ہی نہیں۔ فرشتے دعا سے اس لئے انکار کرینگے کہ ایمان سے محروموں کے حق میں دعا کا اذن ہی نہیں۔ لم یؤذن لنا فی الدعاء لامثالکم (بیضاوی) دعا … ضلال۔ دعا کی اس بے اثری کا تعلق کافروں کی دعاؤں سے ہے اور وہ بھی دنیا میں نہیں قیامت کے دن کا ہے۔ والحق ان الاٰیۃ فی دعاء الکفار یوم القیامۃ (روح)

يُرْزَقُوْنَ فِيْهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿٤٠﴾ وَيٰقَوْمِ مَا لِيْٓ اَدْعُوْكُمْ
جہاں انہیں رزق بے حساب ملیگا ۴۰ف اور اے میری بھائیو یہ کیا ہے کہ میں تو تمہیں نجات کی
اِلَى النَّجٰوةِ وَتَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَى النَّارِ ﴿٤١﴾ تَدْعُوْنَنِيْ لِاَكْفُرَ بِاللّٰهِ
طرف بلاتا ہوں اور تم مجھے دوزخ کی طرف بلاتے ہو، تم مجھے اس طرف بلاتے ہو، کہ میں اللہ سے کفر کروں اور ایسی
وَاُشْرِكَ بِهٖ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ ۡ وَّاَنَا اَدْعُوْكُمْ اِلَى الْعَزِيْزِ
چیز کو اس کا شریک کروں جسکے (شریک ہونے) پر میرے پاس کوئی دلیل نہیں درآنحالیکہ میں تمہیں (خدائے)
الْغَفَّارِ ﴿٤٢﴾ لَا جَرَمَ اَنَّمَا تَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ لَيْسَ لَهٗ دَعْوَةٌ
غالب وغفار کی طرف بلاتا ہوں ۴۱ف یہ یقینی بات ہے کہ جسکی طرف تم مجھے بلا رہے ہو وہ پکارے جانے کے
فِي الدُّنْيَا وَلَا فِي الْاٰخِرَةِ وَاَنَّ مَرَدَّنَآ اِلَى اللّٰهِ وَاَنَّ
قابل نہ دنیا میں ہے اور نہ آخرت میں اور یہ بھی کہ ہم سب کو اللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے اور
الْمُسْرِفِيْنَ هُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ﴿٤٣﴾ فَسَتَذْكُرُوْنَ مَآ اَقُوْلُ
یہ بھی کہ حد سے نکل جانیوالے سب دوزخی ہی ہونگے ۴۲ف سو عنقریب تم میری بات کو یاد کروگے
لَكُمْ ۭ وَاُفَوِّضُ اَمْرِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿٤٤﴾
اور میں اپنا معاملہ تو اللہ کے سپرد کئے ہوئے ہوں، بیشک اللہ بندوں کا خوب نگراں ہے ۴۳ف
فَوَقٰىهُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ
پھر اللہ نے اُس (مومن) کو اُن لوگوں کی مضر تدبیروں سے محفوظ رکھا اور اہل فرعون کو
سُوْۗءُ الْعَذَابِ ﴿٤٥﴾ اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا ۚ
موذی عذاب نے گھیر لیا وہ لوگ صبح و شام آگ پر پیش کئے جاتے ہیں

النصف

۴۰ف یہاں ایک بڑی اصل پر روشنی پڑ گئی۔ اہل جنّت کے اجر کی کوئی حد ہی مقرر نہیں۔ لیکن بدی کی سزا میں یہ قاعدہ مقرر نہیں۔ بدکار کو سزا صرف اس کے جرم کے متناسب ہی ملے گی۔
مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى۔ عورت جس طرح دیوی اور کسی خاص تقدس و احترام کی حامل نہیں اُسی طرح گندی اور ناپاک جنس بھی نہیں۔ عمل و ایمان کے نقطۂ نظر سے مرد و عورت دونوں بالکل یکساں و ہم سطح ہیں۔ جس کے جیسے عمل ہونگے، اُسی مناسبت سے اُسے جزائے عمل بھی ملے گی۔ اُس کی جنسیت کا اس پر کچھ بھی اثر نہیں پڑیگا جاہلی مذہبوں نے عورت کے بارہ میں جو جو بے اعتدالیاں روا رکھی ہیں اُن کے پیش نظر قرآن مجید کو اس صراحت کی ضرورت تھی۔

۴۱ف خدائے غالب و زبردست ایسا کہ وہ گرفت کرے تو کوئی چھڑا نہ سکے اور غفار ایسا کہ وہ مغفرت کرنا چاہے تو کوئی اس میں حائل نہ ہو سکے۔ مَا لِيْٓ۔ کلمۂ استعجاب ہے، مطلب یہ کہ یہ کیسی عجیب بات ہے کہ میں تو تمہیں راحت ابدی اور حقیقۃ الحقائق کی طرف بلا رہا ہوں اور تم اس کے بالکل برعکس مجھے عذاب دائمی اور باطل محض کی طرف لے جانا چاہتے ہو۔ ۴۲ف یعنی تمہاری دعوت تو حقیقت سے بالکل معرا ہے ——— آخر شرک پر بڑی چھوٹی، عقلی نقلی کوئی سی بھی دلیل قائم ہے؟ الْمُسْرِفِيْنَ۔ مسرفین۔ یہ عبودیت سے نکل جانے والے مشرکین ہوتے ہیں۔ قال قتادة وابن سيرين يعني المشركين (قرطبی) لیس.. الآخرة۔ یعنی ان تمام تمہاری مورتیوں اور دیوی دیوتاؤں میں تو سرے سے صلاحیت ہی نہیں کہ اپنی معبودیت کا دعویٰ پیش کر سکیں۔ ۴۳ف (اُس کی نظر سے کسی کے قول یا عمل کا پوشیدہ رہ جانا کیونکر ممکن ہے)
فَسَتَذْكُرُوْنَ۔ اس سے مراد ہے نزول عذاب کے وقت خواہ وہ دنیا میں ہو یا آخرت میں۔ اي عند نزول العذاب (مدارک) عند معاينة العذاب (بیضاوی) إذا حلّ بكم العذاب (قرطبی)

يٰهَامٰنُ ابْنِ لِيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ ﴿۳۶﴾

اے ہامان میرے لئے ایک بلند عمارت بنوا کہ میں (اس سے) آسمان پر جانے کی راہوں تک

اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ فَاَطَّلِعَ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى وَاِنِّيْ

پہنچ جاؤں اور موسیٰ کے خدا کو دیکھوں بھالوں اور میں تو

لَاَظُنُّهٗ كَاذِبًا ؕ وَكَذٰلِكَ زُيِّنَ لِفِرْعَوْنَ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ

موسیٰ کو جھوٹا ہی سمجھتا ہوں ؎۳۷ اور اسی طرح فرعون کو اس کی بدکرداری خوشنما کر دی گئی

وَصُدَّ عَنِ السَّبِيْلِ ؕ وَمَا كَيْدُ فِرْعَوْنَ اِلَّا فِيْ تَبَابٍ ﴿۳۷﴾

اور وہ راہ (راست) سے رک گیا اور فرعون کی ہر تدبیر غارت ہی گئی ؎۳۸

ع ۱۰/۴ ۹

وَقَالَ الَّذِيْٓ اٰمَنَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوْنِ اَهْدِكُمْ سَبِيْلَ

اور وہی جو ایمان لا چکا تھا بولا اے میرے بھائیو میری پیروی کرو میں تمہیں ٹھیک راستہ بتا رہا

الرَّشَادِ ﴿۳۸﴾ يٰقَوْمِ اِنَّمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ ۡ وَّ

ہوں اے میرے بھائیو یہ دنیوی زندگی محض چند روزہ ہے اور

اِنَّ الْاٰخِرَةَ هِيَ دَارُ الْقَرَارِ ﴿۳۹﴾ مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً

ٹھہرنے کا ٹھکانا تو آخرت ہی ہے ؎۳۹ جو کوئی گناہ کرتا ہے

فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا ۚ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ

اُسے بدلہ بس برابر سرابر ہی ملتا ہے اور جو کوئی نیک کام کرتا ہے وہ

ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ

مرد ہو یا عورت ہاں بس مومن ہو تو ایسے لوگ جنت میں جائیں گے

؎۳۷ فرعون اُس مردِ مومن کی تقریروں کا تو کچھ جواب دے نہ سکا لاجواب ہو کر فرمائش ہامان سے یہ کر دی۔ يٰهَامٰنُ۔ ھامان پر حاشیہ سورۂ القصص (پ ۲۰) میں گذر چکا۔ هَامٰنُ۔ جو دیوتا آمن کے مندر کا سب سے بڑا پروہت یا پجاری تھا وہی سلطنت کا چیف انجینیر بھی ہوتا تھا ہامان سے متعلق اسی سابق حاشیہ میں گذر چکا ہے کہ یہ شخصی نام نہیں بلکہ ایک عظیم الشان سرکاری عہدہ کا لقب تھا جیسے فرعون خود شاہی لقب تھا۔ ابْنِ لِيْ صَرْحًا۔ روایات یہود میں بھی آتا ہے کہ شاہ مصر کے لئے زمین و آسمان کے درمیان ایک محل تعمیر ہوا تھا۔ ملاحظہ ہو حاشیۂ تفسیر انگریزی۔ اِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ۔ لفظ ظن سے یہ خیال نہ گذرے کہ فرعون اس بات کو بطور فرض کے، یا شک کے ساتھ کہہ رہا تھا۔ ظن یقین کے معنی میں بھی آتا ہے۔ قيل ان الظن بمعنى اليقين اى وانا اتيقن انه كاذب (قرطبی) ؎۳۸ (اور بالآخر وہ اپنے لاؤ لشکر سمیت سمندر میں غرق ہو کر رہا) وَكَذٰلِكَ یعنی جس طرح کے سوءِ اعمال کی خوشنمائی کی ایک مثال ابھی اُوپر فرعون کے قول میں گذر چکی۔ اے مثل ذٰلك التزيين و ذٰلك الصد (مدارک) زُيِّنَ ...... عَمَلِهٖ اس تزیین کی علت قریبہ تو ہمیشہ شیطان کی وسوسہ اندازی ہی ہوتی ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔ وزين لهم الشيطان اعمالهم لیکن علت بعیدہ تکوینی حیثیت سے خود ذات حق ہی ہوتی ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔ زينا لهم اعمالهم فهم يعمهون۔ ؎۳۹ مردِ مومن کا کہنا یہ ہے کہ حقیقی فوز و فلاح کا راستہ تو وہ ہے جسے میں بتا رہا ہوں نہ کہ وہ جس کی جانب رہبری فرعون کر رہا ہے۔ اِنَّمَا ...... القرار۔ عاجل اور آجل کے راستوں کا فرق جو آج نظر آ رہا ہے۔ یہی ہمیشہ رہا ہے۔ ع غافل نے ادھر دیکھا عاقل نے اُدھر دیکھا

مَتَاعٌ میں تنوین تقلیل کی ہے اظہار تحقیر کے لئے اور متاع کے لفظ میں خود ہی اُس نفع کے عارضی اور زود فنا ہونے کا مفہوم شامل ہے۔ متعة تتمتعون بها مدة لم تنقطع (معالم) اے يتمتع بها قليلا ثم تنقطع و تزول (قرطبی)

اِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَیْكُمْ یَوْمَ التَّنَادِ ﴿٣٢﴾ یَوْمَ تُوَلُّوْنَ مُدْبِرِیْنَ
مجھے تمہاری بابت پکار کے دن کی طرف سے بھی اندیشہ ہے ٣٢ جس روز تم پشت پھیر پھیر کر بھاگو گے
مَا لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ وَمَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا
تم کو اللہ کے مقابلہ میں کوئی بچانے والا نہ ہوگا ٣٣ اور جسے اللہ گمراہ کرے اُسے کوئی
لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿٣٣﴾ وَلَقَدْ جَآءَكُمْ یُوْسُفُ مِنْ قَبْلُ
راہ دکھانے والا نہیں اور تمہارے پاس اس کے قبل یوسف بھی تو کھلے ہوئے دلائل لے کر
بِالْبَیِّنٰتِ فَمَا زِلْتُمْ فِیْ شَكٍّ مِّمَّا جَآءَكُمْ بِهٖ حَتّٰٓی
آچکے ہیں سو تم شک ہی میں پڑے رہے اُن اُمور سے متعلق جو وہ تمہارے پاس لیکر آئے تھے ٣٤
اِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ یَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا
یہانتک کہ جب وہ وفات پاگئے تو تم کہنے لگے کہ اب خدا اُن کے بعد کوئی رسول نہ بھیجے گا
كَذٰلِكَ یُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابُ ﴿٣٤﴾ الَّذِیْنَ
اسی طرح اللہ گمراہی میں ڈالے رکھتا ہے اُن لوگوں کو جو حد سے نکل جانیوالے ہوتے ہیں شک میں پڑے
یُجَادِلُوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِ اللّٰهِ بِغَیْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ كَبُرَ
رہتے ہیں ٣٥ (اور) جو اللہ کی نشانیوں کے باب میں بغیر اسکے کہ اُس نے انہیں کوئی سند دی ہو جھگڑے
مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كَذٰلِكَ یَطْبَعُ
نکالتے رہتے ہیں (اس سے) بڑی بیزاری ہے اللہ کو اور ایمان والوں کو اسی طرح اللہ مہر کر دیتا
اللّٰهُ عَلٰی كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ﴿٣٥﴾ وَقَالَ فِرْعَوْنُ
ہے ہر مغرور و جابر کے قلب پر ٣٦ اور فرعون نے کہا

٣٢ یعنی سزائے دنیوی کے علاوہ عذاب آخرت کا بھی۔ یَوْمَ التَّنَادِ۔ "پکار والا دن"۔ یوم قیامت کو اس لئے کہا جاتا ہے کہ اُس روز بڑی ہی چیخ پکار پڑیگی۔ یوم ینادی الناس بعضھم بعضًا من فزع نفخة الفزع (ابن جریر)

٣٣ روزِ حشر کی دہشت اور ہولناکی کا بیان ہے۔ یوم یولون ھاربین فی الارض حذار عذاب اللہ وعقابہ عند معاینتھم جہنم (ابن جریر)

٣٤ یعنی تم نے تو اُن کی نبوّت کی بھی تصدیق نہ کی۔ وَلَقَدْ جَآءَكُمْ۔ یعنی وہ اسی مُلک مصر میں، اہل مصر کے رُوبرو نبی ہو کر آئے تھے۔

٣٥ یعنی نبوت کی تو تم اُن کے بھی قائل نہ تھے اور جب وہ وفات پاگئے، جب تم کھلم کھلا کہنے لگے کہ ہمیشہ کے لئے یہ جھگڑا پاک ہوگیا۔ كَذٰلِكَ ...... مُّرْتَابُ۔ یہ ایک عام قانون قاعدہ بتا دیا کہ ایسے بدتوفیقوں کو ہمیشہ گمراہی ہی میں پڑا رہنے دیا جاتا ہے۔ اِذَا هَلَكَ۔ قرآن مجید انبیاء صدیقین کے لئے بھی ایسے موقعوں پر بے تکلف وہی الفاظ لے آتا ہے جو عام افراد بشری کے لئے لائے جاتے ہیں، ہلاکت و موت کے قسم کے الفاظ جس طرح ہر بشر کے لئے آتے ہیں انبیاء کے لئے بھی لائے گئے ہیں۔

٣٦ (مغرور و جابر و متکبر و جبار) چونکہ حق طلبی اور حق جوئی سے کام نہیں لیتا، اس لئے رفتہ رفتہ اُس میں صلاحیت حق فہمی کی بھی باقی نہیں رہ جاتی۔ یُجَادِلُوْنَ ...... سُلْطٰنٍ۔ جدال بلا دلیل کی اس مذمت سے یہ نکلا کہ جدال حجّتِ صحیحہ کے ساتھ کرنا مستحسن ہے، فی ذمھم بانھم یجادلون بغیر سلطان دلالة علی ان الجدال بالحجة حسن وحق (کبیر)

مِنْ رَّبِّكُمْ ۭ وَاِنْ يَّكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهٗ ۚ وَاِنْ يَّكُ

طرف سے کھلی کھلی دلیلیں بھی لایا ہے اور اگر وہ جھوٹا ہے تو اُس کا جھوٹ اسی پر پڑیگا اور اگر وہ

صَادِقًا يُّصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ يَعِدُكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ

سچا ہوا تو وہ جو کچھ پیشگوئی کر رہا ہے اُس میں سے کچھ تم پر (ضرور ہی) پڑیگا بیشک اللہ

لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ ۲۸ يٰقَوْمِ لَكُمُ الْمُلْكُ

ایسے کو راہ (کامیابی) نہیں دکھاتا جو حد سے گذر جانے والا ہو جھوٹا لپاٹیا ہو ف۲۹ اے میرے بھائیو!

الْيَوْمَ ظٰهِرِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۡ فَمَنْ يَّنْصُرُنَا مِنْۢ بَاْسِ

آج تمہاری سلطنت ہے کہ اس سرزمین میں تم حاکم ہو لیکن اللہ کے عذاب سے ہمیں کون

اللّٰهِ اِنْ جَاۗءَنَا ۭ قَالَ فِرْعَوْنُ مَآ اُرِيْكُمْ اِلَّا مَآ اَرٰى

بچائیگا اگر وہ ہم پر آپڑا ف۳۰ فرعون نے کہا میں تو تم لوگوں کو وہی رائے دوں گا جو خود سمجھ رہا ہوں

وَمَآ اَهْدِيْكُمْ اِلَّا سَبِيْلَ الرَّشَادِ ۲۹ وَقَالَ الَّذِيْٓ

اور میں تو تم کو عین طریق مصلحت ہی بتاتا ہوں اور اُس ایمان لے آنیوالے

اٰمَنَ يٰقَوْمِ اِنِّىْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ مِّثْلَ يَوْمِ الْاَحْزَابِ ۳۰

شخص نے کہا اے میرے بھائیو مجھے تمہارے متعلق (دوسری) اُمتوں کے سے روز بد کا اندیشہ ہے

مِثْلَ دَاْبِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ وَالَّذِيْنَ مِنْۢ

جیسا کہ قوم نوح و عاد و ثمود اور اُن کے بعد والوں کا

بَعْدِهِمْ ۭ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ ۳۱ وَيٰقَوْمِ

حال ہوا تھا اور اللہ بندوں پر کسی طرح کا ظلم نہیں کرنا چاہتا ف۳۱ اے میرے بھائیو

ف۲۹ (اور دنیا کا کوئی اسراف و کذب جھوٹے دعوائے نبوّت سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتا ہے) مرد مومن کا کہنا یہ ہے کہ موسیٰ کا اوّل تو جرم ہی کیا ہے۔ بجز اقرار توحید کے اور پھر اقرار بھی بلا دلیل نہیں، آیات و معجزات سے مدلل، بالفرض وہ جھوٹے ہیں تو ایسے شدید قسم کے جھوٹ کی حق تعالیٰ دنیا ہی میں سزا دے کر رہیگا۔ لیکن اگر ان کا دعوئے نبوّت سچ نکلا تو تم اپنی خبر لو، تمہارا انجام کیا ہو کر رہیگا؟ وَاِنْ ...... كَذِبُهٗ۔ علماء محققین نے لکھا ہے کہ جھوٹے مدعیان نبوت بھی اگر کورے بچ کر نکل جائیں تو تلبیس علی الحق لازم آتی ہے۔ امام رازیؒ نے آیت کے تحت میں اپنا ذاتی تجربہ بھی بیان کیا ہے، کہ جب کبھی مجھے کسی شریر نے خواہ مخواہ نقصان پہنچانا چاہا، اور میں نے اسکی طرف توجہ نہ کی، بلکہ معاملہ حق تعالیٰ ہی پر چھوڑ دیا تو اللہ نے ہمیشہ کچھ نہ کچھ لوگ ایسے لا کھڑے کیے جو پوری طرح اس شر کے دفعیہ پر لگ گئے۔ ولقد جربت فی احوال نفسی انہ کلما قصد فی شریر بشر ولم اتعرض لہ واکتفی بتفویض ذلک الامر الی اللہ فانہ سبحانہ یقیض اقواما لا اعرفھم البتہ یبالغون فی دفع ذلک الشر (کبیر) ف۳۰ (اور اس کا وقوع ایک سچّے نبی کے قتل کے بعد یقینی ہے)

ف۳۱ (لیکن جب تم خود ہی اُس کے عذاب کو بلا رہے ہو تو ضرور کیفر کردار کو پہنچ کر رہو گے) مَا ...... لِلْعِبَادِ۔ اس فقرہ میں تعریض ہے مشرکوں کے خونخوار و خون آشام دیوی دیوتاؤں پر۔

فَقَالُوْا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ﴿٢٤﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِنَا
تو وہ لوگ بولے یہ جادوگر ہے، بڑا جھوٹا ہے ٢٣ جب وہ لوگوں کے پاس دین حق ہمارے پاس سے لیکر
قَالُوا اقْتُلُوْٓا اَبْنَآءَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ وَاسْتَحْيُوْا
آئے تو وہ لوگ بولے کہ جو اس کے ساتھ ایمان لائے ہوئے ہیں اُنکے لڑکوں کو قتل کر ڈالو اور انکی عورتوں کو
نِسَآءَهُمْ ؕ وَمَا كَيْدُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴿٢٥﴾ وَ
زندہ رہنے دو اور کافروں کی چال محض ناکام رہی ٢٤ اور
قَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُوْنِيْٓ اَقْتُلْ مُوْسٰى وَلْيَدْعُ رَبَّهٗ ۚ
فرعون بولا مجھے چھوڑ دو میں مُوسٰی کو قتل کر ڈالوں اور یہ اپنے پروردگار کو پکار دیکھے ٢٥
اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يُّبَدِّلَ دِيْنَكُمْ اَوْ اَنْ يُّظْهِرَ فِي الْاَرْضِ
مجھے ڈر ہے کہ وہ تمہارا دین بدل ڈالیگا یا یہ کہ ملک میں فساد
الْفَسَادَ ﴿٢٦﴾ وَقَالَ مُوْسٰٓى اِنِّيْ عُذْتُ بِرَبِّيْ وَرَبِّكُمْ مِّنْ
پھیلا دیگا ٢٦ اور موسٰی نے کہا میں اپنے اور تمہارے سب کے پروردگار کی پناہ لیتا ہوں
كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَّا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ الْحِسَابِ ﴿٢٧﴾ ع وَقَالَ رَجُلٌ ع ٣ ٧ ٨
ہر بڑائی مارنے والے سے جو روزِ حساب پر یقین نہیں رکھتا ٢٧ اور ایک مردِ مومن نے جو
مُّؤْمِنٌ ۖ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ اِيْمَانَهٗٓ اَتَقْتُلُوْنَ
خاندان فرعون سے تھے اور اپنا ایمان چھپائے ہوئے تھے کہا ٢٨ کیا تم ایک مرد کو
رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ وَقَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ
اس بات پر قتل کر ڈالو گے کہ وہ کہتا ہے میرا پروردگار اللہ ہے درآنحالیکہ وہ تمہارے پروردگار کی

٢٣ قرآن جیسا کہ بار بار بیان ہو چکا ہے، کوئی تاریخ کی کتاب نہیں اُس کے پیش نظر صرف مقاصد و نتائج رہتے ہیں۔ نبوت موسوی سے انکار کا جزر ان تینوں مشاہیر میں مشترک تھا اور یہاں اسی کے نتیجہ پر تنبیہ مقصود تھی اِس لئے قرآن نے بھی تینوں کا نام ایک ساتھ لے دیا ورنہ ظاہر ہے، کہ قارون مصری نہیں اسرائیلی تھا اور اس کی تکذیب انکار کا واقعہ زماناً بھی فرعون وہامان سے متأخر ہے۔ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَقَارُوْنَ۔ فرعون پر حاشیے سورۃ البقرہ پ١ میں گذر چکے اور ہامان وقارون پر سورۃ القصص پ٢٠ میں۔ قارون اسرائیلی نے جس شدومد سے حضرت موسٰیؑ سے انکار کیا ہے اور بغاوت پر آمادہ ہوا ہے اُس کا ذکر توریت میں بصراحت موجود ہے۔ ٢٤ کافروں کی چالیں تو مآلاً اور آخرکار تو ہمیشہ ہی ناکام رہتی ہیں اور کبھی حالاً اور فوری طور پر بھی ناکام رکھی جاتی ہیں۔

قَالُوْٓا۔ یہ مشورہ دینے والے اور آپس میں صلاح کرنے والے مصر کے اعیانِ سلطنت وارکان حکومت تھے۔ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ۔ یہ ایمان لانے والے حضرت مُوسٰی ہی کے ہم قوم بنی اسرائیل تھے۔ ٢٥ (دیکھیں تو سہی وہ ہمارے عتاب سے اسے کیونکر بچا لیتا ہے) قَالَ فِرْعَوْنُ۔ یہ فرعون نے جھنجھلا کر اپنے وزراء و اُمراء سے کہا۔ فرعون کی حکومت باوجود اس کے شخصی استبداد کے شورائی تھی، جیسا کہ قرآن مجید کی دوسری آیات سے بھی نکلتا ہے۔

٢٦ دین سے مراد مصر کا قومی آبائی دین شرک ہے ——— ملاحظہ ہو انگریزی تفسیر القرآن کا حاشیہ۔ فرعون نے دو خطرے اپنے اعیانِ سلطنت کو سمجھائے۔ ایک یہ کہ یہ مدعی نبوت اپنی تدبیروں اور نام نہاد اصلاحی مساعی سے اس دین آبائی میں خلل ڈال دیگا اور لوگوں کو دین شرک سے اُکھاڑ دیگا۔ دوسرے یہ کہ رعایا میں تاج کے خلاف شورش و بغاوت پھیلا دیگا۔

٢٧ علماء نے یہاں سے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ شر سے بچنے کے لئے دعا عمومی اور کُلّی رنگ میں اگر کی جائے تو بہتر ہے جیسا کہ یہاں ضرورت صرف فرعون کے شر سے پناہ مانگنے کی تھی لیکن حضرت موسٰیؑ نے الفاظ جامع و عمومی استعمال کئے۔ ٢٨ معلوم ہوتا ہے کہ فرعونیوں میں سے کچھ لوگ حضرت مُوسٰی کی صداقت کے قائل ہو گئے تھے اور اتنا تو توریت میں بھی ہے کہ کچھ فرعونی خوفِ خدا رکھنے والے تھے۔ حضرت موسٰیؑ کی ایک مُنذر پیشگوئی کے سلسلہ میں ہے:۔ ”فرعون کے نوکروں میں ہر ایک جو خداوند کے کلام سے ڈرتا تھا اپنے نوکروں اور اپنے مواشی کو گھروں میں بھگا لے آیا“ (خروج۔ ٩: ٢٠) ۔ يَكْتُمُ اِيْمَانَهٗٓ۔ علماء محققین نے لکھا ہے کہ اسلام ہی کی مصلحت سے اپنے اسلام کا چھپانا بالکل جائز ہے۔ مُرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ اہل باطل کے سامنے حق کا اخفاء خوف فتنہ سے منافی کمال نہیں، خصوصاً جبکہ سہولتِ ارشاد و تبلیغ کی مصلحت بھی شامل ہو۔

يَقْضِىْ بِالْحَقِّ ؕ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَقْضُوْنَ
ٹھیک ہی فیصلہ کرے گا۔ اور جن لوگوں کو یہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہ کسی طرح کا بھی
ع ۲ ۱۱ ۷ بِشَیْءٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ﴿۲۰﴾ اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا
فیصلہ نہیں کر سکتے۔ اللہ ہی (سب کچھ) سننے والا ہے (سب کچھ) دیکھنے والا ہے ۲۰ کیا یہ لوگ
فِى الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ كَانُوْا
زمین پر چلے پھرے نہیں جو یہ دیکھ لیتے کہ ان سے قبل والوں کا انجام
مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَانُوْا هُمْ اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّاٰثَارًا فِى
کیسا ہوا وہ لوگ ان سے بھی بڑھے ہوئے تھے بلحاظ قوت اور زمین پر
الْاَرْضِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ؕ وَمَا كَانَ لَهُمْ
اپنے چھوڑے ہوئے نشانات کے، سو اللہ نے ان کی گرفت کی بسبب انکے گناہوں کے۔ اور ان کا کوئی
مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ﴿۲۱﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ
اللہ کے عذاب سے بچانے والا نہ ہوا ۲۱ یہ (گرفت) اس لئے ہوئی کہ انکے پاس ان کے پیمبر
رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَكَفَرُوْا فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ قَوِىٌّ
واضح دلیلیں لاتے رہے، اس پر بھی وہ کفر ہی کئے گئے، سو اللہ نے انہیں پکڑ لیا۔ بیشک وہ بڑی قوت والا
شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۲۲﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا وَ
سخت سزا دینے والا ہے ۲۲ اور ہم نے موسیٰ کو اپنے احکام اور
سُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۳﴾ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَقَارُوْنَ
کھلی ہوئی دلیل دے کر فرعون اور ہامان اور قارون کے پاس بھیجا

۲۰ یعنی وہی ان صفات کمال میں کامل اور دوسرے معبود ان صفات ہی سے عاری۔ اس لئے اس کے سوا کوئی اور فیصلہ کر ہی نہیں سکتا۔ آیت سے دو پہلوؤں پر اور زیادہ روشنی پڑ گئی۔ ایک شرکت الوہیت ومعبودیت کی نفی، دوسرے ان معبودوں کا نصرت سے عجز۔

۲۱ یہ تاریخ اور اثریات کے مطالعہ کے لئے اپیل ہے کہ ان فنون سے مدد لے کر دیکھو اور بڑی بڑی پُرقوت سرکش قوموں کے انجام سے عبرت حاصل کرو۔
اٰثَارًا فِى الْاَرْضِ۔ مثلاً محل، قلعہ، باغ وغیرہا۔
اَلَّذِيْنَ ...... الْاَرْض۔ اشارہ اُن قبل اسلام کی متمدن وسر برآوردہ جاہلی قوموں کی جانب ہے جن کی ترقی تہذیب وتمدن کے نشان اب بھی کھنڈروں کی صورت میں موجود ہیں۔

۲۲ (تو اس کی گرفت سے یہ لوگ کب تک باہر رہ سکتے ہیں) بِالْبَيِّنٰتِ بینات کے تحت میں عقلی دلائل اور عملی معجزے سب کچھ آگئے۔

مُخۡلِصِيۡنَ لَهُ الدِّيۡنَ وَلَوۡ كَرِهَ الۡكٰفِرُوۡنَ ﴿١٤﴾ رَفِيۡعُ
اس سے خالص اعتقاد رکھ کر گو کافروں کو ناگوار ہو ۱۵ وہ مرتبوں کو
الدَّرَجٰتِ ذُو الۡعَرۡشِ ۚ يُلۡقِى الرُّوۡحَ مِنۡ اَمۡرِهٖ عَلٰى
بلند کرنیوالا ہے مالک عرش کا ہے وہ بندوں میں سے جس پر چاہے وحی یعنی اپنا حکم
مَنۡ يَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِهٖ لِيُنۡذِرَ يَوۡمَ التَّلَاقِ ﴿١٥﴾ يَوۡمَ هُمۡ
بھیجتا ہے تاکہ یوم الاجتماع سے ڈرائے ۱۶ (یعنی) اُس دن سے
بٰرِزُوۡنَ ۚ لَا يَخۡفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنۡهُمۡ شَىۡءٌ ؕ لِمَنِ الۡمُلۡكُ
جس دن سب لوگ سامنے آموجود ہونگے، اُن کی کوئی بات اللہ سے مخفی نہیں رہیگی، آج کے روز کس کی
الۡيَوۡمَ ؕ لِلّٰهِ الۡوَاحِدِ الۡقَهَّارِ ﴿١٦﴾ اَلۡيَوۡمَ تُجۡزٰى كُلُّ نَفۡسٍ
حکومت ہے؟ بس اللہ واحد و غالب ہی کی ہے ۱۷ آج ہر شخص کو اُس کے کئے کا بدلہ
بِمَا كَسَبَتۡ ؕ لَا ظُلۡمَ الۡيَوۡمَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيۡعُ الۡحِسَابِ ﴿١٧﴾
دیا جائیگا آج کچھ ظلم نہ ہوگا اللہ بہت جلد حساب لے ڈالنے والا ہے
وَاَنۡذِرۡهُمۡ يَوۡمَ الۡاٰزِفَةِ اِذِ الۡقُلُوۡبُ لَدَى الۡحَنَاجِرِ
اور آپ انہیں ایک قریبی مصیبت والے دن سے ڈرایئے جب کلیجے منہ کو آجائیںگے (غم سے) گھٹ گھٹ
كٰظِمِيۡنَ ؕ مَا لِلظّٰلِمِيۡنَ مِنۡ حَمِيۡمٍ وَّلَا شَفِيۡعٍ يُّطَاعُ ﴿١٨﴾
جائینگے ظالموں کا نہ کوئی دلی دوست ہوگا اور نہ سفارشی جس کی بات مان ہی لی جائے ۱۸
يَعۡلَمُ خَآئِنَةَ الۡاَعۡيُنِ وَمَا تُخۡفِى الصُّدُوۡرُ ﴿١٩﴾ وَاللّٰهُ
(اللہ) جانتا ہے آنکھوں کی چوری کو اور جو کچھ سینہ میں چھپا ہوا ہے اُس کو بھی ۱۹ اور اللہ

۱۵ یعنی ہر شائبۂ شرک سے اور ہر آمیزش کفر سے پاک صاف ہوکر حق تعالیٰ کو پکارو اور یہ توحید خالص ہی تو کافروں کو شاق گزرتی ہے۔ وَمَا يَتَذَكَّرُ اِلَّا مَنۡ يُّنِيۡبُ یعنی پند و نصیحت کارگر اُسی کے حق میں ہوتی ہے، جو حق تعالیٰ کی طرف قصد رجوع رکھتا ہو۔ غور و تامل اسی قصد رجوع سے پیدا ہوتا ہے۔ اور وہی حق تعالیٰ تک پہنچا دیتا ہے۔ ۱۶ يَوۡمَ التَّلَاقِ۔ مُراد ظاہر ہے کہ یوم آخرت سے ہے۔ رَفِيۡعُ الدَّرَجٰتِ یہاں رافع الدرجات کے معنی میں ہے یعنی بندوں کے درجات و مراتب کا بڑھانے والا۔ رافع درجات الانبیاء والاولیاء فی الجنة (معالم) ای رافع درجات المؤمنین ومنازلهم فی الجنة (بحر) بعض نے مرتفع الدرجات کے معنی میں لیا ہے۔ یعنی صفات عظیم و بلند رکھنے والا۔ یحتمل ان یکون المراد منه الرافع وان یکون المراد منه المرتفع (کبیر) ذُو الۡعَرۡشِ لفظی معنی ہوئے عرش والا، اس سے یہ مراد نہیں کہ نعوذباللہ اللہ میاں عرش کے اُوپر بیٹھے ہوئے ہیں، حق تعالیٰ ہر جسمیت، ہر مکانیت سے پاک و برتر ہیں، مُراد صرف یہ ہے کہ وہ اس کا بھی مالک اُس کا خالق اور اُس پر ہر طرح قادر ہے۔ ومعناه انه مالك العرش ومدبره وخالقه (کبیر) ای خالقه ومالکه لا انه محتاج الیه (قرطبی) اور مقصود اس سے اُس کے کمال قدرت اور منتہائے ہیبت کا اظہار ہے۔ والفائدة فی تخصیص العرش بالذکر هو انه اعظم الاجسام (کبیر) الرُّوۡحَ سے مراد وحی ہے۔ الروح من امره ای الوحی من امره (ابن جریر۔ عن قتادة) اختلفوا فی المراد بهذا الروح والصحیح ان المراد هو الوحی (کبیر) سماه روحًا لانه تحیا به القلوب کما تحیا الابدان (معالم) ای الوحی والنبوة وسمی ذٰلك روحًا لان الناس یحیون به (قرطبی) دوسرے معنی قرآن و کتاب کے لئے گئے ہیں۔ وقال اخرون عنی به القراٰن والکتاب (ابن جریر) قاموس میں ہے کہ روح، قرآن و وحی کے معنی میں ہے، اور تاج میں ابو العباس کا قول نقل کیا ہے کہ جس طرح روح جسد انسانی کو زندہ کرتی ہے، وحی موت کفر سے نجات دیتی ہے اور ایمان کی زندگی پھونکتی ہے اس لئے وحی کو بھی روح سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ۱۷ حکومت تو آج بھی خدائے واحد و غالب ہی کی ہے، فرق صرف اتنا ہے کہ اُس روز یہ سب پر بالکل عیاں و روشن ہوکر رہیگی۔ اَلۡوَاحِدِ الۡقَهَّارِ۔ اَلۡوَاحِد اور القہار دونوں پر حاشیے پہلے گذر چکے۔ ۱۸ يَوۡمَ الۡاٰزِفَةِ۔ اٰزفة کے لفظی معنی "قریب آجانے والی" کے ہیں۔ قیامت بھی چونکہ برابر قریب آتی جارہی ہے اس لئے یوم الاٰزفة ایک نام یوم قیامت کا بھی پڑ گیا۔ عبر عنها بالساعة (راغب) یعنی یوم القیامة (ابن جریر) اَلۡيَوۡمَ ۔۔۔۔۔ كَسَبَتۡ۔ آیت کے الفاظ سے یہ نکل رہا ہے کہ ثواب و عذاب بندہ ہی کا کسب کیا ہوا ہوتا ہے اور یہی اشاعرہ کا مذہب ہے۔ قال ابن عطیة وهٰذه الاٰیة نص فی ان الثواب والعقاب متعلق باکتساب العبد وهو علی طریقة الاشعریة (بحر) لَا ظُلۡمَ الۡيَوۡمَ۔ یعنی یہ نہ ہوگا کہ کسی کا اجر گھٹا دیا جائے اور کسی کا عذاب بڑھا دیا جائے۔ ۱۹ یہاں یہ بتا دیا کہ اقوال و افعال کیا معنی، احوال و کیفیات، جذبات و واردات قلب تک سب وہاں حاضر و عیاں ہونگے ــــــ یہ اور بات ہے کہ اضطراری اعمال و کیفیات معاف کر دی جائیں۔

ع ٩ ٦

السَّیِّاٰتِ یَوۡمَئِذٍ فَقَدۡ رَحِمۡتَهٗ ؕ وَ ذٰلِكَ هُوَ الۡفَوۡزُ
اُس دن کی تکالیف سے بچالیا اُس پر تونے (بڑی) مہربانی کی اور یہی بڑی کامیابی
الۡعَظِیۡمُ ٩ اِنَّ الَّذِیۡنَ كَفَرُوۡا یُنَادَوۡنَ لَمَقۡتُ اللّٰهِ اَكۡبَرُ
ہے ١٠ یقیناً جو لوگ کافر ہیں انہیں پکارا جائیگا کہ جیسی تم کو اپنے سے نفرت ہے اس سے
مِنۡ مَّقۡتِكُمۡ اَنۡفُسَكُمۡ اِذۡ تُدۡعَوۡنَ اِلَی الۡاِیۡمَانِ
بڑھ کر اللہ کو تم سے نفرت تھی جبکہ تم ایمان کی طرف بلائے جاتے تھے
فَتَكۡفُرُوۡنَ ١٠ قَالُوۡا رَبَّنَاۤ اَمَتَّنَا اثۡنَتَیۡنِ وَ اَحۡیَیۡتَنَا
اور تم انکار کرتے تھے ١١ وہ کہینگے اے ہمارے پروردگار تونے ہم کو دوبار مردہ رکھا اور دوبار زندگی
اثۡنَتَیۡنِ فَاعۡتَرَفۡنَا بِذُنُوۡبِنَا فَهَلۡ اِلٰی خُرُوۡجٍ مِّنۡ
دی سو ہم اپنی خطاؤں کا اقرار کرتے ہیں تو کیا کوئی صورت ہے
سَبِیۡلٍ ١١ ذٰلِكُمۡ بِاَنَّهٗۤ اِذَا دُعِیَ اللّٰهُ وَحۡدَهٗ كَفَرۡتُمۡ ۚ
نکلنے کی؟ ١٢ وجہ اس (سزائے دائمی) کی یہ ہے کہ جب صرف اللہ کا نام لیا جاتا تھا تو تم انکار کیا کرتے تھے
وَ اِنۡ یُّشۡرَكۡ بِهٖ تُؤۡمِنُوۡا ؕ فَالۡحُكۡمُ لِلّٰهِ الۡعَلِیِّ الۡكَبِیۡرِ ١٢
اور اگر اسکے ساتھ کسی کو شریک کیا جاتا تھا تو تم مان لیتے تھے سو فیصلہ تو اللہ کا ہی جو عالیشان ہے بڑے رتبے والا ہے ١٣
هُوَ الَّذِیۡ یُرِیۡكُمۡ اٰیٰتِهٖ وَ یُنَزِّلُ لَكُمۡ مِّنَ السَّمَآءِ
وہ وہی ہے جو اپنی نشانیاں تمہیں دکھاتا ہے اور تمہارے لئے آسمان سے رزق اُتارتا
رِزۡقًا ؕ وَ مَا یَتَذَكَّرُ اِلَّا مَنۡ یُّنِیۡبُ ١٣ فَادۡعُوا اللّٰهَ
ہے ١٤ اور نصیحت تو بس وہی قبول کرتا ہے جو (اللہ سے) رجوع کرتا رہتا ہے، سو تم لوگ اللہ کو پکارو

١٠ (جس کے سامنے ساری دنیوی کامیابیاں پست، عارضی اور ہیچ ہیں) خوب خیال رہے کہ قرآن مجید نے مقصود اعظم اسی نجات اُخروی اور دخول جنت کو بتایا ہے اس کے علاوہ اور جتنے مقاصد ہیں سب پست اور محض ضمنی ہیں۔ وَقِهِمُ السَّیِّاٰتِ۔ یعنی علاوہ دوزخ کے عذاب اعظم کے اور بھی روز قیامت کی ہر تکلیف سے بھی بچالے۔ السَّیِّاٰتِ کے معنی جزاء السیّاٰت کے سمجھے گئے ہیں۔ ~~وقیل التقدیر قهم عذاب السیّاٰت (قرطبی) ومن تق السیّاٰت ای جزاءها (بحر)~~

١١ یہ اُس وقت کا نقشہ ہے جب کافر دوزخ میں داخل ہوکر خود اپنے اوپر لعنت اور غصہ کرینگے کہ دنیا میں ہم کیسے اندھے ہوگئے تھے ——— اور اس ندا سے مقصود اُس وقت اُن کی حسرت وندامت میں اور اضافہ کرنا ہوگا۔

١٢ (اور دنیا میں دوبارہ جاکر اپنی خطاؤں کے تدارک وتلافی کی) ظاہر ہے کہ یہ درخواست قبول نہ ہوگی اور اہل جہنم پر یاسِ کامل طاری ہوکر رہیگی۔ فَاعۡتَرَفۡنَا بِذُنُوۡبِنَا۔ اس میں یہ اعتراف بھی آگیا کہ جس زندگی سے ہمیں انکار تھا۔ اُس کا خود مشاہدہ وتجربہ ہوگیا۔ اَمَتَّنَا اثۡنَتَیۡنِ۔ دو مردہ حالتوں میں سے ایک تو یہی موت متعارف ہے۔ دوسرے قبل ولادت کی بے جان حالت یا جمادیت کی حالت۔ اَحۡیَیۡتَنَا اثۡنَتَیۡنِ۔ دو زندگیاں۔ یعنی ایک زندگی دنیا کی، دوسری آخرت کی۔

١٣ (سو انکار کی سزا بھی اُسی حاکم مقتدر کی جلالت قدر ومرتبہ کے لحاظ سے ملیگی) اِذَا ...... تُؤۡمِنُوۡا۔ بس یہی خلاصہ ہے دین شرک کا، خدا کے وجود سے مشرکوں کو انکار نہیں، انکار صرف اُس کے خدائے واحد ہونے سے ہے۔ اُسے خدائے اعظم کی حیثیت سے مانا جائے اور دوسرے چھوٹے چھوٹے خداؤں کی حیثیت تسلیم کرلی جائے تو ان مشرکوں کو بھی تامل نہ رہے۔

١٤ (جو دلیل ہے اس کی کہ وہ رب اور منعم بھی ہے) اٰیٰتِهٖ۔ یعنی نشانیاں اپنی قدرت وتوحید کی۔

۵۴ (سو یہ ساری پچھلی تاریخِ انبیاء عبرت اور سبق حاصل کرنے کے لئے ہے)   وَهَمَّتْ ...... لِيَأْخُذُوهُ۔ یعنی ہر قوم نے یہی چاہا کہ اپنے پیمبر کو پکڑ کر قید یا قتل یا جلاوطن کردے۔
أُمَّةٍ - امت سے یہاں ظاہر ہے کہ منکرین اُمتیں مُراد ہیں۔   والاحزاب من بعدهم۔ مُراد منکرین کے وہ گروہ اور جتھے ہیں جو حضرت نوحؑ کے زمانہ کے بعد گذرے ہیں۔ قوم عاد، قوم ثمود وغیرہا

فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ۵ وَكَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ
سو میری طرف سے انہیں کیسی سزا ملی ۵۵ اور اسی طرح آپ کے پروردگار کی بات (تمام) کافروں پر
عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوٓا اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ۶ اَلَّذِينَ
پوری ہو چکی   کہ وہ   اہل دوزخ ہونگے ۵۶   جو (فرشتے) کہ
يَحْمِلُونَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ
عرش کو اُٹھائے ہوئے ہیں، اور جو (فرشتے) اسکے گرداگرد ہیں وہ اپنے پروردگار کی تسبیح حمد کے ساتھ
رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُونَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ اٰمَنُوا ج
کرتے رہتے ہیں اور اُس پر ایمان رکھتے ہیں اور ایمان والوں کے لئے استغفار کیا کرتے   ہیں
رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِينَ
کہ اے ہمارے پروردگار تیری رحمت اور علم ہر چیز کو شامل ہے ۵۶   سو تو ان لوگوں کو بخش دے جنہوں
تَابُوا وَاتَّبَعُوا سَبِيلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ ۷
نے توبہ کرلی ہے اور تیرے راستہ پر چلتے ہیں۔ انہیں دوزخ کے عذاب سے   بچادے ۵۷
رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ ِالَّتِي وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ
اے ہمارے پروردگار انہیں ہمیشگی کی بہشتوں میں داخل کردے جن کا تو نے اُن سے وعدہ کیا ہے
صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ ط اِنَّكَ
۵۸ اور ان کے والدین اور بیویوں اور اولاد میں سے جو (بہشت کے) لائق ہوں سو انہیں بھی (داخل کردے)
اَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۸ وَقِهِمُ السَّيِّاٰتِ ط وَمَنْ تَقِ
بیشک تُو تو زبردست ہے حکمت والا ہے ۵۹ اور انہیں تکلیفات سے بچالے   اور تُو نے جس کو

۵۵ یعنی جس طرح یہاں سزا ملی۔ آخرت میں بھی سزا مل کر رہیگی۔ ۵۶
(سو اُن کا ایمان تو تجھ پر بدرجۂ اولیٰ روشن ہوگا، اور تو انہیں اپنی رحمت سے بدرجۂ اولیٰ سرفراز کریگا)   يَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ اٰمَنُوا۔ اللہ اللہ! ان مؤمنین کے مرتبۂ قرب کا کیا ٹھکانا جن کے حق میں ملائکہ مقربین استغفار کرتے رہتے ہیں محققین نے یہیں سے یہ بھی نکالا ہے کہ مؤمنین کے حق میں دعائے خیر شعار ملائکہ اور موجب قرب و قبول ہے۔
وفيه تنبيه على شرف الايمان وفضله   اس میں اشارہ ہے ایمان اور اہل
قدر المؤمنين والى انه ينبغى للمؤمنين   ایمان کی عظمت و جلالت کی طرف
من بنى آدم ان يستغفر بعضهم   اور اس طرف بھی کہ مؤمنین کو ایک
لبعض (روح)   دوسرے کے حق میں دعائے مغفرت کرتے رہنا چاہئے۔

وقف لازم — وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم

وَيَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ اٰمَنُوا۔ فقہاء نے یہاں سے یہ نتیجہ بھی نکالا ہے کہ جب ایمان مشترک ہو تو شفقت و خیر اندیشی کا تقاضا یہی ہے کہ ان لوگوں کے حق میں دعاء کی جائے اگرچہ دوسری قوم اور ملک کے لوگ ہوں۔ وفيه دليل على ان الاشتراك فى الايمان يجب ان يكون ادعى شئ الى النصيحة والشفقة وان تباعدت الاجناس والاماكن (مدارک)   يُؤْمِنُونَ بِهٖ۔ اس پر سوال یہ پیدا ہوا ہے کہ جب فرشتوں کی تسبیح و حمد کا ذکر آ ہی چکا تھا تو پھر اب اُن کے ایمان کی تصریح کی کیا حاجت تھی؟ زمخشری "صاحب کشاف" نے کہا ہے کہ یہ ایمان ملائکہ کا تذکرہ موقع مدح پر آیا ہے لیکن حاملانِ عرش اگر مشاہدۂ حضرت حق کے بعد ایمان رکھے ہوتے تو اس میں کوئی بات خاص مدح و تحسین کی نہ تھی۔ یہ تو ایسا ہی تھا جیسا کوئی دن دہاڑے آفتاب روشن کو دیکھ کر اس کے وجود کا قائل ہو۔ مدح کی توجیہ بھی یہی ہے کہ رویت و مشاہدہ ان ملائکہ کو بھی نصیب نہیں اور ان کا ایمان تمامتر دلائل و شواہد پر مبنی ہے۔
امام رازیؒ اس قول کو نقل کرنے کے بعد کمال فراخ دلی سے لکھتے ہیں:۔
رحم الله صاحب الكشاف فلو لم يحصل   اللہ صاحب کشاف پر رحمت کرے
فى كتابه الا هذه النكتة لكفاه فخرا   اپنی کتاب میں اس ایک نکتہ کے سوا اور کچھ نہ لکھتے
وشرفا   جب بھی انکے فخر و شرف کے لئے کافی تھا۔
بیشک حق تعالیٰ کی شان تنزیہ ہے ایسی ہی عالی کہ اہل ناسوت کا کیا ذکر ملائکۂ حاملانِ عرش تک اسے اپنے حواس کی گرفت میں نہیں لاسکتے۔
۵۷ اور یہی معنی ہیں مغفرت کے۔   لِلَّذِينَ تَابُوا۔ یعنی کفر و شرک سے توبہ کرلے۔ عذاب کا سبب تو ذنوب و معاصی ہی ہوتے ہیں جب وہ رفع ہوگئے تو عذاب بھی رفع ہوگیا۔   ۵۸ (گو وہ اُن کے درجہ و مرتبہ کے قائل نہ ہوں)   مَنْ صَلَحَ کا ٹکڑا قابل لحاظ ہے۔ ملائکہ کی دعائے عُلوِّ مراتب مؤمنین کے اعزہ کے حق میں مطلق صورت میں نہ ہوگی بلکہ صرف انہیں کے حق میں ہوگی جن میں جنت کی صلاحیت ہوگی یعنی اہل ایمان کے۔   کافر تو وہی ہے جو اپنے لئے بہشتی ہونے کی صلاحیت ہی کو فنا کر دیتا ہے اور یہ جو حدیث میں آیا ہے کہ آخرت میں کسی کا نسب اُس کے کام نہ آئے گا وہاں مراد ہے کہ عدم ایمان کی حالت میں (مدارک، جصاص، ابن العربی)
۵۹ ہر درجۂ تقرب و مغفرت کے عطا پر قادر ہے اور ہر ایک کو اُس کے مناسب حال ہی درجہ عطا کرتا ہے

سُورَةُ الْمُؤْمِنِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ خَمْسٌ وَّثَمَانُوْنَ اٰيَةً وَّتِسْعُ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ مؤمن مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی پچاسی آیتیں اور نو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ بڑے رحمت والے بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

حٰمٓ (1) تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ (2)
حا۔میم لہ یہ کتاب اتاری گئی ہے اللہ کی طرف سے جو زبردست ہے، علم والا ہے
غَافِرِ الذَّنْۢبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ ذِي
گناہ کا بخشنے والا ہے اور توبہ کا قبول کرنے والا ہے سخت سزا دینے والا ہے قدرت والا
الطَّوْلِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ (3) مَا يُجَادِلُ
ہے اُس کے سوا کوئی خدا نہیں، اُسی کے پاس (سب کو) جانا ہے ۲ اللہ کی آیتوں میں
فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ اِلَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَا يَغْرُرْكَ تَقَلُّبُهُمْ
بس وہی لوگ جھگڑے نکالتے ہیں جو کافر ہیں سو اُن لوگوں کا شہروں میں چلنا پھرنا
فِي الْبِلَادِ (4) كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّالْاَحْزَابُ
کہیں آپ کو دھوکے میں نہ ڈال دے ۳ ان سے قبل قوم نوح تکذیب کر چکی ہے اور ان کے بعد کے
مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۠ وَهَمَّتْ كُلُّ اُمَّةٍۢ بِرَسُوْلِهِمْ لِيَاْخُذُوْهُ
گروہ بھی اور ہر اُمّت نے اپنے پیمبر کے گرفتار کرنے کا قصد کیا، اور ناحق
وَجٰدَلُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ فَاَخَذْتُهُمْ ۣ
کے جھگڑے نکالے، تاکہ اس ناحق سے حق کو دبا لیں سو میں نے اُن کی گرفت کی

۱ حٰمٓ۔ حروف مقطعات کے لئے ملاحظہ ہو سورۃ البقرۃ کا حاشیہ الٓمٓ پر۔ ابن عباسؓ صحابی سے اس کے تین معنی نقل ہوئے ہیں۔ ایک یہ کہ یہ اللہ کا اسم اعظم ہے۔ دوسرا یہ کہ یہ قسم کے معنی میں ہے۔ تیسرا یہ کہ یہ الرحمٰن کا مخفف ہے اور یہی قول زجاج لغوی کا بھی ہے (روح) سعید بن جبیرؒ تابعی اور عطار خراسانی سے مروی ہے کہ ح مخفف ہے اسمار الٰہی حکیم۔ حمید۔ حی۔ حلیم۔ حنّان کا اور م مخفف ہے اسمار الٰہی ملک، مجید، منّان کا (معالم) ۲ قرآن مجید کے نازل کرنے والے کے اسمار صفات قرآن مجید میں کسی اور جگہ بجز سورۂ حشر کے آخر کے یکجانہ ملینگے۔ اور ان میں سے ہر صفت قابل غور ولحاظ ہے۔ اَلْعَزِيْزِ۔ وہ غلبہ والا ہے۔ ہر چیز پر قادر۔ جو چاہے کر ڈالے۔ اَلْعَلِيْمِ۔ صاحب علم کامل ہے جس پر کتاب اُتاری ہے، اُس سے اور جس غرض سے اتاری ہے اُس سے، جو اُن کے مخاطب ہیں، اُن سے جو اور جتنی بھی اس کے اندر حکمتیں اور مصلحتیں رکھ دی ہیں اُن سے غرض ان سب سے خوب واقف ہے۔ غَافِرِ الذَّنْۢبِ۔ گناہوں کو محض اپنے ارادہ ومشیت سے بخش دینے والا ہے نہ کسی قانون عدل سے مجبور نہ "کفارہ" کا محتاج۔ قَابِلِ التَّوْبِ۔ وہ توبہ قبول کر سکتا ہے جس گناہ سے اور جب چاہے۔ وہ معطل اور محدود الاختیار خدا نہیں۔ شَدِيْدِ الْعِقَابِ۔ حسب ضرورت ومصلحت سزا بھی شدید ترین دے سکتا ہے۔ سو ڈرنا اسی کی نافرمانی سے چاہیئے۔ ذِي الطَّوْلِ۔ بڑی قدرت والا ہے۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ۔ وہ ہر طرح واحد، متفرد، بلاشریک ہے۔ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ۔ وہ سب کا مرجع ومنتہٰی وہی ہے۔ یہ نہیں کہ کوئی اُس کے حضور میں آنے سے بچ جائے، سابقہ سب کو صرف اُسی سے پڑنا ہے۔ ۳ (کہ یہ باوجود انکار شدید وعناد کے جب اس آزادی اور فارغ البالی کے ساتھ تجارت، حکومت، سیر وتفریح کے لئے زمین پر چل پھر رہے ہیں تو کہیں ایسا تو نہیں کہ سزا سے ہمیشہ ہی کے لئے بچ جائیں) منکروں ملحدوں اور مشرکوں کی ظاہری کامیابیاں، کامرانیاں، ترقیاں آج بھی کمزور مسلمانوں کے دلوں میں کیسی مرعوبیت اور اُن کی آنکھوں میں کیسی خیرگی پیدا کئے ہوئے ہیں۔ مَا ... كَفَرُوْا۔ توحید معاد، رسالت کے بنیادی عقیدوں سے انکار کرنا کسی سلیم الفطرت انسان کا کام تو نہیں ہو سکتا۔ ان سے انکار تو بس وہی لوگ کرتے ہیں جن کی فطرت ہی مسخ ہو چکی ہے۔ مَا يُجَادِلُ کے ظاہر سے کہیں یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ جدال اپنی مطلق صورت میں ممنوع ومذموم ہے۔ جدال ممنوع صرف وہ ہے جو باطل کی نصرت وحمایت میں ہو۔ باقی جو جدال حق کی نصرت وحمایت میں اور طریق صحیح پر ہو وہ تو عین مطلوب ہے جیسا کہ متعدد آیتوں میں یہ صراحت ہے، وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ اور وَجٰدَلُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ وغیرہا۔ فاما الجدال فیہا لایضاح ملتبسہا وحل مشکلہا واستنباط معانیہا ورد اہل الزیغ بہا اعظم جہاد فی سبیل اللہ (مدارک)

فِيهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِينَ (۷۲) وَسِيقَ الَّذِينَ

پڑے رہو تو غرض کہ بڑا بُرا ٹھکانا ہے تکبر کرنے والوں کا ۸۸ؔ اور جو لوگ

اتَّقَوْا رَبَّهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا ۖ حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوهَا

اہل تقویٰ تھے وہ جنت کی طرف گروہ گروہ روانہ کئے جائینگے ۸۹ؔ یہاں تک کہ جب اُسکے

وَفُتِحَتْ أَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلَامٌ عَلَيْكُمْ

پاس پہنچ جائینگے اور اُس کے دروازے کھلے ہونگے اور وہاں کے محافظ ان سے کہیں گے سلام علیکم

طِبْتُمْ فَادْخُلُوهَا خَالِدِينَ (۷۳) وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ

مزہ میں رہو سو اس میں ہمیشہ کے لئے داخل ہو جاؤ ۹۰ؔ اور وہ کہینگے اللہ کا (لاکھ لاکھ) شکر ہے

الَّذِي صَدَقَنَا وَعْدَهُ وَأَوْرَثَنَا الْأَرْضَ نَتَبَوَّأُ

جس نے ہم سے اپنا وعدہ سچا کیا اور ہمیں (اس) زمین کا مالک کردیا کہ ہم جنت میں

مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَاءُ ۖ فَنِعْمَ أَجْرُ الْعَامِلِينَ (۷۴)

جہاں چاہیں مقام کریں تو غرض کہ عمل کرنیوالوں کا کیسا اچھا انعام ہے ۹۱ؔ

وَتَرَى الْمَلَائِكَةَ حَافِّينَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ

اور آپ فرشتوں کو دیکھیں گے کہ حلقہ باندھے ہونگے عرش کے گرداگرد

يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ۖ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ

اپنے پروردگار کی تسبیح و حمد کرتے ہوئے اور بندوں کے درمیان ٹھیک ٹھیک فیصلہ

وَقِيلَ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ (۷۵)

کردیا جائیگا اور آواز آئیگی کہ ساری خوبیاں اللہ پروردگار عالم ہی کیلئے ہیں ۹۲ؔ

ع ۸ ۵ ۵

۸۸ؔ یعنی اُن لوگوں کے لئے جو اپنی ہوائے نفس اور اپنی چھوٹی سی عقل کو احکام الٰہی کے سامنے جھکانے میں عار محسوس کرتے تھے۔ اُدْخُلُوٓا ...... فِيهَا چنانچہ اس کے بعد دوزخ کے دروازے دوزخیوں پر ہمیشہ کے لئے بند ہو جائینگے۔ عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ

۸۹ؔ (بڑی قدر و منزلت کے ساتھ) إِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا۔ مدارج کفر و اقسام شرک کی طرح قرب کے بھی مدارج و مراتب، اور تقویٰ کے بھی اصناف و انواع ہیں۔ ۹۰ؔ (کہ اب اس جنت عیش سے کبھی باہر ہونے کا کوئی کھٹکا ہی نہیں) وَفُتِحَتْ أَبْوَابُهَا یہ دروازے اہل جنت کے اکرام میں تو پہلے ہی سے کھلے ہوئے ہونگے اور انہیں توقف و انتظار ذرا سا بھی نہ کرنا پڑیگا۔ ~~مفتحۃ لھم الابواب~~۔ ۹۱ؔ اہل جنت جوشِ مسرت سے بیخود ہوکر یہ نعرہ لگائینگے۔ الْأَرْضَ۔ ارض سے اس سیاق میں مُراد سطح جنت ہے، جس پر اہل جنت چلتے پھرتے ہونگے۔ ~~عبارۃ عن المکان~~ الذی ~~اقام ولیہ وتخذ مقرا ومتبوا (کشاف)~~۔ یوں بھی ارض کا مفہوم عربی میں نہایت وسیع ہے اور جس طرح سماء کے اندر ہر وہ چیز داخل ہے جو سر کے اُوپر ہو اسی طرح ارض کے اطلاق میں ہر وہ چیز شامل ہے جو پیروں کے نیچے ہو۔ ~~یعبر بہا عن اسفل الشیٔ (راغب)~~ نَتَبَوَّأُ ...... نَشَاءُ۔ جنت میں ہر شخص کے لئے الگ الگ مقام اُس کے مرتبۂ تقویٰ و درجۂ تقرب کے لحاظ سے ہوگا لیکن سیر کی آزادی جنت بھر میں حاصل ہوگی اور چونکہ رشک مفقود ہوگا اس لئے اس کا احتمال ہی نہیں کہ کوئی شخص اپنے مقام سے غیر مطمئن دوسرے کے مرتبہ پر رشک کرتا ہوگا۔ پھر مقام کا تعین ہر شخص کی عین صلاحیت کے مطابق اور اس کے حسب حال ہوگا۔ اس لئے ہر شخص اس پر خوش ہوگا۔ ۹۲ؔ (جس نے اتنا بہتر فیصلہ کیا!) حَافِّينَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ۔ یہ عین اجلاس عدالت حشر کے وقت ہوگا۔ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ۔ یہ تسبیح و تحمید تو فرشتوں کی گویا غذا ہی ہے۔ وَقِيلَ ... العالمین۔ اس نعرۂ مسرت و انبساط میں فرشتے اور انسان سب ہی شریک ہوں گے اور عجب نہیں جو اسی پر اجلاس عدالت برخاست ہو۔

بِنُوْرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِایْٓءَ بِالنَّبِیّٖنَ
پروردگار کے نور سے چمک اُٹھے گی، اور نامۂ اعمال رکھ دیا جائیگا اور پیمبر اور گواہ حاضر کئے
وَالشُّهَدَآءِ وَقُضِیَ بَیْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ ۶۹
جائینگے اور سب میں ٹھیک ٹھیک فیصلہ کیا جائیگا اور اُن پر ذرا بھی ظلم نہ ہوگا ۵۸۳
وَوُفِّیَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَا
اور ہر شخص کو اُس کے اعمال کا پورا بدلہ ملے گا اور اللہ سب کے کاموں کو
یَفْعَلُوْنَ ۷۰ وَسِیْقَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ
خوب جانتا ہے ۵۸۴ اور جو کافر ہیں وہ گروہ گروہ جہنم کی طرف ہانکے
زُمَرًا ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْهَا فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ
جائینگے ۵۸۵ یہاں تک کہ جب اُس تک پہنچ جائینگے تو اُس کے دروازے کھول دیئے جائینگے اور
لَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ یَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ یَتْلُوْنَ
اُن سے دوزخ کے محافظ کہینگے (کیا تمہارے پاس تم ہی میں سے پیمبر نہیں آئے تھے جو تم کو تمہارے
عَلَیْكُمْ اٰیٰتِ رَبِّكُمْ وَیُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ یَوْمِكُمْ
پروردگار کی آیتیں پڑھ کر سناتے تھے اور تم کو تمہارے اس دن کے پیش آنے سے ڈرایا کرتے
هٰذَا ۭ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ
تھے ۵۸۶ وہ (کافر) کہینگے ہاں (کیوں نہیں) لیکن عذاب کی بات (آخر) کافروں پر پوری
عَلَى الْكٰفِرِیْنَ ۷۱ قِیْلَ ادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ
ہو کر رہی ۵۸۷ (پھر) کہا جائیگا دوزخ کے دروازوں میں داخل ہو (اور) اس میں (ہمیشہ)

ع ۷/۴

۵۸۳ (یوں کہ کسی کی جزائے خیر میں کمی ہو جائے یا کسی کی سزا میں زیادتی، یا کسی کا عمل نیک غائب کر دیا جائے اور کسی کا عمل بد بڑھا دیا جائے) وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا - یہ کوئی تجلی خصوصی اُس وقت ہوگی - اور عام معنی نور رب کے عدل رب یا قضائے رب کے کئے گئے ہیں - ای انارت واضاءت بعدل اللہ وقضائه بالحق بین عباده (قرطبی) امام ماتریدی نے فرمایا کہ ممکن ہے حق تعالیٰ اُس وقت کوئی خاص نور پیدا کرے اور اس سے زمین موقف کو منور کر دے - وقال الامام ابو منصور یجوز ان یخلق اللہ نورا فینور به ارض الموقف (مدارک) وَوُضِعَ الْكِتٰبُ - کتاب - بطور اسم جنس آیا ہے مراد نامۂ اعمال ہیں - ای صحائف الاعمال ولکنه اکتفی باسم الجنس (مدارک) اَلشُّهَدَآءُ - شہید کے تحت میں ملائکہ و مومنین سب آ گئے جو اُس وقت گواہی دینگے - الذین یشهدون للامم وعلیهم من الملائکة والمومنین (بیضاوی) بِنُوْرِ رَبِّهَا - نور کی اضافت رب کی طرف اضافت تخصیصی ہے - جیسے بیت اللہ وناقة اللہ میں - واضافته الیه تعالیٰ کبیت اللہ وناقة اللہ (مدارک) ۵۸۴ (اُس کی عدالت میں یہ ممکن ہی نہیں کہ کسی کی جزائے خیر میں کچھ بھی کمی رہ جائے) حق تعالیٰ کے علم کامل و محیط کا بار بار تذکرہ اُن جاہلی مذاہب کی تردید میں ہے، جو خدا کے علم کو ناقص و محدود سمجھتے تھے۔ ۵۸۵ (ذلت و خواری کے ساتھ) زُمَرًا - کافروں کے یہ گروہ یا تو اقسام و انواع کفر کے لحاظ سے ہونگے اور یا پھر مراتب و مدارج کفر کے لحاظ سے - علی تفاوت اقدامهم فی الضلالة والشرارة (بیضاوی) ۵۸۶ دوزخیوں سے یہ ساری گفتگو انہیں قائل کرنے کے لئے اور اُن کی حسرتوں میں اضافہ کے لئے بطور زجر و ملامت ہوگی۔ رُسُلٌ مِّنْكُمْ - اپنے ہی ملک قوم و قبیلہ والوں سے حصول فیض آسان رہتا ہے۔ ۵۸۷ یہ آخری فقرہ بھی اگر دوزخیوں ہی کی زبان سے ادا ہوگا تو یہ اُن کی طرف سے اعتراف ہے کہ پیمبروں کی تبلیغ بلیغ کے باوجود ہم نے کفر و انکار سے کام لیا - اور جو عذاب موعود تھا وہ ہمارے ہاتھوں ہمارے سامنے آیا۔ قَالُوْا بَلٰى - وہ کہینگے کہ ہاں کیوں نہیں آئے، آئے اور ضرور آئے اور تبلیغ کا حق بھی پوری طرح ادا کر گئے ۔

تَأْمُرُوٓنِّيٓ أَعْبُدُ أَيُّهَا ٱلْجَٰهِلُونَ ٦٤ وَلَقَدْ أُوحِيَ إِلَيْكَ
کیا پھر بھی تم مجھ سے غیر اللہ کی عبادت کرنے کی فرمائش کرتے ہو، ۵۷۸ اور واقعہ یہ ہے کہ آپ کی طرف
وَإِلَى ٱلَّذِينَ مِن قَبْلِكَ لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ
بھی اور جو آپ سے قبل گزر چکے ہیں ان کی طرف بھی یہ وحی بھیجی جا چکی ہے کہ (اے مخاطب) اگر تُو نے
عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ ٱلْخَٰسِرِينَ ٦٥ بَلِ ٱللَّهَ فَٱعْبُدْ
شرک کیا تو تیرا عمل (سب) غارت ہو جائیگا اور تو خسارہ میں پڑ کر رہیگا، تو تو اللہ ہی کی عبادت
وَكُن مِّنَ ٱلشَّٰكِرِينَ ٦٦ وَمَا قَدَرُوا۟ ٱللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِۦ
کرتا اور شکر گذار رہنا ۵۷۹ اور ان لوگوں نے اللہ کی عظمت نہ کی جیسی عظمت کرنا چاہیئے تھی ۵۸۰
وَٱلْأَرْضُ جَمِيعًا قَبْضَتُهُۥ يَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ وَٱلسَّمَٰوَٰتُ
اور حال یہ ہے کہ ساری زمین اُسی کی مٹھی میں ہوگی قیامت کے دن اور آسمان اُسکے
مَطْوِيَّٰتٌۢ بِيَمِينِهِۦ سُبْحَٰنَهُۥ وَتَعَٰلَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ ٦٧
داہنے ہاتھ میں لپٹے ہونگے وہ پاک ہے اور برتر ہے ان لوگوں کے شرک سے ۵۸۱
وَنُفِخَ فِي ٱلصُّورِ فَصَعِقَ مَن فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَمَن
اور صور پھونکا جائیگا تو اُن سب کے ہوش اڑ جائینگے جو آسمانوں اور
فِي ٱلْأَرْضِ إِلَّا مَن شَآءَ ٱللَّهُ ثُمَّ نُفِخَ فِيهِ
زمین میں ہیں بجز اس کے کہ جس کو اللہ چاہے پھر دوبارہ صور پھونکا
أُخْرَىٰ فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَنظُرُونَ ٦٨ وَأَشْرَقَتِ ٱلْأَرْضُ
جائیگا تو دفعۃً سب کے سب اُٹھ کھڑے ہونگے دیکھتے بھالتے ہوئے ۵۸۲ اور زمین اپنے

۵۷۸ یعنی اے مشرکو! اب تمہارا اندھاپن اتنا بڑھ گیا ہے کہ تم مجھ سے فرمائش کرنے لگے ہو کہ میں توحید جیسے فطری اور سادہ دین کو چھوڑ کر شرک کی احمقانہ وجاہلانہ وسفیہانہ راہ اختیار کرلوں! ۵۷۹ مطلب یہ کہ یہ توحید کی دعوت تو بالکل بنیادی اور عین مرکزی دعوت ہے، ہمیشہ ہی سے انبیاء کا معمول رہی ہے۔ وَكُن مِّنَ ٱلشَّٰكِرِينَ۔ شکرگذاری کی بڑی فرد توحید پر ایمان ہے۔ ۵۸۰ (اپنی وسعت وظرف کے اعتبار سے) مطلب یہ ہوا کہ حق تعالیٰ کی ذاتِ کاملہ کے حق اُس کے مرتبۂ کمال کے لحاظ سے تو کوئی ادا ہی نہیں کرسکتا۔ لیکن بندے اپنی وسعت وظرف کے لحاظ سے جس حد تک اس کے مکلف ہیں۔ ان ظالموں، بدبختوں نے اتنا بھی تو نہ کیا۔ اور اس مرتبۂ حق کا اقل قلیل عقیدۂ توحید ہے۔ ۵۸۱ (اور ہر قسم کی مادیت اور تجسیم کے شائبہ سے) قبضتہ . . . . بیمینہ۔ قبضۃ سے مراد قبضۂ قدرت۔ قبضۂ اختیار ہے۔ اور یمین سے بھی مراد دستِ قدرت لی گئی ہے۔ فالقبضۃ مجاز عن الملك او التصرف كما يقال بلد فلان في قبضة فلان واليمين مجاز عن القدرة التامة (روح) يقال ما فلان الا في قبضتي بمعنى ما فلان الا في قدرتي وقد يكون القبض بالاعطاء الشئ واذهابه (قرطبی) قال الفراء والمبرد اليمين القوة والقدرة (قرطبی) آیت سے مقصود محاورۂ بشری کے مطابق عظمت واجلال الٰہی کی تصویر کھینچ دینا ہے اور ساتھ ہی یہ پہلو بھی اس میں آگیا کہ ایسی حقیر مخلوقات کے فنا کردینے میں اُسے دقت ہی کیا ہوسکتی ہے۔ اس لئے قبضہ ویمین کے حقیقی اور مجازی معنی کی بحث میں زیادہ پڑنے کی ضرورت ہی نہیں۔ والمراد بهذا الكلام تصوير عظمته والتوقيف على كنه جلاله لا غير من غير ذهاب بالقبضة ولا باليمين الى جهة حقيقة او جهة مجاز وكذلك تنبيه على عظمته وحقارة الافعال العظام التي تتحير فيها الاوهام بالاضافة الى قدرته ودلالة على ان تخريب العالم اهون شئ عليه على طريقة التمثيل والتخييل من غير اعتبار القبضة واليمين حقيقة ومجازًا (بیضاوی) اللہ کے قبضۂ اختیار اور دستِ قدرت میں تو ساری کائنات آج بھی ہے۔ قیامت کا ذکر تخصیص سے اس لئے ہے کہ اُس روز کسی اور کو شرکت کا دعوٰی بھی نہ رہیگا۔ اور حقیقت سب کے مشاہدہ میں آکر رہیگی۔ وانما خص يوم القيامة بالذكر وان كانت قدرته كاملة لكل شئ ايضًا لان الدعاوى تنقطع ذلك اليوم (قرطبی) ۵۸۲ قیامت کے دونوں منظروں کا بیان ہے۔ پہلا منظر نفخ اوّل کا جب سب غش کھا کر ہلاک ہوجائینگے اور منظر دوم نفخ ثانی کا جب سب نئے سرے سے جی اُٹھیں گے۔ إِلَّا مَن شَآءَ ٱللَّهُ یعنی مخلوق میں سے اللہ جس کو چاہیگا غشی اور موت سے محفوظ رکھیگا ——— یہ کون لوگ ہونگے؟ بہتر ہوگا کہ اسے یوں ہی مجمل رہنے دیا جائے۔ جیسا کہ قرآن وحدیث نے اسے مجمل رکھا ہے۔ قال قتادة الله اعلم بانهم من هم وليس في القرآن والاخبار ما يدل على انهم من هم (کبیر)

الْعَذَابَ لَوْ اَنَّ لِيْ كَرَّةً فَاَكُوْنَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٥٨﴾

کہ کاش میرا پھر جانا ہو جائے پھر میں نیک بندوں میں ہو جاؤں ٥٧٣

بَلٰى قَدْ جَآءَتْكَ اٰيٰتِيْ فَكَذَّبْتَ بِهَا وَاسْتَكْبَرْتَ وَ

کیوں نہیں! ارے تجھ پر تو میری آیتیں یقیناً پہنچ چکی تھیں، سو تُو نے انکو جھٹلایا اور تو نے تکبر کیا

كُنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٥٩﴾ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَرَى الَّذِيْنَ

اور تو کافروں میں شامل ہو رہا تھا ٥٧٤ اور آپ قیامت کے دن ان لوگوں کے چہرے

كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ ؕ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ

سیاہ دیکھیں گے جنہوں نے اللہ پر جھوٹ بولا تھا کیا (ان) متکبرین کا ٹھکانا

مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿٦٠﴾ وَيُنَجِّي اللّٰهُ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا

جہنم میں نہیں ہے؟ ٥٧٥ اور جو لوگ بچ رہے تھے، اللہ ان لوگوں کو کامیابی

بِمَفَازَتِهِمْ لَا يَمَسُّهُمُ السُّوْٓءُ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٦١﴾

کے ساتھ نجات دیگا اُن کو نہ تکلیف پہنچے گی اور نہ یہ غمگین ہوں گے

اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ؗ وَّهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ﴿٦٢﴾

اللہ ہی پیدا کرنے والا ہے ہر چیز کا اور وہی ہر چیز کا نگہبان ہے ٥٧٦

لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا

اسی کے اختیار میں آسمانوں اور زمین کی کنجیاں ہیں اور جو لوگ اللہ کی آیتوں سے

بِاٰيٰتِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿٦٣﴾ ع قُلْ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ

(اب بھی) انکار کئے جاتے ہیں وہی لوگ بڑے گھاٹے میں پڑنے والے ہیں ٥٧٧ آپ کہہ دیجئے کہ اے جاہلو!

ع ٦ ١١ ٣

٥٧٣ یہ سب کافروں کی طرف سے قیامت میں پیش ہونے والے ممکن عذرات ہیں، یہاں ان سب کی جڑ ہی کاٹ دی گئی ہے۔ اَحْسَنَ مَا اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ۔ مُراد قرآن مجید ہے۔ اضافت محض بیانیہ ہے یعنی وہ احسن جو ما انزل الیکم کی طرف منسوب ہے یا قرآن کو غیر قرآن سے ممتاز کرتی ہے۔ هو القرآن كله حسن (مدارک) مِنْ رَّبِّكُمْ۔ رب کا لفظ لانے میں خود ایک بڑا اثر غیبی پہلو آگیا ہے یعنی وہ کلام تو اس کا نازل کیا ہوا ہے جو خود تمہارے حق میں سب سے زیادہ خیر خواہ ہے۔ اَنْ تَقُوْلَ۔ اَنْ یہاں لِئَلَّا کے مرادف ہے۔ ای لئلا تقول (مدارک) نَفْسٌ۔ نفس صیغۂ نکرہ میں اس لئے ہے کہ صرف نفس کافر مراد ہے۔ انما نکرت لان المراد بها بعض الانفس وهي نفس الكافر (مدارک) فِيْ جَنْۢبِ اللّٰهِ۔ یعنی احکام خداوندی میں۔ ای فی امر الله او فی طاعته (مدارک)۔ والعرب تسمى السبب والطريق الى الشئ جنبا ای لاجلك وبسببك ولاجل مرضاتك (قرطبی) لَوْ اَنَّ اللّٰهَ۔ الْمُتَّقِيْنَ۔ امام ابو منصور ماتریدیؒ نے فرمایا ہے کہ معتزلہ سے زیادہ سمجھدار تو یہ کافر ہی ہے جو ہدایت کو تمامتر عطیۂ خداوندی سمجھتا ہے۔ قال الامام ابو منصور هذا الكافر اعرف بهداية الله من المعتزلة (مدارک) ٥٧٤ جواب یہ ملیگا کہ ہدایت کا سامان تو دُنیا میں پورا مل چکا تھا پھر جو تو ایمان نہیں لایا، اس کی تہ میں کوئی اشتباہ عقلی نہ تھا، صرف تیرے نفس کی شرارت و خباثت تھی۔ ٥٧٥ (رہے اور ضرور ہے) اَلَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ۔ اللہ پر جھوٹ بولنے کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ جو بات نہیں فرمائی گئی ہے وہ اُس کی جانب منسوب کردی جائے دوسرے یہ کہ جو اُس نے کہا ہے اُسے اُسکی جانب نسبت دینے سے انکار کردیا جائے۔ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ۔ یہ چہرہ کی سیاہی آگ سے جلنے کا اثر بھی ہوسکتی ہے۔ اور خوف رسوائی کا نتیجہ بھی اور قلب کی سیاہی کا عکس بھی۔ قيل هو سواد قلوبهم ينعكس على وجوههم (روح) ہوسکتا ہے کہ یہ سیاہی اُن کے قلوب کی ہو جو چہرہ پر منعکس ہوگئی ہو۔ مُرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ عالم معاد کشف حقائق ہی کا تو عالم ہوتا ہے، اس لئے اس میں عجب کیا جو چہرہ پر عکس قلب کا نظر آنے لگا ہو۔ ٥٧٦ مشرکوں کی سمجھ میں یہی موٹی بات نہیں آتی تھی کہ حق تعالیٰ جس طرح دنیا کا خالق اکیلا ہے اُسی طرح متصرف، مُدبّر بھی اکیلا ہی ہے بغیر کسی شریک وسہیم کے۔ ہندو مذہب علاوہ خالق اکبر (برہما) کے دو اور مستقل خداؤں کا قائل ہے ایک محافظ و مُبقی (وشنو) اور دوسرے مہلک و مُفنی (شیو) قرآن مجید اس قسم کے ہر شرک کی قدم قدم پر تردید کرتا جاتا ہے ———— یہاں اُس نے صراحۃً دو صفات باری کا اثبات کیا ہے۔ ایک یہ کہ وہی سب کا خالق و آفریدگار ہے، دوسرے وہی سب کا منتظم و مدبّر۔ اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ۔ نور و ظلمت، خیر و شر، سعادت و ہدایت سب کا خالق وہی ایک ہے، ثنویت کا اس کے ہاں گزر نہیں۔ وَيُنَجِّي ..... لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔ یہ آیت متعدد دوسری آیتوں کی طرح اس باب میں وعدۂ صریح ہے کہ مؤمنین کو قیامت میں کوئی وحشت اور گھبراہٹ نہ ہوگی۔ دلت الاية على ان المؤمنين لا ينالهم الخوف والرعب في القيامة وتاكد هذا بقوله لا يحزنهم الفزع الاكبر (کبیر) ٥٧٧ (آخرت میں جو کشفِ حقائق کا وقت ہوگا) بِاٰيٰتِ اللّٰهِ۔ آیات الٰہی سے یہاں مُراد اصولِ دین ہیں ———— عقیدۂ توحید، عقیدۂ رسالت، عقیدۂ حشر۔

أَسْرَفُوا عَلَىٰٓ أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ ۚ
جو اپنے اُوپر زیادتیاں کر چکے ہو، اللہ کی رحمت سے مایوس مت ہو ۶۹
إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا ۚ إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ
بیشک اللہ سارے گناہ معاف کر دے گا ۷۰ بیشک وہ بڑا غفور ہے
الرَّحِيمُ ۝٥٣ وَأَنِيبُوٓا إِلَىٰ رَبِّكُمْ وَأَسْلِمُوا لَهُ مِن قَبْلِ
بڑا رحیم ہے ۷۱ اور اپنے پروردگار کی طرف رجوع کرو اور اس کی فرمانبرداری کرو قبل اسکے
أَن يَأْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنصَرُونَ ۝٥٤ وَاتَّبِعُوٓا
کہ تم پر عذاب واقع ہونے لگے، جب تمہیں کوئی مدد نہ پہنچ سکے ۷۲ اور اپنے پروردگار کی
أَحْسَنَ مَآ أُنزِلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُم مِّن قَبْلِ أَن
طرف سے اُترے ہوئے اچھے اچھے حکموں پر چلو قبل اس کے کہ
يَأْتِيَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَأَنتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ۝٥٥
تم پر اچانک عذاب آپڑے اور تم کو اُس کا خیال بھی نہ ہو،
أَن تَقُولَ نَفْسٌ يَٰحَسْرَتَىٰ عَلَىٰ مَا فَرَّطتُ فِى جَنۢبِ
(یہ حکم اس لئے دیا جاتا ہے کہ) کہیں کوئی یہ نہ کہنے لگے کہ افسوس میری اُس کوتاہی پر جو میں نے
اللَّهِ وَإِن كُنتُ لَمِنَ السَّٰخِرِينَ ۝٥٦ أَوْ تَقُولَ لَوْ أَنَّ اللَّهَ
خدا کی جناب میں کی، اور میں تو تمسخر ہی کرتا رہا یا کوئی یہ کہنے لگے کہ اگر اللہ نے مجھے
هَدَىٰنِى لَكُنتُ مِنَ الْمُتَّقِينَ ۝٥٧ أَوْ تَقُولَ حِينَ تَرَى
ہدایت دیدی ہوتی تو میں (بھی) پرہیزگاروں میں ہوتا یا کوئی عذاب کو دیکھ کر یہ کہنے لگے

۶۹ (یہ خیال کر کے کہ اللہ تعالیٰ کفر و شرک کے معاف کرنے پر قادر نہیں) یہ رد ہے اُن مذاہب پر جو خدا کے وجود کے تو قائل ہیں لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہے جاتے ہیں کہ وہ عفو ذنوب پر قادر نہیں۔ اَلَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ۔ اسراف علی النفس سے مُراد کفر و شرک سے ہے۔

۷۰ (اسلام کی برکت سے) یعنی اب جب تم کفر و شرک ترک کر کے ایمان لا رہے ہو تو اب کیا ڈر ہے۔ اب تو تمہارے سارے گناہ دُھل جائینگے۔ دوسرے مذاہب کی تنگی کا تو ذکر ہی نہیں۔ خود مسیحیت جسے اپنی لینت و شفقت و ترحم پر ناز ہے اُس کا حال انجیل کی زبانی سنیئے:۔ ”میں تم سے کہتا ہوں کہ آدمیوں کا ہر گناہ اور کفر تو معاف کیا جائیگا مگر جو کفر روح کے حق میں ہو وہ معاف نہ کیا جائیگا اور جو کوئی ابن آدم کے خلاف کوئی بات کہیگا وہ تو اُسے معاف کی جائیگی مگر جو کوئی روح القدس کے برخلاف کوئی بات کہیگا وہ اُسے معاف نہ کی جائیگی نہ اس عالم میں نہ آنے والے میں“۔ (متی۔ ۱۲: ۳۲) یٰعِبَادِیَ۔ امام رازیؒ نے یہ خطاب اور اس کے بعد کا وعدۂ رحمت و مغفرت مؤمنین کے ساتھ مخصوص سمجھا ہے اور اَلَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ سے انہیں مؤمنین کے معاصی مراد لئے ہیں اور بعض دوسرے مفسرین نے بھی اسی نقطۂ نظر کی تائید کی ہے۔ واضفت العباد وتخصص بالمؤمنین علی ما هو عرف القرآن (بیضاوی) انا بینا فی هذا الکتب ان عرف القرآن جار بتخصیص اسم العباد بالمؤمنین (کبیر) وحمل غیر واحد الاضافة فی عبادی علی العهد او علی التشریف وذهبوا الی ان المراد بالعباد المؤمنون فکانه قیل ایها المؤمنون المذنبون (روح) بہر صورت آیت میں وعدۂ رحمت و مغفرت ہے بڑی تاکید و شدت کے ساتھ۔ لا تقنطوا من رحمة الله خود ہی ادائے مقصد کے لئے کافی تھا۔ اس پر دوسرے فقرہ کا اضافہ پُر قوت الفاظ کے ساتھ کیا۔ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا۔ اعاد اسم الله وقرن به لفظة ان المفیدة لاعظم وجوه التاکید وکل ذٰلک یدل علی المبالغة فی الوعد بالرحمة (کبیر) حسن بصریؒ تابعی نے کہا ہے کہ اس وسعت کرم و شفقت کی کوئی انتہا ہے کہ جنہوں نے اللہ کے دوستوں کے خون سے اپنے ہاتھ رنگین کئے انہیں کو دعوت توبہ و مغفرت دی جا رہی ہے۔ قال الحسن البصری انظروا الی هذا الکرم والجود قتلوا اولیاءه وهو یدعوهم الی التوبة والمغفرة والآیات فی هذا کثیرة جدًا (ابن کثیر)

۷۱ وہ کسی اور برتر قانون کا پابند و محکوم ہرگز نہیں۔ وہ رحمت و مغفرت میں کسی رنگ سے معذور نہیں وہ بغیر کسی ”کفارہ“ کے جس کسی کو چاہے بخش دے۔ اس کی صفت رحم پر کوئی قید عائد نہیں ——— بجز اسی کی مشیت و ارادہ کے۔ صحابیان کرام سے مروی ہے کہ یہ آیت قرآن مجید میں وسیع ترین اور امید افزا ترین ہے۔ وقال علی بن ابی طالب ما فی القرآن اوسع من هٰذه الآیة (قرطبی) وقال عبد الله بن عمر وهذه ارجیٰ آیة فی القرآن (قرطبی) حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کے نزدیک ایک اور آیت اس سے بھی بڑھ کر ہے اور وہ وَاِنَّ رَبَّکَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰی ظُلْمِهِمْ ہے (قرطبی)

۷۲ یعنی اس مغفرت و رحمت کے لئے شرط بس یہی ہے کہ کفر سے رجوع کرو اور اسلام قبول کرو قبل اس کے کہ اسلام نہ لانے کی صورت میں عذاب سے دوچار ہونا پڑے۔

بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿٤٨﴾ فَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا
استہزار کیا کرتے تھے ؁۶۳ جس وقت آدمی کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے وہ ہم کو پکارتا ہے
ثُمَّ اِذَا خَوَّلْنٰهُ نِعْمَةً مِّنَّا ۙ قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى
لیکن جب ہم اُسے اپنی طرف سے کوئی نعمت عطا کرتے ہیں تو وہ یہ کہتا ہے کہ یہ مجھے (اپنی) تدبیر سے
عِلْمٍ ۭ بَلْ هِىَ فِتْنَةٌ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٤٩﴾
ملی ہے ؁۶۴ اصل یہ ہے کہ وہ ایک آزمائش ہے، لیکن اکثر لوگ سمجھتے نہیں ؁۶۵
قَدْ قَالَهَا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ
یہ بات ان لوگوں نے بھی کہی تھی جو ان سے پیشتر ہو گذرے ہیں، سو ان کی کارروائی ان کے
مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿٥٠﴾ فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا ۭ
کچھ بھی کام نہ آئی ؁۶۶ بلکہ ان کی (ساری) بدعملیاں اُن پر آپڑیں اور
وَالَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ هٰٓؤُلَاۗءِ سَيُصِيْبُهُمْ سَيِّاٰتُ
اُن میں جو لوگ ظالم ہیں ان پر ان کی بدعملیاں ابھی آپڑنے والی ہیں
مَا كَسَبُوْا ۙ وَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿٥١﴾ اَوَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ
اور وہ ہرا نہیں سکتے ؁۶۷ کیا یہ نہیں جانتے کہ
اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيَقْدِرُ ۭ اِنَّ فِيْ
اللہ ہی جس کا چاہتا ہے رزق بڑھا دیتا ہے اور وہی تنگ بھی کر دیتا ہے، بیشک
ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿٥٢﴾ قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ
اس میں نشانیاں ہیں ایمان والوں کے واسطے ؁۶۸ آپ (میری طرف سے) کہہ دیجئے کہ اے میرے بندو

ع ۵ / ۲

؁۶۳ یہ غفلت کے پردے بس اسی دنیا کی حد تک ہیں۔ آخرت میں تو انکشاف تمام بڑے سے بڑے منکر کو بھی ہو کر رہیگا۔ ؁۶۴ عام بدسرشت انسان کی فطرت کا بیان ہے جہاں اُسے اطمینان حاصل ہوا، وہ اپنی ہر کامیابی کو اپنی سعی و حُسنِ تدبیر کی جانب منسوب کرنے لگتا ہے اور جادۂ توحید سے ہٹ جاتا ہے۔ مجازی واسطوں اور وسیلوں کا ذکر مطلق صورت میں ممنوع نہیں، صرف اُس صورت میں حرام ہے جب نظر فاعل حقیقی سے ہٹ جائے۔ ؁۶۵ یعنی ہر نعمت خدا کی دی ہوئی اور واسطہ اسباب سے حاصل کی ہوئی درحاصل بندوں کے حق میں آزمائش ہوتی ہے کہ نظر علت حقیقی پر رہتی ہے یا علت قریبی صوری پر ——— اور یہ مشرکین اس ایمانی حقیقت سے بھی جاہل ہیں۔ هِىَ ۔ نِعْمَةً ۔ لفظاً مؤنث ہے اور معنی کے اعتبار سے مذکر۔ اس لئے اس کے لئے ضمیریں مؤنث و مذکر دونوں جائز ہیں۔ ~~اُوْتِيْتُهٗ میں ضمیر مذکر بھی اُسی کی جانب ہے۔ اور هِىَ ضمیر مؤنث بھی اُسی کی طرف~~۔ ؁۶۶ (اور یہی حشر آج کے منکرین کا بھی ہونا ہے) قَدْ ...... قَبْلِهِمْ ۔ یہاں یہ بتایا ہے کہ یہ مغالطۂ نفس بہت قدیم ہے، کچھ آج کا اور نو پیدا نہیں۔ ~~قَالَهَا ۔ ضمیر مؤنث کلمہ کی جانب ہے۔ موٴنث علی تانیث الکلمۃ (قرطبی)~~ ؁۶۷ (خدا تعالیٰ کو اور خدائی تدبیروں کو یعنی انہیں سزا بہرحال مل کر رہیگی، جیسا کہ ان کے قبل والوں کو ملتی رہی ہے۔ اَلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا سے مراد مشرکین ہیں۔ ~~اور مِنْ هٰٓؤُلَاۗءِ میں مِنْ بیانیہ ہے۔ ای المشرکین و من للبیان فانهم کلهم کانوا ظالمین [illegible] المشرکین (بیضاوی)~~ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا ۔ سیاٰت سے مُراد جزاء سیاٰت ہے اور یہ استعمال عام ہے۔ ~~ای جزاء سیاٰت اعمالهم [illegible] جزاء السیئة [illegible] (قرطبی)~~ ؁۶۸ یعنی اس قانون رزق، اس ضابطۂ معاشیات کی باگ بھی ایک فاعل مختار، ایک قادر مطلق کے ہاتھ میں ہے۔ نادان مشرک واسطہ کو مقصود سمجھ بیٹھتا ہے اور صاحب ایمان کہ صاحب فہم بھی ہوتا ہے، علت حقیقی کو سمجھے رہتا ہے۔

وَإِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَأَزَّتْ قُلُوبُ الَّذِينَ

اور جب اکیلے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو جو لوگ آخرت کا یقین نہیں رکھتے اُن کے دل منقبض

لَا يُؤْمِنُونَ بِالْاٰخِرَةِ ۚ وَإِذَا ذُكِرَ الَّذِينَ مِنْ دُونِهٖٓ

ہونے لگتے ہیں اور جب اُس کے سوا اوروں کا ذکر کیا جاتا ہے

إِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُونَ ﴿٤٥﴾ قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ

تو اُس وقت یہ لوگ خوش ہو جاتے ہیں ۵۹ آپ دُعا کیجیے کہ اے اللہ آسمانوں اور زمین کے

وَالْأَرْضِ عٰلِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ أَنْتَ تَحْكُمُ

پیدا کرنے والے باطن اور ظاہر کے جاننے والے تو ہی اپنے بندوں کے

بَيْنَ عِبَادِكَ فِي مَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ﴿٤٦﴾ وَلَوْ أَنَّ

درمیان فیصلہ کر دیگا جن اُمور میں یہ اختلاف کرتے رہتے تھے ٦٠ اور اگر

لِلَّذِينَ ظَلَمُوا مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا وَمِثْلَهٗ مَعَهٗ

شرک کرنے والوں کے پاس وہ سب کچھ ہو جو زمین میں ہے اور اتنا ہی اور بھی

لَافْتَدَوْا بِهٖ مِنْ سُوٓءِ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ وَ

تو ان سب کو وہ قیامت کے دن عذاب سخت کے فدیہ میں دینے لگیں ٦١ اور

بَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُونُوا يَحْتَسِبُونَ ﴿٤٧﴾ وَ

اللہ کی طرف سے انہیں وہ پیش آکر رہیگا جس کا انہیں گمان بھی نہ تھا ٦٢ (اُس وقت)

بَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوا

اُن پر اُنکے (تمام) بُرے اعمال ظاہر ہو کر رہینگے اور انہیں وہ (عذاب) آگھیریگا جس پر وہ

٥٩ توحید کامل کے ماننے والوں اور شرک آمیز عقیدۂ خدائی کے تسلیم کرنے والوں کے درمیان جو فرقِ عظیم ہوتا ہے اُسے یہاں خوب واضح کر دیا گیا ہے۔ خیر جو کھلے ہوئے مشرک ہیں اُن کا حال تو ظاہر ہی ہے لیکن خود ہماری قوم میں جو جھوٹے پیروں، فقیروں، جنّ و پری "شہید مرد" اور شیخ سدّو وغیرہ کے قائل ہیں خود اُن کا کیا حال ہے؟ "یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ" کا وظیفہ پڑھنے والے مصیبت کے وقت "یا غوث، یا غوث" پکارنے والے، اجمیر کی درگاہ کے اردگرد "یا خواجہ تو ہی دیتا ہے، تو ہی دلواتا ہے" کی صدائیں لگانے والے ہمارے درمیان کس کثرت سے ہیں!

٦٠ الفاظ دعاء کے اندر توحید کی اعلیٰ تعلیم نہایت حکیمانہ انداز سے آگئی ہے، دعاء کا حاصل بس یہی ہے کہ زمین و آسمان کی پیدائش میں کوئی تیرا شریک نہیں، علم غیب میں کوئی تیرا شریک نہیں۔ قادر و حاکم ہونے میں کوئی تیرا شریک نہیں۔ خالق تو ہے، عالم الغیب تو ہے، مالک روزِ جزا تو ہے، ہمہ داں، ہمہ بیں تو ہی ہے۔
فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ۔ قدرت کامل میں کوئی تیرا شریک نہیں۔
عٰلِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ۔ علم کامل میں کوئی تیرا شریک نہیں۔
أَنْتَ .... يَخْتَلِفُونَ۔ فیصلۂ روزِ جزا میں کوئی تیرا شریک نہیں۔
توحید میں غلطی و گمراہی کے عموماً یہی تین راستے رہے ہیں۔ آیت نے سب کی تردید کر دی

٦١ یہ قیامت کی شدت اور ہولناکی کا نقشہ ہے۔ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا۔ مُراد مشرکین سے ہے۔ ای کفروا (مدارک)
مَا ..... مِثْلَهٗ۔ انسان کے محدود پیرایۂ بیان میں مال کی زیادہ سے زیادہ ممکن مقدار کے لئے یہی پیمانہ ہو سکتا تھا۔

٦٢ یہ بے شان و گمان وقوع دو چیزوں کا پیش آئیگا۔ ایک تو نفس قیامت کہ وہ اسی کے منکر تھے، اور اسے "خلاف عقل"، "خلاف عادت"، قرار دیتے رہتے تھے۔ ——— اور دوسرے عذاب کا خود اپنے اُوپر وقوع کہ وہ اپنے کو نیک کار اور برسرِ صواب سمجھ رہے تھے۔

الْكِتٰبَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَ

یہ کتاب لوگوں کے لئے اتاری ہے حق کے ساتھ، سو جو کوئی راہِ ہدایت اختیار کرے گا وہ اپنے ہی

مَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ

لئے، اور جو کوئی بے راہ ہوگا تو اس کی بے راہی بھی اُسی پر پڑیگی اور آپ ان پر ذمہ دار

بِوَكِيْلٍ ﴿٤١﴾ اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ

نہیں کئے گئے ہیں ۵۳ اللہ جانوں کو قبض کرتا ہے اُن کی موت کے وقت اور اُن (جانوں)

لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا ۚ فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا

کو بھی جن کی موت نہیں آئی ہے اُنکے سونے کے وقت ۵۴، پھر وہ اُن (جانوں) کو تو روک لیتا ہے جن پر

الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰٓى اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ اِنَّ

موت کا حکم کر چکا ہے، اور باقی (جانوں) کو ایک میعادِ معین کے لئے رہا کر دیتا ہے ۵۵ بیشک

فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿٤٢﴾ اَمِ اتَّخَذُوْا

اس (سارے تصرف) میں نشانیاں ہیں اُن لوگوں کے لئے جو سوچتے رہتے ہیں ۵۶ اچھا تو کیا ان

ع ١٠/٤

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَاۗءَ ۭ قُلْ اَوَلَوْ كَانُوْا لَا يَمْلِكُوْنَ

لوگوں نے اللہ کے سوا (دوسروں کو) سفارشی قرار دے رکھا ہے؟ آپ کہدیجئے کہ اگرچہ یہ (سفارشی)

شَيْـــًٔا وَّلَا يَعْقِلُوْنَ ﴿٤٣﴾ قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا ۭ

کچھ بھی قدرت نہ رکھتے ہوں اور نہ کچھ سمجھتے بوجھتے ہوں ۵۷ آپ کہہ دیجئے سفارش تمامتر اللہ ہی کے

لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿٤٤﴾

اختیار میں ہے اُسی کی سلطنت آسمانوں اور زمین میں ہے، پھر تم اسی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے ۵۸

۵۳ (تو جس کا جی چاہے اسے مانے اور جس کا نہ چاہے نہ مانے) لِلنَّاسِ۔ یعنی لوگوں کے نفع و افادہ کے لئے۔ ای لاجلھم ولاجل حاجتھم الیہ (مدارک) بِالْحَقِّ۔ یعنی عین حق و حکمت کے ساتھ دلائل و شواہد اور مقصد صحیح کے ساتھ۔ ۵۴ نفس۔ کا مفہوم بہت وسیع ہے۔ وہ روح کے مرادف ہے اور اس کی دو قسمیں ہیں ایک نفس حیاتی (یا فزیکل لائف) دوسرے نفس شعوری (یا سائیکیل لائف) ولکل انسان نفسان احدھما نفس الحیاۃ وھی التی تفارقہ عند الموت فتزول بزوالھا النفس والاخری نفس التمیز وھی التی تفارقہ اذا نام وھو بعد النوم یتنفس (معالم، مدارک)

ہر انسان کے دو نفس ہوتے ہیں ایک تو نفس حیاتی جو موت کے وقت اس سے سلب ہو جاتا ہے کہ اُس کے جانے سے جان چلی جاتی ہے اور دوسرا نفس ادراک وہ نیند کے وقت اُس سے جُدا ہو جاتا ہے اور نیند کے بعد واپس آ جاتا ہے۔ يَتَوَفَّى ...... مَوْتِهَا۔ یہ سلب روح من کل الوجوہ ہوتا ہے جس کے بعد نہ حیات جسمانی باقی رہ جاتی ہے نہ شعور نہ ادراک۔ وَالَّتِيْ ..... مَنَامِهَا۔ یہ سلب روح صرف جزئی حیثیت سے ہوتا ہے۔ جس سے حیات جسمانی جوں کی توں باقی رہتی ہے، لیکن شعور و ادراک باقی نہیں رہتا۔ نیند کے وقت سلب صرف حیات شعوری کا ہوتا ہے۔

۵۵ (سو وہ معطل روحیں جن کی موت کا وقت ابھی نہیں آیا ہے نیند سے جاگ کر بدستور تصرفات جسمی میں مصروف ہو جاتی ہیں) فَيُمْسِكُ ...... الْمَوْتَ۔ سو یہ روحیں پھر تصرفات جسمانی کی طرف واپس نہیں آتیں۔ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ:۔

یخرج الروح عند النوم ویبقی شعاعہ فی الجسد فبذلک یری الرؤیا فاذا انتبہ من النوم عاد الروح الی جسدہ باسرع من لحظۃ۔ (معالم۔ مدارک)

"اصل روح تو نیند کے وقت بھی جسم سے نکل جاتی ہے لیکن اس کا تعلق جسم کے ساتھ باقی رہتا ہے (جیسے آفتاب کا شعاعی تعلق کروڑوں میل دُور ہونے کے باوجود زمین سے قائم رہتا ہے) اور سوتا ہوا انسان (اسی جزئی تعلق کی بنا پر) خواب دیکھتا رہتا ہے پھر جب بیداری کا وقت آتا ہے تو یہ روح چشم زدن سے بھی کم میں جسم میں واپس آجاتی ہے"۔ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ:۔

فی ابن اٰدم نفس وروح بینھما شعاع مثل شعاع الشمس فالنفس ھی التی بھا العقل والتمیز والروح ھی التی بھا النفس والتحرک فاذا نام العبد قبض اللہ نفسہ ولم یقبض روحہ (مدارک)

"ابن آدم میں نفس بھی ہوتا ہے اور روح بھی، اور دونوں کا ایک شعاعی تعلق مثل شعاع آفتاب کے ہوتا ہے پس نفس تو وہ ہے جو ادراک و شعور کا مبدا ہے اور روح وہ ہے جس سے تنفس و حرکت قائم ہے اور انسان جب سوتا ہے تو خدا تعالیٰ اس کے نفس کو قبض کر لیتا ہے نہ کہ اُس کی روح کو"۔

۵۶ یعنی دلائل و شواہد اس حقیقت کے کہ اللہ حکیم و قدیر ہی ہر دقیق و خفی تصرف پر قادر ہے۔ نیند اور خواب کی باریکیوں پر ماہرین فن نے جو دفتر کے دفتر لکھ ڈالے ہیں وہ سب حکمت خداوندی ہی کی شرحیں اور تفسیریں ہیں۔ اَمِ ..... شُفَعَاۗءَ۔ مشرکوں نے ان "سفارشیوں" کو صرف عملاً ہی نہیں معبود قرار دے رکھا تھا بلکہ عقیدۃً بھی ایسا ہی سمجھ رکھا تھا۔ ۵۷ یعنی سفارشی بھی کون؟ —— وہ بُت اور مورتیاں جو عقل و قدرت تک سے محروم ہیں۔ ۵۸ یعنی اس وقت بھی کائنات کے طول و عرض میں حکومت اسی اللہ کی ہے اور آخرت میں بھی فیصلہ اسی کے ہاتھ میں ہوگا۔ قُلْ ...... جَمِيْعًا۔ مشرک قوموں نے تو علی العموم اور اہل کتاب میں سے مسیحیوں نے شفاعت کو بھی ایک شعبہ الوہیت کا قرار دے کر شافع کو مستقلاً ایک قادر و متصرف ہستی سمجھ لیا ہے اور عملاً اسی سے اپنا تعلق جوڑے رکھنا کافی سمجھتے ہیں جس کے بعد خالق کائنات سے تعلق قائم رکھنے کی بھی چنداں ضرورت نہیں۔ شفاعت اس معنی میں اور اس مفہوم کے ساتھ ایک تمامتر مشرکانہ عقیدہ ہے، اور قرآن مجید نے اس معنی میں کسی غیر اللہ کے شافع ہونے سے تمامتر انکار کیا ہے اور بتایا ہے کہ اختیار و تصرف یکسر حق تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہے۔ ملاحظہ ہو تفسیر انگریزی۔ مسئلہ شفاعت انبیاء وغیرہ جس محدود و مقید معنی میں حق ہے۔ اس کی وضاحت ان حواشی میں جابجا کی جا چکی ہے۔

اللّٰهُ فَمَالَهٗ مِنْ مُّضِلٍّ ؕ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِعَزِيْزٍ ذِي

ہدایت دے اُسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں ۴۸ کیا اللہ زبردست (اور) انتقام پر قادر

انْتِقَامٍ ﴿٣٧﴾ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ

نہیں ؟ ۴۹ اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے

الْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلْ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ

پیدا کیا تو یہی کہیں گے کہ اللہ نے، آپ کہدیجئے کہ بھلا یہ تو بتاؤ کہ اللہ کے سوا تم

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ

جنہیں پکارتے ہو اگر اللہ مجھے کوئی تکلیف پہنچانا چاہے تو کیا یہ اس کی (دی ہوئی)

كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖٓ اَوْ اَرَادَنِيْ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ

تکلیف کو دور کر سکتے ہیں یا اللہ مجھ پر عنایت کرنا چاہے تو یہ اُس کی عنایت کو روک

رَحْمَتِهٖ ؕ قُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ؕ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿٣٨﴾

سکتے ہیں ؟ ۵۰ آپ کہدیجئے کہ میرے لئے تو اللہ کافی ہے توکل کرنیوالے اسی پر توکل کرتے ہیں ۵۱

قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ عَامِلٌ ۚ

کہہ دیجئے کہ اے میری قوم والو تم اپنی حالت پر عمل کئے جاؤ میں بھی عمل کر رہا ہوں

فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿٣٩﴾ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ

سو عنقریب تم جان لوگے کہ کون شخص ہے جس پر اُسے رسوا کرنے والا عذاب

وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿٤٠﴾ اِنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ

آیا چاہتا ہے، اور جس پر عذاب مستقل نازل ہوگا ۵۲ ہم نے آپ پر

۴۸ ہدایت وضلالت اپنے اسباب قریب وظاہری کے لحاظ سے بندہ کے افعال اختیاری میں ہیں اور اسی لئے ان پر ثواب وعذاب بھی مرتب ہوتے ہیں لیکن اپنے اسباب بعید وحقیقی کے لحاظ سے تمامتر مشیت تکوینی الٰہی کے ماتحت ہیں اور اسی لئے ان کا انتساب مسبب الاسباب اور علت العلل کی حیثیت سے حق تعالیٰ کی جانب بھی درست ہے ـــــ اور ان حواشی میں اسکی صراحت کئی بار کی جا چکی ہے۔

۴۹ کیوں نہیں، قادر ہے اور ضرور قادر ہے۔ اسلام کا خدا اپنے ہر ارادہ پر پوری طرح قادر، متصرف، حاکم ہے۔ بعض جاہلی مذہبوں کے دیوتاؤں کی طرح معذور و بے بس نہیں۔ ۵۰ بعض جاہلی مذاہب ایک خالقِ کائنات کے تو مقر و معترف ہیں، لیکن ساتھ ہی کائنات میں دخل، تصرّف وحکومت کے لئے دوسرے دوسرے دیوی دیوتا بھی مان رکھے ہیں۔ پانی فلاں دیوتا برساتے ہیں، دولت فلاں دیوی دلواتی ہیں وقس علیٰ ہذا ـــــ مشرکین قریش کا مذہب بھی اسی قسم کا شرک تھا۔ قرآن مجید نے اُن کے اسی مسلمہ اوّل کو بار بار یاد دلا کر اور توحید کے مطالبات ومضمرات کو اُن پر واضح کر کے اُن پر جرح کی ہے۔ ۵۱ (جس کے بعد تمہاری اور تمہارے بتوں کی مخالفت کی کچھ پروا باقی نہیں رہ جاتی) حَسْبِيَ اللّٰهُ۔ جب خدا پر تکیہ کر لیا تو اس کے معنی ہی یہ ہیں کہ اُس کے ماتحت کائنات میں جتنی بھی مخلوقات ہیں۔ اب کسی کی طرف سے کھٹکا نہ رہا۔

۵۲ یعنی جب تم اپنا طریقہ نہیں چھوڑتے، میں بھی اپنا طریقہ نہیں چھوڑتا۔ تم اپنے طریق پر عمل کئے جاؤ، میں اپنے طریق پر۔ عنقریب معلوم ہوا جاتا ہے، کہ بدراہ اور مستحق عذاب کون سا فریق ہے۔ مَنْ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ يُخْزِيْهِ۔ مُراد عذاب دنیوی ہے۔ چنانچہ یہ عذاب مشرکین مکّہ پر فتح بدر کی صورت میں نازل ہوا۔ وَ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مُقِيْمٌ۔ مُراد عذابِ آخرت ہے۔

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ وَكَذَّبَ
تو اُس سے بڑھ کر بے انصاف کون ہے جو اللہ پر جھوٹ لگائے اور سچی بات کو

بِالصِّدْقِ اِذْ جَآءَهٗ ؕ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى
جھٹلائے جبکہ وہ اُس کے پاس پہنچے، کیا (ایسے) کافروں کا ٹھکانا جہنم میں

لِّلْكٰفِرِيْنَ ۝۳۲ وَالَّذِيْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ
نہ ہوگا؟ ۴۴ اور جو لوگ سچی بات لے کر آئے اور (خود بھی) اُس کو سچ جانا

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝۳۳ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ
تو یہی لوگ تو پرہیزگار ہیں وہ جو کچھ چاہینگے اُن کے لئے اُن کے پروردگار

رَبِّهِمْ ؕ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الْمُحْسِنِيْنَ ۝۳۴ لِيُكَفِّرَ اللّٰهُ
کے پاس سب کچھ ہے، یہ صلہ ہے اہل اخلاص کا ۴۵ تاکہ اللہ اُن سے

عَنْهُمْ اَسْوَاَ الَّذِيْ عَمِلُوْا وَيَجْزِيَهُمْ اَجْرَهُمْ
اُن کے عمل کی بُرائیوں کو دُور کردے اور اُن کے عمل کی نیکیوں کا

بِاَحْسَنِ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۳۵ اَلَيْسَ اللّٰهُ
اُنہیں (پورا) اجر دے ۴۶ کیا اللہ اپنے بندۂ (خاص)

بِكَافٍ عَبْدَهٗ ؕ وَيُخَوِّفُوْنَكَ بِالَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ
کے لئے کافی نہیں؟ اور یہ لوگ آپ کو اُن سے ڈراتے ہیں جو اللہ کے علاوہ ہیں ۴۷

وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ۝۳۶ وَمَنْ يَّهْدِ
اور جسے اللہ گمراہ کردے اُسے کوئی راہ دکھانے والا نہیں اور جسے اللہ

ف۴۴ (یعنی ضرور ہوگا) استفہام انکاری سے اثبات قطعی کے معنی پیدا کرنا انگریزی اور اُردو اور فارسی کی طرح عربی میں بھی عام ہے۔ فَمَنْ ۔ف یعنی جبکہ اخیر فیصلہ یہی ہونا ہے کہ اہل کفر کو جہنم نصیب ہو اور اہلِ ایمان کو اجر و نجات۔ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ ۔ اللہ پر جھوٹ لگانا یہی ہے کہ اُس کی صفت تفرّد کا انکار کرکے کسی کو اُس کا شریک قرار دیا جائے۔ اَلَّذِيْ جَآءَ بِالصِّدْقِ ۔ الصدق یعنی پیغامِ حق۔ یہاں مُراد قرآن ہے اور اُس کے لانے والے رسُول اللہ صلعم تھے۔ ~~قال مجاھد وقتادۃ والربیع بن انس وابن زید ھو الرسول (ابن کثیر) قال ابن عباس یعنی رسول اللّٰہ (معالم)~~ كَذَّبَ … جَآءَهٗ ۔ پیامِ حق پہنچنے کا ذریعہ خود رسُول یا اُن کے کوئی نائب ہی ہوتے ہیں بعض اکابر نے کہا ہے کہ آیت اپنے عموم لفظ سے اُن لوگوں کو بھی شامل ہے، جو دعوئے ولایت میں کاذب ہیں اور شریعت کو پس پشت ڈال کر اُسے محض قشر بناتے ہیں۔ ف۴۵ جنت کی نعمتیں بے شمار، اور لامتناہی ہیں۔ یہاں حیرت انگیز ایجاز و جامعیت کے ساتھ بیان کردیا کہ اہل جنت کو وہ سب کچھ مل جائیگا، جو وہ چاہیں گے۔ اَلَّذِيْ … بِهٖ یعنی رسُول اور اُن کے متبعین۔ ~~الذی جاء بالصدق الانبیاء و الذی صدق بہ الاتباع~~ (کبیر) ف۴۶ اسوا الذی عملوا ۔ اہل اخلاص کو اجر کا پورا پورا ملنا تو ظاہر ہی ہے لیکن یہاں تصریح ایک دوسری چیز کی بھی ہے (یعنی اُن کی تکفیر ذنوب کی ——— گویا اہل اخلاص (محسنین) بھی ذنوب و معاصی سے خالی نہ ہونگے۔ اس میں رَدّ نکل آیا ایک طرف تو اُن غالی صوفیہ و مشائخ کا جو اولیاء و صالحین کو ذنوب و معاصی سے ماوراء و منزہ سمجھنے لگتے ہیں اور دوسری طرف اُن خارجی اور نیم خارجی فرقوں کا جو زلّات و معاصی کی بناء پر مومنین کو دائرۂ ایمان سے خارج کردیا کرتے ہیں۔ وَيَجْزِيَهُمْ … يَعْمَلُوْنَ ۔ مقاتل بن سلیمان نے اس کے معنی یہ کئے ہیں کہ انہیں محاسن کا معاوضہ ملے گا، سیئات کی سزا نہ ملے گی۔ ~~قال مقاتل لیجزیھم بالمحاسن اعمالھم ولا یجزیھم بالمساوی~~ (کبیر، معالم) لیکن امام رازیؒ نے اس قول کو یہ کہہ کر رَدّ کردیا ہے کہ مقاتل تو فرقۂ مرجئہ کا سردار تھا، جن کے نزدیک جس طرح کافر کو کوئی طاعت نفع نہ پہنچائے گی، مومن کو بھی کوئی معصیت مضر نہ ہوگی۔ ~~واعلم ان مقاتلاً کان شیخ المرجئۃ وھم الذین یقولون لا یضر شئ من المعاصی مع الایمان کما لا ینفع شئ من الطاعات مع الکفر~~ (کبیر) ف۴۷ مشرکین عرب کے کمال حمق کا بیان ہے۔ اللہ کے نام سے ایک معبود اعظم کے وہ بھی قائل تھے۔ باوجود اس کے رسُول اللہ صلعم کو اپنے گڑھے ہوئے دیوی دیوتاؤں کے قہر و غضب و انتقام سے ڈراتے تھے۔ ان دیوتاؤں کا اوّلاً تو وجود ہی فرضی و وہمی اور پھر اگر حقیقی بھی ہو تو خود انہیں لوگوں کے مسلمات کے لحاظ سے یہ خدائے اعظم کے مقابلہ میں تو پست اور ہیچ ہی تھے۔ آیت کا مفہوم وسیع تر بھی ہے! اہل حق کو اہل باطل طرح طرح پر دھمکیاں دیتے آئے اور ڈراتے آئے ہیں۔ کبھی اپنے دیوی دیوتاؤں سے ڈراتے ہیں اور کہیں دنیوی حکومت و قوت سے۔ قرآن مجید جواب دیتا ہے کہ کائنات کی ہر ممکن مخالفانہ قوت سے دفاع کے لئے حق تعالیٰ خود بالکل کافی ہے۔ عَبْدَهٗ ۔ عبد سے مراد جیسا کہ سیاق کلام سے بالکل ظاہر ہے۔ رسول اللہ صلعم ہیں۔ جو خدائے قادر و توانا اپنے ہر بندہ کی حفاظت کے لئے کافی ہے کیا اس بندۂ خاص کی حفاظت کے لئے کافی نہ ہوتا؟

۳۸ (سو اگر عذاب ابھی نہیں آیا ہے، تو یہ کافر و منکر بے فکر نہ ہو جائیں، اگلی قوموں پر بھی عذاب جب آیا ہے ان کے گمان و زعم کے خلاف ہی آیا ہے۔) ۳۹ آخرت کے معمولی اور ہلکے سے عذاب کا بھی دنیا کے بڑے سے بڑے عذاب سے کیا مقابلہ! وہ تو اس سے کہیں شدید تر ہوگا۔ کاش یہ منکرین اس کا کچھ سرسری سا اندازہ بھی رکھیں! اَلْخِزْيَ ...... الدُّنْيَا۔ یعنی وہ قومیں یا تو جہاد میں

لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿٢٥﴾ فَاَذَاقَهُمُ اللّٰهُ الْخِزْيَ فِي الْحَيٰوةِ
گمان بھی نہ تھا ۳۸ سو اللہ نے انہیں دنیوی زندگی میں رسوائی کا مزہ
الدُّنْيَا ۚ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿٢٦﴾
چکھا دیا اور آخرت کا عذاب تو اور سخت ہے کاش یہ لوگ سمجھ جاتے ۳۹
وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ
اور ہم نے اس قرآن میں لوگوں کی ہدایت کے لئے ہر قسم کے مضمون بیان کر دیئے
مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿٢٧﴾ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ
ہیں تاکہ لوگ نصیحت حاصل کرتے رہیں قرآن واضح جس میں
ذِيْ عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿٢٨﴾ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا
کوئی کجی نہیں تاکہ لوگ ڈرتے رہیں ۴۰ اللہ مثال بیان کرتا ہے کہ
رَّجُلًا فِيْهِ شُرَكَآءُ مُتَشٰكِسُوْنَ وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ
ایک شخص ہے جس میں کئی ساجھی ہیں آپس میں باہم ضد رکھنے والے اور ایک اور شخص ہے کہ پورا ہی ایک شخص
هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا ۭ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ۚ بَلْ اَكْثَرُهُمْ
کی ملک ہے تو کیا دونوں کی حالت یکساں ہے؟ ۴۱ الحمد للہ مگر ہے یہ کہ ان میں سے اکثر
لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٢٩﴾ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ﴿٣٠﴾
سمجھتے ہی نہیں ۴۲ آپ کو بھی مرنا ہے اور انہیں بھی مرنا ہے
ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ ﴿٣١﴾
پھر قیامت کے دن تم (دونوں فریق) اپنے پروردگار کے رو برو مقدمہ پیش کرو گے ۴۳

وقف لازم

ع ۳
۱۰
۱۷

اہلِ ایمان کے ہاتھوں مغلوب و منہزم ہوئیں، یا اور کسی عذاب ناگہانی سے ہلاک ہو گئیں۔ ۴۰ (ہر زمانے سے) قُرْاٰنًا۔ یہاں پہلا وصف القرآن کا یہ بیان ہوا کہ وہ ایک پڑھی جانے والی چیز ہے، چنانچہ قیامت تک مسجدوں میں پڑھا جاتے گا۔ محرابوں میں سنایا جائے گا۔ گھروں میں اور مدرسوں میں اس کی تلاوت ہوتی رہے گی۔ معتقدوں کا نہیں بلکہ منکروں کا بیان ہے کہ "قرآن دنیا میں سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب ہے" (انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا مقالہ قرآن، طبع یازدہم)۔ عَرَبِيًّا۔ یعنی فصیح و بلیغ، واضح۔ ~~والمراد انه عجز الفصحاء والبلغاء عن معارضته (کبیر)~~ غَيْرَ ذِيْ عِوَجٍ۔ یعنی جس کے اندر کجی کسی طرح کی بھی نہیں، نہ لفظی نہ معنوی۔ یہ قرآن مجید کا تیسرا وصف بیان ہوا۔ ۴۱ (ظاہر ہے کہ نہیں ہے۔ بلکہ دونوں کے درمیان زمین آسمان کا فرق ہے) مومن مخلص ساری فکروں کو چھوڑ چھاڑ صرف ایک سے لو لگائے رہتا ہے۔ مثال کے ذریعہ سے بندۂ مومن و مشرک کے درمیان تقابل اور ان کے فرق کو واضح کرنا ہے۔
رَجُلًا ...... مُتَشٰكِسُوْنَ۔ ایسا شخص ایک تو غلام و محکوم، اپنے ہر ارادہ سے محروم۔ اور پھر مالک ایک نہیں متعدد۔ غلام حیران و متردد کہ کس کا کہا مانوں، کس کا نہ مانوں۔ یہ روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ اللہ سے غافل ملحد و مشرک دنیا میں سخت ترین کشاکش میں گرفتار رہا کرتا ہے۔ رَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ۔ مومن مخلص ساری فکروں کو چھوڑ چھاڑ صرف ایک سے لو لگائے رہتا ہے ع

جو غم ہوا اسے غمِ جاناں بنا دیا

۴۲ قرآن مجید مشرکوں کی اس بدفہمی پر (جو محض غفلت و بے غوری سے پیدا ہوتی ہے) بار بار تاسف کرتا ہے کہ شرک و توحید کے درمیان، انسان کے اپنے ذہنی اعتبار سے بھی جو زمین و آسمان کا فرق ہے، ان کی سمجھ میں نہیں آتا۔ ۴۳ (اور وہ دن عملی فیصلہ کے صدور و ظہور کا ہوگا) یہاں رسول اللہ صلعم کو تشفی دی ہے کہ آپ زیادہ غم و تردد کو راہ نہ دیں۔ آپ کو بھی دنیا سے گزر کر اپنے رب تک پہنچنا ہے اور ان منکرین کو بھی یہیں آنا ہے۔ یہ خود آ کر اپنے کئے کو بھگت لیں گے۔ اِنَّكَ مَيِّتٌ۔ خطاب ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلعم سے ہے۔ لیکن جو حکم یہاں بیان ہوا ہے وہ امت کے لئے بھی عام ہے۔ ~~والضمير في انك خطاب للرسول وتدخل معه امته في ذالك (بحر)~~ ضمناً موافق و مخالف، دوست، دشمن سب کو یہ تعلیم مل گئی کہ نبی مرسل غیر فانی اور عمر جاودانی رکھنے والا نہیں ہوتا۔ سارے بندوں کی طرح وہ بھی فانی و فنا پذیر ہی ہوتا ہے۔ تَخْتَصِمُوْنَ۔ یہ جھگڑنے والے اور استغاثہ لانے والے کون لوگ ہوں گے؟ مومن و کافر بھی ہوں گے اور ظالم و مظلوم بھی۔ یعنی ~~تخاصم الكافر والمومن والظالم والمظلوم (قرطبی)~~

بحمد اللہ آج جمعہ یکم ذی الحجہ ۱۳۶۶ھ (مطابق ۱۷ اکتوبر ۱۹۴۷ء) کو تیئیسویں پارہ کی نظر ثانی سے فراغت ہوئی۔ اور آج چہارشنبہ ۷ رجب ۱۳۶۹ھ ۲۶ اپریل ۱۹۵۰ء کو نظر ثالث سے۔

مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ
چل رہا ہے (کیا ایسا شخص اور اہلِ قساوت برابر ہو سکتے ہیں؟) سو بڑی خرابی ان لوگوں کیلئے ہے جنکے دل
اُولٰٓئِكَ فِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿٢٢﴾ اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ
اللہ کے ذکر کی طرف سے سخت ہیں۔ یہ لوگ کھلی ہوئی گمراہی میں مبتلا ہیں ٣٣ اللہ نے بہترین کلام نازل کیا ہے
كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِىَ ۖۗ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ
ایک کتاب باہم ملتی جلتی ہوئی اور بار بار دہرائی ہوئی ٣٤ اس سے ان لوگوں کی جلد جو اپنے پروردگار سے
يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ
ڈرتے ہیں، کانپ اٹھتی ہے پھر اُن کی جلد اور ان کے قلب اللہ کے ذکر کے لئے نرم
اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِىْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ
ہو جاتے ہیں ٣٥ یہ اللہ کی طرف سے آئی ہوئی ہدایت ہے، وہ جسے چاہتا ہے اسکے ذریعہ سے ہدایت کر دیتا ہے
وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿٢٣﴾ اَفَمَنْ
اور اللہ جسے بے راہ کر دے اُس کے لئے ہادی کوئی نہیں ٣٦ بھلا جو شخص
يَّتَّقِىْ بِوَجْهِهٖ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَقِيْلَ
قیامت کے دن عذاب سخت کو اپنے چہرہ پر لے گا، اور (ایسے) ظالموں سے کہا جائیگا
لِلظّٰلِمِيْنَ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿٢٤﴾ كَذَّبَ
کہ جو کچھ تم کیا کرتے تھے اب اس کا مزہ چکھو (تو کیا ایسا شخص اور جو ایسا نہ ہو برابر ہو سکتے ہیں؟) ٣٧ اُن کے
الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ
قبل والوں نے بھی (حق کو) جھٹلایا سو اُن پر عذاب ایسے طور پر آ پڑا کہ اُن کو

٣٣ پہلا شخص وہ ہے جو ہدایت کے مقتضی پر چل رہا ہے، اور یقین صحیح پیدا کر کے اسکے مطابق عمل کر رہا ہے۔ دوسرا وہ ہے جو کھلے ہوئے دلائل و شواہد کے باوجود ایمان نہیں لاتا اور اس سے بڑھ کر اس کے قساوتِ قلب کی مثال اور کیا ہوگی۔ اَفَمَنْ...... رَّبِّهٖ۔ حضرت عبداللہ بن مسعود صحابی کی روایت میں آتا ہے کہ جب رسول اللہ صلعم نے یہ آیت تلاوت کی تو ہم نے عرض کی، کہ یا رسول اللہ! یہ شرح صدر کیونکر ہوتا ہے؟ فرمایا جب دل میں نور داخل ہو۔ عرض کی کہ اسکی کیا علامت ہے؟ ارشاد ہوا کہ دار الخلود یا باقی کی طرف رغبت و استقامت، اور دار الغرور یا فانی کی طرف سے بے التفاتی اور موت کی طرف آمادگی۔ (معالم) فَوَيْلٌ۔ اس بڑی خرابی کا ظہور آخرت میں ہوگا۔ لِلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ۔ یہ قساوتِ قلب، شرح صدر کے مقابلہ میں آئی ہے، رقتِ قلب کی طبعی کمی یا فقدان کو اس سے کوئی تعلق نہیں۔ شرح صدر کے جو خصوصیات بنائے گئے اس قساوت میں اس کے برعکس پیدا ہو جاتے ہیں۔ محققین نے آیت کے مضمون سے دو نکتے اور پیدا کئے ہیں۔ ایک یہ کہ ہر مومن کسی درجہ میں بھی سہی، بہرحال صاحب معرفت و نور ہے۔ دوسرے یہ کہ جس اسلام سے معرفت و نورانیت پیدا ہوتی ہے۔ وہ، وہ ہے جو شرح صدر یعنی رغبت تام اور یقینِ کامل کے ساتھ ہو، نہ وہ جو منافقت یا جبر یا وہم و عادت کا ثمرہ ہے۔ ٣٤ اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ۔ اس میں اس دعوے کا اثبات ہے کہ قرآن مجید بہترین کلام ہے۔ کوئی دوسرا کلام اس کی ٹکر کا نہیں، نہ باعتبار لفظ و عبارت، نہ بلحاظ معنی و مفہوم۔ كِتٰبًا۔ اس کلام کا نزول گو بتدریج کہیں ٢٢-٢٣ سال میں ہوا، تاہم اس پر اطلاق ایک کتاب ہی کا رہا۔ مُتَشَابِهًا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہدایت، اجر، برکت معنویت کے لحاظ سے یہ کلام شروع سے آخر تک یک رنگ اور آپس میں ہم رنگ ہے۔ مَثَانِىَ۔ اس کے اندر احکام و اخبار، مسائل و حکایات بار بار تکرار کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں کہ کسی کو عذر قصورِ فہم و سمع کا نہ رہے۔ ٣٥ یعنی وہ کتاب اللہ پر عمل کرنے لگتے ہیں اور اعمال قلب و اعمال جوارح میں خشوع و انقیاد کے ساتھ مشغول ہو جاتے ہیں۔ تَقْشَعِرُّ...... رَبَّهُمْ۔ محققین نے تصریح کر دی ہے کہ یہ مطلق خوف سے کنایہ ہے۔ یہ لازمی نہیں کہ خوف کے آثار جسم پر بھی اس طرح نمایاں ہونے لگیں محض عقلی و ایمانی خوف کافی ہے۔ امام غزالیؒ نے اپنی مشہور محققانہ کتاب احیاء علوم الدین میں لکھا ہے کہ بہت سے صوفیہ ایسے ہیں جن پر شاعروں کا کلام سن کر وجد طاری ہو جاتا ہے، اور قرآن مجید کی آیتوں سے نہیں ہوتا۔ اور اس کے بعد ان لوگوں کی اس کیفیت کی مختلف توجیہات کی ہیں۔ امام رازیؒ اس جانب اشارہ کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ

وانا اقول ان خلقت محروما عن هذا المعنى فاني كلما تاملت في اسرار القرآن اقشعر جلدي ووقف شعري وحصلت في قلبي دهشة وروعة وكلما سمعت تلك الاشعار غلب الهزل علي وما وجدت البتة في نفس منها اثرا واظن ان منهج القويم وصراط المستقيم هو هذا والله اكبر

لیکن میں کہتا ہوں کہ میں تو اس تاثر سے خلقۃً محروم ہوں۔ میں نے تو جب جب مطالب قرآنی پر غور و تدبر سے کام لیا، جبھی میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور دل کے اندر خشیت و ہیبت ہی پیدا ہو گئی اور جب جب شاعروں کا کلام سنا تو دل اُچاٹ ہو گیا اور طبیعت ذرا متاثر نہ ہوئی اور میں سمجھتا ہوں کہ صراط مستقیم اسی (قرآن) کا نام ہے۔

٣٦ یعنی حق تعالیٰ کی مشیت تکوینی پر غالب اور اس پر حاکم اور کوئی قانون نہیں۔ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ۔ اوپر کئی بار گزر چکا کہ اضلال کی نسبت حق تعالیٰ کی جانب صرف تکوینی حیثیت سے، یا بحیثیت علت العلل و مسبب الاسباب، ہی ہوتی ہے۔ ہدایت یاب اور گمراہ دونوں کی مثالیں ابھی اوپر کی آیتوں میں گزر چکی ہیں۔ ٣٧ پورے پورے جملوں اور عبارتوں کا محذوف و مقدر رہنا عربی اسلوب انشاء میں منافی بلاغت نہیں، بلکہ اپنے موقع پر داخل حسن و کمالِ انشاء ہے۔

كَلِمَةُ الْعَذَابِ ۭ اَفَاَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ فِي النَّارِ ۝۱۹
تو کیا آپ ایسے شخص کو جو دوزخ میں ہوگا چھڑا سکتے ہیں، ۳۰ؔ مستحق ہو چکی

لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ مِّنْ فَوْقِهَا
البتہ جو لوگ اپنے پروردگار سے ڈرتے رہتے ہیں اُن کے لئے بالاخانے ہیں جن کے اُوپر

غُرَفٌ مَّبْنِيَّةٌ ۙ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۥ
بنے بنائے (تیار) بالاخانے ہیں اُن کے نیچے نہریں چل رہی ہیں (یہ)

وَعْدَ اللّٰهِ ۭ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ الْمِيْعَادَ ۝۲۰ اَلَمْ تَرَ اَنَّ
اللہ کا وعدہ ہے (اور) اللہ وعدہ کے خلاف نہیں کرتا ۳۱ؔ کیا تُونے اس پر نظر نہیں کی

اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً فَسَلَكَهٗ يَنَابِيْعَ
کہ اللہ نے آسمان سے پانی اُتارا پھر اُسے زمین کے سوتوں میں

فِي الْاَرْضِ ثُمَّ يُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا
داخل کر دیا پھر وہ اس کے ذریعہ سے کھیتیاں پیدا کرتا ہے جس کی مختلف

اَلْوَانُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَجْعَلُهٗ
قسمیں ہیں پھر وہ کھیتی خشک ہو جاتی ہے سو تو اُسکو زرد دیکھتا ہے۔ پھر وہ اس کو چُورا چُورا

حُطَامًا ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ ۝۲۱ ع ۲/۱۲ ۱۶
کر دیتا ہے اس (نمونۂ قدرت) میں بڑی نصیحت ہے اہل عقل کے لئے ۳۲ؔ

اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰي نُوْرٍ
سو جس شخص کا سینہ اللہ نے اسلام کے لئے کھول دیا، اور وہ اپنے پروردگار کے نور پر

۳۰ؔ مطلب یہ ہوا کہ جو ایمان کا قصد ہی نہ کرے، اور اپنے کو اسباب ہلاکت سے بچانے کی فکر ہی نہ رکھے۔ اسے ایمان پر مجبور کر دینا، اور اسے نقطۂ ایمان پر لے آنا آپ کے امکان و اختیار ہی سے خارج ہے۔ اور ایسے شخص پر تاسف و تردد ہی بے کار ہے۔

۳۱ؔ یہ تصریح اس لئے بھی ضروری تھی کہ مشرک قوموں میں دیوی دیوتاؤں پر ایفاء عہد مطلق واجب نہ تھا۔

لکن - ~~لکن یہاں بطور حرف استدراک کے کسی قول سابق کی تردید کیلئے نہیں بلکہ ایک دوسری بات شروع کرنے کے لئے آیا ہے۔ لکن لیس للاستدراک لانه لم یات نفی بل هو لترک قصة الی قصة مخالفة للاولی~~ (قرطبی)

۳۲ؔ اس آغاز اور اس انجام پر انسان غور کرے تو ایک کھلا ہوا نمونہ تو حیات انسانی کے آغاز و انجام کا مل جاتا ہے۔ زندگی کے کیسے کیسے دور گزرتے ہیں، لیکن سب کا انجام و حاصل فنا، آخر فنا! — یہ مراد بھی ہو سکتی ہے کہ ان میں ایک ایک تغیر کتنی حکمتوں کا نتیجہ ہوتا ہے، اور پھر آخری تغیر کتنی زبردست حکمت اور کاریگری پر دلیل ہے۔ السَّمَاۗءِ - سابق کے حاشیوں میں کئی بار یہ امر صاف کیا جا چکا ہے، کہ السماء کی وسعت مفہوم کا کوئی لفظ اردو میں موجود نہیں۔ بارش کے سلسلہ میں جہاں جہاں یہ لفظ قرآن میں آیا ہے، بے تکلف معنی بادل کے لئے جا سکتے ہیں — سماء عربی میں ہر اس چیز کو کہتے ہیں، جو انسان کے اوپر واقع ہو، یہاں تک کہ مکان کی چھت بھی۔ مَاۗءً .... الْاَرْضِ - یہ پانی وہی ہے جو کنوؤں اور چشموں کے ذریعہ سے انسان کے کام میں آتا ہے۔ حُطَامًا - یہ وہی چیز ہے جسے ہماری زبان میں بُھوسا کہتے ہیں۔

شِئۡتُمۡ مِّنۡ دُوۡنِهٖ ؕ قُلۡ اِنَّ الۡخٰسِرِيۡنَ الَّذِيۡنَ
تمہارا دل جس چیز کو چاہے عبادت کرو اللہ کو چھوڑ کر ٢٤ آپ کہدیجیے کہ پورے زیاں کار وہی لوگ

خَسِرُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ وَاَهۡلِيۡهِمۡ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ ؕ اَلَا ذٰلِكَ
ہیں جو اپنی جانوں سے اور اپنے متعلقین سے قیامت کے روز خسارہ میں پڑے یاد رکھو کہ

هُوَ الۡخُسۡرَانُ الۡمُبِيۡنُ ﴿١٥﴾ لَهُمۡ مِّنۡ فَوۡقِهِمۡ ظُلَلٌ
یہی صریح خسارہ ہے ٢٥ اُن کے لئے اُوپر سے بھی آگ کے محیط شعلے

مِّنَ النَّارِ وَمِنۡ تَحۡتِهِمۡ ظُلَلٌ ؕ ذٰلِكَ يُخَوِّفُ اللّٰهُ
ہونگے اور انکے نیچے سے بھی محیط شعلے ہونگے یہ وہی عذاب ہے جس سے اللہ

بِهٖ عِبَادَهٗ ؕ يٰعِبَادِ فَاتَّقُوۡنِ ﴿١٦﴾ وَالَّذِيۡنَ اجۡتَنَبُوا
اپنے بندوں کو ڈراتا ہے ٢٦ اے میرے بندو مجھ سے ڈرو ٢٧ اور جو لوگ اس سے بچے رہتے ہیں

الطَّاغُوۡتَ اَنۡ يَّعۡبُدُوۡهَا وَاَنَابُوۡۤا اِلَى اللّٰهِ لَهُمُ
کہ شیطان کی پرستش کریں اور اللہ کی طرف متوجہ رہتے ہیں ان کے لئے

الۡبُشۡرٰى ۚ فَبَشِّرۡ عِبَادِ ﴿١٧﴾ الَّذِيۡنَ يَسۡتَمِعُوۡنَ الۡقَوۡلَ
بشارت ہے ۔ سو آپ بشارت دیدیجیے میرے انہیں بندوں کو جو اس کلام کو کان لگا کر سنتے ہیں،

فَيَتَّبِعُوۡنَ اَحۡسَنَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيۡنَ هَدٰٮهُمُ اللّٰهُ
پھر اسکی اچھی اچھی باتوں پر چلتے ہیں ٢٨ یہی ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی

وَاُولٰٓئِكَ هُمۡ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ ﴿١٨﴾ اَفَمَنۡ حَقَّ عَلَيۡهِ
اور یہی ہیں جو ذی عقل ہیں ٢٩ بھلا جس پر عذاب کی بات

٢٤ (قیامت کے دن اس کا انجام آپ ہی دیکھ لو گے) ظاہر ہے کہ یہ پورا فقرہ تہدید کے لہجہ میں ہے، یہ مراد نہیں کہ مشرکوں کو اختیار دیا جا رہا ہے۔
مُخۡلِصًا لَّهٗ دِيۡنِيۡ۔ یعنی اسی کے حکم کے مطابق، بلا شائبۂ شرک۔ محققین نے کہا ہے کہ اس سے وجوب عبادت و اخلاص دونوں کا ثابت ہوتا ہے اخلاص بلا عبادت روح بے جسد ہے، اور عبادت بلا اخلاص جسدِ بے روح

٢٥ (کہ آخری فیصلہ کے دن خسارہ ہو۔ اور جان و متعلقین جو دنیا میں نفع و راحت و تمتع کا ذریعہ رہتے ہیں، وہ قیامت کے دن ذرا بھی یہ کام نہ دے سکیں گے)
اَلَا ...... الۡمُبِيۡنُ۔ یہاں خسران کی شدید تاکید ملحوظ رہی ہے، ایک تو فقرہ کی ابتدا ہی کلمۂ تنبیہ سے کی، پھر خسران کو معرفہ بنا کر الخسران کیا، اور پھر وصف مُبین کا اضافہ کیا۔ الۡخٰسِرِيۡنَ سے مراد ہر جہتی خسران کامل اٹھانے والوں سے سمجھی گئی ہے۔ ~~ای الکاملین فی الخسران الجامعین لوجوهه واسبابه (کشاف)~~

٢٦ (اور اس سے بچنے کی تدبیریں بتاتا ہے۔ تاکہ وہ عذاب سے بچے رہیں) ظُلَلٌ کے لفظی معنی سائبان کے ہیں۔ سائبان کا اوپر ہونا ظاہر ہے سائبان کا نیچے ہونا اس معنی میں ہے کہ وہ ان سے نیچے والوں کے حق میں سائبان ہوگا۔ مطلب یہ ہے کہ اہل جہنم ہر طرف سے آگ میں گھرے ہونگے۔ اوڑھنا بچھونا سب آگ کا ہوگا۔ ٢٧ یعنی دین حق پر عمل کرو تاکہ ہر عذاب سے محفوظ رہو۔ ٢٨ (اور اس کی سب باتیں اچھی ہی ہیں) يَسۡتَمِعُوۡنَ۔ استماع کے معنے سمجھنے کے طور پر سننے کے ہیں۔ الۡقَوۡلَ سے مراد کلام حق ہے۔
اَحۡسَنَهٗ۔ احسن سے یہاں مراد حسن ہے۔ لَهُمُ الۡبُشۡرٰى۔ ترکیب کلام سے معنی حصر کے پیدا ہو گئے ہیں۔ یعنی بشارت ایسوں ہی کے حق میں ہے سب کے لئے نہیں ہے۔ ~~لهم لا لغيرهم (کبیر)~~ الۡبُشۡرٰى۔ ال بھی اسی حصر کی تاکید مزید کے لئے ہے۔ ~~ان هذه الماهية بتمامها لهؤلاء وليس منها نصيب لغيرهم (کبیر)~~
الطَّاغُوۡتَ۔ طاغوت ہر وہ ہستی ہے جو طغیان میں حد سے تجاوز کر جائے مراد یہاں شیطان یا شیاطین سے لی گئی ہے۔ ~~فسره هنا بالشيطان ويجوز تفسيرها بالشياطين جميعا (روح)~~

٢٩ قرآن مجید نے بار بار اہل عقل و فہم انہیں کو قرار دیا ہے جو راہ ہدایت اختیار کرتے، اور اس پر قائم رہتے ہیں ـــــ واقعہ ہے بھی یہی کہ جن لوگوں کو اپنی نجات کی فکر تک نہ ہو، اور دل میں تحقیقِ حق کا اہتمام ہی نہ ہو، انہیں عقل کے مبادی سے بھی بہرہ ور کیسے تسلیم کیا جائے۔
اُولٰٓئِكَ ... اللّٰهُ۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو کوئی اپنی طرف سے حصولِ ہدایت کا اہتمام رکھتا ہے، اس پر راہ ہدایت ضرور کھل جاتی ہے۔

ث۱۸ کہیں ایسا شخص اور مشرک برابر ہو سکتے ہیں ؟) مراد ایسے شخص سے ہے جس کے عقائد بھی درست ہوں، اور اعمال بھی، باطن بھی آراستہ ہو اور ظاہر بھی، عقائد میں وہ توحید اور یوم جزا پر ایمان رکھتا ہو،
اور اعمال میں یہ کیفیت ہو کہ رات جو عموماً غفلت کا وقت ہوتا ہے، اس وقت بھی وہ سجود و قیام یعنی نماز و عبادت میں مشغول ہو۔ خلاصہ یہ کہ تمام آداب معبودیت کی ادائی کا اہتمام رکھتا ہو۔ بلا قصور بلا فتور
ظاہراً بھی باطناً بھی۔ یَحۡذَرُ . . رَبِّہٖ۔ مقام خوف پر نام صرف آخرت کا آنے، اور محل رجا میں رب کا ذکر آنے سے محققین عارفین نے یہی سمجھا ہے کہ حضرت حق میں رجا کا پہلو خوف
پر غالب رہنا چاہئے۔ ~~ھذا یدل علی ان جانب الرجاء اکمل والیق بحضرۃ اللہ تعالیٰ (کبیر)~~

اَمَّنۡ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيۡلِ سَاجِدًا وَّقَآئِمًا يَّحۡذَرُ الۡاٰخِرَةَ وَيَرۡجُوۡا رَحۡمَةَ

اوقات میں سجدہ و قیام کی حالت میں عبادت کر رہا ہو، آخرت سے ڈر رہا ہو اور اپنے پروردگار کی رحمت کی

رَبِّهٖ ؕ قُلۡ هَلۡ يَسۡتَوِى الَّذِيۡنَ يَعۡلَمُوۡنَ وَالَّذِيۡنَ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ؕ

اُمید کر رہا ہو ث۱۸ آپ کہیے کہ کیا علم والے اور بے علم کہیں برابر بھی ہوتے ہیں ؟

اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ ۝۹ قُلۡ يٰعِبَادِ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا

نصیحت تو بس وہی حاصل کرتے ہیں جو عقل والے ہیں ث۱۹ آپ کہدیجئے اے میرے ایمان والے بندو

اتَّقُوۡا رَبَّكُمۡ ؕ لِلَّذِيۡنَ اَحۡسَنُوۡا فِىۡ هٰذِهِ الدُّنۡيَا حَسَنَةٌ ؕ

اپنے پروردگار سے ڈرتے رہو، جو لوگ اس دنیا میں نیکی کرتے ہیں ان کے لئے نیک صلہ ہے

وَاَرۡضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ ؕ اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوۡنَ اَجۡرَهُمۡ

اور اللہ کی زمین فراخ ہے ث۲۰ ثابت قدم رہنے والوں کو بھی اجر

بِغَيۡرِ حِسَابٍ ۝۱۰ قُلۡ اِنِّىۡۤ اُمِرۡتُ اَنۡ اَعۡبُدَ اللّٰهَ مُخۡلِصًا

بے شمار ملیگا ث۲۱ آپ کہدیجئے کہ مجھے تو یہ حکم ملا ہے کہ میں اللہ کی عبادت خالص اسی کی

لَّهُ الدِّيۡنَ ۝۱۱ وَاُمِرۡتُ لِاَنۡ اَكُوۡنَ اَوَّلَ الۡمُسۡلِمِيۡنَ ۝۱۲ قُلۡ

عبادت کرتے ہوئے کروں، اور مجھے یہ بھی حکم ملا ہے کہ میں سب مسلمانوں میں اول ہوں ث۲۲ آپ کہدیجئے

اِنِّىۡۤ اَخَافُ اِنۡ عَصَيۡتُ رَبِّىۡ عَذَابَ يَوۡمٍ عَظِيۡمٍ ۝۱۳

کہ اگر میں اپنے پروردگار کی نافرمانی کروں تو (اپنے لئے) ایک عظیم الشان دن کے عذاب کا اندیشہ رکھتا ہوں ث۲۳

قُلِ اللّٰهَ اَعۡبُدُ مُخۡلِصًا لَّهٗ دِيۡنِىۡ ۝۱۴ فَاعۡبُدُوۡا مَا

آپ کہدیجئے میں اللہ کی عبادت اس طرح کرتا ہوں کہ اپنے دین کو اسکے لئے خالص رکھتا ہوں، سو

ع ۱ ۹ ۱۵

ث۱۹ (اور جو اپنی عقل و فہم کو کام ہی میں نہیں لانا چاہتے، وہ ساری حکمتوں اور دانائیوں کو سنی اَن سنی کر دیتے ہیں) اَلَّذِيۡنَ يَعۡلَمُوۡنَ۔ وَالَّذِيۡنَ لَا يَعۡلَمُوۡنَ۔ محاورۂ قرآنی میں علم سے مراد علم حقائق سے ہوتی ہے، اور بے علمی سے مراد اسی علم سے محرومی ہے۔ علم سے قرآن مجید نے کہیں بھی وہ چیزیں مراد نہیں لی ہیں جنہیں دنیا میں علوم و فنون کہا جاتا ہے۔ اَلَّذِيۡنَ يَعۡلَمُوۡنَ کا لفظ قانت اور ساجد اور قائم کے لئے آیا ہے، یعنی ان لوگوں کے لئے جو صاحب عمل ہوتے ہیں، اور اس کے مقابلہ میں جو لوگ بے عمل ہوتے ہیں انہیں الذین لا یعلمون سے تعبیر کیا گیا ہے اس سے ظاہر ہے کہ عمل کی کتنی فضیلت اسلام میں ہے۔ اور جو لوگ صرف علم پر بلا عمل قانع رہتے ہیں، انہیں قرآن بے علم یا جاہل ہی قرار دیتا ہے۔ ~~وھو تنبیہ علی ان من لم یعمل فھو غیر عالم (کشاف، کبیر) وفیہ ازدراء عظیم بالذین یقتنون العلوم ثم لا یقتنون ویفتنون فیھا ثم یفتنون بالدنیا فھم عند اللہ جھلۃ (کشاف، کبیر)~~

ث۲۰ اس لئے اگر کسی خاص سرزمین میں احکام دین پر عمل کا موقع نہیں ملتا تو ترک وطن کر کے کسی اور ملک میں چلے جاؤ۔) لِلَّذِيۡنَ . . . . . حَسَنَةٌ۔ یہ صلۂ نیک آخرت میں تو ملتا ہی ہے، باقی دنیا میں بھی نیک کاروں کو تسکین و راحت خاطر کی حد تک ضرور مل جاتا ہے۔ يٰ . . . رَبَّكُمۡ۔ یہ تقویٰ اختیار کرنے کا حکم کن کو مل رہا ہے ؟ انکو جو پہلے ہی سے مومن ہیں۔ اور یہ خود ایک قوی دلیل ہے (معتزلہ و خوارج کے خلاف) اس حقیقت پر کہ ایمان، عدم تقویٰ یا فسق یا معصیت کے ساتھ جمع رہ سکتا ہے۔ ~~ھذا من اول الدلائل علی ان الایمان یبقی مع المعصیۃ (کبیر) وذالک یدل علی ان الفسق لا یزیل الایمان (کبیر)~~

ث۲۱ انما کے کلمۂ حصر سے یہ نکتہ نکالا گیا ہے کہ بلا صبر کے کوئی اجر نہیں، اور ہر اجر کے مقابلہ میں کوئی نہ کوئی درجہ صبر کا تو بہرحال ہونا چاہئے ــــ اور ہر عمل عبادت میں نفس کی آزادی پر صبر و مجاہدہ کا بند کسی درجہ میں تو لگانا ہوتا ہی ہے۔ الصّٰبِرُوۡنَ۔ یعنی دین پر ثابت قدم رہنے والوں کو ــــ ابھی ذکر ہجرت کا تھا۔ لیکن کوئی مہاجر ایسا نہیں جسے شدید صعوبتوں کے اندر سے ہو کر نہ گزرنا پڑتا ہو۔ اس لئے معاً ذکر انکے اجر اور اجر بے حساب کا کر دیا گیا۔ ~~والمراد الذین صبروا علی مفارقۃ اوطانھم وعشائرھم وعلی تجرع الغصص واحتمال البلایا فی طاعۃ اللہ تعالیٰ (کبیر)~~

ث۲۲ دو حکموں کا ذکر ہے۔ پہلا حکم بلا شائبۂ شرک خالص توحیدی عبادتوں کا ہے۔ یہ حکم بحیثیت مسلم کے ملا۔ دوسرا حکم مسلمین میں سب سے اول ہونے کا بحیثیت نبی کے ملا۔ ث۲۳ یعنی یوم قیامت کے عذاب کا۔ پیغمبر تو معصوم ہوتے ہیں، جن سے ترک توحید کا احتمال ہی نہیں، تو جب لذیذۂ عذاب ان تک کے لئے ہے تو امت کے غیر معصوموں کا ظاہر ہے کہ کیا ذکر ہے۔
اِنِّىۡۤ اَخَافُ الفاظ سے یہ نکتہ بھی پیدا کیا گیا ہے کہ معصیت پر جو شے لازمی طور پر مرتب ہوتی ہے وہ اندیشۂ عذاب ہے نہ کہ نفس عذاب۔ ~~دلت الاٰیۃ علی ان المترتب علی المعصیۃ لیس حصول العقاب بل الخوف من العقاب (کبیر)~~

ثَلٰثٍ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَاَنّٰى
ہیں ۱۱ یہی ہے اللہ تمہارا پروردگار اسی کی حکومت ہے کوئی خدا بجز اسکے نہیں، سو تم کہاں

تُصْرَفُوْنَ ۞ ۶ اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ ۫ وَ
پھرے چلے جارہے ہو ۱۲ اگر تم کفر کروگے تو اللہ تمہارا حاجتمند نہیں ۱۳ اور

لَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ ۚ وَاِنْ تَشْكُرُوْا يَرْضَهُ لَكُمْ ؕ وَ
نہ وہ اپنے بندوں کے لئے کفر کو پسند کرتا ہے، اور اگر تم لوگ شکر کروگے تو وہ اسے تمہارے لئے پسند کرتا ہے ۱۴ اور

لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ؕ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ
کوئی کسی کا بوجھ نہیں اُٹھاتا ۱۵ پھر تمہیں اپنے پروردگار کے پاس لوٹ کر جانا ہوگا

فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۞ ۷
سو وہ تم کو تمہارے (سارے) اعمال بتلادیگا بیشک وہ دلوں تک کی باتوں کا جاننے والا ہے ۱۶

وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهٗ مُنِيْبًا اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَا
اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اپنے پروردگار کو اسی کی طرف رجوع ہوکر پکارنے لگتا ہے پھر

خَوَّلَهٗ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُوْٓا اِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ
جب اللہ اس کو اپنے پاس سے نعمت عطا کر دیتا ہے تو پیشتر جسکے لئے (اسکو) پکار رہا تھا بھول جاتا ہے

وَجَعَلَ لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ قُلْ تَمَتَّعْ
اور اللہ کے شریک بنانے لگتا ہے جس سے وہ اللہ کی راہ سے (دوسروں کو بھی) گمراہ کرتا ہے، آپ کہدیجئے کہ

بِكُفْرِكَ قَلِيْلًا ۖ ۗ اِنَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ۞ ۸ اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ
اپنے کفر کا مزہ کچھ دن اور اُٹھالے، تو دوزخیوں میں سے تو ہونیوالا ہی ہے ۱۷ بھلا جو شخص رات کے

۱۱ (اور یہ سب اس کے حکیم ہونے کے شواہد و دلائل ہیں) فِیْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ جنین خود ایک جھلی کے اندر رہتا ہے، جھلی رحم کے اندر ہوتی ہے، اور خود رحم شکم کے حصۂ زیریں میں چھپا ہوا ہے، یہ تین تین پردے اور تاریکیاں ہوئیں۔ ——— ضلع الہ آباد کے قریب کے رہنے والے ایک نامور و ممتاز ہندو ڈاکٹر جن کا انتقال ابھی چند سال ہوئے ہوا ہے، خاص شہر الہ آباد میں مطب کرتے تھے۔ ان کے متعلق ایک معتبر راوی نے بیان کیا کہ وہ در پردہ مسلمان ہو گئے تھے۔ اور قرآن کی صداقت کے قائل اسی آیت کی بنا پر ہو گئے تھے۔ کہتے تھے کہ ایک امی عرب کے لئے اس گہری طبی حقیقت سے، آج سے تیرہ چودہ سو برس پہلے واقف ہو جانا ناممکن تھا۔ فِیْ بُطُوْنِ۔ بطن کے معنی پیٹ کے ہیں، یعنی اس بڑے جوف یا ظرف کے، جس میں رحم، انثیین رحم، احشاء، امعا سب کچھ شامل ہیں۔ سیاق میں اس لفظ کی وسعت قابل غور ہے۔ تاریکیوں یا تغیرات جنین کا تعلق رحم سے ہو یا ملحقات رحم سے۔ جدید و قدیم طبی تحقیقات کے ماتحت جو کچھ بھی ہوتا ہے سب بطن ہی کے حدود کے اندر ہوتا ہے۔ خلقًا من بعد خلق۔ ایک کیفیت کے بعد دوسری کیفیت، ایک تغیر کے بعد دوسرا تغیر، جو شخص بھی جنین کے تغیرات سے واقف ہے، اس پر روشن ہے کہ نو مہینہ تک کتنے تغیرات ہر روز ہوا کرتے ہیں۔ ۱۲ (اے مشرکو!) یعنی معبودیت، مالکیت، حاکمیت سب اسی کی ہے۔ کسی اور میں اس کی صلاحیت ہی کہاں ہے۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ۔ یہ جتنے تغیرات خلقت انسانی سے متعلق بیان ہوئے ان میں قطعًا کوئی دوسرا اس کا شریک نہیں۔ ۱۳ اس میں بھی رد ہے ایک مشرکانہ عقیدہ کا، بہت سی جاہلی قوموں کا اعتقاد رہا ہے کہ ان کے ٹھاکر اور دیوتا خود اپنے پجاریوں کی پوجا اور بھینٹ کے محتاج ہیں، اور یہ اختیار ہی پجاریوں کے ہے کہ جسے چاہیں دیوتا بنالیں، اور جب جسے چاہیں اس منصب سے معزول کر دیں۔ ۱۴ مشیت الٰہی کا قانون تکوینی دوسرا ہے یہاں بیان مرضیات الٰہی کے قانون تشریعی کا ہو رہا ہے۔ بندوں ہی کے نفع و مصلحت کی خاطر حق تعالیٰ کو پسند صرف طریق ایمان ہے۔ طریق کفر سرتاسر ناپسند اور نامقبول ہے۔ وَاِنْ تَشْكُرُوْا، مراد طریق توحید و ایمان ہے۔ ۱۵ (قیامت میں) اور دنیا میں بھی کافر کا کفر کسی دوسرے تک متعدی نہیں ہوتا ہے۔ اسی کی ذات تک رہتا ہے۔ بیان لعدم سرایۃ کفر الکافر الی غیرہ (روح) آیت عقیدۂ کفارہ کی بھی تردید کر رہی ہے جس پر مسیحیت کا دار و مدار ہے۔ ۱۶ (اس کے لئے تمہارے ظاہر و باطن دونوں پر اطلاع کامل کیا دشوار ہے) ۱۷ اِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ۔ آیت میں انسان سے مراد ناشکرگزار، کافر و مشرک قسم کا انسان ہے۔ کہ جب اسے کوئی مصیبت پہنچتی ہے جب تو وہ اخلاص کے ساتھ توحید کا قائل ہو جاتا ہے اور اللہ کو پکارنے لگتا ہے۔ اور جب وہ تکلیف دور ہو جاتی ہے اور اس کی بجائے نعمتِ راحت و امن اسے مل جاتی ہے تو وہ اپنی اس تکلیف کو بھول بھال کر نہ صرف یہ کہ خود بدستور پھر گمراہی میں پڑ جاتا ہے، بلکہ دوسروں کو بھی گمراہ کرنے لگتا ہے۔ ایسے لوگوں کے لئے مہلت چند روزہ ہے اور انجام کار دوزخ ہے۔ الظاھر ان الانسان ھنا جنس الکافر (بحر)

إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي مَنْ هُوَ كَٰذِبٌ كَفَّارٌ ③ لَوْ أَرَادَ
بیشک اللہ اسے راہ پر نہیں لاتا جو جھوٹا ہو، ناشکرا ہو ۴ اگر
اللَّهُ أَن يَتَّخِذَ وَلَدًا لَّاصْطَفَىٰ مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ
اللہ کسی کو اولاد بنانے کا ارادہ کرتا تو اپنی مخلوق میں سے جس کو چاہتا انتخاب کر لیتا
سُبْحَانَهُ ۖ هُوَ اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ④ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ
وہ پاک ہے ۵ وہ اللہ واحد ہے زبردست ہے ۶ آسمان اور زمین اُس نے
وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ ۖ يُكَوِّرُ اللَّيْلَ عَلَى النَّهَارِ وَيُكَوِّرُ
حکمت سے پیدا کئے ہیں وہ رات کو لپیٹتا ہے دن پر اور دن کو
النَّهَارَ عَلَى اللَّيْلِ ۖ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ كُلٌّ يَجْرِي
لپیٹتا ہے رات پر اور اُس نے سورج اور چاند کو کام میں لگا رکھا ہے کہ ہر ایک
لِأَجَلٍ مُّسَمًّى ۗ أَلَا هُوَ الْعَزِيزُ الْغَفَّارُ ⑤ خَلَقَكُم
وقت مقررہ تک چلتا رہیگا ۷ یاد رکھو وہ غالب ہے بڑا بخشنے والا ہے ۸ اُسی نے تم لوگوں کو
مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَأَنزَلَ
ایک ذات سے پیدا کیا پھر اسی سے اُس کا جوڑا بنایا ۹ اور تمہارے لئے
لَكُم مِّنَ الْأَنْعَامِ ثَمَانِيَةَ أَزْوَاجٍ ۚ يَخْلُقُكُمْ فِي
اُس نے چارپایوں کے آٹھ (تعداد میں) جوڑے پیدا کئے ۱۰ وہ تمہیں تمہاری ماؤں کے
بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ خَلْقًا مِّن بَعْدِ خَلْقٍ فِي ظُلُمَاتٍ
پیٹ میں بناتا ہے ایک کیفیت کے بعد دوسری کیفیت پر تین تین تاریکیوں

۴ (اس لئے کہ وہ یافت حق کا قصد ہی نہیں کرتا) بَيْنَهُمْ۔ یعنی اہل توحید واہلِ شرک کے درمیان۔ ان ..... یختلفون۔ یہ فیصلہ یعنی عملی مشاہد فیصلہ اس صورت میں قیامت میں ہوگا کہ اہلِ ایمان جنت میں جگہ پائیں گے، اور اہل کفر دوزخ میں جھونک دیئے جائیں گے ـــــ رسول اللہ صلعم کو تسکین دی گئی ہے کہ آپ ان اہلِ باطل کی ہٹ دھرمی پر زیادہ غم وفکر نہ کریں انہیں قیامت کے دن پوری سزا مل کر رہے گی۔ كَٰذِبٌ كَفَّارٌ۔ یعنی زبان پر عقیدۂ باطل، اور دل سے عقیدۂ کفریہ کا قائل۔ صوفیہ نے کہا ہے کہ اس میں اس شخص کے لئے بھی تہدید نکل آئی، جو اپنے لئے ولایت کے کسی مرتبہ کا جھوٹا دعوٰی کرتا ہے اور لایھدی میں اسکے حرمان کی طرف اشارہ ہے۔ علماء محققین نے کہا ہے کہ توفیق الٰہی مومن راستباز کیلئے ہے، نہ کہ کافر حیلہ باز کے لئے۔

۵ (کہ اس کو کسی ارادہ کی ضرورت لاحق ہو) انسان کو اولاد کی ضرورت اور خواہش جن جن اغراض سے بھی ہوتی ہے، حق تعالٰی ان سب سے پاک و برتر ہے۔

۶ اسم الواحد میں اشارہ ہے توحید ذاتی کی طرف اور القہار میں توحید صفاتی کی جانب۔ اردو میں قہر اور قہار، غضب اور غضبناک کے مرادف سمجھے جاتے ہیں، عربی میں القہار غالب و زبردست کے معنی میں ہے۔ آیت کا مطلب یہ ہوا کہ وہ واقعۃً بھی ایک اور یکتا ہے، اور چونکہ کوئی اس جیسا غلبہ و قوت والا نہیں۔ اس لئے کسی میں صلاحیت بھی اس کے شریک بننے کی نہیں۔

۷ آسمان، زمین، رات، دن، سورج و چاند، سب اسکے مخلوق اور سرتاسر اس کے تابع و محکوم ہیں۔ معبود یا دیوی دیوتا بننے کی صلاحیت ان میں سے ذرہ بھر بھی کسی میں نہیں ـــــ مشرک قوموں نے ان سب کی پوجا کی ہے۔ بِالْحَقِّ۔ متکلمین نے کہا ہے کہ یہ کارگاہ عالم بطور حقائق امور کے ہے بطور وہم و شک کے نہیں، جیسا کہ فلاسفہ سفسطائیہ کا مسلک ہے۔

۸ اسم عزیز کے تقاضہ سے ہر وقت ہر سزا پر قادر۔ اور اسم غفار کے تقاضہ سے ہر پچھلے کفر و طغیان کو معاف کرنے والا۔ بہر صورت مشرکوں کے دیویوں دیوتاؤں کی طرح معذور، مجبور، پابند کسی حال میں نہیں۔

۹ یعنی حضرت حوا، زوج آدم کو پیدا کیا۔ مِنْهَا۔ یعنی اسی ذاتِ واحد سے۔ خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ۔ آیت میں خطاب عام نسلِ انسانی کو ہے۔ "دانایانِ فرنگ" جن کی ہر دانائی پر نادانی خندہ زن ہے، مدتوں اسی میں سرگرداں رہے کہ نسلِ انسانی کا مورث کوئی ایک ہی ہے، یا مختلف و متعدد ہیں۔ اور اب کہیں جا کر وحدتِ نوع کے قائل ہوئے ہیں۔ قرآن حکیم نے صدیوں پیشتر یہ فیصلہ ناطق سنا دیا تھا کہ گورے اور کالے، مشرقی اور مغربی زرد اور سرخ سب ایک ہی مورث کی اولاد ہیں۔ ملاحظہ ہو تفسیر انگریزی ـــــ نیز ملاحظہ ہو سورۃ النساء (پ ۴)

۱۰ یعنی بھیڑ اور بکری، اونٹ اور گائے کے نر و مادہ، کل آٹھ ہوئے۔

ف۸۸ یعنی مرنے کے ساتھ ہی حقیقت کھل جائے گی، لیکن اس وقت نفع کچھ بھی نہ ہوگا۔ مفسر تھانوی نے کہا ہے کہ اس سورت میں قرآن مجید کی مدح تین جگہ آئی اور تینوں جگہ اسکو ذکر سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ شروع میں ذی الذکر سے، درمیان میں لیستذکر سے اور آخر میں ذکر للعلمین سے۔ اِن ..... لِلْعٰلَمِیْنَ۔ یعنی یہ کلام تو تمہارے ہی نفع کیلئے ہے اور میں اسکی تبلیغ پر مامور ہوں۔

اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿۸۷﴾ وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ

یہ (قرآن) تو دنیا جہان والوں کے لئے ایک نصیحت ہے اور تھوڑے ہی دن بعد تم

بَعْدَ حِیْنٍ ﴿۸۸﴾ ع

اس کا حال معلوم کر کے رہو گے ف۸۸

ع ۸ ۲۴ ۱۴

سُوْرَةُ الزُّمَرِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ خَمْسٌ وَّسَبْعُوْنَ اٰيَةً وَّثَمَانِيْ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ زمر مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی پچھتر آیتیں اور آٹھ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ نہایت مہربان بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

تَنْزِیْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْحَكِیْمِ ﴿۱﴾ اِنَّاۤ اَنْزَلْنَاۤ

یہ نازل کی ہوئی کتاب ہے، اللہ غالب حکمت والے کی طرف سے ف۱ بیشک ہم نے

اِلَیْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّیْنَ ﴿۲﴾

آپ کی طرف (اس) کتاب کو ٹھیک ٹھیک نازل کیا ہے، سو آپ خالص اعتقاد کر کے اللہ ہی کی عبادت

اَلَا لِلّٰهِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ ؕ وَالَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ

کرتے رہئے ف۲ یاد رکھو عبادت خالص اللہ ہی کیلئے ہے، اور جن لوگوں نے اس کے سوا اور

دُوْنِهٖۤ اَوْلِیَآءَ ۘ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِیُقَرِّبُوْنَاۤ اِلَى اللّٰهِ

وقف لازم

شرکا تجویز کر رکھے ہیں (کہ) ہم تو ان کی پرستش بس اس لئے کرتے ہیں کہ یہ ہم کو خدا کا مقرب

زُلْفٰى ؕ اِنَّ اللّٰهَ یَحْكُمُ بَیْنَهُمْ فِیْ مَا هُمْ فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ ؕ﴿۳﴾

بنا دیں ف۳ بیشک اللہ ان کے درمیان فیصلہ کر دیگا جس بات میں یہ باہم اختلاف کر رہے ہیں

ف۱ (اور ان رسول کی گڑھی ہوئی نہیں) اَلْعَزِیْزِ الْحَكِیْمِ۔ اسم عزیز کا تقاضا تو یہ تھا کہ انکار و تکذیب کرنے والوں کو سزا فوراً مل جاتی۔ اسم حکیم کے تقاضہ نے مہلت طویل کو ممکن کر دیا۔ تَنْزِیْلُ الْكِتٰبِ ترکیب نحوی میں مبتدا ہے۔ اور من اللہ خبر۔ ف۲ (جیسا کہ اب تک بھی کرتے رہے ہیں) بِالْحَقِّ۔ یعنی حکمت و مقصد کے ساتھ۔ یوں ہی بلا مقصد نہیں۔ اور جائز ہے کہ ب کو سببیہ قرار دے کر معنی یہ کئے جائیں کہ ہم نے یہ کتاب آپ پر تائید حق کی غرض سے نازل کی ہے۔ اے انزلناہ بسبب الحق اے اثباتہ واظہارہ (روح) اَنْزَلْنَا۔ ابھی ابھی قرآن مجید کے لئے تنزیل آچکا ہے، جس کے مفہوم میں تدریج داخل ہے، اور اب صیغۂ انزال آگیا جس سے بظاہر دفعۃً نزول معلوم ہوتا ہے۔ امام رازیؒ نے از خود سوال پیدا کر کے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ جہاں انزال آیا ہے وہاں مراد یہ ہے کہ آپ پر کتاب نازل کرنے کا حکم ایک کلی صورت میں ہو گیا۔ اور جہاں تنزیل ہے وہاں مراد یہ ہے کہ واقعۃً و عملاً کتاب کا نزول تدریج کے ساتھ ہوا ہے۔ ف۳ (اور باقی ان کی عبادت کو کچھ مقصود بالذات تھوڑے ہی سمجھتے ہیں) مَا نَعْبُدُهُمْ ...... زُلْفٰى۔ اس مختصر سے فقرہ کے اندر شرک کا سارا فلسفہ آگیا ہے۔ حضرات انبیاء کی مسلسل تعلیم و تبلیغ توحید کا اثر دنیا پر یہ پڑا ہے کہ اب کوئی بڑے سے بڑا مشرک فرقہ بھی کھلم کھلا دو یا زائد خداؤں کا قائل نہیں رہا ہے۔ بلکہ ہر ایک اپنے کو مشرک کہلاتے شرمانے لگا ہے اور اپنے شرک کی طرح طرح تاویل کرنے پر مجبور ہو گیا ہے۔ تو اب مشرکین کہتے کیا ہیں کہ خدائے عظیم و برتر تو بس ہمارا بھی ایک ہی ہے، لیکن بات یہ ہے کہ کائنات کے ہر ہر شعبۂ حیات کا انتظام و تصرف تو الگ الگ دیوی دیوتا یا خدائے اصغر کے سپرد ہے۔ اور ہم تو ان دیوی دیوتاؤں کو محض ایک واسطہ یا وسیلہ اسی معبود اعظم تک رسائی کیلئے بناتے ہوئے ہیں۔ کچھ ہم اسکی توجہ کے منکر تھوڑے ہی ہیں۔ مسیحی و مشرکانہ عقائد کیلئے ملاحظہ ہو انگریزی تفسیر القرآن۔ اَلَا لِلّٰهِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ۔ یعنی اور کوئی اس کی معبودیت میں شریک نہیں الا للہ یفید الحصر و معنی الحصر ان یثبت الحکم فی المذکور و ینفی عن غیر المذکور (کبیر) وَالَّذِیْنَ ..... اَوْلِیَآءَ۔ آیت کا مضمون ہم مسلمانوں کے بہت ڈرنے کا ہے۔ پیروں، بزرگوں، اولیاء و صالحین کو زندگی کے مختلف شعبوں میں (رزق دلانے میں، شفا بخشنے میں، مقدمہ جتا دینے میں، وغیرہا) حاکم و متصرف سمجھ لینے کا عقیدہ ہمارے اندر بھی کس کثرت و شدت سے شائع ہو گیا ہے! مرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ خواص باری تعالیٰ میں غیر کے لئے اثبات مطلقاً مذموم ہے۔ اور اس میں ما بالذات اور ما بالغیر کا فرق معتبر نہیں۔" فقہاء نے لکھا ہے کہ غیر اللہ کی عبادت بہر صورت حرام ہے۔ خواہ بطور توسل اور بہ گمان رضاء الٰہی ہی ہو۔ فقہاء نے یہ بھی تصریح کی ہے کہ توسل غیر اللہ اگر صرف درجۂ تدبیر میں ہو تو بالکل جائز ہے، مثلاً مریض کا دوا پینا۔ یا اہل حاجت کا حکام و امراء سے رجوع کرنا۔ لیکن اگر کسی کو فاعل حقیقی، قادر، نافع و ضار سمجھ کر دعا کی یا کرائی، تو یہ صریح حرام ہے ــــــ صالحین و انبیاء کرام کی تعظیم صرف انہیں طریقوں سے جائز ہے، جن پر دلائل شرعی قائم ہیں۔ خواہ نصاً خواہ استنباطاً۔ فقہائے مالکیہ نے لِلّٰهِ الدین الخالص سے یہ استنباط کیا ہے کہ ہر عمل کے لئے نیت عمل واجب ہے۔ خصوصاً وضو کے لئے (قرطبی)

۶۶ (جسے سجدے کا حکم ملنا ہی نہ تھا) اَسْتَكْبَرْتَ ۔ استکبار سے مرادیہ ہے کہ واقع میں تو بڑا نہیں تھا لیکن اپنے کو بڑا سمجھ لیا۔ ۶۷ (اور آگ اسکے مقابلہ میں عالی لطیف ہے۔ تو سافل وکثیف کے روبرو عالی ولطیف کیسے جھکے؟) ابلیس احمق اتنا نہ سمجھا کہ اول تو مٹی پر آگ کی ہر جہتی افضلیت واشرفیت ہی مسلم نہیں، اور بالفرض ہو بھی تو کیا کسی مصلحت سے افضل کو غیر افضل، اشرف کو غیر اشرف کے آگے نہیں جھکایا جاسکتا؟ —— ایک مفسر نے اس حقیقت سے یہ نکتہ خوب پیدا کیا ہے کہ ابلیس جب اتنا کج فہم ہے تو انسان کو اس سے ڈرنا ہی کیا، بجز اسکے کہ انسان اپنی قوت رائی سے کام نہ لیکر خود ہی اپنے کو نور عقل سے محروم کردے! مناظرہ ابلیس حضرت حق پر اور ابلیسی منطق کی سفاہت پر حاشیے پہلے بھی گزر چکے ہیں۔ ۶۸ (اور جو اس وقت تک ملعون رہا، اس کے لئے اس کے بعد مغفوریت کا احتمال ہی نہیں) اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ۔ محاورۂ زبان میں دوام اور ہمیشگی کے اظہار کے لئے ہے۔ یہ مراد نہیں کہ قیامت کے بعد ملعونیت مغفوریت سے بدل جائیگی۔ ولا یظن ان لعنتہ غایتہا یوم الدین ثم تنقطع لان معناہا ان علیہ اللعنۃ فی الدنیا وحدہا فاذا کان یوم الدین اقترن بہا العذاب (مدارک) مِنْهَا ۔ ضمیر مؤنث غائب جنت کی طرف بھی ہوسکتی ہے اور سماوات کی طرف بھی۔ ای من الجنۃ او من السموات (مدارک)

اَسْتَكْبَرْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِيْنَ ﴿۷۵﴾ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ؕ
کیا تو غرور میں آگیا، یا یہ کہ تو واقعی بڑے درجہ والوں میں سے ہے؟ ۶۶ وہ بولا میں اس سے بہتر ہوں،
خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ﴿۷۶﴾ قَالَ فَاخْرُجْ
تو نے مجھے آگ سے بنایا اور اسے تو نے گیلی مٹی سے بنایا ۶۷ ارشاد ہوا تو پھر تو یہاں سے
مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ ﴿۷۷﴾ ۖ وَّاِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِيْٓ اِلٰى يَوْمِ
نکل، کیونکہ بیشک تو مردود ہوگیا اور بیشک تجھ پر میری لعنت رہیگی قیامت کے دن
الدِّيْنِ ﴿۷۸﴾ قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۷۹﴾ قَالَ
تک ۶۸ وہ بولا کہ اے میرے پروردگار تو مجھے لوگوں کے جی اٹھنے کے دن تک مہلت دے ۶۹ ارشاد ہوا
فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ﴿۸۰﴾ ۙ اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ﴿۸۱﴾ قَالَ
جا تجھے مہلت دیدی جائیگی روز موعود تک ۷۰ بولا
فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۸۲﴾ ۙ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ
کہ مجھ کو بھی تیری ہی عزت کی قسم کہ میں سب کو بہکاؤنگا بجز ان میں سے ان بندوں کے
الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۸۳﴾ قَالَ فَالْحَقُّ ۫ وَالْحَقَّ اَقُوْلُ ﴿۸۴﴾ ۚ لَاَمْلَئَنَّ
جو منتخب کرلئے گئے ہیں ۷۱ ارشاد ہوا کہ سچ یہ ہے اور سچ تو میں (ہمیشہ) کہتا ہی ہوں کہ میں بھی
جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۸۵﴾ قُلْ
تجھ سے اور ان میں سے جو تیرا ساتھ دیں ان سب سے دوزخ کو بھر دونگا ۷۲ آپ کہدیجیے
مَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ ﴿۸۶﴾
کہ میں تم سے اس (قرآن) پر کوئی بھی معاوضہ نہیں چاہتا ہوں اور نہ میں بناوٹ کرنیوالوں میں ہوں ۷۳

۶۹ (موت سے) اتنی طویل مہلت زندگی ابلیس نے یہ خیال کرکے مانگی کہ اس وقت تک خوب آدم و اولاد آدم سے اپنے مردود ہونے کا انتقام لیتا رہوں۔ ۷۰ (کہ تو بھی اپنے دل کے حوصلے نکال دیکھ) ۷۱ ابلیس اپنے سارے دم خم، اور اتنے بلند بانگ دعووں کے باوجود حق تعالیٰ کے ان بندوں کے سامنے شروع ہی سے ہار مانے ہوئے ہے جو اپنے کو اسکے اثرات سے بچانے کی فکر و اہتمام میں لگے رہتے ہیں اور ان کے حق میں اسے اغوا تک کی ہمت نہیں ہوتی۔ اِلَّا ...... الْمُخْلَصِيْنَ ۔ امام رازیؒ نے یہاں یہ نکتہ کہا ہے کہ ابلیس نے یہ استثناء کرکے اپنی سچائی کو قائم رکھا یعنی اندھا دھند یہ دعویٰ نہیں کر بیٹھا کہ میں سارے ہی انسانوں کو بہکالوں گا، بلکہ اللہ کے نیک و پارسا بندوں کو اس سے مستثنیٰ کردیا۔ تو جھوٹ ایسی گندی چیز ہے جس سے ابلیس تک کو حیا آئی، تو اس مسلمان کی حالت پر حیف ہے جو مومن ہوکر جھوٹ سے پرہیز نہ کرے! وعند ھذا یقال ان الکذب شیء یستنکف منہ ابلیس فکیف یلیق بالمسلم الاقدام علیہ (کبیر) لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۔ امام رازیؒ نے کہا ہے کہ شیطان اس فقرہ میں اغوار کو اپنی ذات کی جانب منسوب کررہا ہے۔ گویا مذہب قدریہ اختیار کئے ہوئے ہے۔ لیکن دوسرے موقع پر رب بما اغویتنی کہہ کر اغوار کو حق تعالیٰ کا فعل قرار دے چکا ہے، گویا مسلک جبریہ کا اظہار کرچکا ہے، اور دونوں مقولوں کے جمع کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس باب میں وہ حیران و متردد ہی ہے۔ وھذا یدل انہ متحیر فی ھذہ المسئلۃ (کبیر) لَاُغْوِيَنَّهُمْ ۔ لفظ اغواء پر خوب غور کرلیا جائے، اغوار کی حقیقت صرف وسوسہ اندازی کی ہے۔ ابلیس کے بس میں اس سے زیادہ کچھ بھی نہیں کہ وہ معصیتوں اور نافرمانیوں کو خوشنما اور خوش رنگ بنا کر پیش کردے۔ وہ زیادہ سے زیادہ بس یہی کرسکتا ہے، اور اس سے آگے اپنے فخریہ اور تعلی آمیز دعووں کے وقت بھی نہیں بڑھتا۔

۷۲ یعنی تو اگر اپنے دعوے میں کامیاب ہو بھی گیا، تو اس میں حق تعالیٰ کا کیا ضرر۔ تو خود اور تیرے چیلے چانٹے، جو بھی تیرا دم بھریں گے خود ہی سزا بھگتیں گے۔ مِنْكَ ۔ مراد جنس شیطانی سے ہے۔ ای من جنسک وھم الشیاطین (کبیر) اس سے ملتا ہوا مضمون سورۃ الاعراف (پ ۸) میں اور سورۂ ہود (پ ۱۲) میں آچکا ہے۔ وہاں کے حاشیے بھی ملاحظہ کرلئے جائیں۔

۷۳ (کہ اپنی عادت تصنع کے مطابق جھوٹا دعوئے نبوت کر رہا ہوں) جھوٹے دعوئے نبوت کے محرک دو ہی ممکن تھے۔ یا جاہ و مال کے قسم سے کسی معاوضہ کا خیال تو اس کی نفی ما اسئلکم علیہ من اجر میں آگئی۔ اور یا محض عادت یا اقتضاء طبعی۔ سو اس کی نفی وما انا من المتکلفین سے ہو رہی ہے۔

۵۹ (نعوذ باللہ مجھ میں کوئی شائبۂ الوہیت تھوڑے ہی ہے، اور میں کیا کوئی دعویٰ کسی معنی میں بھی اپنی خدائی کا کرتا ہوں۔ معبود تو وہی ایک سب پر غالب ہے۔ اور میں اسکی طرف سے محض تنبیہ کرنے والا) مِنْ اِلٰہٍ۔ من زائدہ، استغراق نفی کے لئے ہے۔ الْوَاحِدُ۔ وہ جس طرح اپنی صفات میں یکتا ہے۔ عددی حیثیت سے بھی یکتا ہے۔ نہ کوئی اس کا ثانی۔ نہ کوئی اس کا اقنوم یا مظہر
الْقَہَّارُ۔ وہی سب پر حاکم و غالب، اس پر کوئی بھی حاکم و متصرف نہیں۔ ای ھو وحدہ قد قھر کل شیء وغلبہ (ابن کثیر) القھر الغلبۃ والتذلیل معًا۔ والقہر مسلط علیہ مستغیب (؟)
اسم "قہار" کو بعض لوگوں نے اردو کے "قہار"، پر بڑے غصہ ور کے معنی میں لیا ہے جو سرتاسر مہمل ہے۔ ۶۰ وہ اپنے ہر ارادہ پر قادر ہے، نیز ہر ایک کی مغفرت پر کوئی قید کوئی شرط، نہ
اسکی قوت و قدرت پر عائد ہوتی ہے نہ اسکی صفت غفاری پر۔ یہ رد ہے ان گمراہ قوموں کا جنھوں نے خدا کی قدرت و قوت کو محدود سمجھا ہے۔ اور یہ عقیدہ پھیلایا ہے کہ وہ "کرم" (مکافات) کے قاعدہ کے

وَمَا مِنْ اِلٰہٍ اِلَّا اللّٰہُ الْوَاحِدُ الْقَہَّارُ (۶۵) رَبُّ السَّمٰوٰتِ
اور خدا تو کوئی بھی نہیں بجز اللہ واحد اور غالب کے ۵۹ (وہی) پروردگار ہے آسمانوں
وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَہُمَا الْعَزِیْزُ الْغَفَّارُ (۶۶) قُلْ ہُوَ نَبَؤٌا
اور زمین کا اور انکی درمیانی چیزوں کا، وہ بڑا زبردست ہے، بڑا بخشنے والا ہے ۶۰ آپ کہدیجیے یہ ایک عظیم الشان
عَظِیْمٌ (۶۷) اَنْتُمْ عَنْہُ مُعْرِضُوْنَ (۶۸) مَا کَانَ لِیَ مِنْ
مضمون ہے جس سے تم (بالکل) بے پروا ہو رہے ہو ۶۱ مجھ کو عالم بالا کی کچھ بھی خبر
عِلْمٍ بِالْمَلَاِ الْاَعْلٰٓی اِذْ یَخْتَصِمُوْنَ (۶۹) اِنْ یُّوْحٰٓی اِلَیَّ
نہ تھی جبکہ وہ (یعنی فرشتے) گفتگو کر رہے تھے، میرے پاس وحی تو صرف اسلئے آتی
اِلَّآ اَنَّمَآ اَنَا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ (۷۰) اِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اِنِّیْ
ہے کہ میں بس ڈرانیوالا (بناکر بھیجا گیا) ہوں ۶۲ (وہ وقت یاد کرنے کے قابل ہے) جب آپکے پروردگار نے
خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ (۷۱) فَاِذَا سَوَّیْتُہٗ وَنَفَخْتُ فِیْہِ
فرشتوں سے فرمایا کہ میں انسان کو پیدا کرنیوالا ہوں گیلی مٹی سے، پھر جب میں اسے پورا بنا چکوں اور اس میں
مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَہٗ سٰجِدِیْنَ (۷۲) فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِکَۃُ کُلُّہُمْ
اپنی (طرف سے) جان ڈال دوں تو تم اسکے روبرو سجدہ میں گر پڑنا ۶۳ چنانچہ سارے کے سارے فرشتوں نے
اَجْمَعُوْنَ (۷۳) اِلَّآ اِبْلِیْسَ اِسْتَکْبَرَ وَکَانَ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ (۷۴)
سجدہ کیا مگر ہاں ابلیس نے (نہ کیا) وہ غرور میں آگیا اور کافروں میں سے ہو گیا ۶۴
قَالَ یٰٓاِبْلِیْسُ مَا مَنَعَکَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِیَدَیَّ
(اللہ نے) فرمایا اے ابلیس تجھے کس چیز نے اسکے روبرو سجدہ کرنے سے روکا جسے میں نے اپنے دست خاص سے بنایا ۶۵

آگے خود مجبور ہے، کسی کو اپنی طرف سے معاف کر ہی نہیں سکتا، اور یہ کہ بغیر عوض و کفارہ کے وہ مغفرت سے معذور ہے۔ ۶۱ (اور یہ بے پروائی تمہارے ہی آگے آئے گی) ہُوَ۔ یعنی یہی مضمون توحید و رسالت یمکن ان یکون المراد ان القول بان الالٰہ واحد نبأ عظیم ویمکن ان یقال المراد ان القول بالنبوۃ نبأ عظیم (کبیر) بعض نے ہو سے مراد قرآن بھی لیا ہے۔ ۶۲ (اور مجھے اب جو اسکی خبر ہوئی ہے وہ محض وحی کے ذریعہ سے) یَخْتَصِمُوْنَ۔ اللہ سے فرشتوں کی گفتگو میں سوال و جواب تو بہرحال واقع ہوا ہی تھا اس کی اختصام سے تعبیر اسی ظاہری مشابہت کی بنا پر ہے۔ لا شک ان جری ھناک سوال وجواب وذلک یشابہ المخاصمۃ والمناظرۃ والمشابھۃ علۃ لجواز المجاز فلھذا السبب حسن اطلاق لفظ المخاصمۃ علیہ (کبیر) ۶۳ خلق آدم، گفتگوئے ملائکہ وغیرہ پر تفصیلی حاشیے سورۃ البقرۃ (پ ۱) میں گزر چکے اور اسکے بعد بھی سورۃ الاعراف وغیرہ میں۔ سٰجِدِیْنَ۔ سجدہ کے معنی یہاں بطور تواضع محض کے بھی کئے گئے ہیں، اور سجدۂ تعظیمی کے بھی۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ سجدہ اللہ تعالیٰ ہی کے لئے تھا۔ قیل کان انحناء یدل علی التواضع وقیل کان سجدۃ للّٰہ اوکان سجدۃ التحیۃ (مدارک)
مِنْ رُّوْحِیْ میں اضافت یا تو تملیکی ہے، یعنی ہماری مملوک و مخلوق خاص یا اضافت تشریفی، یعنی وہ روح جو ہماری نسبت سے مکرم و مشرف ہے۔ یا تخصیصی، یعنی وہ زندگی یا جان جس میں ہمارے سوا کوئی دوسرا تعلق نہیں امام رازیؒ نے کہا ہے کہ من روحی میں اللہ نے روح کو اپنی جانب نسبت دے کر اس امر کو ظاہر کر دیا ہے کہ روح ایک جوہر شریف و معظم ہے۔ ولما اضاف الروح الی نفسہ دل علی انہ جوھر شریف علوی قدسی (کبیر)
امام رازیؒ نے یہ بھی لکھا ہے کہ آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ خلقت انسانی کی تکمیل دو امور پر موقوف ہے، پہلے تسویۂ جسد اور پھر نفخ روح پر۔
مِنْ طِیْنٍ "خلق آدم کا مادہ کہیں طین آیا ہے کہیں تراب کہیں صلصال من حماء مسنون اور ان میں کچھ تعارض نہیں۔ کہیں مادۂ قریبہ بتلا دیا کہیں مادۂ بعیدہ" (تھانویؒ) المادۃ البعیدۃ ھو التراب واقرب منہ الطین واقرب منہ الحمأ المسنون واقرب منہ الصلصال فثبت

انہ لامنافاۃ بین الکل (کبیر) توریت میں ہے:۔ "اور خداوند خدا نے زمین کی خاک سے آدم کو بنایا اور اسکے نتھنوں میں زندگی کا دم پھونکا۔ سو آدمی جیتی جان ہوا۔" (پیدائش ۲:۷) ۶۴ (اس صریح نافرمانی کے نتیجہ کے طور پر) عزازیل جس کا لقب بعد کو ابلیس پڑا فرشتہ نہ تھا جن تھا جیسا کہ سورۃ الکہف میں بصراحت مذکور ہے۔ تعظیم آدم کا حکم جب فرشتوں کو ہوا جو اشرف و اعلیٰ تھے تو جنات جو ان سے پست و فروتر تھے اس حکم کے مخاطب بدرجۂ اولیٰ ہوئے۔ اِبْلِیْسَ۔ ابلیس پر مفصل حاشیے سورۃ البقرۃ (پ ۱) اور سورۃ الکہف (پ ۱۶) میں گزر چکے۔ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِکَۃُ۔ حکم سجدہ سے ضروری نہیں کہ یہی متعارف و اصطلاحی سجدہ مراد ہو۔ ہو سکتا ہے کہ مطلق انحنا اور محض تعظیم مراد ہو۔ حاشیے پہلے گزر چکے۔ ۶۵ یعنی اس کی ایجاد کی طرف خاص عنایت ربانی متوجہ ہوئی۔ یہ تو اس کا شرف فی نفسہ ہوا۔ اور پھر اسکے روبرو سجدہ کرنے کا حکم بھی مل چکا (تھانویؒ) بِیَدَیَّ۔ ید کے معنی یہاں قدرت کے بھی کئے گئے ہیں اور نعمت کے بھی۔ امام رازیؒ نے کہا ہے کہ جب کوئی سلطان عظم کسی عمل کو اپنے دست خاص کی جانب منسوب کرتا ہے تو اس سے اس کی مراد عنایت خاص ہوتی ہے۔ تخلیق آدم براہ راست اور بلا واسطہ بھی مراد ہو سکتی ہے۔ قیل لما خلقت بغیر واسطۃ (قرطبی) یدی کے صیغۂ تثنیہ کی توجیہ میں بعض صوفیہ نے کہا ہے کہ مراد صفات جمال و جلال ہیں۔ اور یہ ام الصفات ہیں۔ صفت لطف و قہر بھی کی یک تعبیر قوائے ملکوتی و قوائے حیوانی سے بھی کی جا سکتی ہے۔

لَشَرَّ مَاٰبٍ ۙ﴿۵۵﴾ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۵۶﴾
بیشک بُرا ٹھکانا ہے یعنی دوزخ اس میں وہ داخل ہونگے سو وہ بہت ہی بُرا ٹھکانا ہے
هٰذَا ۙ فَلْيَذُوْقُوْهُ حَمِيْمٌ وَّغَسَّاقٌ ۙ﴿۵۷﴾ وَّاٰخَرُ مِنْ شَكْلِهٖٓ
یہ (موجود) ہے کھولتا ہوا پانی اور پیپ، سو یہ لوگ اس کو چکھیں اور اور بھی اس کی جنس سے
اَزْوَاجٌ ۭ﴿۵۸﴾ هٰذَا فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ مَّعَكُمْ ۚ لَا مَرْحَبًۢا بِهِمْ ۭ
طرح طرح کی چیزیں ہیں ۵۴ یہ اور ان کی جماعت جو تمہارے ساتھ گھس رہے ہیں، ان پر خدا کی مار
اِنَّهُمْ صَالُوا النَّارِ ﴿۵۹﴾ قَالُوْا بَلْ اَنْتُمْ ۣ لَا مَرْحَبًۢا بِكُمْ ۭ
یہ بھی دوزخ ہی میں گھس رہے ہیں ۵۵ وہ کہیں گے نہیں بلکہ تمہارے ہی اُوپر خدا کی مار ہو
اَنْتُمْ قَدَّمْتُمُوْهُ لَنَا ۚ فَبِئْسَ الْقَرَارُ ﴿۶۰﴾ قَالُوْا رَبَّنَا مَنْ
تمہیں تو یہ مصیبت ہمارے آگے لائے ۵۶ سو (جہنم) بہت ہی بُرا ٹھکانا ہے، یہ لوگ دعا کریں گے کہ
قَدَّمَ لَنَا هٰذَا فَزِدْهُ عَذَابًا ضِعْفًا فِي النَّارِ ﴿۶۱﴾ وَقَالُوْا
اے ہمارے پروردگار جو ہمارے آگے یہ (مصیبت) لایا سو اسے دوزخ میں دونا عذاب دیجیو اور کہیں گے
مَا لَنَا لَا نَرٰى رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِّنَ الْاَشْرَارِ ۭ﴿۶۲﴾
یہ کیا بات کہ ہم ان لوگوں کو (یہاں) نہیں دیکھتے جنہیں ہم بُرے لوگوں میں شمار کیا کرتے تھے
اَتَّخَذْنٰهُمْ سِخْرِيًّا اَمْ زَاغَتْ عَنْهُمُ الْاَبْصَارُ ﴿۶۳﴾ اِنَّ
کیا ہم ہی نے ان کی ہنسی کر رکھی تھی یا ان (کے دیکھنے) سے نگاہیں چکرا رہی ہیں ۵۷ یہ
ذٰلِكَ لَحَقٌّ تَخَاصُمُ اَهْلِ النَّارِ ﴿۶۴﴾ ع قُلْ اِنَّمَآ اَنَا مُنْذِرٌ ڰ
یعنی اہل دوزخ کا آپس میں لڑنا جھگڑنا بالکل سچی بات ہے ۵۸ آپ کہدیجئے کہ میں تو محض ڈرانیوالا ہوں

ع ۴ / ۲۴ / ۱۳

۵۴ یعنی ایسی ہی ناگوار و موجب آزار چیزیں۔ نقرہ کی ترکیب اصل قاعدۂ نحوی کے اعتبار سے یوں ہوگی۔ ھٰذا حمیم وغساق فلیذوقوہ۔ غَسَّاقٌ۔ اس کا ترجمہ پیپ قول اکثریت کے مطابق درج کر دیا گیا۔ لیکن اسکے ایک معنی ناقابل برداشت حد تک سرد کے بھی ہیں۔ غساق الزمھریر (ابو البقاء) اور چونکہ معًا قبل ذکر حمیم (انتہائی گرم) کا آچکا ہے، اس لئے یہاں چسپاں بھی انتہائی سرد، کے معنی زیادہ صحیح معلوم ہوتے ہیں۔ چنانچہ ابن جریر نے بھی اس معنی کا ذکر کیا ہے، اور بعض تابعین سے بھی اسکو نقل کیا ہے۔ ھو البارد الذی لا یستطاع من بردہ (ابن جریر) بارد لا یستطاع او برد لا یستطاع (ابن جریر۔ عن مجاہد) ابرد البرد (ابن جریر عن ضحاک) گویا یہ دونوں صفات پانی ہی کی بیان ہوئیں کہ یا تو وہ انتہائی گرم اور یا انتہائی سرد، غرض دونوں صورتوں میں ایک ناقابلِ برداشت عذاب۔ قیل الحمیم یحرق بحرہ والغساق یحرق ببردہ (کشاف) قال مجاھد ومقاتل ھو الثلج البارد الذی قد انتھی بردہ وقال غیرھما انہ یحرق ببردہ کما یحرق الحمیم بحرہ (قرطبی) اور عجب نہیں کہ گرمی اور سردی کی ان انتہائی صورتوں کے لانے سے اشارہ اہل جہنم کی دنیا میں عادات افراط و تفریط کی جانب ہو۔ اَزْوَاجٌ یہاں اجناس کے معنی میں ہے۔ ای اجناس (کشاف) ای اصناف والوان من العذاب (قرطبی) مِنْ شَكْلِهٖ۔ یعنی اس ناقابل برداشت مشروب یا اس عذاب شدید و ناقابل برداشت ہی کی طرح ای من مثل ھذا المذوق او العذاب فی الشدۃ والفظاعۃ (روح) شکلہ ضمیر حمیم وغساق کے مجموعہ کی جانب ہے، اور اس لئے بجائے تثنیہ کے واحد ہے۔ ۵۵ یہ کافروں کے سرغنہ اور سردار کہیں گے، جب وہ جہنم میں اپنے پیرووں کی کسی ٹکڑی کو آتے دیکھیں گے۔ ۵۶ (اور تمہیں نے تو ہمیں بہکایا) یہ مقلدین اور عوام اپنے سرداروں سے کہیں گے۔ ۵۷ دوزخیوں کو اپنے اصل عذاب کے علاوہ ایک عذابِ حسرت یہ بھی ہوگی کہ جب دوزخ میں کہیں اہلِ ایمان کا پتہ نشان نہ پائیں گے جنہیں دنیا میں مستحق صد تحقیر و استہزاء سمجھتے رہتے تھے، تو آپس میں کہیں گے کہ وہ لوگ تو کہیں دیکھ نہیں پڑتے جنہیں ہم دنیا میں اتنا برا سمجھا کرتے تھے کہیں ہماری ہی ہنسی تو سراسر بیجا نہ تھی۔ یا یہ بات ہے کہ وہ ہیں یہیں لیکن ہماری نظر ان پر نہیں جمتی! ۵۸ یہ سرتاسر حقائق ہیں۔ انہیں شاعری یا انشا پردازی سمجھ کر نظر انداز نہ کرو اور ہلکا نہ سمجھو۔ ذٰلك۔ یعنی یہی اہل جہنم کے درمیان منازعہ و مخاصمہ۔ ای الذی حکینا عنھم (مدارک)

تادیب بیوی کو مزا نے جسمانی دے سکتا ہے ۔ وفی ھذہ الآیۃ دلالۃ علی ان للزوج ان یضرب امراتہ تادیباً (جصاص) تضمنت ھذہ الآیۃ جواز ضرب الرجل امراتہ تادیباً (قرطبی) لیکن یہی محققین نے تصریح کر دی ہے کہ یہ سزا محض ہلکی اور تادیب بھر کی ہو اس سے زیادہ نہ ہو۔ والضرب غیر مبرح (قرطبی) حضرت ایوب کے اس قصہ پر حاشیے سورۃ الانبیاء (پ ۱۷) میں گزر چکے۔ ۴۵ توریت میں جو مناجات ایوب نقل ہوئی ہے اسکے آخری الفاظ یہ ہیں: "میں اپنے ہی سے بیزار ہوں اور خاک اور راکھ پر بیٹھ کر توبہ کرتا ہوں" ایوب ۴۲: ۶) نِعْمَ الْعَبْدُ ۔ توریت میں ہے اور خداوند نے ایوب کی طرف توجہ کی" (ایوب ۴۲: ۹) "جیسے میرے بندے ایوب نے میری بابت حق باتیں کہیں تم نے نہیں کہیں" (ایوب ۴۲: ۸) ۴۶ یعنی قوت عملی کے بھی مالک تھے اور قوت علمی کے بھی ——— انبیاء کرام عموماً اپنے تمام قوائے علمی و نظری، عملی جسمی کے لئے ممتاز ہوتے ہیں۔ عِبٰدَنَا ۔ اضافت تشریف و تکریم کی ہے۔ اور عبدیت خالصہ وخاصہ پر دلالت کرتی ہے۔ الْاَیْدِیْ وَالْاَبْصَارِ ۔ دونوں اپنے مطلق مفہوم میں ہیں۔ اور ہر قسم کی قدرت۔ اور ہر قسم کی بینائی کو شامل ہیں۔ جو شایان بشر اور سزاوار پیمبر ہو۔ بعض نے یہ معنی بھی کئے ہیں کہ صاحب قوت تھے نفس اور شیطان اور شیطانی قوتوں کے مقابلہ میں۔ اور صاحب بصیرت تھے نفس و عقل اور قلب اور روح کے معاملات میں۔ اور بعض نے اعمال ظاہری و باطنی کی جامعیت مراد لی ہے۔ العاملین بالاعمال الظاھرۃ والفکر الباطنۃ

۴۷ خاصان خدا اور مقبولین حق کی اصلی اور امتیازی خصوصیت انکی یہی یاد آخرت اور اس کا استحضار ہوتا ہے۔ الدَّارِ سے مراد دار الآخرت ہے کہ وہی دار حقیقی ہے۔ وتعریف الدار للعھد فیہ اشعار بانھا الدار فی الحقیقۃ وانما الدنیا مجاز (روح) فقہاء و متکلمین نے آیت سے مسائل ذیل کا بھی استنباط کیا ہے۔ ۱۔ اِنَّاۤ اَخْلَصْنٰهُمْ سے ظاہر ہو رہا ہے کہ فضائل نبوت وہبی ہیں، کسبی نہیں۔ اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ اس پر دلیل ہے کہ انبیاء معصوم ہوتے ہیں معصیت کی ہلکی سی آمیزش سے بھی خلوص کامل میں نقص آجاتا ہے۔ ۲۔ اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ سے یہ نکلتا ہے کہ انبیاء مخصوص و مامور ہدایت و حق نمائی ہی کے لئے ہوتے ہیں، دوسرے فنون کا ان سے استفادہ محض ایک ضمنی امر ہے۔ ۴۸ یعنی منتخب مقبولان حق کی صف میں بھی افضل و اعلیٰ۔ علماء نے یہیں سے یہ نکالا ہے کہ انبیاء بہترین خلق اللہ ہیں۔ اِبْرٰهِيْمَ ۔ اِسْحٰقَ ۔ يَعْقُوْبَ ۔ سب پر حاشیے گزر چکے۔ حضرت ابراہیم کے ساتھ ساتھ حضرت اسحق و یعقوب کا ذکر انتہائی مدح کے موقع پر ایک اسمٰعیلی نبی کی زبان سے ادا کرنا بجائے خود ایک دلیل آنحضرت کی صداقت کی ہے۔ ۴۹ (نہ کہ جیسا ان کے دشمنوں نے انہیں بدنام کرکے اسرائیلی نوشتوں میں لکھ دیا ہے) اِسْمٰعِيْلَ پر حاشیہ سورۃ البقرۃ (پ ۱) میں اور الْيَسَعَ پر سورۃ الانعام (پ ۷) میں اور ذَا الْكِفْلِ پر سورۃ الانبیاء (پ ۱۷) میں گزر چکا۔

الیسع میں ال تعریف کا ہے اصل اسم یسع پر داخل ہوا ہے۔

۵۰ جنتوں کے دروازے جنتیوں کے انتظار و اشتیاق میں پہلے ہی سے کھلے ہوئے ہونگے۔ انہیں کسی انتظار یا تقاضا کی نوبت نہ آئے گی۔

۵۱ یعنی حوریں۔ اور ہو سکتا ہے کہ اہل جنت کی بیویاں بھی مراد ہوں غرض یہ کہ اہل جنت کے لئے مادی عیش و راحت کے بھی کل سامان موجود ہونگے۔

عِبٰدَنَاۤ اِبْرٰهِيْمَ وَ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ اُولِي الْاَيْدِيْ

ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحٰق اور یعقوب کو جو ہاتھوں والے

وَ الْاَبْصَارِ ۝ اِنَّاۤ اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ ۝

اور آنکھوں والے تھے ہم نے ان کو ایک خاص بات کے ساتھ مخصوص کیا تھا وہ یاد آخرت ہے

وَ اِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ ۝ وَ اذْكُرْ

اور بیشک یہ لوگ ہمارے ہاں منتخب اور سب سے اچھے لوگوں میں ہیں اور

اِسْمٰعِيْلَ وَ الْيَسَعَ وَ ذَا الْكِفْلِ ۚ وَ كُلٌّ مِّنَ الْاَخْيَارِ ۝

اسمٰعیل اور الیسع اور ذوالکفل کو بھی یاد کیجئے اور یہ سب اچھے لوگوں میں ہیں

هٰذَا ذِكْرٌ ۚ وَ اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ لَحُسْنَ مَاٰبٍ ۝ جَنّٰتِ

ایک نصیحت کا مضمون یہ ہوا۔ اور پرہیزگاروں کے لئے اچھا ٹھکانا ہے یعنی ہمیشہ رہنے کے

عَدْنٍ مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الْاَبْوَابُ ۝ مُتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا يَدْعُوْنَ

باغات جن کے دروازے ان کے لئے کھلے ہوں گے تکیہ لگائے ہوئے ہونگے ان باغوں

فِيْهَا بِفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ وَّ شَرَابٍ ۝ وَ عِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ

میں اور وہ وہاں بہت سے میوے اور پینے کی چیزیں منگوائیں گے اور ان کے پاس نیچی نگاہ والیاں

الطَّرْفِ اَتْرَابٌ ۝ هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِيَوْمِ الْحِسَابِ ۝

ہم سن ہوں گی یہ وہ نعمت ہے جس کا تم سے روز حساب کے آنے پر وعدہ کیا جاتا تھا

اِنَّ هٰذَا لَرِزْقُنَا مَا لَهٗ مِنْ نَّفَادٍ ۝ هٰذَا ۚ وَ اِنَّ لِلطّٰغِيْنَ

بیشک یہ ہماری عطا ہے اس کا کہیں خاتمہ ہی نہیں یہ بات ہو چکی اور سرکشوں کے لئے

الثلثین

اور اس پر عقل سلیم کو اعتراض کی ذرا بھی گنجائش نہیں۔ مادی لذتوں سے لطف اٹھانا بجائے خود ہرگز شریعت اور قانون فطرت کی نظر میں معیوب نہیں۔ مذموم تو ان کی صرف ناجائز صورتیں ہیں۔ فَاكِهَةٍ پر حاشیہ اوپر گزر چکا۔ کھانے پینے کی ہر لذیذ و مرغوب چیز مراد ہے۔ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ ۔ یعنی بجز اپنے مردوں کے اور کسی پر نظر نہ ڈالنے والیاں۔ دنیا میں یہ وصف خاص طور پر محمود سمجھا جاتا ہے، اس لئے اس کا ذکر جنت کی نعمتوں کے سلسلہ میں بھی کر دیا گیا۔ اَتْرَابٌ محض ہم عمری یا سن و سال میں مطابقت مقصود نہیں، بلکہ شوق و پسند میں ہم آہنگی، عادات و جذبات میں یکسانی، غرض ہر ایسی باہمی مناسبت مراد ہے جو ازدیاد لطف و موانست کا باعث ہو سکے۔ مرشد تھانوی نے فرمایا کہ عین موقع ترغیب میں یہ ذکر اس کی دلیل ہے کہ مباح عورتوں کی جانب رغبت نہ حب الٰہی کے منافی ہے نہ کسی اور کمال کے، جیسا کہ صوفیہ ناقص یا بعض اہل باطل نے سمجھ رکھا ہے۔ ۵۲ لَرِزْقُنَا میں رزق کی اضافت اپنی جانب کرنا اظہار تکریم و فضائل کیلئے ہے یعنی یہ خاص ہمارا عطیہ ہو جسے کسی طرح فنا و زوال نہیں۔ جتنا چاہو کھاؤ پیو، جس قدر چاہو صرف کرو، اڑاؤ۔ ان نعمتوں کے ذخیرے کم ہی نہ ہونے پائیں گے، تو انکے ختم ہونے کا ذکر ہی کیا ہے۔ جنت کی نعمتیں جس طرح مقدار میں بے نہایت اور تعداد میں بے شمار و بے حد ہوتی ہیں، اسی طرح ہر نعمت ابدی و دائمی اور غیر منقطع بھی ہوگی۔ ۵۳ یعنی یہ بشارتیں اہل سعادت سے متعلق بیان ہو چکیں، اب آگے ذکر اہل شقاوت کا آتا ہے۔ ھذا خبر والمبتدأ محذوف ۔ ای الامر ھذا او ھذا کما ذکر ۔ الخ

نے لایصلح لاحد غیری (روح لے دونی: مدارک) رَبِّ اغْفِرْ لِیْ ۔ یہیں سنت انبیاء ہے کہ رب العزت کے حضور میں کوئی حاجت عرض کرنے سے قبل استغفار بھی کر لیتے ہیں۔ ...
تقدیم مهم الدین علی امر الدنیا ان سلیمان طلب المغفرۃ اولاً ثم بعدہ طلب الملک (کبیر) ۳۷ (کسی جرم کی بنا پر) مطلب یہ ہوا کہ ہم نے یہ سامان کثیر نہیں دیئے کہ معاصر سلاطین کو ان سے
پست و مغلوب کر دیا۔ فَسَخَّرْنَا...... اَصَابَ ۔ آپ کی تسخیر ہوائی پر حاشیے اوپر گزر چکے۔ وَالشَّیٰطِیْنَ ۔ آپ کی تسخیر جنات خبیث کا ذکر سورۃ الانبیاء (پ۱۷) کے حاشیوں میں آچکا۔
بَنَّآءٍ...... الْاَصْفَادِ ۔ بعض جنات تعمیرات کے ماہرین میں تھے اور بعض غواصی کر کے موتی وغیرہ نکال لاتے تھے۔ اور انہیں میں سے جو مجرم ہوتے تھے، وہ بطور سزا زنجیروں میں جکڑ دیئے جاتے تھے۔
۳۸ یعنی تم اس سارے ساز و سامان، مال و جاہ کے محض خازن یا امین نہیں ہو۔ مالک ہو اور ہر طرح تصرف کے مجاز و مختار، تم سے حساب کتاب نہ دینے پر ہوگا اور نہ نہ دینے پر۔ ای لا حرج علیک
فی ذالک ملک ای معط او مانع فلما اعطیت فھو جائز لک اعط من شئت فھو صواب (ابن کثیر) آیت سے یہ ظاہر ہو گیا کہ شریعت اسلامی میں بادشاہ ہمیشہ اور لازمی طور پر خزانۂ ملک کا محض امین و متولی ہی نہیں ہوتا
مالک و مختار مطلق بھی ہو سکتا ہے۔ مرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ سالک کا بڑا سرمایہ جمعیت قلب ہے۔ اسی لئے محققین صوفیہ کو اس کا بڑا اہتمام رہتا ہے۔ ۳۹ اوپر ساز و سامان دنیوی کا بیان

الرِّيْحَ تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖ رُخَآءً حَيْثُ اَصَابَ ﴿۳۶﴾ وَالشَّيٰطِيْنَ
ان کے تابع کر دیا کہ وہ ان کے حکم سے جہاں وہ چاہتے نرمی سے چلتی اور سرکش جنوں کو بھی

كُلَّ بَنَّآءٍ وَّغَوَّاصٍ ﴿۳۷﴾ وَّاٰخَرِيْنَ مُقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ ﴿۳۸﴾
(ان کا تابع کر دیا) یعنی تعمیر کرنیوالوں کو اور غوطہ خوروں کو اور دوسروں کو بھی جو زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے

هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۹﴾ وَاِنَّ
یہ ہماری بخشش ہے سو خواہ کسی کو دو یا نہ دو تم پر کچھ حساب نہیں ۳۸ اور یقیناً

لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۴۰﴾ وَاذْكُرْ عَبْدَنَآ اَيُّوْبَ
ان کے لئے ہمارے ہاں (خاص) قرب اور نیک انجامی ہے ۳۹ اور آپ ہمارے بندے ایوب کو یاد کیجئے ۴۰

اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الشَّيْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ ﴿۴۱﴾
جبکہ انہوں نے اپنے پروردگار کو پکارا کہ شیطان نے مجھے رنج و آزار پہنچایا ہے ۴۱

اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ ۚ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ ﴿۴۲﴾ وَوَهَبْنَا
اپنا پاؤں زمین پر مارو یہ ٹھنڈا پانی ہے نہانے کا اور پینے کا ۴۲ اور ہم نے

لَهٗٓ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنَّا وَذِكْرٰى لِاُولِي
ان کو ان کا کنبہ عطا کیا اور ان کے ساتھ انہیں کے اتنے (اور بھی) اپنی رحمت خاصہ کے سبب سے

الْاَلْبَابِ ﴿۴۳﴾ وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ ۭ
اور اہل عقل کیلئے یادگار رہنے کے سبب سے ۴۳ اور اپنے ہاتھ میں ایک مٹھا سینکوں کا لو، اور اسی کو مارو اور اپنی قسم نہ توڑو

اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ۭ نِعْمَ الْعَبْدُ ۭ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ ﴿۴۴﴾ وَاذْكُرْ
ہم نے ان کو (بڑا) صابر پایا کیا اچھے بندے تھے، اور بڑے رجوع کرنیوالے تھے ۴۴ اور آپ یاد کیجئے

ع ۳ ۱۴ ۱۲

تھا، اب مقبولیت عند اللہ و اجر اخروی کا بیان ہے۔ حضرت سلیمان کی مقبولیت و برگزیدگی کی یہ تصریحات بار بار اس لئے اور بھی آئی ہیں کہ یہود و نصاریٰ نے اپنے نوشتوں میں آپ کو دل کھول کر بدنام کیا ہے، اور ہر طرح کی بدعقیدگی بدچلنی وغیرہ کے الزامات آپ پر تھوپ دیئے ہیں۔ ۴۰ ایوب علیہ السلام کا وطن علاقہ عوض میں تھا، جو فلسطین کا مشرقی حصہ حدودِ عرب سے متصل ہے۔ روایات یہود سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے ۲۱۰ سال کی عمر پائی، اور آپ کا زمانہ فرزندانِ یعقوب کے خروج (یعنی مصر سے بنی اسرائیل کی رہائی) تک کا عہد ہے۔ توریت میں آتا ہے: "عوض کی سرزمین میں ایوب نامی ایک شخص تھا اور وہ شخص کامل اور صادق تھا، اور خدا سے ڈرتا اور بدی سے دور رہتا تھا (ایوب ۱: ۱) پھر خداوند نے شیطان سے کہا کہ کیا تو نے میرے بندے ایوب کے حال پر غور کیا کہ زمین پر اس سا کوئی شخص نہیں ہے۔ وہ کامل اور صادق ہے، اور خدا سے ڈرتا اور بدی سے دور رہتا ہے (۱: ۸) آپ پر حاشیے سورۃ الانبیاء (پ۱۷) میں گزر چکے۔

۴۱ (یعنی مجھے آلام دماغی و جسمانی میں مبتلا کر دیا ہے) اِنِّیْ...... عَذَابٍ ۔ برائی کو بجائے حق تعالیٰ کے شیطان کی جانب منسوب کرنا یہ عین خاصان حق کے آداب میں داخل ہے۔ مرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ غیر معصیت میں شیطان کا تسلط کاملین پر بھی ممکن ہے انبیاء پر شیطان کا تسلط معصیت کے باب میں ممکن نہیں، باقی اور ہر باب میں ممکن ہے۔ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ ۔ نصب سے مراد عام دکھ اور تکلیف ہے۔ اور عذاب سے مراد بیماری ہے۔ ~~نصب ھو المشقۃ والتعب والعذاب الالم یرید مرضہ (کشاف)~~ ۴۲ دعا جو غایت تضرع و ابتہال کے ساتھ کی گئی تھی، قبول ہوئی حکم ملا کہ زمین پر ٹھوکر لگاؤ، چشمۂ شفا یہیں جاری ہو جائے گا۔ آپ اس پانی سے نہائے بھی اور اسے پیا بھی بالکل اچھے ہو گئے۔ روایتوں میں آتا ہے کہ یہ دو چشمے تھے۔ پہلا چشمہ امراض جلدی کے حق میں شافی تھا۔ دوسرا چشمہ چند قدم آگے بڑھ کر تھا۔ اس کا پانی امراض اندرونی کے حق میں آب حیات تھا۔ اُرْکُضْ بِرِجْلِکَ ۔ یہ جو ایک سخت مریض کو پیر زمین پر دے پٹخنے کا حکم مل رہا ہے، اس سے (جیسا کہ تفسیر قرطبی میں نقل ہوا ہے) بعض جاہل صوفیہ نے جواز رقص نکالا ہے! ــــ اس کے بعد کون کہہ سکتا ہے کہ دین و شریعت کے ساتھ تلاعب و تمسخر کوئی چودھویں صدی ہجری کی نئی ایجاد ہے۔ استغفر اللہ۔ ۴۳ یعنی تاکہ اہل عقل یاد رکھیں کہ حق تعالیٰ صابروں کو کیسی جزا دیتا ہے۔ وَوَھَبْنَا لَہٗٓ اَھْلَہٗ وَمِثْلَھُمْ مَّعَھُمْ ۔ توریت میں آتا ہے: "اور خداوند نے ایوب کو آگے کی نسبت سے دونی دولت عنایت کی اور اسکے بھائی اور سب بہن اور اسکے اگلے سب جان پہچان کے اسکے پاس آئے۔ اور اسکے گھر میں انہوں نے اسکے ساتھ کھانا کھایا۔ اور اس پر افسوس کیا۔ اور ان ساری بلاؤں کے لئے جو خداوند نے اس پر نازل کی تھیں تسلی دی، اور ان میں سے ہر ایک نے اسے ایک قسیط اور ہر ایک نے اسے سونے کا ایک کرن پھول بخشا۔ اور خداوند نے ایوب کے آخر عمر میں ابتدا کی نسبت سے بہت برکت عطا کی۔ اور وہ چودہ ہزار بھیڑوں اور چھ ہزار اونٹوں اور ایک ہزار جوڑے بیل اور ایک ہزار گدھیوں کا مالک ہوا" (ایوب ۴۲: ۱۰–۱۲) ۴۴ حضرت ایوب نے حالت مرض میں، جوش غیرت دین میں آکر قسم کھائی تھی کہ بعد صحت اپنی نافرمان اور کمزور عقیدہ والی بیوی کو سو تازیانے لگائیں گے۔ اب آپ خاص رعایت و کرم کے مورد قرار پائے، اور حق تعالیٰ نے بطور خاص آپ کے لئے یہ راہ کشائش کی پیدا کر دی لیکن یہ خصوصیت تنہا حضرت ایوب علیہ السلام کی تھی۔ اس سے عام مومنین کیلئے قسم کے پوری طرح پوری نہ کرنے کا جواز نہیں نکل آتا۔ ائمہ سلف اور فقہاء مفسرین سب نے اس کی تصریح کر دی ہے: "اس طرح سے قسم پورا ہو جانا مخصوص تھا ایوب علیہ السلام کے ساتھ، اب اگر کوئی ایسی قسم کھائے تو بدون معنی متبادر کے واقع کئے ہوئے قسم پوری نہ ہوگی۔ البتہ جہاں سزا دینا واجب نہ ہو۔ وہاں قسم توڑ دینا جائز، اور جہاں جائز نہ ہو وہاں واجب ہوگا۔ اور اس قصہ سے یہ نہ سمجھا جائے کہ احکام میں ہر جگہ حیلہ جائز ہے۔ اس میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جس حیلہ سے کسی حکمت شرعیہ و غرض شرعی کا ابطال مقصود ہو وہ حرام ہے، اور جس میں یہ امر نہ ہو بلکہ کسی امر مطلوب شرعی کی تحصیل مقصود ہو وہ جائز ہے (تھانویؒ) ~~عن ابن عباس لا یجوز ذلک لاحد بعد ایوب الا الانبیاء علیہم السلام (روح)~~ محققین نے یہ تصریح بھی کر دی ہے کہ احکام شرعی کے ابطال کے لئے جواز حیلہ کی کوئی سند اس آیت سے نہیں نکلتی۔ ~~وکثیر من الناس استدل بھا علی جواز الحیل وجعلھا اصلاً لصحتھا وعندی ان کل حیلۃ اوجبت ابطال حکمۃ شرعیۃ لا تقبل کحیلۃ سقوط الزکوۃ وحیلۃ سقوط الاستبراء (روح)~~ بہت سے لوگوں نے اسے احکام میں حیلہ پیدا کرنے کی اصل و مدار ٹھہرا لیا ہے۔ حالانکہ ہر ایسا حیلہ ناجائز ہے جس سے حکم شرعی کا ابطال ہو، مثلاً حیلۂ سقوط زکوٰۃ، حیلۂ سقوط استبراء وغیرہا۔ فَاضْرِبْ بِّہٖ ۔ فقہاء نے یہاں سے یہ استدلال کیا ہے کہ شوہر بغرض

۲۹ مطلب یہ ہوا کہ وقوع قیامت کی تو خود ایک بڑی حکمت وغایت یہی ہے کہ جزا وسزا کامل ہو، اور مفسدوں، بدکاروں، منکروں کو کیفر کردار تک پہنچایا جائے۔ اب جو نادان وقوع قیامت کے منکر ہیں، وہ اس حکمت کو بھی ناقابل اعتنا سمجھ رہے ہیں۔ کَالْمُفْسِدِیْنَ فِی الْاَرْضِ۔ یہ مفسدین فی الارض وہی لوگ ہیں، جو قانون شریعت سے بغاوت کے مرتکب ہوتے رہتے ہیں، اور جس کا ایک لازمی نتیجہ فساد فی الارض ہے۔ ۳۰ (اور اس تذکر یا نصیحت حاصل کرنے میں اعتقاد رسالت اور آور سب کچھ آگیا) لِیَدَّبَّرُوْٓا اٰیٰتِہٖ، یعنی اس کی آیتوں میں غور کرکے یہ دیکھیں کہ اس کا قانون کیسا جامع اور کامل ہے۔

۳۱ (اللہ کی طرف، اور اس کے بڑے سچے پرستار اور موحد تھے۔ نہ کہ معاذ اللہ مشرک جیسا کہ بائبل اور دوسرے اسرائیلی نوشتوں میں آپ کو ظاہر کیا گیا ہے) حضرت سلیمان (۹۹۰ ق، م تا ۹۳۰ ق، م) حضرت داؤد کے فرزند وجانشین، علاوہ پیمبر برحق ہونے کے شام وفلسطین کے عظیم الشان بادشاہ بھی تھے۔ آپ پر مفصل حاشیہ سورۃ البقرہ پ۱ آیت وما کفر سلیمٰن کے تحت میں گزر چکا ہے۔

نِعْمَ الْعَبْدُ۔ یہ وصف حضرت داؤد کا بھی ہوسکتا ہے، لیکن ترجیح اسی قول کو ہے کہ یہ وصف حضرت سلیمان کا ارشاد ہوا ہے۔ ~~المخصوص بالمدح فی نعم العبد محذوف نقیل ہو سلیمان وقیل داؤد والاول اولی (کبیر)~~ ۳۲ (اور ان کے ملاحظہ کرنے میں اتنی دیر لگ گئی کہ کچھ معمولات عبادت چھوٹ گئے) الصّٰفِنٰتُ الْجِیَادُ۔ یہ گھوڑے بھی غزا وجہاد کے عین دینی اغراض ہی کے لئے رکھے جاتے تھے۔ آپ کے بارہ ہزار سواروں اور آپ کے گھوڑوں کے لئے ۴۰ ہزار تھانوں کا ذکر توریت میں بھی آتا ہے۔ ”اور سلیمان کی گاڑیوں کے گھوڑوں کے لئے چالیس ہزار تھان تھے اور بارہ ہزار سوار تھے“ (۱۔ سلاطین۔ ۴: ۲۶) ۳۳ (پھر جب آپ کو خود ہی تنبہ ہوا تو آپ اپنے اوپر تفریع وملامت کے لئے یہ کلمات زبان پر لانے لگے) کاملین اہل اللہ یوں ہی اپنی خفیف غفلتوں کے تدارک میں اہتمام عظیم کیا کرتے ہیں۔ تَوَارَتْ۔ تقدیر کلام یوں ہے، توارت الشمس (کشاف۔ مدارک) ~~والاکثر فی التفسیر ان التی توارت بالحجاب ھی الشمس (قرطبی)~~ ۳۴ یعنی غیرت دینی کے جوش میں ان گھوڑوں ہی کو ذبح کر ڈالا کہ جو چیز کچھ دیر کے لئے بھی یاد الٰہی سے غفلت کا باعث ہوئی وہ اس قابل نہیں کہ باقی رکھی جائے۔ رُدُّوْھَا۔ ضمیر مؤنث گھوڑوں کی جانب ہے۔ ~~والھاء فی ردوھا للخیل (قرطبی)~~ بعض نے یہ معنی بھی لئے ہیں کہ آپ ان کی پنڈلیوں اور گردنوں پر شفقت سے ہاتھ پھیرنے لگے۔ جب جہاد محبوب ومقصود تھا تو جو چیزیں آلات واسباب کا کام دے رہی تھیں قدرۃً وہ بھی آپ کے التفات کی پوری مستحق تھیں۔ فطفق ...... الاعناق۔ مراد ان گھوڑوں کے ذبح کر ڈالنے سے ہے۔ ~~قال الاکثرون معناہ انہ مسح السیف بسوقھا واعناقھا ای قطعھا (کبیر)~~ بعض مشائخ اور صوفیہ نے جامہ دری وغیرہ کی سند اسی فعل سلیمانی کی نکالی ہے۔ ~~وقد استدل الشبلی وغیرہ من الصوفیۃ فی تقطیع ثیابھم وتخریقھا بفعل سلیمان ھذا (قرطبی)~~ ۳۵ ہمارے بعض مفسرین نے (اللہ ان کی اجتہادی غلطیوں کو معاف فرمائے) اس مقام پر بعض عجیب عجیب قصے یہود کی کتابوں سے نقل کر دیئے ہیں، جو کسی طرح بھی حضرت سلیمان جیسے پیمبر برحق کے شایان شان نہیں۔ لیکن محققین نے ان کے قبول کرنے سے قطعی انکار کر دیا ہے۔ چنانچہ امام المفسرین امام رازی رح لکھتے ہیں۔

~~اقول انا شدید التعجب من الناس کیف قبلوا ھذہ الوجوہ السخیفۃ مع ان العقل والنقل یردھا ولیس فی اثباتھا شبھۃ فضلا عن حجۃ (کبیر)~~ مجھے بڑی حیرت ان لوگوں پر ہے کہ انہوں نے ایسی رکیک حکایات کو قبول ہی کیسے کر لیا، جبکہ عقل ونقل دونوں انکی تردید کر رہے ہیں اور انکی تائید میں کوئی دلیل تو کیا ہوتی، احتمالات بھی نہیں۔

اور مفسر ابوحیان نے لکھا ہے۔

~~نقل المفسرون فی ھذہ الفتنۃ والقاء الجسد اقوالا یجب براءۃ الانبیاء منھا یوقف علیھا فی کتبھم وھی مما لا یحل نقلھا وھی اما من اوضاع الیھود او الزنادقۃ (بحر)~~ مفسرین نے اس فتنہ اور القاء جسد کے سلسلہ میں ایسی باتیں نقل کر دی ہیں جن سے حضرات انبیاء کی تبری کرنا واجب ہے ان اقوال کو ان کی کتابوں میں دیکھا جا سکتا ہے یہاں نقل کرنا بھی

اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِیْنَ كَالْفُجَّارِ ﴿۲۸﴾ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَیْكَ مُبٰرَكٌ

یا ہم پرہیزگاروں کو بدکاروں کے برابر کر دینگے ۲۹ یہ (قرآن) ایک بابرکت کتاب ہے جسکو ہم نے آپ پر نازل

لِّیَدَّبَّرُوْٓا اٰیٰتِهٖ وَلِیَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۲۹﴾ وَوَهَبْنَا

کیا ہے، تاکہ لوگ اس کی آیتوں میں غور کریں اور تاکہ اہل فہم نصیحت حاصل کریں ۳۰ اور ہم نے

لِدَاوٗدَ سُلَیْمٰنَ ؕ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ ﴿۳۰﴾ؕ اِذْ عُرِضَ

داؤد کو سلیمٰن عطا کیا، وہ بہت اچھے بندے تھے، وہ بہت رجوع ہونیوالے تھے ۳۱ (وہ قصہ بھی قابل ذکر ہے)

عَلَیْهِ بِالْعَشِیِّ الصّٰفِنٰتُ الْجِیَادُ ﴿۳۱﴾ۙ فَقَالَ اِنِّیْٓ اَحْبَبْتُ

جب شام کے وقت انکے روبرو اصیل عمدہ گھوڑے پیش کئے گئے ۳۲ تو کہنے لگے میں اس مال کی محبت میں

حُبَّ الْخَیْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّیْ ۚ حَتّٰى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ﴿۳۲﴾ وقفۃ

اپنے پروردگار کی یاد سے غافل ہو گیا یہاں تک کہ (آفتاب) پردہ میں چھپ گیا ۳۳

رُدُّوْهَا عَلَیَّ ؕ فَطَفِقَ مَسْحًۢا بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ ﴿۳۳﴾

ان گھوڑوں کو پھر میرے سامنے لاؤ، پھر انہوں نے ان کی پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ صاف کرنا شروع کیا ۳۴

وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَیْمٰنَ وَاَلْقَیْنَا عَلٰى كُرْسِیِّهٖ جَسَدًا

اور ہم نے سلیمان کو امتحان میں ڈالا اور ہم نے ان کے تخت پر ایک ادھورا جسم لا ڈالا

ثُمَّ اَنَابَ ﴿۳۴﴾ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَهَبْ لِیْ مُلْكًا لَّا یَنْۢبَغِیْ

پھر انہوں نے اللہ کی طرف رجوع کیا ۳۵ دعا مانگی اے میرے پروردگار میرا قصور معاف کر اور مجھے ایسی سلطنت

لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِیْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ﴿۳۵﴾ فَسَخَّرْنَا لَهُ

دے کہ میرے سوا کسی کو میسر نہ ہو، بیشک تو بڑا ہی دینے والا ہے ۳۶ پھر ہم نے ہوا کو

اور اس کی تائید صاحب روح المعانی نے بھی کی ہے۔ ــــــ روایتوں میں آتا ہے کہ حضرت سلیمان کے محل میں ۷۰ کی تعداد میں حرم تھے۔ اولاد کی خواہش خصوصاً غزا وجہاد کے اغراض سے دل میں پیدا ہونی قدرتی تھی۔ ایک روز آپ کے دل میں آیا کہ ایک شب میں اگر کل حرم حمل سے رہ جائیں، تو سو کڑیل جوان غزا وجہاد کے لئے ہاتھ آسکتے ہیں ــــــ یہ روایت جس صورت میں کہ بیان ہو رہی ہے عقلاً ذرا مستبعد ہے لیکن اس پر کلی یا جزئی عمل ناممکن نہیں۔ بہرحال حسب روایت آپ نے ارادہ پر عمل بھی فرمایا لیکن نتیجہ حسب مراد نہ نکلا۔ صرف ایک خاتون کے حمل رہا اور ان سے بھی اولاد ناقص الخلقت پیدا ہوئی جس کا جسم لا کر کرسی پر ڈال دیا گیا۔ ثُمَّ اَنَابَ۔ آپ کو اپنی اس غفلت پر کہ حق تعالیٰ پر بھروسہ کے بجائے اپنی تدبیر پر اعتماد کیا، معاً تنبہ ہوا، اور آپ نے فوراً توبہ واستغفار کیا۔ یہ لغزش کوئی معصیت کے درجہ کی چیز ہرگز نہ تھی، جیسا کہ ظاہر ہے لیکن آپ کے مرتبۂ نبوت سے اتنی غفلت بھی فروتر تھی۔ بعض قصے اس سلسلہ میں سرتا سر مہمل، ہماری کتابوں میں بھی نقل ہو گئے ہیں۔ محققین انکے یکسر منکر ہیں۔ امام رازیؒ نے فرمایا ہے۔ ~~واعلم ان اھل التحقیق استبعدوا ھذا الکلام من وجوہ~~ محققین نے اس کلام کو دلائل کے ساتھ رد کر دیا ہے۔ اور ابن کثیر نے لکھا ہے:۔ ~~وکلھا متلقاۃ من قصص اھل الکتاب~~۔ یہ زدت ساری کی ساری اہل کتاب کے ہاں سے آئی ہے۔ ~~وفیھم طائفۃ لا یعتقدون نبوۃ سلیمان علیہ السلام والظاھر انھم یکذبون علیہ~~۔ اور یہ اہل کتاب وہی ہیں۔ جن کا ایک گروہ حضرت سلیمان کی نبوت ہی کا منکر ہے اور کھلی بات ہے کہ ان لوگوں نے آپ کے خلاف یہ گڑھ لیا ہے۔ ۳۶ حضرت کو احساس اس کا ہوا کہ یہ جو یاد الٰہی میں غفلت کسی درجہ میں بھی واقع ہوئی، اس کا منشا سامان جہاد وغیرہ میں انہماک تھا۔ اور خود کثرت اولاد کی تمنا جو آپ کے دل میں پیدا ہوئی تھی، اس کا منشا بھی یہی خیال جہاد تھا لیکن اگر کسی معاصر کے پاس زیادہ قوت واقتدار رہی نہ ہو تو اس سے مقابلہ ومقاتلہ کیلئے بھی زیادہ ساز وسامان کی ضرورت ہی باقی نہ رہے اور یہ ساز وسامان خود میری نبوت پر ایک مستقل دلیل بن جائے۔ ~~لیصیر اقتداری علیھا معجزۃ تدل علی صحۃ نبوتی ورسالتی (کبیر)~~ مِنْۢ بَعْدِیْ۔ بعد میرے، خزانہ ہی کیلئے نہیں آتا ہے۔ علاوہ اور سوا کے معنی میں بھی آتا ہے۔ خود قرآن مجید ہی میں ہے۔ فمن یھدیہ من بعد اللہ۔ یہاں بعد صاف غیر کے معنی میں ہے۔ یہاں بھی من بعدی، من غیری کے مرادف ہے۔

مَا هُمْ ؕ وَظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَخَرَّ

نہایت ہی کم ہیں ۲۴ اور داؤد کو خیال آیا کہ ہم نے ان کا امتحان کیا ہے، سو انہوں نے اپنے پروردگار کے

رَاكِعًا وَّاَنَابَ ۩ ﴿۲۴﴾ فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِكَ ؕ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى

سامنے توبہ کی اور وہ جھک پڑے اور رجوع ہوئے ۲۵ سو ہم نے انہیں معاف کردیا اور ہمارے ہاں انکے لئے

وَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۲۵﴾ يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِى الْاَرْضِ

(خاص) قرب اور نیک انجامی ہی ہے ۲۶ اے داؤد ہم نے آپ کو زمین پر خلیفہ بنایا ہے

فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ

سو لوگوں کے درمیان انصاف سے فیصلہ کرتے رہئے اور (آیندہ بھی) نفسانی خواہش کی پیروی نہ کیجئے

عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

کہ وہ اللہ کے راستہ سے آپ کو بھٹکا دیگی، بیشک جو لوگ اللہ کے راستہ سے بھٹک جاتے ہیں

لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ ﴿۲۶﴾ ع وَمَا خَلَقْنَا

ان کے لئے سخت عذاب ہے اس پر کہ وہ روز حساب کو بھولے رہے ۲۷ اور ہم نے

السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ؕ ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيْنَ

آسمان اور زمین اور جو اُن کے درمیان ہے بے حکمت نہیں پیدا کیا ہے، یہ تو اُن لوگوں کا خیال ہے

كَفَرُوْا ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنَ النَّارِ ﴿۲۷﴾ ؕ اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ

جو کافر ہیں، سو کافروں کے لئے بڑی خرابی ہے یعنی دوزخ ۲۸ کیا ہم ان لوگوں کو جو

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ فِى الْاَرْضِ ۖ اَمْ

ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے اُن کی برابر کردینگے جو دنیا میں فساد کرتے پھرتے ہیں،

السجدۃ ۱۰

ع ۲ ۱۲ ۱۱

۲۴ حضرات انبیاء کوئی ضمنی اور اتفاقی موقع بھی تبلیغ کا ہاتھ سے نہیں جانے دیتے ـــــ یوسف علیہ السلام نے جیل خانہ میں ایک قیدی کے تعبیرِ خواب پوچھ لینے پر ان لوگوں کے سامنے ایک مستقل وعظ ردِ شرک و اقرارِ توحید میں فرما ڈالا تھا۔ ان ...... بعض۔ یہ سارا فقرہ مسلکِ شرک پر ایک تعریض ہے۔ وَقَلِيْلٌ مَّا هُمْ۔ ما زائدہ ان کی قلت پر اظہارِ تعجب کے لئے ہے سوما مزیدۃ للابھام والتعجب من قلتھم (بیضاوی) ۲۵ (اپنے پروردگار کی طرف خاص طور سے) وَظَنَّ دَاوٗدُ۔ آپ کی اپنے نفس سے یہ بدظنی غایتِ خشیت و تقویٰ کی بنا پر تھی ـــــ ظن کا لفظ خاص طور پر نظر میں رہے۔ قرآن مجید خود کسی واقعہ کا اثبات نہیں کرتا صرف آپ کے اس خیال کو بیان کررہا ہے۔ اِنَّمَا فَتَنّٰهُ۔ یعنی یہ مقدمہ بھیج کر خود انکے صبر و تحمل کا امتحان لیا ہو ـــــ ان مقدمہ والوں کے یوں بے محابا چلے آنے، پھر اپنی گفتگو میں آپ کا مرتبۂ سلطانی ملحوظ نہ رکھنے سے متعدد پہلو آپ کے لئے ناگواری اور اشتعالِ طبع کے نکلتے تھے۔ امتحان اس کا مقصود تھا کہ آیا آپ ان گستاخیوں پر دار و گیر کرتے ہیں، یا غلبۂ نورِ نبوت سے عفو و درگذر سے کام لیتے ہیں۔ فَاسْتَغْفَرَ۔ یہ استغفار ہر اس لغزش یا کوتاہی سے تھا، جو نبیِ معصوم سے ہوگئی ہو۔ خَرَّ رَاكِعًا۔ رکوع کو یہاں سجدہ کے معنی میں بھی سمجھا گیا ہے۔ روی ان معناہ خر ساجدًا فعبر بالرکوع عن السجود (جصاص) لاخلاف بین العلماء ان الرکوع ھاھنا السجود (ابن العربی)۔ ۲۶ (ان کے مرتبۂ نبوت کے شایانِ شان) موجودہ بائبل میں حضرات انبیاء کی عجیب مٹی پلید کی گئی ہے اور اس میں جو کچھ کورکسر رہ گئی تھی وہ تالمود وغیرہ یہود کے دوسرے مذہبی نوشتوں نے پوری کردی۔ قرآن مجید انبیاء (خصوصًا انبیاء اسرائیل) کی مقبولیت و صالحیت کا پرزور اثبات بار بار انہیں اتہامات کی تردید میں کرتا جاتا ہے۔ فَغَفَرْنَا لَهٗ۔ یعنی ہم نے ان سے اس کمی کا بھی ازالہ کردیا، جو انکے مرتبہ و معیار کے مطابق انکے اجرِ کمالِ صبر پر مرتب ہوتا۔ ذٰلِكَ۔ یعنی یہ خفیف سی غفلت اور انکے مرتبۂ نبوت کے لحاظ سے لغزش۔ ای زلتہ (مدارک) یہاں بعض لوگوں نے ایک بے سر و پا روایت اسرائیلیات سے لیکر نقل کردی ہے لیکن محققین کا فیصلہ یہی ہے کہ ایسی روایت کسی عام مردِ صالح کے حق میں بھی قابلِ قبول نہیں، چہ جائیکہ ایک نبی برحق کے حق میں۔ ۲۷ (اور چونکہ آپ یوم حساب کو خوب یاد رکھے ہوتے ہیں، اس لئے آپ کے لئے ان وعیدوں کا احتمال ہی نہیں۔ خلیفہ اور مَلِكٌ کے درمیان محققین نے یہی فرق کیا ہے کہ خلیفہ ہمیشہ عدل اور شفقتِ خلق ہی کو اپنا شعار بنائے رکھتا ہے۔ اور یہ جو بعض بدمذہبوں سے منقول ہے کہ خلیفۂ وقت کا کوئی گناہ ہی نہیں لکھا جاتا، اور تکلیفِ شرعی اس سے ساقط ہوجاتی ہے، اسے محققین اہلِ سنت نے کفرِ صریح قرار دیا ہے۔ ویحکی عن بعض الزنادقۃ ان الخلیفۃ لایکتب علیہ خطیئۃ ولا ھو داخل فی ربقۃ التکلیف لان مرتبتہ مرتبۃ مستخلفۃ وھو کفر صراح (روح) ۲۸ یہاں مومن و کافر کے اساسی نقطۂ نظر کا فرق بیان کردیا ہے۔ مومن کی نظر میں تکوینی مصلحتوں اور حکمتوں کا جلوہ حوادثِ کائنات کے ایک ایک جزئیہ سے نمایاں رہتا ہے۔ بخلاف اس کے جس کا ایمان توحید پر نہیں، وہ اس سارے کارخانہ کو بس مادی ہی قوانین کا محکوم و تابع سمجھتا ہے، اور اسکی نظر سے مقصدی حکمتیں بالکل گم ہوتی ہیں ـــــ اور جو فلاسفہ مادیئین کہلاتے ہیں، ان کا تو کھلا ہوا یہی مسلک ہے۔ مِنَ النَّارِ۔ مِن یہاں بیانیہ یا تشریحی ہے اس لئے ترجمہ یعنی سے کیا گیا ہے۔ وَمَا خَلَقْنَا ...... بَيْنَهُمَا۔ متکلمین اہلِ سنت نے آیت کے اس جزو سے معتزلہ کے مقابلہ میں استدلال کیا ہے کہ حق تعالیٰ ہی بندوں کے افعال کا بھی خالق ہے۔ واحتج اصحابنا بان ھذہ الآیۃ تدل علی کونہ تعالیٰ خالقًا لاعمال العباد فقالوا ھذہ الآیۃ تدل علی کونہ خالقًا لکل مابین السمٰوٰت والارض واعمال العباد حاصلۃ بین السماء والارض فوجب ان یکون اللہ تعالیٰ خالقًا لھا (کبیر) بَاطِلًا۔ یعنی بے مقصد، بلا حکمت، یوں ہی بلا کسی غرضِ صحیح کے۔

اٰتَيْنٰهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ ﴿۲۰﴾ وَهَلْ اَتٰىكَ نَبَؤُا
اور ہم نے انہیں حکمت اور فیصلہ کرنیوالی تقریر عطا کی تھی ۱۹ھ بھلا آپ کو ان اہل مقدمہ کی خبر
الْخَصْمِ اِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ ﴿۲۱﴾ اِذْ دَخَلُوْا عَلٰى دَاوٗدَ
پہنچی ہے جب وہ دیوار پھاند کر حجرہ میں داوٗد کے پاس آ گئے
فَفَزِعَ مِنْهُمْ قَالُوْا لَا تَخَفْ ۚ خَصْمٰنِ بَغٰى بَعْضُنَا عَلٰى
اور وہ ان سے گھبرا گئے تھے ۲۰ھ وہ لوگ بولے آپ ڈریے نہیں ۲۱ھ ہم دو اہل مقدمہ ہیں کہ ایک نے
بَعْضٍ فَاحْكُمْ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ وَاهْدِنَآ اِلٰى
دوسرے پر زیادتی کی ہے، سو آپ ہم میں انصاف سے فیصلہ کر دیجئے اور بے انصافی نہ کیجئے اور ہمیں
سَوَآءِ الصِّرَاطِ ﴿۲۲﴾ اِنَّ هٰذَآ اَخِيْ ۫ لَهٗ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ
سیدھی راہ بتا دیجئے ۲۲ھ یہ شخص میرا بھائی ہے، اسکے پاس ننانوے
نَعْجَةً وَّلِيَ نَعْجَةٌ وَّاحِدَةٌ ۫ فَقَالَ اَكْفِلْنِيْهَا وَعَزَّنِيْ فِي
دنبیاں ہیں اور میرے پاس ایک ہی دُنبی ہے، سو یہ کہتا ہے وہ بھی مجھ کو دے ڈال اور بات چیت
الْخِطَابِ ﴿۲۳﴾ قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ اِلٰى
میں مجھے دباتا ہے ۲۳ھ (داوٗد) نے کہا کہ اس نے تیری دنبی اپنی دنبیوں میں ملانے کی درخواست کر کے
نِعَاجِهٖ ۭ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْخُلَطَآءِ لَيَبْغِيْ بَعْضُهُمْ عَلٰى
واقعی تجھ پر ظلم کیا اور اکثر شرکاء (یوں ہی) ایک دوسرے پر زیادتی کیا کرتے
بَعْضٍ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَقَلِيْلٌ
ہیں مگر ہاں وہ لوگ نہیں جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل بھی کئے، اور ایسے لوگ

وقف لازم

۱۹ھ "فلسطین کی سب سے بڑی حکومت وہی تھی جو داوٗدؑ کے عہد میں قائم ہوئی تھی"۔ (انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا، جلد ۷، ص۸۷) مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو انگریزی تفسیر القرآن۔ اَلْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ، اس کے معنی علمِ قضا کے بھی کئے گئے ہیں، اور فریقین کے درمیان فیصلۂ صحیح کے بھی۔ الفصل بين الخصوم بالحق (جصاص) العلم بالقضاء (جصاص عن الحسن)

۲۰ھ (کہ یہ کیسے لوگ ہیں جو بجائے دروازہ سے آنے کے عبادت خانہ کی دیوار پھاند کر آ گئے ہیں دروازہ سے پہرہ داروں نے انہیں غالبًا اس لئے آنے نہیں دیا تھا کہ وہ وقت آپ کی عبادت کا تھا، مقدمات فیصل کرنے کا نہ تھا۔ فَفَزِعَ مِنْهُمْ۔ یعنی اس مجمع کے یوں بے اجازت اور ناوقت آنے سے آپ کو قدرۃً ہراس پیدا ہوا کہ کہیں کوئی خونی اور ڈاکو تو نہیں۔ طبعی جذبات وکیفیات (غصہ، غم، خوف، اندیشہ وغیرہ) کے طاری ہونے کو جو لوگ مرتبۂ ولایت کے منافی سمجھتے ہیں، وہ حضرات انبیاء کے ان تاثراتِ طبعی کی مثالوں کو سامنے رکھ لیں۔ قرآن مجید نے یہ ساری تفصیلات بلا ضرورت اور بے مصلحت تھوڑے ہی بیان کر دی ہیں۔ اَلْخَصْمِ۔ خصم کا اطلاق شخصِ واحد اور جماعت دونوں پر ہوتا ہے۔ الخصم اسم يقع على الواحد وعلى الجماعة (جصاص) اطلق على الجماعة (بیضاوی) واستعمل للواحد والجمع (راغب) الْمِحْرَابَ۔ محراب یہاں حجرہ کے معنی میں ہے۔ قيل المحراب الغرفة (جصاص)

۲۱ھ (ہمارے اس طرح بے قاعدہ اور بے وقت چلے آنے سے۔ ہم دشمن نہیں دوست، خیر خواہ ہیں، آپ کی رعایا ہیں، ایک مقدمہ لیکر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں)

۲۲ھ (صورت معاملہ سے متعلق) حضرت داوٗد نبی تو تھے ہی۔ بحیثیت حاکم وفرمانروا بھی اپنے عادلانہ اور جنچے فیصلوں کے لئے خاص شہرت وامتیاز رکھتے تھے۔ خَصْمٰنِ کے صیغۂ تثنیہ سے یہ خیال نہ گزرے کہ یہ دو فرد تھے۔ یہ دو فریق تھے، اور آج بھی مستغیث اور ملزم دونوں کا یہ عام معمول ہے کہ اپنے ساتھ کئی کئی ہمدردوں کو لیکر عدالت جایا کرتے ہیں۔ تسوروا، دخلوا، منهم سب کے صیغۂ جمع سے ظاہر ہو رہا ہے کہ وہ دو نہیں کئی آدمی تھے۔ اي نحن فوجان متخاصمان (بیضاوی)

۲۳ھ (اور اپنے آگے میری بات نہیں چلنے دیتا) اَخِيْ۔ اخ سے لازمی طور پر بھائی ہی مراد نہیں ہوتا، دوست یا دینی بھائی بھی مراد ہو سکتا ہے۔ بالدين او بالصحبة (بیضاوی) والمراد اخوة الدين او اخوة الصداقة والالفة او اخوة الشركة والخلطة (روح) فَاحْكُمْ ۔۔۔ لَا تُشْطِطْ۔ فقہاء نے یہاں سے یہ نکالا ہے کہ فریق مقدمہ کے لئے جائز ہے کہ حاکم سے اس لہجہ میں خطاب کرے۔ يدل على ان الخصوم ان يخاطب الحاكم بمثله (جصاص) لَهٗ ۔۔۔ اَكْفِلْنِيْهَا۔ عہد داوٗدی میں فلسطین میں بھیڑوں، دنبوں کی گلہ بانی کا عام رواج تھا۔

فِي الْأَسْبَابِ ⑩ جُندٌ مَّا هُنَالِكَ مَهْزُومٌ مِّنَ الْأَحْزَابِ ⑪

کہ سیڑھیاں لگا کر چڑھ جائیں ۱۳؎ اس مقام پر یوں ہی ایک بھیڑ ہے منجملہ گروہوں کے جس کو شکست ہوگی ۱۴؎

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَعَادٌ وَفِرْعَوْنُ ذُو الْأَوْتَادِ ⑫

ان سے پہلے بھی قوم نوح و قوم عاد اور فرعون نے جس کے کھونٹے گڑے ہوئے تھے

وَثَمُودُ وَقَوْمُ لُوطٍ وَأَصْحَابُ لْئَيْكَةِ أُولَٰئِكَ الْأَحْزَابُ ⑬

اور ثمود اور قوم لوط اور اصحاب ایکہ نے تکذیب کی تھی یہ (بڑے بڑے) گروہ والے

إِن كُلٌّ إِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابِ ⑭ وَمَا يَنظُرُ

ان سب نے رسولوں کو جھٹلایا تھا، سو میرا عذاب (ان پر) واقع ہو گیا ۱۵؎ اور یہ لوگ تو بس

ع ۱۴ / ۱۰

هَٰؤُلَاءِ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً مَّا لَهَا مِن فَوَاقٍ ⑮ وَقَالُوا

ایک چیخ کے منتظر ہیں جس میں دم لینے کی گنجائش نہ ہوگی، اور یہ لوگ کہتے ہیں

رَبَّنَا عَجِّل لَّنَا قِطَّنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ ⑯ اصْبِرْ عَلَىٰ

کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو ہمارا حصہ روز حساب سے پہلے ہی دے دے ۱۶؎ آپ ان لوگوں کے

مَا يَقُولُونَ وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوُودَ ذَا الْأَيْدِ إِنَّهُ أَوَّابٌ ⑰

اقوال پر صبر کیجیے، اور ہمارے بندے داؤد بڑی قوت والے کو یاد کیجیے، وہ بڑے رجوع کرنے والے تھے ۱۷؎

إِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهُ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِشْرَاقِ ⑱

ہم نے پہاڑوں کو (انکے) تابع کر رکھا تھا کہ اُن کے ساتھ شام و صبح تسبیح کیا کرتے تھے

وَالطَّيْرَ مَحْشُورَةً كُلٌّ لَّهُ أَوَّابٌ ⑲ وَشَدَدْنَا مُلْكَهُ وَ

اور پرندوں کو بھی جو (انکے پاس) جمع ہو جاتے تھے سب انکی وجہ سے بڑے رجوع کرنیوالے تھے ۱۸؎ اور ہمنے انکی سلطنت کو قوت دی تھی

۱۳؎ (اپنی قدرت تصرف دکھانے کو) اَمْ ..... بَيْنَهُمَا۔ سوال گویا دوسرے الفاظ میں یہ ہے کہ آیا انہیں ارضیات و سماویات کے مصالح کا علم ہے، جو یہ نبوت کی تقسیم کے بھی ذمہ دار بنتے ہیں۔ ۱۴؎ مراد وہی اہلِ مکہ ہیں۔ پر قوت اہلِ مکہ کی بربادی کی پیشگوئی قطعیت کے ساتھ کر دینا بجائے خود ایک قرآنی معجزہ ہے۔ اس پیش خبری کا تحقق میدانِ بدر میں ہو کر رہا۔ قال قتادة هنالك اشارة الى يوم البدر فاخبر الله تعالى بمكة انه سيهزم جند المشركين فجاء تاويلها يوم بدر (کبیر) ۱۵؎ متعین طور پر نام بھی قرآن نے پرانی پر قوت، پر شوکت قوموں کے بتا دیے، کہ تکذیب انبیاء و تکذیب شریعت الٰہی ہی کی پاداش میں یہ لوگ ہلاک ہوتے تھے۔ وہی صورت آج کے منکرین کو بھی پیش آنی ہے۔ نوح، عاد، فرعون، ثمود، لوط، اصحاب الایکۃ۔ ان سب پر حاشیے اپنے اپنے مقام پر گزر چکے۔ اصحاب الایکۃ سے مراد حضرت شعیب کی امت ہے۔ ذُو الْأَوْتَادِ۔ محاورہ میں اس سے مراد شوکت و حشمت والے سے ہوتی ہے۔ استعير لثبات العز والملك واستقامة الامر (کشاف) اصل هذه الكلمة من ثبات البيت المطنب باوتاده ثم استعير لاثبات العز والملك (کبیر) پرانی قوموں میں تعذیب کی ایک صورت مجرم کو چومیخا کر دینے (یعنی لٹا کر ہاتھ پیروں میں میخیں ٹھونک دینے) کی جاری تھی۔ اور روایات میں ملتا ہے کہ فرعون کے دور میں بھی یہ سزا جاری تھی۔ ۱۶؎ منکرین بطور استہزار کہتے تھے کہ جو کچھ عذاب ہم پر ہونا ہو وہ ابھی لے آؤ نا، کل پر کیوں اٹھا رکھا ہے! اعلم ان الكفار لما بالغوا في السفاهة على رسول الله صلى الله عليه وسلم حيث قالوا انه ساحر كذاب وقالوا له على سبيل الاستهزاء عجل لنا قطنا امره الله بالصبر على سفاهتهم (کبیر) ۱۷؎ (اور ان کی مثال و نظیر سے صبر میں تقویت حاصل کیجیے۔) اس کے بعد آپ کی تقویت قلب کے لیے ۹ پیمبروں کی مثالیں درج ہو رہی ہیں، ان میں سے تین کے قصے مفصل بیان ہوں گے اور چھ کا ذکر صرف اجمالاً آئے گا۔ ذَا الْأَيْدِ یعنی بڑی قوت والے، ہمت والے، دین و تقویٰ کی راہ میں بڑے بڑے مجاہدے کر ڈالنے والے۔ اى ذا القوة في الدين المضطلع بمشاقه وتكاليفه (کشاف) اى ذا القوة على اداء الطاعة والاحتراز عن المعاصى (کبیر) أَوَّابٌ۔ اللہ کی طرف بڑے رجوع کرنے والے۔ اوّاب رجاع الى مرضاة الله (کشاف) حضرت داؤد، نبی و سلطان کی قوت و حشمت و نیز زہد و تقویٰ پر ملاحظہ ہو انگریزی تفسیر القرآن عَبْدَنَا۔ لفظ عبد کو ضمیر متکلم کی طرف مضاف کر کے قرآن مجید نے اس سے کمال اظہار تخصیص و تشریف ہی کا لیا ہے۔ ۱۸؎ سَخَّرْنَا الْجِبَالَ ... وَالطَّيْرَ۔ تسبیح جبال و طیور پر حاشیے سورۃ الانبیاء (پ ۱۷) میں گزر چکے۔ مَحْشُورَةً۔ یعنی ہر طرف سے آپ کے گرد جمع ہو جانے والے۔ اى محشورة اليه من كل جانب (بیضاوی) لَّهُ أَوَّابٌ۔ یعنی ان کی تسبیح کے باعث یہ بھی اواب ہو گئے تھے۔ اى كل واحد من الجبال والطير لاجل تسبيحه رجاع الى التسبيح (بیضاوی) بِالْعَشِيِّ وَالْإِشْرَاقِ۔ صبح و شام کہ یہی ذکر و عبادت کے اوقات خصوصی ہوتے ہیں۔

ف۴ (چنانچہ ان کا شور و واویلا انہیں کچھ بھی نفع نہ دے سکا۔ اور یہی حشر ان کافروں کا بھی ہونا ہے) لَاتَ۔ لات لیس کی ایک غیر منصرف صورت ہے۔ تقدیر کلام خلیل و سیبویہ کے نزدیک یہ ہوگی۔ لیس الحین حین مناص (کبیر۔ بیضاوی) اور اخفش کے نزدیک یوں، ولا حین مناص (کبیر۔ بیضاوی) مَنَاصٍ۔ جائے خلاص یا جائے گریز۔ ف۵ (کوئی فوق البشر نہیں، بلکہ انہیں جیسا بشر و انسان) مشرکوں کی سمجھ میں یہی تو نہیں آتا کہ ایک بشر مرتبۂ رسالت پر کیسے پہنچ سکتا ہے۔ دیوتا پرستی ان کی سمجھ میں آجاتی ہے۔ اوتار، مظہریت، عینیت، حلول کے عقیدے عین ان کے مذاق طبیعت کے موافق ہیں۔ بس ایک نہ سمجھ میں آنے والی بات یہی مسئلۂ سفارت الٰہی و رسالت ہے۔ بار بار اسی پر الجھتے تھے۔ ضمیر ھم جنس بشر کی جانب ہے۔

لَاتَ حِيْنَ مَنَاصٍ ﴿۳﴾ وَعَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ

بڑی ہائے پکار کی درآنحالیکہ وقت خلاصی کا گذر چکا تھا ف۴ اور یہ اس پر حیرت کر رہے ہیں کہ انکے پاس ایک

وَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ﴿۴﴾ اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ

ڈرانیوالا انہیں میں سے آیا ف۵ اور (یہ) کافر کہتے ہیں کہ یہ شخص ساحر ہے کذاب ہے ف۶ ارے اس نے خداؤں

اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ ﴿۵﴾ وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ

کو بس ایک خدا کر دیا! بیشک یہ بڑی انوکھی بات ہے ف۷ ان لوگوں کے سردار

مِنْهُمْ اَنِ امْشُوْا وَاصْبِرُوْا عَلٰٓى اٰلِهَتِكُمْ ۚ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ

یہ کہتے ہوئے چلے کہ چلو اور اپنے دیوتاؤں پر قائم رہو اس میں بیشک اس شخص کا

يُّرَادُ ﴿۶﴾ مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِي الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ ۚ اِنْ هٰذَآ اِلَّا

کوئی مطلب ہے ف۸ ہم نے تو یہ بات (اپنے) پچھلے مذہب میں (کبھی) سنی نہیں، ہو نہ ہو یہ اس کی

اخْتِلَاقٌ ﴿۷﴾ ءَاُنْزِلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ مِنْ بَيْنِنَا ۭ بَلْ هُمْ

گڑھت ہے ف۹ تو کیا ہم سب میں سے بس اسی شخص پر کلام الٰہی نازل کیا گیا ف۱۰ اصل یہ ہے کہ

فِيْ شَكٍّ مِّنْ ذِكْرِيْ ۚ بَلْ لَّمَّا يَذُوْقُوْا عَذَابِ ﴿۸﴾ اَمْ

یہ لوگ میری وحی ہی کی طرف سے شک میں پڑے، اصل یہ ہے کہ انہوں نے میرا عذاب ابتک نہیں چکھا ہے ف۱۱

عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ الْعَزِيْزِ الْوَهَّابِ ﴿۹﴾ اَمْ

کیا ان لوگوں کے پاس خزانے ہیں ان کے پروردگار زبردست و فیاض کی رحمت کے؟ ف۱۲ کیا

لَهُمْ مُّلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۣ فَلْيَرْتَقُوْا

جو کچھ آسمانوں اور زمین اور انکے درمیان ہے، وہ اُن کی حکومت میں ہے؟ تو انہیں چاہیئے

رسول من جنسہم الی بشر (روح) ای عنی استبعد وان یکون النبی من البشر (مدارک) ف۶ اس کے لائے ہوئے کلام میں اثر اور اس کے پیش کئے ہوئے معجزات تو نتیجہ ہیں اس کے کمال ساحری کا اور اس کا دعوائے نبوت و رسالت تمامتر بے بنیاد ہے۔" جب نقطۂ آغاز یہ ہوا کہ دعوائے نبوت صحیح ہو ہی نہیں سکتا، تو اب اس سے چارہ نہیں کہ مدعیٔ نبوت کے وعظ و تبلیغ کے اثر کو سحر پر محمول کیا جائے۔ ساحر قرار دیتے ہوئے یہ احمق اتنا نہ سوچے کہ ساحر بھی کبھی دعوت توحید دیتا رہتا ہے؟ تزکیۂ اخلاق کی طرف بلاتا رہتا ہے؟ عقائد صحیحہ و اعمال صالحہ کی تبلیغ کرتا رہتا ہے؟ بات کچھ نہ کچھ کہہ دینی ہی تھی، تو ایسی تو کہتے جو کچھ لگتی ہوئی ہوتی۔ یہ تشخیص تو سراسر الٹی اور بالکل ہی بے تکی تھی۔ امام رازیؒ کہتے ہیں کہ آیت میں کام محض قالوا سے بھی نکل سکتا تھا، لیکن بجائے اسکے قال الکافرون کی صراحت میں اشارہ ان لوگوں کی کمال بدعقلی کی طرف کرنا ہے کہ ایسے مہمل ولایعنی قول کا مصدر و منشا کفر محض ہی ہو سکتا ہے۔ ف۷ پیمبر برحق کا اصلی جرم ان کج فہموں کے نزدیک یہی تلقین توحید تھی۔ وہ کہتے تھے عالم میں قدم قدم پر تو تنوع، تعدد، اختلاف ہے، اس کثرت کا مصدر وحدت کو فرض ہی کیسے کیا جا سکتا ہے؟ رات الگ ہے، دن الگ، آگ اور شے ہے پانی اور۔ زمین الگ مخلوق ہے آسمان الگ، ان میں سے ہر ایک کے کاروبار کیلئے ایک مستقل حاکم متصرف فرماں روا کی ضرورت ہے، اور یہی دیوی دیوتا ہیں۔ سب کو مٹا کر صرف ایک مؤثر حقیقی و فاعل اصلی کو ماننے کے کوئی معنیٰ ہی نہیں۔ عُجَابٌ۔ عجاب مرادف ہے عجیب کا، البتہ اس میں زور عجیب سے زیادہ ہے۔ ھو العجیب الا انہ ابلغ من العجیب (کبیر) ای بلیغ فی العجب (روح)

ف۸ یہ شخص بھی بہکا کر اپنا کوئی نہ کوئی کام ہم سے نکالنا چاہتا ہے، تم لوگ ہرگز اس کے کہے میں نہ آنا۔ اپنے دیوتاؤں کی نصرت میں لگے رہنا۔ قریش کے ائمہ و سردار کبھی کبھی رسول اللہ صلعم کی تقریر سننے کھڑے ہو جاتے تو اسکے بعد ذکر توحید کی تاب نہ لا کر اپنے پیرووں سے یہ کہنے لگتے۔ ف۹ الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ سے مراد وہی ملت عرب ہے۔ یعنی ہم نے کبھی اپنے پیرووں کے مذہب، اپنے باپ دادوں کے دین میں تو یہ عقیدہ پایا نہیں۔ دوسرے معنی "آخری مذہب" کے دین عیسوی کے بھی کئے گئے ہیں۔ یہ تفسیر بھی چسپاں ہو سکتی ہے

نصاریٰ اپنے نقطۂ نظر سے بالکل صحیح طور پر کہہ سکتے تھے، کہ یہ توحید خالص جس کی دعوت اسلام دے رہا ہے، ہم نے تو کہیں آبائے کلیسا سے سنی نہیں تھی؟ ف۱۰ یعنی بالفرض نبوت یا پیمبری کی کچھ اصلیت ہوتی بھی، تو پیمبری ہمارے ہاں کے رؤسا و امراء کے ہوتے ہوئے آخر ایک یتیم و نادار شخص کو کیوں ملی! اہل لطائف نے کہا ہے کہ منشا اس قول کا کبر تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ کبر ایسی بری چیز ہے جو کبھی کفر تک بھی پہنچا دیتی ہے۔ ف۱۱ قرآن مجید کہتا ہے کہ انکار کا باعث محمد صلعم کی شخصی تکذیب نہیں، بلکہ یہ اصل مسئلہ وحی میں بھٹک رہے ہیں، اور خود اسکی بنیاد عذاب الٰہی سے غفلت پر ہے۔ ف۱۲ (اور نبوت بھی کیا ان کے قبضۂ قدرت میں ہے، کہ جسے چاہیں اسے اس سے نواز دیں؟) نبوت کی عظمت و اہمیت اسی سے ظاہر ہے کہ اسلامی عقیدہ میں اسی پر تکوینی حیثیت سے دار و مدار نظام عالم کا ہے۔ چنانچہ جس وقت کوئی مومن یعنی نبی پر ایمان رکھنے والا سطح زمین پر نہ رہے گا، اس کائنات کا نظم بھی ختم ہو جائے گا، اور قیامت آجائیگی۔

وَّ اَبْصِرْهُمْ فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۷۵﴾ اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۱۷۶﴾

اور ذرا انہیں دیکھتے رہئے، سوعنقریب یہ بھی دیکھ لیں گے ۹۳ کیا یہ ہمارے عذاب کی جلدی مچا رہے ہیں؟

فَاِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ فَسَآءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۱۷۷﴾ وَتَوَلَّ

تو وہ جب اُن کے رُوبرو آ نازل ہوگا، سو وہ دن اُن لوگوں کا جنہیں ڈرایا جا چکا ہے بہت بُرا ہوگا ۹۴ اور

عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۱۷۸﴾ وَّ اَبْصِرْ فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۷۹﴾ سُبْحٰنَ

آپ تھوڑے زمانہ تک اُن کا خیال نہ کیجئے، اور ذرا انہیں دیکھتے رہئے، سوعنقریب یہ بھی دیکھ لیںگے ۹۵ پاک ہے

رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۸۰﴾ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۸۱﴾

آپ کا پروردگار بڑی عظمت کا پروردگار ان چیزوں سے جو یہ لوگ بیان کرتے ہیں، اور سلام ہو پیمبروں پر

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۸۲﴾ ع

اور ساری خوبیاں اللہ پروردگارِ عالم کے لئے ہیں ۹۶

ع ۵ / ۹

سُوْرَةُ صٓ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ ثَمَانٍ وَّثَمَانُوْنَ اٰيَةً وَّخَمْسُ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ ص مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں اٹھاسی آیتیں ہیں اور پانچ رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ نہایت مہربان بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

صٓ وَالْقُرْاٰنِ ذِى الذِّكْرِ ﴿۱﴾ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِىْ عِزَّةٍ

صاد ۱ قسم ہے قرآن نصیحت والے کی (کہ کافروں کا انکار کسی دلیل پر مبنی نہیں ۲ اصل یہ ہے کہ (یہ) کافر

وَّشِقَاقٍ ﴿۲﴾ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ فَنَادَوْا وَّ

ہی تعصب و مخالفت میں پڑے ہوئے ہیں ۳ کتنی ہی اُمتوں کو ان سے پہلے ہم ہلاک کر چکے ہیں، سو انہوں نے

۹۳ موت پر تو اپنا حال زار بہرحال دیکھیں گے، اور ممکن ہے دنیا میں بھی عذاب کی جھلک دیکھ لیں۔ فَتَوَلَّ ..... حِيْن۔ یعنی چندے انکی ایذا رسانیوں پر التفات نہ کیجئے۔ ۹۴ یعنی جب وہ وقت موعود آجائیگا، پھر ٹالے ٹل نہ سکے گا۔ ساحة کے لفظی معنی صحن یا انگنائی کے ہیں۔ یعنی جب وہ عذاب ان سے ایسا متصل ہوجائے گا کہ ان کے لئے کوئی جائے پناہ نہ رہے گی۔ ۹۵ یعنی آپ کو تو ہمارے کہنے سے یقین ہی ہے، باقی معائنہ و مشاہدہ کے بعد انہیں بھی یقین ہوکر رہے گا ——— مفسرین نے کہا ہے کہ ابھی ابھی یہ مضمون جو اوپر گزر رہا ہے۔ وہاں اس کا تعلق غلبۂ اہلِ حق سے تھا، اور یہاں اس کا تعلق عذاب اہل باطل سے ہے۔ اس لئے مضمون کی تکرار صرف صورۃً ہے، معنًی نہیں۔ ۹۶ (معبودیت، الوہیت، ربوبیت کا حقدار وہی اکیلا، بلا شائبۂ شرکت غیرے ہے) سُبْحٰنَ ...... يَصِفُوْنَ۔ حق تعالیٰ پاک و منزہ ہے ان تمام لغویات و خرافات سے جو اہلِ شرک اس کی جانب منسوب کرتے رہتے ہیں۔ امام رازیؒ نے لکھا ہے کہ قرآن کا یہ فقرہ بڑا جامع ہے۔ معرفت باری کے سارے مدارج اس مختصر سے فقرہ میں آگئے۔ کلمة محتوية على اقصى الدرجات واكمل النهايات فى معرفة اله العالم (کبیر) رَبِّ الْعِزَّةِ۔ امام رازیؒ نے لکھا ہے کہ رب میں اشارہ ہے کمال حکمت و رحمت کی جانب، اور عزت میں کمالِ قدرت کی جانب۔ يَصِفُوْنَ کے عموم و اطلاق سے اہلِ لطائف نے یہ نکتہ پیدا کیا ہے کہ حق تعالیٰ جس طرح اہلِ شرک و ضلالت کی یاوہ گوئیوں سے منزہ و برتر ہیں، اسی طرح مومنین صادق کی غایت مدح و ثنا اور عارفین کاملین کے احاطۂ فہم رسا سے بھی بالاتر ہیں ——— اور عارف رومیؒ نے ترجمانی اسی مقام کی کی ہے ؎

ما برول از پاک و ناپاکی ہمہ
وز گراں جانی و چالاکی ہمہ

سَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ، حق تعالیٰ خود جن بندوں پر سلام بھیجیں، ان کا واجب الاتباع ہونا بالکل ظاہر ہے۔

---

۱ دوسرے مقطعات کی طرح اس حرف صٓ کے اصل معنی تو اللہ ہی کو معلوم ہیں، البتہ امام رازیؒ نے اپنی تفسیر میں متعدد اقوال نقل کر دیئے ہیں، مثلاً۔ ۱۔ ص مخفف ہے کسی اسم الٰہی کا، مثلاً صمد یا صادق الوعد، یا صانع المصنوعات۔ ۲۔ ص مخفف ہے اس فقرہ کا کہ صدق محمد فى كل ما اخبر به عن الله۔ ۳۔ ص مخفف ہے اس فقرہ کا، کہ صد الكفار عن قبول هذا الدين۔ اور محمد بن کعب القرظی سے روایت ہے کہ ص اسم الصمد اور صادق الوعد کا سر ہے (معالم) ۲ مطلب یہ کہ قرآن کی اعلیٰ تعلیمات خود اسکی صداقت پر گواہ ہیں، اور یہ کافر جو اسکے کلام الٰہی ہونے اور آپ کی حالت سے انکار کر رہے ہیں سو اسکی بنا دکسی دلیل یا وجہ عقلی پر ہرگز نہیں۔ ذِى الذِّكْرِ۔ یعنی یہ وعظ و نصیحت والا قرآن، یا عزت و عظمت والا قرآن۔ المراد بالذكر العظمة او الشرف والشهرة (بیضاوی) ذى الشرف اى ذى الشان والمكانة (ابن کثیر عن ابن عباسؓ و سعید بن جبیر وغیرہما) ۳ (اور اس تعصب و عناد کا وبال بھی ایک روز ان پر پڑیگا) یہاں یہ بتا دیا کہ مخالفت حق کا سبب کوئی اشتباہ عقلی ہرگز نہیں، محض ان لوگوں کی ضد، ہٹ دھرمی اور نخوت پسندی ہے۔ عِزَّةٍ وَّشِقَاقٍ۔ دونوں کا تنوین نکرہ کے ساتھ آنا ان صفات کی شدت کے اظہار کے لئے ہے۔ یعنی یہ لوگ پرلے سرے کی ہٹ دھرمی سے کام لے رہے ہیں۔ والتنكير فى عزة وشقاق للدلالة على شدتهما (کشاف)

۸۶ (تو حق تعالیٰ کے رشتہ داروں کا معاذ اللہ جہنمی ہونا تمہاری موٹی عقل بھی قبول کرتی ہے؟) وَجَعَلُوْا .... نَسَبًا۔ اس عقیدہ کے لئے ملاحظہ ہوں سورۂ سبا (پ ۲۲) آیت ۴۰ و ۴۱
کے حاشیے۔ ہوسکتا ہے کہ اس میں اشارہ عقائد مجوس کی جانب بھی ہو، جیساکہ امام رازی رح کا خیال ہے۔ مجوس کا عقیدہ یہ ہے کہ یزدان و اہرمن (خدا و ابلیس) دونوں ایک ہی جنس کی چیزیں
ہیں۔ فرق یہ ہے کہ اول خیر محض ہے اور دوسرا شر محض۔ لیکن بہرحال ہیں دونوں ہم نسب ہی۔ الجنّة سے مراد کافر جنات ہیں۔ وَلَقَدْ ...... لَمُحْضَرُوْنَ یعنی جنات خود اپنی حقیقت
اپنی مسئولیت سے خوب واقف ہیں۔ لَمُحْضَرُوْنَ۔ محضرون سے مراد عذاب میں گرفتار ہونا ہے۔ ای محضرون فی العذاب (بیضاوی) ای واللہ لقد علمت الشیاطین ای جنتہم
ان اللہ تعالیٰ یحضرھم ولایدن النار ویعذبھم بھا (روح)۔ اِنَّهُمْ۔
ھم کی ضمیر جائز ہے کہ جنات کی طرف نہیں، بلکہ ان کے اور حق تعالیٰ کے
درمیان رشتہ داری کے قائلوں کی جانب لی جائے۔ یعنی قائلی ھٰذا
القول (معالم) ای الذین قالوا ذٰلک (ابن کثیر) ۸۷ یعنی صاحب ولد ہونے
سے، صاحب زوج ہونے سے، اور اس قسم کے سارے خرافاتی جاہلی دعووں اور عقیدوں سے۔
۸۸ (علم الٰہی میں) یعنی شیاطین میں اور کسی میں بھی، قوت نہیں کہ وہ مجرد اپنے
ارادہ سے کسی کو گمراہ کرسکیں، گمراہ تو وہی لوگ ہوتے ہیں جنہیں علم الٰہی مشیت
تکوینی کے مطابق پہلے سے تجویز کئے ہوتا ہے ـــــ یہ علم الٰہی بھی ظاہر
ہے کہ کسی بندہ کو کفر و ضلالت کے اختیار پر مجبور نہیں کرتا۔ ۸۹ خلاصہ
یہ کہ ہم عبد محض اور محکوم خالص ہیں، اپنی رائے سے کچھ نہیں کرسکتے۔ جو خدمت
ہم میں سے جس کے سپرد ہے، بس وہ اسی میں لگا رہتا ہے ـــــ یہ سب
مضمون فرشتوں کی زبان سے ادا ہو رہا ہے۔ اس سے ایک طرف تردید ان
جاہلی قوموں کی بھی ہو رہی ہے، جنہوں نے فرشتوں میں الوہیت اور معبودیت
کی شان پائی ہے، اور دوسری طرف اہل کتاب کی بھی تردید ہے جنہوں نے بعض
فرشتوں کو خطاکار و عصیاں شعار قرار دیا ہے وَمَا ..... مَعْلُوْمٌ۔ بعض
نے اس سے یہ اشارہ سمجھا ہے کہ ملائکہ کے لئے مقامات معین و معلوم ہیں جن
میں علو و ترقی کی گنجائش نہیں، بخلاف انسان کے کہ وہ جس قدر بھی جدّ و جہد
کرے، قرب و علو کے مراتب طے کرتا رہے گا۔ یشیر الی ان الملک لا یتعدی
مقامه الی ما فوقه ولا یهبط عنه الی ما دونه وهذا بخلاف نوع الانسان
فان من افراده من سار الی مقام قاب قوسین بل طار الی منزل او ادنیٰ (روح)
اور صاحب تفسیر مظہری نے سورۂ بقر میں قصۂ تخلیق آدم کے سلسلہ میں لکھا ہے
"مراد اس سے یہی کہ ملائکہ مقام اسماء و صفات سے آگے مقام ذات تک ترقی نہیں کرسکتے
بخلاف بشر کے کہ وہ مقام محرومی سے مقام ظلال اور وہاں سے مقام صفات و اسماء و شیونات
اور پھر مقام ذات تک ترقی کرسکتا ہے"۔ ۹۰ (اور تکذیب و مخالفت کرنے والوں
میں نہ ہوتے) مشرکین مکہ کہا کرتے تھے کہ کوئی نبی اگر ہم میں پیدا ہوا ہوتا اور اس پر کوئی
کتاب نازل ہوئی ہوتی جیسے بنی اسرائیل پر نازل ہوئی تو ہم یقیناً تصدیق کرنے والوں میں
ہوتے اور اطاعت الٰہی کا ایک نمونہ اپنی ذات میں پیش کردیتے۔ اوپر یہی مضمون آیۂ لئن جاءھم
نذیر لیکونن اھدیٰ من احدی الامم (سورۃ الفاطر، پ ۲۲) کے تحت میں آچکا ہے۔

الْجِنَّةُ اِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ﴿۱۵۸﴾ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ﴿۱۵۹﴾
ہوئے ہیں کہ وہ عذاب میں گرفتار ہوں گے ۸۶ اللہ پاک ہے اس سے جو یہ بیان کرتے ہیں ۸۷
اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِیْنَ ﴿۱۶۰﴾ فَاِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۶۱﴾
مگر ہاں جو اللہ کے خاص کئے ہوئے بندے ہیں (وہ عذاب سے محفوظ رہیں گے) لیکن تم اور تمہارے معبود (سب ملکر بھی)
مَآ اَنْتُمْ عَلَیْهِ بِفٰتِنِیْنَ ﴿۱۶۲﴾ اِلَّا مَنْ هُوَ صَالِ الْجَحِیْمِ ﴿۱۶۳﴾
کسی کو اللہ سے نہیں پھیر سکتے مگر ہاں اسی کو جو جہنم میں گرنے والا ہی ہے ۸۸
وَمَا مِنَّآ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ ﴿۱۶۴﴾ وَّاِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ ﴿۱۶۵﴾
اور ہم میں سے ہر ایک کا ایک معین درجہ ہے اور ہم (سب) صف بستہ کھڑے ہوتے ہیں
وَاِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ ﴿۱۶۶﴾ وَاِنْ كَانُوْا لَیَقُوْلُوْنَ ﴿۱۶۷﴾
اور ہم (سب) پاکی بیان کرنے میں لگے رہتے ہیں ۸۹ اور یہ لوگ کہا کرتے تھے
لَوْ اَنَّ عِنْدَنَا ذِكْرًا مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۱۶۸﴾ لَكُنَّا عِبَادَ اللّٰهِ
کہ اگر ہمارے پاس کوئی نصیحت (کی کتاب) پہلے لوگوں کی طرح آتی تو ہم اللہ کے خاص بندے
الْمُخْلَصِیْنَ ﴿۱۶۹﴾ فَكَفَرُوْا بِهٖ فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ ﴿۱۷۰﴾ وَلَقَدْ
ہوتے ۹۰ پھر یہ لوگ اس کا انکار کرنے لگے، سو عنقریب انکو معلوم ہی ہوا جاتا ہے ۹۱ اور
سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۱۷۱﴾ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ ﴿۱۷۲﴾
ہمارا (یہ) قول ہمارے بندگان مرسل کے لئے پہلے سے مقرر ہوچکا ہے کہ بیشک غالب وہی کئے جائیں گے
وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۱۷۳﴾ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِیْنٍ ﴿۱۷۴﴾
اور ہمارا ہی لشکر غالب رہتا ہے ۹۲ سو آپ تھوڑے زمانہ تک اُن کا خیال نہ کیجئے

۹۱ (کہ کفر و تکذیب کا کیا انجام ہوتا ہے) فَكَفَرُوْا بِهٖ یعنی اب جب انکی تمنا کے مطابق رسول اور صاحب کتاب و شریعت رسول، ان کی قوم میں آگئے، تو یہ اپنے سب پچھلے قول و قرار بھول بیٹھے۔ اور تکذیب و انکار میں پچھلی
قوموں سے بازی لے گئے۔ سَوْفَ یَعْلَمُوْنَ۔ کفر کا انجام موت کے وقت تو بہرحال منکشف ہوجاتا ہے۔ باقی بعض عقوبتیں زندگی میں بھی واقع ہوجاتی ہیں۔ ۹۲ (انجام کار) غلبہ آخرکار
حق ہی کو ہوتا ہے۔ باطل کی شان و شوکت محض عارضی اور کسی مصلحت تکوینی کے ماتحت ہوتی ہے۔ اور اگر غلبہ سے مراد بجائے مادی غلبہ کے محض قوت دلائل سمجھی جائے، تو یہ غلبہ تو ہر دور میں اور ہر وقت
اہل حق کو حاصل رہا ہے اور ہے۔ جُنْدَنَا۔ یعنی اہل حق۔ كَلِمَتُنَا۔ آگے جس وعدہ کا ذکر ہے، وہ تو ایک پوری عبارت ہے، اس کے لئے کلمہ بصیغۂ واحد یوں آیا ہے کہ ساری عبارت
مل کر معنی ایک ہی دیتی ہے۔ اور کلمۃ کا لفظ اسی پورے مفہوم کے لئے ہے۔ وانما سماھا کلمۃ وھی کلمات لانھا لما انتظمت فی معنی واحد کانت فی حکم کلمۃ مفردۃ (مدارک)

النصف

يُبْعَثُوْنَ ﴿١٤٤﴾ فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ سَقِيْمٌ ﴿١٤٥﴾ وَاَنْۢبَتْنَا عَلَيْهِ

رہتے ۷۷؎ پھر ہم نے اُن کو ایک میدان میں ڈال دیا اور وہ مضمحل تھے ۷۸؎ اور ہم نے ان پر

شَجَرَةً مِّنْ يَّقْطِيْنٍ ﴿١٤٦﴾ وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ ﴿١٤٧﴾

ایک بیلدار درخت بھی اُگا دیا ۷۹؎ اور ہم نے اُنکو ایک لاکھ (آبادی) یا اس سے بھی زیادہ کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا تھا ۸۰؎

فَاٰمَنُوْا فَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ﴿١٤٨﴾ فَاسْتَفْتِهِمْ اَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ

تو وہ لوگ ایمان لے آئے سو ہمنے انہیں ایک زمانہ تک عیش دیا، اب آپ لوگوں سے پوچھئے کہ کیا تمہارے

وَلَهُمُ الْبَنُوْنَ ﴿١٤٩﴾ اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓئِكَةَ اِنَاثًا وَّهُمْ

پروردگار کیلئے تو بیٹیاں ہیں اور اُنکے لئے بیٹے؟ ۸۱؎ کیا ہم نے فرشتوں کو عورت پیدا کیا اور وہ

شٰهِدُوْنَ ﴿١٥٠﴾ اَلَآ اِنَّهُمْ مِّنْ اِفْكِهِمْ لَيَقُوْلُوْنَ ﴿١٥١﴾ وَلَدَ

دیکھ رہے تھے؟ ۸۲؎ خوب سُن لو کہ وہ لوگ محض اپنی سخن تراشی سے کہہ رہے تھے کہ اللہ کے

اللّٰهُ ۙ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿١٥٢﴾ اَصْطَفَى الْبَنَاتِ عَلَى الْبَنِيْنَ ﴿١٥٣﴾

اولاد ہے، اور یہ لوگ یقیناً بالکل جھوٹے ہیں ۸۳؎ کیا اللہ نے بیٹیوں کو بیٹوں پر ترجیح دی؟

مَا لَكُمْ ۟ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿١٥٤﴾ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿١٥٥﴾ اَمْ لَكُمْ

تمہیں کیا ہوا تم کیسا (بیہودہ) حکم لگاتے ہو؟ کیا تم سوچ سے (ذرا) کام نہیں لیتے ۸۴؎ کیا تمہارے پاس

سُلْطٰنٌ مُّبِيْنٌ ﴿١٥٦﴾ فَاْتُوْا بِكِتٰبِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿١٥٧﴾

کوئی واضح دلیل بھی موجود ہے؟ تو اچھا اپنی وہ کتاب پیش کرو اگر تم سچے ہو ۸۵؎

وَجَعَلُوْا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا ۭ وَلَقَدْ عَلِمَتِ

اور ان لوگوں نے اللہ اور جنات کے درمیان رشتہ قرار دیدیا ہے، حالانکہ خود جنات خوب سمجھے

۷۷؎ یعنی انہیں مچھلی کے پیٹ سے نکلنا نصیب نہ ہوتا، اور وہ اسی کی غذا بنا دیئے جاتے۔ یہ مطلب نہیں کہ مچھلی کا پیٹ قیامت تک محفوظ و سالم رہتا۔ لَوْ ..... اِلْمُسَبِّحِیْنَ آیت سے معلوم ہوا کہ تسبیح و استغفار کی برکت سے جسمانی کلفتیں اور اذیتیں دور ہو جاتی ہیں۔ توریت میں ہے:۔ "تب یوفاہ نے مچھلی کے پیٹ میں خداوند اپنے خدا سے دعا مانگی (یوفاہ ۲۰ = ۱) اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ۔ محاورہ میں مراد ہمیشہ تک رہنے سے ہوتی ہے۔

۷۸؎ (شکم ماہی میں قید کے اثر سے) مچھلی نے جب بحکم خداوندی آپ کو ساحل پر اگل دیا تو آپ نے اپنے کو ایک چٹیل میدان میں پایا۔ عرآء سے یہ لازم نہیں آتا کہ کوئی ایک بھی درخت اس میدان میں نہ ہو۔ توریت میں ہے:۔" اور خداوند نے مچھلی کو کہا، اور اس نے یوفاہ کو خشکی پر اگل دیا۔ (یوفاہ ۲۰ = ۱۰) سَقِیْمٌ پر مفصل حاشیہ ابھی ۱۴۲ میں گزر چکا ہے۔ آپ شکم ماہی میں کتنی مدت رہے، اس کے جواب میں متعدد قول سلف سے نقل ہوئے ہیں، لیکن جیسا کہ امام رازیؒ نے کہا ہے۔ کسی بھی مدت کی تعیین پر کوئی دلیل قائم نہیں۔ ~~ولا دلالة فی الاٰیة علی ... عینوا هذه المقادیر~~ (کبیر)

۷۹؎ (جو آپ کو مکھیوں وغیرہ سے محفوظ رکھتا تھا، اور جس کی ہوا صحت بخش تھی) یَقْطِیْنٍ کے لفظی معنی ہر بیلدار درخت کے ہیں۔ کدو، خربوزہ وغیرہ سب اس میں آجاتے ہیں۔ ~~وکل شجرة لا تقوم علی ساق کالدباء والبطیخ والحنظل ونحو ذلك فهی عند العرب یقطین (ابن جریر)~~ روایتوں میں آتا ہے کہ مراد اس سے لوکی کا درخت ہے۔

۸۰؎ یہ شہر نینوا تھا جو دریائے دجلہ کے داہنے کنارے پر واقع تھا۔ جہاں آج موصل واقع ہے ٹھیک اس کے مقابل۔ توریت میں اس کی آبادی ایک لاکھ بیس ہزار آدمیوں سے زیادہ درج ہے (یوفاہ۔ ۴ = ۱۱) کپتان جونس نے ۱۸۵۳ء میں جا کر شہر کے کھنڈروں کی باضابطہ پیمائش کی تھی۔ انکی تحقیق میں شہر کا رقبہ ۱۸۰۰ ایکڑ تھا، اور ہر فرد کیلئے اگر ۵۰ گز مربع زمین فرض کی جائے، تو کل آبادی کا تخمینہ ایک لاکھ چوہتر ہزار یا ۵ ۷ ہزار تک پہنچتا ہے۔ ملاحظہ ہو تفسیر انگریزی اَو تخییر کے لئے ہے۔ یعنی اگر صرف عاقلوں، بالغوں کو رکھو تو ایک لاکھ، اور کل آبادی کو لو تو اور زائد۔ توریت میں ہے:۔" یوفاہ خداوند کے کلام کے مطابق اٹھ کر نینوا کو گیا، اور نینوا خدا کے سامنے ایک بڑا شہر تھا، کہ اس کا احاطہ تین دن کی راہ تھی۔" (یوفاہ۔۳ = ۲)

۸۱؎ خطاب اس گروہ سے ہے جو اس کا قائل تھا کہ خدا کے بیٹیاں ہیں، جو دیویاں ہیں۔ مشرکین عرب کے معبودوں میں دیوتاؤں سے کہیں زائد دیویاں تھیں۔ ملاحظہ ہو تفسیر انگریزی۔ اَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ میں ہمزہ انکار توبیخی یا انکار ابطالی کا ہے۔ (مفتی، جلد اول ص ۱۶)

۸۲؎ یعنی جنہیں تم دیویاں قرار دے رہے ہو، اور درحقیقت وہ ملائکہ الٰہی ہیں، کیا ان کی نسوانیت تمہارے مشاہدہ میں آچکی ہے؟ مفصل حاشیہ سورۂ آل عمران (پ ۴) آیت ۷۱ کے تحت میں گزر چکا ہے۔

۸۳؎ یعنی خدا کے صاحب اولاد ہونے کا عقیدہ کوئی بھی شائبۂ حقیقت اپنے اندر نہیں رکھتا۔

۸۴؎ ایک تو اللہ کے صاحب ولد ہونے کا دعویٰ خود ہی کس درجہ حماقت ہے، اور پھر اس پر مستزاد اولاد میں بھی لڑکوں کا نہیں، لڑکیوں کا تحقق جنہیں مشرکین خود ہی حقیر و ذلیل سمجھتے تھے۔

۸۵؎ یعنی دلیلِ عقلی نہیں قائم کر سکتے ہو تو کوئی مستند نوشتہ ہی پیش کرو، جس میں یہ عقیدہ درج ہو۔

الْمُخْلَصِينَ ﴿۱۲۸﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ ﴿۱۲۹﴾ سَلَامٌ عَلَىٰ
خاص کئے ہوئے بندے تھے (وہ ثواب و اجر میں ہونگے) اور ہم نے الیاس کیلئے پیچھے آنیوالوں میں یہ بات رہنے دی

إِلْ يَاسِينَ ﴿۱۳۰﴾ إِنَّا كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ﴿۱۳۱﴾ إِنَّهُ مِنْ
کہ سلام ہو الیاسین پر، ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں ۶۹ بیشک وہ

عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ ﴿۱۳۲﴾ وَإِنَّ لُوطًا لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ﴿۱۳۳﴾
ہمارے (کامل) ایماندار بندوں میں سے تھے، اور بیشک لُوط بھی پیمبروں میں ہوئے ہیں

إِذْ نَجَّيْنَاهُ وَأَهْلَهُ أَجْمَعِينَ ﴿۱۳۴﴾ إِلَّا عَجُوزًا فِي الْغَابِرِينَ ﴿۱۳۵﴾
(وہ وقت یاد کیجئے) جب ہم نے انہیں اور اُنکے گھر والوں سب کو نجات دی تھی بجز ایک بوڑھی کے (کہ) وہ رہجانیوالوں

ثُمَّ دَمَّرْنَا الْآخَرِينَ ﴿۱۳۶﴾ وَإِنَّكُمْ لَتَمُرُّونَ عَلَيْهِم مُّصْبِحِينَ ﴿۱۳۷﴾
میں رہگئی ۷۰ پھر ہم نے دوسروں کو ہلاک کر مارا، اور تم تو اُن پر صبح و شام گزرا کرتے ہو،

وَبِاللَّيْلِ ۗ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿۱۳۸﴾ وَإِنَّ يُونُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ﴿۱۳۹﴾
ع ۲۵ ۸
تو کیا، پھر بھی عقل سے کام نہیں لیتے ۷۱ اور بیشک یونس پیمبروں میں تھے ۷۲

إِذْ أَبَقَ إِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُونِ ﴿۱۴۰﴾ فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ
(اس وقت کا قصہ یاد کیجئے) جب وہ بھاگ کر بھری ہوئی کشتی کے پاس پہنچے ۷۳ پھر وہ بھی شریک قرعہ ہوئے

الْمُدْحَضِينَ ﴿۱۴۱﴾ فَالْتَقَمَهُ الْحُوتُ وَهُوَ مُلِيمٌ ﴿۱۴۲﴾ فَلَوْلَا
تو وہ مجرم قرار پائے ۷۴ انہیں مچھلی نے نگل لیا ۷۵ درآنحالیکہ وہ اپنے کو ملامت کر رہے تھے ۷۶

أَنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِينَ ﴿۱۴۳﴾ لَلَبِثَ فِي بَطْنِهِ إِلَىٰ يَوْمِ
سو اگر وہ تسبیح کرنے والوں میں سے نہ ہوتے تو اُسی کے پیٹ میں قیامت تک

۶۹ (کہ انہیں مستحق اجر و مورد دعا و ثنا بنا دیا) الیاسین۔ لفظ الیاس ہی کا یہ دوسرا تلفظ ہے۔ ۷۰ (اور وہ آپ کی کافر بیوی تھی) حضرت لوط اور قوم لوط پر حاشیے کئی بار گذر چکے۔ خصوصاً سورۃ الاعراف (پ ۸) میں۔ ۷۱ (کہ کفر و عدوان کا آخری انجام کیا ہوتا ہے) الاخرین۔ یعنی لوط و اہل لوط کے علاوہ اور جو لوگ تھے۔ اِنَّكُمْ خطاب قریش مکہ سے ہے، جن کے تجارتی قافلے ملک شام کو جاتے ہوئے برابر شرق اردن کے علاقوں سے گزرتے رہتے تھے۔ ۷۲ یونس علیہ السلام اور آپ کے قصہ پر حاشیے بھی گزر چکے خصوصاً سورۂ یونس (پ ۱۱) میں۔ ۷۳ (اور اس مسافروں اور سامان سے لدی ہوئی کشتی میں سوار ہو گئے) آپ نے اپنی نافرمان اور سرکش قوم کو بہ حکم الٰہی عذاب کی خبر سنائی۔ اور اس کے بعد اسی توقع پر شہر چھوڑ کر چلے گئے۔ اور اس روانگی کے لئے کسی الگ اجازت کی ضرورت نہ سمجھی۔ قوم میں ابھی کچھ سمجھ باقی تھی۔ عذاب ابھی آنے پایا نہ تھا محض دور سے اسکے ابتدائی آثار دیکھ ڈر گئے، اور توبہ و استغفار گریہ و زاری میں مشغول ہو گئے۔ اس پر عذاب ٹل گیا۔ آپ کو خبر پہنچی، تو آپ حیائے طبعی کے اثر سے وطن آنے کے بجائے، کسی بحری سفر پر روانہ ہو گئے۔ اور اس کیلئے بھی اجازت الٰہی کے انتظار کی ضرورت نہ سمجھی۔ توریت میں ہے:۔ "یوفاہ خداوند کے حضور سے ترسیس کو بھاگنے کیلئے اٹھا اور وہ یافا میں اتر گیا۔ اور وہاں ایک جہاز کو جو ترسیس کو جانے پر تھا پایا (یوفاہ۔۱=۳) ترسیس اور یافا کی تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سفر بحر روم میں تھا۔ لیکن ہمارے ہاں کی روایات میں نام دجلہ کا آتا ہے، جو عراق کا مشہور اور بڑا دریا ہے جس کا طول ۱۱۴۶ میل کا ہے۔ ۷۴ یعنی قرعہ میں نام انھیں کا نکلا۔ عقیدہ اس وقت یہ پھیلا ہوا تھا کہ کوئی بھگوڑا غلام یا کوئی مجرم اگر کشتی میں سوار ہو جاتا ہے، تو کشتی خطرہ میں آجاتی ہے۔ اور اس کا علاج یہی ہے کہ اس شخص کو اتار دیا جائے۔ حضرت یونس کی کشتی کو طغیانی و طوفان کا سامنا ہوا۔ ملاحوں نے مجرم کی تعیین کیلئے قرعہ اندازی پر اتفاق کیا۔ اور قرعہ میں نام حضرت یونس کا نکلا۔ اور ملاحوں نے آپ کو سمندر میں ڈال دیا۔ توریت میں ہے:۔ "خداوند نے سمندر پر ایک بڑی آندھی بھیجی، اور سمندر کے درمیان طوفان نے شدت کی، ایسی کہ گمان تھا کہ جہاز تباہ ہو جائے گا، تب ملاح ہراساں ہوئے اور ہر ایک نے اپنے معبود کو پکارا..... اور انہوں نے آپس میں کہا کہ آؤ ہم لوگ قرعہ ڈال کر دریافت کریں کہ کس کے سبب سے ہم پر یہ بلا آئی، چنانچہ انہوں نے قرعہ ڈالا اور قرعے میں یوفاہ کا نام نکلا۔ اور انہوں نے یوفاہ کو اٹھا کر سمندر میں ڈال دیا اور سمندر کا تلاطم موقوف ہو گیا (یوفاہ ۱=۴۔۱۵) فَسَاهَمَ۔ اس سے بعض لوگوں نے غلام وغیرہ کے باب میں قرعہ اندازی کا جواز نکالا ہے، لیکن محققین فقہاء کا قول ہے کہ یہ اس وقت کے پیمبر کا ایک مخصوص فعل تھا، اس سے کوئی عام جواز نہیں نکل سکتا۔ ذٰلک لایجوز عند احد من الفقہاء فدل علی انہ خاص فیہ علیہ السلام دون غیرہ (جصاص) ۷۵ عجب نہیں کہ آپ پیراکی جانتے ہوں، اور ممکن تھا کہ پیر کر کنارہ تک پہنچ جاتے کہ حکم خداوندی سے ایک بڑی قد آور مچھلی نے آپ کو نگل لیا۔ شارک وغیرہ کی قسم کی بڑی قد آور مچھلیوں کا انسان کو نگل لینا حال میں بھی مشاہدہ میں آچکا ہے ——— صاحب روح المعانی نے جو عراقی ہیں، اور یونس سے متعلق روایت توریت سے بھی خوب واقف ہیں، اپنا مشاہدہ دجلہ سے متعلق لکھا ہے:۔ وقد شاهدنا فیہا حیتانا عظیمۃ جداً ہم نے اسمیں بہت ہی عظیم الجثہ مچھلیاں دیکھی ہیں۔ توریت میں ہے:۔ "خداوند نے ایک بڑی مچھلی مقرر کر رکھی تھی کہ یوفاہ کو نگل جاوے، اور یوفاہ تین دن رات مچھلی کے پیٹ میں رہا (یوفاہ۔۱=۱۷) ۷۶ (اپنی اس اجتہادی غلطی پر) قرب عذاب کے وقت شہر چھوڑ کر چلا جانا کوئی معصیت نہ تھی۔ تاہم ایک پیمبر کے مرتبہ سے بعید تھا کہ ایما خداوندی کے بغیر اتنا قدم بھی اُٹھائے۔ اور اس پر بطور تنبیہ کچھ کلفت جسمانی اٹھانا پڑی، ورنہ حقیقی معصیت اور حقیقی عذاب سے تو کسی نبی کو کوئی واسطہ ہی نہیں ہو سکتا۔

عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿١١٤﴾ وَنَجَّيْنٰهُمَا وَقَوْمَهُمَا مِنَ الْكَرْبِ

موسیٰ اور ہارون پر بھی احسان کیا ۔ اور ہم نے ان دونوں کو اور ان کی قوم کو بڑے غم سے نجات

الْعَظِيْمِ ﴿١١٥﴾ وَنَصَرْنٰهُمْ فَكَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿١١٦﴾ وَ

دی ۶۱ ۔ اور ہم نے ان سب کی مدد کی، سو یہی لوگ غالب رہے ۶۲ ۔ اور

اٰتَيْنٰهُمَا الْكِتٰبَ الْمُسْتَبِيْنَ ﴿١١٧﴾ وَهَدَيْنٰهُمَا الصِّرَاطَ

ہم نے ان دونوں کو ایک واضح کتاب دی ۔ اور ہم نے انہیں سیدھے راستہ پر

الْمُسْتَقِيْمَ ﴿١١٨﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِى الْاٰخِرِيْنَ ﴿١١٩﴾ سَلٰمٌ عَلٰى

قائم رکھا ۶۳ ۔ اور ہم نے ان دونوں کے لئے پیچھے آنیوالوں میں یہ بات رہنے دی ۶۴ کہ موسیٰ اور

مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿١٢٠﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١٢١﴾ اِنَّهُمَا

ہارون پر سلام ہو ۔ ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں ۶۵ ۔ بیشک وہ دونوں

مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٢٢﴾ وَاِنَّ اِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٢٣﴾

ہمارے (کامل) ایماندار بندوں میں تھے ۶۵ ۔ اور الیاس بھی پیمبروں میں سے تھے ۔ ۶۶

اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿١٢٤﴾ اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا وَّ

(اس وقت کا ذکر کیجئے) جبکہ انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ تم اللہ سے ڈرتے نہیں ہو؟ کیا تم بعل کو پکارا کرتے ہو اور

تَذَرُوْنَ اَحْسَنَ الْخٰلِقِيْنَ ﴿١٢٥﴾ اللّٰهَ رَبَّكُمْ وَرَبَّ اٰبَآئِكُمُ

اُسے چھوڑے ہوئے ہو جو سب سے بڑھ کر بنانیوالا ہے ۶۷ ۔ اللہ ہی تمہارا بھی پروردگار ہے اور تمہارے اگلے

الْاَوَّلِيْنَ ﴿١٢٦﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ﴿١٢٧﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ

باپ دادوں کا بھی پروردگار، سو ان لوگوں نے انہیں جھٹلایا، پس وہ لوگ پکڑے جائینگے ۶۸ ۔ مگر ہاں جو اللہ کے

۶۱ یعنی ظالم و مشرک حکومت کے پنجہ سے رہائی دی۔ وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ۔ یعنی انہیں نبوت اور دوسرے کمالات سے مشرف کیا۔

۶۲ (اور فرعون باین صولت و شوکت انکا کچھ نہ بگاڑ سکا، اور آخر خود ہی غرق ہو کر رہا) ۶۳ (یہاں تک کہ وصفِ عصمت سے ممتاز کیا۔ جو ہدایت و استقامت کا بلند ترین مرتبہ ہے) اس میں رد آگیا یہود و نصاریٰ کا جو ہارون علیہ السلام کو بہت سے امور میں ضلالت و خطا پر سمجھتے تھے۔ یہاں تک کہ موجودہ توریت میں گوسالہ پرستی تک ان سے منسوب کر دی گئی ہے۔ اٰتَيْنٰهُمَا الْكِتٰبَ الْمُسْتَبِيْنَ۔ توریت موسیٰ علیہ السلام کو تو اصالۃً اور براہ راست عطا ہوئی تھی۔ شریک رسالت حضرت ہارون بھی تھے اس لئے تبعاً و بالواسطہ "توریت" ان کی جانب بھی منسوب کی جا سکتی ہے۔

۶۴ (کہ ان کو مورد دعا و مستحق ثنا بنا دیتے ہیں) ۶۵ (اس لئے صلہ بھی کامل عطا ہوا) قرآن مجید نے پیمبروں کے ذکر میں جو بار بار اس قسم کی تصریحات کی ہیں، ان کے مقصد دو ہیں۔ ایک تو پیمبروں کی مدح، ان کا مستحق دعا و ثنا ہونا، ان کا قابل تقلید ہونا۔ اہل کتاب کی بدگوئی اور اتہام تراشیوں سے انہیں محفوظ رکھنا۔ اور انکی طرف سے صفائی۔ ورنہ توریت موجودہ میں تو پیمبروں کی وہ بری گت بنائی گئی ہے کہ اخلاقی و دینی، عملی و اعتقادی کبائر میں سے شاید ہی کوئی ایسا ہو جو ان کی جانب منسوب نہ کر دیئے گئے ہوں۔ یہاں تک کہ (نعوذ باللہ) کفر و شرک بھی! دوسری غرض اسکے بالمقابل یہ بھی رہی ہے کہ انہیں ان کے مرتبہ سے زیادہ نہ بڑھایا جائے، انہیں ہر حال میں بندہ ہی سمجھا جائے، اور الوہیت کا کوئی جزو بھی شامل نہ ہونا سمجھا جائے۔

۶۶ الیاسؑ ایک مشہور اسرائیلی نبی گزرے ہیں۔ توریت میں ان کا نام ایلیاہ (ELIJAH) آیا ہے۔ وہ بادشاہ اخی اب (AHAB) کے ہمعصر ہوئے ہیں، جو شمالی مملکت کا فرمانروا تھا۔ اس بادشاہ کا زمانہ ۸۷۶ء تا ۸۵۴ء ق م ہوا ہے۔ توریت میں ان کے کرامات و معجزات کا ذکر کتاب سلاطین حصہ اول و دوم دونوں میں ملتا ہے۔ یہودی عقیدہ ہے کہ آپ حضرت ادریس کی طرح آسمان پر زندہ اٹھا لئے گئے۔ ملاحظہ ہو تفسیر انگریزی۔ ۶۷ اَحْسَنَ الْخٰلِقِيْنَ کا لفظ لا کر حق تعالیٰ کے اس صفاتی پہلو پر بھی توجہ دلا دی گئی ہے کہ چھوڑ رہے بھی ہو تو کس کو؟ اس کو جو تمہارا پروردگار، تمہارا خالق ہے! اور خالق بھی کیسا؟ ہر اعتبار سے اشرف و احسن! ——— ذرا تو اپنی اس بغاوت و سرکشی کو سوچو سمجھو، اور اس پر شرماؤ۔ بعل فینقی (فینیشین) قوم کے سب سے بڑے دیوتا کا نام تھا۔ اسرائیلی بادشاہ اخی اب نے جب غیر قوموں میں شادیاں کیں، تو ان میں سے کوئی بیوی اپنے ہمراہ بعل پرستی بھی شاہی محل میں لے آئی اور شاہی محل سے رفتہ رفتہ ساری اسرائیلی قوم میں سرایت کر گئی۔ انبیاء اسرائیل میں سے چند نے اس نئے شرک کا مقابلہ پورے زور و قوت کے ساتھ کیا، اور ان میں ممتاز نام حضرت الیاس نبی کا ہے۔ بعض روایتوں سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بعل نام کسی دیوتا کا نہیں، بلکہ سب سے بڑی دیوی کا تھا۔ ملاحظہ ہو تفسیر انگریزی۔ حضرت الیاس کی قوم فلسطین کے مغربی وسطی علاقہ سامرہ (SAMARIA) میں آباد تھی، اور وہیں بعل کی پوجا زور شور سے جاری تھی۔ ۶۸ (عذاب آخرت میں اپنے اس جھٹلانے کی پاداش میں)

ف۵۰ حضرت اسمٰعیل جب سیانے ہو کر باپ کا ہاتھ بٹانے کے قابل ہو گئے تو حضرت ابراہیم نے عالمِ رؤیا میں دیکھا کہ آپ ان کو ذبح کر رہے ہیں۔ حضرات انبیاء کا خواب بھی وحی ہی کی ایک قسم ہوتا ہے۔ آپ اسے امرِ الٰہی سمجھے اور تعمیل پر آمادہ ہو گئے۔ یہ گفتگو اسی وقت کی ہے۔ قصہ کی تفصیلات احادیث نبوی میں آئی ہیں۔ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ آپ تعمیلِ ارشاد میں صاحبزادہ کی تائید کے محتاج تھے ——— آپ کا خیال ہوگا کہ لڑکا بھی اگر اسکی تائید کرے تو دل اور قوی ہو جائے گا اور اگر اسے تائید میں تامل ہوا تو مزید گفتگو کر کے اسے آمادہ کر دیا جائے گا۔ (تھانویؒ) اِفْعَلْ مَا تُؤْمَرُ۔ اس فقرہ نے اس حقیقت کو بالکل واضح کر دیا کہ آپ کو ذبح اسمٰعیل کیلئے حکم ملا تھا، اور آپ اسی پر مامور تھے۔ ظاهر يدل على انه كان مامورا بذبحه وقد اقتضى الامر قوله افعل ما تؤمر (جصاص) اِنِّیْٓ اَرٰی فِی الْمَنَامِ محققین نے اس ذیل میں لکھا ہے کہ نبی کا خواب حجت ہے۔ ورؤيا الانبياء وحي كالوحي في اليقظة (مدارک) رؤيا الانبياء وحي كاليقظة (بحر) اس پر غیر نبی کے خواب کو قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْیَ۔ یعنی جب آپ اپنے والد کے ساتھ دوڑنے دھوپنے کے قابل ہو گئے۔ اى بلغ ان يسعى مع ابيه في اشغاله وحوائجه (کشاف۔ مدارک) ف۵۱ (جیسا کہ ذبح کے وقت جانور کو لٹاتے ہیں، اور گلے پر چھری پھیرا ہی چاہتے تھے) ف۵۲ یعنی خواب میں جو حکم ملا، اس پر اپنی طرف سے تو پورا عمل کر ہی گزرے۔ اب ہم اس حکم کو منسوخ کرتے ہیں۔ محققین نے لکھا ہے کہ عزمِ فعل پر جب کہ وہ من وجہ فعل سے موید ہو، اجر کامل مل جاتا ہے۔ یہ تکمیل اجر اتمامِ فعل پر موقوف نہیں۔ ف۵۳ کہ انہیں راحت کونین سے مالا مال کر دیتے ہیں۔ اکابر اہل سنت نے (بخلاف معتزلہ کے) اس آیت اور واقعہ سے استدلال کیا ہے کہ بالکل جائز ہے کوئی حکم نازل ہو اور قبل اس کے کہ اس پر عمل ہو، وہ منسوخ کر دیا جائے۔ وقد استدل بهذه الاية والقصة جماعة من علماء الاصول على صحة النسخ قبل التمكن من الفعل خلافا لطائفة من المعتزلة والدلالة من هذه ظاهرة (ابن کثیر) ف۵۴ (جسے بجز مخلص کامل کے کوئی دوسرا برداشت نہیں کر سکتا تھا) خواب میں حکم ہونے کی شاید یہ حکمت ہو کہ ابراہیم علیہ السلام کا انقیاد زیادہ ظاہر ہو کہ خواب کو خیال نہیں سمجھا، اتنے بڑے کام پر آمادہ ہو گئے (تھانویؒ) ف۵۵ عَظِیْمٍ۔ یہاں بمعنی عظیم القدر ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ ایک دنبہ تھا جو جنت سے آیا تھا۔ اس پر یہ شبہ نہ ہو کہ جنت کی چیز نے فنا کیسے قبول کر لی۔ جب وہ ناسوت میں لایا گیا تو تاثیرات و خصوصیات بھی یہیں کی پیدا ہو گئیں۔ اور ہو سکتا ہے کہ یہ جنت میں شروع سے اسی غرض مخصوص کے لئے رکھا گیا ہو۔ فقہاء نے یہاں یہ سوال پیدا کیا ہے کہ آیا ذبح ولد کی نذر ماننا اور اس کا ایفاء بکری کے ذبح سے کرنا جائز ہے؟ اور پھر جواب دیا ہے کہ آیت کو نذر سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ تو محض امتثال امر تھا نہ کہ ایفاء نذر۔ لڑکے کے ذبح کرنے کی نذر بہر صورت اور بالاتفاق ناجائز ہے۔ لیکن اگر کوئی بدعقل ایسی نذر مان لے تو امام مالکؒ کے نزدیک اسکے بدلہ بکری قربان کر دے۔ لیکن امام شافعیؒ نے کہا ہے کہ یہ سرے سے معصیت ہے جس پر اسے استغفار کرنا چاہیے۔ (ابن العربی) حنفیہ میں امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کی رائے ہے کہ بکری کی قربانی دینی چاہیے، کہ یہ شریعت ابراہیمی سے ثابت ہے، اور اس کا نسخ منقول نہیں۔ قال ابو حنيفة ومحمد عليه ذبح شاة وظاهر الاية يدل على قول ابي حنيفة (جصاص) لیکن امام ابو یوسف کی رائے ہے کہ ایسی نذر ہی سرے سے باطل ہے، اس لئے اس کا کچھ کفارہ اور بدلہ بھی نہیں۔ وقال ابو يوسف لا شيء عليه (جصاص) ف۵۶ (کہ انہیں ورد دعا و بشارت بنا دیتے ہیں) ف۵۷ (توحید کامل کے علمبردار، عبدیت کامل کے مظہر) یہ موقع ابراہیم خلیل کی انتہائی مدح و ثنا کا ہے۔

قَالَ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ

وہ بولے اے میرے باپ آپ کر ڈالیے جو کچھ آپ کو حکم ملا ہے، آپ انشاء اللہ مجھے صبر کرنے والوں میں سے

مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۰۲﴾ فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ ﴿۱۰۳﴾ وَنَادَيْنٰهُ

پائیں گے ف۵۰ پھر جب دونوں نے حکم کو تسلیم کر لیا اور باپ نے بیٹے کو کروٹ پر لٹا دیا ف۵۱ اور ہم نے انہیں

اَنْ يّٰٓاِبْرٰهِيْمُ ﴿۱۰۴﴾ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي

آواز دی کہ اے ابراہیم تم نے خواب کو خوب سچ کر دکھایا ف۵۲ (وہ وقت ہی عجب تھا) ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ

الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۰۵﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ ﴿۱۰۶﴾ وَفَدَيْنٰهُ

دیا کرتے ہیں ف۵۳ بیشک یہ تھا بھی کھلا ہوا امتحان ف۵۴ اور ہم نے ایک

بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۰۷﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۰۸﴾ سَلٰمٌ

بڑا ذبیحہ اسکے عوض میں دیا ف۵۵ اور ہم نے پیچھے آنیوالوں میں یہ بات رہنے دی کہ ابراہیم پر

عَلٰٓي اِبْرٰهِيْمَ ﴿۱۰۹﴾ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۱۰﴾ اِنَّهٗ مِنْ

سلام ہو ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں ف۵۶ بیشک وہ

عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۱﴾ وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ

ہمارے ایماندار بندوں میں تھے ف۵۷ اور ہم نے اسے بشارت دی اسحٰق کی کہ نبی اور نیک بندوں

الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۱۲﴾ وَبٰرَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلٰٓي اِسْحٰقَ ۭ وَمِنْ

میں ہونگے ف۵۸ اور ہم نے ابراہیم پر اور اسحٰق پر برکتیں نازل کیں ف۵۹ اور

ذُرِّيَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَّظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ مُبِيْنٌ ﴿۱۱۳﴾ وَلَقَدْ مَنَنَّا

ان دونوں کی نسل میں بعض اچھے بھی ہیں اور بعض صریحاً اپنے اوپر ظلم کر رہے ہیں ف۶۰ اور ہم نے

ع ۳ / ۳۹ / ۷

اس موقع پر بھی کیا ارشاد ہوتا ہے؟ یہ کہ وہ ہمارے بڑے اچھے بندے تھے! ——— گویا مشرک و جاہلی قوموں کو یاد دلایا کہ کہیں انہیں خدائی کے مرتبہ پر نہ پہنچا دینا، اور ان کے نام کو برہما وغیرہ کی شکل میں بدل کر کہیں انہیں دیوتا نہ بنا لینا! اللہ اللہ کس درجہ اہتمام توحید ہے! ف۵۸ یہ بنی اسمٰعیل کو خاص طور پر سنایا جا رہا ہے، کہ کہیں بنی اسرائیل کے مطاعن اسمٰعیل اور بنی اسمٰعیل کے خلاف سنتے سنتے جواب میں یہ بھی حضرت اسحٰق کی نبوت و جلالت قدر سے انکار نہ کر بیٹھیں۔ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ۔ اسرائیلیوں کے ہاں "نبی" کے ساتھ "صالح" ہونا لازمی نہ تھا۔ کاہن کی طرح صرف غیب بیں، غیب داں ہونا کافی تھا، قرآن اسی لئے بار بار انبیاء کے وصف صالحیت کو نمایاں کرتا رہتا ہے۔ ف۵۹ (کہ دونوں کی نسل سے بکثرت انبیاء پیدا کئے گئے) انبیاء بنی اسرائیل ظاہر ہے کہ سب کے سب حضرت اسحٰق ہی کی اولاد میں تھے۔ ف۶۰ (یہاں تک کہ ایمان سے محروم ہیں) ایسے لوگوں کے لئے پیمبرزادگی ہرگز کام نہیں آسکتی۔ ذُرِّیَّتِھِمَا کے صیغہ تثنیہ سے اشارہ ادھر بھی ہو گیا کہ نسل ابراہیمی علاوہ حضرت اسحٰق کے کسی اور واسطہ سے بھی چلے گی۔

فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِيْنَ ۝۹۰ فَرَاغَ اِلٰٓى اٰلِهَتِهِمْ فَقَالَ
غرض وہ لوگ اُن کو چھوڑ کر چلے گئے ۴۱ تو یہ اُن کے ٹھاکروں میں جا گھسے اور کہنے لگے
اَلَا تَاْكُلُوْنَ ۝۹۱ مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُوْنَ ۝۹۲ فَرَاغَ عَلَيْهِمْ
کیا تم کھاتے نہیں ہو؟ تمہیں کیا ہوا تم بولتے ہی نہیں ہو؟ ۴۲ پھر اُن پر قوت کے ساتھ
ضَرْبًاۢ بِالْيَمِيْنِ ۝۹۳ فَاَقْبَلُوْٓا اِلَيْهِ يَزِفُّوْنَ ۝۹۴ قَالَ اَتَعْبُدُوْنَ
جا پڑے اور مارنے لگے ۴۳ پھر وہ لوگ اُن کے پاس دوڑتے آئے ۴۴ (ابراہیم نے) کہا کیا تم اُن چیزوں کی
مَا تَنْحِتُوْنَ ۝۹۵ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ۝۹۶ قَالُوا ابْنُوْا
پرستش کرتے ہو جنہیں (خود ہی) تراشتے ہو ۴۵ حالانکہ تم کو اور جو کچھ تم بناتے ہو اسکو اللہ ہی نے پیدا کیا ہے ۴۶ وہ لوگ بولے
لَهٗ بُنْيَانًا فَاَلْقُوْهُ فِي الْجَحِيْمِ ۝۹۷ فَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا
اس کے لئے ایک آتشکدہ تعمیر کرو اور اس دہکتی ہوئی آگ میں اسے ڈال دو، غرض ان لوگوں نے اسکے ساتھ برائی
فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَسْفَلِيْنَ ۝۹۸ وَقَالَ اِنِّيْ ذَاهِبٌ اِلٰى رَبِّيْ
کرنا چاہا، سو ہم نے انہیں کو نیچا دکھا دیا ۴۷ اور ابراہیم نے کہا میں اپنے پروردگار کی طرف چلا جاتا
سَيَهْدِيْنِ ۝۹۹ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝۱۰۰ فَبَشَّرْنٰهُ
ہوں، سو وہ مجھے پہنچا ہی دیگا ۴۸ اے میرے پروردگار مجھے ایک صالح (فرزند) دے سو ہم نے انہیں
بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ ۝۱۰۱ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ
ایک حلیم المزاج لڑکے کی بشارت دی ۴۹ سو جب وہ لڑکا انکے ساتھ چلنے پھرنے کے قابل ہو گیا تو انہوں نے کہا بیٹا!
اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى
میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں، سو تم بھی سوچ لو تمہاری کیا رائے ہے

منزل ۶

۴۱ اب صورت واقعہ یہ ہے کہ قوم کے سالانہ میلہ کا وقت آگیا ہے (جاہلی قوموں میں میلوں ٹھیلوں کی جو اہمیت ہوتی ہے وہ بالکل ظاہر ہے) اور لوگ آپ کو اپنا ہم عقیدہ سمجھ کر آپ سے بھی ہمراہ چلنے کو کہتے ہیں۔ آپ عذر کر رہے ہیں۔ یہ بیان اسی موقع کا ہے۔ نَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُوْمِ۔ گھڑی کی ایجاد سے قبل وقت وغیرہ کے علم کے لئے نظر قدرۃً رات کے وقت ستاروں کی طرف اٹھا کرتی تھی۔ جیسا کہ آج بھی ان ملکوں میں دستور ہے جہاں گھڑیاں ابھی نہیں پہنچی ہیں۔ اور پھر اہل کلدانیہ (بابل) تو فن نجوم، جوتش وغیرہ کے پرستاروں میں تھے۔ فال وغیرہ کے کتنے احکام تاروں ہی سے لیا کرتے تھے۔ حضرت ابراہیم نے نظر آسمان کی طرف اٹھائی، اور وہ لوگ اپنی حسب عادت یہ سمجھے کہ یہ ستاروں کی مدد سے اپنا مستقبل دریافت کر رہے ہیں۔ فَقَالَ اِنِّيْ سَقِيْمٌ۔ آپ نے بطور عذر فرمایا کہ آج مضمحل ہوں اس لئے تمہارا ساتھ دینے سے معذور۔ سقیم۔ یہاں ایک مشہور سوال یہ چلا آرہا ہے کہ حضرت ابراہیم تو مریض نہ تھے، پھر کیسے اپنے کو مریض ظاہر کر دیا؟ جوابات اس کے مختلف اور متعدد دیئے گئے ہیں، لیکن ایک سوال نفس سوال ہی پر پیدا ہوتا ہے، وہ یہ کہ آپکا مریض نہ ہونا کہاں سے فرض کیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں تو اس کی صراحت کیا معنی اشارہ بھی نہیں۔ اور نہ کسی معتبر روایت میں یہ ذکر ہے۔ بالکل آسانی سے ممکن ہے کہ آپ مریض رہے ہونگے اور اسی حال کا اظہار بھی آپ نے کر دیا۔ صرف ستاروں پر نظر کرنے کا جزو الگ تھا، اور وہ اس مصلحت سے تھا کہ اہل شرک کو مزید سوالات کا موقع نہ رہے۔ پھر سقیم کے معنی بھی مریض کیوں فرض کر لئے گئے؟ اور اس کا اردو ترجمہ بیمار سے کرنا کیونکر لازم آگیا؟ سقیم کا اطلاق ہر مضمحل پر ہوتا ہے۔ جیسے خود قرآن مجید ہی میں، بلکہ اس کی اسی سورت میں آگے چل کر آرہا ہے۔ فنبذناہ بالعراء وھو سقیم (آیت نمبر ۱۴۵) یہاں کوئی اسکے معنی بیمار کے نہیں لیتا۔ اور پھر جیسا کہ علامہ راغب نے لکھا ہے، بیماری کا تعلق ماضی سے بھی ہو سکتا ہے۔ اور مستقبل سے بھی اور حال سے بھی۔ اور صحت کامل تو کسی کی بھی نہیں ہوتی، کچھ نہ کچھ بیمار تو ہر شخص رہتا ہی ہے۔ اِنِّيْ سَقِيْمٌ کے معنی "میں بیمار ہونے کو ہوں" یا "بیمار ہونے کے قریب ہوں" ہی کئے گئے ہیں۔ ای مشارف السقم (کشاف) ای سا سقم (مدارک) ای مشارف السقم (بحر) المراد انہ سقیم (روح) فالمعنی انی سقیم فی ما استقبل فتوھم انہ سقیم الساعۃ (قرطبی)

۴۲ حضرت ابراہیم کی یہ ساری گفتگو ظاہر ہے کہ بطور تعریض کے ہے۔ اَلَا تَاْكُلُوْنَ۔ مورتیوں پر ان کے پجاری بڑے بڑے چڑھاوے چڑھاتے رہتے ہیں۔ آپ کا اشارہ انہی کی جانب ہے۔ ۴۳ (جس سے وہ مورتیاں ٹوٹ پھوٹ کر رہ گئیں) ضَرْبًاۢ بِالْيَمِيْنِ۔ یعنی بڑی شدت وقوت کے ساتھ۔ وتقییس الضرب بالیمین للدلالۃ علی شدتہ وقوتہ (روح) ای ضربا شدیدا قویا (کشاف)

۴۴ اس کی خبر آپ کے ہم قوموں کو ہوتی ہے، اور وہ اب دوڑے گھبرائے ہوئے اور غصہ میں بھرے ہوئے آتے ہیں۔ ۴۵ (اور خدا اسے تسلیم کرتے ہو! جو خود تمہارا پیدا کیا ہوا اور تراشیدہ ہے!) ۴۶ (اور مستحق عبادت صرف وہی ہے) متکلمین اہل سنت نے کہا ہے کہ یہ آیت اس باب میں نص ہے کہ انسان ہی کا نہیں، اس کے اعمال وافعال کا خالق بھی حق تعالیٰ ہی ہے۔ اور یہ آیت صاف تردید کر رہی ہے مسلک اہل اعتزال کی، جو اعمال کو غیر مخلوق سمجھتے ہیں۔ احتج جمہور الاصحاب علی ان فعل العبد مخلوق للہ تعالیٰ (کبیر) وھو دلیلنا فی خلق الافعال ای اللہ خالقکم وخالق اعمالکم (مدارک) وفی ھذا ابطال مذاھب القدریۃ والجبریۃ (قرطبی) مَا تَعْمَلُوْنَ میں ما مصدریہ ہے۔ اس لئے وما تعملون کے معنی وعملکم کے ہوئے اور تقدیر کلام یہ ہوئی، واللہ خلقکم وخلق عملکم۔ ما مصدریۃ ای وخلق اعمالکم (مدارک) البتہ صاحب بحر نے کہا ہے کہ ما کو مصدری معنی میں لینا طریق بلاغت کے خلاف ہے۔ ۴۷ اس قصہ پر حاشیے سورۃ الانبیاء (پ ۱۷) میں گزر چکے۔ اَلْجَحِيْمِ۔ جحیم کے ال معرفہ کے ساتھ آنے کے معنی یہ ہیں کہ اس عمارت کی بھٹی۔ والالف واللام فی الجحیم تدل علی الکنایۃ ای فی جحیم ذلک البنیان (قرطبی) بُنْيَانًا۔ بنیان کے لفظی معنی عمارت کے ہیں، یہاں مراد آگ کی بھٹی ہے۔ ای موقع ایقاد النار (بحر) حائط اتوقدون فیہ النار (روح) ۴۸ (منزل مقصود تک) اِلٰى رَبِّيْ۔ یعنی اپنے پروردگار کی راہ میں کسی طرف اسکے حکم کے مطابق۔ ای الی موضع امرنی بالذھاب الیہ (مدارک) الی حیث امرنی بالمھاجرۃ الیہ (کشاف) مراد ملک شام ہے۔ جو آپ کے وطن عراق سے شمال مغرب میں واقع تھا۔ سَيَهْدِيْنِ میں س تاکید وتوقع کے معنی میں ہے۔ والسین لتاکید الوقوع فی المستقبل (روح) ۴۹ مراد حضرت اسمٰعیل ہیں۔ حَلِيْمٍ۔ لڑکے کے لئے یہ صفت حلم مزاجی کی تصریح یہود ونصاریٰ کے رد میں ہے، جو آج تک حضرت اسمٰعیل کو تند مزاجی وبدخوئی میں ضرب المثل کی شہرت دیئے ہوئے ہیں۔ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ۔ فرزند صالح کی دعا مانگتے رہنا کسی کمال روحانی کے منافی ہونا الگ رہا عین سنت انبیاء رہا ہے۔

الْمُجِيبُونَ (٧٥) وَنَجَّيْنَاهُ وَأَهْلَهُ مِنَ الْكَرْبِ
فریاد کے سننے والے ہیں ۳۴ اور ہم نے اُن کو اور اُن کے گھر والوں کو بڑے بھاری غم سے
الْعَظِيمِ (٧٦) وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهُ هُمُ الْبَاقِينَ (٧٧) وَتَرَكْنَا
نجات دی ۳۵ اور ہم نے باقی انہیں کی نسل کو رہنے دیا اور ہم نے
عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ (٧٨) سَلَامٌ عَلَىٰ نُوحٍ فِي الْعَالَمِينَ (٧٩)
اُن کے لئے پیچھے آنیوالوں میں (یہ بات) رہنے دی کہ نوح پر سلام ہو عالم والوں میں ۳۶
إِنَّا كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ (٨٠) إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا
بیشک ہم مخلصین کو (ایسا ہی) صلہ دیا کرتے ہیں بیشک وہ ہمارے ایماندار بندوں
الْمُؤْمِنِينَ (٨١) ثُمَّ أَغْرَقْنَا الْآخَرِينَ (٨٢) وَإِنَّ مِنْ
میں تھے پھر ہم نے غرق کردیا اوروں کو ۳۷ اور اُن کے
شِيعَتِهِ لَإِبْرَاهِيمَ (٨٣) إِذْ جَاءَ رَبَّهُ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ (٨٤)
طریقہ والوں میں ابراہیم بھی تھے ۳۸ (اُن کا قصہ یاد کیجیے) جب وہ اپنے پروردگار کی طرف قلب سلیم کے ساتھ متوجہ ہوئے ۳۹
إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ مَاذَا تَعْبُدُونَ (٨٥) أَئِفْكًا
جبکہ انہوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا کہ تم کس (واہیات) چیز کی عبادت کرتے ہو، کیا گڑھے ہوئے
آلِهَةً دُونَ اللَّهِ تُرِيدُونَ (٨٦) فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ
معبود اللہ کے سوا (معبود بنانا) چاہتے ہو تو تمہارا پروردگار عالم سے متعلق کیا
الْعَالَمِينَ (٨٧) فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُومِ (٨٨) فَقَالَ إِنِّي سَقِيمٌ (٨٩)
خیال ہے؟ ۴۰ پھر ابراہیم نے ستاروں کو ایک نگاہ بھر کے دیکھا، اور کہہ دیا کہ میں مضمحل ہوں

وقف لازم

۳۴ (چنانچہ ہم نے نوح کی بھی سن لی) وَلَقَدْ نَادٰىنَا یعنی ہمیں اپنی نصرت اور کافروں سے انتقام کے لئے پکارا۔ وَاَهْلَهٗ۔ اہل سے مراد حضرت نوح کے خاندان والے نہیں، بلکہ ہم عقیدہ اہل ایمان لئے گئے ہیں۔ یعنی اهل دینه وهم من آمن معه (قرطبی) ۳۵ (اور کافروں کو غرق کردیا) اَلْكَرْبِ الْعَظِيمِ سے مراد ہے کافروں کی تکذیب و ایذا رسے پیش آنے والا غم۔ قصہ نوح پر حاشیے کئی بار گزر چکے ہیں۔ مرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ طبعی غم کمال کے منافی نہیں، اقتضاراتِ طبعی کاملین میں بھی باقی رہتے ہیں، اور اس کے خلاف جو کچھ منقول ہے وہ غلبۂ حال ہے۔ ۳۶ چنانچہ آج تک ملائکہ و مومنین ان پر سلام بھیجتے اور ان کے حق میں رحمت کی دعا کرتے رہتے ہیں۔ وَجَعَلْنَا ...... هُمُ الْبٰقِينَ۔ چنانچہ آج دنیا میں جتنی بھی آبادی ہے، سب حضرت نوح ہی کی نسل ہے۔ ۳۷ یعنی دوسرے کیش اور مذہب والوں کو، مشرکوں کو۔ ای المغایرین لنوح واهل دینه وهم کفار قومه اجمعین (بحر) ثُمَّ یہاں تراخی ذکری کے لئے ہے۔ ورنہ آسمانی اعتبار سے جعلنا ذریته هم الباقین اور اغرقنا الآخرین دونوں فعلوں کا وقوع ساتھ ہی ساتھ ہوا تھا۔ اِنَّا ...... الْمُحْسِنِينَ سے یہ لازم نہیں آتا کہ تشبیہ تمام امور میں ہے۔ بلکہ معنی یہ ہیں کہ محسنین کو جزائے حسن دیا کرتے ہیں اب جس مرتبہ کا احسان، اس مرتبہ کی جزا۔ بس انبیاء و غیر انبیاء میں تساوی لازم نہیں آتی (تھانویؒ) ۳۸ یعنی انھیں کے خاندان میں سے اور عقائد و اصول میں ان سے متحد ای ممن شایعه فی الایمان واصول الشریعة (بیضاوی) ای من اهل بیته وعلی امته ومنهاجه (کبیر) ای ممن شایعه علی اصول الدین او شایعه علی التصلب فی دین الله (مدارک) قال ابن عباس ای من اهل دینه وقال مجاهد ای علی منهاجه وسنته (قرطبی) اِبْرٰهِیْمَ۔ ذکر بارہا آچکا اور آپ پر حاشیے بھی گزر چکے۔ ۳۹ یعنی جس دل میں عقیدۂ توحید خالص و اخلاص کامل تھا، اس کے ساتھ۔ سلیم ای سلیما عن الشرك وعن الشك وعن الغل والغش والحقد والحسد (کبیر) ۴۰ (جو سورج اور چاند اور تمہارے سارے بڑے بڑے دیوتاؤں کا خالق ہے) حضرت ابراہیم اب توحید کی تبلیغ شروع کرتے ہیں۔ لِاَبِیْهِ۔ آپ کے والد کا نام آزر تھا۔ ان کی بت پرستی و بت تراشی پر حاشیے پہلے گزر چکے۔ وَقَوْمِهٖ۔ آپ کی یہ قوم بابل یا کلدانیہ میں سکونت گزیں، ستارہ پرستی اور بت پرستی کے دُہرے دُہرے شرک میں مبتلا تھی۔ ملاحظہ ہو تفسیر انگریزی۔

شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ ﴿٦٢﴾ اِنَّا جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً لِّلظّٰلِمِيْنَ ﴿٦٣﴾ اِنَّهَا

زقوم کا درخت ؟ ۲۸ ہم نے اس کو کافروں کے لئے (موجب) آزمائش بنا رکھا ہے ۲۹ وہ

شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِيْٓ اَصْلِ الْجَحِيْمِ ﴿٦٤﴾ طَلْعُهَا كَاَنَّهٗ

ایک درخت ہے جو قعر دوزخ میں سے نکلتا ہے اس کے پھل ایسے ہیں جیسے

رُءُوْسُ الشَّيٰطِيْنِ ﴿٦٥﴾ فَاِنَّهُمْ لَاٰكِلُوْنَ مِنْهَا فَمَالِئُوْنَ

سانپ کے پھن ۳۰ تو وہ لوگ اس سے کھا ئینگے اور اسی سے

مِنْهَا الْبُطُوْنَ ﴿٦٦﴾ ثُمَّ اِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِّنْ حَمِيْمٍ ﴿٦٧﴾

پیٹ بھریں گے پھر انہیں کھولتا ہوا پانی ملا کر دیا جائے گا ۳۱

ثُمَّ اِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَاِلَى الْجَحِيْمِ ﴿٦٨﴾ اِنَّهُمْ اَلْفَوْا اٰبَآءَهُمْ

پھر اخیر ٹھکانا اُن کا دوزخ ہی کی طرف ہو گا انہوں نے اپنے بڑوں کو

ضَآلِّيْنَ ﴿٦٩﴾ فَهُمْ عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ يُهْرَعُوْنَ ﴿٧٠﴾ وَلَقَدْ

گمراہ پایا تھا سو یہ بھی انہیں کے قدم پر تیزی کے ساتھ چل پڑے ۳۲ اور ان سے

ضَلَّ قَبْلَهُمْ اَكْثَرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿٧١﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا فِيْهِمْ

پہلے بھی اگلوں میں اکثر گمراہ ہو چکے تھے اور ہم نے اُن میں بھی ڈرانے والے

مُّنْذِرِيْنَ ﴿٧٢﴾ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿٧٣﴾

بھیجے تھے سو دیکھ لیجئے ان کا کیسا بُرا انجام ہوا جنہیں ڈرایا گیا تھا

اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿٧٤﴾ وَلَقَدْ نَادٰىنَا نُوْحٌ فَلَنِعْمَ

البتہ وہ نہیں جو اللہ کے خاص کئے ہوئے بندے تھے ۳۳ اور ہم کو نوح نے پکارا، اور ہم خوب

ع ۲ ۵۳ ۶

۲۸ الزَّقُّوْمِ ایک درخت ہے جو عرب میں اپنی تلخی کے لئے مشہور تھا فارسی میں اسے حنظل اور اردو میں تھوہڑ کہتے ہیں۔ دوزخ میں آگ سے پیدا ہو گا، اور کسی طرح بھی انسانی غذا کے قابل نہ ہو گا۔ یوں بھی زہریلا اور تلخ ہوتا ہے، اور پھر دوزخ کے زقوم کا کہنا ہی کیا۔ مجازاً ہر زہریلی اور بد مزہ چیز کو کہہ سکتے ہیں۔ قال ثعلب الزقوم كل طعام يقتل (تاج) عبارة عن الاطعمة كريهة في النار (راغب) ۲۹ (اسی دنیا میں) کہ دیکھیں کون اسے سن کر اسکی تصدیق کرتا ہے اور کون تکذیب و تضحیک۔ زقوم کے ایک اور معنی خرما اور مسکہ کے بھی ہیں۔ مشرکین عرب نے یہی معنی لیکر مضحکہ شروع کر دیا تھا۔ الظّٰلِمِيْنَ۔ ظالموں سے یہاں مراد کافر ہی ہیں۔ ۳۰ جیسے ہندوستان میں ناگ پھنی کے پتے ہوتے ہیں، نواح یمن میں بھی اسی نام کا ایک بد منظر پودا ہوتا ہے۔ نبت معروف قبيح الرأس (كبير) شجرة معروفة تكون بناحية اليمن منكرة الصورة (روح) اور صاحب روح نے دو شعر بھی اسی معنی میں نابغہ اور اصمعی کے پیش کئے ہیں۔ الشَّيٰطِيْن۔ شیطان کے مجازی معنی بد ہیئت سانپ کے ہیں۔ اور وہی یہاں مراد ہیں۔ قيل هي حية خفيفة الجسم (راغب) وقيل الشياطين حيات هائلة قبيحة المنظر (بيضاوی) وهي من اقبح الحيات وبها يضرب المثل في القبح (كبير) ۳۱ (غساق یعنی پیپ کے ساتھ) یعنی بھوک سے مضطر ہو کر تو زقوم سے پیٹ بھریں گے، اور پیاس سے بے قرار ہو کر کھولتا ہوا پانی پیپ ملا ہوا پیٹ میں انڈیلیں گے۔ ۳۲ یعنی گمراہی کے راستہ میں بڑے شوق و رغبت سے چلنے لگے اِنَّهُمْ ...... ضَآلِّيْنَ۔ آیت نے صاف کر دیا کہ اس نتیجہ کا ترتب اہل جہنم پر صرف اس لئے ہو گا کہ انہوں نے دلیل صحیح کی پیروی چھوڑ کر محض اندھی تقلید شروع کر دی تھی۔ والمقصود من الاية انه تعالى علل استحقاقهم للوقوع في تلك الشدائد كلها بتقليد الاباء في الدين وترك اتباع الدليل (كبير) اور امام رازی نے لکھا ہے کہ اندھی تقلید کے ذم میں اگر کوئی اور آیت قرآن میں نہ ہوتی تو یہی ایک آیت کافی تھی۔ ولو لم يوجد في القرآن غير هذه الاية في ذم التقليد لكفى (كبير) ۳۳ (بلکہ وہ اس عذاب دنیوی سے بھی محفوظ نہ رہے) یعنی جنہوں نے پیمبروں کی نہ سنی، ان پر دنیا میں بھی کیسے کیسے عذاب آئے۔ عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ۔ یعنی اہل ایمان۔

بَيْضٌ مَّكْنُونٌ ۝۴۹ فَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ

انڈے ہیں چھپے چھپائے (رکھے ہوئے) ۲۰ پھر ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر بات چیت

يَتَسَاءَلُونَ ۝۵۰ قَالَ قَائِلٌ مِّنْهُمْ إِنِّي كَانَ لِي قَرِينٌ ۝۵۱

کریں گے ۲۱ ان میں سے ایک کہنے والا کہے گا کہ میرا ایک ملاقاتی تھا

يَقُولُ أَإِنَّكَ لَمِنَ الْمُصَدِّقِينَ ۝۵۲ أَإِذَا مِتْنَا وَكُنَّا

وہ کہا کرتا تھا کیا تو بھی (حشر کے) معتقدین میں سے ہے تو کیا جب ہم مرجائیں گے اور

تُرَابًا وَعِظَامًا أَإِنَّا لَمَدِينُونَ ۝۵۳ قَالَ هَلْ أَنتُم

مٹی اور ہڈیاں ہو جائینگے تو جزا و سزا دیئے جائینگے؟ ۲۲ ارشاد ہوگا کیا تم (اسے) جھانک کر

مُّطَّلِعُونَ ۝۵۴ فَاطَّلَعَ فَرَآهُ فِي سَوَاءِ الْجَحِيمِ ۝۵۵ قَالَ تَاللَّهِ

دیکھنا چاہتے ہو؟ ۲۳ سو وہ (شخص) جھانکے گا تو اسے وسط جہنم میں دیکھے گا ۲۴ (اور) بول اٹھیگا اللہ کی قسم

إِن كِدتَّ لَتُرْدِينِ ۝۵۶ وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّي لَكُنتُ مِنَ

تو تو مجھے ہلاک ہی کر ڈالنے کو تھا اور اگر میرے پروردگار کا فضل نہ ہوتا تو میں بھی

الْمُحْضَرِينَ ۝۵۷ أَفَمَا نَحْنُ بِمَيِّتِينَ ۝۵۸ إِلَّا مَوْتَتَنَا الْأُولَىٰ

ماخوذ لوگوں میں ہوتا ۲۵ تو کیا ہم (اب) نہ مریں گے بجز پہلی بار کے مرچکنے کے

وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِينَ ۝۵۹ إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝۶۰

اور نہ ہم کو عذاب ہوگا ۲۶ بیشک بہت بڑی کامیابی یہی ہے ۲۷

لِمِثْلِ هَٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعَامِلُونَ ۝۶۱ أَذَٰلِكَ خَيْرٌ نُّزُلًا أَمْ

ایسی ہی (کامیابی) کے لئے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہئے، بھلا یہ دعوت بہتر ہے یا

۲۰ اور گرد و غبار و داغ سے بالکل محفوظ، تشبیہ صرف صفائی اور آب و تاب میں ہے۔ اردو خواں اس پر حیرت نہ کریں۔ محاورۂ عرب میں عورت کے گورے رنگ اور حسن کے لئے یہ تشبیہ عام ہے۔ کان ھذا اللون فی غایۃ الحسن والعرب کانوا یسمون النساء بیضات الخدور (کبیر) العرب تشبہ النساء ببیض النعام (ابن قتیبہ) والعرب تشبہ المرأۃ بالبیضۃ لصفائها وبیاضها (قرطبی) عِینٌ میں خلاصہ آگیا ان کے حسن و جمال کا۔ اور قاصرات الطرف سے اشارہ ہوگیا کہ علاوہ حسن صورت کے غیرت و حسن عفت سے جنت میں بھی موصوف رہیں گی۔ ۲۱ انفرادی، مادی لذتیں بڑی سی بڑی بھی اہل جنت کے لئے کافی نہ ہونگی ہم مشربوں، دوستوں، عزیزوں کے اجتماع کا لطف ان سب لذتوں کو دوبالا ہوگا۔ ۲۲ یعنی دنیا میں میرا ایک ملنے والا تھا، وہ مجھ سے طنزاً کہا کرتا تھا کہ کیوں میاں! تم بھی حشر و نشر کے ڈھکوسلوں کے قائل ہو؟ ۲۳ قال کا فاعل حق تعالیٰ بھی ہو سکتا ہے جیسا کہ مفسر تھانوی نے قرار دیا اور بیضاوی وغیرہ میں بھی یہ قول نقل ہوا ہے اور خود وہ جنتی بھی ہو سکتا ہے، جو اپنے رفیقوں، ہم نشینوں سے یہ کلام کرے گا اور یہ قول جمہور مفسرین کا اختیار کیا ہوا ہے۔ یہ ہرگز ضروری نہیں کہ ساری جنت میں ایک ہی شخص اس کا قائل ہو۔ بلکہ انتم مطلعون کے صیغۂ جمع سے تو ظاہر ہو رہا ہے کہ یہ بہتوں کا تجربہ ہوگا ۲۴ سَوَآءِ الْجَحِيمِ کے لفظ سے یہ مراد نہیں کہ وہ جہنم کا وسط حقیقی ہے۔ محاورات میں "بیچوں بیچ" برابر بول دیتے ہیں، جب مراد صرف خوب گھرے ہوئے ہونے سے ہوتی ہے۔ فَاطَّلَعَ سے ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ جنت اعلیٰ میں اور دوزخ اسفل میں ہے، اور اس وقت باہم ایسی غیبت ہوگی کہ جھانکنے سے نظر آجائے گا۔ (تھانوی) ۲۵ یعنی تو نے مجھے خراب کرنے اور اپنا ہم خیال بنانے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی تھی، یہ محض فضل خداوندی تھا جس نے مجھے عقیدۂ صحیح پر قائم رکھا۔ ۲۶ یہ سب کچھ جوشِ مسرت میں اس جنتی کی زبان پر آجائیگا۔ ۲۷ یعنی جنت کی ان نعمتوں سے سرفرازی۔ الاشارۃ الی ما ھم علیہ من النعمۃ والخلود والامن من العذاب (بیضاوی) یہ حور اور قصور، جنت کی لذتیں اور سرور قابل مضحکہ نہیں کہ ہمارے صوفی اور شاعر انہیں طنز و تمسخر کا نشانہ بنائے رکھیں، یہ سب مطلوب شرعی ہیں۔ محل و مظہر رضاء الٰہی ہیں۔ قرآن مجید انہیں بار بار بطور مقصود کے پیش کر رہا ہے۔ افسوس اور صد ہزار افسوس ہے کہ ان پر فقرے کہہ کر اور پھبتیاں کس کر بھی ہمارے بہت سے شاعر اور صوفی، بزرگ اور مقبول سمجھے جا رہے ہیں۔

اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَسْتَكْبِرُوْنَ (۳۵) وَ
یہ لوگ ایسے تھے کہ جب ان سے کہا جاتا تھا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں تو یہ لوگ تکبر کیا کرتے تھے ۱؎

يَقُوْلُوْنَ اَئِنَّا لَتَارِكُوْٓا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ (۳۶) بَلْ
کہا کرتے تھے کہ کیا ہم اپنے معبودوں کو ایک دیوانے شاعر کی بات پر چھوڑ دینگے؟ ۱۵؎ نہیں اصل یہ ہے

جَآءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِيْنَ (۳۷) اِنَّكُمْ لَذَآئِقُوا
کہ وہ ایک سچا دین لے کر آئے ہیں اور (دوسرے) پیمبروں کی تصدیق کرتے ہیں ۱۶؎، تم (سب) کو عذاب دردناک

الْعَذَابِ الْاَلِيْمِ (۳۸) وَمَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (۳۹)
چکھنا پڑے گا اور تم کو اسی کا بدلہ ملیگا جو تم کیا کرتے تھے ۱۷؎

اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ (۴۰) اُولٰٓئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُوْمٌ (۴۱)
مگر ہاں جو اللہ کے خاص کئے ہوئے بندے ہیں اُن کے لئے غذائے معلوم ہے

فَوَاكِهُ وَهُمْ مُّكْرَمُوْنَ (۴۲) فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ (۴۳) عَلٰى
یعنی میوے اور وہ عزت کے ساتھ راحت کے باغوں میں ہونگے ۱۸؎ تختوں پر

سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ (۴۴) يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ (۴۵)
آمنے سامنے بیٹھے ہوئے ان پر جام دَور کریگا بہتی ہوئی (شراب) سے (لبریز)

بَيْضَآءَ لَذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ (۴۶) لَا فِيْهَا غَوْلٌ وَّلَا هُمْ عَنْهَا
سفید سفید پینے والوں کے حق میں خوب لذیذ اس سے نہ چکر آئیگا، اور نہ اس سے وہ بہکی بہکی

يُنْزَفُوْنَ (۴۷) وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ عِيْنٌ (۴۸) كَاَنَّهُنَّ
باتیں کرینگے ۱۹؎ اور ان کے پاس نیچی نگاہ والیاں بڑی آنکھ والیاں ہوں گی، گویا وہ

۱۵؎ مشرکین عرب کا بیان ہو رہا ہے کہ وہ دین جاہلیت کی "تہذیب اعلیٰ و برتر" (SUPERIOR. CULTURE) پر نازاں ہیں، اور جب خالص اور کھری توحید ان کے سامنے پیش کی جاتی ہے تو اسے قبول کرنے میں اور اپنے مشرکانہ عقائد سے دستبردار ہونے میں اپنی کسرِشان سمجھتے ہیں۔ اور پیمبر کے لئے یہ نظریہ قائم کئے ہوئے کہ یہ تو ایک محض خیالی منصوبہ باز شخص ہے، اس کے کہے سے اپنے عقائد قدیم کیونکر بدل دیں۔ بِالْمُجْرِمِيْنَ۔ مجرمین سے مراد عام گنہگار نہیں، بلکہ جرم کفر کے مرتکبین مراد ہیں۔ اے بالمشرکین (بیضاوی۔ روح) اور صرف یہیں نہیں۔ بلکہ یہ لفظ اپنی مطلق صورت میں جہاں جہاں بھی قرآن مجید میں آیا ہے مراد کافر ہی ہیں۔ یدل علی ان لفظ المجرم المطلق مختص فی القرآن بالکافر (کبیر) ۱۶؎ مشرکوں کو جواب مل رہا ہے کہ ان پیمبر کی زبان سے اظہار تمامتر حقائق ہی کا ہو رہا ہے۔ بھلا شاعری خیال بندی، منصوبہ بازی کو ان نبوی عقائد سے کیا مناسبت ہے؟ ۱۷؎ یعنی اس عام و مشترک سزا کے باب میں کوئی ظلم کسی قسم کا نہیں۔ نفس کفر و انکار میں تم سب شریک تھے، اس لئے لازم ہے کہ آج سزا ئے کفر میں بھی سب شریک ہو۔ ۱۸؎ چنانچہ یہ سارے ماکولات ان کے سامنے عزت و احترام کے ساتھ پیش کئے جائینگے۔ یہ نہیں کہ جیسے گداگر کی جھولی میں کچھ ڈال دیا گیا۔ فَوَاكِهُ۔ عربی میں یہ لفظ بڑی وسعت رکھتا ہے اور اردو کے کسی ایک لفظ سے اس کا ترجمہ ممکن نہیں۔ عربی میں فاکھہ سے مراد صرف میوے ہی نہیں، بلکہ ہر وہ لذیذ نفیس چیز ہے جو انسان پیٹ بھرنے کے لئے نہیں بلکہ ذائقہ کے لئے کھاتا ہے۔ جنت میں اہل جنت کے جسم کو تغذیہ کی سرے سے ضرورت ہی نہ ہوگی اس لئے کہ وہاں جسم فنا پذیر نہ ہونگے۔ اہلِ جنت تو جو کچھ کھائیں پئیں گے صرف مزے اور لطف ہی کیلئے۔ وھی کل ما یتلذذ بہ لا یتقوت لحفظ الصحۃ یعنی ان رزقھم کلہ فواکہ لانھم مستغنون عن حفظ الصحۃ بالاقوات (کشاف) الفاکھۃ عبارۃ عما یوکل لاجل التلذذ لا لاجل الحاجۃ (کبیر) الفاکھۃ ما یقصد للتلذذ دون التغذی (بیضاوی) جَنّٰتِ النَّعِيْمِ۔ ایسے باغ جن میں راحت ہی راحت ہوگی، تکلیف کا کہیں گزر بھی نہ ہوگا۔ فی جنت لیس فیھا الا النعیم (بیضاوی) ۱۹؎ یعنی اس میں صرف سرور ہی سرور، لذت ہی لذت، لطافت ہی لطافت ہوگی۔ نشہ، خمار دوران سر، وغیرہ کی ساری تکلیف دہ کیفیات سے جو دنیا کی لطیف سے لطیف شرابوں کا بھی جزو ہوتی ہیں، وہ یکسر خالی ہوگی۔ غرض یہ کہ دنیا کی شرابوں اور اس شراب طہور کے درمیان بجز نام کے اور کوئی چیز مشترک نہ ہوگی۔ مِنْ مَّعِيْنٍ۔ اشارہ کثرت کی جانب ہے۔ یعنی شراب کے دریا بہ رہے ہونگے۔ معین وہ چیز ہے جو پانی کی طرح چشمہ سے ابل رہی ہو۔ المعین ماخوذ من عین الماء ای یخرج من العیون کما یخرج الماء (کبیر) لذّۃ میں حذف مضاف ہے، یعنی ذات لذۃ۔ قال الزجاج ای ذات لذۃ وعلٰی ھٰذا حذف مضاف (کبیر) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وصف لذت کی زیادتی کے اظہار کیلئے لذیذ چیز کو نفسِ لذت سے اور صیغہ مصدر سے تعبیر کر دیا گیا ہو۔ وصفت بالمصدر للمبالغۃ بجعلھا نفس اللذۃ (روح) صاحب بحر نے دونوں ترکیبیں نقل کر دی ہیں۔ کاس۔ قرآن مجید میں جہاں جہاں آیا ہے، مراد شراب ہی سے ہے۔ قال ابن عباس والضحاک والاخفش کل کاس فی القرآن فھو خمر (بحر) اور محاورۂ عرب میں بھی یہی ہے کہ شراب سے بھرے ہوئے ہی جام کو کاس کہتے ہیں ورنہ قدح یا اناء۔ والعرب تقول للاناء اذا کان فیہ خمر کاس فاذا لم یکن فیہ خمر قالوا اناء وقدح (قرطبی) غول کے معنی فساد کے بھی ہیں اور درد سر کے بھی۔ قال اللیث الغول الصداع (کبیر)

وَمَا كَانُوا يَعْبُدُونَ ﴿۲۲﴾ مِنْ دُونِ اللّٰهِ فَاهْدُوهُمْ إِلَىٰ
اور ان کو جنکی وہ عبادت ... اللہ کو چھوڑ کر کیا کرتے تھے ۱۲ پھر ان سب کو دوزخ کا
صِرَاطِ الْجَحِيمِ ﴿۲۳﴾ وَقِفُوهُمْ إِنَّهُمْ مَسْئُولُونَ ﴿۲۴﴾ مَا لَكُمْ
راستہ بتلاؤ اور ان کو (ذرا) ٹھہراؤ ان سے پوچھ گچھ ہوگی (اب) تمہیں کیا ہوا
لَا تَنَاصَرُونَ ﴿۲۵﴾ بَلْ هُمُ الْيَوْمَ مُسْتَسْلِمُونَ ﴿۲۶﴾ وَأَقْبَلَ
کہ ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے ۱۲ نہیں بلکہ وہ (سب) اس روز سر افگندہ ہونگے اور ایک دوسرے
بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ ﴿۲۷﴾ قَالُوا إِنَّكُمْ كُنْتُمْ
کی طرف متوجہ ہوکر سوال وجواب کرینگے (تابعین) کہینگے کہ تمہاری ہی آمد ہم پر
تَأْتُونَنَا عَنِ الْيَمِينِ ﴿۲۸﴾ قَالُوا بَلْ لَمْ تَكُونُوا مُؤْمِنِينَ ﴿۲۹﴾
بڑے زور سے ہوا کرتی تھی ۱۳ (سرغنہ) کہینگے کہ نہیں بلکہ تم خود ہی ایمان نہیں لائے،
وَمَا كَانَ لَنَا عَلَيْكُمْ مِنْ سُلْطَانٍ بَلْ كُنْتُمْ قَوْمًا
اور ہمارا تم پر کوئی زور تو تھا نہیں بلکہ تم خود ہی سرکشی
طَاغِينَ ﴿۳۰﴾ فَحَقَّ عَلَيْنَا قَوْلُ رَبِّنَا إِنَّا لَذَائِقُونَ ﴿۳۱﴾
کیا کرتے تھے سو ہم (سب ہی) پر ہمارے پروردگار کی یہ بات محقق ہو چکی تھی کہ ہم (سب) کو مزہ چکھنا ہے
فَأَغْوَيْنَاكُمْ إِنَّا كُنَّا غَاوِينَ ﴿۳۲﴾ فَإِنَّهُمْ يَوْمَئِذٍ فِي
سو ہم نے تمہیں بھی گمراہ کیا اور ہم خود ہی گمراہ تھے ۱۴ سو وہ سب کے سب اس روز عذاب میں
الْعَذَابِ مُشْتَرِكُونَ ﴿۳۳﴾ إِنَّا كَذَٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِينَ ﴿۳۴﴾
شریک رہیں گے ہم ایسے مجرموں کے ساتھ ایسا ہی کیا کرتے ہیں

ع

منزل ۶

۱۱ اَزْوَاجَهُمْ - زوج کے لفظی معنی ساتھی یا مقارن کے ہیں۔ اصل الزوج المقارن (روح) یقال لکل ما یقترن بآخر مماثلاً له او مضاداً زوج (راغب) یہاں ازواج بیویوں کے معنی میں نہیں، بلکہ رفیقوں، ہم مشربوں کے مرادف ہے۔ ای اقرانهم المقتدین بهم فی افعالهم (راغب۔ ابو البقاء) تابعین بلکہ صحابہ سے یہی تفسیر مروی ہے۔ اخرج جماعة عن ابن عباس فی لفظ اشباههم و فی لفظ نظراءهم وروی تفسیر الازواج بذلک ایضاً عن ابن جبیر ومجاهد وعکرمة (روح) عن عمر بن الخطاب الزانی مع الزانی وشارب الخمر مع شارب الخمر وصاحب السرقة مع صاحب السرقة (قرطبی) وقیل قرناءهم من الشیاطین وروی هذا عن الضحاک (روح) ای اشیاعهم و اتباعهم وامثالهم قال قتادة والکلبی کل من عمل مثل عملهم فاهل الخمر مع اهل الخمر واهل الزنا مع اهل الزنا (معالم) ای اضرابهم (ابن جریر عن عمر ابن الخطاب) مَا كَانُوا يَعْبُدُونَ - اس کے تحت میں شیاطین و اصنام سب آگئے۔ مطلب یہ ہوا کہ حشر میں منکروں کے رئیس اور عوام، سردار اور پیرو مع انکے معبودانِ باطل کے سب اکٹھے کئے جائینگے۔ اَلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا۔ کھلی ہوئی مراد مشرک کافروں سے ہے۔ جیسا کہ وما کانوا یعبدون سے بالکل واضح ہو رہا ہے۔ هم المشرکون (بیضاوی) ۱۲ (حالانکہ دنیا میں تو خوب کرتے رہتے تھے اور اپنی اسی باہمی اعانت ونصرت پر فخر وناز بھی رکھتے تھے) فَاهْدُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطِ الْجَحِيْمِ - یعنی ان سب کو دوزخ کی طرف لے جاؤ۔ مطلب یہ ہوا کہ جب اہلِ کفر کے رئیس وعوام، مقتدا اور مقتدی سب جمع ہو جائیں گے تو حکم ہوگا کہ سب کو دوزخ کی طرف ہانک دیا جائے۔ ۱۳ عوام کفار اپنے سرداروں سے کہیں گے کہ بیشک تم نے ہمیں کفر پر صریحاً مجبور تو نہیں کیا تھا، لیکن تم ترغیب وتحریض کے مختلف طریقے اختیار کر کر کے ہر طرح کا زور جو ہم پر دیا کرتے تھے۔ تَاْتُوْنَنَا عَنِ الْيَمِيْنِ - ایتاء عن الیمین کے معنی محاورہ میں زور اور دباؤ ڈالنے کے آتے ہیں۔ عن القوة والقهر لان الیمین موصوفة بالقوة وبها یقع البطش ای انکم تحملوننا علی الضلال وتقسروننا علیه (مدارک) ای عن اقوی الوجوه (بیضاوی) ای تخدعوننا وتفتنوننا عن طاعة الله (ابن قتیبه) وقیل الیمین بمعنی القوة ای تمنعوننا بقوة وغلبة وقهر (قرطبی) عن الیمین کنایہ یہ بھی سمجھا گیا ہے کہ راہ حق کی طرف سے اس سے روکنے کے لئے آتے تھے۔ ای عن الناحیة التی کان منها الحق تصرفوننا عنها (راغب) وقال مجاهد ای عن قبل الحق انه معکم (قرطبی) ۱۴ رؤسا اور مقتدایانِ کفر اپنی صفائی میں کہیں گے کہ ہم کیا کریں اسباب ہی ایسے اکٹھے ہو گئے کہ ہم خود بھی گمراہ ہوئے، اور اپنی گمراہی کو تم تک پہنچایا، تو تم بھی باختیار خود گمراہ ہوئے۔ ذمہ داری سے بری کوئی نہیں، سب کو اپنا اپنا کفر بھگتنا ہے۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے خوب لکھا ہے کہ اگر ہر گمراہ کی ذمہ داری مغوی پر ڈال دینے کا قاعدہ صحیح تسلیم کر لیا جائے تو پھر دنیا میں کوئی شخص قابل سزا رہ ہی نہ جائے گا۔ کہ اس مغوی کا بھی کوئی اور مغوی ہوگا، اور اس کا کوئی اور۔ اس سے صاف دَور وتسلسل لازم آتا ہے۔ اور ذمہ داری ایک سے دوسرے پر برابر منتقل ہی چلی جائے گی۔

أَهُمْ أَشَدُّ خَلْقًا أَمْ مَّنْ خَلَقْنَا ۚ إِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ

پوچھئے کہ خلقت میں یہ لوگ زیادہ مضبوط ہیں یا وہ جنہیں ہم نے پیدا کیا ہے، ہم نے ان لوگوں کو تو

طِينٍ لَّازِبٍ ⑪ بَلْ عَجِبْتَ وَيَسْخَرُونَ ۖ⑫ وَإِذَا ذُكِّرُوا

چپکتی ہوئی مٹی سے پیدا کیا ہے ۶ اور آپ تو تعجب ہی کرتے ہیں، اور یہ لوگ تمسخر کرتے ہیں ۷ اور جب انہیں

لَا يَذْكُرُونَ ۖ⑬ وَإِذَا رَأَوْا اٰيَةً يَّسْتَسْخِرُونَ ۖ⑭ وَقَالُوٓا

سمجھایا جاتا ہے تو یہ سمجھتے نہیں، اور جب کوئی نشان دیکھ لیتے ہیں تو اسکی ہنسی اڑاتے ہیں اور کہتے ہیں

إِنْ هٰذَآ إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ ۚ⑮ ءَإِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا

کہ یہ تو صریح جادو ہے ۸ بھلا جب ہم مر گئے اور مٹی

وَّعِظَامًا ءَإِنَّا لَمَبْعُوثُونَ ۙ⑯ أَوَاٰبَآؤُنَا الْأَوَّلُونَ ۭ⑰

اور ہڈیاں ہو گئے تو کیا پھر سے اٹھائے جائینگے؟ اور کیا ہمارے اگلے باپ دادا بھی؟

قُلْ نَعَمْ وَأَنْتُمْ دَاخِرُونَ ۚ⑱ فَإِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ

آپ کہدیجئے کہ ہاں (ضرور) اور تم ذلیل بھی ہوگے ۹ قیامت تو بس ایک ہی للکار

وَّاحِدَةٌ فَإِذَا هُمْ يَنْظُرُونَ ⑲ وَقَالُوا يٰوَيْلَنَا هٰذَا

ہوگی سو یہ سب دیکھنے بھالنے لگیں گے اور کہیں گے ہائے ہماری کمبختی یہ تو

يَوْمُ الدِّينِ ⑳ هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ الَّذِي كُنْتُمْ بِهٖ

وہی روزِ جزا ہے (بیشک یہ (ہی) فیصلہ کا دن ہے جسے تم

تُكَذِّبُونَ ㉑ اُحْشُرُوا الَّذِينَ ظَلَمُوا وَأَزْوَاجَهُمْ

جھٹلایا کرتے تھے ۱۰ جمع کرلو مشرکوں اور ان کے ہم مشربوں کو

ع ۱ ۲۱ ۵

۶ (جو نہ قوت میں کوئی امتیاز رکھتی ہے نہ صلاحیت میں) أَمْ مَّنْ خَلَقْنَا۔ اللہ کی مخلوق تو انسان بھی ہے۔ یہاں اشارہ ان مخلوقات کی جانب ہے جن کا ذکر ابھی گزر چکا ہے، ستارے، آسمان، شیطان، فرشتے وغیرہ۔ اور تقابل انکا انسان سے کیا گیا ہے، جس کو طین لازب جیسی معمولی اور کمزور چیز سے بنایا گیا ہے۔ یرید ما ذکر من خلائقہ من الملٰئکۃ والسمٰوٰت والارض وما بینہما (مدارک) فسئل ھٰؤلاء المنکرین للبعث ایما اشد خلقا ام السمٰوٰت والارض وما بینہما من الملٰئکۃ والشیاطین والمخلوقات العظیمۃ (ابن کثیر) من ذوی العقول کے لئے آتا ہے یہاں بہ قاعدۂ تغلیب لایا گیا ہے جیسے بمن تغلیبا للعقلاء علی غیرھم (مدارک) وغلب اولی العقل علی غیرھم (کشاف) ھِمْ، ھُمْ، ھم۔ ان تمام ضمیروں سے مراد کافر انسان بلکہ خود نوع انسان ہے۔ الضمیر لمشرکی مکۃ (کشاف) الضمیر لمشرکی مکۃ او بنی اٰدم (بیضاوی) ۷ (عقیدۂ حشر و جزا و سزا پر) یعنی یہ لوگ انکار ہی پر بس نہیں کرتے، بلکہ تمسخر کی حد تک پہنچ چکے ہیں۔ عَجِبْتَ۔ یعنی آپؐ کو اس پر حیرت ہو رہی ہے کہ یہ لوگ انکار بعث میں، انکار قدرت خداوندی میں کتنے دلیر ہیں۔ بل عجبت من انکارھم البعث (قرطبی) ۸ مطلب یہ ہوا کہ امکانِ بعث پر جب انکے سامنے تقریر کی جاتی ہے، اور دلائلِ عقلی قائم کئے جاتے ہیں، تو یہ لوگ تکذیب اور کٹ حجتی پر تل جاتے ہیں۔ اور جب اثبات نبوت کے لئے کوئی معجزہ ان کے سامنے پیش کیا جاتا ہے، تو اس پر تمسخر کرنے لگتے ہیں۔

اٰیۃ۔ ایسا خاص واقعہ جس سے اثبات رسالت ہوتا ہے۔

قَالُوٓا...... مُّبِينٌ۔ یعنی قرآن کے اعجازی اثر، نیز رسول کے ہر معجزہ کی تاویل یہ کرنا شروع کر دیتے ہیں کہ یہ تو اثر سحر کا ہے۔ قرآن مجید کی شدید اثراندازی تو ایک حسی اور بدیہی واقعہ ہے۔ اس سے انکار تو ان منکروں سے بھی نہیں بن پڑتا۔ فرق صرف یہ ہے کہ اس کی بودی سی بودی توجیہ یہ کمزور سے کمزور اسباب سے کرنے لگتے ہیں —— وہی ذہنیت جو آج بھی یورپ کے بڑے بڑے مستشرقین کی ہے۔ ۹ یہ منکرین بعث کی تقریر اور اس کا جواب مذکور ہوا۔ وَأَنْتُمْ دَاخِرُونَ۔ منکرین کے جواب میں کہا جا رہا ہے کہ ہاں اٹھائے تو بہرحال جاؤ گے۔ اور تم اپنی ان منکرانہ گستاخیوں کی پاداش میں ذلیل و خوار بھی کئے جاؤ گے۔ ۱۰ یہ منکروں کی صدائے حسرت و نالۂ درد کے جواب میں غیب سے ارشاد ہوگا۔ هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ۔ اشارہ صور کے نفخ ثانی کی جانب ہے۔ وھی النفخۃ الثانیۃ (مدارک)

سُوْرَةُ الصّٰفّٰتِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ مِائَةٌ وَّاثْنَانِ وَّثَمَانُوْنَ اٰيَةً وَّخَمْسُ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ صافات مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی ایک سو بیاسی آیتیں اور پانچ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ نہایت مہربان، بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا (١) فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا (٢) فَالتّٰلِيٰتِ ذِكْرًا (٣)

قسم ہے صف باندھ کھڑے ہونیوالے (فرشتوں) کی، پھر بندش کرنیوالے (فرشتوں) کی، پھر ذکر کی تلاوت کرنیوالے

اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ (٤) رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا

(فرشتوں) کی، کہ تمہارا معبود ایک ہی ہے[۱] (وہ) پروردگار (ہے) آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اس کا

وَرَبُّ الْمَشَارِقِ (٥) اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِزِيْنَةِ

اور پروردگار مشرقوں کا[۲] بیشک ہم نے آراستہ کیا ہے آسمانِ دنیا کو ستاروں کی آرائش کے

الْكَوَاكِبِ (٦) وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ (٧)

ساتھ اور ہر شریر شیطان سے حفاظت کی غرض سے (بھی)

لَا يَسَّمَّعُوْنَ اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى وَيُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ

وہ عالمِ بالا کی (باتوں کی) طرف کان بھی نہیں لگا سکتے[۳] اور ہر طرف سے مار کر دھکے دے دیئے

جَانِبٍ (٨) دُحُوْرًا وَّلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ (٩) اِلَّا مَنْ

جاتے ہیں اور ان کے لئے عذاب دائمی ہوگا[۴] مگر ہاں جو

خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ (١٠) فَاسْتَفْتِهِمْ

(شیطان) کچھ خبر لے ہی بھاگا تو ایک دہکتا ہوا شعلہ اس کے پیچھے لگ لیتا ہے[۵] تو آپ ان سے

۱ یعنی نہ تین نہ زائد۔ نہ تین میں سے ایک، نہ ایک تین میں تقسیم، بلکہ محض ایک۔ بیان توحید کا ہو رہا ہے۔ اور ہر قسم کے شرک اور توحید فی التثلیث کی تردید ہو رہی ہے۔ وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا۔ یعنی ان فرشتوں کی قسم جو آسمان میں اللہ کی حمد و تسبیح میں یا اس کے احکام کی تعمیل میں صف بستہ کھڑے رہتے ہیں۔ فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا۔ یعنی ان فرشتوں کی قسم جو آسمانی خبر رسانیوں سے شیطانوں کی بندش کرتے رہتے ہیں۔ فَالتّٰلِيٰتِ ذِكْرًا۔ یعنی ان فرشتوں کی قسم جو ذکر الٰہی کی تسبیح و تقدیس میں لگے رہتے ہیں۔ ۲ یعنی زمین و آسمان نہ خود دیوتا ہیں نہ ان کے الگ الگ کوئی اور دیوتا ہیں۔ نہ کوئی اگنی دیوتا، نہ کوئی سرسوتی دیوی، نہ کوئی اندر دیوتا، معبود و خالق بس ایک ہی۔ مَشَارِق سے آفتاب کے طلوع کرنے کے مواقع مراد ہیں۔ صیغۂ جمع اختلاف مطالع کے اعتبار سے ہے۔ ہر روز طلوع آفتاب کا زاویہ دوسرے دن سے کچھ نہ کچھ مختلف ہوتا ہے۔ اور اس طرح سال کے ۳۶۵ مشرق ہوتے ہیں۔ لہٗ مطالع الشمس ~~وهي ثلث مائة وخمس وستون مشرقًا~~ (مدارک) ۳ یعنی اکثر اور بالعموم تو یہی حالت رہتی ہے کہ رجم کے ڈر سے دور ہی دور رہتے ہیں۔ آیت میں بتایا ہے کہ اس نظام کواکب سے دو کام لئے جاتے ہیں۔ ایک تو زیب و زینت، دوسرے شیطانوں کا دفاع۔ السَّمَآءَ الدُّنْيَا۔ یعنی قریب ترین آسمان۔ مراد وہی آسمان ہے جو ہماری زمین سے قریب ترین نظر آ رہا ہے۔ اپنی ساخت و ترکیب کے لحاظ سے وہ خواہ کچھ بھی ہو۔ بِزِيْنَةِ الْكَوَاكِبِ۔ یہ ستارے آسمان میں جڑے ہیں یا نہیں۔ قرآن مجید کو ان بحثوں سے نفیاً و اثباتاً کوئی تعلق نہیں۔ وہ صرف یہ کہتا ہے کہ ستارے اس فضائے آسمانی کے لئے ذریعۂ زینت و سامان آرائش ہیں۔ اور یہی ایک حسی بلکہ بدیہی شے ہے۔ حِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ۔ یہ شیطانوں کے لئے روک کس چیز سے کر دی گئی ہے؟ عالمِ بالا کی باتوں اور فرشتوں کی باہمی گفتگو سے۔ شیطان کے رجم و استراق پر حاشیہ سورۃ الحجر (پ ۱۴) میں گزر چکا۔ ۴ (آخرت میں) یعنی رجم و استراق تو اسی دنیا کی سزائیں تھیں، باقی آخرت کی دائمی سزا اس کے علاوہ ہے۔ اور یہ عذاب دائمی شیطانوں پر ان کے کفر کی بنا پر مرتب ہوگا۔ يُقْذَفُوْنَ ... دُحُوْرًا۔ یعنی جو شیطان جدھر سے بھی جانے کی کوشش کرتا ہے، اسی طرف سے مرجوم ہوتا ہے۔

۵ (اور اسے جلا پھونک کر رکھ دیتا ہے) گویا اگر کوئی شیطان آسمانی خبر کے حاصل کرنے میں کامیاب ہو بھی جاتے تو اس خبر کے پہنچانے اور پھیلانے میں تو بہرحال ناکام رہتا ہے۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ ستارے جس مادہ سے بنے ہیں، اس میں کوئی خاص صلاحیت و قوت آگ سے بنے ہوئے شیطانوں کے مارنے اور بھگانے کی ہے۔

۵۲ (کیسی حقیر چیز سے اسے پیدا کیا، اور کیسی بے بسی کی حالت میں اسے رکھا) ۵۳ سو جو ابدا پر قدرت رکھتا ہے، اسکے لئے اعادہ کیا دشوار ہے۔ بلکہ جو ابدا پر قادر ہے اسے تو قیاس انسانی کے مطابق اعادہ پر اور زیادہ قادر ہونا چاہئے۔ فیہ من اوضح الدلیل علی ان من قدر علی الابتداء کان اقدر علی الاعادۃ (جصاص) فقہاء نے یہ بھی لکھا ہے کہ آیت سے قیاس منطقی و فقہی کی حجیت ثابت ہوتی ہے۔ وفیہ الدلالۃ علی وجوب القیاس والاعتبار لانہ الزمھم قیاس النشاۃ الثانیۃ علی الاولیٰ (جصاص) ففی ھذا دلیل علی صحۃ القیاس لان اللہ عز وجل احتج علی منکر البعث بالنشاۃ الاولیٰ (قرطبی) قَالَ ...... رَمِيمٌ "روشن خیال" منکرین بعث کا بیان ہو رہا ہے، جن کی کمی کسی زمانہ میں بھی نہیں رہی ہے۔ وہی گستاخانہ اور تمردانہ لہجہ میں یہ سوال کرتے رہتے ہیں کہ ہڈیاں جب سڑ گل گئیں تو ان کی حیات ثانی ممکن کیونکر ہے؟ مَنْ يُحْيِ الْعِظَامَ۔ يُحْيِيهَا، عظام کے ساتھ، احیاء کے اس اتصاف سے بعض فقہاء نے استدلال ہڈی کے ذی حیات یا جاندار ہونے پر کیا ہے لیکن محققین نے کہا ہے کہ یہ احیاء، تو اسی مجازی معنی میں ہے، جس معنی میں ارض، (زمین) کے لئے آیا کرتا ہے۔ احتج بعضھم علی ان العظم فیہ حیاۃ فیجعل حکم الموت بموت الاصل ویکون میتۃ ولیس کذالک لانہ انما سماہ حیا مجازا (جصاص) والمراد باحیاء العظم ردھا الی ما کانت علیہ غضۃ رطبۃ فی بدن حی حساس (مدارک) لیکن اگر ہڈی میں حیات کا وجود اس کے مناسب حال تسلیم کر لیا جائے، جب بھی کوئی اشکال وارد نہیں ہوتا۔ ہڈی فقہ اہل سنت میں نجس نہیں، طاہر ہے۔ وھی عندنا طاھرۃ (مدارک) أَنشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ۔ یعنی ایسی حالت میں انہیں پیدا کر دیا جب کہ وہ حیات سے بالکل بیگانہ و بعید تھیں۔

۵۴ (تو جو رطوبت سے آگ پیدا کرتا ہے اس کے لئے جماد میں حیات پیدا کر دینا کیا مشکل ہے) مِنْهُ تُوقِدُونَ۔ دیاسلائی وغیرہ کے دور سے بہت قبل آگ عموماً چقماق سے پیدا کی جاتی تھی۔ اور عرب میں وہ مخصوص درختوں کی رگڑ سے پیدا کی جاتی تھی۔ جَعَلَ ...... نَارًا۔ یہاں ضمناً آتش پرستی کا بھی رد آگیا۔ آگ ایسی چیز ہے جو تمامتر مخلوق ہے۔ اس میں معبودیت و الوہیت کا شائبہ تک نہیں۔ ۵۵ اول تو کہاں خلق اول، نیستی سے ہستی، عدم سے وجود میں لانا، اور کہاں حیات ثانی۔ اور پھر کہاں آسمان و زمین کا جثہ و جسامت اور کہاں انسان؟ ۵۶ یعنی وہ خلاق مطلق ہے، محض اپنے ارادہ و مشیت سے، معدوم کو موجود کر دینے والا، اسے حاجت نہ مادہ کی نہ روح کی نہ ہیولیٰ کی نہ کسی اور چیز کی۔ لَهُ۔ ضمیر اس مخلوق کی اس صورت کی طرف ہے جو حق تعالیٰ کے علم میں ہوتی ہے۔ كُن فَيَكُونُ۔ حاشیہ سورۃ البقرہ (پ ۱) میں گذر چکا۔ إِذَا ...... فَيَكُونُ۔ محاورہ میں یہ محض انتہائی سرعت تکوین کا بیان ہے۔ یہ مراد نہیں کہ حق تعالیٰ کی زبان سے حروف کِ اور نِ (جو خود ہی حادث ہیں) کا مرکب ادا ہوتا ہو۔

الْإِنسَانُ أَنَّا خَلَقْنَاهُ مِن نُّطْفَةٍ فَإِذَا هُوَ خَصِيمٌ مُّبِينٌ ﴿٧٧﴾

انسان کی نظر اس پر نہیں کہ ہم نے اسے نطفہ سے پیدا کیا، سو وہ ایک کھلا ہوا معترض بن بیٹھا

وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَنَسِيَ خَلْقَهُ ۖ قَالَ مَن يُحْيِي الْعِظَامَ وَ

اور ہمارے شان میں عجیب (گستاخانہ) مضمون بیان کیا اور اپنی خلقت کو بھول گیا ۵۳ کہنے لگا کون زندہ کریگا ہڈیوں کو

هِيَ رَمِيمٌ ﴿٧٨﴾ قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي أَنشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ ۖ وَ

جبکہ وہ بوسیدہ ہوگئی ہوں، آپ کہدیجئے انہیں وہی زندہ کریگا جس نے انہیں اول بار پیدا کیا تھا اور

هُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ ﴿٧٩﴾ الَّذِي جَعَلَ لَكُم مِّنَ الشَّجَرِ

وہی سب طرح کا پیدا کرنا خوب جانتا ہے ۵۳ اور وہ ایسا ہے کہ ہرے درخت سے آگ تمہارے لئے

الْأَخْضَرِ نَارًا فَإِذَا أَنتُم مِّنْهُ تُوقِدُونَ ﴿٨٠﴾ أَوَلَيْسَ

پیدا کر دیتا ہے پھر تم اس سے (اور) آگ سلگا لیتے ہو ۵۴ تو کیا جس نے

الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بِقَادِرٍ عَلَىٰ أَن يَخْلُقَ

آسمانوں اور زمین کو پیدا کر ڈالا، وہ اس پر قادر نہیں کہ ان جیسے لوگوں کو (دوبارہ) پیدا

مِثْلَهُم ۚ بَلَىٰ وَهُوَ الْخَلَّاقُ الْعَلِيمُ ﴿٨١﴾ إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ

کردے ۵۵ ضرور (قادر) ہے، اور وہ بڑا پیدا کرنیوالا ہے خوب جاننے والا ہے، وہ تو بس جب کسی چیز کے

شَيْئًا أَن يَقُولَ لَهُ كُن فَيَكُونُ ﴿٨٢﴾ فَسُبْحَانَ الَّذِي بِيَدِهِ

پیدا کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اسکو کہدیتا ہے کہ ہوجا اور وہ ہوجاتی ہے ۵۶ اسی کی پاک ذات ہے جسکے ہاتھ

مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿٨٣﴾

میں ہر چیز کا پورا اختیار ہے اور تم سب کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

وقف غفران

ع ۵ / ۱۶ / ۴

تذئیل

احادیث میں سورۂ یٰسٓ کے فضائل بکثرت وارد ہوئے ہیں۔ اسے قلب قرآن سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اور نزع کے وقت اسے بیمار کے اوپر پڑھ کر دم کرنے کو اکسیر بتایا گیا ہے۔

۲۶۔ ربیع الاول سنہ ۱۳۶۰ھ (۱۳۔ اپریل سنہ ۱۹۴۱ء) کو میری ضعیف العمر والدہ ماجدہ نے اپنی شدت علالت کے وقت مجھ نامہ سیاہ سے اس سورہ کے پڑھنے کی فرمائش کی، اور یہی ان کا آخری کلام مجھ سے تھا۔ تعمیل ارشاد اسی وقت کر دی گئی، اور انہیں تسکین ہوگئی۔ چار ہی پانچ گھنٹہ کے بعد سکرات کی کیفیت طاری ہوگئی، اور ان کے سرہانے بیٹھ کر میں نے پھر یہی سورت شروع کی۔ ان کا دم کھنچتا جاتا تھا، اور میں باواز بلند پڑھتا جاتا تھا۔ آیۂ کریمہ "سلام قولا من رب رحیم" کو تکرار کر کے تین بار پڑھا ادھر سورہ کی آخری آیت کے آخری لفظ "والیہ ترجعون" زبان پر ادا ہوئے کہ ادھر اس شفقت مجسم کی روح نے جسد خاکی کو خالی کر دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ قارئین کرام سے التجا ہے کہ جب یہ سطریں ان کی نظر سے گذریں تو اس تباہ کار اور اس مرحومہ دونوں کے حق میں دعاء خیر و دعاء مغفرت کے لئے ایک منٹ کو رک جائیں عین کرم و احسان ہوگا۔

أَفَلَا يَعْقِلُونَ ٦٨ وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ ۚ إِنْ

سو کیا یہ لوگ (اتنا) نہیں سمجھتے؟ ۴۴ اور ہم نے آپ کو شعر و شاعری نہیں سکھلائی اور نہ وہ آپ کی شایان ہے ۴۵

هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ وَقُرْآنٌ مُبِينٌ ٦٩ لِيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَ

یہ (قرآن) تو ایک نصیحت اور کھلی ہوئی آسمانی کتاب ہے ۴۶، تاکہ ایسے شخص کو ڈرائے جو زندہ ہو اور

يَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكَافِرِينَ ٧٠ أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا خَلَقْنَا

تاکہ کافروں پر حجت ثابت ہو جائے ۴۷ کیا ان مشرک لوگوں نے اس پر نظر نہیں کی کہ

لَهُمْ مِمَّا عَمِلَتْ أَيْدِينَا أَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مَالِكُونَ ٧١

ہم نے ان کے لئے اپنے ہاتھ سے بنائی ہوئی چیزوں میں مویشی پیدا کئے، پھر یہ لوگ انکے مالک بن گئے ۴۸

وَذَلَّلْنَاهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوبُهُمْ وَمِنْهَا يَأْكُلُونَ ٧٢ وَ

اور ہم نے ان (مواشی) کو انکا تابع بنا دیا سو ان میں سے بعض انکی سواریاں ہیں اور بعض کو وہ کھاتے ہیں، اور

لَهُمْ فِيهَا مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ ۖ أَفَلَا يَشْكُرُونَ ٧٣ وَاتَّخَذُوا

ان میں ان لوگوں کے اور بھی نفع ہیں اور پینے کی چیزیں بھی ہیں، سو کیا یہ لوگ شکر نہیں کرتے؟ ۴۹ اور

مِنْ دُونِ اللَّهِ آلِهَةً لَعَلَّهُمْ يُنْصَرُونَ ٧٤ لَا يَسْتَطِيعُونَ

انہوں نے اللہ کے سوا اور بھی معبود قرار دے رکھے ہیں تاکہ ان سے انہیں مدد ملے، (حالانکہ) وہ ان کی

نَصْرَهُمْ وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُحْضَرُونَ ٧٥ فَلَا يَحْزُنْكَ

(کچھ بھی) مدد نہیں کر سکتے، اور وہ انکے حق میں ایک فریق ہو جائینگے لا حاضر کئے ہوئے ۵۰ پس آپ کو

قَوْلُهُمْ ۘ إِنَّا نَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ ٧٦ أَوَلَمْ يَرَ

ان لوگوں کا قول رنج میں نہ ڈالے بیشک ہم ہی جانتے ہیں جو کچھ یہ چھپاتے ہیں اور جو کچھ یہ ظاہر کرتے ہیں ۵۱ کیا

وقف لازم

۴۴ یعنی اس روزمرہ کے مشاہدہ سے کیا وہ یہ سبق نہیں لیتے کہ ہم ہر مسخ و تغییر حالت پر قادر ہیں؟ فِی الْخَلْقِ - خلقت یا طبیعت سے مراد انسان کے جسمانی قوٰی اور رنگ و روغن، حسن و جمال وغیرہ ہیں۔ نُنَكِّسْهُ - قوٰی کے الٹا دینے سے مراد ہے ان کا انقلاب کامل سے ناقص اور اعلیٰ و اشرف سے ارذل و اسفل کی طرف۔

۴۵ (بحیثیت آپ کی پیمبری کے) قرآن مجید کہتا ہے کہ یہ احمق مشرک آپ کے بیان کئے ہوئے مضامین عالیہ کو مؤثر پا کر اسے شاعری کی ساحری قرار دے رہے ہیں، جو ان بیچاروں کا منتہائے فکر ہے۔ شاعری یعنی تخیلی مضمون آفرینی کو مرتبۂ نبوت سے مناسبت ہی کیا آپ کے ہاں تو حقائق ہی حقائق ہیں، کہاں یہ، کہاں شاعر کی بہتر سے بہتر خیال بندیاں، وہ تو اس سے کہیں فروتر چیز ہے۔ هذا رد لما كانوا يقولونه من ان القرآن شعر والنبي صلعم شاعر وغرضهم من ذلك ان ما جاء به عليه الصلوة والسلام من القرآن افتراء تخيل (روح) الشِّعْرَ - شعر یہاں اپنے معروف و متعارف معنی میں مراد نہیں یعنی کلام موزوں و مقفی کا مرادف نہیں، بلکہ شعر سے یہاں مراد جھوٹی خیال آرائیاں اور حقیقت و واقعیت سے عاری منصوبہ بندیاں ہیں —— شعر اور شاعر عربی میں گویا کذب و کاذب ہی کے مرادف ہیں۔ انهم لما الكذب فان الشعر يعبر به من الكذب والشاعر الكاذب حتى سمى قوم الادلة الكاذبة الشعرية (راغب) واما معنى فلان الشعر تخيلات مرغبة او منفرة او نحو ذلك وهو مقر الاكاذيب (روح) وَمَا يَنْبَغِي لَهُ - یہاں سے شعر کی پستی کا استنباط کیا گیا ہے۔ وفي الاية دلالة على غضاضة الشعر وهي ظاهرة في انه صلعم لم يعط طبيعة شعرية اعتناء بشانه و دفعا للشبه (روح) ۴۶ (ایسی پر حقائق و لبریز معارف تعلیمات کو شاعرانہ تخیل آرائی سے مناسبت ہی کیا) قُرْآنٌ مُبِينٌ - ”کھلی ہوئی کتاب“ اپنی تعلیمات اور اپنے احکام کی وضاحت کے لحاظ سے۔ ۴۷ (نزول عذاب کے لئے) ۴۸ (اور اپنے بغیر کسی استحقاق کے انھیں اپنے تصرف و قدرت میں لانے لگے) مِمَّا عَمِلَتْ أَيْدِينَا - اظہار تخصیص و اہتمام کے لئے ہے ورنہ ظاہر ہے کہ ہر مخلوق اللہ ہی کی بنائی ہوئی ہے۔ فَهُمْ لَهَا مَالِكُونَ - آیت اس باب میں نص واضح ہے کہ حیوانات انسان کی ملک ہوتے ہیں، اور انسان کو ان پر تصرفات مالکانہ کے حق حاصل رہتے ہیں۔ ۴۹ (اور ان نعمتوں کے استحضار کے باوجود کفران نعمت پر تلے ہوئے ہیں) خَلَقْنَا لَهُمْ - وَذَلَّلْنَاهَا لَهُمْ - گائے بیل وغیرہ سارے مویشی تو خود انسان کی خدمت کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ کمال حماقت ہے کہ انسان انھیں کی پرستش میں مبتلا ہو جائے! —— مویشی پرستی ہندوستان کے علاوہ مصر وغیرہ اور ملکوں میں بھی عام رہی ہے۔ مَشَارِبُ - دودھ، دہی وغیرہ سب اسکے تحت میں آجاتے ہیں۔ مَنَافِعُ - چوپایوں کی ہڈیوں، بالوں، اور کھالوں کی تجارت، اور ان کے لئے بڑے بڑے کارخانے اور منڈیاں سب اس میں شامل ہو گئیں۔ ۵۰ یعنی ان دیوی دیوتاؤں سے مشرک توقع تو یہ رکھتا ہے کہ وہ اس کے آڑے آئیں گے سو یہ ہونا تو الگ رہا حشر میں وہ اور اس کے فریق مخالف کی حیثیت سے پیش ہونگے اور الٹے اسی پر الزام رکھیں گے۔ ۵۱ (اور ہم ہی ان سے وقت مناسب پر نبٹ لینے کے لئے کافی ہیں) فَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ - یعنی جب وہ توحید تک میں ایسی سفاہت کی باتیں کرتے ہیں، تو پھر آپ کو اگر شاعر کہہ دیا، تو اس پر کیوں اتنا کڑھیے۔ اے اذا كان حالهم مع ربهم عز وجل فلا تحزن بسبب قولهم عليك هو شاعر (روح)

اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۙ (٦٠)

آدم کہ تم شیطان کی فرمانبرداری نہ کرنا وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے

وَّاَنِ اعْبُدُوْنِيْ ۭ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ (٦١) وَلَقَدْ اَضَلَّ

اور یہ کہ تم عبادت میری ہی کرنا یہی سیدھا راستہ ہے وہ تم میں سے

مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيْرًا ۭ اَفَلَمْ تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ (٦٢) هٰذِهٖ جَهَنَّمُ

ایک بڑی مخلوق کو گمراہ کرچکا ہے سو کیا تم اتنا نہیں سمجھتے تھے؟ ۴۱ یہی ہے جہنم

الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ (٦٣) اِصْلَوْهَا الْيَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ

جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا گھسو اس میں آج اپنے کفر کے

تَكْفُرُوْنَ (٦٤) اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ

بدلے آج ہم اُن کے منہ پر مُہر لگا دیں گے اور ہم سے انکے ہاتھ کلام کرینگے

وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ (٦٥) وَلَوْ نَشَاۗءُ لَطَمَسْنَا

اور اُن کے پاؤں شہادت دینگے کہ یہ لوگ کیا کیا کرتے رہتے تھے ۴۲ اور اگر ہم چاہتے انکی آنکھوں

عَلٰٓى اَعْيُنِهِمْ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ فَاَنّٰى يُبْصِرُوْنَ (٦٦) وَ

کو ملیامیٹ کر دیتے پھر یہ راستہ کی طرف دوڑتے پھرتے، سو اُن کو کہاں نظر آتا؟ اور

لَوْ نَشَاۗءُ لَمَسَخْنٰهُمْ عَلٰي مَكَانَتِهِمْ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مُضِيًّا

اگر ہم چاہتے تو اُن کی صورتیں جہاں کی تہاں مسخ کر ڈالتے نہ یہ آگے کو چل سکتے،

وَّلَا يَرْجِعُوْنَ (٦٧) وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ ۭ

نہ پیچھے کو لوٹ سکتے ۴۳ اور ہم جس کی عمر (بہت) زیادہ کر دیتے ہیں تو اسے (اسکی) خلقت میں اُلٹا کر دیتے ہیں

وقف غفران

ع ۳/۱۷

۴۱ یہ سب ان مجرموں کو قائل کرنے کیلئے ان سے حشر میں کہا جاتے گا — آگے بھی دو آیتوں میں یہی مضمون چلا گیا ہے۔ لَا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ عبادت یہاں اطاعت کے معنی میں ہے۔ المراد بعبادة الشيطان طاعته (روح) وعبادة الشيطان طاعته في مايوسوس به اليهم ويزينه اليهم (کشاف) اى لا تطيعوا الشيطان (معالم) اطاعت شیطان کی طرف سے شدت نفرت و بیزاری پیدا کرنے کیلئے اسے عبادت سے تعبیر فرمایا گیا۔ عبر عنها بالعبادة لزيادة التحذير والتنفير عنها (روح) مرشد تھانوی نے فرمایا کہ یہ جو بعض صوفیہ نے اپنے لئے بت پرست وغیرہ الفاظ استعمال کئے ہیں، ان سے بھی انکی مراد اقرار کفر سے نہیں، بلکہ اپنے کو مطیع نفس ظاہر کرنے سے ہے۔

۴۲ (غرض یہ کہ ان کی کل روئداد زندگی رتی رتی حق تعالیٰ کے سامنے انھیں کے ہاتھوں پیروں کی زبانی پیش ہوگی) نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ ۔ یہ منہ پر مہر لگنا یوں ہوگا کہ وہ کوئی جھوٹی داستان تصنیف کر کے پیش ہی نہ کر سکیں۔ تُكَلِّمُنَا ...... يَكْسِبُوْنَ ۔ سورۃ النور میں اس سے ملتے ہوئے مضمون کی آیت تشهد عليهم السنتهم پر حاشیہ گذر چکا۔

۴۳ یعنی یہ سب سزائیں ہمارے امکان قدرت میں تھیں، لیکن وہ ان سے اس دنیا میں محفوظ رہے، اس سے انہیں مہلت مل گئی اور اصلاح حال کی ذمہ داری ان پر بڑھ گئی۔ لَطَمَسْنَا عَلٰٓى اَعْيُنِهِمْ ۔ لَمَسَخْنٰهُمْ عَلٰي مَكَانَتِهِمْ ۔ یعنی یہ سب سزائیں اسی دنیا میں انہیں ان کی پاداشِ کفر میں دے دیتے۔

هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ ﴿۵۱﴾ قَالُوْا يٰوَيْلَنَا
یک بیک قبروں سے (نکل نکل) اپنے پروردگار کی طرف جلدی جلدی چلنے لگیں گے۔ کہینگے ہائے
مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا ؕ سکتۃ هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَ
ہماری کمبختی کس نے ہم کو ہماری خوابگاہوں سے اُٹھایا؟ یہ وہی ہے جس کا (خدائے) رحمٰن نے وعدہ کیا تھا
صَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۵۲﴾ اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً
اور پیمبروں نے سچ کہا تھا ۳۵؎ وہ بس ایک زور کی آواز ہوگی
فَاِذَا هُمْ جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ ﴿۵۳﴾ فَالْيَوْمَ لَا تُظْلَمُ
جس سے سب یکایک جمع ہوکر ہمارے سامنے حاضر کر دیئے جائینگے ۳۶؎ پھر اس دن کسی شخص پر
نَفْسٌ شَيْئًا وَّلَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۵۴﴾ اِنَّ
ذرا بھی ظلم نہ ہوگا اور تم کو بدلہ بھی بس انہیں کاموں کا ملے گا جو تم کیا کرتے تھے ۳۷؎ اہل جنت
اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِیْ شُغُلٍ فٰكِهُوْنَ ﴿۵۵﴾ هُمْ وَاَزْوَاجُهُمْ
بے شک اس روز اپنے مشغلہ میں خوش دل ہونگے وہ اور اُنکی بیویاں
فِیْ ظِلٰلٍ عَلَى الْاَرَآئِكِ مُتَّكِـُٔوْنَ ﴿۵۶﴾ لَهُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ
سایوں میں مسہریوں پر تکیہ لگائے بیٹھی ہوں گی اُن کے لئے وہاں میوے ہوں گے
وَّلَهُمْ مَّا يَدَّعُوْنَ ﴿۵۷﴾ سَلٰمٌ ۟ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ ﴿۵۸﴾
اور اُنکے لئے وہ (سب کچھ) ہوگا جو کچھ وہ مانگیں گے ۳۸؎ سلام انہیں کہا جائیگا پروردگار مہربان کی طرف سے ۳۹؎
وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۵۹﴾ اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِیْٓ
اور آج الگ ہو جاؤ اے مجرمو ۴۰؎ کیا میں نے تم کو تاکید نہیں کر دی تھی اے اولاد

۳۵؎ (چنانچہ یہ وقوع قیامت انھیں سچے وعدوں کا ظہور ہے) هٰذَا ... الْمُرْسَلُوْنَ
یہ پورا فقرہ قیامت کے دن فرشتوں کی زبان سے ادا ہوگا۔ نُفِخَ فِی الصُّوْرِ۔ مراد
صور کا نفخۂ ثانی ہے جب وہ ازسرِنو زندہ ہوکر اکٹھے ہو جائیں گے۔ مَرْقَدِنَا۔
مرقد صورۃً واحد ہے، مراد جمع ہے۔ یراد بالمفرد الجمع اے مراقد نا (روح) برزخ
کی درمیانی زندگی حشر برپا ہو جانے پر خواب کی زندگی معلوم ہوگی۔ اسی لئے اہل حشر
اس کو مرقد سے تعبیر کرینگے۔ ۳۶؎ حق تعالیٰ کو قیامت برپا کرنے میں نہ کسی خاص
اہتمام کی ضرورت ہوگی، نہ مشقت و تعب کی۔ بس ایک نفخ صور بالکل کافی ہوگا
۳۷؎ وہ دن عدل کامل کے ظہور کا ہوگا۔ دودھ کا دودھ، پانی کا پانی، ہر
ایک معاملہ کا الگ ہو کر رہے گا۔ ۳۸؎ (بلکہ بلا طلب بھی پاتے رہیں گے) نقشہ
جنت کی غیر فانی راحتوں اور لاثانی آسائشوں کا پیش ہو رہا ہے۔ فِیْ شُغُلٍ۔ شغل
سے ہر وہ دل پسند مشغلہ مراد ہے جو ذوق کو بالکل گھیر لے۔ العارض الذی یذھل
الانسان (راغب) ھو الشان الذی یصد المرء ویشغله عما سواہ من شئونه لکونه
اھم عندہ من الکل (روح) اور انسان کے دل پسند مشغلوں کا نہ حصر ممکن ہے نہ شمار۔
اور لفظ شغل کے صیغۂ نکرہ سے مقصود بھی لذتوں کی وسعت و اہمیت کا اظہار ہے۔
مَا يَدَّعُوْنَ کی وسعت، اطلاق و جامعیت قابل لحاظ ہے جسمانی، دماغی، روحانی،
ہر قسم کی ہر ممکن لذت، راحت، مسرت، نعمت اس کے عموم میں آگئی۔ اہلِ جنت جو کچھ بھی
چاہیں گے، جو کچھ بھی مانگیں گے سب ہی کچھ ان کے لئے حاضر و موجود ہوگا۔ یدعون
کی تفسیر یہاں یتمنون سے بھی کی گئی ہے۔ گویا مانگنے کی ضرورت بھی نہ ہوگی، ادھر تمنا پیدا
ہوئی اور ادھر وہ شے حاضر و موجود ہوگئی۔ قیل یتمنون (کشاف) اے یتمنون ویشتھون (معالم)
لیکن اگر یدعون کو طلب ہی کے معنی میں رکھا جائے جب بھی کیا مضائقہ ہے بلکہ
کسی لذیذ و محبوب شے کا طلب کرنا، جب کہ اس کا مل جانا اور فوراً مل جانا یقینی ہو، بجائے
خود ایک لذت ہے۔ ۳۹؎ یعنی حق تعالیٰ کریم و رحیم کی طرف سے انہیں سلام پہنچتا
رہے گا، خواہ فرشتوں کے واسطہ سے خواہ بلا واسطہ و براہ راست ــــ اہلِ جنت کا یہ انتہائی
اکرام ہے۔ اکرام کا کوئی درجہ اسکے بعد ممکن بھی کیا ہے۔ والمعنی ان اللہ یسلم علیھم بواسطۃ
الملائکۃ او بغیر واسطۃ مبالغۃ فی تعظیمھم (کشاف) ھو اکمل الاشیاء وھو آخرھا الذی لا
شیء فوقه (کبیر) ۴۰؎ (اہلِ ایمان سے) اَلْمُجْرِمُوْنَ۔ مجرموں سے مراد کفر
و شرک کے مجرم ہیں۔ اَلْيَوْمَ سے ظاہر ہے کہ یوم حشر مراد ہے۔

وقف لازم ۔ وقف النبی ۔ وقف غفران

اتَّقُوا مَا بَيْنَ أَيْدِيكُمْ وَمَا خَلْفَكُمْ لَعَلَّكُمْ
کہ اس (عذاب) سے ڈرو جو تمہارے سامنے اور جو تمہارے پیچھے ہے تاکہ تم پر
تُرْحَمُونَ ﴿٤٥﴾ وَمَا تَأْتِيهِم مِّنْ آيَةٍ مِّنْ آيَاتِ رَبِّهِمْ
رحمت کی جائے ٣٢ اور اُن کے پروردگار کی نشانیوں میں سے کوئی بھی نشان ایسا انکے پاس نہیں آتا
إِلَّا كَانُوا عَنْهَا مُعْرِضِينَ ﴿٤٦﴾ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ أَنفِقُوا
کہ یہ اس سے سرتابی نہ کرتے ہوں اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ نے جو کچھ
مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا
تمہیں دے رکھا ہے اس میں سے خرچ کرو، تو کافر مومنوں سے کہتے ہیں
أَنُطْعِمُ مَن لَّوْ يَشَاءُ اللَّهُ أَطْعَمَهُ إِنْ أَنتُمْ إِلَّا فِي
کہ کیا ہم ان لوگوں کو کھلانے کو دیں جنہیں اگر خدا چاہے تو (بہت کچھ) کھانے کو دیدے، تم تو نری
ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿٤٧﴾ وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ إِن
کھلی غلطی میں پڑے ہوئے ہو ٣٣ اور یہ کہتے ہیں کہ (آخر یہ وعدہ کیسا پورا) ہوگا اگر
كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿٤٨﴾ مَا يَنظُرُونَ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً
تم سچے ہو یہ لوگ بس ایک آواز سخت کے منتظر ہیں کہ
تَأْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُونَ ﴿٤٩﴾ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ تَوْصِيَةً
وہ انہیں آپکڑیگی اور یہ لوگ آپس میں لڑجھگڑ رہے ہونگے، پھر نہ تو وصیت کرنے کی فرصت ہوگی
وَلَا إِلَىٰ أَهْلِهِمْ يَرْجِعُونَ ﴿٥٠﴾ وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَإِذَا ع ٣ ١٨/٢
اور نہ اپنے گھر والوں کے پاس واپس جاسکیں گے ٣٤ اور صور پھونکا جائیگا سو وہ لوگ

٣٢ (اور تم قریب و بعید ہر قسم کے عذاب سے محفوظ ہو جاؤ) مَا بَيْنَ أَيْدِيكُمْ - وہ عذاب جو سامنے کا ہے یعنی اس دنیا کا عذاب اور اس کا ہر وقت احتمال۔ وَمَا خَلْفَكُمْ - وہ عذاب جو آخرت میں پیش آئے گا، اور اس کا وقوع یقینی ہے۔ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ - دعوتِ تقویٰ اسی جلب رحمت کی غرض سے دی جارہی ہے۔ ٣٣ یہ بیان ہے منکرین کی مستقل قساوت قلب اور عدم تاثر کا۔ مِنْ آيَةٍ - من زائدہ تاکید و استغراق کے لئے ہے۔ متکبرین رؤسار قریش سے جب کہا جاتا تھا کہ غریبوں مسکینوں کی اعانت کرو (جو عموماً مسلمان ہی تھے) تو وہ طنزیہ جواب یہ دیتے تھے کہ ہم سے ان غریبوں کی اعانت کو کہتے ہو، حالانکہ تمہیں یہ بھی کہتے ہو کہ تمہارا خدا رزاق مطلق ہے، وہ جس کو چاہے روزی دے، تو خود وہ کیوں نہیں انہیں روزی دیتا —— طنز عجیب مہمل تھا۔ خدا کی رزاقی بھی تو اس کی ہر صفت کی طرح اسی عالم اسباب میں انسانوں ہی کے واسطہ سے ظہور کرتی ہے۔ مسلمانوں کا یہ دعویٰ کب تھا کہ اللہ تعالیٰ اس دنیا میں عادۃً رزاق بلا واسطہ اور بلا ذریعۂ اسباب ہے۔ أَنفِقُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ - یعنی اپنی آمدنیوں میں سے خدا کی راہ میں خرچ کرتے رہو —— قریش کے امرار و دولتمند عموماً کافر تھے اور مسکین افراد عموماً مسلمان۔ ٣٤ قیامت کے فوری و ناگہانی وقوع اور اس کی ہولناکیوں کا بیان ہے۔ هَٰذَا الْوَعْدُ - یعنی وعدۂ قیامت۔ مَتَىٰ ...... صَادِقِينَ - سوال محض طنز و تعریض سے تھا۔ صَيْحَةً وَاحِدَةً - مراد صور کا نفخۂ اول ہے جب سب کے سب ہلاک ہو جائینگے۔ صَيْحَةً - صیغۂ نکرہ کی تنوین اظہارِ عظمت و جلالت کے لئے ہے۔ تَوْصِيَةً - یعنی کسی قسم کی بھی وصیت۔ وصیت کا اشارہ تک۔ (التنكير في التوصية للتعميم اي لا يقدر على توصية ما. كشاف)

وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الَّيْلُ ۚۖ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَاِذَا هُمْ مُّظْلِمُوْنَ ﴿۳۷﴾

اور ایک نشانی ان لوگوں کے لئے رات بھی ہے ہم اس پر سے دن کو اتار لیتے ہیں سو یکایک لوگ اندھیرے میں رہ جاتے ہیں ۲۴

وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ۭ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ

اور ایک نشانی آفتاب بھی کہ اپنے ٹھکانے کی طرف چلتا رہتا ہے ۲۵ یہ اندازہ ٹھہرایا ہوا ہے زبردست (اور)

الْعَلِيْمِ ﴿۳۸﴾ وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ

علم والے (خدا) کا ۲۶ اور (ایک نشانی) چاند بھی کہ ہم نے اسکے لیے منزلیں مقرر کی ہیں یہانتک کہ وہ ایسا رہ جاتا ہے

الْقَدِيْمِ ﴿۳۹﴾ لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ

جیسے کھجور کی پرانی ٹہنی ۲۷ نہ آفتاب کی مجال ہے کہ چاند کو جا پکڑے

وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ۭ وَكُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ﴿۴۰﴾

اور نہ رات دن سے پہلے آسکتی ہے اور سب ایک ایک دائرہ میں تیر رہے ہیں ۲۸

وَاٰيَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿۴۱﴾

اور اُن کے لئے ایک نشانی یہ بھی ہے کہ ہم نے اُن کی اولاد کو بھری ہوئی کشتی میں سوار کیا

وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ مَا يَرْكَبُوْنَ ﴿۴۲﴾ وَاِنْ نَّشَاْ

اور ہم نے اُن کے لئے اسی (کشتی) جیسی چیزیں (اور بھی) پیدا کیں جن پر یہ لوگ سوار ہوتے ہیں ۲۹ اور اگر

نُغْرِقْهُمْ فَلَا صَرِيْخَ لَهُمْ وَلَا هُمْ يُنْقَذُوْنَ ﴿۴۳﴾ اِلَّا

ہم چاہیں انہیں غرق کر دیں، تو نہ اُن کا کوئی فریادرس ہو اور نہ یہ رہائی پائیں ۳۰ مگر ہاں

رَحْمَةً مِّنَّا وَمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ﴿۴۴﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ

یہ ہماری ہی مہربانی ہے اور ان کو ایک وقت معین تک فائدہ دینا مقصود ہے ۳۱ اور جب ان سے کہا جاتا ہے

۲۴ رات اور دن، دونوں تمامتر امر الٰہی کے مسخر ہیں۔ خود کوئی دیوی دیوتا نہیں جیسا کہ بعض مشرک جاہلی قوموں نے سمجھ رکھا ہے۔ ان کے درمیان یہ تقلب و تصرف سب قدرت الٰہی سے ہوتے رہتے ہیں۔ ۲۵ (اپنی حرکت یومیہ میں بھی اور دورۂ سالانہ میں بھی) ۲۶ (جس کے اندازہ میں دخل نہ بخت و اتفاق کو ہو سکتا ہے اور نہ ظن و تخمین کو، بلکہ اس کا ہر قانون اپنی جگہ پر مستحکم اور اٹل ہوتا ہے اور حکمت و مصلحت پر مبنی بھی) ۲۷ (کہ پتلی اور خمدار ہونے میں ضرب المثل ہے) تشبیہ میں ممکن ہے کہ زردیٔ رنگ بھی شامل ہو۔ ۲۸ اور اپنے خالق و مالک کے حکم کے مسخر اپنی اپنی رفتار سے چل رہے ہیں۔ اور نظام معین سے باہر نہیں ہو سکتے کہ رات دن کے حساب میں کچھ بھی خلل پڑ سکے۔ وَكُلٌّ۔ کل سے مراد سارے ہی اجرام فلکی لئے گئے ہیں یعنی من الشمس والقمر والنجوم (قرطبی) لا ..... القمر۔ آفتاب کی یہ مجال نہیں کہ کسی دن قبل از وقت طلوع ہو جائے۔ یعنی خورشید خاور بایں جاہ و جلال اور سورج دیوتا باوجود اپنی "دیوتائیت" کے تمامتر اسی قادر مطلق کے دست قدرت میں مسخر ہیں۔

وَلَا ..... النَّهَارِ۔ یعنی ظہور ظلمت کے وقت معین سے پہلے شب تار کے لئے یہ ممکن نہیں کہ وہ اپنے ارادہ و خواہش سے نور کو زائل کر دے۔ وَلَا ..... النھار۔ تقویم اسلامی میں رات دن پر مقدم ہے۔ چنانچہ شب غرۂ شوال ہی میں، اور شب غرۂ رمضان رمضان ہی میں داخل سمجھی جاتی ہے۔ اور تراویح، اعتکاف وغیرہ کا شمار شام ہی کے وقت سے کیا جاتا ہے۔ یدل علی ان ابتداء الشهور من اول الليل (جصاص)۔ ۲۹ اللہ ہی نے اپنی قدرت و حکمت و شفقت سے بندوں کو اس عقل و تدبیر کی تعلیم دی جس سے اس نے دریا اور سمندر کے پانی سے سواری کا کام لینا، اس کے طول و عرض کا عبور کرنا، اس کے مناسب حال کشتی بنانا، پھر کشتی چلانا وغیرہ وغیرہ سیکھ لیا۔ الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ۔ لدی پھندی کشتیوں سے صاف اشارہ بحری تجارت کی جانب ہے۔ بڑے بڑے تجارتی جہاز، اور سامان سے کھچا کھچ لدے ہوئے اسٹیمر سب اس کے تحت میں آجاتے ہیں۔ مِنْ مِّثْلِهٖ کے اطلاق میں بڑی وسعت ہے۔ اسٹیمر، لائنر، کروزر، آبدوز کشتیاں، غرض ہر قسم کی بحری سواریاں ہی نہیں، بلکہ ان کے علاوہ ریل، موٹر، لاری، طیارہ، ہوائی جہاز وغیرہ سب ہی کچھ اس کے تحت میں آسکتے ہیں۔ عن مجاهد ان الابل سفن البر (جصاص) فسره مجاهد بالانعام والابل وغيرها (روح) والقول الثانی انه للابل والدواب وكل ما يركب۔ (کبیر) من بیان کے لئے بھی مانا گیا ہے اور تبعیض کے لئے بھی۔ تحتمل ان تكون للبيان وان تكون للتبعيض (روح) ۳۰ نہ کوئی جل دیتا ہے اور نہ کوئی اور فریادرس، جو غرق ہونے سے بچا سکے اور موت سے چھڑا سکے —— آیت میں تردید اس سلسلہ کے تمام مشرکانہ خیالات کی آگئی۔ یہ جو اخباروں میں آئے دن خبریں ہوائی جہازوں اور طیاروں کی، گر گر کر پاش پاش ہونے کی چھپتی رہتی ہیں آیت ان پر کتنی منطبق ہے! وایرلس (لاسلکی) وغیرہ کے آلات سب دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں اور کوئی مدد کو تو کیا آئے، خبر بھی باہر والوں کو مدتوں نہیں پہنچ پاتی۔ اور پھر لاشوں کو سمندر کی گہرائیوں سے، یا پہاڑوں پر جمی ہوئی برف کے تودوں کے اندر سے کھود کھود کر یا گھنے جنگلوں کے اندر سے ڈھونڈ ڈھونڈ کر نکالنے کے مرحلے تو اور بھی صعب تر ہیں۔ ۳۱ (چنانچہ اسی لئے اس قادر مطلق و حکیم برحق نے مہلت دے رکھی ہے) بے بس اور بے کس بندوں کیلئے کتنا بڑا سہارا "الا رحمة منا" کا ہے۔

مَا يَأْتِيهِمْ مِّنْ رَّسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ﴿٣٠﴾
کبھی اُن کے پاس کوئی رسول نہیں آیا جس کی یہ ہنسی نہ اُڑاتے ہوں ۱۹ے

أَلَمْ يَرَوْا كَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُونِ أَنَّهُمْ إِلَيْهِمْ
کیا ان لوگوں نے اس پر نظر نہیں کی کہ ہم اُن کے قبل (بہت سی) اُمتیں ہلاک کر چکے ہیں کہ یہ لوگ

لَا يَرْجِعُونَ ﴿٣١﴾ وَإِنْ كُلٌّ لَّمَّا جَمِيعٌ لَّدَيْنَا
اُنکی طرف لوٹ کر نہ آئینگے اور ان سب میں کوئی بھی ایسا نہیں جو مجموعی طور پر ہمارے سامنے

مُحْضَرُونَ ﴿٣٢﴾ وَآيَةٌ لَّهُمُ الْأَرْضُ الْمَيْتَةُ أَحْيَيْنَاهَا
حاضر نہ کیا جائے ۲۰ے اور ایک نشانی ان لوگوں کے لئے زمین مردہ ہے، ہم نے اسے زندہ کیا

وَأَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَأْكُلُونَ ﴿٣٣﴾ وَجَعَلْنَا فِيهَا
اور اس میں سے غلّے نکالے سو ان میں سے لوگ کھاتے ہیں اور ہم نے اس (زمین) میں

جَنَّاتٍ مِّنْ نَّخِيلٍ وَأَعْنَابٍ وَفَجَّرْنَا فِيهَا مِنَ الْعُيُونِ ﴿٣٤﴾
باغ لگائے کھجوروں اور انگوروں کے اور اس (زمین) میں چشمے جاری کر دیئے ۲۱ے

لِيَأْكُلُوا مِنْ ثَمَرِهِ وَمَا عَمِلَتْهُ أَيْدِيهِمْ أَفَلَا
تاکہ لوگ اس (باغ) کے پھلوں سے کھائیں اور اس سارے انتظام) کو انکے ہاتھوں نے نہیں پیدا کیا، سو کیا یہ لوگ

يَشْكُرُونَ ﴿٣٥﴾ سُبْحَانَ الَّذِي خَلَقَ الْأَزْوَاجَ كُلَّهَا
شکر نہیں کرتے ۲۲ے پاک ذات ہے وہ جس نے تمام مقابل قسموں کو پیدا کیا نباتات

مِمَّا تُنْبِتُ الْأَرْضُ وَمِنْ أَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُونَ ﴿٣٦﴾
زمین کے قبیل سے بھی اور ان شخصوں میں سے بھی اور ان چیزوں میں بھی جنکو (عام لوگ) نہیں جانتے ۲۳ے

ع ۲ / ۲۰ / ۱

۱۹ے حق تعالیٰ کا یہ اظہار تاسف وملال اس کمال شفقت کے اظہار کے لئے انسانی محاورہ کے مطابق ہے جو حضرت حق کو بندوں کے ساتھ ہے ورنہ حقیقۃً وہ ذات پاک ہر قسم کے تاثر وانفعال سے بالاتر ہے۔ ۲۰ے یعنی اس دنیوی ہلاکت سے قطع نظر اصلی سزا تو اسی عالم آخرت میں ہوگی، اور وہ دائمی اور غیر منقطع ہوگی۔ أَنَّهُمْ إِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُونَ۔ یہ آیت یا اس کے ہم معنیٰ دوسری آیتوں میں صرف ایک عام قانونِ عادت الٰہی کا بیان ہے۔ اس سے یہ مراد ہرگز نہیں کہ کہیں اور کسی خاص موقع پر بطور خرق عادت بھی ایسا نہیں ہو سکتا، جیسا کہ بعض کج فہموں نے ان آیتوں سے نکالا ہے۔ لَمَّا ~~ما زائد تاکید کے لئے ہے۔ ما مزیدۃ للتاکید (بیضاوی)~~ ۲۱ے (باغ کی آبپاشی کے لئے) جَنّٰتٍ ..... أَعْنَابٍ کھجور اور انگور کے نام کی تصریح مذاق عرب (مخاطبین اول) کی رعایت سے ہے۔ کھجور تو کہنا چاہیئے کہ عرب کے حق میں مایۂ زندگی ہے، اور انگور کے شاداب باغوں سے بھی اہل عرب واقف تھے۔ ملاحظہ ہو تفسیر انگریزی۔ آيَةٌ لَّهُمُ۔ سوکھی ہوئی زمین کا از سر نو جی اٹھنا بجائے خود ایک سبق ہے حق تعالیٰ کی قدرت وربوبیت کا۔ ۲۲ے (ان دلائل قدرت کو دیکھنے کے باوجود) اور ادائے شکر کا پہلا زینہ توحید ہے۔ وَمَا عَمِلَتْهُ أَيْدِيهِمْ۔ ٹکڑا بہت قابل غور ہے ساری دنیا، خدائی قدرت وانتظام سے الگ ہو کر، اگر مل کر بھی کوشش کر ڈالے کہ تخم ریزی وآبپاشی کے نتائج غلہ، پھل وغیرہ ہی کی شکل میں ظاہر ہوتے رہیں تو کامیابی ناممکن ہے یقینی طور پر ان مسببات کو انہیں نتائج کی صورت میں ظاہر کرنا خاص الخاص کرشمۂ قدرت خداوندی ہے۔
~~وَمَا عَمِلَتْهُ ما یہاں نافیہ ہے۔ ترجمہ اسی ترکیب کے مطابق کیا گیا۔ روی القول بان ما نافیۃ عن ابن عباس والضحاک (روح) دوسری ترکیب یہ بھی جائز ہے کہ ما کو موصولہ قرار دیا جائے۔ اس صورت میں فقرہ کا عطف ثمرہ پر ہوگا، اور مطلب یہ ہوگا کہ اپنے پکے پکائے کھانے کو دیکھو تو اس میں بھی حق تعالیٰ ہی کی ربوبیت کی جھلک پاؤ گے۔ ما موصولۃ فی محل جر عطف علی ثمرہ (روح)~~ ۲۳ے یعنی پاک وبالاتر ہے ایسی قادر مطلق ذات ہر قسم کے شرک سے۔ الْأَزْوَاجَ كُلَّهَا۔ ہر قسم کے جوڑے اور سارے موجودات کے اصناف وانواع مراد ہیں۔ ~~الازواج الانواع والاصناف فکل زوج صنف لانہ مختلف فی الالوان والطعوم والاشکال والصغر والکبر فاختلافہا ھو ازدواجہا (قرطبی)~~
جدید سائنس کا یہ ایک مشہور مسئلہ ہے کہ نر و مادہ کا وجود کائنات کی ہر صنف موجود میں پایا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ حیوانات سے گذر کر نباتات بلکہ جمادات میں بھی۔ ملاحظہ ہو انگریزی تفسیر القرآن۔ مِمَّا تُنْبِتُ الْأَرْضُ۔ نباتات ارضی میں تقابل مماثلت کا بھی ہو سکتا ہے اور تضاد کا بھی۔ وَمِنْ أَنْفُسِهِمْ اشخاص میں تقابل یہ ہے کہ مثلاً مرد عورت، جوان بوڑھا، گورا کالا وغیرہ۔

الجزء ۲۳

وَمَالِیَ لَآ اَعۡبُدُ الَّذِیۡ فَطَرَنِیۡ وَاِلَیۡهِ تُرۡجَعُوۡنَ ۝۲۲

اور میرے پاس عذر ہی کیا ہے کہ میں اسکی عبادت نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا اور تم (سب) کو اسی کی طرف لوٹنا ہے

ءَاَتَّخِذُ مِنۡ دُوۡنِهٖۤ اٰلِهَةً اِنۡ یُّرِدۡنِ الرَّحۡمٰنُ بِضُرٍّ

کیا میں اسے چھوڑ کر (اور ایسے) معبود قرار دے لوں کہ اگر (خدائے) رحمٰن مجھے کچھ نقصان پہنچانا چاہے

لَّا تُغۡنِ عَنِّیۡ شَفَاعَتُهُمۡ شَیۡـًٔا وَّلَا یُنۡقِذُوۡنِ ۝۲۳ اِنِّیۡۤ

تو ان (معبودوں) کی سفارش میرے کچھ کام نہ آئے اور نہ وہ مجھے چھڑا سکیں اگر میں

اِذًا لَّفِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ ۝۲۴ اِنِّیۡۤ اٰمَنۡتُ بِرَبِّكُمۡ

ایسا کروں تو صریح گمراہی میں جا پڑا میں تو تمہارے پروردگار پر ایمان لے آیا

فَاسۡمَعُوۡنِ ۝۲۵ قِیۡلَ ادۡخُلِ الۡجَنَّةَ ؕ قَالَ یٰلَیۡتَ قَوۡمِیۡ

سو میری سن لو ۱۵ ارشاد ہوگا کہ جا جنت میں داخل ہو ۱۶ وہ کہنے لگا کاش میری قوم کو

یَعۡلَمُوۡنَ ۝۲۶ بِمَا غَفَرَ لِیۡ رَبِّیۡ وَجَعَلَنِیۡ مِنَ الۡمُكۡرَمِیۡنَ ۝۲۷

یہ معلوم ہو جاتا کہ میرے پروردگار نے مجھے بخش دیا اور مجھے معززین میں شامل کر دیا ۱۷

وَمَاۤ اَنۡزَلۡنَا عَلٰی قَوۡمِهٖ مِنۡۢ بَعۡدِهٖ مِنۡ جُنۡدٍ مِّنَ

اور ہم نے اس کی قوم پر اس کے بعد کوئی لشکر آسمان سے

السَّمَآءِ وَمَا كُنَّا مُنۡزِلِیۡنَ ۝۲۸ اِنۡ كَانَتۡ اِلَّا صَیۡحَةً

نہیں اتارا اور نہ ہم کو اتارنے کی ضرورت تھی وہ (سزا) تو بس ایک چیخ

وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمۡ خٰمِدُوۡنَ ۝۲۹ یٰحَسۡرَةً عَلَی الۡعِبَادِ ۚ

تھی کہ سب اسی دم بجھ کر رہ گئے ۱۸ افسوس (ایسے) بندوں کے حال پر!

وقف غفران

۱۵ مرد مومن کی تقریر کا حاصل یہ ہے کہ جب پروردگار وہی ایک اور داور حشر بھی وہی ایک، اور سارے دیوی دیوتا بے اختیار محض، تو آخر دین توحید چھوڑ کر شرک اختیار کرنے کے معنی ہی کیا؟ یہ تو سرتاسر محض بے عقلی ہی ہوئی۔ اَلَّذِیۡ فَطَرَنِیۡ وَاِلَیۡهِ تُرۡجَعُوۡنَ۔ خالق بھی وہی داور حشر بھی وہی ـــــ مبدا بھی وہی، منتہیٰ بھی وہی۔ ہر سادہ و سلیم فطرت والا بعینہٖ یہی استدلال کرے گا۔ وَمَالِیَ لَآ اَعۡبُدُ۔ ءَاَتَّخِذُ۔ اِنِّیۡۤ اِذًا۔ ہر جگہ صیغۂ واحد متکلم کے استعمال سے مفسر تھانویؒ نے یہ استنباط کیا ہے کہ مرد مومن نے یہ سب اپنے اوپر رکھ کر اس لئے کہا کہ مخاطبین کو اشتعال نہ ہو، جو غور و تدبر کی راہ میں ایک رکاوٹ ہے۔ اِنِّیۡۤ ...... فَاسۡمَعُوۡنِ۔ فقہاء نے لکھا ہے کہ ترغیب و تحریص خیر کے موقع پر اپنی کسی خوبی کا اظہار کر دینا جائز بلکہ اولیٰ ہے۔ لَا تُغۡنِ ...... لَا یُنۡقِذُوۡنِ مشرکوں کے دیوتاؤں کی بیچارگی دکھائی ہے کہ نہ خود کسی معنی میں قادر، اور نہ اس قابل کہ قادر مطلق کے ہاں سفارش ہی کر سکیں۔ ۱۶ مشرک قوم اپنے اس ہم قوم مرد مومن کی دشمن ہو گئی۔ اور آخر اسے ہلاک کر ڈالا۔ جنت کی یہ بشارت اس شہید کو اپنی ہلاکت کے وقت مل رہی ہے۔ ۱۷ اس شہید کو ہمدردی اپنی قوم کی، اور دھن اپنی ملت کی اس وقت بھی سوار رہی، اور حسرت کے لہجہ میں بولا کہ کاش میری قوم والوں کو بھی عالم جاودانی کے اعزاز و تکریم کا راز معلوم ہو گیا ہوتا، اور وہ سب بھی ایمان لے آئے ہوتے! بِمَا غَفَرَ ...... الۡمُكۡرَمِیۡنَ۔ اس مغفرت اور مکرمت کا راز ابھی اوپر بیان ہو چکا ہے، اتبعوا المرسلین اور اٰمنت بربکم میں یعنی یہ ثمرہ تمام تر ایمان اور اتباع مرسلین کا ہے۔

۱۸ وہ قوم انکار و تکذیب کی منزلیں طے کر چکنے کے بعد بالآخر ہلاک کر دی گئی ہے۔ یہ بیان اس وقت کا ہے۔ وَمَا كُنَّا مُنۡزِلِیۡنَ۔ خدائے قادر و غنی کو فرشتوں کا لشکر کا لشکر اتارنے کی احتیاج نہیں۔ بڑی سے بڑی آبادیوں کی ہلاکت کیلئے ایک ادنیٰ سا اشارہ کافی ہے۔ مثلاً یہیں، ایک زور کی آواز (بادل اور بجلی کی کڑک ہو یا کچھ اور) کافی ہو گئی۔ اور بعض واقعات میں جو فرشتوں کے لشکر کا اتارنا مذکور ہے، وہ کسی وقتی حکمت و مصلحت کی بنا پر تھا۔ یہاں نفی صرف احتیاج کی ہو رہی ہے۔ خٰمِدُوۡنَ۔ یعنی مر کھپ کر ایسے نیست و نابود ہو گئے جیسے خاکستر جلنے بجھنے کے بعد۔ ای میتون هامدون تشبیها بالرماد الخامد (قرطبی)

مُّرْسَلُوْنَ ﴿١٤﴾ قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۙ وَمَآ
بھیجے گئے ہیں — وہ لوگ بولے تم تو بس ہمارے ہی جیسے انسان ہو — اور
اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَیْءٍ ۙ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ ﴿١٥﴾
خدائے رحمٰن نے کچھ بھی نہیں اتارا ہے — تم نرا جھوٹ ہی بول رہے ہو ١٠
قَالُوْا رَبُّنَا يَعْلَمُ اِنَّآ اِلَيْكُمْ لَمُرْسَلُوْنَ ﴿١٦﴾ وَمَا عَلَيْنَآ
(رسولوں نے) کہا کہ ہمارا پروردگار علیم ہے کہ ہم تمہاری طرف بھیجے ہی گئے ہیں — اور ہمارے ذمہ تو
اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿١٧﴾ قَالُوْٓا اِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ ۚ
صرف کھلی ہوئی تبلیغ ہے — وہ لوگ بولے ہم تو تمہیں منحوس سمجھتے ہیں ١١
لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهُوْا لَنَرْجُمَنَّكُمْ وَلَيَمَسَّنَّكُمْ
اگر تم باز نہ آئے — تو تمہیں سنگسار کر ڈالیں گے — اور تم کو ہماری طرف سے
مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿١٨﴾ قَالُوْا طَآئِرُكُمْ مَّعَكُمْ ۭ اَئِنْ
سخت آزار پہنچے گا ١٢ — وہ (رسول) بولے کہ تمہاری نحوست تو تمہارے ساتھ ہی چپکی
ذُكِّرْتُمْ ۭ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ﴿١٩﴾ وَجَآءَ مِنْ
ہوئی ہے، کیا (نحوست) یہ ہے کہ تمہیں نصیحت کی گئی؟ اصل یہ ہے کہ تم ہی حد سے نکل جانے والے لوگ ہو ١٣ — اور
اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ رَجُلٌ يَّسْعٰى قَالَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوا
ایک شخص اس شہر کے کسی دور مقام سے دوڑتا ہوا آیا — (اور) کہنے لگا کہ اے میری قوم والو (ان)
الْمُرْسَلِيْنَ ﴿٢٠﴾ ۙ اتَّبِعُوْا مَنْ لَّا يَسْـَٔلُكُمْ اَجْرًا وَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿٢١﴾
رسولوں کی راہ پر چلو، انکی راہ پر چلو جو تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتے — اور خود راہ راست پر ہیں ١٤

ف١٠ منکروں نے جواب میں کہا کہ تمہاری شخصی صداقت کا زیر بحث ہونا الگ رہا۔ ہم نفس مسئلۂ رسالت و نبوت ہی کے قائل نہیں۔ نہ اوتار، نہ مظہر خدا، نہ دیوتاؤں کی اولاد، بلکہ محض انسان، اور وہ "پیمبر" ہو جائے یہ ہماری سمجھ میں تو آتا نہیں۔ مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا۔ جاہل قوموں کو پیمبروں کی دعوت قبول کرنے میں سب سے بڑی ٹھوکر یہیں لگتی ہے کہ یہ ہماری ہی جیسی بشریت کے ساتھ ساتھ پیمبری کا دعویٰ کیسا۔ یہ سارے فقرے ذہن کو اسی طرف لئے جاتے ہیں کہ یہ لوگ براہِ راست اللہ ہی کے رسول تھے۔

ف١١ (کہ تمہاری آمد سے ہمارے درمیان یہ فتنہ و فساد برپا ہو گئے) قَالُوْا .... لَمُرْسَلُوْنَ، وَمَا ...... الْمُبِيْنُ۔ یہ دونوں فقرے بھی ان مرسلین کی رسالت حقیقی ہی پر دلالت کر رہے ہیں۔

ف١٢ (مختلف صورتوں سے) لَنَرْجُمَنَّكُمْ۔ رجم یا سنگساری، یاد رہے کہ دنیا کی قدیم ترین سلطنتوں اور تہذیبوں میں ایک عام سزا رہی ہے۔

ف١٣ یعنی یہ کیا اندھیر ہے کہ عین جو طریقہ سعادت دارین اور فلاح دنیا و آخرت کا بتایا جاتا ہے، اسی کو نحوست قرار دے رہے ہو، اور نحوست تم جن واقعات کو قرار دے رہے ہو وہ تو خود تمہارے ہی کرتوت ہیں۔ تم ہی نے حق کے قبول سے انکار کیا، تو تمہارے اندر افتراق و تشتت پیدا ہوا۔ تمہیں نے پیام خداوندی کو ٹھکرایا، تو تمہارے سامانِ معاش میں بے برکتی پیدا ہوئی۔ وقس علیٰ ہذا۔ طٰٓئِرُكُمْ مَّعَكُمْ۔ قدیم جاہل قوموں میں سعد و نحس کا تخیل بہت زیادہ پھیلا ہوا تھا۔ بات بات میں شگون، فال وغیرہ کا رواج عام تھا۔ مکالمہ اسی فضا میں ہو رہا ہے۔ طآئرکم۔ یعنی نحوست بقول تمہارے، نحوست ہے تمہارے زعم میں۔

ف١٤ یعنی ان بزرگوں کی پیروی سے امر مانع کونسا ہے۔ خود یہ لوگ تو راہِ ہدایت ہی پر ہیں، اور پھر خود غرضی کا خیال ان کی طرف سے مرتفع، اسلئے کہ ہم سے جاہ و مال کسی قسم کا صلہ نہیں چاہتے۔ رَجُلٌ يَّسْعٰى۔ یہ شخص اُس وقت تک مومن ہو چکا تھا۔ مَنْ لَّا يَسْـَٔلُكُمْ اَجْرًا۔ پیمبروں کی یہ خصوصیت قرآن مجید میں بارہا بیان ہو چکی ہے کہ وہ تبلیغ و دعوت کسی قسم کے دنیوی معاوضہ کے لالچ میں نہیں کرتے ۔

اَغْلٰلًا فَهِیَ اِلَی الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ ۝۸ وَجَعَلْنَا مِنْۢ

ڈال دیئے ہیں، سو وہ ان کی ٹھوڑیوں تک آگئے ہیں، جن سے انکے سر اوپر کو اُٹھے رہ گئے، اور ہم نے ایک آڑ

بَیْنِ اَیْدِیْهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَیْنٰهُمْ

اُن کے سامنے کر دی ہے اور ایک آڑ اُن کے پیچھے کر دی ہے، جس سے ہم نے اُن کو گھیر دیا ہے

فَهُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ ۝۹ وَسَوَآءٌ عَلَیْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ

سو وہ دیکھ نہیں سکتے ۴؎ اور انکے حق میں (دونوں) برابر ہیں آپ انہیں ڈرائیں یا نہ

تُنْذِرْهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ۝۱۰ اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَ

ڈرائیں، وہ ایمان نہیں لانے کے ۵؎ آپ تو بس اسی کو ڈرا سکتے ہیں جو نصیحت پر چلے اور

خَشِیَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَیْبِ ۚ فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَّاَجْرٍ كَرِیْمٍ ۝۱۱

خدائے رحمٰن سے بے دیکھے خوف رکھے، آپ اُس کو خوشخبری سُنا دیجیے مغفرت اور عمدہ معاوضہ کی ۶؎

اِنَّا نَحْنُ نُحْیِ الْمَوْتٰی وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ ۛؕ وَكُلَّ

بیشک ہم ہی تو مُردوں کو جِلائیں گے، اور ہم لکھتے جاتے ہیں اسے جو یہ آگے بھیجتے جاتے ہیں اور پیچھے چھوڑتے

شَیْءٍ اَحْصَیْنٰهُ فِیْۤ اِمَامٍ مُّبِیْنٍ ۝۱۲ وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا

جاتے ہیں ۷؎ اور ہم نے ہر شے کو ایک واضح کتاب میں درج کر رکھا ہے ۸؎ اور آپ ان کے سامنے ایک قصّہ

اَصْحٰبَ الْقَرْیَةِ ۘ اِذْ جَآءَهَا الْمُرْسَلُوْنَ ۝۱۳ اِذْ اَرْسَلْنَاۤ اِلَیْهِمُ

بیان کیجئے ایک بستی والوں کا جبکہ اُن کے پاس رسول آئے ۹؎ جب ہم نے انکے پاس دو کو

اثْنَیْنِ فَكَذَّبُوْهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوْۤا اِنَّاۤ اِلَیْكُمْ

بھیجا تو انہوں نے دونوں کو جھٹلایا پھر ہم نے تیسرے سے انکی تائید کی (انہوں نے) کہا ہم تمہارے پاس

وقف لازم ۱۴ ع ۲ - وقف غفران

۴؎ یعنی نہ آگے دیکھ سکتے ہیں نہ پیچھے۔ یہ ساری تمثیل ان لوگوں کے بُعد عن الایمان کی ہے یعنی چونکہ انہوں نے خود قوت ارادی سے صحیح کام نہیں لیا، توفیق ہدایت بھی ان سے مطلق سلب ہو گئی۔ ~~فی ان لا تامل لھم ولا تبصر وانھم متعامون عن النظر فی آیات اللہ (سلوک)~~ غفلت ان لوگوں کی ارادی اور مجرمانہ تھی، لیکن یہاں بحیثیت مسبب الاسباب کے ان حالات کو حق تعالیٰ نے منسوب اپنی ہی جانب کیا ہے۔ اِنَّا جَعَلْنَا۔ وَجَعَلْنَا۔ فَاَغْشَیْنٰهُمْ۔ صیغہ متکلم ان سب مقامات پر حق تعالیٰ کی جانب محض نظام تکوینی کے علّت العلل کی حیثیت سے استعمال ہوا ہے۔ ۵؎ (سو آپ زیادہ غم و فکر میں نہ پڑیئے، لیکن ساتھ ہی اپنی تبلیغ جاری رکھیئے) ۶؎ مغفرت گناہوں سے۔ اور عمدہ معاوضہ طاعت پر۔ یا یوں کہا جائے کہ مغفرت مرتب ہو گی ایمان پر، اور اجر کریم ملے گا اعمال صالح پر۔ اِنَّمَا ...... بِالْغَیْبِ۔ یافت حاصل ہوتی ہے طلب سے لیکن خود طلب پیدا ہوتی ہے خوف و خشیت سے۔ اگر سرے سے خشیت ہی مفقود ہوئی تو تلاش و طلب ہی کیوں پیدا ہونے لگی۔ مُرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ تربیت پر جو نفع مرتب ہوتا ہے وہ طالب ہی کی استعداد کا ظہور ہوتا ہے، نہ کہ مُربّی ظاہری کی عطا پر۔

۷؎ یعنی ان کا ہر وہ عمل جس پر جزاء و سزا مرتب ہو سکتی ہے۔ برابر لکھا جاتا رہتا ہے۔ مَا قَدَّمُوْا۔ سے مراد ہیں وہ کام جو انہیں کی ذات پر ختم ہو گئے یعنی اعمال ذاتی۔ وَاٰثَارَهُمْ۔ سے مراد ہیں ان کے وہ اعمال جو سبب بنے دوسروں کی ہدایت و ضلالت کے یعنی اعمال متعدی۔ نَكْتُبُ۔ فرشتوں کے عمل کتابتِ اعمال کو اپنی جانب منسوب فرمایا ہے۔ اِنَّا نَحْنُ نُحْیِ الْمَوْتٰی۔ یعنی ہم ہی مُردوں کو دوبارہ اٹھا کر کھڑا کریں گے، اور اس وقت جزاء و سزا دونوں کا پورا ظہور ہو گا۔ ۸؎ مراد ہے لوح محفوظ جس میں چھوٹا بڑا ہر واقعہ درج ہے۔ ~~ای اللوح المحفوظ (بحر عن مجاہد وقتادہ وابن زید) یعنی اللوح المحفوظ لانہ اصل الکتب ومقتدا بھا (مدارک)~~ اِمَام کے لغوی معنی میں ہر وہ چیز داخل ہے خواہ انسان ہو یا کتاب ہو یا کچھ اور جس کا اقتدار کیا جائے۔ ~~الامام المؤتم بہ انسانا کان او کتابا او غیر ذلک (راغب)~~ فرقۂ شیعہ کے غالیوں نے لفظ امام کے اپنے اصطلاحی اور اختراعی معنی لے کر امام مبین سے مراد حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے لی ہے۔ ~~ولا یخفی ما فی ذلک من عظیم الجھل بالکتاب الجلیل (روح)~~ ۹؎ اَلْقَرْیَةِ۔ سے مراد شام کا شہر انطاکیہ (Antioch) لیا گیا ہے۔ اَلْمُرْسَلُوْنَ۔ اس سے اصطلاحی رسول (یعنی اللہ کے فرستادے) نہیں، بلکہ رسولِ وقت حضرت مسیحؑ کے بھیجے ہوئے نائبین مراد لئے گئے ہیں لیکن کوئی حدیث صحیح اس باب میں موجود نہیں اور سیاق قرآنی سے بھی اس تفسیر منقول کی تائید نہیں ہوتی۔ مُرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ اس تفسیر پر اصل نکلتی ہے مشائخ کے اس طریق کی کہ اپنے خلفاء کو ارشاد خلق کے لئے مختلف شہروں، ملکوں میں بھیجتے رہتے ہیں۔

قَدِيرًا ﴿٤٤﴾ وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوا مَا تَرَكَ

بڑا قدرت والا ہے اور اگر اللہ ان لوگوں پر داروگیر کرنے لگتا، ان کے اعمال کے سبب، تو پشت زمین

عَلٰى ظَهْرِهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ

پر ایک بھی چلنے پھرنے والے کو بھی نہ چھوڑتا اللہ تو انہیں مہلت دے رہا ہے ایک میعاد

مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِعِبَادِهٖ بَصِيرًا ﴿٤٥﴾ ع ۵/۸/۱۷

متعین تک، سو جب اُن کی میعاد آپہنچیگی اللہ اپنے بندوں کو آپ ہی خوب دیکھ لے گا ۶۱

سُوْرَةُ يٰسٓ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ ثَلٰثٌ وَّثَمَانُوْنَ اٰيَةً وَّخَمْسُ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ یٰسٓ مکہ میں نازل ہوئی اس کی تراسی آیتیں ہیں اور پانچ رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ نہایت مہربان بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

يٰسٓ ﴿١﴾ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ﴿٢﴾ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿٣﴾ عَلٰى

یا سین قسم ہے قرآن پُرحکمت کی کہ آپ پیمبروں میں سے ہیں (اور)

صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٤﴾ تَنْزِيْلَ الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ﴿٥﴾ لِتُنْذِرَ

سیدھے راستہ پر ہیں ۱ (یہ قرآن) نازل کیا گیا (خدائے) غالب و رحیم کی طرف سے تاکہ آپ ان لوگوں کو

قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ ﴿٦﴾ لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ

ڈرائیں جن کے باپ دادا ڈرائے نہیں گئے تھے، سو وہ (اس سے) بیخبر ہیں ۲ ان میں سے اکثر لوگوں پر یہ (تقدیری)

عَلٰٓى اَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿٧﴾ اِنَّا جَعَلْنَا فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ

بات ثابت ہو چکی ہے سو وہ لوگ ایمان نہ لائیں گے ۳ ہم نے اُن کی گردنوں میں طوق

۶۱ (اور ہر ایک سے اس کے مناسب حال برتاؤ کرے گا) دَلَوْ . . . . . دَآبَّةٍ - یعنی یہ تو مشیت تکوینی سرے سے ہے ہی نہیں کہ معاصی و ذنوب پر گرفت فی الفور اور اسی دنیا میں ہو جایا کرے، یہ اگر ہوتا تو کوئی کافر زندہ ہی نہ رہنے پاتا، اور اہل ایمان اس لئے اُٹھا لئے جاتے کہ نظام عالم مجموعہ کے ساتھ ہی وابستہ ہے اور جب انسان نہ رہتے تو کوئی حیوان بھی نہ باقی رہنے دیا جاتا، کہ حیوانات کی حیثیت تو محض انسانوں کے خادم کی ہے۔ مِنْ دَآبَّةٍ - اس سیاق میں دابۃ سے کیا مراد ہے، اس پر اچھی خاصی بحث ہوئی ہے۔ ہر متحرک جانور، جن وانس، اور نوع انسانی یہ سب مُراد لئے گئے ہیں۔ اور مآل ہر تفسیر کا ایک ہی ہے۔ ~~قال ابن مسعود یرید جمیع الحیوان مما دب ودرج وقال الکلبی یرید الجن والانس دون غیرھما لانھما مکلفان بالعقل وقال ابن جریر والاخفش والحسن بالفضل ای دبالل آبۃ ھنا الناس وحدھم دون غیرھم (قرطبی) ای لاھلک جمیع اھل السمٰوات والارض وما یملکونہ من دوآب وارزاق (ابن کثیر)~~ ۱ (یہاں تک کہ جو آپ کی پیروی کرے وہ بھی سیدھے راستہ پر پڑ جائے، اور اللہ تک پہنچ جائے) یٰسٓ - روایتوں میں آتا ہے کہ یہ مخفف ہے، یاالنسان کا۔ ~~یٰسٓ یعنی یا انسان (ابن کثیر عن ابن عباس وعکرمہ والضحاک والحسن وسفیان)~~ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ - یعنی اس قرآن کی حکیمانہ و پُرمغز تعلیمات خود اس کی گواہ ہیں کہ آپؐ مرتبۂ رسالت پر فائز ہیں۔ کوئی غیر خدائی ماخذ ایسی تعلیمات کا ہو ہی نہیں سکتا۔
۲ یعنی انہیں اسی کا احساس نہیں کہ بازپرس اُخروی، ہے کیا چیز اور رسالت اور توحید کے معنی کیا ہیں۔ لِتُنْذِرَ قَوْمًا - قوم سے مراد قریش یا قوم عرب ہے، جو پیام اسلام کی اولین مخاطب تھی۔ جس دَور سے دنیا اُس وقت گذر رہی تھی۔ اور جس منزل میں اُس وقت تھی، لوگوں کی سمجھ میں یہی آنا ذرا مشکل تھا کہ کوئی نبی اپنی قوم یا قبیلہ کی اصلاح کے لئے بھی آسکتا ہے تو عالمگیر نبوت اور کائناتی پیامبری کا تخیل تو وقت کے عام ذہنوں کی گرفت سے بالکل ہی باہر تھا۔ یہی راز ہے اس کا کہ قرآن مجید نے رسول اللہ صلعم کے پیام کی عالمگیری کو اس تصریح اور اس تکرار کے ساتھ نہیں بیان کیا ہے جس طرح آپؐ کی پیامبری خود آپ ہی کی قوم، قریش یا عرب کی طرف بیان کی ہے۔ نبوت محمدیؐ کی یہ عالمگیر حیثیت بھی بیان متعدد مقامات پر ہوئی ہے مثلاً لیکون للعالمین نذیرًا - وَمَآ ارسلناك الا کافۃ للناس بشیرًا ونذیرًا وغیرہا۔ لیکن اس سے بھی زیادہ وضاحت و تکرار کے ساتھ زور آپؐ کی قومی نبوت پر دیا ہے۔ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ - خاص بنی اسمٰعیل میں کوئی نبی نہیں آیا تھا۔ باقی دوسرے انبیاء کی تعلیمات اگر بالواسطہ اہل عرب تک پہنچ چکی ہوں تو وہ اس کے منافی نہیں۔ اس مفہوم کے حاشیے کئی بار گذر چکے ہیں۔ ۳ وہ بات تقدیری یہی ہے کہ یہ لوگ ایمان نہ لائیں گے۔ تقدیری بات اللہ کے علم ازلی کے مرادف ہے۔ اور یہ علم ازلی ہرگز کسی شائبہ جبر و اکراہ کے ہی مرادف نہیں۔ اور نہ علم کسی طرح رضا کے مستلزم ہے ——— طبیب کی پیشگوئی اور پیش خبری کسی بدپرہیز مریض کے انجام سے متعلق ہرگز طبیب کی مرضی اور خواہش کی ترجمان نہیں۔ یہ مفہوم بھی ہو سکتا ہے کہ ہدایت یابی کے جو قانون قاعدے شرع سے مقرر ہیں (مثلاً یہی کہ خلوئے ذہن کے ساتھ دعوتِ رسالت پر غور کیا جائے) یہ لوگ چونکہ انہیں پر عمل کرنے سے گریز کر رہے ہیں اس لئے قدرۃً ثمرۂ ہدایت سے محروم رہینگے۔

حَلِيْمًا غَفُوْرًا ﴿٤١﴾ وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ

بڑا حلم والا ہے، بڑا مغفرت والا ہے٥٥۔ اور ان (کفار) نے اللہ کی بڑی زور دار قسم کھائی تھی کہ اگر

جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ لَّيَكُوْنُنَّ اَهْدٰى مِنْ اِحْدَى الْاُمَمِ ۚ فَلَمَّا

ہمارے پاس کوئی ڈرانے والا آیا تو ہم ہر امت سے بڑھ کر ہدایت قبول کرنے والے ہونگے، لیکن جب

جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ مَّا زَادَهُمْ اِلَّا نُفُوْرَا ۨ ﴿٤٢﴾ اسْتِكْبَارًا فِى الْاَرْضِ وَ

ان کے پاس (وہ) ڈرانیوالا آ ہی گیا تو بس انکی نفرت ہی کو ترقی ہوئی، دنیا میں اپنے کو بڑا سمجھنے کی وجہ سے اور

مَكْرَ السَّيِّئِ ؕ وَلَا يَحِيْقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ ؕ فَهَلْ

(انکی) بُری چالوں کو (بھی ترقی ہوئی) اور بُری چالوں کا وبال انہیں چال والوں پر پڑتا ہے٥٦ سو کیا یہ

يَنْظُرُوْنَ اِلَّا سُنَّتَ الْاَوَّلِيْنَ ۚ فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ

اسی اگلے والوں کے دستور کے منتظر ہیں٥٧ آپ اللہ کے دستور کو کبھی بدلتا ہوا

تَبْدِيْلًا ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحْوِيْلًا ﴿٤٣﴾ اَوَلَمْ

نہ پائینگے اور نہ آپ اللہ کے دستور کو منتقل ہوتا ہوا دیکھیں گے٥٨ کیا یہ لوگ

يَسِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ

زمین پر چلے پھرے نہیں جو دیکھتے بھالتے کہ ان لوگوں کا انجام کیا ہوا جو ان سے

مِنْ قَبْلِهِمْ وَكَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعْجِزَهٗ

قبل ہوئے ہیں درآنحالیکہ وہ قوت میں بھی ان سے بڑھے ہوئے تھے٥٩ اور اللہ ایسا نہیں

مِنْ شَيْءٍ فِى السَّمٰوٰتِ وَلَا فِى الْاَرْضِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَلِيْمًا

کہ کوئی بھی چیز آسمانوں میں یا زمین میں اسے ہرا سکے بیشک وہ بڑا علم والا ہے٦٠

٥٥ حَلِيْمًا۔ اور اسی صفت حلم کے تقاضہ سے شرک جیسی کھلی ہوئی اور انتہائی گستاخی پر بھی انہیں فوراً سزا نہیں دیتا۔ غَفُوْرًا۔ اور اسی صفت غفر کے تقاضہ سے ان سے اب بھی درگذر کرنے کو تیار ہے اگر یہ اپنی شرارتوں سے باز آجائیں۔ ٥٦ یہ کہنے والے مشرکین قریش تھے۔ یہ لوگ قبل بعثت نبوی زور دے دے کر کہا کرتے تھے کہ بنی اسرائیل میں اس کثرت سے نبی آئے اور ان لوگوں نے ان کی قدر نہ کی۔ ہماری قوم میں اگر کوئی نبی آئے تو ہم البتہ اس کی پوری قدر کرکے دکھا دیں ——— پھر جب آپؐ آئے تو جیسی قدر کی ظاہر ہے۔

مَا زَادَهُمْ اِلَّا نُفُوْرَا اِسْتِكْبَارًا۔ مرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ اس میں وہی مذکور ہے جو صوفیہ کہا کرتے ہیں کہ جس کی استعداد فاسد ہے اس کا مرض اوراد و اشغال سے اور بڑھ جاتا ہے اور وہ اپنے کو بزرگوں میں شمار کرنے لگتا ہے۔ ٥٧ (اور وہ دستور یہ ہے کہ وقت مقرر پر سزا و ہلاکت آئے) سُنَّتَ الْاَوَّلِيْنَ۔ وہ ماجرا جو ساری اگلی سرکش و نافرمان قوموں کو پیش آچکا ہے۔ یعنی عذاب الٰہی سے ہلاکت و بربادی۔ ٥٨ تبدیلی یہ کہ مثلاً ایسے مجرموں کو بجائے سزا و عقوبت کے انعام و اکرام ملنے لگے۔ اور نہ منتقلی یہ کہ مثلاً عذاب بجائے مجرموں کے کسی اور پر ہونے لگے۔ یا یہ مطلب لیا جائے کہ نہ تبدیلی نفس عذاب میں ہوسکتی ہے اور نہ منتقلی اس کے اوقات میں۔ سنتہ لا یبدلها في ذاتها ولا يحولها عن اوقاتها (مدارک) ٥٩ تاریخ عالم کا سبق یہی ہے کہ جو قوم بھی خدا فراموشی میں مبتلا ہوئی، وہ آخر کو ہلاک و برباد ہوکر رہی۔ اَلَّذِيْنَ ...... قُوَّةً۔ قوم عاد، قوم ثمود، اہل بابل و کلدانیہ۔ قبطیانِ مصر وغیرہا۔ ٦٠ چنانچہ اپنے علم کامل سے وہ ہر ارادہ کے نفاذ کا طریقہ و تدبیر جانتا ہے، اور اپنی قدرت کامل سے اسے نافذ کردیتا ہے۔ اس لئے کائنات کی کوئی سی قوت اس سے مقابلہ کی مجال نہیں رکھتی۔ وَمَا كَانَ ... الْاَرْضِ۔ مسلمانوں کو بتایا ہے کہ ان کا خدائے ذوالجلال مشرکوں کے دیوی دیوتاؤں کی طرح محدود القویٰ نہیں کہ آج فلاں سے مغلوب ہوگئے اور کل فلاں سے۔

الصُّدُوْرِ ﴿۳۸﴾ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِ ؕ فَمَنْ كَفَرَ

دلوں کی باتوں کا ۵۰ وہی ایسا ہے جس نے تمہیں زمین میں آباد کیا سو جو کوئی کفر کریگا

فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ ؕ وَلَا يَزِيْدُ الْكٰفِرِيْنَ كُفْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ

اس کا کفر اسی پر پڑیگا اور کافروں کے لئے ان کے پروردگار کے ہاں ناراضی ہی بڑھنے کا باعث

اِلَّا مَقْتًا ۚ وَلَا يَزِيْدُ الْكٰفِرِيْنَ كُفْرُهُمْ اِلَّا خَسَارًا ﴿۳۹﴾

ہوتا ہے اور کافروں کے لئے اُن کا کفر خسارہ ہی بڑھنے کا باعث ہوتا ہے ۵۱

قُلْ اَرَءَيْتُمْ شُرَكَآءَكُمُ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ

آپ کہہ دیجئے تم نے اپنے خدائی شریکوں کے حال پر بھی نظر کی ہے جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے

اللّٰهِ ؕ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ

ہو؟ ذرا مجھے بھی تو بتاؤ کہ انہوں نے زمین کا کونسا جزو بنایا ہے یا اُن کا آسمانوں میں کچھ

فِي السَّمٰوٰتِ ۚ اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا فَهُمْ عَلٰى بَيِّنَتٍ مِّنْهُ ۚ

ساجھا ہے؟ یا ہم نے انہیں کوئی کتاب دی ہے کہ یہ اسی دلیل پر قائم ہیں؟

بَلْ اِنْ يَّعِدُ الظّٰلِمُوْنَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۴۰﴾

اصل یہ ہے کہ یہ ظالم ایک دوسرے سے نرے دھوکہ (کی باتوں) کا وعدہ کرتے آئے ہیں ۵۲

اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا ۚ وَلَئِنْ

بیشک اللہ ہی آسمانوں اور زمین کو تھامے ہوئے ہے کہ وہ ٹل نہ جائیں ۵۳ اور اگر وہ

زَالَتَآ اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ؕ اِنَّهٗ كَانَ

ٹلنے لگیں بھی تو پھر اللہ کے سوا کوئی بھی انہیں تھام نہیں سکتا ۵۴ بیشک وہ

۵۰ یہ بیان ہوا حق تعالیٰ کے کمال علمی کا۔ صفت قدرت کے بعد صفت علم بھی تمام صفات باری تعالیٰ میں سے ایسی صفت ہے، جس کے باب میں مشرک اجاہلی قوموں کو سب سے زیادہ ٹھوکریں لگی ہیں۔ قرآن مجید کو اسی لئے ضرورت پیش آئی کہ اللہ تعالیٰ کے علم کی کاملیت کو اور اسرار و خفار یا جزئیات و دقائق پر اس کے محیط ہونے کو بار بار بیان کیا جائے۔ ۵۱ یہاں کفر اور اہل کفر سے متعلق تین حقیقتیں بیان ہوئی ہیں۔ فَمَنْ . . . کفرہٗ۔ کفر کا وبال اسی کافر ہی پر پڑتا ہے، نہ کہ کسی دوسرے پر ——— پہلی حقیقت یہ ہوئی۔

~~ای وبال کفرہ لایتعدی الی غیرہ (ابو سعود)~~ وَلَا . . . . . مَقْتًا۔ اہلِ کفر ڈھیل پاکر اپنے کفر پر نازاں نہ ہوں۔ حق تعالےٰ کے ہاں ان کے ہر کفر سے ان کی مغضوبیت اور معتوبی اور بڑھتی جاتی ہے۔ اور اس کا تحقق اسی دنیا میں ہوجاتا ہے۔ وَلَا . . . خَسَارًا۔ کفر سے اہل کفر کا خسارہ آخرت میں بڑھتا ہی جاتا ہے۔ اور وہ خسارہ کیا ہے؟ جنت سے محرومی، اور دوزخ میں دخول۔ ۵۲ (جو کبھی بھی پورے ہونے کے نہیں) آیت میں اثبات توحید و ابطال شرک پر پوری حجت قائم کی گئی ہے۔ اَرَاَیْتُمْ۔ اِرَاءَۃ کے معنی یہاں دکھانے کے نہیں، بتانے یا خبر دینے کے ہیں۔ ~~معنی ارءیتم اخبرونی (کشاف، المرا منہ اخبرونی (کبیر)~~ اَرُوْنِیْ . . . . . . السَّمٰوٰت۔ یعنی شرک پر کوئی بھی دلیل، عقلی و تجربی قسم کی قائم ہے؟ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ۔ سے مراد خلقت آسمان میں شرکت ہے ~~ای شرکۃ مع اللہ فی خلق السموات (ابو سعود)~~ ام . . . . . . منہ۔ یعنی شرک پر کوئی بھی دلیل، نقلی و کتب آسمانی سے ماخوذ قائم ہے؟ ۵۳ (اپنے انتظام معین و ہیئتِ مقررسے) آیت میں بتایا ہے کہ حق تعالیٰ دنیا کا خالق و فاطر ہی نہیں، بلکہ اس کا منتظم، مدبّر، حاکم بھی ہے، وہی اپنے دستِ قدرت سے اس کے سارے انتظامات بھی سنبھالے ہوئے ہے۔ یہ نہیں کہ پیدا کرنے والے برہما جی ہوں، پالنے والے اور حفاظت کرنے والے، وشنو جی، اور مارنے والے شیو جی! ——— غرض مختصر سی عبارت سے متعدد جاہلی تخیلات پر ضرب لگ گئی۔ لفظ امساك سے یہ مراد لینا کسی طرح بھی صحیح نہیں کہ حق تعالیٰ (نعوذ باللہ) کسی بڑے عظیم الشان دیو یکر دیوتا کی طرح زمین و آسمان کی باگیں اپنے ہاتھ میں پکڑے اور سمیٹے ہوئے بیٹھے ہیں! امساك سے مراد صرف ان اجرام کی ہیئت منتظمہ پر انہیں قائم رکھنا ہے، اور وہ چاہے جن قوانین طبعی کے واسطہ سے ہو قانون کششِ اجسام وغیرہ یہ سب اللہ ہی کے امساك کے ذریعے اور واسطے ہیں۔ ان تزولا۔ زوال سے مراد صرف ہیئت موجودہ منتظمہ سے ان کا انتقال ہے نہ کہ مطلق حرکت۔ اس لئے آیت سے آسمان و زمین کے سکون و عدم حرکت پر استدلال کرنا تمام تر لغو ہے۔ ۵۴ تو جب دوسروں سے اس نظم عالم کی حفاظت ہی نہیں ہوسکتی، تو جواہر و اعراض کے ایجاد و احداث کا کیا ذکر۔ لَئِنْ زَالَتَا۔ یعنی اگر وہ ٹلنے کے قریب ہوجائیں۔ ٹلنے پر آجائیں۔ ~~ای ان اشرفتا علی الزوال (روح)~~ مِنْ اَحَدٍ۔ من زائد ہے تاکید نفی کیلئے ~~یعنی کوئی بھی من مزید لتاکید النفی (مدارک)~~

~~مِنْ بَعْدِہٖ~~۔ بعد یہاں بجز یا علاوہ کے معنی میں ہے۔ ~~بعدہ ای سواہ (جلالین)~~

الَّذِیٓ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ؕ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرُ ۙ﴿۳۴﴾ الَّذِیٓ

جس نے ہم سے غم دُور کیا بیشک ہمارا پروردگار بڑا مغفرت والا ہے بڑا قدردان ہے جس نے

اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ لَا یَمَسُّنَا فِیْهَا نَصَبٌ وَّ لَا یَمَسُّنَا

اپنے فضل سے ہمیں ہمیشہ رہنے کے مقام میں لا اُتارا ہے جہاں ہمیں نہ کوئی تکلیف پہنچے گی اور نہ ہمیں تھکن

فِیْهَا لُغُوْبٌ ﴿۳۵﴾ وَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ ۚ لَا یُقْضٰی

ہی محسوس ہوگی ۴۷ اور جو لوگ کافر ہیں اُن کے لئے دوزخ کی آگ ہے نہ تو اُن کی قضا آئیگی

عَلَیْهِمْ فَیَمُوْتُوْا وَ لَا یُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا ؕ

کہ مر ہی جائیں اور نہ ان سے دوزخ کا عذاب ہی ہلکا کیا جائے گا

كَذٰلِكَ نَجْزِیْ كُلَّ كَفُوْرٍ ۚ﴿۳۶﴾ وَ هُمْ یَصْطَرِخُوْنَ فِیْهَا ۚ

ایسی ہی سزا ہم ہر کافر کو دیتے ہیں اور وہ اس کے اندر چلاّئیں گے کہ

رَبَّنَاۤ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَیْرَ الَّذِیْ كُنَّا نَعْمَلُ ؕ

اے ہمارے پروردگار ہم کو نکال (اب ہم اچھے کام کرینگے برخلاف ان کاموں کے کہ جو کیا کرتے تھے

اَوَ لَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا یَتَذَكَّرُ فِیْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَ جَآءَكُمُ

کیا ہم نے تم کو اتنی عمر نہ دی تھی کہ جس میں جس کو سمجھنا ہوتا سمجھ لیتا، اور تمہارے پاس ڈرانے والا بھی

ع ۴ ۱۶ النَّذِیْرُ ؕ فَذُوْقُوْا فَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ نَّصِیْرٍ ﴿۳۷﴾ اِنَّ

پہنچا تھا ۴۸ سو مزہ چکھو کہ ظالموں کا (یہاں) کوئی مددگار نہیں ۴۹ بیشک

اللّٰهَ عٰلِمُ غَیْبِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ اِنَّهٗ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ

اللہ جاننے والا ہے آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ چیزوں کا، بیشک وہی جاننے والا ہے

۴۷ اکتاہٹ کی تھکن تو طبیعت پر اس وقت غالب ہونے لگتی ہے جب ایک ہی شے سے مسلسل سابقہ پڑتا ہے لیکن جنت کی نعمتیں تو ہر دم "تازہ بہ تازہ نو بہ نو" ملتی رہیں گی۔ اس لئے وہاں تھکن اور اکتاہٹ کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا۔ ضمناً یہاں یہ حقیقت بھی آگئی کہ بخلاف دنیا کی عیش و عشرت کے جس کی کثرت لازمی طور پر تھکا دینے والی ہوتی ہے۔ جنت کی لذتیں برابر راحت و سرور ہی بڑھانے والی ہونگی ——— آج ذرا دیر تک مسلسل قہقہہ لگا کر دیکھئے یا مسلسل کئی کئی گھنٹہ تھیئٹر، سینما، ناچ دیکھنے کا ذرا تجربہ کر لیجئے۔ طبیعت میں لازمی طور پر افسردگی اور تھکاوٹ طاری ہو جائے گی۔ مسلسل و غیر منقطع تازگی شگفتگی قائم رکھنا جنت ہی کی نعمتوں کا خاصہ ہوگا۔ لَا یَمَسُّنَا فِیْهَا نَصَبٌ۔ جنت میں ظاہر ہے کہ کسی قسم کی تکلیف کا کہاں گذر۔ اَلْحَزَنَ۔ حزن سے مراد دنیوی رنج و الم بھی ہو سکتا ہے اور حساب و کتاب کا غم و اندیشہ بھی۔ دَارَ الْمُقَامَةِ۔ لفظی معنی ترجمہ میں آگئے۔ بعض روایتوں میں آیا ہے کہ دار المقامۃ جنت کی دوسری منزل کا نام ہے۔ ۴۸ یہ سب اہلِ دوزخ سے اُن کے جواب میں کہا جائیگا۔ اَوَلَمْ ..... تذکر آخرت میں اہلِ جہنم پر جو حجت قائم ہوگی، اس کا پہلا جزو یہی ہے یعنی کیا تمہیں اتنی مہلت نہیں ملی تھی کہ تم آیاتِ حق پر غور کر سکتے اور اپنا نفع و نقصان سوچ لیتے؟ وَجَآءَكُمُ النَّذِیْرُ۔ یہ جواب کا دوسرا جزو ہوا یعنی کیا تمہیں انبیاء کی دعوتِ ہدایت، براہِ راست یا بالواسطہ نہیں پہنچ چکی تھی؟ ——— نذیر عام ہے انبیاء اور اُن کے سب نائبین کے لئے۔ ۴۹ (جو اُن کی فریاد رسی کر سکے) حق تعالیٰ خود تو مددگار و فریاد رس اس لئے نہ ہوگا کہ وہ ناراض ہی ہوگا، اور کوئی دوسرا اس لئے نہیں کہ اسے اس کی قدرت ہی نہ ہوگی۔

عَلَانِيَةً۔ کہیں مصلحت دینی علانیہ ہی صرف کرنے کی ہوتی ہے، اور کہیں اس کے برعکس کی۔ یہ لوگ اس موقع ومحل کو لحاظ میں رکھتے ہیں۔ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ۔ قرآن مجید میں کثرت کے ساتھ تجارتی اور کاروباری اصطلاحات کے
آنے سے ایک طرف تو اس پر روشنی پڑتی ہے کہ اُس وقت کے عربوں کے قومی مزاج پر تجارتی مذاق اچھا خاصہ غالب تھا، اور دوسری طرف اس پر کہ قرآن کو اسی مذاق کا اُمّت اسلامی میں پھیلا رہنا مقصود بھی تھا۔
۴۲ غَفُوْرٌ۔ بخشنے والا ایسا کہ اعمال کی کوتاہیوں، فروگذاشتوں، لغزشوں کو بخش دے۔ شَكُوْرٌ۔ قدردان ایسا کہ اعمال صالح کی قدر ان کے استحقاق سے بڑھ کر کرے۔ ۴۳ خَبِيْرٌ۔ اُن کے ہر حال کی خبر رکھنے والا۔
بَصِيْرٌ۔ ان کی ہر مصلحت پر نظر رکھنے والا۔ مِنَ الْكِتٰبِ ~~من بیانیہ ہے، من للتبیین (مدارک)~~ ۴۴ (اور انہیں کا مجموعی نام ملّت اسلامی یا اُمّتِ محمدی ہے) رسول اللہ صلعم کے توسط سے یہ کتاب الٰہی کی امانت
اب اُمّت محمدی کے ہاتھ میں پہنچی ہے، اور وہی دنیا کی ساری ملتوں میں سے حق تعالیٰ کی پسند کی ہوئی جماعت ہے۔ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا۔ سب کا اتفاق ہے کہ اس سے مُراد اُمّت مومنین ہے۔ ~~وھم اھل الایمان~~
~~وعلیہ الجمھور (مدارک) وھم کما قال ابن عباس وغیرہ امۃ محمد صلعم (روح) وھم ھذہ الامۃ (ابن کثیر)~~ امام ابو یوسف رح سے دریافت کیا گیا کہ آیت میں جن طبقات کا ذکر ہے، یہ کون لوگ ہیں۔ آپ نے فرمایا سب مسلمان

مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً يَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ ﴿٢٩﴾ لِيُوَفِّيَهُمْ
اسمیں سے پوشیدہ و علانیہ خرچ کرتے رہتے ہیں وہ ایسی تجارت کی آس لگائے ہوئے ہیں جو کبھی ماند نہ پڑیگی ۴۱ تاکہ انکو انکے (اعمال کے)
اُجُوْرَهُمْ وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۭ اِنَّهٗ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ﴿٣٠﴾
صلے (اللہ) پورے دے اور اپنے فضل سے ان میں (کچھ) بڑھا بھی دے، بیشک وہ بڑا مغفرت والا ہے، بڑا قدردان والا ہے ۴۲
وَالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا
اور جو کتاب ہمنے آپکے پاس بطور وحی بھیجی ہے وہ بالکل ٹھیک ہے جو اپنے سے پہلی کتابوں کی بھی
بَيْنَ يَدَيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِعِبَادِهٖ لَخَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ ﴿٣١﴾ ثُمَّ
تصدیق کر دیتی ہے بیشک اللہ اپنے بندوں کی پوری خبر رکھنے والا خوب دیکھنے والا ہے ۴۳ پھر ہم نے
اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ فَمِنْهُمْ
یہ کتاب ان لوگوں کے ہاتھ میں بھی پہنچائی جنہیں ہم نے اپنے بندوں میں سے چُن لیا ۴۴ پھر ان میں سے
ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ
بعض تو اپنے نفس پر ظلم کرنے والے ہیں اور بعض اُن میں سے متوسط ہیں اور بعض ان میں سے اللہ کی توفیق
بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ﴿٣٢﴾ۭ جَنّٰتُ
سے نیکیوں میں ترقی کئے چلے جاتے ہیں، یہ بہت ہی بڑا فضل ہے ۴۵ وہ باغات
عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ
ہیں ہمیشہ رہنے کے جن میں یہ لوگ داخل ہوں گے ان میں انہیں سونے کے کنگن اور موتی پہنائے
وَّلُؤْلُؤًا ۚ وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ ﴿٣٣﴾ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ
جائیں گے اور ان کی پوشاک ریشم کی ہوگی ۴۶ اور یہ لوگ کہیں گے کہ اللہ کا شکر ہے

ہیں۔ ~~سئل ابو یوسف عن ھذہ الآیۃ فقال کلھم مومنون (مدارک)~~ ۴۵ مسلمانوں کی
یہاں تین قسمیں بیان ہوئی ہیں۔ پہلی قسم۔ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ۔ یعنی ہیں تو مسلمان، لیکن گناہ کر
کرکے اپنی جانوں پر ظلم کررہے ہیں۔ امام رازیؒ نے چند اوصاف بھی بیان کئے ہیں
مثلاً، ظالم وہ ہے جس کے سیّأت زائد ہوں، یا جس کا ظاہر باطن سے بہتر ہو، یا جو صاحب کبیرہ
ہو، یا جو بعد حساب قابل نار ہو۔ مُقْتَصِدٌ۔ یہ دوسری قسم ہے یعنی نہ تو گناہوں میں ڈوبے
ہوئے ہیں۔ اور نہ طاعت ہی میں کچھ ترقی کرتے ہیں۔ بس بقدر ضرورت پر اکتفا کئے ہوئے ہیں
امام رازیؒ نے کچھ اور بھی خصوصیات ذکر کئے ہیں۔ مثلاً مقتصد وہ ہے جس کے خیر و شر
مساوی ہوں یا جس کا ظاہر و باطن یکساں ہو، یا جو صاحب صغیرہ ہو سیا جو بعد حساب نجات پائے
سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ۔ یہ تیسری قسم ہوئی کہ گناہوں سے بچتے بھی ہیں اور طاعات میں فرائض
کے علاوہ بھی بہت کچھ ہمت کئے رہتے ہیں۔ امام رازیؒ کے الفاظ میں سابق بالخیرات وہ
ہے جس کے حسنات زائد ہوں یا جس کا باطن ظاہر سے بہتر ہو، یا جو گناہوں سے محفوظ ہو، یا
جو بےحساب و کتاب جنت میں جائے۔ ذٰلِكَ۔ یعنی ایسی کامل کتاب کا مسلمانوں کو حامل
بنا دینا۔ ای ایراث الکتاب (مدارک) فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ۔ آیت کا یہ جزاس باب
میں نص صریح ہے کہ مومن باوجود سخت گنہگار ہونے کے بہرحال مغفور ہی ہوتا ہے ——— اور یہ تصریح مسلک
خارجیت کی جڑ کاٹ دینے کیلئے کافی ہے۔ ~~قال ابن عطاء وانما قدم الظالم لئلا ییأس من فضلہ~~
~~وقیل انما قدمہ لیعرفہ ان ذنبہ لا یبعدہ من ربہ (مدارک)~~ بعض تفسیری اقوال میں یہاں تک آگیا ہے کہ ظالم
لنفسہ وہ ہے جو بلا توبہ کئے گناہ کبیرہ پر فوت ہو جائے۔ ~~قال عطاء الظالم لنفسہ الذی مات علی کبیرۃ لم یتب~~
~~منھا (روح)~~ اور اقوال رجال سے قطع نظر خود لفظ قرآنی بھی اس طبقہ کی گنہگاری واضح کرنے کو کیا کم ہے۔ اس
پر بھی ان سب کے مغفور ہونے پر نہ صرف جمہور اہلسنت کا اتفاق ہے بلکہ احادیث نبوی میں متعدد طریقوں سے
اسکی صراحت موجود ہے۔ ذیل کی حدیثیں بعض قرطبی میں بعض ابن کثیر میں اور بعض روح المعانی میں حضرت عمرؓ، حضرت
عثمانؓ، حضرت انسؓ، حضرت ابن مسعودؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت اسامہ بن زیدؓ، حضرت ابو سعید خدریؓ،
حضرت ابو الدرداءؓ صحابیوں کی روایت اور محدثین ابن مردویہ، ابن النجار، حکیم ترمذی، بیہقی، طیالسی، احمد بن
حنبل، عقیلی، عبد بن حمید، حاکم، طبرانی، ابن جریر، ابن منذر وغیرہم کے حوالہ سے درج ہوئی ہیں:۔

~~ھؤلاء کلھم بمنزلۃ واحدۃ وکلھم فی الجنۃ~~ — یہ سب طبقات ایک ہی حکم میں ہیں اور یہ سب اہل جنت ہیں
~~کلھم من ھذہ الامۃ وکلھم فی الجنۃ~~ — یہ سب اسی امت میں ہیں اور سب اہل جنت ہیں
~~سابقنا سابق ومقتصدنا ناج وظالمنا مغفور لہ~~ — ہمارے سابق (وہاں بھی) سابق ہونگے، اور ہمارے مقتصد نجات یاب اور ہمارے ظالم مغفور ہونگے۔

صاحب روح المعانی کہتے ہیں:۔
"~~والذی یعضدہ معظم الروایات والآثار ان الاصناف الثلثۃ من اھل الجنۃ فلا ینبغی ان یلتفت الی تفسیر الظالم بالکافر~~۔ "روایات اہم اور آثار سے تقویت اسی کی ہوتی ہے کہ تینوں طبقات اہل جنت ہی کے ہیں اسلئے
ظالم کی تفسیر کافر سے کرنا قابل التفات بھی نہیں"۔ اور پھر محدث بیہقی کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ:۔ ~~قال البیہقی اذا کثرت الروایات فی حدیث ظھر ان للحدیث اصلا والاخبار فی ھذا الباب کثیرۃ وفی ما ذکرنا کفایۃ~~
"جب کوئی حدیث کثیر طریقوں سے روایت کی گئی ہو تو اس حدیث کی اصلیت تو ضرور ہوتی ہے اور اس باب میں روایات کثرت سے آئی ہیں جتنی نقل کردی گئی ہیں وہ کافی ہیں"۔ اور ابن کثیرؒ نے لکھا ہے:۔ ~~والصحیح~~
~~ان الظالم لنفسہ من ھذہ الامۃ وھذا اختیار ابن جریر کما ھو ظاھر الآیۃ وکما جاءت بہ الاحادیث عن رسول اللہ صلعم من طرق یشد بعضھا بعضا~~ "صحیح یہی ہے کہ ظالم لنفسہ اسی اُمّت کے لوگ ہیں
اور یہی ابن جریرؒ نے بھی کہا ہے جیسا کہ خود آیت قرآنی کا ظاہر ہے اور جیسا کہ رسول اللہ صلعم کی حدیثوں میں ہے جو ایکدوسرے کو تقویت پہنچانے والے طریقوں سے وارد ہوئی ہیں"۔ اور امام رازیؒ نے کہا ہے کہ کافر تو ظالم
علی الاطلاق ہوتے ہی ہیں، لیکن ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ کا مصداق مومن ہوتا ہے کہ وہی معصیت کے وقت اپنے نفس کو اس کے موضع صحیح سے ہٹا کر رکھتا ہے اور خود حضرت آدمؑ کی دعا میں ان کے مقبول اور صاحب اصطفاء ہونے
کے باوجود ظلمنا انفسنا کی صراحت موجود ہے (کبیر) اور ام المومنین عائشہ صدیقہؓ سے اس باب میں جو اثر محدث طیالسی نے نقل کیا ہے، وہ بدرجۂ غایت بلیغ ہے۔ ایک سائل کے جواب میں آپ فرماتی ہیں: ~~یا بنی ھؤلاء~~
~~فی الجنۃ اما السابق بالخیرات فمن مضی علی عھد رسول اللہ صلعم واما المقتصد فمن اتبع اثرہ من اصحابہ حتی لحق بہ واما الظالم لنفسہ فمثلی ومثلکم~~ "اے بیٹا! اہل جنت تو یہ سب طبقہ ہیں۔ ان میں سابق
بالخیرات وہ ہیں جو رسول اللہ صلعم کے زمانہ میں گذر گئے۔ اور مقتصد وہ اصحاب رسولؐ ہیں جو آپؐ کے بعد بھی آپؐ کی پیروی اپنے آخر دم تک کرتے رہے، اور ظالم لنفسہ کا مصداق مَیں اور تم جیسے لوگ ہیں۔
۴۶ آیت سے معلوم ہوا کہ سونے کے زیور اور موتی اور ریشمی لباس اپنی اصل کے لحاظ سے گندے نہیں، ورنہ اہل جنت کے لئے موقع مدح پر ان کا ذکر کیوں آتا۔ البتہ دنیا میں یہاں کی مصلحتوں اور حکمتوں کی بنا پر مردوں کیلئے حرام
ہیں۔

تُكَذِّبُوكَ فَقَدْ كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ جَآءَتْهُمْ
یہ لوگ آپ کو جھٹلائیں تو اُن کے قبل والوں نے بھی تو جھٹلایا تھا اُن کے پاس بھی
رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ وَبِالزُّبُرِ وَبِالْكِتٰبِ الْمُنِيرِ ﴿۲۵﴾ ثُمَّ
اُن کے پیمبر کھلے ہوئے نشان اور صحیفے اور روشن کتابیں لے کر آئے تھے تو
أَخَذْتُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ ﴿۲۶﴾ أَلَمْ تَرَ أَنَّ
میں نے (ان) کافروں کو پکڑ لیا سو (دیکھو) میرا کیسا عذاب ہوا ۳۷ کیا تو نے اس پر نظر
اللّٰهَ أَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَأَخْرَجْنَا بِهِ ثَمَرٰتٍ مُّخْتَلِفًا
نہیں کی کہ اللہ نے آسمان سے پانی اتارا پھر ہم نے اسکے ذریعہ سے مختلف رنگوں کے پھل
أَلْوَانُهَا ۚ وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌۢ بِيضٌ وَّحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ
نکالے اور پہاڑوں میں بھی گھاٹیاں ہیں کوئی سفید اور کوئی سُرخ اُنکے رنگ مختلف
أَلْوَانُهَا وَغَرَابِيبُ سُودٌ ﴿۲۷﴾ وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَآبِّ
ہیں اور کوئی بہت گہرے سیاہ اور اسی طرح آدمیوں اور جانوروں اور
وَالْأَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ أَلْوَانُهُ كَذٰلِكَ ۗ إِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ
چوپایوں میں بھی ایسے ہیں کہ انکے رنگ مختلف ہیں ۳۸ اللہ سے ڈرتے تو بس وہی بندے
مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ۗ إِنَّ اللّٰهَ عَزِيزٌ غَفُورٌ ﴿۲۸﴾ إِنَّ
ہیں جو علم والے ہیں ۳۹ بیشک اللہ زبردست ہے بڑا مغفرت والا ہے ۴۰ بیشک
الَّذِينَ يَتْلُونَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَأَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَأَنْفَقُوا
جو لوگ کتاب اللہ کی تلاوت کرتے رہتے ہیں اور نماز کی پابندی رکھتے ہیں اور جو کچھ ہمنے دیا ہے

ع ۱۲/۳ ۱۵

۳۷ (اسی طرح ان کافروں پر بھی اُن کے وقت پر عذاب آئیگا) اس قسم کی آیتوں سے (جو قرآن مجید میں بکثرت ہیں) ایک مقصود تو رسول اللہ صلعم کو تسکین دینا تھا۔ اور دوسرا معاصر کافروں کو یہ بتانا کہ مہلت مل جانے سے بے فکر نہ ہو جائیں۔ اپنے وقت معین پر عذاب کا آنا قطعی ہے۔ ۳۸ توجہ ان تکوینی اختلافات پر دلائی گئی ہے کہ انہیں خیال میں رکھو، تو کافر و مومن کے فرق پر بہت زیادہ حیرت نہ ہو۔ أَنْزَلَ ...... أَلْوَانُهَا۔ یعنی بارش کا پانی ایک ہی ہے، جو سب پھلوں کو پیدا کر رہا ہے، اس پر بھی ان کی شکلیں، مزے، تاثیریں سب ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ جُدَدٌ۔ جدة کی جمع ہے جس کے معنی راستہ کے بھی اور خط یا دھاری کے ہیں۔ ۳۹ (جو اللہ کی عظمت کا علم رکھتے ہیں اور اسی لئے دلائل قدرت میں غور کرتے رہتے ہیں) مفسر تھانویؒ نے کہا ہے کہ عظمت کا علم اگر اعتقادی ہوتا ہے تو خشیت بھی اعتقادی ہوتی ہے، اور اگر عظمت کا علم حالی ہوتا ہے تو خشیت بھی حالی ہوتی ہے۔ الْعُلَمٰٓؤُا۔ علماء سے اصطلاحی علماء مراد نہیں، جو فلاں فلاں کتابیں پڑھ چکے ہیں، یا فلاں امتحان کی سند رکھتے ہیں، بلکہ وہ اشخاص مراد ہیں جو اللہ اور ان کے احکام کی معرفت رکھتے ہیں۔ اور اُن کا عمل بھی اُن کے مرتبۂ علم و معرفت کے متناسب رہتا ہے۔ العلماء هم الذين علموه بصفاته وتوحيده وما يجوز عليه وما يجب له وما يستحيل تعظموه وقدروه حق قدره (بحر) المراد العالمون بالله عز وجل وبما يليق به من صفاته الجليلة وافعاله الحميدة وسائر شؤنه الجميلة لا العالمون بالنحو والصرف (روح) علم اور خشیت کے درمیان تعلق قدیم صحیفوں میں بھی مذکور ہے۔ مثلاً "اُس نے انسان کو کہا کہ دیکھو خدا کا خوف خرد ہے، اور بدی سے دور رہنا ہی فہمید ہے"۔ (ایوب۔ ۲۸:۲۸) فقہاء مفسرین نے کہا ہے کہ آیت دلیل ہے فضیلت علم پر، اور اس پر کہ اللہ سے خشیت و تقویٰ اسی راہ سے حاصل ہوتا ہے۔ فيه الابانة عن فضيلة العلم وانه يتوصل الى خشية الله وتقوٰه (جصاص) ۴۰ وہ سب کچھ کر ڈالنے پر قادر ہے اور پھر بھی مجرموں کے حق میں بڑا مہربان بھی ہے ——— گویا ہر عزت و خشیت کا مستحق اپنے ان دونوں صفات کے لحاظ سے بھی ہے۔ غَفُورٌ۔ صفت غفور اس موقع پر لانے سے عارفین نے یہ نکتہ نکالا ہے کہ اسی میں علماء خائفین کو تسکین بھی ہے کہ خطائے اجتہادی معاف کر دی جائے گی۔

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ؕ وَاِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اِلٰی
اور کوئی کسی دوسرے کا بوجھ نہ اُٹھائیگا اور اگر کوئی بوجھ لدا ہوا کسی کو اپنا بوجھ
حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰی ؕ اِنَّمَا
اُٹھانے کے لئے بلائے گا جب بھی اس میں سے کچھ بھی بوجھ نہ اُٹھایا جائیگا، اگرچہ وہ شخص قرابتدار ہی ہو ف۳۱
تُنْذِرُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ؕ
آپ تو بس انہیں کو ڈرا سکتے ہیں جو بے دیکھے اپنے پروردگار سے ڈرتے رہتے ہیں اور نماز کی پابندی کرتے ہیں ف۳۲
وَمَنْ تَزَكّٰی فَاِنَّمَا يَتَزَكّٰی لِنَفْسِهٖ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ﴿۱۸﴾ وَ
اور جو پاک ہوتا ہے وہ اپنی ہی جان کے لئے پاک ہوتا ہے اور اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے ف۳۳ اور
مَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰی وَالْبَصِيْرُ ﴿۱۹﴾ وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوْرُ ﴿۲۰﴾
نہ اندھا اور دیکھنے والا کہیں برابر ہیں اور نہ تاریکیاں اور روشنی ہی
وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ ﴿۲۱﴾ وَمَا يَسْتَوِي الْاَحْيَآءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ ؕ
اور نہ (ٹھنڈا) سایہ اور (جلتی ہوئی) دھوپ ہی اور نہ زندے اور مُردے برابر ہو سکتے ہیں ف۳۴
اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي
بیشک اللہ جس کو چاہتا ہے سُنوا دیتا ہے اور آپ ان لوگوں کو نہیں سنا سکتے جو قبروں میں
الْقُبُوْرِ ﴿۲۲﴾ اِنْ اَنْتَ اِلَّا نَذِيْرٌ ﴿۲۳﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا
ہیں آپ تو صرف ڈرانے والے ہیں ف۳۵ ہم ہی نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے خوشخبری
وَّنَذِيْرًا ؕ وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ ﴿۲۴﴾ وَاِنْ
سنانیوالے اور ڈرانیوالے کی حیثیت سے، اور کوئی اُمت ایسی نہیں ہوئی ہے جسمیں ڈرانیوالا نہ گذرا ہو ف۳۶ اور اگر

ف۳۱ (پس اس بھروسہ پر رہنا کہ ہمارے آباء و اجداد مقبولین میں ہوئے ہیں کیسی شدید حماقت ہے) وَلَا تَزِرُ ...... اُخْرٰی۔ یہ سب کشف حقائق و ظہور نتائج کے دن یعنی قیامت میں ہوگا۔ وِزْر سے مراد کفر و معصیت کا بوجھ ہے۔ اور اس کا تعلق ذاتی عمل سے ہے۔ ورنہ اعانت جُرم یعنی اغواء و اضلال تو خود ایک مستقل جُرم ہے۔ آیت میں خاص طور پر رَد اُن مذہبوں کا ہے، جن کا دار و مدار ہی کفارہ و شفاعت کے عقائد پر ہے۔ ف۳۲ (اور وہ مومنین ہیں) مطلب یہ ہوا کہ آپؐ کی تعلیم و تبلیغ سے نفع تو صرف وہی حاصل کرتے ہیں جو طالب حق ہوتے ہیں۔ ف۳۳ (اور وہی سر کے فیصلہ کے لئے کافی ہے) وَمَنْ ...... لِنَفْسِهٖ اس لئے اگر کوئی آپؐ کی پکار پر دھیان نہیں رکھتا، اور بدستور کفر کی آلودگی اور گندگی میں پڑا رہتا ہے تو اس میں آپؐ کا کیا نقصان ہے؟ ف۳۴ (اسی طرح کافر اور مومن بھی یکساں نہیں ہو سکتے) اَلْبَصِيْرُ۔ اَلنُّوْرُ۔ اَلظِّلُّ۔ اَلْاَحْيَآءُ۔ ادراک حق ہونے کے لحاظ سے مومن کی مثال آنکھوں والے اور نور اور سایہ اور زندہ کی ہے۔ اَلْاَعْمٰی۔ اَلظُّلُمٰتُ۔ اَلْحَرُوْرُ۔ اَلْاَمْوَات۔ ادراک حق نہ کرنے کے لحاظ سے کافر کی مثال نابینا اور تاریکی اور چلچلاتی دھوپ اور مُردہ کی ہے۔ ~~لا۔ لا۔ لا۔ تاکید نفی کے لئے ہے، اور اسکی تکرار تاکید مزید کے لئے ہے۔ لا لتاکید نفی الاستواء و تکریرھا علی الشقین لمزید التاکید (بیضاوی) وزیادۃ "لا" لتاکید معنی النفی (مدارک)~~ ف۳۵ (کسی کے دل میں ہدایت اتار دینا کسی پر ہدایت ٹھونس دینا آپؐ کے بس میں نہیں) اِنَّ ...... الْقُبُوْرِ یعنی اللہ ہی ان کو ہدایت دیدے تو اور بات ہے، ورنہ بندوں کے بس میں تو یہ ہے نہیں۔ ف۳۶ (خواہ بحیثیت پیمبر خواہ بطور نائب پیمبر کے) یعنی ہر قوم کے اوپر تبلیغ حق کسی نہ کسی طریقہ پر ہو ضرور چکی ہے۔

مَوَاخِرَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ⑫
پانی کو پھاڑتی ہوئی چلتے دیکھتا ہے، تاکہ تم اس کی (دی ہوئی) روزی تلاش کرو، اور تاکہ تم شکرگذار ہو ؀۲۵
يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَسَخَّرَ
وہ رات کو دن میں داخل کردیتا ہے اور دن کو رات میں داخل کردیتا ہے اور اُس نے
الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ ذٰلِكُمُ
سورج اور چاند کو کام میں لگا رکھا ہے ہر ایک وقت معین تک چلتا رہیگا یہی
اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ۭ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ
اللہ تمہارا پروردگار ہے اسی کی حکومت ہے، اور جنہیں تم اس کے علاوہ پکارتے ہو وہ
مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ⑬ اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَاۗءَكُمْ ۚ
کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے برابر بھی اختیار نہیں رکھتے ؀۲۶ اگر تم اُن کو پکارو تو وہ تمہاری سنینگے بھی نہیں
وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ ۭ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ
اور اگر سن بھی لیں تو تمہارا کہا نہ کرسکیں اور قیامت کے دن وہ تمہارے شرک کرنے ہی
بِشِرْكِكُمْ ۭ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ ⑭ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ
سے منکر ہونگے۔ اور (تجھ کو خدائے) خبیر کا سا کوئی نہ بتائیگا ؀۲۷ اے لوگو تم ہی
الْفُقَرَاۗءُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ⑮ اِنْ يَّشَاْ
اللہ کے محتاج ہو اور اللہ تمامتر بے نیاز ہے (تمام) خوبیوں والا ہے ؀۲۸ وہ اگر چاہے
يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ⑯ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ⑰
تم کو فنا کردے اور ایک نئی مخلوق موجود کردے ؀۲۹ اور یہ اللہ کو کچھ بھی مشکل نہیں ؀۳۰

ع ۲ ۱۴

؀۲۵ آیت میں ایک طرف تو دنیا کے نظام الٰہی کی وحدت، تنظیم و منافع بخشی سے صانع کی توحید اور کمال قدرت اور کمال صنعت اور صفت نعمت بخشی پر استدلال ہے، اور دوسری طرف صاف ترغیب مل رہی ہے بحری تجارت کی ——— وہ تجارت جو آج بیسویں صدی عیسوی میں بھی شاید سب سے بڑا ذریعہ شخصی دولت اور قومی ثروت دونوں کا ہے اور جسے مسلمان گویا صدیوں سے بالکل بھول ہی چکے ہیں۔ ملاحظہ ہوں سورۂ لقمان (پ ۲۱) کے حاشیے۔ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ۔ یعنی ان کشتیوں کے ذریعہ سے سفر و تجارت کرکے نفع حاصل کرو۔ بحری تجارت کی اہمیت و منفعت عظیم کے قائل ہمارے مفسرین قدیم بلکہ تابعین بھی رہ چکے ہیں۔ ای بالسفار کم بالتجارۃ من قطر الی قطر واقلیم الی اقلیم (ابن کثیر) قال مجاھد التجارۃ فی الفلک الی البلدان البعیدۃ فی مدۃ قریبۃ (قرطبی)

لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ۔ یعنی ان کامیاب بحری تجارتوں کے بعد بہک نہ جاؤ۔ عیش و عشرت اور غفلت میں نہ پڑ جاؤ۔ دین و اخلاق کی راہ پر قائم رہو۔ ؀۲۶ (پھر کیسی حماقت ہے کہ توحید کے ساتھ شرک کو کسی درجہ میں بھی شریک و شامل کرلیا جائے)

مِنْ قِطْمِيْرٍ۔ محاورۂ عرب میں اس کے وہی معنی ہیں، جو ہماری زبان میں "ذرہ بھر" "رتی برابر" کے ہوتے ہیں۔ يُوْلِجُ ...... الْقَمَرَ۔ یہ روز روشن اور یہ شب تار، یہ گرم آفتاب اور یہ خنک ماہتاب قدرت کے اتنے بڑے بڑے عظیم الشان مظاہر، ان میں سے کون اپنی جگہ پر آزاد و خود مختار ہے؟ سب کے سب اللہ ہی کی مشیت تکوینی کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں۔ مشرک جاہلی قوموں نے سورج اور چاند اور رات اور دن، سب کو معبود سمجھا ہے۔ ابتدائی پاروں میں اس پر بار بار حاشیے گذر چکے۔ قرآن مجید اس مصلحت و ضرورت سے بار بار ان چیزوں کے نام لے کر انہیں قدرت الٰہی کا مطیع و مسخر بتاتا ہے۔ كُلٌّ ...... مُّسَمًّى۔ ان میں سے کوئی بھی اس کے مقرر کئے ہوئے قاعدوں کی گرفت سے آزاد نہیں۔ آیت میں نظام شمسی کے حسن تنظیم سے استدلال ہے صانع کی توحید و حکمت پر۔ ذٰلِكُمُ ...... لَهُ الْمُلْكُ۔ حکومت و قدرت تو اُسی ایک کی ہے۔ جس کے یہ شواہد اور نمونے تم ہر وقت دیکھتے رہتے ہو۔ وَالَّذِيْنَ ...... قِطْمِيْرٍ۔ پھر کیسی حماقت ہے کہ تم ایسوں کو پکارتے ہو جنہیں قدرت ایک شمہ بھر بھی حاصل نہیں۔ آیت میں دیوی دیوتاؤں کی بے بسی اور بے اختیاری دکھائی ہے۔ يَوْمَ ...... بِشِرْكِكُمْ۔ مشرکوں سے خطاب ہے کہ اُس کشف حقائق کے دن یہ تمہارے معبود خود ہی تمہاری "عبادت" سے تبری و انکار کرنے لگیں گے۔ یہ مضمون اور بھی متعدد آیتوں میں آیا ہے۔ مثلاً كلا سیکفرون بعبادتھم ویکونون علیھم ضدا۔ او کانوا لعبادتھم کافرین۔ یا ماکنتم ایانا تعبدون۔ ؀۲۷ یعنی خدائے علیم و خبیر سے بڑھ کر کس کی بات پکی ہوگی اور وہی تمہیں ان حقائق سے آگاہ کر رہا ہے۔ ؀۲۸ اس کی ذات میں کسی چیز کی کیا کمی اور کیا کسر ہے۔ وہ خود ہی سارے کمالات کا جامع ہے اور اس نے ایمان، اور احکام شریعت کی جو تلقین کی ہے، یہ تمہارے ہی نفع کے لئے۔ اَنْتُمُ الْفُقَرَاۗءُ انسان اپنے وجود میں، بقا میں، فنا میں، جملہ حاجات میں محتاج اسی ذات واجب الوجود کا ہے۔ وجود، بقا، فنا وغیرہ میں تو یہ محتاجی ظاہر ہی ہے۔ جن چیزوں میں بظاہر اختیار معلوم ہوتا ہے، مثلاً بولنے چالنے، دیکھنے سننے، چلنے پھرنے میں، ان میں بھی ایک ایک حرکت مشیت الٰہی، اذن خداوندی ہی کی محتاج ہے۔ هُوَ الْغَنِيُّ یعنی اسے مخلوق کی امداد و اعانت کی حاجت تو کجا، وہ تو اس کی مملوکیت و عبدیت کے تعلق سے بھی بے پروا ہے۔ لیکن اس کا غنا محض غنا ہی نہیں، وہ ہمارے فقر و درماندگی کا چارہ ساز بھی ہے۔ الْحَمِيْدُ یعنی وہ ہر حال میں تمامتر محمود ہی ہے دنیا کی ہر مدح اُسی کی حمد ہے۔ ان تمام صفات کے اثبات میں مشرکوں ہی کی پراگندہ خیالیوں کی تردید ہے۔ ؀۲۹ (جو کفر و سرکشی نہ کرے) يُذْهِبْكُمْ یعنی تمہارے کفر و سرکشی کی پاداش میں تمہاری نوع ہی کو سرے سے معدوم کردے۔ خَلْقٍ جَدِيْدٍ۔ اس خلق جدید میں جدت کی کیا کیا صورتیں ہوں۔ اس کا احاطہ ہمارا علم تو کیا ہمارا وہم و گمان بھی نہیں کرسکتا۔ ؀۳۰ لیکن وہ اپنی حکمتوں اور مصلحتوں سے فوری سزا کو ملتوی کئے ہوئے ہے) ذٰلِكَ یعنی یہ تمہارا مٹانا اور دوسروں کا بنا دینا۔ ای ما ذکر من اذھابھم والاتیان بخلق جدید بدلھم والافناء والاعادۃ (مدارک)

الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ ؕ وَالَّذِيْنَ
بلند ہوتا ہے اور عمل صالح اس کو بلند کرتا ہے اور جو لوگ
يَمْكُرُوْنَ السَّيِّاٰتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ؕ وَمَكْرُ
بڑی بڑی تدبیریں کرتے رہتے ہیں ١٩ انہیں سخت عذاب ہوگا اور ان کا مکر (سب)
اُولٰٓئِكَ هُوَ يَبُوْرُ ⑩ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ
نیست و نابود ہو کر رہیگا ٢٠ اور اللہ نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر نطفہ سے
نُّطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ اَزْوَاجًا ؕ وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى
(پیدا کیا) پھر اسی نے تمہیں جوڑے جوڑے بنایا اور عورت کو جو کچھ حمل رہتا ہے یا
وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ؕ وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّلَا يُنْقَصُ
جو وہ جنتی ہے سب اسی کے علم سے ہوتا ہے، اور نہ کسی کی عمر زیادہ کی جاتی ہے اور نہ کم
مِنْ عُمُرِهٖٓ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ⑪
کی جاتی ہے مگر یہ (سب) لوح محفوظ میں ہے ٢١ یہ سب اللہ کو آسان ہے ٢٢
وَمَا يَسْتَوِي الْبَحْرٰنِ ۖ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ سَآئِغٌ شَرَابُهٗ
اور دونوں دریا برابر نہیں ہیں ایک شیریں پیاس بجھانے والا ہے اس کا پینا بھی آسان
وَهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ؕ وَمِنْ كُلٍّ تَاْكُلُوْنَ لَحْمًا طَرِيًّا
اور ایک شور تلخ ہے اور ہر ایک سے تم تازہ گوشت کھاتے ہو ٢٣
وَّتَسْتَخْرِجُوْنَ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى الْفُلْكَ فِيْهِ
اور زیور نکالتے ہو جسے تم پہنتے ہو ٢٤ اور تو کشتیوں کو اس میں

١٩ (مخالفت دینی کی) الکلم الطیب۔ کلام طیب
میں اقرار ایمان اور ساری قولی نیکیاں داخل ہیں۔ العَمَلُ الصَّالِحُ
عمل صالح میں تصدیق قلبی اور ساری ظاہری و باطنی عملی نیکیاں
شامل ہیں۔ یَرْفَعُهٗ میں ضمیرہٗ الکلم الطیب کی جانب ہے
ھو الکلم الطیب ای الکلم الطیب یرفع العمل الصالح (کبیر)
٢٠ یعنی اُن کی ہر تدبیر اُلٹی پڑے گی، اور ناکام رہیگی، چنانچہ
یہی ہو کر رہا، مخالفین و معاندین نے منصوبے باندھے تو تھے اسلام
و پیمبر اسلام کے مٹا دینے کے، لیکن خود ہی مٹ کر رہے۔
٢١ (لکھا ہوا اسکے علم ذاتی و قدیم کے موافق) آیت ردّ شرک میں ہے،
جاہلی مشرک قومیں اپنے دیوی دیوتاؤں کو صاحب علم تو مانتی تھیں
لیکن ایسا علم جو ناقص و محدود تھا۔ یہاں یہ اس کی تردید میں ارشاد
ہو رہا ہے کہ اللہ کا علم کامل ہے، اور ہر ہر جزئیہ پر محیط۔ بلکہ اس نے
اپنے علم کے ماتحت مستقبل کے سارے واقعات لوح محفوظ میں درج
بھی کر رکھے ہیں۔ خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ۔ اس خلق کا تعلق نوع
انسانی سے ہے۔ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ۔ اس خلق کا تعلق ہر ہر فرد
سے ہے۔ وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ۔ یعنی نر یا مادہ جیسا
بھی حمل اور بچہ ہو۔ ٢٢ اللہ کا علم ذاتی جس کے آگے مستقبل
و ماضی سب یکساں، اس کے لئے یہ چیزیں دشواری ہی کیا رکھتی ہیں۔
ذٰلِكَ۔ یعنی ان چیزوں کا احاطہ کرنا، یا ان میں کمی یا زیادتی۔
ای احصاؤہ او زیادۃ العمر او نقصانہ (مدارک) ٢٣ (مچھلیوں
کا) وَمِنْ كُلٍّ۔ کھانے والی مچھلیاں، نمکین و تلخ سمندر، اور
شیریں و خوش ذائقہ دریاؤں سب میں پیدا ہوتی رہتی ہیں۔
اَلْبَحْرَانِ۔ دونوں قسم کے پانیوں پر حاشیے پہلے گذر چکے۔ ٢٤
حِلْيَةً۔ با زیور سے اس سیاق میں مراد موتی اور مونگا وغیرہ ہیں۔ جو
انسانی لباس، زیور و آرائش وغیرہ کے کام میں آتے ہیں۔ ای اللؤلؤ
والمرجان (روح) والمراد اللآلی والیواقیت (بیضاوی)

ـلا ۱۱ شیطان اگر کوئی واقعی ایک خارجی مخلوق اور انسان کی اتنی شدید دشمن نہیں تو آخر قرآن مجید اس کثرت اور شدومد سے اس کا اور اس کی خباثتوں کا ذکر کیوں کرتا ہے؟ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا۔ اس سے برتاؤ بھی وہی رکھو جو دشمن کے ساتھ رکھا جاتا ہے ——— قدم قدم پر اس کی مخالفت کرو۔ اور اکی اصلی مخالفت یہی ہے کہ توحید و طاعت کی راہ اختیار کرو۔ حِزْبَهٗ۔ یعنی اپنے پیروؤں کو۔ اِنَّمَا ...... السَّعِيْرِ۔ گویا دعوتِ شیطانی کا کھلا ہوا نتیجہ دوزخی ہونا ہے۔ لِيَكُوْنُوْا میں لِ عاقبت کا ہے۔ اے انما یقصد ان یضلکم حتی تدخلوا معہ الیٰ عذاب السعیر (ابن کثیر)

عَدُوًّا ۚ اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ۝٦

دشمن (ہی سمجھتے رہو، وہ تو اپنے گروہ کو محض اس لئے بلاتا ہے کہ وہ لوگ دوزخیوں میں سے ہو جائیں ـلا۱۱

اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۥ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

جو لوگ کافر ہو گئے اُن کے لئے سخت عذاب ہے اور جو لوگ ایمان لائے

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ۝٧ اَفَمَنْ

اور نیک عمل کرتے رہے اُن کے لئے مغفرت اور بڑا اجر ہے ـلا۱۲ تو کیا وہ

ع ۱۳

زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا ۭ فَاِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ

جسے اس کا عمل خوشنما کر دکھا گیا اور وہ اسے اچھا سمجھنے لگا (اور جو باطل کو باطل ہی سمجھا دونوں کہیں برابر ہو سکتے

يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ڮ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ

ہیں ـلا۱۳ سو اللہ جسے چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے راہ دکھا دیتا ہے ـلا۱۴ سو اُن پر افسوس کر کر کے کہیں

حَسَرٰتٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۝٨ وَاللّٰهُ الَّذِيْٓ

آپ کی جان نہ جاتی رہے، بیشک اللہ ان کے کرتوتوں سے خوب واقف ہے ـلا۱۵ اور اللہ وہی ہے جو

اَرْسَلَ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَسُقْنٰهُ اِلٰى بَلَدٍ مَّيِّتٍ

ہواؤں کو بھیجتا ہے پھر وہ بادلوں کو اٹھاتی ہیں، پھر ہم اسے ہانک لیجاتے ہیں خشک خطۂ زمین کی

فَاَحْيَيْنَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ كَذٰلِكَ النُّشُوْرُ ۝٩

طرف، پھر ہم اس کے ذریعہ سے زمین کو اس کی خشکی کے بعد سرسبز کر دیتے ہیں ـلا۱۶ اسی طرح جی اُٹھنا ہو گا ـلا۱۷

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا ۭ اِلَيْهِ يَصْعَدُ

جو شخص عزت حاصل کرنا چاہے تو تمام تر عزت اللہ ہی کے لئے ہے ـلا۱۸ اسی تک اچھا کلام

ـلا۱۲ اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا۔ یہ پہلا گروہ وہی ہے، جس نے دعوتِ شیطانی کو قبول کر لیا۔ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ۔ یہ دوسرا گروہ وہی ہے، جو دعوتِ شیطانی سے الگ الگ رہا۔ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ۔ آیت سے معلوم ہو رہا ہے کہ مغفرت تو مرتب ہو گی ایمان پر اور اجر کبیر مرتب ہو گا اعمال صالح پر (کبیر) ـلا۱۳ ترجمہ متن میں قوسین کے درمیان کا سارا فقرہ قرآن مجید میں محذوف ہے، اور ترجمہ میں اپنی طرف سے بڑھانا پڑیگا ——— قرآن کے اسلوب بلاغت میں اس حذف و تقدیر کی مثالیں بکثرت ملتی ہیں۔ حذف الجواب لدلالۃ (کشاف۔ بیضاوی) حذف ھذا الخبر لدلالۃ الکلام علیہ واقتضاء النظم الجلیل ایاہ (روح) عربی کے اسلوب بیان اور اردو کے اندازِ تحریر کے درمیان آسمان و زمین کا فرق بعض حیثیتوں سے ہے۔ اور انہیں میں سے ایک حقیقت یہ بھی ہے کہ عرب اشعار و خطابات میں محذوفات و مقدرات بکثرت آتے رہتے ہیں۔ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ یعنی وہ گمراہی میں پڑ گیا۔ ومعنی تزیین العمل والاضلال واحد (کشاف) قتادہ تابعی سے روایت ہے کہ یہ آیت فرقۂ خوارج کے حق میں ہے کہ وہی لوگ مسلمانوں کا خون بہانا جائز سمجھتے ہیں۔ دوسرے اہل کبائر کبائر کو بہرحال جائز تو نہیں سمجھتے۔ قال قتادۃ منھم الخوارج الذین یستحلون دماء المسلمین واموالھم فاما اھل الکبائر فلیسوا منھم لانھم لا یستحلون الکبائر (معالم)

ـلا۱۴ (حسب تقاضائے حکمت و مصالح تکوینی) ضلال و ہدایت دونوں کا ترشح اس کی طرف سے بتقاضائے حکمت ہی ہوتا رہتا ہے ——— ایک کی آنکھوں پر گویا پٹی بندھ جاتی ہے اور اس کی عقل و فہم اندھی ہو جاتی ہے۔ اور دوسرے کی آنکھیں کھلی اور روشن رہتی ہیں اور اس کی عقل و فہم درست و قائم رہتی ہے۔ ـلا۱۵ (اور وہی ان سے نپٹ لینے کے لئے بالکل کافی ہے) فَلَا ...... حَسَرٰتٍ۔ اس سے اس پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ آنحضرتؐ کے قلب مبارک میں کس درجہ درد تھا اور آپؐ کس کس طرح منکروں کی ہدایت کے لئے بیقرار رہا کرتے تھے۔

ـلا۱۶ یعنی زمین مردہ میں اسی کے متناسب جان ڈال دیتے ہیں۔ الرِّيٰحَ۔ سَحَابًا۔ فَسُقْنٰهُ۔ بارش اور برساتی ہواؤں پر حاشیہ سورۃ الروم (۲۱) میں گذر چکا۔ فَسُقْنٰهُ اِلٰى بَلَدٍ مَّيِّتٍ۔ اور وہاں اس خشک علاقہ میں بارش ہو جاتی ہے۔ ایک بارش کے سلسلہ میں قدرت کی کارفرمائیوں کے جو انتظامات ہوتے رہتے ہیں۔ ایک خاص وقت پہ زمین سے بخارات کا اُٹھنا۔ ایک خاص بلندی پر جا کر ان کا جم جانا، اس کثیف و باردار ہوا کا ایک خاص رفتار سے کسی خاص سمت کی طرف چلنا، کسی متعین علاقہ پر جا کر فضا میں اتنی گرمی پیدا ہونا کہ ایک متعین مقدار میں بارش کے قطرے زمین پر آئیں۔ وغیرہ وغیرہ موسمیات (میٹرولوجی) کی ساری باریکیاں انسان کو خدائے حکیم و قدیر پر ایمان لے آنے کے لئے بالکل کافی ہیں۔ ـلا۱۷ قیامت کے دن واقعات تکوینی کی مثالوں کے پیش کرنے سے قرآن مجید کا مقصود ہمیشہ کسی اہم دینی ہی حقیقت کی طرف اشارہ کرنا ہوتا ہے۔ ـلا۱۸ چنانچہ جو اس سے جس درجہ کا تعلق رکھتا ہے اسی مناسبت سے خود بھی اپنے حسب ظرف عزت حاصل کر سکتا ہے۔ فھی کلھا للہ ومن یتذلل لہ فھو العزیز ومن یتعزز علیہ فھو ذلیل (کبیر) آیت طالبانِ عزت و جاہ منکرینِ حق کے رد میں ہے۔

يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ
رحمت لوگوں کے لئے کھول دے کوئی اس کا بند کرنے والا نہیں
وَمَا يُمْسِكْ ۙ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ
اور جو وہ بند کردے اس کے بعد کوئی اس کا جاری کرنیوالا نہیں، اور وہی غلبہ والا ہے
الْحَكِيْمُ ② يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ
حکمت والا ہے ۵ اے لوگو! اللہ کے احسانات اپنے اوپر
عَلَيْكُمْ ؕ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ
یاد کرو کیا اللہ کے سوا کوئی خالق ہے جو تمہیں
السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۖ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ③
آسمان اور زمین سے روزی بہم پہنچاتا ہو؟ کوئی معبود نہیں اسکے سوا سو تم کہاں الٹے چلے جارہے ہو؟ ۶
وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ ؕ وَ
اور اگر یہ لوگ آپ کو جھٹلا رہے ہیں تو آپ سے قبل بھی پیمبر جھٹلائے جا چکے ہیں ۷ اور
اِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ④ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ
اللہ ہی کی طرف (سب) امور واپس ہونگے ۸ اے لوگو! اللہ کا وعدہ
اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۥ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ
ضرور سچا ہے سو یہ نہ ہو کہ دنیا کی زندگی تمہیں دھوکے میں ڈال دے ۹ اور یہ نہ ہو کہ تم کو وہ
بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ⑤ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ
بڑا فریبیا اللہ کی طرف سے دھوکے میں ڈال دے ۱۰ بیشک (یہ) شیطان تمہارا دشمن ہے اسو تم اسے

۵ وہی نعمتوں کے بند کرنے پر بھی قادر، وہی کھولنے پر بھی قادر، اور ہر پہلو مصلحت و حکمت ہی کی بنا پر اختیار کرنے والا۔ بَعْدِهٖ۔ یعنی اس کے امساک کے بعد۔ اے بعد امساکہ (بیضاوی۔ روح) بعض نے ضمیر اللہ کی جانب مانی ہے۔ اس صورت میں بعد مرادف ہوگا غیر کے۔ اے فلا یقدر علی ارسالہ غیر اللہ (قرطبی) ۶ (اور دوسروں کو بھی شریک الوہیت و معبودیت کئے لیتے ہو) خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ۔ اشارہ ہے نعمت ایجاد کی طرف۔ (کبیر) يَرْزُقُكُمْ۔ اشارہ ہے نعمت ابقار کی طرف (کبیر) مسیحی شرک کے لئے ملاحظہ ہو حاشیہ تفسیر انگریزی۔ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ۔ خطاب کی تعمیم پیام قرآنی کے عالمگیر اور ہمہ آفاقی ہونے کی ایک مزید دلیل ہے۔ ۷ (تو آپ اسی سے تسلی حاصل کیجئے اور زیادہ غم میں نہ پڑیئے) ۸ (وہ خود ہی سب سے نپٹ لینے کو کافی ہے، آپ کیوں زیادہ فکر و غم میں پڑیں) ۹ یعنی لذات دنیوی میں منہمک ہو کر تم آخرت سے غافل ہو جاؤ اور حلال و حرام، جائز و ناجائز میں امتیاز ہی نہ رکھو۔ اس فریب کا تعلق فسق کی عملی زندگی سے ہے اور یہ فریب نفس انسانی کی راہ سے آتا ہے۔ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ۔ خطاب کی تعمیم پیام قرآنی کی عالمگیری پر ایک مزید دلیل ہے۔ وَعْدَ اللّٰهِ۔ وعدۂ الٰہی میں جزاء و سزا یقینی ہے۔ ۱۰ یعنی راہ حق سے منہ موڑ لو، اور سرے سے باطل پرستی کو اپنا شعار بنا لو۔ اس فریب کا تعلق کفر کی اعتقادی زندگی سے ہے، اور یہ فریب براہِ راست شیطان کے اثر سے آتا ہے ـــــ عقیدہ کی گمراہی عملی فسق سے ظاہر ہے کہ کہیں بڑھی ہوئی ہے۔ اَلْغَرُوْرُ۔ بڑا فریبیا یعنی شیطان۔ اے المبالغ فی الغرور وھو علی ماروی عن ابن عباس والحسن ومجاھد "الشیطان" (روح)

مَكَانٍۭ بَعِيدٍ ﴿۵۲﴾ وَقَدْ كَفَرُوا بِهِۦ مِن قَبْلُ ۖ وَيَقْذِفُونَ

ہاتھ آنا کہاں ممکن ہے ۷۰ درآنحالیکہ پہلے سے یہ لوگ اس (حق) کا انکار کرتے رہے، اور بے تحقیق

بِٱلْغَيْبِ مِن مَّكَانٍۭ بَعِيدٍ ﴿۵۳﴾ وَحِيلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ

باتیں دُور ہی سے ہانکا کرتے تھے ۷۱ اور اُن میں اور اُن کی آرزوؤں کے درمیان

مَا يَشْتَهُونَ كَمَا فُعِلَ بِأَشْيَاعِهِم مِّن قَبْلُ ۚ إِنَّهُمْ

ایک آڑ حائل کر دیجائیگی جیساکہ ان سے قبل والے انکے ہم مشربوں سے بھی کیا جائے گا ۷۲

كَانُوا فِى شَكٍّ مُّرِيبٍۭ ﴿۵۴﴾

یہ (سب) بڑے شک میں تھے تذبذب میں پڑے ہوئے ۷۳

ع ۶ ۱۲

سُورَةُ فَاطِرٍ مَّكِّيَّةٌ وَهِىَ خَمْسٌ وَّأَرْبَعُونَ ءَايَةً وَّخَمْسُ رُكُوعَاتٍ

سورۂ فاطر مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی پینتالیس آیتیں ہیں اور پانچ رکوع

بِسْمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحْمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

شروع اللہ نہایت مہربان بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

ٱلْحَمْدُ لِلَّهِ فَاطِرِ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ جَاعِلِ ٱلْمَلَٰٓئِكَةِ

ساری تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جو پیدا کر نیوالا ہے آسمانوں اور زمین کا ۱ (اور) فرشتوں کو پیام رساں

رُسُلًا أُو۟لِىٓ أَجْنِحَةٍ مَّثْنَىٰ وَثُلَٰثَ وَرُبَٰعَ ۚ يَزِيدُ فِى

بنانیوالا ۲ جو دو دو اور تین تین اور چار چار پر دار بازو رکھتے ہیں وہ پیدائش میں جو

ٱلْخَلْقِ مَا يَشَآءُ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَىْءٍ قَدِيرٌ ﴿۱﴾ مَّا

چاہے زیادہ کر دیتا ہے ۳ بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے ۴ اللہ جو

۷۰ یعنی دار العمل تو یہ دنیا ہے، ایمان یہیں کا معتبر ہے، اور اسے یہ لوگ کہیں پیچھے چھوڑ آئے۔ اب تو عالمِ آخرت میں ہیں جو دار الجزاء ہے۔ بہٖ یعنی اس دین حق پر ——— ضمیر کا مرجع قرآن، اللہ، بعث، رسُول کو ہی سمجھا گیا ہے، اور مفہوم بہرصورت ایک ہی ہے۔ والاشارۃ الی الحق الذی اتی بہ محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام (کبیر) ای بالقرآن وقال مجاھد باللہ عزوجل والحسن بالبعث وقتادۃ بالرسول صلعم (قرطبی) مَكَانٍۭ بَعِيدٍ۔ عالمِ آخرت قبول توبہ، قبول ایمان کے لحاظ سے مکان بعید ہے۔ یرید ان التوبۃ کانت تقبل منھم فی الدنیا وقد ذھبت الدنیا وبعدت من الاٰخرۃ (مدارک) فانہ فی حیز التکلیف وھم منہ بمنزل بعید (روح) ۷۱ یعنی تحقیقِ حق سے بہت دُور رہے، اور اٹکل کے تکے چلاتے رہے۔ يَقْذِفُونَ بِٱلْغَيْبِ۔ قذف بالغیب کے معنی اٹکل کے تکے چلانے کے ہیں۔ العرب تقول لکل من تکلم بما لا یحقہ ھو یقذف ویرجم بالغیب (قرطبی) بہٖ۔ ضمیر یہاں بھی دینِ حق کی جانب ہے۔ مِن قَبْلُ۔ یعنی دنیا میں جو دار العمل تھی۔ عمل کی مہلت تو اسی عالم ناسوت کے ساتھ مخصوص ہے۔ ۷۲ (اور اُن کی یہ آرزو پوری نہ ہونے پائے گی) مطلب یہ ہوا کہ منکروں اور کافروں کی ساری اکڑ مرتے ہی ختم ہو جائے گی۔ اب گڑگڑائیں گے کہ توبہ قبول ہو، ایمان قبول ہو، دنیا میں واپس جانے کی اجازت ملے، عذاب سے نجات دی جائے، لیکن کوئی بھی آرزو قبول نہ ہوگی۔ ہر درخواست رد کر دی جائے گی۔ مَا يَشْتَهُونَ۔ یعنی ان کی آرزو سے قبول ایمان۔ اس کی اور تفسیریں بھی آئی ہیں لیکن الفاظ قرآنی جامع ہیں، ہر تفسیر وتعبیر پر حاوی۔ ۷۳ (کہ بین سے بین دلائل کے باوجود بھی دولت ایمان سے بہرہ ور نہ ہو سکے) مُّرِيبٍ میں متشککین کا نقشہ کھینچ دیا ہے کہ شک میں پڑے رہنے والوں کو چین کہاں نصیب؟ یہ سکون واطمینان سے محروم تو ہمیشہ تردد وتذبذب ہی میں پڑے حیران وسرگرداں رہا کرتے ہیں۔

۱ آیت میں بتایا ہے کہ یہ آکاش دیوتا یہ دھرتی مائی قادر اور متصرف تو کیا ہوتے غیر مخلوق یا خود آفریدہ بھی نہیں جیساکہ بہت سی مشرک قوموں نے سمجھ رکھا ہے، بلکہ تمامتر مخلوق ہیں۔ اور اللہ ہی ساری مخلوقات کی طرح ان کا بھی خالق وفاطر ہے۔ ملاحظہ ہو حاشیہ تفسیر انگریزی۔ فَاطِرِ وہ ہے جو عدم سے وجود میں، نیستی سے ہستی میں لائے، نہ وہ کہ جو صرف ترتیب وتنظیم از سرِ نو کر دے۔ فطر اللہ الخلق وھو ایجاد الشئ وابداعہ (راغب) ای خالقھا ومبتدعھا علی غیر مثال سبق (معالم) الفطر الابتداع والاختراع (قرطبی) ۲ فرشتے نہ دیوی دیوتا ہیں نہ متصرف فی الامور، وہ اللہ کے صرف کارندے ہیں، جس خدمت پر بھی لگا دیئے جائیں اور ان کی ایک خاص خدمت ہے انبیاء کے پاس پیام رسانی، خواہ یہ پیامات احکام شریعت سے متعلق ہوں یا بشارتیں وغیرہ ہوں۔ ۳ (چنانچہ پروں اور بازوؤں کا بھی حصر اس تعداد پر نہیں) عالم غیب کی کسی بھی کیفیت کا پورا صحیح علم انسان کو اپنے ان قویٰ کے ساتھ ممکن نہیں۔ جتنی بھی صفات وکیفیات اس عالم سے متعلق یہاں بیان کی جاتی ہیں، وہ سب بطور مثال تقریب فہم کے لئے ہوتی ہیں۔ اسی عام قاعدہ کے ماتحت فرشتوں کے بازوؤں کو بھی سمجھنا چاہیئے۔ انہیں تمامتر دنیا کے پرندوں کے پروں کا عکس سمجھ لینا صحیح نہیں۔ چنانچہ خود ثلٰث (تین تین بازوؤں) کا نقشہ تو دنیوی مشاہدہ کے خلاف ہی ہے۔ ۴ جس مخلوق کی جو خلقت چاہے رکھے۔ اور جو کام اس سے چاہے لے۔ تو کوئی فرشتوں کی تخلیق وغایت تخلیق پر حیرت ہی کیوں کرے۔

٦٤ف یعنی آؤ تمہیں اپنے دعوئ رسالت کی جانچ کا ایک آسان سا طریقہ بتاؤں۔ تم اخلاص نیت کے ساتھ خدا کو حاضر و ناظر جان کر انفراداً بھی اور مجتمعاً بھی سوچو، کہ میں جو تمہارے درمیان ہر وقت رہتا ہوں اور جس کی امانت کا، دیانت کا، اصابت رائے کا تم خود اور براہِ راست تجربہ رکھتے ہو، کیا مجھے جنون ہوگیا ہے، جو ایسے بڑے بڑے دعوے کرنے لگا ہوں کہ دیوی دیوتاؤں کا وجود باطل ہے معبود صرف ایک ہے، یوم حشر کی آمد برحق ہے، یہ قرآن کلام الٰہی ہے وغیرہا۔ اَنۡ تَقُوۡمُوۡا۔ کھڑے ہوجاؤ یعنی مستعد و آمادہ ہوجاؤ۔ یہ مراد نہیں کہ اپنے دونوں پیروں پر کھڑے ہو۔ ~~ان تجد ولو تعقد وانی الامر (روح) من~~

جِنَّةٍ ؕ اِنۡ هُوَ اِلَّا نَذِيۡرٌ لَّكُمۡ بَيۡنَ يَدَىۡ عَذَابٍ

جنون تو نہیں ہے، یہ تو تم کو بس ایک ڈرانیوالے ہیں عذاب شدید کی آمد سے

شَدِيۡدٍ ﴿۴۶﴾ قُلۡ مَا سَاَلۡتُكُمۡ مِّنۡ اَجۡرٍ فَهُوَ لَكُمۡ ؕ اِنۡ

پہلے ٦٤ف آپ کہدیجئے کہ میں نے تم سے جو کچھ معاوضہ مانگا ہو وہ تمہارا ہی رہا میرا

اَجۡرِىَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ شَهِيۡدٌ ﴿۴۷﴾

معاوضہ تو بس اللہ ہی کے ذمہ ہے اور وہ ہر چیز پر پوری اطلاع رکھنے والا ہے ٦٥ف

قُلۡ اِنَّ رَبِّىۡ يَقۡذِفُ بِالۡحَقِّ ۚ عَلَّامُ الۡغُيُوۡبِ ﴿۴۸﴾

آپ کہدیجئے کہ میرا پروردگار حق کو غالب کرتا ہے وہ غیوب کا جاننے والا ہے ٦٦ف

قُلۡ جَآءَ الۡحَقُّ وَمَا يُبۡدِئُ الۡبَاطِلُ وَمَا يُعِيۡدُ ﴿۴۹﴾

آپ کہدیجئے کہ حق آگیا اور باطل نہ کرنے کا رہا نہ دھرنے کا ٦٧ف

قُلۡ اِنۡ ضَلَلۡتُ فَاِنَّمَاۤ اَضِلُّ عَلٰى نَفۡسِىۡ ۚ وَاِنِ

آپ کہدیجئے کہ اگر میں گمراہ ہوگیا تو میری گمراہی کا وبال مجھ ہی پر رہے گا اور اگر میں

اهۡتَدَيۡتُ فَبِمَا يُوۡحِىۡۤ اِلَىَّ رَبِّىۡ ؕ اِنَّهٗ سَمِيۡعٌ قَرِيۡبٌ ﴿۵۰﴾

ہدایت پر رہوں تو یہ اس وحی کی بدولت ہی جو میرا پروردگار مجھے کرتا رہتا ہے، بیشک وہ بڑا سننے والا ہے، بہت قریب ہے ٦٨ف

وَلَوۡ تَرٰٓى اِذۡ فَزِعُوۡا فَلَا فَوۡتَ وَاُخِذُوۡا مِنۡ مَّكَانٍ

اور کاش آپ وہ وقت دیکھتے جب یہ (کافر) گھبرائے پھرینگے پھر بھاگ نہ سکینگے اور پاس کے پاس

قَرِيۡبٍ ﴿۵۱﴾ وَّقَالُوۡۤا اٰمَنَّا بِهٖ ۚ وَاَنّٰى لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنۡ

ہی پکڑ لئے جائینگے ٦٩ف اور کہینگے کہ ہم اس پر ایمان لے آئے، اور اتنی دور جگہ سے (ایمان انکے)

~~ابن جبیر) لا یراد بہ المثول علی القدمین ولکن الانتصاب فی الامر والنھوض فیہ بالھمۃ (کشاف)~~ لِلّٰهِ۔ اللہ کے واسطے یعنی نفسانیت ضد و تعصب سے پاک ہوکر، اخلاص کے ساتھ۔ ~~خالصًا لوجہ اللہ معرضًا للمراء والتقلید (روح) الوجہ اللہ خالصًا لا لعمیۃ ولا عصبیۃ بل لطلب الحق (مدارک)~~ مَثۡنٰى وَ فُرَادٰى۔ دوکیلے یا اکیلے بعضوں کا دماغ تنہا سوچنے میں خوب چلتا ہے اور بعض سے مجمع کے اندر ہی رہ کر خوب سوچتے بنتا ہے۔ صَاحِبِكُمۡ۔ تمہارے ساتھی۔ جن کا تمہارا ہر وقت کا ساتھ رہتا ہے، جن کا تمہارا عمر بھر کا سابقہ رہ چکا ہے بِصَاحِبِكُمۡ۔ ~~ب یہاں فی کے معنی میں ہے۔ الباء بمعنی فی (روح) مِنۡ جِنَّةٍ۔ من بیانیہ ہے۔ من بیانیۃ (روح)~~ ٦٥ف (سو یہ بھی اس پر روشن ہے کہ میرے پیام میں آمیزش دنیوی کہاں تک ہے اور حق و صداقت کہاں تک) آیت کا حاصل یہ ہے کہ جب میری دعوت اسلام کا محرک نہ حُبِّ مال و جاہ ہے، اور نہ اس کے تحت میں کوئی جنون یا خلل دماغی کارفرما ہے، تو اب بجز خالص حق و حقانیت کے اور باقی کیا رہ جاتا ہے؟ ——— یہی معیار آج بھی زندہ و قائم ہے۔ رسول کریم صلعم کے حالات و سوانح تو تاریخ کا ایک اہم جزو ہیں۔ اور اُن کی روشنی میں آج بھی یہی سوال قائم کرکے جواب بعینہ یہی حاصل کیا جاسکتا ہے۔ مَا .... لَكُمۡ۔ محاورہ میں یہ کنایہ ہے تاکید کے ساتھ طلب اجر کی نفی سے۔ ~~معناہ نفی مسئلۃ الاجر رأسًا~~ (مدارک) مِنۡ اَجۡرٍ۔ اجر کے تحت میں جاہ و مال ہر قسم کا معاوضہ آگیا۔

٦٦ف اس پر وہ دور دور کی چیزیں بھی روشن ہیں، جو بندوں سے مخفی رہتی ہیں۔ يَقۡذِفُ بِالۡحَقِّ۔ یہ غلبہ دلائل کی مدد سے تو ہمیشہ ہی ہوتا ہے، اور کبھی ظاہری قوت و شوکت سے بھی۔ ٦٧ف یعنی اب دین حق کے آجانے سے دین باطل کا بطلان بالکل واضح و روشن ہوگیا۔ باطل میں جان اس سے مقابلہ کرنے کی نہ رہی۔ مَا يُبۡدِئُ الۡبَاطِلُ وَمَا يُعِيۡدُ۔ محاورہ میں مراد ہلاک اور بیجان ہونے سے ہوتی ہے۔ ~~اے زال الباطل وھلک لان الابداء والاعادہ من صفات الحی فعدمھما عبارۃ عن الھلاک (مدارک)~~ ٦٨ف (ہر ایک کو جزا اُسکے مناسب حال دینے پر قادر) سَمِيۡعٌ قَرِيۡبٌ۔ اس میں مشرکوں کی تردید آگئی جو اپنے دیوتاؤں کو نہ حاضر و ناظر تسلیم کرتے تھے اور نہ ہمہ بیں و ہمہ داں۔ آیت بڑی سبق آموز ہے۔ رسول کو باایں جلالت و شرف حکم یہ ملتا ہے کہ کمزوری اور غلط روی کو اپنی ہی جانب منسوب کرو، اور ہدایت و استقامت حق کو وحی الٰہی کی جانب ——— تو جب رسول معصوم کا یہ حال ہے تو غیر معصوموں کے لئے جو حکم ہوگا ظاہر ہے۔ ~~لان النفس کل ما ھو وبال علیھا وضار لھا فھو بھا وبسببھا لانھا الامارۃ بالسوء وما لھا مما ینفعھا فبھدایۃ ربھا وتوفیقہ وھذا حکم عام لکل مکلف وانما امر رسولہ ان یسندہ الی نفسہ لان الرسول اذا دخل تحتہ مع جلالۃ محلہ وسداد طریقتہ کان غیرہ اولی بہ (مدارک)~~

٦٩ف (قیامت کے دن) فَزِعُوۡا۔ یہ گھبرائے ہوئے پھرنا ہول قیامت سے ہوگا۔ فَلَا فَوۡتَ۔ یعنی نہ جائے فرار ملیگی، اور نہ اللہ سے بچ سکیں گے۔ ~~اے لا مھرب اولا یفوتون اللہ ولا یسبقونہ (مدارک)~~ مِنۡ مَّكَانٍ قَرِيۡبٍ۔ یعنی میدانِ حشر سے دوزخ کی طرف۔ ~~من الموقف الی النار (مدارک)~~

اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّا رَجُلٌ يُّرِيْدُ اَنْ
ہماری صاف صاف آیتیں پڑھکر سنائی جاتی ہیں، تو یہ لوگ کہتے ہیں کہ اس شخص کا تو بس منشا اتنا ہے کہ
يَّصُدَّكُمْ عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُكُمْ ۚ وَقَالُوْا مَا هٰذَآ
کہ تم کو اُن چیزوں سے باز رکھے جن کی پرستش تمہارے بڑے کرتے چلے آئے ہیں ۶۰ اور کہتے ہیں کہ
اِلَّآ اِفْكٌ مُّفْتَرًى ۭ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا
یہ (قرآن) ایک تراشا ہوا جھوٹ ہے، اور کافر (اس) امر حق کی نسبت کہتے ہیں جب وہ انکے پاس
جَآءَهُمْ ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿٤٣﴾ وَمَآ اٰتَيْنٰهُمْ
پہنچا کہ یہ تو بس ایک کھلا ہوا جادو ہے ۶۱ اور ہم نے انہیں نہ
مِّنْ كُتُبٍ يَّدْرُسُوْنَهَا وَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمْ قَبْلَكَ
(آسمانی) کتابیں دی تھیں جنہیں وہ پڑھتے پڑھاتے رہے ہوں، اور نہ آپ سے پہلے ہم نے اُن کے پاس
مِنْ نَّذِيْرٍ ﴿٤٤﴾ وَكَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۙ وَمَا بَلَغُوْا
کوئی ڈرانیوالا بھیجا ۶۲ اور ان سے پہلے جو لوگ ہوئے ہیں انہوں نے بھی تکذیب کی تھی اور یہ (کافر)
مِعْشَارَ مَآ اٰتَيْنٰهُمْ فَكَذَّبُوْا رُسُلِيْ ۣ فَكَيْفَ كَانَ
تو اس (سامان) کے دسویں حصہ کو بھی نہیں پہنچے جو ہم نے انہیں دے رکھا تھا، غرض انہوں نے میرے پیمبروں کی تکذیب کی
ع ٥ / ١١ نَكِيْرِ ﴿٤٥﴾ قُلْ اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ ۚ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ
سو میرا کیسا عذاب ہوا ۶۳ آپ یہ کہیئے میں تم کو ایک بات سمجھاتا ہوں، وہ یہ کہ تم اللہ کے واسطے کھڑے ہو جاؤ
مَثْنٰى وَفُرَادٰى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا ۫ مَا بِصَاحِبِكُمْ مِّنْ
دو دو اور ایک ایک پھر سوچو کہ تمہارے ان ساتھی کو

۶۰ تاکہ اس تقریر سے عوام میں برہمی اور انفعال اور زیادہ پیدا ہو۔ اور خلوئے ذہن کے ساتھ وہ پیامِ نبوت پر غور کرنے کے قابل ہی نہ رہ جائیں۔ یہ چلتا ہوا جادو اہل باطل کے ہاتھ میں ہمیشہ رہا ہے۔ اور آج بھی اس زبردست و مؤثر حربہ سے اہل حق کے مقابلہ میں برابر کام لیا جا رہا ہے۔ ۶۱ (اور اسی سحر کے تقاضہ سے اس قدر موثر ہے) قرآن کے معجز ہونے سے تو منکرین بھی انکار نہیں کر سکتے تھے۔ بس شیطنت یہ تھی کہ اس کی قوتِ اعجازی کو وہ محمول سحر پر کر دیتے تھے —— ٹھیک اسی طرح آج بھی فرنگیوں کو رسولِ اکرم ؐ کے اعجازی کارناموں سے مجال انکار ہی نہیں۔ البتہ بجائے اس کے کہ ان واقعات کو تائید غیبی پر اور آپ ؐ کی حقانیت پر محمول کریں۔ اُلٹے انہیں آپ ؐ کی (نعوذ باللہ) چالاکیوں کا ثمرہ قرار دینے لگتے ہیں۔ ۶۲ (اور اس لئے اب جب انہیں پہلی بار نبوت اور کتاب کی دولت ملی تو انہیں نعمت کی قدر اور زیادہ کرنا چاہیئے تھی)

هُمْ۔ ھم ضمیر بنی اسمٰعیل یا قوم عرب کی جانب ہیں کہ انہیں ہی نبوت پہلی بار آئی تھی۔ قوم کے مورثِ اعلیٰ مُراد نہیں کہ ان میں تو ابراہیم ؑ۔ اسمٰعیل ؑ ہودؑ، صالح وغیرہ متعدد انبیاء پیدا ہو چکے تھے۔ آیت کا یہ مطلب بھی لیا گیا ہے کہ ہم نے کوئی کتاب ان پر نازل نہیں کی، جس کے اندر شرک کی تعلیم ہو اور نہ کوئی رسول بھیجا جس نے یہ پیام دیا ہو کہ شرک نہ کرنے پر عذاب آئے گا۔

۶۳ (اور وہ کیسے تباہ و برباد ہو کر رہے) تو یہ موجودہ منکرین جو سامان مقاومت میں ان سے ہر طرح کمتر ہیں، یہ بیچارے کس شمار و قطار میں ہیں —— قدیم منکرین و مکذبین اور ان کے انجام کا ذکر قرآن جو اپنے معاصرین کے سامنے کرتا رہتا ہے اس سے مقصود یہی رہتا ہے کہ یہ لوگ اپنے انجام کی طرف سے غافل نہ رہنے پائیں۔ مَا بَلَغُوْا مِعْشَارَ مَآ اٰتَيْنٰهُمْ۔ یعنی سامانِ غفلت جو پچھلی متمدن اور اقبال مند قوموں کو مل چکے ہیں (اُن کی دولت و ثروت، ان کی جسمانی قوت و توانائی، اُن کی دراز عمری وغیرہ) اُن کا دسواں حصہ بھی قرآن کے مخاطب اوّل منکرین کو نہیں ملا ہے۔

الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ﴿۳۸﴾ قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَبْسُطُ الرِّزْقَ

عذاب میں لائے جائیں گے آپ کہہ دیجئے کہ میرا پروردگار اپنے بندوں میں سے

لِمَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَیَقْدِرُ لَهٗ ؕ وَمَآ اَنْفَقْتُمْ

جسے چاہے فراخ روزی دیتا ہے اور جسکو چاہے اتنگی سے دیتا ہے ۵۵ اور جو چیز بھی تم خرچ

مِّنْ شَیْءٍ فَهُوَ یُخْلِفُهٗ ۚ وَهُوَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ ﴿۳۹﴾ وَ

کر دگے سو وہ اُس کا عوض دیگا اور وہی بہترین روزی دینے والا ہے ۵٦ اور

یَوْمَ یَحْشُرُهُمْ جَمِیْعًا ثُمَّ یَقُوْلُ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اَهٰٓؤُلَآءِ

(وہ دن بھی یاد رکھنے کے قابل ہے) جب اللہ ان سب کو جمع کریگا، پھر فرشتوں سے پوچھیگا یہ لوگ

اِیَّاكُمْ كَانُوْا یَعْبُدُوْنَ ﴿۴۰﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ اَنْتَ وَلِیُّنَا

تمہاری ہی عبادت کرتے رہے ہیں؟ ۵۷ وہ عرض کرینگے پاک ہے تو ہمارا تعلق تو صرف

مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ بَلْ كَانُوْا یَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ ۚ اَكْثَرُهُمْ

تجھ سے ہے، نہ کہ ان سے اصل یہ ہے کہ یہ لوگ جنات کی پوجا کرتے تھے ان میں سے اکثر

بِهِمْ مُّؤْمِنُوْنَ ﴿۴۱﴾ فَالْیَوْمَ لَا یَمْلِكُ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ

اعتقاد بھی انہیں پر رکھتے تھے ۵۸ سو آج تم میں سے کوئی کسی کو نہ نفع پہنچانے کا اختیار رکھتا ہے

نَّفْعًا وَّلَا ضَرًّا ؕ وَنَقُوْلُ لِلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا عَذَابَ

اور نہ نقصان پہنچانے کا اور ہم ظالموں سے کہیں گے کہ جس دوزخ کے عذاب کو تم جھٹلایا

النَّارِ الَّتِیْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ﴿۴۲﴾ وَاِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِمْ

کرتے تھے اب اس کا مزہ چکھو ۵۹ اور جب انہیں

۵۵ تونگری، خوشحالی اور فقر و ناداری کا تعلق دنیا کے تکوینی و انتظامی معاملات سے ہے اسے حق و صداقت کا معیار قرار دینا خود ایک باطل پرستی ہے۔ یَسْعَوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِنَا۔ یہ کوششیں آیاتِ الٰہی کے ابطال کی تھیں۔ ای فی ابطالها (مدارک) آیات کی تعمیم میں کلام الٰہی، احکام الٰہی، معجزات نبوی سب داخل ہیں۔ ۵٦ (سو اس کے کاموں میں خرچ کرنے سے مفلسی کا ڈر کیوں مانع ہو) اِنَّ ...... لَهٗ۔ معاش کی ساری راہوں کی آخری کلید اُسی کے ہاتھ میں ہے۔ وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ۔ یعنی مرضیات الٰہی کے ماتحت جو خفیف سا بھی خرچ کرو گے۔ فَهُوَ یُخْلِفُهٗ۔ یہ عوض آخرت میں تو بہر حال ملیگا۔ اور کبھی دنیا میں بھی مل جاتا ہے۔ وَهُوَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ۔ یہ ایک بار دنیا کو پھر خبردار کیا جا رہا ہے کہ خدائے تعالیٰ صرف آخرت ہی کا حاکم نہیں، الٰہ المعاش بھی ہے اور معاشیات کے سلسلہ کے بھی سارے اسباب اور تدبیروں کا آخری سرا اُسی کی ذات پر ختم ہوتا ہے۔ ملت اسلامی ہو یا مسلم افراد کسی کے لئے معاشی فکروں اور تدبیروں میں بھی، اللہ سے بے تعلقی و بے نیازی کی کوئی گنجائش ہی نہیں۔

۵۷ دیوتا پرستی درحقیقت ملائکہ پرستی ہی کی ایک صورت ہے مشرک قوموں نے مختلف ملائکہ موکلین کو کائنات کے مختلف شعبوں میں متصرف سمجھ رکھا ہے اور اسی شعبہ کا انہیں دیوتا سمجھتے ہیں ——— سوال ملائکہ کے حق میں الزامی نہیں، بلکہ مشرکین ہی کی مزید تفضیح و رسوائی کے لئے ہوگا۔ یَوْمَ یَحْشُرُهُمْ جَمِیْعًا۔ ذکر قیامت کا ہونا ظاہر ہی ہے۔ ۵۸ یعنی لزوماً و دلالۃً ہی نہیں، قصداً و صراحۃً بھی جنات پرستی میں مبتلا رہتے تھے۔ اَلْجِنَّ۔ جن سے مراد یہاں شیاطین ہی لی گئی ہے کہ وہی غیر اللہ کی ترغیب دیا کرتے ہیں اور انکے اشارہ پر عمل کرنا گویا انہیں کی پرستش کرنا ہے۔ ای الشیاطین حیث اطاعوهم فی عبادة غیر الله (بیضاوی) ای الشیاطین کما روی عن مجاهد (روح) ای الشیاطین (مدارک) لیکن ہو سکتا ہے، کہ مشرک قومیں آج جن دیوتاؤں کی پوجا کر رہی ہیں یہ اپنے زمانہ کے پُر قوت جنات رہے ہوں، اور آیت میں اشارہ بھی اسی جانب ہو۔ ملاحظہ ہو تفسیر انگریزی۔

۵۹ یعنی اُس روز مشرکوں کو نظر آجائے گا کہ جیسے عاجز و بے حس وہ خود ہیں ویسے ہی اُن کے دیوی دیوتا بھی۔

هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا
جیسا کرتے تھے ویسا ہی تو بھر پایا اور ہم نے

فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ
کسی بستی میں کوئی ڈرانیوالا نہیں بھیجا مگر یہ کہ وہاں کے خوشحال لوگوں نے یہی کہا کہ ہم تو اس (دین)

بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَقَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا ۙ وَّمَا
کے منکر ہیں جسے دیکر (تمہارے زعم میں) تمکو بھیجا گیا ہے، اور انہوں نے کہا ہم تو مال و اولاد میں (تم سے) زیادہ ہیں، اور

نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ﴿۳۵﴾ قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ
ہم کو عذاب ہونا نہیں ۵۵۲ آپ کہئے کہ میرا پروردگار زیادہ روزی دیتا ہے

ع ٤ ١٠

لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۶﴾
جس کو چاہتا ہے اور تنگ کر دیتا ہے (روزی جسکے لئے چاہتا ہے) لیکن اکثر لوگ (اس کا) علم نہیں رکھتے ۵۵۳

وَمَآ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِيْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا
تمہارے مال اور تمہاری اولاد (کوئی بھی) ایسی چیز نہیں جو تم کو کسی درجہ میں ہمارا مقرب

زُلْفٰٓى اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۡ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ
بنا دے مگر ہاں جو کوئی ایمان لائے اور نیک عمل کرے سو ایسے لوگوں کے لئے

جَزَآءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا وَهُمْ فِي الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ ﴿۳۷﴾
اُن کے عمل کا کہیں بڑھا ہوا صلہ ہے اور وہ بالاخانوں میں چین سے بیٹھے ہوں گے ۵۵۴

وَالَّذِيْنَ يَسْعَوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰٓئِكَ فِي
اور جو لوگ ہماری آیتوں کے باب میں کوشش کر رہے ہیں (نبی کو) ہرانے کے لئے، تو وہی لوگ

۵۵۲ یہی خوشحال طبقہ (Well, todo, class) ہر ملک اور ہر دور میں خدائی تعلیمات سے انکار میں آگے رہا ہے۔ وہ اپنے برسرِ حق ہونے اور اپنے مسلک کو حق بجانب قرار دینے میں اپنی کثرت آبادی اور مرفہ الحالی کو پیش کرتا ہے اور یقین رکھتا ہے کہ ہمیشہ یوں ہی اقبالمند بنا رہیگا۔ چنانچہ یہاں خوشحال منکرین کا طبقہ اپنے آخرت فراموش مسلک زندگی (آئیڈیالوجی) کے جواز میں اپنی کثرت آبادی اور اپنی قومی دولت کو پیش کر رہا ہے۔ یہ مراد نہیں کہ منکرین میں سے ہر ہر فرد کثیر الاولاد اور صاحب ملک و مال تھا۔ بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ۔ منکرین کا یہ کہنا بطور استہزاء کے ہے، ورنہ وہ رسالت کے قائل ہی کب تھے۔

۵۵۳ قرآن مجید جواب دیتا ہے (اور ایک اسی جگہ نہیں بارہا کہہ چکا ہے) کہ ظاہری خوشحالی ہرگز دلیل صدق وحقانیت نہیں جیسا کہ اکثر اہل جاہلیت سمجھ رہے ہیں، یہ انتظامات تو تمامتر مشیت تکوینی اور مصالح انتظامی کے ماتحت ہوتے ہیں، مرضیات الٰہی کے قانون سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔ اِنَّ ..... يَقْدِرُ۔ یہاں پھر یاد دلا دیا ہے کہ سلسلہ معاشیات میں بھی مسبب الاسباب حق تعالیٰ ہی ہے۔

۵۵۴ آسمانی بادشاہت میں قدر و قیمت تو صرف صحیح ایمانی دستور العمل اور اسکے عملی نفاذ کی ہے۔ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ۔ آیت ما قبل کی طرح یہاں بھی ان الفاظ سے مُراد لازمی طور پر شخصی جائدادیں اور افراد کی اولادیں نہیں۔ قوم ہی کی کثرت آبادی اور قومی ہی ثروت مُراد ہے۔ اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا۔ یعنی ایمان و عمل صالح کو دستور حیات بنا لینے کے بعد پھر مال و اولاد باعث بُعدِ حق نہیں رہ جاتے بلکہ اور موجب برکت بن جاتے ہیں۔ قال سعید بن جبیر المعنی الا من اٰمن وعمل صالحا فلن یعبرہ مالہ وولدہ فی الدنیا (قرطبی) جَزَآءُ الضِّعْفِ۔ ضعف سے مراد مطلق زیادتی ہے محض دوگنا مراد نہیں۔ ای یجازون الضعف الی عشر فما فوقہ (بیضاوی) ای لھم الجزاء المضعف للواحد عشرۃ الی ما یرید اللہ من الزیادۃ (قرطبی) حدیث میں ایک ایک عمل کا اجر دس گنے سے لیکر سات سو گنے تک درج ہے۔ اٰمِنُوْنَ۔ اہل جنت کا ترددات دنیوی سے آزادی و رہائی پا جانا تو ظاہر ہی ہے۔ باقی اس لفظ سے اشارہ اس طرف بھی ہو گیا کہ وہ نعمتیں دائمی اور ابدی ہونگی۔ اگر منقطع ہو جانے والی ہوئیں تو پھر اُن کی طرف سے امن و اطمینان کہاں نصیب ہوا۔ انقطاع کا خطرہ ہی لگا رہیگا۔ اشارۃ الی دوام النعم وتابیدھا (کبیر)

وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ مَوْقُوْفُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚۖ
اور آپ کاش وہ وقت دیکھیں جب یہ ظالم اپنے پروردگار کے رُوبرُو کھڑے ہونگے
يَرْجِعُ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضِ ِۨ الْقَوْلَ ۚ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ
ایک دوسرے پر بات ڈال رہا ہوگا ٤٨ ادنیٰ درجہ کے لوگ
اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لَوْلَآ اَنْتُمْ لَكُنَّا
بڑے لوگوں سے کہہ رہے ہوں گے کہ اگر تم نہ ہوتے تو ہم ضرور
مُؤْمِنِيْنَ ﴿٣١﴾ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْٓا
ایمان لے آئے ہوتے (اس پر) یہ بڑے لوگ ادنیٰ درجہ کے لوگوں سے کہیں گے
اَنَحْنُ صَدَدْنٰكُمْ عَنِ الْهُدٰى بَعْدَ اِذْ جَآءَكُمْ بَلْ كُنْتُمْ
کیا کہیں ہم نے تمہیں ہدایت سے روک دیا تھا بعد اسکے کہ وہ تم تک پہنچ چکی تھی؟ نہیں بلکہ تم ہی
مُّجْرِمِيْنَ ﴿٣٢﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا
قصوروار رہے ہو ٤٩ اور وہ کم درجہ کے لوگ بڑے لوگوں سے کہینگے
بَلْ مَكْرُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ اِذْ تَاْمُرُوْنَنَآ اَنْ نَّكْفُرَ بِاللّٰهِ
کہ نہیں بلکہ تمہاری ہی رات دن کی تدبیروں نے (روکا تھا) جبکہ تم ہمیں آمادہ کرتے رہتے تھے کہ ہم اللہ سے کفر
وَنَجْعَلَ لَهٗٓ اَنْدَادًا ۭ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا
اختیار کریں، اور اسکے لئے شریک قرار دیں ٥٠ اور وہ لوگ (اپنی) پشیمانی کو مخفی رکھینگے جبکہ عذاب
الْعَذَابَ ۭ وَجَعَلْنَا الْاَغْلٰلَ فِيْٓ اَعْنَاقِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ
دیکھ لینگے ٥١ اور ہم کافروں کی گردن میں طوق ڈالیں گے

٤٨ (اور اپنے کو ہر شخص الزام سے بچا رہا ہوگا)۔ وَقَالَ ...... يَدَيْهِ۔ یہ کہنے والے وہ مشرکین تھے، جو سرے سے سلسلہ وحی و نبوّت ہی کے منکر تھے ـــــــ مشرکوں کو اعتراض صرف ذاتِ محمدیؐ پر نہ تھا۔ بلکہ نفس نبوّت ہی کے تخیل سے انہیں انکار تھا۔

٤٩ (کہ وقوعِ حق کے بعد بھی از خود قبول نہ کیا، اور اب ہمارے سر دھرتے ہو۔ ہم نے کیا کچھ زبردستی کی تھی؟) غرض یہ کہ ادنیٰ و اعلیٰ سب اپنے اپنے کو بچا لینگے اور اپنا الزام دوسرے کے سر ڈالیں گے۔ اَنَحْنُ ...... جَآءَكُمْ۔ اگر یہ شبہ ہو کہ بعض کفار نے تو اپنے اتباع پر زبردستی کی بھی ہے، تو جواب یہ ہے کہ اصل ایمان تو اعتقاد ہے اور اس کا محل قلب ہے۔ وہاں اکراہ ممکن نہیں (تھانویؒ)

٥٠ (اور ہم تمہاری ان چالوں، تدبیروں کے شکار ہو گئے۔ سو ہماری گمراہی کے بھی اصلی ذمہ دار تمہیں ہو) مكر۔ یعنی ہر طرح کی ترغیب و ترہیب، اور مكر الليل والنهار کی تقدیر کلام یوں ہے۔ مكركم في الليل والنهار۔

٥١ اپنے دل میں اپنے قصور پر قائل ہونے والے بڑے اور چھوٹے سب ہی ہونگے۔ اپنی اپنی ذمہ داری سب محسوس کر کے رہینگے۔ البتہ شماتت ہمسایہ کے خیال سے دوسروں پر اس کا اظہار حتی الامکان نہ ہونے دینگے وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ۔ یہ اخفاء پشیمانی ایک دوسرے سے ہوگا اپنی مزید تفضیح و رسوائی کے خوف سے۔

قُلْ لَّا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّآ اَجْرَمْنَا وَلَا نُسْـَٔلُ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝۲۵
آپ کہدیجیے کہ نہ تم سے ہمارے جرائم کی بابت سوال ہوگا اور نہ ہم سے تمہارے اعمال کا سوال ہوگا ۴۲
قُلْ یَجْمَعُ بَیْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ یَفْتَحُ بَیْنَنَا بِالْحَقِّ ؕ وَهُوَ
آپ کہدیجیے کہ ہمارا پروردگار ہم سب کو جمع کریگا، پھر ہمارے درمیان ٹھیک ٹھیک فیصلہ کریگا اور وہ
الْفَتَّاحُ الْعَلِیْمُ ۝۲۶ قُلْ اَرُوْنِیَ الَّذِیْنَ اَلْحَقْتُمْ بِهٖ
بڑا فیصلہ کرنیوالا ہے بڑا علم والا ہے ۴۳ آپ کہیئے کہ مجھے (ذرا) اُن کو تو دکھاؤ جنہیں تم نے شریک بنا کر اللہ کے
شُرَكَآءَ كَلَّا ؕ بَلْ هُوَ اللّٰهُ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۝۲۷ وَمَآ
ساتھ ملا رکھا ہے، نہیں، بلکہ وہ اللہ ہی ہے زبردست حکمت والا ۴۴ اور
اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا وَّلٰكِنَّ
ہم نے تو آپ کو سارے ہی انسانوں کیلئے (پیمبر بنا کر) بھیجا ہے بطور خوشخبری سنانیوالے اور ڈرانیوالے کے، لیکن
اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝۲۸ وَیَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ
اکثر لوگ نہیں سمجھتے ۴۵ اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب پورا ہوگا
اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۝۲۹ قُلْ لَّكُمْ مِّیْعَادُ یَوْمٍ لَّا تَسْتَاْخِرُوْنَ
اگر تم سچے ہو ۴۶ آپ کہدیجیے کہ تمہارے واسطے ایک خاص دن کا وعدہ ہے کہ
عَنْهُ سَاعَةً وَّلَا تَسْتَقْدِمُوْنَ ۝۳۰ع وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا
اس سے نہ ایک ساعت پیچھے ہٹ سکتے ہو اور نہ آگے بڑھ سکتے ہو ۴۷ اور کافر کہتے ہیں کہ
لَنْ نُّؤْمِنَ بِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَلَا بِالَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ ؕ
ہم نہ اس قرآن کو مانیں گے اور نہ اس سے پہلی کتابوں کو

ع ۳ ۹ النصف

۴۲ یہ منکرین کے لئے آخری جواب ہے کہ خیر اور کسی طرح نہیں مانتے ہو، نہ مانو ہم مجرم و خطاکار ہیں تو تم سے سوال نہ ہوگا۔ اور تمہاری بابت ہم سے سوال نہ ہوگا آیت میں ہر شخص کی ذاتی مسئولیت و ذمہ داری کی بھی تعلیم آگئی۔ ۴۳ وہ نہ کسی فیصلہ سے عاجز ہے اور نہ اس کے کسی فیصلہ میں غلطی کا امکان ہے۔

۴۴ یعنی تم کیسی حماقت و ضلالت میں پڑے ہوئے ہو، اللہ تو بس ایک ہی ہے ہر ایک پر غالب اور حکیم مطلق۔ اَرُوْنِیَ یعنی شرک پر کوئی دلیل تو قائم کر کے لاؤ۔ کوئی حجت تو پیش کر کے دکھاؤ۔ یہ مراد نہیں کہ آنکھ سے دکھلاؤ۔ ~~اری ھنا بمعنی اعلم (اجر المراد اعلمونی بالحجۃ الملیل~~ (روح)

۴۵ اتنی صراحت کے ساتھ اپنے پیام ہدایت کی عالمگیری کا دعویٰ دنیا کے کسی دین نے بھی نہیں کیا ہے۔ یہ خصوصیت آسمانی کتابوں میں صرف قرآن کی ہے۔ قرآن ہی اعلان کے ساتھ کہتا ہے کہ پیام محمدی ہر ملک، ہر قوم، ہر طبقۂ انسانیت اور ہر زمانہ کی ہدایت کے لئے ہے ——— اسلام کے دو دعوے ایسے ہیں، جن میں دنیا کا کوئی دوسرا دین اس کا شریک نہیں۔ دونوں دعوے اسلام کے امتیازات خصوصی میں سے ہیں۔ ایک یہ بار بار تصریح و وضاحت کے ساتھ کہنا کہ میری تعلیم ساری دنیا کے لئے ہے۔ (دوسرے مذاہب جیسے اپنی قوم یا ملک کے باہر کسی کو جانتے ہی نہیں) دوسرے پیمبر اسلام کو سلسلۂ انبیاء کا خاتم قرار دینا۔ ۴۶ (اپنے اس دعوے میں کہ قیامت کا آنا برحق ہے) هٰذَا الْوَعْدُ یعنی وعدۂ آمد قیامت۔ یَقُوْلُوْنَ۔ یہ کہنے والے مشرکین، منکرین قیامت تھے جو مسلمانوں سے طنز و استہزاء کی راہ سے یہ سوال کر رہے تھے ——— جاہلی تہذیبوں کا سب سے بڑا فتنہ یہی آخرت فراموشی، آخرت بیزاری کا ہے اور یہ تقریباً سب میں مشترک رہا ہے۔ ۴۷ جواب جو رسول اللہ صلعم کی زبان سے ادا کرایا جا رہا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ قیامت کا ایک وقت علم الٰہی میں معین و مقرر ہے۔ وہ کسی کے طلب، تقاضہ، طنز و طعن سے نہیں آئیگی، اپنے وقت ہی پر آئے گی۔ جب بھی اس کا آنا حکمت الٰہی میں مناسب ہو۔

لِنَعْلَمَ مَنْ يُّؤْمِنُ بِالْاٰخِرَةِ مِمَّنْ هُوَ مِنْهَا فِيْ شَكٍّ ؕ

کہ ہم معلوم کرلیں ان لوگوں کو جو آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اُن لوگوں سے الگ جو اسکی طرف سے شک میں ہیں

وَ رَبُّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ ۟ ۲۱ ع قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ

اور آپ کا پروردگار ہر چیز کا نگراں ہے ۳۵ آپ کہیے تم انہیں پکارو تو جنہیں تم

زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۚ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي

اللہ کے سوا (شریک خدائی) سمجھ رہے ہو ۳۶ وہ ذرہ بھر بھی اختیار نہیں رکھتے (نہ)

السَّمٰوٰتِ وَ لَا فِي الْاَرْضِ وَ مَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ

آسمانوں میں اور نہ زمین میں اور نہ اُن کی اُن دونوں میں کوئی شرکت ہے

وَّ مَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ ۲۲ وَ لَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗ

اور نہ اُن میں سے کوئی بھی اللہ کا مددگار ہے ۳۷ اور نہ اُسکے حضور میں (کوئی) سفارش کام آتی ہے

اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ ؕ حَتّٰۤى اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا

مگر ہاں اسکے حق میں جسکے لئے وہی اجازت دیدے ۳۸ یہانتک کہ جب اُنکے دلوں سے گھبراہٹ دور ہو جاتی ہے تو وہ (آپس میں)

مَاذَا ۙ قَالَ رَبُّكُمْ ؕ قَالُوا الْحَقَّ ۚ وَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ۲۳

پوچھتے ہیں کہ تمہارے پروردگار نے کیا کہا وہ کہتے ہیں کہ حق (بات کا حکم فرمایا) ۳۹ اور (واقعی) وہ عالیشان ہے سب سے بڑا ہے ۴۰

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ

آپ پوچھئے تم کو آسمانوں اور زمین میں کون روزی دیتا ہے؟ آپ کہیے کہ اللہ

وَ اِنَّاۤ اَوْ اِيَّاكُمْ لَعَلٰى هُدًى اَوْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۲۴

اور ہم یا تم ہی ضرور راہِ راست پر ہیں یا صریح گمراہی میں ۴۱

ع ۲ / ۱۲ / ۸

۳۵ (چنانچہ ہر ایک کے ایمان و عدم ایمان کی بھی اسکو خبر ہے) لِنَعْلَمَ یعنی ہم ظاہری طور پر بھی معلوم کرلیں۔ ان واقعات تکوینی سے مقصود ابتلاء و امتحان ہی تھا کہ مومن و کافر متعین ہو جائیں۔ لِنَعْلَمَ۔ ل تعلیل کا ہے یعنی شیطان کے مسلط کرنے کی غایت تکوینی ہی یہ ہے کہ مخلص و منافق کا امتیاز ہو جائے۔ ۳۶ (اور انہیں خود علم ہو جائیگا کہ وہ کتنی قدرت تمہاری حاجت روائی کی رکھتے ہیں) ۳۷ (ایجاد و تخلیق عالم سے لے کر روزانہ کے تصرفات تک کسی چیز میں بھی) مِثْقَالَ سے مراد وہ اقل ترین مقدار ہے جس سے کم ذہن میں بھی نہ آئے۔ شرک کی جتنی قسمیں عام طور پر پھیلی ہوئی ہیں سب کی تردید آیت میں آگئی ــــــــ نہ کوئی کسی چیز کا مستقلاً مالک ہے، نہ کوئی حق تعالیٰ کی صفت مالکیت میں شریک ہے، اور نہ کسی کو حق تعالیٰ نے اپنے اختیارات نیابۃً منسوب کر دیئے ہیں۔ ۳۸ اور یہ معبود ان باطل خود تو کسی کی حاجت روائی کیا کرتے ان میں سے کسی میں اتنا بس بھی تو نہیں کہ اللہ کے سامنے بلا اذن کوئی سفارش ہی پیش کر سکے۔ ہاں اللہ ہی کسی کی سفارش کرانا چاہے تو اس کے لئے انہیں حکم دیدے ــــــــ مستقل شافع ہونے کا عقیدہ بھی دنیا میں شرک کا ایک بڑا سبب رہا ہے۔ یہاں تردید خصوصیت کے ساتھ ملائکہ پرستی کی ہو رہی ہے۔ ۳۹ یہ فرشتوں کی عام حالت کا بیان ہے۔ "جب کوئی حکم حضرت حق سے سنتے ہیں تو اُن کے مجمع میں ہلچل پڑ جاتی ہے، حواس باختہ ہو جاتے ہیں۔ اپنی فہم، اپنے حفظ کسی چیز پر اعتماد نہیں باقی رہ جاتا گھبرا گھبرا کر ایک دوسرے سے پوچھ پاچھ شروع کر دیتے ہیں، اور ایک دوسرے کی تسکین و تقویت قلب کا باعث بنتے ہیں کہ جو کچھ ارشاد ہوا، حق ہی ارشاد ہوا ہے۔" جس مخلوق کی یہ حالت ہو، وہ ابتداءً خطاب کرنے کی جرأت بھلا کس طرح کر سکتی ہے۔ اور جب یہ حال ملائکہ جیسی مقبول ترین ہستیوں کا ہے تو غیر مقبولین کا ذکر ہی کیا ہے۔ آیت میں اشارہ ہے کہ ہیبت بھی کبھی مانع فہم ہو جاتی ہے۔ فیہ اشارۃ الی ان الهیبة تمنع الفهم (روح) مرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ ہیبت کبھی اس درجہ مانع فہم بن جاتی ہے کہ انسان کو معذور قرار دینا پڑتا ہے جیسا کہ بعض اہل حال کو۔ ۴۰ (اس کی عظمت و ہیبت سے فرشتوں کے اسقدر گھبرا جانے میں حیرت کی کوئی بات ہی نہیں) بعض نے یہ پورا فقرہ فرشتوں ہی کا مقولہ قرار دیا ہے۔ ۴۱ (اسی مسئلہ توحید و شرک میں) یعنی یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ قائلین توحید و منکرین توحید دونوں حق پر ہوں۔ اس طریق خطاب میں تعلیم ہے مجادلہ کے ساتھ لب و لہجہ میں ملاطفت کی۔ مِنَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ۔ آسمان سے مثلاً پانی برسا کر، زمین سے مثلاً نباتات نکال کر۔

خَمْطٍ وَّ اَثْلٍ وَّ شَیْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِیْلٍ ۱۶ ذٰلِكَ
پھل اور جھاؤ اور قدرے قلیل بیری والے تھے ۲۷ انہیں ہم نے
جَزَیْنٰهُمْ بِمَا كَفَرُوْا ؕ وَهَلْ نُجٰزِیْۤ اِلَّا الْكَفُوْرَ ۱۷
یہ سزا اُن کی ناسپاسی کے سبب دی اور ہم ایسی سزا بڑے ناسپاس ہی کو دیا کرتے ہیں ۲۸
وَجَعَلْنَا بَیْنَهُمْ وَبَیْنَ الْقُرَى الَّتِیْ بٰرَكْنَا فِیْهَا
اور ہم نے اُن کے اور اُن کی بستیوں کے درمیان جہاں ہم نے برکت رکھی تھی بستیاں آباد کر رکھی تھیں
قُرًى ظَاهِرَةً وَّقَدَّرْنَا فِیْهَا السَّیْرَ ؕ سِیْرُوْا فِیْهَا
(دُور سے) نظر آنے والی اور ہم نے اس میں سفر ٹھہرا دیا تھا سفر کرو ان میں
لَیَالِیَ وَاَیَّامًا اٰمِنِیْنَ ۱۸ فَقَالُوْا رَبَّنَا بٰعِدْ بَیْنَ اَسْفَارِنَا
رات اور دن بے کھٹکے ۲۹ پھر وہ کہنے لگے کہ اے ہمارے پروردگار ہمارے سفروں میں درازی کر دے
وَظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فَجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِیْثَ وَمَزَّقْنٰهُمْ كُلَّ
اور انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تو ہم نے انہیں افسانہ بنا دیا اور اُن کو بالکل تتر بتر
مُمَزَّقٍ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ۱۹ وَلَقَدْ
کر دیا ۳۰ بیشک اس (واقعہ) میں ہر صابر شاکر کے لئے نشانیاں ہیں ۳۱ اور واقعی
صَدَّقَ عَلَیْهِمْ اِبْلِیْسُ ظَنَّهٗ فَاتَّبَعُوْهُ اِلَّا فَرِیْقًا مِّنَ
ابلیس نے اپنا گمان ان لوگوں کے بارہ میں صحیح پایا ۳۲ چنانچہ یہ لوگ اسی کی راہ پر ہو لئے
الْمُؤْمِنِیْنَ ۲۰ وَمَا كَانَ لَهٗ عَلَیْهِمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّا
بجز ایمان والوں کے گروہ کے ۳۳ اور اس کا جو تسلط ان لوگوں پر ہے وہ تو بس اسی لئے ہی ہے

۲۷ یعنی وہ پُرفضا باغات مٹ مٹا کر اب جنگلی خودرو جھاڑ جھنکاڑ باقی رہ گئے۔ خَمْطٍ۔ خمط کے معنی پیلو کے درخت کے بھی ہیں۔ قیل هو شجر الاراك (راغب) الخمط شجر الاراك اکثر المفسرین الخمط الاراك (ابن جریر۔ عن ابن عباس والحسن ومجاهد وقتادة والضحاك) ۲۸ ورنہ درگذر معمولی خطاؤں پر اور کثرت سے تو ہوتی ہی رہتی ہے) مُرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ فاعرضوا فارسلنا الخ اور ذٰلك جزینٰهم الخ دونوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ طاعت کو دنیوی نعمت کے حصول اور معصیت کو اس کے زوال میں دخل ہے۔ ۲۹ یعنی رات دن جب چاہو، بآرام واطمینان سفر کر سکتے ہو، نہ رہزن کا کوئی خطرہ، نہ کسی بے سروسامانی کا اندیشہ، راہ میں قدم قدم پر آبادیاں، اور ہر جگہ کھانے پینے کا سامان بفراغت ـــــ گویا راستہ بھر حفاظت کے لئے پولیس کی چوکیاں اور کھانے پینے کے لئے ہوٹل۔ القرى التی بارکنا فیها۔ مراد ملک شام کے مقامات ہیں۔ وهی قری الشام (بیضاوی) والقرى التی بورك فیها بلاد الشام باجماع من المفسرین (بحر۔ عن ابن عطیة) قریً ظاهرة۔ ایسے شہر جو عام شاہراہ سے بآسانی نظر آجائیں یعنی لب سڑک آبادیاں۔ قَدَّرْنَا فِیْهَا السَّیْرَ۔ یہ اہلِ سبا ایک بڑی تاجر قوم تھی۔ بحری تجارت ہمیشہ بیشمار دولت کا سبب بن جاتی ہے۔ یہ لوگ بحری راستہ سے ہندوستان اور درمیانی ملکوں سے تجارتی سامان لاتے تھے اور پھر یمن سے سمندر کے کنارے کنارے ملک شام کو لے جاتے تھے اور اس مسلسل دوہری تجارت سے مالامال ہوگئے تھے۔ لَیَالِیَ وَاَیَّامًا کی تصریح سے معلوم ہوتا ہے کہ آجکل کی ریلوں اور جہازوں کی طرح ان لوگوں کے تجارتی قافلے بھی دن رات مسلسل چلا کرتے تھے۔ اور اٰمنین سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ راستے بالکل محفوظ اور بےخطر ہو گئے تھے۔ لیالی وایامًا اٰمنین کا ایک مفہوم یہ بھی لیا گیا ہے کہ ساری عمر سفر کرتے رہو جب بھی امن نصیب رہیگا۔ او سیروا فیها لیالیکم وایامکم ای مدة اعمارکم لاتلقون فیها الا الامن (روح) ۳۰ یعنی نعمتوں کے حقوق تو کیا ادا کرتے، ان کی ظاہری قدر بھی نہ کی۔ اور الٹی تمنا یہ کرنے لگے کہ سفر کی منزلیں دُور دُور ہوتیں، تو کچھ مزہ بھی آتا۔ یہ کیا کہ وطن ومسافرت میں کچھ فرق ہی نہیں ـــــ یہ (Adventure) کی حرص تمدّن جدید کا بھی ایک عام مرض ہے اور فرنگیوں میں قابل فخر عادت سمجھی جاتی ہے۔ قَالُوْا ۔۔۔۔ اَسْفَارِنَا۔ ضرور نہیں کہ زبان سے بھی یہی انہوں نے کہا ہو۔ دل کے اندر کی تمنا بھی مراد ہو سکتی ہے۔ ۳۱ کچھ ہلاک ہو گئے، اور جو بچے رہے، اُن کے بھی سامانِ تنعم چھن گئے۔ بحیثیت مجموعی سب کی حالت قابلِ عبرت رہ گئی۔ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ۔ یعنی طرح طرح کی نافرمانیاں کیں۔ ۳۲ (پند وعبرت کی) صابروں کے لئے تو یوں کہ معاصی سے نہ بچنے، نفس کو نہ روکنے کا نتیجہ اس قصہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ اور شاکروں کے لئے یوں کہ نعمتوں کی قدر نہ کرنے کا انجام اس واقعہ سے روشن ہے اور صابر وشاکر کا اطلاق تو ہر مومن پر ہو سکتا ہے۔ روایتوں میں آتا ہے کہ انصارِ مدینہ یعنی قبائل اوس وخزرج انہیں اہلِ سبا کی اولاد میں سے تھے۔ ۳۳ (کہ میں بنی آدم میں سے بہتوں کو محض سبز باغ دکھا کے گمراہ کر ڈالونگا، اور اپنے پیچھے لگا لونگا) ومنشأ ظنه رؤیته انهماکهم فی الشهوات (روح) ای ظنه انه یغویهم (کبیر) ۳۴ (کہ بس وہ فریق محفوظ رہا) من یہاں بیانیہ ہے۔ اس ترکیب کے لحاظ سے لفظ فریق گویا مؤمنین کی تشریح وتوضیح ہی کر رہا ہے، یہ مراد نہیں کہ مومنین میں سے ایک فریق محفوظ رہا، اور دوسرا شیطان کی راہ پر پڑ لیا۔ اور تقدیر کلام یوں ہوگی۔ ای الا فریقا هم المؤمنون لم یتبعوه

وَقُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ ؕ اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا ؕ وَقَلِيْلٌ

اور (بڑی بڑی) جمی ہوئی دیگیں ۱۸ اے داؤد کے خاندان والو ۱۹ تم شکریہ میں نیک کام کرو اور میرے

مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ ﴿۱۳﴾ فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ

بندوں میں کم ہی شکرگذار ہوتے ہیں ۲۰ پھر جب ہم نے ان پر موت کا حکم جاری کر دیا ۲۱

مَا دَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖٓ اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ

تو کسی چیز نے ان کی موت کا پتہ نہ بتایا بجز ایک زمینی کیڑے کے کہ وہ سلیمان کے

مِنْسَاَتَهٗ ۚ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ لَّوْ كَانُوْا

عصا کو کھاتا تھا، سو جب وہ گر پڑے تب جنات پر حقیقت ظاہر ہوئی کہ اگر وہ

يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوْا فِي الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ﴿۱۴﴾ ؕ

غیب جانتے ہوتے تو اس ذلت کی مصیبت میں نہ رہتے ۲۲

لَقَدْ كَانَ لِسَبَاٍ فِيْ مَسْكَنِهِمْ اٰيَةٌ ۚ جَنَّتٰنِ عَنْ يَّمِيْنٍ

سبا (والوں) کے لئے اُن کے وطن (ہی) میں نشان موجود تھا دو (قطاریں تھیں) باغ (کی) داہنے

وَّشِمَالٍ ۬ؕ كُلُوْا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ؕ بَلْدَةٌ

اور بائیں ۲۳ کھاؤ اپنے پروردگار کا (دیا ہوا) رزق اور اُس کا شکر کرو عمدہ شہر

طَيِّبَةٌ وَّرَبٌّ غَفُوْرٌ ﴿۱۵﴾ فَاَعْرَضُوْا فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ

اور مغفرت والا پروردگار ۲۴ سو انہوں نے سرتابی کی ۲۵ سو ہم نے اُن پر بند کا سیلاب

الْعَرِمِ وَبَدَّلْنٰهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَيْ اُكُلٍ

چھوڑ دیا ۲۶ اور ہم نے اُن کے دو رویہ باغوں کے عوض دو باغ اور دیئے جو بدمزہ

۱۸ یہ جنات جو حضرت سلیمانؑ کے تابع و محکوم تھے۔ آپ کے لئے عمارتیں اور دیگیں اور لگنیں سب بڑی بڑی عظیم الشان تیار کرتے تھے۔ تمثال جس قسم کی مُورت کو کہتے ہیں، اسی کو آج کی اصطلاح میں مجسمہ سے موسوم کرتے ہیں۔ اگلی شریعتوں میں یہ چیز حرام نہ تھی۔ یدل علی ان عمل التصاویر کان مباحًا وھو محظور فی شریعۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم (جصاص) اسی لفظ تمثال سے سند پکڑ کر ایک قول تصویر سازی کے جواز میں نقل ہوا ہے۔ وحکی مکیؒ فی البدایۃ ان قومًا اجازوا التصویر (بحر) ۔ لیکن صاحب بحر نے اس کو نقل کر کے لکھا ہے کہ مجھے کسی عالم ربانی کا علم نہیں جس نے تصویر کو جائز رکھا ہو وما احفظ من ائمۃ العلم من تجوزہ۔ اور صاحب روح نے بھی اسی کو نقل کر کے لکھا ہے کہ فلا یلتفت الی ھذا القول ولا یصح الاحتجاج بالآیۃ منہ یہ قول قابلِ التفات ہے اور نہ آیت سے کوئی ایسا استنباط نکلتا ہے۔ ایک روایت یہ بھی نقل ہوئی ہے کہ یہ مجسمے انبیاء و ملائکہ و صالحین کے تھے۔ اور حضرت سلیمانؑ کی دعا سے ان میں جان پڑ گئی تھی۔ لیکن بقول صاحب روح ھذا من عجب العجاب ولا ینبغی اعتقاد صحتہ وما ھو الا حدیث خرافۃ۔ یہ حکایت بہت ہی عجیب و غریب ہے، ہرگز یقین کرنے کے قابل نہیں۔ یہ محض ایک لغو روایت ہے۔

یَعْمَلُوْنَ ..... مَحَارِیْبَ۔ مسجد اقصیٰ اور بیت المقدس کی اور عبادت گاہیں آپؑ ہی کی تعمیر کرائی ہوئی ہیں اور لوگ آج بھی ان عمارتوں بڑے بڑے مقبروں کو دیکھکر دنگ رہ جاتے ہیں۔ ۱۹ حضرت سلیمانؑ اور ان کے متعلقین مُراد ہیں یہ انہیں مخاطب کر کے حکم ہوا تھا۔ ۲۰ شکرگذار بندوں سے مُراد ہیں اپنی خداداد صلاحیتوں، قابلیتوں، استعدادوں کے حق ادا کرنے والے یعنی اعمال صالحہ کرنے والے۔ ۲۱ (اور ان کا انتقال ہوگیا) سلیمان علیہ السلام بھی بایں شان و شوکت بہرحال ایک دن وفات پا گئے آیت میں ضمنًا یہ تعلیم آگئی کہ سلیمان جب ہوا پر اُڑ کر اور جنات پر حکومت کر کے بھی موت سے نہ بچ سکے تو کسی دوسرے بشر کا کیا ذکر۔ تنبیھًا للخلق علی ان الموت لابد منہ ولو نجا منہ لکان سلیمان اولی بالنجاۃ منہ (کبیر) ۲۲ آثار روایت میں آتا ہے کہ جب سلیمانؑ کو اپنی موت کا قرب محسوس ہوا تو آپ تخت پر عصا کی ٹیک لگا کر بیٹھ گئے اور اسی ہیئت میں انفکاک روح ہوگیا۔ اور ایک طویل مدت تک اسی وضع پر بیٹھے رہے۔ جنات آپ کو بیٹھا ہوا دیکھ کر آپ کو زندہ سمجھے اور قریب آنے کی کسی کو ہمت نہ ہوئی۔ بدستور اپنے اپنے کام میں لگے رہے۔ جب عصا میں گھن لگ گیا، عصا گرا، اور آپ کا جسم بھی اس وضع پر قائم نہ رہ سکا، اور جنات کو اپنے غیب دانی کی حقیقت خوب روشن ہو کر رہی۔ دَآبَّۃُ الْاَرْضِ۔ سے مراد دیمک ہے یا لکڑی کا کوئی اور کیڑا۔ اَلْعَذَابِ الْمُهِیْنِ۔ سے مُراد مشقتیں ہیں جو ان مملوکوں کے حق میں ذلت انگیز بھی تھیں۔ امام رازیؒ نے اسی لفظ سے استدلال کیا ہے کہ یہ جنات مومن قسم کے نہ تھے۔ مومنین پیغمبر کے عہد میں عذاب مہین میں مبتلا ہو نہیں سکتے۔ اَلْجِنُّ۔ جنات پر حاشیہ ابھی ۱۶ میں گذر چکا ہے۔ آیت میں اس جانب بھی اشارہ ہے کہ کبھی قوی کو ضعیف سے بھی استفادۂ علمی ہو جاتا ہے۔ فیہ اشارۃ الی ان الضعیف قد یفید القوی علمًا (روح) ۲۳ یعنی علاقہ میں دو طرفہ باغات کا سلسلہ متصل چلا گیا تھا۔ بعض مؤرخین نے کہا ہے کہ ان باغوں کی وسعت ۳۰۰ میل مربع کی تھی۔ اور یہ سارا رقبہ خوشبودار درختوں اور طرح طرح کے لذیذ میووں اور پھلوں سے بھرا ہوا تھا۔ سَبَا۔ یہ مُلک سبا ہی ہے جو عرب کے جنوب میں اب علاقۂ یمن کہلاتا ہے۔ نہایت سرسبز، شاداب، زرخیز خطہ تھا۔ اٰیَۃ یعنی اللہ کے کمال قدرت و صناعی کا نشان۔ علامۃ دالۃ علی وجود الصانع المختار وانہ قادر علی ما یشاء من الامور العجیبۃ (بیضاوی) ۲۴ گویا اتنی دنیوی نعمتوں کا اجتماع تھا، اور مطالبہ صرف ادائے حقوق کا تھا۔ طیبۃ سے اشارہ ہو سکتا ہے کہ شہر کی لطیف آب و ہوا کی جانب ہو۔ یروی انہ کان لطیفۃ الھواء حسنۃ التربۃ (روح) ۲۵ یعنی کفر و شرک اور کثرت معاصی میں پڑ گئے اور ناصحین کی کچھ نہ سُنی۔ ۲۶ سدّ مارب، ایک مشہور تاریخی بند ہے جو پہاڑوں کے پانی کے ذخیرہ کے لئے بنایا گیا تھا مارب ملک سبا کا دار السلطنت تھا، موجودہ شہر صنعاء سے کوئی ۶۰ میل مشرق میں اور سطح سمندر سے کوئی ۳۹۰۰ فٹ بلند ــــــ قوم سبا ایک بڑی متمدن قوم تھی۔ اس کا یہ کئی میل کا لانبا چوڑا بند سبا کے انجینئروں کی فنکاری کا اعلیٰ نمونہ تھا۔ یہ عظیم الشان بند ظہورِ اسلام سے کچھ قبل ٹوٹا ہے، تخمینًا ۵۴۲ء میں۔ اس کی تباہ کاریوں کے آثار صدیوں بعد تک قائم رہے چنانچہ ایک سیاح نے ۱۸۴۳ء میں معائنہ کئے۔ طول میں یہ بند ۱۵۰ فٹ اور عرض میں ۵۰ فٹ تھا۔

ف۱۰ عَبْدٍ مُّنِيبٍ یعنی جس کے دل میں حق کی طلب اور اللہ کی طرف جھکاؤ ہے۔ مطلب یہ کہ دلیل تو قدرت الٰہیہ کی پوری پوری موجود ہے مگر ان لوگوں میں طلب ہی نہیں، اس لئے یہ محروم ہیں۔ نْ...... السَّمَآءِ۔ لیکن حکمت مقتضی ہے تاخیر کو، اور اس لئے انہیں مہلت دے رکھی گئی ہے۔ ف۱۱ (کہ انہیں زمین کی ایک بڑی مملکت کا حکمراں بنا دیا تھا) فَضْلًا صیغۂ نکرہ اظہارِ عظمت و ہمیت کے لئے ہے ~~وتنکیرہ للتفخیم (روح)~~ مِنَّا یعنی یہ فضل ہماری طرف سے بلا کسی واسطہ کے اور براہِ راست تھا۔ ای بلا واسطہ ~~لتاکید فخامتہ الذاتیہ بفخامتہ الاضافیۃ (روح)~~ آپ کی وسعت مملکت وغیرہ کے لئے ملاحظہ ہو انگریزی تفسیر القرآن کا حاشیہ۔ خود حضرت داؤدؑ کی نبوت و سلطنت اور ان کے معجزات خاص پر حاشیے ان اوراق میں پہلے ہی گزر چکے۔

يِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّكُلِّ عَبْدٍ

آسمان کے ٹکڑے گرا دیں اس میں پوری دلیل ہے ہر جھکنے والے بندے

مُّنِيْبٍ ⑨ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا ۭ يٰجِبَالُ اَوِّبِيْ

کے لئے ف۱۰ اور بالیقین ہم نے داؤد کو اپنی طرف سے ایک (بڑی) بڑائی دی تھی ف۱۱ اے پہاڑو انکے

ع

مَعَهٗ وَالطَّيْرَ ۚ وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ ⑩ اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ

ساتھ تسبیح کرتے رہو ف۱۲ اور پرندوں کو (بھی یہی حکم دیا) اور داؤد کے واسطے ہم نے لوہے کو نرم کر دیا کہ تم پوری زرہیں بناؤ

وَّقَدِّرْ فِي السَّرْدِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ۭ اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

اور (انکے) جوڑ میں (مناسب) اندازہ رکھو اور تم سب نیک کام کرو، میں خوب دیکھ رہا ہوں جو کچھ تم لوگ کر رہے

بَصِيْرٌ ⑪ وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا

ہو ف۱۳ اور (ہم نے) سلیمان کے لئے ہوا کو (مسخر کر دیا) کہ اس کی صبح کی منزل مہینہ بھر کی ہوتی اور

شَهْرٌ ۚ وَاَسَلْنَا لَهٗ عَيْنَ الْقِطْرِ ۭ وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ

اسکی شام کی منزل مہینہ بھر کی ہوتی ف۱۴ اور ہم نے انکے لئے تانبے کا چشمہ بہا دیا ف۱۵ اور جنات میں کچھ وہ تھے

يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۭ وَمَنْ يَّزِغْ مِنْهُمْ

جو اُن کے آگے اُن کے پروردگار کے حکم سے (خوب) کام کرتے تھے ف۱۶ اور ان میں سے جو کوئی ہمارے

عَنْ اَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيْرِ ⑫ يَعْمَلُوْنَ

حکم سے سرتابی کرے اُسے ہم دوزخ کا مزہ بھی چکھا دیں گے ف۱۷ سلیمان کے لئے

لَهٗ مَا يَشَاۗءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ وَتَمَاثِيْلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ

وہ، وہ چیزیں بنا دیتے جو انہیں (بنوانا) منظور ہوتیں (مثلاً) بڑی عمارتیں اور مجسمے اور لگن جیسے حوض

ف۱۲ پہاڑوں اور پرندوں کو یہ حکم تکوینی طور پر ملا تھا۔ اَوِّبِيْ مَعَهٗ یعنی مَعَهٗ کے مراد ہے۔ ~~ای بنی معہ، قال ابن عباس وقتادۃ وابن زید (روح)~~ تسبیح جبال و طیور کی یہ "عقلی" تاویل کہ ان کی تسبیح زبانِ حال سے ہوتی رہتی ہے، عقلاً بھی بہت عجیب ہے، زبانِ حال سے تو ہر مخلوق کی تسبیح ہر وقت ہوتی ہی رہتی ہے۔ اسے حضرت داؤد کے فضائل سے کیا تعلق ہے۔ مراد یہ معلوم ہوتی ہے کہ آپ کی آواز میں وہ درد و سوز اور وہ کیفیت خشوع رکھی گئی تھی کہ پہاڑ جیسی جامد اور سخت مخلوق اور پرند جیسی انسان سے دُور دور گریزاں رہنے والی مخلوق تک بے تاثر نہ رہتی، اور اپنے کو ذکر الٰہی میں آپ کی ہم زبانی پر مضطر پاتی۔ امام رازیؒ نے بھی یہی مطلب لیا ہے کہ تسبیح میں معیت انہیں دو مخلوق تک محدود نہیں، بلکہ جبال و طیور کا ذکر صرف انتہائی نمونوں کے طور پر کیا گیا ہے۔ ~~لم یکن الموافق لہ فی التاویب منحصرًا فی الجبال والطیر (کبیر)~~ ف۱۳ (اس لئے رعایت حدود کا پورا اہتمام رکھو) حضرت داؤد کی زرہ سازی پر حاشیے سورۃ الانبیاء (پ۱۷) میں گزر چکے۔ حضرت داؤدؑ ایک طرف نبوت و رسالت اور دوسری طرف حکومت و سلطنت کے باوجود اپنا مستقل ذریعۂ معاش صنعت زرہ سازی کو بنائے ہوئے تھے۔ اور اسی کی تجارت کرتے تھے۔ تو آیت سے یہ مسئلہ بھی نکل آیا کہ صناعی و دستکاری منصب نبوت کے بھی منافی نہیں۔ چہ جائیکہ مرتبۂ ولایت کے!

مُرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ آیت سے تین مسئلے نکلے۔ ایک خرق عادت کا اثبات، دوسرے دستکاری سے کمانے کی فضیلت، تیسرے ہر کام میں اعتدال، انتظام و تناسب کی رعایت یہاں تک کہ اُمور حسّی و دنیوی میں بھی۔ ف۱۴ شہر مرادف ہے مسیرۃ شہر کے یعنی مہینہ بھر کی راہ، اور راہ بھی وہ جتنی کہ ایک تیز رو اسپ سوار مہینہ بھر میں طے کرے۔ ای ~~مسیرۃ شہر للراکب المسرع (مدارک)~~ حضرت سلیمانؑ کی سیاحت ہوائی پر حاشیے سورۃ الانبیاء (پ۱۷) میں گزر چکے ——— گویا بڑے بڑے تیز رفتار ہوائی جہاز آپؑ کے تابع تھے۔ گو وہ بجائے تیل اور مشینری اور انجن وغیرہ کے براہِ راست قدرت الٰہی سے چلتے ہوں۔ ف۱۵ یعنی تانبے کو اس کے معدن میں رقیق سیال کر دیا تھا تاکہ اس سے بلا مدد آلات مصنوعات کے بنانے میں سہولت ہو۔ پھر وہ منجمد ہو جاتا۔ یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ زیر زمین جہاں گرم اور رقیق تانبے کے چشمے ہیں۔ وہ آپ پر منکشف کر دیئے گئے تھے۔ ف۱۶ بِاِذْنِ رَبِّهٖ یعنی اُن کے پروردگار کے حکم تسخیری و تکوینی سے۔ اس سے یہ بھی صاف ہو گیا کہ یہ نعمت پروردگار کی طرف سے عطا ہوئی تھی۔

وَمِنَ الْجِنِّ۔ جنات کی تفسیر قوی ہیکل انسانوں سے کرنے والے کچھ اسی دورِ مادیت کے ساتھ مخصوص نہیں۔ ایسے "روشن خیال" پہلے بھی فرقہ باطنیہ اور دوسرے گمراہ فرقوں میں گزر چکے ہیں۔ جنہوں نے حضرت داؤدؑ کے ساتھ تسبیح جبال سے مفہوم تسبیح بزبانِ حال کا لیا تھا۔ اور جنات کی تفسیر قد آور انسانوں سے کی تھی۔ وقس علیٰ ہذا ——— صاحب بحر نے ایسی ساری تحریفات کو باطنیہ اور اُن کے ہم مشربوں کی جانب منسوب کیا ہے۔ ~~وللبعض الباطنیۃ ومن یشبھھم تحریف فی ھذہ الجمل~~۔ اور امام رازیؒ نے ان اقوال کو بعض الناس کی جانب منسوب کیا ہے۔ اور دونوں بزرگوں نے ان اقوال کے لغو و مہمل ہونے پر اتفاق کیا ہے۔ ~~ھذا تاویل بغلسد وخروج بالجملۃ عما یقولہ اھل التفسیر فی الآیۃ (بحر) وھذا کلہا فاسد (کبیر)~~ مُرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ تسخیر جنات اگر کسی عمل وغیرہ کے ذریعہ سے ہو، محض منجانب اللہ ہو تو عبدیت کے منافی نہیں۔ ف۱۷ عذاب دوزخ کی تصریح سے معلوم ہوتا ہے کہ ان جنات کو علاوہ تکوینی محکومی کے حکم تشریعی بھی ہمہ وقت کے احکام کی تسلیم و انقیاد کا ملا تھا۔

مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ ﴿۵﴾ وَيَرَى الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ الَّذِيْٓ

دردناک عذاب ہوگا ف۵ اور جن لوگوں کو علم دیا گیا ہے وہ اس

اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ هُوَ الْحَقَّ ۙ وَيَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطِ

قرآن کو جو آپ پر آپکے پروردگار کی طرف سے اتارا گیا ہے سمجھتے ہیں کہ وہ حق ہے اور وہ راستہ بتاتا ہے

الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ﴿۶﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا هَلْ نَدُلُّكُمْ

غلبہ والے قابل حمد (خدا) کا ف۶ اور کافر (آپس میں) کہتے ہیں (کہ آؤ) ہم تمہیں ایسے شخص کا پتہ

عَلٰى رَجُلٍ يُّنَبِّئُكُمْ اِذَا مُزِّقْتُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ۙ اِنَّكُمْ

بتادیں ناجو تم کو یہ خبر دیتا ہے کہ جب تم بالکل ریزہ ریزہ ہوجاؤ گے تو تم

لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ﴿۷﴾ ۚ اَفْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَمْ بِهٖ

ضرور ایک نئے جنم میں آؤ گے اس نے (یا تو) خدا پر جھوٹ بہتان باندھا ہے یا اسے

جِنَّةٌ ۭ بَلِ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ فِي

جنون ہی ہے ف۷ بات یہ ہے کہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے وہی

الْعَذَابِ وَالضَّلٰلِ الْبَعِيْدِ ﴿۸﴾ اَفَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا

عذاب اور دور دراز کی گمراہی میں (مبتلا) ہیں ف۸ تو کیا انہوں نے اپنے آگے اور

بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ مِّنَ السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ ۭ

اپنے پیچھے آسمان و زمین کی طرف نظر نہیں کی ف۹

اِنْ نَّشَاْ نَخْسِفْ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ نُسْقِطْ عَلَيْهِمْ

ہم اگر چاہیں تو انہیں زمین میں دھنسا دیں یا اُن پر

ف۵ یعنی ایسے لوگوں کے لئے جو آیات الٰہی کے ابطال کی کوششوں میں لگے رہتے ہیں۔ اے المجاهدین فی ابطالها (روح عن ابن زید) مِنْ رِّجْزٍ میں مِن بیانیہ ہے۔ من للبیان (روح) ف۶ یعنی قرآن بجائے خود بھی ایک سچی کتاب ہے، اور رضائے الٰہی کا راستہ دکھانے والی بھی۔ اُوْتُوا الْعِلْمَ یعنی حقائق اشیاء کا ادراک اور کتب آسمانی کی معرفت رکھنے والے يَرَى۔ یہاں یعلم کا مرادف ہے۔ رویت کا تعلق صرف بصارت ظاہری سے نہیں۔ قلب بشری سے بھی ہے۔ اور فہم بھی اس کے مفہوم میں داخل ہے۔

صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ۔ خدائے غالب و محمود کا راستہ۔ یعنی اس کی رضا کا راستہ۔ ف۷ یہ سارا قول مشرک منکرین قیامت کا نقل ہو رہا ہے وقوع قیامت کا تو ان کے زعم میں کوئی امکان ہی نہ تھا۔ اب جب وہ یہ عقیدہ پیمبر کی زبان سے سنتے، تو پہلے تو اسے ایک عجیب و غریب خبر سمجھ کر آپس میں اس کا تذکرہ، چرچا کرتے۔ اور پھر قائل کے قول کی توجیہ لامحالہ انہیں دو شقوں سے کرتے کہ قائل یا تو دانستہ ایک بات گڑھ کر بیان کر رہا ہے، اور یا نادان فاتر العقل ہے۔ ٹھیک اسی طرح آج بھی "مستشرقین اسلام" جب قلم اُٹھاتے ہیں تو یہ تو بطور علوم متعارفہ فرض کر لیتے ہیں کہ دعوائے رسالت صحیح تو بہرحال ہو نہیں سکتا۔ اب مدعیٔ رسالت یا تو نعوذ باللہ خادع (Impostor) ہوگا اور یا نادان اور خود فریبی میں مبتلا!۔

رَجُلٍ ..... جَدِيْدٍ۔ یہ بات ایک دوسرے سے وہ حیرت و استعجاب اور تحیر و استہزا کے لہجہ میں کہتے۔ ف۸ اور اس شدید گمراہی کا اثر فی الحال یہ ہے کہ انہیں سچے بھی مفتری اور مجنون نظر آتے ہیں اور فی المآل یہ ہوگا کہ انہیں عذاب بھگتنا پڑیگا۔ (تھانویؒ) ف۹ کہ وہی اُن کے دل کو قدرت الٰہی کی عظمت کے دلائل سے لبریز کر دینے کے لئے کافی ہیں۔ جو ایسے اجرام عظیمہ کا ابتداءً پیدا کرنے والا ہے وہ کیا اجسام صغیرہ کے خلق ثانی پر قادر نہیں؟

وَلَهُ الْحَمْدُ فِي الْآخِرَةِ ۚ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ ﴿۱﴾ يَعْلَمُ

اور اسی کی حمد ہے آخرت میں اور وہی بڑا حکمت والا ہے، بڑا خبر رکھنے والا ہے[۱] وہ

مَا يَلِجُ فِي الْأَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ

(سب) جانتا ہے جو کچھ زمین کے اندر داخل ہوتا ہے اور جو کچھ اس سے نکلتا ہے، اور جو کچھ آسمان سے

السَّمَاءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيهَا ۚ وَهُوَ الرَّحِيمُ الْغَفُورُ ﴿۲﴾ وَ

اُترتا ہے اور جو کچھ اس میں چڑھتا ہے، اور بڑا رحم والا ہے، بڑا مغفرت والا ہے[۲] اور

قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَأْتِينَا السَّاعَةُ ۖ قُلْ بَلَىٰ وَرَبِّي

کافر کہتے ہیں کہ ہم پر قیامت نہ آئے گی، آپ کہہ دیجئے ضرور آئیگی (قسم ہے میرے پروردگا

لَتَأْتِيَنَّكُمْ عَالِمِ الْغَيْبِ ۖ لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ

عالم الغیب کی) وہ ضرور تم پر آئے گی اس سے کوئی ذرہ برابر بھی غائب نہیں

فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ وَلَا أَصْغَرُ مِنْ ذَٰلِكَ

آسمانوں میں اور نہ زمین میں اور نہ کوئی چیز اس سے چھوٹی

وَلَا أَكْبَرُ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ ﴿۳﴾ لِيَجْزِيَ الَّذِينَ آمَنُوا

اور نہ کوئی بڑی، مگر یہ کہ (یہ سب) کتاب مبین میں (درج) ہے[۳] (قیامت اسلئے آئیگی) تاکہ ان لوگوں کو صلہ دے

وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ۚ أُولَٰئِكَ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ﴿۴﴾

جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے ایسے لوگوں کے لئے مغفرت ہے اور عزت کی روزی[۴]

وَالَّذِينَ سَعَوْا فِي آيَاتِنَا مُعَاجِزِينَ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ

اور جو لوگ ہماری آیتوں کے باب میں کوشش کرتے رہتے ہیں ہرانے کیلئے، ایسے لوگوں کے لئے سختی کا

---

۱ وہ حکیم ایسا کہ عالم کائنات کے ذرّہ ذرّہ کو منافع و مصالح سے بھر دیا ہے۔ وہ خبیر ایسا کہ موجودات کے گہرے سے گہرے نقوش اس پر عیاں۔ لَهُ الْحَمْدُ فِي الْآخِرَةِ یعنی جس طرح آج سزاوار حمد وہ ذات اپنے تمام مظاہر تکوینی کے لحاظ سے ہے کل بُروز کامل اور انکشاف حقائق کے وقت بھی قابل حمد وہی نظر آئیگی ——— یہ بھی کہا گیا ہے کہ قابل حمد ہے وہ ذات ابتداءً یعنی ازل میں باعتبار تخلیق و ایجاد کے اور آخرت میں باعتبار ربوبیت و عطائے انعامات کے۔ لِلّٰهِ۔ لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ۔ لَهُ الْحَمْدُ تینوں میں ل اختصاص کا ہے۔

۲ رَحِيمٌ مبداء کے لحاظ سے ——— سب کو وجود میں لانے والی اس کی شانِ رحمت ہی ہے۔ غَفُورٌ منتہٰی کے لحاظ سے ——— سب کو حسنِ انجام تک پہنچانے والی اس کی شانِ غفوریت ہی ہے۔ مَا يَلِجُ فِي الْأَرْضِ۔ زمین کے اندر داخل ہونے والی چیزیں مثلاً بارش یا تخم نباتات وغیرہا۔ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا۔ زمین سے باہر نکلنے والی چیزیں مثلاً نباتات، معدنیات وغیرہا۔ مَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ۔ آسمان سے اُترنے والی چیزیں مثلاً ملائکہ، احکامِ الٰہی وغیرہا۔ مَا يَعْرُجُ فِيهَا۔ آسمان پر چڑھنے والی چیزیں مثلاً ملائکہ، اعمال انسانی، دعائیں۔ يَعْلَمُ الخ آیت نے تمام اصناف معلومیت کا احاطہ کر لیا۔ یعنی بڑی چھوٹی، یہاں وہاں کی، کوئی شے بھی اس کے علم سے باہر نہیں ——— جاہلی قوموں نے بڑی ٹھوکریں حق تعالیٰ کی صفت علم ہی کے بارہ میں کھائی ہیں۔ شاید اسی لئے اس کی وضاحت قرآن مجید نے اس کثرت کے ساتھ کی ہے۔

۳ یعنی علاوہ حق تعالیٰ کے علم ذاتی کے وہ خدائی رجسٹر میں بھی باضابطہ درج ہے کتاب مبین یعنی لوح محفوظ۔ وهو اللوح المحفوظ عند الأكثرين (روح) فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ یعنی کائنات میں کہیں بھی ہو۔ لَا أَصْغَرُ مِنْ ذَٰلِكَ وَلَا أَكْبَرُ یعنی کسی مقدار و حجم کا بھی ہو۔ بَلَىٰ وَرَبِّي۔ ایک خدا پرست کے لئے خدا کی قسم سے بڑھ کر تاکید و توثیق کی اور کون سی چیز ہو سکتی ہے۔ تَأْتِينَا کی ضمیر متکلم اور لَتَأْتِيَنَّكُمْ کی ضمیر جمع مخاطب دونوں سے مراد نوع انسانی ہے نہ کہ کوئی مخصوص قوم و قبیلہ۔ أراد بالضمير المتكلم جنس البشر قاطبة لا أنفسهم أو معاصريهم (روح)

۴ یہ بیان وقوع قیامت کی حکمت و غایت کا ہے کہ بغیر یوم حشر کے، بغیر سزا و جزا کے یہ سلسلۂ کائنات ناتمام رہ جاتا ہے۔ لِيَجْزِيَ میں ل عاقبت کا بھی ہو سکتا ہے۔ اور تعلیل کا بھی۔ لِيَجْزِيَ الَّذِينَ الخ کا ربط نحوی پچھلی آیت کے لَتَأْتِيَنَّكُمْ سے ہے۔ رِزْقٌ كَرِيمٌ۔ رزق پر حاشیہ پہلے گذر چکا ہے، کہ اس کا مفہوم بہت وسیع ہے، ہر قسم کے انعامات پر شامل۔ محض روزی اس کا بہت ناکافی ترجمہ ہے۔

۱۵۱ بعض اہلِ علم نے لکھا ہے کہ یہ آیت وعدۂ الٰہی ہے کہ تقویٰ وقول صادق پر اصلاحِ اعمال اور مغفرت ذنوب مرتب ہوگی، اور وعدۂ الٰہی میں تخلف محال ہے۔ وعدعزّ وجل بانہ یجازی علی القول السدید باصلاح الاعمال وغفران الذنوب وحسبک بذالک درجۃ ورفعۃ منزلۃ (قرطبی) انسان کی عادت اگر بات صحیح اور سچی، جچی تلی اور پکی کہنے کی پڑ جائے تو اس کی برکت سے سارے ہی اعمال زندگی درست ہو جائینگے، اور باقی جو رہ گئے، ان کی مغفرت بآسانی ہو جائیگی۔ ۱۵۲ دنیا و آخرت دونوں زندگیوں کے کامیاب دستور العمل ہی کا نام شریعتِ اسلامی ہے۔ اسے چھوڑ کر اور کسی طریق پر کامیابی کی راہ ڈھونڈنا سعیٔ بے حاصل میں پڑنا ہے۔ ۱۵۳ (ان میں بقدرِ ضرورت شعور پیدا کرکے)

لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ

اعمال قبول کرے گا اور تمہارے گناہ معاف کردے گا ۱۵۱ اور جس کسی نے اللہ اور

وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ﴿۷۱﴾ اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ

اسکے رسول کی اطاعت کی، سو وہ بڑی کامیابی کو پہنچ گیا ۱۵۲ ہم نے (یہ) امانت

عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا

آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر پیش کی ۱۵۳ سو ان سبنے انکار کیا اس سے کہ

وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا

اسے اُٹھائیں اور وہ اس سے ڈرے ۱۵۴ اور اسے انسان نے اپنے ذمہ لے لیا ۱۵۵ بیشک وہ بڑا ظالم ہے

جَهُوْلًا ﴿۷۲﴾ لِّيُعَذِّبَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَ

بڑا جاہل ہے ۱۵۶ انجام یہ ہوا کہ اللہ منافق مردوں اور عورتوں اور

الْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ وَيَتُوْبَ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ

مشرک مردوں اور عورتوں کو سزا دیگا اور ایمان والوں اور ایمان والیوں پر

وَالْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۷۳﴾ ع ۵

توجہ فرمائیگا ۱۵۷ اور اللہ بڑا مغفرت والا ہے، بڑا رحمت والا ہے ۱۵۸

سُوْرَةُ سَبَاٍ مَّكِّيَّةٌ وَّهِيَ اَرْبَعٌ وَّخَمْسُوْنَ اٰيَةً بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَسِتُّ رُكُوْعَاتٍ

سورہ سبا مکہ میں نازل ہوئی شروع اللہ نہایت مہربان بار بار رحم کرنیوالے کے نام سے اور اسکی چوّن آیتیں اور چھ رکوع ہیں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ

(ساری) حمد اللہ ہی کے لئے ہے کہ اسی کی مِلک ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے

الامانۃ۔ کے معنیٰ میں اختلاف بہت کچھ منقول ہے لیکن بیشتر اختلافات ایسے ہیں کہ ان کے درمیان تطبیق بآسانی ممکن ہے۔ مثلاً راغب ہی نے اپنی لغت میں دو مختلف معنیٰ لکھے ہیں، ایک توحید کے، دوسرے عقل کے اور ترجیح دوسرے معنی کو دی ہے۔ قیل ہی کلمۃ التوحید۔ قیل العقل وھو صحیح ۔ ۔ ۔ ۔ وبہ فضل علی کثیر ممّن خلقہ۔ لیکن جس سیاق میں لفظ امانۃ آیا ہے اس کے لحاظ سے توحید و عقل میں کوئی تضاد و تناقض نہیں۔ توحیدِ الٰہی تو اصل فریضہ ہے، اور عقل اسی توحید کی معرفت و شناخت کا آلہ و معیار، عقل و قوت امتیاز ہی کی بناء پر تو احکام الٰہی انسان پر فرض ہوتے ہیں۔ اسی امانت کا بار اُٹھا لینا ہی رحمت کا موجب ہے، اور اس کا ضائع کرنا ہی تعذیب کا سبب ہے۔ احکام کی تشبیہ امانت سے دینے سے غالباً مقصود اُن کی ادائی کا وجوب ہے۔ اور امانۃ سے مراد طاعت ہی کا ہونا اکثر اہلِ تحقیق سے منقول ہے۔ یا پھر اصول و ارکان دین۔ یعنی بالامانۃ الطاعۃ (ابن کثیر عن ابن عباس) قال مجاھد الامانۃ الفرائض وحدود الدین (معالم) وقال ابو العالیہ ما امروا بہ ونھوا عنہ (معالم) والامانۃ تعم جمیع وظائف الدین علی الصحیح من الاقوال (قرطبی) مجدّد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ کی تحقیق میں امانت سے مراد تجلی ذاتی کی استعداد و قابلیت ہے۔ جنّات عبادت سے صالح بن جاتے ہیں اور ملائکہ عصمت سے مقرب ہیں۔ مگر انوار صفات سے صعود کرکے تجلّی ذات سے یہ دونوں اصناف بھی مشرف نہیں ہو سکتے۔ اس لئے کہ تحمل نور ممکن نہیں بغیر ترکیب عنصرِ خاک کے۔ قیام انوار اجسام شفاف پر نہیں ہو سکتا۔ اس کے محل و محتمل اجسام کثیف ہی ہو سکتے ہیں۔ یہی نکتہ ہے کہ خلافت دنیوی کے قابل عنصر خاک ہی قرار پایا۔ ۱۵۴ یعنی اس کے نہ اُٹھ سکنے اور اپنے انجام سے ڈرے۔ مطلب یہ ہوا کہ انسان کے سوا باقی اور قوی سے قوی مخلوق نے اس کی ذمہ داریوں کے ڈر سے قوت، ارادہ و اختیار کے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اشفقن۔ کی صراحت سے یہ حقیقت صاف ہو گئی کہ یہ اباء و انکار کسی تمرد و شرارت سے نہ تھا، بلکہ تمامتر خشیت پر مبنی تھا۔ حسن بصریؒ سے روایت ہے کہ ساتوں آسمانوں اور عرش سے خطاب ہوا کہ تم یہ امانت اور جو کچھ اس میں ہے اٹھا لوگے؟ عرض کیا کہ اس میں کیا ہے؟ ارشاد ہوا کہ نیکی پر اجر و ثواب اور بدی پر مواخذہ و عذاب اس پر ان سبنے عذر کر دیا۔ پھر اسی طرح زمین سے پھر پہاڑوں سے خطاب و جواب ہوا (ابن کثیر) اور ابن جریج کا یہ قول نقل ہوا ہے کہ یہ معاملہ تین دن تک پیش رہا، اور سب نے بکمال خشیت عذر کیا کہ اے پروردگار! ہم تو محض تابع اور حکمبردار ہیں، ہم عذاب و ثواب نہیں چاہتے۔ (ابن کثیر) ۱۵۵ (بغیر عواقب کا پورا لحاظ کئے ہوئے) اَلْاِنْسَان سے مراد جنس انسانی ہے، جیسا کہ بعض دوسری آیتوں میں بھی الانسان اسی معنی میں آیا ہے۔ مثلاً اِنَّ الْاِنْسَانَ لَہٗ لَکَنُوْدٌ یا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَیَطْغیٰ۔ ای ھذا الجنس (روح) ۱۵۶ ظلوماً یعنی اپنی عملی زندگی میں بڑا حق ناشناس جھولاً۔ یعنی اپنی اعتقادی زندگی میں بڑا کوتاہ اندیش۔ ۱۵۷ (رحمت و مغفرت کے ساتھ) یعنی انسان کے اس انتخاب کا، اور بار امانت قبول کر لینے کا انجام یہ ہوا کہ ایک طبقہ اہلِ شرک و نفاق کا قرار پا گیا، اور ایک دوسرا طبقہ اہلِ ایمان کا، ایک اہلِ جہنم کا ایک اہلِ جنت کا۔ لیعذب میں ل عاقبت کا ہے۔ لیعذب الخ کا ربط نحوی حملھا الانسان سے ہے۔ انہ کان ظلوماً جھولاً درمیان میں بطور جملہ معترضہ آ گیا ہے۔ واللام متعلقۃ بحمل ای حملھا لیعذب العاصی ویثیب المطیع فھی لام التعلیل لان العذاب نتیجۃ حمل الامانۃ (قرطبی) ۱۵۸ (چنانچہ جو احکام کی خلاف ورزی کرکے پھر باز آجاتے ہیں، ان کے ساتھ بھی وہ معاملہ مغفرت و رحمت کا کرنے لگتا ہے)

تَكُونُ قَرِيبًا ﴿۶۳﴾ إِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ الْكٰفِرِينَ وَأَعَدَّ لَهُمْ
آلگی ہو بیشک اللہ نے کافروں کو رحمت سے دُور کر دیا ہے ۱۴۴ اور انکے لئے

سَعِيرًا ﴿۶۴﴾ خٰلِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۚ لَا يَجِدُونَ وَلِيًّا وَّ
دوزخ تیار کر دی ہے جس میں وہ ہمیشہ ہمیش رہینگے نہ کوئی یار پائیں گے اور

لَا نَصِيرًا ﴿۶۵﴾ يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُولُونَ
نہ مددگار جس روز اُن کے چہرے آگ میں اُلٹ پلٹ کئے جائینگے وہ یوں کہیں گے

يٰلَيْتَنَآ أَطَعْنَا اللّٰهَ وَأَطَعْنَا الرَّسُولَا ﴿۶۶﴾ وَقَالُوا رَبَّنَآ
کہ کاش ہم نے اللہ کی اطاعت کی ہوتی اور رسول کی اطاعت کی ہوتی، اور کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار

إِنَّآ أَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَأَضَلُّونَا السَّبِيلَا ﴿۶۷﴾ رَبَّنَآ
ہم نے اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کا کہنا مانا سو انہوں نے ہمیں راہ سے بھٹکا دیا، اے ہمارے پروردگار

آتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيرًا ﴿۶۸﴾
انہیں دُہرا عذاب دے اور ان پر بڑی ہی لعنت نازل کر ۱۴۵

ع ۸/۱۰ ۵

يٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ آذَوْا مُوسٰى
اے ایمان والو ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے موسیٰ کو ایذا پہنچائی تھی ۱۴۶

فَبَرَّأَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوا ۭ وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيهًا ﴿۶۹﴾ يٰٓأَيُّهَا
سو اللہ نے انہیں بری ثابت کر دیا ۱۴۷ اور اللہ کے نزدیک وہ بڑے معزز تھے ۱۴۸ اے

الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ﴿۷۰﴾ يُصْلِحْ
ایمان والو اللہ سے ڈرو ۱۴۹ اور راستی کی بات کہو ۱۵۰ (اللہ تمہارے

۱۴۴ یعنی رحمت خاصہ سے، دنیا و آخرت دونوں میں۔ اور اسی لعنت ہی کا اثر دنیا میں قید و قتل ہے اور آخرت میں عذاب جہنم۔ ۱۴۵ تینوں آیتوں میں یہ بتایا ہے کہ جب دوزخ میں کافر ڈالے جائینگے اور گھسیٹے جائینگے جس سے ان کے چہرے الٹ پلٹ ہونے لگیں گے، تو کمال حسرت کا اظہار اپنے اسلام نہ لانے پر کرینگے اور کمال غضب کا اپنے گمراہ کرنے والے اکابر پر۔ يٰلَيْتَنَآ ...... الرَّسُولَا۔ آخرت میں کام آنے والی شے صرف اطاعت خدا و اطاعت رسول نکلے گی، باقی ہیچ۔ مُرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ بڑوں کی مطلقاً تقلید ہرگز کوئی عذر نہیں، اور آجکل کے بدعات اختیار کرنے والے اپنے مشائخ کے رسوم سے اکثر تمسک کیا کرتے ہیں۔ ۱۴۶ طرح طرح کی تہمتیں لگا کر، بنی اسرائیل کا معاملہ اپنے سردار و پیمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ عجیب و غریب تھا۔ یہ لوگ طرح طرح انہیں چھیڑتے۔ ہر ہر طرح اُن کی نافرمانی کرتے، عجیب عجیب طرح انہیں غضب میں لاتے۔ یہاں ممکن ہے کہ اشارہ کسی خاص واقعہ کی جانب ہو، یا اسی عام مفسدانہ روش سے متعلق۔ آیت میں اشارہ نکلتا ہے ایذار رسول اللہ کی حُرمت کا، خواہ وہ ایذا براہ راست ذات رسول سے متعلق ہو یا بواسطۂ اصحاب و ازواج وغیرہ۔ مُرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ اس میں عام مسلمانوں کو بھی ممانعت ہے، جو اولیاء متقین کو ایسے اُمور کی تہمت سے تکلیف پہنچاتے رہتے ہیں جن کی ان کو خبر بھی نہیں۔ ۱۴۷ (ہر ہر الزام اور تہمت سے جو آپ پر لگاتے رہتے تھے) چنانچہ نقصان آپ کو تو کچھ نہ پہنچا، مستحق عذاب وہی تہمت لگانے والے ٹھہرے۔ ۱۴۸ چنانچہ اللہ نے اُن کی برأت ظاہر فرمادی۔ اور آج تک ان کا نام دنیا میں روشن چلا آرہا ہے) وجیھًا۔ وجیہ کے معنی عربی میں بڑے معزز، صاحب منزلت کے آتے ہیں۔ الوجیہ عند العرب العظیم القدر الرفیع المنزلۃ (قرطبی) آپ کی وجاہت آخرت میں تو انشاء اللہ دوست و دشمن سب ہی کو نظر آجائیگی۔ باقی آج یہ حال ہے کہ ساری دنیا آپ کو ایک مقنن اعظم (A. great, low, giver,) سمجھ رہی ہے اور دنیا کے تینوں کتابی مذاہب، یہودیت، اسلام، مسیحیت آپ کے پیمبر برحق ہونے پر متفق ہیں۔ ۱۴۹ یعنی زندگی کے ہر شعبہ میں خوفِ خدا کو بطور حال اپنے اُوپر طاری کر لو۔ خطاب ایمان والوں سے ہے۔ ایمان کی دولت تو انہیں حاصل ہی ہے، اب ارشاد یہ ہو رہا ہے کہ مرتبۂ تقویٰ بھی حاصل کرو۔

۱۵۰ یعنی افراط و تفریط سے الگ اور عدل و اعتدال کے مطابق بات جچی تلی اور پکی منہ سے نکالو۔ "قول سدید" تو خود بھی تقویٰ ہی کی ایک فرد ہے، خصوصیت کے ساتھ اس کے الگ بیان کرنے سے مقصود زبان کی اہمیت کو ظاہر کرنا ہے۔ جہاں تک اعضاء و جوارح کا تعلق ہے جو اہمیت مرکزیت و ہمہ جہتی زبان کو حاصل ہے، کسی اور عضو کو نصیب نہیں اور یہ اگر قابو میں آگئی تو انسان گناہوں کی کتنی بڑی تعداد سے بچ سکتا ہے۔

وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ؕ
اور (عام) ایمان والوں کی عورتوں سے کہ اپنے اوپر نیچی کر لیا کریں اپنی چادریں تھوڑی سی ۱۳۵
ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ
اس سے وہ جلد پہچان لی جایا کریں گی اور اس لئے انہیں ستایا نہ جائیگا ۱۳۶ اور اللہ تو بڑا
غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۵۹﴾ لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ
مغفرت والا ہی بڑا رحمت والا ہی، ۱۳۷ اگر منافقین اور وہ لوگ نہ باز آئے جن کے
فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ
دلوں میں روگ ہے ۱۳۸ اور جو مدینہ میں افواہیں اُڑایا کرتے ہیں ۱۳۹
لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَآ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۶۰﴾
تو ہم ضرور آپ کو ان پر مسلّط کرینگے ۱۴۰ پھر یہ لوگ آپکے پاس مدینہ میں بس تدرے قلیل رہنے پائینگے
مَّلْعُوْنِيْنَ ۚۛ اَيْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا ﴿۶۱﴾
(اور وہ بھی پھٹکار بڑے ہوئے، جہاں کہیں بھی مل گئے پکڑ لئے گئے اور اُن کے ٹکڑے اُڑا دیئے گئے ۱۴۱
سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۚ وَلَنْ تَجِدَ
اللہ کا یہی دستور رہا ہے ان لوگوں میں بھی جو (ان سے) پیشتر گذر چکے ہیں اور آپ اللہ کے
لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ﴿۶۲﴾ يَسْـَٔلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ ؕ
دستور میں ردّو بدل نہ پائینگے ۱۴۲ (یہ) لوگ آپ سے قیامت کے بارہ میں دریافت کرتے ہیں ۱۴۳
قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ
آپ کہدیجئے اس کا علم تو بس اللہ ہی کو ہے اور عجب نہیں کہ قیامت قریب ہی

موافقہ ۱۲

الربع

۱۳۵ یعنی جب ضرورۃً باہر نکلنا ہو، تو اپنی چادریں اپنے اُوپر سروں سے ذرا لٹکا لیا کریں، تاکہ چہرہ کے اطراف تو خوب ڈھک جائیں اور خود چہرہ کی ٹکیا بھی ایک حد تک۔ ہمارے ملک میں اسی کو گھونگھٹ نکالنا کہتے ہیں۔ تجربہ سے معلوم ہوا ہے کہ محل فتنہ پورا چہرہ مع اطراف وجوانب کے ہے نہ یہ کہ ملحقات چہرہ کو چھپا کر صرف چہرہ کی ٹکیا کھلی رہنے دی جائے، کوئی عضو بجائے خود کیسا ہی حسین ہو، دوسروں کو متاثر جب ہی کر سکتا ہے جب وہ اپنے حسن تناسب کو ظاہر کر رہا ہو اور اس حُسن تناسب کا اظہار جبھی ممکن ہے جب اس عضو کے ملحقات بھی کھلے ہوں۔ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ۔ جلابیب جمع ہے جلباب کی اور جلباب بڑی چادر کو کہتے ہیں، جو سارے جسم کے ڈھانپنے کے کام آجائے۔ وھو ثوب اکبر من الخمار والصحیح انہ ثوب یستر جمیع البدن (قرطبی) اس قسم کے سارے احکام کا ماحصل عورت کے حجاب کامل کی تاکید ہے، بخلاف جاہلی تہذیبوں کے جہاں عورت کی نیم برہنگی ہی فیشن میں داخل رہی ہے اور آج بھی ہے۔ مفسّرین نے آیت کے ذیل میں ایک حدیث نقل کی ہے کہ حضرت عائشہؓ کی خدمت میں قبیلہ بنو تمیم کی کچھ بیبیاں حاضر ہوئیں جو لباس بہت باریک پہنے ہوئے تھیں۔ حضرت صدیقہؓ نے انہیں ڈانٹا، کہ کیسی مسلمان ہو، جو یہ نامسلموں کا لباس پہنے ہوئے ہو۔ ودخل نسوۃ من بنی تمیم علی عائشۃ علیھن ثیاب رقاق فقالت عائشۃ ان کنتن مؤمنات فلیس ھذا بلباس المؤمنات (قرطبی)

۱۳۶ یعنی اس شریفانہ لباس سے ہر شخص کو اوّل نظر میں معلوم ہو جائیگا کہ یہ شریف عزّت دار بیبیاں ہیں، بے حیا نہیں ہیں اور اس لئے ان سے چھیڑ چھاڑ کی جرأت راہ چلتے ہوئے بدمعاشوں کو نہ ہوگی۔ عورت کی عصمت کے تحفظ میں بڑا دخل اس کی وضع ولباس کے وقار کو ہے جو عورت اپنی وضع قطع وپوشش سے آوارہ معلوم ہوتی ہے اسے دیکھ کر محض لفنگوں اور بدمعاشوں ہی کے نہیں، بلکہ دوسروں کی طبیعتوں میں بھی گدگدی پیدا ہوتی ہے، بخلاف اس کے جس عورت کی وضع وقطع، چال ڈھال سنجیدہ، حیادارانہ وشریفانہ ہے اور وہ اپنا رکھ رکھاؤ قائم کئے ہوئے ہے اسے چھیڑنے کی ہمت بدمعاشوں کو بھی مشکل ہی سے ہوتی ہے۔ فقہاء نے آیت سے نکالا ہے کہ جوان عورت پر نامحرموں سے اپنے چہرہ کا پردہ واجب ہے، اور یہ بھی واجب ہے کہ جب باہر نکلے تو پردہ کا اہتمام کرکے۔ وفی ھذہ الآیۃ دلالۃ علی ان المرأۃ الشابۃ مامورۃ بستر وجھھا عن الاجنبیین واظھار الستر والعفاف عند الخروج لئلا یطمع اھل الریب فیھا (جصاص)

۱۳۷ (جو خواہ مخواہ اور بہت سختی سے گرفتیں نہیں کرتا رہتا) چنانچہ اس سر اور چہرہ کے ڈھانپنے کے حکم میں اگر بلا قصد کچھ کمی یا بے احتیاطی رہ جائے گی تو اسے معاف کر دیگا۔

۱۳۸ (روگ آوارگی کا، یا تاک جھانک کا) ... وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ۔ مرض سے مراد ایمان کی کمزوری ہے۔ وھو ضعف الیقین (جصاص) وھم قوم کان فیھم ضعف ایمان وقلۃ ثبات علیہ (رح) یہ وہ لوگ تھے جو مسلم کنیزوں سے راستہ اور گلی میں چھیڑ چھاڑ کیا کرتے تھے۔ اور کبھی کبھی ان کے شبہ میں، مسلم معزز وشریف عورتوں سے بھی۔

۱۳۹ چھوٹی چھوٹی اور پریشان کرنے والی۔ مثلاً یہ کہ فلاں غنیم چڑھائی کرنے کو ہے ——— آج کل کی اصطلاح میں، مسلم اسٹیٹ کو جنگ اعصابی میں مبتلا کرنے والے ——— یہ لوگ اپنے اس پراپیگنڈا سے مسلمانوں پر اہل کفر کی دہشت اور رُعب خواہ مخواہ طاری کرتے رہتے تھے۔ واخبرون ممن لا بصیرۃ لہ فی الدین یرجفون باجتماع الکفار والمشرکین وتعاضدھم ومسیرھم الی المؤمنین فیعظمون شان الکفار بذالک عندھم ویخوفونھم (جصاص)

۱۴۰ (کہ آپ ایسے نالائقوں سے اپنے شہر کو پاک کر کے رہیں) آیت کے اس ٹکڑے سے صاف ظاہر ہے کہ مسلم کنیزوں اور باندیوں سے بھی چھیڑ چھاڑ ایسی چیز نہ تھی، جسے گوارا کر لیا گیا تھا، یا جس کا انتظام نظر انداز ہو گیا تھا۔ لَئِنْ ...... بِهِمْ۔ فقہاء نے کہا ہے کہ مؤمنین کے درمیان وحشتناک افواہیں اور مؤمنین کو تکلیف پہنچانے والی خبریں پھیلانا اس کا مستوجب ہے کہ اس کا مرتکب سزا پائے اور شہر بدر کیا جائے۔ جبتک کہ اس سے توبہ نہ کرے۔ وفی ھذہ الآیۃ دلالۃ علی ان الارجاف بالمؤمنین والاشاعۃ بما یغمھم ویؤذیھم یستحق بہ التعزیر والنفی اذا اصر علیہ ولم ینتہ عنہ (جصاص)

۱۴۱ نفاق کی حقیقت بھی کفر ہی ہے، اس پر صرف پردہ اسلام کا پڑا ہوتا ہے۔ اس لئے منافقوں کے ساتھ معاملہ اصلاً وہی ہونا چاہیئے تھا جو کافروں کے ساتھ ہوتا ہے۔ پناہ تو صرف اظہار اسلام کی بنا پر حاصل رہتی ہے۔ جب علانیہ مخالفتیں کرنے لگے تو یہ مانع بھی اُٹھ گیا۔ اور اُن کے ساتھ معاملہ وہی ہوگا جو کفر کا مقتضائے اصلی ہے یعنی اخراج، قید، قتل سب جائز۔ (تھانویؒ ملخصًا) اِلَّا قَلِيْلًا۔ قدرے قلیل یعنی جب ان کے اخراج کا حکم ہوگا، تو اس کے لئے ایک مُدّت بھی معین ہو جائیگی۔ اتنی مُدّت کے لئے بسبب معاہدہ کے مامون رہینگے۔ اس کے بعد جہاں ملینگے، قید وقتل کی اجازت ہوگی (تھانویؒ ملخصًا)

۱۴۲ یعنی باغیوں، غداروں کے ساتھ یہی معاملت قدیم آسمانی شریعتوں میں بھی رہی ہے۔ آپ کو کوئی نیا حکم نہیں مل رہا ہے۔ ملاحظہ ہو حاشیہ تفسیر انگریزی۔

۱۴۳ (کہ کب آئیگی) وقت قیامت سے متعلق یہ سوال، براہِ طنز واعتراض منکروں کی زبان سے ہو رہا تھا۔

۱۳۱ (اس لئے ان تمام احکام کی نگہداشت لازمی ہے) اُوپر ازواجِ رسُولؐ کے حجاب کا حکم مذکور ہوچکا۔ اب بیان یہ ہوا کہ فلاں فلاں کے سامنے، بلا حجاب آجا نا درست ہے لیکن حصر اُن میں مقصود نہیں۔ محرموں کا ذکر سورۃ النور (۱۸پ) میں بھی آچکا ہے۔ ۱۳۲ اللہ کا رحمت بھیجنا تو ظاہر ہی ہے۔ بندوں یعنی فرشتوں اور انسانوں کی صلوٰۃ بھیجنے کے معنی یہ ہیں کہ انہیں حکم مل رہا ہے کہ رسُول پر اس رحمت خاص کی دعا کرتے، اور اسے اُن کے حق میں طلب کرتے رہیں۔ اسی کو ہماری زبان میں درود بھیجنا کہتے ہیں۔ الصلوٰۃ من اللہ ھی الرحمۃ ومن العباد الدعاء (جصاص) الصلوٰۃ

وَلَآ اَبْنَآءِ اِخْوَانِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآءِ اَخَوٰتِهِنَّ وَلَا نِسَآئِهِنَّ

اور اپنے بھتیجوں کے اور اپنے بھانجوں کے اور اپنی (شریک دین) عورتوں کے

وَلَا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ ۚ وَاتَّقِيْنَ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

اور نہ اپنی باندیوں کے اور اللہ سے ڈرتی رہو بیشک اللہ

كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ﴿۵۵﴾ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ

ہر چیز پر حاضر ناظر ہے ۱۳۱ بیشک اللہ اور اس کے فرشتے

يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا

نبی پر رحمت بھیجتے ہیں اے ایمان والو تم بھی

عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۵۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ

آپ پر رحمت بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو ۱۳۲ بیشک جو لوگ اللہ اور اس کے رسُول کو

وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ

ایذا پہنچاتے رہتے ہیں ۱۳۳ ان پر اللہ لعنت کرتا ہے دنیا اور آخرت میں اور ان کے لئے

لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿۵۷﴾ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ

عذاب ذلیل کرنے والا تیار کر رکھا ہے اور جو لوگ ایذا پہنچاتے رہتے ہیں ایمان والوں کو

وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا

اور ایمان والیوں کو بدون اس کے کہ انہوں نے کچھ کیا ہو، تو وہ لوگ بہتان اور صریح گناہ کا

وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿۵۸﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ ع ۷ ۶ ۴

بار اپنے اُوپر لیتے ہیں ۱۳۴ اے نبی آپ کہد یجیے اپنی بیویوں اور بیٹیوں

مِنَ اللہ رحمۃ ورضوانہ ومن الملٰئکۃ الدعاء والاستغفار ومن الامۃ الدعاء والتعظیم لامرہ (قرطبی) یصلّون۔ صلوٰۃ سے یہاں مراد رحمت عام نہیں، رحمت خاص ہے، نبی کے شایان شان۔ یا ...... تسلیماً۔ مومنین کو ذات رسالت کے ساتھ اس طریقہ پر جو ربط پیدا ہوسکتا ہے وہ بالکل ظاہر ہے۔ اور خود رسول اللہ صلعم کے مراتب عالیہ میں بھی ان دعاؤں سے ترقی و اضافہ ممکن ہے۔ "آپؐ پر سلام بھیجنے کے معنی مجموعہ دو امر کا ہے۔ ایک دعاء ہے سلامت عن الآفات کی۔ دوسرے ثناء ہے جو اس دعاء کے لئے لازم ہے۔ کیونکہ عرفاً یہ صیغہ مخصوص مستحق ثناء ہی کے لئے ہے پس حالت حیات میں تو دونوں کا تحقق ہوسکتا ہے، اور بعد وفات مجرد معنی ثانی رہ جاتے ہیں"۔ (تھانویؒ) "چونکہ اس مقام کے مطالعہ کے وقت احتمال ہے کہ شاید ناظرین کو قصداً صلوٰۃ وسلام سے ذہول ہوجائے اس لئے ایک مختصر صیغہ عبارت میں لکھد ینا بھی مناسب ہے کہ لکھا ہوا تو ضرور ہی پڑھینگے۔ اللّٰھم صل علٰی سیدنا ومولانا محمد وعلٰی اٰل سیدنا ومولانا محمد وبارک وسلم" (تھانویؒ)

درود کے واجب ہونے پر تو ہر مذہب کے فقہاء کا اتفاق ہے لیکن فقہاء حنفیہ اور بعض دوسرے ائمہ کی رائے ہے کہ عمر میں ایک بار بھی اگر پڑھ دیا تو فرض ادا ہوگیا۔ قد تضمن الامر بالصلوٰۃ علی النبی صلعم وظاھرہ یقتضی الوجوب وھو فرض عندنا فمتٰی فعلھا الانسان مرۃ واحدۃ فی صلاۃ او غیر صلاۃ فقد ادّٰی فرضہ وھو مثل کلمۃ التوحید والتصدیق بالنبی صلعم متٰی فعلہ الانسان مرۃ واحدۃ فی عمرہ فقد ادّٰی فرضہ (جصاص) لاخلاف للعلماء فی ان ھذا الامر للوجوب وانما الخلاف فی اوقاتہ واعدادہ فعند مالک والطحاوی یجب فی العمر مرۃ والباقی مندوب (احمدی) ولاخلاف فی ان الصلاۃ علیہ فرض فی العمر مرۃ (قرطبی)

عَلَى النَّبِيِّ۔ محققین نے کہا ہے کہ بجائے اسم ذات محمدؐ لانے کے، جیسا کہ قرآن کا عام دستور حضرات انبیاء کے معاملہ میں ہے۔ اسم صفت النبی لانا آپؐ کے مزید اعزاز و اکرام کے لئے ہے۔ وعبر بالنبی دون اسمہ صلعم علٰی خلاف الغالب فی حکایتہ تعالٰی عن انبیائہ علیھم السلام اشعاراً بما اختص بہ صلعم من مزید الفخامۃ والکرامۃ وعلو القدر (روح) ۱۳۳ (قصداً) ظاہر ہے کہ قصد کے ساتھ رسُول کو ایذاء پہنچانا صرف کافروں اور منافقوں کا کام ہوسکتا ہے۔ چنانچہ آگے وعیدیں انہیں کے حق میں ہیں۔ جو مسلمان اپنی سادہ لوحی اور بے خیالی سے بلا ارادہ ایذاء رسُول کا سبب بن جاتے تھے ان کا ذکر اُوپر گذر چکا۔ اَللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ایذاء رسُول کے ساتھ ایذاء الٰہی کو ضم کردینا ایذاء رسُول کی اہمیّت و اشدیت کے اظہار کے لئے ہے۔ اللہ کو ایذاء پہنچانا یہی ہے کہ اس کی مرضیات کے خلاف عمل کئے جائیں ——— یا یوں کہا جائے کہ مقصود کلام ایذاء رسول ہے اور اللہ کے نام کے ساتھ عطف رسُول کے اعزاز و اکرام کے لئے ہے۔ ای یؤذون رسول اللہ وذکر اسم اللہ للتشریف (مدارک) او عبر بایذاء اللہ ورسولہ عن فعل ما لا یرضی بہ اللہ ورسولہ کالکفر (مدارک) ۱۳۴ مسلمانوں کو اخلاق و اعلٰی معاشرت کی تعلیم مل رہی ہے۔ بغیر ما اکتسبوا۔ یعنی بغیر اس کے کہ انہوں نے کوئی ایسی بات کی ہو جس سے سزا و ملامت کے واقعی مستحق ہوجائیں۔ اس قید کے لگ جانے سے تادیب و سیاست حسب قواعد شرعی کا جواز نکل آیا۔

فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانتَشِرُوا وَلَا مُسْتَأْنِسِينَ لِحَدِيثٍ ۚ

پھر جب کھانا کھا چکو تو اُٹھ کر چلے جایا کرو، اور باتوں میں جی لگا کر مت بیٹھے رہا کرو اس بات سے

إِنَّ ذَٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيِي مِنكُمْ ۖ وَ

نبی کو ناگواری ہوتی ہے سو وہ تمہارا لحاظ کرتے ہیں ف۱۲۳ اور

اللَّهُ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ ۚ وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا

اللہ صاف بات کہنے سے (کسی کا) لحاظ نہیں کرتا ف۱۲۴ اور جب تم اُن (رسول کی ازواج) سے کوئی چیز

فَاسْأَلُوهُنَّ مِن وَرَاءِ حِجَابٍ ۚ ذَٰلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ

مانگو تو ان سے پردہ کے باہر سے مانگا کرو ف۱۲۵ یہ تمہارے اور اُن کے دلوں کے پاک

وَقُلُوبِهِنَّ ۚ وَمَا كَانَ لَكُمْ أَن تُؤْذُوا رَسُولَ اللَّهِ

رہنے کا عمدہ ذریعہ ہے ف۱۲۶ اور تمہیں جائز نہیں کہ تم رسول اللہ کو کسی طرح بھی) تکلیف پہنچاؤ ف۱۲۷

وَلَا أَن تَنكِحُوا أَزْوَاجَهُ مِن بَعْدِهِ أَبَدًا ۚ إِنَّ

اور نہ یہ کہ آپ ؐ کے بعد آپ کی بیویوں سے کبھی بھی نکاح کرو ف۱۲۸ بیشک

ذَٰلِكُمْ كَانَ عِندَ اللَّهِ عَظِيمًا ﴿۵۳﴾ إِن تُبْدُوا شَيْئًا أَوْ

یہ اللہ کے نزدیک بہت بڑی بات ہے ف۱۲۹ اگر تم کسی چیز کو ظاہر کرو گے یا

تُخْفُوهُ فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ﴿۵۴﴾ لَا جُنَاحَ

اسے (دل میں) پوشیدہ رکھو گے، تو اللہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے ف۱۳۰ اُن (رسول کی ازواج) پر

عَلَيْهِنَّ فِي آبَائِهِنَّ وَلَا أَبْنَائِهِنَّ وَلَا إِخْوَانِهِنَّ

کوئی گناہ نہیں (سامنے آنے میں) اپنے باپوں کے، اپنے بیٹوں کے اور اپنے بھائیوں کے

ف۱۲۳ (اس لئے صاف صاف نہیں کہتے) آیت سے رسول اللہ ؐ کا کمال ذی مروّت ہونا ظاہر ہی، اُمّتی ظاہر ہے کہ سب آپ ؐ سے چھوٹے اور کتنا چھوٹے تھے۔ ان تک کا آپ ؐ اتنا لحاظ فرماتے رہتے تھے۔ ف۱۲۴ (اس لئے تم سے صاف صاف کہا جارہا ہے) اس سے یہ شبہ نہ گذرے کہ رسول اللہ صلعم کو کبھی اعلان حق سے مروت مانع ہو جاتی تھی۔ "اصل یہ ہے کہ جس حق کا اظہار واجب ہے، وہ حق للہ ہے اور جس سے آپ کا استحیاء واقع ہوا وہ حق للنفس تھا کہ اپنے اوپر کلفت اُٹھائی۔ اس سے حکم شرعی کا اخفاء لازم نہیں آتا کہ منشا وسوسہ ہو" (تھانوی)۔ ف۱۲۵ یعنی اتنا پردہ تو ضرورت کے وقت بھی رہنا چاہئے، اور بلا ضرورت تو اس کا اہتمام اور اشد ہے۔ المرأة كلها عورة بدنها وصوتها كما تقدم فلا يجوز كشف ذلك الا لحاجة كالشهادة عليها او داء يكون ببدنها او سؤالها عما يعرض وتعين عندها (قرطبی) یہ حکم بھی ازواج مطہرات کے ساتھ مخصوص نہیں۔ حجاب ہر نامحرم سے لازم ہے۔ يدخل في ذلك جميع النساء بالمعنى (قرطبی) ف۱۲۶ (جیسا کہ اب تک بھی جانبین کے دل پاک رہے ہیں) لفظ اطہر سے یہ نکتہ بھی نکالا گیا ہے کہ نفس طہارت تو تقویٰ ہی سے پیدا ہو جاتی ہے لیکن طہارت مزید یعنی خطرات قلب بھی دور ہو جائیں اس کا ذریعہ نامحرموں سے حجاب ہے۔ ف۱۲۷ کوئی مسلمان دانستہ وارادۃً تو ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلعم کے قلب مبارک کو ایذا پہنچانے کا خیال بھی نہیں لا سکتا۔ حکم سے مراد یہ ہے کہ اس کا اہتمام خاص رکھو، یہ نہ ہو کہ اپنی بے خیالی، بے توجہی، کم غوری کی بناء پر اپنے کسی قول و فعل سے رسول اللہ صلعم کے حق میں ناگواری وگرانی کے باعث بن جاؤ۔ ف۱۲۸ (کہ یہ بھی ایک فرد اسی نادانستہ ایذاء رسول کی ہے اور اس ممانعت میں رسول کے کمال شرف و احترام کا اظہار ہے) ف۱۲۹ (کہ تم اپنی ماؤں، اُمت کی ماؤں سے متعلق ایسا خیال بھی دل میں لاؤ) ف۱۳۰ (اور ہر شخص سے اپنے اسی علم محیط و کامل کے مطابق معاملہ کریگا) یہاں چیزوں کے ابداء و اخفاء دونوں کا تعلق ایذاء رسول سے ہے یعنی کوئی بھی ایسی چیز کرو گے جس سے رسول اللہ کو اذیت ہو تو خواہ اسے کھلم کھلا کرو، خواہ پوشیدہ رکھو، حق تعالیٰ کو بہرحال اس کی اطلاع رہے گی۔

[...] چاہیں تو باری نہ دیں اور اپنے سے الگ رکھیں۔ اور جس کو جتنی مدت تک چاہیں، باری دیتے رہیں اور اپنے پاس ہی رکھیں۔ یہ آپؐ ہی کی صوابدید و مصلحت پر ہے۔ اس باب میں آپ پر وہ پابندیاں نہیں، جو عام اُمت پر ہیں۔ ھٰذہ الآیۃ تدل علی ان القسم بینھن لم یکن واجبا علی النبی صلعم وانہ کان مخیرا فی القسم لمن شاء منھن وترک من شاء منھن (جصاص) منھن ضمیر ظاہر ہے کہ ازواج مطہرات کی جانب ہے ذکر انہیں کا ہو رہا ہے۔ ۱۱۷ آیت کا مطلب یہ ہوا کہ آپ پر ادائے حقوق زوجیت کے باب میں وہ متعدد پابندیاں عائد نہیں جو عام مسلمین کے لئے ہیں۔ اور بیویوں کو بہت سے معاملات میں آپؐ پر کوئی دعوے یا حق ہی نہیں، یہ محض آپ کی خوشی و مصلحت پر ہے کہ آپ فلاں فلاں اُموُر میں ان کی دلجوئی و رعایت کرتے رہیں تو جب ازواج مطہرات کا استحقاق ہی باقی نہ رہا تو قدرۃً انہیں رنج بھی بہت کم ہوگا۔ عموماً و عادتاً تو رنج کی بنیاد یہی استحقاق ہی ہوتا ہے ——— جب یہ معلوم ہو گیا کہ یہ انتظامات حق تعالیٰ ہی کی جانب سے ہیں، تو اب بجائے رنج کے تعمیل احکام میں اور مسرت ہوگی لانھن اذا علمن ان ھذا التفویض من عند اللہ اطمأنت نفوسھن وذھب التغایر وحصل الرضا (مدارک) ذٰلِکَ۔ یعنی یہی انتظامی سہولتیں اور رعایتیں جو آپؐ کے حق میں اُوپر مذکور ہوئیں یا یہ کہ آپؐ کی مرضی پر چھوڑ دینے کا حکم۔ لاجل التفویض الی مشیتک (مدارک) ——— ۱۱۸ وہ اپنے علم کامل سے ہر ایک کی بدگمانیوں اور گستاخانہ خیالات پر بھی مطلع ہے جس کی جب چاہے گرفت کرے، لیکن اپنے کمال حلم سے فوراً گرفت نہیں کرتا۔ سب کو موقع و مہلت دے رہا ہے۔

اِلَیۡکَ مَنۡ تَشَآءُ ؕ وَمَنِ ابۡتَغَیۡتَ مِمَّنۡ عَزَلۡتَ فَلَا جُنَاحَ

جسکو چاہیں اپنے نزدیک رکھیں ۱۱۶ اور جن کو آپ نے الگ کر رکھا تھا ان میں سے کسی کو پھر طلب کرلیں جب بھی

عَلَیۡکَ ؕ ذٰلِکَ اَدۡنٰۤی اَنۡ تَقَرَّ اَعۡیُنُہُنَّ وَلَا یَحۡزَنَّ وَ

آپ پر کوئی گناہ نہیں، اس انتظام میں زیادہ توقع ہے اس کی کہ انکی آنکھیں ٹھنڈی رہینگی اور آزردہ نہ ہونگی اور

یَرۡضَیۡنَ بِمَاۤ اٰتَیۡتَہُنَّ کُلُّہُنَّ ؕ وَاللّٰہُ یَعۡلَمُ مَا فِیۡ

اس پر راضی رہینگی جو کچھ آپ انہیں دیدینگے ۱۱۷ اور اللہ خوب جانتا ہے اسے جو کچھ

قُلُوۡبِکُمۡ ؕ وَکَانَ اللّٰہُ عَلِیۡمًا حَلِیۡمًا ﴿۵۱﴾ لَا یَحِلُّ لَکَ

تمہارے دلوں میں ہے اور اللہ بڑا علم والا ہے، بڑا حلم والا ہے ۱۱۸ ان عورتوں کے بعد آپکے لئے

النِّسَآءُ مِنۡۢ بَعۡدُ وَلَاۤ اَنۡ تَبَدَّلَ بِہِنَّ مِنۡ اَزۡوَاجٍ

کوئی جائز نہیں ۱۱۹ اور نہ یہی کہ آپ ان بیویوں کی جگہ دوسری کرلیں ۱۲۰

وَّلَوۡ اَعۡجَبَکَ حُسۡنُہُنَّ اِلَّا مَا مَلَکَتۡ یَمِیۡنُکَ ؕ وَکَانَ

چاہے آپ کو اُن کا حسن بھلا ہی لگے مگر ہاں بجز اُن کے کہ جو آپ کی باندیاں ہیں، اور

اللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ رَّقِیۡبًا ﴿۵۲﴾ یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا

اللہ ہر شے کا (پورا) نگراں ہے ۱۲۱ اے ایمان والو

لَا تَدۡخُلُوۡا بُیُوۡتَ النَّبِیِّ اِلَّاۤ اَنۡ یُّؤۡذَنَ لَکُمۡ اِلٰی

نبی کے گھروں میں مت جایا کرو بجز اُس وقت کے جب تمہیں کھانے کیلئے (آنیکی)

طَعَامٍ غَیۡرَ نٰظِرِیۡنَ اِنٰىہُ ۙ وَلٰکِنۡ اِذَا دُعِیۡتُمۡ فَادۡخُلُوۡا

اجازت دی جائے (اور جب بھی) ایسے طور پر کہ اسکی تیاری کے منتظر نہ رہو، البتہ جب تمکو بلایا جائے تب جایا کرو ۱۲۲

ع ۶

۱۱۹ (چنانچہ اہل قرابت میں سے غیر مہاجر بیویاں حلال نہیں، اور دوسری عورتوں میں سے غیر مؤمنات حلال نہیں) مِنۡۢ بَعۡدُ۔ یعنی ان بیویوں کے علاوہ جن کے اوصاف ابھی بیان ہو چکے۔ قال عکرمۃ والضحاک معنی الآیۃ لا یحل لک النساء الا اللاتی احللنا لک بالصفۃ التی تقدم ذکرھا (معالم) ای من بعد الاصناف التی سمیت قالہ ابی بن کعب وعکرمۃ وابو رزین وھو اختیار محمد بن جریر (قرطبی) ۱۲۰ "اس طرح سے کہ ان میں سے کسی کو طلاق دے دیں اور بجائے ان کے دوسری کر لیں، اور یوں بدون ان کے طلاق دیئے ہوئے اگر کسی سے نکاح کر لیں تو اس کی ممانعت نہیں۔ اسی طرح اگر بلا قصد تبدل کسی کو طلاق دیں تو اس کی بھی ممانعت ثابت نہیں۔ بلکہ لفظ تبدّل اس مجموعہ کی ممانعت پر دال ہے، پس یہ تبدل ممنوع ہے۔" (تھانویؒ) عرب میں ایک دستور یہ بھی تھا کہ شوہر شوہر اپنی بیویوں کا تبادلہ آپس میں کر لیا کرتے تھے۔ چنانچہ بعض مفسرین نے آیت کے تحت میں اس رواج جاہلیت کا بھی ذکر کیا ہے۔ کانت العرب فی الجاھلیۃ یتبادلون بازواجھم یقول الرجل للرجل بادلنی بامرأتک وابادلک بامرأتی (معالم) قال ابن زید ھذا شیء کانت العرب تفعلہ یقول احدھم خذ زوجتی واعطنی زوجتک (قرطبی) ۱۲۱ (تو اس کو اس کی بھی پوری خبر رہتی ہے کہ کون کس کو کس نظر سے دیکھتا ہے، اور اس سے تاثیر میں قصد و اختیار کو کتنا دخل ہے) اِلَّا مَا مَلَکَتۡ یَمِیۡنُکَ۔ اس استثناء نے باندیوں میں تبدّل کو رسول اللہ صلعم کے لئے جائز کر دیا۔ وَلَوۡ اَعۡجَبَکَ حُسۡنُہُنَّ۔ قرآن مجید نے اوّل تو اسے محض بطور احتمال فرض کیا ہے۔ اور احتمالات اس سے کہیں بڑھ بڑھ کر بھی فرض کئے جا سکتے ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید نے فرض کئے بھی ہیں، لیکن اگر تحقق واقعۃً بھی کبھی ہو جاتا جب بھی محض اتنے میں کہ کسی نامحرم کے چہرہ پر نظر پڑ گئی، اور اس چہرہ کی زیبائی ادراک میں بھی آگئی کوئی قباحت شرعی نہیں۔ یہ تو ایک امر غیر اختیاری ہوا۔ مذموم جو کچھ ہے وہ بالقصد نظر کرنا اور بالقصد اس سے لذّت حاصل کرنا ہے۔ فقہاء نے آیت سے یہ بھی نکالا ہے کہ نامحرم کے چہرہ پر نظر کرنی جائز ہے۔ جبکہ اس سے یہ تاثر حسن نہ پیدا ہوتا ہو۔ یدل علی جواز النظر الی وجہ المرأۃ الاجنبیۃ اذ لا یعجبہ حسنھا (جصاص) فقہاء نے آیت سے یہ بھی نکالا ہے کہ جس عورت سے شادی کا ارادہ ہو اس کا دیکھنا جائز ہے۔ فی ھذہ الآیۃ دلیل علی جواز ان ینظر الرجل الی من یرید زواجھا (قرطبی) اور بعض نے اجازت سے بڑھ کر اس کو ارشاد کے معنی میں لیا ہے۔ الامر بالنظر الی المخطوبۃ انما ھو علی جھۃ الارشاد الی المصلحۃ (قرطبی) ۱۲۲ مطلب یہ ہے کہ اوّل تو بے دعوت جاؤ مت، اور دعوت پر جاؤ جب بھی اتنا قبل سے مت پہنچ جاؤ۔ بعض لوگ خدمت رسولؐ میں کھانا کھانے کے لئے جاتے اور بہت قبل سے جا کر بیٹھ جاتے اور کھانے کے انتظار میں بیٹھے رہتے۔ آپؐ مروّت کی بنا پر زبان سے تو کچھ نہ فرماتے، لیکن طبعاً گرانی ضرور ہی محسوس فرماتے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ تہذیب مجلسی و آئین منزلی شریعت اسلامی کے اہم مقاصد میں سے ہے، قرآن کو اس باب میں ہدایات دینا ضرور تھا۔ فقہاء نے تصریح کر دی ہے کہ گو نزول آیت آداب نبوی میں سے ہے مگر حکم عام ہے۔ وھذا الحکم وان نزل خاصا فی النبی صلعم وازواجہ فالمعنی عام فیہ وفی غیرہ (جصاص) "یہ بتصریح علماء سرکار نبوی کے ساتھ خاص نہیں۔ یعنی اس قسم کی جو بات کسی کو گراں و ناگوار ہو وہ ناجائز ہے۔" (تھانویؒ) اِلَّاۤ اَنۡ یُّؤۡذَنَ لَکُمۡ۔ گھر میں کسی کے بھی بے اذن نہ جانا چاہیئے، اور آستانہ نبوی پر اذن کی اہمیت تو بدرجۂ اولیٰ ہے۔ کسی کے کھانے میں نظر لگانا اور بے بلائے دعوت میں طفیلی بن کر جانا جائز نہیں۔ اسی طرح کسی کے گھر میں بے ضرورت اور خلاف اذن دیر تک بیٹھے رہنا جائز نہیں۔ حقوق جس طرح مہمان کے ہیں، میزبان کے بھی ہیں۔ کسی مہمان کو یہ حق نہیں کہ اپنے کسی قول و فعل سے صاحب خانہ کو ایذا پہنچائے۔ بُیُوۡتَ النَّبِیِّ۔ بیوت کی اضافت نبی کی جانب کی گئی ہے، حالانکہ چند ہی آیتیں قبل واذکرن ما یتلی فی بیوتکن میں بیوت کی اضافت ازواج نبیؐ کی جانب کی گئی تھی۔ دونوں اضافتیں اپنی اپنی جگہ صحیح ہیں۔ وہ گھر رسول اللہ کے بھی تھے۔ اس معنی میں کہ آپ ہی ان گھروں کے مالک تھے۔ اور وہ گھر بیوی صاحبوں کے بھی تھے۔ اس معنی میں کہ مسکن انہیں کے تھے۔ اضافۃ البیوت الی النبی اضافۃ ملک واضافتھا الی الازواج اضافۃ محل (ابن عربی) بدلیل انہ جعل فیھا الاذن للنبی صلعم والاذن انما یکون للمالک (قرطبی) اس سے قطع نظر ایک فرق کھلا ہوا ہے۔ وہاں مقصود تو ازواج کرام کو ان کے مسکنوں کے شرف و احترام کی یاد دہانی تھی اس لئے رسولؐ کے گھر کو ان بیویوں ہی کا گھر کہنا مناسب و موزوں تھا۔ اس کے برعکس یہاں لوگ جس گھر میں جمع ہو رہے تھے وہ رسول ہی کے گھر کی حیثیت سے جمع ہو رہے تھے اس لئے یہاں رسول ہی کا گھر کہنا مناسب تھا۔ نٰظِرِیۡنَ اِنٰىہُ۔ اِنٰی۔ کے معنی وقت کے ہیں، اور ناظر وہ ہے جس کا دل کھانے کی طرف لگا رہے۔ معناہ غیر منتظرین وقتہ والناظر ھو المنتظر والانی ھو الوقت (ابن جریر)

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِيْۤ اٰتَيْتَ
اے نبی ہم نے آپ کے لئے آپ کی (یہ) بیویاں حلال کی ہیں جن کو آپ ان کے مہر
اُجُوْرَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ مِمَّاۤ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ
دے چکے ہیں ۱۰۷ اور وہ عورتیں بھی جو آپ کی مِلک میں ہیں جنہیں اللہ نے آپ کو غنیمت میں دلوایا ہے ۱۰۸
وَبَنٰتِ عَمِّكَ وَبَنٰتِ عَمّٰتِكَ وَبَنٰتِ خَالِكَ وَ
اور آپکے چچا کی بیٹیاں اور آپ کی پھوپھیوں کی بیٹیاں ۱۰۹ اور آپکے ماموں کی بیٹیاں اور
بَنٰتِ خٰلٰتِكَ الّٰتِيْ هَاجَرْنَ مَعَكَ ۡ وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً
آپ کی خالاؤں کی بیٹیاں ۱۱۰ جنہوں نے آپ کے ساتھ ہجرت کی ۱۱۱ اور اس مسلمان عورت کو
اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اَنْ
(بھی) جو (بلا عوض) اپنے کو نبی کو دے دے ۱۱۲ بشرطیکہ نبی (بھی) اسے نکاح میں لانا
يَّسْتَنْكِحَهَا ۗ خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ
چاہیں (یہ حکم) آپ کے لئے مخصوص ہے نہ کہ (اور) مؤمنین کے لئے
قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِيْۤ اَزْوَاجِهِمْ وَمَا
ہم کو وہ (احکام) معلوم ہیں جو ہم نے ان کی بیویوں اور
مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ لِكَيْلَا يَكُوْنَ عَلَيْكَ حَرَجٌ ؕ وَكَانَ
اُن کی باندیوں کے بارہ میں ان پر مقرر کئے ہیں ۱۱۳ تاکہ آپ پر کسی قسم کی تنگی نہ (واقع) ہو ۱۱۴ اور
اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝۵۰ تُرْجِيْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَتُـْٔوِيْۤ
اللہ تو بڑا مغفرت والا ہے، بڑا رحمت والا ہی ۱۱۵ ان میں سے آپ جس کو چاہیں اپنے سے دُور رکھیں، اور

۱۰۷ (باوجود اس کے کہ وہ چار کے جائز عدد سے زائد ہیں) پیمبر کے شرف و امتیاز نیز آپ کی ضرورتوں اور مصلحتوں کے پیش نظر آپ کی ازدواجی زندگی سے متعلق اب بعض مخصوص احکام کا بیان ہو رہا ہے۔ ۱۰۸ (کنیز شرعی کی حیثیت سے) یعنی ان سب کے رکھنے کی آپ کو اللہ کی طرف سے اجازت ہے۔ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ۔ کی قید سے زرخرید باندیاں اس حکمِ اجازت سے نکل گئیں۔ ۱۰۹ دونوں کا خلاصہ یہ کہ آپ کے والد کے خاندان کی بیٹیاں۔ ۱۱۰ دونوں کا حاصل یہ کہ آپ کی والدہ کے خاندان کی بیٹیاں۔ ۱۱۱ یعنی دادھیالی اور ننہالی خاندانوں کی بھی سب عورتیں نہیں، بلکہ وہی جنہوں نے عمل ہجرت میں موافقت کی ہو غیر مہاجر بیویاں اس قید سے نکل گئیں۔ مَعَكَ۔ میں قید معیّت زمانی کی نہیں۔ مراد صرف عمل مہاجرت میں موافقت سے ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔ واسلمت مع سلیمان ومع لیس للقران بل لوجودها (مدارک) المعیة هنا الاشتراک فی الهجرة لا فی الصحبة فیها (قرطبی) ۱۱۲ یعنی وہ زن مؤمنہ جو بلا مہر اپنے کو آپ کے نکاح میں لے آنا چاہے ——— یہ اجازت آپ کے لئے مخصوص تھی۔ جیسا کہ ابھی آرہا ہے۔ خالصةً لك من دون المؤمنين۔ آپ کو یہ اجازت تھی لیکن کبھی آپ نے اس اجازت سے فائدہ نہیں اُٹھایا یعنی کوئی نکاح بلا ذکر مہر نہیں کیا۔ اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا۔ استنکاح نکاح کے معنی میں بھی آتا ہے۔ اور طلب نکاح کے معنی میں بھی۔ ای ینکحها یقال نکح واستنکح مثل عجب واستعجب ویجوز ان یرد الاستنکاح بمعنی طلب النکاح (قرطبی) ۱۱۳ (اور جو ہم نے دوسری آیتوں یا روایتوں کے ذریعہ سے بندوں کو بھی معلوم کرا دیئے ہیں) خَالِصَةً لَّكَ من دون المؤمنين۔ رسولؐ کے لئے حکم مخصوص (جس میں اُمّت شریک نہیں) یہی تھا کہ آپ بلا مہر بھی بیویوں کو اپنے نکاح میں لے سکتے تھے۔ آیت کے اس جزو سے اس پر بھی روشنی پڑ گئی کہ یہ خاص حکم آپ کی ذات کے ساتھ مخصوص ہے۔ ورنہ اور احکام مذکورۂ بالا آپ میں اور اُمّت میں مشترک ہیں۔ اخبر انه مخصوص بذلك دون امته وان امته سواء فی من تقدم ذکرهن (جصاص) ۱۱۴ یعنی یہ عام مؤمنین کے احکام سے آپ کے حق میں بعض امتیازات و تخصیصات آپ کی مخصوص مصلحتوں کے لحاظ سے ہیں تاکہ آپ کے مقاصد پیمبرانہ و مصالح میں ہرج واقع نہ ہو۔ اخبر الله تعالٰی بتوسعه علی النبی صلعم فی اباحته له وعلی المؤمنين فی ما اطلقه لهم (جصاص) لِكَيْلَا يَكُوْنَ عَلَيْكَ حَرَجٌ کا ربط نحوی قد علمنا ما فرضنا عليهم فی ازواجهم سے ہے وما ملكت ايمانهم درمیان میں بطور جملہ معترضہ کے ہے۔ ۱۱۵ چنانچہ رحیمیت کی بنا پر احکام میں بڑی سہولتیں ملحوظ رکھتا ہے۔ پھر اگر سہل احکام کی تعمیل میں بھی غفلت ہو جائے تو غفوریت کی بنا پر جب چاہے معاف بھی کر دیتا ہے۔

تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهُ سَلٰمٌ ۖ وَّاَعَدَّ لَهُمْ اَجْرًا
جس روز وہ اس سے ملیں گے انہیں (دعا دی جائیگی) سلام سے ۹۷ اور اس نے انکے لئے معزز صلہ
كَرِيْمًا ۝۴۴ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا
تیار کر رکھا ہے، اے نبی بیشک ہم نے آپ کو بھیجا ہے، بطور گواہ ۹۸ اور بشارت دینے والے
وَّنَذِيْرًا ۝۴۵ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ۝۴۶
اور ڈرانیوالے کے اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والے کے ۹۹ اور بطور ایک روشن چراغ کے ۱۰۰
وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيْرًا ۝۴۷
آپ بشارت دیجئے ایمان والوں کو کہ اُن پر اللہ کی طرف سے بڑا ہی فضل ہے ۱۰۱
وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَدَعْ اَذٰىهُمْ وَ
اور کافروں اور منافقوں کا کہنا نہ کیجئے ۱۰۲ اور اُن کی اذیت رسانی کا خیال نہ کیجئے ۱۰۳، اور
تَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ۝۴۸ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ
اللہ پر بھروسہ رکھیئے اور اللہ ہی کافی کارساز ہے ۱۰۴ اے ایمان والو!
اٰمَنُوْٓا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ
تم جب مؤمن عورتوں سے نکاح کرو پھر تم انہیں طلاق دے دو
قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ
قبل اس کے کہ تم نے انہیں ہاتھ لگایا ہو تو تمہارے لئے اُن کے بارہ میں کوئی عدت نہیں
تَعْتَدُّوْنَهَا ۚ فَمَتِّعُوْهُنَّ وَسَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ۝۴۹
جسے تم شمار کرنے لگو ۱۰۵ تو انہیں کچھ مال دیدو، اور انہیں خوبی کے ساتھ رخصت کردو ۱۰۶

۹۷ اللہ اپنے بندوں کو خود سلام کرے، جنت میں مؤمنین کے اعزاز و اکرام کی بے انتہا ہوگی! (تحیۃ اللہ لھم یقول للمؤمنین السلام علیکم مرحبا بعبادی الذین ارضونی (بحر) یہی سلام اہل جنت کا آپس میں اور فرشتوں کی طرف سے بھی ہوگا۔ ۹۸ اس صفت کا ظہور حشر میں ہوگا جب آپ کی شہادت پر آپ کی اُمت کا فیصلہ ہوگا۔ شَاهِدًا۔ کے معنی یہ بھی کئے گئے ہیں کہ آپ تمام اُمتوں کے رسولوں پر بطور شاہد پیش ہونگے کہ وہ ادائے رسالت کر چکے۔ قیل المراد شاھدا علی جمیع الامم یوم القیامۃ بان انبیاءھم قد بلغوھم الرسالۃ (رح) اور مولانائے رومؒ نے تو یہ پہلو لیا ہے کہ حق تعالیٰ نے آپ کو بندوں کے مختلف مراتب و منازل سے مطلع کر رکھا ہے ؎

درنظر بودش مقامات العباد ∴ زاں سبب نامش خدا شاہد نہاد

۹۹ دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ۔ پر ملاحظہ ہو حاشیہ تفسیر انگریزی۔ ۱۰۰ (سرتاپا نمونۂ ہدایت ہونے کے لحاظ سے) مفسرین قدیم نے لکھا ہے کہ بجائے آفتاب کے چراغ سے آپ کے تشبیہ دینے میں یہ نکتہ ہے کہ نورِ آفتاب گو تیز و قوی ہوتا ہے۔ لیکن اس کا فیضان ضعیف ہے اپنا سا کسی کو نہیں بنا سکتا بخلاف اس کے چراغ سے صدہا ہزارہا چراغ جلتے چلے جاتے ہیں۔ چنانچہ اُمت میں فیضان رسولؐ سے قیامت تک اولیاء و ابرار ہوتے رہیں گے۔ "احقر کے نزدیک چراغ سے تشبیہ دینے میں یہ نکتہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک تو چراغ تک رسائی آسان ہے۔ پھر چراغ سے ہر وقت نور حاصل کرنا ممکن ہے۔ پھر سہل الحصول ہے۔ پھر اس سے نور حاصل کرنے میں اکتساب اور قصد کو بھی دخل ہے۔ پھر صحیح المزاج اور صحیح البدن انسان کو اس سے ناگواری کسی وقت نہیں ہوتی۔ پھر اس میں شان انیس ہونے کی بھی ہے۔ اور ان سب صفات کو انبیاء علیہم السلام کی شان سے زیادہ مناسبت ہے (تھانویؒ)

۱۰۱ (آپ کے واسطہ سے) یعنی دنیا میں غلبہ و نصرت اور آخرت میں عفو و مغفرت پھر ہر نعمت اخروی میں دوام و بقاء۔ ۱۰۲ یعنی ایسا نہ ہو کہ ان کے طعن پیہم سے آزردہ ہو کر ان پر تبلیغ ہی ترک کر دیجئے۔ یہ تو نتیجہ اور مآل کے اعتبار سے عین انہیں کی رائے کا اتباع ہو گیا۔ ۱۰۳ (جیسا کہ اس واقعہ نکاح میں کہ آپ کی طرف سے تبلیغ فعلی تھی، ان کی طرف سے سخت اذیت قولی آپ کو پہنچی) ۱۰۴ (اور آپ کو ہر ضرر سے بچا لیگا) اللہ کی کارسازی کا مراقبہ خود ہر تلخی کو شیرینی میں تبدیل کر دینے کے لئے کافی ہے۔ ۱۰۵ (اور اس لئے انہیں فوری نکاح ثانی سے کوئی مدت عدت مانع نہیں درآنحالیکہ مدخولہ کی طلاق کے بعد عدت واجب ہو جاتی ہے) نَكَحْتُمُ۔ نکاح کے لغوی معنی تو صحبت یا جماع کے ہیں۔ مگر قرآن مجید میں عموماً عقد نکاح کے معنی میں آیا ہے۔ تَمَسُّوْهُنَّ۔ ہاتھ لگانا کنایہ صحبت سے ہے، حقیقۃً یا حکماً مثل خلوت صحیحہ کے۔ پس دونوں سے عدت واجب ہے (تھانویؒ) والخلوۃ الصحیحۃ کالمس (مدارک) اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ۔ الفاظ آیت سے فقہاء مفسرین نے یہ نکالا ہے کہ نکاح گو جائز کتابیہ عورتوں سے بھی ہے لیکن اولیٰ یہی ہے کہ مومنات کے ساتھ کیا جائے۔ وفی تخصیص المومنات مع ان الکتابیات تساوی المؤمنات فی ھذا الحکم اشارۃ الی ان الاولی بالمومن ان ینکح مؤمنۃ (مدارک) لکم کی ضمیر مذکر سے فقہاء نے یہ نکالا ہے کہ عدت حق زوج ہے، جیسا کہ ولد حق والد ہے۔ فیہ دلیل علی ان العدۃ تجب علی النساء للرجال (مدارک) ۱۰۶ نکاح ہو، یا طلاق، رفاقت ہو یا افتراق، قرآن خوبی و خوش اسلوبی کی شرط ہر جگہ لگائے ہوئے ہے۔ جو کچھ بھی ہو سَرَاحًا جَمِيْلًا ہو، بالمعروف ہو، یعنی شریفانہ طرز پر ہو، حفظِ وضع و پاسِ ناموس کے ساتھ ہو۔ تفضیح و بدنمائی کی صورت بہرحال نہ پیدا ہونے پائے۔

معرفت بھیجا۔ ضیافتِ ولیمہ بڑے پیمانہ پر ہوئی۔ حضرت انسؓ ہی کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلعم نے اور کسی بیوی صاحبہ کا ولیمہ اس پیمانہ پر اور اتنا اچھا نہیں کیا۔ زوجنکھا کے روشن ترین اعلان عام
کے بعد حقیقۃً اب کسی ظاہری عقدِ نکاح کی ضرورت ہی نہیں باقی رہی تھی لیکن اسکے باوجود اس عالم ظاہری میں بھی نکاح ہوا۔ یہ نکاح خود حضرت زینبؓ کے بھائی ابو احمد بن جحش نے پڑھایا، اور رسول اللہ صلعم
نے مہر چار سو درہم کا رکھا۔ زوجھا ایاھا اخوھا ابو احمد بن جحش و امھرھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اربع مائۃ درھم (ابن ہشام) لفظ زوّجنٰکھا سے بعض فقہاء نے مسئلہ ولایت نکاح کا استنباط کیا ہے
دلیل علی ثبوت الولی فی النکاح (قرطبی) ۸۳ لکے ...... اَدْعِیَآئِہِمْ۔ مطلب یہ ہوا کہ اس عام تشریع کا اعلان تو ہمیں مقصود ہی تھا ———— فقہاء نے یہیں سے یہ استنباط کیا ہے کہ جو احکام
تشریعی نبی کے لئے ہیں (جب تک ان کی خصوصیت کی تصریح نہ کردی جائے) وہی ساری اُمّت کے لئے بھی ہوتے ہیں۔ الامۃ مساویۃ لنبی صلعم فی الحکم الا ما خصہ اللہ تعالٰی بہ لانہ اخبر انہ
احل ذٰلک للنبی صلعم لیکون المؤمنون مساوین لہ (جصاص) واستدل بھذا علی ان ما ثبت لہ صلعم من الاحکام ثابت للامۃ الا ما علم انہ من خصوصیاتہ علیہ الصلوٰۃ والسلام بدلیل (روح) ۸۴
(کہ حکمت تکوینی مقتضی ہی اس کی تھی) ۸۵ (تکوینًا خواہ تشریعًا) یہاں مراد اسی نکاح زینبؓ سے ہے۔ اے فی ما احل لہ وامرہ بہ من تزویج زینب (ابن کثیر) ۸۶ یعنی انبیاء سابقین کا یہی دستور رہا

سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۭ وَكَانَ اَمْرُ
ان (پیمبروں) کے بارہ میں جو (آپؐ سے) پیشتر ہوچکے ہیں ۸۶ اور اللہ کا حکم
اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرَا ۨ ۝۳۸ الَّذِيْنَ يُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ
خوب تجویز کیا ہوا ہوتا ہے ۸۷ (یہ وہ لوگ ہیں) جو اللہ کے پیامات پہنچایا کرتے تھے
وَيَخْشَوْنَهٗ وَلَا يَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ ۭ وَكَفٰى
اور اسی سے ڈرتے تھے اور بجز اللہ کے کسی سے نہیں ڈرتے تھے، اور اللہ حساب کے لئے
بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ۝۳۹ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ
کافی ہے ۸۸ محمدؐ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ
رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّـبِيّٖنَ ۭ وَكَانَ
نہیں ہیں ۸۹ البتہ اللہ کے رسول ہیں ۹۰ اور (سب) نبیوں کے ختم پر ہیں ۹۱ اور
اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝۴۰ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا
اللہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے ۹۲ اے ایمان والو اللہ کو خوب
اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ۝۴۱ۙ وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝۴۲
کثرت سے یاد کرو ۹۳ اور صبح و شام اس کی تسبیح کرتے رہو ۹۴
هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰۗىِٕكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ
وہ ایسا ہے کہ وہ خود اور اس کے فرشتے (بھی) تمہارے اوپر رحمت بھیجتے رہتے ہیں ۹۵ تاکہ وہ
مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۭ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا ۝۴۳
تمہیں تاریکیوں سے نور کی طرف لے آئے ۹۶ اور وہ مومنین کے حق میں تو رحیم ہی ہے

ع ۶ ۵ ۲

ہے کہ انہیں جس امر کی اجازت ہوتی ہے، اسے بلا تامل کر گزرتے ہیں، اور اس میں موردِ طعن و ملامت نہیں ہوسکتے۔ اَلَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ۔ سے مراد انبیاء سابقین ہیں، جیساکہ آیندہ آیت میں تصریح سے آرہا ہے۔ الذین یبلغون رسٰلٰت اللہ۔ اے من قبلک من الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام (روح) ۸۷ یعنی بیشمار حکمتوں اور مصلحتوں پر مشتمل دنیوی حکمرانوں کے احکام کی طرح فوری مقصد و ضرورت پر مبنی نہیں۔

۸۸ (چنانچہ آج جو آپ پر طعن کرنیوالے ہیں وہ بھی کل حساب سے بچے نہ رہیں گے) يُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ۔ تبلیغ پیام الٰہی عام ہے قولی اور فعلی ہر قسم کی تبلیغ کے لئے انبیاء گذشتہ کے قصے محض آپؐ کی تقویت قلب کیلئے ہیں۔ ورنہ آپ تو یوں بھی کبھی غیر اللہ کے خوف کو خاطر میں نہ لائے ۸۹ اور جب اُن کے کوئی بیٹا ہی نہیں تو بہو کے ساتھ نکاح کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا) اسم پاک محمدؐ پر حاشیہ سورۂ آل عمران (پ۴) میں گذر چکا وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ کے تحت میں ۹۰ (اور اسی طرح ساری اُمّت کے روحانی مربّی) اس میں یہ بھی اشارہ نکل آیا کہ آپؐ کو اُمّت کے ایک ایک فرد کے ساتھ جو تعلق شفقت و رحمت ہے وہ طبعی نہیں ماتحت رضاء الٰہی ہے۔ ۹۱ (اس لئے آپؐ کی تربیت رُوحانی بھی غیر موقوف و غیر منقطع ہے) ختم نبوت کی یہ تصریح نہ ہوتی جب بھی دوسری آیات۔ مثلاً الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی وغیرہ اس عقیدہ کی بنیاد بننے کے لئے کافی تھیں۔ جب کوئی درجہ مزید تعلیم و اصلاح کا باقی ہی نہ رہا تو اب کسی نئے نبی کی ضرورت ہی کیا رہی؟ لیکن اس غرض سے کہ آیندہ کسی جھوٹے مدعیٔ نبوت کے لئے اتنی گنجائش بھی باقی نہ رہے، یہاں بتصریح یہ وارد کردی گئی۔ خَاتَم۔ خَاتِمَ اور خَاتِمُ دونوں کے معنی لغت میں آخر کے ہیں۔ خاتِمھم و خاتَمھم اے آخرھم (لسان) خاتم النبیین اے اٰخرھم (تاج) اور آپؐ کا لقب خاتم النبیین ہے ہی اسی لئے کہ نبوت آپؐ پر ختم ہوگئی۔ اور نبوت کی تکمیل آپ کی آمد سے ہوگئی۔ وخاتم النبیین لانہ ختم النبوۃ اے تمّمھا بمجیئہ (راغب) ھو الذی ختم النبوۃ بمجیئہ (تاج) خاتم النبیین اے اٰخر الانبیاء (کشاف) والمعنی انہ لانبی احدٌ بعدہٗ (بحر) خاتم بفتح التاء اے اٰخرھم (معالم) ختم اللہ بہ النبوۃ (معالم) ھٰذہ الاٰیۃ نص فی انہ لانبی بعدہٗ و بذٰلک وردت الاحادیث المتواترۃ عن رسول اللہ عن جماعۃ من الصحابۃ (ابن کثیر) خود قرآن مجید ہی میں دوسری قرأت خاتِم النبیین کی بھی ہے وقرء الاٰخرون بکسر التاء علی الفاعل لانہ ختم بہ النبیین فھو خاتمھم (معالم) ختم نبوت یعنی ذات محمدی پر ہر قسم کی نبوت کا ختم ہوجانا اُمّت کا اجماعی عقیدہ ہے اور جو اجراء نبوت کا اب بھی قائل ہے اہل تحقیق نے تصریح کردی ہے کہ وہ اجماع اُمّت سے زندیق بلکہ حکومت اسلامی میں واجب القتل ہے۔ ومن ذھب الٰی ان النبوۃ مکتسبۃ لاتنقطع فھو زندیق یجب قتلہ (بحر) واجمعت علیہ الامۃ فیکفر مدعی خلافہ ویقتل ان اصرّ (روح) یہ ختم نبوت کا دعویٰ بھی اسلام کے امتیازی خصوصیات میں سے ہے پیمبر اور ادیان مذہب قرآن سے قبل بیشمار آچکے تھے۔ کتابیں بھی نازل ہوچکی تھیں۔ مگر یہ دعویٰ کسی نے بھی نہیں کیا تھا کہ میں آخری پیمبر ہوں اور میرے بعد اب کوئی پیمبر نہ آئے گا۔ اور اس دعوے کی بولتی ہوئی سچائی دیکھئے کہ اس تیرہ چودہ سو برس کی مدت میں کوئی سنجیدگی کے ساتھ دعویدار نبوّت ہوا ہی نہیں۔ مُسیلمہ متنبی وغیرہ کا جو حشر ہوا وہ ظاہر ہی ہے۔ لے دے کے نام ساری تاریخ میں صرف دو شخصوں کے اس سلسلہ میں لئے جاسکتے ہیں۔ ایک بہاء اللہ (بانی مذہب بہائی) دوسرے مرزا غلام احمد (بانی سلسلۂ قادیانی) تو ان میں مرزا تو اپنے کو کھلم کھلا محمدیؐ اور متبع کامل دین احمدی کہتے ہیں۔ چنانچہ اُن کی نبوت تو اُن کے زعم و اصطلاح میں تمامتر اتباعِ رسول ہی ہے۔ رہا مذہب بہائی تو وہ بھی بڑی حد تک دین محمدی ہی کی تحریف شدہ شکل کا نام ہے۔ ۹۲ (سو اس نے کسی مصلحت ہی سے رسول کو اس نکاح کا حکم دیا) ۹۳ طاعتیں اور عبادتیں جتنی بھی ہیں، سب ذکر الٰہی ہی کی فرد ہیں۔ کل طاعۃ وکل خیر من جملۃ الذکر (کشاف) ۹۴ یعنی اس کے ذکر و طاعت پر دوام رکھو۔ بکرۃ واصیلا اشارۃ علی المداومۃ (کبیر) اے کافۃ الاوقات (کشاف) ۹۵ (اسی کے حکم سے) اللہ کا رحمت بھیجنا تو ظاہر ہی ہے۔ فرشتوں کا رحمت بھیجنا رحمت کی دُعا کرنا ہے۔ ۹۶ (کہ اللہ کی رحمت اور ملائکہ کی دعاء کی برکت سے یہ نعمت تمہیں برابر حاصل ہوتی رہے) اَلظُّلُمٰتِ۔ سے مراد جہل و ضلالت کی تاریکیاں ہیں۔ اَلنُّوْرِ۔ سے مراد علم و ہدایت کا نور ہے۔

۵۷۶ حکم کا اطلاق عمومی ظاہر ہے۔ اس اعلان عام کے علاوہ اشارہ ایک واقعہ خاص کی جانب بھی ہے۔ زینب بنت جحش خاندان بنی اسد سے رسُول اللہ صلعم کی پھوپھی زاد بہن تھیں۔ حسن صورت میں ممتاز لیکن ساتھ ہی مزاج کی بھی تیز۔ آپؐ نے ان کا نکاح زید بن حارثہؓ صحابی سے کر دینا چاہا۔ اور وہ رسُول اللہ صلعم کے محبوب خصوصی تھے۔ یہاں تک کہ مدتوں عوام میں زید بن محمدؐ کر کے مشہور رہے، لیکن ایک زمانہ میں نصرانی غلام رہ چکے تھے۔ اور پھر صورت کے لحاظ سے بھی کچھ ممتاز نہ تھے۔ زینبؓ اور انکے بھائی کو نکاح اپنے شرف نسب کی بنا پر، ان آزاد شدہ غلام کے ساتھ پسند نہ آیا۔ تامل کرنے لگے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی، کہ جب رسُول ایک امر کا فیصلہ کر چکے تو اب کسی اُمتی کو چون و چرا کی گنجائش ہی کہاں باقی رہی۔ آیت کی اس تنبیہ شدید کو سُن کر حضرت زینبؓ نے نکاح، انہیں زید بن حارثہؓ کے ساتھ منظور کر لیا۔ آیت سے یہ مسئلہ بھی صاف ہو گیا کہ اللہ اور اس کے رسُول کے جو احکام ہوتے ہیں وہ واجب التعمیل ہی ہوتے ہیں۔ یہ نہیں کہ اُن کی تعمیل وعدم تعمیل اپنی خوشی پر ہو۔ فیہ الدلالۃ علی ان اوامر اللہ تعالیٰ واوامر رسولہ للوجوب لانہ قد نفی بالاٰیۃ ان تکون لنا الخیرۃ فی ترک اوامر اللہ واوامر الرسول صلعم (جصاص) دلّ ذٰلک علی ان الامر للوجوب (مدارک) ۵۷۷ (بطور فہمائش ومشورہ، نہ بطور حکم وجوبی) لمحض الندب (بحر) ۵۷۸ مراد وہی حضرت زید صحابی ہیں۔ اللہ کا انعام تو ظاہر ہے کہ اسلام وایمان کی توفیق دی، جو سب سے بڑی دینی نعمت ہے۔ اور پھر غلامی سے نجات دلائی جو سب سے بڑی دنیوی نعمت ہے۔ اور رسُول کی طرف سے انعام یہ ہے کہ آپؐ نے اُمور دین کی تعلیم فرمائی، غلامی سے آزاد کیا۔ اپنی قریبی رشتہ کی بہن سے نکاح کرا دیا۔ حدیث میں اُن کے لئے الفاظ آئے ہیں۔ کان من احب الناس الی میرے محبوب ترین انسانوں میں ہیں۔ ۵۷۹ یعنی بیوی کے حقوق میں کوتاہی نہ کر۔ واتق اللہ فی معاشرتھا (بحر) زوجك۔ یہ بیوی صاحبہ وہی حضرت زینبؓ تھیں۔ آخر ان شوہر کو بھی راضی نہ رکھ سکیں۔ حضرت زیدؓ نے طلاق دینے کا فیصلہ کر لیا۔ رسول اللہ صلعم نے آپ کو فہمائش کی کہ جہاں تک بن پڑے نباہ کرو۔ اتق اللہ۔ قرآن مجید نے یہ ایک ایسی جامع ہدایت کر دی کہ خانگی زندگی کو خوشگوار بنانے اور رکھنے کے لئے پھر اس کے بعد کسی اور ہدایت کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ تقویٰ الٰہی پر اگر عمل ہو، تو ازدواجی زندگی بلکہ خانگی زندگی ہی پر کیا موقوف ہے، ہر شعبۂ زندگی کی تلخیاں شیرینیوں میں تبدیل ہو سکتی ہیں۔ ۵۸۰ جب شکایتیں اور رنجشیں حد سے بڑھ گئیں اور آپکو خواہ وحی سے خواہ قرائن سے خواہ دونوں سے یقین ہو گیا کہ اب یہ تعلق ازدواج نبھ نہیں سکتا۔ تو قدرۃً آپ کو بڑی فکر اس کی پیدا ہوئی کہ اب آیندہ کے لئے انتظام کیا ہو۔ زینبؓ کی ایک دلشکنی تو پہلے ہو چکی تھی، جب اُن کا عقد اُن کی عالی نسبی کے باوجود ایک آزاد شدہ غلام سے کرایا گیا تھا۔ دوسرا داغ اس سے بڑھ کر اُن کی عزت عرفی اور نیک نامی پر یہ لگ رہا تھا کہ نباہ ان آزاد شدہ غلام کے ساتھ بھی نہ ہو سکا! طلاق ان سے بھی مل رہی ہے اور اب ساری زندگی ایک آزاد شدہ غلام کی مطلقہ ہی کہلا کر بسر کرنا ہوگی! یہ ننگ درنگ جس قدر شاق ہوا ہوگا ظاہر ہے۔ اس موقع پر اشک شوئی اور دلشکنی کے تدارک کی صورت یہی تھی کہ سردارِ اسلامؐ زینبؓ کو خود اپنے عقد نکاح میں لا کر انکی دلجوئی اور قدر افزائی کریں۔ ساتھ ہی یہ خیال بھی تھا کہ قوم عرب جو منہ بولے بیٹے کے ساتھ نکاح کو اتنا معیوب سمجھ رہی ہے وہ کیا کہیگی، آپ اسی فکر و تردد میں تھے کہ حکم الٰہی ملا، کہ طعن خلق سے بے پرواہ ہو کر نکاح کر لیجئے۔ زینب کی اشکشوئی و دلدہی جو تھی، وہ تو تھی ہی، اصلاح عامہ کی طرف بھی کتنا بڑا قدم اس طرح اُٹھ گیا کہ متبنیٰ کی زوجہ سے نکاح کا جواز خود فعل رسُول سے ثابت ہو گیا۔ وتخفی ...... مبدیہ۔ یعنی یہی ارادۂ نکاح بغرض اشک شوئی و دلدہی جس کا اظہار حق تعالیٰ نے کلام مجید کے ذریعہ سے کر دیا۔ یعنی من نکاحك لھا (ابن العربی) والمراد بالموصول ما اوحی اللہ تعالیٰ بہ الیہ ان زینبؓ سیطلقھا زید وتتزوجھا بعد علیہ الصلوٰۃ والسلام والی ھذا ذھب اھل التحقیق من المفسرین (روح) وتخشی الناس۔ یعنی وہی عرف عام ورواج کے خلاف ہونے کی بنا پر اہل قوم وقبیلہ طرح طرح کے طنز کرینگے کہ دیکھئے منہ بولی بہو کے ساتھ نکاح کر لیا، اور آپؐ کو اپنی بدنامی کا اندیشہ تھا۔ اَن یتکلموا فیك (ابن العربی) یہاں بعض اہل تفسیر کے قلم کو لغزش ہو گئی ہے، اور بعض ایسے قصے درج کر دیئے ہیں، جو ایک طرف تو نقلاً بے سند ہیں اور دوسری طرف عقلاً بے سروپا اور شان رسالت کے منافی یعنی ناقابل قبول نہ روایۃً نہ درایۃً، محققین مفسرین نے اسی لئے ایسے قصوں کی بلا نقل کئے بھی تردید و تکذیب کر دی ہے۔ ولبعض المفسرین کلام فی الاٰیۃ یقتضی النقص من منصب النبوۃ ضربنا عنہ صفحا (بحر) احببنا ان نضرب عنھا صفحا لعدم صحتھا فلا نوردھا (ابن کثیر) والقصاص فی ھذہ القصۃ کلام لا ینبغی ان یجعل فی حیز القبول (روح) ما اللہ مُبْدِیْہِ۔ کی تفسیر محبت وغیرہ سے کرنا جیسا بعض اقوال شاذہ غیر مستند الی الدلیل الصحیح میں ہے، صحیح نہیں، کیونکہ ان سے پوچھا جائیگا کہ پھر اللہ تعالیٰ نے اس کا ابدا کہاں کیا۔ بخلاف تفسیر نکاح کے کہ زَوَّجْنٰکَھَا میں بھی ابدا ہوا ہے (تھانویؒ) مسیحی اہل قلم نے خوب خوب اس موقع پر اپنے نامۂ اعمال کو سیاہ کیا ہے لیکن خدا کی شان ہے کہ ایک ممتاز برطانوی مصنف باسورتھ اسمتھ (BOSWORTESMITE) نے ٹھیک اس کے برعکس نتیجہ حضورؐ کے کمال اخلاص کا اسی سورت سے نکالا ہے۔ ملاحظہ ہو تفسیر انگریزی۔ آیت سے معلوم ہوا کہ طعن عوام سے اندیشہ ایک امر طبعی ہے۔ اور منافی مرتبۂ رسالت نہیں۔ پھر منافی کمالات ولایت تو اور بھی نہیں۔ مُرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ جس فعل میں کوئی دینی مصلحت ہو جیسے اس قصہ میں مصلحت تھی۔ اس میں ملامت کی پروانہ کرنی چاہئے اور یہ مصلحت وہ تھی جو لکی لایکون علی المؤمنین حرج میں مذکور ہوئی۔ البتہ جس میں بجائے مصلحت کے عام مومنین کے لئے کوئی مفسدہ و مضرت ہو اس میں احتیاط کرنا چاہئے، جیسے کہ رسُول اللہ صلعم نے قصۂ حطیم میں کیا۔ ۵۸۱ اور کوئی واسطہ اس سے باقی نہ رہا، یعنی جب زید نے طلاق دے دی اور عدت بھی گذر گئی۔ قضاء وطر کا اطلاق اس صورت میں ہوتا ہے جب کوئی بھی واسطہ فریقین میں باقی نہ رہ جائے۔ اور یہ اسی وقت ہوتا ہے جب طلاق پر مدت عدت بھی گذر جائے۔ والمعنی فلما لم یبق لزید فیھا حاجۃ وتقاصرت عنھا ھمتہ وطابت عنھا نفسہ وطلقھا وانقضت عدتھا (کشاف) ای طلقھا کما روی عن قتادۃ (روح) ای لما طلقھا زید وانقضت عدتھا (کبیر) قیل ان قضاء الوطر یشعر بانقضاء العدۃ (روح) تمام صحابیوں میں یہ شرف حضرت زیدؓ ہی کو حاصل ہے کہ ان کا نام صراحت کے ساتھ قرآن مجید میں آیا ہے ــــــ اور اسی بنا پر بعض لوگوں نے حضرت زیدؓ کو افضل الصحابہ قرار دیا ہے۔ ۵۸۲ صحیح مسلم میں حضرت انسؓ کی روایت میں اس کی تصریح موجود ہے کہ جب عدت ختم ہو گئی تو رسول اللہ صلعم نے اپنے نکاح کا پیغام بھی حضرت زیدؓ ہی کی

رَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَ

اُس کا رسُول کسی امر کا حکم دیدیں تو پھر اُن کو اپنے (اس) امر میں کوئی اختیار باقی رہ جائے ۵۷۶ اور

مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ؕ ۳۶

جو کوئی اللہ اور اُس کے رسُول کی نافرمانی کریگا وہ صریح گمراہی میں جا پڑا

وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِيْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ

اور (اسوقت کو بھی یاد کیجئے) جب آپ اس شخص سے کہہ رہے تھے ۵۷۷ جس پر اللہ نے بھی فضل کیا ہے اور

اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ وَتُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ

آپ نے بھی اس پر عنایت کی ہے ۵۷۸ کہ اپنی بیوی کو اپنی (زوجیت میں) رہنے دے اور اللہ سے ڈر ۵۷۹ اور آپ اپنے

مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ وَتَخْشَى النَّاسَ ۚ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ

دل میں وہ چھپاتے رہے جسے اللہ ظاہر کرنیوالا تھا، اور آپ لوگوں (کی طرف) سے اندیشہ کر رہے تھے حالانکہ

تَخْشٰىهُ ؕ فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَيْ

اللہ ہی اس کا زیادہ حقدار ہے کہ اُس سے ڈرا جائے ۵۸۰ پھر جب زید کا دل اس (عورت) سے بھر گیا ۵۸۱ تو ہم نے

لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِيَآئِهِمْ

اس کا نکاح آپکے ساتھ کر دیا ۵۸۲ تاکہ اہل ایمان پر اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے بارہ میں کچھ تنگی نہ رہے

اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ۳۷

جب وہ ان سے اپنا جی بھر چکیں ۵۸۳ اور اللہ کا حکم پورا ہو کر رہنے والا تھا ۵۸۴

مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيْمَا فَرَضَ اللّٰهُ لَهٗ ؕ

نبی کے لئے اللہ نے جو کچھ مقرر کر دیا تھا ۵۸۵ ان پر اس باب میں کوئی الزام نہیں، اللہ کا یہی معمول (رہا) ہے

کہ میں نے اپنی سیاحی میں کوئی ایک ہزار مقامات دیکھ ڈالے۔ نابلوس کی عورتوں سے بڑھ کر پاکدامن کہیں اور کی نہیں پائیں۔ انکے درمیان میں مہینوں ٹھہرا رہا۔ شہر میں یہ کبھی چلتی پھرتی نظر نہ آئیں بس صرف جمعہ کے دن نماز جمعہ کے لئے نکلتی تھیں، اور بعد نماز اپنے گھروں میں پھر داخل ہو جاتی تھیں۔ اور پردہ داری اور باعصمتی کی یہی کیفیت میں نے مسجد اقصیٰ کی معتکف عورتوں میں بھی پائی۔ ورنہ اور جگہ میں نے جہاں جہاں عورتوں کو بے پردہ چلتے پھرتے پایا۔ طرح طرح کی برائیوں اور فتنوں ہی میں مبتلا دیکھا۔ ولقد دخلت نیفا علی الف قریۃ من بریۃ فما رایت انصون عیالا ولا اعف نساءً من نساء نابلس التی رُمی فیھا الخلیل علیہ السلام بالنار. فانی اقمت فیھا اشھرا فما رایت امرأۃ فی طریق نھارا الا یوم الجمعۃ فانھن یخرجن الیھا حتی یمتلی المسجد منھن فاذا قضیت الصلاۃ وانقلبن الی منازلھن لم تقع عینی علی واحدۃ منھن الی الجمعۃ الاخریٰ وسائر القریٰ تری نساءھا متبرجات بزینۃ وعطلۃ متفرقات فی کل فتنۃ وعضلۃ وقد رأیت بالمسجد الاقصی عفائف ماخرجن من معتکفھن حتی استشھدن فیہ (ابن العربی)

یہ حال ۵۴۲ھ سے قبل کا ہے تو ظاہر ہے کہ آج ۱۳۶۹ھ میں کوئی غیرتمند مومن قاہرہ اور اسکندریہ، طہران و انقرہ، بغداد و دمشق، کراچی و لاہور، دہلی و لکھنؤ کی کھلم کھلا بیحیائیاں دیکھنے کی تاب کہاں سے لا سکتا ہے۔ نابلوس آج جس قدیم شہر کا نام ہے، وہ فلسطین میں بیت القدس کے شمال میں واقع ہے۔ توریت میں اس کا ذکر سیکم (SI-CHEM) کے نام سے آیا ہے۔ اب خدا معلوم شیخ ابن العربی کی مراد اسی شہر سے تھی یا کسی اور سے۔ ٦٥ یعنی معصیت و نافرمانی کی آلودگی سے پاک کر کے عقیدہ، عمل، ظاہر، باطن ہر چیز میں خوب جلا پیدا کر دے ——— شریعت الٰہی نے انسان کی آزادی پر جو بھی قیود و حدود عائد کئے ہیں سب کا منشا بس یہی ہے کہ انسان کو بہتر انسان بنا دے، جسم، روح، عقل ہر اعتبار سے پاک صاف ہو نہ یہ کہ اس کی راہ کو خواہ مخواہ سخت و تنگ بنا دے۔ اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰہُ۔ چنانچہ ظاہر ہے کہ جب اللہ نے ارادہ کر لیا تو وہ اپنے ارادہ کو پورا کر کے بھی رہا۔ سیاق سے بالکل ظاہر ہے کہ اہل بیت سے مراد ازواج نبی صلعم ہیں۔ اور یہی مفہوم سلف سے منقول بھی ہے۔ نزلت فی نساء النبی صلعم خاصۃ (ابن جریر عن عکرمۃ) اراد باھل البیت نساء النبی نزلت فی نساء النبی خاصۃ (ابن کثیر عن ابن عباس)

اہل سنت کا اس میں تو کوئی اختلاف ہی نہیں کہ آیت کا سبب نزول ازواج النبی ہی ہیں اور اہل بیت سے اولاً وہی مراد ہیں۔ البتہ گفتگو اس میں ہوئی ہے کہ آیا ان کے علاوہ بھی کوئی مراد ہے؟ سو محققین اہل سنت کا فیصلہ ہے کہ لفظ کے عموم میں ازواج نبی کے علاوہ بھی ہستیاں داخل ہیں۔ قال عکرمۃ انھا نزلت فی شان نساء النبی صلعم فان کان المراد انھن کن سبب النزول دون غیرھن فصحیح وان ارید انھن المراد فقط دون غیرھن ففی ھذا نظر فانہ قد وردت احادیث تدل علی ان المراد اعم من ذلک (ابن کثیر) والذی یظھر من الاٰیۃ انھا عامۃ فی جمیع اھل البیت من الازواج وغیرھن (قرطبی) اہلبیت کے جو متعارف معنی اُردو میں چلے ہوئے ہیں وہ بھی حدیث سے نکلتے ہیں۔ لیکن یہاں ذکر صرف اصطلاح قرآنی کا ہے۔ قرآن مجید میں دوسری جگہ بھی اہل بیت کا لفظ ایک پیمبر کی زوجۂ محترمہ ہی کے لئے آیا ہے۔ (ہود۔ ع۔ ٧) رِجۡسٌ۔ معنی گندگی۔ گناہ۔ سوء خلق دونوں پر شامل ہے۔ یطھر اوّل تو باب تفعیل ہے خود بھی مبالغہ کے لئے۔ مبالغہ، پھر تاکید مزید کے لئے تطھیرًا یعنی خوب ہی پاک و صاف کر دے اور طہارت کا درجہ کامل و اعلیٰ نصیب کر دے۔ جیسا کہ ازواجِ نبی کی شانِ رفیع کا مقتضیٰ ہے پوری آیت رسول اللہ کے گھر والوں کے مزید شرف و احترام کے اظہار کے لئے ہے۔

٦٦ (اور خود بھی اس پر عمل کرو، اور دوسروں تک بھی اسے پہنچاؤ) امر اللہ ازواج رسولہ بان یخبرن بما انزل اللہ من القراٰن فی بیوتھن وما یرین من افعال النبی صلعم واقوالہ فیھن حتی یبلغ ذلک الی الناس فیعملوا بما فیہ ویقتدوا بہ (ابن العربی) اور یہیں سے بعض نکتہ رس فقہاء نے مسائل دین میں خبر واحد کے قبول کا جواز نکالا ہے۔ وھذا یدل علی جواز قبول خبر الواحد من الرجال والنساء فی الدین (ابن العربی) فِیۡ بُیُوۡتِکُنَّ رسول اللہ صلعم کا کوئی الگ مستقل مکان حجرات ازواج کے علاوہ تو تھا نہیں۔ یہاں بُیُوۡتِکُنَّ لا کر بیوی صاحبان کو اس شرف و فضیلت کی یاد دلائی گئی ہے کہ نزول وحی و حکمت خاص تمہارے ہی گھروں میں تو ہوتا ہے۔ تم سے بڑھ کر ان علوم و حقائق و شرائع کا حامل اور کون ہوگا۔

یُتۡلٰی فِیۡ بُیُوۡتِکُنَّ مِنۡ اٰیٰتِ اللّٰہِ وَ الۡحِکۡمَۃِ ؕ

آیتوں اور اس علم کو یاد رکھو جو تمہارے گھروں میں پڑھ کر سنائے جاتے رہتے ہیں ٦٦

اِنَّ اللّٰہَ کَانَ لَطِیۡفًا خَبِیۡرًا ﴿۳۴﴾ اِنَّ الۡمُسۡلِمِیۡنَ

بیشک اللہ بڑا باریک بین ہے پورا خبردار ہے ٦٧ بیشک اسلام والے

ع ٧ / ١

وَ الۡمُسۡلِمٰتِ وَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَ الۡمُؤۡمِنٰتِ وَ الۡقٰنِتِیۡنَ وَ الۡقٰنِتٰتِ

اور اسلام والیاں ٦٨ اور ایمان والے اور ایمان والیاں ٦٩ اور فرمانبردار مرد

وَ الصّٰدِقِیۡنَ وَ الصّٰدِقٰتِ وَ الصّٰبِرِیۡنَ وَ الصّٰبِرٰتِ

اور فرمانبردار عورتیں ٧٠ اور صادق مرد اور صادق عورتیں ٧١ اور صابر مرد اور صابر عورتیں ٧٢

وَ الۡخٰشِعِیۡنَ وَ الۡخٰشِعٰتِ وَ الۡمُتَصَدِّقِیۡنَ وَ

اور خشوع والے اور خشوع والیاں ٧٣ اور تصدق کرنے والے اور

الۡمُتَصَدِّقٰتِ وَ الصَّآئِمِیۡنَ وَ الصّٰٓئِمٰتِ وَ الۡحٰفِظِیۡنَ

تصدق کرنے والیاں ٧٤ اور روزہ رکھنے والے اور روزہ رکھنے والیاں اور اپنی شرمگاہوں

فُرُوۡجَہُمۡ وَ الۡحٰفِظٰتِ وَ الذّٰکِرِیۡنَ اللّٰہَ کَثِیۡرًا

کی حفاظت کرنیوالے اور حفاظت کرنیوالیاں اور اللہ کو بکثرت یاد کرنے والے اور یاد کرنے

وَّ الذّٰکِرٰتِ ۙ اَعَدَّ اللّٰہُ لَہُمۡ مَّغۡفِرَۃً وَّ اَجۡرًا عَظِیۡمًا ﴿۳۵﴾

والیاں ان (سب) کے لئے اللہ نے مغفرت اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے ٧٥

وَ مَا کَانَ لِمُؤۡمِنٍ وَّ لَا مُؤۡمِنَۃٍ اِذَا قَضَی اللّٰہُ وَ

اور کسی مومن یا مومنہ کے لئے یہ درست نہیں کہ جب اللہ اور

اٰیٰتِ اللّٰہِ۔ یعنی قرآن مجید۔ اے القراٰن (مدارک) الحکمۃ یعنی احکام شریعت و فہم قرآنی۔ اے السنۃ اوبیان معنی القراٰن (مدارک) ٦٧ (اس لئے اس کے احکام کی تعمیل کا اہتمام نہایت درجہ واجب ہے) لَطِیۡفًا۔ لطیف وہ جو احوال قلوب کو بھی خوب جانتا ہے۔ خَبِیۡرًا۔ خبیر۔ وہ جس پر اعمال پوشیدہ سے پوشیدہ بھی روشن ہیں۔ ٦٨ یعنی وہ مرد و زن جو اسلام کے اعمال ظاہری، نماز، روزہ وغیرہ پر قائم ہوں ——— الفاظ کا رُخ اقرار و اعمال اسلامی کی طرف ہے۔ ٦٩ یعنی وہ مرد و زن جو عقائد صحیح کے پابند ہوں ——— الفاظ کا اشارہ عقائد اسلامی کی جانب ہے۔ ٧٠ اعمال و عقائد دونوں کا ذکر اُوپر آچکا۔ اب یہاں زور فرماں برداری پر ہے۔ یعنی یہ جو کچھ کر رہے ہیں براہِ انقیاد، بلا کراہت و پس و پیش کر رہے ہیں۔ المداومین علی الطاعات القائمین بھا (روح) ٧١ یہ صدق جامع ہے صدق قول، صدق عمل، صدق نیت، صدق ایمان، ہر قسم کے صدق کا۔ قیل فی القول والعمل (روح) ٧٢ صبر یعنی ثبات و استقامت، اپنے سارے عنوانات کے ساتھ یعنی طاعتوں پر بھی، معاصی کی طرف سے بھی۔ مصائب پر بھی۔ علی المکارہ وعلی العبادات وعن المعاصی (روح) ٧٣ یہ خشوع شامل ہے عبادات میں توجہ قلب پر اور عادات میں تواضع پر بھی۔ ٧٤ تصدق میں زکوٰۃ و صدقہ نفل وغیرہ سب آگئے۔ ٧٥ آیت میں مردوں کے ساتھ ساتھ عورتوں کی بھی تصریح برابر ہوتی چلی گئی ہے۔ حالانکہ قرآن کا عام دستور ہے کہ مردوں کے ذکر میں عورتیں ضمناً و تبعاً شامل ہی سمجھ لی جاتی ہیں۔ اہل تفسیر نے توجیہ یہ کی ہے کہ یہاں اصلاً و مستقلاً مدح ازواج پیمبر ہی کی مقصود تھی۔ اور جو مقصود ہو اسے ضمناً و تبعاً نہیں پیش کیا جاتا۔ مردوں کے لئے الحافظین فروجھم اور عورتوں کیلئے صرف الحافظات گویا مردوں کے لئے تصریح اور عورتوں کیلئے کنایہ۔ اہل تفسیر نے اس کی بھی توجیہ دو طرح پر کی ہے۔ ایک یہ کہ اس میں عورتوں کو تعلیم ہے حیائے ذکری کی۔ وہ سمجھیں کہ اللہ انکی تعلیم تک میں کنایہ پر کفایت کرتا ہے۔ دوسرے یہ کہ مرد کیلئے صرف اعضائے مردانہ کا تحفظ کافی ہے۔ بخلاف اسکے عورت کی ہر چیز عورت ہوتی ہے۔ اسے اپنے حفظ کیلئے احتیاط اپنے رفتار و گفتار، لباس و آواز ہر چیز میں رکھنا لازمی ہے۔

وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتَعْمَلْ
اور جو کوئی تم میں سے اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبردار رہیگی اور عمل صالح

صَالِحًا نُّؤْتِهَآ اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ ۙ وَاَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا
کرتی رہیگی تو ہم اس کا اجر دوہرا دیں گے، اور ہم نے اس کے لئے ایک (مخصوص) عمدہ نعمت

كَرِيْمًا ﴿۳۱﴾ يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ
تیار کر رکھی ہے ۵۸ اے نبی کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو

اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ
جبکہ تم تقویٰ اختیار کر رکھو ۵۹ تو تم بولی میں نزاکت مت اختیار کرو کہ (اس سے) ایسے شخص کو

فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ﴿۳۲﴾ وَقَرْنَ
خیال (فاسد) پیدا ہونے لگتا ہے جسکے قلب میں خرابی ہے ۶۰ اور قاعدے کے موافق بات کہا کرو ۶۱ اور اپنے

فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى
گھروں میں قرار سے رہو ۶۲ اور جاہلیت قدیم کے مطابق اپنے کو دکھاتی مت پھرو ۶۳

وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ
اور نماز کی پابندی رکھو اور زکوٰۃ دیا کرو اور اللہ کا اور اسکے رسول کا

وَرَسُوْلَهٗ ۭ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ
حکم مانو ۶۴ اللہ تو بس یہی چاہتا ہے کہ اے (نبیؐ کے) گھر والو تم سے آلودگی کو

اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ﴿۳۳﴾ وَاذْكُرْنَ مَا
دور رکھے اور تم کو خوب نکھار دے ۶۵ اور تم اللہ کی ان

۵۸ یہ صلہ جنت میں ازواج نبی کے لئے مخصوص ہوگا۔ رِزْقًا۔ رزق پر حاشیہ کہیں پہلے گذر چکا ہے کہ اس سے مُراد محض کھانے پینے ہی کی نہیں، بلکہ ہر قسم کی نعمتیں ہوتی ہیں۔ عربی میں اس کا مفہوم بہت وسیع ہے۔ اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ "اہلِ خصوصیت کا عصیان بھی اوروں کے عصیان سے اشد ہوتا ہے اسی طرح ان کی طاعت بھی اوروں کی طاعت سے زیادہ مقبول ہوتی ہے بس وعدہ و وعید دونوں میں وہ دوسروں سے ممتاز ہوتے ہیں۔ اور خصوصاً مقام کلام میں یہ کہنا ممکن ہے کہ حضرات اُمہات المؤمنین سے خدمت و اطاعت کا صدور حضور صلعم کے قلب کو راحت افزا زیادہ ہوگا۔ اور اسی طرح اس کے خلاف کا صدور آپؐ کے لئے کلفت افزا زیادہ ہوگا۔ (تھانویؒ) اَعْتَدْنَا۔ میں اضافت تشریفی ہے یعنی خود ہم نے تیار کیا ہے۔ مِنْكُنَّ من یہاں بھی بیانیہ ہے تبعیضیہ نہیں۔ وہ رزق کریم کیا ہے؟ اس کا تعین حد انسانی سے ماوراء ہے۔ بہرحال کوئی ایسا صلہ ہوگا جو دوسرے عطیوں سے ممتاز تر ہے۔ ۵۹ ازواج نبی رضی اللہ عنہن کا مرتبہ و شرف اُمّت کی عام عورتوں سے یقیناً کہیں زائد ہے لیکن یہ شرط بہرحال ان کے ساتھ بھی لگی ہوئی ہے کہ جادۂ تقویٰ سے قدم نہ ہٹنے پائے۔ يٰ۔ حرف خطاب جلب توجہ مزید کے لئے ہے۔ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ۔ یعنی تم میں صرف انسانیت ہی نہیں۔ بلکہ دوسرے اوصاف فاضلہ بھی ہیں۔ جن سے مساوات و مماثلت ممکن نہیں۔ مرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ تینوں آیتوں کا مجموعہ اس پر دال ہے کہ جس کی فضیلت زیادہ ہے اس کا عصیان و اطاعت دونوں اوروں سے اشد و اکمل ہیں۔ اور یہی اصل ہے۔ "نزدیکاں را بیش بود حیرانی" گی۔

۶۰ عورت کی آواز میں جو قدرتی نرمی اور لوچ ہوتا ہے، اس کو بڑا دخل مرد کی خواہش نفسانی کے ابھارنے میں ہے۔ چنانچہ جدید نفسیتین نے بھی اس کا کھلے لفظوں میں اعتراف کیا ہے تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو تفسیر انگریزی۔ اسلام کے ہمہ داں، ہمہ بیں، شارع عزّ و جل نے نفس کے اس محرک کو بھی اجراء احکام میں پوری طرح پیش نظر رکھا ہے۔ اس کی ہدایت اُمّت کی ہر عورت کے لئے ہے کہ اپنی آواز کی نزاکت سے کسی نامحرم کو ناجائز فائدہ اٹھانے کا موقع نہ دے۔ اور ازواج نبی کے لئے ان کے شرف و احترام کی مناسبت سے اس کا اور زیادہ اہتمام ہے۔ مُرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ آیت میں اسباب فتنہ سے بچنے کا ارشاد ہے۔ اگرچہ اسباب بعید ہی ہوں خصوصاً عورتوں کے باب میں۔ عرب کی تہذیب جاہلی میں آجکل کی جاہلی تہذیبوں کی طرح یہ دستور تھا کہ لیڈیاں تصنع کے بڑے بڑے طریقوں سے آواز اور لب و لہجہ میں طرح طرح کی رعنائی، نزاکت اور دلفریبی پیدا کرتی تھیں۔ یہ ہنر وہاں کی فیشن ایبل سوسائٹی میں داخل تھا، اس لئے اس کی ممانعت خاص طور پر ہوئی۔ كما كانت الحال عليه في نساء العرب من مكالمة الرجال برخيم الصوت ولينه مثل كلام المريبات والمؤسات (قرطبی) اور جب مطلق گفتگو کے باب میں یہ اہتمام ہے تو نغمہ و موسیقی ظاہر ہے کہ عورت کے حلق و دہن سے نکلا ہوا نامحرم کے حق میں کیا حکم رکھیگا۔

۶۱ یعنی حیاء و عزت و آبرو کے جو قاعدے شرفاء میں چلے ہوتے ہیں، اپنا لب و لہجہ ان کے مطابق رکھو، تاکہ کسی بدکردار فاسد المزاج کو آگے بڑھنے کی ہمت ہی نہ پڑے۔ اس حکم کی جو اہمیت مدینہ کی ناموافق فضا میں تھی، وہی اہمیت عام مومنات کے لئے آج کی غیر صالح فاسقانہ فاجرانہ فضا میں بھی ہے —— ہاں مضبوط شریفانہ لہجہ اور ہے اور دلشکن اور دل آزار لہجہ اور۔ فقہائے اس پر قیاس کر کے لکھا ہے کہ اسی طرح مردوں کو بھی تلذذ فاسقانہ کی باتیں کرنا حرام ہیں۔ اور خود مردوں مردوں، عورتوں عورتوں کے درمیان بھی۔ اور فقہاء حنفیہ نے اس آیت کے ذیل میں متعدد مسئلے ذکر کئے ہیں۔ مثلاً یہ کہ عورت کے لئے اتنی بلند آواز سے گفتگو کرنی درست نہیں جسے مرد سُنیں۔ وفيه الدلالة على ان الاحسن بالمرأة ان لا ترفع صوتها بحيث يسمعها الرجال (جصاص) اور یہ بھی کہ عورت کے لئے اذان دینا ناجائز ہے۔ وفيه الدلالة على ان المرأة منهية عن الاذان (جصاص) اور یہ بھی کہ جب عورت کے پیر کے زیوروں کی آواز ممنوع ہے تو جوان عورت کے کلام کی آواز تو بدرجۂ اولیٰ ممنوع ٹھہرےگی۔ وكذلك قال اصحابنا وقال الله تعالى في اية اخرى ولا يضربن بارجلهن الخ فاذا كانت منهية عن اسماع صوت خلخالها فكلامها اذا كانت شابة تخشى من قبلها الفتنة اولى بالنهي عنه (جصاص)

۶۲ یعنی بلا ضرورت گھروں سے باہر نہ نکلو۔ اور مردوں سے اختلاط کے مواقع نہ آنے دو۔ شرعی یا دنیوی ضرورتوں سے، بپابندئ ستر و حجاب باہر نکلنا اس سے مستثنیٰ ہے۔ فيلزمن البيوت فان مست الحاجة الى الخروج فليكن على تبذل وتستر تام (قرطبی) مقصود اس حکم سے اختیار عفت و پارسائی ہے۔ بس اگر کوئی عورت فاحشہ باوجود فحش کاری پردہ کرتی ہے تو وہ بھی اس حکم کی عاصی ہی کہی جائیگی۔ وَقَرْنَ کو بعض مفسرین نے وقار سے مشتق قرار دیا ہے۔ اے کن اهل وقار وهدوء وسكينة (جصاص) مقصود اس صورت میں بھی وہی رہتا ہے۔ وفيه الدلالة على ان النساء مامورات بلزوم البيوت منهيات عن الخروج (جصاص) اے لا تخرجن منها ولا زمن الاقامة فيها اى الزمن بيوتكن فلا تخرجن لغير حاجة (ابن کثیر) ۶۳ اس میں قانون ستر و حجاب کو توڑ کر باہر آزادانہ گھومنے پھرنے کی قطعی ممانعت ہے —— ستر و حجاب کی اتنی تاکید و پابندی کے بعد بھی عورت کی "آزادی" کے دلائل قرآن مجید سے ڈھونڈے جانا جسارت اور ڈھٹائی کی انتہا ہے! الجاهلية الاولىٰ۔ نظام جاہلی۔ ہر نظام غیر اسلامی ہے۔ جاہلیت اولیٰ سے مُراد وہ مشرکانہ تہذیب و تمدن ہے، جو اسلام سے قبل، دنیا خصوصاً عرب میں یونانی و رومی تمدن کے اثر سے رائج تھی مکّہ و مدینہ میں عورتیں بن ٹھن کر اس طرح باہر آزادانہ گھوما پھرا کرتی تھیں جس طرح آج فرنگی قوموں میں دستور ہے —— اور یہ لفظ اولیٰ کا اضافہ خود اس کی دلیل ہے کہ ایک دوسری جاہلی تہذیب (الجاهلية الاخرى) کا نقشہ شروع ہی سے اسلام کے پیش نظر رہا ہے۔ تبرج الجاهلية کی شرح سب نے یہی لکھی ہے کہ اس تہذیب کی عورتیں آزادی سے مردوں کے ساتھ چلتی پھرتی، بیٹھتی بولتی رہتی تھیں۔ اور یہاں ممانعت اسی سے آئی ہے۔ عن مجاهد قال كانت المرأة تمشي بين ايدي القوم فذالك تبرج الجاهلية (جصاص) عن قتادة قال كانت لهن مشية وتكسر وتغنج فنهاهن الله عن ذالك (جصاص) وقيل هو اظهار المحاسن للرجال (جصاص) ۶۴ اور اپنی زندگی کے تمام شعبوں میں اترتیب کلام پر غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ عورت پر حیاداری، حفظ ناموس کی تاکید نماز و زکوٰۃ کے حکم سے بھی مقدم رکھی گئی ہے۔ محققین نے لکھا ہے کہ آیت میں خطاب ازواج نبی سے ہے لیکن جو تعلیم دی گئی ہے وہ ساری اُمّت کی عورتوں کیلئے ہے۔ فهذه الامور كلها مما ادب الله تعالى به نساء النبي صلعم صيانة لهن وسائر نساء المؤمنين مرادات بها (جصاص) فقیہ مالکی قاضی ابو بکر عبداللہ بن العربی اندلسی (متوفی ۵۴۲ھ) کہتے ہیں

۵۲ یعنی ابھی تم ان مقامات تک پہنچے نہیں ہو لیکن اس نے تو اپنے علم ازل میں تمہیں اس کا مالک کر دیا ——— اشارہ ہے قبائل یہود کی ساری زمینوں اور جائدادوں کی طرف جو بالآخر کچھ روز بعد مسلمانوں کے قبضہ میں آئے۔ اس جزم کے ساتھ قبل از وقوع اعلان بجز حق تعالیٰ کے اور کر ہی کون سکتا تھا۔ اَرْضًا لَّمْ تَطَئُوْهَا۔ کے مفہوم میں بڑی وسعت ہے۔ قیامت تک جو علاقہ بھی کبھی مسلمانوں کے قبضہ میں آئے، سب اس میں داخل ہے۔ وھی مکۃ او فارس والروم او خیبر او کل ارض تفتح الی یوم القیامۃ (مدارک) قیل کل ارض تفتح الی یوم القیامۃ (بیضاوی) وعد صادق فی فتح البلاد کالعراق والشام والیمن ومکۃ وسائر فتوح المسلمین (بحر)

فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ وَتَأْسِرُوْنَ فَرِيْقًا ۚ ﴿۲۶﴾ وَاَوْرَثَكُمْ

(پھر) بعض کو تم قتل کرنے لگے اور بعض کو قید کر لیا اور تمہیں مالک بنا دیا

اَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ وَاَرْضًا لَّمْ تَطَئُوْهَا ۭ

اُن کی زمین کا اور اُن کے گھروں کا اور اُنکے مال کا اور اس زمین کا بھی جس پر تم نے ابتک قدم نہیں رکھا ہے ۵۲

وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ﴿۲۷﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ

۳ ع ۷ ۱۹

اور اللہ تو ہر چیز پر قادر ہے اے نبی آپ اپنی بیویوں سے

لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا

فرما دیجئے کہ اگر تم دنیوی زندگی اور اس کی بہار کو مقصود رکھتی ہو

فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ﴿۲۸﴾ وَاِنْ

تو آؤ میں تمہیں کچھ متاع (دنیوی) دے دلا کر خوبی کے ساتھ رخصت کر دوں ۵۳ اور اگر

كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ

تم مقصود رکھتی ہو اللہ کو اور اس کے رسول کو اور عالم آخرت کو ۵۴ تو اللہ نے

اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۲۹﴾ يٰنِسَآءَ

تم میں سے نیک کرداروں کے لئے اجر عظیم تیار کر رکھا ہے ۵۵ اے نبی کی

النَّبِيِّ مَنْ يَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُّضٰعَفْ

بیویو تم میں سے جو کوئی کھلی ہوئی بیہودگی کرے گی

لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿۳۰﴾

تو اُسے دہری سزا دی جائیگی ۵۶ اور یہ اللہ کے لئے (بالکل) آسان ہے ۵۷

۵۳ یعنی طلاق دے دوں کہ جہاں چاہو آزادی سے رہ کر دنیا حاصل کرو۔ فتح خیبر کے بعد جب مسلمانوں کو مالی وسعت اچھی خاصی حاصل ہو گئی تو ازواج مطہرات کو، جو ظاہر ہے کہ نبی اور صاحب وحی نہ تھیں، محض امتی تھیں، قدرۃً یہ خیال گذرا کہ اب ہمارے نفقہ میں بھی معقول اضافہ ہونا چاہیے، اسی خواہش کا اظہار رسول اللہ صلعم کے سامنے کیا اور ذرا تقاضا کے ساتھ، رسول، صاحب وحی کے قلب مبارک کی اذیت کے لئے دنیا طلبی کی اتنی جھلک بھی بہت تھی۔ یہ آیتیں اس پر نازل ہوئیں ——— یہ اختیار دینے کو تو دے دیا گیا، لیکن اس کے مل جانے کے بعد حضرت عائشہؓ سے لے کر کسی ایک بیوی صاحبہ تک نے عیش دنیا کو ترجیح نہ دی۔ سب کی سب بدستور اللہ و رسول ہی کے ساتھ وابستہ رہیں۔ تَعَالَيْنَ۔ اس کے لفظی معنی "آؤ" مراد نہیں۔ صرف یہ مراد ہے کہ "ادھر متوجہ ہو"، "یہ بات سنو"۔ جیسا کہ اردو محاورہ میں بھی بولتے ہیں۔ ومعنی تعالین اقبلن بارادتکن واختیارکن لاحد الامرین (مدارک) تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا۔ تُرِدْنَ کا لفظ بہت اہم ہے۔ دنیوی زندگی اور اس کے جائز عیش ہرگز ممنوع نہیں، ممنوع و مذموم انہیں مقصود بنا لینا ہے۔ تُرِدْنَ اسی مفہوم کا ترجمان ہے۔ مرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ دنیا اور اس کی زینتوں کی محبت اللہ اور رسول سے بُعد کا سبب ہے۔ ۵۴ یعنی اگر تم عالم آخرت کے ان مدارج عالی کو دوست رکھتی ہو جو زوجیت رسول پر مرتب ہونے والے ہیں۔ اور رسول کی زوجیت میں صبر و قناعت کے ساتھ بسر کرنے پر تیار ہو۔ ۵۵ یعنی جنت میں وہ درجات عالیہ جو زوجات نبی کے لئے مخصوص ہیں۔ مِنْكُنَّ۔ من بیانیہ ہے تبعیضیہ نہیں۔ ازواج نبی تو محسنات سب کی سب تھیں۔ یہ نہیں کہ بعض ان میں نہ ہوں۔ من للتبیین لانھن کلھن محسنات (بیضاوی) من للبیان لا للتبعیض (مدارک) ۵۶ (آخرت میں) یعنی جتنی دوسرے شخص کو ملتی، اس کی دوگنی سزا۔ فَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ۔ مراد وہ سوء معاشرت ہے جو رسول اللہ صلعم کے تکدر قلب کا باعث ہو۔ یا مطلق معصیت صریح مراد لی جائے۔ المراد الفاحشۃ النشوز وسوء الخلق (ابن عباسؓ) ای بمعصیۃ ظاھرۃ (معالم) وینبغی ان تحمل الفاحشۃ علی عقوق الزوج وفساد عشرتہ (بحر) بعض محققین نے یہاں یہ خوب لکھا ہے کہ صفت مبینۃ کا اضافہ خود اس کی دلیل ہے کہ یہاں مراد زنا کاری ہو نہیں سکتی، جو ایک چوری چھپے کی چیز ہے، لامحالہ مراد سوء معاشرت اور عدم ادائے حقوق زوج سے ہوگی۔ اور اگر مراد زنا کاری ہی لی جائے، جب بھی اس سے مرتبۂ ازواج نبی کی منقصت ذرا بھی لازم نہیں آتی۔ اس لئے کہ یہ بات تو محض بطور فرض فرمائی گئی ہے اور بطور فرض اس سے بھی بڑھ چڑھ کر سخت اور شنیع چیزیں قرآن مجید میں مذکور ہو چکی ہیں۔ اور بعض اہل علم نے تو یہ صراحت کر دی ہے کہ لفظ فاحشۃ جب ال کے ساتھ معرفہ ہو کر آئے گا تو اُس کے معنی حرام کاری کے ہوں گے اور جب تنوین کے ساتھ صیغۂ نکرہ میں آئے گا، تو اُس کے مفہوم میں ہر قسم کی معصیت داخل ہوگی۔ اور جب موصوف ہو کر آئے گا (جیسا کہ یہاں صفت مبینۃ کے ساتھ ہے) تو مراد سوء معاشرت اور عدم ادائے حقوق زوجیت سے ہوگی۔ وقال قوم الفاحشۃ اذا وردت معرفۃ فھی الزنا واللواط واذا وردت منکرۃ فھی سائر المعاصی واذا وردت منعوتۃ فھی عقوق الزوج وفساد عشرتہ (قرطبی) يُضٰعَفْ ...... ضِعْفَيْنِ۔ فقہاء نے لکھا ہے کہ خواص و علماء پر بمقابلہ عوام اُمت کے گرفت زیادہ سخت ہوگی اور اسی طرح ان کا اجر و ثواب بھی عوام سے کہیں زیادہ ہے۔ لان النعم کلما عظمت کان کفرانھا اعظم فیما یستحق بہ من العقاب وکان استحقاق العقاب علی حسب کفران النعمۃ وحصاص ولذا لکن الذم للعاصی العالم اشد من العاصی الجاھل لان المعصیۃ من العالم اقبح (مدارک) وسبب تضعیف العذاب ان الذنب منھن اقبح فان زیادۃ قبحہ تابعۃ لزیادۃ تفضل المذنب والنعمۃ علیہ (روح) ۵۷ یعنی یہ نہیں کہ اللہ کسی کی وجاہت کی مروت یا دباؤ میں آ کر اپنی سزا کے نفاذ میں ترمیم کرنے لگے۔

۴۴ مُراد ان معاہدین سے حضرت انس بن النضرؓ اور اُن کے رفقاء ہیں۔ یہ حضرات اتفاق سے غزوۂ بدر میں شریک نہیں ہونے پائے تھے۔ تو اُن کو افسوس ہوا اور عہد کیا کہ اگر اب کے کوئی جہاد ہو تو اس میں ہماری جان توڑ کوشش دیکھ لی جائے گی۔ . . . . . مطلب یہ تھا کہ منہ نہ موڑیں گے کہ مارے جائیں۔" مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ۔ کو اگر وسیع و عام معنیٰ میں لیا جائے تو اس میں وہ تمام امور آجائیں گے جنہیں ہم نے بضمن ایمان اجمالاً اور قرآن وحدیث سے تفصیلاً قبول کیا ہے۔ اور اس معنیٰ میں اس کی مصداق ساری اُمّتِ محمدی ہوگی۔ مُرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ کاملین کے لئے کبھی اُمور مکروہہ بھی، اور ان ہی میں قبض بھی شامل

اللّٰهَ وَرَسُولُهُۥ ۚ وَمَا زَادَهُمْ إِلَّآ إِيمَـٰنًا وَتَسْلِيمًا ﴿٢٢﴾ مِّنَ

اور اللہ اور اُس کے رسول نے سچ کہا تھا اور (اس سے) اُنکے ایمان وطاعت میں ترقی ہی ہوئی، اہلِ ایمان

الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا۟ مَا عَـٰهَدُوا۟ اللّٰهَ عَلَيْهِ ۖ

میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ انہوں نے اللہ سے جو عہد کیا تھا اُس میں سچے اُترے ۴۴

فَمِنْهُم مَّن قَضَىٰ نَحْبَهُۥ وَمِنْهُم مَّن يَنتَظِرُ ۖ وَمَا

سو اُن میں کچھ ایسے بھی ہیں جو اپنی نذر پوری کر چکے اور کچھ اُن میں کے راستہ دیکھ رہے ہیں ۴۵ اور

بَدَّلُوا۟ تَبْدِيلًا ﴿٢٣﴾ لِّيَجْزِىَ اللّٰهُ الصَّـٰدِقِينَ بِصِدْقِهِمْ وَ

انہوں نے ذرا فرق نہیں آنے دیا ۴۶ (یہ اس لئے ہوا) تاکہ اللہ سچوں کو صِلہ دے ان کی سچائی کا اور

يُعَذِّبَ الْمُنَـٰفِقِينَ إِن شَآءَ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ ۚ إِنَّ اللّٰهَ

منافقین کو اگر چاہے سزا دے یا (چاہے تو) اُن کی توبہ قبول کرلے بیشک اللہ

كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿٢٤﴾ وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِينَ كَفَرُوا۟ بِغَيْظِهِمْ

بڑا مغفرت والا ہے، بڑا رحمت والا ہے ۴۷ اور اللہ نے کافروں کو اس غصّہ میں بھرا ہوا ہٹا دیا کہ اُنکے

لَمْ يَنَالُوا۟ خَيْرًا ۚ وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِينَ الْقِتَالَ ۚ وَكَانَ

کچھ بھی ہاتھ نہ لگا ۴۸ اور جنگ میں اللہ اہلِ ایمان کے لئے کافی ہوگیا ۴۹ اور اللہ تو

اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيزًا ﴿٢٥﴾ وَأَنزَلَ الَّذِينَ ظَـٰهَرُوهُم مِّنْ أَهْلِ

ہے ہی بڑا قوت والا بڑا زبردست ۵۰ اور جن اہلِ کتاب نے ان کی مدد کی تھی (اللہ نے) انہیں ان کے

الْكِتَـٰبِ مِن صَيَاصِيهِمْ وَقَذَفَ فِى قُلُوبِهِمُ الرُّعْبَ

قلعوں سے اُتار دیا ۵۱ اور اُن کے دلوں میں (تمہارا) رُعب بٹھا دیا

ہے، زیادتِ معارف کا سبب بن جاتے ہیں۔ ۴۵ (شوق کے ساتھ، اس نذر کے پورے ہونے کا) وسیع معنیٰ میں تمام زندہ مومنین صادقین اس میں داخل ہیں۔ مَن قَضٰى نَحْبَهٗ۔ یعنی شہید ہوگئے اور آخر تک ثبات میں فرق نہ آنے دیا۔ نحب کے لفظی معنیٰ نذر کے ہیں۔ اور قضٰی نحبہٗ کے معنی ہوئے کہ اُس نے اپنی نذر اُتاری۔ النحب النذر المحکوم بوجوبہ یقال قضی فلان نحبہ ای وفی بنذرہ (راغب) محاورہ میں کنایہ وفات پا جانے سے ہوتا ہے۔ اور یہی معنیٰ سلف سے منقول ہیں۔ ویُعبّر بذالک عمن مات (راغب) قال الحسن مات علی ما عاهد علیه (جصاص) ۴۶ (اپنے اس عزمِ راسخ میں۔ بلکہ اس پر بدستور ثابت ہیں) تَبْدِيلًا۔ تنوین تصغیر کے لئے ہے یعنی کسی نوع کسی قسم کی ادنیٰ تبدیلی ان میں نہیں ہوئی۔ ۴۷ (اس کی وسیع رحمت سے کیا بعید ہے کہ وہ منافق کو مخلص بنا کر قابلِ مغفرت بنا دے) اس میں ترغیب آگئی توبہ ورجوع کی۔ الصادقین سے مُراد ظاہر ہے کہ سچے مسلمان ہیں۔ لیجزی۔ ل تعلیل کا ہے۔ والظاہر ان اللام للتعلیل (روح) لِيَجْزِىَ . . . . . . عَلَيْهِمْ۔ آیت سے یہ ظاہر ہے کہ مومن صادق کی نجات یقینی ہے۔ بخلاف اس کے منافق کی سزا مشروط ہے مصلحت تکوینی کے ساتھ۔ اَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ یعنی اگر اس کی مشیت یہی ہوئی تو منافقین کو بھی آخرت میں سزا نہ ملے گی۔ ان کی تعذیب ومغفرت دونوں حق تعالیٰ کی مشیت پر معلق ہیں۔ ۲ [illegible] ظاہرہ ان کلا من التعذیب والرحمة للمنافقین یوم القیامة ولو ماتوا علی النفاق معلق بمشیته تعالیٰ (روح) آیت مسلک خارجیت قدیم وجدید دونوں کی تردید کے لئے بالکل کافی ہے۔ منافقین حقیقۃً کافر ہی ہوتے ہیں۔ ایمان رمق بھر بھی ان میں نہیں ہوتا۔ اس پر بھی حکم ان کے معذب ہونے کا قطعی طور پر نہیں صادر ہوتا، بلکہ ان کی مغفرت ومغفوریت کی بھی گنجائش رکھ لی جاتی ہے۔ اور اس پہلو کو زوردار بنانے کے لئے اعلان اپنی عام غفوریت ورحیمیت کا بھی ساتھ ساتھ کر دیا جاتا ہے —— کہاں حق تعالیٰ کی طرف سے یہ گنجائشیں اور وسعتیں اور کہاں بعض نافہم بندوں کی یہ تنگیاں اور سختیاں کہ پختہ پختہ مسلمان بھی قابلِ نجات نہیں، اس لئے کہ ان سے فلاں فلاں لغزشیں بھی تو سرزد ہو چکی ہیں! ۴۸ (اور انہیں محاصرۂ مدینہ سے ناکام، ناشاد، نامراد واپس جانا پڑا) خَيْرًا۔ یعنی جو بھلائی اُن کے خیال کے مطابق ہے۔ مُراد فتح وکامیابی سے ہے۔ ۲ [illegible] ۴۹ (کہ بغیر کسی بڑی لڑائی کے انہیں نجات دلا دی) محمّد بن عبداللہ (روحی فداہ) جس طرح حالتِ امن میں بہترین مدبّر وبہترین منتظم تھے، اسی طرح حالتِ جنگ میں بہترین جنرل بھی تھے۔ ترتیب صفوف، مورچہ بندی وغیرہ تمام مسائلِ فنِ حرب میں بے مثال بصیرت رکھنے والے، لیکن باوجود اس سب کے، قرآن مجید آپؐ کے لشکروں کی فتح وظفر کو آپؐ کے کمالاتِ سپہ سالاری کی جانب نہیں، بلکہ اپنی ہی قدرت وحکمت کی جانب منسوب کرتا رہتا ہے —— اور قرآن کا مقصود ہی یہ ہے کہ زندگی کے ہر ہر شعبے میں بندہ کا تعلق براہِ راست حق تعالیٰ ہی سے جُڑا رہے۔ ۵۰ (اس کے لئے ایسا کرنا مشکل ہی کیا تھا) ۵۱ ان اہلِ کتاب سے مراد یہود بنی قریظہ ہیں جو حوالیِ مدینہ میں اپنے بڑے بڑے مضبوط ومستحکم قلعوں اور گڑھیوں میں قلعہ بند رہا کرتے تھے۔ اور اس وقت تک مسلمانوں سے معاہدہ کئے ہوئے ان کے حلیف تھے۔ بعد کو عہد شکنی کر کے قتل واسارت دونوں کے مستحق قرار پائے۔ صَيَاصِيهِمْ۔ یعنی ان کے مایۂ ناز مضبوط قلعے اور گڑھیاں۔ قیل فی صیاصیھم انھا الحصون التی کانوا یمتنعون بھا (جصاص)

عَلَيۡهِ مِنَ الۡمَوۡتِ ۚ فَاِذَا ذَهَبَ الۡخَوۡفُ سَلَقُوۡكُمۡ بِاَلۡسِنَةٍ

موت کی بیہوشی طاری ہو پھر جب وہ خطرہ دُور ہو جاتا ہے تو تمہیں

حِدَادٍ اَشِحَّةً عَلَى الۡخَيۡرِ ؕ اُولٰٓئِكَ لَمۡ يُؤۡمِنُوۡا فَاَحۡبَطَ

تیز زبانوں سے طعنہ دیتے ہیں مال (غنیمت) پر حرص لئے ہوئے ۳۹ یہ لوگ ایمان ہی نہیں لائے، چنانچہ

اللّٰهُ اَعۡمَالَهُمۡ ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيۡرًا ﴿۱۹﴾ يَحۡسَبُوۡنَ

اللہ نے انکے اعمال بیکار کر رکھے ہیں ۴۰ اور یہ بات اللہ کے لئے (بالکل) آسان ہے ان لوگوں کا خیال

الۡاَحۡزَابَ لَمۡ يَذۡهَبُوۡا ۚ وَاِنۡ يَّاۡتِ الۡاَحۡزَابُ يَوَدُّوۡا

ہے کہ لشکر (ابھی تک) گئے نہیں ۴۱ اور اگر (یہ) لشکر آپڑیں تو یہ لوگ یہ چاہیں گے

لَوۡ اَنَّهُمۡ بَادُوۡنَ فِى الۡاَعۡرَابِ يَسۡاَلُوۡنَ عَنۡ اَنۡۢبَآئِكُمۡ ؕ

کاش! ہم دیہاتوں میں باہر جا رہتے (اور وہیں سے) تمہاری خبریں پوچھتے رہتے ۴۲

وَلَوۡ كَانُوۡا فِيۡكُمۡ مَّا قٰتَلُوۡۤا اِلَّا قَلِيۡلًا ﴿۲۰﴾ ع لَقَدۡ كَانَ لَكُمۡ

ع ۲ ۱۲ ۱۸

اور اگر تم ہی میں رہیں جب بھی کچھ یوں ہی سا لڑیں رسول اللہ کا ایک عمدہ نمونہ

فِىۡ رَسُوۡلِ اللّٰهِ اُسۡوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنۡ كَانَ يَرۡجُوا اللّٰهَ وَ

موجود ہے تمہارے لئے ۴۳ یعنی اس کے لئے جو ڈرتا ہو اللہ اور

الۡيَوۡمَ الۡاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيۡرًا ﴿۲۱﴾ ؕ وَلَمَّا رَاَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ

روزِ آخرت سے اور ذکر الٰہی کثرت سے کرتا ہو اور جب اہل ایمان نے لشکروں کو

الۡاَحۡزَابَ ۙ قَالُوۡا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوۡلُهٗ وَصَدَقَ

دیکھا تو کہنے لگے یہی وہ (موقع) ہے جس کی ہمیں اللہ اور اسکے رسول نے خبر دی تھی

۳۹ یعنی مال غنیمت لینے کی خاطر مسلمانوں سے دلخراش باتیں کرتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ ہماری ہی مدد سے تمہیں یہ فتح میسّر ہوئی۔ آیت میں منافقوں کی بزدلی اور حرص دونوں کا پورا بیان آگیا۔ اَلۡخَيۡرِ۔ خیر سے مراد یہاں مال ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں اور متعدد موقعوں پر بھی ہے ~~المال والغنيمة~~ (مدارک) ~~على الغنيمة (قرطبی)~~ ۴۰ یعنی اُن میں ایمان تو پہلے ہی سے نہ تھا، اور اسی لئے تو اُن کے کسی عمل اور ظاہری طاعت کا اجر نہیں۔ لَمۡ يُؤۡمِنُوۡا۔ یہ منافق صرف زبان سے دعوئ اسلام کرتے تھے حقیقۃً ایمان سے بالکل خالی تھے۔ ۴۱ یہ اُن کی بزدلی کی انتہا ہے کہ فوج چلی بھی گئی، اور یہ اب تک اس کے ڈر سے دبے سہمے ہوئے ہیں۔

۴۲ منافقوں کی انتہائی اور ضرب المثل بزدلی کا ایک اور نقشہ۔ ان میں ہمّت اتنی بھی نہیں کہ ان جگر دوز معرکوں کے دیکھنے کی تاب بھی لا سکیں۔ چاہتے ہیں کہ کہیں دُور دیہات میں چلے جائیں، اور وہیں سے بس خبریں سُن لیا کریں۔ ۴۳ (زندگی کے ہر شعبہ اور ہر پہلو میں، خصوصاً ثبات و استقامت میں) رسُول اللہ صلعم کا اتباع تو مؤمنین پر چھوٹے بڑے ہر امر میں واجب ہے اور آپؐ کی زندگی انسان کے لئے انفرادی و اجتماعی، خانگی و ملّی، معاشری و اخلاقی ہر ہر گوشہ میں شمع ہدایت ہے، لیکن یہاں اشارہ خصوصی معرکۂ جنگ میں ثبات و استقامت سے متعلق ہے۔ فقہاء مفسّرین نے لکھا ہے کہ آیت کے اندر ایک اصل عظیم آگئی ہے اور اس سے زندگی کے چھوٹے بڑے سارے معاملات میں رسُول اللہ صلعم کی اقتدار و پیروی کے وجوب پر استدلال کیا جا سکتا ہے۔ ~~هذه الاية الكريمة اصل كبير فى التأسى برسول الله صلعم فى اقواله وافعاله واحواله ولهذا امر تبارك وتعالى الناس بالتأسى بالنبى صلعم يوم الاحزاب فى صبره ومصابرته ومرابطته ومجاهدته وانتظاره الفرج من ربه عز وجل دائماً الى يوم الدين (ابن كثير) الاسوة القدوة والاسوة ما يتأسى به اى يتعزى به فيقتدى به فى جميع افعاله ويتعزى به فى جميع احواله (قرطبی)~~ فِىۡ رَسُوۡلِ اللّٰهِ۔ اس لفظ نے صاف کر دیا کہ یہ مقتدائی وصف رسالت کے اعتبار سے ہوگی۔ رَسُوۡلِ اللّٰهِ میں لفظ اللہ سے یہ نکتہ پیدا کیا گیا ہے کہ رسُول کے کمالات شخصاً آپؐ کی جانب نہیں، براہِ راست حق تعالٰی ہی کی جانب منسوب ہیں۔ لِمَنۡ ...... كَثِيۡرًا یعنی مومن کامل کے لئے۔

اِلَّا يَسِيْرًا ﴿۱۴﴾ وَلَقَدْ كَانُوْا عَاهَدُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ لَا يُوَلُّوْنَ

بس برائے نام ہی ٹھہریں ۳۱ حالانکہ یہی لوگ پیشتر اللہ سے عہد کر چکے تھے کہ پیٹھ نہ

الْاَدْبَارَ ؕ وَكَانَ عَهْدُ اللّٰهِ مَسْـُٔوْلًا ﴿۱۵﴾ قُلْ لَّنْ يَّنْفَعَكُمُ

پھیر ینگے ۳۲ اور اللہ سے جو عہد کیا جاتا ہے اسکی باز پرس ہوگی ۳۳ آپ کہدیجئے تمہیں بھاگنا کچھ بھی

الْفِرَارُ اِنْ فَرَرْتُمْ مِّنَ الْمَوْتِ اَوِ الْقَتْلِ وَاِذًا لَّا تُمَتَّعُوْنَ

نفع نہیں دے سکتا اگر تم موت یا قتل سے بھاگتے ہو اور اس سے تمتع بھی نہیں حاصل

اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۶﴾ قُلْ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَعْصِمُكُمْ مِّنَ اللّٰهِ اِنْ

کر سکتے بجز چند روز کے ۳۴ آپ کہدیجئے کہ وہ کون ہے جو تمہیں اللہ سے بچا سکے اگر (اللہ) تمہارے ساتھ

اَرَادَ بِكُمْ سُوْٓءًا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً ؕ وَلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ

بُرائی کرنا چاہے یا (اسے روک سکے جب) وہ تمہارے ساتھ فضل کرنا چاہے ۳۵ اور وہ لوگ

مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۱۷﴾ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِيْنَ

اللہ کے سوا نہ کوئی اپنا حمایتی پائینگے اور نہ مددگار ۳۶ اللہ تم میں سے ان لوگوں کو خوب جانتا ہے

مِنْكُمْ وَالْقَآئِلِيْنَ لِاِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ اِلَيْنَا ۚ وَلَا يَاْتُوْنَ

جو مانع ہوتے ہیں اور جو اپنے بھائیوں سے کہتے رہتے ہیں کہ ہمارے پاس آجاؤ ۳۷ اور یہ لوگ لڑائی میں تو

الْبَاْسَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۸﴾ لا اَشِحَّةً عَلَيْكُمْ ۚۖ فَاِذَا جَآءَ الْخَوْفُ

بس نام ہی کو آتے ہیں تمہارے حق میں بخیل ہو کر ۳۸ پھر جب کوئی خطرہ پیش آتا ہے

رَاَيْتَهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ تَدُوْرُ اَعْيُنُهُمْ كَالَّذِيْ يُغْشٰى

تو آپ ان کو دیکھتے ہیں کہ وہ آپ کی طرف اس طرح دیکھنے لگتے ہیں کہ اُنکی آنکھیں چکرائی جاتی ہیں جیسے کسی

۳۱ مطلب یہ ہے کہ اگر کہیں کافروں کا لشکر مدینہ میں داخل ہو جائے اور ان منافقوں سے کہے، کہ آؤ، ہم تم مل کر مسلمانوں سے مقابلہ کریں تو یہ لوگ بلا تأمل آمادہ ہو جائیں، مسلمانوں کی لوٹ مار پر اُٹھ کھڑے ہوں اور اس وقت ذرا خیال نہ کریں کہ آخر اب غیر محفوظ گھروں کی کون حفاظت کریگا ——— یہ سب اُن کی انتہائی مذمت میں ارشاد ہو رہا ہے ۔ وهذا ... في غاية الذم (ابن كثير) — وما تلبثوا بها۔ ضمیر ھا بیوت کی طرف ہے ۔ الضمير على كل تقدير للبيوت (روح)

۳۲ بدر کے بعد جب بعض مخلص مسلمان حسرت کر رہے تھے کہ افسوس، ہم شرکت سے محروم رہ گئے، تو بعض منافقین بھی اس گفتگو میں شامل ہو گئے ۔ اور کہنے لگے اب جو کوئی موقع آیا تو ہم کسی سے پیچھے نہیں رہنے کے ۔ ۳۳ قرآن مجید کا یہ ایک عام حکیمانہ اسلوب ہے کہ معین و مشخص واقعات کا ذکر کرتے کرتے عام اصول شریعت و اخلاق بھی سُنا دیتا ہے ۔ ۳۴ اور اس چند روز سے مراد عمرِ مقدر کا بقیہ حصّہ ہے کہ یہ جو تم بھاگے بھاگے پھرتے ہو، اس سے عمرِ مقدر تو بڑھ نہیں سکتی ۔ ۳۵ بُرائی مثلاً یہی کہ وہ تمہیں ہلاک کرنا چاہے تو کون تمہیں بچا سکتا ہے ؟ فضل مثلاً یہ کہ وہ تمہیں زندہ رکھنا چاہے تو کون اس میں مانع ہو سکتا ہے ؟ ۳۶ وَلِیّ یا حمایتی وہ جو نفع پہنچا سکے، نَصِیْر یا مددگار وہ جو ضرر سے بچا سکے ۔ ۳۷ (تو تمہاری جان بچ جائے گی اور تم چین اور سُکھ سے زندگی بسر کر سکو گے) اِخْوَانِهِمْ سے مُراد وطنی یا قومی بھائی ہیں ۔ ۳۸ یعنی یہ اپنی کم ہمتی اور ضعف ایمان کی بنا پر لڑائی میں شریک ہی کب ہوتے ہیں، اور اگر کبھی محض نام کرنے کے لئے شریک ہو بھی گئے تو یہ انہیں گوارا نہیں ہوتا کہ مالِ غنیمت مسلمانوں ہی کو ملے ۔

فَوۡقِكُمۡ وَمِنۡ اَسۡفَلَ مِنۡكُمۡ وَاِذۡ زَاغَتِ الۡاَبۡصَارُ وَ

تمہارے اُوپر کی طرف سے بھی اور تمہارے نیچے کی طرف سے بھی ۲۳ اور جبکہ آنکھیں کھُلی رہ گئی تھیں

بَلَغَتِ الۡقُلُوۡبُ الۡحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوۡنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوۡنَا ۝۱۰

اور کلیجے منہ کو آنے لگے تھے ۲۴ اور تم لوگ اللہ کے ساتھ طرح طرح کے گمان کر رہے تھے ۲۵

هُنَالِكَ ابۡتُلِىَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ وَزُلۡزِلُوۡا زِلۡزَالًا شَدِيۡدًا ۝۱۱

اس موقع پر مسلمانوں کا (پورا) امتحان لیا گیا اور وہ سخت زلزلہ میں ڈالے گئے

وَاِذۡ يَقُوۡلُ الۡمُنٰفِقُوۡنَ وَالَّذِيۡنَ فِىۡ قُلُوۡبِهِمۡ مَّرَضٌ مَّا

اور جبکہ منافقوں اور ان لوگوں نے جن کے دلوں میں مرض ہے یوں کہنا شروع کیا تھا کہ

وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوۡلُهٗۤ اِلَّا غُرُوۡرًا ۝۱۲ وَاِذۡ قَالَتۡ طَّآئِفَةٌ

ہم سے اللہ اور اس کے رسول نے تو محض دھوکے ہی کا وعدہ کر رکھا ہے ۲۶۔ اور یہ (اس وقت ہوا) جب اُن

مِّنۡهُمۡ يٰۤاَهۡلَ يَثۡرِبَ لَا مُقَامَ لَـكُمۡ فَارۡجِعُوۡا ۚ وَيَسۡتَاۡذِنُ

میں سے ایک گروہ نے کہا ۲۷ اے یثرب کے لوگو تمہارے ٹھہرنے کا موقع نہیں، سو (اپنے گھروں کو) واپس جاؤ ۲۸

فَرِيۡقٌ مِّنۡهُمُ النَّبِىَّ يَقُوۡلُوۡنَ اِنَّ بُيُوۡتَنَا عَوۡرَةٌ ۛؕ وَمَا هِىَ

اور بعض لوگ ان میں سے نبی سے اجازت مانگتے تھے، کہتے تھے کہ ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں، حالانکہ وہ ذرا بھی

بِعَوۡرَةٍ ۛۚ اِنۡ يُّرِيۡدُوۡنَ اِلَّا فِرَارًا ۝۱۳ وَلَوۡ دُخِلَتۡ عَلَيۡهِمۡ ع ۱۰

غیر محفوظ نہیں ہیں، یہ محض بھاگنا ہی چاہتے ہیں ۲۹ اور اگر ان (لوگوں) پر (مدینہ کے) اطراف

مِّنۡ اَقۡطَارِهَا ثُمَّ سُـئِلُوا الۡفِتۡنَةَ لَاٰتَوۡهَا وَمَا تَلَبَّثُوۡا بِهَاۤ

سے کوئی (لشکر کافروں کا) آگھسے، پھر ان سے فساد کی درخواست کی جائے ۳۰ تو یہ اسے منظور کر لیں اور (ان گھروں میں)

۲۳ یعنی کچھ فوجیں آ کر وادیٔ مدینہ کے نشیبی حصہ میں خیمہ انداز ہو گئی تھیں۔ اور کچھ بالائی حصہ میں۔ مدینہ کی شرقی سمت اُونچی ہے۔ اور غربی سمت نیچی۔ قبیلہ بنی اسد، قبیلہ غطفان کا لشکر سمت مشرق سے آیا تھا، اور قریش و بنی کنانہ کی فوجیں سمت مغرب سے۔ ۲۴ (مارے دہشت و ہیبت کے) محاصرۂ جنگ کی شدت کا بیان ہو رہا ہے۔ آنکھیں پھٹی رہ جانا، اور کلیجہ منہ کو آنے لگنا، انتہائی خوف و دہشت کی علامتیں ہیں۔ بَلَغَتِ الۡقُلُوۡبُ الۡحَنَاجِرَ۔ کے لفظی معنی مراد نہیں مقصود عربی محاورہ کے مطابق شدت خوف کو بیان کرنا ہے۔ یجوزان یکون ذلک مثلا فی اضطراب القلوب ووجیبھا وان لم تبلغ الحناجر حقیقۃ (کشاف)

۲۵ اور موقع شدت پر وسوسوں کا طبعی طور پر پیدا ہونا ایمان کیا معنی کمال ایمان کے بھی منافی نہیں۔ ۲۶ اہل ایمان کی پختگی و استقامت کی بھرپوری اور سخت آزمائش تھی۔ شدید سردی کا موسم تھا، غلہ کی گرانی و کمیابی تھی۔ صحابہ بلکہ خود رسول اللہ صلعم تک بھوک کی شدت سے پیٹ پر پتھر باندھے ہوئے تھے۔ اس پر بھی ہمت و استقلال کا یہ عالم تھا کہ سنگلاخ زمین کی کھدائی بغیر کسی "سفر مینا" کی پلٹن کے، بغیر (Sappers; and Miners) کے کسی دستے کے، اپنے ہاتھ سے جاری تھی۔ ظاہری مغلوبیت و بیچارگی کا یہ عالم تھا کہ رسول اللہ صلعم نے خود اپنے دستِ مبارک میں پھاوڑا لے کر ایک پتھر پر جو ضرب لگائی تو آگ کے شرارے پیدا ہوئے اور ایسا تین بار ہر ہر ضرب پر ہوا۔ اس روشنی میں آپؐ کی نگاہِ کشفی کو ایران اور شام اور یمن کے محل دکھائے گئے۔ اور آپ نے اپنے رفیقوں کو بشارت دی کہ یہ سب مُلک میری اُمّت کو دے دیئے گئے ہیں۔ کچے اور کمزور ایمان والے تو دو دلے ہو ہی رہے تھے۔ اور اپنی جان کی خیر منا رہے تھے۔ منافقین نے طنز و استہزاء سے کہنا شروع کیا کہ "یہ لیجیئے حالت تو یہ ہو رہی ہے، اور خواب دیکھ رہے ہیں ایران اور روم کے شاہی محلوں کے۔" هُنَالِكَ ابۡتُلِىَ الخ۔ مرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ بلاؤں کا پیش آنا، اور انہیں میں قبض وغیرہ مکروہات باطنی بھی داخل ہیں، کبھی امتحان صدق کے لئے بھی ہوتا ہے۔ پس سالک کو چاہیئے کہ ان حالات میں صبر سے کام لے اور طاعت پر جما رہے۔ ۲۷ یعنی جب انہیں منافقین میں سے بعض لوگوں نے دوسروں کو مخاطب کر کے جنگ کے مورچوں پر کہا۔ مِنۡهُمۡ۔ ضمیر انہیں لوگوں کی طرف ہے جن کا ذکر ابھی ابھی آ چکا ہے۔ المنافقون والذین فی قلوبھم مرض۔ ۲۸ (کہ اب مورچوں پر جمے رہنا صریحاً موت کے منہ میں جانا ہے) یثرب مدینہ کا پُرانا نام ہے۔ مدینۃ النبی تو ہجرت نبوی کے بعد نام پڑا۔ ۲۹ بعض کج دلے اور منافق۔ سالار اعظمؐ کی خدمت میں آ کر طرح طرح کے بہانے تراشتے تھے، اور یہ کہتے تھے کہ ہم اپنے گھروں کو غیر محفوظ حالت میں چھوڑ آئے۔ اور صرف عورتیں اور بچے ہیں چوروں ڈاکوؤں کا ہر وقت خطرہ ہے۔ قرآن مجید جواب دیتا ہے کہ یہ عذرات اُن کے گڑھے ہوئے ہیں۔ ان کے گھر خود ان کے خیال میں بھی غیر محفوظ نہیں۔ اور نہ ان کی جانے سے یہ نیت ہے کہ انتظام کر کے پھر چلے آئیں گے۔ یہ تو بس جنگ سے بھاگنا چاہتے ہیں۔ عورۃ یہاں ذات عورۃ کے معنی میں ہے یعنی شگاف زدہ جس کے اندر داخلہ ممکن ہو۔ والعورۃ ذات العورۃ (کشاف) ای متخرقۃ ممکنۃ لمن اراد ھا (راغب) وَمَا هِىَ بِعَوۡرَةٍ۔ قرآن مجید میں یہ ترکیب جہاں جہاں بھی آئی ہے۔ اس وصف کی نفی کامل مراد رہی ہے۔ مثلاً وماھم بمؤمنین (ان میں ایمان ذرا بھی نہیں ہے) وما ربك بظلام للعبید (آپ کا پروردگار بندوں کے حق میں ذرا سا بھی ظالم نہیں ہے)

۳۰ یعنی مسلمانوں کے مقابلہ میں صف آرائی اور اس میں ان کی شرکت کی یا کفر کی۔ ای المحاربۃ ومقاتلۃ المسلمین (بیضاوی) ھی الدخول فی الکفر (ابن کثیر) ای القتال کما قال الضحاک (روح)

بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِىْ كِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ

ایک دوسرے سے زیادہ تعلق رکھتے ہیں ۔ بہ نسبت دوسرے مومنین ۔ اور

الْمُهٰجِرِيْنَ اِلَّآ اَنْ تَفْعَلُوْٓا اِلٰٓى اَوْلِيٰٓئِكُمْ مَّعْرُوْفًا ۭ كَانَ

مہاجرین کے ۱۳ ۔ مگر ہاں تم اپنے دوستوں سے کچھ (سلوک) کرنا چاہو (تو وہ جائز ہے) ۱۴ یہ بات

ذٰلِكَ فِى الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ۝۶ وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ

نوشتۂ (الٰہی) میں لکھی جاچکی تھی ۱۵ ۔ اور وہ وقت بھی قابل ذکر ہے جب ہم نے (تمام) پیمبروں

مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسَى

سے عہد لیا ۱۶ ۔ اور آپ سے بھی ۔ اور نوح ۔ اور ابراہیم ۔ اور موسیٰ ۔ اور عیسیٰ

ابْنِ مَرْيَمَ ۠ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ۝۷ۙ لِّيَسْـَٔلَ

ابن مریم سے بھی ۔ اور ہم نے ان سے ۔ پختہ عہد لیا ۱۷ ۔ تاکہ ۔ ان

الصّٰدِقِيْنَ عَنْ صِدْقِهِمْ ۚ وَاَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا

سچوں سے ان کے سچ کی ۔ بابت سوال کرے ۱۸ ۔ اور کافروں کیلئے (اللہ نے) عذاب دردناک تیار

اَلِيْمًا ۝۸ۧ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ

ع ۱/۸/۱۷

کر رکھا ہے ۱۹ ۔ اے ایمان والو ۔ اللہ کا انعام ۔ اپنے اُوپر یاد کرو ۔ جب

جَاۗءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ۭ

تم پر (کئی کئی) لشکر چڑھ آئے ۲۰ ۔ پھر ہم نے ان پر ایک آندھی بھیجی اور ایسی فوج جو تم کو دکھائی نہیں دیتی ۲۱

وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ۝۹ۚ اِذْ جَاۗءُوْكُمْ مِّنْ

اور اللہ تمہارے اعمال کو ۔ دیکھ رہا تھا ۲۲ ۔ جب کہ وہ لوگ تم پر آپڑے تھے

۱۳ (باعتبار ترکہ و میراث کے) اُولُوا الْاَرْحَامِ یعنی وہ رشتہ دار جن سے خون ملا ہو۔ فِىْ كِتٰبِ اللّٰهِ یعنی شریعت الٰہی میں۔ فی ما فرض اللّٰہ (بیضاوی) ای فی حکم اللّٰہ (ابن جریر) ۱۴ یعنی اصل میراث میں تو حق متوفی کے عزیزوں ہی کا ہوتا ہے، اور عامۂ مہاجرین و مومنین کو جو اس میں حقدار بنا دیا گیا تھا وہ انتظام عارضی تھا۔ ہاں ان کے ساتھ کوئی حسنِ سلوک کرنا چاہے تو وصیت جو مقدار ترکہ کے ایک ثلث پر جاری ہو سکتی ہے۔ اس میں گنجائش اب بھی باقی ہے۔ ۱۵ (کہ شریعتِ اسلامی میں قانون میراث، عزیزوں ہی سے متعلق ہوگا) فی الکتاب۔ کتاب سے مراد لوح محفوظ لی گئی ہے۔ ~~اے فی اللوح (بیضاوی)~~ ۱۶ (احکام کے اتباع و تبلیغ کا) میثاق انبیاء، پر حاشیہ سورۂ آل عمران (پ۳) میں گزر چکا۔ ۱۷ ان انبیاء کے ناموں کی تخصیص کی وجہ عجب نہیں کہ یہ ہو کہ یہ صاحبِ شریعت انبیاء تھے، یا جو بھی وجہ ہو۔ لفظ میثاق کے ساتھ غلیظ کے اضافہ سے فقہاء نے یہ استنباط کیا ہے کہ عہد و پیمان کو حلف یا دوسرے قیود کے ساتھ مؤکد کرنا اولیٰ ہے۔ ۱۸ (قیامت کے دن) اَلصّٰدِقِيْنَ۔ سچوں سے یعنی پیمبروں سے لفظ الصادقین لاکر یہ خود بتا دیا کہ انبیاء نے اپنا عہد پورا کیا، اور اپنے اقرار میں سچے تھے۔ ~~لِیَسْئَلَ میں لِ کے کے مرادف ہے۔ لکے یسأل الصادقین (معالم)~~ صِدْقِهِمْ یعنی تبلیغ رسالت کے باب میں۔ ~~اے من تبلیغهم الرسالة (معالم)~~ ۱۹ (قیامت کے دن) اَلْكٰفِرِيْنَ۔ میں وہ سب لوگ آگئے، جو صاحبِ وحی کے اتباع کے منکر ہیں۔ ۲۰ (یعنی قریش مکہ کا لشکر، قبیلہ غطفان کا لشکر اور یہود کا لشکر) شوال ۵ سنہ ہجری کا واقعہ ہے کہ اسلام کے مخالفین نے ایکا کرکے مدینہ پر دھاوا بول دیا، اور شہر کو ہر طرف سے گھیر لیا۔ تاریخ میں اس جنگ کا نام جنگِ احزاب ہے۔ چار ہزار کی تعداد میں تو قریش ہی کا لشکر تھا جس میں تین سو سوار اور ڈیڑھ ہزار شتر سوار تھے۔ مجموعی تعداد ان لشکروں کی کم از کم سات ہزار کی تھی۔ بعض تخمینے دس اور بارہ ہزار بلکہ بعض پندرہ ہزار کے بھی ہیں۔ افسرِ اعلیٰ ابوسفیان قریشی تھا۔ عرب نے اتنی بڑی فوج کشی کی مثال اس سے پہلے نہیں دیکھی تھی۔ مسلمانوں کی جمعیت کل ۳ ہزار کی تھی۔ حضرت سلمان فارسیؓ صحابی کے مشورہ پر لشکرِ اسلام کے سالار اعظم ؐ نے خود گھوڑے پر سوار ہو کر شہر کا دورہ کرنے کے بعد حکم دیا کہ شہر کے گرد جس جس رُخ سے دشمن کا داخلہ ممکن ہے خندق کھود دی جائے۔ چنانچہ شہر کے شمالی اور کسی قدر غربی رُخ پر بھی ایک خندق تقریباً ۲½ میل لمبی کھود دی گئی۔ اور یہ کام ۳ ہزار رضا کاروں کی دس دس کی ٹولیوں پر تقسیم کر دیا گیا۔ غرض اس غزوہ کو غزوۂ خندق بھی اسی بنا پر کہتے ہیں ——— عرب کے لئے یہ ایک نئی حکمتِ جنگ تھی، اور قریش اس پر دنگ رہ گئے۔ محاصرہ طول کھینچتا گیا۔ یہاں تک کہ شوال ختم ہونے پر آگیا، اور ذی قعدہ شروع ہونے لگا جسے قبائل عرب صلح و امن کا مہینہ مانتے تھے۔ اور اس درمیان میں خود سپہ سالارِ اسلام ہی کے حسنِ تدبیر سے دشمن اور حلیفوں کے آپس میں بدگمانیاں اور غلط فہمیاں پھیل گئیں۔ سردار ابوسفیان بددل ہو ہی چلا تھا کہ حکمِ قضا سے ایک روز ایک طوفان آندھی اور بارش کا، زور شور کا آیا۔ اور اس کی پوری زد لشکرِ کفار پر پڑی، خیمے اکھڑ گئے، برتن لڑھک گئے، روشنیاں بجھ گئیں۔ غرض ابتری ہر طرح پھیل گئی۔ قریش کا لیڈر اس غیبی گولہ کی تاب اور بھی نہ لا سکا۔ میدانِ جنگ چھوڑ چل دیا۔ اور پھر اور رسالے لیڈر بھی ایک ایک کرکے رخصت ہو گئے۔

۲۱ مراد فرشتوں کی فوج ہے۔ وھم الملائکۃ (ابن کثیر۔ معالم) بعض صحابہ (مثلاً حضرت حذیفہؓ) کا جو فرشتوں کو دیکھنا مروی ہوا ہے، یہ لم تروھا کے منافی نہیں۔ لم تروھا سے مراد صرف اس قدر ہے کہ فرشتے عام طور پر غیر مرئی تھے۔ بطور کرامت و خرقِ عادت کسی خاص صحابی پر ان کا مکشوف ہو جانا اس عام قاعدہ عدم مرئیت کے معارض نہیں۔ ۲۲ (خصوصاً تمہاری ہمت و ثبات و استقلال مستعدی و کارگزاری کو)

[illegible]

کھوٹے ہی ہوتا ہے کہ واقعۃً اس کے منہ کے جوف کے اندر دو زبانیں ہیں۔ اسی طرح زبان کے اس مجاز استعارہ کے کہ فلاں کے دل ایک نہیں دو ہیں، یہ مطلب قرار دینا ہرگز صحیح نہیں کہ اس کے جوف صدر کے اندر قلب بھی دو ہیں ——— تو اسی طرح کسی کو مجازاً بیٹا کہہ دینے یا سمجھ لینے سے یہ کیوں لازم آجائے کہ معاملات بھی اس کے ساتھ صلبی بیٹوں کی طرح برتے جانے لگیں۔ آیت میں کوئی مسئلۂ تشریح الابدان (اناٹومی) کا نہیں بیان ہو رہا ہے صرف تمثیل کے پیرایہ میں یہ تعلیم دی جا رہی ہے کہ زبان میں جو مجاز مستعمل رہتے ہیں انہیں لفظی معنیٰ میں واقعیت پر مبنی سمجھنے لگنا جہل و نادانی ہے ——— اس لئے اگر واقعی کبھی کسی انسان کے سینہ میں دو قلب نکل آئیں تو یہ کسی قرآنی بیان کے ذرا بھی معارض نہ ہوگا۔ قرآن اوّل تو کلیہ نہیں اکثریہ بیان کر رہا ہے۔ اور وہ بھی تشریح جسمانی سے ہٹ کر ایک بالکل دوسرے سیاق میں۔ مُرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ اس سے صوفیہ کے اس قول کی اصل نکل آئی کہ نفس ایک وقت میں دو طرف توجہ نہیں کرتا۔ یہ بھی فرمایا کہ اس سے اس شخص کا کذب ظاہر ہوگیا جو تسبیح پھراتا جاتا ہے اور باتیں کرتا جاتا ہے۔ اور دعویٰ کرتا ہے کہ میں عین گفتگو کے وقت بھی ذکر میں مشغول رہتا ہوں۔ بِاَفْوَاهِكُمْ۔ میں اشارہ ہے کہ تم صرف زبان سے یہ کہہ رہے ہو، ورنہ دل تمہارے بھی اس پر نہیں جمتے۔ امام رازیؒ نے لکھا ہے کہ کلام انسانی دو طرح کے ہوتے ہیں ایک وہ کلام جو دل سے نکلے۔ دوسرے وہ جنہیں انسان محض زبان سے بک دے ایسے خرافاتی اقوال کے موقع پر قرآن یہی لفظ لاتا ہے۔ چنانچہ دوسری جگہ مسیحیوں کے قول مسیح کی ابن اللّٰہیت سے متعلق ہے۔ قَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ۔ يعنى انه لا تكون له وانما هو قول لا معنى له لا حقيقة (جصاص) تُظٰهِرُوْنَ مِنْهُنَّ۔ ظہار اسے کہتے ہیں کہ اپنی بیوی کی مثال اپنے ماں کے کسی عضو ستور سے دے دی جائے۔ مثلاً یہ کہ تو میرے لئے ایسی ہے جیسی میری ماں کی پشت۔ اَنْتِ عَلَيَّ كَظَهْرِ اُمِّيْ۔ بس ایسا فقرہ بول کر عرب میں مرد اپنی بیوی کو ہمیشہ کے لئے اپنے اوپر حرام کر لیتا تھا۔ ۷ (جو واقعہ کے مطابق نہیں بلکہ خلاف واقعہ ہے) وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ۔ ہر جاہلی قوم کی طرح عرب جاہلی بھی طرح طرح کی وہم پرستیوں میں مبتلا تھے۔ یہاں ان کی خانگی زندگی سے متعلق دو رسموں کا ذکر ہے۔ ایک یہ کہ وہ منہ بولے لڑکے یا لے پالک (متبنّٰی) کو اپنے حقیقی یا صلبی فرزند کی طرح سمجھنے لگتے اور اس کی طلاق پائی ہوئی بیوی سے نکاح میں اُن کے ہاں ایسی بدنامی ہوتی جیسے اپنی سگی بہو سے نکاح کرنے میں۔ تبنیت کی یہ اہمیت کیتھولک مسیحیوں اور ہندوؤں میں بھی مشترک ہے۔ اسلام نے اس رسم پر ضرب لگائی اور بتایا کہ متبنّٰی کی بیوی کو صلبی بیٹے کی بیوی پر قیاس کرنا کسی طرح درست نہیں۔ اور نہ اس سے نکاح کرنا کسی طرح موجب طعن۔ وَمَا جَعَلَ …… اُمَّهٰتِكُمْ۔ دوسرا رواج یہ تھا کہ بیوی کو اشارہ و کنایہ میں ماں کہہ دیتے اور اس بنا پر اُسے اپنے نکاح سے خارج سمجھنے لگتے۔ اس کے حقوقِ زوجیت ذرا بھی ادا نہ کرتے لیکن اسکے ساتھ اُسے اپنے سے جُدا اور آزاد بھی نہ کرتے کہ وہ جس سے چاہے دوسرا نکاح کرلے۔ قید میں اپنے پہلے شوہر کے بدستور رہتی۔ گویا ایک ہی وقت میں مطلقہ بھی اور معلقہ بھی۔ اسلام نے آکر اس ظالمانہ دستور کا بھی خاتمہ کیا۔ اور بتایا کہ کوئی بیوی اس قسم کے فقروں سے ماں نہیں بن جایا کرتی۔ كانوا يظاهرون من نسائهم فيقولون انت علي كظهر امي فاخبر الله تعالى انها لا تصير بمنزلة الام في التحريم (جصاص) ۸ چنانچہ اس آیت کی تعمیل میں رسول اللّٰہ صلعم کے آزاد شدہ غلام جنہیں اب تک عرب اپنے مذاق و محاورہ کے مطابق رسول اللّٰہ کی انتہائی شفقت و مرحمت دیکھ کر زید بن محمدؐ کہتے تھے، اب زید بن حارثہ کہے جانے لگے۔ هُوَ يَهْدِى السَّبِيْلَ۔ وہی سیدھا راستہ دکھاتا اور ہر جہل سے نکالتا ہے۔ ۹ (تو انہیں پکارنے کے لئے یہ بھائی اور دوست کے رشتے کیا کچھ کم ہیں؟) اِخْوَانُكُمْ فِى الدِّيْنِ یعنی وہ تمہارے بھائی دینی اعتبار سے ہونگے نسبی حیثیت سے نہیں کہ میراث وغیرہ جاری ہو سکے فقہا نے یہاں سے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ کسی سے بھائی کا رشتہ لے لینے میں کوئی مضائقہ نہیں، لیکن باپ کا رشتہ لینے میں، تاوقتیکہ نسب ہی مقصود نہ ہو، مضائقہ ہے۔ فيه اباحة اطلاق اسم الاخ وحظر اطلاق اسم الاب من غير جهة النسب (جصاص) فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَآءَهُمْ۔ فقہا نے باقتضاء النص یہ مسئلہ نکالا ہے کہ جو چھوٹا بچہ پڑا ملے یا دار الاسلام میں اسیر ہو کر آجائے وہ مومن سمجھا جائیگا۔

عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ۝ ۳ مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ

اللہ پر بھروسہ رکھیے اور اللہ ہی کارسازی کیلئے کافی ہے ۵ اللہ نے کسی مرد کے سینہ میں دو دل

قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ ۚ وَمَا جَعَلَ اَزْوَاجَكُمُ الّٰٓـئِْ تُظٰهِرُوْنَ

نہیں بنائے ہیں ۶ اور تمہاری بیویوں کو جن سے تم ظہار کر لیتے ہو

مِنْهُنَّ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ

تمہاری مائیں نہیں بنا دیا ہے، اور نہ تمہارے منہ بولے بیٹوں کو تمہارا بیٹا بنا دیا یہ صرف

قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِى

تمہارے منہ سے کہنے کی بات ہے ۷ اور اللہ حق بات کہتا ہے اور وہی (سیدھا) راستہ

السَّبِيْلَ ۝ ۴ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ

دکھاتا ہے انہیں ان کے باپوں کی طرف منسوب کرو کہ یہی اللہ کے نزدیک راستی کی بات ہے ۸

لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَآءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِى الدِّيْنِ وَمَوَالِيْكُمْ ؕ وَلَيْسَ

اور اگر تم اُن کے باپوں کو نہ جانتے ہو تو (آخر) وہ تمہارے دین کے تو بھائی ہی ہیں اور تمہارے دوست ہیں ۹

عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيْمَآ اَخْطَاْتُمْ بِهٖ ۙ وَلٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ ؕ

تمہارے اُوپر اس کا کوئی گناہ نہیں جو تم سے بھول چوک ہو جائے ہاں (گناہ تو اس پر ہے) جو تم دل سے

وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ ۵ اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ

ارادہ کرکے کہو، اور اللہ بڑا مغفرت والا ہے بڑا رحمت والا ہے ۱۰ نبی مومنین کے ساتھ خود ان کے نفس سے بھی

مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ ؕ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ

زیادہ تعلق رکھتے ہیں ۱۱ اور آپ کی بیویاں اُن کی مائیں ہیں ۱۲ اور کتاب اللہ میں رشتہ دار

۱۰ (اس لئے اگر ایسا قصداً کہہ ڈالنے کے بعد بھی استغفار کرلو، تو اللہ معاف کر دیگا) ممانعت کسی کو متبنّٰی بنانے اور کہنے کی صرف ان اثرات مخصوص کے لحاظ سے ہے جو جاہلیت میں مرتب ہوتے تھے۔ باقی اگر کسی کو محض مجازاً و شفقتاً بیٹا کہا جائے، یا جاہلیت کے آثار مخصوصہ کے ترتب کے بغیر کسی کو فرزندی میں لے لیا اور اسے جائداد بھی ساری کی ساری بطور ہبہ دیدی جائے تو اس کی کوئی ممانعت نہیں۔ والمعاملة لهم اى للذين يقيمون مقام الابناء [illegible] (احمدی) مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ۔ کے تحت میں فقہا و مفسرین نے کہا ہے کہ نامحرم سے گفتگو کرنے میں نیت فاسد رکھنا یا اس کے تصور سے لذت حاصل کرنا یہ سب داخل معصیت ہے۔ ۱۱ کیا انتہا ہے اس شفقت و تعلق کی جو ہمارے نبی کو اپنی تمام اُمت کے ساتھ ہے۔ انسان خود اپنا دشمن و بدخواہ تو ہو بھی سکتا ہے اور بعض اوقات جہل و غباوت کی بنا پر بھی ہو جاتا ہے لیکن رسول اللہ صلعم سے تو جن پر خفی سے خفی مصالح و منافع روشن ہیں کسی حال میں بھی بدخواہی کا امکان نہیں۔ فلما لا يامرهم ولا يرضى منهم الا بما فيه صلاحهم [illegible] النفس فلذلك اطلق ما اطلق (بیضاوی) آیت سے ثابت ہے کہ آپؐ کی اطاعت مطلق اور تعظیم بدرجۂ کمال واجب ہے اور اسکے اندر تمام احکام و معاملات آگئے۔ اى اولى بهم فى الحكم عليهم [illegible] (جصاص) فى نفسه حكمه فيهم وجوب طاعته عليهم (معالم) ۱۲ (وجوب تعظیم کے لحاظ سے) "ازواج کا امہات ہونا باعتبار تعظیم کے ہے۔ اور تعظیم کی ایک نوع تحریم بھی ہے۔ اسلئے تحریم بھی واقع ہوئی۔ قال تعالىٰ ولا ان تنكحوا ازواجه من بعده ابدا۔ اور بے حجابی کا تعظیم سے کوئی تعلق نہیں بلکہ احتجاب اقرب الی التعظیم ہے۔ اسلئے ان احکام یعنی جواز خلوت و نظر و مس وامثالہا میں امومیت ثابت نہیں۔" (تھانویؒ) فيه بيان ان حرمتهن كالامهات لهم فى وجوب التعظيم وتحريم نكاحهن وليس انهن كالامهات فى كل شئ (جصاص) اى فى التحريم واستحقاق التعظيم لا فى ما عداه (احمدی) امهات المومنين فى تعظيم حقهن وتحريم نكاحهن على التابيد لا فى النظر اليهن والخلوة بهن (معالم)

الثلثة

مِنْهُ اَنْعَامُهُمْ وَاَنْفُسُهُمْ ؕ اَفَلَا يُبْصِرُوْنَ ﴿۲۷﴾ وَيَقُوْلُوْنَ

جس سے ان کے مواشی کھاتے ہیں اور وہ خود بھی تو کیا یہ لوگ دیکھتے نہیں ؟ ۳۲ اور یہ لوگ کہتے ہیں

مَتٰى هٰذَا الْفَتْحُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۸﴾ قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ

کہ (آخر) یہ فیصلہ کب ہوگا اگر تم (اپنے دعوے میں) سچے ہو ۳۳ آپ کہہ دیجئے (اس) فیصلہ

لَا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِيْمَانُهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۲۹﴾

کے دن کافروں کو ان کا ایمان لانا (ذرا بھی) نفع نہ دیگا اور نہ انہیں مہلت دی جائیگی ۳۴

فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَانْتَظِرْ اِنَّهُمْ مُّنْتَظِرُوْنَ ﴿۳۰﴾

ع ۳/۸ ۱۶

سو آپ ان کی باتوں کا خیال نہ کیجئے اور آپ انتظار کیجئے، یہ بھی منتظر ہیں ۳۵

سُوْرَةُ الْاَحْزَابِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ ثَلٰثٌ وَّسَبْعُوْنَ اٰيَةً وَّتِسْعُ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ احزاب مدینہ میں نازل ہوئی اور اس کی تہتر آیتیں ہیں اور نو رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ نہایت مہربان بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ ؕ

اے نبی اللہ سے ڈرتے رہیئے ۱ اور کافروں اور منافقوں کا کہنا نہ مانیئے ۲

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱﴾ وَّاتَّبِعْ مَا يُوْحٰۤى اِلَيْكَ

بیشک اللہ بڑا جاننے والا ہے بڑا حکمت والا ہے ۳ اور جو حکم آپ پر آپکے پروردگار کی طرف سے وحی

مِنْ رَّبِّكَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۲﴾ وَّتَوَكَّلْ

کیا جاتا ہے اسی کی پیروی کیجئے، اور اللہ تم لوگ جو کچھ کرتے رہتے ہو، اس سے خوب باخبر ہے ۴، اور آپ

۳۲ (ہماری ربوبیت، خالقیت، مالکیت اور احیاء اموات کی ان ہر روز پیش آنے والی مثالوں کو) قرآن مجید آثار تاریخی، جغرافی اور روز مرہ کے تصرفات تکوینی سب سے سبق وہی توحید ہی کا دینا چاہتا ہے۔ ۳۳ منکر قیامت مشرکین، قیامت کی خبریں سن سنکر مسلمانوں سے بطور انکار، استہزاء و استبعاد پوچھتے تھے کہ آخر وہ دن کبھی آبھی چکے گا؟ ۳۴ ایمان مقبول و نافع صرف وہی ہے جو اس دنیا میں عالم ناسوت میں لایا جائے کہ یہ خود اختیاری ہے۔ ورنہ قیامت کے دن کشف حقائق کے وقت تو ایمان لانے پر بڑے سے بڑا کافر معاند بھی مجبور و مضطر ہو جائیگا۔ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ یعنی نہ انہیں اس کی مہلت دی جائے گی کہ دنیا میں بھیج کر ان کا ایمان قبول کیا جائے۔ ~~لا يمهلون ليرجعوا الى الدنيا ليؤمنوا (كبير)~~ ۳۵ اعراض۔ کا حکم رسول اللہ کے تسلیہ کے لئے ہے۔ منکروں اور کافروں کی دل آزار باتوں کا خیال کرتے رہنے سے خواہ مخواہ غم ہی بڑھتا تھا۔ مرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ جو لوگ عارفین اور سالکین کے کمالات کے منکر ہوں، اور ان کے ساتھ استہزاء کرتے ہوں، جب انہیں فہمائش نافع نہ ہو تو ان سے اعراض مناسب ہے اور انتظار کرے کہ ان پر وبال نازل ہونے والا ہے۔ ۱ (جیسا کہ اب تک ڈرتے رہے ہیں) اور جو اللہ سے ڈرے گا، وہ مخلوق کے ڈراوے دھمکیوں سے یقیناً بے نیاز و غیر متأثر رہے گا۔ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ محققین نے کہا ہے کہ بجائے اسم علم کے اسی اسم وصفی سے مخاطب کرنا رسول کی عظمت و اکرام کے اظہار کے لئے ہے۔ ~~نادى بالنبى وما نودي [illegible] اسمه تعظيما له وتفخيما (روح) جعل نداءه بالنبي والرسول كرامة له وتشريفا (كشاف) انه لم يقل يا محمد تشريفا له وتنويها بفضله (مدارك)~~ ۲ (جیسا کہ اب تک بھی نہیں مانا ہے) کافر تو دین کے خلاف مشورے کھلم کھلا دیتے ہی رہتے تھے اور منافقین در پردہ انہیں کے ہم رائے ہو جاتے تھے ـــــ اصطلاح قرآن میں الکافرین کھلے ہوئے کافروں کے لئے آتا ہے۔ اور المنافقین چھپے ہوئے کافروں کے لئے۔ عقائد کفر کے لحاظ سے دونوں یکساں و ہم سطح۔ ۳ اور اس لئے اس کا ہر حکم حکمتوں اور مصلحتوں ہی پر شامل ہوتا ہے۔ کسی انسان کا یہ مشورہ دینا کہ فلاں حکم الٰہی خلاف مصلحت ہے، خود اپنے جہل و سفاہت کا ثبوت دینا ہے۔ ۴ (اس لئے پیمبر کی مخالفت و مزاحمت میں جو لوگ لگے ہوئے ہیں، خبردار رہیں کہ سب اپنے کیفر کردار کو پہنچیں گے) وَاتَّبِعْ ...... مِنْ رَّبِّكَ۔ یعنی نہ خود رائی سے کام لیجئے، نہ کسی اور کے مشوروں پر کان دھریئے۔ بِمَا تَعْمَلُوْنَ سارے مخاطبین مراد ہیں۔ اور یا جمع تعظیمی ہے۔ قیل ~~الخطاب للرسول والجمع للتعظيم (روح)~~ مرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ کامل کسی حال میں بھی ایسے مقام پر نہیں پہنچ سکتا کہ تکلیفات شرعیہ اس سے ساقط ہو جائیں۔

ع ۲ ۱۱ ۱۵

ثُمَّ اَعۡرَضَ عَنۡهَا ؕ اِنَّا مِنَ الۡمُجۡرِمِيۡنَ مُنۡتَقِمُوۡنَ ﴿۲۲﴾

اور پھر وہ اُن سے منہ پھیرے رہے ، ہم مجرموں سے بدلہ لے کر رہیں گے

وَ لَقَدۡ اٰتَيۡنَا مُوۡسَى الۡكِتٰبَ فَلَا تَكُنۡ فِىۡ مِرۡيَةٍ مِّنۡ

اور بالیقین ہم نے موسیٰ کو بھی کتاب دی تھی سو آپ اس (کتاب) کے ملنے میں کچھ شک

لِّقَآئِهٖ وَجَعَلۡنٰهُ هُدًى لِّبَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ ﴿۲۳﴾ وَجَعَلۡنَا مِنۡهُمۡ

نہ کیجئے ۲۷ اور ہم نے اُس کتاب کو بنی اسرائیل کے لئے ذریعۂ ہدایت بنایا تھا ۲۸ اور ہم نے ان میں

اَئِمَّةً يَّهۡدُوۡنَ بِاَمۡرِنَا لَمَّا صَبَرُوۡا ؕ وَكَانُوۡا بِاٰيٰتِنَا

جبکہ انہوں نے صبر کیا پیشوا بنا دیئے تھے جو ہمارے حکم سے ہدایت کیا کرتے تھے اور وہ لوگ ہماری آیتوں

يُوۡقِنُوۡنَ ﴿۲۴﴾ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَفۡصِلُ بَيۡنَهُمۡ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ

کا یقین رکھتے تھے ۲۹ بیشک آپ کا پروردگار ان (سب) کے درمیان فیصلہ قیامت کے دن ان امور

فِيۡمَا كَانُوۡا فِيۡهِ يَخۡتَلِفُوۡنَ ﴿۲۵﴾ اَوَلَمۡ يَهۡدِ لَهُمۡ كَمۡ

میں کر دیگا جن میں وہ اختلاف کرتے رہتے تھے ۳۰ کیا یہ ان کی ہدایت کے لئے کافی نہیں کہ ہم

اَهۡلَكۡنَا مِنۡ قَبۡلِهِمۡ مِّنَ الۡقُرُوۡنِ يَمۡشُوۡنَ فِىۡ مَسٰكِنِهِمۡ ؕ

ان سے پہلے کتنی اُمتیں ہلاک کر چکے ہیں جن کے رہنے کے مقامات میں یہ لوگ آتے جاتے ہیں

اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ ؕ اَفَلَا يَسۡمَعُوۡنَ ﴿۲۶﴾ اَوَلَمۡ يَرَوۡا اَنَّا

اس کے اندر (صاف) نشانیاں ہیں تو کیا یہ لوگ سنتے نہیں ؟ ۳۱ کیا انہوں نے اس پر نظر نہیں

نَسُوۡقُ الۡمَآءَ اِلَى الۡاَرۡضِ الۡجُرُزِ فَنُخۡرِجُ بِهٖ زَرۡعًا تَاۡكُلُ

کی کہ ہم خشک افتادہ زمین کی طرف پانی پہنچاتے رہتے ہیں پھر اسکے ذریعہ سے کھیتی پیدا کر دیتے ہیں

۲۷ (بلکہ اُنکی نظیر سے، اور انہیں راہ تبلیغ و اشاعتِ دین میں جو جو مصیبتیں اُٹھانی پڑیں۔ ان سے صبر کا سبق حاصل کیجئے) لِقَآئِهٖ ضمیر "الکتاب" کی طرف ~~ہے ای~~ ~~من لقائك الكتاب (بیضاوی) ای لقائك مثل الجنس (روح)~~ ~~الکتاب سے~~ مراد جنس ~~کتاب ہے۔ ای جنس الكتاب~~ (روح) حضرت مُوسیٰؑ کے ذکر کی تخصیص شاید اس لئے ہو کہ آپؐ میں موسیٰؑ کے ساتھ بہت سے وجوہ مشابہت جمع تھے۔

۲۸ (اسی طرح آپؐ کی کتاب سے ابتداءً اور اصلاً قوم عرب کی اصلاح ہوگی، اور پھر بتدریج سارے عالم کی) ۲۹ (اور اسی لئے ان کی اشاعت اور خلق کی ہدایت میں مشقت گوارا کرتے تھے) اس میں مومنین کی تسلی ہے کہ تم لوگ صبر کرو اور جب تم صاحبِ یقین ہو اور یقین کا مقتضیٰ صبر کرنا ہے تو تم کو صبر ضرور ہے۔ اس وقت ہم تم کو بھی ائمۂ دین بنا دینگے (تھانویؒ) مُرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ اس میں شیخ کامل کی علامتیں ہیں، اور جو بغیر ان علامتوں کے مُرشد ہونے کا مدعی ہو وہ ضال مضل ہے۔ ۳۰ قیامت کے روز کے فیصلہ سے مراد عملی فیصلہ ہے ورنہ دلائل و شواہد کے لحاظ سے تو فیصلہ جیسا کہ پہلے ہی کئی بار گزر چکا ہے۔ اس وقت بھی موجود ہے۔ وہ عملی فیصلہ بھی ہوگا کہ مومن جنت میں بھیج دیئے جائیں گے اور کافر دوزخ میں۔ ۳۱ (ان مبغوض و ہلاک شدہ قوموں کے قصبوں کو جو معروف و مشہور ہیں، اور تاریخوں میں مذکور) يَمۡشُوۡنَ فِىۡ مَسٰكِنِهِمۡ ۔ یعنی یہ عرب اپنے سفر شام و یمن کے سلسلہ میں، ان مغضوب قوموں، عاد و ثمود وغیرہ کے عبرت زار کھنڈروں سے گزرتے ہیں۔ اور پھر بھی عبرت نہیں حاصل کرتے۔ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ یعنی جس طرح یہ اپنے زمانہ کی بڑی "ترقی یافتہ و مہذب" قومیں قہرِ خدا سے نیست و نابود ہوگئی ہیں وہ خود اس امر کی دلیل ہے کہ وہ قومیں گمراہ اور مغضوب تھیں۔ فِىۡ ذٰلِكَ یعنی ان گمراہ قوموں کی ہلاکت میں۔ ~~ای فی ذهاب اولئك القوم ودمارهم وما حل بهم بسبب تكذيبهم الرسل~~ (معالم)

۲۲ف (اللہ کی رضا جوئی کے کاموں میں) دونوں آیتوں میں ایمان اور کمال ایمان دونوں کے صفات بیان کر دیئے ہیں۔ تتجافی جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ۔ پہلوؤں کے خوابگاہوں سے علیحدہ رہنے کے معنی یہ ہیں۔ کہ راتوں کو اپنے بستر چھوڑ چھوڑ عبادتوں میں لگے رہتے ہیں۔ يَدْعُونَ ...... طَمَعًا۔ یہ لوگ اپنے رب کو پکارتے رہتے ہیں۔ خوف عذاب کی راہ سے بھی اور امید وثواب کی راہ سے بھی۔ ۲۳ف حقیقۃً جنت کی نعمتوں کا پورا اندازہ انسان کو اپنے ان ناسوتی حواس کے ساتھ ہو ہی نہیں سکتا۔ حضرت ابوہریرہؓ کے واسطہ سے یہ جو حدیث قدسی مختلف طریقوں سے مروی ہوئی ہے کہ قال اللہ اعددت لعبادی الصالحین ما لا عین رأت ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے اپنے صالح بندوں کے لئے وہ نعمتیں تیار کر رکھی ہیں جنہیں نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے نہ کسی کان نے سُنا ہے، اور جو نہ کسی انسان کے دل میں گذری ہیں۔ وہ گویا ٹھیک اسی آیت کی تفسیر ہے۔ جَزَآءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ۔ یہ کہہ کر کہ یہ انتہائی نعمتیں صلہ میں اعمال حسنہ کا۔ خاص ترغیب ان اعمال حسنہ کی دلائی ہے۔ ۲۴ف مؤمن اور فاسق کے تقابل سے صاف ظاہر ہے کہ فاسق یہاں اصطلاح فقہی میں نہیں، بلکہ لغوی معنی میں آیا ہے، اور مراد اس سے کافر مکذب ہے۔ هذا الکافر مکذب بوعد اللہ (ابن جریر) الخارج عن طاعته مکذبا لرسل اللہ الیه (ابن کثیر) مؤمنًا۔ فَاسِقًا دونوں سے مراد طبقۂ مومنین وطبقۂ کفار ہے نہ کہ کوئی فرد۔ انما ارید به جمیع الفساق وجمیع المؤمنین (ابن جریر) ۲۵ف حسن اعمال کی ترغیب وتشویق ابھی جزاءً بما کانوا یعملون سے ہو چکی ہے۔ اب نزلاً لا کر اہل جنت کا مزید اعزاز واکرام کیا گیا ہے۔ یعنی اشارہ اُوپر کیا گیا ہے کہ یہ لوگ تو حق تعالیٰ کے مہمان ہونگے۔ اور انہیں نعمتیں جو بھی ملیں گی، اعزاز واکرام وقدر کے ساتھ ملیں گی۔ نہ کہ ناقدری وبے وقعتی کے ساتھ جیسے کہ سائل ومحتاج کو دی جاتی ہیں۔ ۲۶ف (اپنے کفر وشرک سے) لَعَلَّهُمْ متعلق ہے لَنُذِيقَنَّهُمْ سے۔ گویا مقصود اس عذاب الادنیٰ سے ان کافروں کی اصلاح ہی ہے۔ عَذَابِ الْأَدْنَىٰ سے مُراد اسی دنیا کا عذاب ہے۔ ای بلاء الدنیا (ابن عباسؓ) قال الحسن وابو العالیه والضحاک وابی بن کعب وابراهیم النخعی العذاب الادنیٰ مصائب الدنیا واسقامها فیما یبتلی به العبید حتی یتوبوا (قرطبی) مثلاً قحط، قتل، قید، شکست وبا، وغیرہ جو کفار مکہ کے حق میں تو بالکل پورا اُترا۔ عذاب الادنیٰ کی تفسیر عذاب الاصغر یا ہلکے عذاب سے بھی کی گئی ہے۔ وقیل الاقل (روح) اور ظاہر ہے کہ دنیا کا عذاب ہر صورت میں عذاب آخرت سے ہلکا ہی ہے۔ ذکر یہاں دو مختلف عذابوں کا ہے۔ ایک عذاب الادنیٰ دوسرا عذاب الاکبر لیکن تقابل کیلئے ہم وزن الفاظ یا تو عذاب الاصغر وعذاب الاکبر ہونا تھے اور یا پھر عذاب الادنیٰ وعذاب الاقصیٰ پھر آخر قرآن مجید نے بجائے انکے مقابلہ کیلئے ایک طرف صفت ادنیٰ (بمعنی قریب) اور دوسری طرف صفت اکبر کو کیوں رکھا؟ امام رازیؒ نے سوال پیدا کر کے حسب معمول نکتہ سنجی سے جواب دیا کہ ذکر عذاب سے مقصود تخویف ہے۔ اور یہ اثر پیدا نہیں ہو سکتا ہے اگر دنیا کے عذاب کو "ہلکا عذاب" یا آخرت کے عذاب کو "دُور کا عذاب" کہہ کر پیش کیا جائے کہ اس صورت میں ایک عذاب کا ہلکا پن اور دوسرے عذاب کی دُوری گہرے اثر تخویف کے منافی ہیں۔ اسلئے قرآن نے بکمال بلاغت دونوں عذابوں کے وہی خصوصیات چُن لئے جو اثر تخویف کو بڑھانے والے ہیں۔ یعنی دنیوی عذاب گو نسبتاً ہلکا ہو لیکن قریب کتنا ہے، اسے بس آیا ہی سمجھو۔ اسی طرح عذاب آخرت گو

رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿۱۶﴾ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ

ہم نے دے رکھا ہے اس میں سے خرچ کرتے رہتے ہیں ۲۲ف سو کسی کو علم نہیں جو جو (سامان) آنکھوں کی ٹھنڈک کا

مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۷﴾ اَفَمَنْ كَانَ

اُن کے لئے (خزانۂ غیب میں) مخفی ہے یہ صلہ ہے اُن کے (نیک) اعمال کا ۲۳ف تو کیا جو کوئی

مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا ؕ لَا يَسْتَوٗنَ ﴿۱۸﴾ اَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

مومن ہے وہ اس جیسا ہے جو نافرمان ہے؟ (نہیں) یکساں نہیں ہو سکتے ۲۴ف جو لوگ ایمان لائے

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ جَنّٰتُ الْمَاْوٰى ۫ نُزُلًاۢ بِمَا كَانُوْا

اور انہوں نے نیک عمل بھی کئے، سو اُن کے لئے ہمیشہ کا ٹھکانا جنتیں ہیں جو انکے (نیک) اعمال پر بطور

يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ فَسَقُوْا فَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ؕ كُلَّمَآ

مہمانی کے ہیں ۲۵ف اور جو لوگ نافرمان رہے سو اُن کا ٹھکانا دوزخ ہے جب بھی

اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَآ اُعِيْدُوْا فِيْهَا وَقِيْلَ لَهُمْ

وہ لوگ اس سے باہر نکلنا چاہینگے اسی میں ڈھکیل دیئے جائینگے، اور ان سے کہا جائیگا

ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَ

دوزخ کا وہ عذاب چکھو جسے تم جھٹلایا کرتے تھے اور

لَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ

ہم انہیں قریب کا عذاب بھی علاوہ اس بڑے عذاب کے چکھا کر رہیں گے

لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ

شاید کہ یہ لوگ باز آجائیں ۲۶ف اور اس سے بڑھ کر ظالم اور کون ہوگا جسے اسکے پروردگار کی نشانیاں یاد دلا دیجائیں

بجائے آج کے "کل" آئیگا، لیکن اس سے کس قدر شدید! ایک میں قُرب کا خیال رکھا دوسرے میں شدت کا ——— اللہ امام کی تربت کو رحمت کے پھولوں سے بھرے۔ دُوْنَ۔ دون کے معنی قبل کے بھی کئے گئے ہیں۔ ای قبل العذاب الاکبر (ابن جریر) یعنی قبل عذاب الآخرة (کبیر) مُرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ بعض صوفیہ کے نزدیک عذاب ادنیٰ سے مراد حرص دنیوی ہے، اور عذاب اکبر سے اس حرص کی سزا۔

وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الْمُجْرِمُونَ نَاكِسُو رُءُوسِهِمْ عِندَ رَبِّهِمْ
اور اگر آپ دیکھیں تو عجب حال دیکھیں کہ جبکہ مجرم لوگ اپنے پروردگار کے سامنے سر جھکائے ہوئے ہونگے
رَبَّنَا أَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا إِنَّا
اے ہمارے پروردگار (بس اب) ہمارے آنکھ کان ہوگئے ۱۷ تو تو ہم کو پھر بھیجدے ہم نیک کام کیا کرینگے ہم کو
مُوقِنُونَ ﴿۱۲﴾ وَلَوْ شِئْنَا لَآتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدَاهَا وَلَٰكِنْ
پورا یقین آگیا ۱۸ اور اگر ہم کو (یہی) منظور ہوتا تو ہم ہر ایک کو اسکی (راہ) ہدایت دے ہی دیتے ۱۹ لیکن
حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّي لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ
میری یہ بات محقق ہو چکی ہے کہ میں دوزخ کو بھر کر رہونگا جنات اور انسان
أَجْمَعِينَ ﴿۱۳﴾ فَذُوقُوا بِمَا نَسِيتُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَٰذَا إِنَّا
سے ۲۰ سو لو اب اس کا مزہ چکھو کہ تم اپنے اس دن کے آنے کو بھولے رہے تھے، ہمنے
نَسِينَاكُمْ وَذُوقُوا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۱۴﴾ إِنَّمَا
تمہیں بھلائے میں ڈال دیا ۲۱ اور اپنے کرتوتوں کے بدلہ ابدی عذاب کا مزہ چکھو ہماری
يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا الَّذِينَ إِذَا ذُكِّرُوا بِهَا خَرُّوا سُجَّدًا وَسَبَّحُوا
آیتوں پر ایمان تو بس وہی لوگ لاتے ہیں کہ جن کو جب وہ یاد دلائی جاتی ہیں، تو وہ سجدہ میں گر پڑتے
بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ ﴿۱۵﴾ تَتَجَافَىٰ جُنُوبُهُمْ
ہیں اور اپنے پروردگار کی حمد و تسبیح کرنے لگتے ہیں اور وہ لوگ تکبر نہیں کرتے، ان کے پہلو خوابگاہوں سے علیحدہ
عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا وَمِمَّا
رہتے ہیں، اپنے پروردگار کو وہ پکارتے رہتے ہیں خوف سے اور امید سے اور جو کچھ

السجدة

۱۷ (اور پیغمبروں کے قول کی پوری تصدیق ہوگئی) نَاكِسُوا ...... رَبِّهِمْ۔ یہ سر غایت انفعال سے جھکے ہوئے ہوں گے۔ ۱۸ یعنی اب ہم کو اپنی آنکھوں سے مشاہدہ ہوگیا۔ اب ہم کو دوبارہ دنیا میں بھیج دیجئے تو ہم ضرور ہی ایمان لے آئیں گے۔ ۱۹ (اور یہ عالم عالم ابتلاء رکھا ہی نہ جاتا۔ ہر ایک ہدایت پر مضطر و مجبول ہی ہوتا) ۲۰ یعنی اگر ہم کو ہر ایک کو خواہ مخواہ راہ پر لے آنا ہی تکوینی حیثیت سے مطلوب ہوتا تو یہ درخواست منظور بھی ہو سکتی تھی۔ بلکہ اس کی نوبت ہی کیوں آتی شروع ہی سے ہر شخص کو ہدایت اضطراراً مل ہی نہ جاتی؟ لیکن ہماری مشیت تکوینی کو تو ہدایت کو ارادہ و اختیار پر مرتب کرانا مقصود ہے۔ اس لئے مشاہدہ کے بعد اضطراراً ایمان لانے کا سوال ہی نہیں باقی رہتا۔ جو ارادۃً راہ کفر و ضلال اختیار کریں گے، انہیں نتائج بھی بھگتنے ہونگے ۲۱ یعنی اپنی رحمت سے تمہیں محروم کردیا —— اللہ کا کسی کو بھلادینا ہمیشہ اسی مجازی معنی میں ہوگا۔

إِلَى الْأَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ إِلَيْهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ
تدبیر کرتا ہے ۵۶ پھر (یہ) امر اس کے پاس پہنچ جائیگا ۵۷ ایک ایسے دن میں جس کی مقدار
أَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّونَ ۝٥ ذَٰلِكَ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ
تمہارے شمار کے مطابق ایک ہزار سال کی ہوگی ۵۸ وہی جاننے والا ہے ہر پوشیدہ اور ظاہر کا
الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ۝٦ الَّذِي أَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهُ ۖ وَبَدَأَ
زبردست ہے رحیم ہے وہی جس نے جو چیز بنائی خوب ہی بنائی ۵۹ اور
خَلْقَ الْإِنسَانِ مِن طِينٍ ۝٧ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهُ مِن سُلَالَةٍ
انسان کی پیدائش گارے سے شروع کی پھر چلائی اس کی نسل نچڑے ہوئے
مِّن مَّاءٍ مَّهِينٍ ۝٨ ثُمَّ سَوَّاهُ وَنَفَخَ فِيهِ مِن رُّوحِهِ ۖ وَ
بے قدر پانی سے ۱۰ پھر اسے درست کیا ۱۱ اور اس میں اپنی طرف سے روح پھونکی ۱۲ اور
جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ ۚ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ ۝٩
تم کو کان اور آنکھ اور دل دیئے تم لوگ بہت ہی کم شکر کرتے ہو ۱۳
وَقَالُوا أَإِذَا ضَلَلْنَا فِي الْأَرْضِ أَإِنَّا لَفِي خَلْقٍ جَدِيدٍ ۚ
اور کہتے ہیں کہ بھلا جب ہم زمین میں نیست و نابود ہو گئے تو کیا کہیں پھر ہم نئے جنم میں آئینگے ۱۴
بَلْ هُم بِلِقَاءِ رَبِّهِمْ كَافِرُونَ ۝١٠ قُلْ يَتَوَفَّاكُم مَّلَكُ
بات یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے پروردگار سے ملنے ہی کے منکر ہیں ۱۵ آپ کہدیجئے تمہاری جان موت کا فرشتہ
الْمَوْتِ الَّذِي وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُمْ تُرْجَعُونَ ۝١١
قبض کرتا ہے جو تم پر متعین کر دیا گیا ہے ۱۶ پھر تم اپنے پروردگار کی طرف لوٹائے جاؤ گے ۱۷

ع ۱۱/۱۴

۵۶ چھوٹی بڑی ہر چیز کی تربیت، تدبیر، انتظام سب اسی کے ہاتھ میں ہے۔ یہ نہیں کہ اس نے ایک بار پیدا کر کے کارخانۂ کائنات کو یوں ہی معلق چھوڑ دیا ہے، بلکہ ہر آن اُس کا دخل و تصرف بھی جاری رہتا ہے۔ يُدَبِّرُ الْأَمْرَ۔ تدبیر کے ایک معنی انجام کار کے سوچنے کے بھی ہیں۔ ظاہر ہے کہ وہ یہاں مراد نہیں ہوسکتے یہاں مُراد کارسازی، انتظام و نفاذ احکام ہی ہوسکتے ہیں۔ قال ابن عباس ينزل القضاء والقدر (قرطبی) بحکم الامر و ينزل القضاء والقدر (مسلم) مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ۔ یعنی سارے نظامِ کائنات کی۔ ۵۷ یہ پہنچ جانے والی چیز وہی اَمر ہوگا جس کا ذکر ابھی یدبر الامر میں آچکا ہے۔ وقيل [illegible] الامر والتدبير [illegible] الدنيا (قرطبی) ۵۸ (اور وہ دن قیامت کا ہوگا، جب چھوٹا بڑا ہر عمل اللہ کے رُوبرو پیش ہوگا) والمراد بيوم مقداره [illegible] يوم القيامة [illegible] اسی دن کا طول بعض کو اشتداد کی بنا پر ہزار نہیں پچاس ہزار سال کا معلوم ہوگا۔ ملاحظہ ہو سورۃ المعارج (پ ۲۹) کی آیت فی یوم کان مقدارہٗ خمسین الف سنۃ۔ ۵۹ یعنی جس کو جس مصلحت کے لئے پیدا کیا، ٹھیک اسی کے مناسب حال اس کی ساخت و فطرت رکھی۔ ما من شئ خلقه الا وهو مرتب على ما تقتضيه الحكمة (بحر) یہ معنی بھی کئے گئے ہیں کہ ہر مخلوق کو اس کی ضرورت کی چیزیں الہام فطری سے واضح کر دی گئیں۔ قال الفراء الهم كل شئ خلقه فيما يحتاجون اليه (کبیر) ذٰلِكَ۔ ذالك یہاں انا کے معنی میں بھی لیا گیا ہے۔ وذالك بمعنى انا (قرطبی) مرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ ہر ہر مخلوق اپنی اپنی جگہ پر خوب اور حسن ہی ہے۔ یہاں تک کہ صفات کبر و بخل بھی اپنے محل استعمال میں خوب ہیں ؎

اے بسا امساک کز انفاق بہ مالِ حق را جز بامرِ حق مدہ!

ضرر صرف سوء استعمال سے پیدا ہو جاتا ہے۔ ۱۰ یعنی نطفہ سے جو عُرف عام میں ایک گندی چیز سمجھی جاتی ہے۔ مِنْ مَّاءٍ مَّهِينٍ۔ من بیانیہ ہے۔ ۱۱ یعنی اس کے اعضاء و قویٰ ماں کے رحم میں درست کئے۔ ای صور و تکمیل اعضائه في الرحم (بحر) ۱۲ رُّوحِهٖ۔ میں اضافت تشریفی ہے، اظہارِ تعظیم کے لئے، جیسے بیت اللہ میں گھر کی اضافت اللہ کی طرف۔ یہ مراد نہیں، کہ نعوذ باللہ، اللہ کی بھی کوئی روح ہے، اور اس کا کوئی جزو انسان کے اندر پھونک دیا گیا۔ مراد صرف یہ ہے کہ وہ روح جسے اللہ نے معزز و مکرم بنایا ہے، اپنی خلافت سے۔ واضافة الروح الى نفسه كاضافة البيت اليه للتشريف (کبیر) بعض نے اضافت تملیکی قرار دی ہے یعنی وہ روح جو اللہ کی مملوک ہے۔ ای الروح التي هي ملكه (کبیر) وهي اضافة ملك الى مالك وخلق الى خالق تعالى (بحر) ۱۳ یعنی ہر طرح کے حواس ظاہری و باطنی عطا کئے۔ اس کا مقتضا یہ تھا کہ سب کو اسی محسنِ اعظم کے کام میں لگاتے، کان سے آیات تنزیلی کو شوق کے ساتھ سنتے، آنکھوں سے آیات تکوینی کو بنظرِ امعان دیکھتے۔ دل سے دونوں پر غور کرتے لیکن منکرین کا یہ حال ہے کہ توحید تک سے انہیں انکار ہے! لَكُمُ میں ل تخصیص کا ہے یعنی جس کلیت اور وسعت و کمال کے ساتھ انسان میں حواس ظاہری کے ساتھ ادراک باطنی جمع کر دیا گیا ہے وہ انسان کے حق میں ایک انعام عظیم ہے اور مستحق صد منت و شکر۔ اَلسَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَةَ۔ سمع کے واحد اور ابصار و افئدہ کے بصیغۂ جمع لانے میں امام رازیؒ نے نکتہ یہ لکھا ہے کہ سماعت ایک آن میں مختلف و متعدد جہات کی طرف متوجہ نہیں ہوسکتی۔ ہر حال میں حکم وحدت میں ہے۔ بخلاف اسکے بصارت، اور ادراک قلب، وقت واحد میں متعدد امور پر حاوی ہوسکتا ہے۔ اس لئے یہاں صیغۂ جمع ہی لانا مناسب ہوا۔ مَا تَشْكُرُوْنَ۔ میں ما زائدہ مؤکدہ ہے (بیضاوی) جَعَلَ لَكُمُ۔ ابتک انسان کا ذکر صیغۂ غائب میں چلا آرہا تھا۔ جعل نسلهٗ۔ سوّٰهُ۔ نفخ فیه۔ گویا انسان ابتک بیجان تھا لیکن اب نفخ رُوح سے اس میں جان پڑ گئی۔ اور اب معاً خطاب براہِ راست ہونے لگا اور صیغہ بجائے غائب کے حاضر کا ہوگیا۔ نَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ۔ سے نصرانیوں کی بھی تردید نکل آئی جو مسیح علیہ السلام کو روح اللہ ہونے کی بنا پر ابن اللہ اور جزء خدا مان رہے ہیں۔ روح اللہ قرآن نے جس معنیٰ میں حضرت مسیحؑ کو کہا ہے اس طرح تو ہر انسان کو کہا ہے۔ نَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ۔ نفخ روح سے مراد نفخ مجازی ہی لیا گیا ہے یعنی روح کو بدن سے متعلق کر دیا گیا۔ ونفخ الروح فيه مجاز عن جعلها متعلقة بالبدن (روح) امام غزالیؒ اور بعض متکلمین و فلاسفہ نے روح کو مجرد و غیر مادی قرار دیا ہے۔ بخلاف اسکے ابن قیمؒ شد و مد کے ساتھ روح کے مجرد نہیں بلکہ جسم لطیف ہونیکے قائل ہیں۔ مرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ تسویہ کے معنی اجزاء کے متساوی کرنے کے ہیں۔ جو خواص جسم میں سے ہے۔ اسکے بعد ہی نفخ روح کے ذکر سے ظاہراً ایسا معلوم ہوتا ہے کہ روح جسم نہیں، چنانچہ امام غزالیؒ کا بھی یہی مذہب ہے لیکن جمہور نے جسم لطیف کہا ہے۔ تو ان دونوں بیانات میں کوئی تناقض نہیں۔ ہوسکتا ہے، کہ اس مجرد کا تعلق بدن کے ساتھ اسی جسم لطیف کے واسطہ سے ہو۔ ۱۴ منکرین قیامت کا ذکر ہے کہ وہ استعجاب کے لہجہ میں کہتے ہیں کہ بھلا ایسا بھی کہیں ممکن ہے کہ جب ہمارے جسم خاک میں رُل مل جائیں۔ خاک میں مل کر خود بھی خاک بن جائیں تو وہ جسم دوبارہ زندگی پائیں؟ عرب میں دین کے نام سے جو نظامِ عقائد رائج تھا، اس کا ایک اہم جزء معاد و آخرت سے انکار تھا۔ یونان و روما میں بہت سے فلسفی مادہ پرست ہو چکے تھے، اور آج بھی مہذب دنیا پر عملاً یہی مذہب مادیین چھایا ہوا ہے۔ جس کے نزدیک موت نام ہے معدومیت حیات کا اور بس۔ ءَاِنَّا۔ انکار میں تاکید پیدا کرنے کے لئے ہے۔ المراد تاكيد الانكار (بحر) ۱۵ مطلب یہ ہے کہ محض حیرت و استعجاب ہی نہیں، ان منکرین کو تو سرے سے انکار ہی عقیدۂ حشر سے ہے۔ ۱۶ سابقہ تم کو اللہ ہی سے آکر پڑیگا۔ مَلَكُ ۔۔۔۔۔ بِكُمْ۔ فرشتۂ موت کوئی فاعل مختار نہیں محض ایک درمیانی واسطہ ہے اور اللہ ہی کا مقرر کیا ہوا ہے۔ اس میں ان مشرک، جاہلی قوموں کا رد آگیا جنکے ہاں موت کا دیوتا ایک مستقل و متصرف حاکم ہے۔ اسی مضمون کی تائید میں ابن کثیرؒ نے ایک طویل حدیث ابن ابی حاتم کے حوالے سے نقل کی ہے جس میں ملک الموت خود رسول اللہؐ سے کہتے ہیں۔ والله يا محمد [illegible] ما قدرت على ان اقبض روح بعوضة حتى يكون الله هو الآمر بقبضها۔ قسم ہے اللہ کی کہ اگر میں ایک مچھر کی جان بھی اپنے ارادہ سے لینا چاہوں تو نہیں لے سکتا جب تک اللہ ہی کے ہاں سے اس کا حکم نہ ہو۔

تَدۡرِیۡ نَفۡسٌۢ بِاَیِّ اَرۡضٍ تَمُوۡتُ ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیۡمٌ خَبِیۡرٌ ﴿۳۴﴾

یہ جان سکتا ہے کہ وہ کس زمین میں مریگا ۴۰ بیشک اللہ ہی علم والا ہی خبر رکھنے والا ہی ۴۱

ع ۴ ۱۳

سُوۡرَۃُ السَّجۡدَۃِ مَکِّیَّۃٌ وَّہِیَ ثَلٰثُوۡنَ اٰیَۃً وَّثَلٰثُ رُکُوۡعَاتٍ

سورۂ سجدہ مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی تیس ۳۰ آیتیں اور تین رکوع ہیں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شروع اللہ نہایت مہربان، بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

الٓـمّٓ ﴿۱﴾ تَنۡزِیۡلُ الۡکِتٰبِ لَا رَیۡبَ فِیۡہِ مِنۡ رَّبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ؕ﴿۲﴾

الف۔لام۔میم یہ نازل کی ہوئی کتاب اس کے اندر کوئی اشتباہ نہیں، عالموں کے پروردگار کی طرف سے ہی ۱

اَمۡ یَقُوۡلُوۡنَ افۡتَرٰىہُ ۚ بَلۡ ہُوَ الۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّکَ لِتُنۡذِرَ قَوۡمًا

کیا یہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس (پیمبر) نے اُسے گڑھ لیا ہے ۲ نہیں بلکہ یہ حق ہے آپکے پروردگار کی طرف سے (اترا ہوا) تاکہ

مَّاۤ اَتٰىہُمۡ مِّنۡ نَّذِیۡرٍ مِّنۡ قَبۡلِکَ لَعَلَّہُمۡ یَہۡتَدُوۡنَ ﴿۳﴾ اَللّٰہُ

آپ اس قوم کو ڈرائیں جسکے پاس آپ سے قبل کوئی ڈرانیوالا نہیں آیا تھا، شاید کہ وہ لوگ راہ پر آجائیں ۳، اللہ ہی

الَّذِیۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ وَ مَا بَیۡنَہُمَا فِیۡ سِتَّۃِ

ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے پیدا کر دیا چھ دنوں

اَیَّامٍ ثُمَّ اسۡتَوٰی عَلَی الۡعَرۡشِ ؕ مَا لَکُمۡ مِّنۡ دُوۡنِہٖ مِنۡ

میں پھر وہ قائم ہوا تخت (شاہی) پر ۴ اُس کے سوا کوئی نہ تمہارا

وَّلِیٍّ وَّ لَا شَفِیۡعٍ ؕ اَفَلَا تَتَذَکَّرُوۡنَ ﴿۴﴾ یُدَبِّرُ الۡاَمۡرَ مِنَ السَّمَآءِ

مددگار ہے اور نہ سفارشی سو کیا تم سمجھتے نہیں ہو؟ ۵ آسمان سے زمین تک وہی ہر امر کی

۴۰ (اور جب "کہاں" کے متعلق کوئی تحقیقی خبر نہیں ہو سکتی تو "کب" کے متعلق تو اور بھی محال ہے) مکانِ موت تو بہرحال اس وقت بھی موجود ہے، اور عجب نہیں جو مرنے والے کے مشاہدہ میں بھی کبھی آچکا ہو تو زمانِ موت جو حواس ظاہری سے تمامتر مستور و مخفی ہے، اس کی بابت نفی علم تو اور زیادہ ہو گئی۔ ۴۱ آیت کا حاصل یہ ہوا کہ علم غیب یعنی ہر شے کا علم بلا واسطہ، اور جملہ اشیاء کا علم محیط، صرف حق تعالیٰ کو حاصل ہے کوئی بھی اس وصف میں اس کا شریک نہیں۔ یہ پانچ مسئلے صرف بطور مثال اور نمونے کے بیان ہوئے ہیں، اور ان کی تخصیص کی کھلی ہوئی وجہ یہ ہے، جیسا کہ شان نزول کی روایتوں میں متعدد طریقوں سے آیا ہے کہ رسول اللہ صلعم کی خدمت میں سوال انہیں پانچ مسئلوں کی بابت پیش کیا گیا تھا۔ ۱ آیت کا ایک مفہوم تو یہ ہے کہ اس کتاب کے کتاب الٰہی ہونے میں اصلاً شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ لیکن لاریب فیہ کا ایک نرالا باریک پہلو یہ بھی نکلتا ہے کہ ریب و ارتیاب، شک و اشتباہ، تردد و تذبذب کا اس کتاب کے اندر کہیں گذر نہیں۔ اس کے مضامین تو سرتاسر مایۂ تسکین و خزانۂ سکون ہیں یقین و اطمینان اسی کتاب کے اندر ملیگا۔ ملاحظہ ہو شروع سورۃ البقرہ کا حاشیہ ذٰلک الکتٰب لاریب فیہ پر۔ نیز ملاحظہ ہو انگریزی تفسیر القرآن کا حاشیہ۔ ۲ یعنی کیا ان بدبخت منکرین کا یہ دعویٰ ہے کہ یہ کتاب جو معنوی اور ادبی ہر حیثیت سے بے نظیر و عدیم المثال ہے ایک انسان کی جو اپنے کو پیمبر کہتے ہیں، گڑھی ہوئی ہے اور کسی انسانی دماغ کی پیداوار ہے؟ ۳ یعنی اُن کی ہدایت یابی کا ایک متوقع ذریعہ تو یہ قرآن ہے، اب آگے چاہے وہ اس پر ایمان لائیں یا نہ لائیں۔ قَوۡمًا ...... قَبۡلِکَ۔ قوم قریش اسمٰعیلی تھی۔ اور حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام کا پیمبران برحق ہونا ظاہر ہے پھر اس ارشاد سے کیا مراد ہے کہ اس قوم کے پاس اس سے قبل کوئی نذیر نہیں آیا تھا؟ ——— مُراد یہ ہے کہ دین ابراہیمی و اسمٰعیلی کے چھوڑنے کے بعد جب سے یہ قوم، عرب میں آباد ہو کر کفر و شرک میں مبتلا ہو گئی تھی اس وقت سے کوئی پیمبر اُن میں نہیں آیا تھا۔ امام المفسرین امام رازیؒ سے یہی تفسیر منقول ہے۔ (ای بعد الضلال الذی کان بعد الهدایة لیہتدوا۔ کبیر) اور بعض ائمہ نے یہ قید لگا دی ہے کہ بعثت عیسوی و بعثت محمدی کے درمیانی زمانۂ فترت میں کوئی نبی عربوں کے درمیان نہیں آیا۔ (قال ابن عباس ومقاتل ذالک فی الفترۃ التی کانت بین عیسیٰ وبین محمد صلعم سالم یقبل الله القوم اهل الفترۃ بین عیسیٰ و محمد علیہما السلام۔ قرطبی) ۴ یعنی اپنے تصرفات نازل کرنے لگا، اپنے احکام نافذ کرنے لگا۔ خلق ...... العرش۔ چھ دن کی مُدت خلقت آسمان و زمین پر نیز استواء علی العرش پر حاشیے (پ ۸ سورۃ الاعراف) میں گزر چکے۔ ۵ (کہ ایسی ذات کا شریک کوئی بھی نہیں ہو سکتا) مراد یہ ہے اللہ کے سوا کوئی بھی مستقلاً نہ مددگار ہے نہ شافع، جیسا کہ تمام مشرکانہ مذہبوں نے سمجھ رکھا تھا۔ اسلام سے قبل تقریباً تمام مذاہب نے اللہ کے علاوہ مستقلاً کچھ حمایتی اور کچھ شفیع ٹھہرا لئے تھے۔ اور جزا و سزا کا تعلق خدائے تعالیٰ سے، بس محض برائے نام ہی رکھا تھا۔ اسلام نے آکر اس کی تردید کی۔ اور بار بار بتلایا کہ حکم نافذ کرنے والا، فیصلہ صادر کرنے والا دنیا کی طرح آخرت میں بھی صرف اللہ ہی ہے۔ البتہ اِلَّا بِاِذۡنِہٖ کی قید لگا کر دوسری جگہ یہ بتا دیا ہے کہ وہ خود ہی جس طرح دنیا میں سلسلۂ اسباب و وسائط پھیلائے ہوئے ہے، آخرت میں بھی، اپنے ایماء سے ملائکہ کو، انبیاء کو، اولیاء کو، صالحین کو، اطفال معصوم کو سفارش کے لئے اُٹھا کھڑا کرے گا۔ اور فساق مومنین کی مغفرت کا ذریعہ انہیں بنا دیگا۔ مِنۡ دُوۡنِہٖ۔ کی قید بہت قابل لحاظ ہے۔ اللہ کے مقابل کی حیثیت سے قطعاً کوئی بھی شفیع و ناصر نہیں۔

مِّنْ اٰيٰتِهٖ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿۳۱﴾ وَ
(اللہ) اپنی نشانیاں دکھلائے، بیشک اس میں نشانیاں ہیں ہر صابر شاکر کے لئے ۵۳۳ اور
اِذَا غَشِيَهُمْ مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ
جب انہیں موجیں سائبانوں کی طرح گھیر لیتی ہیں تو وہ خالص اعتقاد کر کے اللہ ہی کو پکارنے
الدِّيْنَ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ؕ وَمَا
لگتے ہیں پھر جب وہ انہیں نجات دے کر خشکی پر لے آتا ہے تو کچھ ان میں سے اعتدال پر رہتے ہیں ۵۳۴ اور
يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَاۤ اِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُوْرٍ ﴿۳۲﴾ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا
ہماری آیتوں کے منکر تو بس وہی ہوتے ہیں جو بدعہد اور ناشکرے ہیں ۵۳۵ اے لوگو! اپنے پروردگار سے
رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِیْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ ؗ وَ
ڈرو اور اس دن کا خوف رکھو جب نہ کوئی باپ اپنے بیٹے کی طرف سے کچھ بدلہ ہو سکیگا اور
لَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ
نہ بیٹا ہی اپنے باپ کی طرف سے کوئی بدلہ بن سکیگا ۵۳۶ یقیناً اللہ کا وعدہ سچا ہے
فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ٙ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴿۳۳﴾
سو دنیوی زندگی تمہیں کہیں دھوکہ میں نہ ڈال دے اور نہ کہیں وہ بڑا فریبیا تمہیں اللہ کے باب میں دھوکہ میں رکھے ۵۳۷
اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا
بیشک اللہ ہی کو قیامت کی خبر ہے اور وہی مینہ برساتا ہے اور وہی جانتا ہے کہ
فِی الْاَرْحَامِ ؕ وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ؕ وَمَا
رحموں میں کیا ہے ۵۳۸ اور کوئی بھی نہیں جان سکتا کہ وہ کل کیا عمل کریگا ۵۳۹ اور نہ کوئی

۵۳۳ اتھاہ اور بے پناہ جوش مارتے ہوئے سمندر پر انسان جیسے مُشتِ خاک کو قدرت دینا اسے اتنی عقل و فہم سے بہرہ ور کرنا کہ وہ لکڑی کے تختوں کو جوڑ جاڑ، اور ان میں کیلیں ٹھونک ٹھانک اور ہوا اور بھاپ اور بجلی کی قوتوں سے کام لے کر چھوٹی بڑی کشتیاں اور آبدوزیں اور اسٹیمر اور لائنر اور ڈریڈناٹ وغیرہ تیار کر سکے۔ اور اُن کے ذریعہ سے سیکڑوں نہیں، ہزاروں میل کے فاصلے شدید خطرات و موانع کے باوجود طے کرتا رہے، اور بحری تجارت و سیاحت سے عظیم الشان نفع حاصل کرتا رہے، یہ سب فضل الٰہی (نعمۃ اللہ) ہی کے حکم میں داخل اور اُس کی قدرت، رحمت، حکمت کی نشانیوں کے مشاہدہ ہی کے لئے ہیں۔ ذٰلِكَ یعنی اس فضلِ خداوندی اور مشاہدۂ آیاتِ الٰہی میں۔ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ۔ مراد مومن ہی ہے کہ وہی صفاتِ صبر و شکر میں کامل ہوتا ہے۔ کنایۃ عن المؤمن (روح) ان دو صفات کی تخصیص اس موقع پر اس لئے کہ بحری سفر و سیاحت میں خوب موقع ان دونوں صفات کے ظہور کا رہتا ہے۔ ۵۳۴ (اور باقی پھر حق سے منحرف ہو جاتے ہیں) مُّقْتَصِدٌ۔ راہ اقتصاد و اعتدال، توحید کی راہ ہے۔ شرک کی راہ سرتاسر کجی و کجروی ہے۔ كَالظُّلَلِ۔ سمندر میں طوفان و طغیانی کے وقت پانی کی موجیں سطح آب سے گزوں اُونچی ہو کر جب کشتیوں اور جہازوں پر تھپیڑے مارتی ہیں تو یہی معلوم ہونے لگتا ہے کہ جیسے بدلیاں چھا گئی ہیں ——— قرآن مجید اپنی تشبیہات کے ذریعہ سے گویا اصل منظر کو سامنے لا دکھاتا ہے۔ ۵۳۵ (اور وہی کافر کہلاتے ہیں) خَتَّارٍ۔ بدعہدی کا ظہور یوں کہ توحید کا جو عہد و پیمان مضطر و مضطرب ہو کر کشتی میں کیا تھا، اسی کو اب توڑ دیا۔ كَفُوْرٍ۔ ناشکری کا صدور یوں کہ خشکی پر صحیح و سلامت آجانے کا جو مقتضا تھا، یعنی شکر اسی کو چھوڑ دیا۔ ۵۳۶ باطل مذہبوں میں جو اہمیت کفارہ اور معاوضہ کے عقیدوں کو حاصل ہے۔ آیت ان سب کی تردید کئے دے رہی ہے ——— وَالِدٌ اور مَوْلُوْدٌ کی تخصیص اس لئے کہ اوّل تو کوئی رشتہ اس سے قریب تر اور کیا ہوگا۔ دوسرے یہ کہ بعض مذہبوں میں اولاد ہی کو "پانی دے کر" اپنے والد کا نجات دہندہ بتایا گیا ہے۔ ۵۳۷ (کہ تم اسی دنیا کی چمک دمک پر فریفتہ ہو کر یادِ آخرت سے غافل ہو جاؤ) اَلْغَرُوْرُ۔ غرور، ہر وہ چیز ہے جو انسان کو غفلت اور دھوکہ میں ڈال دے، مال ہو، جاہ ہو، خواہشِ شہوانی ہو، یا خود شیطان ہو۔ الغرور کل ما یغر الانسان من مال وجاہ وشہوۃ وشیطان (راغب) یہاں مراد شیطان ہے، جیسا کہ صحابہ و تابعین سے مروی ہے۔ قد فسر بالشیطان اذ ھو اخبث الغاوین (راغب) ای الشیطان کما روی عن ابن عباس وعکرمۃ وقتادۃ ومجاھد والضحاک (روح) اس بڑے فریبیے کا دھوکہ حق تعالیٰ کے باب میں یہی ہے کہ عذاب و عقاب کی خبریں سب غلط ہیں، نہ کوئی عالم آخرت ہے اور نہ وہاں حساب کتاب اور پکڑ دھکڑ۔ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ۔ اللہ کا وعدہ یہی کہ حساب کتاب برحق ہے اور ہر ایک کو اپنے اعمال و افعال کی جواب دہی کرنا ہے۔ ۵۳۸ مثلاً یہی کہ جنین مُردہ ہے یا زندہ، حمل، خصوصاً اپنے ابتدائی زمانہ میں لڑکی کا ہے یا لڑکے کا، بچہ صحیح و سالم پیدا ہوگا یا مریض و ناقص۔ ولادت طبعی طور پر پورے دنوں پر ہوگی، یا غیر طبعی طور پر اس کے قبل یا بعد، اور ہوگی تو ٹھیک کس دن، کس وقت ہوگی، وقس علی ہذا۔ رحمیات سے متعلق ان تفصیلات کا پُورا اور تحقیقی علم صرف ذات باری کو رہتا ہے۔ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ۔ یعنی اس کا پورا اور یقینی علم کہ بارش کب ہوگی، کہاں ہوگی، کس مقدار میں ہوگی، کتنی مدت تک رہے گی وقس علی ہذا ——— فضائیات کے بارہ میں انسانی علوم کے ماہرین قرائن اور ظن و تخمین سے کام لے کر جس حد تک اندازہ لگاتے رہتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ نہ اس کا شمار علم غیب میں ہے، اور نہ اس کی نفی یہاں مقصود ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ۔ آگے کے دو جملے فعلیہ ہیں، اور یہ جملہ اسمیہ ہے۔ یہ فرق غالباً اس لئے کہ علم الساعۃ ایک امر متعین ہے۔ بخلاف اس کے وہ دونوں اُمور، دنیا میں برابر واقع ہوتے ہی رہتے ہیں۔ ۵۳۹ یہاں بھی وہی کل کے علم قطعی و تفصیلی کی نفی مُراد ہے۔ ورنہ ظاہر ہے کہ کوئی نہ کوئی پروگرام اجمالی صورت میں تو دوسرے دن کے لئے ہر انسان رکھتا ہی ہے ——— اور جب انسان کو اپنے ہی کل سے متعلق تفصیلی اور تحقیقی خبر نہیں ہو سکتی، تو ظاہر ہے کہ دوسروں کے مستقبل سے متعلق تو اتنی بھی نہیں ہو سکتی۔

وَلَوْ اَنَّ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ
اور جتنے درخت زمین بھر میں ہیں اگر یہ سب قلم بن جائیں ۲۸؎ اور اس سمندر کے علاوہ سات سمندر
مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ۗ اِنَّ اللّٰهَ
اور ہو جائیں تو بھی اللہ کے کلمات (کی حکایت) ختم نہ ہو بیشک اللہ
عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۷﴾ مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ
بڑا زبردست ہے، حکمت والا ہے ۲۹؎ تم (سب) کا پیدا کرنا اور دوبارہ اُٹھانا بس ایسا ہی ہے جیسا ایک
وَّاحِدَةٍ ۗ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ بَصِيْرٌ ﴿۲۸﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ
شخص کا ۳۰؎ بیشک اللہ بڑا سننے والا ہے، خوب دیکھنے والا ہے، کیا تو نے اس پر نظر نہیں کی کہ اللہ
الَّيْلَ فِی النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِی الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ
رات کو داخل کرتا رہتا ہے دن میں اور دن کو داخل کرتا رہتا ہے رات میں اور سورج اور چاند کو
وَالْقَمَرَ ۖ كُلٌّ يَّجْرِیْۤ اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی وَّ اَنَّ اللّٰهَ بِمَا
کام میں لگا رکھا ہے، ہر ایک، ایک میعاد مقرر تک چلتا رہیگا اور کیا اس پر نظر نہیں کی کہ اللہ تمہارے
تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۲۹﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَ اَنَّ مَا
سب عملوں کی پوری خبر رکھتا ہے ۳۱؎ یہ اس سبب سے کہ اللہ ہی (کی ہستی) حقیقی ہے اور اس لئے کہ
يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الْبَاطِلُ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِیُّ الْكَبِيْرُ ﴿۳۰﴾ ع
اس کے سوا جن لوگوں کو یہ پکارتے ہیں سب ہیچ ہیں، اور اسلئے کہ اللہ ہی بلند شان والا ہے بڑی شان والا ہے ۳۲؎
اَلَمْ تَرَ اَنَّ الْفُلْكَ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِنِعْمَتِ اللّٰهِ لِيُرِيَكُمْ
کیا تو نے اس پر نظر نہیں کی کہ اللہ ہی کے فضل سے کشتی سمندر میں چلتی ہے تاکہ تم کو

ع ۳ / ۱۱ / ۱۲

۲۸؎ (چنانچہ ایک ایک درخت سے ہزار ہا ہزار قلم تیار ہونے لگیں)

۲۹؎ وہ قدرت میں بھی کامل ہے اور علم و حکمت میں بھی۔ اس کی قدرت اور حکمت کی شانیں لاانتہا ہیں۔ انسان اپنی سمجھ کے لائق بس یہ فرض کر لے، کہ روئے زمین کے جنگلوں میں، باغوں میں، کھیتوں میں، مکانوں میں، راہوں اور سڑکوں پر جو بے شمار درخت ہیں، یہ سب بھی اگر بے گنتی قلموں میں تبدیل ہو جائیں، اور دنیا کے سمندری پانی کا موجودہ ذخیرہ کئی گنا بڑھ کر روشنائی کے سمندر تیار ہو جائیں، تو وہ سارے قلموں کے جنگل اور یہ ساری روشنائی کے سمندر مل کر بھی اللہ کی قدرت و حکمت کو احاطہ میں لانے میں کافی نہیں ہو سکتے۔ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ۔ قدرت اور علم یہ وہ دو صفتیں ہیں جو تمام صفات و افعال سے تعلق رکھتی ہیں۔ اس لئے عموم کے بعد انہیں خصوصاً بھی بیان فرما دیا گیا۔ (تھانویؒ) اَلْبَحْرُ۔ بحر سے مراد جنس بحر ہے۔ کوئی متعین سمندر مراد نہیں۔ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ۔ سبعة سے بھی مراد سات کا مخصوص و متعین عدد نہیں، بلکہ محاورۂ عربی کے مطابق محض کثرت لیس لانحصارها فی سبعة وانما الاشارة الی المدد والکثرة ولو بالف بحر (کبیر) المراد بالسبعة الکثرة (روح)

۳۰؎ اس کے نزدیک جیسے ایک کا جلانا ایسے سب کا جلا اُٹھانا۔

۳۱؎ یعنی تصرفات تکوینی تمامتر اسی کے ہاتھ میں ہیں، اور علم بھی اس کا کامل، محیط و ہمہ گیر ہے۔ اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی یعنی یوم قیامت تک —— یہاں گویا ضمناً یہ بھی بتلا دیا ہے کہ دنیا کے موجودہ نظام تکوینی کی مدت عمر قیامت تک ہے۔ اس کے بعد ایک دوسرے ہی نظام کا دور شروع ہوگا۔ يُوْلِجُ ..... الْقَمَرَ۔ سیاہ رات اور روشن دن، اور سورج اور چاند سب اسی قادر مطلق کی مخلوق و مصنوع ہیں اور اُن سب کے تصرفات اسی کے حکم و مشیت کے محکوم ہیں۔ پھر یہ کیسی حماقت و سفاہت ہے کہ انہیں کو دیوی، دیوتا قرار دے کر معبود فرض کر لیا جائے۔

۳۲؎ (اور وہی اکیلا معبودیت کا مستحق) ذٰلِكَ یعنی یہی مذکورۂ بالا دلائل و واقعات۔ اشارة الی الذی ذکر من سعة العلم وشمول القدرة وعجائب الصنع واختصاص الباری بها (بیضاوی) واجب الوجود صرف اسی کی ذات، وجود حقیقی صرف اسی کا، صفات علو و کبریائی سے صرف وہی متصف و معبودیت و اُلوہیت کا صرف وہی مستحق۔

عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ الشَّيْطٰنُ يَدْعُوْهُمْ اِلٰى عَذَابِ
ہم نے اپنے بڑوں کو پایا ہے کیا یہ جب بھی، جب شیطان اُن (بڑوں) کو عذاب دوزخ کی طرف بُلا
السَّعِيْرِ ﴿٢١﴾ وَمَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهٗۤ اِلَى اللّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ
رہا ہو ٢٢ اور جو کوئی اپنا رُخ اللہ کی طرف جھکا دے درآنحالیکہ وہ مخلص ہو
فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ؕ وَاِلَى اللّٰهِ عَاقِبَةُ
تو اُس نے بڑا مضبوط حلقہ تھام لیا اور سب کاموں کا اخیر اللہ ہی تک
الْاُمُوْرِ ﴿٢٢﴾ وَمَنْ كَفَرَ فَلَا يَحْزُنْكَ كُفْرُهٗ ؕ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ
پہنچیگا ٢٣ اور جو کوئی کفر کرے سو آپ کو اس کا کفر غمگین نہ کرے ان (سب) کو ہمارے ہی پاس لَوٹنا ہے
فَنُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿٢٣﴾
سو ہم انہیں جتلا دینگے، جو کچھ وہ کیا کرتے تھے، بیشک اللہ کو دلوں کے اندر کی باتیں خوب معلوم ہیں ٢٤
نُمَتِّعُهُمْ قَلِيْلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ اِلٰى عَذَابٍ غَلِيْظٍ ﴿٢٤﴾
ہم انہیں چند روزہ عیش دیئے ہوئے ہیں، پھر اُن کو سخت عذاب کی طرف کشاں کشاں پہنچا دیں گے۔
وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ
اور اگر آپ اُن سے پوچھئے کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے تو وہ یہی کہینگے
اللّٰهُ ؕ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٢٥﴾ لِلّٰهِ مَا
کہ اللہ نے، آپ کہیئے کہ الحمد للہ ٢٥ لیکن ان میں سے اکثر تو (اتنی بات بھی) نہیں جانتے ٢٦ اللہ ہی کی
فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِىُّ الْحَمِيْدُ ﴿٢٦﴾
مِلک ہے جو کچھ بھی آسمانوں میں ہے اور زمین میں بیشک اللہ ہی بے نیاز ہے ستودہ صفات ہے ٢٧

٢٢ یعنی اس قدر ان کی طبیعت میں ضد و فساد ہے کہ بلا دلیل بلکہ خلاف دلیل بھی محض اپنے گمراہ باپ دادوں کی روش پہ چلے جا رہے ہیں، اور وہ بھی جبکہ اس روش کے ناصواب ہونے پر انہیں صاف دلیل و بصیرت مل بھی چکی ہے۔ ٢٣ اکبر الٰہ آبادی نے بھی معرفت کے رنگ میں خوب کہا ہے۔ ع۔ اخیر کیوں کا جواب تُو ہے! وَهُوَ مُحْسِنٌ یعنی وہ مومن خالص بھی ہو۔ فقد..... الْوُثْقٰى۔ یعنی جس نے توحید کی مضبوط رسی تھام لی۔ وہ اب ہر طرح محفوظ ہو گیا۔ اسے اب صدمۂ ہلاکت کا ڈر نہ رہا۔ ٢٤ (اس لئے آپ اتنا زیادہ فکر و تردد اپنے سر کیوں لیں)۔ مُرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ اصلاح و ہدایت خلق کے باب میں بہت زیادہ اہتمام و مبالغہ نہ کیا جائے۔ ٢٥ (کہ دلیل کا ایک اہم مقدمہ تو تمہیں بھی تسلیم ہے) اَلسَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ۔ سے مُراد ساری کائنات اور اس کے أعظم ترین قویٰ ہیں۔ استدلال کی منطقی شکل حسب ذیل ہو گی:۔

یہ عالم وما فی العالم سارے کا سارا مخلوق و مصنوع اللہ کا ہے۔ کوئی مخلوق و مصنوع رب و معبود نہیں ہو سکتا اس لئے عالم وما فی العالم کی کوئی بھی چیز رب و معبود بننے کے قابل نہیں۔ ٢٦ (کہ جب سب کو مخلوق و مصنوع تسلیم کر لیا۔ تو پھر اُن کی اُلوہیّت یا شرکتِ اُلوہیت کیا معنی) ہندوستان کے مشرکین میں بھی بکثرت ایسے ہیں جو ایک طرف ایک خالقِ اکبر، ایک ربِ أعظم کے قائل ہیں۔ لیکن ساتھ ہی بہتوں کو اربابِ اصغر کی طرح اس کا شریک بھی مانتے جاتے ہیں۔ اور توحید کے مضمرات پر کبھی غور ہی نہیں کرتے۔
٢٧ اَلْغَنِىُّ۔ بے نیاز ہے اپنی ذات کے لحاظ سے اور اَلْحَمِيْدُ جامع تمام خوبیوں کا اپنی صفات کے لحاظ سے۔

مَآ اَصَابَكَ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿١٧﴾ وَلَا تُصَعِّرْ

صبر کیا کر بیشک یہ (صبر) ہمت کے کاموں میں سے ہے ۱۷؎ اور لوگوں سے

خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ

اپنا رُخ مت پھیر اور زمین پر اکڑ کر مت چل بیشک اللہ

لَا یُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ﴿١٨﴾ وَاقْصِدْ فِیْ مَشْیِكَ

کسی تکبّر کرنے والے فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتا ۱۸؎ اور اپنی چال میں میانہ روی اختیار کر

وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ ؕ اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ

اور اپنی آواز کو پست رکھ بیشک سب سے بُری آواز گدھے کی

الْحَمِیْرِ ﴿١٩﴾ اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ

ہوتی ہے ۱۹؎ کیا تم لوگوں کی اس پر نظر نہیں کہ اللہ نے تمہارے ہی کام میں لگا رکھا ہے اس

وَمَا فِی الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَیْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً

(سب) کو جو آسمانوں میں اور زمین میں ہے اور اس نے تم پر اپنی حسّی اور معنوی نعمتیں پوری کر رکھی

وَّبَاطِنَةً ؕ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یُّجَادِلُ فِی اللّٰهِ بِغَیْرِ

ہیں ۲۰؎ اور انسان ایسے بھی ہوتے ہیں جو اللہ کے باب میں بغیر واقفیت بغیر

عِلْمٍ وَّلَا هُدًی وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِیْرٍ ﴿٢٠﴾ وَاِذَا قِیْلَ لَهُمُ

دلیل اور بغیر کسی روشن کتاب کے بحث کیا کرتے ہیں ۲۱؎ اور جب ان سے کہا جاتا ہے

اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا

کہ اُس چیز کی پیروی کرو جو اللہ نے اتاری ہے تو کہتے ہیں کہ نہیں، ہم تو اسی کی پیروی کرینگے جس پر

ع ۲ / ۸ / ۱۱

۱۷؎ (ہمیشہ مقبولین کی ایک خصوصیت۔ بلکہ بعض موقعوں پر واجب بھی) ذٰلِكَ۔ یعنی یہی صبر۔ یا وہ تمام اُمور جو مذکور ہو چکے۔ ~~الاشارة الی الصبر او الی کل ما امر به (بیضاوی)~~ اَقِمِ الصَّلٰوةَ۔ نماز کی پابندی کا حکم التزام شرائط کے ساتھ۔ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ۔ نیکی و نیک کرداری کا حکم۔ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ۔ بدی و بدکرداری سے بچنے بچانے کا حکم۔ وَاصْبِرْ عَلٰی مَآ اَصَابَكَ۔ تکوینی طور پر جو بھی ناموافق حالات پیش آئیں۔ دنیا میں جو جو رنج اور مصیبتیں پڑیں، یا مسلمان بننے اور بنے رہنے میں (اقامت صلوٰۃ میں۔ امر بالمعروف میں نہی عن المنکر میں) جو جو بھی دقتیں اُٹھانی پڑیں۔ ان سب کو صبر کی سپر پر روکنے کا حکم۔ ۱۸؎ (یہانتک کہ چال ڈھال میں متکبرین کا تشبّہ بھی مبغوض ہے) ۱۹؎ (سو انسان کو چاہیئے کہ گدھوں کی طرح چیخنے چلّانے نہ لگ جائے) سارے پند و موعظت کا خلاصہ یہ نکلا کہ چال ڈھال، بول چال، رفتار و آواز، غرض ہر چیز میں انسان کو متکبرین کی روش سے بچنا چاہیئے ——— اخلاق و آداب کے جزئیات تک کی تعلیم ہماری شریعت دیتی ہے۔ ۲۰؎ (اور وہ تکوینی نعمتیں، ہوا، آگ، روشنی، پانی، صحت غذا، مکان، لباس وغیرہا، مومن و کافر ساری مخلوق بشری کے لئے عام ہیں) ظَاهِرَةً۔ وہ تکوینی نعمتیں جن کا ادراک حواس سے ہو سکے۔ بَاطِنَةً۔ وہ تکوینی نعمتیں جن کا ادراک عقل سے ہو سکے۔ سَخَّرَ ..... الْاَرْضِ اس میں تعریض ہے مشرک اور جاہلی قوموں پر، کہ اللہ کی ساری مخلوق تو خود تمہاری خدمت کے لئے، یہ آسمان اور یہ زمین، یہ چاند، یہ سُورج، سب ہی۔ پھر یہ تم پر کیا شامت سوار ہے کہ تم اُلٹے انہیں کو اپنا معبود بنائے ہوئے ہو۔ ملاحظہ ہو حاشیۂ تفسیر انگریزی۔ ۲۱؎ یعنی اس جدال بے جا کی بنیاد نہ کسی علم صحیح پر ہے نہ کسی استدلال عقلی پر نہ کسی کتاب آسمانی پر، بلکہ محض اپنی کج فہمی پر۔

وَهۡنًا عَلٰى وَهۡنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِىۡ عَامَيۡنِ اَنِ اشۡكُرۡ لِىۡ

ضعف پر ضعف اٹھا کر اسے پیٹ میں رکھا اور دو برس میں اس کا دودھ چھوٹتا ہے کہ تو میری اور اپنے

وَلِوَالِدَيۡكَ ؕ اِلَىَّ الۡمَصِيۡرُ ﴿۱۴﴾ وَاِنۡ جَاهَدٰكَ عَلٰۤى اَنۡ

ماں باپ کی شکر گذاری کیا کر، میری ہی طرف واپسی ہے ۱۳ اور اگر وہ دونوں تجھ پر اس کا زور ڈالیں کہ تو

تُشۡرِكَ بِىۡ مَا لَيۡسَ لَكَ بِهٖ عِلۡمٌ ۙ فَلَا تُطِعۡهُمَا وَصَاحِبۡهُمَا

میرے ساتھ کسی چیز کو شریک ٹھہرائے جس کی تیرے پاس کوئی دلیل نہیں، تو تو ان کا کہنا نہ ماننا اور دنیا میں

فِى الدُّنۡيَا مَعۡرُوۡفًا ۖ وَّاتَّبِعۡ سَبِيۡلَ مَنۡ اَنَابَ اِلَىَّ ۚ ثُمَّ

ان کے ساتھ خوبی سے بسر کئے جانا ۱۴ اور اسی کی راہ پر چلنا جو میری طرف رجوع کئے ہو ۱۵ پھر

اِلَىَّ مَرۡجِعُكُمۡ فَاُنَبِّئُكُمۡ بِمَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۵﴾ يٰبُنَىَّ

تم سب کو میرے پاس آنا ہے، پھر جو کچھ تم کرتے رہتے تھے میں تمہیں سب جتلا دونگا اے بیٹا

اِنَّهَاۤ اِنۡ تَكُ مِثۡقَالَ حَبَّةٍ مِّنۡ خَرۡدَلٍ فَتَكُنۡ فِىۡ

اگر کوئی عمل رائی کے دانہ کی برابر ہو پھر کسی پتھر کے

صَخۡرَةٍ اَوۡ فِى السَّمٰوٰتِ اَوۡ فِى الۡاَرۡضِ يَاۡتِ بِهَا

اندر ہو یا آسمانوں میں ہو یا زمین کے اندر ہو اللہ اسے لے ہی

اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيۡفٌ خَبِيۡرٌ ﴿۱۶﴾ يٰبُنَىَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ

آئیگا بیشک اللہ بڑا باریک بین ہے بڑا باخبر ہے ۱۶ اے میرے بیٹے نماز کو قائم رکھ

وَاۡمُرۡ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَانۡهَ عَنِ الۡمُنۡكَرِ وَاصۡبِرۡ عَلٰى

اور اچھے کاموں کی نصیحت کیا کر اور برے کام سے منع کیا کر اور جو کچھ پیش آئے اس پر

النصف

۱۳ (اور اس وقت ادائے حقوق سے متعلق باز پرس ہوگی) لِىۡ وَلِوَالِدَيۡكَ۔ معطوف و معطوف علیہ کا خیال رہے۔ والدین کے حق کی یہ عظمت اس درجہ کی ہے کہ اس کا عطف خود حق تعالیٰ کے حق کی ادائی پر کیا گیا ہے۔ اِلَىَّ الۡمَصِيۡرُ۔ یہ یاد دلا کر گویا یہ بھی بتا دیا کہ حکم کو معمولی نہ سمجھنا۔ سوال اس کی بابت رکھا ہوا ہے۔ حَمَلَتۡهُ ...... عَامَيۡنِ پورا فقرہ بطور جملہ معترضہ کے ہے۔ والدہ کے حق کے بیان و توضیح میں۔ وَهۡنًا عَلٰى وَهۡنٍ ایک مختصر سے دو لفظی فقرہ میں حاملہ کی ساری معذوریوں اور ناتوانیوں کی جانب اشارہ آگیا۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو حاشیہ تفسیر انگریزی۔ فِصٰلُهٗ فِىۡ عَامَيۡنِ۔ یہ کوئی فقہی حکم نہیں۔ کہ مدت رضاعت پورے دو سال ہی رہنا چاہئے۔ محض عادت غالب اور عرف عمومی کا بیان ہے۔ مرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ آیت میں صراحت ہے کہ شکر منعم کی طرح، جو واسطہ نعمت ہو، اس کا شکر یہ بھی مطلوب ہے۔ اور اس واسطہ کے عموم میں والدین اور استاد اور مرشد سب آگئے۔ ۱۴ اطاعت والدین اپنی جگہ پر نہایت اہم اور ضروری شئے سہی۔ بلکہ اسلام کی مجلسی و معاشری زندگی کی تو بنیاد ہی اتحاد زوجین کی طرح اطاعت والدین پر ہے۔ لیکن جب توحید پر زد پڑ رہی ہو تو وہاں یہ فریضہ بھی ساقط ہو جائیگا۔ اور اطاعت عین معصیت بن جائے گی۔ وَصَاحِبۡهُمَا فِى الدُّنۡيَا مَعۡرُوۡفًا۔ یہ حکم اس حال میں بھی قائم ہے کہ دنیوی حاجات و معاملات یعنی خورد و نوش وغیرہ میں اُن کے ساتھ حسن سلوک برابر جاری رہے۔ والدین کی شکر گذاری بہر صورت واجب ہے۔ بجز اس کے کہ وہ شکر گذاری اللہ کی ناشکری کے مستلزم ہو جائے۔ ۱۵ (دینی معاملات میں) یعنی جو دین حق کا تابع اور اسی پر عامل ہو۔ معاملات دین میں موافقت اسی کی کیا کرو۔ فقہاء نے کتاب و سنت و قیاس کے علاوہ جو چوتھا ماخذ احکام شریعت کا اجماع امت کو قرار دیا ہے۔ خود اس کی بنیاد علاوہ دوسرے نصوص کے یہ آیت بھی ہے۔ ~~یدل علی صحۃ اجماع المسلمین (احکام القرآن للجصاص)~~ ~~ایا ...~~ ۱۶ (چنانچہ کوئی عمل کیسا ہی دقیق ہو۔ اور کیسے ہی اسباب خفاء اس کے لئے جمع ہو جائیں، اس عالم الغیب والشہادۃ کے احاطۂ علم و خبر سے بہر حال وہ باہر نہیں رہ سکتا) مِثۡقَالَ حَبَّةٍ مِّنۡ خَرۡدَلٍ۔ یعنی حجم میں بہ غایت صغیر ہو۔ فَتَكُنۡ فِىۡ صَخۡرَةٍ۔ یعنی حجاب شدید کے اندر ہو۔ اَوۡ فِى السَّمٰوٰتِ۔ یعنی غایت بُعد میں ہو۔ اَوۡ فِى الۡاَرۡضِ۔ یعنی ظلمات در ظلمات میں ہو۔ انسان کی نظر سے خفاء شئے کے اسباب عموماً یہی ہوتے ہیں۔ اور مشرک قوموں نے اپنے پر قیاس کر کے اپنے دیوی دیوتاؤں کو انہیں حالات میں معذور اور اُن کے علم کو ناقص سمجھا ہے۔ قرآن مجید نے ان میں سے ہر ممکن سبب کی تردید کر کے بتا دیا کہ حق تعالیٰ کے علم کامل و محیط کو کسی معنی میں اور کسی پہلو سے بھی ناقص، ناتمام، داغدار سمجھنا انتہائی جہل ہے۔

ف۷ ہر طرح کے شجر و نباتات کے۔ خَلَقَ ...... تَرَوْنَهَا آسمان جیسی عظیم الشان موجودات کو بغیر کسی ظاہری و مرئی سہارے کے قائم رکھنا کمال قدرت پر ایک دلیل قاطع ہے ——— ملاحظہ ہوں (پ۱۳) سورۂ الرعد کے حاشیے۔ فقرہ کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں "بغیر ایسے ستونوں کے جنہیں تم دیکھ سکو بنایا" اس صورت میں تَرَوْنَهَا کا تعلق ستونوں سے نہیں بلکہ عمد سے ہوگا مفسرین نے یہ ترکیب بھی جائز رکھی ہے تکون ترونها فی موضع خفض علی نعت لعمد [illegible] (قرطبی) بلکہ بعض صحابہ و تابعین سے بھی منقول یہی ہے قال ابن عباس و عکرمہ و مجاہد لها عمد لا ترونها [illegible] (ابن کثیر) أَلْقَىٰ بِكُمْ۔ یعنی ہلکی پھلکی سطح زمین پر اس مصلحت سے ایک خاص ترتیب و مناسبت مقام کے ساتھ بھاری بھاری پہاڑ نصب کر دیئے کہ زمین کہیں اپنی تیز گردش سے ہٹانے نہ لگے۔ کمال صنعت گری کی دلیل ہے ملاحظہ ہوں سورۃ النحل (پ۱۴) کے حاشیے۔ من السماء سے جیسا کہ پہلے کئی بار گذر چکا ہے مراد سمت آسمان سے یا بلندی سے ہوتی ہے۔ ابر وغیرہ سب اسی میں شامل ہیں۔ ف۸ (اور وہ گمراہی اُن کی صریح ضد کی ہے۔ تو یہ لوگ بھلا دلیل وغیرہ کیا پیش کر سکیں گے) اہل شرک کو چیلنج کر کے پکارا ہے کہ اللہ کی صنعت و قدرت و حکمت پر تو آسمان و زمین میں ایسے ایسے روشن دلائل موجود ہیں۔ اب تم تو ذرا بتاؤ کہ تمہارے دیویوں دیوتاؤں کے مخلوقات و مصنوعات کون سے ہیں؟ الظّٰلِمُوْنَ۔ ظالمون سے مراد مشرکین ہیں۔ یعنی المشرکین باللہ العابدین معہ غیرہ (ابن کثیر) ف۹ یہ لقمان کون تھے؟ اتنا تو بہر حال ظاہر ہے کہ کوئی مقبول، برگزیدہ بندہ تھے۔ اور ایسے کہ اہل عرب (قرآن کے مخاطبین اوّل) ان کے نام سے مانوس تھے۔ اس کے آگے اُن کی شخصیت کے بارہ میں اختلاف ہے۔ کلام جاہلیت میں ایک نہیں، اس نام کے تین تین شخصوں کا ذکر ملتا ہے۔ ان میں سے لقمان ثانی کا لقب لقمان حکیم مشہور ہے۔ عجب نہیں کہ قرآن مجید کا اشارہ انہیں کی جانب ہو۔ ان سے متعلق روایات تاریخی میں آتا ہے کہ یہ حضرت داؤدؑ کے ہمعصر تھے۔ ملک حبشہ کے رہنے والے تھے۔ اور ایک آزاد شدہ غلام تھے۔ (ارض القرآن جلد اوّل ص۱۸۰ الخ) بعض اکابر ان کی نبوت کے بھی قائل ہوئے ہیں لیکن مسلک جمہور یہ ہے کہ نبی نہ تھے صرف حکیم تھے۔ یہ اختلاف سلف سے چلا آرہا ہے کہ آیا آپ نبی تھے، یا محض ایک بندۂ صالح۔ دونوں قول منقول ہیں۔ لیکن اکثرین نے قول ثانی ہی اختیار کیا ہے۔ اختلف السلف فی لقمان هل كان نبیًا او عبدًا صالحًا من غیر نبوة علی قولین الاکثرون علی الثانی (ابن کثیر) والجمهور علی انه کان حکیمًا ولم یکن نبیًا (مدارک) جمہور کا اس پر اتفاق ہے کہ آپ نبی نہ تھے۔ صرف حکیم تھے۔ البتہ عکرمہ اس کے قائل تھے کہ آپ نبی تھے۔ لیکن عکرمہ اپنی اس رائے میں متفرد ہیں۔ واتفق العلماء علی انه کان حکیمًا ولم یکن نبیًا الا عکرمة فانه قال کان لقمان نبیًا وتفرد بهذا القول (معالم) تاریخ یونان میں ذکر ایک حکیم السیپ نامی کا آتا ہے (۶۱۹ تا ۵۶۴ ق م) انکے بعض حالات میں بھی حضرت لقمان کے ساتھ مشابہت ہے ہمارے ہاں کی روایتوں میں آتا ہے کہ آپ ملک نوبیا (افریقہ) یا سوڈان (افریقہ) کے ایک سیاہ فام غلام تھے۔ کان لقمان من سودان مصر ذا مشافر (ابن کثیر عن سعید بن المسیب) لقمان الحکیم کان اسود نوبیا ذا مشافر (ابن کثیر عن سعید بن المسیب) اَلْحِكْمَةَ حکمت سے مُراد علم صحیح مع عمل صحیح ہے۔ اے الاصابة فی القول والعمل [illegible]

وَاَلْقٰى فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اَنْ تَمِیْدَ بِكُمْ وَبَثَّ
اور زمین پر بھاری پہاڑ ڈال رکھے ہیں کہ کہیں تم کو لے کر ڈانواں ڈول نہ ہونے لگے
فِیْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ؕ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا
اور اس میں ہر قسم کے جانور پھیلا رکھے ہیں، اور ہم نے آسمان سے پانی اتارا پھر اس
فِیْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِیْمٍ ⑩ هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِیْ
(زمین) میں ہر طرح کے عمدہ اقسام اگائے ف۷ یہ تو اللہ کی مخلوق ہوئی اب مجھے دکھاؤ
مَاذَا خَلَقَ الَّذِیْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ
کہ اس (اللہ) کے علاوہ جو ہیں انہوں نے کیا چیزیں پیدا کیں ہیں اصل یہ ہے کہ ظالم لوگ
ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ⑪ وَلَقَدْ اٰتَیْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ اَنِ اشْكُرْ
صریح گمراہی میں (مبتلا) ہیں ف۸ اور بیشک ہم نے لقمان کو دانائی عطا کی ف۹ (اور یہ حکم) کہ اللہ کا
لِلّٰهِ ؕ وَمَنْ یَّشْكُرْ فَاِنَّمَا یَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ
شکر کرتے رہو، اور جو کوئی شکر کرتا ہے وہ اپنے ہی نفع کے لئے شکر کرتا ہے ف۱۰ اور جو کوئی ناشکری کرے
فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ حَمِیْدٌ ⑫ وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَ
سو اللہ بے نیاز ہے، ستودہ صفات ہے ف۱۱ اور اس وقت کا ذکر کیجیے جب لقمان نے اپنے بیٹے کو
هُوَ یَعِظُهٗ یٰبُنَیَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ
نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ اے بیٹا اللہ کا شریک نہ ٹھہرانا، بیشک شرک بڑا بھاری ظلم
عَظِیْمٌ ⑬ وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْهِ ۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ
ہے ف۱۲ اور ہم نے انسان کو تاکید کی اس کے ماں باپ سے متعلق۔ اس کی ماں نے

ع ۱۰ / ۱

ف۱۰ "کہ اس سے نعمت میں ترقی ہوتی ہے۔ دنیوی نعمت میں تو باعتبار نفس نعمت کے کبھی اور باعتبار ثواب کے ہمیشہ اور دینی نعمت میں مثل علم وغیرہ کے دونوں طرح پر یعنی علم بھی بڑھتا ہے اور ثواب بھی ملتا ہے"۔ (تھانوی) ف۱۱ وہ کامل الصفات اپنی ذات سے ہے۔ اسے اپنی تکمیل کے لئے کسی کے شکر و حمد وغیرہ کی حاجت نہیں ——— اس میں رد آگیا بہت سی مشرک قوموں کا، جو اپنے دیویوں دیوتاؤں کو اپنی ہی طرح محدود القویٰ، ناقص الصفات سمجھتے ہیں۔ ف۱۲ (کہ اس کے سامنے اور سارے ظلم ہیچ ہیں) ظُلْمٌ کی حقیقت ہے وضع الشیٔ فی غیر محلہ یعنی کسی شے کو اس کے خلاف محل رکھنا اور شرک میں اس کا ظہور کامل ترین صورت میں ہوتا ہے۔

الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ﴿۴﴾ اُولٰٓئِكَ عَلٰى
دیتے ہیں اور وہ لوگ آخرت کا پورا یقین رکھتے ہیں یہی لوگ ہیں
هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۵﴾ وَمِنَ
اپنے پروردگار کی طرف سے راہ ہدایت پر اور یہی لوگ پوری فلاح پانے والے ہیں ۲؎ اور کوئی
النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ
انسان ایسا بھی ہے جو اللہ سے غافل کرنے والی باتیں خرید کرتا ہے تاکہ اللہ کی راہ سے بے سمجھے
اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ۭ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ
بوجھے (دوسروں کو) گمراہ کرے اور اس راہ کی ہنسی اُڑائے ۳؎ ایسے ہی لوگوں کے لئے ذلّت کا
مُّهِيْنٌ ﴿۶﴾ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ
عذاب ہے ۴؎ اور جب اس کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو وہ تکبّر کرتا ہوا منہ موڑ لیتا ہے
لَّمْ يَسْمَعْهَا كَاَنَّ فِيْٓ اُذُنَيْهِ وَقْرًا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ
جیسے اُس نے سُنا ہی نہیں گویا اُس کے کانوں میں ثقل ہے، سو آپ اسے خبر سنا دیجئے عذاب
اَلِيْمٍ ﴿۷﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ
دردناک کی ۵؎ البتہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام بھی کئے اُن کے لئے
جَنّٰتُ النَّعِيْمِ ﴿۸﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ۭ وَهُوَ
راحت کی جنتیں ہیں جن میں وہ ہمیشہ رہینگے (یہ) اللہ کا سچا وعدہ ہے اور وہ
الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۹﴾ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا
زبردست ہے حکمت والا ہے ۶؎ (اسی نے) آسمانوں کو بلا ستون بنایا ہے تم ان کو دیکھ رہے ہو

۲؎ (دنیا و آخرت میں ہر طرح پر) عَلٰى هُدًى ...... لِلْمُفْلِحُوْنَ - ھدیٰ - ہدایت ثمرہ ہے قرآن پر اعتقاد و عمل کا - اور فلاح ثمرہ ہے راہِ ہدایت کا - پارۂ اول کے رکوع اول میں انہیں سے ملتی ہوئی دو آیتیں آچکی ہیں، وہاں کے حاشیے بھی ملاحظہ کر لئے جائیں۔ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ - ھُمْ کی تکرار تاکید اور زور کلام کے لئے ہے۔ اعید الضمیر للتاکید (رح) ۳؎ لھو الحدیث - مراد اس سے عموماً غناء (موسیقی) سمجھی گئی ہے - وفی الاکثرین عند الاکثرین نزلت فی الغناء علیٰ صوت ابن عباس و ابن مسعود و غیرھما و ھو ممنوع بالکتاب والسنۃ (قرطبی) لیکن محققین کا فیصلہ ہے کہ اس میں گانے کا حصر و تعیین نہیں یہ حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے - لھو الحدیث ھو الغناء واشباھہ یعنی اس سے مراد ہر گانا اور اُس کے مشابہ چیزیں - گویا ہر بیکار، غیر مفید مشغلہ اس کے تحت میں داخل ہے جو حق کی طرف سے غفلت، بے رغبتی پیدا کرنے والا ہو، اس کے تحت میں آجاتا ہے - ما یلھی عما یعنی کالاحادیث التی لا اصل لھا والاساطیر التی لا اعتبار بھا والمضاحک و فضول الکلام (بیضاوی) لَهْوَ الْحَدِيْثِ - غناء کے باب میں محدثین و فقہاء کے اقوال مختلف ہیں - جو گانا محض دل بہلانے یا باصطلاح فقہاء رفع وحشت نفس کے لئے ہو، اس میں مضائقہ فقہاء حنفیہ کے نزدیک بھی نہیں - دُرِّمختار میں اسے سرخسی عینی و عنایہ کے حوالہ سے جائز رکھا ہے - وفی البحر المختار التغنی لنفسہ لدفع الوحشۃ لا باس بہ عند العامۃ علیٰ ما فی العنایۃ و صححہ العینی و الیہ ذھب شمس الائمۃ السرخسی (رح) اور اگر اس میں کلام حکیمانہ اور مضامین اخلاق و معرفت کے ہوں جب تو بالکل ہی جائز ہے - ولو فیہ وعظ و حکمۃ فجائز اتفاقاً (رح) لیکن جو گانا لوگوں کے سنانے کے لئے جشن عقد اور عید وغیرہ کے علاوہ ہو، خصوصاً جو "قوالی" کی محفلیں مسجدوں اور خانقاہوں میں مجمع فساق کے ساتھ ہوا کرتی ہیں اور جنہیں عبادت سمجھا جاتا ہے وہ تو اور زیادہ قابل ملامت ہیں - وصاحب الھدایۃ والذخیرۃ سمیاہ کبیرۃ ھذا فی التغنی للناس فی غیر الاعیاد والاعراس ویدخل فیہ تغنی صوفیۃ زماننا فی المساجد والدعوات بالاشعار والاذکار مع اختلاط اھل الاھواء والمرد بل ھذا اشد من کل تغن لانہ مع اعتقاد العبادۃ (رح) فلما ابتدعتہ الصوفیۃ الیوم من الادمان علی سماع المغانی بالآلات المطربۃ من الشبابات والطار والمعازف والاوتار فحرام (قرطبی) بلکہ اس تواجد و ترا قص کا شمار تو علامات زندقہ میں سے کیا گیا ہے اور اس کا جائز سمجھنا حدود کفر میں داخل ہو جاتا ہے - ولما ابتدعتہ الصوفیۃ فی ذٰلک فمن قبیل ما لا یختلف فی تحریمہ لکن النفوس الشھوانیۃ غلبت علیٰ کثیر ممن ینسب الی الخیر حتیٰ لقد ظھرت فی کثیر منھم فعلات المجانین والصبیان حتیٰ رقصوا بحرکات متتابعۃ و تقطیعات متلاحقۃ و انتھی التواقع بقوم منھم الی ان جعلوھا من باب القرب و صالح الاعمال وان ذٰلک یثمر سنی الاحوال و ھذا علی التحقیق من اثار الزندقۃ (رح) واما ما یسمہ اھل زماننا من انھم یھیئون المجالس ویرتکبون فیھا بالشرب والفواحش و یجمعون الفساق والاماء یطلبون المغنین الطوائف ویسمعون منھم الغناء و یتلذذون بھا کثیر اً من الھواء النفسانیۃ والخرافات الشیطانیۃ و یجھرون علی المغنین باعطاء النعم العظیم و یشکرون علیھم بالاحسان العمیم فلا شک ان ذٰلک ذنب کبیر واستحلالہ کفر قطعاً و یقیناً لانہ عین لھو الحدیث فی زمانھم (احمدی) يَشْتَرِيْ کے لفظی معنی خرید کرنے کے ہیں - مراد ہے اختیار کرنا، خریدار ہونا، خواستگار ہونا، راغب ہونا، سب اس میں داخل ہے بِغَيْرِ عِلْمٍ یعنی نفس پرستی اور عرف فاسد پر مبنی، اور ہر علمی سند سے خالی - لِيُضِلَّ میں لام تعلیل کا ہے - واللام للتعلیل (رح) سَبِيْلِ اللّٰهِ سے مراد اللہ کا دین ہے - یا کتاب اللہ کی تلاوت - ای دینہ او قرأۃ کتابہ (بیضاوی) آیت کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ یہاں ذکر ایسے لہو و لعب کا ہے جو دینِ حق سے روکنے والے ہوں اور ان کا اثر دوسروں تک متعدی ہو رہا ہو، بلکہ دینِ حق کی تحقیر دلوں میں پیدا کرانے والے ہوں، ظاہر ہے کہ ایسا مشغلہ صریح کفر کے درجہ میں آجائیگا - اور اس کی تائید شانِ نزول کی روایتوں سے بھی ہوتی ہے - جاہلیت میں کوئی "قابل و فاضل" شخص نضر بن الحارث نامی تھا - آس پاس کے ملکوں کا سیّاح، وہاں سے جاہلی "لٹریچر" کی اعلیٰ درجہ کی کتابیں لاتا - انہیں لاکر اہلِ عرب کو سُناتا - ایران کے بہادروں کے افسانے - حیرہ کے بادشاہوں کے قصے پڑھ کر سُناتا اور کہتا جی ان میں لگاؤ، قرآن کے وعظ میں کیا رکھا ہے - ہمراہ کوئی حسین چھوکری بھی رکھتا - عملی دل بہلاوے کے لئے شراب و کباب کے ساتھ اس کی پیشکش بھی کرتا رہتا - اس سے بھی بڑھ کر ممنوع و ناجائز وہ سارے کھیل تماشے ہونگے جو تہذیب و تمدن نے خدا اور آخرت کی طرف سے غافل کرنے کے لئے گڑھ لئے ہیں - سینما، تھیٹر، پکچر گیلری وغیرہا - نیز "ادبیات"، افسانہ و شعر کا وہ بہت بڑا ذخیرہ، جو آج "آرٹ" کے بڑے پُرفخر کارنامہ کی حیثیت سے پیش کیا جا رہا ہے - مرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ اس میں ہر اُس گانے کی حُرمت آگئی جو عملاً دین سے غفلت کی طرف لے جانے والا ہو - یا اعتقاداً موجب ضلال ہو - اور قول فیصل یہ ہے کہ جو ان دونوں باتوں سے مبرا ہو، اس کا یہ حکم نہیں ہے - ۴؎ (آخرت میں) آخرت کا ہر عذاب شدید و الیم تو ہے ہی، یہ عذاب اس کے ساتھ ذلت آفریں بھی ہوگا - جس نے زندگی بھر دینِ حق کی تحقیر اور بے وقعتی کی، وہ نالائق ہے ہی اسی قابل کہ کل اس کی بھی ہر طرح ذلت و رسوائی ہولے - اس عذاب کا اصل ظہور تو آخرت ہی میں ہوگا - لیکن دنیا میں بھی ایک طرح اس کا ظہور مشاہد ہے، بھانڈ، نقال، گویئے، میراسی، کسبیاں، ہیجڑے، غرض تمام طبقہ لہو الحدیث سے تعلق رکھنے والے دنیا میں بھی کیسے حقیر و رسوا رہتے ہیں، تا آنکہ کوئی معاشرہ مسخ ہو کر خود ہی اُن کے رنگ میں رنگ جائے، اور خود ہی فسق پیشہ بن جائے - ۵؎ آیت ماقبل سے بھی ظاہر ہو گیا تھا، اور اس آیت نے اور زیادہ صاف کر دیا کہ یہاں مُراد اس لہو و لعب اور ان اشغال تفریحی سے ہے جو دین اسلام سے ہٹنے اور ہٹانے، ضلال و اضلال کا باعث ہوں - ایسے مشاغل یقیناً حرام بلکہ ان میں سے بعض تو کفر کے درجہ میں داخل ہیں - باقی "جو لہو اعمال فرعیہ شرعیہ سے باز رکھے یا کسی معصیت کا سبب ہو جائے وہ صرف معصیت ہے - اور جو لہو کسی امر واجب کا مفوت نہ ہو اور اس میں کوئی شرعی غرض و مصلحت بھی نہ ہو وہ مباح ہے لیکن لایعنی ہونے کی وجہ سے خلاف اولیٰ ہے - اور مسابقت فرس اور مسابقت سہم و ملاعبت اہل میں چونکہ معتدبہ غرض تھی، اس لئے حدیث میں اس کو لہو باطل سے مستثنیٰ فرمایا، اور مسئلہ غناء اور سماع کا اس آیت کا مدلول ہونا ضروری نہیں - اس کا حکم مفصل مستقلاً مثل دیگر اقسام لہو کے دوسرے دلائل حدیثیہ و فقہیہ سے اپنے محل پر ثابت ہے - اور اس تفصیل سے تمام مشاغل اور تفریحات کا حکم بھی جس میں ابتلاء عام ہے وہ بھی آ گئے معلوم ہو گیا" (تھانویؒ) ۶؎ اپنے کمال قدرت سے - ہر وعدہ کے واقع کرنے پر قادر ہے - اور اپنے کمال حکمت سے واقع اسی وقت کرتا ہے جب عین مصلحت ہوتی ہے -

لِلنَّاسِ فِیۡ ھٰذَا الۡقُرۡاٰنِ مِنۡ کُلِّ مَثَلٍ ؕ وَ لَئِنۡ

لوگوں کے لئے اس قرآن میں ہر طرح کے مضمون بیان کئے ہیں ۷۶ اور اگر

جِئۡتَھُمۡ بِاٰیَۃٍ لَّیَقُوۡلَنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡۤا اِنۡ اَنۡتُمۡ

آپ انکے پاس کوئی نشان بھی لے کر آئیں تو بھی یہ لوگ جو کافر ہیں یہی کہیں گے کہ تم (لوگ،

اِلَّا مُبۡطِلُوۡنَ ﴿۵۸﴾ کَذٰلِکَ یَطۡبَعُ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوۡبِ الَّذِیۡنَ

اہل باطل ہو ۷۷ جو لوگ یقین نہیں رکھتے اللہ ان کے دلوں پر اسی طرح مُہر

لَا یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۵۹﴾ فَاصۡبِرۡ اِنَّ وَعۡدَ اللّٰہِ حَقٌّ وَّ لَا یَسۡتَخِفَّنَّکَ

کر دیا کرتا ہے ۷۸ سو آپ صبر کیجئے بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے ۷۹ اور جو لوگ بے یقین ہیں

الَّذِیۡنَ لَا یُوۡقِنُوۡنَ ﴿۶۰﴾ ع

کہیں آپ کو بے برداشت نہ کر دیں ۸۰

ع ۶/۷ ۹

سُوۡرَۃُ لُقۡمٰنَ مَکِّیَّۃٌ وَّھِیَ اَرۡبَعٌ وَّثَلٰثُوۡنَ اٰیَۃً وَّاَرۡبَعُ رُکُوۡعَاتٍ

سورۂ لقمٰن مکہ میں نازل ہوئی اس کی چونتیس آیتیں اور چار رکوع ہیں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شروع اللہ نہایت مہربان بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

الٓمّٓ ۚ﴿۱﴾ تِلۡکَ اٰیٰتُ الۡکِتٰبِ الۡحَکِیۡمِ ۙ﴿۲﴾ ھُدًی وَّ رَحۡمَۃً

الف، لام، میم یہ آیتیں ہیں ایک پُر حکمت کتاب کی جو ہدایت و رحمت ہے

لِّلۡمُحۡسِنِیۡنَ ۙ﴿۳﴾ الَّذِیۡنَ یُقِیۡمُوۡنَ الصَّلٰوۃَ وَ یُؤۡتُوۡنَ

نیک کاروں کے حق میں ۱ جو نماز کو قائم رکھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے

۷۶ (جس کا مقتضیٰ یہ تھا کہ منکرین ایمان لے آتے) لِلنَّاسِ یعنی لوگوں کی ہدایت و نفع کی غرض سے۔ مِنۡ کُلِّ مَثَلٍ یعنی ہر قسم کے عمدہ مفید مضمون۔ ۷۷ کیا حد ہے اُن کے عناد و ضد اور حق طلبی کے فقدان کی! ـــــ کہاں تو خود ہی فرمائشی معجزوں کی بھرمار کر رہے ہیں۔ اور کہاں اگر معجزے دیکھ لیں تو اُلٹے مسلمانوں سے یہ کہنے لگیں کہ تم لوگ تو سحر کی باطل پرستیوں میں پڑے ہوئے ہو! اٰیَۃٍ یعنی کوئی ایسا نشان جس کی یہ خود فرمائش کرتے رہتے ہیں اُن کا فرمائشی نشان۔ اَنۡتُمۡ یعنی تم سب، پیمبر اور مؤمنین۔ ۷۸ (اُن کی شدتِ عناد اور حق ناشناسی کی بنا پر) اور وہ دلوں پر مُہر لگنا یہی ہے کہ روز بروز اُن کی قبول حق کی استعداد ضعیف و مضمحل ہوتی جاتی ہے۔ الَّذِیۡنَ لَا یَعۡلَمُوۡنَ کے معنیٰ یہ بھی کئے گئے ہیں کہ وہ لوگ جن کے دلوں میں علم صحیح کی طلب نہیں ہوتی۔ ~~لا یطلبون العلم (بیضاوی، روح)~~ ۷۹ (کہ حق ایک روز منصور و کامیاب اور باطل بالآخر ناکام و سرنگوں ہو کر رہے گا) ۸۰ یعنی حالات کیسے ہی سخت اور صبر آزما ہوں، آپ کے ہاتھ سے دامن صبر و متانت و استقامت کسی حال میں بھی نہ چھوٹنے پائے۔ اور بے عقیدہ، بے ایمان لوگوں کو کوئی سا موقع ہنسی کا یا طنز کا نہ ملنے پائے۔ آیت میں تعلیم ہے ساری اُمت کے لئے۔ اکابر اُمت کو تو خصوصاً اپنے حال کا بڑا ارکھ رکھاؤ چاہیئے کہ حتی الامکان کافروں، فاجروں کو کوئی موقع اعتراض کا ہاتھ نہ لگنے پائے۔ لَا یَسۡتَخِفَّنَّکَ خطاب براہِ راست رسول سے ہے لیکن مفہوم کے اعتبار سے اُمت سے ہے۔ ~~والخطاب للنبی صلعم والمراد امتہ (قرطبی)~~ ۱ آیت میں قرآن مجید کی اہمیت و عظمت کا بیان ایک عجیب لطیف انداز سے ہے۔ محسن ہونے کا اطلاق تو خود انہیں لوگوں پر ہوگا، جو قرآن پر عمل کر کے مرتبۂ اخلاق میں بڑھے ہیں اور اب انہیں کے حق میں اشارہ ہو رہا ہے کہ قرآن ان کے لئے موجب ہدایت ہے۔ الۡحَکِیۡمِ سے مراد پُر حکمت بھی ہو سکتی ہے، اور بے عیب بھی اور حاکم بھی۔ ~~الحکیم المحکم ای لا خلل فیہ ولا تناقض وقیل ذو الحکمۃ وقیل الحاکم (قرطبی)~~ مُرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ مراتب ہدایت کی حد و انتہا نہیں محسنین تو خود ہی ہدایت کے مرتبۂ اعلیٰ پر ہوتے ہیں۔ قرآن انہیں اور بڑھا رہا ہے۔

۶۹ یعنی یہ لوگ بے ادراکی میں مُردوں، بہروں، اندھوں کی سطح پر ہیں۔ آپ ان سے نہ ایمان کی توقع رکھیئے نہ ان کے انکار و تکذیب پر غم و تردد کیجیے۔ فَاِنَّكَ لَا تُسۡمِعُ الۡمَوۡتٰی۔ مُردوں کے سُننے نہ سُننے پر حاشیہ سورۃ النمل (پ۲۰) آیت اِنَّكَ لَا تُسۡمِعُ الۡمَوۡتٰی۔ کے تحت میں گزر چکا ——— کسی بندہ سے یہ کہنا کہ تم مُردوں کو اپنی آواز سُنا نہیں سکتے، اس کا مستلزم نہیں کہ سرے سے سماعِ میّت کا انکار ہی مقصود ہے کسی سے یہ کہنا کہ تم آسمان کی سَیر نہیں کر سکتے، اس کے مرادف نہیں کہ حق تعالیٰ بھی آسمان کی سَیر نہیں کرا سکتا۔ سماعِ موتٰی اپنے حدود کے اندر اہلِ سنّت کے ہاں ایک متفقہ مسئلہ ہے۔ اس سے کلیۃً انکار درست نہیں۔

ع ۱۳ ۵ ۸

يُؤۡمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمۡ مُّسۡلِمُوۡنَ ﴿۵۳﴾ اَللّٰهُ الَّذِىۡ خَلَقَكُمۡ

ہماری آیتوں کا یقین رکھتے ہیں، پھر وہ (انہیں) مانتے بھی ہیں ۶۹ (اور وہی) اللہ ہے جس نے تم کو (تمہاری)

مِّنۡ ضُعۡفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنۡۢ بَعۡدِ ضُعۡفٍ قُوَّةً ثُمَّ

ناتوانی کی حالت میں پیدا کیا، پھر ناتوانی کے بعد توانائی عطا کی پھر

جَعَلَ مِنۡۢ بَعۡدِ قُوَّةٍ ضُعۡفًا وَّشَيۡبَةً‌ ؕ يَخۡلُقُ مَا يَشَآءُ‌ ۚ

توانائی کے بعد ناتوانی اور ضعیفی دی، وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے ۷۰

وَهُوَ الۡعَلِيۡمُ الۡقَدِيۡرُ ﴿۵۴﴾ وَيَوۡمَ تَقُوۡمُ السَّاعَةُ يُقۡسِمُ

اور وہ خوب جاننے والا ہے، ہر قدرت رکھنے والا ہے ۷۱، اور جس دن قیامت قائم ہو گی مجرم لوگ قسم

الۡمُجۡرِمُوۡنَ ۙ مَا لَبِثُوۡا غَيۡرَ سَاعَةٍ‌ ؕ كَذٰلِكَ كَانُوۡا يُؤۡفَكُوۡنَ ﴿۵۵﴾

کھا بیٹھیں گے (کہ) ہم لوگ تو ایک ساعت سے زیادہ رہے ہی نہیں ۷۲، اسی طرح یہ لوگ الٹے چلتے رہتے تھے ۷۳

وَقَالَ الَّذِيۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ وَالۡاِيۡمَانَ لَقَدۡ لَبِثۡتُمۡ فِىۡ

اور جن لوگوں کو علم و ایمان عطا ہوا ہے وہ کہیں گے کہ تم نوشتۂ الٰہی کے مطابق

كِتٰبِ اللّٰهِ اِلٰى يَوۡمِ الۡبَعۡثِ‌ فَهٰذَا يَوۡمُ الۡبَعۡثِ وَلٰـكِنَّكُمۡ

قیامت کے دن تک رہے سو یہی تو ہے قیامت کا دن البتہ تم ہی (اسکا)

كُنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۵۶﴾ فَيَوۡمَئِذٍ لَّا يَنۡفَعُ الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡا

یقین نہیں کرتے تھے ۷۴ غرض اس روز ظالموں کو ان کا عذر کرنا (کچھ) نفع

مَعۡذِرَتُهُمۡ وَلَا هُمۡ يُسۡتَعۡتَبُوۡنَ ﴿۵۷﴾ وَلَقَدۡ ضَرَبۡنَا

نہ دے گا، اور نہ اُن سے تدارک چاہا جائیگا ۷۵ اور ہم نے

مُرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ یہاں تینوں جُملے اس پر دال ہیں کہ ہدایت نہ کسی نبی کے قبضہ میں ہے اور نہ کسی ولی کے۔ پھر لوگ کیسے یہ گمان کر لیتے ہیں کہ کامل بنا دینا شیخ کے اختیار میں ہے۔ اِلَّا مَنۡ يُّؤۡمِنُ۔ میں ایمان سے مُراد استعدادِ ایمان ہے، ورنہ ظاہر ہے کہ اصل ایمان تو سماع سے مؤخر ہے نہ کہ اس پر مقدم۔

۷۰ ہر تصرف میں وہی آزاد و خود مختار ہے۔ وہی جب چاہے نیست سے ہست کرے، ضعیف سے قوی اور قوی سے ضعیف، کوئی اس کا مانع و مزاحم کسی درجہ میں بھی نہیں ہو سکتا۔ خَلَقَكُمۡ مِّنۡ ضُعۡفٍ۔ اس ناتوانی سے مراد قبل پیدائش حالتِ جنین یا نطفہ کی بے حقیقتی اور کمزوری ہے۔ بَعۡدِ ضُعۡفٍ۔ میں ضعف سے مراد بچپن کی ناطاقتی اور بے بسی ہے۔ قُوَّةً سے مراد جوانی اور قویٰ کے بلوغ اور پختگی کا زمانہ ہے۔

۷۱ ہر ضرورت و مصلحت کا علم بھی اسی کو پورا ہے، اور ہر تصرف پر قدرت بھی پوری اسی کو حاصل ہے۔ سو اس کے خلق و خلقت میں کسی کمی یا نقص کا امکان ہی نہیں۔

۷۲ (عالمِ برزخ میں یا دنیا میں) اَلۡمُجۡرِمُوۡنَ۔ کافروں کو یومِ حشر کی انتہائی گھبراہٹ اور بدحواسی میں محسوس واقعی ایسا ہی ہو گا کہ جیسے قیامت اپنے وقتِ موعود سے بہت پہلے آگئی اور ان لوگوں کو کچھ مہلت ہی نہ ملی! مَا لَبِثُوۡا غَيۡرَ سَاعَةٍ۔ یہ گھڑی بھر کی مدّتِ قیام عالمِ برزخ میں بھی ہو سکتی ہے اور دنیا میں بھی۔ ائمہ مفسّرین دونوں طرف گئے ہیں۔ فی قبورھم (معالم عن مقاتل والکلبی) فی قبورھم (ابن جریر) فی الدنیا (ابن کثیر) فی الدنیا (معالم) اعلمو انی القبور وروی غیر واحد عن قتادۃ انھم یعنون ما لبثوا فی الدنیا کونھم جاھلین بانہ (الاظھر روح)

۷۳ یعنی ادراکِ حقائق کے سلسلہ میں ان کی غلط بینیاں اور غلط اندیشیاں کچھ آج نئی نہیں، دنیا میں بھی تو ادراکِ حقائق کے سلسلہ میں یہ ایسے ہی کج اندیش تھے۔

۷۴ یہ جواب دینے والے وہ لوگ ہونگے جنہیں دنیا میں اخبارِ شرعیہ کا علم تھا۔ فی کتاب اللہ ای فی ما کتب اللہ لکم فی سابق علمہ من اللبث فی القبور وقیل فی علم اللہ وقضائہ او فی ما کتبہ ای اوجبہ بحکمتہ (کشاف) آیت سے یہ بھی مستنبط ہوتا ہے کہ روزِ حشر کا ہول و انتشار کفار ہی کے ساتھ مخصوص ہو گا۔ شریعت پر عمل کرنے والے اہلِ ایمان انشاء اللہ اس وقت تمامتر محفوظ اور باحواس رہینگے۔ اَلَّذِيۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ وَالۡاِيۡمَانَ۔ بعض نے کہا۔ اس سے فرشتے مُراد ہیں۔ اور بعض نے کہا انبیاء، بعض نے کہا علماءِ اُمّت، اور بعض نے کہا کہ سارے مؤمنین۔ فقیل الملائکۃ وقیل الانبیاء وقیل علماء الامم وقیل جمیع المومنین (قرطبی)

۷۵ یعنی ان ظالموں کافروں کو اس کا موقع نہ دیا جائیگا کہ اُس روز توبہ کر کرا کے اللہ کو راضی کر لیں۔ ای لا یطلب منھم ازالۃ عتب اللہ تعالیٰ والمراد بہ غضبہ بما کانوا علیہم بالتوبۃ والطاعۃ (روح) يُسۡتَعۡتَبُوۡنَ۔ استعتاب کے لفظی معنی ازالۂ عتاب یعنی توبہ کے ہیں، جو گناہوں کو مٹا دے۔ وھو ازالۃ العتب یعنی التوبۃ التی تزیل اثار الجریمۃ لا تطلب منھم لانھا لا تقبل منھم کیر یہ معنی بھی کئے گئے ہیں کہ انہیں دنیا میں واپسی کا موقع نہ دیا جائیگا۔ ولا ھم یرجعون الی الدنیا (ابن کثیر)

يَجْعَلُهٗ كِسَفًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ فَاِذَآ
اسکو ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے ۶۳ پھر تو مینہ کو دیکھتا ہے کہ اسکے اندر سے نکلتا ہے پھر اسے
اَصَابَ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ۚ ﴿٤٨﴾
اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے پہنچا دیتا ہے ۶۴ تو بس وہ خوش ہونے لگتے ہیں
وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْهِمْ مِّنْ قَبْلِهٖ
درآنحالیکہ وہ لوگ قبل اس کے کہ اس خوشی سے قبل اُن پر برسے
لَمُبْلِسِيْنَ ﴿٤٩﴾ فَانْظُرْ اِلٰٓى اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِ
بالکل مایوس ہو رہے تھے ۶۵ سو ذرا رحمتِ الٰہی کے آثار کو دیکھو کہ اللہ زمین کو اس کے
الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ۚ وَهُوَ عَلٰى
خشک ہونے کے بعد کس طرح شاداب کرتا ہے ۶۶ بیشک وہی مُردوں کا جِلانے والا ہے ۶۷ اور وہی
كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿٥٠﴾ وَلَىِٕنْ اَرْسَلْنَا رِيْحًا فَرَاَوْهُ مُصْفَرًّا
ہر چیز پر (پوری) قدرت رکھنے والا ہے، اور اگر ہم (کوئی اور) ہوا چلا دیں، پھر یہ لوگ کھیتی کو زرد ہوا
لَّظَلُّوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ يَكْفُرُوْنَ ﴿٥١﴾ فَاِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى
دیکھیں تو یہ اس کے بعد ناشکری کرنے لگیں ۶۸ آپ مُردوں کو تو نہیں سُنا سکتے
وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ ﴿٥٢﴾ وَمَآ
اور نہ بہروں کو (اپنی) پکار سنا سکتے ہیں جبکہ وہ پیٹھ پھیرے چلے جا رہے ہوں اور آپ
اَنْتَ بِهٰدِ الْعُمْيِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ۭ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ
اندھوں کو بھی اُن کی بے راہی سے راہ پر نہیں لا سکتے آپ تو بس انہیں کو سنا سکتے ہیں جو

۶۳ یَبْسُطُهٗ - سے مُراد یہ ہے کہ بادل کو مجتمع کر کے دُور تک پھیلا دیتا ہے جس سے گھنگھور گھٹا چھا جاتی ہے۔ یَجْعَلُهٗ كِسَفًا کا مطلب یہ ہے کہ بادل کو گھنا نہیں ہونے دیتا متفرق پتلی پتلی بدلیاں رکھتا ہے۔ كَيْفَ يَشَآءُ کا حاصل یہ ہے کہ بادل کو جس حالت میں چاہتا ہے رکھتا ہے۔ خواہ خوب گہری گھٹا بنا دے، خواہ ہلکی پھلکی بدلی رکھے۔ فِي السَّمَآءِ سے مُراد صرف "سمت آسمان میں" ہے۔ ~~اى فى سمتها (بیضاوی) لا فى نفس السماء بالمعنى المتبادر~~

۶۴ یعنی اپنے بندوں کے جس ملک، جس سرزمین میں چاہتا ہے۔ لے جاتا ہے۔ ~~یعنی بلادهم واراضیهم (بیضاوی)~~ اَلْوَدْقَ - ودق مرادف ہے مطر کے۔ ~~الودق قيل ما يكون من خلال المطر كانه غبار وقد يعبر به عن المطر (راغب)~~

۶۵ یعنی ابھی تو مایوس ہو رہے تھے اور ابھی خوش ہو گئے۔ کاشتکار اور زراعت پیشہ کسی ملک و قوم کے بھی ہوں، جو لوگ اُن کی نفسیات سے واقف ہیں، قرآن مجید کے اس فقرہ کی دل کھول کر داد دیں گے۔

۶۶ (اور یہ خود ایک نظیر ہے قدرت علی البعث کی) رحمة الله - سے یہاں بھی مراد بارش ہے یا اس کے اثرات عالم میں نباتات پر۔ ~~اى اثر الغيث من النبات والاشجار وانواع الثمار (بیضاوی)~~

۶۷ (قیامت کے دن، اور وہی روزمرّہ تجدید حیات کی نظیریں دکھاتا رہتا ہے) مطلب یہ ہے کہ خدا کی قدرت کاملہ اور اُس کی خلاقی کا استحضار اگر رکھو تو امکان بعث میں کوئی اشکال ہی نہ رہ جائے۔

۶۸ (ساری پچھلی نعمتوں کو بھول بھال کر) مقصود غافلوں کی بے حسی کو دکھانا ہے۔ رِيْحًا سے مُراد ہے کسی دوسری قسم کی ہوا، جو زراعت کو نقصان پہنچانے والی ہو۔ مثلاً بجائے پچھوا ہوا کے پُروا کی، یا بجائے پُروا کے پچھوا۔ رَاَوْهُ میں ضمیر کھیتی کی جانب ہے۔ ~~اى فراوا النبت والزرع مصفرا~~ ~~او اثر رحمة الله لان رحمة الله هى الغيث واثرها النبات (كشاف) وهى النبت المفهوم من السياق (بحر محيط)~~

کُفْرُهٗ ۚ وَ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِاَنْفُسِهِمْ يَمْهَدُوْنَ ﴿۴۴﴾
اسی کا کفر پڑیگا اور جو نیک عمل کر رہا ہے، سو ایسے لوگ اپنے ہی لئے (نفع و راحت کا) سامان کر رہے ہیں ۵۵
لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ
جس کا حاصل یہ ہے کہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے (اللہ) انہیں اپنے فضل سے
اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۴۵﴾ وَ مِنْ اٰيٰتِهٖۤ اَنْ يُّرْسِلَ الرِّيَاحَ
(نیک) جزا دیگا، واقعی اللہ کافروں کو پسند نہیں کرتا ۵۶، اور اللہ کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ وہ ہواؤں
مُبَشِّرٰتٍ وَّ لِيُذِيْقَكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَ لِتَجْرِيَ الْفُلْكُ
کو بھیجتا ہے خوشخبری دیتی ہوئی ۵۷ اور تاکہ وہ تمہیں اپنی رحمت کی لذت چکھائے ۵۸ اور تاکہ کشتیاں اسکے
بِاَمْرِهٖ وَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۴۶﴾
حکم سے چلیں اور تاکہ تم اسکے فضل کی تلاش کرو ۵۹ تاکہ تم شکر ادا کرو ۶۰
وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ
اور ہم نے آپ سے پہلے (بہت سے) پیمبر اُن کی قوموں کے پاس بھیجے اور وہ انکے پاس
بِالْبَيِّنٰتِ فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا ؕ وَ كَانَ حَقًّا
دلائل لیکر آئے پھر ہم نے ان لوگوں سے انتقام لے لیا جو جرم کرتے رہے تھے ۶۱ اور اہل ایمان کا
عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۷﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ
غلبہ تو ہمارے ذمہ تھا ۶۲ اللہ ایسا ہے کہ وہ ہوائیں بھیجتا ہے
فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَيَبْسُطُهٗ فِي السَّمَآءِ كَيْفَ يَشَآءُ وَ
تو وہ بادلوں کو اٹھائے پھرتی ہیں، پھر اللہ اس کو جس طرح چاہتا ہے آسمان میں پھیلا دیتا ہے اور

۵۵ فَعَلَیْہِ کُفْرُہٗ ..... فَلِاَنْفُسِہِمْ یَمْھَدُوْنَ۔ اجزاء کلام کی یہ تقدیم و تاخیر زور و تاکید مفہوم کے لئے ہے۔ یَمْھَدُوْنَ۔ مھد کے لفظی معنی بچھانے کے ہیں۔ تو گویا یہاں ارشاد یہ ہو رہا ہے کہ جو اہل ایمان دنیا میں حُسنِ عمل میں مصروف رہتے ہیں، وہ اپنے ہاتھ سے اپنے لئے راحت دائمی کا فرش بچھا رہے ہیں۔ ای فلانفسھم یسعدون ویمھدون المضجع لیسلموا من عقاب ربھم وینجوا من عذابہ (ابن جریر) عَلَیْہِ کُفْرُہٗ کے صیغۂ واحد سے اور لانفسھم یمھدون کے صیغۂ جمع سے، امام المفسرین امام رازیؒ نے یہ پہلو پیدا کیا ہے کہ حق تعالیٰ کی رحمت اس کے غضب سے کہیں وسیع تر ہے۔ بدی کا بدلہ بدکار کی ذات تک محدود رہیگا۔ نیکی کی جزا نیک کار کے عزیزوں قریبوں کو بھی اپنے اندر لے لیگی۔ اشار الی ان الرحمۃ اعم من الغضب تشملہ واھلہ وذریتہ اما الغضب فمسبوق بالرحمۃ لازم لمن اساء (کبیر) امام موصوف نے یہ بھی لکھا ہے کہ من کفر کے مقابلہ میں قرآن مجید نے من اٰمن نہیں کہا۔ بلکہ تقابل میں وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا کہا، تاکہ مومن کو ساتھ ہی عمل کی بھی ترغیب ہو جائے اور ایمان کی تکمیل عمل صالح ہی سے ہوتی ہے۔ ولم یقل من اٰمن و ذٰلک لان العمل الصالح بہ یکمل الایمان فذکرہ تحریضا للمکلف علیہ (کبیر)

۵۶ (بلکہ سخت مبغوض رکھتا ہے) (لان عدم المحبۃ کنایۃ عن البغض فی العرف روح) فان عدم المحبۃ من اللہ غایۃ العذاب (کبیر) مِنْ فَضْلِہٖ۔ پہلی آیت میں ذکر دو طبقوں کا تھا۔ ایک مَنْ کَفَرَ کفر اختیار کرنے والوں کا دوسرے مَنْ عَمِلَ صَالِحًا راہ حسن عمل پر چلنے والوں کا۔ پہلے کے انجام علیہ کفرہٗ میں صاف علت انجام کا ذکر کر دیا۔ یعنی وبال کفر کفر ہی کی بنا پر پڑیگا۔ اور دوسرے کی جزا میں "بجائے علت کے من فضلہ بڑھا دینا اشارہ ہے کہ سزا تو بلا علت نہیں ہوتی۔ لیکن رحمت بلا علت محض فضل سے ہوتی ہے۔" وَذکر من فضلہ للدلالۃ علی ان الاثابۃ تفضل محض (روح) لِیَجْزِیَ میں ل عاقبت کا ہے۔ تعلیل کا بھی مانا گیا ہے متعلق بیمھدون تعلیل لہ (کشاف)

۵۷ (بارش کی) قرآن کے مخاطب اول، اہل عرب تھے۔ اور عرب جیسے ملک میں برساتی ہواؤں کی خوش گواری خود ایک مستقل نعمت ہے۔ اور عرب کو چھوڑ کر، ہندوستان اور پاکستان جیسے زراعتی ملکوں میں مانسون کسان کے لئے ایک بشارت عظیم نہیں؟ مِنْ اٰیٰتِہٖ یعنی اس کی قدرت، شفقت و حکمت کی نشانیوں میں سے۔

۵۸ یعنی پہلے تو بارشی ہواؤں سے تمہارا دل خوش کرے پھر اصل بارش کے فائدے تمہیں عنایت کرے۔ رحمتہ سے مراد یا بارش ہے یا وہ منافع جو بارش پر مرتب ہوتے ہیں۔ یعنی المنافع التابعۃ لھا (بیضاوی)

۵۹ (انہیں ہواؤں کے ذریعہ سے) یعنی ہواؤں کا ایک کام علاوہ بارش لانے کے، یہ بھی ہے کہ وہ بحری سفر کو ممکن بنا دے۔ اور اس طرح قوموں کی قومیں بحری تجارت کے ذریعہ سے بن جائیں۔ عربوں نے قرآن مجید کے ان اشارات سے جس قدر فائدہ اٹھایا۔ اس کا مفصل ذکر مولانا سید سلیمان ندوی کی کتاب "عربوں کی جہاز رانی" میں ملے گا۔ اور آج تو دنیا کی متمول ترین قوموں کا راز یہی بحری تجارت ہے۔ فضلہٖ۔ فضل یہاں تجارت بحری کے معنی میں ہے۔ اور یہ سلف سے مسلّم چلا آتا ہے۔ اور بعض نے عام تجارتی سفر مراد لئے ہیں۔ یعنی تجارۃ البحر (بیضاوی۔ مدارک) ومن فضلہ بالتجارۃ فی البحر (معالم) ای فی التجارات والمعایش والسیر من اقلیم الی اقلیم وقطر الی قطر (ابن کثیر) بِاَمْرِہٖ۔ امر یہاں تدبیر و تکوین کے معنی میں ہے۔ ای بتدبیرہٖ و تکوینہٖ (مدارک)

۶۰ مقصود ان تمام نعمتوں سے یہی ہے کہ ان نعمتوں کا استعمال مصرف صحیح میں کیا جائے ——— اور یہی وہ مقام ہے جو قرآن جیسی کتاب الہدیٰ کو تمام "علوم" "وفنون" کی کتابوں سے ممتاز کئے ہوئے ہے۔ قدم قدم پر سبق ساری مادّی ترقیوں کے بعد انسان کو حدود عبدیت کے اندر رہنے کا۔

۶۱ (اور وہ جرم یہی تھا کہ ان لوگوں نے ان دلائل حق کی تصدیق نہ کی، بلکہ اُلٹی اُن کی تکذیب کرتے رہے) فَانْتَقَمْنَا۔ بعض نافہموں نے انتقام حق کو اللہ تعالیٰ کی شان کے منافی اور اس سے پست سمجھا ہے۔ یہ نتیجہ ہے تمامتر "انتقام" اور "کینہ پروری" کے درمیان خلط مبحث کر دینے کا۔ انتقام جس کے معنی مجرموں کو کیفر کردار تک پہنچانے کے ہیں، وہ تو قیام عدل کے لئے لازمی ہے۔ ورنہ پھر نظام عدل ہی کو سرے سے خیرباد کہہ دیا جائے۔

۶۲ (چنانچہ عذاب الٰہی سے کفار مغلوب و مقہور ہوئے اور اہل ایمان محفوظ و منصور رہے) یہاں مومنوں اور کافروں کی عام آویزش کا بیان نہیں اور نہ ہر حال میں مومنین کی نصرت کا کوئی عام وعدہ ہے۔ بیان صرف اُس وقت کا ہے جب پیمبروں کی تکذیب اور ان سے براہِ راست مقابلہ کیا جائے۔ اس وقت آخری شکست منکروں اور باغیوں کی یقینی ہوتی ہے)

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ یُمِیْتُكُمْ ثُمَّ
اللہ ہی وہ ہے جس نے تم کو پیدا کیا　پھر تمہیں روزی دی　پھر تمہیں موت دیتا ہے　پھر
یُحْیِیْكُمْ ؕ هَلْ مِنْ شُرَكَآىِٕكُمْ مَّنْ یَّفْعَلُ مِنْ ذٰلِكُمْ
تم کو جلائیگا ۴۹　کیا تمہارے شرکاء میں بھی کوئی ایسا ہے جو ان کاموں میں سے کچھ بھی
مِّنْ شَیْءٍ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ۴۰ ظَهَرَ الْفَسَادُ
کر سکے؟　وہ "اللہ"　اُن کے شرک سے پاک و برتر ہے!　بلائیں پھیل پڑی ہیں
فِی الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَیْدِی النَّاسِ لِیُذِیْقَهُمْ
خشکی　و تری میں　لوگوں کے کرتوت سے ۵۰　اس غرض سے
بَعْضَ الَّذِیْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ ۴۱ قُلْ سِیْرُوْا
کہ اللہ ان کے بعض اعمال کا مزہ انکو چکھائے، تاکہ وہ لوگ باز آجائیں ۵۱ آپ کہیے کہ زمین میں
فِی الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ
چلو پھرو　پھر دیکھو　کہ جو لوگ پہلے گذرے ہیں　اُن کا　انجام
مِنْ قَبْلُ ؕ كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّشْرِكِیْنَ ۴۲ فَاَقِمْ وَجْهَكَ
کیسا ہوا ہے　اُن میں سے اکثر　مشرک ہی تھے ۵۲　سو تو　اپنا　رُخ
لِلدِّیْنِ الْقَیِّمِ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ یَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ
دین مستقیم کی طرف کرے ۵۳　قبل اس کے کہ وہ دن آجائے　جس کے لئے
مِنَ اللّٰهِ یَوْمَىِٕذٍ یَّصَّدَّعُوْنَ ۴۳ مَنْ كَفَرَ فَعَلَیْهِ
پھر اللہ کی طرف سے ہٹنا نہ ہوگا اس روز (سب لوگ) جُدا جُدا ہو جائینگے ۵۴ جو کفر رہا ہے اُس پر

ع ۴ ۱۳ ۷

۴۹ (قیامت میں) یعنی ایجاد و ابقار و افنا تینوں صفات کا مالک صرف وہی ہے۔ پیدا کرنیوالا، پالنے والا، فنا کرنیوالا سب صرف وہی ایک ہے۔ الگ الگ اور تین تین ہستیاں نہیں۔ جیسا کہ برہما وشنو اور شیو کی تریمورتی کا عقیدہ ہے۔ اور پھر قیامت میں اُٹھانے کا وصف بھی اسی کے ساتھ مخصوص ہے۔　۵۰ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ۔ یعنی جمیع کائنات میں ——— بشری آبادی کے چونکہ بڑے اور نمایاں مظہر یہی دو ہیں۔ لہٰذا نام انہیں کے لئے گئے۔　اَلْفَسَادُ۔ فساد کا لفظ جامع ہے۔ انفرادی و اجتماعی زندگی کی ہر قسم کی جسمانی، مادی، اخلاقی، معاشری ابتری اور بدنظمی اسکے تحت میں آجاتی ہے۔ خرجه الشئ عن الاعتدال قليلا كان الخروج عنه او كثيرا (راغب)　انسان کے اپنے کرتوتوں، شرک، کفر، معصیت، غرض غیر اسلامی زندگی اور جاہلی نظام کے اتباع سے ہر طرح کے اخلاقی و معاشری مفسدوں کا اُٹھ کھڑا ہونا بالکل ظاہر ہے۔ البتہ آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مادی حوادث تکوینی (قحط، وبا، طوفان وغیرہ) بھی بہت دفعہ اسی جاہلی زندگی کے نتیجے ہوتے ہیں۔ نظام عالم قائم ہی ہے طاعتِ الٰہی سے یا طریق اسلام سے۔ اور اس راہ راست سے کجروی کا نتیجہ ہی یہ ہے کہ اخلاقی عمارت کے ستون گر جائیں۔ اور یہ جو روایات حدیث میں آتا ہے کہ آخر زمانہ میں عیسیٰ ابن مریم کے عہد حکومت میں زمین، عدل و امن سے بھر جائے گی، اس کا راز بھی یہی ہے کہ اُس وقت سکہ شریعت اسلامی کا چل رہا ہوگا۔　الفساد۔ البر۔ البحر۔ تینوں میں کلمۂ ال جنس فساد، جنس بر، جنس بحر کے لئے ہے۔ کوئی متعین برّ و بحر اور کوئی متعین صورت فساد کی مقصود نہیں۔ ای ظهر جنس الفساد فی جنس البر و جنس البحر (روح)　یہاں بیان عام ہے۔ کسی ملک کسی زمانہ کے ساتھ مقید نہیں۔ تاہم اس عموم کو اس زمانہ کے ساتھ ایک خصوص بھی حاصل ہے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تھی، اور قرآن کی روشنی اول بار طلوع ہو رہی تھی، عرب کا ملک تو تمام تر دین و دیانت سے معرّا تھا ہی، پاس اور دُور کے سارے ملک مصر، ہندوستان وغیرہ شرک کی گندگی اور بداخلاقی کی تاریکی میں یکساں مبتلا تھے۔ دنیا میں بڑی تہذیبیں اس وقت دو تھیں۔ ایک رومی مسیحی، دوسری ایرانی مجوسی۔ یہ دونوں تمدن خود انحطاط اخلاقی کی آخری پستیوں تک پہنچ چکے تھے۔ یہاں تک کہ قرآن نے آکر یہ اعلان کیا کہ ہر مرض کا مداوا تو میرے ہی شفاخانہ میں ہے ——— ملاحظہ ہو انگریزی تفسیر القرآن کا حاشیہ۔ اللہ ٹھنڈی رکھے ہمارے اسلاف کی تربت کو۔ ہمارے ہاں کے قدیم ترین مفسّرین بھی اسی نتیجہ تک پہنچ گئے تھے۔ جو آج جدید ترین مورخ بیان کر رہے ہیں۔ ترجمان القرآن میں حبر الامّۃ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے حوالہ سے یہ روایت آج تک منقول چلی آتی ہے۔ روىت عن ابن عباس وكان ظهر الفساد برا او بحرا وقت بعثة رسول الله صلى الله عليه وسلم وكان الظلم عم الارض فاظهر الله به الدين وازال الفساد واخمده صلى الله عليه وسلم (بحر)　۵۱ (اپنے ناکردنی اعمال سے، اور آئندہ کے لئے اصلاح کرلیں)　لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ۔ یہاں حوادث تکوینی کا راز بتا دیا۔ یہ بلائیں اسی لئے آتی ہیں کہ انسان ان سے اپنی طرف توجہ کرنا سیکھے۔ مقصود ان بلاؤں سے بھی اصلاح خلق ہی ہوتی ہے۔　صاحب روح المعانی نے لکھا ہے کہ شر مقصود بالذات نہیں ہوتا اس کی حیثیت نشتر کی ہے یعنی جس طرح نشتر کا زخم مقصود بالذات نہیں ہوتا، مقصود و مطلوب تو صحت ہوتی ہے، نشتر محض اس کا ذریعہ ہوتا ہے۔　بَعْضَ الَّذِیْ عَمِلُوْا میں اشارہ اس طرف ہے کہ یہ مواخذہ شاید ہر گناہ پر نہیں ہوتا۔ کچھ مخصوص ہی معاصی اس کے لئے انتخاب کر لئے جاتے ہیں۔　لِیُذِیْقَهُمْ میں ل لام علّت بھی مانا گیا ہے اور لام عاقبت بھی۔　واللام للعلة والعاقبة (بیضاوی)　۵۲ (سو وہ قومیں کیسی کیسی بلاؤں میں مبتلا ہو کر ہلاک ہوئیں)　۵۳ (اے مخاطب) دین مستقیم کی طرف یعنی توحید اسلامی کی طرف۔　۵۴ (باعتبار جزاء کے)، یعنی اہل جہنم کا گروہ الگ ہو جائیگا اور اہل جنت کا الگ۔ فريق في الجنة وفريق في السعير (بحر)　یَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ۔ یعنی آج جس طرح عذاب ٹلتا رہتا ہے، اس یوم موعود کے وعدہ پر۔ جب خود یوم موعود آجائیگا تو اب کوئی صورت اُس عذاب کے ٹلنے کی باقی نہ رہے گی۔

٤٢ے اسی سے ملتی ہوئی ایک آیت سورۂ یونس (پ ۱۱ ع ۲) میں آچکی ہے۔ وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الخ۔ آیت میں کھلا ہوا بیان فطرت بشری کا ہے۔ اَمْ . . . يُشْرِكُوْنَ۔ یعنی کوئی بھی دلیل عقلی یا نقلی ان کے
پاس ایسی ہے جو شرک کا حکم دے رہی ہو؟ ——— دلائل توحید پر تو بیشمار ہیں شرک پر کوئی ایک بھی دلیل قائم کر کے دکھائی جائے۔ فَهُوَ يَتَكَلَّمُ۔ تکلم یہاں لفظی معنی میں نہیں۔ بلکہ ظہور دلالت کے معنی میں
ہے۔ فَرِحُوْا بِهَا۔ اس اتراہٹ سے ان پر جو غفلت اور بیفکری طاری ہوتی ہے وہ انہیں تحقیق وفکر سے بے نیاز کر دیتی ہے، اور وہی انہیں کفر و شرک تک پہنچا دیتی ہے۔ فَرَحٌ کا استعمال لغت عرب میں

يُشْرِكُوْنَ ٣٥ وَاِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً فَرِحُوْا بِهَا ؕ
کہہ رہی ہے، اور ہم جب لوگوں کو کچھ عنایت کا مزہ چکھا دیتے ہیں تو وہ اس سے خوش ہو جاتے ہیں
وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ اِذَا هُمْ
اور اگر ان پر کوئی مصیبت آ پڑتی ہے ان اعمال کے بدلہ میں جو پہلے اپنے ہاتھوں کر چکے ہیں تو بس وہ لوگ
يَقْنَطُوْنَ ٣٦ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ
نا امید ہو جاتے ہیں ٤٣ے کیا انہوں نے اس پر نظر نہیں کی کہ اللہ ہی کھول کر روزی دیتا ہے جسکو چاہتا
يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ٣٧
ہے اور تنگ کر کے دیتا ہے (جسکو چاہتا ہے) بیشک اس (امر) میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کیلئے جو ایمان والے ہیں ٤٣ے
فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ؕ
سو (اے مخاطب) تو قرابت دار کو اس کا حق دیا کر اور (اسی طرح) مسکین اور مسافر کو ٤٤ے
ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ ۟ وَاُولٰٓئِكَ
یہ ان لوگوں کے حق میں بہتر ہے جو اللہ کی رضا کے طالب رہتے ہیں اور یہی لوگ تو
هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ٣٨ وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَا۟ فِيْٓ
فلاح پانے والے ہیں ٤٥ے اور جو چیز تم اس غرض سے دو گے کہ لوگوں کے مال میں پہنچ کر
اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ
زیادہ ہو جائے ٤٦ے سو وہ اللہ کے آگے نہیں بڑھتی ٤٧ے اور تم جو صدقہ دو گے جس سے
زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ ٣٩
اللہ کی رضا طلب کرتے ہو گے تو ایسے ہی لوگ عنقریب بڑھاتے رہیں گے ٤٨ے

مدح و ذم دونوں موقعوں پر آتا ہے۔ اور قرآن مجید میں بھی یہ لفظ دونوں معنی میں آیا ہے۔
کہیں تو موقع ذم پر، مثلاً اسی آیت میں۔ یا لا تفرح ان اللہ لا یحب الفرحین (قصص) انہ
لفرح فخور (ھود) وغیرہ اور کہیں موقع مدح پر مثلاً فرحین بما اتٰھم اللہ (آل عمران) بلکہ صیغۂ
امر میں بھی مثلاً فلیفرحوا (یونس) یومئذٍ یفرح المومنون (عنکبوت) ——— گو لفظ مشترک ہے
لیکن مفہوم دونوں موقعوں پر الگ الگ ہے۔ اس لئے کوئی تعارض و تناقض نہیں۔ موقع
مدح پر فرح سے وہ خوشی مراد ہوتی ہے جو شکر کی جانب لے جاتی ہے، اور ایک طبعی بشری کیفیت
کا نام ہے۔ موقع ذم پر مراد فخر و خویش بینی ہوتی ہے۔ جو ایک نفسانی طغیانی کیفیت کا نام ہے۔
٤٣ے (کہ وہ اہل ایمان و عرفان الٰہ المعاش بھی تمامتر اسی کو یقین کئے رہتے، اور معاش کی فراخی
اور تنگی دونوں کے سارے اسباب بس اسی کے ہاتھ میں سمجھتے ہیں)۔ اَوَلَمْ . . . . يَقْدِرُ
دو شخص ایک ہی معاشی جدوجہد میں مشغول ہوتے ہیں۔ بظاہر دونوں کی صلاحیتیں، قابلیتیں
توانائیاں بالکل ایک تھیں، اس پر بھی ایک مالا مال ہو جاتا ہے۔ اور دوسرے کی کوشش رائیگاں
ہی رہتی ہے۔ وجہ صرف یہ کہ فلاح و کامیابی کے اسباب خفی و دقیق تمامتر اسی حکیم مطلق مسبب الاسباب
کے ہاتھ میں ہیں جو اپنے مصالح تکوینی کے اعتبار سے جسے چاہتا ہے کامیاب بناتا ہے اور جسے
چاہتا ہے ناکام رکھتا ہے۔ اسباب معاش اور ان کے درمیانی وسائط کا تمامتر حق تعالیٰ
ہی کے ہاتھ میں ہونا بجائے خود اس کی دلیل ہے کہ معبودیت و الوہیت کا حقدار بھی تنہا
وہی ہے۔ ٤٤ے (اس کا اس کا حق) اسلامی نظام معاشیات میں درجہ بدرجہ عزیزوں
کے اور پھر تمام دوسرے اہل حاجت کے حصے مقرر ہیں۔ حَقَّهٗ۔ لفظ حق بہت قابل
غور ہے۔ ہر صاحب جائداد کے مال میں ان سب کے حق مقرر ہو گئے ہیں۔ ان کی ادائی خود اپنے
سود و بہبود کے لحاظ سے واجب۔ دوسروں کو دیتے رہنا ان پر کوئی احسان کرنا اور منت
رکھنا نہیں۔ فقہائے حنفیہ نے آیت سے استنباط کیا ہے کہ قریب کے حاجت مند
عزیزوں کا نفقہ واجب ہے۔ فیہ دلیل وجوب النفقۃ للمحارم کما ھو مذھبنا (مدارک)
٤٥ے نظام معاشیات کو ان ضوابط الٰہی کے ماتحت چلانے والے، انفرادی طور پر بھی فلاح
یاب رہیں گے اور اجتماعی طور پر بھی، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ
اللّٰهِ۔ اس قید نے یہ حقیقت صاف کر دی کہ خلعت قبول سے سرفرازی پانے کے لئے شرط لازمی
یہ ہے کہ یہ خرچ جو کچھ بھی ہو سب رضاء الٰہی کی نیت سے ہو۔ محض جبری اور نمائشی چندے
اور اسی قبیل کی دوسری چیزیں سب اس مد سے باہر ہیں۔ وَجْه کے معنی اس سیاق
میں ذات کے ہوتے ہیں یعنی مقصود محض رضاء الٰہی ہوتی ہے۔ ای ذاتہ ای یقصدون
بمعروفھم ایاہ خالصاً (مدارک) ٤٦ے (اور پھر بڑھ کر اپنے ہی پاس واپس آجائے)

رِبًا۔ ربا یہاں اپنے وسیع اور عام و لغوی معنی میں ہے۔ الزیادۃ علی راس المال (راغب) الرِّبٰوا یا ربائے اصطلاحی یا سود، اسی کی ایک مخصوص و متعین شکل ہے۔ نیوتہ وغیرہ کے نام سے جن رقموں سے برادری
کی اکثر تقریبات میں شرکت اس امید سے کی جاتی ہے کہ وہ رقم زائد ہو کر پھر اپنے پاس آجائیگی۔ اکثر محققین نے یہاں یہی مراد لی ہے۔ العطیۃ التی تعطی للاقارب للزیادۃ فی اموالھم (ابن عباس) العطیۃ التی یتوقع
بھا مزید مکافاۃ (سعید بن جبیر، مجاہد، ضحاک، محمد بن کعب القرظی، طاؤس وغیرہم) وروی عن ابن عباس وعکرمہ ھو الرجل یھب الشیء یرید ان یثاب علیہ افضل منہ فذلک الذی لا یربو عند اللہ ولا یؤجر
صاحبہ فیہ ولا اثم علیہ (جصاص) قال عکرمۃ الربا ربوان ربا حلال وربا حرام فاما الربوا الحلال فھو الذی یھدی یلتمس ما ھو افضل منہ (قرطبی) ٤٧ے یعنی اسے اللہ کے ہاں سند قبول حاصل نہیں
ہوتی۔ اللہ کے ہاں مقبول مطلقاً مال نہیں، بلکہ صرف وہی ہوتا ہے جس سے مقصود و مطلوب رضائے الٰہی ہو۔ ٤٨ے یعنی دنیا میں بھی برکت انفرادی، اجتماعی، ہر حیثیت سے اسی مال سے حاصل ہوگی، اور آخرت میں
بھی اجر کئی گنا یہی مال دلائیگا ——— یہی مال جو رضائے الٰہی کی نیت سے ادا کیا گیا تھا۔ نہ کہ سودی کاروبار اور نمائشی داد و دہش پر، حالانکہ ظاہراً پرُ منفعت تمامتر وہی معلوم ہوتا ہے۔ آیت میں تخاطب
سود خوار کی طرف بالکل نہیں ——— بعض مفسرین نے نکتہ یہ لکھا ہے کہ وہ ملعون قابل خطاب بھی نہیں۔ مِنْ زَكٰوةٍ۔ زکوٰۃ سے یہاں اصطلاحی زکوٰۃ مراد نہیں۔ شریعت کی یہ اصطلاح تو بہت بعد کی ہے بلکہ
مطلق صدقہ مراد ہے، جو اللہ کی رضا جوئی کے لئے دیا جائے۔ [illegible]

۳۶ فطرت کا مطلب یہ ہے کہ ہر شخص میں اللہ تعالیٰ نے خلقۃً یہ استعداد رکھی ہے کہ اگر حق کو سُنے اور سمجھنا چاہے تو وہ سمجھ میں آجاتا ہے، اور اس کے اتباع کا مطلب یہ ہے کہ اس استعداد اور قابلیت سے کام لے اور اس کے مقتضا پر کہ ادراکِ حق ہے عمل کرے۔" یہ اشارہ بھی نکلتا ہے کہ یہ دین تو عین فطرتِ انسانی کے مطابق ہے، اور فطرتِ بشری میں کوئی تبدیلی ممکن نہیں، اس لئے اس دین میں بھی کسی قسم کی ترمیم کی خواہش کرنا سرتاسر بے عقلی اور نادانی ہے۔

الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا ؕ لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ
اتباع کرو جس پر اس نے انسان کو پیدا کیا ہے ۳۶ اللہ کی بنائی فطرت میں کوئی تبدیلی نہیں ۳۷ یہی ہے

الدِّیْنُ الْقَیِّمُ ۙۗ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ۟ۙ ﴿۳۰﴾
سیدھا دین لیکن اکثر لوگ (اس حقیقت کا بھی) علم نہیں رکھتے ۳۸

مُنِیْبِیْنَ اِلَیْهِ وَ اتَّقُوْهُ وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ لَا تَكُوْنُوْا
اسی (اللہ) کی طرف رجوع ہو اور اس سے ڈرو اور نماز کی پابندی رکھو اور شرک کرنے

مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ۟ۙ ﴿۳۱﴾ مِنَ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَهُمْ وَ كَانُوْا
والوں میں مت رہو یعنی ان لوگوں میں جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر لیا اور

شِیَعًا ؕ كُلُّ حِزْبٍۭ بِمَا لَدَیْهِمْ فَرِحُوْنَ ﴿۳۲﴾ وَ اِذَا مَسَّ
گروہ گروہ ہو گئے ۳۹، ہر گروہ نازاں ہے اس (طریق) پر جو اس کے پاس ہے ۴۰ اور جب لوگوں کو کوئی

النَّاسَ ضُرٌّ دَعَوْا رَبَّهُمْ مُّنِیْبِیْنَ اِلَیْهِ ثُمَّ اِذَاۤ اَذَاقَهُمْ
تکلیف پہنچ جاتی ہے تو اپنے پروردگار کو اسی کی طرف رجوع ہو کر پکارنے لگتے ہیں پھر جب (اللہ) انہیں

مِّنْهُ رَحْمَةً اِذَا فَرِیْقٌ مِّنْهُمْ بِرَبِّهِمْ یُشْرِكُوْنَ ۟ۙ ﴿۳۳﴾
اپنی طرف سے کچھ عنایت کا مزہ چکھا دیتا ہے تو پھر اُن میں سے بعض لوگ اپنے پروردگار کے ساتھ شرک کرنے لگتے ہیں

لِیَكْفُرُوْا بِمَاۤ اٰتَیْنٰهُمْ ؕ فَتَمَتَّعُوْا ٙ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۴﴾
کہ ہم نے انہیں جو کچھ دے رکھا ہے اس سے ناشکری کرنے لگتے ہیں سو (خیر) وقتی حظ حاصل کر لو پھر عنقریب ہی تم جان لو گے ۴۱

اَمْ اَنْزَلْنَا عَلَیْهِمْ سُلْطٰنًا فَهُوَ یَتَكَلَّمُ بِمَا كَانُوْا بِهٖ
کیا ہم نے اُن پر کوئی سند اتاری ہے کہ وہ انہیں شرک کرنے کو

۳۷ مُراد یہ ہے کہ یہ دین قدیم خلقی و ازلی ہے، اس کے قبول کی صلاحیت بشر میں رکھدی گئی ہے۔ یہ بدل نہیں سکتا۔ مُرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ فطریات میں تبدیلی نہیں ہوتی، ریاضت سے صرف تعدیل ہو جاتی ہے۔ اور یہ فن طریق کا بہت بڑا مسئلہ ہے۔ ۳۸ (بسبب اپنے اعراض و بے توجہی کے نہ اس لئے کہ خود اس کا فہم کچھ بہت دشوار ہے) ۳۹ یعنی حق تو بس ایک ہی ہے، جیسے دو نقطوں کے درمیان خطِ مستقیم، تو اگر یہ لوگ حق پر قائم رہتے، تو ایک ہی گروہ رہتے۔ البتہ باطل میں تعدد و کثرت ہے۔ جیسے دو نقطوں کے درمیان خطوط منحنی۔ سو اہلِ باطل نے بھی یہ کیا ہے کہ کسی نے کہیں سے ایک ٹکڑا حق کا لے لیا ہے، کسی نے کہیں سے دوسرا۔ ~~من~~

~~الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا۔ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ سے بدل ہے۔ بدل من المشرکین باعادۃ الجار (روح)۔ بیضاوی ولا تکونوا من المشرکین الذین قد فرقوا دینھم (ابن کثیر)~~ ان لوگوں سے مُراد نصاریٰ و یہود کا ہونا متعدد تابعین سے منقول ہے۔ ~~وقال الربیع بن انس الذین فرقوا دینھم اھل الکتٰب من الیھود والنصاری وقال قتادۃ ومعمر (قرطبی) وھم الیھود والنصاری (معالم)~~ بعض صحابیوں اور تابعین سے یہ قول بھی نقل ہوا ہے کہ اس سے مُراد خود اہل قبلہ کے بدعتی فرقے ہیں۔ ~~تاولہ ابو ھریرۃ وعائشۃ وابو امامۃ انہ لاھل القبلۃ من اھل الاھواء والبدع (قرطبی) وقیل ھم اھل البدع من ھذہ الامۃ (معالم) وھذہ الامۃ ایضًا اختلفوا فی ما بینھم علی نحل کلھا ضلالۃ الا واحدۃ وھم اھل السنۃ والجماعۃ المتمسکون بکتاب اللہ وسنۃ رسولہ (ابن کثیر)~~

۴۰ اہلِ باطل آج جو بیشمار ٹکڑیوں، ٹولیوں میں تقسیم ہیں، یہ قابلِ عبرت ہے۔ ہندوؤں اور مسیحیوں، سب کے اندر بے گنتی فرقے ہیں، ایک دوسرے سے فروع میں نہیں، اصول میں اختلافات رکھنے والے، ایک دوسرے کی تکذیب کرنے والے مسلمانوں کے اندر جو فرقے توحید، رسالت آخرت، قرآن، قبلہ، کلمہ کے قائل ہیں اُن کے اندر کا اختلاف ظاہر ہے کہ بنیادی نہیں، صرف فرعی ہی ہو سکتا ہے۔ اس لئے کہ بنیادی چیزیں تو بس یہی ہیں جو ابھی گنا دی گئیں۔ كُلُّ حِزْبٍۭ بِمَا لَدَیْهِمْ فَرِحُوْنَ۔ یہ حقیقت تو بالکل کھلی ہوئی ہے کہ ہر گروہ اور ہر ٹولی عام اس سے کہ وہ اہل حق میں سے ہو یا اہلِ باطل سے، بس اپنے ہی مزعومات و معتقدات، یا آج کل کی زبان میں اپنی آئیڈیالوجی ہی میں مست ہے۔ ۴۱ یعنی حقیقت عنقریب ہی تم پر منکشف ہو کر رہیگی۔ وَاِذَا الخ۔ لِیَكْفُرُوْا الخ بیان ان دونوں آیتوں میں عام فطرتِ بشری کا ہو رہا ہے۔ وَاِذَا مَسَّ النَّاسَ۔ میں یہ بھی اشارہ ہے کہ انسان کی طبیعت مرکب ہے ہدایت و ضلال سے۔ مصیبت کے وقت ظہورِ ہدایت کا ہوتا ہے اور زوالِ مصیبت کے بعد ضلالت کا۔ (روح) ~~لِیَكْفُرُوْا۔ ل عاقبہ کا ہے یعنی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کفر کرنے لگتے ہیں۔ واللام للعاقبۃ (بیضاوی)۔ ل تہدید کے مفہوم میں بھی سمجھا گیا ہے۔ وقیل اللام بمعنی التھدید (بیضاوی)~~

کُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ (۲۶) وَهُوَ الَّذِیْ یَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ

سب اسی کے تابع ہیں ۲۶ اور وہ وہی ہے جو اوّل بار پیدا کرتا ہے، پھر وہی دوبارہ پیدا کریگا ۲۷

وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَیْهِ ؕ وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی فِی السَّمٰوٰتِ

اور یہ (تو) اسکے لئے اور زیادہ آسان ہی ۲۸ اور آسمانوں اور زمین میں اسی کی شان (سب سے)

وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ (۲۷) ضَرَبَ لَکُمْ مَّثَلًا

اعلیٰ ہے ۲۹ اور وہ زبردست ہے حکمت والا ہے ۳۰ (اللہ) تمہارے ہی متعلق ایک مضمون

مِّنْ اَنْفُسِکُمْ ؕ هَلْ لَّکُمْ مِّنْ مَّا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ مِّنْ

تم سے بیان کرتا ہے ۳۱ کیا تمہارے غلاموں میں کوئی تمہارا شریک

شُرَکَآءَ فِیْ مَا رَزَقْنٰکُمْ فَاَنْتُمْ فِیْهِ سَوَآءٌ تَخَافُوْنَهُمْ

ہے اس روزی میں جو ہم نے تم کو دی ہے کہ تم (اور وہ) اس میں برابر ہو جائیں (اور) تم ان کا

کَخِیْفَتِکُمْ اَنْفُسَکُمْ ؕ کَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ

ایسا ہی خیال کرو جیسا کہ تم اپنے آپس والوں کا خیال رکھتے ہو؟ ہم اسی طرح دلائل صاف صاف بیان کرتے ہیں اُن

یَّعْقِلُوْنَ (۲۸) بَلِ اتَّبَعَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ بِغَیْرِ

لوگوں کیلئے جو عقل سے کام لیتے ہیں ۳۳ مگر اس پر بھی ظالموں نے بغیر دلیل کے اپنی خواہشات کا اتباع کر رکھا

عِلْمٍ ۚ فَمَنْ یَّهْدِیْ مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ؕ وَمَا لَهُمْ مِّنْ

ہے ۳۴ سو اُسے کون راہ پر لا سکتا ہے جسے اللہ گمراہ کرے اور اُن کا کوئی

نّٰصِرِیْنَ (۲۹) فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّیْنِ حَنِیْفًا ؕ فِطْرَتَ اللّٰهِ

حمایتی نہ ہوگا ۳۵ تو تم یکسو ہو کر ۳۵ دین (حق) کی طرف اپنا رُخ رکھو اللہ کی اس فطرت کا

۳ ع ۸ ۶

۲۶ (تکوینی طور پر) یعنی فرشتہ، جن، انسان، جتنی بھی صاحبِ حیات و صاحبِ ارادہ مخلوق ہے۔ سب اضطراراً قانون الٰہی کی پابند ہے۔ کسی کو مجال سرتابی نہیں۔ کسی کے لئے ممکن نہیں کہ اسکے قوانین تکوینی کے حدود توڑ کر باہر جاسکے۔ ۲۷ امکان حشر و بعث پر جو شبہ پیدا ہوتا تھا۔ اس کے ازالہ کے لئے بار بار اس حقیقت کا استحضار کرایا ہے کہ جس خدا کا موجد اوّل ہونا، خالقِ کائنات ہونا تم خود تسلیم کرتے ہو، اسی کے لئے تو اس صفت احیاء کا اثبات کیا جارہا ہے۔ تم آخر اسے اس کے لئے ناممکن یا مستبعد ہی کیوں سمجھتے ہو؟ ۲۸ (تمہارے معیار اور تمہاری عادت کے اعتبار سے) حقیقۃً اس قادر مطلق کے لئے تو زیادہ آسان اور کم آسان کا کوئی سوال ہی نہیں۔ یہ سب درجے اور اضافتیں تو ہماری نسبت سے ہیں۔ ~~ھُوَ ضمیر اعادہ (احیاء) کے لئے ہے۔ والضمیر للاعادۃ (روح)~~ ۲۹ (کہ نہ آسمانوں میں کوئی ایسا بڑا ہے نہ زمین میں) جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہے۔ وَلَهُ الْكِبْرِيَآءُ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ متکلمین نے لکھا ہے کہ اللہ کا عُلُوّ اضافی نہیں، مطلق ہے۔ وہ اعلیٰ اس وقت سے ہے جب عُلُوّ کے مقابل دنو کا وجود بھی نہ ہوا تھا فقہاء نے کہا ہے کہ صاحب مثلِ اعلیٰ کو ادنیٰ صفات سے ذکر کرنا ناجائز ہے۔ مثلاً عاقل شجاع وغیرہ۔ مِلْكًا وَّخَلْقًا یعنی خالق بھی سب کا وہی ہے اور مالک بھی سب کا وہی۔ مَثَلُ۔ (بفتحتین) جس کے معنی مثال کے ہیں، اور معنی میں شریک فی الوصف کے ہے۔ اس کا اللہ کے لئے لانا جائز ہے۔ اور اللہ کے مِثل (بہ کسرۂ میم) کا بیان کرنا، جس کے معنی شریک فی النوع کے ہیں، ناجائز۔ ~~الاعلیٰ الذی لیس لغیرہ مایساویہ او یدانیہ (بیضاوی) ای الوصف الاعلیٰ الذی لیس لغیرہ (مدارک)~~ ۳۰ جب چاہے اپنی قدرت سے، حسب اقتضائے اسم العزیز قیامت کو واقع کرسکتا ہے۔ لیکن اپنی حکمت سے اُسے واقع اسی وقت کریگا جب حسب اقتضائے اسم الحکیم عین مصلحت ہوگی۔ ۳۱ (جس سے اسی مسئلہ شرک و توحید پر مزید روشنی پڑے گی) ۳۲ "ظاہر ہے کہ کوئی غلام اس طرح شریک نہیں ہوتا۔ پس جب تمہارا غلام جو نوع وغیرہ میں تمہارا شریک ہے۔ صرف ایک امر اضافی اس میں اور تم میں موجب امتیاز ہے، تمہارے خاص حق امتیاز میں تمہارا شریک نہیں ہوسکتا۔ تو تمہارے قرار دیئے ہوئے معبودات باطلہ کو جو کہ حق تعالیٰ کے غلام اور کسی کمال ذاتی یا وصفی میں خدا کے مماثل نہیں، بلکہ بعض تو ان میں سے خود مخلوقات الٰہیہ کے مصنوع ہیں۔ یہ معبودین خاص حق تعالیٰ کے حق معبودیت میں کس طرح اس کے ساتھ شریک ہوسکتے ہیں"۔ (تھانویؒ) یہ انسان تو تمہارے محض مجازی غلام ہیں، انسانی اوصاف میں تمہارے شریک، تم اُن کے خالق نہیں۔ اُن کے مالک علی الاطلاق نہیں حقیقی غلام تو انسان ہے۔ تمام تر اللہ ہی کا پیدا کیا ہوا۔ پھر یہ مال جو تمہارے پاس ہے یہ بھی ذاتی نہیں، محض عطیۂ الٰہی ہے۔ بخلاف اس کے اللہ کے تمام صفات ذاتی اور دائمی ہیں۔ پس جب شرکۃ المساوات انسان کو اپنے غلاموں کی منظور نہیں، تو ظاہر ہے اس کا گزر جناب باری میں کہاں ہوسکتا ہے۔ هَلْ لَّكُمْ ...... اَنْفُسَكُمْ۔ یہاں کوئی اخلاقی بحث مقصود نہیں کہ آیا ایسا ہونا چاہیئے بھی، اور ہو تو کس حد تک مقصود صرف ایک واقعہ سے، جیسا کہ وہ پایا جاتا ہے، استدلال کرنا ہے۔ كَذٰلِكَ ...... يَعْقِلُوْنَ۔ باخدا اہلِ علم چاہیں تو فطرت بشری سے اسی طرح کے استدلالات سے ایک پورا علم کلام مرتب کرسکتے ہیں۔ ~~مِنْ شُرَكَآءَ۔ مِنْ زائد تاکید استفہام انکاری کے لئے ہے۔ من مزیدۃ لتاکید الاستفہام الجاری مجری النفی~~ (مدارک۔ بیضاوی) ~~مِنْ اَنْفُسِكُمْ۔ من ابتداء کلام کے لئے ہے۔ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ۔ من تبعیض کے لئے ہے۔~~ ۳۳ یعنی باوجود اس تبیین و تفصیل اور اس توضیح و تشریح کے یہ لوگ دلائل پر غور نہیں کرتے۔ بے انصافی اور ہٹ دھرمی کے ساتھ اتباع اپنی خواہشوں کا کئے جاتے ہیں۔ ۳۴ (جو انہیں عذاب سے رہائی دلا سکے) یہ اُن گمراہوں کی معذوری کا بیان نہیں، بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کیا جارہا ہے کہ ایسے بدپرہیز لاعلاج مریضوں کے حق میں زیادہ غم و تردد سے کام نہ لیجئے، ہماری طرف توجہ رکھیے۔ مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ۔ اللہ کی طرف سے یہ اضلال یا گمراہی ان لوگوں کے عناد اور کجروی کے لازمی نتیجہ کے طور پر ہوگی۔ ~~لَهُمْ ضمیر کا صیغہ جمع مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ کے معنی کے اعتبار سے ہے۔ والجمع باعتبار المعنی (روح)~~ ۳۵ صیغۂ واحد اسی مناسبت سے ہے کہ خطاب مخاطبین کے ایک ایک فرد سے ہے۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ
اور اُس کی نشانیوں میں سے بنانا ہے آسمانوں اور زمین کا اور الگ الگ ہونا
اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْعٰلِمِيْنَ ﴿۲۲﴾
تمہاری زبانوں اور رنگتوں کا بیشک اس میں (بھی) نشانیاں ہیں علم والوں کے لئے ۲۱؎
وَمِنْ اٰيٰتِهٖ مَنَامُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَابْتِغَآؤُكُمْ مِّنْ
اور اسکی نشانیوں میں سے تمہارا سونا ہے رات اور دن میں اور اپنے لئے اسکی (دی ہوئی)
فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَمِنْ
روزی کا تلاش کرنا ہے، بیشک اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کیلئے جو سنتے ہیں ۲۲؎ اور اُس کی
اٰيٰتِهٖ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ
نشانیوں میں یہ بھی ہے کہ وہ تمہیں بجلی دکھاتا ہے خوف کی راہ سے بھی اور امید کی راہ سے بھی اور وہی آسمان سے
مَآءً فَيُحْیٖ بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ
پانی برساتا ہے پھر اس سے زمین کو شاداب کر دیتا ہے اسکے خشک ہو جانیکے بعد، بیشک اس میں نشانیاں ہیں
لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖۤ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ
ان لوگوں کے لئے جو عقل سے کام لیتے ہیں ۲۳؎، اور اُس کی نشانیوں میں سے ہے کہ آسمان اور
وَالْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ ؕ ثُمَّ اِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً ۖ مِّنَ الْاَرْضِ ۖ
زمین اسکے حکم سے قائم ہیں ۲۴؎ پھر جب وہ تمہیں پکار کر زمین سے بلائے گا
اِذَآ اَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ ﴿۲۵﴾ وَلَهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ
تو تم یکبارگی نکل پڑو گے ۲۵؎ اور اسی کی ملک ہیں جو کوئی بھی موجود ہیں آسمانوں اور زمین میں

۲۱؎ (کہ اسی اختلاف لون و زبان سے تمدن زندہ ہے اور اس کا تنوع قائم ہے) یہ اختلاف طبعی اس لئے نہیں کہ اس کی بنیاد پر ایک دوسرے پر ظلم روا رکھا جائے اور ایک قوم دوسری قوم کو حقیر و ذلیل سمجھنے لگے۔ اِنَّ ۔ ۔ ۔ ۔ لِّلْعٰلِمِيْنَ ۔ ان بنیادوں پر چاہیں تو باخدا اہل علم علوم طبعی اور علوم اجتماعی کے پورے پورے دفتر تیار کر سکتے ہیں۔ ۲۲؎ مِنْ فَضْلِهٖ ۔ فضل اللہ کے ایک معنی محاورہ میں اللہ کے دیئے ہوئے رزق کے بھی آتے ہیں۔ اور وہی یہاں مراد ہیں۔ ~~الرزق من كسبه اكبر لائے طلب معاشكم (بيضاوى)~~ مرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ استراحت کے لئے سونا اور اسی طرح اسباب معاش کا حاصل کرنا منافی کمال نہیں کیونکہ موقع فضل و کرم میں اس کا ذکر فرمایا ہے۔ البتہ ان میں انہماک ممنوع ہے۔

۲۳؎ چنانچہ باخدا اہل علم اگر چاہیں تو ان اشارات سے فائدہ اُٹھا کر پورے پورے علوم بارش اور زمین اور کائنات فضائی سے متعلق مرتب کر سکتے ہیں۔ يُرِيْكُمُ ۔ ۔ ۔ ۔ طَمَعًا ۔ یعنی ایک طرف تو تمہیں بافراط بارش سے امیدیں بڑی بڑی قائم ہو جاتی ہیں اور تم ان سے آس بھی ہر طرح کی لگانے لگتے ہو۔ اور دوسری طرف طوفانی بارش سے اندیشے بھی بہت زیادہ لگے رہتے ہیں ـــــــ آیت کے مفہوم میں اگر توسع سے کام لیا جائے تو زمانۂ حال کی ساری برقی ترقیات بھی اس کے تحت میں آجاتی ہیں۔ برقی آلات سے جدید انسان کیسی کیسی اُمیدیں زندگی کے ہر شعبہ میں ترقیوں کی بھی قائم کرتا ہے اور پھر یہی مشینیں کس درجہ اُس کی ہلاکت و بربادی کا باعث بھی بن جاتی ہیں۔ خَوْفًا وَّطَمَعًا دونوں کی شان کا پورا ظہور۔ مرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ خطاب اپنے عموم میں کاملین کو بھی شامل کئے ہوئے ہے۔ یہ عموم خطاب اس امر پر دال ہے کہ خوف و امید طبعی منافی کمال نہیں۔ ۲۴؎ خود بخود نہیں بلکہ ارادۂ الٰہی سے۔ اُوپر ذکر پیدائش کائنات کا تھا، اب ذکر نظام عالم کے قیام کا ہے۔ یہ سب اللہ کے ارادہ و مشیت کے ماتحت قائم ہے جو نہ کسی آلہ کا محتاج ہے نہ سہارے کا۔ ~~والتعبير بالامر للمبالغة في كمال القدرة والغنى عن الآلة (بيضاوى)~~ تَقُوْمَ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ ۔ مادّی علوم اسباب کا جال جتنا بھی پھیلاتے جائیں، آخر کہیں تو ان کا سلسلہ ختم ہوگا۔ اور اُسی آخری سبب کا نام امرِ الٰہی ہے۔ پھر خود ہر سبب قریبی و ظاہری بھی بغیر اس امر الٰہی کے تمامتر غیر مؤثر۔

۲۵؎ یہ اُس وقت جب موجودہ نظام عالم کو درہم و برہم کر کے ایک دوسرا نظام قائم کرنا اسکی مشیئت و حکمت کو منظور ہوگا۔

ف۱۴ ایک بار پھر جامع الفاظ میں اس حقیقت کو واضح کر دیا گیا کہ جنت کا ترتب ایمان و عمل صالح پر ہوگا، اور عذاب جہنم کا کفر و تکذیب پر۔ رَوْضَۃٍ کی تنوین ~~افادۂ عظمت کے لئے ہے عربی محاورہ میں جہاں کثرت یا عظمت کا اظہار منظور ہوتا ہے اسم بجائے معرفہ کے نکرہ لاتے ہیں~~ ~~کما قال افلان مال و جاہ ای کثیر و عظیم (کبیر)~~ امام رازیؒ نے یہاں دو نکتے اور لکھے ہیں۔ ایک یہ کہ مومنین کی جزائے خیر کا ذکر صیغۂ فعل یُحْبَرُوْنَ سے کیا ہے نہ کہ صیغۂ اسم محبرون سے۔ بخلاف اس کے کافروں کے عذاب کا ذکر صیغۂ اسم سے کیا ہے۔ اس میں نکتۂ بلاغت یہ ہے کہ صیغۂ فعل، تجدّد فعل کی خبر دیتا ہے۔ یعنی اہل جنت ہر وقت خوش ہوتے رہتے ہیں۔ ہر گھڑی اُن کی خوشی تازہ ہوتی رہتی ہے ~~یعنی یاتیھم کل ساعۃ امر یسرون بہ~~۔ دوسرا نکتہ یہ ہے کہ مومنین کی جزائے خیر کے موقع پر ایمان کے ساتھ اعمال صالحہ کا بھی اضافہ کیا ہے۔ اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک یہ کہ عمل صالح معتبر وہی ہے جو ایمان پر مبنی اور متفرع ہو۔ دوسرے یہ کہ گویا اس امر کو صاف کر دیا ہے کہ مراتب عالیہ کے لئے اعمال صالحہ بھی ضروری ہیں۔ گو نفس نجات کے لئے مجرد ایمان کافی ہے۔ بخلاف اس کے کافروں کی سزا کے سلسلہ میں اعمال سیئہ کا کوئی ذکر نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ مجرد کفر انتہائی سزا کے لئے کافی ہے۔ انسانوں کی دو قسموں کا حکم تو اس آیت سے صاف معلوم ہو گیا۔ ایک وہ جو ایمان کے ساتھ صاحب اعمال صالحہ ہیں۔ انہیں جنت کا اعلیٰ مقام حاصل ہے۔ دوسرے وہ جو کافر ہیں ان کے لئے دوزخ کا عذاب ابدی ہے۔ مگر ایک تیسری قسم ابھی باقی رہ گئی۔ یعنی مومن تو ہیں مگر اعمال صالحہ زیادہ نہیں رکھتے۔ اس طبقہ کا ذکر آیت میں نہیں۔ محققین اہل سنت کی تحقیق یہ ہے کہ ایسے شخص کو شروع میں تو عذاب ہوگا لیکن پھر اس سے نجات پا جائیگا۔ دوام عذاب اس کے لئے نہیں۔ اور جنت میں اسے جگہ تو مل جائے گی، البتہ بلند ترین مرتبہ اس کے لئے نہیں۔ ~~ھو فی الاول فی العذاب ولکن لیس من المحضرین دوام الحضور فی الآخرۃ ھو فی الریاض ولکنہ لیس من المحبورین غایۃ الحبور (کبیر)~~ ف۱۵ (دل سے بھی۔ جس کے اندر ایمان و تصدیق آگئی، اور زبان سے بھی جس کے اندر اقرار اور اذکار آگئے اور عمل سے بھی جس کے اندر ساری عبادتیں آگئیں، خصوصاً نماز) فَسُبْحٰنَ اللّٰہِ ~~صیغہ خبر کا ہے لیکن معنی امر کے ہیں۔ اور سبحان قائم مقام سبحوا کا ہے۔ اخبار فی معنی الامر (بیضاوی) ای سبحوا اللہ تسبیحا (کبیر)~~ ف۱۶ "کہ یہ اوقات تجدد نعمت و زیادت ظہور آثار قدرت کے ہیں۔ ان میں تجدید تسبیح کی مناسب ہے۔ بالخصوص نماز کے لئے یہی اوقات مقرر ہیں"۔ (تھانویؒ) تُمْسُوْنَ۔ میں مغرب و عشاء کی نمازیں آگئیں۔ تُصْبِحُوْنَ۔ میں صبح کی نماز کی طرف اشارہ ظاہر ہے۔ عَشِیًّا۔ میں اشارہ نماز عصر کی جانب ہے۔ تُظْہِرُوْنَ۔ سے مُراد نماز ظہر ہے۔ فَسُبْحٰنَ اللّٰہِ وَلَہُ الْحَمْدُ۔ تسبیح قرب ذاتی کا مقام ہے اور حمد قرب صفاتی کا۔ ف۱۷ (اور اپنے ان تکوینی و تخلیقی عجائبات کے نمونے دن رات ہر آن دکھاتا رہتا ہے) یُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ۔ جیسے انڈے سے مُرغی کا پیدا کرنا۔ یُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ۔ جیسے مرغی سے انڈا پیدا کرنا۔ ف۱۸ یہ مادّہ پرست منکرین بعث و قیامت کے جواب میں ہے۔ قرآن اُن سے کہتا ہے کہ جس شے کو تم ناممکن کہہ رہے اور سمجھ رہے ہو اس کی نظیریں اور مثالیں تو اس زندگی میں اپنی آنکھ سے ہر روز دیکھتے رہتے ہو۔ اس کے عدم امکان پر جمے رہنا تو بے بصیرتی کی انتہا ہے۔ مِنْ اٰیٰتِہٖ۔ یعنی اس کی قدرت و حکمت و صنعت کی نشانیوں میں سے۔ من اٰیٰتہ کا یہی مفہوم اس رکوع بھر میں ہر جگہ ہے۔ ف۱۹ (اور ساری نوع انسان کے درمیان طرح طرح کے خانگی مجلسی معاشرتی، تمدنی تعلقات قائم ہو گئے) ف۲۰ آیت۔ آیات احکام میں بہت اہم ہے اور گویا اسلام کے مجلسی و خانگی نظام زندگی کے لئے سنگِ بنیاد ہے۔ یہاں تین باتیں بطور اصل کے بیان ہوئیں:- (۱) مردوں کو بتایا گیا ہے کہ تمہاری بیویاں تمہاری ہی ہمجنس مخلوق ہیں۔ ترکیب حیات میں تمہاری ہی مثل۔ تمہاری ہی جیسی خواہشیں، جذبات و احساسات رکھنے والی۔ مخلوق بے روح نہیں ہیں۔ مِنْ اَنْفُسِکُمْ۔ (۲) اُن کی غایت آفرینش یہی ہے کہ وہ تمہارے لئے سرمایۂ راحت و تسکین و باعث سکون خاطر ہوں۔ تمہارا دل اُن سے بہلے۔ جی اُن سے لگے لِتَسْکُنُوْٓا اِلَیْہَا۔ (۳) تمہارے اُن کے تعلقات کی بنیاد ہی باہمی محبت، اخلاص و ہمدردی پر ہونا چاہیئے۔ جَعَلَ بَیْنَکُمْ مَّوَدَّۃً وَّ رَحْمَۃً۔ اسلام میں عورت مرد کی کنیز نہیں، جیسا کہ بعض دوسرے مذاہب میں ہے بلکہ اس کی صاحبہ، انیس، رفیق، مصاحب ہے۔ ملاحظہ ہوں تفسیر انگریزی کے حاشیے۔ اِنَّ ... یَّتَفَکَّرُوْنَ۔ ماہرین اجتماعیات چاہیں تو ایک پورا فلسفہ انہیں اصول اور بنیادی کلیات سے تیار کر سکتے ہیں۔ مُرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ بیویوں کی طرف میلان و التفات ہونا منافی کمال نہیں جیسا کہ بعض زاہدان خشک سمجھتے ہیں۔ کیونکہ یہاں اس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے موقع احسان پر کیا ہے۔

الْاٰخِرَۃِ فَاُولٰٓئِکَ فِی الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ﴿۱۶﴾ فَسُبْحٰنَ
پیش آنے سے سو وہ لوگ عذاب میں گرفتار ہوں گے ف۱۴ سو اللہ کی تسبیح
اللّٰہِ حِیْنَ تُمْسُوْنَ وَحِیْنَ تُصْبِحُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَلَہُ الْحَمْدُ
کیا کرو ف۱۵ شام کے وقت بھی اور صبح کے وقت بھی اور آسمانوں اور
فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِیًّا وَّحِیْنَ تُظْہِرُوْنَ ﴿۱۸﴾
زمین میں حمد اسی کی ہوتی ہے اور بعد زوال بھی اور ظہر کے وقت بھی ف۱۶
یُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَیُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ وَ
وہ باہر لاتا ہے جاندار کو بیجان سے اور باہر لاتا ہے بیجان کو جاندار سے اور
یُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِہَا ؕ وَکَذٰلِکَ تُخْرَجُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَ
زمین کو سرسبز کرتا ہے اُس کے خشک ہونے کے بعد ف۱۷، اور اسی طرح تم لوگ باہر لائے جاؤ گے ف۱۸ اور
مِنْ اٰیٰتِہٖٓ اَنْ خَلَقَکُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَآ اَنْتُمْ
اسی (اللہ) کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا، پھر تھوڑے ہی روز میں تم (سب)
بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَمِنْ اٰیٰتِہٖٓ اَنْ خَلَقَ لَکُمْ مِّنْ
آدمی (بن کر زمین پر) پھیل گئے ف۱۹ اور اسی کی نشانیوں میں ہے کہ اس نے تمہارے لئے تمہاری ہی
اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْکُنُوْٓا اِلَیْہَا وَجَعَلَ بَیْنَکُمْ
جنس کی بیویاں بنائیں تاکہ تم اُن سے سکون حاصل کرو اور اس نے تمہارے (یعنی میاں بیوی کے)
مَّوَدَّۃً وَّرَحْمَۃً ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ ﴿۲۱﴾
درمیان محبت و ہمدردی پیدا کر دی۔ بیشک اس میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو فکر سے کام لیتے رہتے ہیں ف۲۰

۲ ع ۹ ۵

رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ؕ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ
انکے پیمبر معجزے لیکر آئے تھے سو اللہ ایسا نہ تھا کہ اُن پر ظلم کرتا لیکن
كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ؕ ⑨ ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِيْنَ
وہ تو خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے رہے تھے ۹ پھر اُن لوگوں کا انجام جنہوں نے
اَسَآءُوا السُّوْٓاٰى اَنْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَكَانُوْا بِهَا
بُرا کیا تھا بُرا ہی ہوا کہ انہوں نے اللہ کی نشانیوں کو جھٹلایا تھا اور اُن کی
يَسْتَهْزِءُوْنَ ⑩ اَللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ثُمَّ
ہنسی اُڑاتے رہے تھے ۱۰ اللہ ہی خلق کو پہلی بار بھی پیدا کرتا ہے، پھر وہی اُسے دوبارہ بھی پیدا کردیگا، پھر
اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ⑪ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُبْلِسُ الْمُجْرِمُوْنَ ⑫
اسی کے پاس تم (سب) لائے جاؤگے ۱۱ اور جس روز قیامت قائم ہوگی اُس روز مجرم بےآس ہوکر رہ جائینگے ۱۲
وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ مِّنْ شُرَكَآئِهِمْ شُفَعٰٓؤُا وَكَانُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ
اور اُن کے (گڑھے ہوئے) شریکوں میں سے کوئی ان کا سفارشی نہ ہوگا اور یہ لوگ (خود) اپنے شریکوں سے
كٰفِرِيْنَ ⑬ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَّتَفَرَّقُوْنَ ⑭
منکر ہوجائینگے اور جس روز قیامت قائم ہوگی اُس روز (سب لوگ) جُدا جُدا ہوجائینگے ۱۳
فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَهُمْ فِيْ رَوْضَةٍ
سو جو لوگ ایمان لائے تھے اور انہوں نے نیک عمل کئے تھے سو وہ باغ میں
يُّحْبَرُوْنَ ⑮ وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآئِ
مسرور ہونگے اور جن لوگوں نے کفر و تکذیب کی تھی ہماری نشانیوں سے اور آخرت کے

ع

۹ مُراد یہ ہے کہ یہ اپنی مادّیت میں مست و سرشار رہنے والے مشرکین مکّہ تو اپنی تجارت کے سلسلہ میں برابر شام و یمن کی آمد و رفت رکھتے ہی ہیں۔ کیا اس پر غور نہیں کرتے کہ ان سے قبل کی بڑی بڑی مہذب و متمدن و پُرشوکت، لیکن خدا فراموش و آخرت فراموش قومیں مثلاً عاد و ثمود کس طرح اپنے طغیان و عدوان کی پاداش میں برباد ہوکر رہی ہیں۔ اُن کے آثار اور اُن کے کھنڈر، انہیں یاد نہیں دلاتے کہ اللہ کی نافرمانی کے قدرتی انجام کو دنیا کی کوئی خوش تدبیری، کوئی اقبال مندی، کوئی مرفّہ الحالی روکنے میں کامیاب نہیں ہوسکتی ہے۔ ان بدبختوں پر کوئی گرفت اللہ کی طرف سے خواہ مخواہ تھوڑی ہی ہوئی ہے۔ یہ تو خود اپنی حرکتوں سے یہ وقت اپنے اُوپر لایا کئے۔ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ۔ فاطرِ کائنات کے تشریعی احکام اور تکوینی ضابطے توڑتے رہنا خود اپنی جانوں پر زیادتی کرنا ہے۔ ۱۰ تمسخر کا درجہ تکذیب سے بڑھا ہوا ہے، جو لوگ اس آخری منزل تک پہنچ جائیں اُن کا انجام دوزخ ہونا ہی تھا۔ اٰيٰتِ اللّٰهِ۔ مثلاً قرآن کے احکام اور اس کی دی ہوئی خبریں۔ الَّذِيْنَ اَسَآءُوا۔ یعنی اپنے انبیاء کو جھٹلاتے رہے۔ ۱۱ خلق کی ایجاد و ابداء (يَبْدَؤُا الْخَلْقَ)، اعادۂ آفرینش (يُعِيْدُهٗ) آخری حساب کے لئے پیشی (اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ) ان سب کا تعلق صرف ذاتِ باری تعالیٰ سے ہے کوئی دوسری ہستی، کوئی دیوی دیوتا ان صفات و افعال میں اس کا شریک نہیں۔ ۱۲ (ان سے کچھ کہتے سنتے نہ بنے گی) يُبْلِسُ۔ ابلاس۔ شدّتِ خوف و غم سے یاس چھا جانے اور لاجواب ہوجانے کا نام ہے۔ ~~الابلاس الحزن المعترض من~~ شدة البأس (راغب) ~~قيل ابلس فلان اذا سكت واذا انقطعت حجته (ر۔ج)~~

~~۱۳ یعنی مومن الگ اور کافر الگ۔ اهل المومنون واهل الكافرون (بیضاوی)~~

(یعنی مؤمن الگ، اور کافر الگ۔

اَلْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝۵ وَعْدَ اللّٰهِ ۭ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ

زبردست ہے رحیم ہے ۵۵ (یہ) اللہ کا وعدہ ہے اللہ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتا

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۶ يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا

البتہ اکثر لوگ علم نہیں رکھتے ۵۶ یہ لوگ صرف دنیوی زندگی

مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ښ وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ ۝۷

کے ظاہر کو جانتے ہیں اور آخرت سے (محض) بےخبر ہیں ۵۷

اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۣ مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ

کیا انہوں نے اپنے دلوں میں غور نہیں کیا کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو

وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ

اور جو کچھ بھی انکے درمیان ہے سب کو کسی حکمت ہی سے اور ایک میعاد معین تک کیلئے پیدا کیا ہے

وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَاۗئِ رَبِّهِمْ لَكٰفِرُوْنَ ۝۸

اور کثرت سے لوگ اپنے پروردگار کی ملاقات کے منکر ہیں ۵۸

اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ

کیا یہ لوگ زمین میں چلتے پھرتے نہیں کہ یہ دیکھتے کہ جو لوگ ان سے پہلے ہو گذرے

الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّاَثَارُوا

ہیں اُن کا کیا انجام ہوا ہے وہ ان سے قوت میں بھی بڑھے ہوئے تھے اور زمین کو بویا جوتا

الْاَرْضَ وَعَمَرُوْهَآ اَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوْهَا وَجَاۗءَتْهُمْ

تھا اور اسے آباد کر رکھا تھا اس سے زیادہ جتنا انہوں نے اُسے آباد کر رکھا ہے اور اُن کے پاس بھی

۵۵ يَنْصُرُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۔ محققین نے تصریح کی ہے کہ نصرت الٰہی جب بھی ہوگی مومنین صادقین ہی کی ہوگی۔ اس لئے تفسیر میں من اولیائہ محذوف ماننا پڑیگا۔ یعنی من اولیائہ لان نصرہ مختص بغلبۃ اولیائہ لاعدائہ فاما غلبۃ اعدائہ لاولیائہ فلیس بنصر وانما ھو ابتلاء وقد یسمی ظفرا (قرطبی) ——

وہ فتح و شکست اپنے مصالح تکوینی اور اپنی مشیت پُرحکمت کے مطابق واقع کراتا رہتا ہے۔ اَلْعَزِيْزُ ۔ وہ زبردست ہے کافروں کے مقابلے میں، جب چاہے انہیں اُن کی ظاہری شان و شوکت کے باوجود مغلوب کر دکھائے! اَلرَّحِيْمُ ۔ وہ رحیم ہے مسلمانوں کے حق میں جب چاہے ان کی ظاہری کمزوری اور بےسروسامانی کے باوجود انہیں فتح دیدے

۵۶ (اس حقیقت کا کہ مؤثر و فاعل حقیقی صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ اس کے لئے تکوین باسباب و بلا اسباب، اسباب کے موافق، اسباب کے مخالف، ہر طرح آسان اور یکساں ہے) عارف رومیؒ نے اسی مقام کی ترجمانی کی ہے ؎

جملہ قرآن است در قطعِ سبب ✤ عزِّ درویش و ہلاکِ بولہب

۵۷ ان کی ساری عقلیں، ساری کوششیں بس اسی مادی کائنات اور اس کے آئین و قوانین تک محدود ہیں۔ اس کے آگے اور اس کے ماوراء ذرا بھی اپنے ذہن کو نہیں لے جاتے —— گویا سلسلۂ کائنات کے صرف اقل قلیل حصہ کا علم ان کے پلّے پڑا ہے۔ اور پھر اس سے بڑھ کر یہ کہ یہ آخرت کے وسیع و لق و دق عالم کی طرف سے بےخبر ہی نہیں، بےپروا بھی ہیں کوئی فکر بھی اس کے علم کی نہیں کرتے۔ مادیت اور آخرت فراموشی سے بڑھ کر سطح بینی اور جہالت اور ہو کیا سکتی ہے شیطان نے آج اسی کو "علم" کا رنگ روپ دے دیا ہے۔

۵۸ مطلب یہ ہے کہ تکوینِ کائنات خود اس امر کی مقتضی ہے کہ اسکے انجام کے ظہور کے لئے ایک یومِ آخرت ہو، جس میں سلسلۂ کائنات کی ہر کڑی اپنے اختتام کو پہنچے۔ امکان حشر سے ان کا انکار خود ان کی بےغوری کا نتیجہ ہے۔ او . . انفسھم ۔ انسان خود اپنی ہی خلقت میں اگر غور کرتا رہے تو وہ اسے اس نتیجہ تک کے پہنچا دینے کے لئے کافی ہے

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ ۔ یعنی جمیع سلسلۂ موجودات و کائنات۔

اِلَّا بِالْحَقِّ ۔ کسی خاص مصلحت و مقصد کے ساتھ کسی خاص حکمت کے ماتحت۔

اَوۡ کَذَّبَ بِالۡحَقِّ لَمَّا جَآءَہٗ ؕ اَلَیۡسَ فِیۡ جَہَنَّمَ مَثۡوًی
اور سچی بات جب اس کے پاس آئے تو اسے جھٹلائے، کیا کافروں کا ٹھکانا جہنم میں

لِّلۡکٰفِرِیۡنَ ﴿۶۸﴾ وَ الَّذِیۡنَ جَاہَدُوۡا فِیۡنَا لَنَہۡدِیَنَّہُمۡ سُبُلَنَا ؕ
نہ ہوگا؟ ۵۸۸ اور جو لوگ ہماری راہ میں مشقتیں برداشت کرتے ہیں ہم ان کو اپنے راستے ضرور دکھادینگے

وَ اِنَّ اللّٰہَ لَمَعَ الۡمُحۡسِنِیۡنَ ﴿۶۹﴾ ع
اور بیشک اللہ خلوص والوں کے ساتھ ہے ۵۸۹

ع ۲ / ۳

سُوۡرَۃُ الرُّوۡمِ مَکِّیَّۃٌ وَّ ہِیَ سِتُّوۡنَ اٰیَۃً وَّ سِتُّ رُکُوۡعَاتٍ
سورۂ روم مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں ساٹھ آیتیں ہیں اور چھ رکوع

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
شروع اللہ نہایت مہربان بار بار رحمت کرنے والے کے نام سے

الٓـمّٓ ۚ﴿۱﴾ غُلِبَتِ الرُّوۡمُ ۙ﴿۲﴾ فِیۡۤ اَدۡنَی الۡاَرۡضِ وَ ہُمۡ مِّنۡۢ
الف۔ لام۔ میم ۱ اہل روم ایک قریب کی زمین میں مغلوب ہو گئے ۲ اور وہ اپنی اس

بَعۡدِ غَلَبِہِمۡ سَیَغۡلِبُوۡنَ ۙ﴿۳﴾ فِیۡ بِضۡعِ سِنِیۡنَ ۬ؕ لِلّٰہِ
مغلوبیت کے بعد عنقریب چندسال میں غالب آجائیں گے ۳ اختیار اللہ کو

الۡاَمۡرُ مِنۡ قَبۡلُ وَ مِنۡۢ بَعۡدُ ؕ وَ یَوۡمَئِذٍ یَّفۡرَحُ
پہلے بھی تھا اور پیچھے بھی ہے اور اُس روز اہل ایمان اللہ کی

الۡمُؤۡمِنُوۡنَ ۙ﴿۴﴾ بِنَصۡرِ اللّٰہِ ؕ یَنۡصُرُ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَ ہُوَ
امداد پر خوش ہونگے ۴ وہ جس کو چاہے غالب کردیتا ہے اور وہ

۵۸۸ ایسے ناانصافوں کو جہنم کی سزا ملنا بالکل قدرتی ہے۔ اَفۡتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا۔ افترا علی اللہ سب سے بڑا یہی ہے کہ اللہ کا شریک کسی کو ٹھہرایا جائے۔ کَذَّبَ بِالۡحَقِّ۔ تکذیب حق سب سے بڑی یہی ہے کہ توحید و رسالت سے انکار کیا جائے۔ ۵۸۹ (دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی) مَعَ الۡمُحۡسِنِیۡنَ۔ اللہ کی معیت اُس کی نُصرت و اعانت ہی کا دوسرا نام ہے۔ ای معیۃ النصرۃ والمعونۃ (ح) سُبُلَنَا یعنی اللہ کے قرب کے راستے۔ سبلنا ای سبل السیر الینا والوصول الی جنابنا (بیضاوی) فینا یعنی ہماری راہ میں یا ہماری خاطر۔ ای فی شاننا ومن اجلنا ولوجہنا خالصا (رح) فی حقنا (بیضاوی) اَلَّذِیۡنَ . . . سبلنا۔ انسان کے لئے بس جدوجہد شرط ہے۔ مجرد مجاہدہ پر ہدایت یابی کا وعدہ ادھر سے موجود ہی ہے۔ جَاہَدُوۡا فِیۡنَا۔ کے معنی، قدرت، صنعت، حکمت الٰہی کے دلائل پر غور و فکر کے بھی کئے گئے ہیں۔ ای الذین نظروا فی دلائلنا (کبیر) ۱ حروف مقطعات پر حاشیہ پارۂ اول کے شروع میں گذر چکا۔ امام رازیؒ نے یہاں یہ نکتہ خوب لکھا ہے کہ حروف مقطعات قرآن مجید کی جن جن سورتوں کی ابتدا میں آئے ہیں، عموماً ان کے معاً بعد ذکر "قرآن" یا "کتاب" یا "تنزیل" کا بھی آیا ہے۔ عام قاعدہ یہی ہے۔ البتہ کل تین مقام اس سے مستثنیٰ ہیں۔ اور انہیں تین مستثنیات میں سے ایک موقع یہ ہے۔ قرآن یا کتاب یا تنزیل کا ذکر اعجازی ہی حیثیت سے آیا ہے۔ یہاں اعجازی پہلو بجائے کسی لفظ کے نفس مضمون سے آشکار ہے یعنی جو زبردست پیشگوئی یہاں فوراً بعد بیان ہو رہی ہے، اس کا تمامتر پورا ہونا بجائے خود اعجاز قرآن کی ایک زبردست شہادت ہے۔ ۲ اہل ایران سے تقریباً ۶۱۴ء، ۶۱۵ء میں) اَلرُّوۡمُ سے مراد قدیم "رومن ایمپائر" کا وہ مشرقی حصہ ہے، جو ۳۹۵ء میں اس سے کٹ کر خود ایک مستقل سلطنت بن گیا تھا۔ مسیحیوں کے قبضہ میں یہ سلطنت ۱۴۵۴ء تک رہی، اس کے بعد ترکوں کے قبضہ میں آگئی۔ اس کا دارالسلطنت استانبول یا قسطنطنیہ تھا۔ اور اسی کا قدیم نام "جدید روما" بھی ہے۔ شام، فلسطین، ایشیائے کوچک کے علاقے سب اسی میں شامل تھے۔ اَدۡنَی الۡاَرۡضِ۔ یا "قرب کی زمین" سے مراد اس کے وہ علاقے ہیں جو عرب سے متصل تھے یعنی شام و فلسطین۔ آیت کا زمانۂ نزول ۶ سنہ یا ۷ سنہ قبل ہجرت ہے یعنی ۶۱۵ء یا ۶۱۶ء عین قریبی زمانہ یعنی ۶۱۴ء میں مسیحی رومیوں کو مجوس ایران کے مقابلہ میں سخت ہزیمت اُٹھانا پڑی تھی۔ اور آیت میں اسی جانب اشارہ ہے۔ مجوس ایران کا مذہب چونکہ مشرکین عرب سے ملتا جلتا تھا اور وہ لوگ بھی نبوت و رسالت کے قائل نہ تھے اس لئے قدرۃً اہل مکہ اُن کی فتح کو اپنے نیم ہم مذہبوں کی فتح سمجھے اور بڑے خوش ہوئے اور آپس میں چرچے کرنے لگے کہ جیسے دیوتاؤں اور اوتاروں کے قائل ایران نے کتاب و نبوت کے قائل رومیوں پر فتح پالی ہے، ہم بھی اس کتاب اور رسُول والے نئے دین (اسلام) کے مقابلہ میں فتح پائینگے مسلمانوں کی ہمدردی قدرۃً رومی مسیحیوں کے ساتھ تھی کہ بہرحال وہ سلسلۂ وحی اور کتاب آسمانی کے تو قائل تھے۔ ۳ (عام اس سے کہ اس وقت کچھ آثار ہوں یا نہ ہوں) بِضۡعِ سے مراد تین اور دس کے درمیانی اعداد ہوتے ہیں۔ المنقطع من العشرۃ ویقال ذلک لما بین الثلاث الی العشرۃ (راغب) گویا قرآن نے دعوے کے ساتھ پیشگوئی یہ کردی کہ اس نتیجۂ جنگ پر خوش نہ ہو، نوسال کی قلیل مدّت کے اندر ہی اندر پانسہ پلٹنے کو ہے اور جو آج فاتح نظر آرہے ہیں وہ مفتوح ہو کر رہینگے۔ یہ پیشگوئی وقت کی جنگی صورت حال کے بالکل منافی تھی۔ خسرو دوم شہنشاہ ایران کی اقبالمندی اوج پر تھی۔ ہرقل (Herculoo) فرمانروائے روم کا عہد حکومت اس وقت بے تدبیری، بد اقبالی کا ایک مجسمہ تھا۔ افسران فوج نااہل، خزانہ خالی، دلیر و دلاور سپاہ کا قحط، غرض ظاہری حالات و اسباب تمامتر رومیوں کے مخالف ہی تھے۔ اور بڑے سے بڑے جنگی مبصّر کی بھی پیش بینیاں و پیش قیاسیاں رومیوں کے مخالف ہی جارہی تھیں کہ یک بیک ۶۲۲ء میں ہرقل سنبھلا۔ اور بجائے مدافعانہ کے اب جارحانہ جنگ ایران کے مقابلہ میں شروع کردی۔ ایران کی قسمت دیکھتے ہی دیکھتے پلٹی۔ اور ۶۲۴ء میں اس کی قوت بالکل ٹوٹ کر رہ گئی۔ یہاں تک کہ ایرانیوں کے مقدس ترین آتشکدے برباد ہونے لگے۔ اور خود شہنشاہ کو بھاگنا پڑا۔ تاریخ ایران در عہد ساسانیاں (مصنفہ پروفیسر کرسٹنسن در فرنچ۔ ترجمہ اردو از ڈاکٹر شیخ محمد اقبال) میں ہے! "اور آخرکار ہرقل ایرانی فوجوں کی فاتحانہ ترقی کو روکنے میں کامیاب ہوا۔ اُس نے ایشیائے کوچک کو دوبارہ فتح کرلیا، اور شہنشاہ کی فوجوں کو آرمینیہ اور آذربائیجان تک پیچھے ہٹا دیا۔ ۶۲۳ء یا ۶۲۴ء میں اُس نے ہٹرگنزک کو فتح کرکے آتشکدۂ آذرگشنپ کو برباد کردیا۔ خسرو وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا اور آتش مقدس کو ساتھ لیتا گیا . . . . . . ازاں بعد قیصر وادیٔ دجلہ پر حملہ آور ہوا، اور ۶۲۸ء میں اس نے دستگرد کے قصر شاہی کو لے لیا، اور طیسفون کے محاصرہ کی تیاری کرنے لگا۔ خسرو پایۂ تخت کو چھوڑ کر کسی محفوظ جگہ میں چلا گیا۔" (ص ۶۰۳) (شائع کردہ انجمن ترقی اردو، دہلی ۱۹۴۱ء) ۴ فتح و شکست کے سارے اسباب اور حقیقی تصرفات سب اس کے ہاتھ میں ہیں۔ اس مغلوبیت سے قبل بھی حاکم علی الاطلاق و متصرف وہی تھا۔ اور اس منصوریت کے بعد بھی متصرف وہی رہیگا ——— آیت اس حقیقت کا ایک بار پھر اثبات کررہی ہے کہ عالم و مافی العالم میں جو کچھ بھی ہو رہا ہے، سب محض اللہ ہی کی قدرت و ارادہ سے ہو رہا ہے۔ اخبر تعالی بانفرادہ بالقدرۃ وان ما فی العالم من غلبۃ وغیرھا انما ھی منہ بارادتہ وقدرتہ (قرطبی) مؤمنین کو خوشی ایک تو اس روز ہوئی، جب بلاکسی سبب ظاہری کے بلکہ خلاف اسباب ظاہر رومیوں کو فتح ایرانیوں پر حاصل ہوئی۔ اور یہ عین وہ وقت تھا، جب ادھر خود مسلمانوں کو مشرکوں کے مقابلہ میں غزوۂ بدر میں بے شان و گمان نمایاں فتح حاصل ہوئی تھی۔ لیکن اس میں اشارہ ایک اور پُرمسرت فتح عظیم کی طرف بھی نکل سکتا ہے۔ یہ اس روز جب خلیفۂ ثانی حضرت عمر فاروقؓ کے عہد میں خود مسیحی رومیوں پر مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی اور سارا شام و فلسطین مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا۔ اس آیت کے مضمون کا استحضار اگر رہتا تو دنیا ستمبر ۱۹۳۹ء سے لے کر مسلسل تین چار سال تک جنگ عظیم میں ہٹلر کی کامیابی کا اس قدر جزم کے ساتھ ہرگز یقین نہ کئے رہتی۔ لِلّٰہِ الۡاَمۡرُ۔ امر سے مراد اجراء احکام لی گئی ہے۔ ای انفاذ الاحکام (قرطبی)

مَوْتِهَا لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ
کر دیا، تو بھی یہ لوگ کہیں گے کہ اللہ نے، آپ کہئے الحمد للہ ۹۸۰ لیکن ان میں سے اکثر
لَا يَعْقِلُوْنَ ؑ ۶۳ وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّ
عقل سے کام نہیں لیتے ۹۸۱ اور یہ دنیوی زندگی بجز کھیل تماشہ کے کچھ
لَعِبٌ ؕ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ ۘ لَوْ كَانُوْا
ہے ہی نہیں ۹۸۲ اور عالم آخرت ہی اصل زندگی ہے ۹۸۳ کاش انہیں (اس کا)
يَعْلَمُوْنَ ۶۴ فَاِذَا رَكِبُوْا فِى الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ
علم ہوتا! ۹۸۴ اور جب یہ لوگ کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو خالص اعتقاد کر کے اللہ ہی کو
لَهُ الدِّيْنَ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ ۶۵ ۙ
پکارنے لگتے ہیں، پھر جب وہ انہیں نجات دے کر خشکی کی طرف لے آتا ہی تو یہ لوگ فوراً ہی شرک کرنے لگتے ہیں ۹۸۵
لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ۚۙ وَلِيَتَمَتَّعُوْا ۫ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ۶۶
یعنی جو نعمت ہم نے انہیں دی ہے اس کی ناشکری کرنے لگتے ہیں، یہ لوگ چندے اور حظ اٹھالیں، پھر تو انہیں عنقریب معلوم
اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّيُتَخَطَّفُ النَّاسُ
ہی ہوا جاتا ہے ۹۸۶ کیا ان لوگوں نے اس پر نظر نہیں کی کہ ہم نے (انکے شہر کو) امن والا حرم بنا یا ہے اور انکے گرد و پیش لوگوں کو
مِنْ حَوْلِهِمْ ؕ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ
نکالا جا رہا ہے تو کیا یہ لوگ جھوٹے معبودوں پر ایمان رکھیں گے اور اللہ کی نعمتوں کی ناشکری
يَكْفُرُوْنَ ۶۷ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا
ہی کرتے رہیں گے ۹۸۷ اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹ افترا کرے

وقف لازم ۲ ع ۲/۱

۹۸۰ یعنی تمہارے اس اقرار سے اس شرک کی جڑ تو کٹی، جو تمہیں ایک بارش کے دیوتا اور ایک ذراعت کے دیوتا کی طرف لئے جاتا ہے۔ ۹۸۱ (اس لئے صحیح مقدمات سے جو نتیجہ بالکل واضح طور پر نکلتا ہے وہ بھی یہ نہیں نکالتے، اور پھر شرک میں مبتلا ہو جاتے ہیں)
۹۸۲ (اپنے فانی، عارضی، بے ثبات ہونے کے لحاظ سے) لیکن اگر یہی حیاتِ دنیا تحصیلِ دین کا ذریعہ بن جائے تو یہی لہو و لعب خود دار آخرت کا ایک جزو بن جائے گا اور باعتبار ثمرات اس کا شمار بھی باقی میں ہو جائیگا۔ (تھانویؒ) ۹۸۳ (اپنے باقی، قائم و پائیدار ہونے کے اعتبار سے) حَیوان۔ یہاں اپنے عام معنی میں جاندار یا ذی حیات کے مرادف نہیں، بلکہ مصدر ہے خود حیات کے معنی میں، البتہ اس کے معنی میں حیات سے زور زائد ہے۔ ~~الحیوان مصدر حی کالحیاة لکن فیہا مبالغة لیست فی الحیاة~~ (کبیر) اور فقرہ کے معنی یہ ہوئے کہ اصلی اور حقیقی زندگی وہی آخرت کی زندگی ہے۔ ~~فکلمة الحیاة الباقیة ہی الحیاة المعتبرة~~ (کبیر) حَیَوان کے معنی مستقر حیات کے بھی کئے گئے ہیں۔ ~~الحیوان مقر الحیاة~~ (راغب) ۹۸۴ (تو فانی میں منہمک ہو کر باقی کو بھول نہ جاتے۔ اور غور و تدبر سے کام لے کر اپنی عقل کو شرک کے ترک اور ایمان کے اختیار پر مجبور پاتے) انسان اگر اس عالم کے عارضی ناپائیدار ہونے اور اس عالم کے مستقل و پائیدار ہونے کو مستحضر رکھے تو زندگی کا نقشہ ہی سراسر بدل جائے۔ ۹۸۵ مطلب یہ ہوگا کہ جہاں ظاہری سہارے ٹوٹے بس خدائے واحد یاد آنے لگتا ہے، اور ادھر ذرا آس اپنے عادی سہاروں کی بنا پر قائم ہوئی پھر توحید چھوڑ اپنی پرانی گمراہیوں میں پڑ گئے۔ یہ مضمون پہلے بھی کئی بار آچکا ہے۔ ۹۸۶ یعنی وقوع موت یا قرب موت پر۔ ~~لِيَكْفُرُوْا۔ لِيَتَمَتَّعُوْا دونوں میں ل "تاکہ" کے معنی میں ہے "کے" کا مرادف۔ ای لکی یکفروا و لکی یتمتعوا (مدارک) والمعنی یعودون الی شرکہم لیکونوا بالعود الی شرکہم کافرین بنعمة النجاة قاصدین التمتع بہا (مدارک)~~ اور بعض نے کہا ہے کہ ~~ل امر کا ہے~~ اعملوا ما شئتم کا مرادف اور کمال غضب کا مظہر جیسے اردو میں ایسے موقع پر کہا جائیگا کہ اچھا، خوب کفر کرلو، اور اس دنیائے چند روزہ کے خوب مزے لوٹ لو۔ ~~اللام لام الامر علی التہدید~~ (بیضاوی) ۹۸۷ اشارہ مشرکین مکہ کی جانب ہے۔ حَرَمًا ...... حَوْلَهُمْ یعنی یہ مشرکین مکہ اس پر غور نہیں کرتے کہ اب تک ہم نے ان کے خاص شہر کو کیسا محفوظ رکھا ہے۔ درآنحالیکہ اردگرد کے سارے مقامات زد میں آچکے ہیں۔ نِعْمَةِ اللّٰهِ۔ میں نعمۃ بطور اسم جنس کے آیا ہے۔ مراد ساری ہی نعمتیں ہیں۔

غم و حسرت:۔ آج یوم جمعہ ۱۹ رجب ۱۳۶۲ھ مطابق ۲۳ جولائی ۱۹۴۳ء جبکہ قلم ان الدار الاخرة لهی الحیوان کی تلاوت سے فارغ ہو چکا تھا، اطلاع موصول ہوئی کہ مفسر جلیل، امام علم و عرفان، مجدد وقت، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے وطن تھانہ بھون میں ۱۵، ۱۶ رجب (دوشنبہ، سہ شنبہ) کی درمیانی شب میں رحلت فرمائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آہ کہ اس دور کا بہترین مفسر، بہترین فقیہ، بہترین متکلم اور بہترین عارف، درویش اٹھ گیا! آج تک انہیں بزرگ کے افادات مرشد تھانوی مدظلہ کے نام سے درج ہوتے رہے تھے۔ اب آج یہ "مدظلہ"، "رحمۃ اللہ علیہ" میں تبدیل کرنا پڑا۔ آہ! کہ کس دل سے!

مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ

جنت میں جگہ دیں گے، بالاخانوں پر جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہونگی ان میں وہ ہمیشہ

فِيْهَا ۭ نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ۝ ۵۸ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰي

رہیں گے کیا اچھا اجر ہے نیک کام کرنیوالوں کا جنہوں نے صبر کیا اور اپنے

رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ ۵۹ وَكَاَيِّنْ مِّنْ دَاۗبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ

پروردگار پر توکل کیا کرتے تھے ۵۷۶ اور کتنے ہی جانور ہیں جو اپنی غذا اٹھا کر نہیں

رِزْقَهَا ڰ اَللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَاِيَّاكُمْ ڮ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ ۶۰

رکھتے اللہ ہی انہیں روزی پہنچاتا ہے اور تم کو بھی اور وہی خوب سننے والا ہے اور خوب جاننے والا ہے ۵۷۷

وَلَىِٕنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَ

اور اگر آپ ان سے دریافت کریں کہ وہ کون ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور

سَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۚ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۝ ۶۱

سورج و چاند کو کام میں لگا دیا تو وہ یہی کہیں گے کہ اللہ نے تو پھر یہ کدھر الٹے چلے جا رہے ہیں؟ ۵۷۸

اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ

اللہ روزی کھول دیتا ہے اپنے بندوں میں سے جسکے لئے چاہتا ہے، اور جسکے لئے چاہے، تنگ

لَهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ ۶۲ وَلَىِٕنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ

کر دیتا ہے، بیشک اللہ ہی ہر چیز سے خوب واقف ہے ۵۷۹ اور اگر آپ ان سے پوچھئے کہ

نَّزَّلَ مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ مِنْ بَعْدِ

آسمان سے پانی کس نے برسایا پھر اس سے زمین کو اس کی خشکی کے بعد تر و تازہ

۵۷۶ (چنانچہ اس صبر و توکل علی اللہ ہی کی بنا پر وہ اس فکر میں زیادہ نہیں پڑے کہ ہجرت کے بعد کھانا پینا کہاں سے چلے گا) اَلَّذِيْنَ صَبَرُوْا۔ جو صالح بندے ہوتے ہیں، لازمی نہیں کہ انہیں سارے تکوینی حالات اپنی مرضی کے موافق ہی ملتے رہیں۔ ایسے موقعوں پر وہ بے صبری سے نہیں، صبر سے کام لیتے رہتے ہیں۔ وَعَلٰي رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ۔ بڑی بات ان نیک اور صالح بندوں میں یہ ہوتی ہے کہ وہ آخری اعتماد چھوٹی بڑی ہر چیز میں اللہ ہی پر رکھتے ہیں جھوٹے اور چھوٹے معبودوں کے پھیر میں پڑکر اپنی قوتوں کو ضائع و منتشر نہیں کرتے رہتے۔ ۵۷۷ سب کی ضرورتوں سے خبردار، سب کے حالات سے خوب واقف۔ وَكَاَيِّنْ مِّنْ ...... اِيَّاكُمْ۔ ایک بار پھر یہ حقیقت دلوں میں اتار دی ہے کہ اللہ کا تعلق بندوں سے صرف معادی ہی زندگی کا نہیں، بلکہ اس ناسوتی زندگی اور اس کے معاشی پہلوؤں میں بھی پورا پورا ہے۔ اس کے ایک ایک جزئیہ کے ساتھ ہے ——— بے صبر اور تھڑدلے انسان کو سمجھایا ہے کہ جانوروں کی حالت پر غور کرو وہ کب اپنا رزق اپنے ساتھ لئے لئے گھومتے ہیں، لیکن باوجود اس کے انہیں بھی کہیں بھوکا نہیں رکھا جاتا ہے۔ اُن کی غذا انہیں بہم پہنچائی ہی جاتی ہے۔ تو انسان کیوں اپنے متعلق اتنا بے آس ہوا جاتا ہے؟ انسان کے لئے کیا اتنا بھی فکر و اہتمام نہ ہوگا جتنی پروا حیوانات کے لئے رکھی جاتی ہے؟ ۵۷۸ یعنی توحید فی التکوین کے قائل ہو کر پھر معبودیت والوہیت میں بھی توحید پر کیوں نہیں قائم رہتے، اور اس باب میں کیسے بھٹکے جا رہے ہو کہ آکاش دیوتا دھرتی مائی اور سورج دیوتا کے بھی قائل ہو رہے ہو! ۵۷۹ (اور وہی جیسی مصلحت دیکھتا ہے روزی دیتا ہے۔ پھر رزق کے لئے شرک کرنا کیسی حماقت ہے!) يَبْسُطُ ...... لَهٗ۔ رزق میں کسی بندہ کی کشادگی ہو یا تنگی، بہرحال کسی نہ کسی مصلحت تکوینی ہی کے ماتحت ہوتی ہے۔ ہر کشادگی اپنے ساتھ فرائض اور ذمہ داریوں کا ایک انبار ہی لاتی ہے جنکے ظرف اُن کا تحمل نہیں کر سکتے انہیں اس بار سے سبکدوش کیا جاتا ہے۔

وَكَفَرُوا بِاللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ
اور اللہ کے منکر ہیں وہی تو ہیں بڑے گھاٹے میں پڑے ہوئے ٦٨ اور یہ لوگ آپ سے جلدی کر رہے
بِالْعَذَابِ ۭ وَلَوْلَآ اَجَلٌ مُّسَمًّى لَّجَآءَهُمُ الْعَذَابُ ۭ
ہیں عذاب کی ٦٩ اور اگر ایک میعاد متعین نہ ہوتی تو اُن پر عذاب آچکا ہوتا
وَلَيَاْتِيَنَّهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۵۳﴾ يَسْتَعْجِلُوْنَكَ
اور (وہ عذاب) اُن پر اچانک آپڑیگا اور انہیں خبر بھی نہ ہوگی ٧٠ آپ سے جلدی کر رہے ہیں
بِالْعَذَابِ ۭ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ﴿۵۴﴾ ۙ
عذاب کی اور یقیناً دوزخ کافروں کو گھیرے ہوئے ہے ٧١
يَوْمَ يَغْشٰهُمُ الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ
جس دن کہ عذاب اُن پر چھا جائیگا اُن کے اوپر سے بھی اور ان کے پیروں کے
اَرْجُلِهِمْ وَيَقُوْلُ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۵۵﴾
نیچے سے بھی اور (اللہ) کہیگا (اب) مزہ چکھو اس کا جو کچھ کہ تم کرتے رہے ہو
يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ اَرْضِيْ وَاسِعَةٌ فَاِيَّايَ
اے میرے ایمان دار بندو میری زمین تو بہت وسیع ہے سو اکیلی میری ہی
فَاعْبُدُوْنِ ﴿۵۶﴾ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ۣ ثُمَّ اِلَيْنَا
پرستش کرو ٧٢ ہر جاندار کو موت کا مزہ چکھنا ہے ٧٣ پھر تم سب ہماری
تُرْجَعُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ
طرف واپس لائے جاؤ گے ٧٤ اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے عمل کئے ٧٥ ہم اُن کو

٦٨ جنہوں نے اللہ اور اس کی شریعت سے کفر کر کے باطل کو اپنا سہارا قرار دے لیا، تو انہوں نے تو ایک تمامتر غلط نقشۂ زندگی ہی تیار کر لیا۔ اب انہیں فوز و فلاح نصیب ہی کہاں سے ہو سکتا ہے؟

٦٩ (کہ اچھا اگر تم سچے ہو اور ہم نافرمان اہلِ باطل، تو ہم پر عذاب فوراً کیوں نہیں لے آتے ہو؟)

٧٠ یعنی نزولِ عذاب کی ساعت تو علمِ الٰہی میں مقرر ہے۔ اس کی تاخیر کو صحتِ دعوئ نبوت کی تغلیط و تردید سے مربوط کرنا عجب طرح کا جہل بلکہ خبط ہے۔ لَيَاْتِيَنَّهُمْ ...... لَا يَشْعُرُوْنَ۔ عذاب موت کا ہو یا قیامت کا۔ بہرحال جب بھی آئیگا ان تمامت زدوں کی غفلت میں یک بیک ہی آئے گا۔

٧١ (جس کا پورا ظہور قیامت میں ہو کر رہے گا) مُحِيْطَةٌ صیغہ اسم فاعل کا ہے فعل مضارع کا نہیں یعنی یہ نہیں کہ جہنم کہیں آگے چل کر انہیں گھیرے گی، بلکہ اسی وقت ہی گھیرے ہوئے ہے۔ اس سے بعض عارفین نے یہ نکالا ہے کہ اصل جہنم تو کفر و معصیت ہی ہیں۔ آخرت میں صرف اتنا ہوگا کہ اُن کا ظہور کامل ہو کر رہے گا۔

٧٢ (خواہ یہاں یا جہاں کہیں بھی، توحیدی عبادت ممکن ہے) یہ ترغیب ہے ہجرت یعنی اقامتِ دین کی خاطر ترکِ وطن کی۔ علمائے اس سے یہ نکالا ہے کہ جہاں کفر و فسق کی شدت ہو اور خدا پرستی کا موقع نہ مل سکے۔ وہاں سے بندۂ مومن چلا جائے۔ اِنَّ اَرْضِيْ وَاسِعَةٌ میں اشارہ ہے کہ اللہ کی نعمتیں کھانے پینے، رہنے سہنے سے متعلق کسی ایک خطہ یا علاقہ تک محدود نہیں۔ یہ تو وطن کے باہر بھی سب کہیں مل سکتی ہیں اُن کی طرف سے اتنا فکرمند کیوں ہوتے ہو ـــــ یہ مضمون زیادہ کھول کر پہلے ہی بیان ہو چکا ہے۔ یجد فی الارض مراغما کثیراً (سورۃ النساء)

٧٣ (اور دنیا کے مرغوبات و مالوفات کو ایک دن تو بہرحال چھوڑنا ہی ہے، پھر آج اقامتِ دین ہی کی خاطر ترکِ وطن و اقارب کیوں نہ اختیار کیا جائے) ہجرت کے جو مانع نفس میں موجود ہیں ان میں ایک تو ان ارضی واسعۃ سے رفع کیا جا چکا ہے۔ دوسرا جواب اب مل رہا ہے کہ جن چیزوں کا ترک و مفارقت آج شاق گزر رہی ہے اُن سے دوری اور مہجوری ایک دن تو بہرحال ناگزیر ہی ہے۔ تو آج ہی اپنے قصد و اختیار سے کیوں نہ حاصل کر لی جائے کہ آئندہ ہر طرح کی نعمتوں کا استحقاق ہو جائے۔ ~~فقال لهم ان ما تكرهون لا بد من وقوعه فان كل نفس ذائقة الموت والموت مفرق الاحباب فالاولى ان يكون ذلك في سبيل الله فيجزيكم عليه اكبر الا انتم لا محالة ميتون ومحشورون الينا فالبدار الى طاعة الله والهجرة اليه والى ما يمتثل (قرطبی)~~

٧٤ (تو اگر نافرمان ہو کر آئے تو کیسی گزریگی) اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ۔ ذرا سے دو لفظی فقرے میں دو اہم حقیقتوں کا اثبات آگیا۔ ایک یہ کہ موت، عدم محض و خلاء محض کا نام نہیں، موت کے بعد سزا جزا، حساب و کتاب یقینی ہے۔ دوسرے یہ کہ سب کی پیشی حق تعالیٰ ہی کے حضور میں ہوگی کسی اور کے ہاں نہیں۔

٧٥ (اور انہیں نیک اعمال میں بوقت ضرورت ہجرت بھی ہے جس کا ابھی اوپر بیان آچکا ہے)

تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ

اس (قرآن) سے قبل نہ کوئی کتاب پڑھے ہوئے تھے اور نہ اسے (یعنی کوئی کتاب) اپنے ہاتھ سے لکھ سکتے

اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ۝۴۸ بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ

تھے ورنہ (یہ) ناحق شناس لوگ شبہ نکالنے لگتے ۵۹ بات یہ ہے کہ یہ (کتاب خود ہی بہت سی) کھلی ہوئی

صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ۭ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا

نشانیاں ہے ان لوگوں کے ذہن میں جنہیں علم عطا ہوا ہے ۶۰ اور ہماری آیتوں سے تو بس ضدی

الظّٰلِمُوْنَ ۝۴۹ وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ

ہی لوگ انکار کرتے ہیں ۶۱ اور کہتے ہیں کہ ان (پیمبر) پر کوئی نشان انکے پروردگار کی طرف سے کیوں نہیں اترے ۶۲

قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۵۰

آپ کہدیجیے کہ نشان تو بس اللہ کے قبضہ میں ہیں ۶۳ اور میں تو بس ایک صاف صاف ڈرانے والا ہوں ۶۴

اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ ۭ

کیا ان لوگوں کے لئے یہ کافی نہیں ہے کہ ہم نے آپکے اوپر کتاب نازل کی ہے جو انکو سنائی جاتی رہتی

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً وَّذِكْرٰى لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝۵۱ ع

ہے ۶۵ بے شبہ اسی (کتاب) میں بڑی رحمت اور نصیحت ہے ایمان والے لوگوں کے لئے ۶۶

قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ شَهِيْدًا ۚ يَعْلَمُ مَا

آپ کہدیجئے کہ اللہ کافی ہے میرے اور تمہارے درمیان بطور گواہ کے اُسے ہر چیز کی خبر ہے

فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْبَاطِلِ

جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے ۶۷ اور جو لوگ باطل پر ایمان لائے ہیں

ع ۵ / ۷ ۱

۵۹ یعنی اُس وقت کچھ تو منشار اشتباہ ان لوگوں کے پاس ہوتا۔ اور یہ لوگ آپؐ کی بابت یہ کہنے لگتے کہ آدمی پڑھے لکھے ہیں کسی دوسری آسمانی کتاب سے مضامین چُرا لئے ہیں حالانکہ قرآن کے وجوہ اعجاز اتنے کھلے ہوئے ہیں کہ اُس وقت بھی دعوے کو چلنے نہ دیتے۔ لیکن بہرحال کچھ تو گنجائش ہوتی۔ اور اب تو اتنی بھی نہیں۔ رسُول کریم صلعم کی اُمیّت اور ناخواندہ ہونے پر اس سے بڑھ کر صریح شہادت اور کیا ہوگی۔ اس پر بھی ناحق شناسوں کا ایک گروہ (خصوصاً مسیحی پادریوں کا) آج تک اس پر مُصر چلا آرہا ہے کہ آپؐ ضرور پڑھے لکھے تھے۔ اور اس پر رسالے اور کتابیں چھاپتا چلا جاتا ہے! —— باطل پرستی کی بھی کوئی انتہا ہے! ۶۰ یعنی اس کے وجوہ اعجاز اتنے کھلے ہوئے اور متعدد ہیں، کہ یہ ایک کتاب بجائے خود بہت سے نشانوں کے قائم مقام ہے۔ اَلَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ سے مُراد مؤمنین ہیں۔ صُدُوْرِ کے معنی اگر لفظی یعنی سینہ کے لئے جائیں تو مراد ہوگی کہ یہ کتاب بطور نشان واضح کے سینہ بہ سینہ محفوظ چلی آتی ہے ہر امکان تحریف سے ماورا۔ ۶۱ (ورنہ منصف مزاج کو تو ذرا شک نہیں رہ سکتا۔ یَجْحَدُ جحد کے معنی پہلے بیان ہو چکے ہیں کہ دل کو یقین تو کسی بات کا آجائے۔ پھر بھی ضد وجہل سے زبان انکار پر اَڑی رہے۔ اَلظّٰلِمُوْنَ یعنی ضدی۔ ہٹ دھرم ~~ای المتوغلون فی الظلم بالمکابرۃ بعد وضوح دلائل اعجازہا~~ (بیضاوی) ۶۲ (ہماری خواہش وفرمائش کے مطابق) نشان سے مراد خارق عادت ہے۔ مشرک اور مشرک مزاج قوموں کو ہمیشہ گرویدگی عجائب وخوارق ہی سے رہی ہے۔ اسی بنا پر رسول اللہ صلعم کی تعلیمات اور پیام کو بالکل نظر انداز کر کے فرمائشیں بار بار ہوتی تھیں کہ فلاں اور فلاں معجزہ دکھاؤ! —— گویا پیغمبر بھی ایک طرح کا بازیگر ہوتا ہے! ۶۳ رسول اللہ صلعم کی زبان سے قرآن میں یہ بار بار کہلایا گیا ہے کہ واقعات وحوادث تکوینی تمام تر اللہ کے ہاتھ میں ہیں۔ چنانچہ خوارق ومعجزات بھی اسی کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔ میں جس طرح کسی واقعہ مطابق عادت کی تکوین میں بے بس محض ہوں اسی طرح واقعات خارق عادت میں بھی —— اِنَّمَا کلمۂ حصر ہے یعنی میرا کسی عمل تکوینی سے قطعاً کوئی بھی تعلق نہیں۔ ۶۴ یعنی میری صداقت کی جانچ کرنا ہو تو میری تعلیمات کو دیکھو، پرکھو اور جو دین میں لایا ہوں، اس کی تحقیق کرو۔ ۶۵ جو ہر قسم کی معنوی گلکاریوں ادبی لطافتوں، مطالب کی ہمہ گیری، مضامین کی جامعیت وکاملیت سے معمور ہے۔

۶۶ رحمۃً تعلیم احکام کے پہلو سے۔ ذِکْرٰی نصیحت وترغیب وترہیب کے اعتبار سے۔

۶۷ (میرے دل میں ذرہ بھر بھی کھوٹ ہوگا تو اس سے نہیں چھُپ سکتا) مطلب یہ ہے کہ کسی کے ماننے نہ ماننے سے کیا ہوتا ہے۔ میری رسالت تو عند اللہ ثابت ہے —— ایک حقیقی مذہبی شخص کے پاس اس سے بڑا واسطہ اور ہے ہی کیا کہ وہ خدا کو درمیان ڈال کر کسی بات کا اقرار کرے۔

۵۵۲ اتل ...... اقم الصلٰوۃ یعنی تشریع قولی اور تشریع فعلی، دین کے دونوں کاموں میں برابر لگے رہیئے۔ اُتلُ میں خطاب رسُول اللہ صلعم سے ہے اور اَقِمْ میں رسُول و اُمّت دونوں سے۔ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ۔ اقامت صلوٰۃ کے تحت میں نماز کے وقت کی پابندی اور اس کے ارکان و شرائط کی رعایت آگئی۔ اقامۃ الصلٰوۃ اداؤھا فی اوقاتھا بقراءتھا ورکوعھا وسجودھا وقعودھا وتشھدھا وجمیع شروطھا (قرطبی) اُتلُ یعنی قرآن کی تلاوت خود بھی کیجئے اور دوسروں کو بھی سنایئے۔ علم عمل پر مقدم ہوتا ہے۔ اس ترتیب کے مطابق یہاں تلاوتِ قرآن کو اقامۃ الصلٰوۃ پر مقدم رکھا ہے۔ من الکتب میں من بیانیہ ہے۔ ۵۵۳ یعنی نماز میں خاصہ طبعی یہی ہے کہ وہ عظمتِ الٰہی کا استحضار بار بار کراکے ہر گناہ و معصیت سے روک دیتی ہے۔ اب اگر نماز کے شرائط ہی پوری طرح نہ ادا کئے جائیں تو اسی نسبت سے ادائے نماز ناقص رہیگی۔ اور پھر اسی مناسبت سے اسکی یہ طبعی خاصیت بھی ضعیف و مضمحل رہیگی۔ یہاں تک کہ جو نماز بالکل سطحی اور اوپری ہوگی اور روح نماز سے خالی، اس میں وہ برائیوں کے روک تھام والی قوت بھی گویا معدوم ہوگی۔ دوسرے معنی یہ بھی ہوسکتے ہیں کہ نماز جو یادِ الٰہی اور اس کی عظمت کے استحضار کی ایک اعلیٰ و مکمل شکل ہے اس کا اقتضا یہی ہے کہ وہ ہر برائی سے روک دے۔ اس کا اثر ہونا بھی چاہیئے، عام اس سے کہ کسی پر ہو یا نہ ہو۔ اَلصَّلٰوۃَ میں ال عہد کا ہے یعنی وہ نماز جو ظاہری و باطنی شرائط معین کے ساتھ ادا کی گئی ہو۔ الفحشاء بیحیائی کے تصریحی ذکر میں نکتہ یہ ہے کہ اکثر دوسری قوموں اور مذہبوں میں بیحیائی صرف جائز ہی نہیں بلکہ ایک لازمی جزو عبادت و نماز کا ہے۔ اور مغربی فاضلوں کی تحقیق یہ ہے کہ بیحیائی کی ابتداء ہی مندروں اور مشرکانہ معبدوں کے سایہ میں پڑی ہے۔ ملاحظہ ہو تفسیر انگریزی۔ گویا یہاں یہ ارشاد ہوا کہ فحش دوسرے مذہبوں میں جزوِ عبادت ہو تو ہو، اسلامی عبادت تو اس کے جواز کی بھی روادار نہیں عین اسے توڑنے اور کاٹنے والی ہے۔ ۵۵۴ اللہ کے یہی عالم کُل ہونے کا مراقبہ ہی ہر مجاہدہ کو آسان بنا دینے اور قلب میں خشیت پیدا کر دینے کو کافی ہے۔ ذِکرُ اللہِ اکبرُ ذکرِ الٰہی ہی کی افضل ترین و مکمل ترین فرد نماز ہے۔ وَلَذِکرُ اللہِ اکبَرُ۔ کے معنی یہ بھی ہوسکتے ہیں کہ بڑائی تو بس اسی کے ذکر کی ہے نہ کہ کسی اور کے ذکر کی۔ ای لہ الکبر لا الغیر ای اکبر اور ایک اور معنی یہ بھی ہوسکتے ہیں کہ اللہ جو تمہیں یاد کریگا اس کا مرتبہ اس یاد سے بھی بڑھا ہوا ہے جو تم اس کی کرتے رہتے ہو۔ ای ذکر اللہ ایاکم افضل من ذکرکم ایاہ (معالم) ای ذکر اللہ لکم بالثواب والثناء علیکم اکبر من ذکرکم لہ فی عبادتکم وصلواتکم (قرطبی) ابن عباسؓ، ابن مسعودؓ، ابن عمرؓ وغیرہ متعدد صحابیوں اور مجاہدؒ و عکرمہؒ و سعید بن جبیرؒ تابعین سے یہی معنی مروی ہیں۔ بلکہ ایک روایت میں تو خود رسول اللہ صلعم سے۔ یروی ذلک عن ابن عباس وھو قول مجاھد وعکرمۃ وسعید بن جبیر و یروی ذلک مرفوعا عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم وبہ قال ابن مسعود وابی الدرداء وسلمان الفارسی وغیرھم (ابن کثیر) امام ابن جریرؒ نے بھی ترجیح اسی توجیہ کو دی ہے۔ واشبہ الاقوال بما دل علیہ ظاھر التنزیل قول من قال ولذکر اللہ ایاکم افضل من ذکرکم ایاہ (ابن جریر) مُرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ آیت میں اعمال سلوک کے اصول سب جمع ہوگئے یعنی تلاوت اور نماز اور ذکر اور مراقبہ۔ باقی جتنے اعمال و اشغال ہیں سب انہیں کے تابع ہیں۔ ۵۵۵ (تو انہیں البتہ جواب ترکی بہ ترکی دینے میں مضائقہ نہیں) مسلمانوں کو ہدایت کی جارہی ہے کہ تبلیغ کے سلسلہ میں موقعے مباحثہ و مناظرہ کے بھی آئینگے۔ کتابی مذہب والوں یعنی جو توحید و سلسلۂ نبوت کے قائل ہیں ان سے مباحثہ کے وقت ہمیشہ نرمی، تہذیب اور ان کی دلجوئی سے کام لیتے رہو کہ اس سے انہیں ترغیب اسلام میں داخل ہونے کی ہوتی رہے گی۔ ہاں البتہ ان میں جو بدزبان ہوں انہیں حسب مصلحت ان کے رنگ میں بھی جواب دیا جاسکتا ہے۔ مُرشد تھانویؒ نے فرمایا، اس میں دلالت ہے کہ مخالف کے ساتھ اول نرمی برتے اور جب عناد ظاہر ہو تو خشونت کی اجازت ہے۔ چنانچہ یہی طریقہ ہے اہل اللہ کا مخالفین کے ساتھ۔ البتہ طالبین کے ساتھ طرز دوسرا ہے یعنی ان کے ساتھ نرمی کی جائے جب تک عذر جہل باقی ہے۔ اور جب یہ عذر نہ رہے تو پھر سختی کی جائے۔ اور یہی معاملہ تھا رسول اللہ صلعم کا صحابہ کے ساتھ۔

اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ ؕ

جو کتاب آپ پر وحی کی گئی ہے اسے پڑھا کیجئے اور نماز کی پابندی رکھیے ۵۵۲

اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ ؕ وَ لَذِكْرُ

بیشک نماز بے حیائی اور ناشائستہ کاموں سے روکتی رہتی ہے ۵۵۳ اور اللہ کی یاد

اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَ لَا تُجَادِلُوْٓا

بہت بڑی چیز ہے، اور اللہ تمہارے سب کاموں کو جانتا ہے ۵۵۴ اور تم اہل کتاب سے

اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ۖۗ اِلَّا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا

مباحثہ مت کرو بجز مہذب طریقہ کے سوا اُن میں سے ان لوگوں کے

مِنْهُمْ وَ قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِالَّذِیْٓ اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَ اُنْزِلَ اِلَیْكُمْ

جو زیادتی کریں ۵۵۵۔ اور کہدو کہ ہم ایمان رکھتے ہیں اس (کتاب) پر بھی جو ہم پر نازل ہوئی اور ان (کتابوں)

وَ اِلٰهُنَا وَ اِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ وَّ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۴۶﴾

پر بھی جو تم پر نازل ہوئیں، اور ہمارا معبود اور تمہارا معبود تو ایک ہی ہے اور ہم تو اسی کے فرمانبردار ہیں ۵۵۶

وَ كَذٰلِكَ اَنْزَلْنَآ اِلَیْكَ الْكِتٰبَ ؕ فَالَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ

اور اسی طرح ہم نے آپ پر کتاب نازل کی، سو جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی

الْكِتٰبَ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ۚ وَ مِنْ هٰٓؤُلَآءِ مَنْ یُّؤْمِنُ بِهٖ ؕ

ہے وہ اس پر ایمان بھی لے آتے ہیں ۵۵۷ اور ان لوگوں میں سے بھی بعض اس پر ایمان لے

وَ مَا یَجْحَدُ بِاٰیٰتِنَآ اِلَّا الْكٰفِرُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَ مَا كُنْتَ

آتے ہیں اور ہماری آیتوں سے بجز (اٹکنے) کافروں کے اور کوئی منکر نہیں ہوتا ۵۵۸ اور آپ تو

۵۵۶ یعنی اہل کتاب کو سمجھاؤ کہ جب ہم تمہیں اتنا اشتراک ہے کہ ہماری طرح تم بھی توحید کے قائل ہو، اور بجائے ملکی یا قومی یا قبائلی خدا کے، ایک خدائے پروردگار عالم کے قائل ہو، ہماری طرح سلسلۂ وحی و نبوت کو مانتے ہو، اور ہم تمہاری الہامی کتابوں کو مانتے ہیں، تو اب بات ہی کیا رہ جاتی ہے، جو تم ہمارے صحیفۂ آسمانی سے انکار کئے چلے جاتے ہو؟ اٰمنّا ...... الیکم۔ مسلمان اپنے رسُول کریمؐ کی وحی و نبوت کو دنیا سے بالکل الگ و منفرد نہیں مانتا۔ وہ تو تسلسل وحی کا قائل ہے، وہ تو اس کا معتقد ہے کہ ہمارے نبی کے پاس وہی وحی آخر میں بطور خاتم الانبیاء و اعظم الانبیاء ہونے کے آئی ہے، جو اس سے قبل ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ اور موسیٰؑ اور عیسیٰؑ اور بیسیوں دوسرے پیمبران جلیل القدر پر آچکی تھی۔ وَاِلٰھُنَا وَ اِلٰھُکُمْ وَاحِدٌ۔ ہمارے تمہارے درمیان یہ جھگڑا بھی تو نہیں کہ ہم فلاں فلاں دیوتاؤں کے ماننے والے ہیں اور تم فلاں فلاں دیوتا کے پجاری۔ پروردگار عالم کی توحید اور اس کی عبادت تو ہم تم میں مشترک ہے ــــــ اسلام کا یہ ایک امتیازی نشان تمام غیر کتابی مذہبوں کے مقابلہ میں خوب سمجھے رہنا چاہیئے کہ اسلام ہی نے پروردگار عالم کا، الٰہ الکائنات کا تخیل دنیا کے سامنے پیش کیا۔ ورنہ دنیا میں اب تک تو ہر ہر علاقہ، یا ہر ہر قوم کے الگ الگ دیوتا ہوتے تھے۔ ۵۵۷ چنانچہ ان لوگوں کا ذی فہم اور منصف مزاج طبقہ بالآخر اسلام لے ہی آیا۔ یعنی مومنی اہل الکتب الذین یتلونہ حق تلاوتہ من احبارھم العلماء الاذکیاء (ابن کثیر) الکتب سے یہاں مراد جنس کتاب ہے۔ بہ یعنی قرآن پر۔ الذین اٰتینٰھم الکتب۔ کی ایک تفسیر امام رازیؒ نے یہ بھی نقل کی ہے کہ اس سے مراد اہل کتاب نہیں بلکہ خود انبیاء کرام ہیں کہ کتابیں براہ راست و درحقیقت تو انہیں کو عطا ہوئی تھیں۔ من ھٰؤلآءِ یعنی مشرکین مکہ میں سے۔ یعنی اہل مکۃ من آمن منھم (ابن کثیر) ۵۵۸ (جو طرح طرح کے وضوح دلائل کے بعد بھی انکار پر اڑے ہوئے ہیں) بہ یعنی قرآن پر۔ اِلَّا الکٰفرُوْنَ یعنی بجز ضدی اور ہٹ دھرم کافروں کے۔ المتوغلون فی الکفر فان جزمھم بہ یمنعھم عن التامل فیما یفیدھم (بیضاوی) امام رازیؒ نے ایک تفسیر نقل کی ہے کہ من ھٰؤلآءِ سے مراد بعض مشرکین مکہ نہیں بلکہ بعض اہل کتاب ہی ہیں اور اسی تفسیر کو عقل و نقل سے قریب تر قرار دیا ہے۔ اولی واقرب الی العقل والنقل ... (کبیر)

أَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا ۚ وَمِنْهُم مَّنْ أَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ

کسی پر تو ہم نے تند ہوا بھیجی اور ان میں سے کسی کو ہولناک آواز نے آدبایا ٤٤

وَمِنْهُم مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْأَرْضَ ۚ وَمِنْهُم مَّنْ أَغْرَقْنَا ۚ

اور ان میں سے کسی کو ہم نے زمین میں دھنسا دیا اور ان میں سے کسی کو ہم نے غرق کر دیا

وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلَٰكِن كَانُوا أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿٤٠﴾

اور اللہ ایسا نہ تھا کہ اُن پر ظلم کرتا البتہ یہ خود اپنے اُوپر ظلم کرتے تھے ٤٥

مَثَلُ الَّذِينَ اتَّخَذُوا مِن دُونِ اللَّهِ أَوْلِيَاءَ كَمَثَلِ

جن لوگوں نے اللہ کے سوا اور کارساز تجویز کر رکھے ہیں اُن کی مثال

الْعَنكَبُوتِ اتَّخَذَتْ بَيْتًا ۖ وَإِنَّ أَوْهَنَ الْبُيُوتِ

مکڑی کی سی مثال ہے اُس نے ایک گھر بنایا اور مکڑی کا گھر سب گھروں سے زیادہ

لَبَيْتُ الْعَنكَبُوتِ ۖ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ﴿٤١﴾ إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا

بودا ہوتا ہے ٤٦ کاش انہیں اس حقیقت کا علم ہوتا ٤٧ بیشک اللہ کے سوا جس کسی

يَدْعُونَ مِن دُونِهِ مِن شَيْءٍ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿٤٢﴾ وَتِلْكَ

کو بھی پکارتے رہتے ہیں ٤٨ اللہ اُن سب کو جانتا ہے اور وہ بڑا زبردست ہے بڑا حکمت والا ہے ٤٩ ہم ان

الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۖ وَمَا يَعْقِلُهَا إِلَّا الْعَالِمُونَ ﴿٤٣﴾ خَلَقَ

مثالوں کو لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں اور انہیں بس علم والے ہی سمجھتے ہیں ٥٠ اللہ نے

اللَّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِّلْمُؤْمِنِينَ ﴿٤٤﴾

آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے (بالکل) ٹھیک طور پر، اسی میں (بھی بڑی) دلیل ہے ایمان والوں کیلئے ٥١

وقف لازم

ع ٤ ٤ ٦

٤٤ (غرض کسی نہ کسی طریق پر وہ عذابِ الٰہی کی گرفت ہی میں آکر رہے) مَنْ اَرْسَلْنَا عَلَیْہِ حَاصِبًا۔ مثلاً قوم عاد پر۔ مَنْ اَخَذَتْہُ الصَّیْحَۃُ مثلاً قوم ثمود کو۔ مَنْ خَسَفْنَا بِہِ الْاَرْضَ۔ مثلاً قارون و بیتِ قارون کو۔ مَنْ اَغْرَقْنَا۔ مثلاً فرعون اور اس کے لشکر کو۔ ٤٥ یعنی یہ خود ہی اپنے کو مستحقِ عذاب بناتے اور عذابِ الٰہی کی گرفت میں لاتے رہے۔ مَا کَانَ اللّٰہُ لِیَظْلِمَہُمْ۔ مطلب یہ ہوا کہ اللہ نے تو ان پر صورۃً بھی ظلم نہیں کیا یعنی یہ کہ انہیں بلاوجہ ظاہری سزا دے دیتا، واقعۃً و حقیقۃً تو حق تعالیٰ سے "ظلم" کا صدور کسی حال میں بھی ممکن نہیں۔ ٤٦ یعنی جس طرح وہ مکڑی کا گھر اپنے غایتِ ضعف کی بنا پر کالعدم ہوتا ہے انکے یہ معبودانِ باطل بھی جن کی کارسازی پر انہیں بھروسہ ہے ان کے لئے لاشئے محض ثابت ہونگے آسرے کے غایتِ ضعف کے موقع پر مثال اس مکڑی کے جالے کی قدیم صحیفوں میں بھی ملتی ہے۔ "انکی جو خدا کو بھول جاتے ہیں یہی راہیں ہیں اور ریاکار کی امید توڑی جاتی ہے۔ ان کی امید کی جڑ کٹ جاتی اور ان کی آس مکڑی کا جالا سا ہے" (ایوب۔ ٨: ١٤) "وہ ناگ کے انڈے سیتے ہیں اور مکڑی کی طرح جالا بنتے ہیں ـــــ ان کے جالے کی اسٹاک بن نہیں سکتی، وہ اپنی بناوٹ یا آپ کو ڈھانپ نہیں سکتے" (یسعیاہ۔ ٥٩: ٦٠) ملاحظہ ہو تفسیر انگریزی۔ ٤٧ (کہ شرک کس درجہ لچر، مہمل اور بیہودہ چیز ہے!) ٤٨ (درحقیقت یہی ان پر خوب روشن ہے کہ وہ سہارے کیسے بودے اور پھسپھسے ہیں) ٤٩ یعنی قوت عملی میں بھی کامل، اور قوت علمی میں بھی کامل ـــــ وہ جب اور جو جس سے چاہے ہر انتقام پر قادر ہے۔ پھر بھی جو فوراً انہیں لیتا ہے تو اپنے کمال حکمت سے کسی دوسرے وقت کے لئے اٹھائے ہوئے ہے۔ ٥٠ یعنی وہ لوگ جو حقائق کا علم رکھتے ہیں یا علم و حق کے طالب ہیں۔ ان حقائق کو اپنی گرفت میں وہی لاتے ہیں جو درجۂ ضروری میں اپنے عقل و علم سے کام لیتے رہتے ہیں۔ ٥١ (ایسے خالق و صانع کے معبود واحد ہونے کی) بِالْحَقِّ۔ اس خلقِ کائنات سے بھی اسے مقصود احقاقِ حق ہی رہا ہے۔ اور لوگوں کو اپنی ذات و صفاتِ کمال کی طرف توجہ دلانا۔ ~~لاصحتا لخیر قاصدبہ بطلاً فان المقصود بالذات من خلقها افادۃ الخیر والدلالۃ علیٰ ذاتہ و صفاتہ (بیضاوی) ای محقًا مراعیًا للحکم والمصالح (روح)~~

وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۙ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا

اور مدین (والوں) کی طرف (ہمنے) اُن کے بھائی شعیب کو (پیمبر بنا کر بھیجا) انہوں نے کہا کہ اے میری قوم والو

اللّٰهَ وَارْجُوا الْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَلَا تَعْثَوْا فِى الْاَرْضِ

اللہ کی عبادت کرو اور روز قیامت سے ڈرو اور ملک میں فساد

مُفْسِدِيْنَ ﴿٣٦﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا

مت پھیلاؤ سو ان لوگوں نے شعیب کو جھٹلایا پس انہیں زلزلہ نے آپکڑا وہ اپنے

فِىْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿٣٧﴾ وَعَادًا وَّثَمُوْدَا۠ وَقَدْ تَّبَيَّنَ

گھروں میں اوندھے گر کر رہ گئے ۴۰ اور عاد و ثمود کو (بھی ہم نے ہلاک کیا) اور یہ تم پر اُن کے

لَكُمْ مِّنْ مَّسٰكِنِهِمْ ۫ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ

مسکنوں سے ظاہر ہو چکا ہے ۴۱ اور شیطان نے انکے اعمال (بد) کو ان کی نظر میں خوشنما کر دکھایا تھا

فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَكَانُوْا مُسْتَبْصِرِيْنَ ﴿٣٨﴾ ۙ

اور اُن کو راہ (حق) سے روک رکھا تھا اور وہ لوگ (ویسے) ہوشیار تھے ۴۲

وَقَارُوْنَ وَفِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ ۫ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مُّوْسٰى

اور قارون اور فرعون اور ہامان کو (بھی ہم نے ہلاک کیا) اور موسیٰ یقیناً اُن لوگوں کے پاس

بِالْبَيِّنٰتِ فَاسْتَكْبَرُوْا فِى الْاَرْضِ وَمَا كَانُوْا

کھلے نشان لیکر آچکے تھے، لیکن انہوں نے زمین پر سرکشی کی اور بھاگ

سٰبِقِيْنَ ﴿٣٩﴾ ۚ فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ

نہ سکے ۴۳ سو ہم نے (ان میں سے) ہر ایک کو اُسکے گناہ کی پاداش میں پکڑ لیا، سو اُن میں سے

۴۰ شعیبؑ۔ مدین وغیرہ سب پر حاشیے اپنے اپنے مقام پر گزر چکے۔ ۴۱ یعنی ان کی آبادی کے نشان ان کے موجودہ کھنڈروں اور آثار قدیمہ سے ظاہر ہیں۔ عاد، ثمود دونوں پر مفصل حاشیے سورۃ الاعراف (پ ۸) میں گزر چکے ہیں۔ عرب تجارتی قافلے اپنے شام اور یمن کے سفروں میں اکثر ان مقامات سے گزرتے بھی رہتے تھے۔ ۴۲ ان شامت زدہ قوموں میں لوگ ایسے نہ تھے جو عام طور سے احمق، بیوقوف، وحشی، لاالعقل سمجھے جاتے۔ اچھے خاصے مہذب، شائستہ، متمدن لوگ تھے۔ دنیا کے اور سارے معاملات میں بڑے سوجھ بوجھ والے، بڑے بڑے تاجر، بڑے بڑے صناع، بڑے بڑے جہاز راں، بس ایک دین ہی کے معاملہ میں غفلت کے پردے پڑے ہوئے تھے ———— گویا ہوبہو نقشہ آج کی مہذب و متمدن قوموں کا! ۴۳ (اور اپنی کسی حکمت و تدبیر، کسی صنعت و تزویر، کسی زور و قوت، کسی دولت و حشمت سے اپنے کو بچا نہ سکے) فِرْعَوْن پر تو بار بار اور قَارُوْن و ھَامَان پر قریب میں حاشیے گزر چکے۔

قَالُوْٓا اِنَّا مُهْلِكُوْٓا اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ ۚ اِنَّ اَهْلَهَا

تو کہنے لگے ہم اس بستی والوں کو ہلاک کرنے والے ہیں بیشک اسکے باشندے

كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ۚ ﴿۳۱﴾ قَالَ اِنَّ فِيْهَا لُوْطًا ۭ قَالُوْا نَحْنُ

بڑے بدکار ہیں ۳۶ (ابراہیم نے) کہا (مگر) وہاں تو لوط (بھی) ہیں (فرشتے) بولے ہم کو خوب

اَعْلَمُ بِمَنْ فِيْهَا ڭ لَنُنَجِّيَنَّهٗ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۤ

معلوم ہے وہاں کون کون رہتا ہے ہم لوط اور انکے گھر والوں کو بچا دینگے بجز ان کی بیوی کے

كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۳۲﴾ وَلَمَّآ اَنْ جَاۗءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا

کہ وہ (عذاب میں) رہ جانیوالوں میں ہوگی ۳۷ اور پھر جب ہمارے (وہ) قاصد لوط کے پاس پہنچے

سِيْۗءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالُوْا لَا تَخَفْ

تو وہ ان (کے آنے) سے مغموم ہوگئے اور انکے سبب سے بہت کڑھے ۳۸ (اس پر ان فرستادوں نے کہا آپ

وَلَا تَحْزَنْ ۣ اِنَّا مُنَجُّوْكَ وَاَهْلَكَ اِلَّا امْرَاَتَكَ

اندیشہ نہ کریں اور مغموم نہ ہوں ہم بچا لینگے آپ کو اور آپ کے گھر والوں کو بجز آپ کی بیوی کے

كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۳۳﴾ اِنَّا مُنْزِلُوْنَ عَلٰٓي اَهْلِ

کہ وہ (عذاب میں) رہ جانیوالوں میں ہوگی ہم اس بستی کے باشندوں پر ایک عذاب آسمانی

هٰذِهِ الْقَرْيَةِ رِجْزًا مِّنَ السَّمَاۗءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۳۴﴾

ان کی بدکاریوں کی پاداش میں نازل کرنے والے ہیں

وَلَقَدْ تَّرَكْنَا مِنْهَآ اٰيَةًۢ بَيِّنَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۳۵﴾

اور ہم نے اس بستی کے کچھ نشان رہنے دیئے ہیں ان لوگوں کے لئے جو عقل رکھتے ہیں ۳۹

۳۶ مراد وہ بستیاں ہیں جن میں قوم لوط آباد تھی، یعنی شہر سدوم اور اسکے مضافات۔ ۳۷ حضرات انبیاء شفقتِ مجسم ہوتے ہیں اور حضرت ابراہیم تو شاید شفقت میں اور زیادہ بڑھے چڑھے ہوئے تھے۔ فرشتوں سے سفارش ایک لطیف انداز میں کی۔ حضرت لوط کی بیوی اور انکے انجام کا ذکر پہلے آچکا ہے۔ سورۃ الاعراف (پ۸) سورۃ ہود (پ۱۲)۔

لَنُنَجِّيَنَّهٗ۔ مرشد تھانوی نے آیت سے مستفاد فرمایا کہ کسی مجمع میں اہل اللہ کا ہونا اس پر نزولِ عقوبت سے مانع ہوجاتا ہے اور اس سے اہل اللہ کا جدا ہوجانا تو اس مانع کا ارتفاع ہے۔ اِلَّا امْرَاَتَهٗ یہ بھی فرمایا کہ مقربین کے ساتھ محض قرابت کا تعلق بدون ایمان کے نافع نہیں۔

۳۸ (اپنی نالائق قوم کی حرکتوں کا خیال کرکے کہ وہ ضرور انہیں چھیڑیں گے)

سِيْۗءَ ...... ذَرْعًا۔ مرشد تھانوی نے یہاں سے مستنبط فرمایا کہ طبعی غم اور حزن، کمال کے منافی نہیں جب کہ انکے مقتضائے غیر مشروع پر عمل نہ کیا جائے۔ یہ فرشتے حسین نوجوان لڑکوں کی شکل میں تھے۔ اور سدوم والے یوں بھی پردیسیوں کے دشمن تھے۔ انہیں طرح طرح ستایا کرتے تھے۔ ضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا۔ عربی محاورہ میں یہ ایسے موقع پر بولتے ہیں جب شدتِ ناگواری برداشت سے باہر ہوئی جا رہی ہو۔ اور انسان عاجز آیا جا رہا ہو۔ وقد جعلت العرب ضيق الذراع والذرع عبارة عن فقد الطاقة كناية اى عجز عنهم (راغب)

۳۹ سدوم والوں کی تہ و بالا شدہ آبادیوں کے کھنڈر اب تک نگاہِ عبرت کے لئے شرقِ یردن میں بحرِ مردہ (DEAD. SEA) کے مشرق میں موجود ہیں۔ اور بحرِ مردہ خود ایک عبرت گاہ ہے۔ ملاحظہ ہو تفسیر انگریزی۔

جَعَلْنَا فِیْ ذُرِّیَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَ الْكِتٰبَ وَ اٰتَیْنٰهُ اَجْرَهٗ
ہم نے ان کی نسل میں نبوت اور کتاب کو قائم رکھا ۳۰ اور ہم نے اُن کو اُن کا صلہ
فِی الدُّنْیَا ۚ وَ اِنَّهٗ فِی الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۲۷﴾ وَ
دنیا میں (بھی) دیا اور آخرت میں یقیناً وہ (بڑے) نیک کاروں میں ہونگے ۳۱ اور
لُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ ۫ مَا
لوط کو (بھی ہمنے پیمبر بناکر بھیجا) جبکہ انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ بیشک تم تو ایسی بے حیائی کا کام کرتے ہو جو
سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۲۸﴾ اَئِنَّكُمْ
تم سے پہلے دنیا جہان والوں میں کسی نے نہیں کیا ۳۲ ارے! تم تو
لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ وَ تَقْطَعُوْنَ السَّبِیْلَ ۙ۬ وَ تَاْتُوْنَ
مردوں سے فعل کرتے ہو اور تم رہزنی کرتے ہو اور تم
فِیْ نَادِیْكُمُ الْمُنْكَرَ ؕ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ
بھری مجلس میں ممنوعات کا ارتکاب کرتے ہو ۳۳ سو اُنکی قوم کا (آخری) جواب بس یہی تھا کہ
اَنْ قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتَ مِنَ
ہم پر عذاب لے آؤ اگر تم
الصّٰدِقِیْنَ ﴿۲۹﴾ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِیْ عَلَى الْقَوْمِ
سچے ہو (لوط نے) دعا کی کہ اے میرے پروردگار مجھے (ان) مفسد لوگوں پر
ع ۳ ۸ 15 الْمُفْسِدِیْنَ ﴿۳۰﴾ؑ وَ لَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَاۤ اِبْرٰهِیْمَ بِالْبُشْرٰی ۙ
غالب کر دے ۳۴ اور جب ہمارے قاصد ابراہیم کے پاس بشارت لے کر آئے ۳۵

۳۰ یہ کتنی بڑی نعمت ہے کہ آپ کے بعد بھی مسلکِ توحید و رسالت کی دعوت آپ ہی کی اولاد اور اولاد در اولاد کے ذریعہ سے ہوتی رہی۔ قرآن مجید میں یہ کہیں بصیغۂ حصر تو وارد نہیں ہوا ہے لیکن جا بجا جہاں بھی اس نعمت کا ذکر آیا ہے سب کے سیاق پر غور کرنے سے معلوم یہی ہوتا ہے کہ منصبِ نبوت اور عقیدۂ توحید دنیا میں نسل ابراہیمی ہی کے ساتھ مخصوص رہا ہے جس کی دو بڑی شاخیں اسرائیلی اور اسمٰعیلی ہیں۔ الکتٰب۔ کتاب سے مراد جنس کتاب ہے تقصد بہ جنس الکتاب (کشاف) ۳۱ دنیا میں مال، جاہ، عزت، خوش اقبالی نے آپ کا ساتھ دیا اور آخرت میں آپ مراتب قبول و قرب سے نوازے گئے۔ مرشد تھانوی رح نے فرمایا کہ دنیوی نعمتوں سے سرافرازی جیسا کہ بعض اہل اللہ کو ہوتی رہتی ہے آخرت میں ان کے مرتبہ کو گھٹا نہیں دیتی۔ ۳۲ حضرت لوط اور ان کی قوم سے متعلق حواشی سورۃ الاعراف پ۸ میں گزر چکے۔ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا سے معلوم ہوا کہ ایک زمانہ دنیا پر ایسا بھی گذرا ہے جب انسان بدکاری کی اس خاص صورت سے واقف بھی نہ تھا اور یہیں سے بعض فقہاء نے استدلال کیا ہے اس حرکت کے خلاف وضع فطرت ہونے پر وہ کہتے ہیں کہ امرِ خلقی و طبعی محتاجِ کسب و تعلیم نہیں ہوتا۔ اور جب انسان اس فعل سے ہزارہا سال تک واقف نہ ہوا تو یہ خواہش اسکی فطرت و طبیعت میں داخل نہیں ہو سکتی، اس گندی حرکت کے تاریخی پہلو پر بھی حاشیہ سورۃ الاعراف ہی کے ذیل میں آچکا ہے۔

۳۳ قوم لوط علاوہ اس مخصوص گندگی کے اور بھی طرح طرح کے جرائم میں مبتلا تھی، حاشیے سورۃ الاعراف میں گزر چکے۔ فقہاء نے کہا ہے۔ ناچ رنگ اور عام منکرات کی محفلیں اسی حکم کے تحت میں آجاتی ہیں —— اور جب یہ حال ان مجلسوں کا تھا تو آج تھیٹر اور سنیما اور میوزک ہال اور آپیرا ہاؤس اور پکچر گیلری وقس علیٰ ہٰذا کے جو احکام ہیں، وہ بالکل ظاہر ہیں۔ ۳۴ مرشد تھانوی رح نے فرمایا کہ آیت سے اعداءِ دین پر بددعا کرنے کا جواز ثابت ہے۔ نیز یہ کہ ایسی بددعا حلم و کرم وغیرہ کمالاتِ اخلاقی کے منافی نہیں۔ ۳۵ یہ قاصد انسانی شکل میں اللہ کے فرشتہ تھے۔ جو حضرت ابراہیم کے پاس انکے صاحبزادہ اسحٰق کی ولادت کی بشارت لیکر آئے تھے۔ ملاحظہ ہوں سورۃ الاعراف (پ۸) اور سورۃ ہود (پ۱۲) کے حاشیے رُسُلُنَا۔ رسول یہاں پیمبر کے اصطلاحی معنی میں نہیں۔ قاصد کے عام لغوی معنی میں ہے۔ البشریٰ۔ بشارت سے حضرت اسحاق کی ولادت کی بشارت مراد ہے۔

كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَلِقَآئِهٖٓ اُولٰٓئِكَ يَئِسُوْا مِنْ
اللہ کی نشانیوں اور سامنے جانے کے منکر ہیں وہی تو ہیں جو میری رحمت سے مایوس

رَّحْمَتِيْ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۳﴾ فَمَا كَانَ
ہونگے ۲۳ اور وہی تو ہیں جنہیں عذاب دردناک ہوگا سو اُن (ابراہیم) کی قوم کا

جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوا اقْتُلُوْهُ اَوْ حَرِّقُوْهُ فَاَنْجٰىهُ اللّٰهُ
(آخری) جواب بس یہی تھا کہ کہنے لگے انہیں قتل کر ڈالو یا انہیں جلا ڈالو ہو اللہ نے انکو (اس)

مِنَ النَّارِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَقَالَ
آگ سے بچا لیا ۲۴ بیشک اس (واقعہ) میں نشانیاں ہیں اُن لوگوں کیلئے جو ایمان رکھتے ہیں ۲۵ اور

اِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا ۙ مَّوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِي
(ابراہیم نے یہ بھی) کہا کہ تم نے تو بس اپنے باہمی تعلقاتِ دنیا کی بنا پر اللہ کو چھوڑ کر بت تجویز

الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَّ
کر رکھے ہیں پھر قیامت میں تم میں سے ایک دوسرے کا منکر ہو جائیگا اور

يَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ۡ وَّمَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ
ایک دوسرے پر لعنت کریگا اور تمہارا ٹھکانا دوزخ ہوگا اور تمہارا کوئی حمایتی

نّٰصِرِيْنَ ﴿۲۵﴾ ۙ فَاٰمَنَ لَهٗ لُوْطٌ ۘ وَقَالَ اِنِّيْ مُهَاجِرٌ اِلٰى رَبِّيْ ۭ
نہ ہوگا ۲۶ پھر لوط نے اُنکی تصدیق کی ۲۷ اور (ابراہیم) بولے کہ میں اپنے پروردگار کی طرف ترکِ وطن کر کے چلا جاؤنگا

اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲۶﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَ
بیشک وہی بڑا زبردست ہے، بڑا حکمت والا ہے ۲۸ اور ہم نے انہیں اسحٰق اور یعقوب کو عطا کیا ۲۹ اور

وقف لازم

۲۳ (قیامت کے دن) یعنی جب انکشافِ حقائق کا وقت ہوگا تو انہیں خود مشاہدہ ہوجائیگا کہ ہم تو محلِ رحمت ہی نہیں! یَئِسُوْا۔ صیغۂ ماضی ہے لیکن یہاں مضارع کے معنی کھلے ہوئے ہیں۔ اور جس مستقبل کا تحقق یقینی ہے اس کیلئے ماضی کا صیغہ لے آنے کا دستور عربی فنِ بلاغت میں عام ہے۔ رَحْمَتِیْ۔ عَذَابٌ اَلِیْمٌ۔ امام رازیؒ نے کہا ہے کہ عذاب کو یوں بھی مطلق چھوڑ دینا اور رحمت کا انتساب اپنی جانب صیغۂ واحد متکلم کے ساتھ کرنا، یہ خود غلبۂ رحمتِ الٰہی کے آثار میں سے ہے۔ ۲۴ ذکر وہی حضرت ابراہیمؑ اور انکی قوم کا چل رہا ہے۔ ان واقعات پر حاشیے سورۃ الانبیاء (پ۱۷) میں گزر چکے۔ ۲۵ (نشانیاں اللہ کے قادرِ مطلق ہونے کی پیمبرانِ برحق کے منصور ہونے کی اور کفر و شرک کے باطل ہونے کی) ۲۶ مشرک جاہلی قوموں میں عموماً ہر ہر قبیلہ کے بت جداگانہ رہتے تھے اور قوم وار اور قبیلہ وار دیوی دیوتاؤں کی پرستش کا راز یہ بتایا جاتا ہے کہ اس سے قوم یا قبیلہ میں نظم یا جتھا قائم رہے گا۔ قیامت کے دن جب منکشف ہوجائیگا کہ یہ سیاسی یا معاشری مصلحتیں کس درجہ بے حقیقت تھیں تو احمق پجاری ایکدوسرے کے خلاف خوب دل کھول کر بخار نکالیں گے۔ مرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ جو اتحاد و اتفاق سبب بن جائے فسادِ دین کا، اس کا ترک واجب ہے۔ ۲۷ لوطؑ حضرت ابراہیمؑ کے بھتیجے تھے اور آگے چل کر خود بھی نبوت سے مشرف ہوئے۔ مفصل حاشیے پچھلی سورتوں میں گزر چکے۔ ۲۸ وہ میری حفاظت پر بھی ہر طرح قادر ہے اور میری رہنمائی پر بھی۔ اِلٰی رَبِّیْ۔ یعنی اس مقام کی طرف جو میرے پروردگار کا بتایا ہوا ہے۔ ای الٰی حیث امرنی بالتوجہ الیہ کبیر امام رازیؒ نے خوب لکھا ہے کہ قرآنی فقرہ الٰی ربی تفسیری فقرہ الی حیث امرنی ربی سے کہیں زیادہ بلند و بلیغ ہے۔ یہ کہ اس میں توجہ تمامتر پروردگار ہی کی طرف ظاہر ہو رہی ہے نہ کہ کسی جہت و مقام کی طرف۔ الی ربی بعض صوفیہ نے کہا ہے کہ اسی طرح طریقت میں اپنے رب کی طرف فنا و محو ہوتا ہے اپنی خواہش و اختیار و ہستی کو ترک کرکے۔ ۲۹ (بطور بیٹے اور پوتے کے) ان سب پر حاشیے اپنے اپنے مقام پر گزر چکے۔

وَاعْبُدُوْهُ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ؕ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝۱۷ وَاِنْ تُكَذِّبُوْا
اور اُسی کی عبادت کرو اور اسی کا شکر ادا کرو ۱۷؎ اُسی کے پاس تم سب کو لوٹ کر جانا ہے ۱۸؎ اور اگر تم لوگ
فَقَدْ كَذَّبَ اُمَمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ؕ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا
(مجھے) جھٹلا رہے ہو، تو تم سے پہلے بھی اُمتیں (اپنے پیمبروں کو) جھٹلا چکی ہیں، اور پیمبر کے ذمہ تو صرف
الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝۱۸ اَوَلَمْ يَرَوْا كَيْفَ يُبْدِئُ اللّٰهُ الْخَلْقَ
صاف صاف پہنچا دینا ہوتا ہے ۱۹؎ کیا ان لوگوں نے اس پر نظر نہیں کی کہ اللہ کس طرح مخلوق کو اول بار
ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝۱۹ قُلْ سِيْرُوْا فِى
پیدا کرتا ہے پھر وہی اسے دوبارہ پیدا کریگا، یہ اللہ کے نزدیک بہت ہی آسان بات ہے، آپ کہئے تم لوگ
الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللّٰهُ يُنْشِئُ
زمین میں چلو پھرو، پھر اس پر نظر کرو اللہ نے کس طرح مخلوق کو اول بار پیدا کیا، پھر اللہ پچھلی بار بھی
النَّشْاَةَ الْاٰخِرَةَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ۝۲۰ يُعَذِّبُ
پیدا کریگا بیشک اللہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے ۲۰؎ عذاب دیگا
مَنْ يَّشَآءُ وَيَرْحَمُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَاِلَيْهِ تُقْلَبُوْنَ ۝۲۱ وَ
اُسے جسکی بابت اسکی مشیت ہوگی اور رحم کریگا اُس پر جسے وہ چاہیگا اور اُسی کے پاس تم سب لوٹ کر جاؤگے ۲۱؎ اور
مَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِى الْاَرْضِ وَلَا فِى السَّمَآءِ ۖ وَمَا
تم نہ زمین میں ہرا سکتے ہو اور نہ آسمان میں اور
لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِىٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۝۲۲ وَالَّذِيْنَ
اللہ کے سوا کوئی تمہارا نہ کارساز ہے نہ مددگار ۲۲؎ اور جو لوگ

ع ۲ ۹ ۱۴

۱۷؎ (کہ وہی ہر قسم کے نفع کا مالک ہے۔ تمہارے ہر نفع کا منبع بھی وہی ہے) فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ۔ اللہ سے تمہارا تعلق محض بحیثیت الٰہ المعاد کے نہیں، الٰہ معاش بھی وہی تو تمہارا ہے۔ سارے معاشی واسطے اور وسیلے اسی سے نکلتے ہیں۔ اسی پر جاکر ختم ہوتے ہیں۔ الرِّزْقَ۔ رزق کا صیغۂ معرفہ میں آنا اسکی کلیت و استغراق کے لئے ہے۔ یعنی سارے کا سارا رزق۔ ~~لا كل على ان تعريف الرزق للاستغراق~~ (روح) وَاعْبُدُوْهُ وَاشْكُرُوْا لَهٗ۔ ہر قسم کے حقوق اسی کے مقرر کئے ہوئے ادا کرتے رہو۔ ۱۸؎ جس طرح ہر نفع کا مالک وہی ہے، ہر ضرر کا بھی مالک وہی ہے۔ حساب کتاب اسی کو دینا ہوگا۔ آخری واسطہ اور سابقہ صرف اسی سے ٹھہرے گا۔ ۱۹؎ (جس کے بعد اس کے اوپر امت کے کسی قول و فعل کی ذمہ داری نہیں) ۲۰؎ (خلق اول پر بھی اور اعادۂ خلق پر بھی) اَوَلَمْ يَرَوْا۔ دعوتِ استدلال غور و فکر سے ہے ـــــ انسان اگر صرف اپنی ذات ہی میں، اپنے نیست سے ہست ہو جانے ہی پر غور کرے تو یہ حق تعالیٰ کی قوتِ ایجاد و ابداع پر اعتقاد پیدا کر دینے کے لئے کافی ہے۔

سِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ۔ دعوتِ استدلال مشاہداتِ مادی سے ہے ـــــ انسان اگر دوسری مخلوقات کے عجائبات پر نظر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی ہر قدرت کا کلمہ پڑھ اُٹھے۔ مرشد تھانوی رح نے فرمایا کہ سیروا فی الارض ان اہلِ طریق کا مستدل ہے جنہوں نے راہِ سیاحی اختیار کی ہے۔ یہ گھوم پھر کر احوالِ خلق سے عبرت حاصل کرتے ہیں اور اس میں انکی اور بھی مصلحتیں ہوتی ہیں۔ مثلاً یہ کہ مخلوق سے تعلقات میں کمی ہو اور زندگی گمنامی، کس مپرسی، بے نشانی میں بسر ہو اور معصیتوں کے اسباب ہی پر دسترس کم سے کم ہو جائے۔ ۲۱؎ اس ذرا سے فقرہ میں دو اہم حقیقتوں کا اثبات آگیا۔ ایک یہ کہ سب کا حشر حق تعالیٰ ہی کے حضور میں ہوگا نہ کہ کسی اور کے ـــــ مسیحیوں اور دوسرے اہلِ باطل کی تردید۔ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَرْحَمُ مَنْ يَّشَآءُ۔ یہ مشیت عذاب ہمیشہ اسی کے متعلق ہوگی جو مستحقِ عذاب ہوگا اور مشیت رحم اسی کے متعلق ہوگی جو رحمت کا اہل ہوگا۔ ۲۲؎ یعنی اسکی تعذیب سے بچنے کی کوئی صورت نہیں۔ نہ اپنی کسی تدبیر سے بچ سکتے ہو نہ کسی دوسرے کی حمایت و نصرت سے۔ فِى الْاَرْضِ یعنی تکوینی قوتیں ساری کی ساری اسی کی محکوم و تابع ہیں۔ وَلَا فِى السَّمَآءِ۔ نہ آسمان پر کوئی دیوی دیوتا تمہاری مدد کو موجود ہے۔ اسی سے ملتا جلتا ایک مضمون عہدِ عتیق میں ہے:۔
"تیری روح سے میں کدھر جاؤں اور تیری حضوری سے میں کہاں بھاگوں؟ اگر میں آسمان کے اوپر چڑھ جاؤں تو تو وہاں ہے اگر میں پاتال میں اپنا بستر بچھاؤں تو دیکھ تو وہاں بھی ہے۔ اگر صبح کے پنکھ لے کے میں سمندر نتہا میں جا رہوں تو وہاں بھی تیرا ہاتھ مجھے لے چلے گا۔" (زبور۔ ۱۳۹: ۷-۹)

وَلَيَحْمِلُنَّ أَثْقَالَهُمْ وَأَثْقَالًا مَّعَ أَثْقَالِهِمْ وَلَيُسْأَلُنَّ

اور یہ لوگ اپنے گناہ اپنے اوپر لادے ہونگے اور اپنے گناہوں کے ساتھ کچھ اور گناہ بھی ۱۴ھ اور ان سے

يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَمَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿١٣﴾ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا

قیامت کے دن باز پرس ہوکر رہیگی جیسی جیسی باتیں یہ گڑھتے رہتے تھے، اور بالیقین ہم نے نوح کو انکی قوم کی

ع ۱ ۱۳ ۱۳

إِلَىٰ قَوْمِهِ فَلَبِثَ فِيهِمْ أَلْفَ سَنَةٍ إِلَّا خَمْسِينَ

طرف (پیمبر بناکر) بھیجا تو وہ اُن کے درمیان پچاس سال کم ایک ہزار برس

عَامًا فَأَخَذَهُمُ الطُّوفَانُ وَهُمْ ظَالِمُونَ ﴿١٤﴾ فَأَنجَيْنَاهُ

رہے پھر اُن کو طوفان نے آدبایا اور وہ (بڑے) ظالم لوگ تھے پھر ہم نے اُن کو

وَأَصْحَابَ السَّفِينَةِ وَجَعَلْنَاهَا آيَةً لِّلْعَالَمِينَ ﴿١٥﴾ وَإِبْرَاهِيمَ

اور کشتی والوں کو بچا لیا، اور ہمنے اس (واقعہ) کو دنیا جہان والوں کیلئے ایک نشان بنادیا ۱۵ھ اور ابراہیم کو (بھی

إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاتَّقُوهُ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ

ہمنے پیمبر بناکر بھیجا) جبکہ انہوں نے اپنی قوم سے کہا اللہ کی پرستش کرو اور اُس سے ڈرو، یہ بہتر ہوگا تمہارے حق میں

إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿١٦﴾ إِنَّمَا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ أَوْثَانًا

اگر تم کچھ سمجھ رکھتے ہو تم تو اللہ کو چھوڑ کر محض بتوں کو پوج رہے ہو

وَتَخْلُقُونَ إِفْكًا ۚ إِنَّ الَّذِينَ تَعْبُدُونَ مِن دُونِ

اور جھوٹ تراشتے ہو جنہیں تم اللہ کو چھوڑ کر پوج رہے ہو

اللَّهِ لَا يَمْلِكُونَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوا عِندَ اللَّهِ الرِّزْقَ

وہ تمہیں رزق دینے کا کچھ بھی اختیار نہیں رکھتے ۱۶ھ سو تم لوگ رزق اللہ کے ہاں سے تلاش کرو

۱۴ھ یہ دوسرے گناہ وہ ہونگے جن کے یہ لوگ سبب و باعث بنے تھے گو اس سے سبکدوشی ان اصلی گنہگاروں کی بھی نہ ہو جائے گی۔ مِنْ خَطٰيٰهُمْ میں من بیانیہ ہے۔ ~~مِنْ شَيْءٍ میں من زائد تاکید استغراق یا تاکید نفی کیلئے ہے یعنی "کچھ بھی" یا "ذرا بھی"۔ من مزيدة لتاكيد الاستغراق (روح)۔~~

۱۵ھ حضرت نوح اور طوفان نوح وغیرہ پر حاشیے سورۃ الاعراف (پ۸) اور سورۂ ہود (پ۱۲) میں گزر چکے۔ لَبِثَ ...... عَامًا حضرت نوح کی عمر سے متعلق توریت میں ہے:۔ "اور طوفان کے بعد نوح ساڑھے تین سو برس جیتا رہا اور نوح کی ساری عمر ساڑھے نوسو برس کی تھی۔ تب وہ مرگیا" (پیدائش۔ ۹: ۲۹) حضرت آدم سے اس وقت تک حسب تصریح توریت کل دس پشتیں گزری تھیں اور اوسط عمر بھی اس وقت کا آج کے مقابلہ میں کہیں زیادہ تھا۔ اس لئے آپکی اتنی عمر چنداں مستبعد بھی نہیں۔ خود آپ کے والد کی عمر ۷۷۲ سال کی ہوئی تھی اور آپ کے دادا کی عمر تو آپ سے بھی کچھ زاید ۹۹۹ سال کی ہوئی تھی۔ نوسو سال سے اوپر عمروں کا ہونا تو اس وقت سے ذرا پہلے معمول عام ہی تھا۔ اس لئے ان کی اس قدر عمر غیر محال بلکہ مستبعد تو کیا ہوتی اس وقت کے معیار کے لحاظ سے کچھ ایسی طویل بھی نہیں کہی جاسکتی۔ ملاحظہ ہو تفسیر انگریزی۔ ~~وَجَعَلْنٰهَا۔ ھا کی ضمیر مؤنث عقوبت کی طرف سمجھی گئی ہے اور جائز ہے کہ سفینہ کی جانب لی جائے۔ اور سب سے بہتر ہے کہ نجات کی طرف سمجھی جائے۔ الهاء والالف في جعلناها للسفينة او للعقوبة او للنجاة (قرطبی)~~

۱۶ھ نہ وہ ہوائیں چلانے پر قادر، نہ وہ برساتی بخارات اٹھانے پر قادر، نہ وہ فضا میں بادل کے پھیلانے پر قادر، نہ وہ پانی کو بوندوں کی شکل میں اتارنے پر قادر، نہ وہ زمین کے آفتاب سے تپانے پر قادر، نہ وہ زمین میں قوت نمو پیدا کرنے پر قادر، زراعت، فلاحت، تجارت، صنعت و حرفت غرض معاش کی کسی ایک صنعت کے بھی اسباب مؤثر ان کے بس میں ذرا سے بھی نہیں۔ رِزْقًا کی تنوین و تنکیر رزق کی تقلیل و تحقیر کے لئے ہے یعنی کوئی ادنیٰ سا بھی رزق ان معبودان باطل کے بس میں نہیں۔ اِبْرٰهِيْمَ اور قوم ابراہیم پر حاشیے بار بار گزر چکے۔

بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ؕ اِلَیَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا

کوئی دلیل تیرے پاس نہیں تو تو اُن کا کہنا نہ ماننا تم سب کو میرے ہی پاس آنا ہے میں تمہیں جتلا دونگا

كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ⑧ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

کہ تم کیا کچھ کرتے رہتے تھے ۹ اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے

لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي الصّٰلِحِيْنَ ⑨ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ

انہیں ہم نیک بندوں میں داخل کرکے رہینگے اور بعضے آدمی ایسے ہیں جو زبان سے کہتے ہیں

اٰمَنَّا بِاللّٰهِ فَاِذَآ اُوْذِيَ فِي اللّٰهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ

کہ ہم اللہ پر ایمان لے آئے، پھر جب اللہ کی راہ میں تکلیف پہنچائی جاتی ہے تو لوگوں کی اذیت رسانی

اللّٰهِ ؕ وَلَئِنْ جَآءَ نَصْرٌ مِّنْ رَّبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ ؕ

کو مثل عذاب الٰہی کے سمجھنے لگتے ہیں ۱۰ اور اگر کوئی مدد آپکے پروردگار کی طرف سے آپہنچتی ہے ۱۱ تو کہنے لگتے ہیں ہم تو

اَوَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِمَا فِيْ صُدُوْرِ الْعٰلَمِيْنَ ⑩ وَلَيَعْلَمَنَّ

تمہارے ساتھ تھے ہی ۱۲ کیا اللہ کو دنیا جہان والوں کے دلوں کی باتیں خوب معلوم نہیں ۱۳ اور اللہ

اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ ⑪ وَقَالَ الَّذِيْنَ

ایمان والوں کو بھی معلوم کرکے رہیگا اور منافقوں کو بھی معلوم کرکے رہیگا اور کافر

كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبِعُوْا سَبِيْلَنَا وَلْنَحْمِلْ خَطٰيٰكُمْ ؕ

ایمان والوں سے کہتے ہیں ہماری راہ چلو اور تمہارے گناہ ہمارے ذمہ

وَمَا هُمْ بِحٰمِلِيْنَ مِنْ خَطٰيٰهُمْ مِّنْ شَيْءٍ ؕ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ⑫

حالانکہ یہ لوگ اُن کے گناہوں میں سے ذرا بھی نہیں لے سکتے یہ بالکل جھوٹے ہیں

۹ والدین کی اطاعت کا حکم تو قرآن میں عام ہے، بار بار آیا ہے۔ اس خاص آیت سے متعلق واقعۂ نزول صحیح مسلم و جامع ترمذی دونوں میں یہ منقول ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص جب ایمان لے آئے تو ان کی مشرک والدہ بہت ہی ناخوش ہوئیں اور قسم کھا کر کہا کہ میں کھانا پانی چھوڑتی ہوں اور چھوڑے رہونگی جب تک تو اسلام ترک نہ کرے گا —— یہ گویا تاریخ میں پہلی مثال بھوک ہڑتال (بلکہ بھوک اور پیاس ہڑتال) کی تھی۔ —— اس پر آیت نازل ہوئی اور ارشاد ہوا کہ ایسی باتوں میں والدین کی اطاعت نہیں۔ لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ۔ علم سے مراد دلیل، شہادت یا ثبوت ہے۔ ۱۰ (اور اس بشری گزند رسانی کے خوف سے نہ صرف زبان سے باطل کا کلمہ پڑھنے لگتے ہیں بلکہ دل تک کو اپنی عقائد باطلہ کے موافق بنا لیتے ہیں) فِي اللّٰهِ۔ فی سببیہ ہے۔ یعنی اللہ کی خاطر اللہ کے سبب سے۔ یا اللہ کی راہ میں۔ لاجلہ عز وجل علی ان فی للسببیۃ او المراد فی سبیل اللہ (بع) ۱۱ مثلاً جہاد ہوا۔ مسلمانوں کو فتح ہوئی اور یہ لوگ بھی مسلمانوں کے ہاتھ لگ گئے۔

۱۲ (دین و عقیدہ میں دل سے) یعنی جب مسلمانوں کے بس میں آجاتے ہیں تو کہنے لگتے ہیں کہ ہم تو مسلمان شروع ہی سے تھے۔ کافروں کے ساتھ تو محض مجبوریوں اور مصلحتوں سے ہو گئے تھے۔ ۱۳ اللہ تعالیٰ ان کے قول کو رد کرکے فرماتا ہے کہ عالم الغیوب والسرائر سے بھی یہ چالاکی! تم مسلمان تھے ہی کب؟ "ہر چند کہ اکراہ میں تلفظ بکلمۂ کفر کی اجازت ہے مگر ملامت اس پر ہے کہ دل سے کیوں کفر کیا تھا، جیسا صدر کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے۔" (تھانوی)

لَا يُفْتَنُوْنَ ﴿٢﴾ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ

اور وہ آزمائے نہ جائینگے ف١ اور ہم تو انہیں بھی آزما چکے ہیں جو اُن سے قبل گذرے ہیں سو اللہ اُن لوگوں

اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ ﴿٣﴾ اَمْ

کو جان کر رہیگا جو سچے تھے اور جھوٹوں کو بھی جان کر رہیگا ف٢ ہاں تو کیا

حَسِبَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّسْبِقُوْنَا ؕ سَآءَ مَا

جو لوگ بُرے بُرے کام کر رہے ہیں وہ یہ بھی خیال کر رہے ہیں کہ ہم سے نکل بھاگینگے کیسی بیہودہ اُنکی

يَحْكُمُوْنَ ﴿٤﴾ مَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ

یہ تجویز ہے! جو کوئی اللہ سے ملنے کی اُمید رکھتا ہو سو اللہ کا وہ معین وقت تو

لَاٰتٍ ؕ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿٥﴾ وَمَنْ جَاهَدَ فَاِنَّمَا يُجَاهِدُ

ضرور ہی آنیوالا ہے ف٣ اور وہ بڑا سننے والا ہے، بڑا جاننے والا ہے ف٤ اور جو کوئی محنت کرتا ہے وہ اپنے ہی لئے

لِنَفْسِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٦﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

محنت کرتا ہے ف٥ بیشک اللہ سارے عالم سے بے نیاز ہے ف٦ اور جو لوگ ایمان لائے

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ

اور انہوں نے نیک عمل بھی کئے ہم انکے گناہ اُن سے دُور کر کے رہینگے ف٧ اور ہم اُن کو انکے اعمال کا

اَحْسَنَ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٧﴾ وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ

زیادہ اچھا بدلہ دے کر رہیں گے ف٨ اور ہم نے حکم دیا ہے انسان کو

بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا ؕ وَاِنْ جَاهَدٰكَ لِتُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ

اپنے والدین کے ساتھ سلوک نیک کا لیکن اگر وہ تجھ پر زور ڈالیں کہ تو کسی چیز کو میرا شریک بنا جس کی

ف١ (طرح طرح کے مصائب سے) یعنی ایسے امتحانات ضرور پیش آئینگے۔ اشارہ ہے ان مومنین کی طرف جو کفار کی ایذا سے گھبرا گئے تھے۔ مرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ آیت اس امر پر دال ہے کہ مجاہدہ وصول الی المقصود کے شرائط عادیہ میں سے ہے۔ اگرچہ اضطراری ہی ہو۔ ف٢ یعنی جس طرح سابق امتوں کے مومنوں کی آزمائشیں ہو چکی ہیں، ان لوگوں کے ساتھ بھی یہ معلامات پیش آ کر رہیں گے، جو اپنے دعوے میں سچے ہوتے ہیں وہ امتحان سے اور پختہ ہو جاتے ہیں اور جن کے دعوے محض زبانی ہوتے ہیں وہ نکل بھاگتے ہیں۔ لیعلمن اللہ "اللہ جان کر رہے گا" یعنی علم ظاہری سے، خلقت کی نظر میں، ورنہ حقیقۃً تو اللہ کو علم شروع ہی سے ہے۔ ف٣ (سو ایسوں کو تو ان واقعات سے پریشانی کی مطلق کوئی وجہ نہیں۔ وقت موعود پر انکے سارے غم غلط ہو کر رہیں گے) اَمْ ...... يَحْكُمُوْنَ۔ مشرک جاہلی قوموں کا اپنے دیوی دیوتاؤں پر قیاس کر کے خود حق تعالیٰ کے متعلق بھی یہ سمجھے رہنا کہ اس کی گرفت سے نکل جانا بالکل ممکن ہوگا، ذرا بھی تعجب انگیز نہ تھا۔ ف٤ ہر طاعت قولی سے واقف۔ ہر طاعت فعلی پر مطلع۔ اسکی راہ میں آج جتنی بھی کلفتیں انہیں اٹھانا پڑ رہی ہیں سب کی جزائے خیر ایک ایک کر کے انہیں مل کر رہے گی۔ خدائے اسلام جاہلی قوموں کے دیوتاؤں کی طرح نہیں کہ اس کا علم ناقص ہو، اس کے حواس محدود ہوں وغیرہا۔ ف٥ (نہ یہ کہ اس سے اس کے معبود کو کوئی نفع پہنچے) لِنَفْسِهٖ یعنی اپنے ہی نفع و راحت کے لئے ـــــ اپنے نفع کا علم ہو جانے کے بعد قدرۃً ہر مشقت آسان ہو جاتی ہے۔ مشرک جاہلی قوموں کا فلسفہ یہ تھا کہ بندے جس طرح خدا کے محتاج ہیں، خدا بھی اسی طرح ان کا محتاج ہے اور جس طرح وہ انکی نگرانی کرتا رہتا ہے یہ بھی تو برابر اس کی خدمت میں لگے رہتے ہیں! ف٦ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ "بے نیاز" یہاں اردو کے "بے پروا" کے معنی میں نہیں، غیر محتاج کے معنی میں ہے۔ یعنی تم جو خدا کو بھی کسی معنی میں اپنا محتاج و دست نگر سمجھ رہے ہو یہ تمامتر جہل ہے، وہ تو مخلوق میں سے کسی کا، کسی معنی میں بھی دست نگر نہیں۔ مرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ آیت میں مجاہدہ کے بعد عُجب اور دعوائے استحقاق پیدا ہونے کی جڑ کاٹ دی گئی ہے۔

ف٧ چنانچہ مومنین صالحین کے بعض گناہ محض توبہ سے کہ وہ بھی ایک فرد ہے عمل صالح کی معاف ہو جائیں گے اور بعض دوسرے حسنات سے اور بعض محض فضلِ خداوندی سے۔ ف٨ یعنی ان کے اعمال حسنہ کی جزا ان کے اصل استحقاق سے کہیں بڑھ کر۔

هُوَ فِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿٨٥﴾ وَمَا كُنْتَ تَرْجُوْٓا اَنْ يُّلْقٰٓى
صریح گمراہی میں مبتلا ہے ۱۱۳ اور آپ کچھ (اس کا) آسرا لگائے ہوئے نہ تھے کہ
اِلَيْكَ الْكِتٰبُ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ ظَهِيْرًا
آپ پر (یہ) کتاب نازل کی جائیگی، مگر آپکے پروردگار کی رحمت سے (نازل ہوئی)، سو آپ (ان) کافروں کی ذرا
لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿٨٦﴾ وَلَا يَصُدُّنَّكَ عَنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ بَعْدَ اِذْ اُنْزِلَتْ اِلَيْكَ
بھی تائید نہ کیجیگا ۱۱۴ اور جب اللہ کے احکام آپ پر نازل ہوں تو ایسا نہ ہونے پائے کہ یہ اُن سے
وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿٨٧﴾ وَلَا تَدْعُ
آپ کو روک دیں اور آپ اپنے پروردگار کی طرف (لوگوں کو) بُلاتے رہیئے اور (ان) مشرکوں میں شامل نہ ہوجایئے ۱۱۵
مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۘ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۣ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا
اور اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو نہ پکاریئے، کوئی معبود نہیں اسکے سوا ہر شے فنا ہونیوالی ہے بجز اُس کی
وَجْهَهٗ ۭ لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿٨٨﴾
ذات کے ۱۱۶ حکومت اُسی (ایک) کی ہے اور اسی کی طرف تم (سب) لوٹائے جاؤ گے

سُوْرَةُ الْعَنْكَبُوْتِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ تِسْعٌ وَّسِتُّوْنَ اٰيَةً وَّسَبْعُ رُكُوْعَاتٍ
سورۂ عنکبوت مکّی ہے اور اسکی اُنہتر آیتیں اور سات رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
شروع اللہ کے نام سے نہایت مہربان بار بار رحم کرنے والے کے

الٓمّٓ ﴿١﴾ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ
الف۔ لام۔ میم۔ کیا لوگوں نے یہ خیال کیا ہے کہ محض یہ کہنے سے کہ ہم ایمان لے آئے چھوٹ جائینگے

۱۱۳ مطلب یہ ہے کہ میرے حق ہونے اور تمہارے باطل ہونے پر تو دلائل قطعی موجود ہیں۔ ادنیٰ سے غور میں سمجھ میں آسکتے ہیں۔ جب ان سے کام ہی نہیں لیتے ہو تو خیر، لیکن جواب یہ ہے کہ اللہ ہی بتلادے گا۔ ۱۱۴ (جیسا کہ اب تک بھی ان سے الگ تھلگ ہی رہے ہیں۔) آیت میں تردید ان لوگوں کی ہے جو کہتے تھے کہ اپنی محنت و کوشش کے بعد آپ نے دعویٰ مرتبۂ نبوت کا کردیا ہے۔

۱۱۵ (بلکہ جیسا اب تک شرک سے معصوم رہے ہیں، آیندہ بھی رہیئے) "ان آیتوں میں کفار و مشرکین کو ان کی درخواستوں سے ناامید کرنا ہے اور روئے سخن انہیں کی طرف ہے کہ تم جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دین میں موافق ہونے کی درخواست کرتے ہو اس میں کامیابی کا کبھی احتمال نہیں، مگر عادت ہے کہ جس شخص پر زیادہ غصہ ہوتا ہے اس سے بات نہیں کیا کرتے۔ اپنے محبوب سے باتیں کر کے اسی شخص کو سنایا کرتے ہیں" (تھانوی) مفسرین نے کہا کہ لفظاً یہاں خطاب آپؐ سے ہے لیکن مراد آپ کی امت والے ہیں۔ الخطاب في الظاهر للنبي صلعم والمراد به اهل دينه (معالم عن ابن عباس) الخطاب معه ولكن المراد غيره (كبير) وهذه المناهي كلها ظاهرها للرسول وهي في الحقيقة لاتباعه (بحر) ۱۱۶ اس میں رد آگیا ان ساری مشرک قوموں کا جنہوں نے صانع مطلق کے ساتھ ساتھ روح یا مادہ یا کسی اور چیز کو بھی ازلی و ابدی تسلیم کیا ہے۔ وحدۃ الوجود کے ماننے والوں نے اس آیت سے اپنے عقیدہ پر بھی استدلال کیا ہے۔ انکی تقریر یہ ہے کہ آیت میں هالك بصیغۂ اسم فاعل ہے، نہ کہ يهلك بصیغہ مضارع و بمعنی مستقبل، گویا مراد یہ نہیں کہ عملی فنا آیندہ کسی زمانہ میں طاری ہوگا۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ عملی فنا ہر موجود پر مستقلاً طاری ہوتا ہی رہتا ہے۔ اور اس کا تحقق اسی صورت میں ممکن ہے جب هالک کو کالہالک اور معدوم کو کالمعدم کے معنی میں لیا جائے اور مراد یہ سمجھی جائے کہ موجودات کا وجود ذاتی نہ ہونے کے سبب سے ہر وقت قابلِ عدم ہے اور وجود مثل لاوجود کے ہے۔ ۱۱۷ وجهه سے مراد ذات باری ہے۔ الا ذاته (بیضاوی) الوجه هو الوجود و الحقيقة (كبير) والمراد كل شيء هالك الا هو (كبير) الا اياه (ابن كثير) الا اياه قاله الزجاج (بحر) فالوجه يعبر به عن الذات (ملك)

١٢ ع ٦ وقف لازم

مِنَ الْمُنْتَصِرِيْنَ ﴿٨١﴾ وَاَصْبَحَ الَّذِيْنَ تَمَنَّوْا مَكَانَهٗ بِالْاَمْسِ
اپنے کو بچا سکا ف١٠٨ اور کل جو لوگ اُس جیسے ہونے کی تمنا کر رہے تھے وہ
يَقُوْلُوْنَ وَيْكَاَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ
(اب) کہنے لگے بس تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ اللہ اپنے بندوں میں سے جس کو اُس کی مشیت ہوتی ہے خوب
عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ ۚ لَوْلَآ اَنْ مَّنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا لَخَسَفَ بِنَا ؕ
روزی دیدیتا ہے اور (جسکو چاہتا ہے) تنگی سے دیتا ہے، اگر ہم پر اللہ نے (اپنا) کرم نہ کیا ہوتا تو ہم کو بھی دھنسا دیتا
وَيْكَاَنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿٨٢﴾ تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا
بس تو معلوم ہوا کہ کافروں کو فلاح نہیں ہوتی ف١٠٩ یہ عالم آخرت تو ہم انہیں لوگوں کے لئے خاص
لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِى الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا ؕ وَالْعَاقِبَةُ
کر دیتے ہیں جو زمین پر نہ بڑا بننا چاہتے ہیں نہ فساد کرنا اور انجام (نیک)
لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿٨٣﴾ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ
تو متقیوں ہی کا حصہ ہے ف١١٠ جو کوئی نیکی لے کر آئیگا اُس کو اُس سے بہتر (بدلہ) ملے گا اور جو کوئی
جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى الَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ اِلَّا مَا
بدی لے کر آئیگا سو ایسے لوگوں کو جو بدی کے کام کرتے ہیں بدلہ بس اتنا ہی
كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٨٤﴾ اِنَّ الَّذِىْ فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّكَ
ملیگا جتنا وہ کرتے تھے ف١١١ جس (خدا) نے آپ پر قرآن کو فرض کیا ہے، وہ آپ کو آپ کے وطن میں
اِلٰى مَعَادٍ ؕ قُلْ رَّبِّىْ اَعْلَمُ مَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى وَمَنْ
پھر پہنچا کر رہیگا ف١١٢ آپ کہدیجئے، میرا پروردگار خوب جانتا ہے کہ کون سچا دین لیکر آیا ہے اور کون

ع ٨ / ١١

ف١٠٨ یعنی نہ اسکی اپنی ہی ہنرمندی اور کاردانی کام آئی جس پر اسے ناز رہتا تھا۔ اور نہ ہمدردوں کا وہ جتھا ہی کام آسکا جو اس نے پیدا کر لیا تھا اور جس پر اسے بڑا گھمنڈ تھا۔ زمین میں دھنسنے کا ماجرا توریت میں ان الفاظ میں ہے:۔ "تب خداوند کا جلال اس سارے گروہ کے سامنے ظاہر ہوا اور خداوند نے موسٰی اور ہارون کو خطاب کر کے فرمایا تم آپ کو اس گروہ میں سے جدا کرو تاکہ میں انہیں ایک پل میں ہلاک کروں ...... تب خداوند نے موسٰی کو خطاب کر کے فرمایا کہ تو جماعت کو کہہ تم قرح اور داتن اور ابرام کے خیمہ کے گرداگرد سے دور ہو ..... تب موسٰی نے کہا تم اس سے جانیو کہ خداوند نے مجھے بھیجا ہے کہ یہ سب کام کروں اور کہ میں نے کچھ اپنی خواہش سے نہیں کیا۔ اگر یہ آدمی اسی موت سے مریں جس موت سے سب مرتے ہیں یا ان پر کوئی حادثہ ایسا نہ ہووے جو سب پر ہوتا ہے تو میں خداوند کا بھیجا ہوا نہیں۔ پر اگر خداوند کوئی نئی بات پیدا کرے اور زمین اپنا منہ پھیلائے اور ان کو اس سب سمیت جو ان کا ہے نگل جائے اور وہ جیتے جی گور میں جائیں تو تم جانیو کہ ان لوگوں نے خدا کی اہانت کی ہے اور یوں ہوا کہ جوں ہی موسٰی یہ سب باتیں کہہ چکا تو زمین جو انکے نیچے تھی فورًا پھٹی اور زمین نے اپنا منہ کھولا۔ اور انہیں اور ان کے گھروں اور ان سب آدمیوں کو جو قرح کے تھے اور ان سب کے مال کو نگل گئی سو وہ اور سب جو ان کے تھے جیتے جی گور میں گئے۔ اور زمین نے انہیں چھپا لیا۔ اور جماعت کے درمیان سے فنا ہو گئے (گنتی ١٦: ٢٠-٣٣) مکانوں اور عمارتوں بلکہ پوری پوری آبادیوں کا زلزلہ وغیرہ کے اثر سے زمین میں دھنس جانا دنیا کی تاریخ میں نامعلوم نہیں اور پھر خدا اور بندوں کے ایسے مجرم کے لئے اس سزا سے دوچار ہونا تو کچھ ایسا غیر قدرتی بھی نہیں۔ ف١٠٩ اب سب کے سب گھبرا اٹھے اور جو ابھی کل تک رشک کر رہے تھے یہ منظر دیکھ کر بولے کہ بیشک یہ ہماری حماقت تھی جو ہم دولت کی کمی بیشی کو بدنصیبی و خوش نصیبی سے تعبیر کر رہے تھے۔ یہ تقسیم تو سرتاسر حکمتِ تکوینی کے ماتحت ہے۔ حرصِ دنیا تو ہم پر بھی مسلط ہو چکی تھی۔ یہ کہو اللہ نے ہمیں بچا دیا ورنہ آج یہی حشر ہمارا بھی ہونا تھا۔ توریت میں ہے:۔ "اور سارے بنی اسرائیل جو انکے آس پاس تھے انکا چلانا سن کر بھاگے کہ انہوں نے کہا، نہ ہو کہ زمین ہم کو بھی نگل جائے پھر خداوند کے حضور سے ایک آگ نکلی اور ان اڑھائی سو کو جنہوں نے بخور گزرانا تھا، کھا گئی۔" (گنتی ١٦: ٣٤ و ٣٥) وَيْكَاَنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ آخری اور اختتامی فلاح بیشک کافر کے نصیب میں نہیں۔ ف١١٠ عُلُوًّا۔ عُلُوّ سے مراد معصیتِ نفسانی لی گئی ہے۔ اور فساد سے گناہِ متعدی اور دوسرے معانی بھی منقول ہیں۔ علوا ای بغیا (ابن جریر) وظلما (الضحاک) وتکبرا ولا فسادا ای عملا بالمعاصی (مدارک) "یہ علو اور فساد اگر حد کفر تک ہے تو مطلقًا مانع حصولِ ثوابِ آخرت سے اور اگر حد کفر تک نہیں تو مانع حصولِ کمالِ ثوابِ آخرت ہے اور یریدون کے لانے میں اشارہ ہے کہ عزمِ معصیت بھی معصیت ہے گو معصیت پر دسترس نہ ہو" (تھانویؒ) آیت قرآن کی ان آیات میں سے ہے جن میں چند مختصر الفاظ کے اندر گہرے اصول اور پورے پورے قانون بیان کر دیئے گئے ہیں اور اس قابل ہے کہ ہر پڑھا لکھا شخص اپنے اپنے کمرہ میں اس کا کتبہ لگا کر ٹانگ دے کہ ہر وقت پیش نظر رہے۔ خلیفہ عمر بن عبدالعزیز اموی جنہیں پانچواں خلیفۂ راشد سمجھا گیا ہے۔ انکی بابت تاریخوں میں درج ہے کہ نزع کے وقت یہی آیت زبان پر تھی۔ مرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ آخرت سے جس طرح عمل بالمعاصی مانع ہے اور فساد سے یہی مراد ہے اسی طرح کبیر بھی اس سے مانع ہے اور علو سے یہی مراد ہے۔ اسی لئے اہلِ طریق ترکِ معاصی ہی کا سا اہتمام ازالۂ تکبر کا بھی کرتے ہیں۔ العَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ جس طرح کافر کی قسمت میں فلاحِ حقیقی سے محرومی ہے اسی طرح حسنِ عاقبت متقین کے نصیب کے ساتھ مخصوص ہے۔ ف١١١ یعنی عالم آخرت کا قانون یہ ہے کہ بدی کا معاوضہ تو صرف اسی قدر ملے گا جتنا اس عملِ بد کا مقتضا ہے اور نیکی کا معاوضہ اسکے اصل مقتضا سے کہیں زیادہ ملا کرے گا جس کا اقل درجہ حدیث نبوی کے مطابق دس گنا ہے —— قرآن کا خدا بندوں کے ساتھ حسن سلوک کرنے والا کریم رحیم، تواب و غفار ہے مشین کی طرح بیجان، بے ارادہ خدا نہیں۔ ف١١٢ (اور اس وقت آپ آزاد اور غالب اور صاحب حکومت ہونگے) یہ آپؐ کی تسلی میں اس وقت ارشاد ہوا جب ہجرت کے بعد مفارقتِ وطن سے آپ کو طبعی صدمہ ہو رہا تھا۔ فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ۔ یعنی قرآن کو بطور حکم کے آپ پر اتارا ہے۔ اس پر عمل آپ پر واجب کیا ہے۔ اوجب علیک العمل به (راغب)

عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِىْ ؕ اَوَلَمْ يَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَهْلَكَ

سے ملا ہے ۱۰۲ کیا اُسے یہ خبر نہ تھی کہ اللہ اُس کے قبل کی اُمتوں میں

مِنْ قَبْلِهٖ مِنَ الْقُرُوْنِ مَنْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَّاَكْثَرُ

ایسوں کو ہلاک کر چکا ہے جو قوت میں بھی اُس سے بڑھے ہوئے تھے اور مجمع بھی (انکا)

جَمْعًا ؕ وَلَا يُسْئَلُ عَنْ ذُنُوْبِهِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ۞۷۸ فَخَرَجَ

زیادہ تھا ۱۰۳ اور مجرموں سے اُن کے گناہوں کی بابت سوال نہیں کرنا پڑتا ۱۰۴ پھر وہ

عَلٰى قَوْمِهٖ فِىْ زِيْنَتِهٖ ؕ قَالَ الَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ الْحَيٰوةَ

اپنے قوم والوں کے سامنے اپنے (تجمل و) آرائش کے ساتھ نکلا، جو لوگ دنیوی زندگی کے طالب تھے ۱۰۵

الدُّنْيَا يٰلَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَاۤ اُوْتِىَ قَارُوْنُ ۙ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ

بولے کاش ہم کو بھی ویسا ہی (ساز و سامان) ملا ہوتا جیسا قارون کو ملا ہے، بیشک وہ بڑا خوش نصیب

عَظِيْمٍ ۞۷۹ وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ

ہے ۱۰۶ اور جن لوگوں کو (دین کی) فہم عطا ہوئی تھی وہ بولے تمہارے اُوپر نیکی پڑے

اللّٰهِ خَيْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۚ وَلَا يُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا

اللہ (کے ہاں) کا ثواب کہیں بہتر ہے جو ایسے شخص کو ملتا ہے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرے، اور وہ تو صرف صبر

الصّٰبِرُوْنَ ۞۸۰ فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ ۫ فَمَا كَانَ

کرنیوالوں ہی کو ملتا ہے ۱۰۷ پھر ہم نے اُس (قارون) کو مع اُسکے مکان کے زمین میں دھنسا دیا، سو کوئی جماعت

لَهٗ مِنْ فِئَةٍ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۗ وَمَا كَانَ

اُس کے لئے ایسی نہ ہوئی جو اُسے اللہ کے مقابلہ میں بچا لیتی اور نہ وہ خود ہی

۱۰۲ (اس میں کسی کے احسان کی کیا بات اور اس میں کسی کا استحقاق کیسا!) "روشن خیال" قارون نے جواب دیا کہ یہ کیا دقیانوسیوں کی سی باتیں ہیں۔ میں مالیات و معاشیات کا ماہر ہوں۔ مجھے جو کچھ بھی ملا ہے، یہ میں نے اپنی قوتِ بازو سے، اپنے علم و ہنر کے زور سے کمایا ہے۔ نہ میرے اوپر کوئی احسانِ غیبی، نہ میری کمائی میں دوسروں کا حق۔ ~~علی علم قیل هو التجارة والدهقنة والمکاسب (بیضاوی)~~ عارفین نے کہا ہے کہ علم و فضل، فن و ہنر کو اپنی جانب منسوب کرنا، اپنا ذاتی کمال سمجھنا اور اسے اللہ کا عطیہ نہ جاننا بھی اصل جڑ ہے مغضوبیت و مخذولیت کی۔ مرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ اسی طرح طریقت میں بھی ثمرات کو بجائے فضل و انعام خداوندی کے اپنی سعی و مجاہدہ کی جانب منسوب کرنا مذموم ہے۔ ۱۰۳ قارون کی حماقت و کج فہمی کا بیان ہو رہا ہے۔ اس کے اتنی عقل نہ آئی کہ اگر دولتمندی، ہنرمندی اور فن دانی ہی کا نتیجہ ہوتی تو پرانے بڑے بڑے سرمایہ دار اور ساہوکار اپنے کو تباہ ہی کیوں ہونے دیتے۔ اپنے کو ہمیشہ بربادی سے بچائے ہی کیوں نہ رکھتے؟ ۱۰۴ یعنی ان جرائم کی تحقیقات سے متعلق کہ وہ تو خدا کو معلوم ہی رہتے ہیں۔ کسی پوچھ پاچھ کی ضرورت نہیں۔ ہاں اس کی رسوائی و تفضیح کیلئے اور اس پر مزید حجت قائم کرنے کی غرض سے سوالات کئے جائیں تو اور بات ہے۔ ۱۰۵ یعنی ان کے اوپر محبت اسی دنیا اور اسکی مادی زیب و زینت کی غالب تھی۔ يُرِيْدُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا۔ یعنی اسی زندگی کے زیب و زینت کو اپنا مقصدِ وجود بنائے ہوئے اور اپنا اصلی مطمحِ نظر قرار دیئے ہوئے تھے۔ ۱۰۶ دوسروں کے ظاہری ساز و سامان یا ٹیپ ٹاپ پر پھسل پڑنا فطرتِ بشری میں ہمیشہ سے داخل رہا ہے۔ یہاں اہلِ ایمان بنی اسرائیل کی زبان پر اس کلمۂ رشک کا آنا۔ اسی فطرتِ بشری کا ظہور تھا۔ يٰلَيْتَ...... قَارُوْنُ یہ تمنا حرص کی بنا پر تھی۔ اس سے کافر ہونا لازم نہیں آتا۔ جیسا اب بھی بعضے آدمی باوجود مسلمان ہونے کے شب و روز دوسری قوموں کی ترقیاں دیکھ کر للچاتے ہیں اور اسکی فکر میں لگے رہتے ہیں"۔ (تھانویؒ) توریت میں آتا ہے کہ اسرائیلیوں کی ایک چھوٹی سی جماعت قارون کے ساتھ ہو گئی تھی۔ اور روایات یہود میں مریدین کی ایک بڑی جماعت کا ذکر ہے۔ ~~مرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ وقال الذین اوتوا العلم کے مقابلہ میں یہ وقال الذین یریدون الحیوة الدنیا اس پر دال ہے کہ علم معتبر وہ ہے جس سے دنیا مقصود نہ ہو۔~~ ۱۰۷ اسرائیلیوں میں جو صاحبِ فہم و تقویٰ تھے انہوں نے اپنی قوم والوں کو سمجھایا کہ اس دنیوی ٹیپ ٹاپ میں کیا رکھا ہے، اصل شے تو خدا کے ہاں کا اجر ہے اور وہ مشروط ہے ایمان و طاعت کے ساتھ اور اجر میں بھی درجۂ کامل کا مستحق وہی ہوتا ہے جو اپنے نفس کو دنیوی حرص و طمع سے روکے رہے۔ وَيْلَكُمْ سے مقصود یہاں بددعا نہیں۔ عربی محاورہ میں ترحم یا تنبیہ کے موقع پر بھی آتا ہے اور وہی یہاں مراد ہے۔ مرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ ولا یلقّٰھا الا الصابرون دال ہے مطلوبیتِ مجاہدہ پر۔

تَزْعُمُوْنَ ﴿۷۴﴾ وَنَزَعْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا فَقُلْنَا

قرار دیتے تھے؟ اور ہم ہر ہر اُمّت سے ایک ایک گواہ نکال کر لائینگے ۹۳ پھر ہم کہیں گے

هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ فَعَلِمُوْٓا اَنَّ الْحَقَّ لِلّٰهِ وَضَلَّ عَنْهُمْ

کہ کوئی دلیل اپنی پیش کرو سو (اُس وقت) وہ (بالیقین) جان لینگے کہ سچی بات اللہ کی تھی ۹۴ اور

مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۷۵﴾ اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى

جو کچھ گڑھا کرتے تھے وہ سب اُن سے کنارہ کر جائیگا ۹۵ قارون موسیٰ کی قوم میں سے تھا ۹۶

ع ۱۵/۷ ۱۰

فَبَغٰى عَلَيْهِمْ ص وَاٰتَيْنٰهُ مِنَ الْكُنُوْزِ مَآ اِنَّ مَفَاتِحَهٗ

سو اس نے اُن کے مقابلہ میں گھمنڈ اختیار کیا ۹۷ اور ہم نے اُسے کتنے خزانے دے رکھے تھے کہ

لَتَنُوْٓاُ بِالْعُصْبَةِ اُولِى الْقُوَّةِ ق اِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ لَا تَفْرَحْ

اُسکی کنجیاں زور آوروں کی ایک جماعت کو گرانبار کردیتی تھیں ۹۸ جبکہ اُس کی قوم نے اُس سے کہا کہ اترا مت

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ ﴿۷۶﴾ وَابْتَغِ فِيْمَآ اٰتٰىكَ اللّٰهُ

بیشک اللہ اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا ۹۹ اور جو کچھ تجھے اللہ نے دے رکھا ہے اُس میں

الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَاَحْسِنْ

عالمِ آخرت کی بھی جستجو کر اور دنیا سے (بھی) اپنا حصّہ فراموش مت کر ۱۰۰ اور جس طرح

كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِى الْاَرْضِ ط

اللہ نے تیرے ساتھ حسنِ سلوک کیا ہے تو بھی (بندوں کے ساتھ) حسنِ سلوک سے پیش آ اور روئے زمین پر فساد مت پھیلا

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۷۷﴾ قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ

بیشک اللہ فساد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا ۱۰۱ اُس نے کہا مجھ کو تو یہ سب میری ہنرمندی

۹۳ مراد انبیاء علیہم السلام ہیں جو اپنی اپنی امت کے کفر پر گواہی دیں گے۔ حجت تو کافروں پر خود انہیں کے قول سے پوری ہو جائیگی۔ اہتمامِ مزید کے طور پر بیرونی شہادتیں بھی مہیا کر دی جائیں گی۔ ۹۴ (جو انبیاء کے ذریعہ سے ان تک پہنچ چکی تھی مگر پھر بھی اپنی حماقت سے اسے جھٹلاتے رہے تھے) کافروں سے کہا جائے گا کہ کوئی عذر، کوئی جواب رکھتے ہو تو اب پیش کرو نا۔ انکشاف کامل ہو چکے گا، سب خاموش و لاجواب رہ جائیں گے۔

۹۵ جتنے سہارے انہوں نے گڑھ رکھے تھے کوئی ان میں سے ذرا بھی کام نہ آئے گا

۹۶ یعنی اسرائیلی تھا، قبطی نہ تھا۔ اور صرف اسرائیلی ہی نہیں بلکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ہم جد اور عزیز قریب بھی تھا۔ توریت میں نام قرح کر کے آیا ہے اور نسب نامہ یوں درج ہے۔ قرح بن اظہار بن قہات بن لادی بن اسرائیل۔ ہمارے ہاں کے نسب ناموں میں املاء یوں آیا ہے۔ قارون بن یصہر بن ناہث بن لادی بن یعقوب۔ ناہث پر جا کر موسیٰ بن عمران کا بھی نسب نامہ مل جاتا ہے۔ اور ناہث بن لادی جس طرح حضرت موسیٰ کے جدِ امجد تھے اسی طرح قارون کے بھی تھے۔ اس رشتہ سے قارون آپ کے سگے چچا کا لڑکا ٹھہرتا ہے۔ ۹۷ (اپنی دولت و تمول کی بناء پر) یعنی اس نے جماعتِ اسرائیل کے مقابلہ میں شیوۂ تمرد و طغیان اختیار کیا اپنی دولت پر نازاں ہو کر۔ ~~بکثرۃ مالہ (ابن جریر عن قتادۃ)~~ بغی علیہ کے ایک معنی حسد کرنے کے بھی آتے ہیں۔ چنانچہ یہاں یہ معنی بھی لئے گئے ہیں۔ توریت میں ہے کہ اسکو اصلی حسد و عناد حضرت ہارون و حضرت موسیٰ سے تھا۔ اور اسرائیلیوں کی ایک چھوٹی سی ٹکڑی، کوئی ۲۵۰ افراد کی اسکے ساتھ بھی تھی، اور وہ اور بنی اسرائیل میں سے بعض لوگ یعنی اڑھائی سو شخص جو سرگروہ اور نامی اور جماعت کے مشہور تھے، موسیٰ کے مقابلہ میں اٹھے اور وہ موسیٰ اور ہارون کی مخالفت پر جمع ہوئے (گنتی۔ ۱۶: ۲ و ۳) ۹۸ یعنی وہ اتنا بڑا سرمایہ دار اور مہاجن تھا کہ ایک مستقل عملہ اسکے ہاں کنجی برداروں ہی کا تھا۔ مختلف تہ خانوں، چور دروازوں، کمروں، الماریوں، ان کے مختلف خانوں، تجوریوں، صندوقچیوں کی کنجیوں کی تعداد اگر پچاسوں بلکہ سینکڑوں کی تعداد میں ہو تو اس میں استبعاد ذرا سا بھی نہیں آج بھی ہر کروڑپتی سیٹھ ساہوکار کے ہاں منشیوں، خزانچیوں، سیاہ نویسوں، محاسبوں اور انکے نائبوں، مددگاروں، چپراسیوں، پہرہ داروں کا کتنا بڑا عملہ کام کرتا رہتا ہے۔ کنجیاں ظاہر ہے کہ مختلف اہل کار مزدوروں کی طرح سر پر رکھ کر تو چلتے نہ ہونگے، جیبوں ہی میں رکھتے یا کمر میں باندھتے ہونگے۔ پھر اگر سو دو سو کنجیاں دس بیس آدمیوں کے عملہ پر تقسیم ہوں تو اس میں استبعاد کا شائبہ ہی کیا ہے؟ روایاتِ یہود میں آتا ہے کہ یہ کنجیاں تین سو خچروں پر لد کر چلتی تھیں۔ ملاحظہ ہو تفسیر انگریزی۔ مفاتح کے اصلی معنی تو کنجی ہی کے ہیں۔ ~~جمع مفتح وھو ما یفتح به (بیضاوی) وھو الذی یفتح به الابواب (ابن جریر)~~ لیکن بعض نے اس سے مراد خزانہ بھی لی ہے۔ ~~وقال بعضھم عنی بالمفاتح فی ھذا الموضع الخزائن لتثقل العصبة (ابن جریر) قیل بل عنی بالمفاتح الخزائن نفسھا (راغب)~~ مفاتح کے اگر یہ مجازی معنی لئے جائیں تو مراد یہ ہوگی کہ اسکے خزانہ کے حسابات، حفاظت و انتظام کے ماہرین (اولو القوۃ) کا ایک بڑا عملہ موجود تھا۔ ۹۹ اتراہٹ یہی ہے کہ گھمنڈ کے نشہ میں انسان خدا اور بندوں کے حقوقِ واجب کی ادائی میں غافل ہو جائے اور یہاں تو اسکی کم ظرفی اسے پیمبر برحق سے سرکشی پر ابھار لائی تھی۔ ۱۰۰ یعنی یہ کوئی نہیں کہتا کہ تو ساری کی ساری دولت بندگانِ خدا کو دے ڈال خود فاقت سے کھا پی عیش کر لیکن اپنے حدود کے اندر رہ حقوقِ واجب کی ادائی پر توجہ کر کے اسی سرمایہ کو توشۂ آخرت بھی بنالے۔ ~~ولا تنس نصیبك من الدنیا وھو ان تحصل بھا آخرتك وتاخذ منھا ما یکفیك (بیضاوی) اے لا یلس بالتمتع بالوجوه المباحة (کبیر) اے ما احل اللہ لك منھا (ابن جریر عن الحسن) معنی ذلك لا تترك ان تطلب فیھا حظك من الرزق (ابن جریر)~~ ۱۰۱ راہِ کفر و معصیت کے ساتھ ساتھ بار بار فساد فی الارض کو لا کر قرآن نے بتا اور جتلا دیا ہے کہ غیر اسلامی طریقے اس دنیا کے بھی امن و نظام کے برہم زن ہیں۔ ولا تبغ الفساد فی الارض۔ معاشیات کا ہر طالب علم آج یہ جانتا ہے کہ ہر سرمایہ پرست معاشی توازن کو بگاڑ کر دنیا میں کتنی تباہی اور بربادی کا باعث ہو سکتا ہے۔

وَهُوَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ لَهُ الْحَمْدُ فِي الْاُوْلٰى وَالْاٰخِرَةِ ۡ

اور اللہ وہی ہے کہ اُسکے سوا کوئی معبود نہیں (سب) تعریف اُسی کی ہے دنیا میں (بھی) اور آخرت میں (بھی)

وَلَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿٧٠﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ

اور حکومت بھی اسی کی ہے اور اُسی کے پاس تم (سب) لوٹ کر جاؤ گے ۹۱ آپ کہئے بھلا یہ بتاؤ اگر

اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الَّيْلَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ

اللہ تم پر ہمیشہ کے لئے قیامت تک رات ہی رہنے دے تو اللہ کے علاوہ

غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِضِيَاۗءٍ ۭ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ ﴿٧١﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ

کوئی معبود ہے جو تمہارے لئے روشنی کر دے؟ تو کیا تم سنتے نہیں؟ آپ کہئے بھلا یہ بتاؤ

اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ

کہ اگر اللہ تم پر ہمیشہ کے لئے قیامت تک دن ہی رہنے دے

مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِيْهِ ۭ اَفَلَا

تو اللہ کے علاوہ کون معبود ہے جو تمہارے لئے رات کو لے آئے جس میں تم آرام پاؤ؟ تو کیا

تُبْصِرُوْنَ ﴿٧٢﴾ وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ

تم دیکھتے نہیں؟ اور یہ اُسکی رحمت ہی تو ہے کہ اُس نے تمہارے لئے رات اور دن بنا دیئے

لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿٧٣﴾

کہ تم اس میں آرام (بھی) کرو اور تاکہ اُسکی روزی (بھی) تلاش کرتے رہو، اور تاکہ تم شکر کرتے رہو ۹۲

وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَاۗءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ

اور جس روز اللہ انہیں پکار کر کہیگا کہ کہاں ہیں (اب) وہ جنہیں تم میرا شریک

۹۱ تاکید ہے اُس کے اکیلے ہونے کی۔ اور دوسرے خداؤں کی نفیِ قطعی کی۔ یہ نہیں کہ منجملہ اور معبودوں کے ایک وہ بھی ہو۔ اتنا تو مشرکین بھی مانتے تھے۔ حکومت آج بھی حقیقۃً اسی کی ہے۔ آخرت میں چونکہ بالکل بلاوسائط ہوگی، عیاں وظاہر اور ہر ایک پر منکشف ہو کر رہے گی۔ محققین نے لہ الحمد الخ سے یہ نکتہ بھی نکالا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ہر فعل بالآخر خیر محض ہی ہے۔ ورنہ ہر حال میں حمد اس کے لئے ثابت نہ ہوتی۔ ۹۲ (اس کی دونوں نعمتوں کا) "رات ہمیشہ ہونا اس طور پر کہ شمس کو افق سے طلوع نہ ہونے دے یا اس کا نور سلب کر لے اور دن کا ہمیشہ ہونا کہ شمس کو غروب نہ ہونے دے یا بلا شمس ایسا نور پیدا کر دے" (تھانویؒ) وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ روزی کمانے کے دھندے کو من رحمتہ رحمتِ الٰہی کے تحت میں لانا صاف اس امر پر دلیل ہے کہ معاشی مشغلے اسلام میں کتنی فضیلت کا درجہ رکھتے ہیں۔ حقیر وذلیل نہیں معزز ومکرم ہیں۔ ~~وفیہا اشارۃ الی مدح السعی فی طلب الرزق وقد ورد الکاسب حبیب اللہ وھذا لاینافی التوکل (روح) مِنْ رَّحْمَتِهٖ میں من سببیہ قرار دیا گیا ہے۔ من ھذا للسبب ای وبسبب رحمتہ ایاکم (بحر)~~

اِلَيْكَ مَا كَانُوْٓا اِيَّانَا يَعْبُدُوْنَ ﴿۶۳﴾ وَقِيْلَ ادْعُوْا
ہم تیری پیشی میں دستبردار ہوتے ہیں ۵۸۳ (اور) یہ لوگ کچھ ہم کو تو پوجتے نہ تھے ۵۸۴ اور کہا جائیگا کہ اپنے (ان)
شُرَكَآءَكُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ وَرَاَوُا
شریکوں کو بلاؤ، چنانچہ وہ انہیں پکاریں گے سو وہ انہیں جواب بھی نہ دیں گے اور یہ لوگ
الْعَذَابَ ۚ لَوْ اَنَّهُمْ كَانُوْا يَهْتَدُوْنَ ﴿۶۴﴾ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ
عذاب کو دیکھ لینگے ۵۸۵ کاش یہ لوگ (دنیا میں) راہ راست پر رہے ہوتے، اور جس دن (اللہ) ان سے پکار کر پوچھیگا
فَيَقُوْلُ مَاذَآ اَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۶۵﴾ فَعَمِيَتْ عَلَيْهِمُ
کہ تم نے کیا جواب پیمبروں کو دیا تھا؟ ۵۸۶ اس روز ان (کے دل) سے (سارے)
الْاَنْۢبَآءُ يَوْمَئِذٍ فَهُمْ لَا يَتَسَآءَلُوْنَ ﴿۶۶﴾ فَاَمَّا مَنْ تَابَ
مضامین گم ہو جائینگے اور آپس میں پوچھ پاچھ بھی نہ کر سکینگے ۵۸۷ البتہ جو کوئی توبہ کر لے
وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَعَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ مِنَ
اور ایمان لے آئے اور نیک عمل کرے تو عجب نہیں کہ (ایسے لوگ) فلاح پانے والوں
الْمُفْلِحِيْنَ ﴿۶۷﴾ وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ ؕ مَا كَانَ
میں ہوں اور آپ کا پروردگار پیدا کرتا ہے جس چیز کو بھی اس کی مشیت ہوتی ہے اور جو حکم بھی
لَهُمُ الْخِيَرَةُ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۸﴾
وہ پسند کرے ان لوگوں کو تجویز کا کوئی حق نہیں ۵۸۸ اللہ پاک اور برتر ہے ان لوگوں کے شرک سے ۵۸۹
وَرَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿۶۹﴾
اور آپ کا پروردگار سب کی خبر رکھتا ہے جو کچھ ان کے دلوں میں پوشیدہ ہے اور جو کچھ یہ ظاہر کرتے رہتے ہیں ۵۹۰

۵۸۳ (اپنے ان کے تعلقات سے) مقصود یہ ہے کہ آج جن کی شفاعت پر مشرکوں کو بھروسہ ہے، کل وہ خود ہی کانوں پر ہاتھ رکھ کر علیحدہ ہو جائیں گے۔

۵۸۴ (بلکہ اپنے نفس و خواہش کے اشاروں پر چل رہے تھے)

۵۸۵ (اس وقت اپنی آنکھ سے) منکرین کے سامنے ان کے حشر کی تفصیلات لے آنے سے مقصود ان کے دلوں میں ان کے انجام کی ہیبت اور ہول کا اتارنا ہے۔ ۵۸۶ سوال کے اندر خود متعدد علامتیں پوشیدہ ہیں کہ تبلیغ تو تم پر ہو چکی، رسول تو تمہارے پاس آ چکے، اپنی بے خبری کا عذر تو پیش کر سکتے ہی نہیں ہو۔ اب یہ بتاؤ کہ تم نے تبلیغ سے اثر کیا قبول کیا؟

۵۸۷ اپنے انجام کو سامنے دیکھ کر مارے ہول کے انکی عقلیں معطل ہو جائیں گی۔ دماغ جواب دے دینگے اور کچھ بنائے نہ بن پڑے گی۔ نہ خود ہی جواب سوجھے گا نہ دوسروں سے صلاح و مشورہ کر سکیں گے۔ ۵۸۸ سارے تکوینی و تشریعی اختیارات اس کو اور صرف اس کو حاصل ہیں۔ مرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ اپنے ارادہ و اختیار کے غیر مستقل ہونے کا علماً و عملاً استحضار رکھنا جبریت محمودہ ہے۔ ۵۸۹ (بلحاظ ذات بھی، بلحاظ صفات بھی) یونان کے حکماء بھی اکثر مشرک ہوتے ہیں۔ خدا کا وجود تسلیم کرنے کے بعد بھی عجیب عجیب قیود سے اسے مقید مانا ہے۔ آیت توحید کامل کی شارح ان سب شرکوں کی جڑ کاٹ رہی ہے۔ ۵۹۰ کھلا ہوا کفر اور چھپا ہوا نفاق سب اس پر روشن و آشکار ہے۔

یَبۡعَثَ فِیۡۤ اُمِّهَا رَسُوۡلًا یَّتۡلُوۡا عَلَیۡهِمۡ اٰیٰتِنَا ۚ وَ مَا کُنَّا

اُن کے صدر مقام میں کسی پیمبر کو نہ بھیج لے جو انہیں ہماری آیتیں پڑھکر سُنا دے اور ہم بستیوں کو

مُهۡلِکِی الۡقُرٰۤی اِلَّا وَ اَهۡلُهَا ظٰلِمُوۡنَ ﴿۵۹﴾ وَ مَاۤ اُوۡتِیۡتُمۡ

ہلاک نہیں کرتے بجز اس حال کے کہ وہاں کے باشندے سخت شرارت کرنے لگیں ؁ اور تمہیں

مِّنۡ شَیۡءٍ فَمَتَاعُ الۡحَیٰوةِ الدُّنۡیَا وَ زِیۡنَتُهَا ۚ وَ مَا عِنۡدَ

جو کچھ بھی دیا گیا ہے وہ محض دنیوی زندگی کو برتنے کے لئے ہے اور اسکی زینت ہے اور جو کچھ

ع ۱۰/۹ ۲ اللّٰهِ خَیۡرٌ وَّ اَبۡقٰی ؕ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ ﴿۶۰﴾ اَفَمَنۡ وَّعَدۡنٰهُ

اللہ کے ہاں ہے وہ بہتر بھی ہے اور پائیدار تر بھی، ہو کیا تم لوگ نہیں سمجھتے؟ ؁ بھلا وہ شخص جس سے ہم نے

وَعۡدًا حَسَنًا فَهُوَ لَاقِیۡهِ کَمَنۡ مَّتَّعۡنٰهُ مَتَاعَ الۡحَیٰوةِ

پسندیدہ وعدہ کر رکھا ہے اور وہ اُسے پا لینے والا ہے اس جیسا ہو سکتا ہے جسے ہم نے دنیوی زندگی کا

الدُّنۡیَا ثُمَّ هُوَ یَوۡمَ الۡقِیٰمَةِ مِنَ الۡمُحۡضَرِیۡنَ ﴿۶۱﴾ وَ

چند روزہ فائدہ دے رکھا ہے اور وہ قیامت کے دن اُن لوگوں میں ہوگا جو گرفتار کر کے لائے جائینگے ؁ اور

یَوۡمَ یُنَادِیۡهِمۡ فَیَقُوۡلُ اَیۡنَ شُرَکَآءِیَ الَّذِیۡنَ کُنۡتُمۡ

وہ دن (بھی یاد رکھنے کے قابل ہے) جب (اللہ) ان سے پکار کر کہے گا کہ کہاں ہیں وہ میرے شریک جنکے

تَزۡعُمُوۡنَ ﴿۶۲﴾ قَالَ الَّذِیۡنَ حَقَّ عَلَیۡهِمُ الۡقَوۡلُ رَبَّنَا

باب میں تمہارا زعم (ہی) تھا، (اس پر) وہ لوگ کہینگے جن پر (اللہ کا) فرمودہ ثابت ہو چکا ہوگا ؁ اے ہمارے

هٰۤؤُلَآءِ الَّذِیۡنَ اَغۡوَیۡنَا ۚ اَغۡوَیۡنٰهُمۡ کَمَا غَوَیۡنَا ۚ تَبَرَّاۡنَاۤ

پروردگار یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہمیں بہکایا تھا ہمنے انہیں (بیشک) بہکایا تھا جیسا کہ ہم خود بہکے تھے ؁

۷۸ یہ قہر الٰہی کا ایک عام قانون بیان ہو رہا ہے یعنی اول تو کسی آبادی پر عذاب آتا نہیں جب تک پہلے اسکے صدر مقام میں خوب تبلیغ نہ ہولے۔ اور پھر وہاں کے باشندے ایک مدتِ مدید تک مسلسل نافرمانیاں نہ کرلیں۔

۷۹ یعنی اس دنیا کی لذتوں اور آخرت کی راحتوں کا مقابلہ ہی کیا؟ اس دنیا کی بڑی سی بڑی نعمت بھی محض عارضی و چند روزہ۔ بخلاف عیش آخرت کے کہ وہ بلحاظِ نوعیت و کیفیت بھی کہیں اعلیٰ اور بلحاظِ بقا تو دائم و قائم ہے۔

۸۰ یعنی وہ متاعِ دنیوی میں بھولا رہنے والا کافر جو مجرم کی طرح قیامت میں پکڑ کر لایا جائے گا اور وہ مومن جس سے جنت کا وعدہ اور قطعی الیفا ہو کر رہنے والا وعدہ ہے، یہ دونوں کہیں برابر ہو سکتے ہیں؟

۸۱ یعنی فرمودۂ عذاب۔

ای حق علیہ مقتضاہ (کبیر) وھو قولہ تعالی لاملئن جھنم من الجنة والناس اجمعین وغیرہ من ایات الوعید (بیضاوی)

شُرَکَآءِیَ..... تَزۡعُمُوۡنَ ۔ مراد ان شرکا مستحق عذاب سے شیاطین ہیں۔

۸۲ یعنی جس طرح ہم پر کسی نے جبر نہیں کیا تھا، ہم اپنے ہی ارادہ سے بہکے، ہم نے بھی ان لوگوں پر جبر نہیں کیا، یہ لوگ بھی اپنے ہی ارادہ سے بہکے ہیں۔

لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۡ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ ۡ
کہ ہمارے عمل ہمارے لئے اور تمہارے عمل تمہارے لئے تم پر سلام ہو

لَا نَبْتَغِى الْجٰهِلِيْنَ ۝۵۵ اِنَّكَ لَا تَهْدِىْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَ
ہم بے سمجھ لوگوں سے (تعلقات) نہیں چاہتے ٧٣ جس کو آپ چاہیں ہدایت نہیں کر سکتے البتہ

لٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ۝۵۶
اللہ ہدایت دیتا ہے اُسے جسکے لئے اسکی مشیت ہوتی ہے اور وہی ہدایت پانیوالوں کو خوب جانتا ہے ٧٤

وَقَالُوْٓا اِنْ نَّتَّبِعِ الْهُدٰى مَعَكَ نُتَخَطَّفْ مِنْ اَرْضِنَا ؕ
اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر ہم آپکے ساتھ ہو کر ہدایت پر چلنے لگیں تو اپنی سرزمین سے مار کر نکال دیئے جائیں ٧٥

اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا يُّجْبٰٓى اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ
کیا ہم نے اُن کو امن و امان والے حرم میں جگہ نہیں دی جہاں ہر قسم کے پھل کھنچے چلے آتے ہیں

شَىْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۵۷
ہمارے پاس سے بطور کھانے کے لیکن ان میں سے اکثر لوگ (اتنی بات بھی) نہیں جانتے ٧٦

وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ ۢ بَطِرَتْ مَعِيْشَتَهَا ۚ فَتِلْكَ
اور ہم کتنی ہی بستیاں ہلاک کر چکے ہیں جنہیں اپنی خوش عیشی پر ناز تھا یہ اُن کے گھر

مَسٰكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ مِّنْ ۢ بَعْدِهِمْ اِلَّا قَلِيْلًا ؕ وَكُنَّا
(اُجڑے ہوئے پڑے) ہیں کہ اُن کے بعد آباد ہی نہ ہوئے مگر تھوڑی دیر کے لئے اور ہم ہی

نَحْنُ الْوٰرِثِيْنَ ۝۵۸ وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى
مالک رہے ٧٧ آپ کا پروردگار بستیوں کو ہلاک نہیں کیا کرتا جب تک کہ

٧٣ (ہمیں ایسی صحبتوں سے تو معاف ہی رکھو) اے لانطلب مخالطتکم (بحر) لنا...... الجاھلین۔ اس پورے فقرہ سے مقصود انکی سلامت روی کا اظہار ہے۔ یہ مقصود نہیں کہ یہ اپنے مخالفین کو سلام کرتے رہتے ہیں۔ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ۔ سلام متارکت و علیحدگی مقصود ہے۔ سلام متعارف مراد نہیں۔ قال الزجاج سلام متارکة لا سلام تحیة (بحر) قال ابو بکر ھذا سلام متارکة ولیس بتحیة (جصاص) ومن الناس من یظن ان ھذا یجوز علی جواز ابتداء الکافر بالسلام ولیس کذلک لما وصفنا عن ان السلام ینصرف علی معنیین احدھما المسالمة التی ھی المتارکة والثانی التحیة التی ھی دعاء بالسلامة والامن (جصاص) اللغو سے مراد ہے ایسا قول جس کے سننے سے انہیں تکلیف ہوتی ہو قال مجاھد الاذی والسب (بحر) يَدْرَءُوْنَ ...... يُنْفِقُوْنَ۔ مفسر تھانوی نے لکھا ہے کہ یدرءون میں حب جاہ سے اور مما رزقنٰھم میں حب مال سے انکے خالی ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ ٧٤ رسول اللہ صلعم کو اپنے عزیزوں قریبوں کے ایمان نہ لانے پر رنج قدرۃً اور زیادہ تھا اور شوق و اہتمام بھی انہیں کے ایمان لانے کا طبعًا زیادہ تھا۔ یہ آیت آپکی تسلی کیلئے ہے کہ ہدایت کا تعلق تو مشیتِ تکوینی سے ہے اسمیں آپ کی مرضی اور پسند کو دخل نہیں۔ لَا تَهْدِىْ۔ ہدایت کے ایک معنی تو راہ دکھانے، ارائۃ طریق کے ہوتے ہیں۔ یہاں اسکی نفی پیمبر کی ذات سے نہیں ہو رہی ہے۔ وہ تو پیمبر کے عین فرائض میں داخل ہے۔ دوسرے معنی ہدایت کے منزلِ مقصود تک پہنچا دینا۔ اور ایصال الی المقصود ہے، یہاں نفی اسی کی کی جا رہی ہے کہ یہ رسول کے بس کی چیز نہیں تمامتر مشیتِ تکوینی کے تابع ہے۔

٧٥ (جیسے اور بہت سے مسلمان مارے نکالے جا چکے ہیں) آپ کے بعض کمزور معاصرین کا ایک عذر اپنے ایمان نہ لانے سے متعلق یہ تھا۔ ٧٦ یعنی اس پر غور نہیں کرتے۔ مطلب یہ ہوا کہ یہ لوگ ہماری قدرت اور رزاقی پر غور نہیں کرتے کہ کہاں تو انہیں ایسے ویران اور بیہڑ سرزمین پر پیدا کیا اور پھر ایک دن کیلئے بھوکا نہ رکھا، رزق کی ہر قسم کی افراط بھی رکھی اور انکے وطن کو حرم قرار دے کر کشت و خون تک سے اسے محفوظ کر دیا۔ ایسے قادر و رزاق مطلق کے لئے مشکل کیا ہے جو اپنے ایمان والے بندوں، اپنے اطاعت شعار غلاموں کو اپنے افضالِ خاص سے مستفید اور تنگی و فلاکت سے برابر محفوظ رکھے؟ ٧٧ (اور کوئی انکا ظاہری وارث بھی نہ رہا) اس میں ڈرایا ہے مکہ والوں کو کہ اپنی خوش عیشی و خوشحالی پر نازاں نہ ہوں۔ مکہ والوں کی خوشحالی آج بہت سے لوگوں کو ایک عجیب سی بات معلوم ہوگی۔ دماغ انہیں غربت زدہ، مفلوک الحال و نیم فاقہ کش سمجھتے رہنے کے عادی ہو گئے ہیں۔ حالانکہ انکی یہ تصویر واقعہ کے بالکل خلاف ہے۔ مکہ کی منڈی اپنے زمانہ کی یوں بھی بہت بڑی تجارتی منڈی تھی، اس پر اضافہ تاجرانِ مکہ کے شمالی اور جنوبی تجارتی سفر، ایک موسم میں شام اور دوسرے میں یمن کی جانب۔ اس صورت حال نے مل ملا کر اہلِ جاہلیت کے تاجروں کو امیر کبیر بلکہ کہنا چاہئے کہ لکھ پتی بنا دیا تھا۔ اور چونکہ تجارت میں شرکت اور حصہ داری کا طریقہ بھی جاری تھا اس لئے دولت کی تقسیم بھی عام تھی۔ شاید ہی کوئی گھرانہ اس تجارتی منافع سے محروم رہتا ہو۔ اور منافع کا اوسط اصل رقم پر ۴ یا ۵ فیصدی نہیں، اکثر ۵۰، ۵۰۰ فیصدی ہوتا رہتا۔ ایسی خوشحال آبادی کے سامنے عبرت و تخویف کیلئے مثال بھی قدرۃً کسی متمول و خوشحال ہی قوم کی پیش کرنی مناسب تھی۔ ایک طرف ہندوستان، ایران و عراق کے مال کی اور دوسری طرف مصر شام اور رومی ملکوں کی ساری تجارت اس وقت کہنا چاہئے کہ عربوں ہی کے ہاتھ میں تھی۔ ملاحظہ ہو انگریزی تفسیر القرآن۔

فَاعْلَمْ اَنَّمَا يَتَّبِعُوْنَ اَهْوَآءَهُمْ ؕ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ
تو آپ سمجھ لیجئے کہ یہ لوگ محض اپنی نفسانی خواہشوں پر چلتے ہیں ۶۸ اور اس سے زیادہ گمراہ کون ہوگا
اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى
جو شخص محض اپنی نفسانی خواہش پر چلے بغیر اللہ کی طرف سے کسی ہدایت کے، بیشک اللہ ظالم لوگوں کو
الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۰﴾ وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ
ہدایت نہیں کرتا ۶۹ اور ہم نے (اس) کلام کو ان لوگوں کے لئے یکے بعد دیگرے بھیجا تاکہ
يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۱﴾ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ
یہ لوگ نصیحت مانیں ۷۰ جن لوگوں کو ہم نے کتاب اس (قرآن) کے قبل دے رکھی ہے وہ
بِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَاِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖٓ اِنَّهُ
اس پر ایمان لاتے ہیں ۷۱ اور جب یہ ان کے سامنے پڑھا جاتا ہے تو کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لائے
الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَآ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِيْنَ ﴿۵۳﴾
بیشک یہ حق ہے ہمارے پروردگار کی طرف سے اور ہم تو اس سے پہلے بھی (اسے) مانتے تھے ۷۲
اُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوْا وَ
ان لوگوں کو ان کا اجر دہرا ملے گا اس لئے کہ یہ پختہ رہے اور
يَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ
یہ لوگ بدی کا دفعیہ نیکی کے ساتھ کرتے رہتے ہیں اور جو کچھ ہم نے دے رکھا ہے اس میں سے
يُنْفِقُوْنَ ﴿۵۴﴾ وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ وَقَالُوْا
(اللہ کی راہ میں) خرچ کرتے رہتے ہیں، اور جب کوئی لغو بات سنتے ہیں تو اسے ٹال جاتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں

ع ۸ / ۵

النصف

۶۸ یعنی اگر آپ کا یہ چیلنج یہ لوگ نہ قبول کرسکیں، اور یقیناً نہ کرسکیں گے تو آپ یقین کرلیجئے کہ ان کے انکار کا منشا کوئی اشتباہِ عقلی کوئی نادانستہ غلط فہمی نہیں بلکہ محض ان کی خواہش نفس ہے جس کا تقاضا یہ ہے کہ جس طرح بھی بن پڑے بس انکار ہی کئے جانا چاہئے۔

۶۹ ظالم لوگوں کو یعنی ایسے لوگوں کو جو اپنی ضلالت پر مصر ہیں اور قصد ہی ہدایت پانے کا نہیں کرتے۔

۷۰ یعنی بار بار تازہ بتازہ سننے سے امید اُن کے قبولیت ایمان کی زیادہ بڑھتی ہے اور اس لئے یہ کلام تھوڑا تھوڑا کر کے وقتاً فوقتاً نازل کیا گیا لیکن یہ بدبخت خود اپنی مصلحت کی بھی قدر نہیں کرتے اور الٹا اسی کو بنائے اعتراض قرار دے رہے ہیں۔ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ۔ توصیل قول کے معنی ہیں بات کو بار بار اور مسلسل بیان کرتے رہنا و توصیل القول هو اتیان بیان بعد بیان (کبیر) وصلنا لهم القول ای اکثرنا لهم القول موصولا بعضه ببعض (راغب) یہاں مراد یہ ہے کہ ہم قرآن کو تھوڑا تھوڑا کر کے مسلسل نازل کرتے رہے اور اس کے نظم کو نہایت مرتبط رکھا۔ ای اتبعنا بعضه بعضا فی الانزال لیتصل التذکیر او فی النظم لتتقرر الدعوة بالحجة والمواعظ بالمواعید والنصائح بالعبر (بیضاوی) المراد منه انه انزل القرآن منجما مفرقا یتصل بعضه ببعض لیکون ذلك اقرب الی التذکیر والتنبیه (کبیر) اور ایک معنی یہ بھی ہوسکتے ہیں کہ ہمارا سلسلۂ وحی برابر شروع سے چلا آرہا ہے۔ ایک کے بعد دوسرا پیمبر آتا رہا۔

۷۱ یعنی وہ جو اُن میں سے منصف مزاج اور اپنے دین صحیح پر قائم ہیں۔ نزلت فی اناس من اهل الکتٰب کانوا علی شریعة حقة متمسکون بها (کبیر) مفسرین نے مختلف طبقات وافراد کے نام گنائے ہیں لیکن بقول صاحبِ بحر کے یہ سب نمونے اور مثالیں ہیں ان کل اہلِ کتاب کی جو بالآخر قرآن پر ایمان لائے۔ الظاهر انها امثلة لمن امن منهم (بحر) والضمیر فی به عائد علی القول وهو القرآن (بحر) اور امام رازیؒ نے فرمایا کہ کسی خصوصی سببِ نزول سے کیا ہوتا ہے اعتبار تو عموم عبارت کا کیا جائیگا بس جس کسی میں بھی یہ صفات پائے جائیں گے وہ آیت کے حکم میں داخل ہوگا۔ وقد عرفت ان العبرة بعموم اللفظ لا بخصوص السبب فکل من حصل فی حقه تلك الصفة کان داخلا فی الاٰیة (کبیر)

۷۲ (اپنی کتابوں کی بشارتوں کی بنا پر۔ اور اب بعد نزول اپنے اس ایمان کی تجدید کرتے ہیں) مسلمین کے لفظ پر حیرت نہ کی جائے ہر وہ شخص جو توحید و سلسلۂ وحی کا قائل ہو، مسلم کہا جاسکتا ہے۔ الاسلام صفة کل موحد مصدق بالوحی (بحر)

قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ

(نبی بنائے گئے) تاکہ آپ ایسے لوگوں کو ڈرائیں جنکے پاس آپ سے پہلے کوئی ڈرانیوالا نہیں آیا، تاکہ وہ لوگ

يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَلَوْلَآ اَنْ تُصِيْبَهُمْ مُّصِيْبَةٌۢ بِمَا

نصیحت قبول کریں ۶۳ اور (ہم رسول نہ بھی بھیجتے) اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اُن (بدبختوں) پر انکے کرتوتوں کے

قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَيَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا

سبب کوئی مصیبت نازل ہوجاتی تو یہ کہنے لگتے کہ اے ہمارے پروردگار تونے ہمارے پاس کوئی

رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۷﴾ فَلَمَّا

رسول کیوں نہ بھیج دیا کہ ہم تیرے احکام کی پیروی کرتے اور ایمان والوں میں ہوتے ۶۴ سو جب

جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْا لَوْلَآ اُوْتِيَ مِثْلَ مَآ

ان لوگوں کے پاس ہماری طرف سے امرِ حق پہنچا تو یہ کہنے لگے اس رسول کو وہ کیوں نہ ملا جیسا

اُوْتِيَ مُوْسٰى ؕ اَوَلَمْ يَكْفُرُوْا بِمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ۚ

موسیٰ کو ملا تھا کیا جو موسیٰ کو ملا تھا اس کے قبل یہ لوگ اس کے منکر نہ ہوئے ۶۵

قَالُوْا سِحْرٰنِ تَظٰهَرَا ۟ وَقَالُوْٓا اِنَّا بِكُلٍّ كٰفِرُوْنَ ﴿۴۸﴾

یہ لوگ تو کہتے ہیں کہ دونوں جادو ہیں ایک دوسرے کے مددگار، اور کہتے ہیں کہ ہم تو ہر ایک کے منکر ہیں ۶۶

قُلْ فَاْتُوْا بِكِتٰبٍ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ هُوَ اَهْدٰى مِنْهُمَآ

آپ کہئے کہ اچھا تو کوئی کتاب اللہ کے پاس سے ایسی لے آؤ جو ہدایت میں ان دونوں سے بہتر ہو

اَتَّبِعْهُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۴۹﴾ فَاِنْ لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكَ

میں اسی کی پیروی کرنے لگوں گا، اگر تم سچے ہو ۶۷ پھر اگر یہ لوگ آپ کا یہ کہنا نہ کر سکیں

۶۳ (اور آپ کے اس دعویٰ نبوت پر دلیل قائم کرنے کو آپ کو یہ تمام علوم صحیح عطا کر دیئے گئے ہیں) قَوْمًا...... قَبْلِكَ - مراد مشرکین عرب ہیں جن کے پاس پشتہا پشت سے کوئی نبی نہیں آیا تھا گو توحید کی تعلیم ان کو بھی بالواسطہ پہنچ چکی تھی - "ان آیات میں اوّلاً نفی کی گئی حضور عند عطاء التوراۃ کی جس کا وقوع سب کے بعد ہوا - پھر نفی کی گئی حضور وقتِ قیامِ مدین کی جو سب سے پہلے واقع ہوا پھر نفی کی گئی حضور وقت النداء کی جو درمیان میں واقع ہوئی - اس ترتیب بدلنے میں یہ نکتہ ہے کہ ہر موقع میں آپ کا تشریف نہ رکھنا مستقل دلیل ہو صاحب وحی ہونے کی، ورنہ اگر وقوع کے موافق ذکر میں ترتیب ہوتی تو مجموعہ دلیل واحد سمجھا جاتا - اور گو منفیِ ثانی و ثالث میں ترتیبِ وقوعی کے موافق ترتیب ذکری ہے مگر منفیِ اول و ثانی میں ترتیب بدلنے سے اشارہ ہو گیا تعددِ دلائل کے قصد کی طرف" (تھانوی)

۶۴ مطلب یہ ہے کہ یہ تو انکے حق میں رحمت مزید و عنایت خاص ہوئی کہ ان کے پاس انہیں میں سے ایک رسول بھی آ گیا ورنہ گرفت کے وقت (اور گرفت تو اس لئے ہوتی کہ ان کے کرتوت عقلاً بھی قبیح ہیں) انہیں یہ حسرت بھی رہ جاتی کہ کوئی پیمبر ہمارے پاس کیوں نہ آ گئے، آجاتے تو ہم ضرور ان کے متبع ہو جاتے۔ لَوْلَا کا جواب محذوف ہے جو قوسین میں بڑھا دیا گیا ہے - والمعنی لولا قولهم ...... ما ارسلناك (بیضاوی) لے لغا ارسلناك قطعا للعذرهم والزاما للحجة علیهم (بیضاوی) عربی اسلوب بیان میں ایسے موقع پر حذف و تقدیرِ کلام عیب نہیں، عینِ حسن اور داخلِ فصاحت ہے۔ ۶۵ مَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى کے تحت میں کتاب توریت اور معجزات سب آ گئے - معجزات مادّی و حسّی آپ کو بہت نہیں ملے تھے اور کتاب بھی آپ کو یکجائی نہیں ملی تھی - من الکتب جملة والید والعصا وغیرها (بیضاوی) من الکتاب المنزل جملة واحدة ومن سائر المعجزات (کبیر) یہ موجودہ منکرین کہتے ہیں کہ یہ جو ہمارے زمانہ میں رسول بن کر آتے ہیں، ان کے پاس نہ تو موسیٰ کی طرح عصا اور ید بیضا کی طرح کھلے ہوئے مادی معجزے ہیں اور نہ اکبارگی لکھی لکھائی ہوئی تیار کتاب۔ قَالُوْٓا یہ کہنے والے رسولؐ کے معاصر مشرکینِ مکہ تھے - ای اولئك القوم والمراد بهم هنا اهل مكة الموجودین عند البعث (روح) ...... قبل، جواب یہ ملتا ہے کہ اچھا موسیٰ کو یہ کچھ ملا تو نتیجہ کیا ہوا؟ آخر انکی قوم نے بھی تو ان چیزوں کے باوجود انکار و نافرمانی کی وہ چیزیں کہیں نافرمانی سے روک تھوڑے ہی بن گئیں۔ ۶۶ یہ مقولہ مشرکین کا تھا جو قرآن و توریت دونوں کے بلکہ سارے ہی سلسلۂ وحی کے یکساں منکر تھے۔ ۶۷ گویا کتابِ الٰہی کا اہم ترین جوہر اس کا ہادی ہونا، اس کے مضامین کا پُرہدایت ہونا اور اس کے قانون کا دنیا کے حق میں بہترین ہونا ہے۔

وَاَتْبَعْنٰهُمْ فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا لَعْنَةً ۚ وَیَوْمَ الْقِیٰمَةِ
اور دنیا میں بھی ہم نے ان کے پیچھے لعنت لگادی ۵۷ اور قیامت کے دن بھی
هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِیْنَ ﴿۴۲﴾ وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْكِتٰبَ
وہ بدحال لوگوں میں ہونگے اور بالیقین ہم نے موسیٰ کو کتاب دی تھی
مِنْ بَعْدِ مَاۤ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰی بَصَآئِرَ لِلنَّاسِ
اگلی امتوں کے ہلاک کئے پیچھے جو لوگوں کے لئے ذریعہ تھی
وَهُدًی وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ یَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۳﴾ وَمَا كُنْتَ
دانشمندیوں اور ہدایت اور رحمت کی۔ تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں ۵۸ اور آپ (پہاڑکے)
بِجَانِبِ الْغَرْبِیِّ اِذْ قَضَیْنَاۤ اِلٰی مُوْسَی الْاَمْرَ وَمَا
مغربی جانب موجود نہ تھے ۵۹ جب ہم نے موسیٰ کو احکام دیئے تھے اور نہ آپ
كُنْتَ مِنَ الشّٰهِدِیْنَ ﴿۴۴﴾ وَلٰكِنَّاۤ اَنْشَاْنَا قُرُوْنًا فَتَطَاوَلَ
ان لوگوں میں سے تھے جو (اسوقت) موجود تھے ۶۰ لیکن ہم نے بہت سی نسلیں پیدا کیں، پھر ان پر
عَلَیْهِمُ الْعُمُرُ ۚ وَمَا كُنْتَ ثَاوِیًا فِیْۤ اَهْلِ مَدْیَنَ تَتْلُوْا
زمانہ دراز گذر گیا ۶۱ اور نہ آپ اہل مدین میں قیام پذیر تھے کہ ہماری
عَلَیْهِمْ اٰیٰتِنَا ۙ وَلٰكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِیْنَ ﴿۴۵﴾ وَمَا كُنْتَ
آیتیں ان لوگوں کو پڑھ کر سنا رہے ہوں، لیکن ہم آپ ہی کو رسول بنانیوالے تھے ۶۲ اور نہ آپ
بِجَانِبِ الطُّوْرِ اِذْ نَادَیْنَا وَلٰكِنْ رَّحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ
طور کے پہلو میں اسوقت موجود تھے، جب ہم نے (موسیٰ کو) آواز دی تھی لیکن آپ اپنے پروردگار کی رحمت سے

ع ۴ ۱۴ ۷

۵۷ چنانچہ آج انہیں اچھا کہنے والا کوئی بھی نہیں، سب کی زبان سے
برائی ہی نکلتی ہے۔ لعنة کے معنی رحمت خداوندی سے مہجوری اور محرومی
کے پیشتر بیان ہو چکے ہیں ـــــ ان شامت زدوں کا دنیا ہی میں فضل
خداوندی سے مہجور و محروم ہو جانا ایک مشاہد واقعہ ہے۔
۵۸ "دانشمندیوں اور ہدایت اور رحمت کا ذریعہ" ہونا یہ سب صفت بیان
ہوئی کتاب موسیٰ یعنی توریت کی۔ بصائر۔ ھدیً۔ رحمۃ۔ "طالب حق کی
اول فہم درست ہوتی ہے۔ یہ بصیرت ہے۔ پھر احکام قبول کرتا ہے یہ ہدایت
ہے۔ پھر ہدایت کا ثمرہ یعنی قرب و قبول عنایت ہوتا ہے۔ یہ رحمت ہے"۔
(تھانویؒ) القُرُونَ الْاُولٰی۔ اگلی امتوں سے مراد اگلے پیمبروں کی نافرمان
امتیں ہیں۔ قوم نوحؑ، قوم لوطؑ، قوم ہودؑ، قوم صالحؑ وغیرہا۔ ۵۹
جس چوٹی کا نام طور ہے وہ کوہستان سینا کی جانب مغرب میں واقع ہے
ـــــ مطلب یہ ہوا کہ موسیٰ پر نزول وحی و کتاب کے وقت اے رسول
آپ وہاں موجود نہ تھے۔ ۶۰ یعنی یہ امور آپ کو مشاہدہ سے تو معلوم
ہی نہیں ہو سکتے تھے۔ ہماری وحی ہی سے معلوم ہو رہے ہیں۔ نہ آپکو جسماً
وہاں حضوری حاصل۔ نہ یہ چیزیں آپ کے مشاہدہ میں آئیں۔ پھر آپ جو انہیں
اتنا صاف و صحیح بتا رہے ہیں تو بجز وحی کے اور کیا ذریعہ ہے؟ ۶۱ (اور
دنیا پھر نئے سرے سے ہدایت کی محتاج ہو گئی) اور خاتم الکتب قرآن کے نزول
سے قبل ہر دور میں کچھ کچھ وقفہ کے بعد یہی ہوا بھی کرتا تھا۔ ۶۲ (اس لئے
آپ کو یہ سب صحیح صحیح خبریں وحی سے بتا دیں) ~~مرسلین جمع~~
~~تعظیمی ہے~~ ـــــ ~~یا تقدیر کلام یوں رکھی جائے مرسلین لکل قوم~~
~~رسولاً~~ (بجو غیرہ)

عِنْدِهٖ وَمَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ ۭ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ

آیا ہے اور جس کو آخرت کا گھر ملنے والا ہے بیشک ظالم کبھی فلاح

الظّٰلِمُوْنَ ﴿٣٧﴾ وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ

نہ پائینگے ۵۰ اور فرعون نے کہا اے سردارو، مجھ کو تو اپنے سوا

لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ ۚ فَاَوْقِدْ لِيْ يٰهَامٰنُ عَلَى الطِّيْنِ

کوئی تمہارا معبود معلوم نہیں ۵۱ تو اے ہامان ۵۲ میرے لئے مٹی کو آگ میں پکا

فَاجْعَلْ لِّيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَطَّلِعُ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى ۙ وَ

پھر میرے واسطے ایک بلند عمارت بنا تاکہ میں موسیٰ کے خدا کو دیکھوں اور

اِنِّىْ لَاَظُنُّهٗ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿٣٨﴾ وَاسْتَكْبَرَ هُوَ وَ

میں تو موسیٰ کو جھوٹا ہی سمجھتا ہوں ۵۳ اور فرعون اور

جُنُوْدُهٗ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ اِلَيْنَا

اس کے تابعین نے ناحق ملک میں اپنا سر اٹھا رکھا تھا اور یہ سمجھ رکھا تھا کہ انہیں ہمارے پاس

لَا يُرْجَعُوْنَ ﴿٣٩﴾ فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِي

لوٹ کر آنا نہیں ہے ۵۴ سو ہم نے اس کو اور اس کے تابعین کو پکڑ کر سمندر میں پھینک

الْيَمِّ ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٤٠﴾ وَجَعَلْنٰهُمْ

دیا سو دیکھئے ظالموں کا کیا انجام ہوا ۵۵ اور ہم نے انہیں (ایسا)

اَىِٕمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿٤١﴾

پیشوا بنا دیا تھا جو (لوگوں کو) دوزخ کی طرف بلاتے رہے، اور قیامت کے دن کوئی ان کا ساتھ نہ دیگا ۵۶

ف۵۰ حضرت موسیٰ نے منکروں کی ہٹ دھرمی دیکھ کر آخر میں عاجز آکر کہا کہ خیر آج میری نہیں سنتے ہو تو نہ سنو اللہ کو تو خوب معلوم ہے کہ راہِ ہدایت پر کون ہے اور ظالم کون؟ عاقبت بخیر کس کی ہونا ہے اور محروم الفلاح کون؟ عَاقِبَةُ الدَّارِ - ~~تقدیر کلام یوں بھی گئی ہے~~ ~~العاقبۃ المحمودۃ فی الدار الآخرۃ (جلالین)~~ ف۵۱ میں ہی تمہارا اصلی اور قدیمی دیوتا ہوں۔ میری ہی پوجا تمہارے باپ دادا ہمیشہ سے کرتے چلے آتے ہیں تو اب یہ نیا نام کس خدا کا سننے میں آرہا ہے۔ فراعنۂ مصر کی نسل مصریوں کے عقیدہ میں خدائی اوتار تھی اور بادشاہ سب سے بڑے دیوتا سورج کا زندہ نمائندہ ہوتا تھا۔ ملاحظہ ہو سورۃ الشعراء (پ۱۹) میں آیہ لئن اتخذت الٰھا غیری پر حاشیہ۔ نیز انگریزی تفسیر القرآن۔ ف۵۲ ہامان پر حاشیہ ابھی اوپر گزر چکا ہے۔ یہاں بھی سیاقِ کلام سے اندازہ یہی ہوتا ہے کہ ہامان کسی اعلیٰ ترین عہدہ دار کا سرکاری لقب ہے۔ ف۵۳ حق تعالیٰ گویا یہاں اور اور کہیں بھی نہیں ہے۔ بلکہ مجسم ہو کر آسمان پر بیٹھا ہوا ہے، اور اس تک رسائی کسی بڑی اونچی سیڑھی سے چڑھ کر یا فضا میں اڑ کر ممکن ہے۔ یہ عقیدہ آج بھی بہت سی قوموں کے عوام ہی میں نہیں، خواص میں بھی شائع ہے۔ چنانچہ ابھی چند ہی سال ہوئے سوویٹ روس سے اطلاع آئی تھی کہ دو ملحد ہوابازوں نے اپنا بیان شائع کیا ہے کہ ہم اتنا اونچا اڑ آئے، ہمیں تو کہیں خدا نظر نہیں آیا مصری خاص طور پر اسی قسم کے شرک میں مبتلا تھے۔ فرعون نے انہیں عقائد و خیالات کے ماتحت ایک ان دیکھے خدا کے وجود کو باطل ثابت کرنے بلکہ اس کا مضحکہ کرنے کو یہ اپج کرلی۔ ملاحظہ ہو انگریزی تفسیر القرآن۔

اَوْقِدْ لِيْ ...... عَلَى الطِّيْنِ۔ قرآن یہاں فرعون کی زبان سے یہ بھی کہلا سکتا تھا کہ "ہامان، میرے لئے پتھر کی عمارت تیار کر"، یا اینٹ پتھر وغیرہ کسی چیز کی تصریح ہی نہ کرتا۔ لیکن نہیں۔ قرآن کو تو علم صحیح کی بے شمار مثالوں میں سے ایک اور مثال پیش کرنی اور اپنے دعوئ اعجاز پر ایک اور دلیل قائم کرنی تھی — مصری قوم اینٹوں ہی کے کام کے لئے مشہور تھی یہاں تک کہ اسکی مشہور شاہی عمارتیں بھی پتھر کی نہیں، اینٹ ہی کی ہیں۔ ملاحظہ ہو انگریزی تفسیر القرآن۔ ف۵۴ یہ فرعونیوں کے عام فسق اعمال و فساد عقائد کا بیان ہے — یوں بھی روزِ جزا کا اعتقاد اور پرسش اعمال کا یقین انکے مذہب میں داخل نہ تھا۔ ف۵۵ اس واقعۂ غرقابی کی تفصیل (سورۃ البقرۃ پ۱) کے علاوہ کئی جگہ گزر چکی۔ ف۵۶ اس زندگی میں تو ضلالت کے لیڈر رہے، اور بے شمار مخلوق انکے اشاروں پر حرکت کرتی رہی۔ قیامت کے روز ایسے بیکس رہ جائیں گے کہ کوئی پوچھے گا بھی نہیں۔ جَعَلْنٰهُمْ میں حق تعالیٰ کا انتساب فعل اپنی جانب کرنا اپنی تمامتر تکوینی حیثیت سے بطور مسبب الاسباب کے ہے۔ نہ کہ اظہار رضامندی کے لئے۔

إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَمَلَإِيْهِ ۚ إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا فَاسِقِينَ ﴿٣٢﴾

فرعون اور اسکے سرداروں کے پاس (جانے کے لئے) بیشک وہ بڑے نافرمان لوگ ہیں،

قَالَ رَبِّ إِنِّي قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا فَأَخَافُ أَنْ يَقْتُلُونِ ﴿٣٣﴾

(موسیٰ نے) عرض کیا اے میرے پروردگار میں نے ان میں سے ایک شخص کا خون کر دیا تھا سو مجھے اندیشہ ہے کہ وہ

وَأَخِي هَارُونُ هُوَ أَفْصَحُ مِنِّي لِسَانًا فَأَرْسِلْهُ مَعِيَ رِدْءًا

مجھے قتل کر ڈالیں گے ۴۶ اور میرے بھائی ہارون کہ وہ مجھ سے زیادہ خوش بیان ہیں انہیں بھی میرے ساتھ رسالت دے دیجئے

يُصَدِّقُنِي ۖ إِنِّي أَخَافُ أَنْ يُكَذِّبُونِ ﴿٣٤﴾ قَالَ سَنَشُدُّ

مددگار بنا کر کہ وہ میری تصدیق کرتے رہیں ۴۷ مجھے اندیشہ ہے کہ وہ لوگ میری تکذیب بھی کرینگے (اللہ نے) فرمایا ہم ابھی

عَضُدَكَ بِأَخِيكَ وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطَانًا فَلَا يَصِلُونَ

تمہارے بھائی کو تمہاری قوتِ بازو بنائے دیتے ہیں اور ہم تم دونوں کو ایک شوکت (خاص) عطا کرتے ہیں، سو انہیں

إِلَيْكُمَا ۚ بِآيَاتِنَا أَنْتُمَا وَمَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغَالِبُونَ ﴿٣٥﴾

تم دونوں پر دسترس نہ ہوگی، ہمارے نشان لیکر جاؤ تم دونوں اور جو تمہارے پیرو ہونگے غالب رہیں گے

فَلَمَّا جَاءَهُمْ مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا بَيِّنَاتٍ قَالُوا مَا هَٰذَا إِلَّا

پھر جب موسیٰ اُن کے پاس ہمارے کھلے ہوئے نشان لے کر آئے ۴۸ تو وہ بولے کہ یہ تو ایک بس

سِحْرٌ مُفْتَرًى وَمَا سَمِعْنَا بِهَٰذَا فِي آبَائِنَا الْأَوَّلِينَ ﴿٣٦﴾

گڑھا ہوا جادو ہے اور ہم نے ایسی بات اپنے اگلوں باپ دادوں کے وقت تو سنی نہیں ۴۹

وَقَالَ مُوسَىٰ رَبِّي أَعْلَمُ بِمَنْ جَاءَ بِالْهُدَىٰ مِنْ

اور موسیٰ نے کہا کہ میرا پروردگار خوب جانتا ہے اُس کو جو (دین) ہدایت لے کر اُس کے پاس سے

۴۶ (اسی خون کے عوض میں، اور آگے کچھ میری سنیں ہی نہیں) فرعون کے سلسلہ میں یہ خوب ذہن نشین رہے کہ وہ ایک خود مختار، مطلق العنان، جابر بادشاہ تھا۔ اسکے فیصلہ کے خلاف اپیل کی کہیں گنجائش نہ تھی۔ وہ اپنے اختیارات سے سب کچھ کر سکتا تھا۔ یہ مضمون بھی اوپر کئی بار آچکا ہے۔ ۴۷ (اور گفتگو و مناظرہ کے لئے روانیٔ زبان و فصاحتِ بیان کی ضرورت بہت پڑا کرے گی) هَارُوْنُ اور هُوَ اَفْصَحُ مِنِّیْ پر بھی حاشیے سورۂ طٰہٰ پ۱۶ میں گزر چکے۔ رِدْاً۔ ردء وہ چیز ہے جس کا سہارا لیا جائے۔ یہاں مراد مددگار سے ہے۔ معیناً وفی الاصل اسم ما یعان بہ (بیضاوی) الردء الذی یتبع غیرہ معیناً لہ (راغب)

۴۸ معجزات و دلائل وغیرہ سب اس میں شامل ہیں۔ نَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا۔ یہ یاد کر لیجئے کہ موسیٰؑ و ہارونؑ دونوں محکوم قوم اور رعایا کے فرد تھے اور ان کا مقابلہ ایسے بادشاہ خود مختار سے ہو رہا تھا جس کی زبان خود ہی قانون تھی اور جو ملک میں مطاعِ مطلق ہی کی حیثیت نہیں رکھتا تھا بلکہ ملک کی اکثریت کے عقیدہ میں معبود و الٰہ (سب سے بڑے دیوتا کا اوتار) بھی تھا! اس استحضارِ حقیقت کے بعد اس رعبِ نبوت کی پوری قدر ہو گی۔ فرعون تو فرعون، اس کے درباری اور ارکانِ حکومت تک موسیٰ اسرائیلی و ہارون اسرائیلی کی حقیقت کیا سمجھتے تھے اور اپنے کو انکے پیس ڈالنے کیلئے کافی سمجھ رہے تھے۔ فَلَا يَصِلُوْنَ اِلَيْكُمَا اسی رعبِ خداداد کا یہ نتیجہ تھا کہ بڑے بڑے ہیکڑوں میں سے کوئی آپ دونوں پر دسترس نہ پا سکا۔ بِاٰيٰتِنَا۔ تقدیر کلام یوں ہے۔ اِذْهَبَا بِاٰيٰتِنَا۔

۴۹ مصری قوم شرک در شرک میں مبتلا، عقیدۂ توحید و نبوت سے سرے سے ناآشنا تھی۔ پیامِ موسوی سن کر اور دلائل سے واقف ہو کر اور معجزات کے مشاہدہ ہونے کے بعد بولی کہ یہ تو محض ایک ساحرانہ کارروائی ہے اور اسے دل سے گڑھ کر خدا کی جانب منسوب کیا جا رہا ہے۔

جَانِبِ الطُّورِ نَارًا ۚ قَالَ لِأَهْلِهِ امْكُثُوا إِنِّي آنَسْتُ

طور کی طرف ایک آگ دیکھی ۴۲ اپنے گھر والوں سے بولے کہ تم (یہیں) ٹھہرو۔ میں نے تو آگ دیکھ

نَارًا لَّعَلِّي آتِيكُم مِّنْهَا بِخَبَرٍ أَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ

لی ہے۔ شاید میں وہاں سے کچھ خبر لاؤں یا آگ کا (کوئی) انگارا ہی لیتا آؤں

لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُونَ ﴿٢٩﴾ فَلَمَّا أَتَاهَا نُودِيَ مِن شَاطِئِ

تاکہ تم سینک کر لو ۴۳ سو جب وہ اس آگ کے پاس پہنچے تو انہیں آواز آئی،

الْوَادِ الْأَيْمَنِ فِي الْبُقْعَةِ الْمُبَارَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ أَن

اس میدان کے داہنی جانب سے اس مبارک مقام میں ایک درخت سے کہ

يَا مُوسَىٰ إِنِّي أَنَا اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ﴿٣٠﴾ وَأَنْ أَلْقِ عَصَاكَ ۖ

اے موسیٰ یہ تو میں ہوں اللہ پروردگار عالم۔ اور یہ بھی کہ تم اپنا عصا ڈال دو

فَلَمَّا رَآهَا تَهْتَزُّ كَأَنَّهَا جَانٌّ وَلَّىٰ مُدْبِرًا وَلَمْ يُعَقِّبْ ۚ

پھر جب انہوں نے اسے لہراتا ہوا دیکھا جیسا پتلا (تیز) سانپ تو وہ پشت پھیر کر بھاگے اور پیچھے پھر کر بھی نہ دیکھا

يَا مُوسَىٰ أَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ ۖ إِنَّكَ مِنَ الْآمِنِينَ ﴿٣١﴾ اسْلُكْ

(حکم ہوا) اے موسیٰ آگے آؤ اور ڈرو مت۔ تم (ہر طرح) امن میں ہو ۴۴ اپنا ہاتھ

يَدَكَ فِي جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَاءَ مِنْ غَيْرِ سُوءٍ وَاضْمُمْ

اپنے گریبان میں ڈالو وہ روشن ہو کر نکلے گا بغیر کسی مرض کے اور خوف (رفع کرنے) کے

إِلَيْكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ ۖ فَذَانِكَ بُرْهَانَانِ مِن رَّبِّكَ

واسطے اپنا بازو پھر اپنے سے ملا لینا ۴۵ سو یہ دو سندیں ہیں تمہارے پروردگار کی طرف سے

۴۲ یعنی ایسی روشنی جسے وہ آگ سمجھے اور آگ ہی وہ معلوم ہوتی بھی تھی۔
۴۳ رات اندھیری تھی اور سردی کا موسم۔ راستہ بھی یہ چھوٹا سا قافلہ بھول گیا تھا۔ آگ کی روشنی آبادی کی علامت تھی۔ مفصل حاشیے سورۂ طٰہٰ پ۱۶ میں گزر چکے، نیز سورۂ النمل پ۱۹ میں۔ ۴۴ (اور یہ تو تمہارا معجزہ ہے)
الْوَادِ الْأَيْمَنِ۔ میدان کی داہنی جانب۔ حضرت موسیٰؑ کی بھی داہنی جانب تھی۔ سارے واقعہ پر مفصل حاشیے سورۂ طٰہٰ پ۱۶ میں گزر چکے، نیز سورۃ النمل پ۱۹، سورۃ الاعراف پ۸ میں۔ إِنِّي أَنَا اللَّهُ کے ساتھ صفت رَبُّ الْعَالَمِينَ کا اضافہ اس حقیقت کو اور مؤکد و مصرح کر رہا ہے کہ جو سارے عالم کا مالک و حاکم ہے وہ کسی محدود جگہ کے اندر گھر کیونکر سکتا ہے؟
وَلَّىٰ مُدْبِرًا وَلَمْ يُعَقِّبْ۔ سانپ، شیر وغیرہ زہریلے اور خطرناک جانوروں سے ڈرنا بالکل ایک امر طبعی ہے، اور بڑے سے بڑے کمالاتِ ولایت، یہاں تک کہ نبوت کے بھی منافی نہیں۔ اور حضرت کلیم اللہ کا یہ خوف تمامتر خوف طبعی ہی تھا۔ آیت سے ضمناً اس حقیقت پر بھی روشنی پڑ جاتی ہے کہ معجزہ تمامتر ایک فعل خداوندی ہوتا ہے، پیمبر اس کا صرف واسطہ ہوتا ہے، پیمبر کو اس معجزہ کی تکوین میں مطلق دخل نہیں ہوتا۔ ورنہ کم از کم اپنے معجزہ سے تو حضرت کلیم اللہ خوف نہ کھاتے۔ ۴۵ (جس سے ہاتھ اپنے اصلی رنگ پر لوٹ آئے گا اور یہ تمہارا طبعی خوف بھی جاتا رہے گا۔)
وَاضْمُمْ إِلَيْكَ الخ کی تعبیر و تقریر میں ائمۂ مفسرین کو اشکالات پیش آئے ہیں یہاں ترجمہ و تقریر میں مفسر تھانویؒ کی پیروی کی گئی ہے جو بالکل بے تکلف و بے غبار ہے۔ عصا کے بعد یہ ذکر دوسرے معجزۂ ید بیضا کا ہے۔ مِنْ غَيْرِ سُوءٍ۔ یہ تصریح توریت مروجہ کی تغلیط کے لئے ہے جس کا بیان ہے کہ نعوذ باللہ آپ کو برص کا مرض تھا۔ (حاشیے سورۂ طٰہٰ وغیرہ میں گزر چکے) برھانن یعنی ایسی سندیں اور دلیلیں جو مشرکوں کے بھی سمجھ میں آجائیں۔

وَقَصَّ عَلَيْهِ الْقَصَصَ ۙ قَالَ لَا تَخَفْ ۫ نَجَوْتَ مِنَ

اور اُن سے حالات بیان کئے تو انہوں نے کہا خوف مت کرو (اب) تم ظالم لوگوں سے

الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۵﴾ قَالَتْ اِحْدٰىهُمَا يٰۤاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ ۫

بچ آئے ۳۶ (پھر) اُن دو میں سے ایک لڑکی بولی اے ابّا ان کو نوکر رکھ لیجئے

اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْاَمِيْنُ ﴿۲۶﴾ قَالَ اِنِّيْۤ

کیونکہ اچھا نوکر وہی ہے جو قوت دار ہو، امانت دار ہو ۳۷ وہ بولے میں

اُرِيْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَيَّ هٰتَيْنِ عَلٰۤى اَنْ

چاہتا ہوں کہ میں اپنی ان دو بیٹیوں میں سے ایک تمہارے نکاح میں دیدوں اس شرط پر کہ

تَاْجُرَنِيْ ثَمٰنِيَ حِجَجٍ ۚ فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ ۚ

تم آٹھ سال میری نوکری کرو ۳۸ اور اگر تم دس سال پورے کردو تو یہ تمہاری طرف سے (احسان) ہے

وَمَاۤ اُرِيْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَيْكَ ؕ سَتَجِدُنِيْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ

اور میں تم پر کوئی سختی نہیں چاہتا تم انشاء اللہ مجھ کو خوش معاملہ

مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۲۷﴾ قَالَ ذٰلِكَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ ؕ اَيَّمَا الْاَجَلَيْنِ

پاؤ گے ۳۹ (موسیٰ نے) کہا تو یہ بات میرے اور آپ کے درمیان ہوگئی۔ بس ان دونوں

ع ۳ ۷ ۶ قَضَيْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَيَّ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ﴿۲۸﴾ ع

میں سے جو مدّت بھی پوری کردوں مجھ پر کوئی جبر نہ ہوگا۔ اور ہم جو کچھ کہہ (سُن) رہے ہیں اللہ اس کا گواہ ہے ۴۰

فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ وَسَارَ بِاَهْلِهٖۤ اٰنَسَ مِنْ

پھر جب موسیٰ اس مدت کو پورا کر چکے اور اپنے گھر والوں کو لیکر روانہ ہوئے ۴۱ تو انہوں نے

۳۶ (یہاں فرعون مصر کا حکم نہیں چلتا) مدین حدودِ مصر سے باہر تھا۔ مرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ان صاحبزادی کی زبان سے لیجزیك اجر ما سقیت لنا سنکر چلا آنا اس پر دال ہے کہ اگر عمل بقصدِ عوض نہ ہو پھر بعد عمل کچھ عوض قبول کرلیا جائے تو یہ منافی اخلاص نہیں۔ ۳۷ یعنی جس کے توائے جسمانی بھی اچھے ہوں، محنت سے اپنے کام انجام دے سکے اور اخلاقی صفات سے بھی متصف ہو۔ خدمت کی بجا آوری میں خیانت و بددیانتی سے کام نہ لے۔ بی بی صاحبہ کو حضرت موسیٰ سے متعلق دونوں چیزوں کے تجربے اتنے عرصہ میں ہو چکے تھے۔ ۳۸ (اور اس نوکری کا بدل وہی نکاح ہے) یعنی آٹھ سال کی خدمت اس نکاح کا مہر قرار پایا۔ کسی مدت معینہ تک مویشیوں کی چرائی کا مہر مقرر ہو جانا فقہ اسلامی میں بھی جائز ہے۔ "یہ بکریاں اگر ان صاحبزادی کی تھیں تب تو ان کا مہر ادا کیا جانا ظاہر ہے۔ اور اگر باپ کی تھیں تو بالغہ کی رضا سے ایسا معاملہ اس شریعت میں بھی جائز ہے۔" (تھانویؒ) ۳۹ حضرت شعیب نے فرمایا کہ تمہاری خوشی ہو تو تم دس برس رہ جانا، اس میں میری طرف سے کوئی جبر یا اصرار نہیں۔ میں تو کام کی تعداد، وقت کی پابندی وغیرہ ہر معاملہ میں تمہاری سہولت کو مدنظر رکھونگا۔ مرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ نوکری یا مزدوری یا دوسرے اسباب معاش منافی توکل نہیں۔ ۴۰ حضرت موسیٰ نے کہا تو اچھا یہ معاملہ میرے آپ کے درمیان پختہ ہوگیا۔ خدائے حاضر و ناظر اس معاہدہ کا گواہ ہے۔ ۴۱ (مصر کی طرف) اپنی مدت مقرر بسر کرکے حضرت موسیٰ مع اہل و عیال اب اپنے وطن مصر کو روانہ ہوتے ہیں۔ بِاَهْلِهٖ توریت میں تصریح ہے کہ ساتھ میں آپ کی زوجۂ محترمہ حضرت صفورہ تھیں اور ان کے دونوں بچے تھے۔ (خروج ۔۴: ۲۰) نیز ملاحظہ ہو تفسیر انگریزی۔

نَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۱﴾ وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ
مجھے ظالم لوگوں سے بچا لیجئے ۳۰؎ اور جب (موسیٰ) مدین کی طرف
مَدْيَنَ قَالَ عَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يَّهْدِيَنِيْ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ﴿۲۲﴾
ہولئے تو بولے کہ اُمید ہے کہ میرا پروردگار مجھے سیدھی راہ پر چلا دے ۳۱؎
وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ اُمَّةً مِّنَ النَّاسِ
اور جب وہ مدین کے پانی پر پہنچے تو اُس پر آدمیوں کا ایک مجمع دیکھا
يَسْقُوْنَ ۬ وَوَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ امْرَاَتَيْنِ تَذُوْدٰنِ ۚ
پانی پلاتے اور ان لوگوں سے ایک طرف دو عورتیں دیکھیں کہ وہ (اپنے جانور) روکے کھڑی ہیں ۳۲؎
قَالَ مَا خَطْبُكُمَا ۭ قَالَتَا لَا نَسْقِيْ حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَآءُ ٚ
پوچھا تمہارا کیا مقصود ہے؟ دونوں بولیں ہم پانی نہیں پلاتے جب تک (یہ) چرواہے (اپنے جانوروں کو)
وَاَبُوْنَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ ﴿۲۳﴾ فَسَقٰى لَهُمَا ثُمَّ تَوَلّٰٓى اِلَى الظِّلِّ
ہٹاکر نہیں لیجاتے اور ہمارے والد بہت بوڑھے ہیں ۳۳؎ پس (موسیٰ نے) اُنکے لئے پانی پلادیا پھر ہٹ کر سایہ میں آگئے
فَقَالَ رَبِّ اِنِّيْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ ﴿۲۴﴾
اور عرض کی کہ اے میرے پروردگار تو جو نعمت بھی مجھے دے دے میں اُس کا حاجت مند ہوں ۳۴؎
فَجَآءَتْهُ اِحْدٰىهُمَا تَمْشِيْ عَلَى اسْتِحْيَآءٍ ۡ قَالَتْ اِنَّ
پھر ان دو میں سے ایک لڑکی مُوسیٰ کے پاس آئی کہ شرماتی ہوئی چلتی تھی بولی کہ
اَبِيْ يَدْعُوْكَ لِيَجْزِيَكَ اَجْرَ مَا سَقَيْتَ لَنَا ۭ فَلَمَّا جَآءَهٗ
میرے والد تم کو بُلاتے ہیں تاکہ تم کو اُس کا صلہ دیں جو تم نے ہماری خاطر پانی پلادیا تھا ۳۵؎ پھر جب انکے پاس پہنچے

ع ۸/۵

۳۰؎ (اور امن کی جگہ پہنچا دیجئے) انبیاء اپنا تعلق ہر حال میں اللہ سے جوڑے رکھتے ہیں۔ ہجرت اس ملک سے خود کررہے ہیں لیکن دعا حق تعالیٰ سے کرتے جاتے ہیں۔ ۳۱؎ (چنانچہ ایسا ہی ہوا اور آپ مدین پہنچ گئے) مدین پر حواشی پہلے گزر چکے۔ سورۃ الاعراف ۸ پ، وغیرہ میں۔ ——— ملزم کی تلاش میں سڑکوں کی ناکہ بندی ہو چکی تھی۔ اس لئے آپ جنگل بیہڑ ہوتے ہوئے چلے۔ ۳۲؎ (وہ مردوں کے مجمع میں گھسی نہیں پڑتیں) مَآءَ مَدْيَنَ سے مراد شہر مدین کا کنواں ہے۔ قدیم تہذیب و تمدن میں کنوؤں کو بڑی اہمیت اور مرکزیت حاصل تھی جس کا کچھ نمونہ آج بھی دیہات میں نظر آجاتا ہے۔ یہ دونوں نوجوان لڑکیاں شہر کے رئیس و چودھری اور اللہ کے پیمبر حضرت شعیب کی تھیں۔ توریت میں ان کا نام رعدایل آیا ہے۔ اور اس موقع پر توریت کا بیان حسب ذیل ہے۔ ''موسیٰ فرعون کے حضور سے بھاگا۔ اور مدیان کی زمین میں گیا اور ایک کنوئیں کے نزدیک بیٹھا اور مدیان کے کاہن کی سات بیٹیاں تھیں وہ آئیں اور پانی نکالنے لگیں اور کٹھروں کو بھرا تاکہ اپنے باپ کے گلے کو پانی پلادیں'' (خروج ۔۲ : ۱۶) قدیم تمدن میں اونچی اونچی شریف زادیوں کا بھی کنوئیں پر جاکر پانی بھرنا یا جانوروں کا پانی پلانا خلاف دستور نہ تھا۔ باہر نکلنا تو ہماری شریعت میں بھی جائز ہے بشرطیکہ حیاء و پردہ داری کے ساتھ ہو۔ تَذُوْدٰنِ اس میں خود اس طرف اشارہ ہوگیا کہ دونوں صاحبزادیاں الگ حیاء و تہذیب کے ساتھ کھڑی ہوئی تھیں۔ مردوں کے مجمع میں گھسی نہیں پڑتی تھیں۔ ۳۳؎ (سو وہ خود تو آنے سے معذور ہیں اور یہ کام ہمیں کو کرنا پڑتا ہے لیکن ہم اپنی طرف سے اتنی احتیاط رکھتے ہیں کہ اپنے جانوروں کو مردوں کے مجمع سے الگ کئے کھڑے رہتے ہیں۔ جب مردوں کا مجمع رخصت ہولیتا ہے جب جاکر ہم اپنے جانوروں کو پانی پلاتے ہیں) شریف زادیوں کی یہ غیرت و حیاداری کتنی سبق آموز ہے۔ ۳۴؎ حضرت موسیٰ کا طویل سفر کے بعد بھوکا پیاسا، تھکا ماندہ ہونا بالکل قدرتی تھا۔ آپ سایہ میں آکر بیٹھ گئے۔ اور اللہ تعالیٰ سے رزق کے لئے دعا کی۔ انس بن مالکؓ کی حدیث مرفوع میں آتا ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے حاجت صرف بقدر ایک کفِ دست کے بیان فرمائی تھی۔ مرشد تھانویؒ فرماتے ہیں کہ یہ تفسیر اس پر دلالت کرتی ہے کہ کاملین کی شان اپنی ہر حاجتِ قلیل و کثیر کا حق تعالیٰ کے سامنے ظاہر کرنا ہے۔ بخلاف مدعیان زہد کے جو حق تعالیٰ کی نعمتوں سے استغناء بلکہ نفرت ظاہر کیا کرتے ہیں۔ فَسَقٰى لَهُمَا یعنی موسیٰ علیہ السلام نے ان عورتوں کی خاطر ان کے جانوروں کو پانی بھر کر پلا دیا۔ مرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ اس میں دلالت ہے اس پر کہ کاملین کو خدمت خلق سے عار نہیں ہوتی۔ توریت میں ہے:۔ وہ آئیں اور پانی نکالنے لگیں اور کٹھروں کو بھرا تاکہ اپنے باپ کے گلے کو پانی پلادیں۔ تب گڈریوں نے آکے انہیں ہانکا۔ لیکن موسیٰ نے کھڑے ہو کر ان لڑکیوں کی مدد کی اور ان کے گلے کو پانی پلایا'' (خروج ۔۲ : ۱۶، ۱۷) تَوَلّٰٓى اِلَى الظِّلِّ یہاں یہ جتا دیا کہ حضرت موسیٰ دھوپ کے وقت سایہ کے بھی محتاج تھے۔ ——— کمال یہ ہرگز نہیں کہ کوئی بشر لوازم بشریت مثلاً بھوک، پیاس، گرمی، سردی کے احساس سے بے نیاز ہو جائے۔ رَبِّ .... فَقِيْرٌ کامل سے کامل بندے یہاں تک کہ انبیاء اللہ کے دئیے ہوئے رزق سے مستغنی نہیں ہوتے۔ بھوک کے وقت اللہ کی ملک کر اس کے لئے دعائیں، آرزوئیں کرتے ہیں۔ ۳۵؎ ادھر حضرت موسیٰ نے کھانے پینے کے لئے خدا سے دعا کی، ادھر یہ ہوا کہ لڑکیاں جو آج خلافِ معمول سویرے واپس آگئیں تو حضرت شعیب نے سبب دریافت کیا۔ لڑکیوں نے اصل ماجرا سنا دیا۔ حضرت کی شرافت کب اسے گوارا کرسکتی تھی کہ ایسے محسن کو یوں ہی بالا بالا چلا جانے دیتے لڑکی کو بھیج اپنے گھر بلوایا کہ کچھ تو حق میزبانی کا ادا کریں۔ توریت میں ہے:۔ ''اور جب وہ اپنے باپ رعدایل کے پاس آئیں اس نے پوچھا کہ آج تم کیونکر سویرے پھریں؟ وہ بولیں ایک مصری نے ہمیں گڈریوں کے ہاتھ سے بچایا اور ہمارے لئے جتنا کافی تھا پانی بھرا۔ اور گلے کو پلایا۔ اس نے اپنی بیٹیوں سے کہا کہ وہ مرد کہاں ہے؟ تم اسے کیوں چھوڑ آئیں؟ اسے بلاؤ کہ روٹی کھائے'' (خروج ۔۲ : ۱۸ ۔ ۲۰) تَمْشِيْ عَلَى اسْتِحْيَآءٍ میں صاف دلالت اس امر پر ہے کہ شریف زادیوں کے لئے چٹک مٹک، تیزی طراری نہیں، بلکہ غیرت و حیا، لجانا اور شرمانا امر طبعی ہے۔ تَذُوْدٰنِ ۔ لَا نَسْقِيْ حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَآءُ اور پھر اب تَمْشِيْ عَلَى اسْتِحْيَآءٍ عورت کے لئے اگر غیرت و حیاداری اس درجہ میں مطلوب و مقصود نہیں تو آخر قرآن کو بار بار ان تصریحات کی ضرورت کیا تھی۔ اِحْدٰىهُمَا ۔ ان صاحبزادی کا نام بی بی صفورہ تھا۔ روایات اسلامی میں آتا ہے کہ حضرت موسیٰؑ جب روانہ ہوئے تو ان سے کہا کہ تم میرے پیچھے ہو جاؤ میں پسند نہیں کرتا کہ نامحرم پر بلا ضرورت نظر بلا قصد بھی پڑے۔

فَأَصْبَحَ فِي الْمَدِينَةِ خَائِفًا يَتَرَقَّبُ فَإِذَا الَّذِي
پھر (موسیٰ کو) شہر میں صبح ہوئی خوف و اندیشہ کی حالت میں ۔ کہ اتنے میں وہی جس نے
اسْتَنْصَرَهُ بِالْأَمْسِ يَسْتَصْرِخُهُ ۚ قَالَ لَهُ مُوسَىٰ إِنَّكَ
کل اُن سے مدد چاہی تھی ۲۳ آج پھر) اُسے پکار رہا ہے ۔ (موسیٰ نے) اُس سے کہا تو بھی بڑا ہی
لَغَوِيٌّ مُبِينٌ ﴿۱۸﴾ فَلَمَّا أَنْ أَرَادَ أَنْ يَبْطِشَ بِالَّذِي هُوَ عَدُوٌّ
بدراہ ہے ۲۴ پھر جب (موسیٰ نے) اُس پر ہاتھ بڑھایا ۔ جو اُن دونوں کا مخالف
لَهُمَا قَالَ يَا مُوسَىٰ أَتُرِيدُ أَنْ تَقْتُلَنِي كَمَا قَتَلْتَ
تھا ۲۵ تو وہ (اسرائیلی) بول اُٹھا کہ اے موسیٰ کیا اب مجھے قتل کرنا چاہتے ہو جیسا کل ایک آدمی کو
نَفْسًا بِالْأَمْسِ ۖ إِنْ تُرِيدُ إِلَّا أَنْ تَكُونَ جَبَّارًا فِي
قتل کر چکے ہو ۔ بس تم ۔ دنیا میں اپنا زور ۔ بٹھانا چاہتے
الْأَرْضِ وَمَا تُرِيدُ أَنْ تَكُونَ مِنَ الْمُصْلِحِينَ ﴿۱۹﴾
ہو ۔ اور ۔ (صلح و) اصلاح ۔ نہیں چاہتے ۲۶
وَجَاءَ رَجُلٌ مِنْ أَقْصَى الْمَدِينَةِ يَسْعَىٰ قَالَ يَا مُوسَىٰ
اور ایک شخص ۔ شہر کے کنارہ سے ۲۷ دوڑتا ہوا آیا ۔ کہنے لگا اے موسیٰ
إِنَّ الْمَلَأَ يَأْتَمِرُونَ بِكَ لِيَقْتُلُوكَ فَاخْرُجْ إِنِّي لَكَ
اہل دربار آپ کے متعلق مشورہ کر رہے ہیں کہ آپ کو قتل کر دیں ۲۸ سو آپ چلے جائیے میں آپ کا
مِنَ النَّاصِحِينَ ﴿۲۰﴾ فَخَرَجَ مِنْهَا خَائِفًا يَتَرَقَّبُ ۖ قَالَ رَبِّ
بڑا خیر خواہ ہوں ، ۔ سو موسیٰ وہاں سے نکل کھڑے ہوئے خوف و اندیشہ کے ساتھ ۲۹ بولے اے میرے پروردگار

۲۳ (اور اس وقت کسی اور سے الجھ رہا تھا) یَتَرَقَّبُ یعنی آپ کو برابر یہ دھڑکا لگا ہوا تھا کہ کہیں مصری پولیس گرفتار کرنے نہ آ رہی ہو۔ حضرت موسیٰ اس وقت تک نبی نہیں ہوئے تھے لیکن اگر ہوتے بھی تو طبعی خوف و اندیشہ کسی بھی مرتبۂ کمال کے منافی نہیں۔
خَائِفًا يَتَرَقَّبُ۔ فقہاء مفسرین نے لکھا ہے کہ جو لوگ مطلقاً غیر اللہ کے خوف کو ناجائز بتاتے ہیں۔ یہ آیت انکے خیال کی بالکل تردید کر رہی ہے۔ فیه دلیل علی انه لا باس بالخوف من دون الله بخلاف ما یقوله بعض الناس انه لا یسوغ الخوف من دون الله۔ (مدارک)

۲۴ (کہ روز ہی لوگوں سے الجھتا لڑتا رہتا ہے) حضرت موسیٰ کو کل کی بات یاد آگئی۔ اسی پر آپ کو ناخوشی پیدا ہوئی۔ توریت میں ہے:۔ "اور جب وہ دوسرے دن باہر گیا تو کیا دیکھتا ہے کہ دو عبرانی آپس میں جھگڑ رہے ہیں، تب اس نے اس کو جو ناحق پر تھا کہا کہ تو اپنے یار کو کیوں مارتا ہے؟" (خروج۔۲: ۱۳)

۲۵ (کہ اسکو ظلم و زیادتی سے روک دیں) مراد فرعونی ہے جو حضرت موسیٰؑ اور اس اسرائیلی فریادی دونوں کا مخالف تھا۔ مرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ کاملین جس طرح دشمن پر سیاست کرتے ہیں دوست پر بھی کرتے ہیں جیسا جسکے حال کا مقتضا ہوا چنانچہ یہاں آپ نے قول سے سیاست سبطی کی فرمائی اور ارادۂ بطش سے قبطی کی۔ غرض ان میں عدل کامل ہوتا ہے عصبیتِ قومی نہیں ہوتی۔

۲۶ وہ اسرائیلی جس پر ابھی ڈانٹ پڑ چکی تھی قدرۃً یہ سمجھا کہ اب کی وار مجھ پر ہوگا۔ یہ سمجھ کر چلّا اٹھا۔ بس اسی سے شہر میں خبر ہو گئی۔ توریت میں ہے:۔ "وہ بولا کہ کس نے تجھے ہم پر حاکم یا منصف مقرر کیا ہے آیا تو چاہتا ہے کہ جس طرح تو نے اس مصری کو مار ڈالا، مجھے بھی مار ڈالے۔ (خروج۔۲: ۱۴)

۲۷ یعنی بڑے فاصلہ پر اس مقام سے جہاں شاہی کمیٹیاں منعقد ہوتی رہتی تھیں رَجُلٌ یہ شخص حضرت موسیٰ کا مومن مخلص تھا۔

۲۸ یعنی سرکاری کمیٹی میں گفتگو اس موضوع پر ہو رہی ہے کہ آپ کو اس مصری کے قتل کے جرم میں قتل کیوں نہ کر دیا جائے۔ توریت میں ہے: جب فرعون نے یہ سنا تو چاہا کہ موسیٰ کو قتل کرے" (خروج۔۲: ۱۵)

۲۹ توریت میں ہے:۔ "تب موسیٰ ڈرا اور کہا کہ یقیناً یہ بھید فاش ہوا" (خروج۔۲: ۱۴) کاملین یہاں تک کہ انبیاء کے لئے بھی یہ ہرگز ضروری نہیں کہ امور طبعیہ میں وہ عام انسانوں سے الگ ہوں۔ فَخَرَجَ مِنْهَا ظاہر ہے کہ اب حضرت موسیٰ کے لئے مملکت مصر میں کہیں بھی ٹھہرنا خطرہ سے خالی نہ تھا۔ جائے امن اب آپ کے لئے حدود مصر سے باہر ہی ہو سکتی تھی۔ منھا یعنی اس شہر سے۔ المدینة (بیضاوی)

لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳﴾ وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَاسْتَوٰٓى اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا

یقین نہیں رکھتے ۱۵ پھر جب وہ اپنی پختگی کو پہنچ گئے اور درست ہوگئے، ہم نے انہیں حکمت

وَّعِلْمًا ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۴﴾ وَدَخَلَ الْمَدِيْنَةَ

اور علم عطا کیا ۱۶ اور ہم نیک کاروں کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں ۱۷ اور وہ شہر میں ایسے وقت پہنچے

عَلٰى حِيْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا فَوَجَدَ فِيْهَا رَجُلَيْنِ

کہ وہاں کے باشندے بے خبر تھے تو انہوں نے وہاں دو آدمیوں کو

يَقْتَتِلٰنِ ۬ هٰذَا مِنْ شِيْعَتِهٖ وَهٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ ۚ فَاسْتَغَاثَهُ

لڑتے پایا ایک تو ان کی برادری کا تھا اور ایک ان کے مخالفین میں تھا ۱۸ سو وہ جو ان کی

الَّذِىْ مِنْ شِيْعَتِهٖ عَلَى الَّذِىْ مِنْ عَدُوِّهٖ ۙ فَوَكَزَهٗ

برادری کا تھا اس نے ان سے دادخواہی کی اسکے مقابلہ میں جو انکے مخالفین میں تھا، سو موسیٰ نے اس کو

مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَيْهِ ۬ قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ ؕ

گھونسا مارا پس اس کا کام تمام کر دیا ۱۹ (موسیٰ) بولے یہ تو شیطانی حرکت ہو گئی

اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّىْ ظَلَمْتُ

بیشک شیطان کھلا ہوا دشمن بہکا دینے والا ہے ۲۰ عرض کیا اے میرے پروردگار مجھ سے قصور

نَفْسِىْ فَاغْفِرْ لِىْ فَغَفَرَ لَهٗ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۶﴾

ہوگیا ۲۱ سو تو بخش دے، پھر (اللہ نے) انہیں بخش دیا، بیشک وہ تو بڑا بخشنے والا بڑا رحم کرنے والا

قَالَ رَبِّ بِمَآ اَنْعَمْتَ عَلَىَّ فَلَنْ اَكُوْنَ ظَهِيْرًا لِّلْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۷﴾

(موسیٰ نے) عرض کی اے میرے پروردگار تو نے مجھ پر (بڑے بڑے) انعامات کئے ہیں، سو میں کبھی مجرموں کی مدد نہ کروں گا ۲۲

ع ۲ ۱۳ ۴

۱۵ تعریض ہے کافروں پر کہ ان بدبختوں کو وعدۂ الٰہی پر بھی اطمینان نہیں ہوتا۔ ذرا سی دیر لگی، یا درمیان میں کوئی پیچ پڑا اور یہ بدعقیدہ ہو جاتے ہیں۔ ۱۶ یعنی فہم سلیم وعقل مستقیم بطور مقدمۂ نبوت کے۔ حضرت موسیٰ ابھی تک نبی نہ تھے، لیکن آثار نبوت سب بیدار ہو چکے تھے۔ استویٰ یعنی قوائے جسمانی وعقلی پورے بلوغ کو پہنچ لئے ۱۷ یعنی عمل صالح سے فیضان علمی میں ترقی ہوتی رہتی ہے۔ نجزی سے معلوم ہوتا ہے کہ حکم سے مراد یہاں نبوت نہیں۔ کیونکہ نبوت جزاء اعمال واحسان نہیں، محض خدائے رحمٰن کا فضل خاص ہے (کبیر) ۱۸ یعنی ایک اسرائیلی (سبطی) تھا اور ایک مصری (قبطی) الْمَدِيْنَةَ شہر سے مراد مصر کا قدیم شہر ممفس ہے اور توریت میں یہ نام موف کر کے آتا ہے اور ہمارے ہاں کی قدیم روایات میں منف کر کے۔ موجودہ دار السلطنت شہر قاہرہ سے کوئی ۱۲ میل جنوب میں واقع تھا۔ اور اپنے زمانہ کا بڑا نامور شہر تھا۔ اب موقع مطراینہ اسی جگہ پر ہے۔ ملاحظہ ہو تفسیر انگریزی۔ حِيْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا یعنی لوگ بے خبر پڑے سو رہے تھے۔ وقت غالباً دوپہر کا تھا۔ ۱۹ حضرت موسیٰ نے پایا کہ مصری ظالم تھا اور اسرائیلی مظلوم آپ نے گھونسا محض رفع ظلم کے لئے تادیباً مارا۔ اور یہ محض اتفاق تھا کہ اس سے وہ مصری مر گیا۔ توریت میں یہ حکایت یوں درج ہے: ”جب موسیٰ بڑا ہوا تو اپنے بھائیوں کے پاس باہر گیا اور انکی مشقتوں کو دیکھا اور دیکھا کہ ایک مصری ایک عبرانی کو جو اس کے بھائیوں میں سے ایک تھا مار رہا ہے۔ پھر اس نے اِدھر اُدھر ہر طرف نظر کیا اور دیکھا کہ کوئی نہیں تب اس مصری کو مار ڈالا۔ اور ریت میں چھپا دیا“ (خروج ۔۲: ۱۱ و ۱۲) یہ قتل نہ عمداً تھا نہ ظلماً محض خطأً تھا اور قتل خطا تو معصیت یوں ہی نہیں ہوتی۔ چہ جائیکہ جب مقصود اس سے اصلاح وخیر اور ایک مظلوم کی نصرت ورہائی ہو۔ یہ قتل ایسا ہی ہے جیسا ہماری شریعت میں کسی مجرم پر حد یا تعزیر جاری ہو اور وہ اتفاقاً اسی میں مر جائے تو نہ قاضی پر گناہ ہوگا نہ جلاد پر۔ ۲۰ یعنی شیطان کا کام ہی انسان کو بہکانا، غلطیوں میں مبتلا کرنا ہے۔ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ۔ اس فرعونی کا قتل اس کے حربی ہونے کی بنا پر تو یوں ہی مباح تھا اور حق العبد نہ تھا۔ پھر قتل عمد نہیں قتل خطا تھا اور مقصود اس سے تادیب تھی لیکن موسیٰ پیمبر تھے کمال خشیت سے خلاف اولیٰ کو بھی گناہ قرار دیا (تھانویؒ) هٰذَا یعنی یہ قتل جو بالکل بے ارادہ عمل میں آگیا۔ ~~اشارة الى القتل الحاصل بغير قصد (ملک)~~

۲۱ (اور جو نتیجہ میں نہیں چاہتا تھا وہ نکل آیا) ظَلَمْتُ نَفْسِىْ حضرت کا اپنی زبان سے یہ ادا کرنا ہرگز اثبات جرم کے مرادف نہیں۔ یہ تو کاملین کی عام عادت ہی ہوتی ہے کہ اپنی خفیف سی بے احتیاطی کو بھی گویا خطا ولغزش کا ایک پہاڑ بنا کر پیش کرتے ہیں ~~لما عده من عمل الشيطان وسماه ظلما واستغفر منه على عادتهم في استعظام محقرات فرطت منهم~~ (بیضاوی) مرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ نے تو محض رفع ظلم چاہا تھا قتل بلا قصد واقع ہو گیا۔ آپ کو بعد تامل معلوم ہوا کہ رفع ظلم دوسرے طریق سے بھی ممکن تھا جو قصد کے وقت سمجھ میں نہ آیا بس اس لئے آپ نے استغفار فرمایا۔ اس سے چند مسئلے ثابت ہوئے۔ ایک یہ کہ کاملین سے بھی بعض طبعیات مثلاً غضب کا صدور ہوتا رہتا ہے۔ دوسرے حسنات الابرار سیئات المقربین اور یہاں وہ حسنہ دفع ظلم تھا تیسرے یہ کہ کاملین کو خشیت دوسروں سے کہیں زائد ہوتی ہے۔ ۲۲ یہاں مجرمین سے مراد وہ ہیں جو دوسروں سے گناہ کا کام کرانا چاہیں کیونکہ گناہ کسی سے کرانا یہ بھی جرم ہے بس اس میں شیطان بھی داخل ہوگیا کہ وہ گناہ کراتا ہے اور گناہ کرنے والا اس کی مدد کرتا ہے خواہ عمداً یا خطأً“ (تھانویؒ) حضرت موسیٰ کو اس مغفرت ومغفوریت کا حال بطریق الہام معلوم ہوگیا تھا جیسا کہ ہر ولی اللہ کو مکشوف ہو سکتا ہے۔

قُرَّتُ عَيْنٍ لِّيْ وَلَكَ ؕ لَا تَقْتُلُوْهُ ۖ عَسٰٓى اَنْ يَّنْفَعَنَآ

کہ یہ (بچہ) میری اور تیری آنکھ کی ٹھنڈک ہے اسے قتل مت کرنا عجب کیا کہ یہ ہمیں نفع پہنچائے

اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝۹ وَاَصْبَحَ فُؤَادُ

یا ہم اسے اپنا بیٹا ہی بنالیں اور انہیں کچھ خبر نہ تھی (انجام کی) ۹؎ اور والدۂ موسیٰ کا دل

اُمِّ مُوْسٰى فٰرِغًا ؕ اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِيْ بِهٖ لَوْلَآ اَنْ رَّبَطْنَا

بیقرار ہوا (ایسا کہ) قریب تھا کہ وہ موسیٰ کا حال ظاہر کر دیتیں اگر ہم اُن کے دل کو

عَلٰى قَلْبِهَا لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۱۰ وَقَالَتْ لِاُخْتِهٖ

اسی لئے مضبوط نہ کئے رہتے کہ وہ یقین کئے رہیں ۱۰؎ اور انہوں نے موسیٰ کی بہن سے کہا

قُصِّيْهِ ۫ فَبَصُرَتْ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝۱۱

کہ موسیٰ کا سُراغ تو لگانا، سو انہوں نے موسیٰ کو دُور سے دیکھا اور وہ لوگ (یعنی فرعون والے) بیخبر تھے ۱۱؎

وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ فَقَالَتْ هَلْ

اور ہم نے موسیٰ پر دائیوں کی بندش پہلے ہی کر رکھی تھی ۱۲؎ سو وہ کہنے لگیں کیا میں

اَدُلُّكُمْ عَلٰٓى اَهْلِ بَيْتٍ يَّكْفُلُوْنَهٗ لَكُمْ وَهُمْ لَهٗ

تم لوگوں کو ایسے گھرانے کا پتہ بتاؤں جو تمہارے لئے اس بچہ کی پرورش کریں اور ساتھ ہی اُسکے

نٰصِحُوْنَ ۝۱۲ فَرَدَدْنٰهُ اِلٰٓى اُمِّهٖ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ

خیر خواہ بھی ہوں ۱۳؎ غرض ہم نے موسیٰ کو انکی والدہ کے پاس واپس پہنچا دیا تاکہ انکی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور

وَلِتَعْلَمَ اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ

تاکہ غم میں نہ رہیں اور تاکہ اس بات کو جان لیں کہ اللہ کا وعدہ سچا ہوتا ہے ۱۴؎، البتہ اکثر لوگ اُس کا

۹؎ (کہ اسی بچہ کے ہاتھوں فرعون کی سلطنت غارت ہوگی) ~~ای لایشعرون ان ھلاکھم بسببه وعلیٰ یدہ وھذا قول مجاھد وقتادۃ والضحاک ومقاتل (کبیر)~~ اِمْرَاَتُ فِرْعَوْنَ سے مراد حضرت آسیہ ہیں۔ توریت محرف میں انہیں فرعون کی لڑکی بتایا گیا ہے۔ قرآن نے اس پرانی تاریخی غلطی کی اصلاح کر کے بتایا کہ وہ خاتون بیٹی نہیں بیوی تھیں۔ البتہ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ اصلاً بیٹی ہی ہو جس کے ساتھ بعد کو فرعون نے شادی کر لی ہو۔ اس پر حیرت نہ کی جائے۔ متعدد جاہلی شاہی خاندانوں میں عام رواج محرمات ہی سے شادی کرنے کا رہا ہے۔ اور مصر کے شاہی (فرعونی) خاندان میں بادشاہ کا اپنی ہمشیر سے نکاح کرنے کا دستور تو عام تھا۔ بیٹی سے شادی کر کے اسے ملکہ بنا لینے کا تاریخی ثبوت تو موجود نہیں، لیکن ہمشیر کے نکاح پر قیاس کر کے اس کا امکان تو بہرحال موجود ہے۔ ملاحظہ ہو تفسیر انگریزی۔ توریت میں ہے:۔ ”تب فرعون کی بیٹی غسل کرنے کو دریا پر اتری اور اس کی سہیلیاں دریا کے کنارہ پر پھرنے لگیں۔ اس نے جھاڑ میں ٹوکرا دیکھ کر اپنی سہیلی کو بھیجا کہ اسے اٹھالے جب اس نے اسے کھولا تو لڑکے کو دیکھا، اور دیکھا کہ وہ رو رہا ہے۔ اسے اس پر رحم آیا۔ اور بولی یہ کسی عبرانی کا لڑکا ہے۔“ (خروج ۔۲: ۵ و ۶) عارفین نے کہا کہ اہل اللہ سے محبت رائگاں نہیں جاتی چنانچہ موسیٰ علیہ السلام سے محبت کا نتیجہ حضرت آسیہ نے مشاہدہ کر لیا کہ مشرف بایمان ہی نہیں ہوئیں بلکہ افضلِ نساءِ عالمین قرار پائیں۔ مرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ اس قول کا سبب محض حب طبعی تھا لیکن اہل اللہ کے ساتھ حب طبعی بھی، بشرطیکہ کوئی مانع موجود نہ ہو، ایمان و ہدایت میں نافع ہو جاتی ہے۔ ۱۰؎ یعنی ادھر انہوں نے اپنے نور نظر کو سپرد دریا کیا اور ادھر ان کے قلب پر غم و صدمہ نے اتنا ہجوم کیا کہ قریب تھا کہ مضطر ہو کر وہ سب ہی راز ظاہر کر دیں لیکن ہم نے ان کے دل کو مضبوط رکھا تاکہ وہ ہمارے وعدہ پر یقین کئے بیٹھی رہیں۔ گویا طبعی تقاضا تو شدتِ غم و حزن میں اس راز کے افشا ہی کا تھا لیکن تائیدِ ایزدی ان کے شاملِ حال رہی اور انہوں نے طبیعت کے مقتضا پر عمل نہ کیا۔ عارفین نے لکھا ہے کہ کاملین بھی امورِ طبعیہ کے اثرات سے بالکل محفوظ نہیں ہو جاتے چنانچہ حضرت موصوفہ کو باوجود وعدۂ الٰہی کے ترددِ قلبی شدت کے ساتھ محسوس ہوا لیکن آپ نے بفضلِ الٰہی اس کے مقتضا پر عمل نہ کیا اور یہ شیوہ کاملین کا ہوتا ہے۔ لَوْلَآ اَنْ رَّبَطْنَا سے مرشد تھانویؒ نے یہ بھی اشارہ کیا ہے کہ تکمیلِ اخلاق میں قوتِ بشری تنہا کافی نہیں، تائیدِ الٰہی کا شامل ہونا ضروری ہے۔ ۱۱؎ (اس امر سے کہ وہ انکی بہن ہیں اور اسی سراغ رسی میں آئی ہیں) وَقَالَتْ لِاُخْتِهٖ قُصِّيْهِ سے مرشد تھانویؒ نے یہ افادہ کیا ہے کہ درجۂ اعتدال میں تدبیر اختیار کرنا مرتبۂ توکل کے منافی نہیں۔ توریت میں انکا نام مریم آیا ہے۔ یہ بھی لکھا ہے کہ وہ ”نبیہ“ تھیں (خروج ۔۱۵: ۲۰) اسلامی عقیدہ یہ ہے کہ کوئی عورت نبی نہیں ہوئی ہے۔ اسرائیلی اصطلاح دوسری تھی۔ وہاں ”نبیہ“ کے معنی صرف پیشین گوئی کرنے والی یا تقریباً کاہنہ کے ہیں۔ توریت میں یہ بھی ہے:۔ ”اور اس کی بہن دور سے کھڑی دیکھتی تھی کہ اس کے ساتھ کیا ہوتا ہے۔“ (خروج ۔۲: ۴) ۱۲؎ (چنانچہ آپ کسی کا دودھ نہ لیتے تھے) ملاحظہ ہو تفسیر انگریزی

۱۳؎ محل والے پریشان تو ہو ہی رہے تھے کہ بچہ کسی دایہ کی دایہ گری نہیں قبول کر رہا ہے۔ خواہرِ موسیٰ نے اجنبی اور انجان بنکر ان سے کہا کہ میں تمہیں ایسے گھرانے کا پتہ بتا سکتی ہوں جو بچہ کی پرورش کا کام ہی نہ کریں بلکہ پوری دلسوزی سے اسے انجام دیں۔ وہ لوگ تو دل سے یہی چاہتے تھے فوراً راضی ہو گئے۔ والدۂ موسیٰ ایک اجنبی دایہ کی حیثیت سے بلائی گئیں۔ رضاعت شروع کی۔ کبھی اپنے گھر لاتیں، کبھی محل میں جا رکھتیں۔ روایاتِ یہود کیلئے ملاحظہ ہو تفسیر انگریزی۔ ۱۴؎ (مشاہدہ و معائنہ کے مرتبہ میں) رَدَدْنٰهُ یعنی واپس پہنچا دیا، اپنے وعدہ کے مطابق۔ تَقَرَّ عَيْنُهَا یعنی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اپنی اولاد کو دیکھ کر۔ اور یہ جو بعض روایات میں آیا ہے کہ والدۂ موسیٰ نے اس ارضاع کی اجرت بھی لی تھی تو اپنے کو اجنبی اور انجان ظاہر کرنے کے بعد بھی بالکل قرینِ قیاس یہی ہے۔ رہا اس پر فقہی شبہ کہ واجب پر تو اجرت جائز ہی نہیں۔ سو اسکے متعدد جوابات ممکن ہیں۔ اول تو یہ کیا ضرور ہے کہ فقہ اسرائیلی میں بھی یہ جزئیہ موجود ہو۔ اور پھر حربی کا مال اسکی رضامندی سے لینا، خواہ کسی طریق سے بھی ہو، ہماری شریعت میں بھی جائز ہے۔ اسکے علاوہ یہاں ضرورت و مصلحت کا تقاضا بھی یہی تھا۔

نَمُنَّ عَلَى الَّذِيۡنَ اسۡتُضۡعِفُوۡا فِى الۡاَرۡضِ وَنَجۡعَلَهُمۡ

(جن لوگوں کا زور ملک میں گھٹایا جا رہا ہے ہم اُن پر احسان کریں)

اَئِمَّةً وَّنَجۡعَلَهُمُ الۡوٰرِثِيۡنَ ۝۵ وَنُمَكِّنَ لَهُمۡ

(اور انہیں پیشوا بنائیں، اور انہیں (زمین کا) مالک بنائیں ف۳ اور ہم انہیں زمین میں)

فِى الۡاَرۡضِ وَنُرِىَ فِرۡعَوۡنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوۡدَهُمَا

(حکومت دیں اور فرعون اور ہامان اور اُن کے تابعین کو اُن میں سے وہ کچھ دکھلائیں)

مِنۡهُمۡ مَّا كَانُوۡا يَحۡذَرُوۡنَ ۝۶ وَاَوۡحَيۡنَاۤ اِلٰۤى اُمِّ مُوۡسٰٓى

(جن سے وہ بچنا چاہتے تھے ف۴ اور ہم نے موسیٰ کی والدہ کو الہام کیا)

اَنۡ اَرۡضِعِيۡهِۚ فَاِذَا خِفۡتِ عَلَيۡهِ فَاَلۡقِيۡهِ فِى الۡيَمِّ

(کہ تم انہیں دودھ پلاؤ، پھر جب تم کو انکی نسبت اندیشہ ہو ف۵ تو تم انہیں دریا میں ڈال دو)

وَلَا تَخَافِىۡ وَلَا تَحۡزَنِىۡۚ اِنَّا رَآدُّوۡهُ اِلَيۡكِ وَ

(اور نہ اندیشہ کرو اور نہ غم کرو ہم ضرور اُن کو تمہارے پاس واپس پہنچا دینگے اور)

جَاعِلُوۡهُ مِنَ الۡمُرۡسَلِيۡنَ ۝۷ فَالۡتَقَطَهٗۤ اٰلُ فِرۡعَوۡنَ

(اُنہیں پیمبر بنا دیں گے ف۶ چنانچہ فرعون کے لوگوں نے موسیٰ کو اٹھا لیا)

لِيَكُوۡنَ لَهُمۡ عَدُوًّا وَّحَزَنًا ؕ اِنَّ فِرۡعَوۡنَ وَهَامٰنَ

(تاکہ وہ اُن کے لئے دشمن اور غم (کا باعث) بنیں ف۷ بیشک فرعون اور ہامان)

وَجُنُوۡدَهُمَا كَانُوۡا خٰطِـئِيۡنَ ۝۸ وَقَالَتِ امۡرَاَتُ فِرۡعَوۡنَ

(اور اُن کے تابعین (بڑے) خطاکار تھے ف۸ اور فرعون کی بیوی بولیں)

منزل ۵

ف۳ یعنی ہماری مشیت میں یہ تھا کہ ہم انہیں دنیوی و دینی عروج دے کر رہیں۔ نَجۡعَلَهُمۡ اَئِمَّةً اس ارادۂ الٰہی کا ظہور دینی پیشوائی میں یوں ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام پر صحیفۂ آسمانی نازل ہوا۔ شریعت الٰہی اسی قوم پر اتری۔ انبیاء اس میں برابر پیدا ہوتے رہے۔ نَجۡعَلَهُمُ الۡوٰرِثِيۡنَ اس مشیت کا ظہور یوں ہوا کہ فرعون کی غلامی سے آزادی نصیب ہوئی اور آگے چل کر شام و فلسطین کی حکومت بھی مل گئی۔ نَمُنَّ ... الارض بعض عارفوں نے اس سے یہ نکتہ بھی نکالا ہے کہ کمزور و مظلوم ہونا خود موجبِ التفات و نصرتِ الٰہی ہے۔ ف۴ (اور اپنی قضا و قدر کے سامنے انکی ایک تدبیر بھی نہ چلنے دیں) هَامٰنَ۔ ہامان کا نام یہاں پہلی بار قرآن میں آیا ہے۔ یہ کون شخص تھا؟ یہود و نصاریٰ کہتے ہیں کہ مصر میں کوئی شخص اس نام کا تھا ہی نہیں۔ البتہ ایران میں ایک شخص اس نام کا گزرا ہے۔ اور (نعوذ باللہ) قرآن نے دونوں میں خلط کر دیا۔ لیکن ہامان کو شخصی نام فرض ہی کیوں کیا جائے؟ جس طرح اس کا عطف "فرعون" کے ساتھ یہاں اور آگے چل کر بھی آیا ہے اس سے تو قیاس یہی ہوتا ہے کہ جس طرح فرعون شخصی نام نہیں بلکہ شاہی لقب تھا اسی طرح ہامان بھی کوئی سرکاری لقب ہی تھا۔ تاریخ سے اتنا تو بہرحال ثابت ہے کہ مصر کے ایک بہت بڑے دیوتا کا نام آمن (AMON) تھا۔ اس کے بڑے پجاری کے اختیارات بادشاہ سے بس کچھ ہی کم ہوتے تھے۔ عجب کیا کہ اس بڑے پجاری کا سرکاری لقب عربی تلفظ میں ہامان ہی ہو۔ (ملاحظہ ہو تفسیر انگریزی) مَا كَانُوۡا يَحۡذَرُوۡنَ یعنی زوالِ سلطنت اور ہلاکت۔ اسی کا انہیں اندیشہ تھا اور یہی واقع ہو کر رہا۔ فِى الۡاَرۡضِ۔ یہ لازمی نہیں کہ اسرائیلیوں کو یہ تمکین و تمکن اسی ملک مصر ہی میں حاصل ہوا ہو۔ روئے زمین کے کسی حصہ میں بھی ہو جانا، وعدۂ الٰہی کے تحقق کیلئے کافی تھا۔ ف۵ بنی اسرائیل کی اولاد ذکور تو چن چن کر قتل کی ہی جا رہی تھی۔ حضرت موسیٰ کی والدہ ماجدہ کو بھی قدرۃً یہ فکر پیدا ہوئی کہ اب ان کی بھی تلاش ہوگی۔ اس وقت ان کے دل میں بات غیب سے ڈال دی گئی۔ اَوۡحَيۡنَاۤ۔ وحی یہاں الہام یا القاء کے معنی میں ہے۔ ~~ای القینا فی قلبها۔ ان تهب الوحی کل ما دللت علیه من کلام او کتاب او اشارة او رسالة (ابن قتیبہ)~~ اس اصطلاحی معنی میں نہیں جو انبیاء کے ساتھ مخصوص ہے، اس وحی کا ذکر سورۂ طٰہٰ پ۱۶ میں گزر چکا ہے۔ بہرحال نہ یہ وحی، وحی رسالت تھی اور نہ والدۂ حضرت موسیٰ نبی یا رسول تھیں۔ ~~ولیس هذا وحی رسالة ولا تکون هی رسولا (مدارک)~~ توریت میں ہے:۔ "وہ عورت حاملہ ہوئی اور بیٹا جنی اور اس نے اسے خوبصورت دیکھ کے تین مہینے تک چھپا رکھا اور جب آگے کو نہ چھپا سکی تو اس نے سرکنڈوں کا ایک ٹوکرا بنایا اور اس پر لاسا اور رال لگایا اور لڑکے کو اس میں رکھا اور اس نے اسے دریا کے کنارہ پر جھاڑ میں رکھ دیا۔" (خروج۔۲: ۱-۳)

ف۶ یعنی سردست تو یہ کرو کہ ان کی رضاعت بدستور کرتی رہو۔ پھر جب دیکھو کہ افشاء راز ہوا جاتا ہے تو ایک صندوق میں انہیں بند کر کے دریائے نیل میں ڈال دو۔ نہ انکے ڈوب جانے کا اندیشہ کرو نہ ان کی مفارقت کا غم کرو، ہم ایسا انتظام کئے دیتے ہیں کہ عنقریب ہی یہ پھر تمہارے پاس پہنچ جائیں اور پھر ایک خاص وقت پر انہیں پیمبری عنایت کر دیں گے۔ لَا تَخَافِىۡ وَلَا تَحۡزَنِىۡ۔ جس خوف و حزن سے یہاں ممانعت ہے وہ عقلی و اختیاری تھا، اس خوف و حزن کے علاوہ جو طبعی اور غیر اختیاری ہوتا ہے۔ فِى الۡيَمِّ۔ یم سے یہاں مراد مصر کا مشہور اور لمبا چوڑا دریائے نیل ہے۔ جو اسرائیلیوں کے محلہ سے ہوتا ہوا عین شاہی محل کے دامن سے گزرتا تھا۔ ف۷ حضرت موصوفہ نے ان ہدایتوں پر عمل کیا۔ دریائے نیل فرعون کے شاہی محل کے نیچے ہو کر بہتا تھا۔ صندوق بہتے بہتے وہاں پہنچا۔ فرعونیوں کی نظر پڑی جھپٹ کر نکالا۔ اس کے اندر سے ایک پیارا بچہ نکلا۔ اسکی پرورش کی گئی۔ اور اس طرح اپنے ہاتھوں اپنی ہلاکت اور مصیبت کا سبب بن گئے۔ اٰلُ فِرۡعَوۡنَ۔ یعنی فرعون کے لوگ۔ ~~لِيَكُوۡنَ میں ل عاقبت کا ہے~~ یعنی ~~انکے اس بچہ کو اٹھا لینے کا نتیجہ یہی ہونا تھا۔ تعلیل لالتقاطهم ایاه بما هو عاقبته (بیضاوی) وهذه اللام تسمى لام العاقبة ولام الصيرورة لانهم لم يلتقطوه ليكون لهم عدوا وحزنا ولكن صار عاقبة امرهم الى ذلك (معالم) ای لیصیر الامر الی ذلك لا انهم اخذوه لهذا لكن اذا آل [illegible] الرجاء وعن هذا قال المفسرون ان هذه لام العاقبة والصيرورة (مدارک)~~ ف۸ (اور ایسے ظالموں فاجروں کو سزا ملنی ہی تھی) جمہور مفسرین کا یہی مذہب ہے۔ ~~واما جمهور المفسرين فقالوا معناه كانوا خاطئين فيما كانوا عليه من الكفر والظلم (کبیر)~~ كَانُوۡا خٰطِـئِيۡنَ سے دوسری مراد یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اپنے اس عمل میں بڑے خطاکار، بڑے لغزش کرنے والے، بڑے چوکنے والے ثابت ہوئے۔ حسن بصری سے یہی معنی مروی ہے۔ ~~قال الحسن معنى كانوا خاطئين ليس معنى الخطيئة بل المعنى هم لا يشعرون انه الذى يذهب بملكهم (کبیر)~~ یہ پہلو بھی اختیار کیا جا سکتا ہے اور کیا گیا ہے کہ خطا شعاری تو ان میں رچی ہوئی تھی ہی۔ سو اگر اس معاملہ میں بھی غلطی کر بیٹھے تو انکے لئے کوئی انوکھی چیز نہ ہوئی۔ ~~ای كانوا خاطئين فی كل شیء فليس خطؤهم فی تربية عدوهم ببدع منهم (مدارک)~~

مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ﴿۹۲﴾ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ سَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ
ڈرانے والوں میں سے ہوں ۱۰۴ اور آپ کہدیجئے کہ ساری تعریف اللہ ہی کے لئے ہے ۱۰۵ وہ تم کو اپنی نشانیاں
فَتَعْرِفُوْنَهَا ؕ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۳﴾
عنقریب دکھائیگا، سو تم انہیں پہچانو گے ۱۰۶ اور آپ کا پروردگار ان کاموں سے بیخبر نہیں جو تم (سب) کر رہے ہو ۱۰۷

ع ۱۱

سُوْرَةُ الْقَصَصِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ ثَمَانٍ وَّثَمَانُوْنَ اٰيَةً وَّتِسْعُ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ قصص مکی ہے اس میں اٹھاسی آیتیں اور نو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
شروع اللہ نہایت مہربان باربار رحم کرنے والے کے نام سے

طٰسٓمّٓ ﴿۱﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ﴿۲﴾ نَتْلُوْا عَلَيْكَ
طا ۔ سین ۔ میم یہ کتاب واضح کی آیتیں ہیں ہم آپ کو
مِنْ نَّبَاِ مُوْسٰى وَفِرْعَوْنَ بِالْحَقِّ لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۳﴾
موسیٰ و فرعون کا کچھ قصہ ٹھیک ٹھیک پڑھ کر سناتے ہیں ان لوگوں کے لئے جو ایمان رکھتے ہیں ۱
اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِى الْاَرْضِ وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا
بیشک فرعون ملک میں بہت بڑھ چڑھ گیا تھا، اور اُس نے وہاں کے باشندوں کو طبقات میں تقسیم
يَّسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ اَبْنَآءَهُمْ وَيَسْتَحْيٖ
کر رکھا تھا، اُن میں سے ایک جماعت کا زور گھٹا رکھا تھا، اُن کے بیٹوں کو ذبح کر دیتا تھا اور اُنکی عورتوں کو
نِسَآءَهُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۴﴾ وَنُرِيْدُ اَنْ
زندہ رکھتا تھا واقعی وہ (بڑے) مفسدوں میں سے تھا ۲ اور ہم کو یہ منظور ہوا کہ

۱۰۴ یعنی میرا کام تو صرف حکم پہنچا دینا، تبلیغِ احکام کر دینا ہے۔ باقی جو کوئی مانے گا وہ خود اپنے اجر و ثواب و نجات کے لئے اور جو نہ مانیگا وہ بھی خود ہی بھگتے گا، میرا نہ اس سے کوئی نفع نہ اس سے کوئی ضرر۔ ۱۰۵ (اور قدرت، ملک، علم، حکمت، سارے صفات کمال اسی کیلئے ثابت ہیں، سو اسکے علم کے موافق جب حکمت کا مقتضا ہو گا وہ اپنی قدرت سے اپنی مخلوق میں قیامت واقع کر دے گا) اہلِ اشارات نے کہا کہ سورہ کے خاتمہ پر الحمد لانے میں تعلیم یہ کہ مسلمان کو بھی اپنے سارے احوال و امور کا خاتمہ اللہ کی حمد و ثنا ہی پر کرنا چاہئے۔
مرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ واجب ہے کہ قبول کو منسوب اللہ تعالیٰ کی جانب کرے اپنے مجاہدہ و عمل کی جانب نہ کرے۔ ۱۰۶ (اور اب انکار کر رہے ہو) اٰیاتہٖ سے مراد واقعات و احوالِ قیامت ہیں۔ بعض نے مراد فتوحاتِ بدر وغیرہ بھی لی ہیں۔ اٰیاته القاهرة فی الدنیا او فی الاخرة (بیضاوی) قال الحسن وذلک فی الاخرة وقال الکلبی فی الدنیا (کبیر) مقصود بہرصورت یہ ہے کہ جب عذابِ الٰہی مشاہدہ کر لو گے جب تو میری بات کا یقین کرو گے اور جب میری نصیحتوں کی قدر ہوگی۔ یریکم بکم ایٰت عذابه وسخطه فتعرفون بها حقیقة نصحی کان لکم ویتبین صدق ما دعوتکم الیه من الرشاد (ابن جریر) ۱۰۷ (سو سب کو جزا و سزا بھی اس کے مطابق ملے گی) عاصیوں نافرمانوں کے حق میں اس کا تنبیہ ہونا تو ظاہر ہی ہے لیکن اربابِ باطن نے اس میں اہلِ ذوق کے لئے بھی بڑی بشارت سمجھی ہے کہ اہلِ سوز کی آہ و زاری محبوبِ حقیقی سے ذرا بھی مخفی نہیں۔ بلکہ انکی ساری بے قراری اس پر آئینہ ہے۔

---

۱ یعنی نفع اس سے وہی اٹھائیں گے، سبق اس سے وہی حاصل کرینگے جو صاحبِ ایمان ہیں خواہ حقیقۃً، یا حکماً، یعنی ایمان کا ارادہ رکھتے ہوں۔ من بیانیہ من تبعیضیہ ہے "کچھ" کے معنی میں۔ جیسا کہ ظاہر ہے، قصہ پورا نہیں بلکہ اس کا کچھ حصہ یہاں بیان ہو رہا ہے۔ بِالْحَقِّ بالکل صحیح و معتبر۔ توریت وغیرہ کے ذریعہ سے ناقص اور محرف قصہ پہلے سے مشہور تھا۔ ۲ ملک سے مراد ملکِ مصر ہے۔ الارض کا اطلاق جس طرح سارے روئے زمین پر ہوتا ہے اسی طرح اسکے ہر ٹکڑے پر۔ طَآئِفَةً مِّنْهُمْ یعنی بنی اسرائیل۔ یہ فرعون کونسا تھا، کس زمانہ میں تھا۔ اسکے مظالم کی کیا نوعیت تھی۔ اسی قسم کے سارے سوالات کے جوابات تفسیر کے ابتدائی حصوں میں آ چکے ہیں۔

وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّهِيَ تَمُرُّ مَرَّ
اور تو پہاڑوں کو دیکھ رہا ہے اور ان کیلئے خیال کر رہا ہے کہ وہ جنبش نہ کرینگے ۹۷ درانحالیکہ وہ بادل
السَّحَابِ ۭ صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ ۭ اِنَّهٗ خَبِيْرٌۢ
کی طرح اڑے پھریں گے ۹۸ یہ کاریگری اللہ ہی کی ہے جس نے ہر چیز کو مضبوط بنا رکھا ہے ۹۹ بیشک اسے
بِمَا تَفْعَلُوْنَ ۝۸۸ مَنْ جَاۗءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ وَ
تمہارے افعال کی پوری طرح خبر ہے ۱۰۰ جو کوئی نیکی (یعنی ایمان) لیکر آئے گا سو اس کو اس سے بہتر اجر ملے گا ۱۰۱ اور
هُمْ مِّنْ فَزَعٍ يَّوْمَىِٕذٍ اٰمِنُوْنَ ۝۸۹ وَمَنْ جَاۗءَ بِالسَّيِّئَةِ
وہ لوگ اس روز کی (بڑی) گھبراہٹ سے محفوظ رہیں گے ۱۰۲ اور جو شخص بدی (یعنی کفر) لیکر آئے گا
فَكُبَّتْ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ ۭ هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ
تو وہ لوگ اوندھے منہ آگ میں ڈال دیئے جائیں گے تم کو سزا اسی کرتوت کی مل رہی ہے جو (دنیا میں)
تَعْمَلُوْنَ ۝۹۰ اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ
تمہارے تھے (آپ کہہ دیجئے) مجھے تو یہی حکم ملا ہے کہ میں عبادت کروں اس شہر کے مالک (حقیقی) کی
الَّذِيْ حَرَّمَهَا وَلَهٗ كُلُّ شَيْءٍ ۡ وَّاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ
جس نے اسے محترم بنایا ہے اور سب چیزیں اسی کی ملک ہیں اور مجھے حکم ملا ہے کہ میں
مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝۹۱ وَاَنْ اَتْلُوَا الْقُرْاٰنَ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى
فرمانبردار رہوں ۱۰۳ اور یہ بھی کہ میں قرآن پڑھ کر سناؤں سو جو کوئی راہ پر آئے گا
فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَقُلْ اِنَّمَآ اَنَا
وہ اپنے ہی لئے راہ پر آئے گا۔ اور جو کوئی گمراہ رہے گا تو آپ کہہ دیجئے کہ میں تو بس

۹۷ (اور بیشک ظاہری نظر میں وہ ہیں بھی ایسے ہی بھاری بھرکم)

۹۸ یعنی نفخ صور جس طرح جانداروں پر اس قدر موثر ہوگا، بیجان چیزوں کو بھی متاثر اور درہم برہم کئے بغیر نہ رہے گا انکے اجزا تحلیل ہو جائینگے، اور ان میں تخلخل واقع ہو کر رہے گا یہاں تک کہ اڑے اڑے پھرنے لگیں گے۔ حال کے ایک ہندی مفسر قرآن نے تمر کے صیغہ مضارع کو بجائے مستقبل کے صرف حال کے معنی میں لیکر آیت سے حرکت ارض پر استدلال کیا ہے، اور آیت کا مفہوم یہ بتایا ہے کہ پہاڑ جو بظاہر بالکل جمے ہوئے نظر آتے ہیں، وہ دراصل بادل کی سی تیزی کے ساتھ رواں ہیں ——— یہ معنی اگرچہ سیاق قرآنی سے بہت دور ہیں تاہم تغیر بالرائے نہیں کہے جا سکتے اور جواز کی گنجائش کسی نہ کسی حد تک رکھتے ہیں۔

۹۹ ہر شے کی مضبوطی اس کے مناسب حال ہی ہونا چاہیئے جس وقت تک ان پہاڑوں کا قیام و بقا منظور ہے اپنی جگہ پر وہ کیسے جمے ہوئے رہتے ہیں اور جب حکمت کاملہ کو ان کا انہدام ہی منظور ہو جاتا ہے تو اب کاریگری کا عین تقاضا یہی ہے کہ ان کے اجزا میں انتہائی نرمی اور ڈھیلا پن پیدا ہو جائے۔ ~~اتقن اسے احکم خلقہ وسواہ علی ما ینبغی (بیضاوی)~~ ~~صنع اللہ میں صنع مصدر مؤکد ہے جیسے وعد اللہ اور صبغۃ اللہ میں اور مؤکدہ محذوف ہے۔ (کشاف)~~

۱۰۰ (اور مجازاۃ و مکافاۃ کی شرط اول یہی علم محیط و کامل ہے)

۱۰۱ یعنی جس اجر کا وہ مستحق ہے اس سے بھی کہیں بڑھ کر اسے اجر ملے گا۔ الحسنۃ کی تفسیر کلمہ توحید ہے اور اگلی آیت میں السیئۃ کی تفسیر شرک ہے۔ ~~ابن مسعودؓ صحابی اور ابن عباسؓ صحابی اور بکثرت تابعین سے یہی منقول ہے۔ والحاصل بالحسنۃ علی ما روی عن ابن عباس وابن مسعود ومجاھد والحسن والنخعی وابی صالح و سعید بن جبیر وعطاء وقتادۃ شھادۃ ان لا الہ الا اللہ (روح) بلکہ بعض صحابیوں سے تو اس معنی کی سند خود رسول کریم صلعم تک پہنچتی ہے۔ عن ابی ھریرۃؓ وعن کعب بن عجرۃؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فسرھا بلا الہ الا اللہ (روح)~~ اور اقرار توحید سے مراد اقرار مقبول ہے۔ ~~والمراد بھا الشھادۃ بالتوحید المقبول (روح)~~

۱۰۲ یہ فزع صور کے نفخۂ ثانی کے بعد ہوگا۔ فزع اولیٰ مراد نہیں، وہ پہلا فزع طبعی ہوگا۔ اور اس دوسرے فزع کا تعلق مراتب ایمان سے ہے۔ سورۂ انبیاء کی آیت لا یحزنھم الفزع الاکبر میں بھی ذکر اسی دوسرے فزع کا ہے۔

۱۰۳ (جیسا کہ اب تک بھی رہا ہوں عقائد و اعمال دونوں میں) عبادت و تعمیل احکام سے جب سرور انبیاء مستثنیٰ نہیں تو ظاہر ہے کسی ولی، کسی بزرگ کا کیا ذکر ہے۔ ھٰذِہِ الْبَلْدَۃ یعنی شہر مکہ۔ اللہ مالک تو سب ہی شہروں، ملکوں کا ہے۔ مکہ کی تخصیص سے مقصود مکہ کے مرتبہ کا شرف و اعزاز ہے۔ وَلَهٗ كُلُّ شَيْءٍ یعنی ہر چیز جب اسی کی ملک ہے، تو وہ جس چیز کو بھی چاہے محترم و متبرک ٹھہرا دے۔

كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا لَا يُوْقِنُوْنَ ﴿۸۲﴾ وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ

آیتوں پر یقین نہیں لاتے تھے ۹۰ اور جس دن ہم ہر امت سے ایک ایک گروہ

اُمَّةٍ فَوْجًا مِّمَّنْ يُّكَذِّبُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ﴿۸۳﴾

ان لوگوں کا جمع کرینگے جو ہماری آیتوں کو جھٹلاتے تھے سو وہ صف بستہ کھڑے کر دیئے جائینگے ۹۱

حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْ قَالَ اَكَذَّبْتُمْ بِاٰيٰتِىْ وَلَمْ تُحِيْطُوْا

یہاں تک کہ جب (سب) حاضر ہو جائینگے تو (اللہ ان سے) کہے گا کہ کیا تم نے میری آیتوں کو جھٹلایا تھا درآنحالیکہ

بِهَا عِلْمًا اَمَّاذَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَوَقَعَ الْقَوْلُ

تم انہیں اپنے احاطۂ علمی میں بھی نہیں لائے تھے، بلکہ اور ہی کیا کیا کرتے رہے تھے ۹۲ اور (اب) ان پر وعدہ

عَلَيْهِمْ بِمَا ظَلَمُوْا فَهُمْ لَا يَنْطِقُوْنَ ﴿۸۵﴾ اَلَمْ يَرَوْا

پورا ہوگا بسبب اسکے کہ انہوں نے (بڑی) زیادتیاں کی تھیں سو وہ لوگ بات بھی نہ کر سکیں گے ۹۳ کیا انہوں نے اسپر

اَنَّا جَعَلْنَا الَّيْلَ لِيَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ

نظر نہیں کی کہ ہم نے رات بنائی تاکہ اس میں لوگ آرام کریں اور دن بنایا جس میں دیکھیں بھالیں

اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۸۶﴾ وَيَوْمَ يُنْفَخُ

بیشک اس میں (بڑی) دلیلیں ہیں ۹۴ ایمان والوں کے لئے ۹۵ اور جس دن صور

فِى الصُّوْرِ فَفَزِعَ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِى الْاَرْضِ

پھونکا جائے گا سو جتنے آسمان و زمین میں ہیں (سب) گھبرا جائیں گے

اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَكُلٌّ اَتَوْهُ دٰخِرِيْنَ ﴿۸۷﴾

بجز اس کے جس کے لئے اللہ کی مشیت ہو ۹۶ اور سب اس کے آگے دبے جھکے حاضر ہونگے۔

۹۰ قرب قیامت کی علامتیں بہت سی حدیث صحیح میں وارد ہوئی ہیں۔ بہت سی عجیب و غریب چیزوں کا اس وقت ظہور ہوگا، اور عجیب چیزوں کا یہ خاصہ ہے کہ اپنے ظہور سے قبل سمجھ میں نہیں آتیں۔ ریل، تار، ٹیلیفون، ریڈیو، وائرلیس وغیرہ تمام مادی ایجادیں ایسی ہیں جو پہلے سمجھ ہی میں نہیں آتی تھیں جب ظہور میں آلیں، جب ہی سمجھ میں آئیں جس قسم کے جانور کا یہاں ذکر ہے روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا ظہور بالکل آخر میں ہوگا اور خود الفاظ قرآنی بھی یہی معنی چاہ رہے ہیں۔ یہ آخرترین علامت اگر عجب ترین بھی ہو، تو اس میں عجب کیا ہے۔ حدیث میں اس عجیب ترین حیوان کا نام جساسہ آیا ہے۔ کافر اس وقت بالاضطرار اس خارق عظیم کی تصدیق کریں گے لیکن اضطراری تصدیق ظاہر ہے کہ مقبول نہ ہوگی۔ القول۔ قول یہاں عذاب وقیامت موعود کے معنی میں ہے۔ وهو ما وعدوا به من البعث والعذاب (بیضاوی) مِنَ الْاَرْضِ۔ آیت میں من الارض کا لفظ بہت قابل غور ہے اس سے ذہن اس طرف منتقل ہوتا ہے کہ اس حیوان کی پیدائش عام حیوانات کی طرح بطریق توالد و تناسل نہ ہوگی بلکہ یہ ازخود پیدا ہو جائیگا۔ وفی تفسیر اخراجها بقوله من الارض نوع اشارة الى ما قيل ان خلقها ليس بطريق التوالد بل هو بطريق التولد (روح)

دَآبَّةً۔ یہ قول بھی نقل ہوا ہے کہ دابہ یہاں بطور اسم جنس کے آیا ہے۔ گویا یہ ایک جانور نہ ہوگا بلکہ ایسے بہت سے جانور ہونگے۔ ہر ہر شہر سے ایک ایک جانور۔ روى انه يخرج في كل بلد دابة مما هو مبثوث نوعها في الارض وليست واحدة فيكون قوله دابة اسم جنس (بحر) حكى ابو حيان في البحر والدميري في حياة الحيوان رواية انه يخرج في كل بلد دابة مما هو مبثوث نوعها في الارض فليست دابة واحدة وعليه فيراد بدابة الجنس الصادق بالمتعدد (روح) سوى انها تخرج في كل بلد دابة مما هو مبثوث نوعها في الارض وليست واحدة فيكون قوله دابة اسم جنس (نہر) دابہ کے بارہ میں روایتیں نقل بہت سی ہوئی ہیں لیکن بقول امام رازیؒ کتاب الٰہی اس باب میں ہر صراحت سے خاموش ہے۔ اب اگر کوئی بات قول رسول سے ثابت ہو جائے، وہ تو خیر مان لی جائے گی۔ باقی اور کوئی شے قابل التفات نہیں۔ اعلم انه لا دلالة في الكتاب على شيء من هذه الامور فان صح الخبر فيه عن الرسول صلعم قبل والا لم يلتفت اليه (كبير)

۹۱ يُوْزَعُوْنَ کا مفہوم یہ ہے کہ اگلوں کو چلنے میں پچھلوں کے آملنے کے واسطے روکا جائے گا۔ یہ کنایہ کثرت انبوہ سے ہے۔ کہ کثرت انبوہ کے وقت ایسا ہی کیا جاتا ہے۔ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ میں من تبعیض کا ہے۔ مِمَّنْ يُّكَذِّبُ میں من تبیین کا ہے۔

۹۲ مثلاً یہی کہ انبیاء و اہل ایمان کو ناحق ستایا جو نفس تکذیب سے بھی بڑھا ہوا جرم ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ان کے جمع ہونے پر ان پر فرد جرم لگ جائیگی اور الزام یہ قائم ہوگا کہ تم نے سنتے ہی بلا تدبر و تفکر تکذیب شروع کر دی اور تکذیب ہی پر اکتفا نہ کی بلکہ اور بھی بہت کچھ کر گزرے۔ اَمَّا میں ام منقطعہ ہے یعنی بل کے معنی میں۔ وام هنا منقطعة بمعنى بل (بحر)

۹۳ یعنی ثبوت جرم اتنا قوی، قطعی اور یقینی ہوگا کہ جواب دہی کرنا چاہیں گے بھی تو کچھ نہ بن پڑے گی۔ اللہ وہ وقت نہ اس نامہ سیاہ خادم قرآن پر ڈالے نہ کسی اقرار شہادتین کرنے والے پر! بِمَا ظَلَمُوْا سے مراد کفر و شرک کی حرکتیں ہیں یا جامع لفظ میں یوں کہیے کہ تکذیب آیات الٰہی۔ وهو التكذيب بآيات الله (بیضاوی)

۹۴ (امکان بعث وقیامت پر) شب کا آرام مشابہ ہے موت کے اور دن کی بیداری مشابہ ہے اخروی زندگی کے۔ امکان بعث یوں بھی ایک صریح و واضح حقیقت ہے۔ یہ روزمرہ کی نظیر اس امکان کو کہیں زیادہ قوی کر دیتی ہے۔ "موت کی حقیقت ہے زوال تعلق روح عن الجسد اور حیات ثانیہ کی حقیقت ہے عود اس تعلق کا۔ اور نوم بھی من وجہ زوال ہے اس تعلق کا کیونکہ ضعف بھی اس شے کے مراتب وجود میں سے کسی مرتبہ کا زوال ہوتا ہے اور یقظہ عود ہے اس تعلق زائل کا۔ پس دونوں میں تشابہ تام ہوا، اور ایک نظیر کے ساتھ قدرت کا تعلق مشاہد ہے اور یہ تعلق معلل کسی علت سے ہے نہیں بلکہ ذات واجب اسکو مقتضی ہے اور محل قدرت کا امتناع کسی دلیل سے ثابت نہیں اور امکان اولاً بدیہی ہے۔ پھر اسکی نظیر کا امکان اس بداہت کو اور قوی کرتا ہے پھر اسکے ساتھ تعلق قدرت میں کیا کلام ہے۔" (تھانوی) لَاٰيٰتٍ "آیات بصیغہ جمع فرمایا ہے حالانکہ بظاہر دلیل واحد ہے یا تو اس وجہ سے کہ مدلول متعدد ہے مثلاً امکان شب وصدق آیات شب تو ہر مدلول کے اعتبار سے گویا ایک ایک دلیل ہے اور یا بوجہ عظیم ہونے کے ایک دلیل بجائے کئی دلیل کے ہے۔" (تھانوی)

۹۵ یعنی یہ دلائل عقل و مشاہدہ پر مبنی عام تو ہیں سب ہی کیلئے لیکن نفع اس سے صرف اہل ایمان ہی اٹھاتے ہیں کہ وہی ان واقعات پر فکر و تدبر سے کام لیتے ہیں۔

۹۶ یعنی عام ضابطہ تو یہی ہے کہ آواز صور سے ساری مخلوق کیا زمینی اور کیا آسمانی گھبرا اٹھے گی لیکن اللہ کی مشیت معطل نہیں ہو جائیگی وہ جس سے متعلق بھی ہوگی وہ اس ہول شدید سے محفوظ رہے گا۔

اِلَّا فِیۡ کِتٰبٍ مُّبِیۡنٍ ﴿۷۵﴾ اِنَّ هٰذَا الۡقُرۡاٰنَ یَقُصُّ عَلٰی
جو کتاب مبین میں درج نہ ہو ٨٢ بیشک یہ قرآن بنی اسرائیل پر بہت سی ان
بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ اَکۡثَرَ الَّذِیۡ هُمۡ فِیۡهِ یَخۡتَلِفُوۡنَ ﴿۷۶﴾
باتوں کو ظاہر کرتا ہے جن میں وہ اختلاف رکھتے ہیں ٨٣
وَ اِنَّهٗ لَهُدًی وَّ رَحۡمَةٌ لِّلۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۷۷﴾ اِنَّ رَبَّكَ یَقۡضِیۡ
اور بیشک وہ ایمان والوں کے حق میں ہدایت و رحمت ہے ٨٤ بیشک آپ کا پروردگار ان کے
بَیۡنَهُمۡ بِحُکۡمِهٖ ۚ وَ هُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡعَلِیۡمُ ﴿۷۸﴾ فَتَوَکَّلۡ عَلَی
درمیان فیصلہ اپنے حکم سے کردیگا اور وہ غلبہ والا ہے علم والا ہے ٨٥ سو آپ اللہ پر توکل
اللّٰهِ ؕ اِنَّكَ عَلَی الۡحَقِّ الۡمُبِیۡنِ ﴿۷۹﴾ اِنَّكَ لَا تُسۡمِعُ الۡمَوۡتٰی وَ
رکھیے بیشک آپ صریح حق پر ہیں ٨٦ آپ مُردوں کو نہیں سنا سکتے ٨٧ اور
لَا تُسۡمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوۡا مُدۡبِرِیۡنَ ﴿۸۰﴾ وَ مَاۤ اَنۡتَ
نہ بہروں کو (اپنی) پکار سنا سکتے ہیں جب کہ وہ پیٹھ پھیر کر چل دیں ٨٨ اور آپ اندھوں
بِهٰدِی الۡعُمۡیِ عَنۡ ضَلٰلَتِهِمۡ ؕ اِنۡ تُسۡمِعُ اِلَّا مَنۡ یُّؤۡمِنُ
کو ان کی گمراہی سے راستہ دکھانے والے نہیں آپ تو بس انہیں کو سنا سکتے ہیں جو
بِاٰیٰتِنَا فَهُمۡ مُّسۡلِمُوۡنَ ﴿۸۱﴾ وَ اِذَا وَقَعَ الۡقَوۡلُ عَلَیۡهِمۡ
ہماری آیتوں پر یقین رکھتے ہیں پھر وہ (انہیں) مانتے ہیں ٨٩ اور جب وعدہ ان لوگوں پر پورا ہونے کو ہوگا
اَخۡرَجۡنَا لَهُمۡ دَآبَّةً مِّنَ الۡاَرۡضِ تُکَلِّمُهُمۡ ۙ اَنَّ النَّاسَ
تو ہم ان کے لئے زمین سے ایسا جانور نکالیں گے جو اُن سے باتیں کریگا کہ لوگ ہماری

٨٢ یعنی حق تعالیٰ کو براہ راست علم تو ہے ہی۔ باقی باضابطہ اور ظاہری طور پر بھی ہر چیز خداوندی رجسٹر میں درج ہے۔ کِتَابٍ مُّبِیۡنٍ سے مراد لوحِ محفوظ ہے جس میں ہر چیز چھوٹی بڑی، اگلی پچھلی لکھی ہوئی موجود ہے۔ وهو ام الكتاب الذى انتسخ منه كل ما هو كائن من لدن ابتداء خلق خلقه الى يوم القيامة (ابن جرير) اى فى اللوح المحفوظ (معالم) ٨٣ یعنی بنی اسرائیل پر بہت سے وہ حقائق روشن کردیئے جن کے باب میں وہ غلط فہمیوں میں مبتلا تھے۔ اور جن صداقتوں کو وہ بھلا چکے تھے انہیں پھر سے روشن کردیا۔ یہود اپنے صحائف میں دانستہ و نادانستہ بہت کچھ تحریف و تصرف کر چکے تھے۔ قرآن نے جچے تلے فیصلے ان امور میں صادر فرما دیئے۔ اکثر یہاں کثیر کے معنی میں ہے۔ ٨٤ یعنی ہدایت خاص و رحمت بالاختصاص۔ ورنہ عموماً ہدایت و رحمت تو ساری دنیا کیلئے ہے۔ مفسر تھانویؒ نے کہا کہ ہدایت باعتبار طاعات کے اور رحمت بلحاظ ثمرات کے۔ ٨٥ (اسے اپنے فیصلہ کے صادر کرنے اور نافذ کرنے میں دیر ہی کیا لگ سکتی ہے) یہاں فیصلہ سے مراد قیامت کے دن کا عملی فیصلہ ہے۔ ورنہ شرعی و عقلی فیصلہ تو آج بھی اسی دنیا میں موجود ہے۔ ٨٦ (اس لئے آپ معاندین منکرین کے مکر و کید کی مطلق پروانہ کیجئے اس عالم الغیب پر ان کی ایک ایک چال روشن ہے۔ امداد و نصرت اس قوت والے کی طرف سے ان کی نہیں، آپ کی ہوگی) ٨٧ (کوئی ایسی آوازہ و کلام جو اب ان کے حق میں نافع ہو) مطلب یہ ہے کہ یہ معاندین تو مردوں کی طرح ہیں، ان سے توقع ہی فہم و ہدایت کی بیکار ہے انما شبهوا بالموتى لانهم لا ينتفعون باستماع ما يتلى عليهم كما شبهوا بالصم (بيضاوى) بعض علماء نے آیت سے یہ مستنبط کیا ہے کہ مردے مطلقاً کلام نہیں سن سکتے۔ حالانکہ یہاں مقصود صرف تشبیہ ہے۔ اور اس کی بناء عرف و ظاہر پر ہے۔ کوئی مسئلہ فقہی بیان نہیں ہو رہا ہے اور پھر کافروں سے سمع و بصر کی نفی تو اور بھی متعدد مقامات پر قرآن میں آئی ہے جس طرح وہاں مراد معرفت و ادراک لی گئی ہے یہاں بھی نفی سمع نفی قبول ہی پر محمول ہوگی۔ اس کے علاوہ موتٰی کا اطلاق تو جسدِ مردہ پر ہوتا ہے۔ روح کے سننے کی نفی تو اس سے بھی نہیں ہوتی۔ اور بعض محققین نے یہ نکتہ بھی لکھا ہے کہ تسمع بابِ افعال سے ہے یعنی تم ان میں قوت سماع نہیں پیدا کرسکتے اور سماعِ عادی جو نام ہے تصادم صوت و سامعہ کا وہ ظاہر ہے کہ مردوں میں مفقود ہے۔ ٨٨ (اور سننا ہی نہ چاہیں) مقصود اس تشبیہ سے بھی اس کا اظہار ہے کہ جب کوئی نفع حاصل کرنے کا ارادہ کرلے تو کوئی اسے نفع پہنچا سکتا ہی نہیں فاسماعهم فى هذه الحالة ابعد (بيضاوى) یہ سنانے اور نفع پہنچانے کی نفی جب حضرات انبیاء سے کی جا رہی ہے تو کسی شیخ یا مرشد غریب کے اختیار میں کب ہدایت کا دل میں اتار دینا ہے! ٨٩ یعنی آپ کی تبلیغ سے فائدہ اٹھانے والے صرف وہی ہوسکتے ہیں۔

لَقَدْ وُعِدْنَا هٰذَا نَحْنُ وَاٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ اِنْ هٰذَآ
اس کا تو وعدہ ہم سے اور ہمارے باپ داداؤں سے پہلے سے ہوتا چلا آیا ہے یہ تو بس
اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿٦٨﴾ قُلْ سِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ
اگلوں کی بے سند باتیں ہیں ۷۶؎ آپ کہئے کہ تم زمین پر چلو (پھرو)
فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿٦٩﴾ وَلَا تَحْزَنْ
پھر دیکھو کہ مجرموں کا کیا انجام ہوا ہے! ۷۷؎ اور آپ ان پر
عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُنْ فِىْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ﴿٧٠﴾ وَيَقُوْلُوْنَ
غم نہ کیجئے اور جو کچھ یہ چالیں چل رہے ہیں اس سے تنگ نہ ہوجئے ۷۸؎ اور یہ پوچھتے ہیں
مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٧١﴾ قُلْ عَسٰٓى
یہ وعدہ (آخر) کب پورا ہوگا اگر تم سچے ہو؟ آپ کہہ دیجئے کہ جس ۷۹؎
اَنْ يَّكُوْنَ رَدِفَ لَكُمْ بَعْضُ الَّذِىْ تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿٧٢﴾
(عذاب) کی تم جلدی مچارہے ہو، عجب نہیں کہ اس کا کچھ حصہ تمہارے پاس ہی آلگا ہو ۸۰؎
وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ
اور آپ کا پروردگار لوگوں پر بڑا فضل رکھنے والا ہے ۸۱؎ لیکن اکثر انسان ہی
لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿٧٣﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَيَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ
شکر نہیں ادا کرتے اور بیشک آپ کا پروردگار خوب جانتا ہے جو کچھ ان کے سینہ چھپائے ہوئے
وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿٧٤﴾ وَمَا مِنْ غَآئِبَةٍ فِى السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ
(ہیں اسکو) اور جو کچھ وہ ظاہر کرتے ہیں (اسکو) اور کوئی چیز مخفی آسمان اور زمین میں ایسی نہیں

۷۶؎ (جو نہ آج تک واقع ہوکر رہی ہیں، نہ آئندہ ہوکر رہیں گی) اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ پر حاشیہ سورۃ الانعام پ۷ میں گزر چکا۔ ءَاِذَا كُنَّا۔ ءَاِنَّا لَمُخْرَجُوْنَ۔ ~~ہمزہ استفہام کی تکرار میں تاکید و مبالغہ کے لئے ہے۔ وتکریر الہمزۃ للمبالغۃ فی الانکار (بیضاوی)~~ ۷۷؎ (اسی دنیا میں) مطلب یہ کہ جو قومیں خدا کی باغی یعنی توحید و آخرت کی منکر ہوئی ہیں، وہ باوجود اپنی ساری ظاہری شوکت و عظمت کے بالآخر اسی دنیا میں کیسی تباہ و برباد ہوکر رہی ہیں ان کے قلعوں، ان کی عمارتوں، ان کے محلوں کے گرے پڑے، ٹوٹے پھوٹے کھنڈر، ان کے آثارِ قدیمہ عبرت کے لئے کافی ہیں۔ سِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ۔ سیر فی الارض اگر تذکر و عبرت پذیری کی راہ سے یا اور کسی دینی غرض سے ہو تو خود ایک عبادت بن جاتی ہے لیکن بغیر اس قسم کی کسی غرض و مقصود کے اگر محض تفریح اور تماشہ کے مد میں یا جغرافی معلومات کی فراہمی کے لئے ہے تو عبادت نہیں۔ ۷۸؎ (بلکہ اسے مستحضر رکھئے کہ دوسرے انبیاء کے ساتھ بھی برابر یہی معاملہ ہوتا رہا ہے) مشرکین معاندین کی مسلسل و شدید مخالفتوں کے دو ہی اثرات رسول اللہ ؐ کے قلب مبارک پر پڑ سکتے ہیں۔ ایک آپ کا فرطِ شفقت سے ان کے حق میں غم کھانا اس کی تردید ولاتحزن علیہم میں آگئی۔ دوسرے آپ کے دل کا اس خیال سے کڑھنا کہ کہیں ترقی اسلام کی رفتار میں اس سے رکاوٹ نہ پیدا ہوجائے سو اسکی پوری تردید ولاتکن فی ضیق مما یمکرون سے کردی گئی۔ اکبر الہ آبادی (اللہ ان کی تربت کو ٹھنڈا رکھے) نے اپنے ایک شعر میں آیۂ کریمہ کے اس ٹکڑے کی خوب تضمین کی ہے ؎

آگ ان کی خود ہی دے گی انکو بھون لاتکن فی ضیق مما یمکرون

۷۹؎ (طنز و استہزاء کے لہجہ میں) ۸۰؎ چنانچہ قحط، قتل، ہزیمت وغیرہ کے تجربے تو اسی دنیا میں ہوکر رہے۔ ~~رَدِفَ لَكُمْ نحوی حیثیت سے خاصی بحث ہوئی ہے۔ عام استعمال زبان میں بلا صلہ لام کے ہے ردفہ اسی اردفہ کما یقال تبعہ واتبعہ بعض اہل نحو نے کہا ہے لام اس وقت داخل کیا جاتا ہے جب اضافت کسی فعل کی جانب مقصود ہوتی ہے جیسے تعبرون و یرھبون میں للرؤیا تعبرون ولربھم یرھبون (ابن جریر) اور بعض نے کہا کہ اس سے معنی میں زور پیدا ہوگیا ہے اور معنی "قریب آگیا" کے ہوگئے ہیں۔ ادخل اللام فی ذلک المعنی لان معناہ دنالھم۔ ابن جریر نے یہ سب نقل کرکے ترجیح اسی آخری قول کو دی ہے۔ وھذا القول الثانی ھو اولٰھما عندی بالصواب (ابن جریر) سب سے بے تکلف اور بے غبار قول زمخشری کا ہے کہ ل یہاں تاکید کیلئے ہے جیسا کہ کہیں کہیں ب بھی تاکید کے لئے آتی ہے۔ زیدت اللام للتاکید کالباء فی ولاتلقوا بایدیکم ... اللام مزیدۃ للتاکید (بیضاوی)~~ ۸۱؎ (اور وہ عذاب کو بہت ٹالتا رہتا، اور مہلت بہت دیتا رہتا ہے) لوگ کثرت سے منکروں پر، کافروں پر تو اس دنیا میں اس کی نعمتوں کی بارش آخر وقت تک جاری رہتی ہے۔ ہوا، بارش، روشنی، کھانا، پانی، کسی پر ایک دن کے لئے بھی بند نہیں ہوتا۔

الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَنْ يُّرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًاۢ بَيْنَ يَدَیْ

اور تری کی تاریکیوں میں اور جو ہواؤں کو بارش سے پہلے بھیجتا ہے (دلوں کو) خوش کردینے

رَحْمَتِهٖ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ؕ ﴿٦٣﴾

کیلئے کیا اللہ کے ساتھ کوئی (اور بھی) خدا ہے؟ اللہ برتر ہے ان لوگوں کے شرک سے ٧٣

اَمَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَمَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ

(یہ بت بہتر ہیں) یا وہ جو مخلوق کو اول بار پیدا کرتا ہے پھر اسکو دوبارہ پیدا کریگا اور جو تمہیں رزق دیتا ہے

السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ

آسمان اور زمین سے کیا اللہ کے ساتھ کوئی (اور بھی) خدا ہے؟ آپ کہیے تم اپنے (دعوے پر)

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٦٤﴾ قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ

دلیل پیش کرو اگر تم سچے ہو ٧٤ آپ کہہ دیجئے کہ آسمانوں اور زمین میں جتنی

وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ؕ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ

(مخلوق) موجود ہے کوئی بھی غیب کی بات نہیں جانتا بجز اللہ کے اور نہ وہ یہ جانتے ہیں کہ وہ کب دوبارہ

يُبْعَثُوْنَ ﴿٦٥﴾ بَلِ ادّٰرَكَ عِلْمُهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ ۫ بَلْ هُمْ

اٹھائے جائیں گے ٧٥ بات یہ ہے کہ آخرت کے باب میں ان کا علم نیست ہوچکا بلکہ یہ

فِیْ شَكٍّ مِّنْهَا ۫ بَلْ هُمْ مِّنْهَا عَمُوْنَ ﴿٦٦﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ

اس کی طرف سے شک میں ہیں بلکہ یہ اس کی طرف سے اندھے بنے ہوئے ہیں ٧٥ اور یہ کافر

كَفَرُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا وَّاٰبَآؤُنَآ اَئِنَّا لَمُخْرَجُوْنَ ﴿٦٧﴾

کہتے ہیں کہ کیا ہم جب خاک ہوگئے اور (اسی طرح) ہمارے باپ (دادا بھی) تو کیا ہم (قبر سے) نکالے جائینگے؟

ع ٥ / ٨ / ١

ف٧٢ آیت میں ربوبیت تکوینی ہی کے بعض اور پہلوؤں کو نمایاں کرکے توحید پر استدلال کیا گیا ہے۔ رَحْمَتِهٖ - رحمة یہاں بارش کے معنیٰ میں ہے۔ ~~یعنی المطر (بیضاوی)~~ ف٧٣ یعنی حق تعالیٰ کی صفاتِ خالقیت، حاکمیت ورزّاقیت تو ظاہر ہی ہیں تم اگر ان کا انتساب کسی اور کی جانب بھی کرتے ہو تو اپنے دعوئے شرک پر کوئی دلیل بھی تو پیش کرو اگر کرسکتے ہو۔ ف٧٤ (چنانچہ یہ وقتِ قیامت کا تعین بھی انہیں مسائلِ غیب میں سے ہے) آیت کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ کو تو بے بتائے سب کچھ معلوم ہے اور کسی دوسرے کو بے بتائے کچھ بھی معلوم نہیں۔ عقیدۂ آخرت اہم ترین عقائد میں سے ہے اس لئے اس کا ذکر خاص طور پر کیا گیا۔ ف٧٥ منکرین آخرت کے کئی طبقہ ہیں۔ قرآن نے ان کی نفسیات کی الگ الگ پوری تشریح کردی ایک طبقہ تو وہ ہے جس کا ظاہری، سطحی، مادّی وحسّی علمِ آخرت کے باب میں جواب دے جاتا ہے اور وہ طبقہ اپنے عدمِ علم پر قانع ومطمئن ہوکر بیٹھ جاتا ہے۔ یہ لوگ بل ادّٰرك علمهم فی الاٰخرة کے مصداق ہیں۔ دوسرا طبقہ، عدمِ علم سے آگے قدم بڑھا کر اس عقیدہ پر جرح وقدح شروع کرتا ہے اور اس باب میں تشکیک وارتیاب میں مبتلا رہتا ہے۔ یہ گروہ بل هم فی شكٍّ منها کے تحت میں آیا۔ تیسرا طبقہ اس سے بھی آگے بڑھ کر اپنی آنکھیں دلائل وشواہد کی طرف سے بند کرلیتا ہے اور اس کے برسرِراہ آنے کی طرف سے قطعی مایوسی ہوجاتی ہے۔ ایسوں کے لئے کھلی ہوئی وعید بل هم منها عمون کی ہے۔

اَمَّنۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ وَاَنۡزَلَ لَكُمۡ
(آیا یہ بت بہتر ہیں) یا وہ ذات جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔ اور تمہارے لئے آسمان
مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَنۡۢبَتۡنَا بِهٖ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهۡجَةٍ ۚ مَا كَانَ
سے پانی اتارا اور اس کے ذریعہ سے بارونق باغ اگائے (ورنہ) تم سے تو
لَكُمۡ اَنۡ تُنۡۢبِتُوۡا شَجَرَهَا ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ بَلۡ هُمۡ قَوۡمٌ
ممکن نہ تھا کہ ان کے درختوں کو اگاؤ کیا اللہ کے ساتھ کوئی (اور بھی) خدا ہے؟ مگر ہاں یہ لوگ ہیں ہی
يَّعۡدِلُوۡنَ ۶۰ؕ اَمَّنۡ جَعَلَ الۡاَرۡضَ قَرَارًا وَّجَعَلَ
حق سے عدول کرنے والے (یہ بت بہتر ہیں) یا وہ ذات جس نے زمین کو قرارگاہ بنایا اور اس کے درمیان
خِلٰلَهَاۤ اَنۡهٰرًا وَّجَعَلَ لَهَا رَوَاسِىَ وَجَعَلَ بَيۡنَ
درمیان ندیاں بنائیں اور زمین کی خاطر پہاڑ بوجھل بنائے اور دو دریاؤں کے درمیان
الۡبَحۡرَيۡنِ حَاجِزًا ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ بَلۡ اَكۡثَرُهُمۡ
حدِ فاصل بنائی کیا اللہ کے ساتھ کوئی (اور بھی) خدا ہے؟ مگر ہاں ان میں سے اکثر تو
لَا يَعۡلَمُوۡنَ ۶۱ؕ اَمَّنۡ يُّجِيۡبُ الۡمُضۡطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَ
سمجھتے ہی نہیں (یہ بت بہتر ہیں) یا وہ جو بیقرار کی (فریاد) سنتا ہے جب وہ اسے پکارتا ہے اور
يَكۡشِفُ السُّوۡٓءَ وَيَجۡعَلُكُمۡ خُلَفَآءَ الۡاَرۡضِ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ
مصیبت کو دور کر دیتا ہے اور تم کو زمین میں صاحبِ تصرف بناتا ہے کیا اللہ کے ساتھ کوئی
اللّٰهِ ؕ قَلِيۡلًا مَّا تَذَكَّرُوۡنَ ۶۲ؕ اَمَّنۡ يَّهۡدِيۡكُمۡ فِىۡ ظُلُمٰتِ
(اور بھی) خدا ہے؟ تم لوگ بہت ہی کم غور کرتے ہو (یہ بت بہتر ہیں) یا وہ جو تمہیں راستہ سجھاتا ہے خشکی

۶۹ (چنانچہ اس معاملہ میں بھی توحید کی سیدھی راہ چھوڑ بیٹھے) آیت، قبل سے لیکر کئی آیتوں تک مسلسل مضمون توحید کا چلا گیا ہے۔ اور شرک کی تمام صورتوں کی تردید ہوتی گئی ہے۔ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ۔ آسمان، زمین سب کا پیدا کرنے والا، پانی برسانے والا، نباتات اگانے والا، وہ ایک اور یکتا خدا ہی ہے۔ اس کے سوا نہ کوئی مینگھ دیوتا یا بارش کا خدا ہے، نہ ہوا، زراعت وغیرہ کے لئے کوئی دیوی دیوتا اور نہ زمین و آسمان کی خالقیت میں کوئی شریک۔

مَا كَانَ ...... شَجَرَهَا۔ انسان خوب غور کر کے دیکھ لے، کاشتکاری ہو یا باغبانی۔ اس عظیم الشان نظام کے کسی جزو پر بھی اسے قدرت حاصل ہے؟ کیا زمین میں صلاحیت قبول رکھنا اس کا کام ہے؟ کیا خاک میں قوت نمو رکھ دینا اس کے بس کی بات ہے؟ کیا وقت مناسب پر اور مقام مناسب پر بارش لانا اس کے اختیار میں ہے؟ کیا بارش کے قطروں میں یہ اثر رکھ دینا کہ وہ نباتات اگائیں اس کے دخل و تصرف کی چیز ہے؟ درختوں، پودوں، سبزیوں کو آفتاب کی گرمی ایک خاص درجہ میں پہنچانا کیا اس کے اختیار کی چیز ہے؟ غرض کھاد، سورج، پانی وغیرہ میں پیداواری کی صلاحیتیں اور تاثیرات رکھ دینا اور ان ساری استعدادوں کو ایک متعین درجہ میں اور مناسب حد تک قوت سے فعل میں لانا، ان میں سے کوئی بھی شے انسان غریب کے دخل و تصرف میں ہے؟ مَا كَانَ .... شَجَرَهَا میں جب اس کی نفی ہو گئی کہ اس نظامِ نباتی کی کوئی سی کڑی بھی انسان کے اختیار کی ہے تو اب معاً جرح یہ کی ہے کہ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ اچھا تمہارے اپنے بس کی نہ سہی تو پھر کیا کوئی اور غیر اللہ خدائی میں شریک ہے؟ يَعۡدِلُوۡنَ عدول سے ہے جس کے معنی حق سے انحراف اور کجی کے ہیں۔ من العدول بمعنی الانحراف ای بل هم قوم عادتهم العدول عن طريق الحق بالكلية فلذلك يفعلون ما يفعلون (مع) عن الحق الذی هو التوحيد (بیضاوی) ان آیات میں (اور اسی طرح اور بھی قرآن کے بے شمار مقامات میں) مسلسل دعوت دی گئی ہے، کائنات اور اس کے اجزاء و عناصر پر نظر کرنے کی۔ یہیں سے عارفین صوفیہ نے لکھا ہے کہ خلائق پر نظر مطلق صورت میں ممنوع نہیں۔ توحید کے منافی صرف وہ نظر ہے جو خود مقصود ہو۔ اور خلائق پر نظر کرنا جب کہ وصول الی الحق کے لئے ہو تو عین مطلوب ہے، اور توحید کے ذرا بھی منافی نہیں۔

۷۰ چنانچہ اتنی موٹی سی بات کو نہ کلدانیہ والے سمجھے نہ مصر والے۔ نہ ہندوستان والے نہ ایران والے۔ نہ یونان والے نہ روم والے۔ سب نے اپنے "کمالِ تہذیب" و "عروجِ تمدن" کے زمانہ میں پرستش دوسروں کی کی ہے۔ ملاحظہ ہو تفسیر انگریزی۔ الۡبَحۡرَيۡنِ۔ ملاحظہ ہو سورۃ الفرقان آیت هو الذی مرج البحرین کا حاشیہ۔ لَهَا یعنی زمین کی خاطر۔ زمینی مصلحتوں کے لحاظ سے۔ لمصالحها (روح)

۷۱ اوپر کی آیتوں میں حق تعالیٰ کی صفاتِ خالقیت، ناظمیت و ربوبیت پر توجہ دلائی جا چکی۔ اس آیت میں اس کی صفاتِ فریادرسی اور تصرفِ تکوینی یاد دلائی گئی ہیں۔ اور پہلی آیتوں میں خطاب خاص اگر عام مشرکوں سے تھا تو اس میں مخاطبت خصوصی مسیح پرستوں، مریم پرستوں اور ہر قسم کے روح پرستوں اور پیر پرستوں سے ہے۔ يُجِيۡبُ اور يَكۡشِفُ سے یہ مطلب نہیں کہ اللہ ہمیشہ بندہ کے حسبِ مرضی فریاد قبول ہی کر لیتا ہے اور ہمیشہ مصیبت کو دور ہی کر دیتا ہے مطلب یہ ہے کہ جب کبھی بھی فریاد سنی جاتی اور دعا قبول ہوتی ہے تو یہ اللہ ہی کی طرف سے ہوتی ہے کسی اور کی طرف سے نہیں ہوتی۔ مَا تَذَكَّرُوۡنَ۔ ما زائد قلت کو مؤکد کرنے کے لئے ہے۔ ما مزيدة لتأكيد معنى القلة التي اريد بها العدم (روح)

يَّعْلَمُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَاَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿۵۳﴾

جو صاحب علم ہیں اور ہم نے ایمان و تقویٰ والوں کو نجات دے دی ۶۴

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ وَاَنْتُمْ

اور لوط (کو بھی ہم نے پیمبر بنا کر بھیجا تھا) جب کہ انہوں نے اپنی قوم والوں سے کہا، کہ ارے کیا تم یہ بےحیائی

تُبْصِرُوْنَ ﴿۵۴﴾ اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ

کا کام کرتے ہو، درآنحالیکہ سمجھ رکھتے ہو ۶۵ ارے ! تم مردوں کے ساتھ شہوت رانی کرتے ہو عورتوں

دُوْنِ النِّسَآءِ ۭ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ﴿۵۵﴾ فَمَا كَانَ

کو چھوڑ کر! مگر ہاں تم لوگ ہئی ہو جاہلیت میں (مبتلا) ۶۶ سو ان کی

جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَخْرِجُوْٓا اٰلَ لُوْطٍ مِّنْ

قوم کوئی جواب نہ دے سکی بجز اسکے کہ آپس میں یہ کہنے لگے کہ لوط والوں کو اپنی بستی

قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ﴿۵۶﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ

سے نکال دو یہ لوگ بڑے پاک صاف بنتے ہیں سو ہم نے لوط اور انکے متعلقین کو نجات دیدی

اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۡ قَدَّرْنٰهَا مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۵۷﴾ وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ

بجز لوط کی بیوی کے۔ انہیں ہم نے رہ جانے والوں میں تجویز کر لیا تھا اور ہم نے انکے اوپر ایک نئی طرح

مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۵۸﴾ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلٰمٌ

کا مینہ برسا دیا سو جو لوگ ڈرائے جا چکے تھے سو انکے لئے مینہ کیسا برا ہوا! ۶۷ آپ کہہ دیجئے کہ ہر تعریف اللہ ہی کیلئے

عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى ۭ آٰللّٰهُ خَيْرٌ اَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۵۹﴾

ہے اور اسکے ان بندوں پر سلام ہو جنہیں اس نے منتخب کیا۔ آیا اللہ بہتر ہے یا وہ جنہیں یہ (اس کا) شریک کرتے ہیں ۶۸

ع ۴ ۱۴ ۱۹

۶۴ نجات اپنے عذاب سے بھی، اور نجات کفار کی سازشِ قتل سے بھی۔ ۶۵ یعنی یہ تو بہت موٹی اور معمولی سمجھ بوجھ کی بات ہے۔ اس حرکت کے بیہودہ ہونے میں کسی قسم کا خفا یا غموض نہیں۔ وَلُوْطًا میں عامل مقدر ہے۔ یعنی وارسلنا لوطًا۔ قصۂ لوط و قوم لوط پر حاشیے سورۃ الاعراف (پ ۸) میں گذر چکے۔ ۶۶ دینِ فطرت کی طرح دینِ جاہلیت کا بھی ایک مستقل نظام ہے، زندگی کے ہر شعبہ پر حاوی، جاہلی عقائد، جاہلی عبادات، جاہلی اخلاق، جاہلی معاملات وغیرہا۔ اسی جاہلی اخلاق و معاشرت کا ایک مظہر غیر طبعی بہیمانہ شہوت رانیاں بھی ہیں، جن سے ہر سلیم الفطرت انسان ہی کو نہیں، حیوانات تک کو گھن آتی ہے۔ آج جاہلیتِ فرنگ میں یہی سب بدکاریاں نئے نئے خوشنما ناموں کے ساتھ دنیا کے سامنے لوٹ کر آرہی ہیں۔ اَتَاْتُوْنَ اور اَئِنَّكُمْ دونوں میں ہمزۂ استفہام کمال استعجاب کے لئے ہے۔ ترجمہ میں "ارے" دونوں جگہ اسی مفہوم کیلئے ہے۔ ۶۷ (اور یہ اس لئے کہ یہ بدنصیب اس پر ذرا ملتفت نہیں ہوئے تھے) اِمْرَاَةَ لُوْطٍ اور عذاب قوم لوط وغیرہ پر حاشیے پہلے گذر چکے۔ ۶۸ آگے ایک مستقل خطبہ توحید پر آرہا ہے، یہ ایک آیت اسکے مقدمہ یا تمہید کے طور پر ہے۔ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ۔ خیال رہے کہ حمد الٰہی زبان پر لانے کا یہ حکم عینِ ہلاکتِ کفار کے موقع پر مل رہا ہے۔ جیسا کہ صاحب روح المعانی نے توجہ دلائی ہے۔ اور مرشد تھانویؒ نے اس سے مزید استنباط یہ کیا ہے کہ معاندین کی ہلاکت پر مسرور ہونا جب کہ اس کا باعث دنیا نہ ہو، اخلاق فاضلہ کے ذرا بھی منافی نہیں۔ بحمد اللہ جمعہ ۱۱ شوال ۱۳۶۶ھ مطابق ۲۹ اگست ۱۹۴۷ء کو قبل نماز جمعہ اس انیسویں پارہ کی نظرِ ثانی سے فراغت ہوئی۔ اور نظر ثالث سے آج سہ شنبہ، ۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۹ھ مطابق ۲۱ مارچ ۱۹۵۰ء کو قبل نماز ظہر۔

(بقیہ ضمیمہ)

خصوص میں انسان کی رقیب ہے، چیونٹی کی گائے بھینس ایک قسم کے کیڑے ہوتے ہیں جنکو (Aphieds) افائیڈس کہا جاتا ہے۔ ان کے شکم میں شہد بھرا رہتا ہے۔ چیونٹیاں اپنے چھوٹے چھوٹے ڈنکوں کی مدد سے ان کیڑوں سے شہد حاصل کر لیتی ہیں۔ بعض مرتبہ چیونٹیاں ان دودھیلے جانوروں کو اپنے چھتوں میں اٹھا لاتی ہیں اور انکے انڈے بچوں کی بڑی سخت نگہداشت کی جاتی ہے۔

چیونٹی کی ایک قسم وہ بھی ہوتی ہے جو خود دودھ دیتی ہے۔ یہ میکسکو اور آسٹریلیا کے بعض حصوں میں کثرت سے پائی جاتی ہے۔ ان کی زندگی کا مقصد اپنے دیگر ہم قوموں کو آرام اور غذا پہنچانا ہوتا ہے۔ ابتدا میں قومی مزدور اور رضاکاران کو گائے بھینسوں کی طرح اچھی اچھی غذا مہیا کرتے ہیں۔ یعنی خوب چارہ ڈال کر ان کو دودھ حاصل کرنے کی غرض سے پالا اور پرورش کیا جاتا ہے جس طرح کبوتر اپنے بچوں کو غذا بھرتا ہے۔

رضاکار چیونٹیاں ان گائے بھینسوں کو شہد بھرایا کرتی ہیں۔ جوں جوں یہ عمل جاری رہے گائے بھینسوں کا جثہ بڑھتا جاتا ہے۔۔۔۔ یہاں تک کہ انکے لئے چلنا پھرنا حتیٰ کہ سرکنا بھی دوبھر ہو جاتا ہے۔ یوں بھی انکو چلنے پھرنے کی کوئی ضرورت نہیں رہتی اور یہ اپنے لئے بنے ہوئے مخصوص خانوں کی دیواروں سے چمٹ جاتی ہیں۔ یہ خاص کمرہ تقریباً تین انچ لمبا اور ایک انچ چوڑا ہوتا ہے۔ اسکی شکل کروی یعنی گول ہوتی ہے ــ یہ کمرے دراصل چوپال کا کام دیتے ہیں جہاں گائے بھینس باندھی جاتی ہیں!! انکی دیواروں سے شہد بھری چیونٹیاں اس طرح لٹکتی رہتی ہیں جیسے انگور کے خوشے لٹک رہے ہوں۔ مزدوروں اور رضاکاروں کو جب بھی بھوک ستاتے وہ ان زندہ مرتبانوں کے پاس آکر اپنی غذا لیتے اور پھر کام میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ یوں تو عموماً چیونٹیوں کی یہ گائیں چل پھر سکنے سے معذور ہوتی ہیں لیکن اگر انکے شکم میں بھرا ہوا شہد کم ہو جائے تو ان کو چلتے پھرتے بھی دیکھا گیا ہے۔ آئیے اب چیونٹیوں کے جاگیرداروں اور نوابین کا حال سن لیجئے۔ یہ دراصل مفت خورے ہوتے ہیں اور اپنی زندگی میں ایک آدھ مرتبہ مزدوروں رضاکاروں کے محلوں پر دھاوا بول کر انکے انڈے اپنے پاس اٹھا لاتے ہیں اور جب ان سے بچے نکلتے ہیں تو ان سے ملازمین کا سا کام لیتے ہیں۔ گھربار کی نگہداشت، صفائی، تعمیر و ترمیم، بچوں کی نگرانی، غذا کی فراہمی یہ سب ان ہی رضاکاروں کے ذمہ ہوتی ہے۔ مشہور فرانسیسی سائنس داں ہیوبر نے اس خصوص میں ایک بڑا دلچسپ تجربہ دہرایا ہے۔ اس نے تقریباً (۳۰) "جاگیردار چیونٹیوں" کو انکے رضاکاروں سے علیحدہ کرکے ایک ڈبہ میں علیحدہ بند کر دیا۔ ہاتھ پیر ہلانے کی توفیق تو خدا نے انکو دی نہ تھی دو دن کے اندر نصف سے زیادہ جاگیردار دوسری دنیا کو سدھار چکے تھے اور جو باقی تھے، وہ بھی لبِ گور، سکت جواب دے چکی تھی۔ چہرے زرد، موت آنکھوں کے سامنے کھیل رہی تھی ــ ہیوبر کو انکی حالت پر رحم آگیا۔ اس نے صندوق میں ایک رضاکار کو بھی منتقل کر دیا۔ اس رضاکار نے تنِ تنہا بغیر کسی دوسرے کی مدد کے سب کے رہنے کیلئے زمین میں ایک گھر بنا لیا سب کو اس میں منتقل کیا، غذا مہیا کی، بیماروں کی تیمارداری کی، انکو بھلا چنگا بنایا، اور دیکھتے دیکھتے اس چھوٹی سی جگہ میں زندگی کی ہماہمی پھر سے پیدا ہو گئی!!

شہد کی مکھیوں کی طرح چیونٹیوں کی بھی تین گروہوں میں تقسیم ہوتی ہے۔ نر اور مادہ اور غیر نمو یافتہ مادہ یا رضاکار ــ یہ امر تو ہمیں بہت قدیم سے معلوم ہے کہ چیونٹیاں کفایت شعار اور گرہستی بھی ہوتی ہیں۔ غذائی دانے محفوظ کر لینا ان کا ایک عام وطیرہ ہے لیکن یہ حالیہ انکشاف بیحد تعجب خیز ہے کہ چیونٹیوں کی بعض انواع نہ صرف یہ کہ آئندہ کے استعمال کے لئے اپنی غذا محفوظ کرتی ہیں بلکہ انکو باضابطہ طریقہ سے اور خوش سلیقگی سے کاشت کرنا بھی آتا ہے!

ان کسان چیونٹیوں کا رنگ بھورا ہوتا ہے۔ یہ جسامت میں بھی دوسری چیونٹیوں کے مقابلہ میں بڑی ہوتی ہیں اور مناسب موسم آنے پر بالکل کسانوں کی طرح بیج بونے کی تیاریاں شروع کر دیتی ہیں۔ کھیت کیلئے زمین کے انتخاب کے بعد وہ ایک مٹی کا پشتہ بنا لیتی ہیں۔ یہ چار تا چھ انچ اونچا ہوتا ہے پوری چوڑائی تین تا چار فیٹ ہوتی ہے۔ اس چھتہ کے اطراف تین چار فیٹ تک کی زمین بالکل صاف کر دی جاتی ہے ــ جیسے کسی پائیں باغ کی تیاری ہو! اس صاف شدہ اراضی پر کسی قسم کی نباتات اگنے نہیں دی جاتی ہے البتہ صرف ایک خاص قسم کی گھاس اگتی ہے جو بیج دار ہوتی ہے۔ یہی چیونٹیوں کا کھیت ہے۔ اگر دوسری قسم کی گھاس اس میں اگنے لگے تو بیکار گھاس کو چیونٹیاں فوراً علیحدہ کر دیتی ہیں۔ بیج دار گھاس جو اہتمام سے اگائی جاتی ہے چاول سے بہت کچھ ملتی ہوتی ہے۔ فصل کے تیار ہونے پر چیونٹیاں بڑی احتیاط سے اسکو گودام میں منتقل کر دیتی ہیں۔ گودام میں منتقل کرنے کے بعد انکی صفائی کی جاتی ہے اور بھوسہ دوبارہ باہر پھینک دیا جاتا ہے!!

اگر گودام میں غلہ نمی اور رطوبت کی وجہ سے خراب ہونے لگے تو کبھی کبھی باہر نکال کر دھوپ کھلا لیا جاتا ہے! یہ تمام تحقیق سب سے پہلے ڈاکٹر لنکم نے کی تھی اور پھر میک گک نے ۱۸۷۷ء میں اسکی تصدیق کی۔ اس کے بعد متواتر تجربات نے رہے سہے شبہ کو بھی بالکل دور کر دیا ــ لوگ کہتے ہیں کہ سائنس اور مذہب میں بڑا اختلاف ہے لیکن کوئی یہ نہیں دیکھتا کہ سائنس دراصل اپنے ان تجربات اور معلومات سے ایک ان دیکھے خدا کی عظمت اور قدرت کے تصور میں غیر معمولی اضافہ کر دیتا ہے۔

تُرۡحَمُوۡنَ ﴿۴۶﴾ قَالُوا اطَّيَّرۡنَا بِكَ وَبِمَنۡ مَّعَكَ ؕ قَالَ
تمہارے اوپر رحمت ہو — وہ بولے ہم تو تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو منحوس سمجھ رہے ہیں ۵۸ صالح نے کہا
طٰٓئِرُكُمۡ عِنۡدَ اللّٰهِ بَلۡ اَنۡتُمۡ قَوۡمٌ تُفۡتَنُوۡنَ ﴿۴۷﴾ وَكَانَ
تمہاری نحوست تو اللہ کے علم میں ہے البتہ تم ہی وہ لوگ ہو کہ عذاب میں پڑوگے ۵۹ — اور شہر
فِی الۡمَدِيۡنَةِ تِسۡعَةُ رَهۡطٍ يُّفۡسِدُوۡنَ فِی الۡاَرۡضِ
میں نو شخص تھے — جو — ملک میں فساد کیا کرتے — تھے
وَلَا يُصۡلِحُوۡنَ ﴿۴۸﴾ قَالُوۡا تَقَاسَمُوۡا بِاللّٰهِ لَنُبَيِّتَنَّهٗ وَاَهۡلَهٗ
اور اصلاح نہ کرتے تھے ۶۰ — وہ بولے آپس میں خدا کی قسم کھاؤ کہ ہم شب کے وقت صالح اور انکے متعلقین
ثُمَّ لَنَقُوۡلَنَّ لِوَلِيِّهٖ مَا شَهِدۡنَا مَهۡلِكَ اَهۡلِهٖ
کو جا ماریں گے، پھر ان کے وارث سے کہہ دینگے ۶۱ کہ ہم ان کے متعلقین کے مارے جانے کیوقت موجود بھی نہ تھے
وَاِنَّا لَصٰدِقُوۡنَ ﴿۴۹﴾ وَمَكَرُوۡا مَكۡرًا وَّمَكَرۡنَا مَكۡرًا
اور ہم بالکل سچے ہیں — اور ایک چال وہ چلے — اور — ایک چال ہم چلے
وَّهُمۡ لَا يَشۡعُرُوۡنَ ﴿۵۰﴾ فَانۡظُرۡ كَيۡفَ كَانَ عَاقِبَةُ
اور (ہماری چال کی) انہیں خبر بھی نہ ہوئی ۶۲ سو دیکھئے — ان کی چال کا — کیا
مَكۡرِهِمۡ ۙ اَنَّا دَمَّرۡنٰهُمۡ وَقَوۡمَهُمۡ اَجۡمَعِيۡنَ ﴿۵۱﴾ فَتِلۡكَ
انجام ہوا — ہم نے ان کو — اور ان کی قوم — سب کو ہلاک کر ڈالا — سو یہ ان کے
بُيُوۡتُهُمۡ خَاوِيَةًۢ بِمَا ظَلَمُوۡا ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوۡمٍ
گھر ہیں جو ویران پڑے ہیں انکے کفر کے باعث۔ بیشک اس (واقعہ) میں بڑا نشان ہے ۶۳ ان لوگوں کیلئے

٥٨ (کہ جب سے تم نے یہ نیا مذہب کھڑا کیا ہے قوم میں انتشار پیدا ہوگیا ہے) ٥٩ (اپنے اسی کفر کی بدولت) طائر کم۔ نحوست یعنی اسباب نحوست۔ حضرت نے فرمایا کہ تمہارے اعمال کفریہ اللہ کو خوب معلوم ہیں اور موجودہ مسائل انہی اعمال کفریہ کا ثمرہ ہیں — سو ابھی کیا ہوا ہے، ابھی تو تمہیں اس کفر کی بدولت عذاب میں مبتلا ہونا ہے۔ ~~طائرکم السبب الذی منه یجیء خیرکم وشرکم عند اللہ (کبیر)~~

٦٠ یعنی وہ سرتاسر مفسد ہی مفسد تھے۔ صالحیت کی صلاحیت بھی گویا ان میں نہ تھی۔ ٦١ (جو خون کا دعویٰ کرے گا) یہ ولی یا قریب ترین وارث، تو مومن ہی ہوگا، اور یا پھر محض غیرت قرابت سے طالب قصاص ہوگا۔ ~~المراد به طالب ثأره من ذی قرابته اذا قتل (روح)~~ ٦٢ ~~لنقولن لولیه ما شهدنا ... انا لصٰدقون و مکرهم~~ سرکش جاہلی قومیں جس طرح دولت ایمان و توحید سے معرّا ہوتی ہیں، عموماً اسی طرح راستی و دیانت و اخلاق سے بھی کوری رہی ہیں۔ ٦٣ (اللہ کی قدرت و حکمت اور انبیاء کی صداقت کا) مدائن صالح کے کھنڈر ملک شام جاتے ہوئے تجارت پیشہ اہل مکہ کے قافلوں کی راہ میں برابر پڑتے رہتے تھے۔

ضمیمہ پ ١٩ بسلسلہ حاشیہ ٢٢

چیونٹی

(روزنامہ رہبر دکن حیدر آباد کے سائنسی کالموں سے)

چیونٹی بظاہر بڑی حقیر اور بڑی غیر اہم معلوم ہوتی ہے لیکن محنت اور ذہانت کے لحاظ سے ایک ایسا نادر نمونہ ہے جس کی مثال ملنی دشوار ہے۔ یہ کبھی نچلی بیٹھتی ہے نہ کبھی بیکار، ہر وقت مصروف، ہر وقت مشغول۔ اسکی زندگی کے مختلف ادوار اور اسکے رہنے سہنے کے طریقوں کا حال سنایا جائے تو آپ ششدر رہ جائیں۔ تنظیم اور تقسیم کار کے لحاظ سے ہو یا ذہانت اور ذکاوت کی بنا پر چیونٹی کی زندگی ہر طرح مکمل اور مربوط ہوتی ہے!

حقیقت افسانہ سے زیادہ تعجب خیز ہوتی ہے چیونٹی کسی طرح اشرف المخلوقات حضرت انسان سے کمتر نہیں ہے۔ یہ جانور پالتی ہے۔ ان کو اپنے فائدے کے لئے استعمال کرتی ہے۔ فوج رکھتی ہے دشمن پر حملہ کرتی ہے، اسے کھیتی باڑی کا سلیقہ بھی آتا ہے!! —— کھیتوں میں ناگر چلاتی ہے بیج بوتی ہے۔ کاشت تیار ہوتی ہے تو اسے دور کرتی اور احتیاط کے ساتھ تہ خانوں میں محفوظ اور منتقل کر دیتی ہے۔ مدارج کے فرق البتہ اس میں بھی پائے جاتے ہیں —— اس قوم میں بھی حیدر آباد کا نظام جاگیرداری موجود ہے۔ انکے جاگیردار ہمارے جاگیرداروں کی طرح مطلبی، آرام پسند، قومی فرائض سے غافل، خود پسند اور تن آسان ہوتے ہیں۔ ان کو کسی کام سے کوئی غرض نہیں ہوتی، دن بھر کھاتے اور پڑے اینڈھا کرتے ہیں!

اب تک یہ سمجھا جاتا تھا کہ اپنی نوع سے ہٹ کر دوسری نوع کے جانوروں کو پالنا، ان سے فائدہ اٹھانا صرف اشرف المخلوقات کا حصہ ہے لیکن تجربات نے اب یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچا دی ہے کہ چیونٹی جیسی حقیر خلقت بھی [illegible]

(صفحہ ۷۷۱)

وَ اُوْتِيْنَا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهَا وَ كُنَّا مُسْلِمِيْنَ ﴿۴۲﴾ وَ

اور ہم کو حکم (ایمانی) اس کے بیشتر ہی (حاصل) ہو چکا ہے اور ہم مطیع ہو چکے ہیں ۴۹ اور

صَدَّهَا مَا كَانَتْ تَّعْبُدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهَا كَانَتْ مِنْ

اس کو غیر اللہ کی عبادت نے روک رکھا تھا اور وہ کافر

قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ ﴿۴۳﴾ قِيْلَ لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ ۚ فَلَمَّا رَاَتْهُ

قوم کی تھی ۵۰ اس سے کہا گیا کہ محل میں داخل ہو تو جب اس نے اسکو دیکھا

حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَّ كَشَفَتْ عَنْ سَاقَيْهَا ؕ قَالَ اِنَّهٗ صَرْحٌ

اسے پانی خیال کیا ۵۱ اور اپنی دونوں پنڈلیاں کھول دیں ۵۲ (سلیمان نے) کہا یہ تو ایک محل ہے

مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِيْرَ ؕ قَالَتْ رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ وَ

شیشوں سے بنایا ہوا ۵۳ وہ بولی اے میرے پروردگار میں نے اپنے اوپر ظلم کیا تھا اور (اب)

اَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۴﴾ وَ لَقَدْ

میں سلیمان کے ساتھ (ہوکر) اللہ پروردگار عالم پر ایمان لے آئی ۵۴ اور ہم نے

اَرْسَلْنَاۤ اِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ فَاِذَا

قوم ثمود کے پاس ان کے بھائی صالح کو بھیجا کہ تم اللہ کی عبادت کرو ۵۵ سو

هُمْ فَرِيْقٰنِ يَخْتَصِمُوْنَ ﴿۴۵﴾ قَالَ يٰقَوْمِ لِمَ تَسْتَعْجِلُوْنَ

ان میں دو فریق ہوگئے باہم جھگڑنے والے ۵۶ (صالح نے) کہا اے میری قوم والو، تم لوگ نیکی کے

بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ ۚ لَوْ لَا تَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ

بجائے عذاب کو کیوں جلدی مانگ رہے ہو ۵۷ تم لوگ اللہ سے مغفرت ہی کیوں نہیں طلب کرتے جس سے

ع ۳ ۱۳ ۱۸

۴۹ ملکہ کہتی ہے کہ ہم لوگ اس معجزہ کے صدور سے پہلے ہی ایمان لا چکے ہیں، اور دل سے آپ کے فرمانبردار ہو چکے ہیں۔ اَلْعِلْمَ۔ علم یہاں علمِ توحید و نبوت کے معنی میں ہے۔ العلم باللہ وبصحۃ نبوۃ سلیمان قبل ھذہ المعجزۃ (کبیر)

۵۰ قرآن کہتا ہے کہ ایسی عاقل و صاحبِ فہم خاتون جو چند روز تک ایمان نہیں لائی، سو اسے بت پرستی خدا پرستی سے روکے رہی تھی، غیر اللہ کی عبادت کی عادت روکے رہی تھی، اور عادت اس لئے پڑی تھی کہ آنکھ کھول کر اس نے اردگرد کفر ہی کفر دیکھا تھا۔ ۵۱ "اسکو دیکھا"، یعنی محل کے صحن کو دیکھا۔ عبارت میں مضاف مقدر ہے۔ یہ صحن شفاف شیشہ سے بنا ہوا تھا، دیکھنے میں پانی کی طرح جھلجھلا رہا تھا۔ ۵۲ (جیسا کہ عموماً دامن اٹھانے اور پائنچے سمیٹتے وقت ہو جاتا ہے) یہ پائنچہ اٹھانے اور دامن سمیٹنے کا ذکر تالمود اور روایاتِ یہود میں بتصریح مذکور ہے۔ ملاحظہ ہو تفسیر انگریزی۔ بغرض نکاح عورت پر نظر کرنے کی اجازت کی احادیث میں تو صراحت ہے ہی۔ فقہاء نے استنباط قرآن کے اس مقام سے بھی کیا ہے۔ ۵۳ (اور اس کا صحن تک شفاف شیشوں سے پٹا ہوا ہے۔ دامن اٹھانے کی ضرورت نہیں) قصرِ سلیمانی کے تجمل و تزئین کا نقشہ، جوزیفس قدیم یہودی مؤرخ کے حوالہ سے، انگریزی تفسیر میں درج ہو چکا ہے۔ ۵۴ ملکہ حضرت سلیمان کی روحانی عظمت و نبوت کی قائل تو پہلے ہی ہو چکی تھی، اب جب یہ مشاہدہ کر لیا، کہ دنیوی سلطنت و لباس و حشم میں بھی سلیمانؑ کا مرتبہ مجھ سے کہیں بڑھا ہوا ہے، اور ایسے کی محافظت دوسرے خطرات سے پناہ دینے میں کافی ہو جائیگی، تو اب کھلم کھلا ایمان لے آئی۔ مَعَ سُلَيْمٰنَ۔ یعنی سلیمانؑ کے طریق پر۔ اَسْلَمْتُ۔ "کنا مسلمین میں بھی اقرار ایمان کا ہے۔ مگر اس سے مقصود اخبار ہے اور ایمان مطلوب یعنی انشاء وہ اسی صیغہ سے حاصل ہوا ہے" (تھانویؒ) بلقیس کے ایمان لانے کا ذکر توریت میں بھی موجود ہے۔ (۱۔سلاطین۔۱۰: ۶۔۹) نیز ۲۔تواریخ۔۹: ۸۔ روایاتِ یہود میں ہے کہ اسکے بعد ملکہ بلقیس حضرت سلیمان کے عقد میں آگئیں۔ اور روایاتِ اسلامی بھی اس باب میں کچھ ایسی ہی ہیں۔ اگرچہ قرآن مجید و حدیث صحیح اس باب میں خاموش ہیں۔ والاظھر فی کلام الناس انہ تزوجھا ولیس لذٰلك ذکر فی الکتب ولا فی خبر مقطوع بصحتہ (کبیر) ۵۵ (شرک وکفر چھوڑ کر) قوم ثمود و حضرت صالح دونوں پر حاشیے سورۃ الاعراف (پ ۸) میں گذر چکے۔ ۵۶ (دین کے باب میں) یعنی بجائے اس کے کہ سب کے سب دعوت توحید پر متفق ہو جاتے، صرف ایک فریق ایمان لایا۔ باقی لوگ ان سے جھگڑنے لگے۔ ۵۷ الْحَسَنَةِ یعنی توبہ و ایمان یا عافیت و رحمت۔ المراد بالحسنۃ الثواب (کبیر) العافیۃ والرحمۃ (معالم) السَّيِّئَةِ۔ یعنی عذاب۔ المراد بالسیئۃ العقاب (کبیر) البلاء والعقوبۃ (معالم) حسب دستور یہ کافر قوم بھی بجائے ایمان لانے کے یہی کہنے لگی کہ عذاب ہے کہاں؟ لاکر دکھاؤ عذاب، اگر سچے پیمبر ہو! قبل یہاں بھی بیشتر کے بجائے "بجائے" کے معنی میں ہے۔

يَاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ۝۳۸ قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِيْكَ
لوگ مطیع ہو کر حاضر ہوں ۴۳ ایک شریر جن بولا میں اسے آپ کی خدمت میں لے

بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ ۚ وَاِنِّيْ عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ
آؤں گا قبل اس کے کہ آپ اپنے اجلاس سے اٹھیں اور میں اس (کے لانے) پر قدرت رکھتا ہوں

اَمِيْنٌ ۝۳۹ قَالَ الَّذِيْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِيْكَ
امانت دار ہوں ۴۴ (اور) اس نے کہا جسے علم کتاب حاصل تھا ۴۵ کہ میں اسے تیرے پاس

بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ ۭ فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا
لے آؤنگا قبل اس کے کہ تیری پلک جھپکے پھر جب (سلیمان نے) اسے اپنے پاس رکھا

عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّيْ ڣ لِيَبْلُوَنِيْٓ ءَاَشْكُرُ
دیکھا تو بولے یہ بھی میرے پروردگار کا ایک فضل ہے تاکہ میری آزمائش کرے کہ آیا میں شکر

اَمْ اَكْفُرُ ۭ وَمَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ
کرتا ہوں یا ناشکری کرتا ہوں اور جو کوئی شکر کرتا ہے وہ اپنے ہی نفع کے لئے شکر کرتا ہے اور جو کوئی

كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّيْ غَنِيٌّ كَرِيْمٌ ۝۴۰ قَالَ نَكِّرُوْا لَهَا عَرْشَهَا
ناشکری کرتا ہے تو میرا پروردگار غنی ہے کریم ہے ۴۶ (پھر سلیمان نے) کہا اس کے لئے اسکے تخت کی صورت

نَنْظُرْ اَتَهْتَدِيْٓ اَمْ تَكُوْنُ مِنَ الَّذِيْنَ لَا يَهْتَدُوْنَ ۝۴۱
بدل دو ہم دیکھیں کہ اسے اس کا پتہ لگ جاتا ہے یا وہ انہیں لوگوں میں ہے جنہیں پتہ نہیں لگتا ۴۷

فَلَمَّا جَآءَتْ قِيْلَ اَهٰكَذَا عَرْشُكِ ۭ قَالَتْ كَاَنَّهٗ هُوَ ۚ
پھر جب وہ آئی تو اس سے کہا گیا کہ کیا تمہارا تخت ایسا ہی ہے؟ وہ بولی کہ ہاں یہ تو گویا وہی ہے ۴۸

۴۳ وہ قاصد اب واپس پہنچتا ہے، اور حالات دربار سلیمان بیان کرتا ہے بلقیس یہ سن کر حاضری کا قصد کرتی ہے۔ اسکی اطلاع حضرت سلیمان کو وحیِ الٰہی یا کسی اور ذریعہ سے آجاتی ہے۔ اس وقت وہ یہ گفتگو اپنے اہلِ دربار سے کرتے ہیں۔ عجب نہیں کہ اس خارق عادت کے ذریعہ سے مقصود حضرت سلیمانؑ کا اپنے کمالات باطنی کے ساتھ اپنی قوت اعجازی کا اظہار ہو۔ اس کے اعجازی پہلو کو سمجھنے کے لئے ملک یمن اور فلسطین کا درمیانی فاصلہ نظر میں رہے۔ بحری راستہ سے پہنچنے میں اس وقت مہینوں کا ذکر نہیں، دو دو تین تین سال لگ جاتے تھے! ۴۴ لَقَوِيٌّ اَمِيْنٌ۔ قوی اسلئے کہ وہ تخت لاکھ وزنی سہی، لیکن اس پر بھی میں اسے لے آؤں گا۔ امین یوں کہ وہ ہزار قیمتی سہی، مرصع سہی، میں کسی طرح کی خیانت نہ کرونگا۔ عِفْرِيْتٌ کے معنی شریر و سرکش قسم کے جن کے ہیں۔ هو العارم والخبيث (راغب) مَقَامِكَ یعنی اپنے اجلاس سے۔ لفظی معنی مکانِ قیام کے ہیں، اور مقامِ جلوس کے بھی۔ المقام مقام القيام وزمانه (راغب) قال الاخفش اى المقام المتعمد (راغب) حضرت سلیمان روزانہ صبح سے دوپہر تک عدالت کیا کرتے تھے۔

۴۵ قَالَ ..... الْكِتٰبِ۔ یہ کہنے والا کون تھا؟ اس باب میں اقوال مختلف ہیں۔ ایک رائے یہ ہے کہ یہ کہنے والے جبرئیل یا اور کوئی فرشتہ تھے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ وہ وزیر سلطنت حضرت آصف تھے اور یہ قول ابن عباسؓ کی جانب منسوب ہے اور جمہور نے بھی یہی اختیار کیا ہے۔ قال الجمهور (بحر) وهو الاصح وعليه الجمهور (مدارک) قال اكثر المفسرين هو اصف بن برخيا (معالم) وهو المشهور من قول ابن عباسؓ (کبیر) تیسرا قول ہے کہ وہ خود حضرت سلیمان ہی تھے (کبیر) امام رازیؒ نے قرائن قوی قائم کر کے ترجیح اسی آخری قول کو دی ہے لیکن مفسر ابن حیان نے اس قول کی تضعیف کی ہے ومن الغريب الاقوال انه سليمان عليه السلام (بحر) الْكِتٰبِ سے مراد توریت بھی ہو سکتی ہے، اور کوئی دوسری کتاب بھی جس میں اسمار الٰہی کی تاثیرات درج ہوں —— یہ بھی کہا گیا ہے کہ جنس کتب الٰہی مراد ہے یا خود لوح محفوظ المراد بالكتب جنس الكتب المنزلة او اللوح (بیضاوی)

۴۶ (اسے) نہ کسی کی شکرگزاری سے نفع، نہ کسی کی ناشکری سے نقصان۔ جود و کرم تو بہر صورت اس کا شیوہ ہے) ملکہ کا تخت خواہ حضرت کی دعا سے، خواہ کسی اور خارق عادت طریق پر، سینکڑوں میل سے فی الفور اٹھ آیا ہے۔ اس موقع پر آپؑ کی فطرت پیغمبرانہ جوش شکرگذاری سے لبریز ہو کر یہ الفاظ زبان پر لاتی ہے۔

۴۷ (تاکہ اس سے خود ملکہ کے عاقل و ذہین ہونے نہ ہونے کا فیصلہ ہو جائے)

۴۸ ملکہ نے جواب بڑی فہم و دانش سے دیا۔ نہ سرے سے انکار ہی کر دیا، اور کہہ دیا کہ نہیں وہ نہیں ہے۔ اور نہ جھٹ اقرار کر لیا کہ ہاں یہ تو وہی ہے۔ بلکہ جواب بین بین دیا۔ کہ ہاں، ہے تو اسی کی مثل، اسی جیسا۔ گویا اسکے اصل مادہ اور موجودہ بدلی ہوئی ہیئت، دونوں کی رعایتیں ملحوظ رکھ لیں۔ توریت میں بھی دربار سلیمانی میں ملکہ بلقیس کی حاضری کا ذکر ہے (۱ سلاطین۔ ۱:۱۰-۱۳) مگر قرآن مجید سے ایک بالکل مختلف صورت میں۔

قَالُوْا نَحْنُ اُولُوْا قُوَّةٍ وَّ اُولُوْا بَاْسٍ شَدِیْدٍ ۙ۬ وَّ الْاَمْرُ

وہ لوگ بولے ہم بڑے طاقتور اور بڑے لڑنے والے ہیں لیکن اختیار

اِلَیْكِ فَانْظُرِیْ مَاذَا تَاْمُرِیْنَ ﴿٣٣﴾ قَالَتْ اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا

آپ ہی کو ہے آپ ہی دیکھ لیجئے آپ کو کیا حکم دینا ہے ٣٩ وہ بولی کہ بادشاہ جب کسی بستی

دَخَلُوْا قَرْیَةً اَفْسَدُوْهَا وَ جَعَلُوْۤا اَعِزَّةَ اَهْلِهَاۤ اَذِلَّةً ۚ وَ

میں (فاتحانہ) داخل ہوتے ہیں تو اسے تہ وبالا کر دیتے ہیں اور وہاں والوں میں جو عزت دار ہوتے ہیں انہیں ذلیل کر

كَذٰلِكَ یَفْعَلُوْنَ ﴿٣٤﴾ وَ اِنِّیْ مُرْسِلَةٌ اِلَیْهِمْ بِهَدِیَّةٍ فَنٰظِرَةٌۢ

دیتے ہیں اور اسی طرح (یہ لوگ) کرینگے ٤٠ اور میں ان لوگوں کے پاس ہدیہ بھیجتی ہوں پھر دیکھوں گی

بِمَ یَرْجِعُ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿٣٥﴾ فَلَمَّا جَآءَ سُلَیْمٰنَ قَالَ اَتُمِدُّوْنَنِ

کہ ایلچی کیا (جواب) لیکر آتے ہیں ٤١ سو جب وہ (ایلچی) سلیمان کے پاس پہنچا تو آپ نے کہا کیا تم لوگ

بِمَالٍ ؗ فَمَاۤ اٰتٰىنِۦَ اللّٰهُ خَیْرٌ مِّمَّاۤ اٰتٰىكُمْ ۚ بَلْ اَنْتُمْ بِهَدِیَّتِكُمْ

میری مدد مال سے کرنا چاہتے ہو! سو اللہ نے مجھ کو جو کچھ دے رکھا ہے وہ اس سے کہیں بہتر ہے جو اس نے تم کو دیا ہے، البتہ تم ہی اپنے

تَفْرَحُوْنَ ﴿٣٦﴾ اِرْجِعْ اِلَیْهِمْ فَلَنَاْتِیَنَّهُمْ بِجُنُوْدٍ لَّا قِبَلَ

ہدیہ پر اتراتے ہو گے ٤٢ تو لوٹ جا ان لوگوں کے پاس ہم ان پر ایسی فوجیں بھیجتے ہیں کہ ان لوگوں سے ان کا

لَهُمْ بِهَا وَ لَنُخْرِجَنَّهُمْ مِّنْهَاۤ اَذِلَّةً وَّ هُمْ صٰغِرُوْنَ ﴿٣٧﴾

(ذرا بھی) مقابلہ نہ ہو سکے گا اور ہم ان کو وہاں سے ذلیل کر کے نکال دینگے اور وہ ماتحت ہو جائیں گے ٢١

قَالَ یٰۤاَیُّهَا الْمَلَؤُا اَیُّكُمْ یَاْتِیْنِیْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ

(سلیمان نے) کہا اے درباریو، تم میں کون ایسا ہے جو اس (بلقیس) کا تخت میرے پاس لے آئے قبل اس کے کہ وہ

٣٩ یعنی ہم تو صلح و جنگ ہر صورت میں آپ کی اطاعت کے لئے تیار ہی ہیں، جو راہ چاہے اختیار کیجئے۔ باقی جنگی اعتبار سے آپ کمزور نہیں۔

٤٠ (اس لئے سردست جنگ تو مناسب نہیں) ملکہ ہر جنگ عظیم کے نتائج، کشت و خون، تباہی و بربادی سے خوب واقف ہے، اس لئے جنگ سے بچنا چاہتی ہے۔ صاحب خلاصۃ التفاسیر (متوفی غالباً ١٩٠٥ء) اپنے استاد عالی مقام، فخر المتاخرین مولٰنا عبدالحی فرنگی محلیؒ کے حوالہ سے لکھتے ہیں، کہ انہوں نے اس آیت کے سبق میں فرمایا کہ "مناسب نہیں کہ آدمی انقلاب کا خواہاں رہے بلکہ یوں دعا کرے کہ اے اللہ بادشاہِ وقت کو ایسی ایسی توفیق دے، یہ ہدایت کر، اور یہ نہ کہے کہ یہ بادشاہ معزول اور فلاں فرمانروا ہو۔ اس لئے کہ اس میں ہزارہا بے جرم و خطا ارباب شرف و ذکا پس جاتے ہیں"۔ ٤١ ملکہ نے کہا کہ سردست تو میں اپنی طرف سے صلح و دوستی کی طرح ڈالتی ہوں۔ تحفہ تحائف دیکر کسی کو بھیجتی ہوں اس کا جواب آنے پر مکرر غور ہو گا۔ روایاتِ یہود میں ہے کہ ملکہ بلقیس نے یہ سفارت بحری راستہ سے روانہ کی جس کے ساتھ علاوہ زر و جواہر کے چھ ہزار لڑکے اور لڑکیاں، ہم عمر، ہم قامت، ہم لباس بھی بطور غلاموں اور کنیزوں کے تھیں۔ ملاحظہ ہو تفسیر انگریزی۔ ٤٢ سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے دعوت تو اطاعت و اسلام کی دی تھی، یہ بلا اطاعت و قبولِ دعوت محض اظہار دوستی کیسا؟ یہ تو ایک صورت رشوت کی ہوئی۔ مال و قوت دونوں کے لحاظ سے تو میری سلطنت اللہ کے فضل و کرم سے بلقیس کے ملک سے کہیں بڑھی ہوئی ہے، میں ان ہدایا و تحائف کو واپس کرتا ہوں، اور عنقریب فوج کشی کر کے ان بے دینوں کو کچل ڈالوں گا۔ فقہاء نے کہا ہے کہ کافروں کے ہدیہ کو رد کر دینا، جب اپنی مصلحت اسی میں ہو مستحب ہے۔ لَا قِبَلَ لَهُمْ۔ قبل کے معنی طاقت، طاقت مقابلہ کے ہیں۔ ای لا یقدرون ان یقابلوهم (کبیر) ای لا طاقة وحقیقة القبل المقاومة والمقابلة (کبیر) ای لا طاقة لهم علی استقبالها ودفاعها (المغب) یقال لا قبل لی بکذا ای لا یمکننی ان اقابله (راغب) اَذِلَّةً وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ۔ ذلت، یہ کہ جو کچھ شوکت و حکومت ہے وہ سب یہیں چھن چھنا جائیگی اور صغار، یہ کہ غلامی و اسیری میں بسر کرنا ہو گی۔

فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُوْنَ ﴿٢٤﴾ اَلَّا يَسْجُدُوْا
سوانہیں رستہ سے ہٹا دیا ہے چنانچہ وہ (راہ) ہدایت پر نہیں چلتے ٣٢ یعنی اللہ کی عبادت
لِلّٰهِ الَّذِيْ يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ
نہیں کرتے جو باہر لاتا ہے آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ چیزوں کو اور جو کچھ پوشیدہ
مَا تُخْفُوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ﴿٢٥﴾ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ
رکھتے ہو اور جو کچھ ظاہر کرتے ہو سب کو جانتا ہے ٣٣ اللہ (وہ ہے کہ) سوا اسکے کوئی معبود نہیں، مالک ہے
الْعَظِيْمِ ﴿٢٦﴾ السجدة قَالَ سَنَنْظُرُ اَصَدَقْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿٢٧﴾
عرش عظیم کا ٣٤ (سلیمان نے) کہا ہم ابھی دیکھے لیتے ہیں کہ تو سچ کہتا ہے یا تو جھوٹوں میں سے ہے۔
اِذْهَبْ بِّكِتٰبِيْ هٰذَا فَاَلْقِهْ اِلَيْهِمْ ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ فَانْظُرْ
(اچھا تو) یہ میرا خط لے جانا اور اسے اس کے پاس ڈال دینا پھر انکے پاس سے (ذرا) ہٹ جانا پھر دیکھنا
مَاذَا يَرْجِعُوْنَ ﴿٢٨﴾ قَالَتْ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اِنِّيْٓ اُلْقِيَ اِلَيَّ كِتٰبٌ
آپس میں کیا سوال جواب کرتے ہیں ٣٥ (بلقیس نے) کہا اے اہل دربار میرے پاس ایک معزز خط ڈالا گیا
كَرِيْمٌ ﴿٢٩﴾ اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿٣٠﴾
ہے ٣٦ وہ سلیمان کی طرف سے ہے، اور وہ یہ ہے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
اَلَّا تَعْلُوْا عَلَيَّ وَاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ﴿٣١﴾ قَالَتْ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا
تم لوگ میرے مقابلہ میں بڑائی مت کرو اور میرے پاس مطیع ہو کر چلے آؤ ٣٧ (پھر) بولی اے اہل دربار
اَفْتُوْنِيْ فِيْٓ اَمْرِيْ مَا كُنْتُ قَاطِعَةً اَمْرًا حَتّٰى تَشْهَدُوْنِ ﴿٣٢﴾
مجھ کو میرے معاملہ میں رائے دو میں کبھی کسی معاملہ کا فیصلہ نہیں کرتی جب تک تم (میرے پاس) موجود نہ ہو ٣٨

السجدة ١

ع ٢ ١٧ ١٧

٣٢ (اور راہ ہدایت پانے کی کوشش درجۂ ضروری میں بھی نہیں کرتے) زَیَّنَ ...... اَعْمَالَهُمْ جیساکہ ہر جاہلی اور خدا فراموش و آخرت فراموش قوم اپنی دنیوی، مادی ترقیوں میں مست اور مگن رہا کرتی ہے، "یہ متمدن قوم" بھی تھی۔ فقہاء و صوفیہ نے چونکہ یہ سارا قول ہدہد پرندہ ہی کا قرار دیا ہے۔ اس لئے اس سے نتیجہ بھی یہ نکالا ہے کہ بقدر ضرورت علم و معرفت حیوانات میں بھی موجود ہوتا ہے۔ ٣٣ (اے انسانو!) اَلَّذِیْ یُخْرِجُ ...... وَالْاَرْضِ یَعْلَمُ ...... تُعْلِنُوْنَ} یعنی اسکی قدرت بھی کامل اور اس کا علم بھی ہمہ گیر —— جاہلی مشرک قوموں کو مغالطہ عموماً انہیں دو صفات باری کے باب میں پیش آتا رہا ہے۔ اس لئے یہاں کھل کر دونوں کا اثبات کیا گیا۔ یُخْرِجُ الْخَبْءَ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ - پوشیدہ چیزوں کو آسمان، زمین سے نکالتا رہتا ہے، مثلاً پانی کو آسمان سے اور نباتات کو زمین سے۔ اَلَّا یَسْجُدُوْا - اس ترکیب سے مفہوم وجوب سجدہ کا لیا گیا ہے۔ قال اهل التحقیق قوله الا یسجد وایجب ان یکون بمعنی الامر (کبیر) ٣٤ (جس کے آگے تخت ملکۂ سبا کی حقیقت ہی کیا ہے) امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ ملکۂ سبا کے تخت کو جو عظیم کہا گیا تھا وہ باعتبار معاصر ملوک و سلاطین کے تھا۔ اور یہاں جو عرش الٰہی کو عظیم کہا جا رہا ہے، یہ جملہ مخلوقات کے مقابلہ میں ہے۔ ٣٥ حضرت سلیمانؑ فرماتے ہیں اچھا ابھی امتحان ہوا جاتا ہے، یہ خط لیکر جا، بس حقیقت حال معلوم ہوئی جاتی ہے کہ تیرا بیان صحیح ہے یا غلط —— پرندوں کے ذریعہ سے خطوط رسانی کا طریقہ دنیائے قدیم میں عام رہا ہے۔ اور کبوتروں سے تو یہ خدمت یورپ میں آج تک لی جا رہی ہے۔ ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ - ہٹ جانے کا حکم جو ہدہد کو دیا گیا، اس میں تعلیم ہے تہذیب و ادب مجلس ملوک کی (تھانوی) لیکن یہ مقصود بھی ہو سکتا ہے کہ غیر ملک کے سفیر کے بالکل سامنے وہ لوگ آزادی سے بات چیت نہ کر سکیں گے۔ ٣٦ کَرِیْمٌ - مکتوب کو معزز یا تو اس کے مضمون کی عظمت کے لحاظ سے کہا گیا ہے، اور یا اس لحاظ سے کہ اسکا بھیجنے والا معزز تھا۔ بکرم مضمونه او مرسله (بیضاوی) حسن مضمونه وما فیه او لانه من عند ملك کریم (مدارک) ٣٧ خط کے مخاطب ملکہ کے علاوہ اعیان سلطنت بھی ہیں۔ اور تبعاً جملہ اہل سبا۔ اسی لئے صیغہ جمع مخاطب کا ہے۔ مُسْلِمِیْنَ سے مراد جسمانی حاضری نہیں محض دعوت اسلام و اطاعت مقصود ہے المراد من المسلم المنقاد او المؤمن (کبیر) ای مؤمنین او منقادین (بیضاوی) یہ ضرور نہیں کہ خط کی عبارت بجنسہٖ یہی ہو۔ قرینہ روایت بالمعنیٰ کا ہے۔ یہود کے مقدس نوشتہ تالمود میں جو عبارت مکتوب دی ہوئی ہے، اسکے لئے ملاحظہ ہو انگریزی تفسیر القرآن۔ مضمون مکتوب کے اس ایجاز سے امام رازیؒ نے یہ استنباط کیا ہے کہ کلام انبیاء میں طوالت نہیں ہوتی۔ بلکہ نفس مطلب پر اکتفا ہوتا ہے۔ الانبیاء علیهم الصلوٰة والسلام لا یطیلون بل یقتصرون علی المقصود وهذا الکتاب مشتمل علی تمام المقصود (کبیر) ٣٨ (اور اس معاملہ میں شریک ہو لو) آیت سے ظاہر ہو رہا ہے کہ سبا کا آئین حکومت جمہوری یا شورائی طرز کا تھا۔

۲۴ یعنی عمل مقبول عنایت ہو۔ نِعْمَتَكَ ...... وَالِدَيَّ۔ نعمتوں سے مراد نعمت ایمان و نعمت علم ہیں۔ اور جہاں تک حضرت سلیمانؑ و حضرت داؤدؑ کا تعلق ہے نعمتِ نبوت بھی۔ جانوروں کی گفتگو سمجھ لینا ایک معجزہ اور نعمت عظیم ہے۔ حضرات انبیاء اپنے ان کمالات پر اتراتے نہیں بلکہ انہیں ایک نعمت سے دوسری نعمتوں کا استحضار ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ یہاں حضرت سلیمانؑ کو ہوا۔ قرآن مجید کی یہ ساری صراحتیں توریت موجودہ کے ان بیانات کی تردید کر رہی ہیں، جن میں حضرت سلیمانؑ کے ایمان اور اخلاق کو مجروح کیا گیا ہے۔ ۲۵ (اور کبھی بھی اس نعمت قرب کو بُعد سے تبدیل نہ کر) رَحْمَتِكَ۔ رحمت سے مراد رحمت خاصہ ہے اور الصالحین سے مراد اعلیٰ درجہ کے نیک بندے یعنی انبیاء ہیں۔

اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَاَنْ

مداومت دے کہ میں تیری نعمتوں کا شکر ادا کیا کروں، جو تو نے مجھے اور میرے ماں باپ کو عطا کی ہیں، اور اس پر

اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَدْخِلْنِیْ بِرَحْمَتِكَ فِیْ عِبَادِكَ

بھی کہ میں نیک کام کیا کروں جس سے تو راضی ہو ۲۴ اور مجھے اپنی رحمت سے داخل رکھ اپنے نیک

الصّٰلِحِیْنَ (۱۹) وَتَفَقَّدَ الطَّیْرَ فَقَالَ مَالِیَ لَآ اَرَی الْهُدْهُدَ ۖ

بندوں میں ۲۵ اور انہوں نے پرندوں کی حاضری لی تو بولے کہ کیا بات ہے کہ میں ہدہد کو نہیں دیکھتا

اَمْ كَانَ مِنَ الْغَآئِبِیْنَ (۲۰) لَاُعَذِّبَنَّهٗ عَذَابًا شَدِیْدًا اَوْ

کیا وہ غیر حاضر ہے؟ ۲۶ میں اسے سخت سزا دے کر رہوں گا یا

لَاَاذْبَحَنَّهٗٓ اَوْ لَیَاْتِیَنِّیْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ (۲۱) فَمَكَثَ غَیْرَ بَعِیْدٍ

اسے ذبح کر ڈالوں گا یا پھر وہ صاف عذر میرے سامنے پیش کرے ۲۷ سو تھوڑی دیر میں وہ آگیا

فَقَالَ اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍۭ بِنَبَاٍ

اور کہنے لگا کہ میں ایسی بات معلوم کر کے آیا ہوں جو آپ کو معلوم نہیں ۲۸ اور میں آپکے پاس (ملک) سبا کی ایک

یَّقِیْنٍ (۲۲) اِنِّیْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً تَمْلِكُهُمْ وَاُوْتِیَتْ مِنْ كُلِّ

تحقیقی خبر لایا ہوں ۲۹ میں نے ایک عورت کو دیکھا وہ ان پر حکومت کر رہی ہے اور اسے ہر سامان

شَیْءٍ وَّلَهَا عَرْشٌ عَظِیْمٌ (۲۳) وَجَدْتُّهَا وَقَوْمَهَا یَسْجُدُوْنَ

میسر ہے اور اس کے پاس ایک بڑا تخت ہے ۳۰ میں نے اسے اور اس کی قوم کو دیکھا کہ وہ اللہ کو

لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَزَیَّنَ لَهُمُ الشَّیْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ

چھوڑ کر آفتاب کی پوجا کرتے ہیں ۳۱ اور شیطان نے انکے اعمال انکی نظر میں خوشنما کر رکھے ہیں

۲۶ ہدہد ایک معروف پرند ہے، سر پر کلغی لئے ہوئے، جو ہندوستان کے ان اطراف میں موسم برسات میں اکثر دکھائی دیتا ہے۔ ملک فلسطین میں بکثرت پایا جاتا ہے۔ جاڑوں میں مصر اور مضافات مصر کو چلا جاتا ہے اور مارچ کے مہینہ سے پھر فلسطین میں آجاتا ہے۔ اڑان کی بڑی زبردست قوت رکھتا ہے۔ مزید تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو انگریزی تفسیر القرآن۔ ۲۷ یعنی وہ اپنی غیر حاضری کا کوئی معقول عذر میرے سامنے پیش کر دے تو البتہ سزا سے بچ سکتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اسکے سپرد بھی کچھ خدمات تھیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ حاضری محض انضباط و انتظام کے لئے لی گئی ہو۔ اور فوج سے غیر حاضری خود ایک جرم ہے۔ لَاُعَذِّبَنَّهٗ ...... مُبِیْنٍ۔ حضرت سلیمانؑ یہاں صرف اپنا ارادہ مشروط ظاہر کر رہے ہیں کہ اگر ملزم کوئی عذر ہی نہ پیش کر سکا، یا پیش بھی کیا تو بہت ضعیف تو وہ قابلِ تعزیر ہوگا۔ کوئی حکم شرعی نافذ نہیں کر رہے ہیں۔ اس لئے یہ سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کہ فقہ اسلامی میں تو غائب پر قضا جائز نہیں، پھر یہ نبی کیسے غائب پر قضا جاری کر رہے ہیں۔ لاعذبنّہ سے مفسر تھانویؒ نے یہ استنباط کیا ہے کہ حیوانات کو تعلیم کے لئے تادیب جائز ہے، اور دفع اذیٰ کیلئے قتل بھی جائز ہے، لیکن وہیں جہاں تادیب و دفع اذیٰ مرتب ہو ورنہ نہیں۔ چنانچہ ہدہد ہی ہے کہ اب نہ وہ قابل تادیب ہے اور نہ اس سے کوئی ایذا پہنچتی ہے۔ ۲۸ یہ بات ایک نبی سے ایک امتی ہی نہیں، حیوان کہہ رہا ہے، اور قرآن مجید اس دعوے کو بلا شائبہ تردید دہرا رہا ہے۔ مفسر تھانویؒ نے لکھا ہے کہ ہدہد کے اس قول کا مطلب یہ ہے کہ میری غیر حاضری کسی نافرمانی کی بنا پر نہیں، بلکہ کارِ سرکار ہی سے تھی۔ ۲۹ ملک سبا، عرب کے مغربی جنوبی علاقہ کو کہتے ہیں۔ تقریباً وہی ملک جہاں آج یمن، حضرموت، عسیر واقع ہیں۔ اپنے زمانہ میں بڑا زرخیز و متمول ملک رہ چکا ہے۔ ملاحظہ ہو انگریزی تفسیر القرآن۔ ۳۰ اس ملکہ کا نام بلقیس تھا۔ اسکی دولت و امارت، ساز و سامان کیلئے انگریزی تفسیر القرآن ملاحظہ ہو۔ عَظِیْمٌ۔ عظیم جو تخت کی صفت آئی ہے اس سے مراد گرانقدر اور بیش بہا بھی ہو سکتا ہے اور جسامت کے اعتبار سے بیحد بڑا بھی۔ اِمْرَاَةً تَمْلِكُهُمْ۔ بجائے بادشاہ کے ملکہ کی فرمانروائی دنیا میں کوئی نو پید شے نہیں۔ جاہلی قوموں میں بہت قدیم زمانہ سے یہ ہوتا آیا ہے۔ اُوْتِیَتْ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ۔ كُلِّ شَیْءٍ سے یہاں بھی مراد انھیں چیزوں کی کثرت و افراط ہے جو ملکہ کو اپنے جاہ و حشم کے لئے ضروری تھیں۔ ملاحظہ ہو حاشیہ ۱۹۔ امراۃ تملکھم۔ عورتوں کے ہاتھ میں عہدہ اور منصب دے دینا یہاں تک کہ انہیں پورے ملک کی ملکہ یا فرمانروا بنا دینا، یورپ کی ایجاد نہیں مشرک قوموں کے ہاں یہ دستور ہر زمانہ میں رہا ہے، اور مصر، کلدانیہ، ایران کی جاہلی حکومتوں کے ہاں عورت کو اتنی آزادی ہمیشہ حاصل رہی ہے۔ یہ تو اسلام تھا جس نے آکر بریک لگایا، اور اس دستور کو ناجائز قرار دیا صحیح بخاری کی صاف حدیث آئی ہے لن یفلح قوم ولوا امرھم امراۃ (بخاری کتاب الفتن) وہ قوم فلاح یاب نہ ہوگی جو اپنی حکومت عورت کے سپرد کئے ہوئے ہے۔ ۳۱ مورخین کا بیان ہے کہ اس ملک میں نئو سے اوپر دیوتا پجتے تھے۔ معبود اعظم سورج دیوتا تھا۔ جو دنیا کی بہت سی قوموں کا معبود اعظم رہ چکا ہے۔

اٰتَيْنَا دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ عِلْمًا ۚ وَقَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ
داؤد اور سلیمان کو (ایک خاص) علم عطا فرمایا ۱۶ اور وہ دونوں کہنے لگے (ساری) تعریف اللہ
فَضَّلَنَا عَلٰى كَثِيْرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ (15) وَوَرِثَ
ہی کیلئے ہے جس نے ہمیں اپنے بہت سے ایمان والے بندوں پر فضیلت دی ۱۷ اور داؤد
سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ وَقَالَ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ
کے جانشین سلیمان ہوئے ۱۸ اور انہوں نے کہا اے لوگو ہم کو پرندوں کی بولی کی تعلیم
الطَّيْرِ وَاُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ۭ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ
دی گئی ہے اور ہم کو ہر قسم کی چیزیں عطا ہوئی ہیں ۱۹ بیشک یہ تو کھلا ہوا
الْمُبِيْنُ (16) وَحُشِرَ لِسُلَيْمٰنَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ
فضل ہے اور سلیمان کے لئے ان کا لشکر جمع کیا گیا جن بھی اور انسان بھی
وَالطَّيْرِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ (17) حَتّٰٓي اِذَآ اَتَوْا عَلٰي وَادِ
اور پرندے بھی اور انہیں (صف بندی کیلئے) روکا جاتا تھا ۲۰ یہاں تک کہ ایک مرتبہ جب وہ چیونٹیوں کے میدان
النَّمْلِ ۙ قَالَتْ نَمْلَةٌ يّٰٓاَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ ۚ
میں پہنچے ۲۱ ایک چیونٹی نے کہا کہ اے چیونٹیو اپنے سوراخوں میں جا گھسو
لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ ۙ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ (18)
کہیں سلیمان اور ان کا لشکر تمہیں روند نہ ڈالیں اور انہیں خبر بھی نہ ہو ۲۲
فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا وَقَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ
(سلیمان) اس بات پر مسکرا کر ہنس پڑے ۲۳ اور کہنے لگے اے میرے پروردگار مجھے اس پر

۱۶ یعنی علمِ نبوت و ملک داری۔ ملاحظہ ہوں انگریزی تفسیر القرآن کے حاشیے۔ نیز اسی تفسیر کے حاشیے سورۃ الانبیاء پ۱۷ میں۔ ۱۷ (اور ہم اس پر ادائے شکر اور تحدیث نعمت کرتے ہیں) فَضَّلَنَا اظہارِ افضلیت مطلق صورت میں مذموم و ممنوع نہیں، ممنوع صرف براہِ کبر و تفاخر ہے۔ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ افضلیت کل مومنین پر نہیں، صرف اکثر مومنین پر ہے، دعویٰ بس یہیں تک محدود ہے۔ دوسرے انبیاء آخر ان سے افضل بھی تو ہوئے ہیں۔ ضمناً اس میں رد آگیا توریت کا، جس نے حضرت سلیمانؑ کو نعوذ باللہ ایک بے دین انسان کی حیثیت سے پیش کیا ہے۔ مرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ غلبۂ فنا کے آثار کا دائم و مستمر رہنا کاملین کے لئے بھی لازم نہیں۔ چنانچہ یہ دونوں حضرات اگرچہ فنا کے اعلیٰ مقام پر تھے تاہم اپنے کمالات کی طرف بھی التفات رہا۔ ۱۸ (ملک و سلطنت میں) وَرِثَ سے مراد میراث اصطلاحی نہیں، بلکہ معنی مطلق کسی متقدم کے کمالات کے مالک ہو جانے کے ہیں۔ ۱۹ (حکومت و سلطنت سے متعلق) مِنْ كُلِّ شَيْءٍ۔ مراد کثرت و افراط ہے، اور یہ عام محاورۂ زبان ہے۔ ~~الکثرۃ ما اوتی کما تقول فلان یقصدہ کل احد ترید کثرۃ قصادہ (کشاف) المراد بہ کثرۃ ما اوتی~~ (مدارک) اردو محاورہ میں بھی ایسے موقع پر بولتے ہیں "اسکو اللہ نے سب ہی کچھ دے رکھا ہے"۔ اُوْتِيْنَا۔ عُلِّمْنَا جمع کے صیغے اظہارِ عظمت کے لئے ہیں۔ جیسا کہ شاہی محاورہ ہے۔ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ۔ اس طریقِ خطاب سے اشارۃً یہ نکل رہا ہے کہ آپؑ کو اس انعام الٰہی کی اشاعتِ خاص ہی منظور تھی۔ ~~فالمقصود منہ تشہیر نعمۃ اللہ تعالیٰ والتنویہ بہا ودعاء الناس الی التصدیق بذکر المعجزۃ (کبیر)~~ اس جاہ و حشم کا بیان توریت میں ان الفاظ میں ہے: "اور سلیمان بادشاہ کے پینے کے سب باسن سونے کے تھے۔۔۔۔۔ سو سلیمان بادشاہ، دولت اور حکمت کی نسبت زمین کے سب بادشاہوں سے سبقت لے گیا۔ اور سارے جہان نے سلیمان کی طرف توجہ کی تاکہ اسکی حکمت کو جو خدا نے اسکے دل میں ڈالی تھی سنے۔ اور ان میں سے ہر ایک آدمی اپنا ہدیہ روپے کے باسن اور سونے کے برتن اور پوشاکیں اور سلاح اور خوشبوئیاں اور گھوڑے اور خچر جتنے ہر ایک سال کے لئے ٹھہرائے ہوئے تھے۔ اس کے آگے گزرانتے تھے۔ اور سلیمان نے گاڑیاں اور سوار بہت سے جمع کئے۔ اسکی ایک ہزار چار سو گاڑیاں تھیں اور بارہ ہزار سوار" (۱۔ سلاطین۔ ۱۰۔ ۲۱-۲۶) نیز ملاحظہ ہو انگریزی تفسیر القرآن کا حاشیہ۔ ۲۰ (ان کی کثرت تعداد کی بنا پر) مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالطَّيْرِ۔ انسانوں کی سپاہ تو خیر ہوتی ہی ہے، جنات و طیور بھی جو عموماً و عادۃً کسی سلطان و ملک کے تابع نہیں ہوتے، لشکر سلیمانی میں داخل تھے۔ ۲۱ چیونٹیوں کا میدان اس لئے کہا گیا کہ وہاں جھنڈ کے جھنڈ چیونٹیاں جمع تھیں۔ ایک مرتبہ حضرت سلیمان کا لشکر خشکی میں کسی سرزمین سے گزر رہا تھا کہ راہ میں ایسا قطعہ پڑا جہاں چیونٹیاں بکثرت آباد تھیں۔ اور وہیں یہ ماجرا پیش آیا۔ ۲۲ چیونٹی نہایت ذہین جانور ہوتی ہے۔ جیسا کہ ماہرِ فن کا بیان ہے تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو حاشیہ تفسیر انگریزی۔ نیز پارۂ ہٰذا کے صفحہ ۱۷ پر ضمیمہ ۔۔۔ حیوانات سے عقل کی بالکلیہ نفی کرنا قول بلا دلیل ہے اور چیونٹی کے متعلق تو یہ خیال خلاف دلیل بھی ہے۔ چیونٹی کے باب میں تو ماہرینِ فن کا بیان ہے کہ "تنظیم و تقسیم کار کے لحاظ سے ہو یا ذہانت و ذکاوت کی بنا پر چیونٹی کی زندگی ہر طرح مربوط و مکمل ہوتی ہے"۔ منطق الطیر کا علم تو حضرت سلیمان کو حسب تصریح قرآنی تھا ہی، اس قصہ سے معلوم ہوتا ہے کہ پرندوں کے علاوہ بھی حیوانات کی بولیوں کا علم آپ رکھتے تھے۔ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ سلیمانؑ نبی معصوم تھے۔ ارادی ظلم آپ سے ممکن ہی نہ تھا۔ وھم لایشعرون اسی دفع دخل کیلئے ہے۔ یعنی یہ زیادتی بے خبری اور لاعلمی کی حالت میں ان کے لشکریوں سے نہ سرزد ہو جائے۔ ضمناً یہ بھی آیت سے نکل آیا کہ علم غیب ہرگز کوئی جزو نبوت نہیں (چہ جائیکہ جزو ولایت!) اس قصہ کے حوالے اسرائیلی مذہبی نوشتوں میں بھی آتے ہیں۔ ملاحظہ ہو انگریزی تفسیر القرآن کے حاشیے۔

۲۳ (کہ اللہ رے احتیاط و دور اندیشی!) ضَاحِكًا۔ مفسر تھانویؒ نے لکھا ہے کہ اس سے ثبوت ضحک کا انبیاء علیہم السلام سے ملتا ہے، اور حدیث نبوی میں جو اس کی نفی آئی ہے مراد اس سے نفی عادت ضحک کی ہے نہ کہ نفی بالکلیہ۔ تَبَسَّمَ ضَاحِكًا۔ ترکیب سے بعض اہل تفسیر نے بات یہ پیدا کی ہے کہ تبسم تو آپؑ نے اپنی عادت و معمول کے مطابق کیا، پھر وہ تبسم اضطراراً ضحک کے درجہ تک پہنچ گیا۔

وَاَلْقِ عَصَاكَ ۚ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى

اور تم اپنا عصا ڈال دو پھر جب انہوں نے اسے دیکھا کہ وہ حرکت کر رہا ہے جیسے سانپ (کرتا ہے) تو وہ

مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ ۚ يٰمُوْسٰى لَا تَخَفْ ۣ اِنِّىْ لَا يَخَافُ

پیچھے پیٹھ پھیر کر بھاگے اور پیچھے پھر کر بھی نہ دیکھا [11] اے موسیٰ خوف نہ کرو ہمارے حضور میں پیمبر

لَدَىَّ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۱۰﴾ اِلَّا مَنْ ظَلَمَ ثُمَّ بَدَّلَ حُسْنًۢا

خوف نہیں کرتے [12] ہاں البتہ جس سے کوئی قصور ہو جائے پھر برائی کے بعد بجائے

بَعْدَ سُوْٓءٍ فَاِنِّىْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱﴾ وَاَدْخِلْ يَدَكَ فِىْ

اسکے نیک کام کرے تو میں بڑا مغفرت والا ہوں بڑا رحمت والا ہوں [13] اور تم اپنا ہاتھ اپنے گریبان کے

جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ ۣ فِىْ تِسْعِ اٰيٰتٍ

اندر لے جاؤ تو وہ بلا کسی عیب کے بالکل سفید ہو کر نکلے گا (یہ) نو معجزات میں سے ہیں

اِلٰى فِرْعَوْنَ وَقَوْمِهٖ ۚ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۱۲﴾

فرعون اور اس کی قوم کے مقابل بیشک وہ لوگ حد سے نکل جانے والے ہیں [14]

فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ اٰيٰتُنَا مُبْصِرَةً قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۳﴾

غرض جب ان کے پاس ہمارے معجزات نہایت واضح پہنچے تو وہ بولے یہ تو کھلا ہوا جادو ہے

وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا ۭ

ان (معجزات) سے بالکل منکر ظلم و تکبر کی راہ سے ہو گئے درآنحالیکہ انکے دلوں نے اسکا یقین کر لیا تھا

فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۱۴﴾ ع وَلَقَدْ

سو دیکھئے کیسا انجام ان مفسدوں کا ہوا [15] اور ہم نے

ع ١٤/١٦ ١

[11] خوف طبعی مرتبۂ نبوّت کے بالکل منافی نہیں۔ اور پھر اگر یہ خوف عقلی تھا، جب بھی بسبب اسکے کہ اس میں کسی مخلوق کا واسطہ نہ تھا اس میں کوئی امر منافیٔ شانِ نبوّت نہیں (تھانویؒ) جانّ اور ثعبان اور حیّہ سب پر حاشیے گزر چکے۔ [12] فقرہ صُورۃً خبر ہے اور معنیً انشا ۔ یعنی ہدایت ہو رہی ہے، کہ خوف نہ کرنا چاہئے۔ یہ خوف اگر طبعی تھا تو لاتخف الخ سے جو ازالۂ خوف کیا گیا ہے، اسکی تقریر یہ ہوگی کہ ایک کیفیت طبعیہ پر جب دوسری کیفیت طبعیہ غالب آجاتی ہے تو پہلی کیفیت زائل و مضمحل ہو جاتی ہے۔ بس تم یہ سمجھو کہ ہم نے تم کو نبوت دی ہے۔ اس عنایت متجددہ کا سرور طبعًا ایسا غالب ہوگا کہ اس خوف کا اثر نہ رہے گا۔ اور اگر خوف عقلی تھا تو تقریر یہ ہوگی کہ ہر چند کہ حوادث انبیاء پر بھی آتے ہیں، مگر ہم اپنی عادت سے اطلاع دیتے ہیں کہ خود معجزات سے اور بالخصوص عطائے نبوت کے وقت ابتلاء و تضرر نہیں ہوا کرتا بس اب خوف عقلی نہ رہے گا (تھانویؒ) [13] تو عام قاعدہ غفر و رحمت جب حقیقۃً عاصیوں اور خاطئوں کے حق میں ہے، تو حضرت موسیٰ تو حقیقۃً عاصی و خاطی تھے بھی نہیں قتل قبطی میں ان کا ''ظلم'' محض صورۃً تھا نہ کہ معنیً و حقیقۃً۔ [14] غَيْرِ سُوْٓءٍ ۔ ید بیضا پر اور تسع آیات۔ نو معجزاتِ موسوی پر حاشیے سورۃ الاعراف پ۹ اور سورۂ طٰہٰ پ۱۶ میں گزر چکے۔ [15] (کہ دنیا میں غرقابی نصیب ہوئی، اور آخرت میں عذاب شدید)

جَآءَتْهُمْ ...... مُّبِيْنٌ ۔ یعنی وہ معجزات و خوارق تو ایسے صریح تھے کہ ان کے وقوع سے انکار ممکن ہی نہ تھا۔ ان کے نفسِ مشاہدہ کے بعد اب ان منکروں نے توجیہ و تاویل شروع کی، کہ ان کو حقانیت و للہیت سے کیا واسطہ، یہ تو عین سحر کی کارفرمائیاں ہیں۔ وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ۔ یعنی وہ شواہدِ نبوت اندر ہی اندر تو اپنا کام کرتے گئے، اور ان لوگوں کے دلوں میں اتر گئے، پھر بھی یہ لوگ محض اپنی ضد، اکڑ اور نفسانیت سے انکار پر قائم رہے۔ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا ۔ دونوں کے درمیان فرق یہ کیا گیا ہے کہ ظلم ان آیات و شواہد کو ان کے مرتبہ سے گھٹانا تھا اور علو اپنے کو اپنے درجہ سے بڑھانا تھا۔

يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ③
زکوٰۃ دیتے رہتے ہیں اور آخرت پر پورا یقین رکھتے ہیں ؎۲
اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ زَيَّنَّا لَهُمْ اَعْمَالَهُمْ
جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ہم نے ان کے اعمال انکی نظر میں خوشنما بنا رکھے ہیں
فَهُمْ يَعْمَهُوْنَ ④ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْعَذَابِ وَ
سو وہ بھٹکتے پھرتے ہیں ؎۳ یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے سخت عذاب ہے ؎۴ اور
هُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ ⑤ وَاِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْاٰنَ
آخرت میں تو وہ بڑا سخت نقصان اٹھانے والے ہیں ہی اور آپ کو یقیناً قرآن دیا جا رہا ہے
الثلثین
مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ عَلِيْمٍ ⑥ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِاَهْلِهٖٓ اِنِّيْٓ
ایک بڑے حکمت والے بڑے علم والے کی طرف سے ؎۵ (یاد کیجئے وہ وقت) جب موسیٰ نے اپنے گھر والوں سے کہا
اٰنَسْتُ نَارًا ۭ سَاٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ اٰتِيْكُمْ بِشِهَابٍ
میں نے آگ دیکھی ہے میں ابھی وہاں سے کوئی خبر لیکر آتا ہوں یا تمہارے پاس آگ کا شعلہ لکڑی وغیرہ
قَبَسٍ لَّعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ⑦ فَلَمَّا جَآءَهَا نُوْدِيَ اَنْۢ
میں لگا ہوا لاتا ہوں تاکہ تم تاپ سکو ؎۶ پھر جب وہ اس (آگ) کے پاس پہنچے تو انہیں
بُوْرِكَ مَنْ فِي النَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَا ۭ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ
آواز دی گئی کہ برکت ہو ان پر جو اس آگ کے اندر ہیں ؎۷ اور اس پر بھی جو اسکے پاس ہے ؎۸ اور پاک ہے اللہ
الْعٰلَمِيْنَ ⑧ يٰمُوْسٰٓى اِنَّهٗٓ اَنَا اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ⑨
پروردگار عالم ؎۹ اے موسیٰ یہ تو میں ہوں اللہ بڑا غلبہ والا، بڑا حکمت والا ؎۱۰

؎۲ یعنی عقائد و اعمال دونوں کے باب میں بڑے پختہ ہیں۔ یُقِیْمُوْنَ ... الزَّکٰوۃَ نماز گویا خلاصہ ہے طاعات بدنی کا اور زکوٰۃ طاعات مالی کا۔ ~~وکنّی بإقامۃ الصلوٰۃ وإیتاء الزکوٰۃ عن عمل الصالحات مطلقاً (روح)~~ وَهُمْ يُوْقِنُوْنَ۔ عقائد کے باب میں عقیدۂ آخرت کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ انسان کو اپنی ذمہ داری، مسئولیت کا پورا احساس بغیر اسکے ہو نہیں سکتا۔ مشرکین کے ہاں تو یہ عقیدہ پہلے ہی سے مسخ شدہ تھا۔ یہود بھی آخرت کی سزا و جزا کو بھلا کر اسی دنیا پر قانع ہو گئے تھے۔ چنانچہ ان کی توریت اور دوسرے صحائف عالم آخرت سے خاموش ہی ہیں۔

؎۳ یہ مشاہدہ ہے کہ جن قوموں کے دل سے آخرت کا خیال مٹ جاتا ہے وہ اپنا سارا وقت ساری قوت اسی دنیا کی دوڑ دھوپ، اسی کی ترقیوں کے لئے وقف رکھتے ہیں۔ زَيَّنَّا لَهُمْ اَعْمَالَهُمْ فَهُمْ يَعْمَهُوْنَ۔ جو لوگ مذہب کا دامن چھوڑے ہوئے ہیں، قرآن مجید نے کتنی صحیح تشخیص انکے بارے میں کردی۔ اپنی اس مادی حسی دنیا کے سامان اور یہیں کی ترقیوں پر وہ پھولے اور اتراتے ہوئے کس کس طرح ایک ایک نظریہ، ایک ایک فلسفہ کی آڑ ڈھونڈتے پھرتے ہیں اور اس در سے اس در تک منڈلاتے ہی رہتے ہیں!

؎۴ (اس دنیا میں بھی) موت کے وقت تو اس عذاب شدید کا نزول مشاہد اور قطعی ہے۔ باقی موت سے پہلے بھری پُری زندگی ہی میں غور کرکے دیکھا جائے، تو آخرت فراموش قومیں کتنی ذہنی اذیتوں میں مبتلا بسر کرتی رہتی ہیں۔ برطانیہ، فرانس، امریکا، روس وغیرہ پر انکی ساری ظاہری خوشحالیوں کے باوجود آج جو کچھ گذر رہی ہے، وہ کس کی نظر سے مخفی ہے؟

؎۵ (اور اس لئے وہ قرآن ہی ہر انسانی ضرورت کا ایک جامع نسخہ ہے)

؎۶ ذکر حضرت موسیٰ کے مدین سے واپسی کے وقت کوہ طور سے قریب ہو کر گزرنے کا ہے۔ آپ مصر کی راہ بھول گئے تھے۔ سردی کا موسم اور اندھیری رات تھی۔ حاشیے سورۂ طٰہٰ پ۱۶ میں گذر چکے۔ لِاَهْلِهٖ۔ اہل پر بھی حاشیہ وہیں گذر چکا ہے۔ اگلی سورۂ القصص میں بھی یہی قصہ خفیف لفظی تغیرات کے ساتھ آرہا ہے۔ فقہا مفسرین نے اس لفظی اختلاف و معنوی اتحاد سے استدلال یہ کیا ہے کہ حدیث نبوی کی روایت بالمعنیٰ جائز ہے۔ ~~واختلاف الألفاظ في هاتين السورتين والقصة واحدة دليل على جواز نقل الحديث بالمعنى (مدارک)~~

؎۷ یعنی ملائکہ۔ ~~اے من فی مکان النار وھم الملائکۃ (مدارک)~~ اَنْ۔ اَنْ یہاں مفسرہ ہے اور تقدیر کلام یوں بھی سمجھی گئی ہے۔ نودی بانہ بورک۔ ~~ان ھی المفسرۃ لان النداء فیہ معنی القول والمعنی قیل لہ بورک (کشاف وکبیر) نودی بانہ بورک (مدارک)~~

؎۸ یعنی حضرت موسیٰ۔ ~~ومن حول مکانھا الی موسیٰ (مدارک)~~ بہت سے مفسرین سے اس کے بالعکس بھی منقول ہے یعنی من فی النار کو قرب نار کے معنی میں لیکر مراد اس سے حضرت موسیٰ لی ہے، اور من حولها سے فرشتہ۔

؎۹ (جہت، رنگ، مقدار، وزن وغیرہ تمام تعینات سے) یہ تنبیہ مقااس لئے کردی گئی کہ کوئی اس تجلی کو جو بشکل نار محدود و مقید تھی کہیں عین ذات واجب الوجود نہ سمجھ بیٹھے! معاذ اللہ کہیں رب العلمین کی سی ناقابل پیمائش وسعتیں رکھنے والی ذات بے ہمتا آگ کے چند شعلوں کے اندر حلول کرسکتی ہے! ~~ای الذی یفعل ما یشاء ولا یشبھہ شیء من مخلوقاتہ ولا یحیط بہ شیء من مصنوعاتہ وھو العلی العظیم المباین بجمیع المخلوقات ولا یکتنفہ الارض والسموٰت بل ھو الاحد الصمد المنزہ عن مماثلۃ المحدثات (ابن کثیر)~~ "موسیٰ علیہ السلام اگر اس مسئلہ سے خالی الذہن تھے تو یہ اسکی تعلیم ہے، اور اگر آپ کو دلائل عقلیہ اور فطرت صالحہ سے پہلے سے معلوم تھا تو زیادت تفہیم ہے" (تھانوی)

؎۱۰ (اور کوئی مادی مخلوق نہیں جو تم سے ہمکلام ہو رہا ہے)

وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ﴿۲۲۴﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِیْ كُلِّ

اور رہے شاعر تو انکی پیروی بدراہ لوگ کرتے ہیں ۱۲۰ف کیا تجھے خبر نہیں کہ وہ (شاعر) ہر میدان میں

وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ ﴿۲۲۵﴾ وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۲۲۶﴾ اِلَّا

حیران پھرا کرتے ہیں ۱۲۱ف اور وہ کہتے وہ ہیں جو وہ کرتے نہیں ۱۲۲ف البتہ

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّ

جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے اور کثرت سے اللہ کا ذکر کیا اور

انْتَصَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا ؕ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَیَّ

بعد اس کے کہ ان پر ظلم ہو چکا (اس کا) بدلہ لیا (تو وہ اس حکم میں داخل نہیں) ۱۲۳ف اور عنقریب ان لوگوں کو معلوم

مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ﴿۲۲۷﴾ ۱۱ ع ۳۶ ۱۵

ہو جائیگا جنہوں نے ظلم کر رکھا ہے کہ کیسی جگہ انکو لوٹ کر جانا ہے ۱۲۴ف

سُوْرَةُ النَّمْلِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ ثَلٰثٌ وَّتِسْعُوْنَ اٰيَةً وَّسَبْعُ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ نمل مکی ہے اور اس میں ترانوے آیتیں اور سات رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ نہایت رحم کرنے والے بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

طٰسٓ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْقُرْاٰنِ وَكِتَابٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱﴾ هُدًى وَّ

طا سین یہ آیتیں ہیں قرآن اور ایک واضح کتاب کی (موجب) ہدایت و

بُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲﴾ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ

بشارت ایمان والوں کے لئے ۱ف جو نماز کی پابندی کرتے رہتے ہیں اور

۱۲۰ف دوسرا بڑا شبہ مشرکین و منکرین کا آپؐ سے متعلق شاعر ہونے کا تھا۔ شاعر سے مراد ناظم نہیں بلکہ وہ لوگ ہیں، جو خیالی فضا اور رنگین عبارت کو اپنا پیشہ بنائے ہوئے ہیں عرب جاہلی کی تہذیب و تمدن میں شعراء کا ایک خاص اور بڑا ممتاز مرتبہ تھا عیب کو ہنر، ہنر کو عیب بنا دینا ان کا معمولی کرتب تھا ـــــ شاعروں کی ذریت تو انہیں لوگوں پر شامل رہتی ہے جو خود بھٹکے ہوئے ہوتے ہیں۔ الْغَاوٗنَ کے تحت میں وہ سب لوگ آ گئے، جنکے ایمان اور جن کے اخلاق کمزور ہیں۔ ای السفهاء او الراوون او الشیاطین او المشرکون (مدارک)

۱۲۱ف (خیالی مضامین کی تلاش میں ٹکریں مارتے، ٹھوکریں کھاتے) یعنی شاعروں کو واقعیت و حقیقت سے واسطہ کیا ہوتا ہے؟ یہ تو تمامتر تخیل پرستی میں مبتلا رہتے ہیں۔ قرآن جو سرتاسر دفتر حقائق ہے وہ تو شعر و شاعری کی بالکل ضد ہے۔ ۱۲۲ف شاعر کو عمل کی زندگی سے کوئی تعلق ہی نہیں ہوتا۔ وہ مضامین شجاعت و مردانگی کے باندھے گا لیکن خود بھاگنے والوں میں سب سے آگے ہوگا، وہ قصیدہ خوانی عفت و عصمت کی کرے گا، اور خود انتہا درجہ کا بدچلن اور سیاہ کار ہوگا۔ عام دستور ہر ملک و قوم کے شاعروں کا یہی ہے۔ قوم کی قوت عملی کو وہ اور کمزور کرتے رہتے ہیں۔ تاریخوں میں آتا ہے کہ دور اُموی کے مشہور عرب شاعر فرزدق نے جب اپنا وہ شعر جس میں اپنی حرامکاری کو مزے لے کر بیان کیا ہے خلیفۂ وقت سلیمان بن عبدالملک کو سنایا تو خلیفہ نے برجستہ کہا، کہ اس اقبال جرم کے بعد تم پر حد شرعی واجب آ گئی، شاعر نے فوراً یہی آیت قرآنی اپنی صفائی میں پڑھ کر اپنی جان بچائی ـــــ یعنی اس نے گویا یہ ظاہر کر دیا کہ ہم شاعر لوگ ہیں، ہمارے کلام سے ہمارے عمل کا بھلا کیا پتہ چل سکتا ہے۔ ۱۲۳ف اسلام اکثر "فنون لطیفہ" کی طرح عموماً شاعری کا بھی ہرگز قدردان نہیں، اور نہ شاعروں کی ہمت افزائی کرنا چاہتا ہے۔ اسلام کے دربار میں کوئی کرسی ہرگز شاعروں کے لئے نہیں۔ اس لئے کہ عام شاعری میں بجز خیال آرائی اور مبالغہ پروری کے اور کچھ نہیں ہوتا۔ اعلم ان الاٰیات الدالۃ علی تقبیح الشعر اکثر من ان یحصی (احمدی)

لیکن اس عام بے راہ روی کی شاعری کے حکم سے وہ شاعری یقیناً مستثنیٰ ہے، جو حقائق اور صداقتوں کی جامع ہے، جو نصرت و حمایتِ حق میں کی جاتے جس سے کام دین کے غلبہ کا لیا جائے۔ ذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا۔ اسلامی نظمیں، جوشِ دینی پیدا کرنے والی، عصبیت اسلامی کو بیدار کرنے والی، سب ذکرِ الٰہی ہی کی فرد ہیں۔ شاعرِ دربارِ نبوت حضرت حسان بن ثابتؓ سے لیکر مولانا رومؒ اور پھر اقبال و جوہر و اکبر کی شاعری اسی طبقہ میں آتی ہے۔ ۱۲۴ف

یعنی جہنم میں۔ ای منقلب کیسی جگہ سے مراد کیسی تکلیف و مصیبت کی اور بری جگہ ہے۔ یہ ان منکرین سے متعلق وعید ہے جو اب بھی رسول اللہ صلعم کو تکلیف ہی پہنچاتے رہے۔ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مراد وہ لوگ ہیں جو اللہ کے، رسول کے، بندوں کے حقوق تلف کرتے رہے۔

۱ف گویا آیتوں سے متعلق یہاں چار باتیں بیان ہوئیں۔ ایک یہ کہ یہ آیتیں جس کتاب کی ہیں وہ قرآن ہے۔ دوسرے یہ کہ وہ کتاب روشن و واضح ہے، تیسرے اور چوتھے یہ کہ آیات انہیں اہل ایمان کے لئے سبب ہدایت بھی ہیں اور ذریعۂ بشارت بھی۔ تِلْكَ کا اشارۂ بعید قرآن کے شرف و منزلت کے اظہار کے لئے ہے۔ ای لعلو المنزلۃ الاشارۃ الی بعد المنزلۃ فی الفضل والشرف (روح) كِتَابٍ۔ کتاب کی تنوین و تنکیر اظہارِ عظمت کے لئے ہے۔ وتنوینہ للتفخیم (روح)

ہو جو اسکے مضامین میں کسی غلط کا احتمال ہو، یا اسے غیر خدائی وضع و تحریف کا نتیجہ سمجھا جائے۔) ۱۱۱ (چنانچہ متعدد عرب کاہنوں اور منتروں سے انکے جنات نے اس ناکامی کا خود اعتراف کیا۔ اور انہوں نے اس کی خبر
سروں کو بھی دی) عرب، کاہنوں اور ساحروں کے خوگر، قرآن مجید کے اعجاز سے قائل و لاجواب ہو کر یہی سمجھنے لگتے تھے کہ ہو نہ ہو "نبی" کوئی کاہن ہیں، ان کے پاس یہ کلام ان کے مؤکل شیاطین لیکر آئے ہیں۔ قرآن
کے جواب میں کہتا ہے، کہ تم لوگ بھی کس درجہ بدعقل ہو، شیاطین تو تمامتر ظلمت و ضلالت ہیں، اور قرآن سرتاسر نور و ہدایت، قرآن کے مضامین عالیہ و علوم کو بھلا شیطانی ہفوات سے مناسبت کیا؟ اور پھر شیطانوں میں
ی قوت و قدرت ہی کہاں، کہ وحی الٰہی کو گڑھ سکیں، یا اس میں اپنی طرف سے کوئی جزو ہی شامل کر سکیں! ۱۱۲ بہ صیغۂ حاضر کمال تخویف اور انتہائی اہمیت کے اظہار کے لئے ہے۔ ورنہ ظاہر ہے کہ پیمبر کو شرک سے
مناسبت ہی کیا ہو سکتی ہے۔ مرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ اس آیت سے ظاہر ہے کہ ولی سے کسی حال میں بھی تکلیف شرعی ساقط نہیں ہو سکتی۔ ۱۱۳ چنانچہ آپ نے اسکی تعمیل میں اپنے عزیزوں کو بلا کر جمع کیا،

وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهُمْ وَمَا يَسْتَطِيْعُوْنَ (۲۱۱) اِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ

اور نہ وہ اس قابل، اور نہ یہ ان کے بس کی بات ۱۱۰ وہ تو (وحی کے) سننے سے

لَمَعْزُوْلُوْنَ (۲۱۲) فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَكُوْنَ

محروم کئے جا چکے ہیں ۱۱۱ آپ اللہ کے ساتھ کسی اور کو مت پکار بیٹھئے، ورنہ آپ کو بھی

مِنَ الْمُعَذَّبِيْنَ (۲۱۳) وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ (۲۱۴)

سزا ہونے لگے گی ۱۱۲ آپ اپنے کنبہ کے عزیزوں کو ڈراتے رہئے ۱۱۳

وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (۲۱۵)

اور جو مسلمانوں میں داخل ہو کر آپ کی راہ پر چلے تو آپ اس کے ساتھ (مشفقانہ) فروتنی سے پیش آیئے ۱۱۴

فَاِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ (۲۱۶) وَ

لیکن اگر یہ آپ کا کہنا نہ مانیں تو آپ کہہ دیجئے کہ میں تمہارے اعمال سے بیزار ہوں ۱۱۵ اور

تَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ (۲۱۷) الَّذِيْ يَرٰىكَ حِيْنَ تَقُوْمُ (۲۱۸)

آپ بھروسہ رکھئے بڑے قوت والے بڑے رحم والے (خدا) پر جو آپ کو جب آپ کھڑے ہوتے ہیں اور نمازیوں

وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ (۲۱۹) اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ (۲۲۰)

کے ساتھ آپ کی نشست برخاست کو دیکھتا رہتا ہے ۱۱۶ بیشک وہ بڑا ہی سننے والا بڑا جاننے والا ہے ۱۱۷

هَلْ اُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيٰطِيْنُ (۲۲۱) تَنَزَّلُ عَلٰى

اچھا تو میں تم کو بتاؤں کہ شیطان کس پر اترا کرتے ہیں ۱۱۸ ایسوں پر اترا کرتے ہیں

كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ (۲۲۲) يُّلْقُوْنَ السَّمْعَ وَاَكْثَرُهُمْ كٰذِبُوْنَ (۲۲۳)

جو (جھوٹے) لپاٹیے ہوں بدکردار ہوں اور جو (انکی طرف) کان لگائے رکھتے ہوں اور انمیں سے اکثر جھوٹے ہی ہوتے ہیں ۱۱۹

اور ان پر تبلیغ کی، صحیح بخاری وغیرہ میں اس کی تفصیل موجود ہے —— قریبی عزیزوں کے ذکر کی تخصیص اس لئے ہے تاکہ انہیں بھی معلوم ہو جائے کہ نجات بغیر پیمبر کے اتباع کے نہیں اور آپ سے محض رشتہ داری ہرگز کافی نہیں۔ خصّھم لیعلموا انہ لا یغنی عنہم من اللہ شیئا وان النجاۃ فی اتباعہ دون قربہ (مدارک) عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ۔ فقہاء نے کہا ہے کہ وعظ فرض کفایہ ہے۔ شروع اپنے عزیزوں قریبوں سے کرے اور پھر جہاں تک ہو سکے پھیلاتا جائے۔ ۱۱۴ کہاں پیمبر اور کہاں امتی، شرف و منزلت کے اعتبار سے دونوں کا مقابلہ ہی کیا۔ لیکن یہاں صراحت کے ساتھ حکم مخدوم و آقا کو مل رہا ہے کہ وہ اپنے متبعین کے ساتھ فروتنی سے پیش آئیں! —— یہ تعلیم اسلام کے سوا کہاں ملے گی؟ محققین نے کہا ہے کہ فروتنی کا حکم جب سردار و مخدوم کو اپنے خادموں کے مقابلہ میں مل رہا ہے تو خود خادموں، مریدوں، شاگردوں کو تو اپنے بزرگوں، مرشدوں، استادوں کے حضور میں کہیں زیادہ فروتنی کے ساتھ رہنا چاہئے! —— وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ۔ مفسر تھانویؒ نے کہا ہے کہ خفض جناح کی صورتیں دو ہیں۔ ایک تو وہ جو اطاعت سے پیدا ہوتی ہے، جیسے اولاد کی فروتنی والدین کے مقابلہ میں، دوسری وہ جو شفقت سے پیدا ہوتی ہے۔ اور وہی یہاں مقصود ہے۔ ۱۱۵ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ میں تعلیم ابھی ابھی حب فی اللہ کی تھی اب فَاِنْ عَصَوْكَ میں تعلیم بغض فی اللہ کی مل رہی ہے۔ ۱۱۶ (اور وہی ہر ضرر سے آپ کی حفاظت کے لئے کافی ہے) مفسر تھانویؒ نے فرمایا کہ آپ ضرر حقیقی سے ہمیشہ محفوظ رہے اور متوکل کو جو ضرر پہنچتا ہے، وہ صرف ضرر صوری ہوتا ہے، جس کے اندر ہزاروں نفع ہوتے ہیں، جن کا ظہور خواہ دنیا میں ہو خواہ آخرت میں۔ اور مقام توکل صوفیہ کے ہاں ایک معروف و مسلم مقام ہے۔ يَرٰىكَ حِيْنَ تَقُوْمُ۔ یعنی حالت نماز میں۔ ای تقوم الی صلاتک عن اکثر المفسرین (معالم) اللہ دیکھتا تو بہرحال اور ہر وقت ہی رہتا ہے، یہاں حالت نماز سے متعلق تخصیص ہے۔ يَرٰىكَ کہنے کے معنی یہ ہیں کہ وہ عنایت خاص کی نظر سے دیکھتا رہتا ہے۔ تقلب کے لفظی معنی گھومنے پھرنے الٹ پلٹ کے ہیں۔ التقلب التصرف (راغب) مراد یہاں نشست و برخاست سے لی گئی ہے۔ السّٰجِدِيْنَ کے لفظی معنی سجدہ کرنیوالے کے ہیں۔ مراد نمازی ہیں، خود سجود کے مجازی معنی نماز کے ہیں۔ وقد یعبر بہ عن الصلوۃ (راغب) فِي السّٰجِدِيْنَ ای فی المصلین (ابن جریر عن قتادۃ) الساجدین المصلین (ابن جریر عن ابن عباس) والمراد بالساجدین المصلین (کشاف) ۱۱۷ آپ کی دعاؤں کا خوب سننے والا، آپ کے پاکیزہ حالات کا خوب جاننے والا ہے۔ آپ کے دشمنوں کی کھلی اور چھپی ہوئی دشمنی اس پر عیاں ہے۔ ۱۱۸ (اور

نہ ہمارے اس فریب ذہنی کو بھی دور کر دوں؟) مشرکین مکہ کا ایک وسوسہ یہ بھی تھا کہ رسالت (نعوذ باللہ) ایک شعبہ کہانت کا ہے۔ اور کاہنوں کو غیب کی خبریں مؤکل شیطانوں کے ذریعہ سے مل جایا کرتی ہیں۔
قرآن مجید یہاں جواب انکے اسی شبہ کا دے رہا ہے۔ ۱۱۹ (اپنے دعوئے کہانت و غیب دانی میں) قرآن مجید خود مشرکوں سے مخاطب ہو کر کہتا ہے کہ بات بک ڈالنے سے پیشتر یہ بھی تو سوچ لیا کرو، کہ کچھ
لگتی ہوئی بھی ہے۔ شاگرد و استاد میں کچھ تو مناسبت ہونا چاہئے۔ شیطان سے تعلق رکھنے والے کون لوگ ہوتے ہیں؟ شیطان سے فیض پانے والے کس سیرت کس اخلاق کے ہوتے ہیں؟ شیطان کے تربیت یافتہ تو وہی
ہوتے ہیں جو جھوٹے، لپاٹیے، بدکردار، گناہوں کی گندگی میں آلودہ ہوتے ہیں —— یعنی ٹھیک ان پاکیزہ خو، فرشتہ صفت اصحاب نبوی کے برعکس، جن کے اوصاف ابھی سورۃ الفرقان میں بیان ہو چکے ہیں۔ ایسے متقیوں
پاکبازوں کے سردار کو بھلا شیطان کے سایہ سے بھی کوئی مناسبت ہو سکتی ہے؟ اَكْثَرُهُمْ كٰذِبُوْنَ میں اکثر سے مراد کل لی گئی ہے یعنی یہ سب کے سب جھوٹے ہیں۔ وقد عبر بالاکثر بالکل (بیضاوی)
دوسرے معنی یہ کئے گئے ہیں کہ یہ لوگ کثرت سے جھوٹ بولنے والے ہیں۔ گویا کثرت کا تعلق تعداد سے نہیں، انکے اقوال سے ہے۔ والاظھر ان الاکثریۃ باعتبار اقوالھم (بیضاوی) سب سے زیادہ دل نشین معنی وہ ہیں جو زمخشری
نے کئے ہیں یعنی ان میں سے اکثر خود دعوئے کہانت ہی میں جھوٹے ہیں۔ شیاطین سے جو خبریں پا پا بیان کرتے ہیں۔ خود اس دعوے میں یہ سچے نہیں ہوا کثر الافاکین کاذبون یفترون علی الشیاطین ما لم یوحوا الیہم
و اکثرھم کاذبون فیما یحکون عن الجن (ابن جریر) مرشد تھانویؒ نے فرمایا۔ آیت میں یہ بھی اشارہ ہے کہ شیطان طالب صادق و متقی کے اندر ایسا تصرف نہیں کر سکتا جس سے اسکے دین کو ضرر پہنچے

۱۰۳ (اور کبھی اس کا اعتراف بھی کر لیتے ہیں) یعلمہٗ میں ضمیر قرآن مجید کی جانب ہے۔ لھم میں ضمیر قریش کی جانب ہے، جو علما بنی اسرائیل کے علم و فضل کے خود بھی قائل و معتقد تھے۔
مطلب یہ ہوا کہ یہ امر تو ان کے نزدیک خود ایک دلیل معتبر ہونا چاہیے، کہ علما بنی اسرائیل اپنے مقدس صحیفوں میں قرآن مجید کا ذکر اور اخبار پاتے ہیں۔ ای اولیس یکفیھم من الشاھد الصادق
علی ذلك ان العلماء من بنی اسرائیل یجدون ذکر ھذا القرآن فی کتبھم التی یدرسونھا (ابن کثیر) ۱۰۴ مطلب یہ ہے کہ قرآن اپنی ساری موجودہ شان اعجاز کے ساتھ کسی فصاحت ناآشنا

عُلَمٰٓؤُا بَنِیٓ اِسْرَآءِیْلَ (١٩٧) وَلَوْ نَزَّلْنٰهُ عَلٰی بَعْضِ
علمائے بنی اسرائیل جانتے ہیں؟ ۱۰۳ اور اگر ہم اس کو کسی عجمی پر
الْاَعْجَمِیْنَ (١٩٨) فَقَرَاَهٗ عَلَیْهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ مُؤْمِنِیْنَ (١٩٩)
نازل کرتے پھر وہ ان کے سامنے اسے پڑھ بھی دیتا جب بھی یہ لوگ اسے نہ مانتے ۱۰۴
كَذٰلِكَ سَلَكْنٰهُ فِیْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِیْنَ (٢٠٠) لَا یُؤْمِنُوْنَ
ہم نے اسی طرح اس (ایمان نہ لانے) کو ان نافرمانوں کے دلوں میں ڈال رکھا ہے ۱۰۵ یہ لوگ اس پر ایمان نہ
بِهٖ حَتّٰی یَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِیْمَ (٢٠١) فَیَاْتِیَهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ
لائیں گے جب تک عذاب دردناک کو نہ دیکھ لیں گے جو اچانک ان کے سامنے آکھڑا ہوگا اور انکو
لَا یَشْعُرُوْنَ (٢٠٢) فَیَقُوْلُوْا هَلْ نَحْنُ مُنْظَرُوْنَ (٢٠٣) اَفَبِعَذَابِنَا
خبر بھی نہ ہوگی پھر (اس وقت) کہیں گے کیا (اب) ہمیں مہلت مل سکتی ہے؟ ۱۰۶ یہ لوگ ہمارے
یَسْتَعْجِلُوْنَ (٢٠٤) اَفَرَءَیْتَ اِنْ مَّتَّعْنٰهُمْ سِنِیْنَ (٢٠٥) ثُمَّ جَآءَهُمْ
عذاب (کو سنکر اس) کی کیا جلدی چاہتے ہیں ۱۰۷ ذرا بتلا اگر ہم انہیں چند سال تک عیش میں رہنے دیں، پھر جس
مَّا كَانُوْا یُوْعَدُوْنَ (٢٠٦) مَآ اَغْنٰی عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا
(عذاب) کا ان سے وعدہ ہے وہ ان پر آجائے تو وہ ان کا عیش ان کے کیا کام
یُمَتَّعُوْنَ (٢٠٧) وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْیَةٍ اِلَّا لَهَا مُنْذِرُوْنَ (٢٠٨)
آسکتا ہے ۱۰۸ اور ہم نے جتنی بھی بستیاں ہلاک کیں سب میں ڈرانے والے آچکے
ذِكْرٰی وَمَا كُنَّا ظٰلِمِیْنَ (٢٠٩) وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّیٰطِیْنُ (٢١٠)
نصیحت کے واسطے ۱۰۹ اور ہم کچھ ظلم کرنے والے تو تھے نہیں اور اس (قرآن) کو شیطان لیکر نہیں آئے

ع ٩

شخص پر نازل کر دیا جاتا، تو اس وقت تو وجہ اعجاز اور زیادہ واضح و نمایاں ہو جاتی، لیکن ان ظالموں کو اس درجہ عناد اور ضد ہے کہ ایمان یہ اس صورت میں بھی نہ لاتے اور خدائی کلام اسے جب بھی نہ تسلیم کرتے۔ قال تعالٰی مخبرًا عن شدۃ کفر قریش وعنادھم لھذا القرآن انہ لو نزل علی رجل من الاعاجم ممن لا یدری من العربیۃ کلمۃ وانزل علیہ ھذا الکتاب ببیانہ وفصاحتہ لا یؤمنون بہ (ابن کثیر) والمراد بیان فرط عنادھم وشدۃ شکیمتھم فی المکابرۃ کانہ قیل ولو نزلنا بھذا النظم الرائق المعجز علی من لا یقدر علی التکلم بالعربیۃ فقرأہ علیھم قراءۃ صحیحۃ خارقۃ للعادۃ (روح) ای لو نزلناہ علی بعض الاعاجم الذی لا یحسن العربیۃ فضلا عن ان یقدر علی نظم مثلہ فقرءہ علیھم ھکذا معجزًا لکفروا بہ (مدارک) مَا كَانُوْا بِهٖ مُؤْمِنِیْنَ۔ منکرین، معاندین کے ایمان کی طرف سے اتنی یاس دلانا غالبًا رسول اللہ صلعم کی تسلی کیلئے ہے۔ ۱۰۵ اور وہ لوگ اپنے انکار پر ہٹ کی شدت کے ساتھ قائم ہیں۔ اعجمی اور عجمی کے درمیان یہی فرق ہے کہ عجمی غیر عرب کے لئے آتا ہے اور اعجمی غیر فصیح کیلئے خواہ وہ عرب ہی ہو۔ العجم خلاف العرب والعجمی منسوب الیھم والاعجم من فی لسانہ عجمۃ عربیا کان او غیر عربی (راغب) یقال رجل اعجمی واعجم اذا کان غیر فصیح وان کان عربیا ورجل عجمی وان کان فصیحا ینسب الی اصلہ (قرطبی) سَلَكْنٰهُ میں ضمیر کفر و عدم ایمان کی طرف ہے، جو شامل ہے مَا كَانُوْا بِهٖ مُؤْمِنِیْنَ میں۔ ای التکذیب والکفر والجحود والعناد (ابن کثیر) قال ابن عباس ومجاھد ادخلنا الشرك والتکذیب (معالم) ای ادخلنا التکذیب او الکفر وھو مدلول قولہ ما کانوا بہ مؤمنین (مدارک) یہ دلوں میں کفر و تکذیب کا ڈال رکھنا ظاہر ہے کہ حق تعالٰی کی طرف سے محض تکوینی حیثیت سے ہے۔ اور آیت اس پر دلیل ہے کہ امور تکوینی جتنے بھی ہیں، سب اللہ ہی کی طرف سے ہیں۔ یدل علی ان الکل بقضاء اللہ وخلقہ (کبیر) اور آیت سے اہل سنت نے معتزلہ کے مقابلہ میں استدلال کیا ہے کہ ہر فعل خیر و شر کا خالق اللہ تعالٰی ہی ہے۔ وھو حجۃ علی المعتزلۃ فی خلق افعال العباد خیرھا وشرھا (مدارک) ۱۰۶ (حالانکہ وہ وقت نہ مہلت ملنے کا ہوگا نہ قبول ایمان کا) ۱۰۷ (براہِ انکار) کفار معاندین عذاب کی وعید سن سن کر کہتے ہیں، کہ اگر یہ خبر سچ ہے، تو عذاب آخر آ کیوں نہیں جاتا؟ ۱۰۸ تو اگر انہیں مہلت مل بھی جائے تو اس سے حاصل کیا؟ جب عذاب ان پر آنا ہی ہے، اور انہیں ایمان نہ لانا ہی ہے، تو جیسے آج ویسے چند سال بعد، عارضی مہلت والتوا سے کچھ جان تو ان کی بچ نہ جائے گی۔ ۱۰۹ اور جب ان لوگوں نے پیمبر کی کچھ نہ سنی بلکہ الٹے اسی کے رد و مضحکہ میں لگ گئے، جب کہیں جا کر عذاب نازل ہوا ہے۔

قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ ﴿۱۸۵﴾ وَمَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ

وہ لوگ بولے کہ تم تو بس سخت سحر زدہ ہو اور تم ہی کیا ہو بجز ہمارے ہی

مِّثْلُنَا وَاِنْ نَّظُنُّكَ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۱۸۶﴾ فَاَسْقِطْ عَلَيْنَا

جیسے ایک آدمی کے اور ہم تو تم کو جھوٹوں ہی میں سمجھتے ہیں اچھا تو تم ہم پر آسمان سے

كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۸۷﴾ قَالَ

کوئی ٹکڑا لا گراؤ اگر تم سچے ہو ۹۸ (شعیب نے) کہا

رَبِّيْٓ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸۸﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ

میرا پروردگار ہی خوب جانتا ہے جو کچھ تم کرتے رہتے ہو ۹۹ پھر ان لوگوں نے انہیں جھٹلایا سو انہیں عذاب

يَوْمِ الظُّلَّةِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۸۹﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ

سایبان نے آلیا بیشک وہ بڑے سخت عذاب کا دن تھا ۱۰۰ یقیناً اس (ماجرے) میں ایک بڑا نشان ہے

ع ۱۰ / ۱۶ / ۱۴

وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۹۰﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۹۱﴾

اور ان میں سے اکثر لوگ ایمان لانے والے نہ تھے اور آپ کا پروردگار بڑا قوت والا ہے، بڑا رحم والا ہے

وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۹۲﴾ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ﴿۱۹۳﴾ عَلٰي

اور بیشک یہ (قرآن) پروردگار عالم کا اتارا ہوا ہے اسے روح الامین نے آپ کے قلب پر اتارا

قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ﴿۱۹۴﴾ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ ﴿۱۹۵﴾ وَ

ہے تاکہ آپ ڈرانے والوں میں سے ہوں ۱۰۱ صاف عربی زبان میں اور

اِنَّهٗ لَفِيْ زُبُرِ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۹۶﴾ اَوَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ اٰيَةً اَنْ يَّعْلَمَهٗ

بیشک اس کا ذکر پہلی امتوں کی کتابوں میں ہے ۱۰۲ کیا ان لوگوں کیلئے یہ (کافی) دلیل نہیں کہ اسے

منزل ۵

۹۸ نبی کے سحر زدہ ہونے اور اسکی بشریت و رسالت کے درمیان حسب تخیل مشرکین تنافی پر حاشیے کئی بار اوپر گذر چکے۔ فَاَسْقِطْ ...... السَّمَآءِ۔ شعیب کے قوم والے کہتے ہیں کہ اگر دعوئے نبوت میں برحق ہو تو کوئی ایسا نمایاں خارق عادت پیش کرو، جیسے یہی کہ آسمان کا کوئی ٹکڑا ٹوٹ کر ہم پر گر پڑے۔ اِنْ ...... الصّٰدِقِيْنَ۔ گویا وبال نازل نہ ہونا ان جاہلوں کے خیال میں دلیل تھی انکے انکار کے قبیح تر نہ ہونے کی اور یہی ذہنیت آج بھی بہت سے جاہلیوں اور جاہلوں کی ہے کہ کسی بزرگ سے انکار پر وبال نازل نہ ہونے کو اس انکار کے قبیح نہ ہونے کی دلیل قرار دیتے ہیں۔ ۹۹ (سو تمہارے عمل کا جو مقتضا ہو یعنی عذاب کیا ہو اور کب ہو، اسے بھی وہی خوب جانتا ہے اور اسی کے اختیار میں ہے) مرشد تھانوی رحمۃ نے فرمایا کہ اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ خوارق اہل اللہ کے بس میں نہیں۔ ۱۰۰ عذاب کے وقت پہلے ایک ابر نمودار ہوا تھا، گرمی پہلے سے مسلط تھی۔ لوگ ٹھنڈی ہوا کے شوق میں اسکے نیچے جمع ہو گئے۔ اس میں سے آگ برسنا شروع ہوئی اور سب جل گئے۔ وہ ابر سایبان سا تھا۔ اسی بنا پر اسے عذاب سایبان سے تعبیر کیا گیا۔ ۱۰۱ یہاں قرآن مجید سے متعلق سب سے پہلی بات یہ ارشاد ہوئی کہ وہ کسی مخلوق کا نہیں، خود پروردگار عالم کا اتارا ہوا ہے، اور دوسری بات یہ کہ رسول ؐ کے قلب مبارک تک جبرئیل امین جیسے زبردست محافظ نے پہنچایا ہے جنکے لائے ہوئے پیام پر کسی غلطی و تحریف کا امکان نہیں۔ نَزَلَ بِهِ نزل ص کے بعد انزل کے معنی میں ہے اے انزل علی ان الباء للتعدیۃ (روح) رُوْحُ الْاَمِیْنُ۔ یعنی امانت دار فرشتہ مراد حضرت جبرئیل ہیں۔ اور ملت کا اس پر اتفاق ہے۔ وھو جبرئیل علیہ السلام قال غیر واحد من السلف۔ ابن عباس ومحمد بن کعب وقتادۃ وعطیۃ العوفی والسدی والضحاک والزھری وابن جریج وھذا مما لا نزاع فیہ (ابن کثیر) ان کے وصف امانت کو یہاں نمایاں کرنے کے یہی معنی ہیں کہ انکا لایا ہوا پیام قطعاً اور تمامتر محفوظ ہے۔ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ۔ رسول اللہ صلعم کی دو حیثیتیں تھیں۔ ایک یہ کہ آپ نبی عالم تھے۔ دوسرے یہ کہ آپ نبی عرب تھے۔ یہاں بھی آخری حیثیت مراد ہے اسی لئے زبان عرب کی اہمیت بیان ہوئی ہے۔ قرآن کے عربی زبان میں ہونے پر یہاں اور دوسرے مقامات پر جو زور دیا گیا ہے، اس سے بعض فقہاء نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ غیر عربی قرآن پر یعنی کسی ترجمۂ قرآن پر حکم قرآن کا نہیں لگایا جا سکتا۔ عَلٰى قَلْبِكَ۔ وحی کا مخاطب اصلی قلب ہی ہوتا ہے۔ اور باقی دوسرے اعضاء قلب کے ماتحت ہوتے ہیں۔ القلب ھو المخاطب فی الحقیقۃ لانہ موضع التمییز والاختیار واما سائر الاعضاء فمسخرۃ لہ والدلیل علیہ القرآن والحدیث والمعقول (کبیر) محققین سے منقول ہے کہ نبی کے پاس قبول وحی کے لئے ایک قلب بھی مخصوص ہوتا ہے اور ایک مخصوص سامعہ و باصرہ بھی ۱۰۲ اِنَّهٗ میں مضاف مقدر ہے۔ عربی محاورہ میں عام طور سے آتا ہے۔ فلان فی دفتر الامیر اور فلاں سے مراد فلاں کے نام یا ذکر سے ہوتی ہے۔ اے اسمہ او ذکرہ فی دفتر الامیر یہاں بھی تقدیر کلام کچھ یوں ہی معلوم ہوتی ہے۔ ان ذکرہ فی زبر الاولین۔ یعنی ذکرہ و کذا فمہ اے ذکر انزال القرآن قالہ اکثر المفسرین (معالم) اے ذکر ھذا القرآن والتنویہ بہ (ابن کثیر) یعنی ذکرہ مثبت فی سائر کتب السماویۃ (مدارک) لیکن بہر حال الفاظ قرآنی سے یہ بھی استدلال کیا جا سکتا ہے کہ چونکہ "قرآن" کا "زبر الاولین" میں ہونا ارشاد ہو گیا ہے حالانکہ قرآن ان اگلی کتابوں میں بجنسہ عربی زبان میں نہیں اس لئے قرآن کا اطلاق غیر عربی کے قرآن پر بھی صحیح و صادق آتا ہے۔ ھذا مما یحتج بہ فی ان نقلہ فی لغۃ اخری لا یخرجہ من ان یکون قرآنا لاطلاق اللفظ بانہ فی زبر الاولین مع کونہ فیہا بغیر اللغۃ العربیۃ (جصاص) واحتج صاحب الکشاف والمدارک والھدایۃ علی ان القرآن قرآن وان ترجم بغیر العربیۃ فیکون دلیلاً علی جواز قراءۃ القرآن بالفارسیۃ فی الصلوٰۃ لانہ لم یکن فی زبر الاولین الا بغیر العربیۃ (احمدی) فیہ دلیل علی ان القرآن قرآن اذا ترجم بغیر العربیۃ فیکون دلیلاً علی جواز قراءۃ القرآن بالفارسیۃ فی الصلوٰۃ (مدارک) اور یہیں سے امام ابو حنیفہؒ نے نماز میں فارسی ترجمۂ قرآن کو خود قرآن کا قائم مقام قرار دیا ہے۔ واشتھر من الامام ابی حنیفۃ انہ جوز قراءۃ القرآن بالفارسیۃ والترکیۃ والھندیۃ وغیر ذلک من اللغات مطلقاً استدلالاً بھذہ الآیۃ وفی روایۃ تخصیص الجواز بالفارسیۃ (روح) لیکن محققین کا بیان ہے کہ بعد کو امام نے اپنی رائے سے رجوع بھی کر لیا تھا۔ اور اپنے استدلال کی خامی انہیں خود نظر آ گئی۔ وقد صح رجوعہ عن القول بجواز القراءۃ بغیر العربیۃ مطلقاً جمع من الثقات المحققین (روح) وکان رجوع الامام علیہ الرحمۃ عما اشتھر عنہ لضعف الاستدلال بھذہ الآیۃ علیہ (روح) وقد صح رجوعہ عن قولہ وعلیہ الاعتماد (احمدی)

مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿١٧٣﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ

مینہ تھا جو ڈرائے ہوؤں پر برسا ۹۳ بیشک اس (ماجرے) میں ایک (بڑا) نشان ہے اور ان میں سے اکثر

اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٧٤﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿١٧٥﴾

لوگ ایمان لانے والے نہ تھے اور آپ کا پروردگار بیشک بڑا قوت والا ہے بڑا رحمت والا ہے

كَذَّبَ اَصْحٰبُ لْـَٔيْكَةِ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٧٦﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَيْبٌ

اصحاب ایکہ نے بھی پیمبروں کو جھٹلایا ۹۴ جب کہ ان سے شعیب نے کہا

اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿١٧٧﴾ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿١٧٨﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ

کیا تم (اللہ سے) ڈرتے نہیں؟ میں تمہارے لئے ایک معتدین پیمبر ہوں سو اللہ سے ڈرو اور

اَطِيْعُوْنِ ﴿١٧٩﴾ وَمَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ

میرا کہا مانو اور میں تم سے اس پر کوئی صلہ تو مانگتا نہیں میرا صلہ تو

اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٨٠﴾ اَوْفُوا الْكَيْلَ وَلَا تَكُوْنُوْا

بس پروردگار عالم کے ذمہ ہے تم لوگ پورا ناپا کرو اور نقصان

مِنَ الْمُخْسِرِيْنَ ﴿١٨١﴾ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ﴿١٨٢﴾

پہنچانے والے نہ بنو اور صحیح ترازو سے تولا کرو ۹۵

وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَاۤءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ

اور لوگوں کا نقصان ان کی چیزوں میں نہ کیا کرو اور ملک میں فساد مت

مُفْسِدِيْنَ ﴿١٨٣﴾ وَاتَّقُوا الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالْجِبِلَّةَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿١٨٤﴾

مچایا کرو ۹۶ اور اس (خدا) سے ڈرو جس نے تمہیں اور (ساری) اگلی مخلوقات کو پیدا کیا ۹۷

ع ۹ ۶ ۱۳

۹۳ ملاحظہ ہوں سورۃ الاعراف پ۸ اور سورۂ ہود پ۱۲ کے حاشیے

۹۴ اَصْحٰبُ لْـَٔيْكَةِ پر حاشیہ سورۃ الحجر پ۱۴ میں گذر چکا۔

۹۵ (یعنی نہ ڈنڈی مارا کرو، نہ تولنے کے باٹوں میں گڑبڑ کیا کرو) ہدایاتِ قرآنی کی مخاطب یہ کوئی زراعت پیشہ، تجارت پیشہ قوم تھی۔ کاروباری بداخلاقی، بددیانتی، خیانت میں مبتلا۔ تعلیم انہیں تجارتی اخلاق و شائستگی کی دی جارہی ہے۔ حاشیے سورۃ الاعراف پ۸ و سورۃ الحجر پ۱۴ و سورۂ ہود پ۱۲ میں گذر چکے۔

۹۶ کاروباری بداخلاقی، بددیانتی کا انجام آخرکار اجتماعی فساد پر ہوتا ہے۔

۹۷ خطاب، ہوسکتا ہے کہ یہاں عام نوعِ انسانی سے ہو۔ اور الاولین سے مراد اس صورت میں ان مخلوقات سے ہوگی جو انسان سے قبل خلعتِ وجود سے مشرف ہوچکی تھیں، فرشتہ و جنات وغیرہا۔

لَهُمْ أَخُوهُمْ لُوطٌ أَلَا تَتَّقُونَ ﴿١٦١﴾ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ﴿١٦٢﴾
انکے بھائی لوط نے کہا کیا تم لوگ ڈرتے نہیں ہو٨٩ میں تمہارے لئے ایک متدین پیمبر ہوں
فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿١٦٣﴾ وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ
سو اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو! اور میں تم سے اس پر کچھ صلہ نہیں مانگتا
إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٦٤﴾ أَتَأْتُونَ الذُّكْرَانَ
میرا صلہ تو بس پروردگار عالم کے ذمہ ہے تمام دنیا جہان والوں میں سے تم ایسی حرکت
مِنَ الْعَالَمِينَ ﴿١٦٥﴾ وَتَذَرُونَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِنْ
کرتے ہو کہ مردوں سے فعل کرتے ہو اور تمہارے پروردگار نے تمہارے لئے بیویاں پیدا کی ہیں انہیں
أَزْوَاجِكُمْ ۚ بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ عَادُونَ ﴿١٦٦﴾ قَالُوا لَئِنْ لَمْ تَنْتَهِ
چھوڑے رہتے ہو بات یہ ہے کہ تم حد سے گزر جانے والے ہی لوگ ہو٩٠ وہ لوگ بولے کہ اے لوط اگر تم باز
يَا لُوطُ لَتَكُونَنَّ مِنَ الْمُخْرَجِينَ ﴿١٦٧﴾ قَالَ إِنِّي لِعَمَلِكُمْ
نہ آئے تو تم ضرور نکال دیئے جاؤ گے (لوط نے) کہا کہ میں تمہارے (اس) عمل سے
مِنَ الْقَالِينَ ﴿١٦٨﴾ رَبِّ نَجِّنِي وَأَهْلِي مِمَّا يَعْمَلُونَ ﴿١٦٩﴾
سخت نفرت رکھتا ہوں٩١ اے میرے پروردگار مجھے اور میرے گھر والوں کو نجات دے اس کام (کے وبال) سے جو یہ کرتے رہتے ہیں
فَنَجَّيْنَاهُ وَأَهْلَهُ أَجْمَعِينَ ﴿١٧٠﴾ إِلَّا عَجُوزًا فِي الْغَابِرِينَ ﴿١٧١﴾
سو ہم نے انہیں اور انکے گھر والوں سب کو نجات دی البتہ ایک بڑھیا کہ وہ رہ جانے والوں میں رہ گئی٩٢
ثُمَّ دَمَّرْنَا الْآخَرِينَ ﴿١٧٢﴾ وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَطَرًا ۖ فَسَاءَ
پھر ہم نے اور سب کو ہلاک کر دیا اور ہم نے ان پر ایک خاص قسم کا مینہ برسایا سو کیسا برا

٨٩ حضرت لوط اور قوم لوط پر حاشیے سورۃ الاعراف پ٨ میں گذر چکے۔ المرسلین کے صیغۂ جمع پر حاشیہ اوپر گذر چکا۔ اخوھم۔ اخ انہیں یہاں اس لحاظ سے کہا گیا کہ حضرت لوط عراق سے آکر انہیں کے ملک شرق یردن میں بس گئے تھے۔

٩٠ ذکر قوم لوط کی اس غیر طبعی شہوت پرستی کا ہے جس میں وہ لوگ آج کل کی بھی بعض "مہذب و متمدن" قوموں کی طرح شدت سے مبتلا تھے۔ بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ عَادُونَ۔ یعنی ان بدفعلیوں کی محرک کوئی طبعی جنسی خواہش کسی درجہ میں بھی نہ تھی۔ یہ محض نفس کا خبث اور طبیعت کا شیطانی میلان تھا جو انہیں اغلام و لواطت کی طرف لے آیا تھا۔ "حد سے گذر جانے والے" یعنی حدود انسانیت سے گذر جانے والے یا جرائم پیشہ یا مجرمانہ فطرت کے لوگ۔

٩١ (اور میں تمہاری ان دھمکیوں میں آکر اپنے وعظ و پند و تبلیغ سے رک نہ جاؤں گا) الْقَالِينَ۔ قلی بغض شدید کو کہتے ہیں۔ القلی البغض الشدید (کشاف) القلی شدۃ البغض (راغب)۔ پیمبر جیسے صالح الفطرت کی تو خود فطرت ایسے گندہ جرم سے ابا کرنے لگتی ہے۔ انہیں تو جتنی بھی بیزاری ایسے جرم سے ہو کم ہے۔

٩٢ مراد زوجۂ لوط ہے تفصیلی قصہ سورۃ ہود پ١٢ میں گذر چکا ہے۔ مِمَّا يَعْمَلُونَ میں مضاف مقدر ہے۔ ای من عقوبۃ عملھم (کشاف) ای من شؤم عملھم (روح)

وَلَا تُطِيعُوٓا اَمْرَ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿١٥١﴾ الَّذِيْنَ يُفْسِدُوْنَ فِي
اور حدود سے نکل جانے والوں کا کہنا مانو — جو — ملک میں — فساد کرتے

الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ ﴿١٥٢﴾ قَالُوٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ
رہتے ہیں — اور اصلاح نہیں کرتے ٥٨٥ — وہ لوگ بولے کہ تم پر تو — کسی نے

الْمُسَحَّرِيْنَ ﴿١٥٣﴾ مَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۚ فَاْتِ بِاٰيَةٍ اِنْ
سخت جادو کر دیا ہے — تم بس ہمارے ہی جیسے ایک آدمی ہو سو کوئی نشان پیش کرو — اگر

كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿١٥٤﴾ قَالَ هٰذِهٖ نَاقَةٌ لَّهَا شِرْبٌ
تم — سچے ہو ٥٨٦ — (صالح نے) کہا یہ ایک اونٹنی ہے — پانی پینے کے لئے

وَّلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿١٥٥﴾ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ
ایک باری اسکی ہے اور ایک مقرر دن میں ایک باری تمہاری ٥٨٧ — اور اس کو برائی کے ساتھ ہاتھ بھی نہ لگانا

فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿١٥٦﴾ فَعَقَرُوْهَا فَاَصْبَحُوْا
ورنہ تمہیں ایک بڑے سخت دن کا عذاب آپکڑے گا — مگر انہوں نے اسکی کونچیں کاٹ ڈالیں پھر

نٰدِمِيْنَ ﴿١٥٧﴾ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَ
(اس پر) پچھتائے ٥٨٨ پھر ان کو عذاب نے آلیا — بیشک اس ماجرے میں ایک (بڑا) نشان ہے اور

مَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٥٨﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ
ان میں سے اکثر لوگ ایمان لانے والے نہ تھے — اور بیشک آپ کا پروردگار بڑا قوت والا ہے،

الرَّحِيْمُ ﴿١٥٩﴾ ع كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطِ ِۨ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٦٠﴾ ښ اِذْ قَالَ — ع ٨ ١٩ ١٢
بڑا رحمت والا ہے — قوم لوط نے بھی — پیمبروں کو جھٹلایا — جب کہ ان سے

٥٨٥ خداوندی قانون کو نہ ماننے اور اس پر عمل نہ کرنے کا نتیجہ دنیا میں ہمیشہ خرابیوں ہی کی صورت میں ظاہر ہوا ہے۔ شراب نوشی وزناکاری، سود خواری، رشوت وخیانت، رشک وحسد سے ہمیشہ جسمانی اور اخلاقی بیماریاں ہی بڑھی ہیں۔ اور معاشری ابتری ہر قسم کی پیدا ہوتی رہی ہے۔ قرآن نے ان سارے انفرادی اجتماعی امراض کیلئے ایک جامع لفظ فساد فی الارض کا استعمال کر دیا ہے المسرفین۔ قوت عقلی ہو یا فعلی یا اعتقادی ان کا بے جا صرف کرنا سب داخل اسراف ہے۔ ٥٨٦ نشان یعنی خارق عادت۔ انبیاء کی دعوت کا اصل جوہر خود ان کی تعلیمات رہی ہیں۔ جاہلی قوموں نے بجائے ان تعلیمات کی قدر کرنے کے ہمیشہ مطالبہ خوارق ومعجزات کا کیا ہے۔ اور پیمبروں کی بشریت ہی کو ان کی رسالت کا مانع اور اس کے منافی قرار دیا ہے۔ مظہرِ خدا، فرزندِ خدا، زوجِ خدا یہ سب کچھ تو وہ سمجھ سکتے تھے لیکن رسولِ خدا کا تصور ہی گویا ان کی دماغی گرفت سے باہر تھا۔ آج اولیاء اللہ کو بھی، بہت سے جاہل ان کے لوازم طبعی اور حوائج بشری کی بناء پر کم وقعت وحقیر سمجھتے ہیں۔ ٥٨٧ یعنی ایک باری میں وہ اونٹنی پانی پیا کرے اور دوسری باری میں تمہارے جانور۔ مفصل حاشیے اس سارے ماجرے پر سورۃ الاعراف پ۸ میں گذر چکے۔ ٥٨٨ (جب عذاب کی آمد دیکھ لی) یہ پچھتاوا ایک تو یوں بھی بیکار تھا اس لئے کہ ایک محض طبعی کیفیت تھی۔ تلافی وتدارک اور تجدید ایمان کا کوئی جزو اس کے ساتھ نہ تھا۔ اور پھر یہ بھی اس وقت جب آثار عذاب نمایاں ہو چکے تھے۔ صاحب روح المعانی نے لکھا ہے کہ یہ ندامت اس لئے لاحاصل رہی کہ انہوں نے اپنے فعل کی تلافی ایمان سے نہ کی۔ مرشد تھانوی نے فرمایا کہ توبہ کے لئے ندامت طبعی کافی نہیں ندامت عقلی ہونا چاہیئے۔

الْأَوَّلِينَ ۝۱۳۷ وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِينَ ۝۱۳۸ فَكَذَّبُوهُ فَأَهْلَكْنَٰهُمْ

ایک رسم ہے اور ہم کو (ہرگز) عذاب نہیں ہونے کا ۸۱ غرض ان لوگوں نے (ہود کو) جھٹلایا سو

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً ۖ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُم مُّؤْمِنِينَ ۝۱۳۹

ہم نے انہیں ہلاک کردیا ۸۲ بیشک اسمیں ایک (بڑا) نشان ہے لیکن ان میں سے اکثر لوگ ایمان لانے والے نہ تھے

وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ۝۱۴۰ كَذَّبَتْ ثَمُودُ

اور آپ کا پروردگار بیشک بڑا قوت والا ہے بڑا رحمت والا ہے قوم ثمود نے بھی

الْمُرْسَلِينَ ۝۱۴۱ إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ صَٰلِحٌ أَلَا تَتَّقُونَ ۝۱۴۲

پیمبروں کو جھٹلایا جب کہ ان سے ان کے بھائی صالح نے کہا کہ تم لوگ ڈرتے نہیں؟

إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ۝۱۴۳ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ۝۱۴۴ وَمَا

میں تمہارے لئے ایک معتبر پیمبر ہوں سو اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو اور میں

أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ ۖ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ

تم سے کوئی صلہ اس پر نہیں مانگتا میرا صلہ تو بس پروردگار عالم

الْعَٰلَمِينَ ۝۱۴۵ أَتُتْرَكُونَ فِي مَا هَٰهُنَا آمِنِينَ ۝۱۴۶ فِي جَنَّٰتٍ

کے ذمہ ہے ۸۳ کیا تم کو انہیں چیزوں میں بےفکری سے رہنے دیا جائیگا باغوں

وَعُيُونٍ ۝۱۴۷ وَزُرُوعٍ وَنَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِيمٌ ۝۱۴۸ وَتَنْحِتُونَ

اور چشموں اور کھیتوں اور خوب گندھے ہوئے گچھے والی کھجوروں میں؟ اور تم پہاڑوں

مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا فَٰرِهِينَ ۝۱۴۹ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ۝۱۵۰

کو تراش تراش کر اتراتے ہوئے مکان بناتے ہو ۸۴ سو اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو

ع ۸

۸۱ یعنی اس قسم کا وعظ و پند تو پرانے زمانہ کے لوگ ہمیشہ کرتے آئے ہیں، اس کے اندر حقیقت کبھی نہ دیکھی۔ هٰذَا۔ یعنی جو کچھ تم ہمیں سنا رہے ہو۔ ~~هذا الذی جئتنا به~~ (روح)

۸۲ (زبردست اور تند آندھیوں سے) قوم عاد کی ہلاکت کے لئے ملاحظہ ہوں ۸۹، سورۃ الاعراف کے حاشیے۔ ۸۳ قوم ثمود اور حضرت صالح دونوں پر حاشیے سورۃ الاعراف ۹۵ میں گذر چکے۔ اخوهم۔ "بھائی" سے مراد وہی وطنی یا نسلی برادری ہے نہ کہ دینی یا اعتقادی۔ باقی آیتیں اس سلسلہ کی بار بار آچکی ہیں اور اوپر ان کے حاشیے گذر چکے۔ ۸۴ قوم ثمود کی تہذیب و تمدن اور فنونِ سنگ تراشی وغیرہ پر حاشیے ۹۸ سورۃ الاعراف میں گذر چکے۔ جَنّٰتٍ وَّعُيُونٍ۔ زُرُوعٍ وَّنَخْلٍ۔ قوم ثمود عرب کے شمالی و مغربی علاقہ میں جو خوب سرسبز و شاداب تھا آباد تھی۔

أَلَا تَتَّقُونَ ﴿١٢٤﴾ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ﴿١٢٥﴾ فَاتَّقُوا

کہ کیا تم (اللہ سے) ڈرتے نہیں؟ میں تمہارا معتبر پیمبر ہوں سو اللہ سے

اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿١٢٦﴾ وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ ۖ إِنْ

ڈرو اور میری اطاعت کرو اور میں تم سے اس (تبلیغ) پر کوئی صلہ نہیں مانگتا میرا

أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٢٧﴾ أَتَبْنُونَ بِكُلِّ رِيعٍ آيَةً

صلہ تو بس پروردگار عالم ہی کے ذمہ ہے تو کیا تم ایک محض فضول یادگار ہر اونچے

تَعْبَثُونَ ﴿١٢٨﴾ وَتَتَّخِذُونَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُونَ ﴿١٢٩﴾ وَ

مقام پر بناتے ہو اور بڑے بڑے محل بناتے ہو جیسے تمہیں ہمیشہ ہی رہنا ہے ؁۷۸ اور

إِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِينَ ﴿١٣٠﴾ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿١٣١﴾

جب تم کسی پر دار و گیر کرتے ہو تو بالکل جابر بن کر دار و گیر کرتے ہو ؁۷۹ سو اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو

وَاتَّقُوا الَّذِي أَمَدَّكُمْ بِمَا تَعْلَمُونَ ﴿١٣٢﴾ أَمَدَّكُمْ بِأَنْعَامٍ

اور اس سے ڈرو جس نے تمہاری مدد ان چیزوں سے کی جنہیں تم جانتے ہو تمہاری مدد کی مویشیوں

وَبَنِينَ ﴿١٣٣﴾ وَجَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ﴿١٣٤﴾ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ

اور بیٹوں اور باغوں اور چشموں سے ؁۸۰ مجھے تمہارے لئے اندیشہ ہے

عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿١٣٥﴾ قَالُوا سَوَاءٌ عَلَيْنَا أَوَعَظْتَ

بڑے سخت دن کے عذاب کا وہ لوگ بولے ہمارے لئے برابر ہے خواہ تم نصیحت کرو

أَمْ لَمْ تَكُنْ مِنَ الْوَاعِظِينَ ﴿١٣٦﴾ إِنْ هَٰذَا إِلَّا خُلُقُ

خواہ ناصح نہ ہو یہ تو بس اگلے لوگوں کی

؁۷۸ یہ قدیم شائستہ و متمدن قوم بڑی صناع و کاریگر تھی۔ خصوصاً انجنیری اور فنِ تعمیرات کی ماہر۔ ملاحظہ ہوں پ۸ سورۃ الاعراف کے حاشیے۔ مفسر تھانویؒ نے یہ خوب لکھا ہے کہ اس سورہ میں مختلف انبیاء کی دعوت میں بار بار انہی فقروں کی تکرار اس لئے ہے کہ ایک ہی طرزِ تبلیغ سب کا تھا۔ تَعْبَثُوْنَ سے ظاہر ہے کہ یہ شوق تعمیر کسی ضرورت کی بنا پر نہ تھا۔ محض جذباتِ فخر و نمائش کی تسکین کے لئے تھا۔ مرشد تھانویؒ نے کہا کہ تعبثون سے عبث (محض فضول) کی مذمت صریح نکلتی ہے، خواہ وہ عبث بہ لحاظ قول ہو یا فعل۔ مرشد تھانویؒ نے یہ بھی فرمایا کہ عقیدۃً یہ لوگ ان تعمیرات کے ذریعہ سے خلود کے قائل نہ تھے، مگر انکا طرزِ عمل گویا اس قسم کے عقیدہ پر مبنی تھا اس لئے ان کو اسی عقیدہ کا معتقد فرمایا گیا۔ یہیں سے حضرات صوفیہ کے اس تعامل کی توجیہ ہو جاتی ہے کہ کافروں کے سے کام کرنے والوں کو کافر کہہ دیا جاتا ہے۔ اور حدیث میں بھی اسکی مثالیں کثرت سے ملتی ہیں۔ فقہاء نے لکھا ہے کہ بلا ضرورت بڑی بڑی عمارتیں نام کے لئے تعمیر کرانا سرتاسر داخلِ اسراف ہے۔ ؁۷۹ غفلت و سرمستی کی افراط کے ساتھ قوم عاد کی دوسری خصوصیت ان کا ظلم و تشدد تھا۔ قرآن مجید نے پچھلی مشرک و معذب قوموں کا جہاں جہاں بیان کیا ہے، ان کے شرک و جہالت کے ساتھ، کہ وہ سب میں مشترک ہے، ذکر انکے مخصوص قومی جرائم کا بھی کرتا گیا ہے۔ کوئی قوم تجارتی بد دیانتی، خیانت و غبن فاحش میں خاص طور پر آلودہ گزری ہے کوئی ظلم و شقاوت و سنگدلی میں، کوئی بد چلنی و شہوت پرستی میں، وغیرہا۔ صاحب روح المعانی کہتے ہیں کہ اس سے مراد ایسی گرفت ہے جس میں نہ رحم ہو، نہ اس سے تادیب کا قصد ہو، اور نہ اس میں انجام پر نظر رہے۔ اور مرشدِ تھانویؒ نے فرمایا کہ جس گرفت میں یہ امور ملحوظ رہیں وہ اصلاح ہے اور منافیٔ طریق نہیں۔ ؁۸۰ مطلب یہ ہوا کہ تم کو جو ناز اپنی کثرتِ تعداد پر ہے نیز اپنے ملک کے باغ و سبزہ زار پر، اور اپنے ہاں کے نہر و دریا پر ہے یہ سب آخر انعامات الٰہی ہی تو ہیں۔ یہ عطیے کسی دیوی دیوتا کے نہیں اور نہ تمہارے اپنے پیدا کئے ہوئے ہیں۔ اسی معبود واحد ہی کے تو ہیں۔ توحید کا تو تمہیں اور زائد قائل ہونا چاہئے۔ قرآن مجید نے توحید پر استدلال جس طرح انسان کی غربت و افلاس سے کیا ہے اسی طرح اس کی خوشحالی و امارت سے بھی کیا ہے۔ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ قوم عاد، خیال رہے کہ جزیرہ نمائے عرب کے شاداب و زرخیز ترین علاقہ میں آباد تھی یعنی یمن، حضرموت میں، خلیج فارس کے ساحل پر، اور عراق عرب کی سرحد تک۔

قَالَ وَمَا عِلْمِيْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ اِنْ حِسَابُهُمْ اِلَّا
(نوح نے) کہا ان کے کام سے مجھے کیا بحث ان سے حساب لینا تو بس
عَلٰى رَبِّيْ لَوْ تَشْعُرُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۴﴾
میرے پروردگار ہی کا کام ہے کاش تم اسے سمجھتے! اور میں ایمان والوں کو (اپنے پاس سے) دور کرنیوالا نہیں
اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۱۵﴾ قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰنُوْحُ
میں تو بس ایک صاف صاف ڈرانے والا ہوں ۷۴ف وہ بولے کہ اگر اے نوح تم باز نہ آئے
لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمَرْجُوْمِيْنَ ﴿۱۱۶﴾ قَالَ رَبِّ اِنَّ قَوْمِيْ كَذَّبُوْنِ ﴿۱۱۷﴾
تو ضرور ہی سنگسار کر دیئے جاؤ گے ۷۵ف (نوح نے) دعا کی کہ اے میرے پروردگار میری قوم مجھے جھٹلا رہی ہے
فَافْتَحْ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُمْ فَتْحًا وَّنَجِّنِيْ وَمَنْ مَّعِيَ مِنَ
سو آپ ہی میرے اور انکے درمیان ایک کھلا ہوا فیصلہ کر دیجئے اور مجھے اور میرے ساتھ جو ایمان والے ہیں
الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۸﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿۱۱۹﴾
انہیں نجات دیجئے چنانچہ ہم نے انہیں اور جو انکے ساتھ بھری ہوئی کشتی میں تھے (سب) کو نجات دی
ثُمَّ اَغْرَقْنَا بَعْدُ الْبٰقِيْنَ ﴿۱۲۰﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۚ وَمَا كَانَ
پھر اس کے بعد باقی لوگوں کو غرق کر دیا اس ماجرے میں (بھی بڑا) نشان ہے ۷۶ف اور ان میں سے
اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۲۱﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۲۲﴾
اکثر لوگ ایمان لانے والے نہ تھے اور بیشک آپ کا پروردگار بڑا قوت والا ہے، بڑا رحمت والا ہے
كَذَّبَتْ عَادُ ِۨالْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۲۳﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ هُوْدٌ
قوم عاد نے بھی پیمبروں کو جھٹلایا جب کہ ان سے ان کے بھائی ہود ۷۷ف نے کہا

النصف

ع ۶/۱۸ ۱۰

۷۴ف حضرت نوح نے جواب میں فرمایا کہ مجھے ان کے پیشوں، حرفوں، صناعتوں کے اعلیٰ وادنیٰ ہونے سے کیا بحث۔ اور اگر ان کا ایمان دل سے نہیں، صرف زبان سے ہے جب بھی میرے اوپر کیا ذمہ داری۔ وہ جانے ان کا خدا جانے۔ میں بہرحال انہیں اپنے پاس سے تمہارے خوش کرنے کو کیسے ہٹا سکتا ہوں۔ میرا فرض تبلیغ پر ختم ہو جاتا ہے، دلوں کی ٹٹول اور احتساب میرا کام نہیں۔ ۷۵ف سنگساری یاد رہے کہ دنیا کی قدیم ترین سزاؤں میں سے ہے۔ اور معاصرین نوحؑ انہیں اپنا قومی مجرم سمجھ کر یہی سزا دینے پر آمادہ تھے۔ ۷۶ف (ہماری قوت اور قدرت انتقام کا) قوم نوح کی غرقابی پر مفصل حاشیے سورۂ ہود وغیرہ میں گذر چکے۔ فَافْتَحْ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُمْ فَتْحًا۔ مرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ جو شخص دین کو ضرر پہنچا رہا ہو اسکے لئے بد دعا کرنا کمال صبر وحلم کے منافی نہیں۔

۷۷ف ہود۔ قوم عاد وغیرہ پر حاشیے سورۂ اعراف پ۸ میں گذر چکے۔ كَذَّبَتْ عَادٌ۔ لفظ عاد کے لئے فعل مؤنث قبیلۂ عاد یا جماعت عاد کی رعایت سے لایا گیا ہے ~~للطبیۃ یعنی القبیلۃ والجماعۃ (قرطبی)~~ اَخُوْهُمْ۔ بھائی، ہم وطنی یا ہم نسلی کے اعتبار سے کہا گیا ہے۔

مُّبِيْنٍ ﴿٩٧﴾ اِذْ نُسَوِّيْكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٩٨﴾ وَمَآ اَضَلَّنَآ اِلَّا

(صریح گمراہی) میں تھے جب کہ تم کو پروردگار عالم کے برابر کرتے تھے اور ہم کو تو بس ان (بڑے)

الْمُجْرِمُوْنَ ﴿٩٩﴾ فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِيْنَ ﴿١٠٠﴾ وَلَا صَدِيْقٍ حَمِيْمٍ ﴿١٠١﴾

مجرموں نے گمراہ کیا سو اب کوئی ہمارا سفارشی نہیں اور نہ کوئی مخلص دوست ہی ہے ۶۹

فَلَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٠٢﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ

سو کاش ہمیں (دنیا میں) پھر جانا ملتا تو ہم مومن ہو جاتے بیشک اس ماجرے میں

لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٠٣﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ

ایک نشان ہے ۷۰ اور ان میں سے اکثر ایمان لانے والے نہ تھے اور بیشک آپ کا پروردگار بڑا

الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿١٠٤﴾ كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوْحِ ِالْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٠٥﴾ اِذْ

قدرت والا ہی بڑا رحمت والا ہے نوح کی قوم نے پیمبروں کو جھٹلایا جب کہ

قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ نُوْحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿١٠٦﴾ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ

ان سے انکے بھائی نوح نے کہا کیا تم ڈرتے نہیں؟ میں ہوں تمہارا راست باز

اَمِيْنٌ ﴿١٠٧﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿١٠٨﴾ وَمَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ

پیمبر ۷۱ سو اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو اور میں تم سے اس پر کوئی صلہ نہیں

اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰي رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٠٩﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ

مانگتا میرا صلہ تو بس پروردگار عالم کے ذمہ ہے سو تم اللہ سے ڈرو اور

اَطِيْعُوْنِ ﴿١١٠﴾ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ ﴿١١١﴾

میرا کہا مانو ۷۲ وہ بولے، تو کیا ہم تمہیں ماننے لگیں درآنحالیکہ تمہارے پیرو تو بس رذیل ہی ہیں ۷۳

ع ٥ ٣٦ ٩

۶۹ (جو رہائی دلانا تو خیر دور رہا، کم از کم ایسا ہی ہوتا کہ خالی ہمدردی و دلسوزی ہی کی بات کر لے) ان الفاظ میں اہل دوزخ کی بے بسی کا پورا نقشہ کھینچ دیا گیا ہے۔ ۷۰ (ہماری توحید و قدرت کا) "اس ماجرا میں" یعنی یہی جو اوپر مذکور ہوا۔ حضرت ابراہیم کا قصہ اور قیامت کے دن کا نقشہ۔ ۷۱ (سو مجھ پر اور میرے لائے ہوئے پیام پر اعتماد کرو) نوح اور قوم نوح دونوں پر حاشیے گذر چکے ہیں۔ اَمِیْنٌ یعنی متدین۔ دیانت و احتیاط کے ساتھ پیام الٰہی پہنچانے والا۔ الْمُرْسَلِیْنَ صیغہ جمع شاید اس لئے لایا گیا کہ ایک پیمبر کی تکذیب سارے سلسلۂ نبوت کی تکذیب کو مستلزم ہے۔ اور جاہلی قوموں کا مقصود اصلی کسی پیمبر کی شخصی تکذیب ہوتی ہی نہیں۔ بلکہ وہ لوگ سرے سے اس تخیل رسالت ہی کے منکر ہوتے ہیں۔ اَخُوْهُمْ نُوْحٌ۔ یعنی حضرت نوح جو انھیں لوگوں کے ہم قوم، ہم وطن و ہم نسل تھے۔ ۷۲ یعنی توحید اور عقائد حقہ کے قائل ہو جاؤ۔ وَمَا ...... الْعٰلَمِیْنَ یہ مضمون کئی بار پیشتر بھی بیان ہو چکا ہے۔ پیمبر اپنی تبلیغ کی کوئی فیس نہیں طلب کیا کرتے، نہ نقد میں نہ جنس میں، نہ مال سے نہ جاہ سے، انہیں رضائے الٰہی کی دولت ہر دنیوی فیس اور معاوضہ سے مستغنی کر دینے کیلئے کافی ہوتی ہے۔ ۷۳ پیمبروں، داعیان حق اور مصلحوں پر شروع شروع میں ایمان لانے والے اور انکی دعوت کو قبول کرنے والے زیادہ تر غریب غربا عوام الناس ہی ہوتے ہیں۔ کہ ان پر حب جاہ و حب ریاست کی تہیں بہت ہلکی چڑھی ہوتی ہیں ـــــ حضرت مسیح پر ابتدائی ایمان لانے والے تو تاریخ کی شہادت ہے کہ غریب مچھیرے ماہی گیر ہی تھے۔ اور خود ہمارے رسول کریم کی دعوت پر ابتدائی لبیک کہنے والوں میں رؤسا و امراء سے کہیں زیادہ عوام و غرباء تھے۔ الْاَرْذَلُوْنَ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسانی آبادی کے ایک حصہ کو نیچ اور اچھوت قرار دینے کا مرض مشرک جاہلی قوموں میں شروع سے چلا آ رہا ہے! مرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ بعض اہل اللہ سے جو لوگ استفادہ اس بنا پر نہیں کرتے کہ ان کی حیثیت ظاہری پست ہے وہ ایسی ہی ذہنیت میں مبتلا ہیں۔ محققین نے تنبیہ کی ہے کہ مسلمان مسلمان سب برابر و ہم سطح ہیں۔ اور فقہاء نے جو کفارت کا باب باندھا ہے تو اس کا تعلق محض عرف عام اور دنیا کی انتظامی مصلحتوں سے ہے۔ نہ کہ قبولیت عند اللہ سے۔ وما ذكره الفقهاء في باب الكفاءة مبني على عرف العامة لانتظام امر المعاش ونحوه على انه يروى عن الامام مالك عدم اعتبار شيء من ذلك اصلا وان المسلمين كيفما كانوا اكفاء بعضهم لبعض (روح)

٦٢ (تاکہ وہ لوگ میرے طریق پر چلیں اور میرے لئے اضافۂ ثواب وحسنات کا باعث ہوں) بِالصّٰلِحِيْنَ ۔ صالحین سے یہاں مراد انکی اعلیٰ فرد یعنی انبیاء عالی شان ہیں۔ هَبْ لِيْ حُكْمًا ۔ نفس حکمت تو حضرت کو دعا کے وقت بھی حاصل تھی، دعا سے مقصود جامعیت علم وعقل میں مزید حصول کمال معلوم ہوتا ہے۔ رَبِّ هَبْ لِيْ ۔ ابراہیم خلیل ابھی تک برابر صیغۂ غائب استعمال کر رہے تھے، هو یهدین هو یطعمنی وغیرہ، صفات کمال بیان کرتے کرتے غلبۂ حضور سے براہ راست مناجات شروع کر دیتے ہیں۔ وَاجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْاٰخِرِيْنَ ۔ فقہاء محققین نے یہیں سے یہ نکالا ہے کہ انسان کا اپنے ذکر خیر کو محبوب رکھنا اور اسکی تمنا کرنا مطلق صورت میں معیوب ومذموم نہیں۔ بلکہ یہ آیت تو عین محل ترغیب پر ہے۔ عن اشهب عن مالك قال لا بأس ان يحب الرجل ان يثنى عليه صالحًا ويرى في عمل الصالحين اذا قصد به وجه الله تعالىٰ (قرطبی) قال المحققون من شيوخ الزهد في هذا دليل على الترغيب في العمل الصالح الذي يكسب الثناء الحسن (قرطبی) مرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ بعض بزرگوں سے جو اپنے سلسلہ کے بقاء وقیام کی تمنا ودعا منقول ہے، اسکی اصل اس آیت میں مل گئی۔ ٦٣ (سو تو اس کیلئے مغفرت کے اسباب، یعنی ایمان اور اس کے برکات میسر کر دے) دعا آذر کی زندگی ہی کے آخر زمانہ کی معلوم ہوتی ہے۔ وَاجْعَلْنِيْ ..... النَّعِيْمِ مرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ اس سے ان لوگوں کا رد نکل آیا جو جنت سے مستغنی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ ٦٤ (تو اسے البتہ کوئی کھٹکا نہ ہوگا) بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ۔ یعنی ایسا دل جو کفر وشرک کی آلائش سے پاک ہو یعنی من الشرك (ابن کثیر) ای خالص من الشرك والشك (معالم) ای القلب السليم عن مرض الكفر والنفاق هو المأثور عن ابن عباس ومجاهد وقتادة وابن جبير وغيرهم (روح) یہ مراد نہیں کہ قلب گناہوں سے خالی ہو، کہ ایسا قلب کون سا ہو سکتا ہے۔ فاما الذنوب فليس يسلم منها احد هذا قول اكثر المفسرين (معالم) قاله قتادة وابن زيد واكثر المفسرين (قرطبی) ایک قول یہ بھی نقل ہوا ہے کہ وہ ایسا قلب ہو جو بدعت سے خالی اور سنت پر مطمئن ہو قال ابو العباس الينشاوري هو القلب الخالي من البدعة والمطمئن على السنة (معالم) يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ۔ جاہلی قومیں جس ادھوری مبہم، ناقص حد تک حشر کی قائل بھی تھیں، تو آخرت کو دنیا پر قیاس کر کے یہ فرض کئے رہتی تھیں کہ جس طرح دنیا میں کام آنے والی چیزیں مال واولاد ہیں آخرت میں بھی یہی کام آجائینگی۔ ہندوستان کی بھی بعض مشرک قومیں اس کی قائل تھیں کہ ان کی اولاد نرینہ ان کے بعد اگر ان کے نام پر ایک خاص طریق پر کھانا پانی تصدق کرے تو اس سے انکی نجات ہو جائیگی۔ وَلَا تُخْزِنِيْ يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ ۔ اللہ اللہ! ابراہیم علیہ السلام پیمبر جلیل اور اپنے رب کے خلیل ہیں، اس پر بھی دعا ومناجات یہی کر رہے ہیں، کہ اے پروردگار قیامت کی رسوائی سے مجھے محفوظ رکھنا! ٦٥ (تاکہ وہ اسے دیکھیں اور اس میں عنقریب داخلہ کی بشارت سے خوش ہوں) اللہ اکبر! مومنین ومتقین کے مرتبہ واکرام کا کیا کہنا۔ بجائے اسکے کہ ان کا کوچ جنت کی طرف کرایا جائے۔ الٹی جنت ہی خود ان کی طرف بڑھ آئیگی ٦٦ (تاکہ وہ اسے دیکھیں اور اس میں عنقریب داخلہ کی خبر سے اور زیادہ افسردہ ومایوس ہوں) بُرِّزَتِ ۔ دوزخ تو شروع ہی سے ان خبیثوں کو گھیرے ہوئے تھی، آخرت میں فرق یہ ہوگا کہ وہ ان پر نمایاں اور ظاہر ہو کر رہیگی

بِالصّٰلِحِيْنَ ﴿۸۳﴾ وَاجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۸۴﴾
کے ساتھ شامل کر اور میرا ذکر آیندہ آنے والوں میں جاری رکھ ٦٢
وَاجْعَلْنِيْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيْمِ ﴿۸۵﴾ وَاغْفِرْ لِاَبِيْۤ اِنَّهٗ
اور مجھے جنت نعیم کے مستحقوں میں سے کر دے اور میرے باپ کی مغفرت کر کہ وہ
كَانَ مِنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿۸۶﴾ وَلَا تُخْزِنِيْ يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ ﴿۸۷﴾ يَوْمَ
گمراہوں میں سے ہے ٦٣ اور مجھے رسوا نہ کرنا اس دن جب سب اٹھائے جائینگے جس دن
لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ﴿۸۸﴾ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ
نہ مال کام آئے گا نہ اولاد مگر ہاں جو اللہ کے پاس پاک دل
سَلِيْمٍ ﴿۸۹﴾ وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۹۰﴾ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ
لیکر آئے ٦٤ اور جنت متقیوں کے نزدیک کر دی جائے گی ٦٥ اور گمراہوں کے سامنے دوزخ
لِلْغٰوِيْنَ ﴿۹۱﴾ وَقِيْلَ لَهُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ﴿۹۲﴾ مِنْ
ظاہر کر دی جائیگی ٦٦ اور ان سے کہا جائیگا کہ (اب) وہ کہاں گئے جن کی تم عبادت کیا کرتے تھے اللہ
دُوْنِ اللّٰهِ ۭ هَلْ يَنْصُرُوْنَكُمْ اَوْ يَنْتَصِرُوْنَ ﴿۹۳﴾ فَكُبْكِبُوْا
کے سوا کیا وہ تمہارا ساتھ دے سکتے ہیں یا وہ اپنا ہی بچاؤ کر سکتے ہیں؟ ٦٧ پھر وہ اور گمراہ لوگ
فِيْهَا هُمْ وَالْغَاوٗنَ ﴿۹۴﴾ وَجُنُوْدُ اِبْلِيْسَ اَجْمَعُوْنَ ﴿۹۵﴾ قَالُوْا
اور ابلیس کا لشکر سب کے سب اسمیں اوندھے منہ ڈال دیئے جائیں گے۔ وہ اس
وَهُمْ فِيْهَا يَخْتَصِمُوْنَ ﴿۹۶﴾ تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا لَفِيْ ضَلٰلٍ
(دوزخ) میں باہم جھگڑتے ہوئے کہیں گے ٦٨ کہ بخدا بیشک ہم صریح گمراہی

٦٧ معبودان باطل کی غایت بے بسی وبیچارگی کا بیان ہے۔ کہ وہ دوسروں کو کیا چھڑائینگے، خود اپنے کو بچانے پر بھی قادر نہیں۔ قِيْلَ ..... تَعْبُدُوْنَ ۔ یہ سوال ظاہر ہے کہ اہلِ دوزخ سے انہیں اور زیادہ جلانے کے لئے کیا جائے گا۔ ٦٨ یہ کہنے والے وہی مشرکین اور دیوی دیوتاؤں کے پجاری ہونگے۔ اور ان سے کہیں گے جنہیں دنیا میں وہ دیوتا دیوی، ٹھاکر، اوتار وغیرہ مانتے رہے تھے۔ وَهُمْ فِيْهَا يَخْتَصِمُوْنَ ۔ اہلِ دوزخ، عابد ومعبود، برابر باہم لڑتے جھگڑتے رہیں گے۔

مَا تَعۡبُدُوۡنَ ﴿٧٠﴾ قَالُوۡا نَعۡبُدُ اَصۡنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عٰكِفِيۡنَ ﴿٧١﴾

تم کس چیز کی عبادت کرتے ہو؟ وہ بولے ہم تو بتوں کی عبادت کرتے ہیں اور ہم انہیں پر جمے رہتے ہیں ٥٦

قَالَ هَلۡ يَسۡمَعُوۡنَكُمۡ اِذۡ تَدۡعُوۡنَ ﴿٧٢﴾ اَوۡ يَنۡفَعُوۡنَكُمۡ اَوۡ

(ابراہیم نے) کہا اچھا تو یہ تمہاری سنتے ہیں جب تم انہیں پکارتے ہو؟ یا یہ تم کو کچھ نفع پہنچاتے ہیں یا

يَضُرُّوۡنَ ﴿٧٣﴾ قَالُوۡا بَلۡ وَجَدۡنَاۤ اٰبَآءَنَا كَذٰلِكَ يَفۡعَلُوۡنَ ﴿٧٤﴾

ضرر پہنچا سکتے ہیں ٥٧ وہ بولے (نہیں یہ کچھ نہیں) البتہ ہم نے اپنے بڑوں کو اسی طرح کرتے ہوئے پایا ہے ٥٨

قَالَ اَفَرَءَيۡتُمۡ مَّا كُنۡتُمۡ تَعۡبُدُوۡنَ ﴿٧٥﴾ اَنۡتُمۡ وَاٰبَآؤُكُمُ

(ابراہیم نے) کہا بھلا تم نے انکی (اصل حالت کو) دیکھا بھی ہے جنکی تم عبادت کرتے ہو تم خود اور تمہارے پرانے

الۡاَقۡدَمُوۡنَ ﴿٧٦﴾ فَاِنَّهُمۡ عَدُوٌّ لِّىۡۤ اِلَّا رَبَّ الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿٧٧﴾

بڑے بھی؟ یہ تو میری نظر میں دشمن ہیں ٥٩ مگر ہاں پروردگارِ عالم (وہ ہے)

الَّذِىۡ خَلَقَنِىۡ فَهُوَ يَهۡدِيۡنِ ﴿٧٨﴾ وَالَّذِىۡ هُوَ يُطۡعِمُنِىۡ

جس نے مجھ کو پیدا کیا، پھر وہی میری رہنمائی کرتا ہے اور وہی جو مجھے کھلاتا ہے

وَيَسۡقِيۡنِ ﴿٧٩﴾ وَاِذَا مَرِضۡتُ فَهُوَ يَشۡفِيۡنِ ﴿٨٠﴾ وَالَّذِىۡ

اور پلاتا ہے اور جب میں بیمار پڑتا ہوں تو وہی مجھے شفا دیتا ہے ٦٠ اور وہی

يُمِيۡتُنِىۡ ثُمَّ يُحۡيِيۡنِ ﴿٨١﴾ وَالَّذِىۡۤ اَطۡمَعُ اَنۡ يَّغۡفِرَ لِىۡ

مجھے موت دے گا پھر مجھے زندہ کرے گا اور وہی جس سے میں آس لگائے ہوں کہ وہ میری غلط کاری

خَطِيۡٓـئَتِىۡ يَوۡمَ الدِّيۡنِ ﴿٨٢﴾ رَبِّ هَبۡ لِىۡ حُكۡمًا وَّاَلۡحِقۡنِىۡ

کو قیامت کے دن معاف کر دے گا ٦١ اے میرے پروردگار مجھے حکمت عطا کر اور مجھے نیک لوگوں

٥٦ آذر اور قوم ابراہیم کے مذہب شرک پر مفصل حاشیے اوپر گذر چکے۔ سورۃ الانعام، سورۂ ہود، سورۃ الانبیاء وغیرہ میں۔ ٥٧ یہ جرحیں بڑی وسعت و اطلاق رکھتی ہیں۔ دنیا میں کسی بت پرست کے پاس انکا کوئی جواب نہیں۔ ٥٨ (اور اسی لئے ہم بھی یہی کر رہے ہیں) گویا اثبات شرک و بت پرستی پر نہ کوئی دلیل عقلی اور نہ کوئی دلیل نقلی بلکہ صرف اندھی تقلید۔ ٥٩ یعنی یہ معبود اور میرا سہارا تو کیا ہوتے۔ یہ تو اور دشمن ہیں، انہیں کے ذریعہ سے گمراہی پھیل رہی ہے۔ یہ تو واسطۂ شرک اور باعثِ تباہی و بربادی ہیں۔ عدو کا لفظ صدیق کی طرح واحد و جمع دونوں موقعوں پر آتا ہے۔ یہاں جمع کے معنی میں ہے۔ ~~والعدو والصدیق یجیئان فی معنی الوحدۃ والجماعۃ~~ (کشاف) ٦٠ یعنی اس خدائے واحد کی ذات تمام صفات کمال کی جامع ہے —— وہی خالق ہے اور وہی ہادی و مدبر بھی۔ یہ نہیں کہ خلق کا کام کوئی اور دیوتا کرے اور انتظام و ہدایت کا دیوتا کوئی اور ہو —— کھانا اور پانی دونوں وہی خدائے واحد دیتا ہے۔ یہ نہیں کہ ایک دیوتا زراعت و نباتات کا ہو اور کوئی اور دیوتا بارش کا —— صحت و شفا بھی وہی خدائے واحد دیتا ہے۔ یہ نہیں کہ بیماری سے صحت بخشنے کیلئے کوئی الگ دیوی یا دیوتا ہو مشرک جاہلی قوموں نے انہی صفات کے لئے برابر الگ الگ دیویوں، دیوتاؤں کے وجود کو تسلیم کیا ہے۔ اِلَّا رَبَّ الۡعٰلَمِيۡنَ۔ یہ استثناء اس لئے کہ مشرکین دوسرے دیویوں اور دیوتاؤں کے ساتھ ساتھ حق تعالیٰ کی بھی پرستش جاری رکھے ہوتے تھے۔ ~~انہم کانوا یعبدون الاصنام مع اللہ فقال ابراہیم کل من تعبدون اعدائی الا رب العلمین~~ (معالم) فَهُوَ يَهۡدِيۡنِ يُطۡعِمُنِىۡ وَيَسۡقِيۡنِ فَهُوَ يَشۡفِيۡنِ۔ مرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ ان فقروں کے اندر پوری تعلیم عبدیت اور ادب کی موجود ہے جاہل مدعیان زہد دنیوی نعمتوں کی تحقیر کرتے اور ان سے اپنا استغنا ظاہر کرتے رہتے ہیں۔ یہاں ایک پیمبر کی زبان سے یہ کہلایا جا رہا ہے کہ اسے تمنا جس طرح ہدایت کی ہے۔ اسی طرح کھانے اور پینے اور بیماری سے تندرست ہونے کی بھی ہے۔ اِذَا مَرِضۡتُ فَهُوَ يَشۡفِيۡنِ۔ آیت کے الفاظ پر غور رہو۔ حضرت یہ نہیں کہتے کہ وہی مجھے بیمار ڈالتا ہے اور وہی شفا دیتا ہے، بلکہ یہ کہتے ہیں کہ بیمار جب میں پڑتا ہوں، تو شفا وہی دیتا ہے۔ گویا بیماری یا نقص کا انتساب تمامتر اپنی جانب اور شفا بخشی یا کمال کا تمامتر حق تعالیٰ کی جانب —— اسی کا نام رعایت ادب اور ادائے حق عبدیت ہے۔ ٦١ وہی الٰہ المعاد بھی وہی الٰہ المعاش بھی۔ وہی موت و فنا طاری کرنے والا بھی اور وہی جزا و سزا کے لئے دوبارہ جلانے والا بھی۔ یہ نہیں کہ افنا و اہلاک کا دیوتا کوئی الگ ہو، اور حشر میں داوری کے وقت سامنا کسی اور کا کرنا پڑے۔ جیسا کہ عموماً مشرک و نیم مشرک قوموں نے فرض کیا ہے —— اور پھر مغفرت کی امیدیں بھی تمامتر اسی خدائے واحد کی ذات سے ہیں۔ نہ کہ کسی اور سے۔ مشرک اور جاہلی قوموں کو شرک کی ٹھوکریں جب جب لگی ہیں، انہی صفات ہی سے متعلق لگی ہیں۔ اطمع ..... الدین الفاظ آیت کے اندر رعایت ادب کس درجہ موجود ہے! اول تو پیمبر صاف صاف اپنے لئے خطیئۃ کا وجود تسلیم کرتے ہیں، محض اجتہادی غلطی کہہ کر نہیں گذر جاتے اور پھر اپنی مغفوریت کو بھی جزم کے ساتھ نہیں بیان کرتے، اس کی صرف امید یا آس لگاتے ہیں —— کہاں پیمبر جلیل حضرت خلیل علیہ السلام کا یہ ادب و درجۂ تواضع۔ اور کہاں بعض صوفیۂ خامکار کے یہ دعوے کہ ہم اپنے مریدوں میں سے جس کو چاہیں گے چھڑا لیں گے!

كَرِيْمٍ ﴿٥٨﴾ كَذٰلِكَ ؕ وَ اَوْرَثْنٰهَا بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ ﴿٥٩﴾ فَاَتْبَعُوْهُمْ

مکانات سے ۴۷ یوں ہی ہوا اور ہم نے انکے بعد ان کا مالک بنی اسرائیل کو بنادیا ۴۸ غرض سورج نکلنے پر انہوں

مُّشْرِقِيْنَ ﴿٦٠﴾ فَلَمَّا تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰۤى

نے انکو پیچھے سے جالیا ۴۹ پھر جب دونوں جماعتوں نے ایک دوسرے کو دیکھا تو موسیٰ کے ہمراہی (گھبراکر)

اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ ﴿٦١﴾ قَالَ كَلَّا ۚ اِنَّ مَعِيَ رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ ﴿٦٢﴾

بول اٹھے کہ ہم تو بس پکڑے گئے ۵۰ (موسیٰ نے) فرمایا کہ ہرگز نہیں کیونکہ میرے ہمراہ میرا پروردگار ہے وہ مجھے ابھی راہ بتادیگا ۵۱

فَاَوْحَيْنَاۤ اِلٰى مُوْسٰۤى اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ ؕ فَانْفَلَقَ

پھر ہم نے موسیٰ کی طرف وحی بھیجی کہ اپنے عصا کو دریا پر مارو چنانچہ وہ دریا پھٹ گیا

فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ ﴿٦٣﴾ وَ اَزْلَفْنَا ثَمَّ

اور ہر حصہ اتنا بڑا تھا جیسے بڑی پہاڑی اور ہم نے دوسرے فریق کو

الْاٰخَرِيْنَ ﴿٦٤﴾ وَ اَنْجَيْنَا مُوْسٰى وَ مَنْ مَّعَهٗۤ اَجْمَعِيْنَ ﴿٦٥﴾

بھی اس مقام کے قریب پہنچادیا اور ہم نے موسیٰ اور ان کے ساتھ والوں سب کو بچالیا

ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿٦٦﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَ مَا كَانَ

پھر دوسرے فریق کو غرق کردیا ۵۲ بیشک اس واقعہ میں ایک بڑا نشان ہے ۵۳ اور ان میں سے اکثر

اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٦٧﴾ وَ اِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿٦٨﴾

ایمان لانے والے نہ تھے ۵۴ اور آپ کا پروردگار بڑا قوت والا ہے بڑا رحمت والا ہے ۵۵

وَ اتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ اِبْرٰهِيْمَ ﴿٦٩﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَ قَوْمِهٖ

اور آپ ان لوگوں کے سامنے ابراہیم کا قصہ بیان کیجئے (اس وقت کا) جب کہ انہوں نے اپنے والد اور اپنی قوم سے کہا

وقف لازم ٨ ع ١٧ / ٤

۴۷ یعنی ظالم فرعونیوں کی حکومت، ثروت، اقبال مندی سب مٹ کر رہی۔ ۴۸ "ہا" کی ضمیر مطلق باغوں اور چشموں اور علامات امارت وغیرہ کی جانب ہے۔ خاص مصر ہی کے باغ اور چشمے مراد نہیں چنانچہ اسرائیلیوں کو ایک عرصہ کے بعد فلسطین میں حکومت مل گئی۔ اور داؤدؑ و سلیمانؑ کی زبردست بادشاہتیں قائم ہوگئیں۔ اور اگر مصر ہی کے باغ اور چشمے مراد لئے جائیں، جب بھی حضرت سلیمان کے زمانہ میں مصر کے علاقے دارالسلطنت میں شامل ہوگئے تھے۔ اور یرمیاہ نبی کے زمانہ میں تو مصر یہود کا وطن از سر نو بن گیا تھا۔ ملاحظہ ہو تفسیر انگریزی۔ ۴۹ درمیان میں ایک جملہ معترضہ آگیا تھا اب پھر اس قصہ کا تسلسل شروع ہوا۔ توریت میں ہے:- "اور جب شاہ مصر کو خبر دی گئی کہ وہ لوگ بھاگ گئے۔۔۔۔ تب اس نے اپنی گاڑیاں جوتیں اور اپنے لوگ ساتھ لئے۔ اور اس نے چھ سو چنی ہوئی گاڑیاں اور مصر کی سب گاڑیاں ساتھ لیں اور ان سب پر سردار بٹھائے۔ اور خداوند نے شاہ مصر فرعون کے دل کو سخت کردیا اور بنی اسرائیل کے پیچھے چڑھ دوڑا۔" (خروج ۱۴: ۵-۸) ۵۰ توریت میں ہے:- "اور جب فرعون نزدیک ہوا اور بنی اسرائیل نے آنکھیں اٹھائیں اور مصریوں کو اپنے پیچھے آتے ہوئے دیکھا اور وہ شدت سے ڈرے۔ تب بنی اسرائیل نے خداوند سے فریاد کی۔ اور موسیٰ سے کہا کہ کیا مصر میں قبروں کی جگہ نہ تھی کہ تو ہم کو وہاں سے بیابان میں مرنے کے لئے لایا؟" (خروج ۱۴: ۱۰ و ۱۱) ۵۱ ان لوگوں کا اپنے مقابلہ میں شاہی باقاعدہ فوج کو دیکھ کر گھبرا جانا ایک حد تک امر طبعی تھا۔ لیکن حضرت موسیٰ کو وعدۂ نصرت الٰہی پر بھروسہ تھا۔ آپ نے پیمبرانہ وقار و مسکنت کیساتھ فرمایا کہ گھبراؤ نہیں ایسا ہرگز نہ ہونے پائے گا۔ میرے پروردگار نے میرا ساتھ کہیں چھوڑ تھوڑے ہی دیا ہے۔ وہ مخلصی کی راہیں ابھی ابھی مجھے دکھا کر رہے گا۔ توریت میں ہے:- "تب موسیٰ نے لوگوں کو کہا، خوف نہ کرو، کھڑے رہو، اور خداوند کی نجات دیکھو، جو آج کے دن وہ تمہیں دیوے گا۔ کیونکہ ان مصریوں کو جنہیں تم آج دیکھتے ہو، تم انہیں پھر تا ابد نہ دیکھو گے۔ خداوند تمہارے لئے جنگ کرے گا، اور تم چپ چاپ رہو گے۔" (خروج ۱۴: ۱۳ و ۱۴)

مرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ "ان دس آیتوں کے مجموعہ میں مسئلۂ تدبیر و ترک تدبیر کے درمیان اعتدال و توسط کی تعلیم ہے۔ تدبیر تو یہ بتائی گئی کہ بنی اسرائیل کو لیکر شبا شب چلے جاؤ۔ پھر جب انہوں نے پکڑے جانے کا اندیشہ ظاہر کیا، جس سے مقصود یہ تھا کہ کچھ اور تدبیر کی جائے، تو موسیٰ نے ان کو ان معی ربی سیھدین فرما کر یہ تبلایا کہ حق تعالیٰ کی تدبیر کے ہوتے ہوئے ہماری کسی تدبیر کی ضرورت نہیں اور عارف کی بھی یہی شان ہے کہ وہ تمسک کرتا ہے اسباب سے۔ مگر توسط کے ساتھ اور اس میں مبالغہ نہیں کرتا۔"

۵۲ بحر قلزم کے کنارے فرعونیوں کے غرق ہونے پر مفصل حاشیے سورۂ بقرہ پ ۱ میں گذر چکے۔ کالطود العظیم۔ ابن مسعودؓ اور ابن عباسؓ صحابیوں اور متعدد تابعین سے معنی یہی بڑی پہاڑی کے منقول ہیں۔ ای کالجبل الکبیر قالہ ابن مسعود و ابن عباس و محمد بن کعب وقتادۃ والضحاک وغیرہم (ابن کثیر) ثَمَّ۔ یعنی وہیں۔ اسی مقام تک۔ ای هنالك قال ابن عباس وعطاء الخراسانی وقتادۃ والسدی (ابن کثیر) الاٰخرین۔ یعنی فرعون اور فرعونیوں کو۔ یعنی قوم فرعون (معالم) فرعون وجنودہ (ابن کثیر) فَاَوْحَيْنَا الخ۔ صاحب روح المعانی نے لکھا ہے کہ حق تعالیٰ تو بغیر عصائے موسیٰ کی ضرب کے بھی سمندر میں راستہ بنا دینے پر قادر تھا، لیکن اس واسطہ کے اختیار کرنے سے موسیٰ کلیم اللہ کی بھی عظمت کا اظہار ہوگیا۔ اور مرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ اولیاء اللہ کے ساتھ خوارق کے ظاہر کرنے کی یہی حکمت ہوتی ہے اور اسی لئے اسے کہتے بھی کرامات ہی ہیں ۵۳ (اللہ کی قدرت و حکمت کا اور مخالفین حق کی سزایابی کا) ای فی هٰذه القصة وما فیها من العجائب والنصر والتائید لعباد اللہ المؤمنین لدلالة وحجة قاطعة وحکمة بالغة (ابن کثیر) ۵۴ یعنی قوم فرعون و اہل مصر میں سے۔ ای من اهل مصر ای اکثر قوم فرعون وهم القبط (بحر) بعض نے رسول اللہ کے معاصر کفار اہل عرب بھی مراد لئے ہیں۔ ۵۵ چنانچہ صفت عزیز کے تقاضہ سے وہ جب اور جسے چاہے سزا دیدے۔ لیکن صفت رحیم کے تقاضہ سے فوراً گرفت نہیں کرتا بلکہ بہت موقع دیتا رہتا ہے۔

أٰذَنَ لَكُمْ ۚ إِنَّهُۥ لَكَبِيرُكُمُ ٱلَّذِى عَلَّمَكُمُ ٱلسِّحْرَ فَلَسَوْفَ

تمہیں اجازت دوں ضرور یہی تمہارا سردار ہے جس نے تمہیں جادو سکھایا ہے اچھا تو تمہیں ابھی

تَعْلَمُونَ ۚ لَأُقَطِّعَنَّ أَيْدِيَكُمْ وَأَرْجُلَكُم مِّنْ خِلَٰفٍ

حقیقت معلوم ہوئی جاتی ہے میں تمہارے ہاتھ کاٹوں گا ایک طرف کے اور تمہارے پاؤں دوسری طرف کے

وَلَأُصَلِّبَنَّكُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٤٩﴾ قَالُوا۟ لَا ضَيْرَ ۖ إِنَّآ إِلَىٰ

اور سولی پر تم سب کو چڑھاؤں گا ۴۲ (جادوگر) بولے کچھ ہرج نہیں ہم اپنے پروردگار

رَبِّنَا مُنقَلِبُونَ ﴿٥٠﴾ إِنَّا نَطْمَعُ أَن يَغْفِرَ لَنَا رَبُّنَا خَطَٰيَٰنَآ

کے پاس جا پہنچیں گے ۴۳ ہم امید رکھتے ہیں کہ ہمارا پروردگار ہماری خطاؤں کو معاف کرے

أَن كُنَّآ أَوَّلَ ٱلْمُؤْمِنِينَ ﴿٥١﴾ وَأَوْحَيْنَآ إِلَىٰ مُوسَىٰٓ أَنْ

اس لئے کہ ہم سب سے پہلے ایمان لے آئے ۴۴ اور ہم نے موسیٰ کو وحی بھیجی کہ راتوں رات

أَسْرِ بِعِبَادِىٓ إِنَّكُم مُّتَّبَعُونَ ﴿٥٢﴾ فَأَرْسَلَ فِرْعَوْنُ فِى

میرے (ان) بندوں کو لیکر نکل جاؤ۔ تم لوگوں کا پیچھا (بھی) کیا جائیگا ۴۵ فرعون نے شہروں

ٱلْمَدَآئِنِ حَٰشِرِينَ ﴿٥٣﴾ إِنَّ هَٰٓؤُلَآءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِيلُونَ ﴿٥٤﴾

میں ہرکارے بھیجے کہ یہ لوگ ایک چھوٹی سی جماعت ہیں

وَإِنَّهُمْ لَنَا لَغَآئِظُونَ ﴿٥٥﴾ وَإِنَّا لَجَمِيعٌ حَٰذِرُونَ ﴿٥٦﴾

اور انہوں نے ہم کو بہت غصہ دلایا ہے اور ہم سب کو ان سے خطرہ ہے ۴۶

فَأَخْرَجْنَٰهُم مِّن جَنَّٰتٍ وَعُيُونٍ ﴿٥٧﴾ وَكُنُوزٍ وَمَقَامٍ

پھر ہم نے انہیں نکال باہر کیا باغوں اور چشموں اور خزانوں اور عمدہ

ع ٣ / ٨

۴۲ سولی پر چڑھانے اور اعضا کے قطع کر دینے کی سزائیں مصری حکومت میں رائج تھیں مفصل حاشیہ کے لئے ملاحظہ ہوں سورۂ اعراف پ ۹ کے حاشیے۔ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ۔ قبل کے معنی یہاں پیشتر کے نہیں، اور نہ یہ مراد ہے کہ اگر فرعون سے اجازت لے لی جاتی تو وہ اسکی اجازت دے دیتا۔ بلکہ معنی بغیر یا بدون کے ہیں اور قبل کے اس مفہوم نفی پر حاشیہ اس سے قبل گذر چکا ہے۔ ۴۳ رجوع حقیقی امن و عافیت اور دائمی راحت کا ٹھکانا ہے۔ اللہ اللہ توحید کا عقیدہ بھی سکون خاطر بہم پہنچا دینے میں کس درجہ مؤثر ہوتا ہے! ۴۴ "سب سے پہلے" یعنی مخالفین و منکرین کے اس مجمع میں سب سے پہلے۔ یا قوم فرعون میں سب سے پہلے۔ ~~فالمراد لان کنا اول المؤمنین من الجماعة الذین حضروا ذلك الموقف (کبیر) ای من اهل زماننا (معالم) ان~~ ~~یہاں لان کے مرادف ہے یعنی "اس لئے کہ" یا "اس بنا پر کہ"~~ ~~معناه لان کنا (کشاف) ای بسبب انا بادرنا قومنا من القبط الی الایمان (ابن کثیر)~~ ۴۵ اب یہ قصہ بعد کا ہے۔ جب حضرت موسیٰ کو تبلیغ کرتے ایک عرصہ گذر گیا۔ اور فرعون کی طرف سے اسرائیلیوں پر سلسلۂ آزار جاری رہا تو اب حضرت موسیٰ کو حکم الٰہی یہ ملا کہ ایک روز راتی رات اپنی قوم کو لے کر نکل جاؤ اگرچہ فرعون تمہارا تعاقب زبردست کریگا۔ ۴۶ (امن عامہ کی خاطر انکا قلع قمع فوراً کر دینا چاہیئے) آج بھی قاہر اور چنگیزی حکومتیں اسی قسم کے اعلان شائع کرتی رہتی ہیں کہ بس ایک مٹھی بھر لوگ ہمارے خلاف شورش پھیلا رہے ہیں اور طرح طرح کی حرکتیں امن سوزی اور قانون شکنی کی کر رہے ہیں۔ اس لئے امن عامہ کی خاطر انہیں دبا ہی دینا چاہیئے۔ قلیلون سے اشارہ علاوہ قلت تعداد کے، ان لوگوں کی بے وقعتی اور کم حیثیتی کا بھی نکلتا ہے۔ ~~یجوز ان یرید بالقلة الذلة لا قلة العدد والمعنی انهم لقلتهم لا یبالی بهم ولا یتوقع غلبهم و علوهم (کبیر)~~

۳۴ جادوگر دار السلطنت میں آکر اکٹھے ہوئے مقابلہ کا وقت و مقام طے پاگیا۔ اور عام منادی سرکار کی طرف سے کردی گئی کہ سب لوگ آکر غلبۂ حق (یعنی سرکاری مذہب کے غلبہ) کا تماشہ دیکھیں۔ نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ۔ ساحروں کی راہ کے اتباع پر حیرت نہ ہو یہی ساحر دین مصری کے اعیان و اساطین تھے۔ ساحر مصری تمدن میں باکمال ماہرینِ سائنس اور محققین مذہب دونوں کی حیثیت رکھتے تھے۔ ان ..... الغٰلِبِيۡنَ فرعون کو تو یقین تھا کہ ہمارے ہی جادوگروں کی پارٹی کامیاب رہے گی۔ اور اسی کو صداقت و حقانیت کا معیار قرار دیکر اس نے

وَّقِيۡلَ لِلنَّاسِ هَلۡ اَنۡتُمۡ مُّجۡتَمِعُوۡنَ ۙ ﴿۳۹﴾ لَعَلَّنَا نَـتَّبِعُ

لوگوں سے کہہ دیا گیا کہ جمع ہو جاؤ تاکہ جادوگر اگر غالب ہو

السَّحَرَةَ اِنۡ كَانُوۡا هُمُ الۡغٰلِبِيۡنَ ﴿۴۰﴾ فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ

جائیں تو ہم انہیں کی راہ پر رہیں ۳۴ پھر جب جادوگر آئے

قَالُوۡا لِفِرۡعَوۡنَ اَئِنَّ لَنَا لَاَجۡرًا اِنۡ كُنَّا نَحۡنُ الۡغٰلِبِيۡنَ ﴿۴۱﴾

تو فرعون سے بولے کہ ہم کو کوئی (بھاری) انعام ملے گا نا؟ اگر ہم غالب رہے ۳۵

قَالَ نَعَمۡ وَاِنَّكُمۡ اِذًا لَّمِنَ الۡمُقَرَّبِيۡنَ ﴿۴۲﴾ قَالَ لَهُمۡ

(فرعون نے) کہا ضرور اور تم اس صورت میں ہمارے مقربوں میں داخل ہو جاؤ گے ۳۶ موسیٰ نے ان

مُّوۡسٰٓى اَلۡقُوۡا مَاۤ اَنۡتُمۡ مُّلۡقُوۡنَ ﴿۴۳﴾ فَاَلۡقَوۡا حِبَالَهُمۡ وَ

لوگوں سے کہا، ڈال چلو جو کچھ تمہیں ڈالنا ہو سو انہوں نے ڈالیں اپنی رسیاں اور

عِصِيَّهُمۡ وَقَالُوۡا بِعِزَّةِ فِرۡعَوۡنَ اِنَّا لَـنَحۡنُ الۡغٰلِبُوۡنَ ﴿۴۴﴾

اپنی لاٹھیاں ۳۷ اور کہنے لگے کہ فرعون کے اقبال کی قسم ۳۸ غالب یقیناً ہم ہی رہیں گے

فَاَلۡقٰى مُوۡسٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِىَ تَلۡقَفُ مَا يَاۡفِكُوۡنَ ۖ ﴿۴۵﴾

پھر موسیٰ نے اپنا عصا ڈال دیا سو وہ لگا نگلنے انکے بنائے ہوئے گورکھ دھندے کو ۳۹

فَاُلۡقِىَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيۡنَ ۙ ﴿۴۶﴾ قَالُوۡۤا اٰمَنَّا بِرَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ۙ ﴿۴۷﴾

سو جادوگر سجدہ میں گر پڑے ۴۰ بولے کہ ہم ایمان لے آئے پروردگار عالم پر

رَبِّ مُوۡسٰى وَهٰرُوۡنَ ﴿۴۸﴾ قَالَ اٰمَنۡتُمۡ لَهٗ قَبۡلَ اَنۡ

موسیٰ و ہارون کے پروردگار پر ۴۱ (فرعون نے) کہا تم اس پر ایمان لے آئے بغیر اس کے کہ میں

پکار کرادی تھی کہ آؤ سب لوگ اپنے ملکی اور سرکاری ماہرین فن کے کمالات کا مشاہدہ کرو اور مشاہدہ کے بعد اپنے اسی دین فرعونی کی صداقت پر اور زیادہ جم جاؤ۔ ۳۵ طالبان دنیا کی نظر مہارت و کمالِ فن کے باوجود عموماً نفع عاجل ہی پر رہتی ہے ——— برطانوی حکومت کے زمانہ میں ہندوستانیوں سے جب کوئی بڑا کارنمایاں انجام پاجاتا تھا، تو یہ برابر توقع خان بہادری کی، رائے بہادری کی، اور نائٹ ہڈ کی، اور دوسرے خطابات کی رکھتے تھے۔ ۳۶ فرعون نے کہا کہ انعام محض مالی ہی نہ رہے گا، بلکہ "اسٹیٹ"، تمہاری اور بھی ہر طرح سرپرستی کرے گی۔ مال و جان دونوں سے تمہاری حوصلہ افزائی ہوگی۔ ۳۷ (اور وہ سحر کے اثر سے سب کو سانپ دکھائی دینے لگیں) مصری عقائد میں سانپ کو بڑی اہمیت حاصل تھی۔ قال ...... القوا۔ موسیٰ علیہ السلام کے قول سے کیا یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ سحر کی اجازت دے رہے تھے؟ سحر ایسی معصیت ہے جو محض فسق ہی نہیں، بلکہ اس کے ڈانڈے کفر سے ملے ہوئے ہیں۔ تو کیا پیمبر اپنی رضا، کفر یا تقریباً کفر کو دے رہے تھے؟ صاحبِ روح المعانی کہتے ہیں کہ اس میں بظاہر امر ہے سحر کرنے کا، لیکن درحقیقت آپ نے انہیں اس عمل کا حکم دیا، جو آپ کو الہام یا فراست یا قرائن سے معلوم ہوگیا تھا کہ وہ کر کے رہیں گے۔ مقصود آپ کا رد تھا اس سحر کا اور خود وہ رد موقوف تھا سحر کے اظہار پر۔ بالکل ایسی ہی بات۔ جیسے زندیق سے کہا جائے کہ اپنے دعوئ باطل پر دلیل قائم کر، اور مقصود اس دلیل کا ابطال ہو۔ امام رازیؒ نے لکھا ہے کہ شبہ کے مٹانے کے لئے جب یہی صورت تھی تو یہ امر جائز ہوگیا تھا۔ لما تعین ذلك طریقا الی کشف الشبهة صار جائزا (کبیر) عارف تھانویؒ نے یہاں سے یہ مسئلہ پیدا کیا ہے کہ بعض مشائخ سے جو کھلے ہوئے منکرات پر چشم پوشی منقول ہے۔ اسکی تہ میں کوئی مصلحت دینی ہی ہوتی ہے جو اس وقت خفی ہوتی ہے۔ اور بعد کو واضح ہوجاتی ہے۔ ۳۸ بِعِزَّةِ فِرۡعَوۡنَ ایسا ہی فقرہ ہے جیسا آج میلوں ٹھیلوں، کانگریس وغیرہ کے موقع پر "بھارت ماتا کی جے"، "سری رامچندر کی جے"، وغیرہ کے نعرے لگائے جاتے ہیں۔ ۳۹ (یعنی جادو کے ان مصنوعی سانپوں کو) ۴۰ (موسیٰ علیہ السلام کے معجزہ سے متاثر اور اس کے سامنے لاجواب اور بے بس ہوکر) ۴۱ یعنی شرک چھوڑ کر توحید پر ایمان لے آئے۔ "پروردگار عالم" کے تخیل ہی سے یہ اب تک ناآشنا تھے، اور اس کا نام بھی انہوں نے انہیں دونوں پیمبروں کی زبان سے سنا تھا۔

وَمَا بَيْنَهُمَا ۖ إِن كُنتُمْ تَعْقِلُونَ (٢٨) قَالَ لَئِنِ اتَّخَذْتَ
اور جو کچھ انکے درمیان ہے اس سب کا، اگر تم عقل سے کام لو ٢٧ (فرعون) بولا اگر تم نے میرے سوا اور
إِلَٰهًا غَيْرِي لَأَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُونِينَ (٢٩) قَالَ أَوَلَوْ
کوئی معبود تجویز کیا تو میں تمہیں قید میں ڈال دونگا ٢٨ (موسیٰ نے) کہا اور جو
جِئْتُكَ بِشَيْءٍ مُّبِينٍ (٣٠) قَالَ فَأْتِ بِهِ إِن كُنتَ مِنَ
میں کوئی کھلی ہوئی بات پیش کردوں تو؟ ٢٩ (فرعون) بولا، اچھا تو وہ لاؤ اگر تم
الصَّادِقِينَ (٣١) فَأَلْقَىٰ عَصَاهُ فَإِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِينٌ (٣٢)
سچے ہو پھر (موسیٰ نے) اپنی لاٹھی ڈال دی، سو وہ یک بیک ایک نمایاں اژدہا بن گیا ٣٠
وَنَزَعَ يَدَهُ فَإِذَا هِيَ بَيْضَاءُ لِلنَّاظِرِينَ (٣٣) قَالَ لِلْمَلَإِ
اور اپنا ہاتھ (گریبان سے) باہر نکالا تو وہ یک بیک دیکھنے والوں کی نظر میں بہت ہی چمکدار ہو گیا ٣١ (فرعون نے)
حَوْلَهُ إِنَّ هَٰذَا لَسَاحِرٌ عَلِيمٌ (٣٤) يُرِيدُ أَن يُخْرِجَكُم
اپنے اہل دربار سے جو اسکے آس پاس تھے کہا کہ یہ بڑا ماہر جادوگر ہے چاہتا ہے کہ تمہیں تمہارے ملک سے
مِّنْ أَرْضِكُم بِسِحْرِهِ فَمَاذَا تَأْمُرُونَ (٣٥) قَالُوا أَرْجِهْ
اپنے جادو کے زور سے نکال دے ٣٢ سو اب کیا کہتے ہو؟ (درباریوں نے) کہا کہ آپ اسے
وَأَخَاهُ وَابْعَثْ فِي الْمَدَائِنِ حَاشِرِينَ (٣٦) يَأْتُوكَ بِكُلِّ
اور اسکے بھائی کو کچھ مہلت دیجئے اور شہروں میں ہرکاروں کو بھیج دیجئے کہ وہ جمع کرکے ماہر فن
سَحَّارٍ عَلِيمٍ (٣٧) فَجُمِعَ السَّحَرَةُ لِمِيقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُومٍ (٣٨)
جادوگروں کو آپکے پاس لے آئیں ٣٣ چنانچہ جادوگر ایک معین دن کے خاص وقت پر جمع کر لئے گئے

٢ ع ٢٤ ٦

٢٧ معری شرک کی تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو تفسیر انگریزی۔ سورج دیوتا کی پوجا کرنے والوں کے مقابلہ میں اللہ کو مشرق و مغرب کے خدائے واحد اور مالک کی حیثیت سے پیش کرنا بہت ہی بلیغ ہے۔
٢٨ ہندوستان میں سورج بنسی خاندان کی طرح مصر میں بھی ایک نسل رب الارباب یعنی سورج دیوتا کی نسل سے تھی۔ بادشاہِ وقت یا فرعون، اسی نسل کا سب سے بڑا نمائندہ اور سورج دیوتا کا مظہر یا اوتار ہوتا تھا۔ اسکی پرستش عین سورج دیوتا کی پرستش تھی۔ آج کے زمانہ (یعنی ١٩٤٥ء) میں اسکی قریب ترین مثال ڈھونڈنا ہو تو ملک جاپان کے فرمانروا میکاڈو کو پیش نظر رکھا جائے۔ جاپانی میکاڈو کو محض بادشاہ نہیں، خدا یا بڑا دیوتا سمجھتے ہیں۔ اور سب معاملات اس کے ساتھ وہی برتتے ہیں جو سب سے بڑے دیوتا کے ساتھ برتنے چاہئیں۔ ملاحظہ ہو تفسیر انگریزی۔ مِنَ الْمَسْجُونِينَ۔ فرعون کے زمانہ کے جیل اپنے شدائد کیلئے مشہور تھے۔ فرعون کی اس دھمکی میں یہ مضمون بھی شامل ہے کہ ان قیدیوں کا حال زار دیکھ لو یہی نوبت تمہاری بھی آنا ہے۔ ٢٩ فرعون اور فرعونی سحر وغیرہ کے خرافات میں غرق تھے۔ جب حضرت موسیٰ نے دیکھا کہ نفس مسائل و حقائق ان لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتے، تو فرمایا کہ تم جو خرقِ عادت ہی کو دلیل صداقت اور معیار حقانیت قرار دیتے ہو تو کہو، میں بھی کوئی خارقِ عادت ہی پیش کروں۔ ٣٠ نمایاں یعنی ایسا جسے سب نے دیکھا۔ حاشیے سورۂ اعراف پ ٩ میں گذر چکے۔ ثُعْبَان۔ ثعبان اور حیۃ میں فرق یہ ہے کہ ثعبان میں پہلو سانپ کے حجم اور قدو قامت کی بڑائی کا زیادہ ہے یعنی خوب موٹا تازہ سانپ۔ اور حیۃ میں اسکی تیز رفتاری کا۔ یعنی بڑی تیزی سے دوڑنے والا سانپ۔ امام رازیؒ نے کہا ہے کہ حیۃ ہر قسم کے سانپ کے لئے عام ہے۔ ثعبان اسے اس کی بڑائی کے لحاظ سے کہا گیا ہے۔ اور جان اسے اس کے ہلکے پھلکے ہونے اور تیز رفتاری کی بنا پر۔ ~~اما الحیۃ فھی اسم الجنس ثم انھا لکبرھا صارت ثعبانا وشبھھا بالجان لخفتھا وسرعتھا وکبرا~~ ٣١ "بہت ہی چمکدار" یعنی اسکو بھی سب نے نظر حسّی سے دیکھا۔ توریت میں یہ معجزات حضرت ہارون کی جانب منسوب ہیں۔ قرآن نے حسب معمول اس موقع پر بھی توریت کی تصحیح کرکے بتایا کہ یہ معجزات حضرت موسیٰؑ کے تھے ٣٢ (اور خود مع اپنی قوم کے حکومت کرے) انسان اپنے ہی نفس پر دوسروں کو قیاس کرتا ہے، اور اپنے ہی ظرف کے پیمانہ سے سب کو ناپتا ہے۔ خارق عادت کی کوئی توجیہ ان مشرکوں کے ذہن میں آ ہی نہیں سکتی تھی بجز سحر و ساحری کے۔ اور تبلیغ دین حق کا کوئی محرک ان کے خیال میں اور کوئی ہو ہی نہیں سکتا تھا بجز ہوس ملک گیری و اقتدار دنیوی کے۔ ٣٣ (اور پھر وہ جادوگر مقابلہ کرکے اس نئے ساحر کا زور توڑیں) سَحَّار صیغۂ مبالغہ ہے ساحر کا۔ یعنی بڑے ماہر فن سلحر۔ علیم اسی صفت کو اور بڑھا رہا ہے مطلب یہ ہے کہ سرکاری ماہرین فن بڑے بڑے باکمال تھے۔ سحر مصری تمدن میں آج کل کی طرح کوئی حقیر و بے حقیقت چیز نہ تھی۔ سائنس کی اعلیٰ شاخوں کی طرح اس کا شمار علوم عالیہ میں تھا۔ اور ساحر کا مرتبہ وہ تھا جو آج سائنس کے کسی اکسپرٹ کا ہوتا ہے۔ حٰشِرِيْنَ یعنی وہ جو جمع کرکے لائیں۔

ـلـه (اے موسیٰ) موسیٰ علیہ السلام کی تعلیم و تربیت سب شاہی ظلِ عاطفت میں ہوئی تھی۔ اور آپ قصرِ فرعونی میں سالہا سال تک رہے۔ قیام کی مدت روایات یہود میں مختلف آئی ہے۔ کوئی کہتا ہے ۱۸ سال کی عمر تک اور کوئی کہتا ہے ۲۰ سال
کی عمر تک اور کسی کسی کی روایت ہے کہ چالیس برس کی عمر تک۔ وَلِیدًا۔ ولید وہ لڑکا ہے جس کی پیدائش کا ابھی تھوڑا ہی زمانہ گذرا ہے۔ الولید یقال لمن قرب عھدہ بالولادۃ (راغب) ـ۱۸ـه اشارہ ہے اس نادانستہ
قتل کی جانب۔ مفصل ذکر سورۂ قصص میں آئے گا۔ معناہ وانت ممن عادتہ کفران النعم (کبیر) فرعون غصہ اور طنز کے ساتھ کہہ رہا ہے کہ تم جو یہ سرکاری دھرم (State, Religion) قومی دین (National, Religion) کے
مقابلہ میں نیا دین گڑھ کر لائے ہو، تو اس میں نئی بات کون سی ہے، تم تو شروع ہی سے اپنے محسنوں سے غداری کرتے آئے ہو۔ ـ۱۹ـه (سو حقیقۃً قصوروار تو میں اس وقت بھی نہ تھا) حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جرم
قتل عمد سے تبری لفظ ضالین میں آجاتی ہے۔ ضال کے معنی ہی ہیں انجان کوئی حرکت کر بیٹھنے والا۔ تنبیہ ان ذٰلک منہ سہو (راغب) المراد بذٰلک الذاھلین من معرفۃ ما یؤول الیہ من القتل (کبیر)

سِنِیْنَ ﴿۱۸﴾ وَ فَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِیْ فَعَلْتَ وَ اَنْتَ مِنَ
رہا کئے ـلـه اور تم نے وہ حرکت بھی تو کی جو کی تھی اور تم بڑے
الْكٰفِرِیْنَ ﴿۱۹﴾ قَالَ فَعَلْتُهَاۤ اِذًا وَّ اَنَا مِنَ الضَّآلِّیْنَ ﴿۲۰﴾ فَفَرَرْتُ
ناشکرے ہو ـلـه (موسیٰ نے) کہا (واقعی) میں وہ حرکت کر بیٹھا تھا اور مجھ سے (نادانستہ) غلطی ہو گئی تھی ـ۱۹ـه
مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ فَوَهَبَ لِیْ رَبِّیْ حُكْمًا وَّ جَعَلَنِیْ
پھر جب مجھے ڈر لگا تو میں تمہارے ہاں سے مفرور ہو گیا، پھر میرے پروردگار نے مجھے حکمت عطا کی اور مجھے
مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۲۱﴾ وَ تِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَیَّ اَنْ عَبَّدْتَّ
پیمبروں میں شامل کر دیا ـ۲۰ـه اور یہی وہ احسان ہے جسکا تو بار مجھ پر رکھ رہا ہے کہ تو نے
بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ ﴿۲۲﴾ قَالَ فِرْعَوْنُ وَ مَا رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۲۳﴾
بنی اسرائیل کو سخت غلامی میں ڈال رکھا ہے ـ۲۱ـه فرعون نے کہا کہ اچھا پروردگار عالم کیا چیز ہے؟ ـ۲۲ـه
قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَیْنَهُمَا اِنْ كُنْتُمْ
(موسیٰ نے) کہا کہ وہ پروردگار ہے آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ انکے درمیان ہے اس (سب) کا، اگر تم کو
مُّوْقِنِیْنَ ﴿۲۴﴾ قَالَ لِمَنْ حَوْلَهٗۤ اَلَا تَسْتَمِعُوْنَ ﴿۲۵﴾ قَالَ رَبُّكُمْ
یقین حاصل کرنا ہو ـ۲۳ـه (فرعون نے) اپنے اردگرد والوں سے کہا کہ تم لوگ (کچھ) سنتے ہو؟ ـ۲۴ـه (موسیٰ نے) کہا وہ
وَ رَبُّ اٰبَآىٕكُمُ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۲۶﴾ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِیْۤ
پروردگار ہے تمہارا اور پروردگار ہے تمہارے اگلے بزرگوں کا ـ۲۵ـه (فرعون) بولا کہ یہ تمہارا رسول جو
اُرْسِلَ اِلَیْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ ﴿۲۷﴾ قَالَ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ
تمہاری طرف رسول ہو کر آیا ہے یہ تو مجنون ہے ـ۲۶ـه (موسیٰ نے) کہا وہ پروردگار ہے مشرق و مغرب کا

المراد انی فعلت ذٰلک الفعل وانا ذاھل من کونہ مھلکًا وکان منی فی حکم السھو (کبیر) عن قتادۃ انہ فعل ذٰلک جاھلًا بہ غیر متعمد ایاہ (روح) ضلال کا لفظ ارادی وغیر ارادی، بڑی اور چھوٹی ہر غلطی کے لئے عام ہے۔ یقال الضلال بکل عدول عن المنھج عمدًا کان او سھوًا یسیرًا کان او کثیرًا (راغب) اور اسی لئے اس کا اطلاق ضلال انبیاء وضلال کفار دونوں پر ہوتا ہے حالانکہ اس ضلال اور اُس ضلال کے درمیان زمین و آسمان کا فرق ہے۔ صح ان یستعمل لفظ الضلال ممن یکون منہ خطأً ما ولذٰلک نسب الضلال الی الانبیاء والی الکفار وان کان بین الضلالین بون بعید (راغب) ـ۲۰ـه (چنانچہ اب میں خدا ہی کے حکم سے اسکے پیمبر کی حیثیت سے آیا ہوں) پیمبری کی استعداد خطاءِ عمد کے منافی ہے، نہ کہ اتفاقی غلطی بھول چوک کے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی یہ گفتگو فرعون کے سامنے بہت ہی سبق آموز ہے۔ قتل ظاہر بیں دنیا کی نگاہ میں ایک کھلا ہوا دینی جرم ہے اور فرار ایک اخلاقی جرم۔ آپ ان دونوں ظاہری جرموں کا اقرار کھلے لفظوں میں اپنے کھلے ہوئے دشمن سے کر رہے ہیں حالانکہ دنیا اس قسم کی کمزوریوں کو شدت سے چھپاتی ہے ——— مخلصین صادقین کے اخلاق ایسے ہی ہوتے ہیں۔

ـ۲۱ـه یہ حضرت موسیٰ کی طرف سے فرعون کے احسان جتلانے کا جواب ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ مجھے پرورش کا جو احسان تو جتلاتا ہے خود اس کی بھی تو حقیقت یہ ہے کہ تیرے ہی ظلم کے باعث مجھے دریا میں بہا دیا گیا۔ تیرے گھر والوں نے لاوارث سمجھ کر نکال لیا اور پرورش کی۔ نہ یہ تیرا شدید ظلم اسرائیل کے بچوں پر ہوتا اور نہ مجھے یوں دریا میں ڈالا جاتا۔ محققین نے یہاں سے یہ استنباط کیا ہے کہ کافر کا مجرد کفر اس کے احسان کو باطل کرنے کے لئے کافی نہیں۔ اعلم ان فی الاٰیۃ دلالۃ علیٰ ان کفر الکافر لا یبطل نعمتہ علیٰ من یحسن الیہ ولا یبطل منتہ (کبیر) ـ۲۲ـه سوال فرعون کی طرف سے ہو رہا ہے۔ جو مجسمہ شرک تھا، عقیدۂ توحید سے تمامتر ناآشنا۔ مصری عقیدہ میں سورج دیوتا سب سے بڑا دیوتا تھا اور خود فرعون اسکا اوتار یا مظہر۔ اسے بڑی حیرت ہوئی کہ موسیٰ یہ انوکھا لفظ رب العالمین کیا بول رہے ہیں؟ عالمگیر ربوبیت کا تخیل ہی مشرکانہ دماغ کی گرفت سے باہر رہتا ہے۔ جاہلی دماغ الگ الگ اصناف موجودات کے دیوی دیوتا تو سمجھ لیتا ہے، لیکن اس حقیقت کے قبول کرنے میں وہ اپنے کو تنگ پاتا ہے کہ کوئی ایک پروردگار ساری کائنات کا ہے۔ توریت میں ہے "فرعون نے کہا کہ خداوند کون ہے کہ میں اس کی آواز کو سنوں کہ بنی اسرائیل کو جانے دوں؟ میں خداوند کو نہیں جانتا اور نہ میں بنی اسرائیل کو جانے دونگا" (خروج ۵: ۲) ـ۲۳ـه موسیٰ علیہ السلام اپنے جواب میں سب سے زیادہ زور پروردگار عالم کی صفت ہمہ گیری پر دے رہے تھے۔ یعنی دائرۂ امکان میں کوئی شے بھی اس کی خالقیت، مالکیت، اور ربوبیت سے باہر

نہیں۔ مصریوں کے ہاں آسمان، زمین اور فضائے درمیانی تینوں کے خدا الگ الگ تھے۔ قرآن مجید نے حضرت موسیٰ کے جواب کے الفاظ سے اس طرف بھی اشارہ کر دیا۔ قَالَ ..... وَمَا بَیْنَهُمَا۔ اس سے یہ استدلال بھی
کیا گیا ہے کہ حق تعالیٰ صورت و جسم سے پاک ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو یہ موقع تھا کہ حضرت موسیٰ حضرت باری کی شکل و صورت کو بیان کر جاتے۔ الاٰیۃ تدل علی انہ تعالیٰ لیس بجسم (کبیر) ـ۲۴ـه (کہ یہ شخص کیسی عجیب و غریب باتیں بے پر
کی اڑا رہا ہے!) لِمَنْ حَوْلَهٗ سے مراد اہل دربار ہیں۔ ای اشراف قومہ (کشاف) التفت فرعون الی من حولہ من ملاٸہ و رؤساء دولتہ (ابن کثیر) سب کے سب عقیدۂ توحید سے یکسر ناآشنا و نامانوس تھے۔ ـ۲۵ـه یعنی
وہی ایک خدا ساری کائنات خارجی کا بھی ہے اور ساری نوع انسانی کا بھی۔ ہمیشہ سے ہے ہمیشہ رہے گا۔ مصری مذہب انسانی آبادی کو مختلف بستیوں اور جغرافی ٹکڑوں میں تقسیم کئے ہوئے تھا اور سب کے
دیوی دیوتا الگ الگ تھے۔ ملاحظہ ہو تفسیر انگریزی۔ مصریوں کا ایک عقیدہ یہ بھی تھا کہ خود مردہ اسلاف ہی معبودیت کے درجہ کو پہنچ جاتے تھے۔ حضرات انبیاء سب سے زیادہ حریص تبلیغ توحید ہی کے ہوتے
ہیں۔ اپنے بیان میں اسی کو سب پر مقدم رکھتے ہیں۔ ـ۲۶ـه (جب ہی تو ایسی بہکی بہکی باتیں کر رہا ہے کہ تعدد آلہہ ہی سے انکار کر رہا ہے!) آج بھی دنیا کی مشرک قوموں کی سمجھ ہی میں یہ نہیں آتا کہ توحید
خالص بھی کوئی صحیح مسلک ہو سکتا ہے۔

وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝۸ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ
لیکن ان میں کے اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے اور بیشک آپ کا پروردگار (بڑا) غالب ہے
الرَّحِيْمُ ۝۹ وَاِذْ نَادٰى رَبُّكَ مُوْسٰٓى اَنِ ائْتِ الْقَوْمَ
(بڑا) رحیم ہے ۷ اور (انہیں اسوقت کا قصہ یاد دلائیے) جب آپ کے پروردگار نے موسیٰ کو پکارا ۸ کہ تم ان
الظّٰلِمِيْنَ ۝۱۰ قَوْمَ فِرْعَوْنَ ۭ اَلَا يَتَّقُوْنَ ۝۱۱ قَالَ رَبِّ اِنِّيْٓ
ظالم لوگوں یعنی قوم فرعون کے پاس جاؤ ۹ کیا یہ لوگ نہیں ڈرتے؟ وہ بولے کہ اے میرے پروردگار
اَخَافُ اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ ۝۱۲ وَيَضِيْقُ صَدْرِيْ وَلَا يَنْطَلِقُ
مجھے بس اسی کا اندیشہ ہے کہ وہ مجھے جھٹلائیں گے ۱۰ اور میرا سینہ تنگ ہونے لگتا ہے اور میری زبان (خوب)
لِسَانِيْ فَاَرْسِلْ اِلٰى هٰرُوْنَ ۝۱۳ وَلَهُمْ عَلَيَّ ذَنْۢبٌ فَاَخَافُ
نہیں چلتی ہے ۱۰ سو تو ہارون کے پاس (بھی وحی) بھیج دے ۱۱ اور میرے ذمہ ان لوگوں کا ایک جرم بھی ہے سو مجھے اندیشہ
اَنْ يَّقْتُلُوْنِ ۝۱۴ قَالَ كَلَّا ۚ فَاذْهَبَا بِاٰيٰتِنَآ اِنَّا مَعَكُمْ
ہے کہ مجھے قتل ہی کر ڈالینگے ۱۲ ارشاد ہوا کہ ہرگز نہیں ۱۳ تم دونو جاؤ ہمارے احکام کے ساتھ۔ ہم خود تمہارے
مُّسْتَمِعُوْنَ ۝۱۵ فَاْتِيَا فِرْعَوْنَ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلُ رَبِّ
ساتھ سنتے رہیں گے ۱۴ سو تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ اور کہو کہ ہم پروردگار عالم کے
الْعٰلَمِيْنَ ۝۱۶ اَنْ اَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ ۝۱۷ قَالَ
رسول ہیں ۱۵ کہ تو بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ جانے دے ۱۶ (فرعون) بولا
اَلَمْ نُرَبِّكَ فِيْنَا وَلِيْدًا وَّلَبِثْتَ فِيْنَا مِنْ عُمُرِكَ
کیا ہم نے تمہیں بچپن میں پرورش نہیں کیا تھا اور تم ہم لوگوں میں اپنی اس عمر میں برسوں

ع ۱ ۹ ۸

منزل ۵

۷ (اور اسکی رحمت عام دنیا میں کافروں سے بھی متعلق ہے۔ اس لئے باوجود کمال قدرت انتقام اس نے انہیں مہلت دے رکھی ہے) الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ۔ صفت عزیز کا تقاضا یہ تھا کہ سب اسکے بس میں ہیں، وہ سب پر غالب ہے، ان مجرموں کو فوراً ہلاک کر ڈالتا۔ لیکن ساتھ ہی وہ رحیم بھی ہے۔ ~~اے هو الغالب القاهر ومع ذلك فانه رحيم بعباده (كبير)~~ ۸ (عبرت و موعظت کیلئے) اِذْ نَادٰى۔ اکابر اہل سنت کے درمیان اس پر بحث ہوئی ہے کہ یہ ندا جو حضرت موسیٰ کے کان میں آئی کون سی تھی، آیا حق تعالیٰ کا کلام قدیم غیر مخلوق، جیسا کہ امام ابو الحسن اشعری کا خیال ہے۔ یا حروف و اصوات سے مرکب آواز، جیسا کہ امام ابو منصور ماتریدی کا مسلک ہے۔ تفسیر کبیر میں دونوں قول نقل ہوئے ہیں۔ ۹ (قبل اس کے کہ میں پوری تبلیغ کر سکوں) حضرت موسیٰ نے عرض کیا کہ مجھے تعمیلِ ارشاد میں عذر ہی کیا ہو سکتا ہے۔ البتہ یہ خیال ضرور ہوتا ہے کہ وہ لوگ میری تبلیغ کے تمام ہونے سے قبل ہی میری تکذیب شروع کر دینگے۔ حضرت موسیٰ اور فرعون کا قصہ اس کے قبل بھی کئی بار آ چکا ہے۔ ۱۰ حضرت موسیٰ علیہ السلام کچھ زیادہ خوش تقریر نہ تھے۔ روایات یہود میں آتا ہے کہ بچپن میں کوئی تین چار برس کے سن میں ایک جلتا ہوا انگارہ آپ نے اپنی زبان پر رکھ لیا تھا اس سے زبان میں لکنت یا ہکلاہٹ پیدا ہو گئی تھی۔ ملاحظہ ہو حاشیہ تفسیر انگریزی ہمارے ہاں بھی روایات اس معنیٰ میں نقل ہوئی ہیں۔ توریت میں ہے "تب موسیٰ نے خداوند سے کہا کہ اے میرے خداوند میں فصاحت نہیں رکھتا نہ تو آگے سے اور نہ جب سے کہ تو نے اپنے بندے سے کلام کیا اور میری زبان اور باتوں میں لکنت ہے۔" (خروج ۲: ۱۰) آیت سے ظاہر ہو رہا ہے کہ بعض نقصانات طبعی اور کمال روحانی کے درمیان کوئی منافاۃ نہیں۔ ۱۱ (اور انہیں شریک نبوت کر دیجئے) حضرت ہارونؑ حضرت موسیٰؑ سے زیادہ خوش تقریر تھے۔ ملاحظہ ہو حاشیہ تفسیر انگریزی۔ اور پھر ان پر کسی قبطی کے قتل وغیرہ کا کوئی الزام بھی نہ تھا۔ ۱۲ (قبل اس کے کہ میں فرائض تبلیغ ادا کر سکوں) جرم سے مراد ایک قبطی کا قتل ہے، جو حضرت موسیٰ کے ہاتھ سے قبل نبوت اتفاقی طور پر ہو گیا تھا۔ وَلَهُمْ عَلَيَّ ذَنْۢبٌ سے یہ مراد نہیں کہ حضرت موسیٰ نے اس کا جرم ہونا تسلیم بھی کر لیا تھا۔ آپؑ کا مقصود صرف یہ تھا کہ "ان کے خیال میں میں ان کا مجرم بھی ہوں"۔ ~~المراد لهم علي ذنب في زعمهم (كبير) وتسميته ذنبا بحسب زعمهم بما ينبئ عنه قوله تعالى لهم (روح)~~ ۱۳ یعنی انکی اتنی مجال نہیں کہ وہ تمہیں قتل کر سکیں۔ ~~معناه ارتدع يا موسى عما تظن (كبير)~~ ۱۴ تسکین، تشفی دلدہی کا یہ اعلیٰ مقام ہے۔ بندہ کو خود پروردگار عالم کی معیت کا یقین تازہ ہو جائے تو اس سے بڑھ کر اطمینان اور ہو کیا سکتا ہے؟

بِاٰيٰتِنَا۔ آیات سے مراد احکام بھی ہو سکتے ہیں اور خوارق بھی۔ مَعَكُمْ۔ یہ معیت عامہ نہیں ہے جو حق تعالیٰ کی ہر بندہ کے ساتھ رہتی ہے۔ بلکہ معیتِ خاصہ مراد ہے جو معیت رافت و نصرت ہوتی ہے
۱۵ رسول، رب العالمین کے، سارے جہان کے پروردگار کی طرف سے، نہ کہ "بنی اسرائیل کے خداوند خدا" یا "عبرانیوں کے خدا" یا "تمہارے باپ دادوں کے خدا" کی طرف سے جس سے توریت بھری پڑی ہے۔ (ملاحظہ ہو کتاب خروج، باب ۳) قرآن اور توریت کے بیانات میں یہی تو وہ نازک فرق ہیں جو ایک کا مرتبہ دوسرے سے کہیں ممتاز کر رہے ہیں۔ موسیٰؑ کے اس مختصر سے فقرہ میں سب سے پہلے تبلیغ توحید و رسالت دونوں کی آ گئی۔ گویا یہی نقطۂ آغاز ہے ان کی تبلیغ کا! اور یہ خصوصیت ہے ہر پیغمبرانہ دعوت کی۔ ۱۶ (ان کے وطن ملکِ شام کو۔ اور اپنے بیگار اور ظلم سے انہیں رہائی دے) توریت میں ہے: "اب دیکھ بنی اسرائیل کی فریاد مجھ تک آئی، اور میں نے وہ ظلم جو مصری ان پر کرتے ہیں دیکھا ہے۔ بس اب تو جا میں تجھے فرعون کے پاس بھیجتا ہوں۔ میرے لوگوں کو جو بنی اسرائیل ہیں مصر سے نکال۔" (خروج ۳: ۹ و ۱۰) مجموعۂ دعوت کا حاصل، دعوت توحید و رسالت اور پھر مخلوق میں ترک تعدی ہے۔ ~~ان یہاں مفسرہ ہے۔ ان مفسرة لتضمن الارسال المفهوم من الرسول (روح)~~

سُوْرَةُ الشُّعَرَآءِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ مِائَتَانِ وَسَبْعٌ وَّعِشْرُوْنَ اٰيَةً وَّاَحَدَ عَشَرَ رُكُوْعًا

سورۂ شعرا مکی ہے اس میں دو سو ستائیس آیتیں اور گیارہ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ نہایت رحم والے، بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

١ طٰسٓمّٓ ١ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ٢ لَعَلَّكَ بَاخِعٌ

طا۔ سیم۔ میم [1] یہ کتاب واضح کی آیتیں ہیں۔ شاید کہ آپ ان کے

نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ٣ اِنْ نَّشَاْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ

ایمان نہ لانے پر جان دے دیں گے [2] ہم اگر چاہیں تو ان پر آسمان سے

مِّنَ السَّمَآءِ اٰيَةً فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خٰضِعِيْنَ ٤

کوئی (ایسا) نشان اتار دیں کہ ان کی گردنیں اس کے آگے بالکل جھک جائیں [3]

وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنَ الرَّحْمٰنِ مُحْدَثٍ اِلَّا كَانُوْا

اور انکے پاس کوئی بھی تازہ فہمائش (خدائے) رحمن کی طرف سے ایسی نہیں آتی کہ یہ اس سے

عَنْهُ مُعْرِضِيْنَ ٥ فَقَدْ كَذَّبُوْا فَسَيَاْتِيْهِمْ اَنْۢبٰٓؤُا مَا

بے رخی نہ کرتے ہوں چنانچہ یہ جھٹلا کر رہے [4] پس عنقریب انکو اس کی حقیقت معلوم

كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ٦ اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الْاَرْضِ كَمْ

ہو جائیگی جسکے ساتھ یہ استہزاء کرتے رہے ہیں [5] کیا انہوں نے زمین کو نہیں دیکھا کہ ہم نے

اَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ ٧ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً

اس میں کس قدر بوٹیاں عمدہ عمدہ قسم کی اگائی ہیں! بیشک اسکے اندر ایک (بڑی) نشانی ہے [6]

سے ۱ کہا گیا ہے کہ ط سے اشارہ ہے طرب قلوب عارفین کی طرف اور س سے سرور محبین کی طرف اور م سے مناجات مریدین کی طرف الطاء اشارة الى طرب قلوب العارفين والسين سرور المحبين والميم مناجات المريدين بكبرا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ط "ذی الطول" کا مخفف ہے اور س قدوس کا اور م رحمٰن کا۔ عن محمد ابن کعب انہ قال فھذا الطاء من ذی الطول والسین من القدوس والمیم من الرحمٰن (روح) تِلْكَ اشارۂ بعید ہے۔ لیکن یہاں مقصود علو منزلت کا اظہار ہے۔ اشارۃ الی السورۃ وما فی ذلک من معنی البعد للتنبیہ علی بعد منزلۃ المشار الیہ فی الفخامۃ (روح) سے ۲ یعنی آپ کے غم و تاسف سے معلوم کچھ ایسا ہی ہوتا ہے۔ یہ ایک نقشہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غمخواری اور دلسوزی کا شدید منکروں اور کٹر کافروں تک کے لئے! قرآن کریم نے آپ کو سمجھایا ہے کہ اس قدر غم و تاسف بے کار ہے۔ ہمارا کام تو اثبات حق کے ساتھ صرف دلائل صحیح و واضح کا نازل کر دینا ہے۔ باقی ایمان لانا نہ لانا یہ خود لوگوں کے اختیار کی چیز ہے۔ صاحب روح المعانی نے آیت سے دو امر اخذ کئے ہیں۔ ایک یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت پر کمال شفقت رکھتے تھے۔ دوسرے یہ کہ کافر کے ایمان پر حرص حکم ازلی کے منافی نہیں۔ اور عارف تھانوی رح نے آیت کے ذیل میں فرمایا ہے کہ (۱) شیخ کو شفقت میں اعتدال مناسب ہے، جو ہدایت نہ پائے اس پر حزن نہ کیا جائے۔ (۲) کسی کی اصلاح شیخ کے اختیار و قدرت و تصرف میں نہیں۔ سے ۳ (اور انہیں چار و ناچار ایمان لاتے ہی بنے) اِنْ نَّشَاْ یعنی اگر مشیت یہ ہوتی کہ سب کے سب ایمان لے ہی آئیں، تو غیب سے کوئی نہ کوئی ایسا کھلا ہوا نشان دکھا دیا جاتا جس کے بعد تردد و تامل، رد و انکار کی گنجائش ہی باقی نہ رہتی اور سب کے سب ایمان لانے پر مجبور و مضطر ہو جاتے لیکن پھر یہ عالم ابتلاء باقی نہ رہتا یہاں تو مقصود ہی ان کی قوت اختیار کا امتحان ہے۔ اور یہی دیکھنا ہے کہ کون کس حد تک اپنے ارادہ کو صحیح مصرف میں لاتا ہے۔ محقق تھانوی رح نے یہاں یہ نکتہ خوب بیان کیا ہے کہ تصرف باطنی میں بھی ایک شان جبر و زبردستی کی ہے۔ اس لئے مشائخ محققین سلوک و ارشاد میں اسے پسند نہیں کرتے۔ سے ۴ (پیام حق، اور پیامبر برحق دونوں کو) یہ تکذیب انتہائی درجہ ہے اس ابتدائی اعراض یا بے اعتنائی کا۔ پھر تکذیب بھی جب استہزاء کے ساتھ ملی جلی ہو! جرم کے یہاں تینوں مرتبے بیان کر دیئے گئے ہیں۔ پہلے اعراض پھر تکذیب اور پھر استہزاء۔ مُحْدَثٍ۔ ذکر رحمانی کے لئے یہاں جو صفت محدث کی آئی ہے یہ حدوث ذات باری و صفات باری کے اعتبار سے، کہ وہ قدیم ہیں ممتنع ہے، اور وہ یہاں مراد بھی نہیں۔ البتہ باعتبار مخلوق بالکل جائز ہے، اور وہی یہاں مراد ہے اور یہیں سے معتزلہ کے قول کی کمزوری معلوم ہو گئی، جنہوں نے محدث کو ذکر من الرحمٰن سے متعلق کر کے اسکے ابیان کو قرآن کے مخلوق و حادث ہونے کے ثبوت میں پیش کرنا چاہا ہے۔ من مذکر من زائدہ تاکید عموم اور نفی کو زور دار بنانے کیلئے ہے۔ مزید لقلنا کید العموم (روح) سے ۵ یعنی موت اور حیات کے وقت انہیں ایک ایک حقیقت کا انکشاف ہو کر رہے گا۔ سے ۶ (ہمارے کمال قدرت اور توحید کی) فن نباتات میں اگر گہری نظر ہو اور نباتاتی حکمتیں اور رعنائیاں پیش نظر ہوں، تو ممکن نہیں کہ دل صناع مطلق کی یکتائی پر گواہی نہ دے اٹھے۔ لَاٰيَةً۔ آیۃ (پر تنوین) سے مراد عظیم الشان نشان ہے جس کے بعد ایمان واجب ہو جاتا ہے۔ آیۃ عظیمۃ دالۃ علی ما یجب علیھم الایمان بہ (روح)

الزُّوْرَ ۙ وَ اِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ﴿۷۲﴾ وَالَّذِيْنَ اِذَا
شامل نہیں ہوتے اور جب وہ لغو مشغلوں کے پاس سے گزرتے ہیں تو شرافت کے ساتھ گزر جاتے ہیں ۸۵ اور وہ لوگ ایسے
ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا ﴿۷۳﴾
ہیں کہ جب انہیں نصیحت کی جاتی ہے انکے پروردگار کی آیات کے ذریعہ تو یہ ان پر اندھے بہرے ہو کر نہیں گرتے ۸۶
وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَ
اور یہ وہ لوگ ہیں جو دعا کرتے رہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو ہماری بیویوں اور
ذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ﴿۷۴﴾
ہماری اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہم کو پرہیزگاروں کا سردار بنادے ۸۷
اُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا وَيُلَقَّوْنَ فِيْهَا
ایسے لوگوں کو بالاخانے ملیں گے بوجہ ان کی ثابت قدمی کے اور ان کو وہاں
تَحِيَّةً وَّسَلٰمًا ۙ ﴿۷۵﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ حَسُنَتْ
دعا و سلام ملے گا ۸۸ اسی میں وہ ہمیشہ رہیں گے کیسا اچھا ہے
مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ﴿۷۶﴾ قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ
وہ ٹھکانا اور مقام! آپ کہہ دیجیے کہ میرا پروردگار تمہاری پرواہ ذرا بھی نہ کریگا
لَوْلَا دُعَآؤُكُمْ ۚ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُوْنُ
اگر تم عبادت نہ کرو گے سو تم خوب جھٹلا چکے سو عنقریب یہ (تکذیب) وبال بن کر
لِزَامًا ﴿۷۷﴾ ع
رہے گی ۸۹

۸۵ یعنی نظریں نیچی کئے ہوئے سلامت روی کے ساتھ ان بیہودگیوں سے گزر جاتے ہیں نہ ان لایعنی مشاغل کی طرف مشغول ہوتے ہیں، نہ عاصیوں کی تحقیر کر کے اپنا کبر ظاہر کرتے ہیں۔ الزُّوْرَ۔ زور کے معنی کذب اور میل عن الحق کے ہیں (راغب) یشہدون الزور سے مراد لی گئی ہے ناجائز مجمع میں حاضری۔ اے حضور مواضع الکذب (کبیر) ویحتمل کل موضع یجری فیہ ما لا ینبغی (کبیر) اور اس کے تحت میں مشرکوں کے جشن اور فاسقوں کے جلسے سب داخل ہیں۔ یدخل فیہ اعیاد المشرکین ومجامع الفساق (کبیر) عن عکرمۃ لعب کان فی الجاہلیۃ یسمّٰی بالزور (قرطبی) ہمارے زمانہ کے میلے ٹھیلے، مختلف "بازیوں" کے جمگھٹے، ناچ رنگ کی محفلیں، تھیٹر، سینما وغیرہ سب اس کے تحت میں داخل ہیں۔ دوسرے معنی جھوٹی گواہی دینے کے بھی کئے گئے ہیں۔ الزور یحتمل ان منہ الشہادۃ الباطلۃ (کبیر) اے انہم لا یشہدون شہادۃ الزور (کبیر) اور ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ مراد مجالس زور ہیں، جن میں اللہ و رسول سے متعلق باتیں گڑھ گڑھ کر بیان کی جاتی ہیں۔ المراد مجالس الزور التی یقولون فیہا الزور علی اللہ تعالٰی ورسولہ (کبیر) اور کوئی جھوٹی گواہی اس سے بڑھ کر کیا ہو سکتی کہ شرک کی گواہی دی جائے۔ امام رازیؒ نے یہ سب معانی بیان کر کے لکھا ہے کہ درست یہ سب ہو سکتے ہیں۔ البتہ زُور کا استعمال کذب کے معنی میں اکثر ہوتا ہے۔ کل ہٰذہ الوجوہ محتملۃ ولکن استعمالہ فی الکذب اکثر (کبیر) وَاِذَا مَرُّوْا۔ یعنی جب کبھی اتفاقی طور پر ادھر ان کا گزر ہوتا ہے۔ بِاللَّغْوِ۔ لغو عملی یا زبانی ہر وہ لایعنی مسئلہ ہے جو بچنے کے قابل ہوتا ہے۔ گانے، تماشے خاص طور پر اس کے مفہوم میں داخل ہیں۔ اے بکل ما ینبغی ان یلقی ویطرح مما لا خیر فیہ (بحر) وہو کل سقط من قول او فعل فیدخل فیہ الغناء واللہو وغیر ذٰلک مما قاربہ (قرطبی) لغو کے لئے ملاحظہ ہو پ ۱۸ حاشیہ ۳۔ ۸۶ یعنی قرآن کے حقائق و معارف کی طرف سے اندھے بہرے نہیں ہو جاتے بلکہ عقل و فہم کے ساتھ اس طرف متوجہ ہوتے اور تعمیل احکام میں لگ جاتے ہیں۔ یہ انہیں بگوش قبول سنتے اور بچشم عبرت دیکھتے ہیں۔ اٰیٰت سے مراد احکام الٰہی بھی ہو سکتے ہیں اور اللہ کی نشانیاں بھی۔ ۸۷ یعنی ہمارے گھر والے، ہمارے بیوی بچے، سب ایسے دیندار اور پابند شریعت ہوں کہ ہم انہیں دیکھ دیکھ کر باغ باغ ہو جایا کریں۔ اور ہم کو تقویٰ میں کمال بھی اس درجہ کا عطا کر کہ دوسرے اہلِ تقویٰ ہم سے ہدایت پائیں —— انسان کا بجائے خود دیندار ہونا کافی نہیں، اپنے گھر والوں کی بھی دینداری کی دیکھ بھال اس پر لازم ہے۔ ضمناً یہ بات بھی نکل آئی کہ صاحب اہل و عیال ہونا، ایمان کیا معنی کمال ایمان و تقویٰ کے بھی منافی نہیں۔ اور اس میں رد ہے مسیحیوں اور بعض ان مشرک قوموں کا جنہوں نے تجرد و انقطاع و رہبانیت کو دلیل کمال سمجھا ہے۔ ۸۸ (فرشتوں کی طرف سے بطور جنتیوں کی تعظیم و اکرام کے) بِمَا صَبَرُوْا۔ ثابت قدمی سے مراد ہے دین پر ثابت قدمی۔ ہجوم مشکلات میں صبر و استقامت۔ ۸۹ (خواہ دنیا میں، خواہ آخرت میں، خواہ دونوں ہی جگہ) قُلْ ...... دُعَآؤُكُمْ۔ اس میں رد آگیا ان جاہل صوفیوں کا جو محض تبرکات یا کسی صالح کے ساتھ انتساب کو مقبولیت کے لئے کافی سمجھتے ہیں۔ حقیقۃً دربار خداوندی میں بندوں کی جو بھی قدر ہے ایمان و طاعت ہی کی بنا پر ہے۔

لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ

تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ تنگی کرتے ہیں اور اس کے درمیان (ان کا خرچ) اعتدال

قَوَامًا ﴿۶۷﴾ وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ

پر رہتا ہے ۷۷ اور جو اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو نہیں پکارتے ۷۸

وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ

اور جس (انسان کی) جان کو اللہ نے محفوظ قرار دے دیا ہے اسے قتل نہیں کرتے مگر ہاں حق پر ۷۹

وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ﴿۶۸﴾

اور نہ زنا کرتے ہیں ۸۰ اور جو کوئی ایسا کرے گا اس کو سزا سے سابقہ پڑے گا۔

يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ

قیامت کے دن اس کا عذاب بڑھتا جائے گا وہ اس میں (ہمیشہ) ذلیل ہوکر

مُهَانًا ﴿۶۹﴾ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا

پڑا رہے گا ۸۱ مگر ہاں جو توبہ کرے اور ایمان لے آئے اور نیک کام کرتا رہے

فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ؕ وَكَانَ

سو ایسے لوگوں کو اللہ ان کی بدیوں کی جگہ نیکیاں عنایت کرے گا ۸۲ اور اللہ تو

اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۷۰﴾ وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا

ہی ہے بڑا مغفرت والا بڑا رحمت والا ۸۳ اور جو کوئی توبہ کرتا ہے اور نیک کام کرتا ہے

فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا ﴿۷۱﴾ وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ

تو وہ بھی اللہ کی طرف خاص طور پر رجوع کر رہا ہے ۸۴ اور وہ لوگ ایسے ہیں کہ بیہودہ باتوں میں

۷۷ یعنی مالی معاملات میں ان کا طریقہ عین اعتدال ومیانہ روی کا رہتا ہے۔ نہ وہ افراط کہ معصیت کی راہ میں خرچ کرنے لگیں۔ نہ یہ تفریط کہ طاعت وعبادت کے موقع پر بھی پیسہ اٹھانے سے بخل کریں ——— مختصر آیت کے اندر صحیح معاشیات ملی وانفرادی کا اصل اصول بیان کردیا ہے۔

۷۸ (اور اپنے عقیدہ میں کوئی شائبہ شرک کا نہیں آنے دیتے) ۷۹ یعنی بجز اس صورت کے کہ کسی کے قتل کے وجوب یا جواز پر کوئی شرعی سند ہی مل جائے، ان کا دامن قتل وخون سے تمامتر پاک رہتا ہے۔ اس کی پوری قدر اس وقت ہوگی جب یہ پیش نظر رہے کہ اہلِ عرب اسلام سے معًا قبل بھی قتل وخونریزی میں کس قدر غرق تھے۔ بات بات پر تلواریں نکل آتی اور گردنیں کٹ جاتی تھیں۔ ملاحظہ ہو حاشیہ تفسیر انگریزی۔ ۸۰ حالانکہ چند ہی سال قبل ان کی سوسائٹی میں حرامکاری بالکل معیوب نہ تھی۔ بلکہ ٹھیک آج کل کی جاہلی فرنگی قوموں کی طرح اس جاہلی تہذیب میں بھی تھوڑی بہت حرامکاری اور "خوش وقتی" عین فیشن میں داخل تھی۔ ۸۱ ذٰلِكَ میں اشارہ ان تمام اعمال کی طرف آگیا جن کا ذکر اوپر آچکا ہے یعنی شرک، قتل، زنا۔ عذاب کے ساتھ زیادتی عذاب، دوام عذاب اور اہانت کی قیدوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مقصود یہاں کفار ومشرکین ہی ہیں۔ عاصی مومن پر عذاب اگر ہوگا بھی تو محض اصلاح و تطہیر کی غرض سے۔ ۸۲ یعنی جو شخص اپنے کفر کو اسلام سے بدل دے اور اپنے فسق کو طاعت سے اس کے گزشتہ یعنی زمانۂ کفر کے گناہ تو اسلام کی برکت سے محو ہو ہی جائیں گے، اور اب التزام طاعت سے آیندہ نیکیاں ہی اس کے لیے لکھی جائیں گی۔ ۸۳ چنانچہ بہ اقتضائے مغفرت وہ گناہوں کو محو کردیتا ہے، اور بہ اقتضائے رحیمیت حسنات کو ثبت فرماتا رہتا ہے۔ ۸۴ یہاں ذکر مومن عاصی کا ہے جو معصیتوں سے تائب ہو رہا ہے اور آیندہ نیکیاں کرتا ہے۔ یعنی ان معصیتوں کا اعادہ نہیں ہونے دیتا۔ مَتَابًا۔ متاب مصدر ہے جو فعل کی تاکید کیلئے لایا گیا ہے۔ یعنی مومن عاصی توبۂ نصوح کر رہا ہے، اللہ کیونکہ اسے قبول کریگا۔ اے تاب حق التوبۃ ~~وهی النصوح~~ ولذا اکد بالمصدر۔ متابا مصدر معناہ التاکید کقولہ ~~وکلم اللّٰہ موسٰی تکلیما۔ فانہ یتوب الی اللّٰہ متابا فیقبل اللّٰہ توبتہ حقا~~ (قرطبی)

الَّذِيْ جَعَلَ فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّ جَعَلَ فِيْهَا

وہ جس نے آسمان میں بڑے بڑے ستارے بنائے اور اس میں ایک چراغ

سِرٰجًا وَّ قَمَرًا مُّنِيْرًا ﴿٦١﴾ وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الَّيْلَ

اور نورانی چاند بنادیا[71] اور وہ وہی تو ہے جس نے رات اور دن کو

وَ النَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ

ایک دوسرے کے پیچھے آنے جانے والا بنادیا اس شخص کے لئے جو سمجھنا چاہے یا شکر ادا

شُكُوْرًا ﴿٦٢﴾ وَ عِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى

کرنا چاہے[72] اور (خدائے رحمٰن کے (خاص) بندے وہ ہیں جو زمین پر فروتنی کے ساتھ

الْاَرْضِ هَوْنًا وَّ اِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا

چلتے ہیں[73] اور جب ان سے جہالت والے لوگ بات چیت کرتے ہیں تو وہ کہہ دیتے ہیں

سَلٰمًا ﴿٦٣﴾ وَ الَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّ

خیر[74] اور جو راتوں کو اپنے پروردگار کے سامنے سجدہ و قیام میں

قِيَامًا ﴿٦٤﴾ وَ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا

لگے رہتے ہیں[75] اور وہ جو دعائیں مانگتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم سے جہنم کے

عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ﴿٦٥﴾ اِنَّهَا

عذاب کو دور رکھیو کہ بیشک اس کا عذاب پوری تباہی ہے اور بیشک

سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّ مُقَامًا ﴿٦٦﴾ وَ الَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا

وہ (جہنم) برا ٹھکانا ہے اور (برا) مقام ہے[76] اور وہ لوگ جب خرچ کرنے لگتے ہیں

۷۱ سِرٰجًا۔ سراج سے مراد یہاں آفتاب ہے۔ یعنی الشمس (راغب) ویعبر بہ عن کل مضیئ (راغب) وھی الشمس المنیرۃ التی ھی کالسراج فی الوجود (ابن کثیر) بُرُوْجًا۔ بروج کے معنی بڑے بڑے ستاروں کے ہیں۔ البروج ھی الکواکب العظام (کبیر عن ابن عباسؓ) ھی الکواکب العظام (ابن کثیر عن مجاہد وسعید بن جبیر وابی صالح والحسن وقتادۃ) فِیْهَا سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ اجرام فلکی، فلک کے اندر ہی ہوں۔ ۷۲ مطلب یہ ہے کہ یہ مہیب وعظیم الشان نورانی اجسام تو ایسے ہیں کہ مشرک قومیں انھیں کو دیوتا اور صاحب اختیار و تصرف خدا سمجھ بیٹھی ہیں۔ ان سب کا ایک نظام کے ماتحت ہونا، ایک آئین میں جکڑا ہونا، ان کے خالق و صانع کی قدرت، حکمت، صفت سب کے کمال، اور صفت یکتائی پر ایک دلیل قوی ہے۔ لِمَنْ ..... شُكُوْرًا یہ سب "سمجھنے والے کی نظر میں استدلالات ہیں اور شکر گذاری کرنے والے کی نظر میں انعامات ہیں"۔ ۷۳ یعنی بجائے فخر و غرور و تمکنت کے جو جاہلیت اور جاہلی قوموں کا شعار خاص ہے ان کے مزاج میں نرمی و تواضع غالب آگئی ہے۔ یہاں تک کہ چال میں اس کا اثر ظاہر ہونے لگا ہے ——— مقصود یہاں رفتار کی کوئی مخصوص ہیئت نہیں بلکہ محض تواضع و انکسار کا بیان ہے المراد من جسم بالسکینۃ والوقار فیه (روح) رکوع میں اللہ کے بندگان خاص کے جو اوصاف بیان ہو رہے ہیں، گو عمومی رنگ میں ہیں تاہم براہ راست اس کے مصداق خود رسول کے معاصر مومنین یعنی صحابہ کرام ہیں جو ابھی ابھی شرک کے دین اور جہالت کے آئین کو چھوڑ کر داخل اسلام ہوئے ہیں رسول کی صحبت سے ان کی قلب ماہیت ہو چکی ہے۔ رکوع کی تفسیر مزید کے لئے ملاحظہ ہو راقم آثم کا ایک مقالہ "مردوں کی مسیحائی" کے عنوان سے بطور ضمیمہ کے سورت کے خاتمہ پر۔ عِبَادُ الرَّحْمٰنِ میں بندوں کی اضافت رحمٰن کی جانب ان کے اظہار خصوصیت و فضیلت کے لئے ہے۔ ورنہ تکوینی طور پر تو سارے انسان رحمٰن ہی کے بندے ہیں۔ ھٰذه الاضافة للتخصیص والتفضیل والا فالخلق کلھم عباد اللہ (مسلم) ۷۴ (اور اپنے نفس کے لئے انتقام قولی و فعلی کے درپے نہیں ہو جاتے) سَلٰمًا۔ "خیر" اردو محاورہ میں ایسے ہی موقع پر آتا ہے، جہاں بات کو ختم کر دینا اور ٹل جانا منظور ہوتا ہے۔ یہ سلام "تسلیم" سے نہیں "تسلّم" سے ہے جو علیحدگی و برأت کے موقع پر آتا ہے۔ لیس سلاما من التسلیم انما ھو من التسلم۔ تقول العرب سلاما ای تسلما منك ای براءة منك (قرطبی) یعنی یہ لوگ نہ صرف اپنے معاملات میں متواضع و منکسر ہیں بلکہ دوسروں کے مقابلہ کے وقت بھی ضبط و تحمل کے پیکر بنے رہتے ہیں اور از خود کسی پر زیادتی کرنا الگ رہا، جب دوسرے ان پر زیادتی کرنے لگتے ہیں، جب بھی اشتعال قبول کر کے آمادۂ جنگ نہیں ہو جاتے۔ غرض حقوق اللہ و حقوق العباد دونوں کی ادائی میں سرگرم رہتے ہیں۔ "جو خشونت، تادیب و اصلاح و سیاست شرعیہ یا اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے ہو اس کی نفی مقصود نہیں"۔ (تھانویؒ) الْجٰهِلُوْنَ۔ جہالت والوں سے مراد ہر وہ شخص ہو سکتا ہے جو بات جہالت کی کرے۔ مگر جس طرح جاہلیت کا اطلاق خاص طور پر شرک قبل الاسلام پر ہوتا ہے، الجاھلون سے بھی مراد خصوصیت کے ساتھ وہی دَور قبل اسلام کے مشرکین ہیں۔

۷۵ یہ لوگ راتیں شراب خانوں میں، نشاط خانوں میں، ناچ گھروں میں نہیں گزارتے۔ سینما تھیٹر وغیرہ میں مارے مارے نہیں پھرتے۔ جائز استراحت میں بھی توغل سے کام نہیں لیتے۔ بلکہ الٹے نماز و عبادت میں پوری پوری راتیں گزار دیتے ہیں۔ ۷۶ باوجود طاعت و عبادت میں اس اہتمام تام کے ان کی خشیت قلب کی کیفیت یہ رہتی ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴿٥٦﴾ قُلْ مَآ
اور ہم نے تو آپ کو بس اس لئے بھیجا ہے کہ خوشخبری سنائیں اور ڈرائیں ٦٤ آپ کہہ دیجیے کہ
اَسْـَٔـلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِلَّا مَنْ شَآءَ اَنْ يَّتَّخِذَ
میں تم سے کوئی معاوضہ تو مانگتا نہیں ٦٥ ہاں (یہ البتہ چاہتا ہوں کہ) جو کوئی چاہے اپنے
اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ﴿٥٧﴾ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ
پروردگار تک راستہ اختیار کرلے اور آپ بھروسہ اسی زندہ پر رکھیے جسے کبھی
لَا يَمُوْتُ وَسَبِّحْ بِحَمْدِهٖ ۭ وَكَفٰى بِهٖ بِذُنُوْبِ
موت نہیں اور اسی کی حمد میں تسبیح کرتے رہیے اور وہ اپنے بندوں کے گناہوں سے
عِبَادِهٖ خَبِيْرَۨا ﴿٥٨﴾ۚۛ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ
(خوب) خبردار ہے ٦٦ (وہ) وہی ہے جس نے آسمان و زمین اور جو کچھ دونوں کے درمیان
وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى
ہے اسے پیدا کردیا چھ دنوں میں پھر وہ تخت پر قائم
الْعَرْشِ ۚ اَلرَّحْمٰنُ فَسْـَٔـلْ بِهٖ خَبِيْرًا ﴿٥٩﴾ وَاِذَا قِيْلَ
ہوگیا ٦٧ (وہی ہے خدائے) رحمٰن سو اسکی شان کسی جاننے والے سے پوچھنا چاہیے ٦٨ اور جب ان سے
لَهُمُ اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ قَالُوْا وَمَا الرَّحْمٰنُ ۤ
کہا جاتا ہے کہ (خدائے) رحمٰن کو سجدہ کرو تو کہتے ہیں کہ رحمٰن ہے کیا چیز؟ ٦٩
اَنَسْجُدُ لِمَا تَاْمُرُنَا وَزَادَهُمْ نُفُوْرًا ﴿٦٠﴾ ۞ تَبٰرَكَ
کیا ہم اسے سجدہ کرنے لگیں جس کے لئے تم ہمیں حکم دو گے اور انہیں اور زیادہ نفرت ہوگئی ہے ٧٠ بہت عالیشان ہے

ع ٥ — السجدة ٤

٦٤ (اس تبشیر و انذار سے بڑھ کر کوئی ذمہ داری آپ پر ہرگز نہیں) ٦٥ (اور میری کوئی غرض، جاہی و مالی اس تبلیغ حق کے سلسلہ میں متعلق نہیں) پیمبر کے "تبلیغی لکچروں" کو گراں قدر فیسوں سے کوئی دور کا بھی تعلق نہیں ہوتا۔ پیمبر ایک پیکر بے غرضی و بے نفسی کا ہوتا ہے۔ ٦٦ (وہ خود ہی جب مناسب سمجھے گا انہیں پوری سزا دے لے گا) اسم باری حی الذی لا یموت ہم مسلمانوں کو ایک معمولی سی بات معلوم ہوتی ہے اور چونکہ کان شروع ہی سے اس کے عادی ہیں، حیرت اس پر ہوتی ہے کہ اس کے خلاف کوئی عقیدہ ممکن کیونکر ہے؟ یہ ہو کیسے سکتا ہے کہ کوئی خدا بھی ہو اور ساتھ ہی فانی بھی! لیکن دنیا کی دوسری قوموں میں خدائی کے تصور کے ساتھ یہ بقا و عدم فنا کا لزوم ہرگز قائم نہیں۔ مشرک قومیں کثرت سے اپنے دیوتاؤں کی مستقل یا عارضی وفات کی قائل ہیں اور صلیب پر ابن اللہ کی وفات (گو تین ہی دن کے لئے سہی) تو مسیحیت کا بنیادی و مرکزی عقیدہ ہے۔ ٦٧ تخت یعنی تخت حکومت۔ سِتَّةِ اَيَّامٍ، استوٰی، عرش سب پر مفصل حاشیے سورۂ اعراف رکوع ۷ میں گزر چکے۔ ٦٨ (کافروں و مشرکوں، منکروں کو کیا خبر اور کیا قدر؟) مشرک جاہلی قومیں اپنے دیوی دیوتاؤں کو ہوّا بنائے ہوئے ان سے محض ڈرنا، سہمنا، خوف کرنا جانتی ہیں۔ صفت رحمانیت کا مظہر کامل ہونا انکی سمجھ میں ہی نہیں آتا —— خود مسیحیوں کو بھی اسی صفت باری کے سمجھنے میں ٹھوکر لگی، اور اسی سے انہیں کفارہ وغیرہ کے عقاید تراشنے کی ضرورت پڑی۔

~~بہ میں ب عن کے معنی میں ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ سوال کا صلہ جس طرح عن آتا ہے ب بھی آتا ہے~~

~~اہل نحو سے دونوں قول منقول ہیں۔ والجوف بہ صلة سئل كما تكون عن صلة (کشاف) والسوال كما يعدى بعن لتضمنه معنى التفتيش يعدى بالباء لتضمنه معنى الاعتناء (بیضاوی) قال المنهاج معناه عنه (کبیر)~~ ٦٩ یہ سوال مشرکین عرب کی طرف سے پیش ہوتا تھا۔ وہ مسلمانوں سے کہتے تھے کہ اللہ تک تو خیر اسے تو معبود اعظم کی حیثیت سے ہم بھی جانتے ہیں، لیکن یہ دوسرا نام الرحمٰن تم کیا لیا کرتے ہو۔ یہ کیا کوئی دوسرا خدا ہے۔ اس کی ماہیت اور صفات تو بیان کرو —— مشرکین حق تعالیٰ کی صفت رحمانیت سے بہت ہی دور اور بیگانہ تھے۔
٧٠ (اور بجائے اس کے کہ اسلام سے قریب ہوتے اور زیادہ دور ہو گئے)

۵۶ (اور اس نتیجہ تک پہنچیں کہ یہ سارے طبعی تصرفات اور پھر انسانوں کے درمیان پانی کی حسب مصلحت تقسیم کسی بڑے قادر و حکیم ہی کے ہو سکتے ہیں) صَرَّفْنٰهُ میں ضمیر پانی کی طرف بھی ہو سکتی ہے۔ جیسا کہ ترجمہ میں اختیار کیا گیا ہے۔ اور قول کی جانب بھی ہو سکتی ہے۔ یعنی ہم نے یہ حقیقت ان پرانی امتوں کے سامنے بار بار دہرائی ہے۔ بَلْدَةً مَّيْتًا سے مراد خشک زمین ہے۔ ۵۷ (اور سب سے بڑی ناشکری کفر و شرک ہے) ۵۸ (اور تنہا آپ پر اتنا بار نہ ڈالتے، لیکن ہماری مشیت تکوینی اس کی مقتضی نہیں ہم تو دنیا کی اصلاح کا کام آپ ہی کے ذریعہ سے لینا چاہتے ہیں) ۵۹ (جیسا کہ اب تک یہی کرتے رہے ہیں) یعنی کافر تو چاہتے ہی یہ ہیں کہ ان کی آزادی میں فرق نہ پڑنے پائے۔ اور آپ تبلیغ کے کام میں سست پڑ جائیں۔ سو آپ کہیں ان کے کہے میں نہ آجائیے گا۔ آپ قرآن کے قائم کئے ہوئے دلائل حق کے ساتھ اپنی تبلیغ عام و تام دونوں جاری رکھیے۔ فقہاء نے کہا ہے کہ اعلاء کلمۃ الحق اور ترک دعوت کے باب میں کافروں کی رعایت و اطاعت حرام ہے، اور اعلان قرآن و تبلیغ بالقرآن میں غایت سعی و جہاد واجب ہے۔ بِهٖ میں ضمیر قرآن کی جانب ہے۔ اے بالقرآن (ابن جریر عن ابن عباس) ۶۰ (جو خود تو خفی اور غیر محسوس ہے لیکن اس کا اثر یعنی امتیاز دونوں پانیوں کے درمیان محسوس ہے) مراد ان دو دریاؤں سے وہ مواقع ہیں جہاں شیریں ندیاں اور نہریں بہتے بہتے سمندر میں آگرتی ہیں، وہاں باوجود اس کے کہ اوپر سے دونوں کی سطح ایک معلوم ہوتی ہے لیکن قدرت الٰہیہ سے ان میں ایک ایسی حد فاصل ہے کہ ملتقی کے ایک جانب سے پانی لیا جائے تو شیریں ہے اور دوسری جانب سے جو کہ جانب اول کے بالکل قریب ہے پانی لیا جائے تو تلخ (تھانویؒ) ہندوستان میں دو دریاؤں کے درمیان اس قسم کے اختلاط صوری اور افتراق معنوی کا مشاہدہ متعدد مقامات پر ہو سکتا ہے۔ مثلاً مشرقی سرحد پر اراکان (علاقہ برہما) اور چاٹگام کے درمیان۔ اسی طرح ضلع باریسال (مشرقی بنگال) میں بھی دو ندیاں ایک دوسرے سے متصل اسی قسم کی بیان کی گئی ہیں۔ مزید معلومات کے لئے ملاحظہ ہو فاضل جلیل مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی کا حاشیہ ترجمۃ القرآن (مدینہ پریس، بجنور، یوپی) یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ دنیا میں پانی کے دو عظیم الشان ذخیرہ ہیں ایک سمندری پانی جو کھاری اور پیاس بڑھانے والا ہوتا ہے۔ دوسرا پانی جو دریا، جھیل، تالاب، پہاڑی چشموں وغیرہ میں ملتا ہے اور شیریں اور مسکن ہوتا ہے۔ ~~المواضع البحر العذب منه الاودية ومن الاجاج البحار الكبار~~ (کبیر) یہ دونوں پانی باہمی تعامل و تاثر کے باوجود اپنے الگ الگ خصوصیات پر قائم رہتے ہیں۔ ملاحظہ ہو حاشیہ تفسیر انگریزی۔ اَلْبَحْرَيْنِ۔ صوفیہ نے اس نظیر سے فائدہ اٹھا کر معنوی حیثیت سے بھی دو بحر قرار دیئے ہیں۔ ایک بحر روح، موصوف بصفات حمیدہ۔ دوسرا بحر نفس، موصوف بصفات ذمیمہ۔ اور کہا ہے کہ سطحی طور پر دونوں ایک دوسرے سے ملتبس و مختلط معلوم ہوتے ہیں، مگر واقع میں دونوں میں امتیاز ہے، جسے مبصر معلوم کر لیتا ہے۔ ۶۱ یہاں پانی سے مراد نطفہ بشری لیا گیا ہے۔ ~~یعنی ان یرید به النطفة التی خلق بها ولد آدم~~ (جصاص) ~~یجوز ان یراد بالماء النطفة~~ (روح) اگر مطلق پانی بھی مراد لیا جائے تو اس پر حاشیہ سورۃ الانبیاء پ ۱۷ میں آیت وجعلنا من الماء کل شیء حی کے تحت میں گزر چکا۔ ۶۲ (کہ کیسی بہ ظاہر بے حقیقت چیز سے کتنے عظیم الشان اور دور دراز کے تعلقات قائم کر دیئے) فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهْرًا۔ اسلام نے سارے انسانی معاشرہ کی بنیاد خاندان ہی پر رکھی ہے اور سسرال کو بھی خاندان ہی کا ایک جزو ٹھہرایا ہے۔ عقد مناکحت کی پوری اہمیت جبھی ذہن نشین ہوگی جب پہلے خاندان کی اہمیت اجتماعی زندگی میں ذہن نشین کر لی جائے۔ ۶۳ (سو مخالف کی فکر و غم ہی میں آپ کیوں پڑیے اور اس کے ایمان و ہدایت کی کیوں اتنی پروا کیجیے) ~~الکافر۔ صورۃً مفرد ہے~~۔ بطور اسم جنس آیا ہے۔ والمراد بالکافر الجنس (بیضاوی) یرید بالکافر الجنس (کشاف)

صَرَّفْنٰهُ بَيْنَهُمْ لِيَذَّكَّرُوْا ۖ فَاَبٰٓى اَكْثَرُ النَّاسِ

پانی کو ان کے درمیان تقسیم کر دیتے ہیں تاکہ وہ غور کریں ۵۶ تاہم اکثر لوگ

اِلَّا كُفُوْرًا ﴿۵۰﴾ وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ

ناشکر گزار ہوئے بغیر نہیں رہتے ۵۷ اور اگر ہم چاہتے تو ایک ایک بستی میں ہم ایک ڈرانے والا

نَّذِيْرًا ﴿۵۱﴾ ۖ فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ

بھیج دیتے ۵۸ سو آپ کافروں کا کہنا نہ مانیے اور قرآن کے ذریعہ سے ان کا مقابلہ

جِهَادًا كَبِيْرًا ﴿۵۲﴾ وَهُوَ الَّذِيْ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هٰذَا

زور شور سے کیجیے ۵۹ اور وہ ہی (اللہ) ہے جس نے دو دریاؤں کو ملایا ایک

عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ۚ وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا

شیریں تسکین بخش ہے اور ایک کھاری اور تلخ ہے اور دونوں کے درمیان

بَرْزَخًا وَّحِجْرًا مَّحْجُوْرًا ﴿۵۳﴾ وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ مِنَ

ایک حجاب اور ایک مانع قوی رکھ دیا ۶۰ اور وہ وہی ہے جس نے انسان کو

الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهْرًا ۗ وَكَانَ رَبُّكَ

پانی سے پیدا کیا ۶۱ پھر اس کو خاندان والا اور سسرال والا بنایا اور آپ کا پروردگار بڑا

قَدِيْرًا ﴿۵۴﴾ وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُهُمْ

قدرت والا ہے ۶۲ اور یہ (مشرک لوگ) اللہ کے مقابلہ میں ان کی عبادت کرتے ہیں جو نہ نہیں نفع پہنچا سکیں

وَلَا يَضُرُّهُمْ ۗ وَكَانَ الْكَافِرُ عَلٰى رَبِّهٖ ظَهِيْرًا ﴿۵۵﴾

اور نہ انہیں نقصان پہنچا سکیں اور کافر تو اپنے پروردگار کا مخالف ہی ہے ۶۳

تَحۡسَبُ اَنَّ اَكۡثَرَهُمۡ يَسۡمَعُوۡنَ اَوۡ يَعۡقِلُوۡنَ ؕ اِنۡ هُمۡ
آپ یہ خیال کرتے ہیں کہ ان میں اکثر سنتے یا سمجھتے ہیں یہ تو محض
اِلَّا كَالۡاَنۡعَامِ بَلۡ هُمۡ اَضَلُّ سَبِيۡلًا ﴿٤٤﴾ ع اَلَمۡ تَرَ اِلٰى
چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ بے راہ ہیں ٥٠ کیا تو نے اپنے پروردگار
رَبِّكَ كَيۡفَ مَدَّ الظِّلَّ ۚ وَلَوۡ شَآءَ لَجَعَلَهٗ سَاكِنًا ۚ ثُمَّ
پر نظر نہیں کی کہ اس نے سایہ کو کیونکر پھیلا دیا ہے ٥١ اور اگر وہ چاہتا تو اسے ٹھہرایا ہوا رکھتا پھر
جَعَلۡنَا الشَّمۡسَ عَلَيۡهِ دَلِيۡلًا ۙ ﴿٤٥﴾ ثُمَّ قَبَضۡنٰهُ اِلَيۡنَا
ہم نے آفتاب کو اس پر ایک علامت مقرر کر دیا ٥٢ پھر ہم نے اس کو اپنی طرف
قَبۡضًا يَّسِيۡرًا ﴿٤٦﴾ وَهُوَ الَّذِىۡ جَعَلَ لَـكُمُ الَّيۡلَ لِبَاسًا
آہستہ آہستہ سمیٹ لیا ٥٣ اور وہی تو ہے جس نے تمہارے لئے رات کو پردہ کی چیز
وَّالنَّوۡمَ سُبَاتًا وَّجَعَلَ النَّهَارَ نُشُوۡرًا ﴿٤٧﴾ وَهُوَ الَّذِىۡۤ
اور نیند کو آرام کی چیز اور دن کو (گویا) جی اٹھنے کا وقت بنا دیا ٥٤ اور وہ وہی ہے جو
اَرۡسَلَ الرِّيٰحَ بُشۡرًاۢ بَيۡنَ يَدَىۡ رَحۡمَتِهٖ ۚ وَاَنۡزَلۡنَا
اپنی بارش رحمت سے پہلے ہواؤں کو بھیج دیتا ہے کہ وہ خوش کر دیتی ہیں اور ہم آسمان سے
مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوۡرًا ۙ ﴿٤٨﴾ لِّنُحۡیِۦَ بِهٖ بَلۡدَةً مَّيۡتًا وَّ
پانی برساتے ہیں خوب پاک وصاف (کرنے والا) ٥٥ تاکہ ہم اسکے ذریعہ سے مردہ بستی میں جان ڈال دیں اور
نُسۡقِيَهٗ مِمَّا خَلَقۡنَاۤ اَنۡعَامًا وَّاَنَاسِىَّ كَثِيۡرًا ﴿٤٩﴾ وَلَقَدۡ
اپنے پیدا کئے ہوؤں میں سے بکثرت مویشیوں اور انسانوں کو سیراب کر دیں اور ہم اس

ع ٤ / ١٠ / ٢

٥٠ (کہ وہ مکلف نہیں اور یہ مکلف ہو کر بھی نہ حق بات سنتے ہیں نہ فہم سے کام لیتے ہیں) كَالۡاَنۡعَامِ چوپایوں سے تشبیہ ان کی بے حسی اور عدم تأثر میں ہے، ٥١ (اے مخاطب!) یہاں مسئلہ یہ بیان ہوا ہے کہ چیزوں کے سایہ کا طلوع آفتاب کے بعد صبح کے وقت بڑھنا اور آفتاب کے بلند ہونے پر خصوصاً دوپہر کے وقت بالکل گھٹ جانا اور پھر بڑھتے بڑھتے شام کو معدوم ہو جانا، یہ سب بہ تخلیق باری تعالیٰ ہے۔ ارادۂ حق کا محتاج اور اس کے ماتحت ہے محض اقتضائے طبیعت سے خود بخود نہیں ہو رہا ہے۔ الظِّلَّ صوفیہ کی اصطلاح میں ممکنات کو واجب الوجود کا ظل (سایہ) کہا گیا ہے۔ ٥٢ یعنی آفتاب کے طلوع وبلندی کو ایک ظاہری علامت سایہ کی درازی وکوتاہی پر بنا دیا۔ اہلِ اشارات نے یہاں یہ نکتہ پیدا کیا ہے کہ سارے عالم کی تخلیق وربوبیت وفنا حق تعالیٰ کے آفتابِ قدرت سے وہی نسبت رکھتی ہے جو سایہ کو نورِ آفتاب سے ہے۔ ٥٣ یعنی وہ سایہ جو اس کے نزدیک معدوم ہو جاتا ہے لیکن علم الٰہی سے غائب نہیں ہو جاتا۔ ٥٤ بیان توحید ویکتائی ذات حق کا ہو رہا ہے۔ دن ورات اس نے بنائے۔ اپنی قدرت سے بلا کسی کی شرکت کے اور اپنی حکمت سے کسی خاص مقصد ومصلحت کے لئے۔ ایسے مضامین کی پوری قدر اسی وقت ہوتی ہے جب مشرک قوموں کے عقیدے بھی پیشِ نظر ہوں۔ جنہوں نے خود دن اور رات کو دیوتا قرار دیا ہے۔ یا انہیں کسی دیوی یا دیوتا کا پیدا کیا ہوا مانا ہے۔ وَالنَّوۡمَ سُبَاتًا۔ نیند کا باعث تفریح وتازگی ہونا ایک طبی حقیقت ہے۔ ملاحظہ ہو تفسیر انگریزی۔ ٥٥ ہوا، بارش وغیرہ سب کا خالق وہی ایک ہے۔ اندر دیوتا یا اور کوئی دیوی دیوتا وجود نہیں رکھتے۔ طَهُوۡرًا فعول کے وزن پر طاہر کا صیغۂ مبالغہ ہے، اور امام ابو حنیفہؒ نے اسے طاہر ہی کے معنی میں لیا ہے۔ دوسرے بعض فقہاء نے اسے مطہر کے معنی میں بھی لیا ہے۔ ~~واختلف الناس فی معنی وصفہ بانہ طهور وعلی قولین احدهما انه مطهر لغیره وبه قال مالك والشافعی وحكی كثیر سواهما والثانی انه وصف طاهر وبه قال ابو حنیفة (ابن العربی)~~ فقہاء مفسرین نے آیت کے تحت میں طہارت آب کے متعلق طویل بحثیں چھیڑ دی ہیں جن کا تعلق تفسیر قرآنی سے نہیں، فقہیات سے ہے۔ یہاں صرف اتنا جان لینا کافی ہے کہ پانی کے اس وصفِ مخصوص سے فقہاء نے یہ استنباط کیا ہے کہ حکمی نجاستوں کے ازالہ اور طہارت کا کام صرف آبِ خالص ہی دے سکتا ہے۔ آب غیر خالص مثلاً عرق کیوڑہ، عرق گلاب، شربت انار گو کیسے ہی لطیف ہوں۔ صرف طاہر ہیں مطہر نہیں۔

وَقُرُوْنًا بَيْنَ ذٰلِكَ كَثِيْرًا ﴿٣٨﴾ وَكُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ
اور ان کے درمیان میں بہت سی امتوں کو ٤٢ اور ہم نے ہر ایک کے لئے عجیب
الْاَمْثَالَ ۫ وَكُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيْرًا ﴿٣٩﴾ وَلَقَدْ اَتَوْا عَلَى
عجیب مضامین بیان کئے اور ہر ایک کو ہم نے بالکل ہی برباد کر دیا ٤٣ اور (یہ لوگ) اس بستی پر سے گذر رہے
الْقَرْيَةِ الَّتِيْٓ اُمْطِرَتْ مَطَرَ السَّوْءِ ۭ اَفَلَمْ يَكُوْنُوْا
ہیں جس پر پتھر بری طرح برسائے گئے تھے ٤٤ سو کیا یہ لوگ اس کو
يَرَوْنَهَا ۚ بَلْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ نُشُوْرًا ﴿٤٠﴾ وَاِذَا رَاَوْكَ
دیکھتے نہیں رہتے ٤٥ بات یہ ہے کہ یہ لوگ مر کر جی اٹھنے کا خیال ہی نہیں رکھتے ٤٦ اور آپ کو جب یہ دیکھ لیتے
اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ۭ اَهٰذَا الَّذِيْ بَعَثَ اللّٰهُ
ہیں تو بس آپ کے حق میں تمسخر ہی کرنے لگتے ہیں کیا یہی وہ (حضرت) ہیں جنہیں خدا نے پیغمبر بنا کر
رَسُوْلًا ﴿٤١﴾ اِنْ كَادَ لَيُضِلُّنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا لَوْلَآ اَنْ
بھیجا ہے؟ ٤٧ اس (شخص) نے تو ہم کو ہمارے معبودوں سے ہٹا ہی دیا ہوتا اگر ہم ان پر
صَبَرْنَا عَلَيْهَا ۭ وَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ حِيْنَ يَرَوْنَ
قائم نہ رہتے ٤٨ اور عنقریب یہ جان لیں گے جب عذاب
الْعَذَابَ مَنْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿٤٢﴾ اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ
دیکھ لیں گے کہ کون (شخص) راہ سے ہٹا ہوا تھا؟ آپ نے اس کی بھی حالت دیکھی ہے جس نے اپنی
اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ۭ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا ﴿٤٣﴾ اَمْ
خواہشوں کو اپنا خدا بنا رکھا ہے؟ کیا آپ اس کے ذمہ دار رہ سکتے ہیں؟ ٤٩ یا

٤٢ (ان کے انکار، تکذیب و نافرمانی کی بنا پر) اَصْحٰبَ الرَّسِّ۔ اصحاب رس سے متعلق مختلف قول نقل ہوئے ہیں۔ رس محققین کے قول کے مطابق ایک شہر علاقہ یمامہ میں تھا۔ یہاں قوم ثمود کا کوئی قبیلہ آباد تھا۔ الرس قریۃ بفلج الیمامۃ وھو بقیۃ ثمود (کبیر) ھم اھل قریۃ من قری ثمود (ابن کثیر عن ابن عباس رض) موجودہ نقشوں میں یہ مقام وادیٔ رُمّہ کے علاقہ میں ملتا ہے۔ طول البلد مشرقی ۴۳ ۔عرض البلد شمالی ۲۶۔
٤٣ یعنی ان میں سے ہر امت کو تبلیغ ہر اعتبار سے مؤثر و بلیغ ہوتی رہی، اس کے بعد بھی جب یہ لوگ ایمان نہ لائے تو عذاب سے ہلاک کر دیئے گئے۔ ٤٤ (اور جہاں ہو کر یہ منکرین اپنی آمد و رفتِ شام میں گزرتے رہتے ہیں) مراد ہیں سدوم وغیرہ قوم لوط کے علاقے۔
٤٥ (اور پھر بھی عبرت نہیں پکڑتے؟) مطلب یہ ہے کہ خدائی قانون سے بغاوت و سرکشی کرنے والی قوموں کی عبرتناک سزائیں اور بربادیاں خوب ان کے علم میں ہیں۔ ان کے کھنڈر اور مٹے ہوئے آثار ان کے مشاہدہ میں آچکے ہیں۔ ٤٦ یعنی یہ اس کا یقین ہی نہیں رکھتے کہ عمل کی جزا و سزا کا ایک ضابطہ اور دستور و نظام ہے۔ اور ہر عمل پر ایک ثمرہ دنیا و آخرت میں مرتب ہوتا ہے۔ اس لئے یہ کفر کو موجب سزا و ہلاکت ہی نہیں تصور کرتے۔ ٤٧ اور وہ یہ فقرہ طنز و استہزاء کے طور پر کہتے تھے۔ یعنی اگر رسالت کوئی چیز ہے تو رسول کسی بڑے رئیس کو ہونا چاہیئے تھا۔ نہ کہ ایک عامی معمولی شخص کو ــــ مشرکین عرب کے خیال میں منصب رسالت اگر واقعی کسی کو ملنا تھا ہی تو کسی سردار قریش کو ملتا نہ کہ ایک معمولی تاجر کو۔ ھٰذَا یہاں تحقیر کے لئے ہے۔ ٤٨ یعنی وہ تو کہو خیر ہوگئی کہ ہم اپنی استقامت سے اپنے طریق قدیم پر قائم رہے، ورنہ اس شخص میں قوت تسخیر و جادو بیانی اس غضب کی ہے کہ اس نے ہمیں اکھاڑ ہی دیا ہوتا۔ ٤٩ یعنی آپ ان پر مسلط کر کے تو بھیجے نہیں گئے ہیں، پھر آپ ان کی بے راہی پر غم کیوں کیجیے۔ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ سے یہ صاف ہوگیا کہ ان کی گمراہی کی بنیاد میں کوئی شبہ عقلی و اجتہادی نہیں، بلکہ محض اتباع ہوائے نفس ہے۔ جاہلیت عرب کے لوگ آج ہی کل کی فرنگی قوموں کی طرح ایک نیم دہری قسم کے الحاد پسند لوگ تھے۔ ان کی طبیعت ذکر و فکر آخرت کی طرف آمادہ ہی نہیں ہوتی تھی۔ اور بت پرستی سے بھی بڑھ کر ہوا پرستی اور دنیوی لذات میں مبتلا رہتے تھے۔ ملاحظہ ہو تفسیر انگریزی۔

۳۶ یعنی ایک بڑی مصلحت اس تدریجی نزولِ قرآن میں تو رسول کی تقویت قلب ہے۔ مشائخ نے کہا ہے کہ ثمرات و مقامات میں جو تاخیر و تدریج ہوتی ہے اس میں بھی یہی حکمت ہے کہ ثبات و رسوخ حاصل ہوتا جائے۔ جو چیز جلدی آتی ہے، وہ جلدی نکل بھی جاتی ہے ——— سالک کو دیر ہونے سے تنگ نہ ہونا چاہئے، بلکہ صبر کرنا چاہئے۔ علماء کے ہاں تعلیم کا سبقاً سبقاً ہونا اور مشائخ کے ہاں افادہ و افاضہ میں تدریج اسی آیت سراپا حکمت کی ماتحتی میں ہے۔ نیت کا مستحکم ہونا، قلب کا تحمل پر قادر رہنا، ملکۂ علمی کا راسخ ہونا، سب اسی کے برکات ہیں۔ ۳۷ یعنی ایسا جواب جو قطعی بھی ہوتا ہے اور قریب الفہم بھی۔ "جواب کی دو خوبیاں ہیں ایک ذاتی کہ فی نفسہٖ قاطع مادۂ شبہ ہو اور دوسری اضافی کہ اپنی وضاحت کے سبب قریب الفہم ہو۔

لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا ﴿٣٢﴾ وَلَا يَاْتُوْنَكَ

اس لئے کہ ہم اسکے ذریعہ سے آپکے دل کو قوی رکھیں اور ہم نے اسے ٹھہر ٹھہر کر اتارا ہے ۳۶ اور یہ لوگ جیسا بھی

بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاَحْسَنَ تَفْسِيْرًا ﴿٣٣﴾

عجیب سوال آپکے سامنے پیش کرتے ہیں ہم اس کا جواب ٹھیک اور وضاحت میں بڑھا ہوا آپکو بتاتے ہیں ۳۷

اَلَّذِيْنَ يُحْشَرُوْنَ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ اِلٰى جَهَنَّمَ ۙ اُولٰٓئِكَ

یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے چہروں کے بل جہنم کی طرف لے جائے جائیں گے یہ لوگ جگہ

شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿٣٤﴾ ع وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى

کے لحاظ سے بدترین اور طریقہ میں بہت گمراہ ہیں ۳۸ اور بہ تحقیق ہم نے موسیٰ کو

الْكِتٰبَ وَجَعَلْنَا مَعَهٗٓ اَخَاهُ هٰرُوْنَ وَزِيْرًا ﴿٣٥﴾ ۚ

کتاب دی تھی اور ہم نے ان کے ساتھ ان کے بھائی ہارون کو ان کا معین بنا دیا

فَقُلْنَا اذْهَبَآ اِلَى الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۭ

اور پھر ہم نے کہا کہ دونوں آدمی ان لوگوں کے پاس جاؤ جنہوں نے ہماری نشانیوں کو جھٹلایا ہے

فَدَمَّرْنٰهُمْ تَدْمِيْرًا ﴿٣٦﴾ ۭ وَقَوْمَ نُوْحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ

سو ہم نے انہیں بالکل ہی ہلاک کر دیا ۳۹ اور ہم نے قوم نوح کو بھی (ہلاک کیا) جب انہوں نے پیمبروں کو جھٹلایا ۴۰

اَغْرَقْنٰهُمْ وَجَعَلْنٰهُمْ لِلنَّاسِ اٰيَةً ۭ وَاَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ

ہم نے انہیں غرق کر دیا اور ہم نے انہیں ایک نشان (عبرت) بنا دیا اور ہم نے ظالموں کے لئے ایک دردناک

عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿٣٧﴾ ۚ وَّعَادًا وَّثَمُوْدَا۟ وَاَصْحٰبَ الرَّسِّ

عذاب تیار کر رکھا ہے ۴۱ اور ہم نے (اسی طرح ہلاک کیا) عاد اور ثمود اور اصحاب رس کو

۳ ع۱۴ ۱

الحق میں خوبی اول اور احسن تفسیرا میں خوبی دوم کی طرف اشارہ ہے۔" (تھانویؒ) ۳۸ جگہ سے مراد دوزخ اور طریقہ سے مراد مسلک و مذہب۔ اور یہ سزا متناسب اس لئے ہے کہ اعتراضات نگونساریٔ عقل سے تھے سزا نگونساریٔ بدن سے ہوئی۔" (تھانویؒ) اشارۃ النص سے یہ بات بھی صاف ہوگئی کہ قادر مطلق اس پر پوری طرح قادر ہے کہ جس عضو جس قوت سے جو کام جس وقت چاہے لے لے۔ خواہ اس کی عام عادت و معمول کے موافق خواہ اس کے مخالف۔ اور ان فطرت پرستوں کی سطحیت اور بے مغزی بالکل آشکارا ہو جاتی ہے جو ہمہ توان خدا کی قدرت کو "نیچر کے قوانین" کا تابع و محکوم سمجھتے ہیں۔ ۳۹ (چنانچہ قوم فرعون کی غرقابی مشہور واقعہ ہے۔ قرآن میں بھی بار بار اس کا ذکر آچکا ہے) کلمہ ثم ہمیشہ تاخر زمانی ہی کے لئے نہیں آتا۔ چنانچہ یہاں بھی معلوم ہے کہ نزول کتاب (توراۃ) کا واقعہ مخاطبہ قوم فرعون سے قبل کا نہیں، بہت بعد کا ہے۔ اذھبا کا عطف قبل والی آیت کے جملہ پر ہے اور جعلنا اور قلنا دونوں کے ماتحت واقعات کا وقوع ایتاء کتاب کے قبل کا ہے۔ فقولہ فقلنا اذھبا معطوف علی جعلنا وکل من الجعل والقول کان قبل ایتاء الکتاب (بحر) الکتب سے مراد توریت کا ہونا بالکل ظاہر ہے۔ بِاٰیٰتِنَا۔ اٰیٰتنا میں دلائل سے مراد یا تو دلائل عقلیہ ہیں اور ظاہر ہے کہ بعد سمجھ جانے ان دلائل کے توحید کا انکار ضرور قابل زجر ہے۔ اور یا مراد دلائل نقلیہ ہیں جو انبیاء سابقین سے منقول ہوتے ہوئے ان لوگوں تک پہنچے ہونگے۔ ان کے انکار کا مذموم ہونا ظاہر ہی ہے۔" (تھانویؒ) یہ بھی ممکن ہے کہ ایک طرف احکام و شرائع مراد ہوں اور دوسری طرف خوارق و معجزات۔ وَزِیْرًا۔ یہیں سے یہ مسئلہ صاف ہوگیا کہ وزارت نبوت کے منافی نہیں۔ والوزارۃ لا تنافی النبوۃ فقد کان فی الزمان الواحد انبیاء یوازر بعضھم بعضا (بحر) فَدَمَّرْنٰهُمْ تَدْمِيْرًا۔ تدمیر ہلاک کی شدید ترین شکل کا نام ہے۔ یعنی انہیں بالکل چور چور ریزہ ریزہ ہی کر ڈالا۔ والتدمیر اشد الاھلاک واصلہ کسر الشیء علی وجہ لا یمکن اصلاحہ (بحر) ۴۰ شرک و جاہلیت میں مبتلا قوم نوح کا انکار محض شخصی رسالت نوح کا انکار نہ تھا، سارے سلسلۂ انبیاء کا اور نفس مسئلہ نبوت کا انکار تھا۔ امام رازیؒ اور ان کے اتباع میں بعض دوسرے مفسرین کی بھی نظر اس نکتہ تک پہنچ گئی تھی کہ ممکن ہے یہ لوگ براہمۂ ہند کی طرح سلسلۂ نبوت ہی کے منکر ہوں۔ انما کانوا من البراھمۃ المنکرین لکل الرسل کبرا وکذبوا بنوح والرسل مطلقا کالبراھمۃ بعث الیھم منھم بارسال الرسل کالبراھمۃ (بحر) ۴۱ (آخرت میں، جیسا کہ دنیا میں سزا غرقابی کی ملی) لِلظّٰلِمِيْنَ۔ ظالمون سے یہاں بھی مراد کافر ہی ہیں۔ جیسا کہ قرآن میں اکثر مقامات پر ہے۔

الْكٰفِرِيْنَ عَسِيْرًا ﴿۲۶﴾ وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى
پر بہت سخت ہوگا اور جس روز ظالم اپنے ہاتھ کاٹ کاٹ

يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِى اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ
کھائے گا کہے گا کہ کاش میں رسول کے ساتھ راہ پر

سَبِيْلًا ﴿۲۷﴾ يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِىْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ﴿۲۸﴾
لگ لیتا ۳۰ہ ہائے میری شامت! کاش میں نے فلاں شخص کو دوست نہ بنایا ہوتا!

لَقَدْ اَضَلَّنِىْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِىْ ؕ وَكَانَ
یقیناً اس نے نصیحت آئے پیچھے مجھے اس سے بہکا دیا اور شیطان تو

الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا ﴿۲۹﴾ وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ
انسان کو امداد کرنے سے جواب دے ہی دیتا ہے ۳۱ہ اور رسول کہیں گے کہ اے میرے پروردگار

اِنَّ قَوْمِى اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ﴿۳۰﴾ وَكَذٰلِكَ
میری (اس) قوم نے اس قرآن کو بالکل نظر انداز کر رکھا تھا ۳۲ہ اور ہم اسی طرح

جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِىٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ ؕ وَكَفٰى
ہر نبی کے دشمن مجرم لوگوں میں سے بناتے رہتے ہیں ۳۳ہ اور آپ کا

بِرَبِّكَ هَادِيًا وَّنَصِيْرًا ﴿۳۱﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا
پروردگار ہی کافی ہادی اور مددگار ہے ۳۴ہ اور کافر یہ کہتے ہیں کہ اس شخص

نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً ۚ كَذٰلِكَ ۚ ع
پر قرآن اکبارگی (پورا) کیوں نہیں نازل کردیا گیا؟ ۳۵ہ اس طرح

۳۰ہ یہ ہاتھوں کا کاٹنا فرط حسرت سے ہوگا۔ عض الیدین والانامل کنایۃ عن الغیظ والحسرۃ (کشاف) من فرط الحسرۃ (بیضاوی) الظَّالِمُ۔ ظالم سے مراد اردو کا ظالم نہیں بلکہ اپنے نفس پر ظلم کرنے والا، یعنی کافر یا منکر دین مراد ہے۔ ۳۱ہ (چنانچہ قیامت میں زبانی ہمدردی تک کے بھی کام نہ آئے گا) یٰوَیْلَتٰی لَیْتَنِیْ الخ۔ بڑا عبرت کا مضمون اپنے اندر رکھتا ہے۔ دنیا میں جتنی بھی گمراہیاں آتی ہیں کسی نہ کسی انسانی ہی ذریعہ سے آتی ہیں اور شیطان جب آتا ہے، کسی دوست و آشنا راز دان ہی کے قالب میں آتا ہے۔ فقہاء نے اس آیت سے بطور اشارۃ النص نکالا ہے کہ صحبت بد کا ترک واجب ہے خصوصاً اس شخص کا جو اغوا کرتا ہے۔ مرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ آیت میں صحبت اشرار سے بچنے کی تعلیم ہی اور شریر کی تفسیر یہ ہے کہ جو کوئی ذکر الٰہی سے بعید ہونے کا سبب بن جائے۔ لَقَدْ ...... جَآءَنِیْ آیت میں صاف اشارہ اس طرف موجود ہے کہ جن کافروں پر مؤاخذہ کا ذکر ہے، یہ وہی ہیں جنہوں نے تبلیغ کے بعد اور تبلیغ کے باوجود کفر اختیار کیا۔ ۳۲ہ ذکر وہی قیامت کا چل رہا ہے۔ رسول اللہ صلعم جناب باری میں بطور شکایت عرض کریں گے کہ جو قوم میری مخاطب دعوت تھی اس نے قرآن کو ماننا اور اس پر عمل کرنا الگ رہا، اسے قابل التفات ہی نہ سمجھا۔ قَوْمِیْ۔ قوم سے مراد صرف قوم قریش ہے یا امت دعوت۔ قریشًا (مدارک، بیضاوی) مَهْجُوْرًا۔ ھجر کے ایک معنی تو اعراض کرنے کے ہیں، جیسا کہ متن ترجمہ میں درج ہوئے، اور دوسرے معنی ہذیان بکنے کے ہیں۔ منقول یہ دونوں معنی ہیں۔ یعنی متروکًا فاعرضوا عنه ولم یؤمنوا به (معالم) من الایمان به مبعدًا مقصیًا من الھجر (بجر عن النخعی ومجاھد واتباعھم) جعلوہ بمنزلة الھجر وھو الھذیان (معالم عن النخعی ومجاھد) ای ترکوا ولم یؤمنوا به من العدول (مدارک) بہرصورت اس شکایت کا تعلق منکرین قرآن سے ہے نہ کہ ضعیف العمل مسلمانوں سے۔ قرآن مجید سے تعلق واجب کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ اسے کلام الٰہی اور واجب العمل مانا جائے۔ اور یہ تعلق بھی اگر ٹوٹ گیا تو یہ کفر ہے۔ اعلیٰ درجہ تعلق کا یہ ہے کہ قرآن کو قولاً و فعلاً تمامتر اپنے اوپر حاوی کرلیا جائے۔ اور اگر یہ درجہ نہیں قائم ہے۔ تو یا تو معصیت ہے اور یا بعض صورتوں میں صرف حجاب۔ مہجوریت کا تعلق بالفرض مسلمانوں ہی سے سمجھا جائے، تو مراد اعلیٰ اور اوسط درجہ کے تعلق کا ترک ہوگا۔ —— اس سے زیادہ ترک تعلق کا اشارا مسلمانوں کی جانب سمجھنا اہل سنت کا مذہب نہیں مسلک خوارج ہیں جو کچھ بھی ہو۔ ۳۳ہ (اپنی مشیت تکوینی کے ماتحت) مطلب یہ ہے کہ ناحق شناس لوگ تو ہر زمانہ میں اپنے وقت کے پیمبر کے دشمن رہے ہیں، سو آپ کے بھی کفر پسند معاصرین آپ سے عداوت ٹھانے ہوئے ہیں آپ اس پر اتنا غم نہ کیجیے۔ عارفین کہتے ہیں چونکہ ہر ولی نبی ہی کے قدم پر ہوتا ہے تو اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہر ولی کا بھی ایک عدو ہوتا ہے۔ ۳۴ہ (چنانچہ جن کے لئے ہدایت منظور ہے انہیں ہدایت ہوتی رہے گی، اور مجرموں، سرکشوں سے مقابلہ کی جب ضرورت ہوگی، آپ کی مدد بھی ہوتی رہے گی) "یعنی غم کے دو سبب ہو سکتے ہیں۔ ایک ان کا گمراہ رہنا، اور دوسرا ان کا درپے ایذا ہونا۔ سو اللہ تعالیٰ ہدایت کے لئے بھی کافی ہے اور اگر حکمت مقتضی ہوگی تو ہدایت کی توفیق دے دیگا۔ جب ہدایت نہیں ہوتی تو اسی میں حکمت ہے۔ اور ایذا کے دفع کرنے کے لئے بھی اللہ کافی ہے۔ اگر چندے دفع نہ کرے تو اسی میں حکمت ہوگی غرض نہ اس سے غم کیجیے نہ اُس سے۔" (تھانویؒ) ۳۵ہ یعنی اگر خدا کا کلام ہوتا تو رفتہ رفتہ کیوں نازل ہوتا۔ یہ تو (نعوذ باللہ) انھیں کا کلام ہے، سوچ سوچ کر حسب موقع تھوڑا تھوڑا تصنیف کرتے رہتے ہیں۔

۲۳ھ یعنی یوم حشر کے منکرین، ساتھ ہی شرک اور اوہام پرستی میں مبتلا ————— مشرکین عرب میں یہ دونوں باتیں موجود تھیں۔ ۲۴ھ مشرکین عرب دیوتاؤں کے قائل تھے، اور اُنھیں کو فرشتہ کہتے تھے۔ دعوٰی رسالت سے انکار کے وقت کہتے تھے کہ "یہ رسول" اگر اپنے دعوٰی میں سچے ہیں تو آسمانی دیوتا مجسّم اور متشکل ہو کر ان کے ساتھ کیوں نہیں جو ان کے دعوٰی کی تصدیق کرتے رہیں، یا خود خدا ہی کو ہمیں کیوں نہیں دکھا دیا جاتا جو ہم براہِ راست اسی کی زبان سے ان کے دعووں کی تصدیق سن لیں۔ ۲۵ھ یعنی کافروں میں خود کفر

وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا لَوْلَآ اُنْزِلَ
وہ لوگ جو ہمارے پاس آنے کی امید نہیں رکھتے ۲۳ھ وہ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس فرشتے
عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ نَرٰى رَبَّنَا ؕ لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا
کیوں نہیں آتے یا ہم اپنے پروردگار کو دیکھ ہی لیتے ۲۴ھ یقیناً انہوں نے اپنے دلوں میں
فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْ عُتُوًّا كَبِيْرًا ﴿۲۱﴾ يَوْمَ يَرَوْنَ
اپنے کو بہت بڑا سمجھ لیا ہے اور حد سے بہت ہی دور نکل گئے ہیں ۲۵ھ جس روز یہ لوگ فرشتوں کو
الْمَلٰٓئِكَةَ لَا بُشْرٰى يَوْمَئِذٍ لِّلْمُجْرِمِيْنَ وَيَقُوْلُوْنَ
دیکھیں گے اس روز مجرموں کے لئے کوئی خوشی کی بات نہ ہوگی اور یہ کہیں گے کہ
حِجْرًا مَّحْجُوْرًا ﴿۲۲﴾ وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ
پناہ پناہ! ۲۶ھ اور ہم ان کے کاموں کی طرف متوجہ ہونگے جو یہ کر چکے ہیں
فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ﴿۲۳﴾ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ يَوْمَئِذٍ
سو ان کو ایسا کر دیں گے جیسے پریشان غبار اہلِ جنّت اس روز
خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَّاَحْسَنُ مَقِيْلًا ﴿۲۴﴾ وَيَوْمَ تَشَقَّقُ
قیامگاہ میں بھی اچھے رہیں گے اور آرامگاہ میں بھی خوب اچھے ۲۷ھ اور جس روز آسمان
السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ وَنُزِّلَ الْمَلٰٓئِكَةُ تَنْزِيْلًا ﴿۲۵﴾ اَلْمُلْكُ
پھٹ جائیگا ایک بدلی پر سے اور فرشتے بکثرت اتارے جائیں گے اس روز
يَوْمَئِذِ ِۨالْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ ؕ وَكَانَ يَوْمًا عَلَى
حکومتِ حقیقی (خدائے) رحمٰن ہی کی ہوگی اور وہ دن کافروں

وعدمِ ایمان ہی کی بنا پر، صلاحیت نہ رویتِ باری کی رہ گئی ہے اور نہ ملائکہ رحمت سے دوچار ہونے کی۔ مرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ جو سلوک میں احوالِ باطنی غیر اختیاری کا منتظر رہتا ہے، اس کے انتظار کا منشا یہی تکبر ہوتا ہے، گویا وہ اپنے اعمالؒ مجاہدات کو استحقاق کی بنیاد قرار دیتا ہے۔

۲۶ھ کافروں کا سامنا فرشتوں سے جب بھی ہوگا عذاب ہی کے فرشتوں سے ہوگا، اور وہ وقت کافروں کی مسرت کا نہیں، انتہائی مصیبت کا ہوگا۔ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا ایک محاورہ ہے عہدِ جاہلیت میں جب کسی کو کوئی بلا پیش آتی یا کوئی اپنے دشمن کو دیکھ پاتا اور خیال یہ ہوتا کہ وہ اس پر حملہ کرے گا تو یہی لفظ پکار کر کہتا۔ جیسے اردو محاورہ میں کہتے ہیں دور، دور! هذه كلمة كانوا يتكلمون بها عند لقاء عدو موهوب او هجوم نازلة او نحو ذلك يضعونها موضع الاستعاذة (کشاف) كان الرجل اذا لقي من يخاف يقول ذلك (راغب) مرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ سلوک میں حالاتِ محمود غیر اختیاری کا پیش آجانا بعض طالبین کے حق میں مضر ہوتا ہے اور اس کی فہم مشائخ اہلِ تربیت رکھتے ہیں۔ ۲۷ھ ماجرا قیامت کا بیان ہو رہا ہے۔ کافروں کو اپنے اپنے جن جن اعمال پر غرہ ہوگا کہ ہم نے دنیا میں فلاں فلاں اعمالِ خیر بھی تو کئے ہیں، چونکہ وہ ایمان سے خالی ہونگے قیامت کے دن انہیں غبار پریشان کی طرح بالکل بے مصرف کر کے دکھا دیا جائے گا۔ مُّسْتَقَرًّا.... وَمَقِيْلًا۔ مستقر جائے قیام اور مقیل جائے آرام دونوں سے مراد جنت ہے۔ اور جنت کا ہر حیثیت سے بہترین ہونا ظاہر ہے۔ صوفیہ نے وقدمنا الی ما عملوا الخ سے یہ مسئلہ مستنبط کیا ہے کہ بدون باطن کے محض ظاہری عمل ہرگز معتبر نہیں۔ ۲۸ھ (زمین پر) یہ وقت وہ ہوگا جب صور کے نفخِ ثانی کے بعد زمین و آسمان سب از سرِ نو درست ہو جائیں گے۔ حساب کتاب شروع ہو رہا ہوگا حق تعالیٰ کی ایک تجلی خاص حساب و کتاب کی غرض سے ہوگی۔ ملائکہ اردگرد کثرت سے ہونگے۔ سورۂ بقرہ کی آیت هل ينظرون الا ان ياتيهم الله فى ظلل من الغمام والملئكة الخ میں بھی اسی موقع کا ذکر ہے۔ بِالْغَمَامِ میں بؔ یا تو وارد عن کے ہے یا بسبیہ ہے یعنی بسبب الغمام اى بسبب طلوعه منها۔ اور یا حالیہ ہے یعنی ملتبسة بالغمام (روح) تَشَقَّقُ السَّمَآءُ۔ آسمان کا یہ پھٹنا بطور کھلنے کے ہوگا۔ جو پھٹنا بطور تخریب و افناء کے ہوگا وہ نفخِ اول کے وقت ہو چکا ہوگا۔ ۲۹ھ (عیاناً و شہوداً) ہی اور کسی کو ظاہراً گنجائش بھی کسی دخل و تصرف کی نہ ہوگی، جیسا کہ دنیا میں رہتی ہے)

۱۶ یعنی اللہ نے اپنے فضل و عنایت سے یہ اجر اپنے اوپر لازم کر لیا ہے۔ اور یہ اس قابل ہے کہ اس کی درخواست کی جائے۔ مَسْئُوْلًا۔ یہاں قابل درخواست کے معنی میں ہے
اے من حقہ ان یکون مسئولا کہ حقیقۃ لا بسئل و طلب (بیضاوی) لَهُمْ فِيهَا مَا يَشَاءُونَ۔ اہل جنت کا پہلا وصف یہاں یہ بیان ہوا کہ جنت میں انھیں کی
مرضی کارفرما ہو گی —— وہ جو کچھ بھی چاہیں گے جو بھی نعمتیں، راحتیں، لذتیں، مادی، روحانی جس قسم کی بھی انہیں مرغوب ہونگی، بس وہ انہیں مہیا و حاضر مل
جائیں گی —— آج اپنی خواہشوں کو مرضیِ الٰہی کے تابع کر دینے کا یہی نتیجہ کل نکلنا بھی چاہئے تھا۔ خٰلِدِيْنَ۔ دوسرا وصف یہ بیان ہوا کہ یہ نعمتیں ساری کی ساری دائمی، سرمدی اور غیر منقطع ہونگی۔ ہرگز کسی تلف و نقصان و ختم و فنا کا اندیشہ نہ ہوگا —— عجب کیا ہے جو اس عالم میں وقت کی رفتار ہی روک دی جائے۔ اور ہم جس حرکت زمانی کے خوگر و مانوس ہیں سرے سے یہی باقی نہ رہے۔ یہ دو وصف ایسے جامع و مانع بیان ہو گئے کہ اب ان پر کسی اضافہ کی نہ ضرورت ہے نہ گنجائش ہی۔ ۱۷ یہ سوال مشرکوں کو اور زیادہ قائل اور نادم کرنے کے لئے انبیاء، ملائکہ، اولیاء سے ہوگا جنھیں مشرکین ان بیچاروں کے شائبۂ رضا کے بغیر الوہیت و صفاتِ الوہیت میں شریک رکھتے تھے۔ ۱۸ یعنی تو نے تو انکے لئے اسباب شکر فراہم کر دیئے تھے جن کا مقتضا یہ تھا کہ منعم کی معرفت اور اس کے شکر و اطاعت میں خوب لگ جاتے۔ لیکن انھوں نے اس کے برعکس راستہ اختیار کر کے انھیں کو اسباب کفر بنا لیا۔ ۱۹ (قیامت میں) وَمَنْ يَّظْلِمْ مِّنْكُمْ۔ ظلم سے مراد کفر و شرک ہے۔ ابن عباس رضؓ صحابی اور تابعین سے یہی مروی ہے۔ اے یشرک باللہ (ابن کثیر) یشرک باللہ (معالم) الظلم ھنا الشرک قال ابن عباس والحسن وابن جریج (بحر)

مَسْـُٔوْلًا ﴿١٦﴾ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ
(اور) قابلِ درخواست ۱۶ اور جس روز (اللہ) جمع کریگا انہیں اور ان لوگوں کو جنہیں وہ اللہ کے سوا پوجتے تھے
فَيَقُوْلُ ءَاَنْتُمْ اَضْلَلْتُمْ عِبَادِيْ هٰٓؤُلَآءِ اَمْ هُمْ ضَلُّوا
پھر ان سے کہے گا کہ کیا تمہیں نے میرے ان بندوں کو گمراہ کیا تھا ۱۷ یا یہ (خود ہی) راہ سے بھٹک
السَّبِيْلَ ﴿١٧﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ مَا كَانَ يَنْۢبَغِيْ لَنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ مِنْ
گئے تھے؟ وہ کہیں گے سبحان اللہ ہماری مجال نہ تھی کہ ہم تیرے سوا
دُوْنِكَ مِنْ اَوْلِيَآءَ وَلٰكِنْ مَّتَّعْتَهُمْ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى نَسُوا
اور کارسازوں کو تجویز کریں ہاں تو نے ان کو اور ان کے بڑوں کو خوب آسودہ کیا، یہاں تک کہ یہ (تیری)
الذِّكْرَ ۚ وَكَانُوْا قَوْمًۢا بُوْرًا ﴿١٨﴾ فَقَدْ كَذَّبُوْكُمْ بِمَا تَقُوْلُوْنَ ۙ فَمَا
یاد ہی کو بھلا بیٹھے اور یہ لوگ برباد ہو کر رہے ۱۸ سو (تمہارے معبودوں ہی نے) تمہاری باتوں کو جھٹلا دیا سو (اب)
تَسْتَطِيْعُوْنَ صَرْفًا وَّلَا نَصْرًا ۚ وَمَنْ يَّظْلِمْ مِّنْكُمْ نُذِقْهُ
تم نہ (تو خود) ٹال سکتے ہو اور نہ (تمہیں) مدد ہی پہنچ سکتی ہے۔ اور جو تم میں سے ظلم کریگا (اپنے اوپر) اسے ہم
عَذَابًا كَبِيْرًا ﴿١٩﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ
بڑا عذاب چکھائیں گے ۱۹ اور ہم نے آپ سے پہلے جتنے پیغمبر بھیجے ہیں سب کھانا
لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ ۭ وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ
بھی کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے پھرتے تھے ۲۰ اور ہم نے تم میں ایک
لِبَعْضٍ فِتْنَةً ۭ اَتَصْبِرُوْنَ ۚ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيْرًا ﴿٢٠﴾ ع ٢ / ١٧
کو دوسرے کے لئے آزمائش بنایا ہے ۲۱ تو اب بھی صبر کرو گے؟ اور آپ کا پروردگار بڑا دیکھنے والا ہے

۲۰ مشرکین کا اعتراض رسول اللہ صلعم کی صفات بشری پر اوپر نقل ہو چکا ہے۔ یہاں اسی کا جواب ہے کہ بشریت اور رسالت میں ذرا بھی منافات نہیں۔ سلسلۂ نبوت کے جتنے حامل گزرے ہیں یہ صفات بشری تو سب ہی کے ساتھ لگے ہوئے رہے ہیں۔ ۲۱ (اے انسانو! چنانچہ انبیاء کو بھی ایسے حالات میں رکھا جن سے امت کی پوری آزمائش ہو جائے۔ کہ کون ان کے صفات بشری پر نظر کر کے تکذیب کرتا ہے، اور کون ان کے کمالات نبوت پر نظر کر کے تصدیق) ۲۲ (چنانچہ انکے حالات بھی خوب دیکھ رہا ہے، اور وقتِ موعود پر انہیں سزا دے کر رہے گا)

ع ۱ ۹ ۱۶

سَبِيلًا ﴿٩﴾ تَبٰرَكَ الَّذِيٓ اِنْ شَآءَ جَعَلَ لَكَ خَيْرًا مِّنْ
راہ نہ پا سکے ۱۰؎ وہ ذات بڑی عالی شان ہے کہ اگر وہ چاہے تو آپ کو اس سے بھی بہتر چیز دیدے (یعنی بہت سے)
ذٰلِكَ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ وَيَجْعَلْ لَّكَ
باغات کہ ان کے نیچے نہریں بہتی ہوں اور آپ کو (بہت سے) محل
قُصُوْرًا ﴿١٠﴾ بَلْ كَذَّبُوْا بِالسَّاعَةِ ۣ وَاَعْتَدْنَا لِمَنْ كَذَّبَ
دے دے ۱۱؎ اصل یہ ہے کہ یہ لوگ قیامت کے منکر ہیں ۱۲؎ اور ہم نے اس کے لئے جو قیامت کو جھٹلائے
بِالسَّاعَةِ سَعِيْرًا ﴿١١﴾ اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ سَمِعُوْا
دوزخ تیار کر رکھی ہے وہ ان کو دور سے دیکھے گی تو یہ اس کا
لَهَا تَغَيُّظًا وَّزَفِيْرًا ﴿١٢﴾ وَاِذَآ اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا
جوش و خروش سنیں گے ۱۳؎ اور جب وہ اس میں کسی تنگ جگہ ہاتھ پاؤں جکڑ کر
مُّقَرَّنِيْنَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا ﴿١٣﴾ لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُوْرًا
ڈال دیئے جائیں گے تو وہاں موت کو پکاریں گے آج ایک ہی موت کو
وَّاحِدًا وَّادْعُوْا ثُبُوْرًا كَثِيْرًا ﴿١٤﴾ قُلْ اَذٰلِكَ خَيْرٌ اَمْ جَنَّةُ
نہ پکارو بہت سی موتوں کو پکارو ۱۴؎ آپ کہیے کہ آیا یہ (مصیبت) اچھی ہے یا وہ ہمیشگی
الْخُلْدِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ۭ كَانَتْ لَهُمْ جَزَآءً وَّمَصِيْرًا ﴿١٥﴾
کی جنت جس کا وعدہ متقیوں سے کیا جا چکا ہے ۱۵؎ وہ ان کے لئے صلہ ہے اور آخری ٹھکانا
لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَآءُوْنَ خٰلِدِيْنَ ۭ كَانَ عَلٰي رَبِّكَ وَعْدًا
انہیں وہاں جو کچھ وہ چاہیں گے ملے گا وہ ہمیشہ رہیں گے (یہ) وعدہ ہے ان کے پروردگار کے ذمہ

ف ۱۰ قرآن مجید رسول اللہ صلعم کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ ذرا دیکھئے تو یہ لوگ آپ کے دعوئ نبوت کا انکار کر کر کے کہاں سے کہاں پہنچ گئے اور ایک نبوت کو نہ مان کر کیسی کیسی عجیب اور بے سروپا باتوں کے ماننے پر مجبور ہو گئے! ان کی عقلوں پر یہ کیسی مار پڑ رہی! یہی حال آج یورپ کے بڑے بڑے نامور مستشرقین کا ہے۔ سیدھے سادہ دعوئ نبوت سے انکار کے بعد انھیں کیسے کیسے بے سروپا نظریات ماننے اور فرض کرنے پڑتے ہیں! ف ۱۱ (اسی دنیا میں) یعنی یہ کافر تو صرف ایک باغ غیبی کی فرمائش آپ کے لئے کر رہے ہیں۔ ہماری مشیت تکوینی اگر ہوتی، تو ہم تو اس سے بھی کہیں بڑھ چڑھ کر چیزیں آپ کو یہیں اور ابھی دے دیتے۔ باغ ایک نہیں کئی ایک، قصر و محل متعدد وغیرہا۔ ف ۱۲ یعنی یہ لوگ جو ایسے واہی تباہی مطالبات پیش کر رہے ہیں تو اس کی وجہ یہ نہیں کہ انہیں حق کی تلاش و طلب شروع ہوئی اور دوران تحقیق میں کچھ شبہات پیش آ گئے، بلکہ دلوں میں انکار جزا اعمال شروع سے بسا ہوا ہے۔ اس لئے سنجیدگی و ذمہ داری سے یہ مسائل دین پر غور و فکر کی زحمت بھی گوارا نہیں کرتے۔ اور ایسی بے سروپا باتیں زبان سے نکال ڈالتے ہیں۔ ف ۱۳ یعنی دوزخ ان بدبختوں کو دیکھ کر اس قدر غضبناک ہوگی کہ یہ دور ہی سے اسکا جوش خروش سن لیں گے۔ رَاَتْهُمْ سے استدلال کیا گیا ہے کہ دوزخ بھی صاحب شعور و ادراک ہے۔ ~~سَعِيْرًا سعیر مذکر ہے، یہاں نار کے معنی میں ہے اور معنی کی مناسبت سے مؤنث لایا گیا ہے۔ لہا کی ضمیر مؤنث بھی اسی جانب ہے۔ انما جلعہ مؤنثا علی معنی النار~~ ف ۱۴ وہ بدبخت دوزخی جو دوزخ ہی کی ناقابل برداشت ہولناکیوں سے گھبرا کر چیخ اٹھیں گے کہ کاش ہمیں موت آ جاتی! انہیں جواب ملے گا کہ ایک ہی موت کیسی، اب تو تمہاری قسمت میں موتوں ہی موتوں کی تکلیفیں ہیں! ف ۱۵ اب بھی سوچنے سمجھنے کی مہلت ہے۔ یہ لوگ خود غور کر کے یہ فیصلہ کریں کہ ایک طرف دوزخ کی یہ ناقابل برداشت مصیبتیں ہیں جو ثمرہ ہیں کفر و انکار کا، اور دوسری طرف جنت کی بے شمار راحتیں ہیں، جو موعود ہے ایمان و طاعت پر۔

ف۳ یعنی یہی جاہلانہ، بیدردانہ الزام آج بھی سینکڑوں یہودی مسیحی، ملحد مستشرقین اپنی کتابوں میں دہرا رہے ہیں۔ اور اس جہل کو سند اپنی "روشن خیالی" کی سمجھ رہے ہیں! — فرماتے ہیں اور کس قدر مضحکہ انگیز نمائش علم و فضل کے ساتھ فرماتے ہیں کہ (نعوذ باللہ) محمد تھے بڑے ذہین، زیرک و چالاک، ایک اثر انگیز کتاب اپنی طرف سے گڑھ کر لے خدا کی جانب منسوب کر دیا! ف۴ (کہ حقیقت اور اصلیت سے اس قدر بعید، ثبوت و تحقیق سے اس قدر معرّی، دعوٰی کر بیٹھے ثبوت کوئی ادنیٰ سا بھی پیش نہیں کر سکتے۔

ف۵ ملاحظہ ہو پ۱۴ سورۃ النحل آیت لقد نعلم انھم یقولون انما یعلمہ بشر کا حاشیہ۔ ف۶ (اور جس طرح اس کا علم کامل ہے جس سے مخلوقات کا علم کوئی نسبت

عَلَيْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ ۚ فَقَدْ جَآءُوْ ظُلْمًا وَّ زُوْرًا ۚ ﴿۴﴾

نے اس میں اس کی مدد کی ہے ف۳ یہ لوگ بڑے ظلم اور جھوٹ کے مرتکب ہوئے ف۴

وَ قَالُوْۤا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ

اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ (قرآن) تو اگلوں کی بے سند باتیں ہیں جنکو اس شخص نے لکھوا لیا ہے پھر وہی اس (شخص)

بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا ﴿۵﴾ قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِيْ يَعْلَمُ السِّرَّ فِي

کو صبح و شام پڑھ کر سنایا جاتا ہے ف۵ آپ کہہ دیجئے کہ اس کو اس ذات نے اتارا ہے جسے آسمانوں

السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۶﴾ وَ قَالُوْا

اور زمین کے ہر راز کی خبر ہے ف۶ بیشک وہ بڑا مغفرت والا ہے بڑا رحمت والا ہے ف۷ اور یہ لوگ

مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَ يَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ ؕ

کہتے ہیں کہ کیسا ہے یہ رسول جو کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے۔

لَوْ لَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا ﴿۷﴾ اَوْ

اس کے پاس کوئی فرشتہ کیوں نہیں بھیجا گیا کہ وہ اس کے ساتھ ڈراتا یا اس کے

يُلْقٰۤى اِلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ يَّاْكُلُ مِنْهَا ؕ وَ

پاس کوئی خزانہ غیب سے آ پڑتا یا اس کے پاس کوئی باغ ہوتا جس سے یہ کھاتا (پیتا) ف۸ اور

قَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ﴿۸﴾

(یہ) ظالم کہتے ہیں کہ تم لوگ تو بس ایک سحر زدہ شخص کی پیروی کر رہے ہو ف۹

اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ

دیکھئے تو یہ لوگ آپ کے لئے کیسی عجیب عجیب باتیں بیان کرتے ہیں سو وہ (بالکل) گمراہ ہو گئے پھر وہ (بالکل)

نہیں رکھتا، اسی طرح اس کا کلام بھی بے شمار وجوہِ اعجاز کا جامع ہے) ف۷ (اسی لئے وہ ایسا بیہودہ بکنے والوں پر فوراً گرفت نہیں کرتا، بلکہ انہیں مہلت دیتا جاتا ہے۔ اور اگر وہ تائب ہو جائیں تو انہیں معاف بھی کر دے گا) ف۸ (اور اس کو فکر معاش سے غیبی طور پر فارغ البالی حاصل رہتی) جاہلی قوموں کے اصولی اعتراضات نقل ہو رہے ہیں۔ وحی و نبوت کا مسئلہ اصلاً ہی ان کی سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ وہی دیوی دیوتا والا، اوتار والا عقیدہ دلوں میں جما ہوا تھا۔ خدا خود تو دنیا میں آسکتا ہے۔ کسی انسان بلکہ حیوان کے قالب میں آسکتا ہے لیکن کسی بشر کو اپنا نائب، اپنا سفیر، اپنا پیامبر بنانا کیا معنی؟ —— وہی بنیادی گمرہی جو جاہلی قوموں میں آج تک چلی آرہی ہے۔

یاکل الطعام و یمشی فی الاسواق۔ یعنی کھانے پینے، چلنے پھرنے، خرید فروخت کی ضرورتیں پوری کرنے میں یہ تو بالکل عام انسانوں کی طرح ہیں۔ انہیں پیمبر کیسے مان لیا جائے؟ —— گویا پیمبری عام بشری ضرورتوں کے منافی تھی! —— اسلام کی بنیاد خوارق پر نہیں بلکہ اصل تعلیمات پر ہے۔ بہ خلاف اس کے مسیحیوں خصوصاً فرقہ کیتھولک کے ہاں تو مذہب کی روح یا جان ہی خوارق ہیں۔ مفسر تھانویؒ نے لکھا ہے کہ آیت سے مشی فی الاسواق کا غیر مکروہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اور حدیث میں جو اس کی کراہت آئی ہے تو وہاں بلا ضرورت بازاروں میں گھومنا پھرنا مراد ہے۔ بلکہ اگر عدم مشی فی الاسواق از راہ تکبر ہے تو مذموم عدم مشی قرار پائے گی اور محمود مشی ٹھہرے گی۔ جاہل مسلمانوں نے بھی آج انہیں جاہلی قوموں کے اثر سے یہی توقعات اولیا امت سے متعلق قائم کر لی ہیں۔ بجائے ان کی زندگی کی صالحیت اور پاکیزگی پر نظر کر کے تلاش ہر وقت عجائب و خوارق کی کی جاتی ہے، اور عوام کے خیال میں اب بزرگی اور مقبولیت کا اصل معیار کرامتیں ہی رہ گئی ہیں! ف۹ یہ وہ مسلمانوں کی طرف اشارہ کر کے کہتے تھے۔ ان کا کنایہ تھا کہ جب ان میں خدائی یا ملکوتی قوت کچھ بھی موجود نہیں اور پھر بھی یہ دعوٰی مامور من اللہ ہونے کا کئے جاتے ہیں تو لامحالہ ان کی عقل میں فتور ہے اور یہ سحر زدہ یا مجنون ہی ہیں۔

سُوْرَةُ الْفُرْقَانِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ سَبْعٌ وَّسَبْعُوْنَ اٰيَةً وَّسِتُّ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ فرقان مکی ہے اور اس کی ۷۷ آیتیں اور ۶ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ نہایت رحم والے بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ

بڑی عالی ذات ہے وہ جس نے یہ فیصلہ (کی کتاب) اپنے بندۂ (خاص) پر اتاری تاکہ وہ (بندہ) سارے دنیا

نَذِيْرَا ۙ ۝۱ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَمْ

جہان والوں کیلئے ڈرانے والا ہو وہی ہے کہ آسمان اور زمین اسی کی ملک ہیں اور اس نے

يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَخَلَقَ

کسی کو اپنی اولاد نہیں قرار دیا اور نہ اس کا کوئی حکومت میں شریک ہے اور اس نے

كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا ۝۲ وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً

ہر چیز کو پیدا کیا پھر سب کا الگ الگ اندازہ رکھا ۱ اور (مشرکوں نے) اللہ کے علاوہ (اور ایسے) خدا

لَّا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ وَلَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ

قرار دے رکھے ہیں جو کسی چیز کے خالق نہیں اور خود ہی مخلوق ہیں اور خود اپنے لئے نہ کسی نقصان کا اختیار رکھتے

ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّلَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَيٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا ۝۳

ہیں اور نہ کسی نفع کا اور نہ (کسی کی) موت کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ (کسی کی) زندگی کا اور نہ (کسی کے) دوبارہ اٹھانے کا ۲

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اِفْكُ ِۨافْتَرٰىهُ وَاَعَانَهٗ

اور جو لوگ کافر ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ (قرآن) بس نرا جھوٹ ہے جس کو اس شخص نے گھڑ لیا ہے اور دوسرے

۱ (اور کوئی شے نہ اس کے دائرۂ تخلیق سے باہر ہے نہ دائرۂ تقدیر سے) الْفُرْقَانَ - فرقان کے معنی پر حاشیہ سورۂ بقرہ پ ۱ میں گزر چکا۔ یہاں الفرقان سے مراد قرآن کے ہونے پر سب کا اتفاق ہے۔ ولا نزاع ان الفرقان هو التنزيل (کبیر) عَبْدِهٖ - مراد رسول اللہ صلعم کا ہونا ظاہر ہے۔ عبد پر حاشیہ سورۂ بقرہ پ ۱ آیت وان کنتم فی ریب مما الخ پر گزر چکا۔ لِلْعٰلَمِيْنَ - عالمین کے لفظ نے ایک بار پھر واضح کر دیا کہ اسلام ایک عالمگیر دین ہے کوئی نسلی، قومی یا وطنی مذہب نہیں قرآن کی مخاطب ساری دنیا ہے، کوئی مخصوص قوم نہیں۔ وعموم الرسالة من خصائصه عليه الصلوة والسلام (مدارک) لَمْ يَتَّخِذْ .... الْمُلْكِ - مسیحی شرک کے مظہر خصوصی بھی دو ہیں جن کی تردید یہاں کر دی گئی۔ ملاحظہ ہو پ ۱۵ سورہ بنی اسرائیل کی آخری آیت۔ خَلَقَ .... تَقْدِيْرًا - یونان کے مشرک فلسفی تقدیر الٰہی کے منکر ہوئے ہیں، اور انھیں کی پیروی میں ان کی ”حکمت“ سے مرعوب ہو کر یہود کا بھی ایک فرقہ تقدیر الٰہی کا منکر ہو گیا تھا۔ آیت کے اس جزو کا اشارہ اسی گمرہی کی جانب ہے۔ ملاحظہ ہو حاشیہ تفسیر انگریزی۔ عقیدہ جس طرح جبر محض کا غلط ہے اسی طرح اختیار محض کا بھی، کائنات میں جو کچھ بھی ہو رہا ہے سب مشیت الٰہی تکوینی کے مطابق ہی ہو رہا ہے اور بندہ کے اعمال اختیاری میں ارادۂ عبد اس کا منافی نہیں۔ ۲ مشرکین کے جہل وغباوت کا بیان ہو رہا ہے کہ ایسے قادر مطلق ہمہ بیں وہمہ تواں، خدا کا شریک بے بس مخلوق کو بھی بناتے جاتے ہیں۔ ان گڑھے ہوئے معبودوں کا اختیار اتنا بھی تو نہیں کہ کوئی نقصان اپنے سے دور کر سکیں، کوئی نفع اپنے لئے حاصل کر سکیں کسی کی جان نکال سکیں، کسی میں جان ڈال سکیں، حشر میں دوبارہ کسی کو اٹھا سکیں۔ لَا يَمْلِكُوْنَ ..... نُشُوْرًا - مراتب وجود یہی تین، یعنی حیات وموت ونشور ہی ممکن ہیں۔ اور ان سب پر قدرت کی یہاں نفی کی جارہی ہے۔

يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَرَسُولِهٖ ۚ فَاِذَا اسْتَاْذَنُوكَ لِبَعْضِ
اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں ۱۳۵ پھر جب لوگ آپ سے اجازت طلب کریں اپنے کسی کام
شَاْنِهِمْ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ
کے لئے تو آپ ان میں سے جس کے لئے چاہیں اجازت دیدیں ۱۳۶ اور آپ انکے لئے اللہ سے مغفرت
اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿۶۲﴾ لَا تَجْعَلُوا دُعَآءَ
کی دعا بھی کیجیے بیشک اللہ بخشنے والا ہے مہربان ہے ۱۳۷ تم لوگ رسول کے بلانے کو ایسا
الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ۭ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ
مت سمجھو جیسا تم میں ایک دوسرے کو بلالیتا ہے ۱۳۸ اللہ خوب جانتا ہے
الَّذِينَ يَتَسَلَّلُونَ مِنْكُمْ لِوَاذًا ۚ فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ
ان لوگوں کو جو تم میں سے آڑ میں ہو کر کھسک جاتے ہیں ۱۳۹ ان لوگوں کو جو اللہ کے حکم کی مخالفت کررہے
عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ
ہیں ڈرنا چاہیے کہ کہیں ان پر (دنیا میں ہی) کوئی آفت نازل ہو جائے یا انہیں کوئی دردناک عذاب
اَلِيمٌ ﴿۶۳﴾ اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ قَدْ
آپکڑے ۱۴۰ یاد رکھو اللہ ہی کی ملک ہے جو کچھ بھی آسمانوں اور زمین میں ہے ۱۴۱ وہ اس کو
يَعْلَمُ مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ ۭ وَيَوْمَ يُرْجَعُونَ اِلَيْهِ فَيُنَبِّئُهُمْ
بھی جانتا ہے جس (حالت) پر تم اب ہو ۱۴۲ اور اس دن کو بھی جب (سب) اسکے پاس لوٹائے جائینگے پھر وہ انہیں
بِمَا عَمِلُوا ۭ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿۶۴﴾ ع ۹/۳ ۱۵
جتلادیگا جو کچھ انہوں نے کیا تھا اور اللہ سب ہی کچھ جانتا ہے ۱۴۳

۱۳۵ یعنی جس طرح منافق اجازت نہیں لیتا اور مومن بغیر اجازت کے جاتا نہیں۔ اسی طرح جو اجازت لیتا ہے وہ مومن ہی ہوتا ہے، منافق نہیں ہوتا۔ پس انما المومنون الخ کا حاصل تو یہ ہے کہ ایمان بدون ستیذان کے نہیں پایا جاتا، کیونکہ ہر مومن اجازت لیتا تھا۔ اور ان الذین الخ کا حاصل یہ ہے کہ استیذان بغیر ایمان کے نہیں پایا جاتا کیونکہ کوئی منافق اجازت نہیں لیتا تھا۔ تھا و
اِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ …… يَسْتَاْذِنُوهُ کا حاصل یہ ہے کہ ایمان بدون استیذان کے نہیں پایا جاتا —— ہر مومن اجازت ضرور لیتا تھا۔ اِنَّ الَّذِينَ …… وَرَسُولِهٖ کا حاصل یہ نکلا کہ استیذان بغیر ایمان کے نہیں پایا جاتا —— کوئی غیر مومن (یعنی منافق) اجازت نہیں لیتا تھا۔ ۱۳۶ یعنی آپ ان میں سے جن کے لئے مناسب سمجھیں اجازت دیدیں، اور جن کے لئے مناسب نہ سمجھیں نہ دیں، ضرورت کے اہم و غیر اہم ہونے کا فیصلہ تمام تر رسول کے ہاتھ میں رہا۔ اور یہی اختیار امام المسلمین کو حاصل ہے۔ فقہاء نے یہاں سے یہ نکالا ہے کہ بعض احکام رسول اللہ صلعم ہی کی رائے پر چھوڑ دیئے گئے تھے۔ تفویض الامر الی رای رسول اللہ صلعم واستدل به على ان بعض الاحكام مفوضة الى رايه (بیضاوی) ۱۳۷ (وہ تو گنہگاروں تک کو معاف کر دیتا ہے تو یہاں تو معصیت سے کم کا معاملہ ہے) استغفار کے ذکر سے یہ نکلا کہ گو اجازت لیکر چلا جانا جائز ہے، لیکن بہرحال کچھ بہتر نہیں بلکہ ایک صورت نقص ہی کی ہے۔ اور استغفار جس طرح تلافی معصیت کے لئے ہے تلافی نقص کے لئے بھی ہوتا ہے۔ وذكر الاستغفار للمستاذنين دليل على ان الافضل ان لا يحلف (مدارک) ۱۳۸ (کہ جی چاہا آئے نہ جی چاہا نہ آئے۔ بلکہ رسول کا بلانا ایک حاکمانہ حیثیت رکھتا ہے اجابت واجب ہے، اور بلا اجازت چلا آنا حرام) اسے لا تقيسوا دعاءه عليه الصلوة والسلام اياكم على دعاء بعضكم بعضا في حال من الاحوال (روح) قيل هذا امر عن الابطاء والتاخير اذا دعاهم واختاره المبرد و القفال وهذا القول موافق لسياق الاية ونظمها (بحر) فقہاء نے کہا ہے کہ یہی حکم امام کے لئے بھی ہے، امام المسلمین اگر اب بھی بلائے تو جانا واجب ہوگا اور بلا اجازت چلے آنا ناجائز۔ جو امور مباحات میں داخل نہیں امام کے حکم کے بعد واجب ہو جاتے ہیں۔ اور امت کا کسی جگہ جمع ہونا اور جمع رہنا، جب امام کے حکم سے ہوں، واجب ہو جائینگے البتہ جب کسی اجتماع میں یہ معلوم ہو جائے کہ اب جمع رہنا امام کی طرف سے مامور نہیں تو بلا اجازت اٹھ آنے میں بھی مضائقہ نہیں۔ دُعَآءَ الرَّسُولِ کی اس تفسیر میں مصدر کی اضافت فاعل کی جانب ہے۔ لیکن یہ بھی جائز ہے کہ مصدر کی اضافت مفعول کی جانب کی جائے۔ اسکے اعتبار سے معنی یہ ہونگے کہ "اے لوگو رسول کو اس طرح نہ پکارو جیسے آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے رہتے ہو" مثلاً محض یا محمدؐ کہہ کر —— منقول یہ تفسیر بھی ہے لیکن سیاق سے بہت بعید ہے۔ قال مجاهد وقتادة ادعوه بالخضوع والتعظيم نحو يا رسول الله يا نبي الله ولا تقولوا يا محمد (بحر) لا تجعلوا تسميته ونداءه بينكم كما يسمي بعضكم بعضا (کشاف) ذلك نهي من الله ان يدعوا رسول الله صلعم بغلظ وجفاء وامر لهم ان يدعوه بلين وتواضع (ابن جریر) وتعقبه ابن عطية بان لفظ الاية يدفع هذا المعنى (روح) ۱۳۹ اشارہ انہیں چپکے سے کھسک جانے والے منافقین کی طرف ہے۔ ۱۴۰ اس وعید سے ظاہر ہو گیا کہ امر سے امر ایجابی مراد ہے والاية تدل على ان الامر للايجاب (مدارک)۔ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ اَمْرِهٖٓ۔ مراد وہی منافقین ہیں۔ اے الذين يصدون عن امره دون المومنين وهم المنافقون (مدارک) عَنْ اَمْرِهٖٓ یعنی ان کے دین سے یا ان کی طاعت سے۔ اے عن طاعته ودينه (مدارک) ۱۴۱ (اور اختیار و اقتدار اسی کا کامل ہے) ۱۴۲ (تو کیا بعید ہے کہ یہیں دنیا میں گرفت ہو جائے) ۱۴۳ (اس کا علم جب دارین کے ساتھ متعلق ہے تو وہ سزا جب اور جہاں چاہے دے سکتا ہے)

۱۳۰ (کہ عادتاً اور اغلباً ان جگہوں میں رضا مل ہی جاتی ہے) اگر کہیں عدم رضا ہو تو فقہا نے تصریح کردی ہے کہ اس موقع پر یہ حکم ثابت نہ رہے گا۔ اسی طرح اگر ان گھروں کے علاوہ بھی یہ رضا مل جائے تو وہاں یہ حکم ثابت ہو جائیگا۔ غرض یہ کہ مدار اس حکم کا صاحب خانہ کی رضا پر ہے۔ مسئلہ کی اصل یہ ہے کہ کسی کے گھر کا کھانا بغیر اس کی اجازت کے جائز نہیں۔ البتہ اجازت کے لئے ضروری نہیں کہ ہمیشہ صریحی ہی ہو ضمنی، حکمی، عرفی اجازت بھی اجازت ہی ہے۔ مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗۤ سے مراد وہ گھر ہیں جن کا یہ مخاطب امین نگران وغیرہ ہو۔ بعض لوگ جہاں لڑکی بیاہی ہو یعنی اپنے سمدھیانہ میں کھانا پینا باعث عار سمجھتے ہیں۔ یہ تمامتر مشرکین ہند کی صحبت کا اثر ہے۔ ۱۳۱ فرط تقویٰ سے بعض صحابہ کو اپنے اپنے متعلق خیال یہ پیدا ہو گیا تھا کہ ساتھ کھانے میں

اَوْ بُيُوْتِ اُمَّهٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اِخْوَانِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخَوٰتِكُمْ

یا اپنی ماؤں کے گھروں سے یا اپنے بھائیوں کے گھروں سے یا اپنی بہنوں کے گھروں سے

اَوْ بُيُوْتِ اَعْمَامِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ عَمّٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخْوَالِكُمْ

یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے یا اپنے ماموؤں کے گھروں سے

اَوْ بُيُوْتِ خٰلٰتِكُمْ اَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗۤ اَوْ صَدِيْقِكُمْ ؕ

یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے یا (ان گھروں سے) جنکی کنجیاں تمہارے اختیار میں ہوں یا اپنے دوستوں

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِيْعًا اَوْ اَشْتَاتًا ؕ فَاِذَا

(کے گھروں) سے ۱۳۰ تم پر کچھ الزام نہیں کہ سب مل کر کھاؤ یا الگ الگ ۱۳۱ پھر جب

دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ

تم گھروں میں داخل ہونے لگو تو اپنے لوگوں کو سلام کر لیا کرو ۱۳۲ (جو) دعا کے طور پر اللہ کی طرف

اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ

سے (مقرر) ہے بابرکت (اور) عمدہ (چیز) اللہ اسی طرح تم سے کھول کر احکام بیان کرتا ہے

لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۱﴾ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ

تاکہ تم سمجھو ۱۳۳ بس مومنین تو وہی ہیں جو ایمان رکھتے ہیں اللہ

وَرَسُوْلِهٖ وَاِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰۤى اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوْا

اور اس کے رسول پر اور جب رسول کے پاس (کسی ایسے) کام پر ہوتے ہیں جس کے لئے مجمع کیا گیا ہے تو

حَتّٰى يَسْتَاْذِنُوْهُ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ

جب تک آپ سے اجازت نہیں لے لیتے جاتے نہیں ۱۳۴ بیشک جو لوگ آپ سے اجازت لیتے ہیں وہ تو وہی لوگ ہیں جو

ع ۸

کہیں ایسا نہ ہو کہ میں زیادہ کھا جاؤں اور ساتھیوں کے حصہ کی حق تلفی ہو کر رہے۔ آیت میں بتایا گیا کہ اتنے دقیق احتمالات قابل اعتنا نہیں۔ "دو تنگیاں تو اوپر رفع کی جا چکیں، تیسری تنگی جو ساتھ کھانے کے متعلق تھی وہ اب رفع کی جاتی ہے۔ یعنی ایسے ضعیف وسوسے کہ شاید میں زیادہ کھاؤں تو پرایا حق کھا لیا اور دوسرا کم کھائے تو اس کا حق رہ گیا۔ شریعت کو مطمح نظر نہیں ہیں۔ مخالطت میں ایسے دقائق کی تکلیف نہیں۔ البتہ اگر کسی کے کھانے پر گھر والے کی رضا نہ صراحۃً قال سے معلوم ہو نہ دلالت حال سے اسوقت جائز نہیں۔ اسی طرح جس مواکلت پر شریک بااختیار راضی نہ ہو اس کی تقسیم ضروری ہے۔ اور اگر شریک بااختیار نہیں ہے جیسے یتیم باعتبار اپنے وصی و قیم کے کہ اس کی رضا و عدم رضا بوجہ عدم بلوغ نامعتبر ہے وہاں بلا رضا بھی مخالطت درست ہے بشرط رعایت اس کے مصالح کے۔" (تھانویؒ) کھانے میں چھوت چھات کا دخل ہونا، اونچی ذاتوں کا نیچی ذاتوں کے ساتھ ایک کھانے پر نہ جمع ہونا، یہ دستور بہت سی مشرک قوموں کا رہا ہے۔ ہندوستان میں تو یہ دستور آج تک زندہ ہے۔ مصر قدیم میں بھی رہ چکا ہے۔ آیت میں اس عقیدۂ باطل کی بھی تردید کی طرف اشارہ ہے۔ ۱۳۲ یعنی جو مسلمان وہاں موجود ہوں انہیں سلام کر لیا کرو ~~سعید بن جبیر، حسن بصری، قتادہ، زہری حضرات تابعین سے یہی معنی مروی ہیں (ابن کثیر)~~ ۱۳۳ ایک بار پھر اس کی تاکید کہ معاشری و خانگی زندگی کے یہ جزئی احکام حد درجہ اہم اور واجب الاعتنا ہیں۔ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ۔ ان احکام کے سلسلہ میں یہ فقرہ مکرر ہی نہیں تیسری بار لایا گیا ہے۔ اور اس سے ظاہر ہے کہ ان احکام کا کس قدر اہتمام مقصود ہے۔ ~~کررہ ثلاثا للتنبیہ الاکید وتفخیم الاحکام المختتمة به (بیضاوی)~~ مُبٰرَكَةً۔ بابرکت اس اعتبار سے کہ سلام پر ثواب مرتب ہوتا ہے۔ طَيِّبَةً۔ عمدہ اس اعتبار سے کہ مخاطبین کا دل اس سے خوش ہو جاتا ہے۔ ۱۳۴ منافقین پر تو رسول اللہ صلعم کی مجلس مبارک ہی میں حاضری بار تھی۔ پھر عبادت (مثلاً خطبہ جمعہ) میں حاضری تو اور زیادہ۔ جب موقع پاتے تو چپکے سے کھسک جاتے۔ ان کے مقابلہ میں یہاں مدح مومنین کی ہو رہی ہے کہ ان کی شان تو یہ ہے کہ اگر اتفاقاً انہیں کوئی ضرورت مجلس مبارک سے چلے جانے کی پیش آجاتی ہے، تو بھی جب تک آپ سے اجازت لے نہ لیں اور آپ دے نہ دیں اپنی جگہ سے ہلتے نہیں۔ اَمْرٍ جَامِعٍ کے معنی اہم شورت کے بھی ہیں۔ جس میں ضرورت اہتمام و اجتماع کی پڑتی ہے۔ ~~هو الامر الموجب للاجتماع عليه (کبیر)~~ یہ معنی بھی کئے گئے ہیں کہ جس معاملہ میں خطاب عام (پبلک اسپیچ) کی ضرورت پڑے۔ ~~کل شیء تکون فیه الخطبة (کبیر عن الضحاک)~~

بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ؕ

کوئی کسی کے پاس ۱۲۰ اسی طرح اللہ تم سے احکام کھول کر بیان کرتا ہے

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝۵۸ وَاِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ

اور اللہ بڑا علم والا ہے بڑا حکمت والا ہے ۱۲۱ اور جب تم میں کے لڑکے بلوغ کو پہنچ جائیں ۱۲۲

فَلْيَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَذٰلِكَ

تو انہیں بھی اجازت لینا چاہئے جیسا کہ ان کے اگلے لوگ اجازت لے چکے ہیں اسی طرح

يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝۵۹ وَالْقَوَاعِدُ مِنَ

اللہ تم سے اپنے احکام کھول کر بیان کرتا ہے اور اللہ بڑا علم والا ہے اور بڑا حکمت والا ہے ۱۲۳ اور بڑی بوڑھیاں

النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا يَرْجُوْنَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ

جنہیں نکاح کی امید نہ رہی ہو ۱۲۴ ان کو کوئی گناہ نہیں (اس بات میں) کہ وہ

يَّضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجٰتٍۭ بِزِيْنَةٍ ؕ وَاَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ

اپنے زائد کپڑے اتار رکھیں ۱۲۵ (بشرطیکہ) زینت کو دکھلانے والیاں نہ ہوں ۱۲۶ اور اگر (اس سے بھی) احتیاط

خَيْرٌ لَّهُنَّ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝۶۰ لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ

رکھیں تو انکے حق میں اور بہتر ہے ۱۲۷ اور اللہ بڑا سننے والا ہے بڑا جاننے والا ہے ۱۲۸ نہ اندھے (آدمی) پر الزام ہے نہ

وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ وَّلَا

لنگڑے (آدمی) پر الزام ہے اور نہ بیمار (آدمی) پر الزام ہے اور نہ

عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْۢ بُيُوْتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اٰبَآئِكُمْ

خود تم پر اس بات میں کہ تم اپنے گھروں میں سے کھانا کھالو ۱۲۹ یا اپنے باپ کے گھر سے

۱۲۰ (اس کا مطلب موافق مذہب حنفیہ کے یہ ہے کہ غلام تو تمہارے پاس آتے جاتے رہتے ہیں نہ کہ عورتوں کے پاس۔ کیونکہ غلام کا حکم غیر محرم مرد کا سا ہے۔ اور لونڈیاں عورتوں کے پاس بھی۔ اور اسی طرح نابالغ بچے سب جگہ آتے ہیں۔ پس ہر وقت اجازت لینے میں دقت ہے۔ اور چونکہ یہ وقت پردہ کے نہیں، اس لئے ان میں اعضائے مستورہ کو چھپائے رکھنا کچھ مشکل نہیں۔ پس مرد تو غلام کے سامنے ناف سے زانو تک چھپائے رکھے اور عورت کافر لونڈی سے بجز مواقع زینت کے باقی سب چھپائے رکھے۔ اور مرد کو لونڈی سے اگر وہ اس کے لئے حلال ہے کسی بدن کا چھپانا ضروری نہیں اور اگر حرام ہے تو ناف سے زانو تک چھپائے رکھے۔ اور عورت مسلمان لونڈی سے صرف ناف سے زانو تک چھپائے رکھے۔ سو اس استتار میں کوئی دشواری نہیں، لہذا بے اذن آنا جائز ہوا۔ اور نابالغ بچہ کے روبرو مرد صرف زانو سے ناف تک اور عورت بہ استثناء مواقع زینت کے سب چھپائے رکھے۔ یہ بھی دشوار نہیں، اور ہر وقت اجازت لینے میں تنگی ہے۔ کیونکہ اس کی آمد رفت بھی بہت ہے۔" (تھانویؒ) یعنی ان بکم وبھم حاجۃ الی المخالطۃ والمداخلۃ یطوفون علیکم للخدمۃ وتطوفون علیھم للاستخدام (مدارک) استیناف ببیان العذر المرخص فی ترک الاستیذان (بیضاوی) یشق علیھم الاستیذان فی کل وقت لکثرۃ دخولھم وخروجھم وھو معنی طوافون علیکم بعضکم علیٰ بعض (جصاص)

فقہاء مفسرین نے یہاں سے یہ بھی نکالا ہے کہ احکام مصلحتوں پر مبنی ہوتے ہیں۔ وفیہ دلیل علی تعلیل الاحکام (بیضاوی) ۱۲۱ (سو اس کی نظر انفرادی و اجتماعی ساری حکمتوں اور مصلحتوں پر ہے۔ اس کے احکام میں سب ہی پہلوؤں کی رعایت ہوتی ہے) ۱۲۲ یعنی بالغ یا تقریباً بالغ ہو جائیں۔ خطاب یہاں احرار مسلمین سے ہے۔ ممالیک کا ذکر تو ابھی اوپر آچکا۔

۱۲۳ (اس کے احکام کو خفیف اور اس کی ہدایات کو حقیر نہ سمجھو) یہ تاکید و تکرار اس امر کی صاف دلیل ہے کہ یہ احکام جو بظاہر محض ادنیٰ جزئیات معلوم ہوتے ہیں اللہ کے قانون میں حد درجہ اہمیت رکھتے اور حد درجہ اہتمام کے مستحق ہیں۔ فَلْيَسْتَاْذِنُوْا....... مِنْ قَبْلِهِمْ۔ یعنی جب بچے سیانے ہونے لگیں تو جس طرح ان کے بڑوں پر اندر آنے کے لئے ہر وقت اجازت کی ضرورت تھی، ان پر بھی اجازت لینا انھیں تین اوقات میں نہیں، بلکہ ہر وقت واجب ہو گی۔ ای فی جمیع الاوقات کما استاذن الذین بلغوا الحلم من قبلھم وھم الرجال (مدارک) ۱۲۴ یعنی وہ اس سن کو پہنچ گئی ہوں کہ اب اصلاً محل رغبت نہ رہیں۔ اور ان کی بے پردگی سے احتمال فتنہ کا نہ باقی رہے۔ الْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ کے لفظی معنیٰ ہیں خانہ نشین عورتیں۔ ۱۲۵ یعنی نامحرم کے روبرو اس ہیئت سے آجائیں کہ ان کے جسم پر چادر وغیرہ لپٹی نہ ہو۔ یعنی بہ الملحفۃ والمقنعۃ التی فوق الخمار وھو قول ابن مسعود (ابن العربی) ۱۲۶ یہ قید یہاں بھی لگی ہوتی ہے۔ قدرتی یا مصنوعی سنگار کے موقعوں کو نامحرموں کے سامنے بے پردہ لانا اس سن کی بوڑھیوں کے لئے بھی جائز نہیں، جو حد نکاح سے گزر چکی ہوں۔ اس سے ظاہر ہے کہ جوان جہان عورتوں کو اپنے جسم کے اخفاء کے باب میں کتنا اہتمام چاہئے۔ یہاں تک کہ چہرہ اور ہتھیلیاں جو بالذات داخل ستر نہیں، بہ قول فقہاء کے احتمال فتنہ سے وہ بھی داخل ستر ہو جاتی ہیں۔ ۱۲۷ خوب خیال کر لیا جائے۔ حجاب و ستر کی جو پابندیاں بوڑھیوں پر واجب نہیں، بہتر وہ بھی ان کے حق میں ہیں۔ ۱۲۸ (تمہارا ظاہر و باطن، تمہارے رمز و کنائے، تمہارے ارادے اور نیتیں سب ہی اس پر روشن ہیں) ۱۲۹ عرب جاہلیت میں کھانے پینے کے باب میں ایک ہلکی سی شکل کمیونزم (اشتمالیت) کی جاری تھی۔ دستور یہ تھا کہ جو جس کے ہاں پہنچ جاتا بے تکلفی سے اس کے ہاں کی چیزیں کھانا پینا شروع کر دیتا۔ یہ بے تکلفی بجائے خود تو اچھی چیز تھی لیکن افراط اس میں اس قدر ہو گئی تھی کہ مستحقین پر نوبت ظلم کی پہنچ گئی تھی اور گھر والے اکثر گھاٹے میں رہنے لگے تھے۔ جب آیت لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل نازل ہوئی تو متقی مسلمان فرطِ خشیت سے بہت ہی زائد احتیاط کرنے لگے۔ اور وہاں بھی کھانے پینے سے پرہیز کرنے لگے جہاں رضا یقینی طور پر معلوم تھی۔ اور اپنے ساتھ میں اندھوں، لنگڑوں، بیماروں، معذوروں کا لے جانا تو بالکل ہی رک گیا۔ اس شدت احتیاط کو توڑنے اور اعتدال قائم کرنے کے لئے آیت بالا نازل ہوئی۔ مطلب یہ ہے کہ جن گھروں کی تفصیل بیان کی جا رہی ہے، یہاں خود کھا لینے یا اپنے ساتھ معذورین کو کھلا دینے میں جب کہ صاحب خانہ کی رضا کا یقین ہو، کوئی مضائقہ نہیں۔ مِنْۢ بُيُوْتِكُمْ۔ اپنے گھروں میں بیوی اور اولاد کے گھر بھی داخل ہیں۔ عَلٰى یہاں فی کے معنیٰ میں لیا گیا ہے۔ یعنی اندھوں، لنگڑوں وغیرہ کے باب میں نہ تم پر کوئی الزام ہے نہ ان پر۔

کَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿٥٥﴾ وَاَقِيْمُوا

اس کے بعد بھی کفر کرے گا سو ایسے ہی لوگ تو نافرمان ہیں ١١٤ اور نماز کی

الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ

پابندی رکھو اور زکوٰۃ دیتے رہو اور رسول کی اطاعت کرتے رہو تاکہ تم پر

تُرْحَمُوْنَ ﴿٥٦﴾ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مُعْجِزِيْنَ فِي

رحمت (کامل) کی جائے ١١٥ جو لوگ کافر ہیں ان کی نسبت یہ خیال نہ کرنا کہ وہ زمین میں (ہمیں)

ع ٧ ١٢ الْاَرْضِ ۚ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ۭ وَلَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿٥٧﴾ يٰٓاَيُّهَا

ہرا دیں گے اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ بہت ہی برا ٹھکانا ہے اے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَ

ایمان والو تمہارے مملوکوں کو اور تم میں جو (لڑکے)

الَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ۭ مِنْ قَبْلِ

حد بلوغ کو نہیں پہنچے ہیں ان کو تم سے تین وقتوں میں اجازت لینا چاہئے (ایک) نماز صبح

صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ

سے پہلے (دوسرے) جب دوپہر کو اپنے کپڑے اتار دیا کرتے ہو

وَمِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَاۗءِ ڀ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ ۭ لَيْسَ

اور (تیسرے) بعد نماز عشاء (یہ) تین وقت تمہارے پردہ کے ہیں ان (اوقات)

عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّ ۭ طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ

کے سوا نہ تم پر کوئی الزام ہے اور نہ ان پر ١١٩ وہ بکثرت تمہارے پاس آتے جاتے رہتے ہیں

١١٤ (اور ان سے کوئی وعدہ استخلاف ارض کا نہیں) بَعْدَ ذٰلِكَ سے مراد ہے اس وعدہ کے صدق کے ظہور کے بعد۔ اے بعد الوعد (مدارک) گویا اب کفر و فسق اور اشد ہے۔ اے هم الكاملون في فسقهم (مدارک)

١١٥ (دنیا و آخرت دونوں میں) یعنی طاعات بدنی و مالی میں تمامتر مشغول رہو، اور رسول برحق کے جملہ احکام و ہدایات کی پابندی کرتے رہو ـــــ یہ تاکید ہے انہیں ارشادات کی جو اوپر گزر چکے۔ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ۔ حکم ابھی اوپر بھی آچکا تھا۔ یہ تکرار ظاہر کر رہی ہے کہ حکم آکد و اشد ہے کرر طاعة الرسول تاكيدا لوجوبها (مدارک)

١١٦ یعنی آخرت میں تو ان کے لئے عذاب جہنم ہے ہی۔ دنیا میں بھی خیال نہ گزرے کہ ان کی چالیں خدائی تدبیروں پہ غالب آسکتی ہیں۔ اور معاندین منکرین ہمارے قہر کی گرفت سے بچ کر کہیں نکل جاسکتے ہیں۔ خطاب یہاں عام ہے ہر پڑھنے والے سے۔ فِي الْاَرْضِ۔ یعنی زمین کے کسی حصہ میں بھی۔ ١١٧ عام آنے جانے والوں، عاقلوں، بالغوں، آزادوں کے واسطے حکم اوپر گزر چکا ہے کہ گھروں میں جب آئیں اجازت لیکر آئیں۔ اب حکم مل رہا ہے مملوکوں کے لئے، غلاموں اور کنیزوں کے لئے، جنہیں گھروں میں بار بار آنے جانے کی ضرورت رہتی ہے، نیز نابالغ بچوں کے لئے جو بلاضرورت بھی گھر کے اندر چکر لگاتے رہتے ہیں۔ ان کے لئے اس عام حکم کی پابندیاں دشوار تھیں۔ اب ان کے باب میں حکم الگ نازل ہو رہا ہے ـــــ اللہ اللہ! مسلمان کے گھر کی اندرونی راحت کا اہتمام کس درجہ مدنظر ہے۔ کیسے کیسے جزئیات تک کے احکام اس غرض کے لئے صادر ہو رہے ہیں! الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ پر حاشیہ پہلے گزر چکا ہے۔ ١١٨ (کہ یہ تین وقت عام طور پر تخلیہ و استراحت کے ہوتے ہیں) "یعنی یہ اوقات چونکہ عادۃً اور غالباً تخلیہ اور استراحت کے ہیں۔ ان میں اکثر آدمی بے تکلفی سے رہتے ہیں۔ اس لئے اپنے مملوکین اور نابالغ بچوں کو سمجھا دو کہ بے اطلاع اور اجازت لئے ہوئے تمہارے پاس نہ آیا کریں"۔ (تھانویؒ) فقہاء نے تصریح کر دی ہے کہ کچھ تخصیص انھیں تین وقتوں کی نہیں۔ جہاں جیسی ضرورت ہو وجود علت پر مدار ہے حکم معلول کا۔ اوقات خواب و تخلیہ تابع نص کے نہیں۔ بلکہ یہاں خود نص میں رعایت عرف عام کی ہے۔ ١١٩ ان پر الزام بلا اجازت چلے آنے میں نہیں اور تم پر الزام انہیں منع نہ کرنے میں نہیں۔

بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ اَمَرْتَهُمْ لَيَخْرُجُنَّ ؕ قُلْ لَّا

زور سے اللہ کی قسم کھاتے رہتے ہیں کہ اگر آپ ہمیں حکم دیں تو ہم نکل پڑیں ۱۰۶ آپ کہیے کہ (بس)

تُقْسِمُوْا ۚ طَاعَةٌ مَّعْرُوْفَةٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۵۳﴾

قسمیں نہ کھاؤ فرمانبرداری معلوم ہے اللہ تمہارے اعمال کی پوری خبر رکھتا ہے ۱۰۷

قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ

آپ کہہ دیجیے کہ اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو پھر اگر روگردانی کروگے تو (سمجھ لو کہ) رسول کے ذمہ

مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ؕ وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ؕ

اسی قدر ہے جس کا بار ان پر رکھا گیا ہے اور تمہارے اوپر اسی قدر جس کا بار تم پر رکھا گیا ہے ۱۰۸ اور اگر تم نے انکی اطاعت کر لی ۱۰۹ تو

وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۵۴﴾ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ

راہ سے جا لگو گے اور رسول کے ذمہ تو صرف صاف صاف پہنچا دینا ہے ۱۱۰ تم میں سے جو لوگ

اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ

ایمان لائیں اور نیک عمل کریں ان سے اللہ وعدہ کرتا ہے کہ انہیں زمین میں حکومت عطا کریگا

كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۠ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ

جیسا کہ ان سے پہلے لوگوں کو حکومت دے چکا ہے ۱۱۱ اور جس دین کو ان کے لئے

دِيْنَهُمُ الَّذِى ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ

پسند کیا ہے اس کو ان کے واسطہ قوت دیگا ۱۱۲ اور ان کے خوف کے بعد اس کو

خَوْفِهِمْ اَمْنًا ؕ يَعْبُدُوْنَنِىْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِىْ شَيْـًٔا ؕ وَمَنْ

امن میں تبدیل کر دیگا (بشرطیکہ) میری عبادت کرتے رہیں کسی کو میرا شریک نہ بنائیں ۱۱۳ اور جو کوئی

۱۰۶ (گھر بار سب چھوڑ چھاڑ) اب ذکر انہیں منافقین کا ہے۔ ۱۰۷ (اور اس نے مجھے بتا دیا ہے) مطلب یہ ہے کہ زبانی و نمائشی دعووں سے کچھ بھی نہیں ہونے کا، ضرورت صرف مخلصانہ عمل کی ہے۔ طَاعَةٌ مَّعْرُوْفَةٌ یعنی تمہاری فرمانبرداری کی حقیقت خوب معلوم ہو چکی! ۱۰۸ یعنی رسول کے ذمہ تو تبلیغ تھی۔ وہ اسے پوری طرح ادا کر چکے۔ اب آگے اس پر عمل تمہارا کام تھا۔ تم وہ نہیں کرتے سو خود ہی بھگتو گے، رسول کا اس سے کیا ضرر؟ ۱۰۹ (جو عین اطاعت ہے اللہ کی) بندوں کے پاس اور کوئی ذریعہ ہی احکام الٰہی و مرضیات الٰہی کے علم کا نہیں بجز وساطت رسول کے۔ صوفیہ نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلعم کی اطاعت ہی سے کشف حقائق ہوتا ہے اور وہی حاصل ہے اہتدار کا۔ ۱۱۰ (نہ کہ کسی کو ہدایت پر مجبور کر دینا) یہ بات بھی بار بار صاف کرنے کی تھی۔ دنیا کو کثرت سے اس باب میں ٹھوکر لگی ہے۔ تَهْتَدُوْا یعنی ہدایت پا کر خود ہی فائدہ میں رہو گے۔ ۱۱۱ (مثلاً قوم طالوت کو جالوت اور زبردست فلسطینیوں کے مقابلہ میں، یا یوشع بن نون کے زمانہ میں بنی اسرائیل کو زبردست قوم عمالقہ کے مقابلہ میں) مِنْكُمْ خطاب نوع انسانی سے ہے۔ یعنی تم انسانوں میں سے جو طبقہ بھی ایمان و مقتضیاتِ ایمان پر عمل کریگا۔ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ۔ یہ استخلاف یا حکومت ارض اسی ایمان و عمل صالح کی برکت سے حاصل ہو گی۔ آیت کی پوری قدر اس وقت ہو گی۔ جب اس کا زمانہ نزول بھی ذہن میں رہے۔ نازل اس وقت ہوئی ہے جب مسلمان تمام تر حالت مغلوبیت میں تھے اور رسول اللہ صلعم کی تکذیب ہو رہی تھی۔ اس وقت اس دھڑلے سے پیش گوئی کر دینا بجز حق تعالیٰ کے اور کسی کا کام ہو نہیں سکتا تھا۔ فقہار نے کہا ہے کہ یہ گویا نص ہے خلفاء اربعہ کے برسر حق ہونے کی۔ ان کی ذات میں اللہ کا وعدہ استخلاف فی الارض تمکین دین پوری طرح پورا ہو کر رہا۔ البتہ امیر معاویہؓ اس زمرہ میں شامل نہیں، کہ وہ نزول آیت کے وقت تک ایمان نہیں لائے تھے۔ اور نص میں ان کی جانب اشارہ نہیں۔ وفیہ دلالة علی صحة امامة الخلفاء الاربعة ایضاً لان الله استخلفهم فی الارض ومکن لهم کما جاء الوعد ولا یدخل فیهم معاویة لانه لم یکن مؤمنا فی ذلک الوقت (جصاص) الآیة اوضح علی صحة خلافة الخلفاء الراشدین رضی الله عنهم اجمعین لان المستخلفین الذین آمنوا وعملوا الصالحات هم هم (مدارک) قال بعض السلف خلافة ابی بکر و عمر رضی الله عنهما حق فی کتاب الله ثم تلا هذه الآیة (ابن کثیر) ۱۱۲ یہ گویا اس حکومت سے مقصود ہو گا یعنی حکومت دنیوی مقصود بالذات نہ ہو گی، بلکہ ذریعہ اور واسطہ ہو گی اللہ کے پسند کئے ہوئے دین اسلام کی تقویت کا۔ ۱۱۳ یعنی توحید و مقتضیات توحید پر قائم رہیں۔ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ...... اَمْنًا۔ پر قوت دشمن کی طرف سے خوف ایذا طبعی ہوتا ہی جو ایمان کامل کے منافی نہیں۔ لَا يُشْرِكُوْنَ بِىْ شَيْـًٔا کے ایک معنی تو یہی ہیں کہ کسی کو بھی میرا شریک نہ بنائیں۔ دوسرے معنی یہ ہو سکتے ہیں کہ کسی طرح کا بھی شرک میرے ساتھ نہ روا رکھا جائے۔

ـــــ۱۰۱ ان لوگوں کے ایمان کامل کی نفی بیان کی جارہی ہے۔ یعنی دل میں ایمان تو کسی منافق کے بھی نہیں۔ لیکن ان کھلم کھلا عدول حکمی کرجانے والوں نے تو اس ایمان کا ظاہری پردہ بھی ہٹادیا۔ مِنۡۢ بَعۡدِ ذٰلِكَ۔ یعنی جب اس زبانی دعوٰی کے عملی ظہور کا وقت آتا ہے۔ ذکر منافقین کا ہے۔ زبان سے تو یہ لوگ بڑے دعوے ایمان واطاعت کے کیا کرتے ہیں۔ مگر جب وقت اس دعوٰی کے ثبوت کا آتا ہے تو ان میں کا زیادہ شریر حصہ صاف نکل جاتا ہے۔ ـــــ۱۰۲ (رسول کی خدمت میں حاضری دینے سے) یہ آیت اوپر کی آیت کی تفصیل کررہی ہے یعنی اپنے قضیوں، جھگڑوں کے فیصلہ کے واسطے جب یہ رسول اللہ صلعم کے حضور میں طلب کئے جاتے ہیں تو یہ لوگ یہ سمجھ کر کہ وہاں تو فیصلہ تمامتر حق وانصاف ہی کے مطابق ہوگا، اور کوئی خیانت، چالاکی چلنے نہ پائے گی۔ ٹال مٹول کرجاتے ہیں۔ دُعُوۡۤا اِلَى اللّٰهِ۔ ظاہر ہے کہ ان لوگوں کی طلبی صرف بارگاہِ رسول ہی میں ہوتی تھی مگر چونکہ رسول کے فیصلے عین خدائی ہی فیصلے کے نافذ کرنے والے ہوتے تھے اس لئے دعوا کے ساتھ الی اللہ بڑھادیا گیا۔ دعوا الی اللہ میں دعوت حکم اللہ کی طرف ہے۔ دُوربین فقہاء نے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ حاکم اسلام جب کسی مقدمہ کے تصفیہ کے لئے بلائیں تو حاضری لازمی ہے۔ معناہ الی حکم اللہ ھذا یدل علی من ادعی الی غیرہ حقًا و دعاہ الی الحاکم فعلیہ اجابتہ والمصیر معہ الیہ (جصاص) ـــــ۱۰۳ یعنی جب ان کا حق کسی اور کے ذمہ نکلتا ہوتا ہے اور یہ خود مظلوم ہوتے ہیں تو پھر بےتکلف چلے آتے ہیں اس اطمینان پر کہ وہاں تو حق رسی ہوہی گی، ـــــ۱۰۴ (اور چونکہ خود برسرِ ظلم ہوتے ہیں) اس لئے ان مقدمات کو حضورِ نبوی میں لانے سے پہلو بچاتے ہیں کہ وہاں تو قلعی کھل کر رہے گی) اَفِیۡ قُلُوۡبِهِمۡ مَّرَضٌ۔ مرض سے مراد کفر قلبی ہے۔ یعنی آیا یہ انکارِ نبوت پر جرم میں مبتلا ہیں۔ اَمِ ارۡتَابُوۡۤا۔ یعنی آیا یہ نبوت ورسالت کی طرف سے شک میں پڑے ہوئے ہیں۔

يَتَوَلّٰى فَرِيۡقٌ مِّنۡهُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ ذٰلِكَ ؕ وَمَاۤ اُولٰٓئِكَ بِالۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۴۷﴾

ان میں کا ایک گروہ اس کے بعد سرتابی کرجاتا ہے اور یہ لوگ (ہرگز) ایمان والے نہیں ـــــ۱۰۱

وَاِذَا دُعُوۡۤا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ لِيَحۡكُمَ بَيۡنَهُمۡ اِذَا فَرِيۡقٌ

اور جب یہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلائے جاتے ہیں کہ (رسول) انکے درمیان فیصلہ کردیں تو ان میں کا

مِّنۡهُمۡ مُّعۡرِضُوۡنَ ﴿۴۸﴾ وَاِنۡ يَّكُنۡ لَّهُمُ الۡحَـقُّ يَاۡتُوۡۤا اِلَيۡهِ

ایک گروہ پہلوتہی کرتا ہے ـــــ۱۰۲ اور اگر ان کا حق (نکلتا ہوتا) ہے تو (رسول) کی طرف سرِ تسلیم خم

مُذۡعِنِيۡنَ ﴿۴۹﴾ اَفِىۡ قُلُوۡبِهِمۡ مَّرَضٌ اَمِ ارۡتَابُوۡۤا اَمۡ يَخَافُوۡنَ

آجاتے ہیں ـــــ۱۰۳ آیا ان کے دلوں میں مرض ہے یا یہ شک میں پڑے ہوئے ہیں یا ان کو یہ اندیشہ

اَنۡ يَّحِيۡفَ اللّٰهُ عَلَيۡهِمۡ وَرَسُوۡلُهٗ ؕ بَلۡ اُولٰٓئِكَ هُمُ

ہے کہ اللہ اور اس کا رسول ان پر ظلم نہ کرنے لگیں (نہیں) بلکہ یہ لوگ تو خود ہی

الظّٰلِمُوۡنَ ﴿۵۰﴾ اِنَّمَا كَانَ قَوۡلَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ اِذَا دُعُوۡۤا اِلَى

ظالم ہیں ـــــ۱۰۴ ایمان والوں کا قول تو یہ ہے، جب وہ بلائے جاتے ہیں اللہ

ع ۶ ۱۰ ۱۲

اللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ لِيَحۡكُمَ بَيۡنَهُمۡ اَنۡ يَّقُوۡلُوۡا سَمِعۡنَا وَاَطَعۡنَا ؕ

اور اس کے رسول کی طرف کہ (رسول) انکے درمیان فیصلہ کردیں تو وہ کہہ اٹھتے ہیں کہ ہم نے سن لیا اور مان لیا ـــــ۱۰۵

وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ ﴿۵۱﴾ وَمَنۡ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ وَ

تو ایسے ہی لوگ تو فلاح یاب ہیں اور جو کوئی بھی کہا مانے گا اللہ اور اسکے رسول کا اور

يَخۡشَ اللّٰهَ وَيَتَّقۡهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡفَآئِزُوۡنَ ﴿۵۲﴾ وَاَقۡسَمُوۡا

اللہ سے ڈرے گا اور اس (کی نافرمانی) سے بچے گا تو بس ایسے ہی لوگ بامراد ہونگے اور یہ لوگ بڑے

ـــــ۱۰۵ (اور پھر فوراً حضورِ نبوی میں حاضر بھی ہوجاتے ہیں) یعنی اہلِ ایمان کے قول پر ان کا عمل گواہ رہتا ہے۔ اِلَى اللّٰهِ کے معنی کئے گئے ہیں کہ حکم الٰہی کی طرف۔ معناہ الی حکم اللہ (جصاص) اور فقہاء نے اس سے استدلال کیا ہے کہ حاکم شریعت جب طلب کرے حاضری ضروری ہوجاتی ہے۔ ھذہ الاٰیۃ دلیل علی وجوب اجابۃ الدعوی الی الحاکم لان اللہ تعالٰی ذم من دعی الی رسول اللہ لیحکم بینہ و بین خصمہ فلم یجب بأقبح المذمۃ (ابن العربی) تاکید لما تقدم ذکرہ من وجوب الاجابۃ الی الحاکم اذا دعوا الیہ وجعل ذلک من صفات المؤمنین (جصاص) اور فقہاء نے اسی معنی میں یہ حدیث نبوی بھی نقل کی ہے۔ من دعی الی سلطان فلم یجب فھو ظالم لا حق لہ (جصاص)

خِلٰلِهٖ ۚ وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ فِيْهَا مِنْۢ بَرَدٍ

آتی ہے اور اسی بادل سے یعنی اسکے بڑے بڑے حصوں میں سے اولے برساتا ہے

فَيُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَيَصْرِفُهٗ عَنْ مَّنْ يَّشَآءُ ۭ يَكَادُ

پھر ان کو جس پر چاہتا ہے گراتا ہے اور اسے ہٹا دیتا ہے جس سے وہ چاہتا ہے اس (بادل) کے

سَنَا بَرْقِهٖ يَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ ۝۴۳ يُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۭ

بجلی کی چمک گویا اب بینائی جایا ہی چاہتی ہے ۹۷ اللہ رات اور دن کو الٹتا پلٹتا رہتا ہے

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ ۝۴۴ وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ

اس میں اہل بینش کے لئے (بڑا) سبق ہے ۹۸ اور اللہ ہی نے ہر چلنے والے

دَاۗبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰي بَطْنِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ

جانور کو پانی سے پیدا کیا ہے سو ان میں وہ بھی ہیں جو پیٹ کے بل چلتے ہیں اور ان میں

مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰي رِجْلَيْنِ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰٓي اَرْبَعٍ ۭ

وہ بھی ہیں جو دو پیروں پر چلتے ہیں اور ان میں وہ بھی ہیں جو چار پیروں پر چلتے ہیں

يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۴۵ لَقَدْ

اللہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے بیشک اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے ۹۹ بیشک

اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ ۭ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ

ہم نے کھلے ہوئے نشان نازل کئے ہیں اور اللہ جسے چاہے سیدھی راہ کی طرف ہدایت

مُّسْتَقِيْمٍ ۝۴۶ وَيَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُوْلِ وَاَطَعْنَا ثُمَّ

کر دیتا ہے ۱۰۰ اور یہ لوگ کہتے (تو) ہیں کہ ہم اللہ اور رسول پر ایمان لے آئے اور ان کا حکم مانا پھر

۹۷ غرض اپنی مشیت تکوینی کے یہ عجائب و غرائب ہر لحظہ و ہر آن دکھاتا رہتا ہے۔ دیکھنے کے لئے صرف چشم بینا ہونا چاہئے ـــــ ایک مناسب وقت پر مناسب موسم میں، ابر کو پیدا کرنا، ایک مناسب بلندی پر لے جانا، ہوا میں مناسب حال تغیرات پیدا کرنا، ابر کے منتشر ٹکڑوں کو تلے اوپر جمع کر کے انہیں گھنگھور گھٹا کی شکل میں تبدیل کر دینا، پھر ایک مناسب مقدار میں مناسب مدت تک بارش کرتے رہنا یہ سب کام اسی صانع مطلق و حکیم برحق کے ہیں۔ مِنَ السَّمَآءِ۔ سماء کے لغوی معنی پر حاشیے کئی بار گزر چکے۔ ہر بلند سائبان اور چھت پر اس کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ یہاں مراد ابر ہے۔ مِنْ جِبَالٍ۔ عربی محاورہ میں کثرت و عظمت کے اظہار کے لئے آتا ہے۔ مثلاً کثرت علم کے موقع پر عندہ جبال من العلم۔ کثرت زر کے موقع پر فلان یملك جبالا من ذھب (بحر) اردو محاورہ میں بھی بولتے ہیں "اس کے پاس تو سونے کے پہاڑ ہیں"۔ زجاج لغوی کا قول نقل ہوا ہے کہ من جبالٍ یہاں کجبال کے معنی میں ہے۔ حرف تشبیہ لفظ محذوف ہے۔ (بحر) سحابًا لفظ واحد ہے لیکن بطور اسم جنس جمع کے معنی میں ہے۔ المعنی یسوق سحابۃً الی سحابۃٍ (بحر) بَيْنَهٗ کو بین اجزائہ کے معنی میں لیگیا ہے۔ ای یؤلف بین اجزائہ (بحر) فَيُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ۔ جسے چاہتا ہے اپنی مشیت تکوینی کے مطابق مال اور جان کا نقصان پہنچا دیتا ہے۔ يَصْرِفُهٗ عَنْ مَّنْ يَّشَآءُ جس کو چاہے اپنی مشیت تکوینی کے مطابق محفوظ کر دیتا ہے۔ مِنَ السَّمَآءِ میں مِنْ ابتدار غایت کا ہے اور من جبالٍ میں من تبعیض کا ہے اور من بردٍ میں من تبیین جنس کا ہے (جصاص) ۹۸ (اللہ کی توحید ربوبیت کا، اس کی صنعت کاملہ و قدرت مطلقہ کا) یہ ساری صناعیاں اسی صانع مطلق کی ہیں۔ کوئی دیوی دیوتا اس میں اس کا شریک نہیں۔ ۹۹ (اسے کچھ بھی مشکل نہیں۔ وہ جو جانور جس قسم کا بھی چاہے پیدا کر دے) يَمْشِيْ عَلٰي بَطْنِهٖ پیٹ کے بل چلنے والوں میں کل رینگنے والے جانور حشرات الارض آگئے مثل سانپ کے اور تیرنے والے جانور بھی مثل مچھلی کے۔ يَمْشِيْ عَلٰي رِجْلَيْنِ۔ دو پایہ جانوروں کی مثال خود انسان ہے۔ نیز پرندے جب وہ زمین پر چل رہے ہوں۔ يَمْشِيْ عَلٰٓي اَرْبَعٍ۔ چوپایہ جانوروں کی مثالیں بالکل ظاہر ہیں۔ وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَاۗبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ۔ حاشیہ پ ۱۷ سورۃ الانبیاء میں گزر چکا۔ ۱۰۰ یہ احسان خاص ہے ہدایت یافتوں کے لئے۔ یہ ظہور ہے رحمت خاصہ کا۔ لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ۔ یعنی دلائل حق سب کی ہدایت کے لئے نازل کئے ہیں۔ یہ ظہور ہے رحمت عامہ کا۔

فَوْقَهٗ حِسَابَهٗ ؕ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝٣٩ اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِيْ

سو اللہ نے اس کا حساب پورا چکا دیا اور اللہ بہت ہی جلد حساب کر دیتا ہے یا (وہ اعمال) ایسے ہیں جیسے بڑے

بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَّغْشٰىهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ

گہرے سمندر کے اندرونی اندھیرے کہ اسکو ایک (بڑی) موج نے ڈھانپ لیا ہو پھر اس (موج) کے اوپر (ایک اور)

سَحَابٌ ؕ ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ؕ اِذَآ اَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ

موج ہو (پھر اسکے اوپر بادل ہو (غرض) اوپر تلے اندھیرے ہیں اگر کوئی اپنا ہاتھ نکالے تو اس کے

ع ٥ ١١ يَكَدْ يَرٰىهَا ؕ وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ۝٤٠

دیکھنے کا احتمال تک نہیں ۹۱ اور جس کو اللہ ہی نور (ہدایت) نہ دے اس کے لئے (کہیں سے) نور نہیں ۹۲

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّيْرُ

کیا تجھے معلوم نہیں کہ اللہ کی تسبیح کرتے رہتے ہیں جو کوئی بھی آسمانوں اور زمین میں ہیں اور پرندے بھی جو

صٰٓفّٰتٍ ؕ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِيْحَهٗ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ

پر پھیلائے ہوئے ہیں ۹۳ ہر ایک کو معلوم ہے اپنی اپنی دعا اور اپنی تسبیح ۹۴ اور اللہ خوب جانتا ہے

بِمَا يَفْعَلُوْنَ ۝٤١ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَاِلَى

جو کچھ یہ لوگ کرتے رہتے ہیں ۹۵ اور اللہ ہی کی ملک ہیں آسمان اور زمین اور اللہ ہی

اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ۝٤٢ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُزْجِيْ سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ

کی طرف واپسی ہے ۹۶ کیا تجھے یہ علم نہیں کہ اللہ ایک ایک بادل کو چلا تا رہتا ہے پھر اس کو باہم

بَيْنَهٗ ثُمَّ يَجْعَلُهٗ رُكَامًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ

ملا دیتا ہے پھر اس کو تہ بہ تہ کر دیتا ہے پھر تو دیکھتا ہے بارش کو کہ وہ اس کے بیچ میں نکل کر

۹۰ یعنی عمر کا خاتمہ کر دیا۔ ۹۱ یہ مثال ان کافروں کی ہے، جو سرے سے ملحد یا لامذہب ہیں اور جنہیں کوئی وہمی سہارا بھی آخرت کا حاصل نہیں۔ ان کی غایت ظلمانیت کا کیا کہنا۔ ایک تو قعر سمندر کی تاریکیاں خود ہی معاذ اللہ کیا کم ہیں، اور پھر سطح سمندر کے اوپر موج در موج اور اس پر چھائی ہوئی گھٹائیں۔ غرض کیسا کچھ اندھیر اگھپ! ۹۲ چنانچہ یہ بھی اپنے اعراض کے باعث ایسی تاریکیوں میں گھرے اور پڑے رہ گئے ہیں کہ اب ان کا کوئی سہارا نہیں! —— انہیں چاہئے تھا کہ اتباع احکام الٰہی کا قصد اپنی طرف سے کرتے۔ حق تعالیٰ اپنی عادت کے موافق ان کے عزم پر فعل کو بھی ضرور مرتب کر دیتا۔ وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا۔ اور اللہ کی طرف سے ہدایت سے محروم وہی رہتے ہیں جو خود ہی حصول ہدایت کا قصد نہیں کرتے۔ صوفیہ نے یہیں سے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ جس میں استعداد نہیں اس میں عقل بھی نہیں۔ ۹۳ (اور بہ ظاہر زمین و آسمان کی درمیانی فضا میں معلق) اَلَمْ تَرَ۔ خطاب عام سننے والے سے ہے۔ یعنی کیا تجھ پر دلالت عقل و مشاہدات سے یہ بات واضح نہیں ہوتی؟ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ یہ تسبیح خواہ قالاً ہو یا حالاً ہر صنف موجودات کے اپنے اپنے مرتبۂ وجود کے مطابق ہوتی ہے۔ وَالطَّيْرُ۔ پرند پرستی جاہلی قوموں میں سب سے زیادہ پھیلی رہی ہے۔ باز، عقاب، طوطا، نیل کنٹھ، ہنس، شکرہ اور خدا معلوم کتنے اور پرندے پج چکے ہیں۔ مخلوقیت و عبدیت کے موقع پر پرندوں کا ذکر خصوصیت کے ساتھ، عجب نہیں کہ اسی مصلحت سے ہو۔ ۹۴ (بہ طریق الہام) كُلٌّ۔ یہاں مراد پرند (الطیر) بھی ہو سکتی ہے۔ اور ہر موجود و مخلوق بھی مراد ہو سکتی ہے۔ ۹۵ (اور وہ ان کو وقت مناسب پر سزا دے کر رہے گا) اشارہ ہے ان لوگوں کی جانب جو دلالتوں کے باوجود توحید و ایمان سے اعراض و انکار کرتے رہتے ہیں۔ ۹۶ اس وقت ملکیت و حاکمیت سب کے مشاہدہ میں آ کر رہے گی۔ جو بالکل قریب ہے۔

۸۰ اور انہیں اپنے قانون تکوینی کے ماتحت منزل تک پہنچا دیتا ہے، اس نعمت پر اہلِ ایمان کو خوش ہونا چاہئے۔ ۸۱ (تاکہ معقولات، مجردات، محسوسات کی مثالوں کے ذریعہ سے آسان اور قریب الفہم ہو جائیں، اور اس سے خوب ہدایت حاصل ہو) "یہ ہدایت جو ضرب امثال پر مرتب ہے عامہ ہے۔ اور یہدی اللہ میں ہدایت خاصہ ہے، اس لئے وہاں من یشاء کے ساتھ متعلق ہے اور یہاں جمیع ناس کے لئے پس باہم تعارض نہیں" (تھانوی) ۸۲ ہدایت کے طریقے بھی اس نے کافی بلکہ وافی اختیار کئے ہیں اور ہر ایک شخص کی صلاحیت ہدایت کا بھی صحیح علم اسی کو ہے۔
۸۳ یعنی یہی ہدایت پائے ہوئے اشخاص۔ ۸۴ مراد مسجدوں کا ہونا ظاہر ہے۔ ~~اکثر المفسرین قالوا المراد المساجد (کبیر) قال ابن عباس هٰذه البیوت هي المساجد وكذٰلك قال الحسن ومجاهد (جصاص)~~ تُرْفَعَ۔ رفع کے لفظی معنی بلند کرنے کے ہیں۔ لیکن بلندی ہمیشہ مادی ہی نہیں ہوتی، معنوی بھی ہوتی ہے۔ ~~الرفع قال تارة في الاجسام الموضوعة...... وتارة في المنزلة اذا شرفتها (راغب) ترفع اي تشرف~~ (راغب) اور معنوی بلندی یہی ہے کہ مسجدوں کی تعظیم و تطہیر کا اہتمام رکھا جائے۔ ~~اي تعظم وتطهر عن الانجاس وعن اللغو من الاقوال (کبیر عن الزجاج) اي تعظم بذكره (جصاص عن مجاهد)~~ فقہاء نے یہیں سے مسجد کی تعظیم و ادب اور اس کے اندر بیٹھ کر دنیوی امور میں مشغولیت کی ممانعت نکالی ہے۔ ~~هٰذا يدل على انه يجب تنزيهها من القعود فيها لامور الدنيا مثل البيع والشراء وعمل الصناعات ولغو الحديث الذي لا فائدة فيه والسفه وما جرى مجرى ذٰلك (جصاص)~~ ۸۵ صبح و شام سے محاورہ میں مراد دوام سے ہوتی ہے۔ اس سے قطع نظر اصیل کا وقت دن ڈھلنے کے بعد سے پوری رات تک رہتا ہے۔ گویا نماز فجر اگر غدو میں آگئی تو ظہر سے لے کر عشا تک کی نمازیں اصال میں۔ ۸۶ احکام فرعی میں سے یہ دو نہایت اہم ہیں۔ انہیں بطور نمونہ کے بیان کر دیا گیا۔ ذِكْرِ اللهِ۔ اللہ کی یاد سے مراد اس کے احکام کی بجاآوری ہے۔ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ۔ خوب غور کر کے دیکھ لیا جائے۔ اس خاص فضیلت کے موقع پر ذکر کس کا فرمایا گیا۔ گوشہ نشین، تارک دنیا زاہدوں راہبوں کا نہیں۔ بلکہ ان کا جو دنیا کے معاملات میں پوری طرح پڑے ہوئے ہیں۔ بیع و تجارت میں لگے ہوئے ہیں۔ پھر بھی دل ان کے کہیں اور ہی اٹکے ہوئے ہیں۔ فرائض میں غفلت نہیں کرتے۔ ادائے حقوق میں سستی نہیں برتتے۔ ~~روي عن الحسن في هٰذه الاٰية والله لقد كانوا يتبايعون في الاسواق فاذا حضر حق من حقوق الله بدءوا بحق الله حتى يقضوه ثم عادوا الى تجارتهم (جصاص)~~ صوفیہ کے مسئلہ خلوت در انجمن کی اصل یہیں سے نکلتی ہے۔ ۸۷ یہ بیان ان کے کمال خشیت و تقویٰ کا ہے کہ باوجود پابندئ احکام کے ہر وقت روزِ جزا سے ڈرتے رہتے ہیں۔ ۸۸ مفصل و مستقل و متعین وعدہ، اہل ایمان سے جس جزا کا ہے وہ تو جنت ہے۔ اس کے علاوہ محض اپنے فضل و کرم سے اللہ جس کو جتنا نواز دینا چاہے اس کے لئے کوئی حد و حساب ہی نہیں ـــــ اسلام کا خدا بعض دوسرے مذہبوں کی طرح کرم و عطا میں کنجوس نہیں۔ ۸۹ یعنی تڑپ کر پیاسے مر گیا۔ یہ مثال ان کافروں، منکروں کی ہے جو اپنے اپنے باطل مذہب پر قائم، اپنے زعم میں عمر بھر اعمال صالحہ میں لگے رہے، اور جزائے آخرت کے امیدوار۔ ان بدنصیبوں کی آخری مایوسی کی شدت کا کیا ٹھکانا ہے کہ جب حقیقت کا انکشاف ہوگا تو ان کی دل خوش کن امیدیں کچھ بھی کام نہ دیں گی۔ اور غایت تحسر کے ساتھ انہیں قعرِ ہلاکت میں گرنا ہوگا۔

مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ۭ وَاللّٰهُ بِكُلِّ
چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے ۸۰ اور اللہ لوگوں کے لئے (یہ) مثالیں بیان کرتا ہے ۸۱ اور اللہ ہر چیز کا
شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝۳۵ فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا
خوب جاننے والا ہے ۸۲ (وہ ۸۳) ایسے گھروں میں ہیں جن کے لئے اللہ نے حکم دیا ہے کہ ان کا ادب کیا جائے اور ان میں
اسْمُهٗ ۙ يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ۝۳۶ رِجَالٌ ۙ لَّا
اس کا نام لیا جائے ۸۴ ان میں وہ لوگ صبح و شام اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں ۸۵ ایسے لوگ جنہیں نہ تجارت
تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ
غفلت میں ڈال دیتی ہے نہ (خرید و) فروخت اللہ کی یاد سے اور نماز پڑھنے سے
وَاِيْتَاۗءِ الزَّكٰوةِ ۽ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ
اور زکوٰۃ دینے سے وہ ڈرتے رہتے ہیں ایسے دن سے جس میں دل اور آنکھیں
وَالْاَبْصَارُ ۝۳۷ ڎ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَيَزِيْدَهُمْ
الٹ جائیں گی ۸۷ انجام یہ ہوگا کہ اللہ ان کو ان کے اعمال کا بہت ہی اچھا بدلہ دیگا اور ان کو اپنے فضل سے
مِّنْ فَضْلِهٖ ۭ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاۗءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝۳۸
اور بھی زیادہ دے دیگا اور اللہ جسے چاہتا ہے بے شمار دے دیتا ہے ۸۸
وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۢ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ
اور جو لوگ کافر ہیں ان کے اعمال مثل سراب کے ہیں چٹیل میدان میں کہ پیاسا اس کو پانی خیال
مَاۗءً ۭ حَتّٰٓي اِذَا جَاۗءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْـــًٔا وَّوَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ
کرتا ہے یہاں تک کہ جب اس کے پاس آیا تو اسے کچھ بھی نہ پایا اور اس کے پاس (قضاء) الٰہی کو پایا ۸۹

ف۷۱ (تاکہ وہ جلد آزادی حاصل کرسکیں) مَالِ اللّٰہِ۔ مال کی اضافت اللہ کی طرف کرکے یہ حقیقت تازہ کردی کہ یہ مال تمہارا اپنا ہے کب۔ جو کچھ بھی خرچ کروگے اللہ ہی کا تو مال ہوگا! اٰتُوْهُمْ صیغۂ امر کے مخاطب عام مسلمین ہیں۔ امت کو حکم ہو رہا ہے کہ زکوٰۃ دے کر مکاتبین کی امداد کرو۔ اعانت مکاتبین مصارف زکوٰۃ میں سے ایک مصرف ہے۔ ف۷۲ (جیسا کہ جاہلیت عرب میں رواج تھا) بِغَآءِ کے معنی حرامکاری کے ہیں البغاء الزنا (معالم) البغاء هو الزنا (ابن جریر) فَتَیٰتِ کے لفظی معنی ہیں جوان عورتیں، یہاں مراد ہیں مطلق باندیاں خواہ کسی عمر کی ہوں۔ فتیاتکم ای اماءکم (کشاف) یہ مراد نہیں کہ اگر وہ ابھی جوانی کو نہ پہنچی ہوں یا جوانی سے اتر چکی ہوں تو ان کے لئے یہ جائز ہوگا۔ ف۷۳ یہ دونوں قیدیں بطور قید واقعی ہے یعنی رسول اللہ صلعم کے ہمعصر اہل جاہلیت واقعۃً اپنی باندیوں کو ان کی خواہش کے خلاف عصمت فروشی پر مجبور کرتے رہتے تھے۔ اور مقصود اس سے محض نفع مالی تھا۔ وكذلك كانوا يفعلون في الجاهلية يؤاجرون اماءهم (معالم) یہ مراد نہیں کہ اگر باندیاں از خود آمادہ ہوں یا ان کے مالک ان سے فیس نہ وصول کرتے رہیں تو عصمت فروشی ان کے حق میں جائز ہو جائے گی۔ ف۷۴ (ان مجبوریوں کے حق میں) لهن مكرهات مع الزناء (ابن جریر عن مجاهد) عنی ترکهن ما اکرهن علیه (ابن جریر عن الزہری) لهن غفور رحیم (جصاص عن ابن عباسؓ) ”جس اکراہ سے مکرہات پر مواخذہ نہیں وہ وہ ہے جس میں اتلافِ نفس یا اتلافِ عضو کا خوف ہو“ (تھانویؒ) فقہاء نے لکھا ہے کہ مجبور پر نہ حد جاری ہوگی نہ اس کے عمل کا شمار عصیان میں ہوگا۔ قال ابوبکر اخبر تعالیٰ ان المکرهة علی الزنا مغفور لها ما فعلته علی وجه الاکراه (جصاص) سورت میں شروع سے بے عصمتی کی تقبیح اور عصمت کی تاکید چلی آرہی ہیں۔ غلاموں، کنیزوں کے نکاح کی تاکید، کنیزوں کی عصمت کا تحفظ سب اسی سلسلہ کی چیزیں ہیں۔ ف۷۵ (اس قرآن بلکہ اس سورت کے ذریعہ سے) وحی خفی جو رسول اللہ صلعم پر نازل ہوتی ہیں۔ وہ بھی آیت کا مدلول بن سکتی ہیں۔ ف۷۶ یعنی اللہ ہی نور ہدایت بخشنے والا ہے اہل آسمان کو بھی، اہل زمین کو بھی، یعنی جملہ مخلوقات کو۔ ای هادی من فی السموات والارض فهم بنوره الی الحق یهتدون وبهداه من حیرة الضلالة یعتصمون (ابن جریر) یقول اللہ سبحانه هادی اهل السموات والارض (ابن جریر عن ابن عباسؓ) هادی اهل السموات والارض (بحر عن انس) ای مثل نور اللہ تعالیٰ فی قلب المؤمن هو النور الذی یهتدی به (معالم) انجیل میں بھی خدا کو نور کہا گیا ہے۔ یوحنا کے پہلے عام خط میں ہے:۔ ”خدا نور ہے اور اس میں ذرا بھی تاریکی نہیں“ (۱: ۵) اصل انجیل یوحنا باب اول کے شروع میں بھی اس قسم کی کچھ عبارتیں ہیں۔ نُوْر۔ اپنے لغوی معنی میں وہ روشنی ہے جس کا ادراک آنکھ سے ہو سکے۔ تو حق تعالیٰ پر اس کا اطلاق جب بھی ہوگا مجازی ہی معنی میں ہوگا۔ النور فی کلام العرب الضوء المدرک بالبصر فاسناده الی اللہ تعالیٰ مجاز (بحر) یا یوں کہا جائے کہ اس کی صفت نورانیت کے اظہار عظمت کے لئے ہے۔ وتسمیته تعالیٰ بذلک لمبالغة فعله (راغب) ف۷۷ یعنی نہ اس کے جانب شرقی میں کوئی آڑ ہے نہ جانب غربی میں۔ اس کا فیض شرق و غرب کے ساتھ مخصوص نہیں۔ کوئی جانب اس سے خالی نہیں، وہ مقید کسی جہت کے ساتھ نہیں۔ زَیْتُوْنَةٍ۔ روغن زیتون اپنی لطافت و صفائی و روشنی کے لئے مشہور ہے۔ عرب میں مشہور تر تھا۔ مَثَلُ۔ اہل تحقیق نے بطور عبارۃ النص یہاں لکھا ہے کہ اللہ کی صفات کی مثال بیان کرنا جائز ہے۔ بشرطیکہ خلاف آداب حضرت نہ ہو۔ اور نفی لیس کمثله شیء میں جس چیز کی گئی ہے، وہ وجود مثل و نظیر کی ہے۔ ف۷۸ یعنی وہ روغن اپنی غایت تنویر سے از خود روشن ہو جانے والا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ خود اپنا ن غایت وضوح سے کسی ایضاح خارجی کا محتاج نہیں۔ ف۷۹ نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ کا یہ ترجمہ اردو محاورہ کے لحاظ سے کیا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ایک تو اس میں خود قابلیت نور کی اعلیٰ درجہ کی تھی پھر ادھر سے فاعل یعنی نار کے ساتھ اجتماع ہو گیا۔ اور پھر اجتماع بھی ان کیفیات کے ساتھ کہ چراغ قندیل میں رکھا ہو جس سے بالمشاہدہ چمک بڑھ جاتی ہے۔ اور پھر وہ ایسے طاق میں رکھا ہو جو ایک طرف سے بند ہے۔ ایسے موقع پر شعاعیں ایک جگہ تیز ہو کر بہت تیز روشنی ہوتی ہے۔ اور پھر تیل بھی زیتون کا جو مزید اشراق و قلت دخان میں مشہور ہے۔ تو اس قدر روشنی ہوگئی کہ جیسے بہت سی روشنیاں جمع ہو گئی ہوں۔ اس کو نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ فرمایا۔ یہاں مثال ختم ہو گئی بس اسی طرح مومن کے قلب میں اللہ تعالیٰ جب نور ہدایت ڈالتا ہے تو روز بروز اس کا انشراح قبول حق کے لئے بڑھتا چلا جاتا ہے۔ اور ہر وقت احکام پر عمل کرنے کے لئے تیار رہتا ہے۔ اور جب اس کو علم حاصل ہوتا ہے تو نور عمل یعنی عزم علی العمل کے ساتھ جو کہ ایک حال رفیع ہے، نور علم بھی منضم ہو جاتا ہے جسے وہ فوراً ہی قبول کر لیتا ہے، بس علم و عمل جمع ہو کر نورٌ علیٰ نورٍ صادق آجاتا ہے“! (تھانویؒ)

اٰتٰىكُمْ ۚ وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ

تمہیں عطا کیا ہے ف۷۱ اور اپنی باندیوں کو مت مجبور کرو زنا پر ف۷۲ جب کہ وہ پاکدامن

تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَمَنْ يُّكْرِهْهُّنَّ

رہنا چاہیں ف۷۳ محض اس لئے کہ دنیوی زندگی کا کچھ فائدہ تمہیں حاصل ہو جائے ف۷۳ اور جو کوئی انہیں مجبور

فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْۢ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۳﴾ وَلَقَدْ

کریگا سو اللہ ان کے مجبور کئے جانے کے بعد بخشنے والا ہے مہربان ہے ف۷۴ اور ہم نے

اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ وَّمَثَلًا مِّنَ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ

تمہارے پاس کھلے کھلے احکام بھیجے ہیں اور جو لوگ تم سے پہلے گزرے ہیں ان کی

قَبْلِكُمْ وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۳۴﴾ ع اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ

ع ۱۰/۸

حکایتیں اور خدا سے ڈرنے والوں کیلئے نصیحت (کی باتیں بھی بھیجی ہیں) ف۷۵ اللہ (ہی) آسمانوں اور زمین کا نور ہے ف۷۶

مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ۭ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ ۭ

اس کے نور (ہدایت) کی مثال ایسی ہے کہ جیسے ایک طاق ہے اسمیں ایک چراغ ہے چراغ قندیل میں ہے

اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ

قندیل گویا ایک چمکدار ستارہ ہے چراغ روشن کیا جاتا ہے ایک نہایت مفید درخت

زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ ۙ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْۗءُ وَ

(یعنی) زیتون سے جو نہ پورب رخ ہے اور نہ پچھم رخ ہے ف۷۷ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خود بخود جل اٹھے گا

لَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ۭ نُوْرٌ عَلٰي نُوْرٍ ۭ يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ

اگرچہ آگ اسے نہ بھی چھوئے ف۷۸ نور ہی نور ہے ف۷۹ اللہ اپنے اسی نور تک جس کو

۶۱ (بوجہ ان کے سلب حواس کے) التَّابِعِیْنَ ۔ تابعی یا طفیلی وہ ہے جو محض کھانے پینے کے واسطے پڑا رہتا ہو۔ الذی یتبعک لیصیب من طعامک (جصاص عن ابن عباس وقتادہ ومجاہد) ان کا ذکر اس لئے کیا کہ ایسے لوگ اس وقت موجود تھے۔ غَیْرِ اُولِی الْاِرْبَۃِ ھو الاحمق الذی لا ارب لہ فی النساء (جصاص) "مدار حکم سلب حواس پر ہے نہ کہ تابع ہونے پر۔ اس وقت وہ تابع ایسے ہی تھے"۔ (تھانویؒ) خواجہ سرا وغیرہ کی آمد و رفت عورتوں میں فقہاء نے ممنوع لکھی ہے۔ عورت کو اجنبی مردوں سے ایسے کام لینا جن میں جسم کو مس کرنا پڑے جائز نہیں اسی طرح مرد کو اجنبی عورتوں سے اس قسم کے کام لینا یا خادمہ کو خلوت میں بلانا یا اس پر نظر کرنا جائز نہیں۔ ۶۲ مراد اس سن کے بچے ہیں جو ابھی شہوانیت کے معنی ہی سے واقف نہیں۔ یہ معنی نہیں کہ ابھی باقاعدہ بالغ نہیں ہوئے ہیں۔ قال مجاھد ھم الذین لا یدرون ما ھی من الصغر (جصاص) لعلہ لا یمیزون من عورات النساء والرجال بصغرھم وقلۃ معرفتھم بذلک (جصاص) طفل یہاں بطور اسم جنس ہے۔ اس لئے بصیغہ جمع آگیا ہے۔ ۶۳ فقہاء نے اس سے استنباط اور بالکل صحیح استنباط کیا ہے کہ ہر وہ آواز جو رغبت اور دلکشی کا باعث ہو، اسی پر محمول اور اسی لئے ممنوع ہوگی۔ اللہ اللہ۔ عفت و طہارت کا کس درجہ اہتمام ہماری پاک شریعت میں ہے۔ اور فتنہ کے کیسے کیسے دروازوں اور چھپے ہوئے سوراخوں کو ہماری شریعت نے بند کیا ہے۔ ایک طرف یہ احتیاطیں و پابندیاں ہیں۔ دوسری طرف گانے اور طرح طرح کے سریلے باجوں کے ساتھ گانے ہی کی نہیں بلکہ ناچ اور مرد و عورت کے مشترک ناچ کی آزادیاں ہیں! ——— دونوں زندگیوں کے نتائج بالکل ظاہر ہیں۔ مِنْ زِیْنَتِهِنَّ ۔ زیور سے یہاں مراد وہ زیور ہیں جو از خود نہیں بجتے بلکہ کسی چیز کی رگڑ سے بج اٹھتے ہیں۔

مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِیْنَ لَمْ یَظْهَرُوْا عَلٰی
ذرا توجہ نہ ہو ۶۱ اور ان لڑکوں پر جو ابھی عورتوں کی پردہ کی بات سے

عَوْرٰتِ النِّسَآءِ ۪ وَلَا یَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِیُعْلَمَ مَا یُخْفِیْنَ
واقف نہیں ہوئے ہیں ۶۲ اور عورتیں اپنے پیر زور سے نہ رکھیں کہ ان کا مخفی

مِنْ زِیْنَتِهِنَّ ؕ وَتُوْبُوْٓا اِلَی اللّٰهِ جَمِیْعًا اَیُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ
زیور معلوم ہو جائے۔ اور تم سب اللہ کے سامنے توبہ کرو اے ایمان والو

لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۳۱﴾ وَاَنْكِحُوا الْاَیَامٰی مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِیْنَ
تاکہ تم فلاح پاؤ ۶۴ اور تم اپنے بے نکاحوں کا نکاح کرو اور تمہارے غلام

مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ ؕ اِنْ یَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ یُغْنِهِمُ اللّٰهُ
اور باندیوں میں جو اس کے (یعنی نکاح کے) لائق ہوں انکا بھی ۶۶ اگر یہ لوگ مفلس ہونگے تو اللہ اپنے فضل سے

مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ﴿۳۲﴾ وَلْیَسْتَعْفِفِ الَّذِیْنَ
انہیں غنی کر دیگا ۶۷ اور اللہ بڑا وسعت والا ہی بڑا جاننے والا ہے ۶۸ اور جن لوگوں کو نکاح کا

لَا یَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰی یُغْنِیَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَالَّذِیْنَ
مقدور نہیں انہیں چاہیے کہ ضبط سے کام لیں یہاں تک کہ اللہ انہیں اپنے فضل سے غنی کر دے ۶۹ اور تمہارے

یَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ
مملوکوں میں سے جو مکاتب ہونے کے خواہاں ہوں تو انہیں مکاتب بنا دیا کرو اگر

عَلِمْتُمْ فِیْهِمْ خَیْرًا ۖ وَّاٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِیْٓ
ان میں بہتری (کے آثار) پاؤ ۷۰ اور اللہ کے اس مال میں سے بھی انہیں دو جو اس نے

مثلاً چھڑے، کڑے۔ قرآن نے انہیں کے بارہ میں ارشاد فرمایا ہے کہ ان کی پہننے والیاں پیر زمین پر زور سے نہ رکھیں۔ گویا ان کا پہننا فی نفسہ درست ہے۔ لیکن ان کی آواز یا جھنکار بہ اندیشۂ فتنہ درست نہیں۔ "اس سے یہ بھی مفہوم ہو سکتا ہے کہ جب زیور کی صوت کے اخفاء کا اتنا اہتمام ہے تو صاحب زیور کی صوت کا کہ اکثر مورث فتنہ و میلان ہو جاتی ہے، اخفاء کیوں نہ قابل اہتمام ہوگا۔ نیز یہ بھی مفہوم ہو سکتا ہے کہ جب صوت ایسی قابل اخفاء ہے تو صورت تو کیوں نہ قابل اخفاء ہوگی کہ اصل مبداء فتنہ ہے"۔ (تھانویؒ) قال ابوبکر قد عقل من معنی اللفظ النہی عن ابداء الزینۃ واظہارھا بورود النص فی النہی عن سماع صوتہا اذ کان اظہار الزینۃ اولی بالنہی مما یعلم بہ الزینۃ فاذا لم یجز اخفی الوجہین لم یجز ما ظہر ہما (جصاص) اسی طرح وہ زیور جن میں از خود آواز پیدا ہوتی ہو، مثلاً گھنگرو، ان کا پہننا ہی سرے سے ناجائز ہے۔ حدیث میں جرس سے ممانعت وارد ہوئی ہے۔ ۶۴ (اور ان احکام میں جو کوتاہیاں ہوگئی ہوں وہ معاف ہوں) فلاح سے مراد یہاں فلاح کامل ہے معصیتوں کا صدور نقصان فلاح کا باعث ہوتا ہے۔ آیت سے اہل سنت نے استدلال کیا ہے کہ عصیان کا وجود ایمان کے منافی نہیں۔ ظاھر الایۃ یدل علی ان العصیان لا ینافی الایمان (مدارک) ۶۵ ایم کے معنی ہیں عورت بلا شوہر، یا شوہر بلا عورت۔ عام ہے ہر مرد و عورت کے لئے جس کا نکاح یا تو سرے سے ہوا ہی نہ ہو۔ یا ہوا ہو اور بہ سبب وفات و طلاق کے تجرد ہو گیا ہو۔ الایم من النساء من لا زوج لہا بکرا او ثیبا ومن الرجال من لا امراۃ لہ (تاج) اسم الایامی ینتظم الرجال والنساء (جصاص) وَاَنْكِحُوْا حکم وجوبی نہیں استحبابی ہے۔ قد قامت الدلالۃ من اجماع السلف وفقہاء الامصار علی انہ لم یرد بہا الایجاب وانہا استحباب (جصاص) شریعت اسلام میں نکاح بجائے خود ایک فضیلت کی چیز ہے۔ مسیحیت کی طرح نکاح ایک ناگزیر برائی کا نام نہیں۔ ملاحظہ ہوں حواشی انگریزی۔ ۶۶ صٰلِحِیْنَ۔ یعنی حقوق زوجیت ادا کرنے کے لائق ہوں۔ انکحوا۔ "عام ہے معاونت و توسط و تمکین سب کو جیسا جہاں موقع ہو، اور اس میں خطاب عام ہے اولیاء یعنی اقارب و سادات یعنی آقاؤں کو" (تھانوی) ۶۷ (اپنی حسب مشیت) یعنی اگر غلاموں میں صلاحیت کسب معیشت کی موجود ہے، تو ان کے فقر و افلاس بالفعل کو مانع نکاح نہ قرار دو۔ فقر و نکاح میں کوئی منافات نہیں۔ جو سردست فقیر ہے کیا عجب کہ حسب مشیت صاحب معاش ہو جائے۔ نکاح اس مشیت تکوینی میں مانع نہیں۔ "دو پس نہ عدم غنا کو مانع نکاح سمجھیں اور نہ نکاح کو مانع غنا، اس کا دار و مدار مشیت پر ہے۔ اگر فقر کے ساتھ مشیت متعلق ہو جائے تو باوجود نکاح نہ ہونے کے بھی ہو جائے گا۔ اور اگر غنا کے ساتھ مشیت متعلق ہو جائے تو باوجود نکاح نہ ہونے کے بھی ہوگا۔ پس ایسے ارتباطات وہمیہ و باطلہ پر کیوں نظر کی جائے"۔ (تھانوی) آیت میں کوئی وعدہ مراد نہیں کہ اہل فقر کو نکاح کے بعد خواہ مخواہ غنا حاصل ہی ہو جائے گا۔ اور اس طرح گویا نکاح بجائے خود ایک مستقل وسیلہ معاش ہے! بلکہ مراد صرف یہ ہے کہ جب دوسرے حالات موافق جمع ہوں تو محض فقر کو مانع نہ قرار دو۔ فقر و غنا کو نکاح و عدم نکاح سے کوئی تعلق نہیں۔ الاصح ان ھذا لیس وعدا من اللہ تعالی اغناء من یتزوج بل المعنی لا تنظروا الی فقر من یخطب الیکم (کبیر) ۶۸ (جسے چاہے غنی کر سکتا ہے۔ خوشحالی سے نواز سکتا ہے۔ اس کے ہاں کوئی تنگی، کمی تو ہے نہیں اور پھر ہر ایک کی اہلیت و صلاحیت، ظرف و بساط سے خوب واقف جسے کفر کا اہل دیکھے گا اسے کافر ہی رکھے گا) معاشیات کو مسائل معاش کو ربوبیت الٰہی کے عام قانون سے عملاً خارج سمجھ لینا، عصر حاضر کی سب سے بڑی گمراہیوں میں سے ہے۔ قرآن نے بار بار اس گمراہی پر ضرب لگائی ہے۔ اور بار بار اعلان کیا ہے کہ جسمانیات و روحانیات کے سارے دوسرے مسائل کی طرح معاشیات بھی اسی کی مشیت کے محکوم و تابع ہیں۔ ۶۹ (اور پھر نکاح کرلیں) مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی نکاح کے سامان سے محروم و معریٰ ہو تو اس کے لئے ہدایت یہی ہے کہ وہ صبر و عفت سے کام لئے بیٹھا رہے۔ یہ اجازت ہرگز نہیں کہ کسی ناجائز طریقہ پر شہوت رانی کرنے لگے۔ جیسا کہ شدید بھوک کے موقع پر حرام کھا لینے کی اجازت ہے۔ شہوت جنسی کا ضبط بھوک پیاس کی طرح کچھ بہت دشوار نہیں۔ نسبتاً بہت آسان ہے۔ ملاحظہ ہو حاشیہ تفسیر انگریزی۔ استعفاف یعنی پارسائی سے مراد ہے زنا اور اس کے مقدمات دونوں سے بچنا اور اپنی حفظ عفت کے لئے خاص اہتمام رکھنا۔ ولیجتھد فی العفۃ (کبیر) غنی سے مراد وہ شوہر ہے جو ادائے مہر و نفقہ پر قادر ہو۔ ۷۰ مکاتبت اصطلاح شریعت میں غلام و آقا کے درمیان معاہدہ کا نام ہے۔ غلام آقا سے یہ کہے کہ میں کما کر اتنا مال تجھے دیدوں تو آزاد ہو جاؤں اور مالک اسے منظور کرلے اور یہ مکاتب اگرچہ ابھی غلام رہے گا، لیکن پیشہ یا تجارت اختیار کرنے کے باب میں خود مختار ہو جائیگا۔ پھر اگر شرط پوری ہوگئی تو غلام آزاد ہو جائے گا۔ نہ پوری ہو سکنے کی صورت میں غلام یا تو خود ہی مکاتبت کو فسخ کرلے۔ ورنہ قاضی فسخ کرا دے گا۔ خَیْرًا۔ خیر یعنی بہتری کے آثار سے مراد ہے کمانے کا سلیقہ، فضول خرچی سے بچنا آزاد ہو کر دوسروں کو تکلیف نہ دینا۔ قال ابن عمر قوۃ علی الکسب وھو قول مالک وثوری (معالم) قال الشافعی واظہر معانی الخیر فی العبد الاکتساب مع الامانۃ (معالم) الاظہر انہ اراد الصلاح فینتظم ذلک الوفاء والصدق والامانۃ (جصاص) اگر یہ آثار نہ معلوم ہوتے تو خود مصیبت و معصیت میں پڑتے، اور دوسروں کے لئے بھی باعث آزار بننے سے تو یہی بہتر ہے کہ وہ بجائے خود مختاری کے قید و محکومی میں رہے۔ فقہاء نے لکھا ہے کہ عقد مکاتبت جائز بغیر خیر ہی ہے۔ عَلِمْتُمْ۔ علم سے مراد ظن غالب ہے۔

وَمَا تَكْتُمُوْنَ ﴿۲۹﴾ قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ

اور جو کچھ تم چھپاتے ہو آپ ایمان والوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نظریں نیچی رکھیں ۵۱

وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ۭ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ

اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں یہ ان کے حق میں زیادہ صفائی کی بات ہے بیشک اللہ کو سب کچھ خبر ہے

بِمَا يَصْنَعُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ

جو کچھ لوگ کیا کرتے ہیں ۵۲ اور آپ کہہ دیجئے ایمان والیوں سے کہ اپنی نظریں

اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا

نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت رکھیں ۵۳ اور اپنا سنگار ظاہر نہ ہونے دیں ۵۴ مگر

مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰي جُيُوْبِهِنَّ ۠

ہاں جو اس میں سے کھلا ہی رہتا ہے ۵۵ اور اپنے دوپٹے اپنے سینوں پر ڈالے رہا کریں ۵۶

وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَاۗىِٕهِنَّ اَوْ

اور اپنی زینت ظاہر نہ ہونے دیں ۵۷ مگر ہاں اپنے شوہر پر اور اپنے باپ پر اور

اٰبَاۗءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَاۗىِٕهِنَّ اَوْ اَبْنَاۗءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ

اپنے شوہر کے باپ پر اور اپنے بیٹوں پر اور اپنے شوہر کے بیٹوں پر اور

اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَاۗىِٕهِنَّ

اپنے بھائیوں پر اور اپنے بھائیوں کے لڑکوں پر یا اپنی بہنوں کے لڑکوں پر ۵۸ اور اپنی (ہم مذہب)

اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ

عورتوں پر ۵۹ اور اپنی باندیوں پر ۶۰ اور ان مردوں پر جو طفیلی ہوں (اور عورت کی طرف) انہیں

۵۱ چنانچہ جسم کے جن حصوں پر نظر کرنا سرے سے ناجائز ہے انہیں تو دیکھیں ہی نہ اور جنہیں دیکھنا جائز ہے انہیں بھی خواہش نفس کے ساتھ نہ دیکھیں) مِنْ اَبْصَارِهِمْ ۔ من تبعیضیہ ہے یعنی ہر نظر حرام نہیں صرف بعض نظریں حرام ہیں اور وہ حرام نظریں، نظر اجنبی و نظر شہوت ہیں۔ من للتبعیض والمراد غض البصر عما یحرم والاقتصار به علی ما یحل (مدارک) ذٰلِكَ ۔ یعنی یہی نظروں کا نیچا رکھنا اور حفظ ناموس۔ ای غض البصر وحفظ الفروج (مدارک)

۵۲ بدکاری و بدنظری وغیرہ کے ارتکاب میں انسان خاص طور پر اہتمام ستر و اخفاء کا رکھتا ہے۔ اس لئے یہاں یاد دلا دیا کہ تم چھپانے کی کتنی ہی کوشش کر ڈالو۔ بہرحال اس حاضر و ناظر ہمہ بین و ہمہ دان سے تو نہیں چھپا سکتے ہو۔ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ میں صاف اشارہ اس طرف ہے کہ افعال غیر مرضیہ کے مقدمات کا بھی انسداد واجب ہے۔ اور اس اصل سے فقہاء و صوفیہ امت دونوں نے اپنے اپنے فن میں بڑا کام لیا ہے۔ يَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ۔ حکم کے عموم میں علاوہ زناکاری کے اور بھی سارے طریقے ناجائز شہوت رانی کے اور ان کے مقدمات و مبادی بھی آگئے۔ لفظ حفظ نظر ولمس وغیرہ سب کے لئے عام ہے۔ الذی تقتضیه الظاهر ان یکون المعنی حفظها عن سائر ما حرم علیه من الزنا واللمس والنظر (جصاص) عاشقانہ افسانے اور ڈرامے، بے حیائی کے منظر دکھانے والے تھیٹر اور سینما، شہوت انگیز تصویریں وغیرہ سب اس کے تحت میں آجاتی ہیں۔ ۵۳ غض بصر اور حفظ فروج دونوں پر حاشیے ابھی ابھی گزر چکے۔ اتنا جزو مومنین و مومنات، مسلمان مردوں و مسلمان عورتوں دونوں میں مشترک ہے۔ عورت کے لئے حجاب کے جو احکام خصوصی ہیں وہ اب آگے آرہے ہیں۔ ۵۴ (خواہ وہ جسم کا ہو یا متعلقات جسم کا) لفظ زینت عام ہے۔ الزينة ما زينت به المرأة (مدارک) قيل المراد بالزينة ما يعم المحاسن الخلقية والتزيينية (بیضاوی) اس کے تحت میں ہر وہ چیز آجاتی ہے جو مرد کے لئے باعث شوق و رغبت ہو سکے۔ خواہ خلقی ہو مثلاً حسن اعضاء، حسن صورت، خوش خرامی وغیرہا۔ خواہ کسبی ہو مثلاً لباس، خوشبو، زیور، پوڈر، غازہ وغیرہ۔ ۵۵ (عموماً و عادۃً) یعنی جسم کے وہ حصے مستثنیٰ ہیں جو اگرچہ زینت کے موقع ہیں، لیکن ان کے چھپائے رکھنے میں عموماً سخت حرج و زحمت ہے مثلاً چہرہ کی ٹکیا اور ہتیلیاں اور پیر۔ مَا ظَهَرَ مِنْهَا کی تفسیر چہرہ و کفدست سے خود حدیث میں آچکی ہے۔ الكف والقدمان (مدارک) اور حنفیہ میں یہی تفسیر مقبول ہے۔ قال اصحابنا المراد الوجه والكفان (جصاص) لأن إلا ماجرت العادة والجبلة على ظهوره وهذا الوجه والكفان والقدمان (مدارک) اور اسی لئے حنفی فقہاء و مفسرین کے ہاں چہرہ اور کف دست اور پیروں کے دیکھنے کی اجازت ملتی ہے۔ يجوز النظر الى وجه الاجنبية وكفها وقدميها (مدارک) لیکن متاخرین فقہاء نے خوف فتنہ سے اب چہرہ کا کھلا رکھنا بھی ممنوع قرار دے دیا ہے۔ واما فی زماننا فمنع (دمختار) ناف سے گھٹنے تک کا ستر مذہب اہل سنت میں سب پر واجب ہے۔ عورت کا عورت سے بھی، مرد کا مرد سے بھی۔ ۵۶ (کہ سر اور سینہ دو مقام خاص طور پر زینت کے ہیں ان کے ڈھانپنے کا اور زیادہ اہتمام رکھیں) جاہلیت فرنگ ہی سے ملتا جلتا دستور جاہلیت عرب میں بھی یہ تھا کہ عورتیں لباس اس طرح کا پہنتیں کہ پشت کا حصہ تو خیر ڈھکا رہتا۔ باقی سامنے سے سینہ کا حصہ عریاں رہتا۔ كانت جيوبهن واسعة تبدو منها صدورهن وما حواليها وكن يسدلن الخمر من ورائهن فتبقى مكشوفة (مدارک) نفسیات بشری کی محقق، ساز دل اور بدکاری کے مبادی و مقدمات کی بیخ کنی کرنے والی شریعت اسلامی نے ٹھیک اس کے برعکس یہ فیشن چلایا کہ سینہ کا کوئی حصہ عریاں رہ جانا کیا معنی وہ تو خاص طور پر ڈھکا رہے۔ وفی ذلك دليل على ان صدر المرأة ونحرها عورة لا يجوز للاجنبي النظر اليها منها (جصاص) كانت جيوبهن واسعة تبدو منها صدورهن وما حواليها وكن جيوبهن الخمر من ورائهن فيبقى مكشوفة (مدارک) ۵۷ (کسی شخص پر بھی) زینۃ کی تشریح ابھی اوپر گزر چکی ہے کہ قدرتی یا مصنوعی ہر وہ شے ہے جو عورت کی جانب رغبت و التفات بڑھائے۔ لَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ ۔ پہلے موقع پر یہ فقرہ بلحاظ اعضاء و جسم تھا۔ یہاں بہ اعتبار اشخاص کے ہے۔ پہلے استثناء میں فلاں فلاں عضو شامل تھے اب استثناء میں فلاں فلاں اشخاص کی نشاندہی ہو رہی ہے۔ ۵۸ یہ سب عزیز اصطلاح میں محرم کہلاتے ہیں۔ فقہاء نے محرموں کی بھی دو قسمیں قرار دی ہیں۔ ایک وہ جو محرم ابدی ہیں مثلاً باپ، چچا، بیٹا، پوتا وغیرہ۔ دوسرے وہ جو بعد زوال وصف اجنبی ہو جائیں۔ مثلاً شوہر طلاق کے بعد، مملوک آزاد ہونے کے بعد، بچہ جوان ہو جانے کے بعد۔ اِخْوَانِهِنَّ ۔ بھائی جو محرم ہیں ان سے سگے بھائی یا ایک باپ کی اولاد یا ایک ماں کی اولاد یا دودھ شریکے مراد ہیں۔ اور کسی قسم کے بھائی چچیرے خلیرے وغیرہ جو عرفاً و رواجاً ہندوستان میں محرم سمجھ لئے گئے ہیں، مراد نہیں ہے۔ اَخَوٰتِهِنَّ ۔ علی ہذا بہنوں سے بھی مراد سگی بہنیں یا ایک ماں یا ایک باپ کی اولاد یا دودھ شریکی بہنیں ہیں۔ عرفی بہنیں مثلاً چچیری، خلیری وغیرہ کے مراد نہیں۔ اٰبَاۗىِٕهِنَّ ۔ دادا، نانا وغیرہ بھی اس کے باپ ہی کے حکم میں داخل ہیں۔ ويدخل فيهم الاجداد (مدارک) اَبْنَاۗىِٕهِنَّ ۔ اولاد ہی میں اولاد در اولاد پوتے نواسے وغیرہ شامل ہیں۔ ويدخل فيهم النوافل (مدارک) ان رشتوں کے علاوہ عورت کے چچا اور ماموں بھی اس کے محرم ہوتے ہیں "غرض مدار محرمیت پر ہے اور محرم وہ رشتہ دار ہے جس سے ابداً نکاح حرام ہو خواہ نسب سے ہو یا مصاہرۃ سے یا رضاع سے۔ البتہ بعض فقہاء نے زمانہ کے فتن کو دیکھ کر مصاہرت اور رضاع سے خلوت میں رہنے بیٹھنے کو منع کیا ہے۔" (تھانوی) اَوْ ۔ اس آیت بھر میں اور او عاطفہ کے معنی میں ہے تخییر کے لئے نہیں۔ مشائخ صوفیہ کہتے ہیں کہ لا یبدین زینتهن الا لبعولتهن میں اشارہ اس طرف ہے کہ زینت اسرار کو نامحرم یعنی نااہل سے پوشیدہ رکھنا چاہئے۔ ۵۹ نِسَاۗىِٕهِنَّ سے مراد مومن عورتیں ہیں۔ یعنی المؤمنات (بیضاوی) اراد نساء المومنات (جصاص) کافر عورت شریعت اسلام میں اجنبی مرد کے حکم میں ہے۔ پردہ اس سے بھی اسی طرح واجب ہے۔ صحابہ میں حضرت عمرؓ حضرت ابن عباسؓ اور تابعین میں مجاہد وغیرہ کا یہی مذہب منقول ہے حضرت عمرؓ کا ایک مکتوب حضرت ابو عبیدہؓ کے نام کا نقل ہوا ہے کہ کتابیہ (یعنی مسیحی، یہودی عورتیں) مومن عورتوں کے ساتھ حمام میں نہ جانے پائیں۔ اللہ اللہ کہاں تو یہ تاکید اس احتیاط کی تھی، کہاں اس امت کو فرنگیوں سے ارتباط و اختلاط پر فخر رہنے لگا! فقہاء نے لکھا ہے کہ فاحشہ عورت اگرچہ مسلمان ہو، پاکدامنوں میں نہ آنے پائے۔ ایک تو نسائهن پر قیاس کر کے دوسرے بہ خوف اغوا و فتنہ۔ ۶۰ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ کا لفظ عام ہے لیکن حنفیہ کے ہاں صرف باندیاں مراد ہیں غلام مراد نہیں۔ غلام اجنبی مردوں کے حکم میں ہیں۔ اے اماؤهن ولا يحل لعبدها ان ينظر الى هذه المواقع (مدارک) مَا ۔ یہاں اپنے عموم پر نہیں۔

۴۳ لِلْخَبِيْثِيْنَ، لِلطَّيِّبِيْنَ وغیرہ میں ل لیاقت کا ہے۔ یعنی اہلیت و موزونیت کو ظاہر کرنے والا۔ ۴۴ اُولٰٓئِكَ یعنی جو لوگ بہ سلسلہ افک عائشہؓ متہم ہوئے۔
۴۵ یعنی پہلے ان گھروں میں رہنے والوں کو سلام کر کے ان سے اجازت لو، کہ ہم اندر آئیں؟ "یہ مسئلہ استیذان کا مردانہ اور زنانہ سب گھروں کے لئے ہے۔ .... استیذان واجب ہے اور تقدیم سلام سنت ہے۔ اور اپنے جس گھر میں یقیناً بجز منکوحہ یا مملوکہ شرعی کے کوئی نہ ہو وہ اس سے مستثنیٰ ہے۔ ورنہ وہ بیوت بھی حکم میں غیر بیوتکم کے ہو جائیں گے، لاشتراک العلۃ۔

اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ ۚ وَالطَّيِّبٰتُ
گندی عورتیں گندے مردوں ہی کے لائق ہوتی ہیں اور گندے مرد گندی عورتوں کے اور بہتر ہی عورتیں بہتر
لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ ۚ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا
مردوں کے لائق ہوتی ہیں اور بہتر ہی مرد بہتر عورتوں کے ۴۳ یہ لوگ اس بات سے پاک ہیں جو یہ (منافق)
يَقُوْلُوْنَ ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿۲۶﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ
بکتے پھرتے ہیں ان کے لئے مغفرت ہے اور عزت کی روزی ۴۴ اے ایمان والو
اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَ
تم اپنے (خاص) گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل مت ہو جب تک کہ اجازت حاصل نہ کر لو اور
تُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۷﴾
ان کے رہنے والوں کو سلام نہ کر لو تمہارے حق میں یہی بہتر ہے تاکہ تم خیال رکھو ۴۵
فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَآ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى يُؤْذَنَ
پھر اگر ان میں تمہیں کوئی (آدمی) نہ معلوم ہو تو بھی ان میں نہ داخل ہو جب تک تم کو اجازت نہ
لَكُمْ ۚ وَاِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ
مل جائے ۴۷ اور اگر تم سے کہہ دیا جائے کہ لوٹ جاؤ تو لوٹ آیا کرو ۴۸ یہی تمہارے حق میں پاکیزہ تر ہے اور اللہ
بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ﴿۲۸﴾ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوْا
تمہارے اعمال کو خوب جانتا ہے ۴۹ تم پر کوئی گناہ اس میں نہیں ہے کہ تم ان مکانات میں داخل ہو جاؤ
بُيُوْتًا غَيْرَ مَسْكُوْنَةٍ فِيْهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ
(جن میں) کوئی رہتا نہ ہو (اور) ان میں تمہارا کچھ مال ہو ۵۰ اور اللہ جانتا ہے جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو

ع ۳ ۹

اور وہ مکان مردانہ بھی اس سے مستثنیٰ ہے۔ جہاں آدمی اس غرض سے بیٹھا ہو کہ جس کا دل چاہے ملنے کو آئے ~~الظاہر ولاحظہ~~ اور جو مکان خلوت و آرام کے لئے مخصوص ہو۔ گو مردانہ ہی ہو۔ یا مکان ملاقات کا خلوت خانہ میں جانا کسی وقت قرائن سے معلوم ہو جائے وہاں استیذان کی حاجت ہوگی۔ اور ہر چند کہ یہاں خطاب مردوں کو ہے مگر عورتوں کا حکم بھی یہی ہے اور مردانہ میں بھی اور زنانہ میں بھی۔" (تھانویؒ) ایک صورت تو اذن صریح کی ہے، باقی اذن کبھی ضمنی بھی ہوتا ہے۔ مثلاً مشائخ کے ہمراہ خادموں و امراء کے ہاں ملازموں کے لئے۔ اور کبھی اذن حکمی بھی ہوتا ہے۔ مثلاً کسی حکم یا عرف یا قاعدہ سے معلوم ہو جائے کہ یہ وقت عام ملاقات کا ہے۔ یا میرے لئے مخصوص ہے ایسے موقعوں پر دریافت کرنے کی ضرورت نہیں۔ ایک گھر کے اندر جب کئی درجے ہوں تو ہر درجہ جس میں کوئی مستقل رہتا ہو۔ ایک مستقل گھر کے حکم میں ہے۔ اور اس میں جانے کیلئے اذن شرط ہے۔ تَسْتَاْنِسُوْا محض اجازت طلب کرنے کے لئے لفظ تستاذنوا کافی تھا۔ بجائے اسکے تستانسوا لانے سے (جو انس سے ہے) مراد یہ معلوم ہوتی ہے کہ اسے اپنا نام و پتہ پوری طرح بتا دو تاکہ اسے وحشت نہ رہے۔ ۴۶ یعنی اس اجازت لینے میں ہرگز اپنے لئے کوئی ذلت نہ سمجھو۔ یہ تو ذریعہ ہے بہت سے مفاسد کی جڑ کاٹ دینے کا۔ اور ہر طرح مفید ہی ہے۔ ذٰلِكُمْ۔ یعنی یہی اجازت طلبی اور سلام۔ ~~ای الاستیذان والتسلیم (مدارک)~~ ۴۷ (کسی ایسے شخص کی طرف سے جو اجازت دینے کا اختیار رکھتا ہے) ۴۸ (نہ یہ کہ اسے ناگوار محسوس کر کے وہاں لڑنا جھگڑنا شروع کر دو) ۴۹ (بس اگر خلاف حکم کرو گے سزا کے مستحق ہو گے) اَزْكٰى سے مراد ہے کہ بلا تکدر واپسی میں صفائی و طہارت زائد ہے۔ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ۔ مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اگر اس نے بربنائے تکبر و تحقر اجازت نہیں دی تو بھی ہم ہی جانتے ہیں، اور اگر واقعی کوئی عذر تھا تو اس سے بھی ہم واقف ہیں۔ هُوَ یعنی یہی واپس چلا آنا۔ ~~ای الرجوع (مدارک)~~ ۵۰ یہ حکم ان مکانات کا ہے جس میں کسی شخص خاص کا سکونت نہ رکھنا متیقن ہو۔ اور دلالۃً وہاں جانے کی عام اجازت ہو مثلاً دکان، مدرسہ، حمام، کارخانہ، خانقاہ وغیرہ، ایسی عمارتوں میں جانے کے لئے اجازت خاص کی ضرورت نہیں۔ لیکن جن کو اجازت نہ ہو ان کو ایسی عمارتوں میں بھی جانا جائز نہ ہوگا۔ مَتَاعٌ لَّكُمْ۔ متاع سے مراد کاروبار اور نفع کا سامان ہے۔

لٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۱﴾ وَلَا
لیکن اللہ جس کو چاہتا ہے پاک وصاف کر دیتا ہے اور اللہ بڑا سننے والا ہے بڑا جاننے والا ہے[۳۵] اور
يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْٓا اُولِي
جو لوگ تم میں بزرگی اور وسعت والے ہیں وہ قرابت والوں کو
الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖ
اور مسکینوں کو اور ہجرت فی سبیل اللہ کرنے والوں کو دینے سے قسم نہ کھا بیٹھیں[۳۶]
وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا ؕ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ؕ
چاہئے کہ معاف کرتے رہیں اور درگزر کرتے رہیں کیا تم یہ نہیں چاہتے کہ اللہ تمہارے قصور معاف کرتا رہے[۳۷]
وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۲﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ
بیشک اللہ بڑا مغفرت والا ہے بڑا رحمت والا ہے[۳۸] جو لوگ تہمت لگاتے ہیں ان (بیویوں) کو جو پاکدامن ہیں
الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۪ وَلَهُمْ
بے خبر ہیں ایمان والیاں ہیں[۳۹] ان پر لعنت ہے دنیا اور آخرت میں[۴۰] اور ان کے لئے
عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۲۳﴾ ۙ يَّوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيْهِمْ
سخت عذاب (رکھا ہوا) ہے اس دن (جس دن) انکے خلاف گواہی دینگی ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ
وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۴﴾ يَوْمَئِذٍ يُّوَفِّيْهِمُ اللّٰهُ
اور ان کے پیر ان کاموں کی جو یہ کیا کرتے تھے[۴۱] اس روز اللہ ان کو ان کا واجبی بدلہ
دِيْنَهُمُ الْحَقَّ وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ ﴿۲۵﴾
پورا پورا دے گا اور یہ جان جائیں گے کہ اللہ ہی ٹھیک فیصلہ کرنے والا ہی بات کو کھول دینے والا ہے[۴۲]

۳۵ (چنانچہ تمہاری بھی توبہ سن لی اور دلی ندامت جان لی) اصل خطاب تو اس وقت کے خاطی مسلمانوں سے ہے۔ لیکن ساتھ ہی عام قاعدہ بھی ہمیشہ کے لئے بیان ہو گیا۔ **۳۶** (بلکہ اپنے حسن سلوک و امداد کو جاری رکھیں) حضرت مسطح ایک صحابی تھے پورے مومن، مسکین بھی، مہاجر بھی، اور حضرت صدیقؓ کے عزیز بھی، محض اپنی سادہ دلی سے اس طوفان میں شریک ہو گئے۔ جب صدیقہؓ کی برأت میں آیات قرآنی نازل ہوئیں اور حضرت صدیقہؓ کی عفت مآبی اتنی روشن ہو گئی، جتنی بجز حضرت مریمؑ کے دنیا میں شاید کسی پاک دامن خاتون کی بھی نہ ہوتی ہو تو حضرت صدیقؓ کو اپنی اس قابل فخر بیٹی کی نصرت وحمایت میں غصہ آنا بالکل طبعی تھا۔ آپ مسطحؓ کی ناداری پر ترس کھا کر مدد بھی فرماتے رہتے اس غیظ کی حالت میں قسم کھا بیٹھے کہ بس آج سے امداد موقوف۔ یہ بات مرتبۂ صدیقیت کے شایاں نہ تھی۔ ارشاد ہوا کہ امداد جاری رکھو اور قسم کے مقتضا پر عمل نہ کرو مسطح کی اس خدمت دینی، یعنی ہجرت فی سبیل اللہ کو یاد دلا کر یہاں گویا یہ بتا دیا کہ اس نئے جرم سے انکا پچھلا عمل خیر باطل نہیں ہو گیا۔ صوفیہ محققین نے آیت سے اشارہ یہ نکالا ہے کہ بزرگوں کو مناسب یہی ہے کہ مریدوں کی لغزشوں پر اپنے فیض کو بند نہ کر دیں۔ **۳۷** (سو اس کا طریقہ یہی ہے کہ تم دوسروں کے قصور معاف کرتے رہو) ترغیب عفو کا پیرایہ اس سے مؤثر تر اور کیا ہو گا! وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا۔ عفو و درگذر کا یہ حکم استحبابی ہے وجوبی نہیں، بندہ کو اس کے حق کے ترک پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ **۳۸** (سو تمہیں چاہئے کہ تم بھی اللہ ہی کے رنگ میں رنگ جاؤ) **۳۹** عمل کرنا کیسا ان بیچاریوں کو تو خبر تک بھی نہیں ایسی گندہ باتوں کی۔ الْغٰفِلٰتِ۔ اردو محاورہ میں ایسے موقع پر بھولی بھالی، سیدھی سادی کہتے ہیں۔ اسلام نے شریف پاکدامن خاتونوں کا وصف یہ بیان کیا ہے ——— کھیلی کھائی ہوئی، چاروں کھونٹ گھومی گھامی ہوئی، اپنے حقوق کے لئے مرنے مارنے والیاں، اور کسی معاشرہ میں جو درجہ بھی رکھتی ہوں، اسلام میں تو یقیناً کوئی بلند مقام نہیں رکھتیں۔

۴۰ (بہ سبب ان کے کفر و نفاق کے) ان وعیدوں کے نزول کے بعد مومنات کے حق میں ایسی جرأتیں کرنے والے کافر و منافق ہی ہو سکتے ہیں۔ اور ان کا دنیا و آخرت میں اللہ کی رحمت خاص سے مردود و مہجور ہونا بالکل ظاہر ہے اور یہی حاصل ہے لعنت کا۔ **۴۱** مثلاً زبان یوں کہے گی کہ اس نے میرے ذریعہ سے فلاں فلاں کفر قولی صادر کئے۔ ہاتھ پیر یہ کہیں گے کہ اس نے فلاں فلاں کفر عملی میں ہم سے مدد لی۔ ام المومنین عائشہ صدیقہؓ کا جو مرتبہ حق تعالیٰ کے ہاں سے ہے اسی سے ظاہر ہو رہا ہے کہ جس تفصیل و اہتمام کے ساتھ ان کی صفائی قرآن میں پیش کی گئی ہے، کسی اور کی نہیں ہوئی ہے۔ **۴۲** (اور یہ اس علم عینی کے بعد اپنی نجات سے بالکل مایوس ہو جائینگے)

۲۷ یعنی تامل و تذبذب الگ رہا۔ تحقیق ہی کی کیا ضرورت تھی۔ بہتیں سنتے ہی کانوں پر ہاتھ رکھ کر انکار کر دینا تھا۔ سر ولیم میور کا شمار اسلام و شارع اسلام کے دوستوں میں نہیں، مخالفوں میں ہے۔ باوجود اسکے اقرار ہے:۔ ”عائشہ کی سیرت سے متعلق کچھ زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں ...... ان کی زندگی واقعہ سے قبل بھی اور بعد بھی اس پر گواہ ہے کہ ہم انہیں اس الزام سے بالکل بری یقین کریں“ (لائف آف محمد صفحہ ۳۰۲ و ۳۴۴) بعض صحابہ کی جانب منقول بھی ایسا ہی قول ہے۔ انہوں نے جوں ہی یہ افواہ سنی تھی، فوراً ہی وہ یہ کہہ اٹھے تھے۔ ورد فی بعض الاخبار ان ام ایوب قالت لابی ایوب الانصاری اما بلغک ما یقول الناس فی عائشۃ فقال ابو ایوب، سبحانک ھذا بھتان عظیم (معالم) یہاں تعلیم اس کی مل رہی ہے کہ سب کو یہی کہنا چاہئے تھا۔ ۲۸ یعنی یہ تو مین تقاضائے ایمان ہے کہ ایسی باتیں زبان سے نکالنا تو کجا آئندہ سنی بھی نہ جائیں۔

بُهْتَانٌ عَظِيمٌ ⑯ يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖٓ اَبَدًا

بہتان ہے ۲۷ اللہ تمہیں نصیحت کرتا ہے کہ پھر اس قسم کی حرکت کبھی نہ کرنا

اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ⑰ وَيُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ

اگر تم ایمان والے ہو ۲۸ اور اللہ تم سے صاف صاف احکام بیان کرتا ہے اور اللہ بڑا علم والا ہے

حَكِيْمٌ ⑱ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي

بڑا حکمت والا ہے ۲۹ یقیناً جو لوگ چاہتے ہیں کہ مومنین کے درمیان بے حیائی

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۭ

کا چرچا رہے ۳۰ اُن کے لئے سزائے دردناک ہے دنیا میں (بھی) اور آخرت میں (بھی)

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ⑲ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ

اللہ علم رکھتا ہے اور تم علم نہیں رکھتے ۳۱ اور اگر اللہ کا فضل و کرم نہ ہوتا

وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ⑳ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ

اور یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ بڑا شفیق بڑا رحیم ہے (تو تم بھی نہ بچتے) ۳۲ اے ایمان والو

اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ وَمَنْ يَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ

تم شیطان کے قدم بہ قدم نہ چلو اور جو کوئی شیطان کے

الشَّيْطٰنِ فَاِنَّهٗ يَاْمُرُ بِالْفَحْشَاۗءِ وَالْمُنْكَرِ ۭ وَلَوْلَا فَضْلُ

قدم بہ قدم چلتا ہے تو وہ تو بے حیائی اور بیہودگی ہی کا حکم دیتا ہے ۳۳ اور اگر تم پر اللہ کا

اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا ۙ وَّ

فضل و کرم نہ ہوتا تو تم میں سے کوئی کبھی بھی پاک و صاف نہ ہوتا ۳۴

الربع ع ۱۰ ۲ ۸

۲۹ چنانچہ تمہارے دلوں کا حال بھی اس پر خوب روشن ہے۔ اور تمہاری مجلسی و معاشری پاکیزگی کی مصلحتیں بھی اس پر عیاں ہیں۔ وہ جو بھی احکام دیتا ہے وہ اس کے علم کامل پر ہی مبنی ہوتے ہیں۔ اور اسکی حکمت مطلقہ پر بھی۔ الْاٰيٰتِ۔ ان احکام کے تحت میں احکام اخلاقی (ملامت، نصیحت وغیرہ) اور احکام قانونی (حد قذف وغیرہ) سب آگئے۔ ۳۰ یعنی جو لوگ ان آیتوں کی اور اس خدائی برأت کے نزول کے بعد بھی چاہتے ہیں کہ اس گندگی کے تذکرے قائم رہیں اور مقدسین سے متعلق تہمتیں پھیلی رہیں۔ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۔ آیت کا سبب خاص تو ظاہر ہے کہ وہی واقعہ افک عائشہ صدیقہ رضی ہے۔ یعنی اشارہ قریب انہی لوگوں کی طرف ہے جو اس مخصوص تہمت کو زندہ رکھنا چاہتے ہیں۔ یا آج بھی زندہ رکھنا چاہ رہے ہیں۔ لیکن آیت کے مفہوم میں عموم بھی ہے۔ اور وہ سب اسکے تحت میں آجاتے ہیں جو مسلمانوں کے کسی معاشرہ میں بھی گندی روایتوں کا چرچا کرنے میں لگے رہتے ہیں۔ ۳۱ انفرادی و اجتماعی مصلحتیں، جن پر یہ احکام اور یہ سزائیں مرتب ہیں وہ تو سب علم الٰہی ہی میں ہیں۔ محدود علم و نظر والے بندوں کو ان کا کیا علم۔ فِي الدُّنْيَا۔ دنیا کی سزا وہی حد قذف ہے۔ یعنی اسّی (۸۰) درّے۔ ۳۲ (اس وعید سے) خطاب عام مسلمانوں کو ہے۔ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ۔ توفیق توبہ کی اللہ کے اسی فضل و کرم سے ہوئی اور مقبولیت توبہ اسی شفقت و رحمت کے اثر سے ہوئی۔ امت اسلامیہ کے ساتھ بار بار اس تعلق شفقت و رحمت کا ذکر کرکے ان کے ساتھ اپنی تخصیص کو تازہ کرنا، ان کے دلوں کو گرمانا اور ان میں طاعت و اطاعت کا مزید شوق پیدا کرنا ہے۔ ۳۳ چنانچہ آج بھی مشاہدہ ہے کہ شیطان جدید عورت کے کان میں کیسے کیسے افسون ”آزادی“ ”مساوات کامل“ کے نام سے پھونک پھونک کر اسے انتہائی اخلاقی پستیوں کی منزل کی طرف لئے جا رہا ہے ——— ”مخلوط تعلیم“ تھیٹر، سینما بال روم ڈانس اور ہر شعبۂ زندگی میں مرد و زن کا آزادانہ بے تکلف اختلاط! ۳۴ یہ توفیق توبہ جو اہل ایمان کو ہو جاتی ہے۔ اللہ کے فضل و کرم ہی سے ہوتی ہے۔ کوئی بندہ اسے اپنے ذاتی استحقاق کا نتیجہ نہ سمجھے۔ صوفیہ محققین کہتے ہیں کہ مدار کار فضل و رحمت ہے نہ کہ سعی و مجاہدہ۔

لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ

جب تم لوگوں نے یہ (افواہ) سنی تھی تو کیوں نہ مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں نے

بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا ۙ وَّقَالُوْا هٰذَآ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۲﴾ لَوْلَا

اپنوں کے حق میں نیک گمان کیا ۲۲ اور (یہ کیوں نہ) کہہ دیا کہ یہ تو صریح طوفان بندی ہے ۲۳ یہ لوگ

جَآءُوْ عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ ۚ فَاِذْ لَمْ يَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ

اپنے قول پر چار گواہ کیوں نہ لائے سو جب یہ لوگ گواہ نہیں لائے

فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ﴿۱۳﴾ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ

تو بس یہ اللہ کے نزدیک جھوٹے ہی ہیں ۲۴ اور اگر تم پر اللہ

عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِىْ مَآ

کا فضل و کرم نہ ہوتا دنیا میں (بھی) اور آخرت میں (بھی) تو جس شغل میں تم

اَفَضْتُمْ فِيْهِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۴﴾ اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ

پڑے تھے اس میں تم پر سخت عذاب واقع ہوتا ۲۵ (عذاب عظیم کے مستحق تو اس وقت ہوتے) جب تم اپنی زبانوں

وَتَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّتَحْسَبُوْنَهٗ

سے اسے نقل در نقل کر رہے تھے اور اپنے منہ سے وہ کچھ کہہ رہے تھے جس کی تمہیں کوئی تحقیق نہ تھی اور تم اسے ہلکا سمجھ

هَيِّنًا ۖ وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ ﴿۱۵﴾ وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ

رہے تھے حالانکہ وہ اللہ کے نزدیک بہت بڑی بات تھی ۲۶ اور تم نے جب اسے سنا تھا تو کیوں نہ

قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا ۖ سُبْحٰنَكَ هٰذَا

کہہ دیا تھا کہ ہم کیسے ایسی بات منہ سے نکالیں توبہ یہ تو سخت

۲۲ یعنی ایک صحابیٔ رسولؐ حضرت صفوانؓ اور ایک زوجِ رسولؐ کے حق میں۔ اَنْفُسِهِمْ کا لفظ اس موقع پر لا کر قرآن مجید نے ایک تازہ سبق امت کو احساس وحدت کا دے دیا۔ امت کے ہر فرد کو دوسرے فرد کی بدنامی اسی طرح محسوس ہونی چاہیے جیسی خود اپنی رسوائی۔ انہ جعل المؤمنین کالنفس الواحدۃ فی ما یجری علیہا من الامور فاذا اجری علی احد مکروہ فکانہ جری علی جمیعھم (کبیر)۔ ~~المؤمنون مثلاً حسان ومسطح۔ المؤمنٰت مثلاً حمنہ~~ (ق)۔ ۲۳ قرآن نے یہاں اس ضابطہ کی تعلیم دیدی کہ پہلے مسلمان سے متعلق ہر روایت کے وقت حسنِ ظن ہی سے کام لیتے رہنا چاہیے۔ تا آنکہ اس کے خلاف کوئی قطعی شہادت اور کافی ثبوت نہ مل جائے۔ نفی الزام کے لئے صرف عدم ثبوت و عدم شہادت کافی ہے۔ ثبوتِ عدم، شہادتِ عدم کی ضرورت ہرگز نہیں۔ یہ تو عام مسئلہ ہوا۔ باقی خود حضرت صدیقہؓ کی صفائی میں تو اب شہادتِ قرآنی مہیا ہو گئی۔ جس سے لوچ بھی کوئی اور شہادت ممکن ہی نہیں۔ اب حضرت صدیقہؓ کی عصمت میں شک کرنا قرآن میں شک کرنے کے مرادف ہوگا۔ "مطلب یہ کہ اصل امر نزاہت ہے۔ جب تک اس کا یقین رافع نہ ہو اسی کا یقین شرعاً واجب ہے۔ ~~لان الیقین لا یزول بالشک الا بیقین مثلہ~~۔ بس اسی بنا پر نزاہت صدیقہؓ کا یقین اور قذف کے مقابلہ میں اسی یقین کا اظہار واجب تھا۔ اور یہی یقین ہے جس کا ایسے امور میں عبد مکلف بنایا گیا ہے۔ بس محلِ افک میں قبل نزول آیات کے صرف عدمِ ثبوت بالدلیل تھا اور بعد آیات کے البتہ ثبوتِ عدم بالدلیل متحقق ہو گیا۔۔۔۔۔ اس وقت یقین اصطلاحی کا مکلف نہیں فرمایا تھا۔ البتہ اب بعد نزول آیات چونکہ اس یقین اصطلاحی کا مبنیٰ کہ ثبوتِ عدم بالدلیل ہے۔ پایا گیا، اب اس کا بھی مکلف ہے۔ اور اس کا ترک یعنی احتمال مرجوح بھی کفر ہے"۔ (تھانویؒ) فقہاء نے کہا ہے کہ گو یہاں صیغۂ امر نہیں لیکن کلمۂ تمنا امر سے بھی زیادہ مؤکد ہے بس مومن پر لازم ہے کہ جب کسی کی برائی سنے اور شہادت اس پر کافی نہ ہو تو اسے باور نہ کرے اور اپنے بھائی کو بری ہی قرار دیتا رہے۔ صوفیہ محققین نے کہا کہ اس میں صریح تاکید ہے کہ خبروں میں سخت احتیاط و تحقیق سے کام لینا چاہیے۔ چنانچہ اہل اللہ کی عادت ہے کہ بعید سے بعید احتمال سے کام لیکر حسنِ ظن ہی قائم رکھتے ہیں۔ ۲۴ اثبات زنا کے لئے شرط چار گواہوں کی چشمدید شہادت ہے۔ عدمِ ثبوت خود ہی مرادف ہے قانونِ شریعت میں، عدمِ صدق یعنی کذب کے۔ پھر یہاں تو قانونی کذب کے علاوہ واقعی کذب بھی موجود تھا۔ اہلِ افک کا دعویٰ نہ صرف غیر ثابت شدہ تھا بلکہ سرے سے واقعیت کے بھی خلاف تھا۔ عِنْدَ اللّٰهِ۔ اللہ کے نزدیک سے مراد ہے شریعتِ الٰہی میں یا اللہ کے قانون میں۔ ورنہ اصل علمِ الٰہی کو ظاہر ہے کہ کسی بندہ کی شہادت وغیرہ کی کیا حاجت ہے۔ ~~معنی عند اللہ یرید فی حکمہ لا فی علمہ~~ (ابن العربی) عند اللہ ای فی حکمہ (کبیر) ~~اے فی حکمہ وشریعتہ~~ (مدارک) ~~اے فیما~~ حکموں بکذبھم عند اللہ فی ایجاب الحد علیھم (جصاص) فیقتضی ذلک الامر بالحکم بکذبھم فان کان جائزًا ان یکونوا صادقین فی الغیب عند اللہ (جصاص) شریعت کے احکام ظاہری کی ناقدری کرنے والے کاش دیکھیں کہ اس آیت میں احکام ظاہری کی بھی کس درجہ اہمیت کا سبق موجود ہے! ۲۵ (جیسا کہ عبد اللہ بن ابی کو بسبب عدم توبہ کے ہو گا) فَضْلُ اللّٰهِ وَرَحْمَتُهٗ۔ فضل و کرم کا ہونا دنیا میں یہ کہ توبہ کی مہلت عطا ہوئی اور آخرت میں یہ کہ توبہ کی توفیق ملی اور توبہ قبول بھی ہوئی۔ فقہاء نے آیت سے استنباط کیا ہے کہ صحابہ مقبول التوبہ اور پاک ہو کر آخرت میں مرحوم ہیں۔ ۲۶ یعنی ایک تو کسی پاک دامن مومنہ کا قذف بجائے خود ہی سخت معصیت ہے۔ پھر مومنہ بھی کون؟ ایک عالی مرتبت زوجِ رسول۔ اور پھر رسول اللہ کے قلب مبارک کو جو اذیت پہنچی وہ مستزاد۔ هَيِّنًا۔ ہلکا، یعنی غیر موجب گناہ۔ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ۔ اللہ کے نزدیک بہت بڑی بات۔ یعنی موجب گناہِ عظیم۔

١٣ اس بیان حلفی کا نام اصطلاح شریعت میں لعان ہے۔ اور اس کی تفصیل فقہ کی کتابوں میں درج ہے۔ الزام بدکاری کے عام ثبوت کا تو قاعدہ وہی ہے 'چار گواہوں کی چشمدید شہادت۔ لیکن شوہر جب بیوی کے متعلق یہ دعویٰ کرے اور چار چشمدید گواہ نہ پیش کر سکے تو خود اس کی یہ پانچ بار کی حلفی شہادت قائم مقام چار گواہوں کے سمجھی جائیگی اور بیوی پر حدِ زنا جاری کردی جائے گی۔ ١٤ یعنی عورت بھی اگر اسی طرح پانچ بار حلفی شہادت ہو کی تکذیب میں دے تو حدِ زنا سے تو بچ جائے گی۔ البتہ اس مرد پر حرام ہو جائیگی۔ قاضی ان کے درمیان تفریق کرا دیگا۔ اور پھر تجدید نکاح بھی نہ ہو سکے گی۔ جب تک دونوں میں سے ایک اپنی خطا کا قائل اور دوسرے کا مصدق نہ ہو جائے۔ ١٥ خطاب یہاں ساری امت کو ہے، مردوں عورتوں سب کو۔ مطلب یہ ہے کہ امت کے ہاتھ میں کیسا جامع، کیسا پر حکمت قانون دے دیا گیا ہے۔ زبردستوں، زیردستوں، عاصیوں، مظلوموں سب کی مصلحتوں کی رعایت کرنے والا۔ اتنا مکمل قانون صرف خدائی ہی قانون ہو سکتا ہے۔ ١٦ ٦ھ ہجری کا واقعہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ بنی مصطلق سے مدینہ منورہ واپس تشریف لا رہے تھے۔ حضرت عائشہ رضؓ ہمراہ تھیں، آپ کی سواری کا اونٹ علیحدہ تھا۔ اس پر ہودج تھا۔ آپ ہودج میں پردہ چھوڑ کر بیٹھ جاتیں۔ جمال ہودج کو اٹھا کر اونٹ پر باندھ دیتے۔ آپ ہلکی پھلکی

بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝٦ وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ

کھاکر کہے کہ میں سچا ہوں اور پانچویں بار یہ کہے کہ مجھ پر اللہ

اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝٧ وَيَدْرَؤُا عَنْهَا

کی لعنت ہو اگر میں جھوٹا ہوں ١٣ اور عورت سے سزا اس طرح

الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍۢ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ

ٹل سکتی ہے کہ وہ اللہ کی قسم چار بار کھاکر کہے کہ بیشک مرد

الْكٰذِبِيْنَ ۝٨ وَالْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَآ اِنْ

جھوٹا ہے اور پانچویں بار یہ کہے کہ مجھ پر اللہ کا غضب ہو اگر

كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝٩ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ

مرد سچا ہے ١٤ اور اگر اللہ کا فضل و کرم تم پر

رَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ حَكِيْمٌ ۝١٠ اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْ

نہ ہوتا اور یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے بڑا حکمت والا ہے (تو تم بڑی مصیبتوں میں پڑ جاتے) ١٥ بیشک جن

بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ ۭ لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ ۭ بَلْ هُوَ

لوگوں نے یہ طوفان برپا کیا ہے ١٦ وہ تم میں سے ایک (چھوٹا سا) گروہ ہے ١٧ تم اسکو برا نہ سمجھو اپنے حق میں ١٨ بلکہ تمہارے حق

خَيْرٌ لَّكُمْ ۭ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ ۚ

میں بہتر ہی ہے ١٩ ان میں سے ہر شخص کو جس نے جتنا کچھ کیا تھا گناہ ہوا ٢٠

وَالَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝١١

اور جس نے ان میں سے سب سے بڑا حصہ لیا اس کے لئے سزا بھی (سب سے بڑھ کر) سخت ہے ٢١

ع ٢ / ١٠

کم سن تھیں۔ ایک روز اتفاق سے ایک منزل پر آپ کو ہودج سے باہر ویرانہ کی طرف جانے کی ضرورت پیش آئی۔ واپس آئیں تو قافلہ کوچ کر چکا تھا۔ ہودج پر پردے پڑے ہوئے تھے۔ جمالوں کا خیال بھی ادھر نہ گیا، کہ آپ موجود نہیں ہیں۔ اب جب آپ آئیں تو سخت متاسف ہوئیں۔ لیکن آپ نے خیال کیا کہ آگے چل کر جب میری تلاش ہوگی اور میں نہ ملوں گی تو کوئی ڈھونڈنے بہرحال یہاں ضرور ہی آئے گا۔ رات کا وقت چادر لپیٹ کے آپ وہیں بیٹھ گئیں۔ اور آپ کو نیند آگئی۔ ایک صحابی حضرت صفوان رضؓ تھے۔ ان کی ڈیوٹی یہ تھی کہ قافلہ سے کچھ فاصلہ پر پیچھے پیچھے چلا کریں۔ گری پڑی چیز کی، بھولے بھٹکے کی خبرگیری کے لئے۔ وہ جب صبح سویرے یہاں پہنچے تو دیکھا کوئی انسان سو رہا ہے۔ قریب پہنچے تو پہچانا اور بے اختیار پکار اٹھے اناللہ وانا الیہ راجعون۔ آواز سے حضرت صدیقہ رضؓ کی آنکھ کھل گئی۔ منہ ڈھانپ لیا۔ انہوں نے اپنا اونٹ قریب لا کر بٹھا دیا۔ ام المؤمنین پردہ کے ساتھ سوار ہو گئیں۔ انہوں نے اونٹ کی نکیل تھامے قافلہ میں جا کر ملا دیا۔ بات کچھ بھی نہ تھی لیکن مدینہ منافقوں کا گھر تھا۔ ان کے سردار عبداللہ بن ابی کو ایک شگوفہ ہاتھ آگیا۔ اپنی خباثت سے خوب خوب حاشیہ آرائی کی۔ اور گنتی کے تین مسلمان بھی سنی سنائی اس کی باتوں کو دہرانے لگے۔ تمام پاکیزہ خصلت، پاکیزہ مزاج مسلمانوں کو اس گندے تذکرہ سے جیسی کلفت ہوئی ہوگی ظاہر ہی ہے۔ خصوصاً جناب صدیقہ رضؓ اور خود حضرت رسول اللہ صلعم کو۔ یہاں تک کہ ایک مہینہ کے بعد برارت کی یہ آیتیں خود قرآن مجید میں نازل ہو کر رہیں۔ نبی کی زندگی کا ایک ایک جزئیہ امت کے حق میں رحمت ہے، برکت ہے۔ امت کی کتنی نیک، پارسا بیویوں پر آج بھی کیسی کیسی تہمتیں لگتی رہتی ہیں، ان سب بیچاریوں کو اس واقعہ سے صبر و تسکین کا کتنا بڑا سہارا ہاتھ آگیا۔ ١٧ یعنی ایک تو وہی منافقوں کا سردار عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھ کل تین مسلمان۔ دو مرد حسانؓ بن ثابتؓ اور مسطحؓ، اور تیسری ایک عورت حمنہ بنت جحش۔ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ سے اصل مراد تو مسلمان ہی ہیں۔ باقی منکم کے عمومی اطلاق میں منافقوں کو بھی انکے دعویٰ اسلام میں شامل کر لیا جاتا ہے۔ اور اس کی مثال قرآن مجید میں بارہا ملے گی۔ "گروہ قلیل" کے لفظ میں تسکین کا پہلو بھی حضرت صدیقہ رضؓ اور حضور رسول اللہ صلعم کے لئے ہے۔ ١٨ خطاب عام امت اسلامیہ سے ہے جیسے قدرۃً اس موقعہ پر غم بھی تھا اور غصہ بھی۔ اور جن پر خود تہمت لگی تھی وہ تو بدرجۂ اولیٰ اسکے مخاطب ٹھہرے۔ ١٩ تہمت زدہ اشخاص کو بدنامی و رسوائی کا رنج ہونا ایک امر طبعی تھا۔ قرآن مجید انہیں تسلی دے رہا ہے کہ اول تو بدنامی ہی کیا۔ تہمت کا مخترع ایک مسلم منافق (اور وہ بھی تعداد میں کل ایک) اور اس کے پھیلانے والے اور اس میں شریک ہونے والے اسلامی آبادی کے کل تین بھولے بھالے فرد! پھر خیر تھوڑی بہت جو کچھ بھی یہ بدنامی و رسوائی ہوئی اس پر اجر بھی تو سوچو کتنا عظیم الشان ملے گا! اسکے سامنے اس دار آنی و فانی کی بدنامی کی حقیقت ہی کیا! اور سب سے بڑی نعمت یہ کہ خود قرآن مجید تمہاری صفائی پیش کر رہا ہے! ایسی نعمت کس کے نصیب میں آتی ہے۔ اتنا ہی نہیں! تمہارے ہی واقعہ سے ایک عام ضابطہ و قانون بھی تو امت کو ہمیشہ کے لئے مل رہا ہے۔ صوفیہ محققین نے کہا ہے کہ آیت میں اشارہ ہے کہ مشائخ کو اس بات پر غمگین نہ ہونا چاہئے کہ منکرین ان سے تشنیع و انکار سے پیش آتے ہیں۔ اس سے تو اور ان کے مرتبہ میں ترقی ہوتی ہے۔

٢٠ (اس کے درجۂ معصیت کے مطابق) مثلاً ایک تو وہ ہے جس نے اس فتنہ کا اختراع کیا۔ دوسرے وہ لوگ جنہوں نے اپنی زبان سے اسے دہرایا۔ تیسرے وہ جنہوں نے سن کر سکوت اختیار کیا۔ سو ضرر تو انہیں لوگوں کے حق میں ہوا۔ مسلمانوں کو تو بجائے ضرر کے نفع ہی ہوا۔ ٢١ (اور وہ عذاب ہے دوزخ کا۔ اس کا مستحق تو اپنے کفر و عداوتِ رسول کی بنا پر وہ پہلے ہی سے تھا اب اور زیادہ مستحقِ عقوبت کا ہو گیا) مراد اس سے وہی مخترعِ افک، عبداللہ بن اُبی رئیس المنافقین ہے۔

٥٣ مطلب یہ ہے کہ یہ حکم مؤکد ہے اور تمہارے ایمان کی پختگی کی آزمائش کا ذریعہ۔ پرانی امتیں انہی موقعوں پر بے جا مروت اور بے محل نرمی برتنے سے تباہ ہو گئی ہیں، یہود علی الخصوص۔ ملاحظہ ہوں حواشی تفسیر انگریزی اور غور کیجئے کہ یہ سزائے سخت بھی مجرموں کے حق میں سراسر رحمت ہی ہے۔ یہاں سزا بھگت لینے کے بعد انشاء اللہ وہاں پاک و صاف ہو کر اٹھیں گے۔ اور اس وقت قدر ہو گی کہ کیسے سستے چھوٹ کر رہے۔ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ۔ یعنی شریعت الٰہی کے نفاذ کے معاملہ میں۔ مطلب یہ ہے کہ کوئی مروت اور بیجا نرمی تمہیں اجراء حد سے باز نہ رکھے۔ یہ مراد نہیں کہ سزا پانے والے کے ساتھ تم طبعی ہمدردی بھی محسوس کرو۔ ٥٤ تاکہ ایسے مجرموں کی تشہیر و تفضیح بھی ساتھ ہی ساتھ ہوتی جائے۔ اور دوسروں کو عبرت بھی پوری طور پر حاصل ہوتی رہے، چپ چپاتی سزائے جسمانی۔ چاہے وہ بجائے خود بھی کیسی ہی سخت ہو۔ بدرجہا زائد مؤثر ہو جاتی ہے اگر یہ تشہیر و تفضیح والا عنصر بھی اس کے ساتھ لگا ہے۔ ٥٥ مُشْرِکَۃً۔ زَانِیَۃً۔ مشرکہ سے مراد وہ مشرک عورت ہے جو حالت شرک میں ہو نہ کہ وہ جو کسی زمانہ میں مشرک رہ چکی ہو، اور اب تائب ہو کر مسلمان ہو چکی ہو۔ ایسی کے ساتھ نکاح بالکل درست ہے۔ اسی طرح زانیہ بھی وہ ہے جو فی الحال زنا میں مبتلا ہو نہ کہ وہ جس سے کسی زمانہ میں یہ معصیت صادر ہوئی اور اب وہ تائب ہو کر پاکبازی کی زندگی بسر کر رہی ہو۔

تائبہ سے نکاح کے عدم جواز کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ یہاں ممانعت تو صرف ان سے نکاح کی ہو رہی ہے جو فی الحال مشرکہ یا زانیہ ہیں۔ اس ایک حقیقت کو مستحضر رکھنے سے آیت پر عاید ہونے والے اعتراضات از خود ختم ہوتے جاتے ہیں۔ ٥٦ بہت سی جاہلی قوموں میں یہ دستور بھی رہا ہے کہ عورت ایک طرف کسی کے نکاح میں بھی ہے اور دوسری طرف شوہر کے علم میں بلکہ اس کی اجازت سے زناکاری میں بھی مبتلا ہے۔ اور یہ دستور عرب میں بھی موجود تھا۔ آیت قرآنی کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ ایسی بے عصمت عورت کی طرف کوئی رغبت کر بھی کیسے سکتا ہے۔ جب تک کہ وہ خود بھی ایسی ہی مسخ شدہ ذہنیت کا شکار نہ ہو۔ ٥٧ یعنی مشرکہ اور زانیہ دونوں سے نکاح معصیت ہے۔ مشرکہ سے جواز نکاح کی تو کوئی صورت ہی نہیں۔ زانیہ سے نکاح قانونی حیثیت سے نافذ ہو جائے گا لیکن عند اللہ معصیت تو بہرحال رہے گا۔ ٥٨ (زنا کی) یعنی وہ لوگ جو پارسا بیویوں کو حرامکاری کی تہمت لگائیں۔ وَالْمُحْصَنٰتِ۔ محصنہ کی تعریف اس سیاق میں یہ ہے کہ آزاد ہو۔ عاقل ہو، بالغ ہو۔ کوئی علامت زنا کی اس میں ظاہر نہ ہو۔ وَالَّذِیْنَ سے یہ نہ سمجھا جائے کہ تہمت کی یہ سزا صرف مردوں تک محدود ہے۔ جو عورت کسی دوسری عورت یا مرد پر تہمت لگائے وہ بھی اسی حکم میں آتی ہے۔ ٥٩ اللہ اللہ! اللہ کو مسلمان مرد و مسلمان عورت کی عزت کے تحفظ کا کس درجہ اہتمام ہے! گواہ ایک نہیں دو بھی نہیں۔ اکٹھے چار چار گواہ وہ بھی چشمدید ہونا چاہئے۔ اگر اس تعداد میں ایک کی بھی کمی رہ جائیگی تو حد جاری نہ ہو سکے گی۔ اور جب چار چشمدید گواہ موجود نہیں اس لئے اجراء حد بھی نہ ہو سکے گا۔ جو بلا ضرورت ایسی بات زبان سے نکالتا ایک مسلمان کی خواہ مخواہ آبروریزی کرتا ہے۔ وہ شریعت اسلام اور خدائے اسلام کی نظر میں نہایت ناپسندیدہ ہے۔ یہ چاروں گواہ مرد ہونا چاہئے۔ اس حد کو اصطلاح میں قذف کہتے ہیں۔ اس کا اجراء مقذوف کے مطالبہ ہی پر ہو سکے گا۔ یہ ساقط بھی ہو سکتی ہے اگر مقذوف معاف کر دے۔ غلام و باندی پر تہمت کی سزا نصف یعنی چالیس درے ہیں۔ فَاجْلِدُوْا کے مخاطب یہاں بھی امراء اسلام اور ان کے نائب ہیں۔ عفو و تخفیف ان کے اختیار میں بھی نہیں۔ البتہ اجراء حد کے لئے یہ ضروری ہے کہ تہمت کھلے الفاظ میں لگائی گئی ہو۔

الْاٰخِرِ ۚ وَلْیَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿٢﴾

رکھتے ہو ٥٣ اور چاہئے کہ دونوں کی سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت حاضر رہے ٥٤

اَلزَّانِیْ لَا یَنْكِحُ اِلَّا زَانِیَةً اَوْ مُشْرِكَةً ۫ وَّالزَّانِیَةُ لَا

زناکار مرد نکاح بھی کسی کے ساتھ نہیں کرتا بجز زناکار عورت یا مشرکہ عورت کے ٥٥ اور زناکار عورت کے ساتھ بھی

یَنْكِحُهَاۤ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ ۚ وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَی

کوئی نکاح نہیں کرتا بجز زانی یا مشرک کے ٥٦ اور اہل ایمان پر یہ حرام

الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿٣﴾ وَالَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ یَاْتُوْا

کر دیا گیا ہے ٥٧ اور جو لوگ تہمت لگائیں پاک دامن عورتوں کو ٥٨ اور پھر چار

بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِیْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا

گواہ نہ لا سکیں تو انہیں اسّی درّے لگاؤ ٥٩ اور کبھی ان کی

لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿٤﴾ اِلَّا

کوئی گواہی نہ قبول کرو ١٠ یہی لوگ تو فاسق ہیں ١١ ہاں البتہ

الَّذِیْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا ۚ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ

جو لوگ اس کے بعد توبہ کر لیں اور (اپنی) اصلاح کر لیں سو اللہ بڑا مغفرت والا ہے

رَّحِیْمٌ ﴿٥﴾ وَالَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ یَكُنْ لَّهُمْ

بڑا رحم کرنے والا ہے ١٢ اور جو لوگ اپنی بیویوں کو تہمت لگائیں اور ان کے پاس بجز

شُهَدَآءُ اِلَّاۤ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍۭ

اپنے (اور) کوئی گواہ نہ ہو تو ان کی شہادت یہ ہے کہ وہ (مرد) چار بار اللہ کی قسم

١٠ (معاملات میں) یعنی بندوں کے باہمی مقدمات میں ایسے لوگوں کی شہادت بعد توبہ بھی قبول نہ ہوگی۔ البتہ جن امور کا تعلق دیانت محض سے ہے مثلاً رویت ہلال رمضان، روایت حدیث وغیرہ ان میں توبہ کے بعد شہادت مقبول ہو جائیگی۔ ١١ جنہیں ایک عفیف یا عفیفہ کلمہ گو کی جانب ایسے بدترین جرم کو منسوب کرتے باک نہیں ہوتا) جب زناکاری خود ایک شدید گناہ ٹھہرا تو اس کی تہمت بھی کسی کلمہ گو کے حق میں اس کی شدید توہین کے مرادف ہوئی اور سزا بھی اس کے لئے ایسی ہی سخت لازم آئی۔ آج دنیا کے کسی دوسرے قانون میں معاشرہ کی پاکیزگی و صفائی کا اس درجہ اہتمام و لحاظ ہے؟ خود مسلمان آج ان احکام پر عمل کرنے لگیں تو باہمی رنجشوں، کدورتوں کا کیسا سد باب ہو کر رہے! ١٢ (وہ آخرت میں اس پر رحم کرے گا، اور فسق کو جو سبب تھا استحقاق عذاب کا اس سے دور کر دے گا) تَابُوْا یعنی اللہ کے حضور میں توبہ کر لیں۔ وَاَصْلَحُوْا یعنی جس پر تہمت لگائی تھی اس سے اپنا قصور معاف کرا لیں۔ فقہاء نے کہا ہے کہ اجراء حد قذف توبہ سے ساقط نہیں ہو جاتی۔

۱۱۶ (بلکہ وہ ابدالآباد تک عذاب میں مبتلا رہیں گے) فَإِنَّمَا حِسَابُهُ عِندَ رَبِّهِ۔ یہاں غافل انسان کے احساس ذمہ داری کو ایک بار پھر بیدار کیا ہے۔ اور یاد دلایا ہے کہ غیر اللہ سے لو لگانا کچھ بھی کام نہ آئے گا کچھ بھی کام نہ آئے گا، پوری جوابدہی کرنی پڑے گی۔ ۱۱۸ اس الحاح ولجاجت کے ساتھ دعا کرنے کی تعلیم افضل البشر کو مل رہی ہے۔ تو دوسروں کا ذکر! اللہ اللہ، کتنا زور عبدیت پر، اور کتنی تاکید توحید کی ہے! رَبِّ اغْفِرْ ہر شخص کی مغفرت اس کے درجہ ومرتبہ کے متناسب ہوتی ہے۔ پیمبر کی مغفرت ظاہر ہے کہ اعلیٰ ترین مرتبہ کی ہوگی۔ وَارْحَمْ۔ یہ طلب رحمت کی درخواست ہر حال اور ہر مقام کے لئے ہے۔ معاش میں رحمت، درجہ طاعات میں رحمت، مراتب نجات میں رحمت۔ وقس علیٰ ہذا۔ غفر ورحمة کے درمیان یہ فرق بھی کیا گیا ہے کہ غفر تو گناہوں کو مٹا دیتا، اور خلق کی نگاہ سے انہیں اوجھل کر دیتا ہے، اور رحمت اقوال واعمال میں توفیق خیر دیتا ہے۔ المغفرة اذالة السؤ ومعناه محو الذنوب وسترها عن الناس والرحمة معناها ان يسدده ويوفقه في الاقوال والافعال (ابن کثیر)

۱ (اور ان احکام پر عمل کرو) أَنزَلْنَاهَا۔ یعنی اس کے الفاظ کو نازل کیا ہے۔ فَرَضْنَاهَا۔ یعنی اس کے مضامین ومطالب ہم نے مقرر کئے ہیں۔ مراد احکام سے ہے۔ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ۔ یعنی ان احکام پر کھلی ہوئی

لَا بُرْهَانَ لَهُ بِهِ فَإِنَّمَا حِسَابُهُ عِندَ رَبِّهِ إِنَّهُ لَا

حالانکہ اسکے پاس اس پر کوئی دلیل نہیں، سو اس کا حساب اس کے پروردگار کے ہاں ہوگا۔ یقیناً

يُفْلِحُ الْكَافِرُونَ ﴿۱۱۷﴾ وَقُل رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَأَنتَ

کافروں کو فلاح نہیں ہونے کی ۱۱۷ اور آپ کہیے کہ اے میرے پروردگار میری مغفرت کر اور میرے اوپر رحم کر اور تو

خَيْرُ الرَّاحِمِينَ ﴿۱۱۸﴾ ع

تو سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر ہے ۱۱۸

۲۶/۶

سُورَةُ النُّورِ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ أَرْبَعٌ وَّسِتُّونَ آيَةً وَّتِسْعُ رُكُوعَاتٍ

سورۂ نور مدنی ہے اور اس میں ۶۴ آیتیں اور ۹ رکوع ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ نہایت مہربان بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

سُورَةٌ أَنزَلْنَاهَا وَفَرَضْنَاهَا وَأَنزَلْنَا فِيهَا آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ

(یہ ایک) سورت ہے کہ ہم (ہی) نے اسکو نازل کیا ہے اور ہم (ہی) نے اسکو مقرر کیا ہے اور ہم ہی نے ہمیں کھلی ہوئی آیتیں

لَّعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ﴿۱﴾ الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ

نازل کی ہیں تاکہ تم سمجھو ۱ زنا کار عورت اور زنا کار مرد سو (دونوں کا حکم یہ ہے کہ) ان میں

وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ وَلَا تَأْخُذْكُم بِهِمَا

سے ہر ایک کے سو سو درّے مارو ۲ اور تم لوگوں کو ان دونوں پر

رَأْفَةٌ فِي دِينِ اللَّهِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ

اللہ کے معاملہ میں ذرا رحم نہ آنے پائے اگر تم اللہ اور روز آخرت پر ایمان

دلالت کرنے والی آیتیں۔ قرآن مجید تو ظاہر ہے کہ سارے کا سارا حق تعالیٰ ہی کا نازل کیا ہوا اور اس کے احکام اسی کے مقرر کئے ہوئے ہیں۔ پھر یہاں خصوصیت کے ساتھ ان چیزوں کو اپنی جانب منسوب کرنے کے معنی بجز اسکے اور کیا ہو سکتے ہیں کہ اس سورت اور اسکے مندرج احکام کی اہمیت خاص طور پر ذہن نشین کرائی جائے ——— حدیث صحیح میں بھی حکم آیا ہے کہ اپنی عورتوں کو سورۃ النور کی تعلیم دو۔ سورت کے مرکزی مطالب عورت کی عفت سے متعلق ہیں۔ عورت کی عفت وناموس ہی خانگی زندگی کی جان ہے، اور یہ بنیادی نکتہ یاد رہے کہ اسلام نے معاشرہ کی بنیاد خاندان ہی کو قرار دیا ہے۔ اگر خاندان کا نظام صحیح اصول پر قائم ہوگیا تو اصلاح سارے معاشرہ کی ہو رہے گی۔ سورۃ کی اہمیت اس پہلو سے بھی ظاہر وروشن ہے۔ سورۂ ماقبل کے آخری اجزاء افحسبتم انما خلقنٰکم عبثاً الخ سے مفہوم یہ پیدا ہوا تھا کہ خلق انسانی کی حکمتوں میں سے ایک حکمت یہ بھی ہے کہ انسان کو اس عالم میں احکام کا مکلف کیا جائے، اور انہیں کی اطاعت و مخالفت پر اس عالم میں جزا وسزا کا اجرا ہو۔ سورۃ موجودہ میں انہیں احکام میں سے بعض اہم اجزاء کی تفصیل ہے۔ ۲ (اور اس جرم کو کوئی معمولی اور ہلکی بات ہرگز نہ خیال کرو) الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي۔ زنا لغت میں ہر اس ہمبستری کے لئے عام ہے جو قید نکاح سے باہر ہو۔ لیکن سنت رسول نے اس عموم کو یہاں سیاق میں مخصوص ومقید کر دیا ہے۔ جیسا کہ اور بہت سے موقعوں پر کیا ہے۔ یہاں مراد وہ زانی اور زانیہ ہیں جو آزاد ہوں عاقل ہوں، بالغ ہوں لیکن ہنوز ان کا نکاح نہ ہوا ہو۔ یا نکاح تو ہو چکا ہو۔ لیکن ہمبستری کی نوبت ابھی نہ آئی ہو۔ مِائَةَ جَلْدَةٍ۔ یہ سو تازیانوں کی سزا ایسوں ہی کے لئے ہے۔ باقی جو آزاد نہیں ان کی سزا اس کی نصف ہے۔ فعليهن نصف ما على المحصنٰت من العذاب (پ۵ سورہ النساء) اور جو عاقل وبالغ نہیں وہ مکلف ہی نہیں۔ جس مسلمان میں پوری صفتیں جمع ہوں، یعنی وہ آزاد ہو، عاقل ہو، بالغ ہو۔ نکاح وہمبستری کر چکا ہو۔ اس کے لئے شریعت میں اصطلاح محصن یا محصنہ کی ہے۔ اس کے لئے سزائے زنا رجم یا سنگساری ہے، تا آنکہ وہ مر جائے۔ یہ سزا سنت رسول سے، تعامل صحابہ سے، مجتہدین امت کے اجماع سے، متفقہ طور پر ثابت ہے۔ اختلاف کسی سے منقول نہیں بجز خوارج، اور بعض خوارج جدید کے۔ ويكفينا في تعيين الناسخ القطع بامره صلعم بالرجم وفعل في زمانه عليه الصلوٰة والسلام مرات فيكون من نسخ الكتاب بالسنة القطعية وقد اجمع الصحابة ومن تقدم من السلف و علماء الامة وائمة المسلمين على ان المحصن يرجم بالحجارة حتى يموت وانكار الخوارج ذلك باطل (روح) والظاهر انه ليس على الزانية والزاني حد غير الجلد فقط وهو مذهب الخوارج وقد ثبت الرجم بالسنة المستفيضة وعمل به بعد الرسول خلفاء الاسلام ابوبكر وعمر وعلي ومن الصحابة جابر وابو هريرة وبريدة الاسلمي وزيد بن خالد (بحر) فَاجْلِدُوا اس حکم کے مخاطب امراء اسلام ہیں۔ یعنی امیر المؤمنین یا ان کے مقرر کئے ہوئے قاضی وحاکم۔ اور اجراء حدود کا محل دار الاسلام ہے دار الحرب نہیں۔ الخطاب للائمة لان اقامة الحد من الدين (مدارک) لا حد على من زنى في دار الحرب (روح) الاجماع ان المخاطب بهذا الامر بالجلد الامام ومن ناب عنه (ابن العربی) والامر للامام ونوابه بالجلد (نہر) فاجلدوا ابين فيه سببيه (روح) حدّ اصطلاح شریعت میں اس سزا کا نام ہے جو اللہ کی طرف سے مقرر ہو۔ اور اس کی مقدار شارع کی معین کی ہوئی ہو۔ اس کا نفاذ حکم امیر اسلام کے بغیر جائز نہیں۔ اور اس میں تخفیف وترحم کا حق امیر کو بھی حاصل نہیں۔ البتہ قبل ثبوت ابتداءً اس کی جانب سے اعراض چشم پوشی اولیٰ ہے۔ انہیں حدود میں سے ایک حد زنا ہے جو یہاں مذکور ہوئی۔ تجربہ شاہد ہے کہ آج بھی جن ملکوں مثلاً نجد، حجاز، یمن وغیرہ میں حد شرعی جاری ہے، وہاں جرم زنا آج بھی گویا عنقا ہے۔ اجراء حد زنا کی شرط یہ ہے کہ چار کی تعداد میں مسلم، عاقل، بالغ وعادل گواہ چشمدید تفصیلی شہادت دیں یا مجرم خود بار بار اقرار کرے۔ شبہ سے حد ساقط ہو جائے گی۔ عورت اگر مجنون، مجبور، بیہوش یا نیند سے معذور ہو تو سزا سے معاف رہے گی۔ اسی طرح مرد مجبور بھی ماخوذ نہ ہوگا۔

اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿١٠٩﴾

ہم ایمان لے آئے سو ہم کو بخش دے اور ہم پر رحم کر اور تو تو سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر ہے

فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ سِخْرِيًّا حَتّٰٓى اَنْسَوْكُمْ ذِكْرِيْ وَكُنْتُمْ

تو تم نے انہیں تمسخر بنا رکھا تھا یہاں تک کہ (اس مشغلہ نے) تم کو ہماری یاد بھی بھلادی اور تم

مِّنْهُمْ تَضْحَكُوْنَ ﴿١١٠﴾ اِنِّيْ جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوْٓا

ان سے ہنسی کرتے رہے ۹۵ میں نے آج ان کو ان کے صبر کا بدلہ یہ دیا کہ

اَنَّهُمْ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿١١١﴾ قٰلَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْاَرْضِ

وہی (پوری طرح) کامیاب نکلے ۹۶ ارشاد ہوگا کہ (اچھا) تم برسوں کے حساب سے کتنی

عَدَدَ سِنِيْنَ ﴿١١٢﴾ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَسْئَلِ

مدت زمین پر رہے؟ وہ کہیں گے ہم ایک دن رہے ہونگے یا دن کا بھی کچھ حصہ سو تو گننے والوں

الْعَآدِّيْنَ ﴿١١٣﴾ قٰلَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا لَّوْ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ

سے پوچھ لے ۹۷ ارشاد ہوگا کہ بیشک تم (دنیا میں) تھوڑی ہی مدت رہے کاش تم (اسے)

تَعْلَمُوْنَ ﴿١١٤﴾ اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا

سمجھے رہے ہوتے! ۹۸ ہاں تو کیا تمہارا خیال تھا کہ ہم نے تمہیں یوں ہی بلا مقصد پیدا کر دیا ہے اور تم ہمارے

لَا تُرْجَعُوْنَ ﴿١١٥﴾ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ

پاس لوٹا کر لائے نہ جاؤ گے؟ ۹۹ سو اللہ (بڑا) عالیشان ہے بادشاہ حقیقی ہے! اس کے سوا کوئی بھی معبود نہیں

رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ ﴿١١٦﴾ وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ

عرش بزرگ کا مالک ہے ۱۰۰ اور جو کوئی اللہ کے ساتھ کسی اور خدا کو بھی پکارے

۹۵ کتنی صحیح ہولناک و عبرتناک تصویر ہے! آج کتنے ہی منکر و کافر ہی نہیں، نام کے مسلمان بھی اپنی "روشن خیالی" کے زعم میں اسی طرح کا مضحکہ بیچارے سیدھے سادھے دیندار مسلمانوں سے برابر کرتے رہتے ہیں! اِنَّہٗ کلمہ تعلیل کا ہے۔ اس سے محققین صوفیہ نے یہ نکالا ہے کہ اولیاء اللہ کی بڑی شان ہوتی ہے۔ اور مقبولین سے گستاخی و تمسخر کا انجام نار ہے۔ اِخْسَئُوْا فِیْهَا۔ اخسئوا کا ترجمہ اردو کے کسی ایک لفظ سے دشوار ہے۔ عربی میں یہ لفظ کتے کے دھتکارنے کے موقع پر آتا ہے۔ ای ابعدوا فیها کما یقال للکلب اخسأ طرد (اخسئوا مسلم) ۹۶ (اور تم اپنی روشن خیالی پر گھمنڈ رکھنے والے اس ناکامی کے عذاب میں گرفتار نکلے۔ ان غریبوں کا کیا بگڑا جو تمہارے تختۂ مشق تھے۔ چند روزہ کلفت کو صبر کے ساتھ برداشت کر لے گئے۔ مصیبت تو تمہارے ہی حصہ میں آئی) "مطلب جواب کا یہ ہوا کہ تمہارا قصور اس قابل نہیں کہ سزا کے وقت اقرار کرنے سے معاف کر دیا جائے۔ کیونکہ تم نے ایسا معاملہ کیا جس سے ہمارے حقوق کا بھی اتلاف ہوا اور حقوق العباد کا بھی۔ اور عباد بھی کیسے، ہمارے مقبول و محبوب، جو ہم سے خصوصیت خاصہ رکھتے تھے۔ کیونکہ ان کو سخریہ بنانے میں ان کی ایذا کہ اضاعۃ حق العبد ہے اور تکذیب حق جو منشا سخریہ کا ہے کہ اضاعۃ حق اللہ ہے دونوں لازم آئے۔ بس اس کی سزا کے لئے دوام اور اتمام مناسب ہے، اور مومنین کو جزائے فوز دینا منجملہ تمام سزا ہے کفار کے لئے کیونکہ اعداء کی کامیابی سے روحانی تازی ہوتی ہے" (تھانویؒ) ۹۷ (ہمیں اب کچھ یاد و اد نہیں) یہ جواب ان کی زبان سے شدت سراسیمگی اور حواس کی گمشدگی میں ادا ہوگا۔ اَلْعَآدِّيْنَ۔ گننے والوں سے مراد فرشتے لئے گئے ہیں، کہ ان کے پاس بندوں کی ہر چیز کا حساب و کتاب رہتا ہے۔ الملئکۃ الذین یحفظون اعمال بنی آدم ویحصونها علیهم (ابن کثیر) ۹۸ ارشاد ہوگا کہ یہاں کے طول و دوام کے مقابلہ میں تم دنیا میں بیشک بہت ہی قلیل مدت کے لئے رہے، لیکن کاش تم نے دنیا ہی میں دنیا کے بے ثباتی اور زود فنا ہونے کا احساس کر لیا ہوتا۔ ۹۹ تمہاری کیسی شدید حماقت تھی کہ تم اپنی تخلیق ہی کا مقصد نہ سمجھے اور اسی کے دلائل کو جھٹلاتے رہے! گویا جس طرح شمع یا چراغ گل ہو جاتا ہے، ایسے ہی انسانی روح بھی معدوم محض ہو جاتی ہے۔ قرآن اسی خیال باطل کی تردید کرتا ہے۔ اور انسان کی حیات دنیوی کا انجام پیشگاہ الٰہی میں حاضری بتاتا ہے ——— اسی میں رد آگیا ان باطل مذہبوں کا جو انسان کا انجام فنائے محض سمجھے ہوئے ہیں ——— ۱۰۰ عرش جو مخلوقات میں سب سے بڑی چیز ہے، یاد رہے کہ اللہ اس کا بھی مالک ہے، پروردگار ہے۔ نعوذ باللہ وہ خود کسی آسمان کے ساتھ متحد یا اس کا مترادف نہیں۔ جیسا کہ بعض "دانشمندوں" نے سمجھ رکھا ہے!

فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوۡرِ فَلَاۤ اَنۡسَابَ بَیۡنَهُمۡ یَوۡمَئِذٍ وَّ
پھر جب صور پھونکا جائے گا تو اس روز نہ ان کے درمیان رشتے ناطے رہیں گے اور
لَا یَتَسَآءَلُوۡنَ ﴿۱۰۱﴾ فَمَنۡ ثَقُلَتۡ مَوَازِیۡنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ
نہ کوئی کسی کو پوچھے گا ۹۱ البتہ جس کسی کا پلّہ بھاری ہوگا تو ایسے ہی لوگ تو
الۡمُفۡلِحُوۡنَ ﴿۱۰۲﴾ وَمَنۡ خَفَّتۡ مَوَازِیۡنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِیۡنَ
کامیاب ہونگے ۹۲ اور جس کسی کا پلّہ ہلکا ہوگا سو یہ لوگ وہ ہونگے جنہوں نے
خَسِرُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ فِیۡ جَهَنَّمَ خٰلِدُوۡنَ ﴿۱۰۳﴾ تَلۡفَحُ
اپنا نقصان کر لیا اور جہنّم میں ہمیشہ کے لئے رہیں گے ان کے
وُجُوۡهَهُمُ النَّارُ وَهُمۡ فِیۡهَا كٰلِحُوۡنَ ﴿۱۰۴﴾ اَلَمۡ تَكُنۡ اٰیٰتِیۡ
چہروں کو آگ جھلستی ہوگی اور اس میں ان کے منہ بگڑے ہوئے ہونگے کیوں کیا میری آیتیں تم کو
تُتۡلٰی عَلَیۡكُمۡ فَكُنۡتُمۡ بِهَا تُكَذِّبُوۡنَ ﴿۱۰۵﴾ قَالُوۡا رَبَّنَا غَلَبَتۡ
پڑھ کر نہیں سنائی جاتی تھیں جنہیں جھٹلایا کرتے تھے؟ ۹۳ وہ کہیں گے اے ہمارے پروردگار ہماری
عَلَیۡنَا شِقۡوَتُنَا وَكُنَّا قَوۡمًا ضَآلِّیۡنَ ﴿۱۰۶﴾ رَبَّنَاۤ اَخۡرِجۡنَا مِنۡهَا
بدبختی نے ہم کو گھیر لیا تھا اور ہم گمراہ لوگ تھے اے ہمارے پروردگار ہم کو اس (جہنم) سے نکال دے
فَاِنۡ عُدۡنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوۡنَ ﴿۱۰۷﴾ قَالَ اخۡسَئُوۡا فِیۡهَا وَلَا
اب اگر ہم پھر ایسا کریں تو بیشک ہم (پورے) قصوروار ہونگے ۹۴ ارشاد ہوگا دھتکارے ہوئے اسی میں پڑے رہو اور مجھ سے
تُكَلِّمُوۡنِ ﴿۱۰۸﴾ اِنَّهٗ كَانَ فَرِیۡقٌ مِّنۡ عِبَادِیۡ یَقُوۡلُوۡنَ رَبَّنَاۤ
بات مت کرو۔ ایک گروہ ایسا بھی تو میرے بندوں میں سے تھا جو (ہم سے) کہا کرتے تھے کہ اے ہمارے پروردگار

۹۱ جب قیامت واقع ہوگی تو اس کا ہول اور عذاب اور بھی شدید تر ہوگا۔ اس روز دنیا کے رشتے ناطے، دوستی، تعارف کچھ کام نہ آئے گا۔ بعض محققین صوفیہ نے کہا ہے کہ یہ وعید کافروں کے حق میں ہے اور وعید سے متعلق یہ قاعدہ مقرر ہو چکا ہے کہ مفہوم مخالف معتبر ہوتا ہے۔ اس لئے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اہلِ ایمان کو نسبت اپنے اپنے بزرگوں کے ساتھ نافع ہوگی۔ انشاء اللہ۔

۹۲ اس روز کام آنے والی چیز صرف ایمان ہوگی۔ اور اہلِ ایمان کی شناخت یہ ہوگی کہ ان کے عقائد و اعمال کا پلّہ میزانِ عدل میں بھاری ہوگا۔

۹۴ یہ ان دوزخیوں سے اللہ تعالیٰ بلاواسطہ یا بہ واسطہ ارشاد کرے گا۔ ۹۵ (اس وقت ہمیں سزا دے لینا۔ لیکن اب تو چھوڑ ہی دے) وہاں پہنچ کر بڑے سے بڑا منکر اور مکذب بھی اقرار و اعتراف و ندامت و حسرت پر اپنے کو مجبور پائے گا۔

٥٨٢ یہ تعلیم ہے دعا و آدابِ دعا کی۔ مطلب یہ ہے کہ ہر مومن کو اللہ سے یہی دعا کرتے رہنا چاہئے کہ "ارد گرد کی پھیلی ہوئی برائیوں سے جب عذاب نازل ہونے لگے تو مجھے محفوظ و مستثنیٰ کر دیا جائے۔ ایسا نہ ہو کہ کہیں میں بھی اسی لپیٹ میں آ جاؤں" اور یہ مقام ہے کمال عبدیت کا۔ پیمبر یہاں محض واسطہ ہیں۔ مقصود امت کو تعلیم دینا ہے۔ ظاہر ہے کہ پیمبر کیلئے محلِ عذاب ہونے کا تو احتمال بھی نہیں۔ یہ دعا اس وجہ سے نہیں ہے کہ (نعوذ باللہ) ایسا امر محتمل ہے بلکہ اظہار ہے تہویلِ عذاب کا کہ جو محل اس کا محتمل ہی نہیں ہے جب وہاں امر ہے استعاذہ کا۔ تو جو مستحق ہیں ان کو تو بہت ہی ڈرنا چاہئے۔ اور صحت سوال موقوف نہیں احتمال وقوع پر، بلکہ مقدوریت بھی کافی ہے" (تھانویؒ) ٥٨٣ یعنی اللہ تو اس پر بھی قادر ہے کہ آپ کی زندگی ہی میں عذاب ان پر لے آئے۔ ٥٨٤ (اور ان کی شرارتوں، خباثتوں کا انتقام اپنی طرف سے نہ لیجئے کیا عجب کہ دعوت و اصلاح کے حق میں آپ کی یہی بے نفسی مفید ہو جائے) انتقام اپنے نفس کے لئے بھی لینا بالکل جائز ہے۔ لیکن پیمبر کا مقام رخصت کا نہیں عزیمت کا ہوتا ہے اسے تعلیم اسی بلند مقام پر رہنے کی دی گئی ہے۔ یہ حکم اس وقت تک کے لئے ہے جب تک عذاب موعود نہ آئے۔ جہاد و قتال کا حکم، حقوق دین کے تحفظ کیلئے ہے اور یہ نرمی کی تعلیم حقوق نفس کے سلسلہ میں ہے۔ دونوں کا فرق خوب ملحوظ رہے۔ ٥٨٥ (بس اس کا استحضار رہے تو آپ کو انتقام لینے کی ضرورت ہی کیا باقی رہ جاتی ہے۔ ہم خود ہی ہر سزا کے لئے کافی ہیں) ٥٨٦ (کہ میں ان کا فریب سے خلاف مصلحت مقابلہ پر آمادہ ہو جاؤں) پیمبر کیلئے اس کا تو احتمال ہی نہیں کہ شیطان انہیں کسی معصیت پر لا سکتا ہے۔ بس یہی ہو سکتا ہے کہ وہ اپنی ترغیبات سے کسی امر خلاف مصلحت پر آمادہ کر دے۔ یہاں اس سے بھی پناہ مانگنے کی دعا ارشاد ہو گئی ہے۔ عارفین نے کہا ہے کہ وسوسوں کا امکان جب منتہیوں کے لئے ہے تو مبتدی کہاں بچ سکتے ہیں۔ ٥٨٧ وسوسہ ڈالنا الگ رہا شیطان تو پیغمبر کے پاس بھی نہیں پھٹکنے پاتے۔ اور یہی حاصل ہے اس دعا استعاذہ

عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝٩٢ ع ٥ ١٥ ٥

وہ جاننے والا ہے پوشیدہ اور ظاہر کا غرض ان لوگوں کے شرک سے بالاتر ہے

قُلْ رَّبِّ اِمَّا تُرِيَنِّيْ مَا يُوْعَدُوْنَ ۝٩٣ رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِيْ

آپ کہیے کہ اے میرے پروردگار اگر آپ مجھے وہ (عذاب) دکھا دیں جس کا وعدہ ان سے کیا جا رہا ہے تو اے میرے پروردگار

فِى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝٩٤ وَاِنَّا عَلٰٓى اَنْ نُّرِيَكَ مَا نَعِدُهُمْ

مجھے ان ظالم لوگوں میں شامل نہ کیجیو ٥٨٢ اور ہم بیشک اس پر قادر ہیں کہ ہم جو وعدہ ان سے کر رہے ہیں

لَقٰدِرُوْنَ ۝٩٥ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ السَّيِّئَةَ ؕ نَحْنُ

وہ آپ کو بھی دکھا دیں ٥٨٣ (ان کی) بدی کا دفعیہ ایسے برتاؤ سے کیجئے جو بہت ہی اچھا ہو ٥٨٤ ہم خوب

اَعْلَمُ بِمَا يَصِفُوْنَ ۝٩٦ وَقُلْ رَّبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ

جانتے ہیں جو یہ (آپ کی نسبت) کہا کرتے ہیں ٥٨٥ اور آپ کہیے کہ اے میرے پروردگار میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں

هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ ۝٩٧ وَاَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ ۝٩٨

شیطانوں کے وسوسوں سے ٥٨٦ اور اے میرے پروردگار میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ وہ (یعنی شیطان) میرے پاس بھی آئیں ٥٨٧ (یہ کفار اپنی بکواس سے باز نہیں آتے) یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی پر موت آ کھڑی ہوتی ہے ٥٨٨ (اس وقت) کہتا ہے کہ

حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ ۝٩٩

لَعَلِّيْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ كَلَّا ؕ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ

میرے پروردگار مجھے پھر واپس بھیج دے تاکہ جس (دنیا) کو چھوڑ کر آیا ہوں اس میں (پھر جا کر) نیک کام کروں۔ ہرگز نہیں یہ ایک بات ہی بات ہے جسے

قَآئِلُهَا ؕ وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ۝١٠٠

وہ کہے جا رہا ہے ٥٨٩ اور ان کے آگے ایک آڑ ہے (ان کے) دوبارہ اٹھائے جانے کے دن تک ٥٩٠

٥٨٨ حتیٰ اظہار غایت کے لئے ہے۔ درمیانی آیت بطور جملہ معترضہ کے ہے۔ یہاں اس کا تعلق یصفون سے ہے۔ یتعلق بیصفون ای لا یزالون علی سوء الذکر الی ھذا الوقت والآیۃ فاصلۃ بینھما علی وجہ الاعتراض والتاکید للاغضاء عنھم (کشاف) ٥٨٩ اس بدبخت کی یہ تمنا ہرگز پوری نہ ہوگی اور نہ اسے پورا ہونا چاہئے تھا۔ دنیا میں اس پر شامت اسی بنا پر سوار رہی کہ وہ غیب کو بھول گیا۔ یہی غیبیت جب پھر اس پر طاری ہوگی تو پھر وہ آخرت و احکام آخرت کو اسی طرح بھول جائے گا۔ ارجعون۔ صیغہ جمع کا ہے۔ واحد کے لئے جمع تعظیمی ہے۔ خطاب اللہ بلفظ الجمع للتعظیم (کشاف) ٥٩٠ موت کے بعد روح انسانی ایک درمیانی عالم میں رہتی ہے۔ اور وقت حشر تک رہے گی۔ اسی کا اصطلاحی نام عالم برزخ ہے۔

الْأَرْضُ وَمَنْ فِيهَآ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۸۴﴾ سَيَقُولُونَ
زمین اور اس پر جو (رہتے بستے) ہیں کس کے ہیں اگر تم جانتے ہو؟ یہ ضرور یہ کہیں گے کہ
لِلّٰهِ ۚ قُلْ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿۸۵﴾ قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ
اللہ کے ہیں تو کہیئے کہ پھر کیوں نہیں غور کرتے ہو؟ [۷۸] آپ کہیے کہ (اچھا) سات آسمانوں کا
السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ﴿۸۶﴾ سَيَقُولُونَ لِلّٰهِ ۚ قُلْ
مالک اور عالی شان عرش کا مالک کون ہے؟ تو ضرور وہ یہی جواب دیں گے کہ (یہ سب) اللہ کا ہے۔ آپ کہیے
أَفَلَا تَتَّقُونَ ﴿۸۷﴾ قُلْ مَنْ بِيَدِهِ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ
کہ پھر تم کیوں نہیں ڈرتے؟ [۷۹] آپ کہیے وہ کون ہے جس کے ہاتھ میں ہر چیز کا اختیار ہے
وَّهُوَ يُجِيرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۸۸﴾
اور وہ پناہ دیتا ہے اور کوئی اس کے مقابلہ میں پناہ نہیں دے سکتا اگر تم جانتے ہو؟
سَيَقُولُونَ لِلّٰهِ ۚ قُلْ فَأَنّٰى تُسْحَرُونَ ﴿۸۹﴾ بَلْ أَتَيْنٰهُمْ
وہ ضرور یہی کہیں گے کہ یہ سب (صفت) اللہ ہی کی ہے۔ آپ کہیے کہ پھر تمہیں کیا خبط ہو رہا ہے؟ [۸۰] اصل بات یہ ہے
بِالْحَقِّ وَإِنَّهُمْ لَكٰذِبُونَ ﴿۹۰﴾ مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّ
کہ ہم نے انہیں حق بات پہنچا دی ہے اور یقیناً یہ لوگ جھوٹے ہیں اللہ نے کسی کو بھی بیٹا نہیں قرار دیا ہے اور
مَا كَانَ مَعَهُ مِنْ إِلٰهٍ إِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ إِلٰهٍ بِمَا خَلَقَ
نہ اس کے ساتھ کوئی اور معبود ہے اگر ایسا ہوتا تو ہر خدا اپنی مخلوق کو جدا کر لیتا
وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۚ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُونَ ﴿۹۱﴾
اور (پھر) ایک دوسرے پر چڑھائی کرتا اللہ ان باتوں سے پاک ہے جو یہ اس کی نسبت بیان کرتے ہیں [۸۱]

۷۸ (اور کیوں نہیں یہ شرک سے دستبردار ہو جاتے ہیں) اللہ یعنی ایک رب الارباب کے وجود سے انکار کر کے چند خداؤں کا ماننا دنیا میں شاذونادر ہی رہا ہے۔ ورنہ عموماً شرک کے معنی تو بس یہ رہے ہیں کہ ایک طرف اقرار ایک رب الارباب کا بھی جاری ہے اور دوسری طرف کائنات کو الگ الگ شعبوں میں تقسیم کر کے ایک ایک شعبہ کا ایک ایک مستقل خدا یا دیوتا مانا جاتا رہا ہے زمین کا دیوتا الگ۔ آسمان کا الگ۔ ہوا کا دیوتا الگ۔ پانی کا دیوتا الگ۔ وقس علیٰ ہذا۔ قرآن گرفت اسی عام و عالمگیر مشرکانہ ذہنیت پر کر رہا ہے۔ ۷۹ (اور اسکی قدرت کامل اور توحید کا انکار کئے جاتے ہو!) جاہلی مذہبوں میں ایک بڑی جہالت یہ پھیلی رہی ہے کہ توحید کے اجمالی اقرار و اعتراف کے بعد بھی مقتضیات توحید و مطالبات توحید پر ذرا سا بھی غور و توجہ کئے بغیر شرک بھی ساتھ ساتھ چلتا رہتا ہے۔ ۸۰ (کہ مقدمات توحید تو تمہیں سب تسلیم ہیں اور اس کے قدرتی اور پھر لازمی نتیجہ سے نکلے جاتے ہو!) وَهُوَ يُجِيرُ۔ یعنی وہ جسے چاہتا ہے اپنی پناہ میں لے آتا ہے۔ ۸۱ مشرک قوموں کی خرافی روایات (میتھالوجی) ان قصوں سے بھری پڑی ہیں کہ فلاں دیوتا اور فلاں دیوتا میں یوں جنگ ہوئی۔ اس نے اس پر یوں چڑھائی کی۔ وہ اس پر یوں غالب آیا۔ قرآن نے ایک مختصر سے بلیغ فقرہ میں ان لوگوں کی دیومالا کا گویا ست کھینچ کر رکھ دیا ہے۔ مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ۔ اللہ کے نہ کوئی بیٹا ہے۔ جیسا کہ بدنصیب مسیحیوں نے سمجھ رکھا ہے۔ اور نہ اس کے کوئی بیٹی ہے جیسا کہ بدبخت مشرکوں نے گڑھ لیا ہے۔ وَمَا كَانَ ...... بَعْضٍ۔ استدلال کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر معبودوں میں تعدد ہوتا تو یہ نظام عالم پارہ پارہ ہو کر رہ جاتا۔ لیکن ایسا نہ ہونا بدیہی ہے اس لئے اس مفروضہ پر جمے رہنا گویا بداہت کا انکار کئے جانا ہے۔

فَمَا اسْتَكَانُوْا لِرَبِّهِمْ وَمَا يَتَضَرَّعُوْنَ ۝٧٦ حَتّٰٓى اِذَا فَتَحْنَا
لیکن ان لوگوں نے نہ اپنے پروردگار کے سامنے فروتنی کی اور نہ عاجزی کی[٧٢] یہاں تک کہ جب ہم ان پر
عَلَيْهِمْ بَابًا ذَا عَذَابٍ شَدِيْدٍ اِذَا هُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ ۝٧٧ ٤ ع ٤
سخت عذاب کا دروازہ کھول دیں گے تو اس وقت یہ بالکل حسرت زدہ رہ جائیں گے[٧٣]
وَهُوَ الَّذِىْٓ اَنْشَاَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۭ قَلِيْلًا
اور وہ (اللہ) وہی تو ہے جس نے تمہارے لئے کان اور آنکھیں اور دل بنائے (لیکن) تم لوگ
مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝٧٨ وَهُوَ الَّذِىْ ذَرَاَكُمْ فِى الْاَرْضِ وَاِلَيْهِ
بہت ہی کم شکریہ ادا کرتے ہو[٧٤] اور وہ (اللہ) وہی تو ہے جس نے تم کو زمین پر پھیلا رکھا ہے اور تم (سب) اسی
تُحْشَرُوْنَ ۝٧٩ وَهُوَ الَّذِىْ يُحْىٖ وَيُمِيْتُ وَلَهُ اخْتِلَافُ
کے پاس اکٹھے کئے جاؤ گے[٧٥] اور وہی ہے جو جلاتا ہے اور مارتا ہے اور اسی کے بس میں ہے
الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝٨٠ بَلْ قَالُوْا مِثْلَ مَا
رات اور دن کا الٹ پھیر سو کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے؟[٧٦] نہیں بلکہ یہ لوگ ویسی ہی بات کہتے ہیں جیسے
قَالَ الْاَوَّلُوْنَ ۝٨١ قَالُوْٓا ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا
اگلے (کافر) کہتے آئے ہیں کہتے ہیں کہ جب ہم مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں بن جائیں گے
ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ۝٨٢ لَقَدْ وُعِدْنَا نَحْنُ وَاٰبَاۗؤُنَا هٰذَا
تو کیا ہم پھر سے اٹھائے جائیں گے؟ یہ وعدہ تو ہم سے اور ہمارے بڑوں سے پہلے ہی
مِنْ قَبْلُ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝٨٣ قُلْ لِّمَنِ
سے ہوتا آیا ہے یہ کچھ بھی نہیں ہے بجز اگلوں کی بے سند باتوں کے[٧٧] آپ کہہ دیجئے کہ (اچھا)

٧٢ اشارۂ خصوصی معاصر معاندین رسول ﷺ کے سلسلہ میں قحط مکہ کی جانب ہے جو سنہ نبوی میں ہوا تھا۔ فَمَا اسْتَكَانُوْا، وَمَا يَتَضَرَّعُوْنَ ۔ استکانت اور تضرع مرادف نہیں اول کا تعلق ظاہر سے اور ثانی کا قلب سے ہے۔

٧٣ (کہ یہ کیا ہو گیا اور اس وقت سارے حواس درست ہو جائینگے) عَذَابٍ شَدِيْدٍ ۔ یہ عذاب شدید آخرت میں تو یقیناً ہوگا اور احتمال اس دنیا میں بھی ہے۔

٧٤ یعنی اتنا بھی تو نہیں کہ کم از کم ایسے قادر و منعم پر ایمان ہی لے آتے۔

٧٥ (قیامت میں) اس میں اشارہ ادھر آ گیا کہ اس وقت اس کفران نعمت کی حقیقت معلوم ہو گی۔

٧٦ (اور اتنی موٹی بات بھی نہیں سمجھتے؟) مطلب یہ ہے کہ ان ساری قوتوں کا مرجع و منبع تو وہی ایک ذات ہے یہ سب دلائل و شواہد اس کی توحید کے ہیں۔ پھر تم پر کیا حماقت سوار ہے کہ تم متفرق و متعدد دیویوں، دیوتاؤں کے قائل ہو! يُحْىٖ ۔ يُمِيْتُ ۔ لَهُ ...... وَالنَّهَارِ ۔ زندہ کرنے اور رکھنے، ہلاک کرنے اور سارے تصرفات تکوینی سب اسی مالک واحد خود مختار کے ہاتھ میں ہیں۔

٧٧ جزا و سزا، حشر و نشر سے انکار کوئی بیسویں صدی کی نئی روشن خیالی نہیں یہ قدیم گمراہی تو اتنی بوڑھی ہے کہ خود ابلیس کی ہم سن ہے۔

لَمْ يَعْرِفُوا رَسُولَهُمْ فَهُمْ لَهُ مُنْكِرُونَ ﴿٦٩﴾ أَمْ يَقُولُونَ

یہ لوگ اپنے رسول کو پہچان نہ سکے اور اس لئے ان کے منکر رہے؟ ۶۲ یا یہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ

بِهِ جِنَّةٌ ۚ بَلْ جَاءَهُمْ بِالْحَقِّ وَأَكْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ كَارِهُونَ ﴿٧٠﴾

انہیں جنون ہے ۶۳ نہیں بلکہ یہ (رسول) انکے پاس حق لیکر آئے اور ان میں سے اکثر حق (ہی) سے نفرت رکھتے ہیں ۶۴

وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ أَهْوَاءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ

اور اگر (دین) حق کہیں ان لوگوں کی خواہشوں کا تابع ہو جاتا تو آسمان و زمین اور جو ان میں (آباد) ہیں

وَمَنْ فِيهِنَّ ۚ بَلْ أَتَيْنَاهُمْ بِذِكْرِهِمْ فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ

(سب) تباہ ہو جاتے ۶۵ بلکہ ہم نے تو انکے پاس ان کی نصیحت (ہی کی بات) بھیجی سو یہ لوگ اپنی نصیحت سے بھی

مُعْرِضُونَ ﴿٧١﴾ أَمْ تَسْأَلُهُمْ خَرْجًا فَخَرَاجُ رَبِّكَ خَيْرٌ ۖ وَهُوَ

روگردانی کرتے ہیں ۶۶ کیا آپ ان سے کچھ معاش طلب کرتے ہیں ۶۷ سو معاش آپکے پروردگار کی (دی ہوئی) سب سے بہتر ہے اور

خَيْرُ الرَّازِقِينَ ﴿٧٢﴾ وَإِنَّكَ لَتَدْعُوهُمْ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿٧٣﴾

وہی سب روزی دینے والوں سے بہتر ہے ۶۸ اور یقیناً آپ تو ان کو سیدھے راستہ کی طرف بلا رہے ہیں ۶۹

وَإِنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ عَنِ الصِّرَاطِ

اور یقیناً جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے وہ راہ سے

لَنَاكِبُونَ ﴿٧٤﴾ وَلَوْ رَحِمْنَاهُمْ وَكَشَفْنَا مَا بِهِمْ مِنْ ضُرٍّ لَلَجُّوا

بھٹکنے والے ہیں ۷۰ اور اگر ہم ان پر مہربانی کر دیں اور انہیں جو تکلیف ہے اسے دور بھی کر دیں تو بھی یہ لوگ

فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ ﴿٧٥﴾ وَلَقَدْ أَخَذْنَاهُمْ بِالْعَذَابِ

اپنی گمراہی میں بھٹکتے ہوئے اصرار کرتے رہیں ۷۱ اور بالیقین ہم نے انہیں عذاب میں ہی پکڑا

۶۲ اَمْ لَمْ یَعْرِفُوْا رَسُوْلَهُمْ۔ یعنی رسول کے صدق سے دیانت سے امانت سے ناواقف تھے؟ مطلب یہ ہے کہ ان کفار معاصرین کے انکار کی ممکن وجہ یہ ہے کہ یہ آپ کی سیرت سے آپکے اخلاق فاضلہ سے ناواقف ہیں! ظاہر ہے کہ یہ وجہ بھی نہیں ہو سکتی۔ وہ تو آپ کی پاکیزہ سیرت کے پورے گواہ تھے۔ ۶۳ نہیں بلکہ اس کے برعکس لوگ تو آپ کی اصابت رائے کے فہم و ذکاوت کے پوری طرح قائل تھے۔ سو اس وجہ کا بھی باطل ہونا بالکل ظاہر ہے۔ حیرت اور حیرت سے زیادہ عبرت کا مقام ہے کہ عرب کے ان جاہلین کے بالکل قدم بقدم آج یورپ کے جاہلین جدید بھی، ایک طرف آپ کے کمال حکمت و دانائی کے قائل ہیں یہاں تک کہ یہ کہتے ہیں کہ آپ نے اپنی حکمت و خوش تدبیری سے قرآن نامے ایک جامع کتاب گڑھ لی، سارے ملک عرب کی بیسیوں ٹکڑیوں اور ٹولیوں کو متحد کر لیا۔ سب کو ایک دین کا پابند بنا لیا۔ بڑے بڑے پر قوت دشمنوں، مشرکین و یہود وغیرہ پر غالب آ گئے وقس علیٰ ہٰذا۔ ایک طرف تو آپ کی دانائی فرزانگی، خوش تدبیری کا اعتراف اس زور شور سے ہے اور دوسری طرف آپ کو (نعوذ باللہ) نیم مجنون و صرع زدہ بتانے پر بھی اصرار جاری ہے! ۶۴ سو اصل وجہ ان فرض کی ہوئی وجوہ میں سے کوئی نہیں، بلکہ یہ ہے کہ انہیں حق ہی سے بیزاری ہے اور طلب حق تو ان میں کیا ہوتی، الٹی اس سے نفرت ہے۔ ۶۵ اگر دنیا سے نظام حق ناپید ہو جائے تو پہلے تشریعی حیثیت سے اور پھر اس کے نتیجہ کے طور پر تکوینی حیثیت سے نظام عالم ہی درہم و برہم ہو جائے۔ وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ۔ یہ ان منکرین کی خواہش کی طرف اشارہ ہے —— ان لوگوں کا مذاق اس قدر فاسد ہو چکا تھا کہ اتباع حق کرنا الگ رہا الٹا وہ دین حق کو اپنی ترمیمات کا تختۂ مشق بنانے کی فکر میں تھے۔ صوفیہ عارفین نے کہا ہے کہ اسی طرح اہل طریق بھی مریدین کی خواہشوں کا اتباع نہیں کرتے، بلکہ صرف حکمت و مصلحت کا اتباع کرتے ہیں۔ ۶۶ (اور اپنے نفع نقصان کی طرف سے اتنے اندھے ہو چکے ہیں) ۶۷ (جیسا کہ اکثر جاہلی مذہبوں کے پروہت اور پجاری اپنے ماننے والوں سے طلب کیا کرتے ہیں) سوال کا مطلب یہ ہے کہ ایسے بے بنیاد وہم سے بھی تو یہ اپنی تکذیب کے لئے سہارا نہیں پا سکتے۔ ۶۸ (تو آپ اس حقیقت سے آشنا ہو کر تو کبھی اس خیال کی طرف رخ بھی نہیں کر سکتے) فقہاء نے یہاں سے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ علماء اور واعظین کو اجرت طلب کرنا ناجائز ہے۔ محققین صوفیہ نے کہا ہے کہ جس کی اصلاح کی جائے اس سے مال طلب کرنا مذموم ہے اور مقصود میں مخل ہوتا ہے۔ ۶۹ (علم یقین و ایمان کی پوری مستحکم قوت کے ساتھ) ۷۰ (وہ تو ہر سیدھی بات کو ٹیڑھی بنا لیں گے) ہدایت کی طلب دل میں جبھی پیدا ہوتی ہے۔ جب پہلے آخرت کا یعنی اس "آج" کے بعد ایک "کل" کے ظہور کا یقین ہو لے۔ ۷۱ اس حد تک ان کی فطرت مسخ ہو چکی ہے اور کفر و انکار پر اتنا جمود انہیں ہو چکا ہے۔

اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ ۝٦٠ اُولٰٓئِكَ يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ

انہیں پروردگار کے پاس واپس جانا ہے ۵۳ یہ لوگ (البتہ) فائدے جلدی جلدی حاصل کر رہے ہیں

وَهُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ ۝٦١ وَلَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا وَلَدَيْنَا

اور وہی ان کی طرف دوڑ رہے ہیں ۵۴ اور ہم کسی پر اس کی وسعت سے زیادہ بار نہیں ڈالتے ۵۵ اور ہمارے

كِتٰبٌ يَّنْطِقُ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝٦٢ بَلْ قُلُوْبُهُمْ فِيْ

پاس ایک رجسٹر ہے جو ٹھیک ٹھیک بتا دیگا اور لوگوں پر ظلم ذرا نہ ہوگا ۵۶ لیکن ان (کافروں) کے قلوب

غَمْرَةٍ مِّنْ هٰذَا وَلَهُمْ اَعْمَالٌ مِّنْ دُوْنِ ذٰلِكَ هُمْ لَهَا

اس (دین) کی طرف سے غفلت (وجہالت) میں پڑے ہیں اور اس کے علاوہ بھی ان کے (برے) عمل ہیں جو یہ کرتے

عٰمِلُوْنَ ۝٦٣ حَتّٰٓى اِذَآ اَخَذْنَا مُتْرَفِيْهِمْ بِالْعَذَابِ اِذَا هُمْ

رہتے ہیں ۵۷ یہاں تک کہ جب ہم ان کے خوشحال لوگوں کو عذاب میں پکڑ لیں گے تو یہ فوراً

يَجْــَٔرُوْنَ ۝٦٤ لَا تَجْــَٔرُوا الْيَوْمَ اِنَّكُمْ مِّنَّا لَا تُنْصَرُوْنَ ۝٦٥

چلا اٹھیں گے ۵۸ اب چلاؤ مت ہماری طرف سے تمہاری مطلق مدد نہ ہوگی ۵۹

قَدْ كَانَتْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ

میری آیتیں تم کو پڑھ پڑھ کر سنائی جاتی تھیں تو تم الٹے پاؤں

تَنْكِصُوْنَ ۝٦٦ مُسْتَكْبِرِيْنَ ۖ بِهٖ سٰمِرًا تَهْجُرُوْنَ ۝٦٧ اَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا

بھاگتے تھے تکبر کرتے ہوئے قرآن کا مشغلہ بناتے ہوئے بیہودہ بکتے ہوئے ۶۰ کیا ان لوگوں نے

الْقَوْلَ اَمْ جَآءَهُمْ مَّا لَمْ يَاْتِ اٰبَآءَهُمُ الْاَوَّلِيْنَ ۝٦٨ اَمْ

(اس) کلام میں غور نہیں کیا، یا (یہ بات ہے کہ) انکے پاس وہ بات آئی جو انکے اگلے بڑوں کے پاس (کبھی) نہیں آئی تھی ۶۱ یا

۵۲ (تو دیکھیے کہ ہمارے اعمال خیر قبول بھی ٹھہرتے ہیں یا نہیں) اَلَّذِيْنَ ..... مُشْفِقُوْنَ۔ خدائے نادیدہ سے ڈرتے رہتے ہیں، اور اس لئے اسکی معصیت و نافرمانی سے بھی بچتے رہتے ہیں۔ خوفِ الٰہی پر حاشیہ ابھی گزر چکا ہے۔ ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر ۴۹۔ اَلَّذِيْنَ ...... يُشْرِكُوْنَ۔ مشرکین عرب کا اصلی مرض یہی تھا کہ اقرار الوہیت کے ساتھ ساتھ شرک بھی کئے جاتے تھے ــــ تنہا وجود باری کا اقرار شریعت میں اسی لئے مستند اور کافی نہیں۔ جب تک کہ نفی شرک بھی ساتھ ہی ساتھ نہ ہو۔ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا۔ انکی یہ عطا و بخشش دین کی راہ میں، احکام الٰہی کے ماتحت ہوتی رہتی ہے۔ عارفین نے کہا ہے کہ سالک کو اپنے اعمال اور اپنے نفس پر کبھی مطمئن نہ ہونا چاہئے۔ ۵۴ یعنی اہلِ ایمان و اہلِ تقویٰ ہی نفع حاصل کرتے ہیں، نہ کہ وہ کافر بے دین جو اپنی دنیوی کامیابیوں اور کامرانیوں پر مغرور ہو کر اپنے کو برسرِ حق سمجھ رہے ہیں۔ نسارع لَهُمْ فِي الْخَيْرَاتِ کا گمان رکھنے والوں کی تردید میں الفاظ بھی انہی کے الٹ کر لے آئے گئے ہیں۔ الخیرات یہاں طاعات کے معنی میں ہے، اور ان کی طرف اہلِ ایمان ہی سبقت کرتے ہیں۔ الخیرات هنا الطاعات يسارع اليها اهل الايمان بالله ويجتهدون في السبق اليها رغبة فيها وعلمًا بما لهم بها من حسن الجزاء (جصاص) ۵۵ (چنانچہ ایمان وتقویٰ کے جو کام ادھر بتائے گئے وہ بالکل وسعت بشری کے حدود کے اندر ہیں) ۵۶ (بلکہ ہر ایک کی سعی پوری طرح مشکور ہو گی۔ اور ذرہ ذرہ ہر عمل خیر پر ثواب ملے گا) یہاں یہ بتا دیا کہ جس طرح اعمال خیر سہل ہیں، اسی طرح ان کا ثمرہ بھی یقینی اور غیر مشتبہ ہے۔ اس لئے سعی کے قابل تو بس یہی ایمانی زندگی ہے۔ كِتٰبٌ سے مراد نامۂ اعمال ہے۔ يَنْطِقُ بِالْحَقِّ۔ یعنی اس میں غلطی اور سہو کا احتمال ہی نہیں۔ سب کچھ ٹھیک ہی ٹھیک درج ہو گا۔ ۵۷ جس طرح مومنین کا سرمایہ، علاوہ ان کے ایمان کے اعمال حسنہ وصالحہ ہونگے، اسی طرح کافر علاوہ کفر کے طرح طرح کے اعمال بد میں بھی مبتلا رہا کرتے ہیں۔ ۵۸ (اور اپنا کبر و استکبار بھول بھال، بے اختیار فریاد برپا کرنے لگیں گے اور عاجزی کے ساتھ رحم کی درخواست کرنے لگیں گے) مُتْرَفِيْهِمْ۔ یعنی ان کے بڑے بڑے لیڈر، سردار اور پیشوا جو اس وقت ہر طرح کا سامان جاہ وحشم رکھتے ہیں۔ بِالْعَذَابِ۔ عذاب سے یہاں مراد عذاب بعد الموت ہے۔ ۵۹ یہ دار العمل نہیں دار الجزاء ہے یہاں چلانا، عاجزی کرنا، حاصل ہے۔ ۶۰ جو دار العمل تھا اس میں تو تمہاری یہ حالت تھی۔ شان نزول کی روایتوں میں آتا ہے کہ یہ فخر و ناز کرنے والے قریش تھے جنہیں فخر تولیت و خدمت کعبہ پر تھا۔ شائخ محققین نے اس سے اخذ کر کے کہا ہے کہ اپنی کسی نسبت یا فضیلت اضافی پر، مثلاً یہ کہ ہم فلاں بزرگ کی اولاد ہیں، فلاں فلاں برکات کے حامل ہیں فخر کرنا مذموم ہے۔ ۶۱ یعنی کیا تکذیب کی بنیاد یہ ہے کہ وحی ورسالت کا تخیل ہی انکے لئے نامانوس ہے۔ اور یہ آواز پہلی بار ان کے کان میں پڑ رہی ہے؟ اَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ۔ یعنی اگر یہ لوگ اس کلام پر غور کرتے تو اس کے اعجاز کے قائل ہو جاتے اور تکذیب سے باز آجاتے ــــ یہاں تکذیب کی ص: باعث بے التفاتی کو ٹھہرایا ہے۔

مَعِيْنٍ ۝۵۰ يٰۤاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا

شاداب تھی ۴۷ اے پیغمبرو نفیس چیزیں کھاؤ اور نیک عمل

صَالِحًا ؕ اِنِّىْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ؕ ۝۵۱ وَاِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ

کرو ۴۸ میں خوب جانتا ہوں تمہارے کئے ہوئے کاموں کو اور یہی تمہارا طریقہ ہے کہ

اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ ۝۵۲ فَتَقَطَّعُوْۤا اَمْرَهُمْ

وہ ایک ہی طریقہ ہے اور میں تمہارا پروردگار ہوں سو مجھی سے ڈرتے رہو ۴۹ پر ان (کی امتوں) نے دین میں اپنا

بَيْنَهُمْ زُبُرًا ؕ كُلُّ حِزْبٍۭ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ۝۵۳ فَذَرْهُمْ

طریقہ الگ الگ پیدا کر لیا ہر گروہ کے پاس جو (دین) ہے وہ اسی میں مگن ہے ۵۰ سو آپ انکو ان کی

فِىْ غَمْرَتِهِمْ حَتّٰى حِيْنٍ ۝۵۴ اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ

غفلت میں ایک خاص وقت تک پڑا رہنے دیجئے ۵۱ کیا یہ لوگ یہ گمان کر رہے ہیں کہ ہم ان کو جو کچھ مال و اولاد

مِنْ مَّالٍ وَّبَنِيْنَ ۝۵۵ نُسَارِعُ لَهُمْ فِى الْخَيْرٰتِ ؕ بَلْ لَّا

دیتے چلے جاتے ہیں تو ہم ان کو جلدی جلدی فائدے پہنچا رہے ہیں نہیں بلکہ یہ

يَشْعُرُوْنَ ۝۵۶ اِنَّ الَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ خَشْيَةِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ۝۵۷

لوگ سمجھتے نہیں ۵۲ بے شبہ جو لوگ اپنے پروردگار کی ہیبت سے ڈرتے رہتے ہیں

وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ ۝۵۸ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِرَبِّهِمْ

اور جو لوگ اپنے پروردگار کی نشانیوں پر ایمان رکھتے ہیں اور جو لوگ اپنے پروردگار کے ساتھ

لَا يُشْرِكُوْنَ ۝۵۹ وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَاۤ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ

شرک نہیں کرتے اور جو لوگ دیتے رہتے ہیں جو کچھ دیتے رہتے ہیں اور انکے دل اس سے ڈرتے رہتے ہیں کہ

۴۷ یہ مقام کون سا تھا؟ اور یہ واقعہ کب کا ہے؟ بعض اہلِ تفسیر ادھر گئے ہیں کہ یہ ذکر حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش کے وقت کا ہے۔ اس وقت حضرت مریمؑ کسی بلند ٹیلہ پر مقیم تھیں۔ اور نیچے چشمہ بہ رہا تھا جیسا کہ سورۂ مریم میں ہے۔ قد جعل ربك تحتك سريا۔ ابن کثیر نے اسی کو ترجیح دی ہے۔ لیکن اکثر محققین کی رائے میں اس سے مراد ملک مصر ہے اور آیت کا تعلق ایک دوسرے قصہ سے ہے۔ حضرت مسیحؑ کی پیدائش کے زمانہ میں ملک شام کا حاکم ہیرودیس (HEROD) تھا۔ اور وہ نجوم و کہانت کے عروج کا زمانہ تھا۔ انجیل کی روایت ہے کہ اسے نجومیوں سے یہ پتہ چلا کہ اسرائیلیوں کا آیندہ بادشاہ ایک گھر میں تولد ہو گیا ہے۔ اور وہ گھر حضرت مریم کے شوہر یوسف نجار کا تھا۔ اس نے چاہا کہ اس بچہ کو پکڑ کر قتل کر ڈالے اور آیندہ کے لئے اندیشہ ہی باقی نہ رہے۔ یوسف اس کے قبل ہی غیبی اطلاع پا کر مع حضرت مریمؑ و عیسیٰؑ کے وطن چھوڑ کر مصر کے لئے روانہ ہو گئے۔ ”خداوند کے فرشتہ نے یوسف کو خواب میں دکھائی دے کر کہا کہ اٹھ بچہ اور اسکی ماں کو ساتھ لیکر مصر کو بھاگ جا۔ اور جب تک میں تجھ سے نہ کہوں وہیں رہنا۔ کیونکہ ہیرودیس اس بچہ کو تلاش کرنے کو ہے تاکہ اسے ہلاک کر دے۔ پس وہ اٹھا اور رات کے وقت بچہ اور اسکی ماں کو ساتھ لیکر مصر کو روانہ ہو گیا۔ اور ہیرودیس کے مرنے تک وہیں رہا۔“ (متی ۲: ۱۳، ۱۴) اٰوَيْنٰهُمَاۤ سے بھی اشارہ یہی نکلتا ہے کہ موقع کوئی خطرہ کا تھا جس سے مریمؑ و ابن مریمؑ کو بچایا گیا۔ اور مفسرین کا بھی ایک بڑا گروہ اسی طرف گیا ہے۔ ليس الربى الا بمصر (ابن کثیر عن ابن زید) وھذا عن وھب بن منبه نحو ھذا (ابن کثیر) قال الكلبي وابن زيد ھي بمصر (كبير) ربوة کے لفظی معنی ٹیلہ یا بلند زمین کے ہیں۔ ھي الارض المرتفعة (كشاف) ھي ما ارتفع من الجبل دون الارض (مسح) دوسرے مقامات مثلاً دمشق، رملہ، ایلیا، بیت المقدس وغیرہ کے نام بھی نقل ہوئے ہیں۔ ملاحظہ ہو انگریزی تفسیر القرآن کا حاشیہ۔ ۴۸ اور پیمبروں ہی کے ضمن میں حکم ان کی امتوں کا بھی آ گیا۔ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ۔ میں ذکر تکوینی نعمت کا ہے۔ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا میں حکم تشریعی ہے۔ نفیس و لذیذ چیزوں سے مراد ظاہر ہے کہ صرف حلال غذائیں ہیں۔ حرام غذا میں اگر لذت ہے بھی تو محض عارضی و فوری، جس پر حقیقۃً لذت کا اطلاق ہو ہی نہیں سکتا۔ محققین صوفیہ نے کہا ہے کہ آیت میں رہبانیت کا بھی ابطال ہے جس میں بعض غالی مبتلا ہیں۔ ۴۹ (اور میرے احکام کی مخالفت نہ کرو) اللہ سے ڈرنے کے معنی بس اسی قدر ہیں کہ اس کے احکام کی مخالفت پر جرأت اقدام باقی نہ رہے۔ یہ معنی ہرگز نہیں کہ (نعوذ باللہ) اسے ہوّا بنا کر اس طرح ڈرا جائے، جس طرح کسی جابر حاکم یا موذی دشمن سے ڈرا جاتا ہے۔ اللہ تو محبت و محبوبیت کی چیز ہے، دہشت و وحشت کی نہیں۔ اس کا خوف صرف خوفِ عقلی رہنا چاہئے نہ کہ خوفِ طبعی۔ اُمَّةً سے یہاں مراد دین یا مسلک ہے۔ ای ملتکم وشریعتکم (روح) امة واحدة ای الملة والدين (ابن جرير عن ابن جريج) دین اللہ کی طرف سے ہمیشہ ایک ہی رہا ہے۔ ۵۰ (اور باوجود وضوح حق کے اپنے ہی دین و طریقہ سے چمٹا ہوا ہے) ۵۱ (اے ہمارے پیغمبر۔ اور ان کی ضد اور اصرار علی الباطل پر زیادہ غم نہ کیجیے) یہ ذکر رسول اللہ صلعم کے معاصر کفار کا ہے۔ حَتّٰى حِيْنٍ۔ مراد وقت موت تک ہے۔ ۵۲ یہ دھوکا عام و عالمگیر ہے۔ آج تک ہزاروں لاکھوں مذہب اسی میں مبتلا ہیں۔ تکوینی عیش و راحت کو اپنی حقانیت و مقبولیت کی دلیل سمجھ رہے ہیں! حالانکہ نظام تکوینی میں قانون ربوبیت کے ماتحت تو سانپوں، بچھوؤں سب ہی کی پرورش و کفالت ہوتی رہتی ہے۔ محققین عارفین نے کہا ہے کہ جس طرح ظاہری نعمتوں سے دھوکا نہ کھانا چاہئے اسی طرح باطنی نعمتوں (احوال و مواجید وغیرہا) پر مطمئن و مغرور نہ ہو جانا چاہئے۔

أُمَّةٍ أَجَلَهَا وَمَا يَسْتَأْخِرُونَ ﴿۴۳﴾ ثُمَّ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا

(نہ) پیش دستی کر سکتی ہے اور نہ وہ لوگ پیچھے ہٹ سکتے تھے۴۱ پھر ہم نے اپنے پیغمبروں کو متواتر بھیجا۔

كُلَّمَا جَاءَ أُمَّةً رَّسُولُهَا كَذَّبُوهُ فَأَتْبَعْنَا بَعْضَهُم بَعْضًا

جب کبھی کسی امت کے پاس اسکا پیمبر آیا انہوں نے اسے جھٹلایا سو ہم نے بھی انہیں ایک کے پیچھے ایک کو لگا دیا۴۲

وَّجَعَلْنَٰهُمْ أَحَادِيثَ ۚ فَبُعْدًا لِّقَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُونَ ﴿۴۴﴾ ثُمَّ

اور ہم نے انہیں کہانیاں بنا دیا سو خدا کی مار ان لوگوں پر جو ایمان نہیں لاتے تھے۴۳ پھر

أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ وَأَخَاهُ هَٰرُونَ ۙ بِـَٔايَٰتِنَا وَسُلْطَٰنٍ

ہم نے موسیٰ اور ان کے بھائی ہارون کو بھیجا اپنے احکام اور کھلی دلیل

مُّبِينٍ ﴿۴۵﴾ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَمَلَإِيْهِ فَاسْتَكْبَرُوا وَكَانُوا قَوْمًا

کے ساتھ فرعون اور اس کے درباریوں کے پاس سو ان لوگوں نے تکبر کیا اور وہ لوگ تھے ہی

عَالِينَ ﴿۴۶﴾ فَقَالُوا أَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا وَقَوْمُهُمَا لَنَا

متکبر۴۳ چنانچہ وہ بولے کیا ہم اپنے ہی جیسے دو انسانوں پر ایمان لے آئیں درآنحالیکہ ان کی قوم (بھی) ہمارے

عَٰبِدُونَ ﴿۴۷﴾ فَكَذَّبُوهُمَا فَكَانُوا مِنَ الْمُهْلَكِينَ ﴿۴۸﴾ وَلَقَدْ

زیر حکم ہے۴۴ غرض وہ لوگ ان دونوں کی تکذیب ہی کرتے رہے سو وہ ہلاک ہو کر رہے اور بالیقین

آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَٰبَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُونَ ﴿۴۹﴾ وَجَعَلْنَا ابْنَ

ہم نے موسیٰ کو کتاب دی تاکہ وہ لوگ ہدایت پائیں۴۵ اور ہم نے ابن مریم

مَرْيَمَ وَأُمَّهُۥٓ آيَةً وَآوَيْنَٰهُمَآ إِلَىٰ رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّ

اور انکی والدہ کو ایک بڑا نشان بنایا۴۶، اور ہم نے ان دونوں کو بلند زمین پر پناہ دی جو ٹھہرنے کے قابل

۴۰ (وقت ہلاکت کے لحاظ سے) یعنی جس قوم کو جس وقت ہلاک ہونا ہی تھا وہ عین وقت معین پر ہلاک ہوئی۔ نہ اس سے ذرا پہلے نہ اس سے ذرا پیچھے۔ ۴۱ (ہلاک ہونے میں) یعنی جوں جوں جو قوم اپنے رسول کی تکذیب کی مجرم ہوتی رہی اسی نسبت و ترتیب سے وہ ہلاک و برباد کی جاتی رہی۔ ۴۲ یعنی وہ ایسے نیست و نابود ہوئے کہ ان کا نام و نشان بھی باقی نہ رہا بس محض ان کے تذکرے اور قصے رہ گئے کہ لوگ سنیں اور عبرت حاصل کریں۔ ای صاروا لیتحدث بهم و بحالهم فی الاعصار علی سبیل التعجب والاعتبار و ضرب المثل بهم (بحر) احادیث جمع ہے احدوثہ کی۔ ۴۳ قبول حق و اتباع ہدایت کی راہ میں بڑا مانع یہی جذبۂ خود بینی و استکبار رہا ہے۔ بِـَٔايَٰتِنَا وَسُلْطَٰنٍ مُّبِينٍ۔ یعنی احکام اور معجزۂ صریح کے ساتھ۔ ۴۴ یعنی ایک تو یہ دونوں یوں ہی محض بشر ہیں ہمارے ہی جیسے۔ کوئی فوق البشر نہیں، کوئی دیوتا نہیں اور پھر بشر بھی کیسے ایسے پست و حقیر کہ ان کی قوم کی قوم ہماری محکوم و غلام ہے۔ اسے تو آزاد کرا سکے نہیں اور چلے ہیں ہمارے سامنے پیمبری کا دعویٰ کرنے! شامت زدہ قوموں کی ہمیشہ یہ شامت رہی ہے کہ اصل مسئلہ پر خلوص کے ذہن کے ساتھ غور ہی نہیں کرتے۔ صحیح تنقیح کو سامنے لاتے ہی نہیں، غیر متعلق اور دوسرے مسائل میں الجھ جاتے ہیں۔ وَقَوْمُهُمَا لَنَا عَٰبِدُونَ۔ حکمران ظاہر ہے کہ فرعون تھا نہ کہ اس کی ساری قوم۔ لیکن وہی نفسیت بشری جو آج پھیلی ہوئی ہے اس وقت بھی تھی، یعنی حکمران قوم کا ایک ایک فرد اپنے کو بھی بجائے خود حکمران سمجھ رہا تھا اور پھر یہاں تو فرعون کے ارکان دربار کا ذکر ہے۔ یہ تو بہر حال اپنے کو حاکم سمجھتے ہی۔ اور اپنی "محکوم رعایا" کے ایک ایک فرد کو ذلت و حقارت کی نظر سے دیکھتے ہی۔ ۴۵ الْكِتَٰبَ سے مراد ظاہر ہے کہ توریت ہے اور ذکر اب فرعونیوں کی ہلاکت کے بعد اسرائیلیوں کا ہو رہا ہے۔ لَعَلَّهُمْ۔ ضمیر جمع غائب اسرائیلیوں یا قوم موسیٰ کی جانب ہے، نہ کہ قوم فرعون کی۔ ولا یجوز عود الضمیر الی فرعون و قومه (بیضاوی) ۴۶ (اپنی قدرت و صنعت کا، مثلاً یہی کہ عیسیٰ مسیح کو باپ کے بلا توسط پیدا کر دیا) آيَةً کی تنوین اظہار عظمت کے لئے ہے۔ اور بڑا نشان محاورۂ قرآنی میں وہ ہے جو معمولات عام سے ہٹ کر ہو۔ امام رازیؒ نے فرمایا کہ مریم و ابن مریم دو ہستیوں کا ذکر لاکر قیاس یہ چاہتا تھا کہ آيَةً (واحد) کے بجائے صیغۂ تثنیہ آیتین استعمال ہوتا لیکن قرآن مجید نے صیغۂ واحد لاکر ادھر اشارہ کر دیا کہ حضرت عیسیٰ کے معجزات مراد نہیں، بلکہ کسی ایک ایسے واقعہ کی طرف اشارہ ہے جس میں حضرت عیسیٰ اور انکی والدہ دونوں شریک ہیں اور ایسا عجیب و غریب واقعہ بجز ان کی بے باپ کی ولادت کے اور کوئی نہیں۔ سلسلۂ اسرائیلی کے انبیاء کا ذکر یہاں صرف دو بڑے پیغمبروں پر ختم کر دیا۔ ایک وہ جو اس امت کے لئے کتاب احکام و دستور شریعت لیکر آیا۔ دوسرا وہ جو اس سلسلہ کا خاتم ہوا۔

أَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ إِنَّكُمْ إِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿٣٤﴾ أَيَعِدُكُمْ

اپنے ہی جیسے بشر کی راہ قبول کرلی تو تم تو نرے گھاٹے ہی میں رہے ٣٤ یہ (شخص) تم سے

أَنَّكُمْ إِذَا مِتُّمْ وَكُنْتُمْ تُرَابًا وَّعِظَامًا أَنَّكُمْ مُّخْرَجُوْنَ ﴿٣٥﴾

یہی کہتا ہے نا کہ جب تم مرجاؤ گے اور مٹی اور ہڈیاں ہوجاؤ گے تو تم (پھر سے) نکالے جاؤ گے؟

هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ ﴿٣٦﴾ إِنْ هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا

بہت ہی بعید بہت ہی بعید ہے جو بات تم سے کہی جاتی ہے بس زندگی تو ہماری (یہی) دنیوی

الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ﴿٣٧﴾ إِنْ هُوَ

زندگی ہے کہ ہم میں کوئی مرتا ہے اور کوئی پیدا ہوتا ہے اور ہم ہرگز (دوبارہ) اٹھائے جانے والے نہیں ٣٥ یہ تو بس

إِلَّا رَجُلٌ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا وَّمَا نَحْنُ لَهٗ

ایک انسان ہے جس نے خدا پر جھوٹ گڑھ لیا ہے اور ہم تو ہرگز

بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿٣٨﴾ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ ﴿٣٩﴾ قَالَ

اسکو ماننے والے نہیں ٣٦ (پیغمبر نے) کہا اے میرے پروردگار میرا بدلہ لے کہ انہوں نے مجھے جھٹلایا (اللہ نے) فرمایا

عَمَّا قَلِيْلٍ لَّيُصْبِحُنَّ نٰدِمِيْنَ ﴿٤٠﴾ فَأَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ

عنقریب یہ لوگ پچھتا کر رہیں گے چنانچہ پھر انہیں ایک سخت آواز نے موافق

بِالْحَقِّ فَجَعَلْنٰهُمْ غُثَآءً ۚ فَبُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٤١﴾ ثُمَّ

وعدۂ برحق کے آپکڑا تو ہم نے انکو خس و خاشاک بنادیا ٣٧ سو خدا کی مار ظالم لوگوں پر ٣٨ پھر

أَنْشَأْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ قُرُوْنًا اٰخَرِيْنَ ﴿٤٢﴾ مَا تَسْبِقُ مِنْ

ہم نے ان کے بعد دوسرے گروہوں کو پیدا کیا ٣٩ کوئی امت اپنے مقرر وقت سے

٣٤ (عقلی اور عملی نتائج کے لحاظ سے) یعنی اپنی رائے اور اپنے آزاد مشرب کو چھوڑ کر اگر تم ایک اپنے ہی جیسے انسان کی بنائی ہوئی راہ پر پڑ لئے تو اس سے بڑھ کر بیوقوفی اور کیا ہوگی؟ یہ تو بڑا نقصان عقل ہوا۔ اور پھر یہ تمہیں خدا معلوم کیسی کیسی مادی مضرتوں میں مبتلا کردے!

٣٥ مادیت و دہریت کا پورا فلسفہ ان سطروں میں آگیا۔ دین صحیح کے داعی کا اصلی کام انہیں خیالات و عقائد پر ضرب کاری لگانا ہے۔ اور یہی خیالات و عقائد نام اور اصطلاحیں بدل بدل کر ہر زمانہ اور ہر ملک میں منکرین و مکذبین کی زبان سے ظاہر ہوا کئے ہیں۔

٣٦ خدا پر افترا یہی کہ مثلاً خدا اپنے بندوں سے کلام کرتا ہے۔ خدا اکیلا بغیر کسی شریک، سہیم و مصاحب کے ہے۔ اس مادی زندگی کے بعد کوئی دوسری زندگی بھی پیش آنی ہے۔ وغیرہا۔ ملحد و مشرک قومیں ان عقائد کو تمامتر بے بنیاد سمجھتی رہتی ہیں۔ ٣٧ یعنی ان قوموں کو ہلاک و برباد کرنے کے بعد ان کے مسکنوں تک کو ویران کردیا۔ بِالْحَقِّ سے مراد ہے اس صحیح وعدہ کے مطابق جو رسول سے ہوچکا تھا۔ اے بالوعد الصدق الذی وعد بہ الرسول (روح) الصَّيْحَةُ سے مراد تند آندھی بھی ہوسکتی ہے، زلزلہ بھی۔ غرض عذاب کی ہر صورت۔ عَمَّا میں عن مرادف ہے بعد کا۔ عن بمعنی بعد ھنا (روح) قَلِيْلٍ کو زمان قلیل کے معنی میں لیا گیا ہے۔ اے عن زمان قلیل (بیضاوی) ٣٨ ظالم سے مراد کافر و منکر ہیں۔ بُعْدًا۔ عربی محاورہ میں یہ اسی موقع پر آتا ہے جیسے اردو میں "خدا کی مار" ٣٩ (اور یہ مختلف امتیں بھی تکذیب انبیاء کی پاداش میں اپنے اپنے وقت پر ہلاک ہوتی رہیں)

وَمَنْ مَّعَكَ عَلَى الْفُلْكِ فَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ
کشتی پر بیٹھ چکیں تو کہنا کہ (ساری) حمد ہے اللہ کے لئے جس نے
نَجّٰىنَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۲۸ وَقُلْ رَّبِّ اَنْزِلْنِىْ مُنْزَلًا
ہم کو ظالم لوگوں سے نجات دی ۲۸ اور کہنا کہ اے پروردگار مجھے برکت کا اتارنا
مُّبٰرَكًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ ۲۹ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ وَّ
اتاریو اور تو سب اتارنے والوں سے اچھا ہے ۲۹ اس (سارے واقعہ) میں (بہت سی) نشانیاں
اِنْ كُنَّا لَمُبْتَلِيْنَ ۳۰ ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا
ہیں اور ہم آزماتے ہی رہتے ہیں ۳۰ پھر ہم نے ان کے بعد دوسرا گروہ
اٰخَرِيْنَ ۳۱ فَاَرْسَلْنَا فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ اَنِ اعْبُدُوا
پیدا کیا پھر ہم نے ان کی طرف ایک پیغمبر کو انہیں میں سے بھیجا (یہ پیام دے کر) کہ اللہ ہی کی
اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ۳۲ وَقَالَ الْمَلَاُ
پرستش کرو تمہارا کوئی معبود اس کے سوا نہیں سو کیا تم ڈرتے نہیں ہو ۳۱ ان کی قوم میں جو
مِنْ قَوْمِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ وَ
سردار تھے اور جو کافر اور آخرت کے آنے کے جھٹلانے والے تھے اور
اَتْرَفْنٰهُمْ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ
ہم نے انہیں دنیا کی زندگی میں عیش بھی دے رکھا تھا ۳۲ وہ بولے کہ یہ تو بس تمہارے ہی طرح کے ایک آدمی ہیں
يَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ ۳۳ وَلَئِنْ
وہی کھاتے ہیں جو تم کھاتے ہو اور وہی پیتے ہیں جو تم پیتے ہو ۳۳ اور اگر تم نے

ع ۲

۲۸ انبیاء و مومنین کو ایک ایک ادب کی تعلیم اللہ کی طرف سے ہوتی رہتی ہے۔ اور ہر نعمت کو اسی کی جانب منسوب کرنا سکھایا جاتا ہے۔ ۲۹ یہ تعلیم دعا اس وقت کے لئے ہے جب کشتی خشکی پر ٹھہرنے کے قریب ہو۔ ۳۰ (اپنے بندوں کو ایسے ایسے حوادث تکوینی کے ذریعہ سے) لَاٰيٰتٍ۔ اس سارے واقعہ کے اندر بہت سی نشانیاں حق تعالیٰ کی قدرت و حکمت کی ہیں۔ ۳۱ (شرک اور انجام شرک سے) مِنْۢ بَعْدِهِمْ۔ یعنی قوم نوحؑ کے بعد جس کا ذکر ابھی ہو چکا ہے۔ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ۔ یہ قوم کون سی تھی؟ عام رجحان یہ ہے کہ یہ قوم عاد یا قوم ثمود کی جانب اشارہ ہے۔ بہرحال کوئی نہ کوئی مشرک ہی قوم تھی۔ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ۔ سنت الٰہی یہی ہے کہ جس قوم کی ہدایت مقصود ہوتی ہے۔ اس کے لئے ہادی خود اسی قوم میں سے بھیجا جاتا ہے۔

اَنِ ...... تَتَّقُوْنَ دعوت ہر نبی مرسل کی ہر زمانہ اور ہر ملک میں توحید ہی کی رہی ہے۔ ۳۲ یہ آیت (دوسری متعدد آیات کی طرح) اس باب میں نص ہے کہ دولت و خوشحالی کفر و شرک کے ساتھ جمع ہو سکتی ہے — — آج جو خام کار مصلحین اس بات پر اڑے ہوئے ہیں کہ دنیوی اور مادی ترقیاں اسلام صحیح ہی سے پیدا ہو سکتی ہیں۔ وہ اس آیت کو اور ایسے ہی بہت سے دوسرے نصوص کو کیا کریں گے؟ ۳۳ منکرین و مکذبین کی سب سے بڑی دلیل پہلے بھی یہی رہی ہے اور اب بھی یہی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جب مادی حیثیت سے ہم اور نبی یکساں ہیں۔ طبعی حاجتوں کے لحاظ سے ہم میں اس میں کوئی فرق ہی نہیں وہ ہماری ہی طرح کھاتا پیتا، چلتا پھرتا، سوتا جاگتا، لیٹتا بیٹھتا ہے تو اسے ہم نبی کیسے مان لیں؟ "خدا کا اوتار تو وہ ہو سکتا ہے جو عجیب و غریب کرشمہ دکھائے، ہوا پر اڑے، جانوروں سے باتیں کرے، بھوک پیاس وغیرہ کی طلب سے آزاد ہو۔ غرض ہر مادی اعتبار سے انسان نہ ہو بلکہ کم از کم فوق البشر تو ضرور ہو!

فَقَالَ الْمَلَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا هٰذَآ اِلَّا

تو ان کی قوم میں جو کافر رئیس تھے وہ کہنے لگے ٢١ کہ یہ (شخص) اور ہے کیا بجز

بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يُرِيْدُ اَنْ يَّتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ ۭ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ

اسکے کہ تمہارا ہی جیسا انسان ہے ٢٢ چاہتا ہے کہ تم سے برتر ہو کر رہے اور اگر خدا (یہی) چاہتا

لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً ښ مَّا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ ؀٢٤

تو وہ فرشتوں کو بھیجتا ہم نے یہ بات اپنے پہلے بڑوں سے تو سنی ہی نہیں ٢٣

اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلٌۢ بِهٖ جِنَّةٌ فَتَرَبَّصُوْا بِهٖ حَتّٰى حِيْنٍ ؀٢٥

بس یہ ایک آدمی ہے جس کو جنون ہو گیا ہے سو ایک خاص وقت تک انتظار کرو ٢٤

قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ ؀٢٦ فَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ اَنِ

(نوح نے) عرض کیا اے میرے پروردگار میرا بدلہ لے کہ انہوں نے مجھ کو جھٹلایا ٢٥ پس ہم نے انکے پاس حکم بھیجا

اصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا فَاِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ

کہ کشتی ہماری نگرانی میں اور ہمارے حکم سے تیار کرو پھر جب ہمارا حکم (عذاب) آ پہنچے گا۔ اور

التَّنُّوْرُ ۙ فَاسْلُكْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَاَهْلَكَ

زمین سے پانی ابلنا شروع ہو جائے تو ہر قسم کے (جانوروں میں سے) دو دو عدد اسمیں رکھ لو اور اپنے گھر والوں کو بھی

اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ مِنْهُمْ ۚ وَلَا تُخَاطِبْنِيْ فِي

اس میں (سوار کر لو) بجز اس کے جس پر ان میں سے حکم (غرق) نازل ہو چکا ہے ٢٦ اور مجھ سے ظالموں (کی نجات)

الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۚ اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ؀٢٧ فَاِذَا اسْتَوَيْتَ اَنْتَ

کے بارہ میں کچھ نہ کہنا بیشک وہ سب غرق ہو کر رہیں گے ٢٧ پھر جب تم اور تمہارے ساتھی

ف٢١ (اپنی قوم کی عام پبلک سے) ف٢٢ (اور جب خالی خولی انسان ہی ہے تو پھر خدا کا اوتار یا دیوتا وغیرہ کیسے ہو سکتا ہے) مشرک قوموں کی بنیادی غلطی بھی عقیدۂ رسالت میں گمرہی ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ انسان کی ہدایت کیلئے جب کوئی آئے گا وہ یا تو خود خدا ہو گا بشکل انسان، اور یا کوئی دیوتا۔ یہ اسلام ہی ہے جس نے اس بنیادی گمرہی پر ضرب لگائی اور بار بار اعلان کیا کہ رسول تو محض بشر ہی ہوتا ہے مع تائید وحی کے۔ بجز دولت وحی کے کوئی شے بھی اس میں عام انسانوں سے زائد نہیں ہوتی۔ اہل توحید کو اور مسلمان کے گھر میں پیدا ہونے والوں کو یہ بات بالکل موٹی سی معلوم ہوتی ہے لیکن مشرکوں کی سمجھ میں اتنی بات بھی نہیں آتی۔ ف٢٣ یعنی کیسی انوکھی اس شخص کی دعوت ہے۔ دیوی دیوتا جنہیں ہم اور ہمارے باپ دادا ہمیشہ سے مانتے چلے آئے ہیں۔ ان کا یہ شخص منکر ہے۔ اور سب سے نرالی بات یہ کہہ رہا ہے کہ معبود بس خالی ایک ہی ہے! —— منکرین دعوت پیغمبر ہر دور میں اپنے زمانہ کے نہایت جمود پسند (کنسرویٹیو) قسم کے لوگ ہوا کئے ہیں۔ يُرِيْدُ اَنْ يَّتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ۔ برتری سے مراد دنیوی یعنی جاہ و ریاست کی برتری مراد ہے —— بدبخت منکروں نے ہمیشہ اپنے ظرف و طینت پر قیاس کر کے پیمبروں کی نیت سے بدگمانی کی ہے اور انہیں اپنا ہی جیسا طالب دنیا فرض کیا ہے۔ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً یعنی خدا کو ہماری صلاح و ہدایت ہی اگر منظور ہوتی تو اس غرض کے لئے کوئی فوق البشر ہستی نازل کی جاتی۔ کوئی دیوی دیوتا آتے، کوئی اوتار ظاہر ہوتے۔ ف٢٤ (جب یہ خود ہی ایک مدت پر پہنچ کر ختم ہو جائے گا) بِهٖ جِنَّةٌ۔ یعنی اسے جنون ہو گیا ہے۔ یا یہ آسیب زدہ ہے۔ ف٢٥ پیغمبروں کا صبر بھی آخر غیر محدود نہیں ہوتا۔ جب وہ دیکھتے ہیں کہ ان کے پیام حق کی برابر تکذیب ہی ہو رہی ہے تو ایک مدت مدید کے بعد آخر ان کا پیمانۂ صبر بھی لبریز ہو جاتا ہے۔ اور وہ نصرت الٰہی کے اسی دنیا میں عملی ظہور کی دعا کرنے لگتے ہیں۔ ف٢٦ (اس کے کفر کے پاداش میں) کافر نافرمان کے لئے کوئی گنجائش نجات و مغفرت کی نہیں۔ خواہ وہ نبی کا عزیز قریب ہی ہو۔ مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ یعنی ایسے جانوروں میں سے جو کام آنے والے ہوں دو دو عدد۔ نوح۔ فُلْك۔ تنور وغیرہ پر حاشیے سورۂ ہود (پ١٢) میں گزر چکے۔ ف٢٧ (ان کے حق میں سعی سفارش سب لاحاصل ہے) الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا۔ اپنے حق میں ظلم کرنے والے یعنی کافر۔ محاورۂ قرآنی میں یہ استعمال عام ہے۔ ای فی الذین کفروا (ابن جریر)

السَّمَآءِ مَآءً بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ فِى الْاَرْضِ ۖ وَاِنَّا
بانداز کے ساتھ پانی برسایا پھر ہم نے اسے زمین میں ٹھہرایا اور ہم
عَلٰى ذَهَابٍۢ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ ﴿۱۸﴾ فَاَنْشَاْنَا لَكُمْ بِهٖ جَنّٰتٍ
اس کے معدوم کرنے پر بھی قادر ہیں ۱۵ پھر ہم نے اس کے ذریعہ سے تمہارے لئے
مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ ۘ لَكُمْ فِيْهَا فَوَاكِهُ كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا
کھجوروں کے اور انگوروں کے باغ اگائے ان میں تمہارے لئے بہت سے میوے ہیں اور ان میں سے
تَاْكُلُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَشَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَيْنَآءَ تَنْۢبُتُ
تم کھاتے بھی ہو ۱۶ اور ایک اور درخت بھی (پیدا کیا) جو طور سینا میں پیدا ہوتا ہے ۱۷ وہ اگتا ہے
بِالدُّهْنِ وَصِبْغٍ لِّلْاٰكِلِيْنَ ﴿۲۰﴾ وَاِنَّ لَكُمْ فِى الْاَنْعَامِ
تیل لئے ہوئے اور کھانے والوں کے لئے سالن لئے ہوئے ۱۸ اور تمہارے لئے غور کا موقع مویشیوں
لَعِبْرَةً ۭ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِىْ بُطُوْنِهَا وَلَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ
میں ہے ہم تمہیں پینے کو دیتے ہیں ان کے جوف میں کی چیز کو اور تمہارے لئے ان میں بہت کچھ
كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ
فائدے ہیں ۱۹ اور ان میں سے (بعض کو) تم کھاتے بھی ہو اور ان پر اور کشتی پر
تُحْمَلُوْنَ ﴿۲۲﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ
سوار پھرتے ہو ۲۰ اور بیشک ہم نے نوح کو بھیجا ان کی قوم کی طرف سو انہوں نے کہا
يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۲۳﴾
اے میری قوم والو اللہ ہی کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی تمہارا معبود نہیں تو کیا تم ڈرتے نہیں؟ ۲۰

وقف لازم

ركوع ۱

ف۱۵ ان سب افعال تکوینی کی خالق تنہا وہی ذات واحد ہے۔ اِندر دیوتا یا کوئی اور دیوی دیوتا اس کے شریک نہیں۔ بِقَدَرٍ یعنی مقدار معین و مناسب میں اور وقتِ مناسب پر۔ ف۱۶ (بعض کو خشک کر کے بطور غذا کے) فَوَاكِهُ كَثِيْرَةٌ۔ بہت سے پھل تر و تازہ کھائے جاتے ہیں۔ یہاں یہ بتایا کہ یہ عمل تکوینی بھی تمامتر حق تعالیٰ ہی کا ہے۔ کھیت پات رزق کا دیوتا کوئی الگ نہیں۔ نخیل و اعناب۔ کھجور کی اہمیت اور اس لئے اس کے ذکر کی تخصیص اہلِ عرب کے لئے بالکل ظاہر ہے۔ انگور بھی عرب کے بعض حصوں کا خاص میوہ ہے۔ ملاحظہ ہو بقرہ (پ ۳) آیت ۲۶۲ کا حاشیہ۔ ف۱۷ یہاں کسی درخت کے نام کی تصریح نہیں لیکن سب کا اتفاق ہے کہ اس سے مراد زیتون ہے۔ والمراد بہا الزیتون (روح) زیتون خاص پیداوار ہے ملک فلسطین اور اس سے ملحق جزیرہ نما سینا کی۔ ملاحظہ ہو حاشیہ تفسیر انگریزی۔

ف۱۸ روغن زیتون کے فوائد غذائی بھی اور خارجی استعمال میں بھی طب قدیم و جدید دونوں کو مسلم ہیں۔ ملاحظہ ہو حاشیہ تفسیر انگریزی۔ زیتون کا ذکر توریت و انجیل دونوں میں بھی بار بار آیا ہے۔ مثلاً استثنا ۸: ۸۔ قاضیون ۹: ۸۔ متی ۶: ۷۔ او ۲۵: ۳۔ لوقا ۱۰: ۳۴۔ ف۱۹ جمادات و نباتات کی طرح چوپائے جانور اور مویشی بھی انسان کی خدمت ہی کے لئے ہیں۔ انہیں اپنا معبود یا مخدوم سمجھ لینا انسان کی انتہائی پستی اور نافہمی ہے۔ انعام پر حاشیے سورۂ انعام پ ۸ اور سورۃ النحل پ ۱۴ میں گزر چکے۔ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِىْ بُطُوْنِهَا مراد دودھ کا ہونا ظاہر ہی ہے۔ وَلَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ كَثِيْرَةٌ۔ علاوہ غذائی مصرف کے۔ گائے بیل کی کھال۔ بھیڑ کی اون، بعض جانوروں کے سینگ وغیرہ یہ سب انسانوں کے کام کی چیزیں ہیں اور جانوروں کی تجارت ایک بڑی نفع بخش تجارت۔ وَعَلَى الْفُلْكِ بحری سواریاں جتنی بھی ایجاد ہوں سب فُلك کے تحت میں آجائیں گی۔

ف۲۰ (دوسروں کو شریک خدائی بنانے سے) حضرت نوحؑ اور ان کے قوم کے معاملات پر حواشی سورۃ الاعراف پ ۸ میں گزر چکے۔

ے۷ ابھی مومنین و مفلحین کی صفات حسنہ کا آغاز خشوع نماز کے ذکر سے کیا تھا۔ اختتام بھی نماز ہی کی محافظت و مداومت پر کیا ـــــــ مقام عبرت ہے کہ جس امت کو انفرادی و اجتماعی ہر حیثیت سے فلاح کے لئے نماز کی اس قدر تاکید ہو رہی ہے وہ نماز ہی کی طرف سے اس غفلت میں پڑ جائے! ے۸ وارث ہونے کے معنی ہیں کہ جنت پر قابض و متصرف ہونگے اور گویا اس کے مالک ہو جائینگے۔ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ میں جو حصر ہے وہ باعتبار استحقاق فردوس کے ہے جو بحسب احادیث جنت کا اعلیٰ درجہ ہے۔ ورنہ نفس جنت مطلق مومنین کے لئے عام ہوگی گو صفات مذکورہ میں کمی ہو!

ے۹ مٹی کا خلاصہ یعنی غذا۔ غذائے نباتی کا مٹی سے اگنا اور پیدا ہونا بالکل ظاہر ہے۔ اور غذائے حیوانی کا آخری ماخذ بھی جاکر نباتات کے واسطہ سے مٹی ہی ٹھہرتی ہے۔ ے۱۰ (جس سے وہ ہڈیاں ڈھک گئیں اور ڈھانچہ پر جلد چڑھ گئی) فِىْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ۔ یعنی رحم مادر میں۔ رحم کی مضبوطی اور محفوظیت پر تشریح الابدان کی کتابیں گواہ ہیں۔ فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا۔ یعنی بوٹی کے بعض اجزا کو ہڈیوں میں تبدیل کر دیا۔ خلقت انسانی کے ان مراتب کی تفصیل طب قدیم و جدید کی کتابوں میں ملاحظہ کی جا سکتی ہیں۔ ے۱۱ (روح انسانی ڈال کر اور حالات سابق سے بالکل ممتاز بنا کر) جمادیت و نباتیت کا ذکر نہیں، حیوانیت بلکہ حیوانیت اعلیٰ سے بھی انسان جس قدر ممتاز و بلند ہے اس کی شرح کے لئے ایک دفتر چاہئے۔ کچھ مختصر حوالے انگریزی تفسیر القرآن میں ملیں گے۔ یہ خلقاً اٰخر ہی وہ چیز ہے جہاں تک ڈارون غریب اور اس کے پیروؤں کی نظر نہ پہنچ سکی اور یہ لوگ انسان کو ایک ترقی یافتہ حیوان ہی سمجھتے رہے۔ خلقاً اٰخر کی تفسیر صحابہ اور تابعین کے کلام میں روح سے آئی ہے۔ قال ابن عباس والشعبی وابو العالیۃ والضحاک وابن زید هو نفخ الروح فیہ (ابن جریر) ے۱۲ (جس کی قدرت و مہارت صناعی تک کسی بڑے سے بڑے بھی صناع کی رسائی ممکن نہیں، دوسرے صناعوں کی قدرت صرف ترکیب و تحلیل تک محدود ہے۔ آفرینش جس چیز کا نام ہے یہ خاص اللہ ہی کا حصہ ہے۔ خلق عربی میں ایک تو ایجاد و ابداع یعنی نیست سے ہست کرنے کے معنی میں آتا ہے۔ اور اس معنی میں یہ اللہ کا وصف خصوصی ہے اور اسی معنی میں قرآن میں آیا ہے افمن یخلق کمن لا یخلق۔ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ سے یہ دھوکا نہ ہو کہ کیا اللہ کے سوا کوئی اور خالق بھی ہے؟ خالقین یہاں صانعین کے معنی میں ہے۔ ای احسن الصانعین [illegible] اور عربی میں ہر صانع کو خالق بھی کہا جاتا ہے۔ العرب تسمی کل صانع خالقا (ابن جریر) اور آگے سند میں زہیر کا کلام پیش کیا ہے۔ ے۱۳ یہاں ایجاد یا ابداع اور افنا ریا اہلاک اور احیاء تینوں مراتب کا بیان آگیا۔ ے۱۴ (کہ نادانوں کی طرح مخلوق کی ضرورتوں اور حکمتوں مصلحتوں کو نظر انداز کر جائیں) طَرَآئِقَ۔ طریقۃ کے لفظی معنی راستہ کے ہیں۔ مجازاً مراد یہاں آسمانوں سے لی گئی ہے۔ یعنی السمٰوٰت السبع (ابن کثیر عن مجاہد) الطرائق السمٰوٰت (ابن جریر عن ابن زید) اور بعض نے برابر راستہ ہی اس کے معنی آسمانوں کے لئے ہیں اور کہا ہے کہ جو چیز کسی چیز کے اوپر ہوتی ہے وہ بھی عربی میں طریقۃ ہی کہلاتی ہے۔ الطرائق السمٰوٰت لانہ طوارق والعرب تسمی کل شیء فوق شیء طریقۃ (ابن جریر) یا آسمانوں کو طرائق سے یہاں اس لئے تعبیر کیا گیا کہ ان میں فرشتوں کی آمد و رفت اور ستاروں کی گردش کے لئے راہیں اور راستے ہیں۔ بعضها فوق بعض (کشاف) او لانها طرق الملائکۃ وقیل الاجرام لانها طرائق الکواکب فیها مسیرها (کشاف)

يُحَافِظُونَ ﴿٩﴾ أُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُونَ ﴿١٠﴾ الَّذِينَ يَرِثُونَ
رکھنے والے ہیں ؎ (بس) یہی لوگ وارث ہونے والے ہیں جو فردوس کے

وقف لازم

الْفِرْدَوْسَ ۖ هُمْ فِيهَا خٰلِدُونَ ﴿١١﴾ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ
وارث ہونگے اور اس میں (ہمیشہ ہمیش) رہیں گے ؎ اور بالیقین ہم نے انسان کو

مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِينٍ ﴿١٢﴾ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِي قَرَارٍ
مٹی کے جوہر سے پیدا کیا ؎ پھر ہم نے اسے نطفہ بنایا ایک محفوظ

مَّكِينٍ ﴿١٣﴾ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ
مقام میں پھر ہم نے نطفہ کو خون کا لوتھڑا بنا دیا پھر ہم نے خون کے لوتھڑے کو

مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ
گوشت کی بوٹی بنا دیا پھر ہم نے بوٹی کو ہڈی بنا دیا پھر ہم نے ہڈیوں پر گوشت

لَحْمًا ۗ ثُمَّ أَنْشَأْنٰهُ خَلْقًا آخَرَ ۗ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ أَحْسَنُ
چڑھا دیا ؎ پھر ہم نے اسے ایک دوسری مخلوق بنا دیا ؎ کیسی شان والا ہے اللہ تمام صناعوں

الْخٰلِقِينَ ﴿١٤﴾ ثُمَّ إِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُونَ ﴿١٥﴾ ثُمَّ إِنَّكُمْ
سے بڑھ کر ؎۱۲ پھر تم اس (سب) کے بعد ضرور ہی مر کر رہو گے پھر تم قیامت

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُونَ ﴿١٦﴾ وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ
کے دن از سر نو اٹھائے جاؤ گے ؎۱۳ اور ہم نے تمہارے اوپر سات آسمان

طَرَآئِقَ ۖ وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِينَ ﴿١٧﴾ وَأَنْزَلْنَا مِنَ
بنائے اور ہم مخلوق کے باب میں بے خبر نہ تھے ؎۱۴ اور ہم نے آسمان سے

سُورَةُ الْمُؤْمِنُونَ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ مِائَةٌ وَثَمَانَ عَشْرَةَ اٰيَةً وَسِتُّ رُكُوعَاتٍ

سورۂ مومنون مکی ہے اور اس کی ١١٨ آیتیں اور ٦ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ نہایت مہربان باربار رحم کرنے والے کے نام سے

قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ ① الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ

یقیناً (وہ) مومنین فلاح پا گئے ؎١ جو اپنی نماز میں خشوع رکھنے والے

خٰشِعُونَ ② وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ ③

ہیں ؎٢ اور جو لغو (بات) سے برکنار رہنے والے ہیں ؎٣

وَالَّذِينَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُونَ ④ وَالَّذِينَ هُمْ

اور جو (اپنا) تزکیہ کرنے والے ہیں ؎٤ اور جو اپنی

لِفُرُوجِهِمْ حٰفِظُونَ ⑤ إِلَّا عَلٰى أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ

شرمگاہوں کی نگہداشت رکھنے والے ہیں۔ ہاں البتہ اپنی بیویوں اور باندیوں سے نہیں کہ (اس صورت

أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ ⑥ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ

میں) ان پر کوئی الزام نہیں ہاں جو کوئی اسکے علاوہ کا طلبگار

ذٰلِكَ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُونَ ⑦ وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمٰنٰتِهِمْ

ہوگا، سو ایسے ہی لوگ تو حد سے نکل جانے والے ہیں ؎٥ اور جو اپنی امانتوں

وَعَهْدِهِمْ رٰعُونَ ⑧ وَالَّذِينَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ

اور اپنے عہد کا لحاظ رکھنے والے ہیں ؎٦ اور جو اپنی نمازوں کی پابندی

؎١ فلاح کے مفہوم کی وسعت اور جامعیت پر حاشیہ سورۃ البقرہ کے رکوع اول میں المفلحون کے تحت میں گذر چکا۔ فلاح کی پہلی شرط مومن ہونا ہے۔ بغیر ایمان یا صحت اعتقاد کے کوئی سا بھی عمل مقبول نہیں۔

؎٢ (اور نماز خواہ فرض ہو یا غیر فرض) نماز کی اہمیت اس سے ظاہر ہے کہ اعمال میں سب سے پہلے جگہ اسی کو ملی۔ خاشعون "خشوع کی حقیقت ہے سکون یعنی قلب کا بھی کہ خیالات غیر کو قلب میں لقصد حاضر نہ کرے۔ اور جوارح کا بھی کہ عبث حرکتیں نہ کرے۔ اور اس کی فرضیت میں کلام ہے۔ مگر حق یہ ہے کہ صحت صلوٰۃ کا تو موقوف علیہ نہیں، اور اس مرتبہ میں فرض نہیں، اور قبول صلوٰۃ کا موقوف علیہ ہے اور اس مرتبہ میں فرض ہے" (تھانویؒ) روی عن ابراہیم ومجاہد والزہری الخشوع السکون (جصاص)

؎٣ (خواہ وہ لغویت فعلی ہو یا قولی) اللغو۔ لغو کہتے ہیں ہر اس حرکت کو جو عبث، بے حاصل، لایعنی ہو، آخرت یا صرف دنیا کے اعتبار سے بھی۔ اللغو ما لا ینبغی من قول او فعل (کشاف) اللغو الفعل الذی لا فائدۃ فیہ (جصاص) زندگی بڑی ہی قیمتی شے اور بڑی سنجیدہ و اہم حقیقت ہے۔ بسلمان کی شان یہ نہیں کہ ایک لمحہ بھی کسی غیر مفید بات کی طرف توجہ کرے۔ سیر و تفریح، مشاغل نشاط، جس حد تک صحت جسم اور انبساط قلب کے لئے ضروری ہیں۔ ظاہر ہے کہ انکا شمار لغو میں نہیں۔ "لغو کا ادنیٰ درجہ مباح ہے مگر ترک اس کا اولیٰ و موجب مدح ہے۔ لغو کا اعلیٰ درجہ معصیت ہے اور اس کا ترک واجب" (تھانویؒ) امام رازیؒ نے کہا ہر کہ ہر لغویات سے بچنے کا ذکر جو خشوع صلوٰۃ کے معاً بعد اور حکم زکوٰۃ سے قبل ہی لے آیا گیا ہے اس کا راز یہ ہے کہ لغویات سے اجتناب صلوٰۃ کی عین تکمیل کرنے والا ہے۔ الاعراض عن اللغو من متممات الصلوٰۃ (کبیر)

؎٤ (اعمال میں، اخلاق میں) الزکوٰۃ یہاں اصطلاحی معنی میں نہیں لغوی معنی میں ہے۔ ابو مسلم سے یہی معنی منقول ہیں۔ ان فعل الزکوٰۃ یقع علی کل فعل محمود مرضی (کبیر) الظاہر ان المراد بالزکوٰۃ المعنی المصدر (ای اعنی التزکیۃ) (روح) للزکوٰۃ۔ لِ یہاں غایت کے لئے ہے۔ اللام فیہ للعلۃ والقصد (راغب) یعنی ان کا مقصود اعمال و افعال سے یہی ہوتا ہے کہ اپنے کو پاک و صاف کریں۔ یفعلون ما یفعلون من العبادۃ لیزکیہم اللہ تعالیٰ او لیزکوا انفسہم (راغب) قال صاحب الکشاف عنی عن الآیۃ الذین ہم لاجل الطہارۃ وتزکیۃ النفس عاملون الخیر (روح) قیل الزکوٰۃ ہنا للنماء والزیادۃ واللام لام العلۃ ومعمول فاعلون محذوف التقدیر والذین ہم لاجل تحصیل النماء والزیادۃ فاعلون الخیر (بحر) الزکوٰۃ کے اگر اصطلاحی فقہی معنی لئے جائیں جب بھی کوئی مضائقہ نہیں اور بہت سے حضرات اسی طرف گئے ہیں۔

؎٥ (اور بڑے سخت نافرمان) آیت کا مطلب یہ ہے کہ قضائے شہوت بجائے خود ہرگز محل الزام نہیں اور جس طرح بھوک، پیاس، نیند وغیرہ کی ضرورتیں فطری ہیں یہ خواہش بھی طبعی ہے۔ قابل الزام صرف اس کا بے محل استعمال ہے۔ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ۔ باندیوں سے مراد ظاہر ہے کہ صرف شرعی باندیاں ہیں نہ کہ عرفی۔ حاشیہ پہلے گذر چکا ہے۔ بیویوں اور باندیوں کے حلال ہونے سے مراد ان کی جنس کا حلال ہونا ہے۔ نہ یہ کہ بیوی اور باندی سے صحبت ہر صورت اور حال میں جائز ہے۔ ملاحظہ ہوں حواشی تفسیر انگریزی۔ عَلٰى أَزْوَاجِهِمْ میں علیٰ مرادف ہے مِن کے۔ فراء نحوی و ابن مالک نحوی وغیرہ سے یہی قول منقول ہے (بحر) وَرَآءَ ذٰلِكَ۔ فقہائے اہل سنت نے ان الفاظ سے متعہ کے حرام ہونے پر استدلال کیا ہے۔ اس لئے کہ متعہ والی عورت نہ ازواج کے حکم میں ہوتی ہے۔ ملک ایمانهم کے تحت میں۔ یقتضی تحریم نکاح المتعۃ اذ لیست بزوجۃ ولا مملوکۃ یمین (جصاص) زناکاری اور شہوت رانی کی جتنی بھی غیر فطری صورتیں رائج ہو گئیں ہیں سب اسی کے حکم میں آ جائیں گی۔ ولا یخفی ان کل ما یدخل فی العموم تقید الآیۃ حرمۃ متعۃ علی ابلغ وجہ (روح) یعنی ان ساری حرکتوں کے کرنے والے نافرمان مجرم ہیں۔ الْعٰدُونَ یعنی بڑے شدید نافرمان۔ العادون فی العدوان والمتناہون فیہ (روح)

؎٦ "اپنی امانتوں" سے مراد اپنی سپردگی میں لی ہوئی امانتیں ہیں۔ عَهْدِهِمْ۔ عہد کے تحت میں حقوق اللہ حقوق العباد ہر قسم سے متعلق عہد آ گیا۔ معاملات و عبادات کے سارے عہد اس میں شامل ہیں۔

بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۗ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿٧٦﴾
ان کے آگے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے ۱۳۰ اور اللہ ہی پر (تمام) کاموں کا مدار ہے۔
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا رَبَّكُمْ
اے ایمان والو رکوع کیا کرو اور سجدہ کیا کرو اور اپنے پروردگار کی عبادت کرتے رہو
وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿٧٧﴾ وَجَاهِدُوْا فِى اللّٰهِ
اور (اور) نیکی کرتے رہو، تاکہ کچھ فلاح پا جاؤ ۱۳۱ اور اللہ (کے کام) میں کوشش کرتے رہو
حَقَّ جِهَادِهٖ ۗ هُوَ اجْتَبٰىكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِى
جو اسکی کوشش کا حق ہے ۱۳۲ اس نے تمہیں برگزیدہ کیا ۱۳۳ اور اس نے تم پر دین کے بارہ میں
الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ۗ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ۗ هُوَ سَمّٰىكُمُ
کوئی تنگی نہیں کی ۱۳۴ تم اپنے باپ ابراہیم کی ملت (پر قائم رہو) ۱۳۵ اسی نے تمہیں
الْمُسْلِمِيْنَ ۙ مِنْ قَبْلُ وَفِىْ هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ
مسلم قرار دیا پہلے بھی اور اس (قرآن) میں بھی ۱۳۶ تاکہ رسول تمہارے
شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ ۖ
اوپر گواہ ہوں ۱۳۷ اور تم (سب) لوگوں کے مقابلہ میں گواہ ٹھہرو ۱۳۸
فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ ۗ هُوَ
سو تم لوگ نماز کی پابندی رکھو اور زکوٰۃ دیتے رہو ۱۳۹ اور اللہ ہی کو مضبوط پکڑے رہو ۱۴۰ وہی
مَوْلٰىكُمْ ۚ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ﴿٧٨﴾ ع ۱۰ / ۱۷
تمہارا کارساز ہے سو کیسا اچھا کارساز ہے اور کیسا اچھا مددگار ۱۴۱

۱۳۰ اس پر سب کا مستقبل و ماضی مثل حال کے عیاں و روشن ہے۔ ۱۳۱ یعنی یہ سب اعمال اصل ایمان کی شاخیں ہیں۔ قبول اسلام کے بعد نماز اور سب عبادتوں کو بجالاتے رہو۔ اور دوسری نیکیوں میں بھی لگے رہو۔ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ۔ ہر فعل مباح، نیت عبادت کر لینے کے بعد خود عبادت بن جاتا ہے۔ لَعَلَّ سے متعلق شروع تفسیر میں تصریح کی جاچکی ہے کہ جب حق تعالیٰ کی زبان سے ادا ہوگا تو معنی صرف امید کے نہیں یقین کے ہونگے۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے وعدہ کا مفہوم پیدا کر دے گا۔ ۱۳۲ مطلب یہ ہے کہ دین کے کاموں میں سستی اور بے دلی کو دخل نہ دو، بلکہ ہر کام اللہ کا کام سمجھ کر پوری مستعدی، توجہ و انہماک قلب اور اخلاص نیت کے ساتھ ہو۔ قال الضحاك يعني اعملوا بالحق لله عزوجل (جصاص) قال اكثر المفسرين حق الجهاد ان تكون بنية خالصة صادقة لله عزوجل (معالم) اي جهادًا فيه حقًا خالصًا لوجهه (بیضاوی) فی اللہ کو یہاں لِلّٰہ کے بھی مرادف لیا گیا ہے۔ اي لله من جلة (بیضاوی) حَقَّ جِهَادِهٖ کی ترکیب معکوس سمجھی گئی ہے اور حق کی اضافت جہاد کی طرف تاکید اور زور کلام کے لیے خیال کی گئی ہے۔ عکس واضيف الحق الى الجهاد مبالغة (بیضاوی) صوفیہ عارفین نے لکھا ہے کہ یہ آیت ہر قسم کے مجاہدات پر شامل ہے۔ مثلاً مجاہدۂ نفس، مجاہدۂ قلب، مجاہدۂ روح، مفسرین بھی اسی طرف گئے ہیں جاهدوا الاعداء ومنه الظاهرة كاهل الزيغ والباطنة كالهوىٰ والنفس (بیضاوی) قال عبد الله بن المبارك حق جهاده مجاهدة النفس والهوىٰ والاولىٰ ان يحمل ذالك على كل التكاليف فكل ما امر به ونهى عنه فالمحافظة عليه جهاد كبير ۱۳۳ (دوسری امتوں اور قوموں کے مقابلہ میں، اور تمہیں عالمگیر دعوت توحید کا حامل بنایا) اور ساری دینی دعوتیں جغرافی یا نسلی قیود سے محدود رہیں، صرف اسلام ہی کی دعوت ان قیود و حدود سے بالاتر، صحیح معنی میں عالمگیر دعوت ہے۔ فقہاء مفسرین نے لکھا ہے کہ اس میں مدح صحابہ اور ان کی تطہیر ثابت ہوتی ہے۔ وفی ذالك مدح للصحابة المخاطبين بذالك ودليل على طهارتهم (جصاص)
۱۳۴ یعنی اسے دوسرے ادیان مروج کی طرح محدود و مقید نہیں رکھا۔ دنیا جن مذہبوں کو جانتی پہچانتی ہے، ان میں کثرت سے تو مذاہب شرکیہ ہی ہیں۔ مثلاً ہندو مذہب، بودھ مذہب، مجوسی مذہب، عیسائی مذہب، اور شرک نام خود محدودیت و تنگ نظری کا ہے۔ مشرک کے مطمح نظر میں ہمہ گیر وسعت پیدا ہی نہیں ہو سکتی۔ مذاہب توحید لے دے کے صرف دو ہیں۔ ایک یہودیت دوسرے اسلام۔ یہودیت کا غیر تبلیغی ہونا اور نسل اسرائیل تک محدود رہنا بالکل ظاہر ہے۔ اس کے بعد صرف اسلام ہی ایسا دین باقی رہ جاتا ہے جس کی دعوت کسی ملک، قوم، نسل و قبیلہ کے ساتھ محدود نہیں۔ اس کا خطاب دنیا کے ہر فرد بشر سے ہے۔ اس کی تعلیم چھوٹے بڑے ہر انسان کے لئے ہے۔ پھر اس عالمگیری کے ساتھ ہمہ گیری تعلیم اسلام کی ہے۔ یعنی زندگی کا کوئی شعبہ چھوٹے سے چھوٹا بھی اس کے دائرہ سے باہر نہیں۔ بعض صوفیہ نے اس نفی حرج سے استدلال کیا ہے تربیت میں سالکین کی سہولت پر۔ ۱۳۵ اسلام دوسرا نام ہے ملت ابراہیمی کا۔ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ۔ قرآن کے مخاطبین اول یعنی اہل عرب تو نسل ابراہیمؑ سے تھے ہی اور ان کیلئے یہ استشہاد دلا دینے سے ایک خاص پہلو تشویق و ترغیب کا بھی نکل رہا ہے۔ یعنی یہ مذہب کوئی انوکھا اور بیرونی نہیں، یہ تو عین تمہارے جد محترم ہی کا ہے۔ اور اگر مخاطب عامۂ مسلمین سمجھے جائیں تو اس لفظ کے لانے سے خاص تعلیم حضرت ابراہیمؑ کے تعظیم و احترام کی مل رہی ہے۔ قيل خاطب به جميع المسلمين وابراهيم اب لهم على معنى وجوب احترامه وحفظ حقه كما يجب احترام الاب (معالم) روى عن الحسن انه اراد ان حرمة ابراهيم على المسلمين كحرمة الوالد على (جصاص) پہلے حکم ہوا تھا ایمان لانے کا اب حکم مل رہا ہے اس دین پر قائم رہنے کا۔ محققین نے شروع فقرہ میں کوئی فعل مثلاً اتبعوا یا الزموا محذوف مانا ہے۔ ۱۳۶ هُوَ سَمّٰىكُمُ ضمیر ھو سے مراد اللہ تعالیٰ ہے، ابراہیمؑ مراد نہیں۔ خود سیاق کلام بھی اسی کا مقتضی ہے اور حضرت ابن عباسؓ اور متعدد تابعین سے منقول بھی یہی ہے۔ اي الله تعالىٰ كما روى عن ابن عباس ومجاهد والضحاك وقتادة وسفيان ويدل عليه ما سيأتي بعد في الآية (روح) من قبل۔ یعنی قرآن مجید سے پہلے۔ وفی هٰذا یعنی قرآن مجید میں۔ قال مجاهد من قبل القرآن وفي القرآن (جصاص) يعني من قبل نزول القرآن في الكتب المتقدمة وفي هذا الكتاب هذا قول اكثر المفسرين (معالم) ۱۳۷ رسول اللہ صلعم کی پاک و پاکیزہ سیرت، مکمل زندگی بطور معیار کے کام دے گی۔ حشر میں تمہیں اسی معیار سے جانچا جائے گا کہ تم نے اپنی زندگیوں کو کہاں تک اس نمونہ پر ڈھالا۔ ۱۳۸ یعنی دوسری امتوں اور قوموں کے مقابلہ میں۔ مسلمانوں کو دین حق کی تبلیغ رسول اللہ صلعم کے ذریعہ سے ہوئی ہے۔ اور مسلمانوں کے واسطہ سے دین حق ساری نسل انسانی کو پہنچا ہے۔ ۱۳۹ اس میں خلاصہ اور لب لباب آگیا تمام بدنی اور مالی عبادتوں کا۔ ۱۴۰ عزم و ہمت کو قائم رکھنے والی اور کشاکش حیات میں ہر مصلحت نفس پر غالب رکھنے والی چیز یہی عقیدۂ توحید ہے جس قدر یہ اعتماد علی اللہ قوی ہوگا، اسی درجہ میں انسان مراتب معرفت و قرب میں ترقی کرتا جائے گا اور ہر غیر الٰہی قوت کے مقابلہ میں دلیر تر ہوتا جائے گا۔ ۱۴۱ انسان کو ضمیر کی پابندی سے ہٹانے والی چیز ہمیشہ یہی خوف ہوتا ہے کہ اگر فلاں کو میں نے خوش نہ رکھا تو وہ مجھے نقصان پہنچا دیگا۔ قرآن نے بار بار ضرب کاری اسی گمان فاسد پر لگائی ہے، اور بار بار اعلان کیا ہے کہ کام بنانے والا اور ہر طرح کی نصرت و اعانت کرنے والا تو صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ اس کے ہوتے ہوئے کسی اور کی طرف خیال لے جانا بھی حماقت و نادانی ہے۔

يَتْلُوْنَ عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۭ قُلْ اَفَاُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ
جو انہیں ہماری آیتیں پڑھ کر سناتے ہیں ۱۲۲ آپ کہہ دیجئے کہ کیا میں تمہیں اس سے بڑھ کر ناگوار چیز
ذٰلِكُمْ ۭ اَلنَّارُ ۭ وَعَدَهَا اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ وَبِئْسَ
بتاؤں؟ ۱۲۳ (وہ) دوزخ ہے اللہ نے اس کا کافروں سے وعدہ کر رکھا ہے اور وہ بُرا
ع ٩/٨/١٦ الْمَصِيْرُ ٧٢ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ۭ
ٹھکانا ہے اے لوگو ایک بڑی بات بیان کی جاتی ہے ۱۲۴ سو اسے سنو
اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا
جن لوگوں کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ ایک مکھی (تک تو) پیدا کر نہیں سکتے
وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ۭ وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْـــًٔا
چاہے سب ہی اس غرض کے لئے جمع ہو جائیں اور اگر مکھی ان کے سامنے سے کچھ چھین لے جائے تو
لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ۭ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ ٧٣
وہ اس سے چھڑا تک نہیں سکتے ۱۲۵ لچر ہے (ایسا) طالب (بھی) اور (ایسا) مطلوب (بھی)!
مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ
ان لوگوں نے تعظیم نہ کی اللہ کی جو اس کی تعظیم کا حق ہے ۱۲۶ بیشک اللہ بڑی قوت والا ہے،
عَزِيْزٌ ٧٤ اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰۗىِٕكَةِ رُسُلًا
غالب ہے ۱۲۷ اللہ انتخاب کر لیتا ہے فرشتوں میں سے پیام پہنچانے والے
وَّمِنَ النَّاسِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ٧٥ يَعْلَمُ مَا
اور آدمیوں میں سے بھی ۱۲۸ بیشک اللہ خوب سننے والا ہے خوب دیکھنے والا ہے ۱۲۹ وہ جانتا ہے جو کچھ

۱۲۲ يَكَادُوْنَ سے لفظی معنی کسی فعل یا عمل کے قریب ہو جانے کے ہیں۔ منکرین معاندین جب قرآن کی آیتیں سنتے تو غصہ سے بھر جاتے۔ معلوم ایسا ہونے لگتا کہ بس اپنے سنانے والوں پر حملہ کر ہی بیٹھیں گے۔ اور کبھی کبھی حملہ کر بیٹھتے بھی۔ ۱۲۳ ”ناگوار تر تمہارے نقطۂ خیال سے“، یعنی تم پر اس قرآن سے بڑھ کر گراں گزرنے والی، قرآن سے جو ناخوشی پیدا ہوتی ہے، اس کا تو خیر کچھ تدارک کر ہی لیتے ہو۔ دوزخ کے بے پناہ عذاب کے مقابلہ میں کیا کرو گے۔ اے اکرمکم عند اللقرآن الذی تستمعون (مسلم) ۱۲۴ جو بالکل واضح ہے اور ہر ایک کی سمجھ میں آجانے والی ہے۔ ۱۲۵ تو ایسی عاجز، درماندہ مخلوق کو معبود ٹھہرا لینا کس درجہ حماقت وسفاہت ہے۔ یہ ساری مورتیاں مل ملا کر ایک مکھی جیسی حقیر و بے حقیقت مخلوق کو پیدا بھی تو نہیں کر سکتیں اور پیدا کرنا تو پھر بڑی چیز ہے، ان کے آگے نذر اور چڑھاوے کے جو ڈھیر لگے رہتے ہیں ان میں سے اگر وہ کچھ اٹھا یا چاہے تو ان میں اتنی سکت بھی تو نہیں کہ اسی کو اس سے واپس لے لیں۔ ۱۲۶ یعنی اس کی وہ عظمت جو اسی سے رشتۂ عبدیت و تعلق عبودیت پیدا کرنے کے لئے کافی ہے۔ انسان اسی کا مکلف ہے اور اسی وجہ کی عظمت نہ محسوس کرنے کا کافروں پر الزام ہے۔ باقی اللہ کی شایان شان، اور سزاوار الوہیت عظمت کا اندازہ، تو وہ کون کر سکتا ہے۔ اور نہ اس کا کوئی بشر یا کوئی مخلوق مکلف ہے۔ آیت کے مخاطب تمام منکرین توحید ہیں۔ خواہ ثنویہ ہوں یا اہل تثلیث ہوں یا مشرکین ہوں۔
۱۲۷ معبودیت والوہیت کا حق صرف اسی کو پہنچتا ہے نہ کہ بے قدرت، بے بس مخلوقات میں سے کسی کو۔ ۱۲۸ مِنَ الْمَلٰۗىِٕكَةِ رُسُلًا۔ فرشتے اللہ کا پیغام انبیا تک لانے والے اور انہیں اور احکام پہنچانے والے۔ وَمِنَ النَّاسِ۔ اور نوع انسان میں سے اللہ کا پیغام نوع انسانی کو پہنچانے والے، اور اسے اس کے احکام سنانے والے (اصطلاحی نام انہیں کا رسل و انبیاء ہے) اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ۔ ان دونوں قسم کے پیغمبروں کا انتخاب تمامتر دست خداوندی میں ہے وہ جس کا بھی چاہے انتخاب کرے۔ ملائکہ میں سفیر اعلیٰ حضرت جبرئیل ہیں، قرآن مجید تمامتر انہیں کا لایا ہوا ہے باقی نفس سفارت کچھ انہیں پر منحصر و موقوف نہیں۔ ۱۲۹ وہی سب کی ظاہری و باطنی صلاحیتوں سے خوب واقف ہے۔ اور اس کے انتخاب میں کسی غلطی کا امکان نہیں۔

هُدًى مُّسْتَقِيمٍ (٦٧) وَإِن جَادَلُوكَ فَقُلِ اللَّهُ أَعْلَمُ

آپ ہی سیدھے راستے پر ہیں ١١٦ اور اگر یہ لوگ آپ سے جھگڑے نکالتے رہیں تو آپ کہہ دیجئے کہ اللہ خوب جانتا ہے

بِمَا تَعْمَلُونَ (٦٨) اللَّهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيمَا

جو کچھ تم کرتے ہو ١١٧ اللہ تمہارے درمیان قیامت کے دن فیصلہ کر دے گا اس باب میں جس میں

كُنتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ (٦٩) أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا

تم اختلاف کرتے رہتے ہو ١١٨ کیا تمہیں علم نہیں کہ اللہ واقف ہے ہر اس چیز سے جو

فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ۗ إِنَّ ذَٰلِكَ فِي كِتَابٍ ۚ إِنَّ ذَٰلِكَ

آسمان اور زمین میں ہے یہ سب نامۂ اعمال میں (بھی درج) ہے بیشک (یعنی فیصلہ)

عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ (٧٠) وَيَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَمْ

اللہ کے نزدیک آسان ہی ہے ١١٩ اور یہ لوگ اللہ کے سوا ایسوں کی عبادت کرتے ہیں جن (کے جواز عبادت)

يُنَزِّلْ بِهِ سُلْطَانًا وَمَا لَيْسَ لَهُم بِهِ عِلْمٌ ۗ وَمَا

پر اللہ نے کوئی حجت نہیں اتاری ہے اور نہ ان کے پاس اس کے لئے دلیل ہے اور نہ

لِلظَّالِمِينَ مِن نَّصِيرٍ (٧١) وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ

ان ظالموں کا کوئی مددگار ہوگا ١٢٠ اور جب ان پر ہماری کھلی کھلی

آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ تَعْرِفُ فِي وُجُوهِ الَّذِينَ

آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو آپ کافروں کے چہروں پر برے آثار

كَفَرُوا الْمُنكَرَ ۖ يَكَادُونَ يَسْطُونَ بِالَّذِينَ

دیکھتے ہیں ١٢١ گویا یہ لوگ ان پر حملہ کر بیٹھیں گے

١١٦ انہیں آپ کو ٹوکنے کا کوئی حق نہیں۔ البتہ آپ کو حق انہیں ٹوکنے کا ہے کہ آپ تو راہ صحیح پر ہیں آنکھوں والے پر فرض ہے کہ وہ اندھوں کو راستہ بتلائے۔ اندھوں کو یہ حق آنکھوں والوں کے مقابلہ میں نہیں پہنچتا۔ وَادْعُ إِلَىٰ رَبِّكَ۔ یعنی اپنے پروردگار کے دین کی طرف بلائیے۔ ~~اعدل الاديان بدينك~~ (معالم) ١١٧ (اور آپ خود زیادہ رد و قدح میں نہ پڑیے) صوفیہ عارفین نے منکر معاند سے جو طالب حق نہ ہو، ترک جدال کا جو طریقہ اختیار کیا ہے اس کا مبنیٰ و ماخذ منجملہ اور آیتوں کے یہ آیت بھی ہے۔ ١١٨ فیصلہ سے مراد عملی مشاہد فیصلہ ہے۔ ورنہ دلائل و شواہد کے لحاظ سے تو فیصلہ دنیا ہی میں ہو چکا ہے۔ ١١٩ یعنی جب حکومت کے ساتھ ساتھ علم بھی اللہ کا کامل ہے تو اسے فیصلہ صادر کرنے میں دیر ہی کیا لگ سکتی ہے۔ کتاب سے مراد لوح محفوظ بھی ہو سکتی ہے۔ ~~يعني اللوح المحفوظ~~ (معالم) اس وقت ذٰلِكَ سے مراد معلومات الٰہی لی جائیں گی۔ ١٢٠ یعنی جن کو یہ خدا کا شریک ٹھہرائے ہوئے ہیں، انکی معبودیت پر نہ کوئی دلیل اللہ نے اپنی کتابوں، صحیفوں کے ذریعہ سے نازل کی ہے۔ نہ اس پر کوئی دلیل علمی و عقلی قائم ہے اور ان معبودوں کی بے کسی اس سے ظاہر ہے کہ قیامت کے دن ان کی ذرا بھی مدد نہ کر سکیں گے۔ ١٢١ (انکی ناگواری اور غصہ کو ظاہر کرنے والے، مثلاً انکے تیور پر بل پڑ جانا) قرآن مجید کے واضح احکام و ہدایات سے تسلی حاصل کرنے کے بجائے منکرین شدت عناد سے الٹے غصہ سے بھر بھر جاتے تھے۔ اور ان کے دلی بغض کے آثار ان کے چہرے بشرے سے ظاہر ہو ہو کر رہتے تھے ـــــ آج بھی بہت سے دشمنانِ دین اور بعض "روشن خیالوں" کے چہروں کا انقباض سے کیا حال ہو جاتا ہے جب ان پر احکام الٰہی کی تبلیغ کی جاتی ہے۔

۱۱۰؎ وہی اپنے بندوں کی ساری ضرورتوں سے خواہ انفرادی ہوں یا اجتماعی، قومی ہوں یا ذاتی، جسمانی ہوں یا روحانی، مادی ہوں یا اخلاقی، ذرہ ذرہ واقف ہے۔ اور انہیں کی مناسبت سے بہ کمال مہربانی بڑے بڑے باریک طریقوں سے انتظام کرتا رہتا ہے۔ جاہل و مشرک قوموں ہی نے نہیں، بعض جاہلی فلاسفہ نے بھی خدا کی قدرت و علم کو محدود و ناقص تسلیم کیا ہے۔ اس قسم کی آیتیں ایسے ہی عقائد کی تردید میں ہیں۔ ۱۱۱؎ یعنی وہی سب کا مالک بھی ہے اور وہی ہر ضرورت سے، ہر حاجت سے پاک و بالاتر ہے۔ اور ہر ایک کی عبادت سے اور اعانت سے بے نیاز، اور وہی سرتاسر محمود ستودہ صفات ہے، جامع کمالات ہے۔

۱۱۲؎ یعنی اس سارے کارخانۂ حیات کو انسان کے کام میں لگا دینے والا، بحری قوتوں کو انسان کا مسخر کر دینے والا، زمین آسمان کو ان کی موجودہ ہیئتوں کے ساتھ موجودہ حالتوں پہ قائم و برقرار رکھنے والا، سب وہی اکیلا ہے، کوئی اور دیوی دیوتا ان کاموں میں شریک نہیں جیسا کہ بہت سی مشرک قوموں کا مفروضہ ہے۔ اصل مقصود توحید ہی پر استدلال ہے۔ باقی سماء سے مراد بارش اور ابر دونوں بھی ہو سکتے ہیں وسمی المطر سماء لخروجه منها (راغب) السماء السحاب والسماء المطر (لسان) قیل للسحاب السماء لانها عالیة (لسان) سمی السحاب سماء لعلوها (عن الزجاج) وسمی المطر سماء لخروجه من السماء (تاج)

۱۱۳؎ اسکی صفات رافت و رحمت کی تجلیاں ہیں جو انسان کو کارگاہ حیات میں اس منزل و مرتبہ پر قائم رکھے ہوئے ہیں۔ ۱۱۴؎ ذکر اس یکتا و قابل پرستش معبود کی توحید کی ناقدری کر کے کفر و شرک کی طرف ڈھل جاتا ہے۔ (هُوَ...... يُحْيِيكُمْ۔ یہاں اس عقیدہ کا اثبات ہے کہ پیدا کرنے، مارنے اور پھر جلا اٹھانے کی ساری قوتیں ایک ہی معبود یکتا کی ذات بے ہمتا میں جمع ہیں۔ اور سارے تصرفات کی مرکز اسی کی ذات ہے۔ اور اس میں ہندی مشرکوں کے اس عقیدہ کا رد آگیا کہ پیدا کرنے والا کوئی اور ہے، اور باقی رکھنے والا کوئی اور، ہلاک کرنے والا اس کے بھی علاوہ کوئی اور

اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ج (٦٣) لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ

بیشک اللہ بڑا مہربان ہے بڑا خبر رکھنے والا ہے ۱۱۰؎ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے

ع ١٥ وَمَا فِى الْاَرْضِ ط وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْغَنِىُّ الْحَمِيْدُ (٦٤)

اور جو کچھ زمین میں ہے اور بیشک اللہ ہی بے نیاز ہے اور ہر تعریف کا سزاوار ۱۱۱؎

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِى الْاَرْضِ

کیا تو نے اس پر نظر نہیں کی کہ اللہ نے تمہارے واسطے کام میں لگا رکھا ہے اسکو بھی جو کچھ زمین پر ہے

وَالْفُلْكَ تَجْرِىْ فِى الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ط وَيُمْسِكُ السَّمَآءَ

اور کشتی کو بھی کہ وہ اس کے حکم سے سمندر میں چلتی ہے اور وہی آسمان کو اس سے روکے ہوئے ہے

اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ط اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ

کہ وہ زمین پر گر پڑے مگر ہاں کہ اسی کا حکم (ہو جائے) ۱۱۲؎ بیشک اللہ انسانوں پر

لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (٦٥) وَهُوَ الَّذِىْٓ اَحْيَاكُمْ ثُمَّ

بڑا شفقت والا ہے بڑا رحمت والا ہے ۱۱۳؎ وہ وہی تو ہے جس نے تم کو زندگی دی پھر

يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ط اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ (٦٦)

تمہیں موت دیگا پھر تم کو جلائے گا بیشک انسان بڑا ناشکرا ہے ۱۱۴؎

لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ نَاسِكُوْهُ فَلَا

ہم نے ہر امت کے واسطے ایک طریقہ (ذبح و عبادت کا) مقرر کر رکھا ہے کہ وہ اس پر چلنے والے ہیں سو

يُنَازِعُنَّكَ فِى الْاَمْرِ وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ ط اِنَّكَ لَعَلٰى

انہیں نہ چاہیئے کہ آپ سے جھگڑا کریں (اس) امر میں ۱۱۵؎ اور آپ انکو اپنے پروردگار کی طرف بلاتے رہیے بیشک

۱۱۵؎ یعنی یہ منکرین تو تقلید محض کے پجاری ہیں، انہیں اصلاً کیا حق آپ پر اعتراض و گرفت کا ہے۔ مَنْسَكًا هُمْ نَاسِكُوْهُ منسك سے مراد خصوص اگرچہ موضع ذبح ہے لیکن لفظ جملہ عبادات کے لئے عام ہے۔ قال عكرمة ذبائح هم ذابحوه (جصاص) وليس يمتنع ان يكون المراد جميع العبادات ويكون الذي يجاهد ما المسبب للذبح بعضها (جصاص) محققین نے کہا ہے کہ منسك یہاں شریعت کے مرادف ہے۔ قال ابن عباس یعنی شریعة هم عاملون بها (معالم) فِى الْاَمْرِ۔ یعنی مسئلہ جواز ذبیحہ میں۔ بعنی فى امر الذبائح (معالم) شان نزول کی روایتوں میں آتا ہے کہ بعض مشرکوں نے مسلمانوں سے یہ عجیب کٹھ حجتی شروع کی تھی کہ تم لوگ اپنے مارے ہوئے (ذبح کئے ہوئے) کو جائز اور اللہ کے مارے ہوئے (مردار) کو ناجائز سمجھتے ہو۔

رِزْقًا حَسَنًا ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۝۵۸ لَيُدْخِلَنَّهُمْ

رزق دے کر رہے گا ۱۰۰ اور اللہ ہی سب رزق دینے والوں سے بہتر اور بڑھ کر ہے ۔ وہ انہیں ایسی جگہ

مُّدْخَلًا يَّرْضَوْنَهٗ ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَعَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ۝۵۹ ذٰلِكَ

داخل کریگا جسے وہ (بہت ہی) پسند کرینگے اور بیشک اللہ بڑا علم والا ہے ۱۰۱ بڑا حلم والا ہے ۱۰۲ یہ (بات تو ہو چکی)

وَ مَنْ عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوْقِبَ بِهٖ ثُمَّ بُغِيَ عَلَيْهِ

اور جو شخص اسی قدر تکلیف پہنچائے جتنی تکلیف اسے پہنچائی گئی، اور پھر اس پر زیادتی کی جائے ۱۰۳

لَيَنْصُرَنَّهُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ۝۶۰ ذٰلِكَ بِاَنَّ

تو اللہ اس کی ضرور مدد کرے گا ۱۰۴ بیشک اللہ بڑا معاف کرنے والا ہے بڑا بخشنے والا ہے ۱۰۵ یہ (یعنی مومنین کی

اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَ يُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ

نصرت و غلبہ) اسی سبب سے ہے کہ اللہ رات کو داخل کر دیتا ہے دن میں اور دن کو داخل کر دیتا ہے رات میں ۱۰۶

وَ اَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ۝۶۱ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ

اور اس سبب سے کہ اللہ بڑا سننے والا ہے بڑا دیکھنے والا ہے ۱۰۷ یہ (نصرت) اس لئے بھی (ہوگی) کہ اللہ ہی تو بس

الْحَقُّ وَ اَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ هُوَ الْبَاطِلُ وَ

حق ہے اور اسکے سوا جس کو بھی پکار رہے ہیں وہ (بالکل) باطل ہے ۱۰۸ اور

اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ۝۶۲ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ

اللہ ہی تو عالی شان ہے سب سے بڑا ہے ۱۰۹ کیا تو نہیں دیکھتا کہ اللہ ہی آسمان سے

مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ؗ فَتُصْبِحُ الْاَرْضُ مُخْضَرَّةً ؕ

پانی برساتا ہے سو زمین سرسبز ہو جاتی ہے

۱۰۰ (جنت میں) یعنی جو لوگ راہ دین میں ترک وطن کے بعد یا شہید ہو گئے یا اپنی طبعی موت سے مر گئے۔ غرض کسی سبب سے بھی اہل کفر پر غلبہ و فتحمندی کے ثمرات سے اس دنیا میں محروم رہ گئے، وہ اطمینان کامل رکھیں کہ وہ جنت میں ضرور اعلیٰ سے اعلیٰ نعمتوں سے مستفید و محظوظ ہونگے۔ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ ۔ "اللہ کی راہ" سے مراد اللہ کے دین کی راہ میں۔ رزق کا مفہوم بہت وسیع ہے صرف کھانا ہی پینا مراد نہیں۔ نعمتیں، راحتیں اور آسائشیں دنیوی و اخروی ہر قسم کی اس میں آگئیں۔ ~~المنقه هو يقال للعطاء الجارى دنيويا كان او دينيا~~ (ابو البقاء) ۱۰۱ ہر واقعہ کی حکمت و مصلحت اس پر خوب روشن رہتی ہے۔ اہل ایمان کو دنیا میں اگر ناکامی بھی ہو تو اس سے مایوس و بددل ہرگز نہ ہونا چاہئے۔ ۱۰۲ چنانچہ بڑے سے بڑے مجرموں، غداروں، باغیوں کو بھی ہمیشہ فوری ہی سزا نہیں دیتا۔ ۱۰۳ یعنی ایک شخص پر اس کے دشمن نے ظلم کیا اور اس نے اپنا انتقام لے لیا، اور معاملہ برابر سرابر ہو گیا۔ لیکن اس پر بھی اس مظلوم پر از سر نو زیادتی شروع ہوئی۔ ۱۰۴ (دنیا میں نصرت شرعی ہے، آخرت میں نصرت معنوی ہے) "اور یہ جو اوپر قید لگائی گئی، بمثل ما عوقب الخ سو اس مماثلت کی مراعاۃ مظلوم کے اجتہاد پر ہے جس میں اس نے اپنی وسعت حتی الامکان مبذول کی ہو اور اس پر بھی اگر مماثلت سے قدرے بیشی ہو جائے جو بوجہ غایت غموض و خفاء کے ضبط میں نہ آسکے تو وہ موجب مؤاخذہ و مخل وعدۂ نصرت نہیں"۔ (تھانوی) "یہ رعایت مماثلت کا وجوب معاملات معاشرت میں ہے نہ کہ جہاد میں، چنانچہ ادلۂ شرعیہ سے یہ امر ظاہر و مشہور ہے اور نیز جو افعال ہر حال میں معصیت ہیں وہ اس عموم سے مستثنیٰ ہیں۔ مثلاً کوئی کسی کے والدین کو برا کہے تو عوض میں اس کے والدین کو برا کہنا جائز نہ ہوگا"۔ (تھانوی) ۱۰۵ (سو دہ خفی و نازک دقائق پر گرفت نہیں کرتا) ۱۰۶ (سو جس کی قدرت اس قدر کامل، اور جس کا انتظام اس قدر مستحکم ہو اس کے لئے نصرت مومنین میں تعجب کی کونسی بات ہے) رات جیسی مہیب، سنسان، کامل تاریکی والی ہستی کو روز روشن میں، اور دن جیسی چہل پہل، ہنگامہ و حرکت اور روشنی کامل والی ہستی کو شب تاریک میں تبدیل کرنا، قدرت کا کوئی معمولی نہیں، نہایت درجہ غیر معمولی کرشمہ ہے۔ بے حسی اس کی طرف سے ہم میں صرف اس سبب سے پیدا ہو گئی ہے کہ اس دائمی معجزہ کو دن رات آنکھوں کے سامنے دیکھتے ہی رہتے ہیں۔ ۱۰۷ وہ ظالموں کے اقوال کو سن رہا ہے، ان کے اعمال کو دیکھ رہا ہے، اسی طرح مظلوم کی مظلومیت قولی و فعلی سب اس پر روشن ہے۔ ۱۰۸ ابھی ابھی قبل والی آیت میں مضمون یہ بیان ہوا ہے کہ اللہ کی اطلاع بھی کامل، قدرت بھی کامل۔ اب بیان یہ ہو رہا ہے کہ وہی تو ایک کامل موجود ہستی ہے، واجب الوجود۔ اس کے مقابلہ میں جن معبودوں کی حمایت و نصرت پر بھروسہ کئے یہ اہل شرک بیٹھے ہیں، وہ تو خود ہیچ محض ہیں، وہ کسی کی نصرت و حمایت کیا کرینگے۔ ۱۰۹ قدرت اسی کی کامل، نصرت اسی کی حقیقی، اختیارات اسی کے اصلی۔

أُوتُوا الْعِلْمَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَيُؤْمِنُوا بِهٖ
فہم عطا ہوا ہے وہ یقین کریں کہ یہ آپ کے پروردگار کی طرف سے حق ہے سو اسکے ایمان پر (اور زیادہ)
فَتُخْبِتَ لَهٗ قُلُوبُهُمْ ۗ وَإِنَّ اللّٰهَ لَهَادِ الَّذِينَ آمَنُوٓا
قائم ہو جائیں ۹۵ پھر اس کی طرف انکے دل (اور بھی) جھک جائیں اور بیشک اللہ ایمان والوں کو
إِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿٥٤﴾ وَلَا يَزَالُ الَّذِينَ كَفَرُوا
راہ راست دکھا کر رہتا ہے ۹۶ اور جو کافر ہیں وہ تو ہمیشہ اس کی طرف سے
فِي مِرْيَةٍ مِّنْهُ حَتّٰى تَأْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً أَوْ
شک ہی میں پڑے رہتے ہیں ۹۷ یہاں تک کہ ان پر قیامت یک بیک آپہنچے یا
يَأْتِيَهُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَقِيمٍ ﴿٥٥﴾ اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ۗ
ان پر بے برکت دن کا عذاب آپہنچے ۹۸ حکومت اس روز اللہ ہی کی ہوگی ۹۹
يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ ۗ فَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
وہ ان (سب) کے درمیان فیصلہ کردیگا سو جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل بھی کئے وہ
فِي جَنّٰتِ النَّعِيمِ ﴿٥٦﴾ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيٰتِنَا
عیش کے باغوں میں ہونگے اور جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا
ع ٧ / ١٤ فَأُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ﴿٥٧﴾ وَالَّذِينَ هَاجَرُوا
سو ان کے لئے تو عذاب ذلت والا ہوگا اور جن لوگوں نے اللہ کی
فِي سَبِيلِ اللّٰهِ ثُمَّ قُتِلُوٓا أَوْ مَاتُوا لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ
راہ میں اپنا وطن چھوڑا پھر وہ مارے گئے یا مرگئے اللہ انہیں یقیناً ایک بہترین

---

۹۵ یعنی یہ شیطان کو جو حق تصرف شبہات ڈالنے کا دیا گیا ہے، یہ ایک طرف تو منکرین و مذبذبین کے حق میں آزمائش کا ذریعہ ہے، دوسری طرف اہل حق کے لئے ان کے ایمان میں اضافہ اور نور ہدایت میں ترقی کا باعث ہے۔ ۹۶ راہ راست پر تو ایمان والے شروع ہی سے ہوتے ہیں، یہاں مراد یہ ہے کہ اللہ اس زیادت یقین کی برکت سے انہیں راہ راست کے انتہائی مقامات تک پہنچا کر رہتا ہے۔ ۹۷ "شک" یعنی وہی شکوک و شبہات جو شیطان نے احکام الٰہی سے متعلق ان کے دلوں میں ڈال دیئے تھے جس طرح ایمان کی برکت سے قلب کی نورانیت روز بروز کامل تر ہوتی جاتی ہے، اسی طرح کفر کی نحوست و شامت سے ظلمانیت بھی برابر بڑھتی اور ترقی ہی کرتی جاتی ہے۔ منه میں ضمیر "اس" سے مراد وہ پڑھا ہوا حکم بھی ہوسکتا ہے جس سے متعلق شیطان نے وسوسہ اندازی کی ہے اور خود قرآن یا رسول اللہ بھی مراد ہوسکتی ہے۔ منه أي من القرآن أو الرسول أو مما ألقى الشيطان في أمنيته (بیضاوی) ۹۸ یعنی قیامت کا محض آپہنچنا ہی اپنی ہولناکیوں کے لحاظ سے کیا کم تھا، چہ جائیکہ اس کا عذاب بھی ان پر واقع ہوجائے۔ قیامت کا بالکل دفعۃً برپا ہونا انجیل میں بھی مذکور ہے۔ "خداوند کا دن چور کی طرح آجائے گا، اس دن آسمان بڑے شور و غل کے ساتھ برباد ہوجائیں گے"۔ (۲۔ پطرس۔ ۳: ۱۰) ۹۹ (براہ راست و بلا واسطہ) حکومت تو اللہ کی آج بھی ہے، مگر آج اس پر صدہا پردے درمیانی وسائط کے پڑے ہوئے ہیں، اس روز یہ حجابات دور ہوجائیں گے اور ہر کس و ناکس کو مشاہدہ حکومت حق کا براہ راست ہونے لگے گا۔

۸۶ (اور اس سے زیادہ میرا کوئی اختیار نہیں۔ سو اگر تمہاری حسب فرمائش میں عذاب نہ لاسکوں تو اس سے نفس وقوع عذاب کی تکذیب کیسے ہوگی؟) ۸۷ یعنی نبی کو اور اہلِ ایمان کو ہرانے کے لئے۔ اہلِ باطل کی کوششیں حق و اہلِ حق کی مخالفت میں خواہ وہ فلسفہ یا سائنس کے نام سے ہوں یا ادب و شاعری کے یا حکومت و سیاست کے پردہ میں۔ غرض جس نام سے بھی ہوں سب اسی آیت کے تحت میں آجاتی ہیں۔ ۸۸ (احکامِ الٰہی سے) إِذَا تَمَنَّىٰ۔ منی کے معنی جس طرح تمنا کرنے کے ہیں، پڑھنے کے بھی ہیں۔ وقال ... الامنية القراءة (کبیر) في الامنية اي في تلاوته (راغب) اي قرء وتلا (لسان) تمنى الكتاب قرأه وكتبه (لسان) چنانچہ شاعرِ اسلام حضرت حسانؓ کا یہ شعر حضرت عثمانؓ کے مرثیہ کا اور ایک دوسرا شعر بھی بکثرت نقل ہوا ہے۔ لسان العرب کے الفاظ یہ ہیں:۔ تمنّٰی کتاب اللّٰہ اٰخر لیلہ واٰخرہ لاقی حمام المقادر + والتمنی التلاوۃ وتمنّٰی اذا تلا القراٰن وقال اٰخر + تمنّٰی کتاب اللّٰہ اٰخر لیلہ تمنّٰی داؤد الزبور علٰی رسل +

أَنَا لَكُمْ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿٤٩﴾ فَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا
تمہارے لئے صرف ایک صاف صاف ڈرانے والا ہوں۸۶ سو جو لوگ ایمان لے آئے اور نیک کام
الصَّالِحَاتِ لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ﴿٥٠﴾ وَالَّذِينَ
کرنے لگے ان کے لئے مغفرت ہے اور عزت کی روزی اور جو لوگ
سَعَوْا فِي آيَاتِنَا مُعَاجِزِينَ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ﴿٥١﴾
کوشش کرتے رہتے ہیں ہماری نشانیوں کے باب میں ہرانے کے لئے۸۷ وہی لوگ دوزخی ہیں
وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ وَلَا نَبِيٍّ إِلَّا
اور ہم نے آپ سے قبل کوئی رسول اور کوئی نبی ایسا نہیں بھیجا مگر یہ کہ
إِذَا تَمَنَّىٰ أَلْقَى الشَّيْطَانُ فِي أُمْنِيَّتِهِ فَيَنسَخُ اللَّهُ
جب اس نے کچھ پڑھا ہو۸۸ تو شیطان نے اس کے پڑھنے کے باب میں شبہ ڈالا۸۹ سو اللہ شیطان کے
مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللَّهُ آيَاتِهِ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ
ڈالے ہوئے شبہ کو مٹا دیتا ہے۹۰ پھر اللہ اپنی آیات کو (اور زیادہ) مضبوط کر دیتا ہے۹۱ اور اللہ خوب
حَكِيمٌ ﴿٥٢﴾ لِّيَجْعَلَ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ فِتْنَةً لِّلَّذِينَ
علم والا ہے خوب حکمت والا ہے۹۲ (اور یہ سب اس لئے ہوتا ہے) تاکہ اللہ شیطان کے ڈالے ہوئے (شبہات) کو آزمائش بنا دے
فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ وَالْقَاسِيَةِ قُلُوبُهُمْ ۗ وَإِنَّ
ان کے حق میں جن کے دلوں میں روگ ہے۹۳ اور ان کے دل بالکل سخت ہیں بیشک
الظَّالِمِينَ لَفِي شِقَاقٍ بَعِيدٍ ﴿٥٣﴾ وَلِيَعْلَمَ الَّذِينَ
ظالم لوگ بڑی دور کی مخالفت میں (پڑے ہوئے) ہیں۹۴ اور (یہ سب اس لئے بھی ہے) تاکہ جن لوگوں کو

اِن تینوں موقعوں پر تمنّٰی صاف تلاوت و قرأت کے معنی میں ہے۔ اور یہاں یہی مراد ہے۔ يعني بالتمني التلاوة والقراءة (ابن جریر) عن المعنى كم هٰذا القول اشبه بتاويل الكلام (ابن جریر) واكثر المفسرين قالوا معنى قوله تمنى يعني تلا وقرأ كتاب الله تعالیٰ (معالم) رسول و نبی کے درمیان جو واو عطف آیا ہے بعض نے اسے تفسیری قرار دے کر دونوں کا مفہوم متحد قرار دیا ہے لیکن محقق قول اس بارہ میں یہ ہے کہ نزول وحی نبی و رسول دونوں میں مشترک ہوتا ہے۔ باقی رسول وہ نبی ہوتا ہے جو شریعت کے ساتھ بغرض تبلیغ احکام بھیجا جاتا ہے۔ والفرق بينهما ان الرسول من جمع الى المعجزة الكتب المنزل عليه والنبي من لم ينزل عليه كتاب وانما امر ان يدعو الى شريعة من قبله وقيل الرسول واضع شرع والنبي حافظ شرع غيره (مدارک) ۸۹ (منکرین و مذبذبین کے قلب میں اور اہلِ باطل نے اسی شیطانی حربہ سے کام لے کر مجادلہ و مقابلہ کیا، اپنے اپنے عہد کے رسل و انبیاء سے سو آپ کے معاصر منکرین کا بھی آپ سے اسی القاء شیطانی سے مجادلہ و مقابلہ کرنا کوئی انوکھی مثال تاریخ انبیاء میں نہیں) والمعنى وما ارسلنا من قبلك رسولا ولا نبيا الا وحاله انه اذا قرأ شيئا من الآيات القى الشيطان الشبه والتخيلات فيما يقرأه على اوليائه ليجادلوه بالباطل ويردوا ما جاء به (روح) الشَّيْطٰن۔ شیطان سے یہاں مراد جنس شیطان لی گئی ہے۔ جو سارے شیاطین جن و انس کو شامل ہے۔ وقيل ان الشيطان هنا جنس يراد به شياطين الانس (بحر) وهي الذي القى ذلك في حال تلاوة النبي صلعم شيطانا لا انسانا كان من شياطين الانس (بحر) یعنی وہ سارے انسان صورت شیطان بھی جو دوسروں کو قرآن و اسلام اور حق کے خلاف بھڑکاتے، اکساتے رہتے ہیں۔ اس موقع پر بعض سادہ دل حضرات کی بے خیالی سے ایک لغو قصہ بھی نقل ہوگیا ہے لیکن محققین نے اسکی پوری تردید کر دی ہے اور وہ قصہ نہ روایۃً قابلِ قبول ہے نہ درایۃً چنانچہ مشہور و قدیم ترین سیرت نگار رسول ابن اسحٰق کا قول ہے کہ یہ قصہ زندیقوں کا گڑھا ہوا ہے۔ قال هذا من وضع الزنادقة (کبیر) اور انہوں نے اس کے رد میں ایک پوری کتاب لکھ دی ہے۔ وصنف في ذلك كتابا (کبیر) اور مشہور محدث امام بیہقی نے کہا ہے کہ یہ قصہ روایۃً بے اصل ہے۔ اس کے راوی مطعون ہیں اور یہ حدیث کی کسی معتبر کتاب میں نقل نہیں ہوا ہے (بحر) وهو مردود عند المحققين (بیضاوی) اما اهل التحقيق فقد قالوا هذه الرواية باطلة موضوعة واحتجوا عليه بالقرآن والسنة والمعقول (کبیر) روایت جتنے طریقوں سے بھی آئی ہے کوئی سی بھی ان میں سے سند متصل کے ساتھ نہیں ہے۔ كلها مرسلات ومنقطعات (ابن کثیر) ۹۰ (جوابات قاطعہ سے، براہین ساطعہ سے، دلائل قاہرہ سے) عارفین صوفیہ کہتے ہیں کہ شیطان کے پیدا کئے ہوئے وسوسہ، اسی سنت الٰہی کے مطابق خود بخود مضمحل و نابود ہو جاتے ہیں اور محققین اہلِ تربیت اسی لئے ان کے لئے کسی خاص مستقل تدبیر کی ضرورت نہیں سمجھتے۔ ۹۱ یعنی ان کی قوت کو اور زیادہ واضح و روشن کر دیتا ہے۔ ۹۲ اس کے علم و حکمت کے سامنے ان خرافاتی اعتراضات کی حقیقت ہی کیا ہے۔ ۹۳ (شک یا تذبذب یا کھلے ہوئے انکار کا) یہ مصلحت تکوینی بیان ہو رہی ہے شیطان کے اختیار و وسوسہ اندازی کی۔ ۹۴ (کہ حق کو باوجود اس کے وضوح کے قبول نہیں کرتے)

وَهِيَ ظَالِمَةٌ فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوشِهَا وَبِئْرٍ
جو نافرمان تھیں سو وہ اپنی چھتوں پر گری پڑی ہیں اور کتنے ہی
مُعَطَّلَةٍ وَقَصْرٍ مَّشِيدٍ ﴿٤٥﴾ أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ
بے کار کنوئیں اور بہت سے قلعی چونے کے محل ! ٨١ سو کیا یہ لوگ زمین پر چلے پھرے نہیں
فَتَكُونَ لَهُمْ قُلُوبٌ يَعْقِلُونَ بِهَا أَوْ آذَانٌ
کہ ان کے دل ایسے ہو جاتے جن سے یہ سمجھنے لگتے یا کان ایسے ہو جاتے
يَسْمَعُونَ بِهَا فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلٰكِنْ
جن سے یہ سننے لگتے ٨٢ اصل یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہو جایا کرتیں بلکہ
تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ ﴿٤٦﴾ وَيَسْتَعْجِلُونَكَ
دل جو سینوں میں ہیں وہ اندھے ہو جایا کرتے ہیں ٨٣ اور آپ سے یہ لوگ عذاب کی
بِالْعَذَابِ وَلَنْ يُخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَهُ وَإِنَّ يَوْمًا
جلدی مچا رہے ہیں درانحالیکہ اللہ کبھی اپنے وعدہ کے خلاف نہ کرے گا اور آپ کے پروردگار
عِنْدَ رَبِّكَ كَأَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّونَ ﴿٤٧﴾ وَكَأَيِّنْ
کے پاس کا ایک دن مثل ایک ہزار سال کے ہے تم لوگوں کے شمار کے مطابق ٨٤ اور کتنی ہی
مِّنْ قَرْيَةٍ أَمْلَيْتُ لَهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ ثُمَّ
بستیاں ہیں جنہیں میں نے مہلت دی تھی اور وہ نافرمان تھیں پھر
ع ٦ / ١٣ أَخَذْتُهَا وَإِلَيَّ الْمَصِيرُ ﴿٤٨﴾ قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا
میں نے انہیں پکڑ لیا اور میری ہی طرف (سب کی) واپسی ہے ٨٥ آپ کہہ دیجئے کہ اے لوگو میں تو

٨١ یعنی ان کے ٹوٹے ہوئے قلعہ اور محل اور ان کے اُجڑے ہوئے کنوئیں اب تک ان کے گزشتہ تمدن کی نشان دہی کر رہے ہیں۔ بِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ۔ کنوؤں کو قدیم تمدن و معاشرت میں مرکزی اہمیت حاصل تھی۔ اب بھی جہاں پانی کے نلوں اور پمپوں کا رواج نہیں، کنواں آبادی و بستی کے اندر بڑی اہم چیز ہوتا ہے۔ ٨٢ جغرافیہ، تاریخ، اثریات (آرکیالوجی) کا علم اگر محض علم و فن کی حیثیت سے نہیں بلکہ عبرت پذیری کی غرض سے پڑھا جائے تو داخل عبادت ہے۔ ٨٣ سبق عبرت و موعظت حاصل کرنے کی جگہ دل ہے۔ ارشاد یہ ہو رہا ہے کہ ان نہ سمجھنے والوں کے دل ہی اندھے ہو گئے ہیں۔ ظاہری آنکھوں سے دیکھتے سب کچھ ہیں۔ گذشتہ برباد شدہ قوموں کے حالات، اور ان کی تہذیب و تمدن بھی۔ لیکن سبق ان سے کچھ نہیں حاصل کرتے۔ ٨٤ (بہ لحاظ امتداد و بہ لحاظ اشتداد) مراد یہاں روز قیامت ہے۔ ~~معقدار الحساب یوم القیمۃ الف سنۃ (ابن جریر عن ابن عباس) ... من الایام الآخرۃ (ابن جریر عن مجاہد) ... الآخرۃ (ابن جریر۔ عن مجاہد)~~ عالم ناسوت کے ہزار سال کا عند اللہ ایک دن کے برابر ہونے کا محاورہ قدیم صحیفوں میں بھی آیا ہے:۔ ”ہزار برس تیرے آگے ایسے ہیں جیسے کل کا دن جو گزر گیا“ (زبور۔ ۹۰:۴) اور انجیل میں ہے:۔ ”اے عزیزو، یہ خاص بات تم پر پوشیدہ نہ رہے کہ خداوند کے نزدیک ایک دن ہزار برس کے برابر ہے، اور ہزار برس ایک دن کے برابر“ (۲۔ پطرس۔ ۳: ۸) مِمَّا تَعُدُّونَ۔ یعنی تم اہل ناسوت کے حساب کے مطابق۔ مطلب یہ ہوا کہ کسی کی جلدی کرنے یا تقاضا کرنے سے کیا ہوتا ہے۔ عذاب موعود تو اپنے وقت پر آ کر رہے ہی گا۔ اللہ کے احکام میں کسی تغیر و تبدل کا امکان کچھ تھوڑے ہی ہے۔ ٨٥ اس مہلت سے انہوں نے فائدہ یہ اٹھایا تھا کہ بجائے اپنی حالت کی اصلاح کے الٹے اسی استہزاء و استعجال میں لگی رہیں۔

۷۴ یعنی اگر یہ سنت اللہ ہمیشہ سے نہ چلی آئی ہوتی کہ ظالموں، سرکشوں، زبردستوں کا زور انسانوں ہی کے بعض گروہوں کے ہاتھ سے تڑوایا جاتا رہتا تو اب تک جو جو عمارتیں توحید کی مرکز رہی ہیں، مثلاً مسجدیں جو اب بھی اسی غرض کے لئے ہیں، اور اہل کتاب کی مذہبی عمارتیں جو اپنے اپنے زمانہ میں یہ کام انجام دے چکی ہیں، سب ختم ہوگئی ہوتیں۔ گویا جہاد کی مشروعیت و مطلوبیت اقامت توحید ہی کی خاطر ہے۔ خوب خیال رہے کہ پرانی عبادتگاہوں کے سلسلہ میں بھی ذکر مندروں، شوالوں، ٹھاکر دواروں کا نہیں بلکہ صرف انہیں مذاہب کا آنے پایا ہے جو بعد کو عملاً جیسے کچھ بھی ہو گئے ہیں، لیکن اصلاً بہرحال توحیدی ہی مذہب تھے "کوئی یہ شبہ نہ کرے کہ گاہ گاہ اہل حق بھی تو مغلوب ہوتے ہیں۔ حل یہ ہے کہ اتنا غلبہ جس میں حق محو نہ ہو جائے مقصود بالحکمت ہے سو یہ حاصل ہے" (تھانویؒ)

وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيرًا ؕ

یہود کے عبادت خانے اور مسلمانوں کی مسجدیں جن میں اللہ کا نام کثرت سے لیا جاتا ہے (سب) منہدم ہو گئے ہوتے۷۴

وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ ﴿٤٠﴾

اور اللہ ضرور اس کی مدد کرے گا جو اس کی مدد کرے۷۵ بیشک اللہ قوت والا ہے غلبہ والا ہے۷۶

اَلَّذِينَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ

(یہ لوگ ایسے ہیں کہ) اگر ہم انہیں زمین میں حکومت دے دیں تو یہ لوگ نماز کی پابندی کریں

وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ

اور زکوٰۃ دیں اور (دوسروں کو بھی) نیک کام کا حکم دیں اور برے کام سے

الْمُنْكَرِ ؕ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ﴿٤١﴾ وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ

منع کریں۷۷ اور انجام (سب) کاموں کا اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۷۸ اور اگر یہ لوگ آپ کو جھٹلاتے ہیں تو

فَقَدْ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّعَادٌ وَّثَمُوْدُ ﴿٤٢﴾

(کیا ہوا) ان سے قبل قوم نوح و عاد و ثمود

وَقَوْمُ اِبْرٰهِيْمَ وَقَوْمُ لُوْطٍ ﴿٤٣﴾ وَّاَصْحٰبُ مَدْيَنَ

اور قوم ابراہیمؑ و قوم لوط اور اہل مدین بھی (تو اپنے اپنے پیغمبروں کو) جھٹلا چکے ہیں

وَكُذِّبَ مُوْسٰى فَاَمْلَيْتُ لِلْكٰفِرِيْنَ ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ

اور موسیٰ بھی جھٹلائے جا چکے ہیں۷۹ سو میں نے پہلے تو کافروں کو مہلت دی پھر میں نے انہیں پکڑ لیا

فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿٤٤﴾ فَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا

سو (دیکھو) میرا عذاب کیسا ہوا۸۰ غرض کتنی ہی بستیاں ہیں جنہیں ہم نے ہلاک کر ڈالا

۷۵ یعنی بہ شرط ثبات انجام میں غلبہ اہل حق ہی کو ہوتا ہے "اور اعتبار ہر کام میں انجام ہی کا ہوتا ہے، جیسا دوران علاج میں مریض کی مختلف حالتیں ہوتی ہیں مگر انجام اگر صحت ہے تو علاج کو نافع کہیں گے" (تھانویؒ) ینصرہ میں اللہ کی مدد سے مراد، اللہ کے دین کی مدد ہے۔ ینصر للمعنی (بیضاوی) انما المراد من نصرۃ اللہ نصر دینہ (کبیر) ۷۶ قوت و غلبہ کی آخری باگ اسی کے ہاتھ میں ہے اور اس کا ارادہ ہر مادی سامان اور ہر ظاہری تدبیر سے بالاتر ہے۔ ۷۷ یہ ہے اصلی اور سچی تصویر اسلامی طرز حکومت کی۔ گورنمنٹ اگر مسلمانوں، سچے مسلمانوں کی قائم ہو جائے تو مسجدیں آباد و پر رونق ہو جائیں۔ ہر طرف سے صدائیں تکبیر و تہلیل کی گونجا کریں۔ بیت المال کے بعد کوئی ننگا بھوکا نہ رہ جانے پائے۔ عدالتوں میں انصاف بکنے کے بجائے ملنے لگے۔ رشوت، جعلسازی، دروغ حلفی کا بازار سرد پڑ جائے۔ امیر کو کوئی حق، کوئی موقع، غریب کی تحقیر کا، ایذا کا نہ باقی رہ جائے۔ غیبتیں، بدکاریاں، چوریاں، ڈاکے، خواب و خیال ہو جائیں۔ آبکاری کے محکمہ کو کوئی پانی دینے والا بھی نہ رہے۔ مہاجنی کوٹھیوں، سود خوار ساہوکاروں، بینکوں کے ٹاٹ الٹ جائیں۔ گویے پنجنیے اگر تائب نہ ہوں، شہر بدر کر دیئے جائیں۔ سینما، تھیٹر، تمام شہوانی تماشا گاہوں کے پردوں کو آگ لگا دی جائے۔ گندہ، فحش، افسانہ و شاعری کی جگہ صالح و پاکیزہ ادبیات لے لیں۔ غرض یہ کہ دنیا، دنیا رہ کر بھی نمونۂ جنت بن جائے۔ مَكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ کی مناسبت سے بعض صوفیہ نے کہا ہے کہ آیت میں اشارہ ہے اہل تمکین کے مقام کی طرف کہ ان کے ہاں شطحیات نہیں ہوتے اور ان کے کلمات سے کوئی گمراہ نہیں ہوتا۔ محققین نے آیت سے خلفاء اربعہ کی صحت امارت و امامت پر بھی استدلال کیا ہے کہ ان چاروں مہاجرین (یعنی "الذین اخرجوا من دیارھم بغیر حق" کے مصداقوں کے) دور حکومت میں ان اوصاف کا تحقق پوری طرح پایا گیا۔ وصف الخلفاء الراشدین الذین مکنھم فی الارض وھم ابوبکر وعمر وعثمان وعلی رضی اللہ عنھم وفیہ الدلالۃ الواضحۃ علی صحۃ امامتھم لاخبار اللہ تعالیٰ بانھم اذا مکنوا فی الارض قاموا بفروض اللہ علیھم (جصاص) ۷۸ (سو عارضی ناکامی و مغلوبیت سے اہل حق کو ہراساں و دل شکستہ نہ ہونا چاہیے) ۷۹ یعنی آپ کی قوم جو آپ کے پیام کی اور آپ کی پیامبری کی تکذیب کر رہی ہے۔ یہ کوئی نئی اور انوکھی چیز نہیں۔ سارے پیمبروں کو یہی معاملہ اپنی قوم کی طرف سے پیش آتا رہا ہے، اور یہ تو محض تاریخ اپنا اعادہ کر رہی ہے۔ نوح، عاد، ثمود، ابراھیم، لوط، مدین، موسیٰ ان سب پر حاشیے گزر چکے ہیں۔ ۸۰ (یعنی وہ بڑی بڑی مہذب و متمدن، پر قوت و پرشوکت، دولت و تمول والی قومیں تباہ و بے نشان ہی ہو کر رہیں۔ اور ان کے علوم و فنون، ان کی صناعی اور انجنیری، ان کی سپاہ اور ان کی خوش تدبیریاں کوئی بھی ہلاکت سے آڑے نہ آسکیں) فَاَمْلَيْتُ۔ عام سنت اللہ یہی ہے کہ معاندوں منکروں پر گرفت فی الفور نہیں ہوتی، بلکہ پہلے انہیں مہلت دی جاتی ہے۔

۶۳ (اس نعمت تسخیر) اونٹ اور گائے بیل کا انسان سے قوی تر ہونا ظاہر ہے۔ انسان کا باوجود اپنے ضعف کے ان پر قادر ہو جانا ایک مخصوص نعمت الٰہی ہے۔ قربانی دوسرے مذاہب میں ایک مشرکانہ رسم ہے۔ اسلام میں محض ایک توحیدی عبادت ہے۔ خدائے واحد کی طرف سے دھیان ہٹانے والی نہیں بعینہٖ اس کی طرف توجہ جمانے والی، رشتۂ عبودیت کو اور محکم کرنے والی
۶۴ (جیسا کہ مشرک قوموں کا عقیدہ بھینٹ چڑھا کر اپنے دیوتاؤں خداؤں سے متعلق ہے) اہل کتاب تک قربانی یعنی جانوروں کے خون بہانے کو ایک ذریعہ کفارہ کا سمجھتے تھے۔ عہد عتیق میں ہے۔ "بدن کی حیات لہو میں ہے۔ سو میں نے مذبح پر اسے تم کو دیا ہے کہ اس سے تمہاری جانوں کے لئے کفارہ ہو، کیونکہ وہ جس سے کسی جان کا کفارہ ہوتا ہے سو لہو ہے" (احبار ۱۷: ۱۱) اور عہد جدید میں ہے:۔ "تقریباً ساری چیزیں شریعت کے مطابق خون سے پاک کی جاتی ہیں اور بغیر خون بہائے معافی نہیں ہوتی" (عبرانیون ۹: ۲۲) اور مشرک قوموں کا تو ذکر ہی کیا۔ اہل بابل کا عقیدہ تھا کہ دیوتاؤں کی دعوت آسمان پر ہوتی ہے۔ ان کے نام پر جو بھینٹ چڑھائی جاتی ہے وہ اس کی خوشبو محسوس کرتے ہیں، اسے کھاتے ہیں۔ وقس علیٰ ہٰذا ملاحظہ ہو حاشیہ تفسیر انگریزی۔ فقہاء نے لکھا ہے کہ نفس ذبح کی نیت جو ایک فعل قلب ہے، باری تعالیٰ ہی کے لئے مخصوص رہنا چاہئے اور غیر اللہ کی رضا و تقرب کی خاطر جانور ذبح کرنا ایک صورت شرک کی ہے۔ البتہ گوشت کھانے کھلانے یا اسی قسم کے اور فوائد حاصل کرنے کے لئے ذبح بالکل جائز ہے کہ لحم و دم وغیرہ سے وہ ذات بالکل بے نیاز و بری ہے۔
۶۵ یعنی اجر تو تمہارے اخلاص و نیت تقرب پر ملتا ہے، آیت نے قربانی کے سلسلہ میں ایک بڑی اہم اصل کا بیان کر دیا!
۶۶ (اور راہ حق پر قائم رکھا، ورنہ تم بھی مسیحیوں کی طرح کفارہ وغیرہ کے عقائد باطلہ و شرکیہ میں مبتلا ہو کر راہ حق سے بھٹک گئے ہوتے۔
۶۷ (اے ہمارے پیغمبر!) احسان یہاں اخلاص کے معنی میں ہے۔ المحسنین ای المخلصین (بیضاوی)
۶۸ (مستقبل قریب میں چنانچہ مشرکین مکہ کو اس پر قدرت نہ باقی رہے گی کہ وہ مسلمانوں کو ادائے حج و عمرہ وغیرہ سے روک سکیں) آیت کا زمانۂ نزول وہ ہے جب مکہ کی مشرک ریاست ہر طرح غالب و چیرہ دست تھی۔ اور مسلمان اس کے مقابلہ میں ہر طرح کمزور و بے بس۔
۶۹ (سو وہ نصرت ان کی نہیں اہل ایمان کی کرے گا) کافروں، منکروں، بے دینوں کو جو مہلت مل جاتی ہے وہ اول تو عارضی ہوتی ہے، دوسرے کسی مصلحت تکوینی کے ماتحت۔ ورنہ نصرت الٰہی کے اصل اور مستقل مستحق تو اہل ایمان ہی ہیں۔
۷۰ (خواہ مخواہ اور چھیڑ چھیڑ کر کافروں کی طرف سے) یعنی مسلمانوں کو اب تک مقابلہ

كَذٰلِكَ سَخَّرْنٰهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝۳۶ لَنْ يَّنَالَ

ہم نے اسی طرح ان (جانوروں) کو تمہارے زیر حکم کر دیا تاکہ تم شکر ادا کرو ۶۳ اللہ تک نہ ان کا

اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى

گوشت پہنچتا ہے اور نہ ان کا خون ۶۴ البتہ اس کے پاس تمہارا تقویٰ

مِنْكُمْ ۭ كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا

پہنچتا ہے ۶۵ اسی طرح اللہ نے انہیں تمہارے زیر حکم کر دیا ہے تاکہ تم اللہ کی بڑائی بیان کرو کہ اس نے

هَدٰىكُمْ ۭ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ ۝۳۷ اِنَّ اللّٰهَ يُدٰفِعُ عَنِ

تمہیں ہدایت دی ۶۶ اور آپ اخلاص والوں کو خوشخبری سنا دیجیے ۶۷ بیشک اللہ ایمان والوں سے دور کر دے گا

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُوْرٍ ۝۳۸

(مشرکوں کے غلبہ و اقتدار کو) ۶۸ بیشک اللہ پسند نہیں کرتا کسی دغاباز کفر والے کو ۶۹

اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ

(اب لڑنے کی) اجازت دی جاتی ہے انہیں جن سے لڑائی کی جاتی ہے ۷۰ اس لئے کہ ان پر بہت ظلم ہو چکا ۷۱ اور بیشک اللہ

عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ۝۳۹ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ

ان کی نصرت پر (ہر طرح) قادر ہے ۷۲ جو اپنے گھروں سے بے وجہ

بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ۭ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ

نکالے گئے محض اس بات پر کہ وہ یوں کہتے ہیں کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے ۷۳ اور اگر اللہ لوگوں کا

النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ

زور ایک دوسرے سے نہ گھٹاتا رہتا تو نصاریٰ کی خانقاہیں اور عبادت خانے اور

اور لڑائی کی اجازت نہ تھی۔ ان پر ہر طرح کے ظلم و ستم ہوتے رہے۔ اور وہ یعنی خدائی فوج والے، خدائی ڈسپلن کے ماتحت ان مظالم اور چیرہ دستیوں کو صبر و سکون کے ساتھ برداشت کرتے رہے۔ اب پہلی بار انہیں بھی جواب دینے کی اجازت مل رہی ہے۔ یہ آیت احکام قتال و جہاد میں اولین آیت ہے۔ اور مکی اسلام کے آخری زمانہ میں ہجرت نبوی سے کچھ ہی قبل نازل ہوئی۔
۷۱ اور یہی مظلومیت چاہے بالفعل ہو یا بالقوۃ یعنی حالی ہو یا امکانی، علت ہے مشروعیت جہاد کی) "بانھم ظلموا" کی علت ہونے سے کوئی یہ شبہ نہ کرے کہ جو کفار ظالم نہ ہوں مگر اسلام کے زیر فرمان بھی نہ ہوں وہ محل قتال نہیں ہیں۔ اصل یہ ہے کہ اس علت میں انحصار کی کوئی دلیل نہیں، بلکہ یکون الدین للہ کو غایت قرار دینے سے دوسری علت یہ بھی معلوم ہوئی؟ (تھانوی) ملاحظہ ہو حاشیہ تفسیر انگریزی۔
۷۲ (چنانچہ عنقریب وہ انہیں باوجود ان کی ظاہری بے سروسامانی کے غالب کر کے رہے گا) ۷۳ ذکر مسلمانانِ مکہ کا ہے۔ ان سے مشرکوں کو کوئی یہ شکایت تھوڑے ہی تھی کہ یہ لوگ شورش پسند ہیں یا چوریاں کرتے ہیں یا ڈاکے ڈالتے ہیں۔ الزام تھا تو صرف یہی کہ یہ ہمارے آبائی دھرم اور باپ دادا کے وقت کے دیویوں دیوتاؤں کو چھوڑ کر صرف ایک خدا کے ہو رہے ہیں! بس اسی قصور پر بیچاروں کو وطن چھوڑنا پڑا اور ہجرت پہلے حبشہ کی جانب اور پھر مدینہ کو کرنی پڑی۔

۵۱ یہاں بیت العتیق سے مراد کل حرم ہے یعنی ذبح کی جگہ حدود حرم کے اندر ہو، اس سے باہر نہیں۔ البیت العتیق کے لفظی معنی کیلئے ملاحظہ ہو حاشیہ ۴۴۔ ۵۲ قربانی کا حکم کسی نہ کسی صورت میں ہر پچھلی شریعت میں موجود رہا ہے۔ یہ شریعت اسلامی کا کوئی نیا اور انوکھا حکم نہیں اور اہل کتاب کے مذہب (یعنی مذہب بنی اسرائیل) میں تو قربانی مذہب کا ایک اہم رکن ہے۔ حوالوں کے لئے ملاحظہ ہو حاشیہ تفسیر انگریزی۔ آج منکرین کا جو گروہ کہہ رہا ہے کہ قربانی کا حکم قرآن میں کہیں مذکور نہیں۔ کاش وہ آیت ۲۹ کی طرح اس آیت پر بھی غور کرنا سیکھے! لِیَذْکُرُوا ...... الْاَنْعَام۔ یعنی مقصود اصلی تو بس اللہ کے نام کی تعظیم اور اللہ کے نام سے حصول تقرب رہا ہے، مذبوح اور مذبح کی حیثیت صرف آلہ اور ظرف کی ہے۔ بعض اہل علم صوفیہ نے مفہوم آیت کے عموم واطلاق سے اہل باطن کے مسلکوں میں اختلاف کے باوجود اتحادِ مقصود کا نکتہ بھی نکالا ہے۔ ۵۳ مقصود اصلی بس اسی کی تعظیم ہے۔ حرم، ہدی وغیرہ کے آداب واحکام سب اسی غایت کے لئے ہیں۔ ۵۴ (سو نہ کسی غیر اللہ کے

ع ۸/۱۱

ثُمَّ مَحِلُّهَآ اِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ﴿٣٣﴾ وَلِكُلِّ اُمَّةٍ

پھر اس (کے ذبح) کا موقع بیت عتیق کے قریب ہے ۵۱ اور ہم نے ہر ایک امت کے لئے

جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ

قربانی رکھ دی تھی ۵۲ تاکہ وہ لوگ اللہ کا نام ان چوپایوں پر لیں جو اس نے انہیں

بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ۭ فَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗٓ اَسْلِمُوْا ۭ

عطا کر رکھے ہیں ۵۳ سو تمہارا خدا تو خدائے واحد ہی ہے ۵۴ تم اسی کے آگے جھکو ۵۵

وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ ﴿٣٤﴾ۙ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ

اور آپ خوشخبری سنا دیجئے گردن جھکا دینے والوں کو ۵۶ جن کے دل ڈر جاتے ہیں جب اللہ کا ذکر کیا

قُلُوْبُهُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ عَلٰى مَآ اَصَابَهُمْ وَالْمُقِيْمِي

جاتا ہے ۵۷ اور جو مصیبتیں ان پر پڑتی ہیں ان پر صبر کرنے والوں کو اور نماز کی پابندی

الصَّلٰوةِ ۙ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿٣٥﴾ وَالْبُدْنَ

کرنے والوں کو اور (ان کو) جو خرچ کرتے رہتے ہیں اس میں سے جو ہم نے انہیں دے رکھا ہے ۵۸ اور قربانی کے

جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ ڰ

جانوروں کو ہم نے تمہارے لئے اللہ (کے دین) کی یادگاریں بنا دیا ہے ۵۹ تمہارے حق میں ان میں بھلائی

فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ ۚ فَاِذَا وَجَبَتْ

(رکھ دی گئی) ہے سو تم انہیں کھڑے کر کے ان پر اللہ کا نام لیا کرو ۶۰ پھر جب وہ کروٹ کے بل

جُنُوْبُهَا فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ ۭ

گر پڑیں ۶۱ تو خود بھی ان میں سے کھاؤ اور بے سوال اور سوالی کو بھی کھلاؤ ۶۲

آگے بھینٹ چڑھاؤ اور نہ کسی مکان وغیرہ کو معظم بالذات سمجھ کر ہرگز اپنے اندر شائبۂ شرک پیدا ہونے دو) ۵۵ (جنت ورضائے الٰہی کی) الْمُخْبِتِیْن۔ یعنی احکام شریعت کے آگے گردن جھکا دینے والوں کو۔ ۵۶ یعنی اس کی ذات کا، صفات کا، احکام کا، وعدہ وعید کا ذکر کیا جاتا ہے۔ ۵۷ گویا توحید خالص چیز ہی ایسی بابرکت ہے کہ اس سے یہ تمام کمالات اخلاقی وروحانی پیدا ہو جاتے ہیں۔ ۵۸ (اور اس کی عظمتِ توحید کو اور زیادہ ظاہر کرنے والے چنانچہ یہی حکم کہ اللہ کی جانب منسوب ونامزد ہو جانے کے بعد پھر اس جانور پر حکم اس کے مالک کا نہیں چل پاتا۔ ملک مجازی کی عبدیت اور مالک حقیقی کی معبودیت ظاہر کرنے کو بالکل کافی ہے۔ سو کہیں تم ان قربانی کے جانوروں ہی کو معظم بالذات نہ سمجھ بیٹھنا) البُدن۔ بُدن جمع ہے بَدَنہ کی۔ اصلی معنی ہیں موٹے تازہ تیار اونٹ کے۔ الابل العظام الاجسام الضخام (ابن جریر) لیکن اہل عربیت نے اس سے گائے اور اونٹ دونوں مراد لئے ہیں اور یہی مذہب فقہائے حنفیہ کا ہے۔ البقرۃ والبعیر للجمیع من علمائنا هی من الابل والبقر کالاضحیۃ من الغنم (قاموس) وھو مذھب الحنفیۃ وھو قول عطاء وسعید بن المسیب (روح) قربانی کے دوسرے جانور یعنی بھیڑ اور بکری بھی اسی حکم میں داخل ہیں۔ ۵۹ اصل بھلائی تو یہی ہے کہ ان کے ذریعہ سے حصول اجر ورضائے الٰہی کا موقع ملتا ہے۔ اور ضمناً دنیوی فوائد بھی ہیں، مثلاً ان کا گوشت کھانا کھلانا۔ ای نفع فی الدنیا واجر فی الآخرۃ (روح عن ابن عباسؓ والسدی) ای اجر ومنافع (ابن جریر عن مجاہد) ۶۰ یہ خاص ذکر اونٹ کی قربانی کا ہے۔ اسی کو اس طریقہ پر ذبح کیا جاتا ہے۔ بدنہ کا اصل اطلاق بھی اسی پر ہوتا ہے اور اسی کی قربانی افضل بھی ہے۔ لفظ صواف سے بعض صوفیہ نے یہ نکتہ نکالا ہے کہ حق تعالیٰ عبادات میں صف بندی کو پسند کرتا ہے۔ مثلاً نماز میں، جہاد میں، قربانی میں۔ اس لئے صوفیہ مشائخ کے حلقۂ ذکر بھی جو درحقیقت غیر اللہ کے مقابلہ کے لئے میدان جہاد اور خودی کے حق میں قربانگاہ ہیں، اسی اصل کی ایک فرع ہیں۔ ۶۱ (اور گر کر ٹھنڈے ہو جائیں) وہی اونٹ کے طریق ذبح کا بیان ہو رہا ہے۔ ۶۲ (کہ یہ دو قسمیں ہیں اہل حاجت کی) قانع وہ ہے جو صبر کئے بیٹھا ہے، جو کچھ بھی مل جاتا ہے اسے قبول کر لیتا ہے۔ معتر وہ ہے جو بے قرار ہو کر مانگتا رہتا ہے۔ آیت میں امر دو آتے ہیں اور دونوں امر وجوب کے لئے نہیں۔ مفسرین لکھتے ہیں کہ پہلا امر (یعنی کُلُوا) اباحت وجواز کے لئے ہے۔ اور دوسرا امر (اطعموا) ندب واستحباب کے لئے۔ لیکن بعض عارفین نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلعم قربانی کا گوشت اہتمام کے ساتھ تناول فرماتے تھے جو دلیل ہے اس کے مندوب ہونے کی، راز اس کا یہ کہ جو چیز بھی اللہ کی جانب منسوب ہو جائے وہ یہی ہے اس قابل کہ اس سے رغبت کی جائے۔ اور اس بنا پر مباحات سے اس نیت کے ساتھ منتفع ہونا مطلوب ٹھہرا۔

تَفَثَهُمْ وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ
کر اپنا میل کچیل دور کریں ۴۲ اور اپنے واجبات کو پورا کریں ۴۳ اور چاہئے کہ (اس) قدیم گھر کا
الْعَتِيقِ ۲۹ ذٰلِكَ وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ
طواف کریں ۴۴ یہ بات ہوچکی اور جو کوئی بھی اللہ کے محترم احکام کا ادب کرے گا سو یہ اس کے
لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ وَاُحِلَّتْ لَكُمُ الْاَنْعَامُ اِلَّا مَا يُتْلٰى
حق میں اسکے پروردگار کے پاس بہتر ہوگا ۴۵ اور اللہ نے حلال کردیئے ہیں تمہارے لئے چوپائے بجز ان کے کہ جو
عَلَيْكُمْ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا
تم کو پڑھ کر سنا دیئے گئے ۴۶ سو تم بچے رہو بتوں کی گندگی سے اور بچے رہو
قَوْلَ الزُّوْرِ ۳۰ حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ وَمَنْ
جھوٹی بات سے ۴۷ جھکے رہو اللہ کی طرف اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرکے اور جو کوئی
يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ
اللہ کے ساتھ شریک کرتا ہے تو جیسے وہ گر پڑا آسمان سے پھر پرندوں نے اسے
الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ ۳۱
نوچ ڈالا یا اس کو ہوا نے کسی دور دراز جگہ جا پھینکا ۴۸
ذٰلِكَ وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى
یہ بات ہوچکی۔ اور جو کوئی (دین) خدا کی یادگاروں کا ادب رکھے گا سو یہ (ادب) دلوں کی پرہیزگاری
الْقُلُوْبِ ۳۲ لَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى
میں سے ہے ۴۹ تمہارے لئے ان سے فوائد حاصل کرنا (جائز ہیں) ایک مدت معین تک ۵۰

۴۲ یعنی احرام (حج کی وردی) اتار دیں، حجامت بنوائیں غسل کریں وقس علی ہذا۔ احرام و لبیک کے ساتھ ہی حاجی پر ایک عاشقانہ و مستانہ کیفیت طاری ہوجاتی ہے۔ ہزارہا انسانوں اور جانوروں کے ہجوم میں دھکم دھکا، گرد و غبار، جسم اور جامۂ احرام گرد آلود۔ اجازت نہ خط بنوانے کی نہ ناخن کٹانے کی نہ تیل لگانے کی۔ اب حکم ہوتا ہے کہ وہ ممانعت کا زمانہ ختم ہوا۔ اب آزادی سے نہائیں دھوئیں، کپڑے بدلیں، تیل لگائیں، خط بنوائیں وغیرہا۔ ۴۳ نذر کے تحت میں ہر وہ چیز داخل ہے جو اپنے اوپر واجب کرلی گئی ہو۔ یہاں وہ تمام اعمال مراد ہیں جو خود عمل حج کے ضمن و ذیل میں لازم ہوں، مثلاً منیٰ میں تین نشانوں پر کنکریاں پھینکنا یا جو قربانیاں وغیرہ از خود اپنے اوپر لازم کرلی گئی ہوں۔ وَلْيُوفُوا۔ صیغۂ امر وجوب کے معنی میں ہے۔ والامر علی الوجوب (جصاص) نذر جس مراد کے لئے بھی مانی جائے، چاہئے کہ ہمیشہ اللہ ہی کے نام کی ہو۔ کسی اور کے نام کی نذر حرام ہے۔ ۴۴ یہ طواف فرض ہے اور اصطلاح فقہ میں طواف الزیارۃ یا طواف الافاضہ کہلاتا ہے۔ وَلْيَطَّوَّفُوا۔ یہاں بھی صیغۂ امر وجوب ہی کے لئے ہے۔ ظاہرہ یقتضی الوجوب لان امر والامر علی الوجوب (جصاص) الْبَيْتِ الْعَتِيقِ کے ایک معنی تو خانۂ قدیم کے ہیں۔ قیل القدیم العتیق (راغب) العتیق القدیم (ابن جریر عن ابن زید) العتیق القدیم قالہ الحسن وابن زید (قرطبی) سمی بہ لانہ قدیم (معالم عن الحسن وابن زید) یعنی وہ گھر جو شروع ہی سے معبد الٰہی ہے۔ خانہ کعبہ کی تاریخ اتنی پرانی ہوچکی ہے کہ خود تاریخ کو بھی اب یاد نہیں رہی ہے۔ اب اس کی قدامت کی شہادت خود مخالفین بھی دے رہے ہیں۔ ملاحظہ ہو حاشیۂ تفسیر انگریزی۔ دوسرے معنی خانۂ محفوظ کے ہیں۔ یعنی وہ گھر جو امن کی جگہ بنا دیا گیا ہے اور جباروں کی گرفت سے آزاد رہا ہے۔ المعتق من الجبابرۃ قالہ ابن الزبیر و ابن ابی نجیح و قتادۃ (بحر) ۴۵ یعنی احکام مخصوص کا بیان تو ہوچکا۔ اب ایک عام کلیہ یہ بیان ہوتا ہے کہ جو بھی احکام الٰہی سنے، جو کوئی ان کا ادب و لحاظ رکھے گا علماً اس طرح کہ انہیں حاصل کرے اور عملاً اس طرح کہ ان کی خلاف ورزی نہ کرے۔ سو یہ احکام الٰہی کا ادب و احترام اسی کے کام آئے گا۔ اور سبب بن جائیگا بلندیٔ درجات کا، عفو سیئات کا، حصول خیر و برکات کا۔ حُرُمٰتِ اللّٰهِ۔ جو چیزیں بھی محبت و تقرب سے اللہ کی جانب منسوب ہیں وہ سب اس میں داخل ہوگئیں مثلاً احکام الٰہی، کتب دین، مکانات مقدس، اوقات متبرک، بندگان مقرب (ملائکہ، انبیاء، صالحین) آثار کاملین وغیرہا۔ لہ میں ل تخصیص کا ہے یعنی فائدہ خود اسی کا ہے کسی اور کا نہیں۔ ۴۶ یعنی بجز ان چوپایوں کے جن کی حرمت قرآن ہی کی دوسری آیتوں میں مذکور ہے اور سب چوپائے تمہارے لئے حلال ہیں۔ حدود حرم کے اندر ممانعت شکار کی ہے نہ کہ ذبح کی۔ ۴۷ خصوصاً شرک جیسے کذب اعظم سے قَوْلَ الزُّوْرِ۔ جھوٹی بات کے تحت میں ہر جھوٹ آجاتا ہے۔ لیکن دنیا کا سب سے بڑا جھوٹ کلمۂ توحید کے برخلاف کلمۂ شرک کا اقرار ہے۔ الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ۔ گندگی یہی کہ بتوں کو معبودیت میں شریک کرلیا جائے۔ ۴۸ غرض یہ کہ بری طرح ہلاک ہی ہوا۔ تو جس طرح وہ بدنصیب منزل مقصود سے بمراحل دور پڑ گیا، اسی طرح یہ بدنصیب مشرک بھی راہ حق بالکل کھو بیٹھا۔ بعض مفسرین نے کہا ہے کہ تشبیہ میں شکاری پرندوں سے مراد نفس کے اوہام اور وسوسے ہیں اور ہوا کے جھکڑ سے مراد شیطان کا حملہ ہے۔ ۴۹ شَعَآئِرَ اللّٰهِ سے یہاں خاص طور پر قربانیاں مراد ہیں۔ مطلب یہ کہ احکام الٰہی کی عام تعظیم و احترام کا کلیہ تو بیان ہوچکا۔ اب تاکیدی حکم قربانیوں کے باب میں دیا جارہا ہے۔ اوپر شرک کی مذمت بار بار ہوچکی تھی۔ اس آیت نے یہ کھول دیا کہ شرک بری چیز ہے لیکن غیر اللہ کی تعظیم بری نہیں۔ بلکہ جو چیزیں اللہ کی جانب منسوب و منتسب ہیں ان کی تعظیم و تکریم تو عین جزو دین ہیں۔ فقہاء نے کہا کہ تعظیم غیر اللہ مستقلاً ممنوع ہے لیکن بہ لحاظ نسبت و تقرب ذات الوہیت جائز و مشروع ہے۔ بعض عارفوں نے یہاں سے دو مسئلے نکالے ہیں۔ ایک یہ کہ تقویٰ کا اصل محل قلب ہے۔ دوسرے یہ کہ شعائر دین کی جن کے نیچے انبیاء و اولیاء کے آثار بھی شامل ہیں، تعظیم حدود شرعی کے اندر جائز و مشروع ہے۔ ۵۰ یعنی جب تک وہ جانور باقاعدۂ شرعی "ہدی" نہ بنا دیا جائے، اس جانور سے ہر کام لینا، مثلاً سواری، باربرداری، دودھ وغیرہ سب جائز ہیں۔

۳۳ (اس کے مأمن و مرجع ہونے کی حیثیت سے) حرم محترم کے دروازہ ہر مومن موحد کے لئے کھلے ہوئے ہیں۔ کسی کے واسطے اسے کوئی خصوصیت نہیں۔ پردیسی اور وطنی، ملکی و آفاقی دونوں اس پر یکساں حق رکھتے ہیں۔ فقہاء حنفیہ نے اسی آیت سے اخذ کرکے لکھا ہے کہ حرم کی سرزمین مثل وقف کے ہے۔ کسی کو اس میں ملک کا دعویٰ کرنا یا کسی کو ان حدود میں انتفاع سے روکنا جائز نہیں، نہ یہاں کی اراضی کا کرایہ لینا درست ہے۔ مکہ کے مکانات کی بیع کی کراہت پر خود تابعین اور صحابہ کی روایات موجود ہیں، اور یہ بجائے خود دلیل ہے اس امر کی کہ ان کے نزدیک بھی مسجد حرام سے یہاں مراد سارا حرم مکہ ہے نہ کہ محض مسجد حرام روی عن الصحابۃ والتابعین ما وصفنا من کراھۃ بیع بیوت مکۃ وان الناس کلھم فیھا سواء وھذا یدل علی ان تاویلھم لقولہ تعالیٰ والمسجد الحرام الحرم کلہ (جصاص) ۳۴ جو کوئی ایسے خلاف دین کام کا ارادہ کریگا اور پھر ظلم کے ساتھ، اسے یقیناً عذاب شدید بھی بھگتنا ہے۔ مَنْ ...... بِظُلْمٍ۔ تقدیر کلام یوں سمجھی گئی ہے۔ من یرد فیہ الحادًا بظلم (ابن جریر) بِظُلْمٍ۔ ظلم سے مراد شرک بھی لی گئی ہے۔ ای بغیر اللہ (ابن عباسؓ) ھو ان یعبد فیہ غیر اللہ (ابن جریر۔ عن مجاہد) وکذا قال قتادۃ وغیر واحد (ابن کثیر) بالحاد میں ب زائد ہے۔ ۳۵ البیت۔ بیت اللہ یعنی خانہ کعبہ۔ بَوَّاْنَا یعنی خانہ کعبہ کی

اَلَّذِیْ جَعَلْنٰهُ لِلنَّاسِ سَوَآءَ ِۨالْعَاكِفُ فِیْهِ وَالْبَادِ ؕ
جس کو ہم نے مقرر کیا ہے لوگوں کے واسطے کہ اس میں رہنے والا اور باہر سے آنے والا سب برابر ہیں ۳۳
وَمَنْ یُّرِدْ فِیْهِ بِاِلْحَادٍۭ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ
اور جو کوئی بھی اس کے اندر کسی بے دینی کا ارادہ ظلم سے کرے گا ہم اسے عذاب دردناک
ع ۳ ۱۰ اَلِیْمٍ ۟۠ ۲۵ وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِیْمَ مَكَانَ الْبَیْتِ اَنْ لَّا
چکھائیں گے ۳۴ اور (وہ وقت یاد دلائیے) جب ہم نے ابراہیم کو بیت اللہ کی جگہ بتادی ۳۵ (اور حکم دیا)
تُشْرِكْ بِیْ شَیْـًٔا وَّطَهِّرْ بَیْتِیَ لِلطَّآىِٕفِیْنَ وَالْقَآىِٕمِیْنَ
کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا ۳۶ اور میرے گھر کو پاک رکھنا طواف کرنے والوں اور قیام
وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ۲۶ وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْكَ
و رکوع و سجود کرنے والوں کے لئے ۳۷ اور لوگوں میں حج کا اعلان کردو لوگ تمہارے پاس
رِجَالًا وَّعَلٰی كُلِّ ضَامِرٍ یَّاْتِیْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ ۲۷
پیدل بھی آئینگے اور دُبلی اونٹنیوں پر بھی جو دور دراز رستوں سے پہنچی ہونگی ۳۸
لِّیَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَیَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِیْۤ
تاکہ اپنے فوائد کے لئے آموجود ہوں ۳۹ اور تاکہ ایام معلوم میں اللہ
اَیَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰی مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِیْمَةِ الْاَنْعَامِ ۚ
کا نام لیں ان چوپایوں پر جو اللہ نے ان کو عطا کئے ہیں ۴۰
فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْبَآىِٕسَ الْفَقِیْرَ ۲۸ ثُمَّ لْیَقْضُوْا
پس تم بھی اس میں سے کھاؤ اور مصیبت زدہ محتاج کو بھی کھلاؤ ۴۱ پھر لوگوں کو چاہئے

عمارت اس وقت موجود نہ تھی۔ حضرت ابراہیمؑ نے ہدایت غیبی پاکر خود دوبارہ تعمیر شروع کی۔ یہ سارا بیان حرم محترم کی عظمت مزید ظاہر کرنے کو اور مجرموں کی مزید تہدید کے لئے ہورہا ہے۔ ۳۶ (جیسا کہ اب تک بھی نہیں کیا ہے) ذکر بیت کے ساتھ ہی ممانعت شرک کا ذکر اس لئے نہایت ہی مناسب ہوا کہ کسی نافہم کو تعظیم بیت سے پرستش بیت کا اور اس کے معبد ہونے سے اسکے معبود ہونے کا وہم نہ پیدا ہوجائے۔ ان مفسرۃ ہے اور قائلین لہ یہاں مقدر ہوگیا ہے۔ ان ھی المفسرۃ للقول المقدر ای قائلین لہ (مدارک) ۳۷ اس حکم تطہیر میں نجاستیں مادی و معنوی دونوں قسموں کی آگئیں۔ الفاظ آیت سے بعض عارفوں نے یہ نکتہ نکالا ہے کہ بعض اوقات طالب کی بھی بعض خدمتیں شیخ کے ذمہ واجب ہوجاتی ہیں۔ ۳۸ مقصود یہ ہے کہ جو آنے والے ہیں ہر حال میں آئیں گے۔ خواہ سواری نصیب نہ ہو، پیدل ہی آنا پڑے۔ سواری کے جانور ملیں مگر مشقت سفر سے وہ ہلکان ہو ہو جائیں۔ یا مسافت بہت دور دراز کی طے کرنا پڑے (ملاحظہ ہو ضمیمہ سورۃ ہذا) ابراہیمؑ کو اس اعلان کا حکم اس وقت ملا تھا جب دنیا نہ تار سے واقف تھی نہ ٹیلیفون سے نہ مائیکروفون سے نہ لاؤڈ اسپیکر سے۔ لیکن ابراہیمؑ نے خدا معلوم کس لاہوتی اسٹیشن سے اور کس ملکوتی میٹر پر اس پیام کو نشر کیا کہ روئے زمین کے ہر براعظم کے ایک ایک گوشہ میں سمندر کے ایک ایک جزیرہ میں یہ آواز پہنچ گئی اور ہزاروں برس گزر چکے کہ خلقت آج تک اس بے آب و گیاہ سرزمین کی طرف کھنچی چلی آتی ہے۔ (ملاحظہ ہو حاشیہ تفسیر انگریزی) مفسرین نے ذکر کیا ہے کہ جب یہ حکم ملا ہے تو حضرت ابراہیم نے عرض کیا کہ اے پروردگار میری آواز کون سب کے کانوں تک پہنچائے گا؟ جواب ملا کہ ہم! ——— اتنا بلیغ، مؤثر، سچا جواب مخلوق کی زبان سے نکل ہی نہیں سکتا تھا، خالق ہی کے لئے ممکن تھا۔ یَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰی كُلِّ ضَامِرٍ۔ مطلب یہ ہوا کہ سفر حج پیدل بھی اور سواری پر بھی دونوں طرح جائز ہے۔ یقتضی اباحۃ الحج ماشیًا وراکبًا ولا دلالۃ فیہ علی الافضل منھما (جصاص) ۳۹ فوائد سے مراد اصلاً تو منافع اخروی ہیں مثلاً حج عمرہ رضا حق۔ اور تبعًا دنیوی بھی مثلاً تجارت، البتہ منافع دنیوی کو مستقل مقصود بنالینا ممنوع ہے۔ ظاھرہ یوجب ان یکون قد ارید بہ منافع الدین وان کانت التجارۃ جائزۃ ان تراد (جصاص) ویدخل فیھما منافع الدنیا علی وجہ التبع والرخصۃ دون ان تکون ھی المقصود بالحج (جصاص) اسلام کے ہر رکن اور ہر عبادت کی طرح حج کے فوائد و مصالح بھی بے شمار ہیں۔ انفرادی و شخصی بھی اور ملی و اجتماعی بھی، اور مادی و روحانی بھی۔ احکام الٰہی کی تعمیل بجائے خود ایک سب سے بڑی روحانی لذت ہے۔ پھر اسلام کے مولد، سردار اسلام کے وطن اور ان تمام مقامات کی زیارت جن سے اسلام و سردار اسلام دونوں کی اولین تاریخ وابستہ ہے کس درجہ سبق آموز، ولولہ انگیز و مؤثر ہوسکتی ہے۔ دنیوی و ملی حیثیت کو لیجئے تو مسلمانان عالم کے درمیان تبادلۂ خیالات اور یک جہتی پیدا کرنے کے لئے، نیز بین الاقوامی تجارت و سیاست کے لئے اس سالانہ عالمگیر اجتماع سے بہتر ذریعہ اور کیا ہوسکتا ہے؟ اور افراد کو جو تجربے لمبے اور اکثر بحری سفر کے ہوجاتے ہیں وہ اس سب کے علاوہ۔ (ملاحظہ ہوں حواشی تفسیر انگریزی) ۴۰ چوپایوں سے مراد قربانی کے جانور، اونٹ، گائے، بھیڑ، بکری ہیں۔ اَیَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ میں معلوم سے مراد قربانی کی تاریخیں ۱۰، ۱۱، ۱۲ ذی الحج ہیں۔ ھی عشر ذی الحجۃ عند ابی حنیفۃؒ واخرھا یوم النحر وھو قول ابن عباسؓ واکثر المفسرین (مدارک) روی عن علیؓ وابن عمرؓ ان المعلومات یوم النحر ویومان بعدہ (جصاص) قربانی کا منکر سطحی دماغ والا گروہ حال میں پیدا ہوا ہے اور کہتا ہے کہ قرآن میں کہیں قربانی کا ذکر نہیں ملتا۔ کاش وہ قرآن ہی پر غور کرنا سیکھے اور اس آیت سے قربانی کی اہمیت کا سبق لے۔ ۴۱ فقہاء مفسرین نے تصریح کی ہے کہ صیغۂ امر یہاں استحبابی ہے۔ فرضیت کے مفہوم میں نہیں۔ الامر للاباحۃ (مدارک) ظاھرہ یقتضی ایجاب الاکل الا ان السلف متفقون علی ان الاکل منھا لیس علی الوجوب (جصاص) ولا خلاف من السلف ومن بعدھم من الفقہاء ان قولہ فکلوا منھا لیس علی الوجوب (جصاص)

رُءُوۡسِهِمُ الۡحَمِيۡمُ ﴿١٩﴾ يُصۡهَرُ بِهٖ مَا فِىۡ بُطُوۡنِهِمۡ

اوپر سے گرم پانی چھوڑا جائے گا اس سے گل جائیں گی ان کی پیٹ کی چیزیں[27]

وَالۡجُلُوۡدُ ﴿٢٠﴾ وَلَهُمۡ مَّقَامِعُ مِنۡ حَدِيۡدٍ ﴿٢١﴾ كُلَّمَاۤ

اور کھالیں اور ان کے مارنے کے لئے گرز ہونگے لوہے کے وہ لوگ

اَرَادُوۡۤا اَنۡ يَّخۡرُجُوۡا مِنۡهَا مِنۡ غَمٍّ اُعِيۡدُوۡا فِيۡهَا

جب کبھی گھٹے گھٹے اس سے باہر نکلنا چاہیں گے اسی میں ڈھکیل دیئے جائینگے

ع ٢ ١٢ ٩ وَذُوۡقُوۡا عَذَابَ الۡحَرِيۡقِ ﴿٢٢﴾ اِنَّ اللّٰهَ يُدۡخِلُ الَّذِيۡنَ

(اب) جلنے کا عذاب چکھتے رہو[28] بیشک اللہ ان لوگوں کو جو

اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا

ایمان لائے اور نیک عمل کئے باغوں میں داخل کرے گا کہ ان کے نیچے ندیاں بہ رہی

الۡاَنۡهٰرُ يُحَلَّوۡنَ فِيۡهَا مِنۡ اَسَاوِرَ مِنۡ ذَهَبٍ وَّ

بہ رہی ہونگی وہاں ان کو کنگن سونے کے اور موتی پہنائے

لُـؤۡلُـؤًا ؕ وَلِبَاسُهُمۡ فِيۡهَا حَرِيۡرٌ ﴿٢٣﴾ وَهُدُوۡۤا اِلَى الطَّيِّبِ

جائیں گے وہاں ان کی ریشم کی پوشاک ہوگی[29] ان کو ہدایت ہوگئی تھی کلمۂ طیبہ

مِنَ الۡقَوۡلِ ۖۚ وَهُدُوۡۤا اِلٰى صِرَاطِ الۡحَمِيۡدِ ﴿٢٤﴾ اِنَّ الَّذِيۡنَ

کی طرف اور ان کو ہدایت ہوگئی تھی (خدائے) لائق حمد کے راستہ کی جانب[30] بیشک جو لوگ

كَفَرُوۡا وَيَصُدُّوۡنَ عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ وَالۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ

کافر ہیں اور (لوگوں) کو روکتے ہیں اللہ کی راہ سے[31] اور مسجد حرام سے[32]

۲۷ توریت کا تو خیر ذکر ہی نہیں۔ انجیل جو عام طور پر تمامتر رحم و کرم، شفقت و رحمانیت ہی کی کتاب سمجھی جاتی ہے۔ اس میں بھی دوزخ کے ہولناک مناظر بار بار پیش کئے گئے ہیں۔ حوالے بیشتر گزر چکے۔ مَا فِىۡ بُطُوۡنِهِمۡ۔ یعنی انتڑیاں وغیرہ۔ ۲۸ (ہمیشہ کے لئے اور تمہیں کبھی نکلنا نصیب نہ ہوگا) یہ فرشتے اہلِ دوزخ سے کہیں گے۔ ۲۹ زیور اور ریشم اس دار العمل میں مردوں کے لئے ناجائز ہیں۔ جنت میں جو صرف دار الجزا ہے اور جس کے قانون اور ضابطے دار العمل سے بالکل مختلف ہونگے وہاں بالکل جائز ہو جائیں گے۔

۳۰ (اسی دنیا میں اور یہ جنت کا انعام و اکرام سب اسی ہدایت کا نتیجہ ہے) الطَّيِّبُ۔ طیب کا اطلاق ہر پاکیزہ نافع چیز پر ہو سکتا ہے یہاں مراد ہے کلمۂ طیبہ توحید۔ بعض نے مراد قرآن وغیرہ لی ہے۔ ماحصل ہر تفسیر کا ایک ہی ہے۔ ۳۱ یعنی دین کے کام سے۔ یہاں مراد عمرہ ہے۔ ۶ھ میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جماعت کثیر کے ساتھ مدینہ سے عمرہ کا قصد کیا تھا تو مشرکین مکہ نے آپ کو مقام حدیبیہ پر آکر آگے بڑھنے سے روک دیا تھا۔ اشارہ اسی طرف ہے۔ مفصل ذکر پ ۲۶ سورۂ فتح کے ذیل میں آئے گا۔ ۳۲ یعنی حرم مکہ ہے۔ شریعت کی مخالفت تو سب ہی جگہ موجب عذاب ہے۔ حرم کے اندر اور زیادہ موجب عذاب ہے۔ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ۔ مسجد حرام سے مراد یہاں پورا رقبۂ حرم ہے۔ والمراد بالمسجد الحرام مکة وعبّر به عنها (بع) فیه قولان ...... الثانی انه اراد به الحرم کله (ابن العربی)

وَالْمَجُوسَ وَالَّذِينَ أَشْرَكُوا ۖ إِنَّ اللَّهَ يَفْصِلُ

اور مجوس اور جو مشرک ہیں اللہ ان (سب) کے درمیان فیصلہ

بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ

کردے گا قیامت کے دن بیشک اللہ ہر شے سے

شَهِيدٌ ﴿١٧﴾ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يَسْجُدُ لَهُ مَن فِي السَّمَاوَاتِ

واقف ہے ۲۲ کیا تجھے خبر نہیں کہ اللہ ہی کو سجدہ (تسلیم) کرتے ہیں جو کوئی بھی آسمانوں

وَمَن فِي الْأَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُومُ

اور زمین میں ہے اور سورج اور چاند اور ستارے

وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَابُّ وَكَثِيرٌ مِّنَ النَّاسِ ۖ

اور پہاڑ اور درخت اور چوپائے اور کثرت سے انسان بھی ۲۳

وَكَثِيرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ ۗ وَمَن يُهِنِ اللَّهُ فَمَا

اور بہتوں پر عذاب (بھی) ثابت ہو گیا ہے ۲۴ اور جس کو اللہ ذلیل کرے اس کا

لَهُ مِن مُّكْرِمٍ ۚ إِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ ۩ ﴿١٨﴾ هَٰذَانِ

السجدة ۵

کوئی عزت دینے والا نہیں بیشک اللہ جو چاہے کرے ۲۵ یہ دو

خَصْمَانِ اخْتَصَمُوا فِي رَبِّهِمْ ۖ فَالَّذِينَ كَفَرُوا

فریق ہیں ۲۶ جنہوں نے اپنے پروردگار کے باب میں اختلاف کیا سو جو لوگ کافر ہیں

قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّن نَّارٍ يُصَبُّ مِن فَوْقِ

ان کے لئے آگ کے کپڑے قطع کئے جائیں گے ان کے سروں کے

۲۲ (چنانچہ ان سب کے کفر و ایمان سے بھی خوب واقف ہے، اسے صحیح فیصلہ کرتے دیر ہی کیا لگ سکتی ہے) انّ اللّٰہ ...... القیٰمۃ۔ اس فیصلہ سے مراد عملی فیصلہ کا ظہور ہے یعنی یہ کہ قیامت میں مسلمان جنت میں داخل ہو جائیں گے اور کافر دوزخ میں۔ المجوس۔ مجوس وہ اہلِ عجم ہیں جنکا دعویٰ ہے کہ ہم ایک نبی زرتشت نامی کی امت ہیں۔ لیکن اب وہ عملاً توحید کے بجائے ثنویت کے معتقد ہیں۔ یعنی ایک کے بجائے دو خدا قرار دے لئے ہیں۔ ایک یزدان یعنی خدائے نور و خدائے خیر۔ دوسرا اہرمن یعنی خدائے ظلمت و خدائے شر۔ اور کہتے ہیں کہ یہ کائنات انہیں دونوں کی کشمکش کی رزمگاہ ہے۔ فقہاء امت نے انہیں بھی اہلِ کتاب کے حکم میں رکھا ہے۔ چنانچہ اہلِ کتاب کی طرح یہ بھی جزیہ دے کر اور ذمی بن کر رہ سکتے ہیں۔ الَّذِينَ آمَنُوا، الَّذِينَ هَادُوا، الصَّابِئِينَ، النَّصَارَىٰ، الَّذِينَ أَشْرَكُوا۔ ان سب پر حاشیے پہلے گزر چکے۔ ایک آیت اسی سے کچھ ملتی ہوئی سورۂ بقرہ پارۂ اول میں گزر چکی ہے۔ ۲۳ سجدہ سے مراد یہاں سجدۂ شرعی نہیں، بلکہ لفظی معنی مراد ہیں۔ یعنی امور تکوینی میں انقیاد و اطاعت اور اسی اعتبار سے اپنے اپنے درجہ و مرتبہ کے لحاظ سے ساری غیر مکلف مخلوق مطیع و منقاد ہے۔ لیکن انسان چونکہ عقل کی بنا پر مکلف مخلوق ہے، اس سے اس کے درجہ و مرتبہ کے متناسب، علاوہ انقیاد و تسخیر ہی کے انقیاد تشریعی بھی مقصود و مطلوب ہے اور وہ ساری نوعِ انسان میں نہیں پایا جاتا۔ اس لئے انسان کے مطیع و منقاد ہونے کو بہ طور کلیہ کے نہیں بلکہ محض بطور اکثریت کے ارشاد فرمایا گیا۔ "دیگر مخلوقات مذکورہ آیت چونکہ مکلف نہیں ہیں اس لئے ان کے مناسب صرف انقیاد تکوینی و تسخیری ہے۔ اور وہ ان سب میں متحقق ہے اور انسان مکلف ہے۔ اس لئے اسکے مناسب علاوہ انقیاد تسخیری و تکوینی کے انقیاد تشریعی و اختیاری ہی ہے۔ پس 'یسجد' میں 'مناسب' کی قید لگا دینے سے سجدہ کا تحقق دیگر مخلوقات کے لئے عام ہو گیا۔ اور انسان کیلئے صرف بعض افراد کے اعتبار سے ہوا۔" (تھانویؒ) "اور سجدہ کے معنی حقیقی کے لئے جبہہ کا وجود ضروری ہے اور جبہہ ہر مخلوق میں معین ہے۔" (تھانویؒ) سجدہ کے لغوی معنی پر حاشیے کئی بار گزر چکے۔

۲۴ (اسی لئے کہ وہ غیر ساجد یعنی غیر منقاد ہیں) العذاب۔ عذاب سے مراد استحقاق عذاب ہے۔ ۲۵ وہ حکیم مطلق بھی ہے اور قادر مطلق بھی۔ وہ جسے چاہے اپنی قدرت سے ہدایت دیدے اور جسے چاہے اقتضائے حکمت سے توفیق نہ نصیب کرے۔ وَمَن يُهِنِ اللَّهُ۔ اللہ کا کسی کو ذلیل کرنا یہی ہے کہ اسے توفیق ہدایت نہ دے۔ ۲۶ یعنی ایک طرف مومن اور دوسری طرف کافر مع اپنے تمام اقسام کے۔

[illegible]

يَدْعُوا لَمَنْ ضَرُّهُ أَقْرَبُ مِنْ نَفْعِهِ ۭ لَبِئْسَ

وہ ایسے کو پکارتا ہے جس کا ضرر بہ نسبت اس کے نفع کے قریب تر ہے۔ کیا ہی برا ہے ایسا

الْمَوْلَىٰ وَلَبِئْسَ الْعَشِيرُ ⑬ إِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِينَ

کارساز اور کیا ہی برا ہے ایسا رفیق بیشک اللہ ایسے لوگوں کو جو

آمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا

ایمان لائے اور نیک عمل بھی کئے (بہشت کے) ایسے باغوں میں جن کے نیچے نہریں

الْأَنْهٰرُ ۭ إِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيدُ ⑭ مَنْ كَانَ

بہتی ہوں گی بیشک اللہ کر ڈالتا ہے جو کچھ ارادہ کرتا ہے جو شخص یہ خیال

يَظُنُّ أَنْ لَنْ يَنْصُرَهُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ

رکھتا ہے کہ اللہ اپنے رسول کی مدد دنیا اور آخرت میں نہ کرے گا

فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ إِلَى السَّمَاءِ ثُمَّ لْيَقْطَعْ فَلْيَنْظُرْ

تو اسے چاہئے کہ ایک رسی آسمان تک تان لے پھر [illegible] کاٹ دے تو غور کرنا چاہئے

هَلْ يُذْهِبَنَّ كَيْدُهُ مَا يَغِيظُ ⑮ وَكَذٰلِكَ أَنْزَلْنٰهُ

کہ آیا اس کی تدبیر اس کی ناگواری کی چیز کو موقوف کر سکتی ہے اور اسی طرح ہم نے اس قرآن کو اتارا

آيٰتٍ بَيِّنٰتٍ ۙ وَأَنَّ اللّٰهَ يَهْدِي مَنْ يُرِيدُ ⑯ إِنَّ

جس میں واضح دلیلیں ہیں اور بات یہ ہے کہ اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت کر دیتا ہے بیشک

الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالصّٰبِئِينَ وَالنَّصٰرٰى

ایمان والے اور جو لوگ یہودی ہیں اور صابی اور نصاریٰ

[illegible]

۱۳؎ [illegible]

[illegible]

[illegible]

عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ۙ ثَانِيَ عِطْفِهٖ

[illegible]

لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۗ لَهٗ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّ

[illegible]

نُذِيْقُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَذَابَ الْحَرِيْقِ ۙ ذٰلِكَ

[illegible]

بِمَا قَدَّمَتْ يَدٰكَ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ۧ

[illegible]

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ ۚ فَاِنْ

[illegible]

اَصَابَهٗ خَيْرُ اطْمَاَنَّ بِهٖ ۚ وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ

[illegible]

انْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ ۚ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ۗ ذٰلِكَ

[illegible]

هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ۞ يَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا

[illegible]

يَضُرُّهٗ وَمَا لَا يَنْفَعُهٗ ۗ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ۚ

[illegible]

ع ۹

[illegible] گفتگو کرنے لگے ہیں۔ [illegible] ہے کہ جس طرح علم و عقل سے تہی دامن ہیں، اسی طرح کسی محقق کے اتباع سے بھی۔ فقہاء نے آیت سے یہ مسئلہ بھی نکالا ہے کہ بغیر علم و تحقیق کسی مسئلہ میں بحث و مباحثہ جائز نہیں۔ ۱۴؎ دنیا میں رسوائی کی ایک شکل یہ بھی ہے کہ ایسا شخص گفتگو و مناظرہ میں اہل حق کے سامنے ٹھہر نہ سکے۔ ۱۵؎ یہ مجرمین سے فرشتے قیامت میں پکار پکار کر کہیں گے۔ ۱۶؎ (کفر کی طرف) مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں کے نزدیک مذہب کی صداقت و حقانیت بجائے خود کوئی معنی ہی نہیں رکھتی۔ اگر مسلمان بنے سے انہیں کوئی دنیوی منافع حاصل ہو رہے ہیں تو وہ بھی اپنے کو مسلمان کہیں گے اور مسلمان سمجھیں گے۔ لیکن گردشوں اور دشواریوں کا سامنا ہوا تو بس یہ جھٹ سے الگ ہو گئے۔ اور کھلم کھلا [illegible] کا اظہار کرنے لگے۔ آج دنیا کے بہت کثرت سے مسلمانوں کے اندر بھی یہ مرض کس کثرت سے پھیلتا جا رہا ہے کہ اسلام کی قدر گویا صرف منافع دنیوی کے لحاظ سے ہے۔ اور اس کی قیمت صرف مصالح مادی کے تناسب سے ہے۔ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ۔ یعنی اسلام اس نے قبول کر لیا ہے لیکن ایسی بے دلی کے ساتھ اور بے یقینی سے کہ جیسے کوئی شخص کسی چیز کے کنارے کھڑا ہو اور جیسے ہی موقع پائے [illegible] چھوڑ کر بھاگ کھڑا ہو۔ [illegible] ۱۷؎ توحید کی کھلی ہوئی شاہراہ کو چھوڑ کر انسان کا یہی حال ہوتا ہے [illegible]

[illegible]

ف ٧ (یعنی وضع حمل کے عام اور معمولی وقت تک) اور جس کو ٹھہرانا ہی نہیں منظور ہوتا اس کا اسقاط و اخراج قبل ہی کر دیتے ہیں۔ ف ٨ (جوانی تک پہنچنے سے قبل ہی) انسان کی دو قسمیں بہ لحاظ ان کی عمر کے بیان ہوئیں۔ ایک وہ جو اپنی پختگی کو پہنچائے جاتے ہیں، دوسرے وہ جو اس سے قبل ہی اٹھا لئے جاتے ہیں۔ حکمت تکوینی دونوں ہی صورتوں میں عامل و مؤثر رہتی ہے۔ ف ٩ یہ تیسری قسم کے لوگ ہوئے۔ شدت ضعیفی میں قوت حافظہ کا ضعف اور عام قولے دماغی میں انحطاط روزمرہ کا مشاہدہ ہے۔

وَنُقِرُّ فِی الْاَرْحَامِ مَا نَشَآءُ اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی ثُمَّ

اور ہم رحم میں جس کو چاہتے ہیں ٹھہرائے رکھتے ہیں ایک مدت مقرر تک ف٧ پھر

نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْۤا اَشُدَّكُمْ ۚ وَمِنْكُمْ مَّنْ

ہم تمہیں بچہ (بنا کر) پیٹ سے باہر لاتے ہیں تاکہ تم اپنی بھری جوانی تک پہنچ جاؤ اور تم میں وہ بھی ہیں

يُّتَوَفّٰى وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰۤى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ

جو مر جاتے ہیں ف٨ اور تم میں وہ بھی ہیں جنہیں نکمی عمر تک پہنچا دیا جاتا ہے جس سے وہ ایک چیز سے

مِنْۢ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْــًٔا ۭ وَتَرَى الْاَرْضَ هَامِدَةً فَاِذَاۤ

باخبر ہو کر بے خبر ہو جاتے ہیں ف٩ اور تو زمین کو دیکھتا ہے ف١٠ کہ خشک ہے پھر جب

اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ وَاَنْۢبَتَتْ مِنْ

ہم اس پر پانی برساتے ہیں تو وہ ابھرتی ہے اور پھولتی ہے اور ہر قسم کی خوش نما

كُلِّ زَوْجٍۢ بَهِيْجٍ ۝٥ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّهٗ

نباتات اگاتی ہے یہ (سب) اس سبب سے کہ اللہ ہی (کی ہستی) حق ہے ف١١ اور وہی

يُحْيِ الْمَوْتٰى وَاَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝٦ وَّاَنَّ

بے جانوں میں جان ڈالتا ہے اور وہی ہر چیز پر قادر ہے اور اس سبب سے

السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ

بھی کہ) قیامت آنے والی ہے اس میں ذرا شبہ نہیں اور اللہ دوبارہ اٹھائے گا انہیں جو

فِي الْقُبُوْرِ ۝٧ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ

قبروں میں ہیں ف١٢ اور انسانوں میں کوئی کوئی ایسا بھی ہوتا ہے جو اللہ کے باب میں حجت

ف ١٠ (اے مخاطب!) پہلے استدلال کا خلاصہ یہ تھا کہ انسان کی خلقت پر غور کرو۔ تدریج و آہستگی کے ساتھ اس کو کتنی منزلوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ اور ہر ہر منزل کس حکیمانہ نظم و انتظام کے ساتھ گزاری جاتی ہے۔ پھر عمر کے لحاظ سے بھی ایک خاص ترتیب نظر آتی ہے۔ مصالح تکوینی کے ماتحت کسی کو نو عمر ہی مار دیا جاتا ہے کسی کو اچھے سن و سال تک پہنچا دیا جاتا ہے۔ اور کسی کو اتنی عمر تک کہ قوت ضعف میں اور اختیار و اقتدار انحطاط و بے کسی میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ آدمی ان کی تفصیلات پر جتنا زیادہ غور کرتا جائے گا، یہ حقیقت اور زیادہ روشن ہوتی جائے گی کہ یہ نظام کائنات بخت و اتفاق کے ماتحت نہیں چل رہا ہے، بلکہ اس پر کوئی عاقل ترین، قادر ترین، کامل ترین ہستی ہی حکمران ہے۔ آیت میں صنعت و حکمت الٰہی پر دوسرا استدلال نظام فضائی و کائنات قمری سے پیش ہو رہا ہے۔ زمین کا ایک خاص حالت میں ہونا، موسم میں ایک متعین کیفیت کا پیدا ہو جانا، آفتاب میں ایک خاص درجہ کی گرمی، سمندر کا اس سے ایک خاص درجہ پر تاثر، بخارات کا صعود، ہوا میں ایک خاص قسم کی حرکت اور ایک خاص درجہ کی برودت، پانی کا ایک معین مقدار میں اور ایک خاص صورت میں یعنی قطرہ قطرہ ہو کر نزول، زمین میں بارش کا جذب ہونا، نباتات کا اس سے اپنی غذا کا کام لینا، ان میں نشو و نما کا ہونا وغیرہا علوم طبعی، کیمیاوی، ارضیاتی کے صدہا مسائل کو عملاً اس نظم و تدبیر کے ساتھ حل کرتے رہنا، کام یقیناً حکیم مطلق ہی کا ہو سکتا ہے۔ ف ١١ (اور وہی یہ سب تغیرات ہر لمحہ و ہر آن کرتی رہتی ہے) مشاہدات کائنات سے قرآن مجید کا مقصود ہمیشہ ایک ہی رہتا ہے، یعنی اسلام کے بنیادی عقائد کا اثبات۔ چنانچہ یہاں بھی مقصود ارشاد یہی ہے کہ یہ سارے واقعات دلیل ہیں اللہ کی قدرت، حکمت، صنعت، وحدانیت کے، اور انسان (فاعل بالارادہ مخلوق) کی مسئولیت کے۔ ف ١٢ مذاہب شرک تو بہت سے ایسے ہیں جو عقیدۂ جزا و سزا، حشر و نشر کے منکر ہیں۔ رسول اللہ صلعم کے معاصر جو اہل کتاب تھے یعنی یہود و نصاریٰ، ان میں بھی یہ عقیدہ بہت ضعیف ہو چلا تھا اور ان کے بعض بعض فرقے تو سرے سے منکر ہی ہو گئے تھے۔

ـــ۲ـــ اور اسی گھبراہٹ و بوکھلاہٹ کی شدید حالت لوگوں کی متوالوں کی سی معلوم ہوگی۔ یہ نقشہ سب اس وقت کا کھینچا ہے جب صور پہلی بار پھنکے گا، اور قیامت شروع ہوگی۔ اور یہ سب چیزیں محض بہ طور مثال اندازہ کے لئے بتائی گئی ہیں "مقصود یہ نہیں کہ بس اس زلزلہ کی ہیبت اتنی ہی ہوگی، بلکہ مخاطبین کے اذہان میں چونکہ یہ ہیبت بھی عظیم ہے جس پر آثار مذکورہ مرتب ہوں، اس لئے اس کو ذکر کردیا پس زائد کی نفی نہیں ہے" (تھانویؒ) مرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ یہاں جو غیر سکر کو تشبیہاً سکر فرمادیا گیا، اس سے صوفیہ کی اس اصطلاح کی اصل نکل آئی کہ بعض حالات باطنی کو بھی اسی مشابہت و مماثلت کی بنا پر سکر کہہ دیا جاتا ہے۔ ـــ۳ـــ شان نزول کی روایتوں میں آتا ہے کہ آیت نضر بن حارث ایک مشہور معاصر کافر کے حق میں نازل ہوئی

أَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى

جائے گی اور ہر حمل والی اپنا حمل ڈال دے گی اور لوگ تجھے

النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ

نشہ میں دکھائی دیں گے حالانکہ وہ نشہ میں نہ ہوں گے، بلکہ اللہ کا عذاب ہے ہی

اللّٰهِ شَدِيْدٌ ۝۲ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي

سخت (چیز) ـــ۲ـــ اور کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو اللہ کے باب میں بغیر علم (و دلیل)

اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّبِعُ كُلَّ شَيْطٰنٍ مَّرِيْدٍ ۝۳

کے جھگڑا کیا کرتے ہیں اور ہر شیطان سرکش کے پیچھے ہو لیتے ہیں ـــ۳ـــ

كُتِبَ عَلَيْهِ اَنَّهٗ مَنْ تَوَلَّاهُ فَاَنَّهٗ يُضِلُّهٗ وَ

اس (مردود) کی نسبت تو یہ لکھا جاچکا ہے کہ جو کوئی بھی اسے دوست رکھے گا تو اسے وہ گمراہی کرکے رہے گا او

يَهْدِيْهِ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ ۝۴ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ

اس کو (خدا اپنی مشیت تکوینی سے) عذاب دوزخ کی راہ دکھادے گا ـــ۴ـــ اے لوگو اگر تم (دوبارہ) جی اٹھنے کی

اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ

طرف سے شک میں ہو تو (اس میں غور کرلو کہ) ہم نے تمہیں

مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ

مٹی سے پیدا کیا ـــ۵ـــ پھر نطفہ سے پھر خون کے لوتھڑے سے پھر

مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ

بوٹی سے (کہ بعض) پوری (ہوتی ہیں) اور (بعض) ادھوری تاکہ ہم تمہارے سامنے (اپنی قدرت) ظاہر کردیں

ہے۔ یا پھر ابوجہل یا ابی بن خلف کے حق میں لیکن آج تو اس آیت کے مصداق ایک دو نہیں صدہا، ہزارہا "پڑھے لکھے" نظر آئیں گے۔ کہیں نثر میں مضامین، ڈرامے اور افسانے لکھے جارہے ہیں کہ خدا مزدوروں، مفلسوں کو مصیبت میں دیکھتا ہے اور اسے ذرا رحم نہیں آتا۔ کہیں نظم میں طبع آزمائی ہو رہی ہے کہ خدا سرمایہ داروں کے ظلم کو روکتا نہیں۔ اور ان کی اعانت کر رہا ہے وقس علیٰ ہٰذا گویا ان بے مغز بیہودہ نگاروں کے حسب مشورہ اگر کسی دنیا کی تخلیق ہوتی تو اس میں نہ کوئی چھوٹا ہوتا نہ بڑا، نہ کوئی امیر نہ کوئی مطاع، نہ کوئی دولتمند نہ کوئی مفلس، دکوئی بیمار نہ کوئی مجرم۔ گویا اس دنیا میں نہ اطاعت کے کوئی معنی ہوتے نہ سخاوت کے، نہ دادرسی کے نہ حذاقت کے نہ ہمدردی کے! اس لئے کہ یہ چیزیں تو اپنے ظہور کے لئے خود محتاج ہیں حاجت کی، غربت کی، بیماری کی، مظلومیت کی! ــــــ ایسی عجیب و غریب مساواتی دنیا کا تصور بھی جن دماغوں میں آسکتا ہے، ان سب کی ذہنیت بس ایسی ہی ہوتی ہے کہ ہر شیطان کی دسترس اس پر بآسانی ہوجاتی ہے۔ اور وہ ہر ماتونی شیطان کی گمراہیوں کا شکار ہوجاتے ہیں۔ ـــ۴ـــ یہ مراد بھی ہوسکتی ہے کہ شیطان اسے گمراہ کرکے عذاب دوزخ تک پہنچا دے گا۔ كُتِبَ عَلَيْهِ۔ یعنی اس کی بابت یہ مقدر ہوچکا ہے۔ طے ہوچکا ہے۔ ـــ۵ـــ یعنی نوع انسانی کی ترکیب میں عنصر غالب مٹی کا ہے۔ فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ۔ تقدیر کلام یوں ہے کہ میں تمہیں تمہاری خلقت سے متعلق یہ خبر دیتا ہوں یا یہ کہ تم اپنے آغاز خلقت کو سوچو۔ ای فانظروا فی بدء خلقکم (بیضاوی) قیل التقدیر فاخبرکم واعلمکم انا خلقنکم (ر) ـــ۶ـــ وجود انسانی کی اس ساخت، ترکیب و ترتیب کی ایک طرف یکسانی و ہمرنگی، دوسری طرف باہمی تفاوت و اختلاف دونوں چیزیں جس طرح قدرت، حکمت و صنعت پر شاہد ہیں اسی طرح اس پر بھی کہ جو پہلے اس طرح عدم مطلق سے وجود میں لاچکا ہے، اسے اب اجزائے منتشر کو جوڑ بٹور کر درست کر دینا کیا مشکل ہے۔ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ۔ نوعی ترکیب کے بعد، تخلیق انفرادی کا یہ پہلا قدم ہے۔ نطفہ غذائے انسانی کا خلاصہ در خلاصہ ہوتا ہے۔ علقة۔ اس حالت کا نام ہے جب نطفہ میں سرخی اور غلظت پیدا ہوجائے۔ مضغة۔ اس حالت کا نام ہے جب علقہ مرتب اور سخت ہوجائے۔ مخلقة۔ یعنی وہ حالت جب کہ پورے اعضا ترکیب پاجائیں۔ غیر مخلقة۔ یعنی وہ حالت جب کہ بعض اعضا ناقص رہ جائیں۔

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ اٰذَنْتُكُمْ عَلٰی سَوَآءٍ ؕ وَاِنْ اَدْرِیْٓ

پھر بھی اگر یہ لوگ سرتابی کریں تو آپ کہہ دیجئے کہ میں تم کو نہایت صاف اطلاع کر چکا ١٤٥ اور میں نہیں خبر رکھتا کہ

اَقَرِیْبٌ اَمْ بَعِیْدٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ ﴿١٠٩﴾ اِنَّهٗ یَعْلَمُ الْجَهْرَ

کہ تم سے جو وعدہ کیا گیا ہے آیا وہ قریب آگیا ہے یا وہ دور دراز ہے ١٤٦ بیشک اللہ پکار کر کہی ہوئی بات

مِنَ الْقَوْلِ وَیَعْلَمُ مَا تَكْتُمُوْنَ ﴿١١٠﴾ وَاِنْ اَدْرِیْ

کو بھی جانتا ہے اور اسے بھی جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو اور میں خبر نہیں رکھتا ١٤٧

لَعَلَّهٗ فِتْنَةٌ لَّكُمْ وَمَتَاعٌ اِلٰی حِیْنٍ ﴿١١١﴾ قٰلَ رَبِّ احْكُمْ

شاید کہ وہ تمہارے لئے امتحان ہی ہو اور ایک (خاص) وقت تک کیلئے تمتع ١٤٨ (پیغمبر نے) کہا کہ اے میرے پروردگار

بِالْحَقِّ ؕ وَرَبُّنَا الرَّحْمٰنُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰی مَا تَصِفُوْنَ ﴿١١٢﴾

تو فیصلہ کر دے حق کے موافق ١٥٠ اور ہمارا پروردگار بڑا رحمت والا ہے جس سے مدد چاہی جاتی ہے ان باتوں کے مقابلہ میں جو تم بنایا کرتے ہو ١٥١

ع ١٩ ٧ النصف

سُوْرَةُ الْحَجِّ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ ثَمَانٌ وَّسَبْعُوْنَ اٰيَةً وَّعَشْرُ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ حج مدنی ہے اس میں ٧٨ آیتیں اور ١٠ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ بار بار رحم کرنے والے نہایت مہربان کے نام سے

یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۚ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَیْءٌ

اے لوگو اپنے پروردگار سے ڈرو (کیونکہ) قیامت (کے دن) کا زلزلہ بڑی بھاری

عَظِیْمٌ ﴿١﴾ یَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّآ

چیز ہے ١ جس روز تم اسے دیکھو گے ہر دودھ پلانے والی اپنے دودھ پیتے (بچہ) کو بھول

١٤٥ (احکام الٰہی کی بھی، اور ان احکام کی عدم تعمیل کے نتائج کی بھی، اس کے بعد اب نہ میرے اوپر کوئی ذمہ داری باقی رہی، نہ تمہارے پاس کوئی عذر معذرت) عَلٰی سَوَآءٍ سے مراد ہے خوب مفصل و مدلل۔ ١٤٦ پیمبر کو قطعی علم صرف وقوع عذاب اور وقوع آخرت کا رہتا ہے۔ وقت و زمانہ کی تعیین کا علم اسے نہیں دیا جاتا۔ علم کامل کی نفی جب پیمبر اور پیمبر بھی کون؟ اشرف الانبیاء سے کی جا رہی ہے تو کسی مرشد یا ولی کے لئے علم غیب کا اعتقاد رکھنا ظاہر ہے کہ کیسی کھلی ہوئی نادانی و جہالت ہے۔ ١٤٧ یعنی تاخیر عذاب۔ ١٤٨ امتحان اس لحاظ سے کہ شاید اب یہ ایمان لے آئیں۔ یہ ظہور رحمت ہے۔ عارضی مہلت اس اعتبار سے کہ غفلت اور بڑھتی جائے، اور تحقق عذاب کے اسباب اور بڑھ لیں۔ یہ ظہور قہر ہے۔ پیمبر کی زبان سے یہ کہلایا جا رہا ہے کہ مجھے ان مصالح تکوینی کا علم نہیں۔ امتحان الٰہی سے مراد ہمیشہ دنیا کی نظروں میں امتحان ہوگا۔ ورنہ علم الٰہی میں تو ظاہر ہے کہ سب ہی کچھ موجود ہے۔ ١٤٩ یہ اس وقت کہا، جب تبلیغ کے سارے مرتبے ختم ہو چکے اور اصلاح خاطر خواہ نہ ہوئی۔ ١٥٠ فیصلہ سے مراد عملی فیصلہ جو اندھوں کو بھی نظر آجائے۔ یعنی کافروں کی شکست و تباہی باوجود ہر ساز و سامان کے۔ ١٥١ (مثلاً یہی کہ ہم عنقریب مسلمانوں کا نام و نشان مٹا کر رکھ دیں گے، یا اور کلمات کفر و الحاد)

سُورۂ حج ١ وہ ایسی چیز نہیں جسے کوئی صحیح الحواس انسان بھولا ہوا رہے یا جسے معمولی بات سمجھتا رہے۔ رو مرنے کا مقام ہے کہ جس چیز سے قرآن مجید نے انتہائی تخویف کا کام لیا ہے اسی واقعہ کے ذکر کو آج غیروں نے نہیں خود ''مسلمانوں'' نے ایک موضوع تفریح و تفنن کا بنا لیا ہے۔ بدنصیب شاعروں کے ہاں تو روز ہجر و شب فراق، روز قیامت سے بڑھی ہوئی مدت دراز سے چلی آرہی تھی، اب نثر نویسوں نے قدم اس سے بھی آگے بڑھایا ہے اور قیامت کے دن پر تفریحی ڈرامے لکھنے شروع کر دیئے ہیں۔

ف ۱۳۶ اس لئے کہ وہ جنت میں ہونگے اور جنت دوزخ سے بالکل الگ اور فاصلہ پر ہوگی۔ اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰۤی سے معنی بعض صوفیہ نے یہ لئے ہیں کہ سبقت محبتنا ایاہ فی الازل یعنی ہماری محبت ان کے ساتھ ازل میں سابق ہوئی۔ مرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ یہی وہ استعداد سابق ہے جس کی بابت کہا جاتا ہے کہ محبت کی ابتدا محبوب کی جانب سے ہوتی ہے۔ ف ۱۳۷ جنت کی ایک خاص اور امتیازی خصوصیت یہاں بہ کمال بلاغت ایک مختصر فقرہ میں بیان کردی گئی۔ یعنی وہ جگہ ایسی ہوگی جہاں سب کچھ انسان کی اپنی مرضی کے مطابق ہوگا۔ جو ہوا بھی چلے گی اس کی مرضی کے موافق، جو موسم بھی وہ چاہے گا وہی پیدا ہو جائے گا، جو غذا وہ چاہے گا وہی حاضر ہوگی، جو شغلہ اسے پسند ہوگا وہی اس کے لئے موجود ہوگا، جو پڑھنا وہ چاہے گا وہی کتابیں اس کے لئے فراہم ہو جائیں گی۔ وقس علی ہٰذا۔ دنیا کی مختصر سی زندگی میں اپنے کو قوانین الٰہی کے ماتحت کردینے کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ جنت میں سارے قوانین تکوینی خود اسی کے ماتحت ومحکوم ہونگے اور پھر یہ کیفیت عارضی نہیں، وقتی نہیں، دائمی، لازوال، غیر منقطع ہوگی! ——— کوئی انسانی دماغ پورا تصور بھی ان راحتوں اور مسرتوں کا نہیں کرسکتا

ف ۱۳۸ یہ وہی استقبال کرنے والے فرشتے مؤمنین سے کہیں گے۔ دہشت اور ہول کا وہ انتہائی وقت یقیناً ہوگا لیکن اہل ایمان کو دہشت کیوں ہونے لگی۔ انہیں تو خواب موت سے جاگتے ہی تسکین، تشفی، دلدہی کیلئے فرشتے مل جائیں گے، جو اعزاز واکرام سے انہیں ہاتھوں ہاتھ لیں گے۔ مرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ یہاں سے تائید ہوتی ہے اس مقولہ کی کہ اہل اللہ کو فرح دائم میسر رہتا ہے اور عظمتِ کبریا سے جو خوف ان کے دلوں پر طاری رہتا ہے وہ اس کے منافی نہیں بلکہ وہ تو عین مقتضا عبدیت کا ہے۔ ف ۱۳۹ قرآن مجید وقوعِ قیامت اور اس روز کی ہولناکیوں اور بشارتوں دونوں کا ذکر اسی کثرت اور اسی قطعیت کے ساتھ اسی لئے کرتا ہے کہ مخاطبین کے دل میں عقیدۂ آخرت راسخ ہو جائے۔ ساری نیکیوں کی جڑ اور بنیاد یہی ہے کہ عقیدۂ آخرت محض ایک نظریہ یا وہم وگمان کی طرح نہ رہے بلکہ جزم کامل ووثوق کے ساتھ دل کی گہرائیوں میں اتر جائے اور قال حال بن جائے۔ ف ۱۴۰ زبور کہتے ہیں ہر لکھی ہوئی کتاب کو اور الزبور اسم جنس ہے ہر کتاب آسمانی کے لئے۔ لغت کے حوالوں کے لئے ملاحظہ ہو پ ۶ حاشیہ ۳۵ یہاں بھی محققین نے مراد الزبور سے کل کتب آسمانی بطور اسم جنس لی ہیں۔ عنی بالزبور کتب الانبیاء کلها التی انزلها علیهم (ابن جریر) مجاہد نے کہا ہے کہ الزبور کتاب ہے۔ الزبور الکتاب (ابن جریر۔ عن مجاہد) ابن زید تابعی سے منقول ہے کہ الزبور کتب آسمانی ہیں۔ الزبور الکتب التی انزلت علی الانبیاء (ابن جریر عن ابن زید) ف ۱۴۱ ذکر کے معنی حدیث صحیح میں لوح محفوظ کے آچکے ہیں۔ ایک حدیث کے درمیان آتا ہے کان اللّٰہ ولم یکن شیء قبله وکان عرشه علی الماء وکتب فی الذکر کل شیء وخلق السمٰوٰت والارض (صحیح بخاری کتاب بدء الخلق) یہی حدیث خفیف تغیر کے ساتھ کتاب التوحید میں بھی نقل ہوئی ہے۔ جہاں ذکر کے صریح معنی لوح محفوظ کے ہیں۔ ای فی محل الذکر ای فی اللوح المحفوظ (فتح الباری) ای اللوح المحفوظ (یعنی) ای فی اللوح المحفوظ (مجمع البحار) آیت میں بھی مراد اس نوشتہ سے لی گئی ہے جو آسمان پر ہے یعنی وہی لوح محفوظ۔ عنی بالذکر ام الکتاب التی عنده فی السماء (ابن جریر) ابن زید تابعی مجاہد تابعی اور سعید بن جبیر تابعی سے بھی یہی معنی منقول ہے۔ الذکر الذی فی السماء (ابن جریر عن مجاہد) الذکر ام الکتب الذی تکتب فیه الاشیاء قبل ذلك (ابن جریر عن ابن زید) الذکر ام الکتب عند اللّٰہ (ابن جریر عن مجاہد) خود امام ابن جریر نے بھی ترجیح اسی معنی کو دی ہے۔ واولی هٰذه الاقوال عندی بالصواب فی ذلك ما قاله سعید بن جبیر ومجاهد۔ اور ثوری نے صراحت کے ساتھ اس کے معنی لوح محفوظ کے بتائے ہیں۔ هو اللوح المحفوظ (ابن کثیر عن الثوری) ف ۱۴۲ قرآن میں الارض کا اطلاق ارض جنت پر بھی ہوا ہے۔ جیسا کہ اس آیت میں الحمد للّٰہ الذی صدقنا وعده واورثنا الارض نتبوأ من الجنة حیث نشاء (الزمر) چنانچہ یہاں بھی یہی معنی محققین سے منقول ہیں اور اس طبقہ میں حضرت ابن عباسؓ سے لیکر اکابر تابعین تک سب ہی شامل ہیں۔ قال ابن عباس ارض الجنة وکذا قال ابو العالیة ومجاهد وسعید بن جبیر والشعبی وقتادة والسدی وابو صالح والربیع بن انس والثوری (ابن کثیر) یعنی بذلك ان ارض الجنة یرثها عبادی العاملون بطاعته (ابن جریر) الفاظ کی اس تشریح کے بعد مطلب بالکل صاف ہے یعنی لوح محفوظ میں لکھ دینے کے بعد ہم نے کتب آسمانی میں بھی یہ قاعدہ لکھ دیا ہے کہ زمینِ بہشت کے مالک تو بندگان صالح شریعت پر چلنے والے ہی ہونگے۔ گویا آیت تمامتر مومنین کے حق میں ایک بڑی بشارت اخروی ہے لیکن یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ "ہم نے کتاب زبور (صحیفۂ داؤدی) میں لکھ رکھا ہے بعد نصیحت کے کہ زمین کے مالک میرے نیک بندے ہونگے"۔ چنانچہ بہت سے اہل تفسیر ادھر بھی گئے ہیں۔ اس صورت میں یہ آیت مومنین کے حق میں ایک بشارت دنیوی نعمت یعنی زمینی بادشاہت کی ہوگی۔ اور اگر الارض سے مراد ارض موعود لی جائے یعنی ملک شام (جیسا کہ بہت سے اہل تفسیر نے مراد سمجھی ہے) جب تو یہ پیشگوئی عہد صحابہ میں پوری طرح پوری ہو کر رہی صحیفۂ زبور میں بھی یہ الفاظ ملتے ہیں:- "صادق زمین کے وارث ہونگے" (۳۷: ۲۹) ف ۱۴۳ اور وہ رحمت ومہربانی یہی ہے کہ قرآن کے مخاطبین رسول کے پیام ہدایت کو قبول کریں اور اپنی زندگی کو انہیں کے لائے ہوئے نظام کے سانچہ میں ڈھالیں۔ فلاح کونین وسعادت دارین صرف رسول کے اتباع میں ہے۔ یہاں تک کہ رسول کا غزا وقتال بھی دنیا کے حق میں سراسر رحمت ہی ہوتا ہے۔ اقبال نے کتنا سچ کہا ہے ؎ لطف وقہر او سراپا رحمتے آں بیاراں ایں باعدا رحمتے مرشد تھانویؒ نے آیت سے ایک نکتہ یہ بھی استنباط کیا ہے کہ مقبولین کی برکات ان کے قصد کے بغیر بھی عالم کو پہنچتی رہتی ہیں۔ جیسے آفتاب کی شعاعیں کہ بلا اس کے قصد وعلم کے سب کو پہنچتی رہتی ہیں۔ ف ۱۴۴ (اہل توحید واہل شرک کے اختلافات کے باب میں)

حَسِیْسَهَا ۚ وَهُمْ فِیْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿۱۰۲﴾

نہ سنیں گے ف ۱۳۶ اور وہ لوگ اپنی جی چاہی چیزوں میں ہمیشہ رہیں گے ف ۱۳۷

لَا یَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَتَتَلَقّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ؕ

انہیں (یہ) بڑی گھبراہٹ (ذرا بھی) غم میں نہ ڈالے گی، اور ان کا تو استقبال فرشتے کریں گے

هٰذَا یَوْمُكُمُ الَّذِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾ یَوْمَ نَطْوِی

یہ ہے آپ کا وہ دن جس کا آپ سے وعدہ کیا جاتا تھا ف ۱۳۸ وہ دن (یاد رکھنے کے قابل ہے)

السَّمَآءَ كَطَیِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ ؕ كَمَا بَدَاْنَاۤ اَوَّلَ خَلْقٍ

جس روز ہم آسمان کو لپیٹ دیں گے جس طرح طومار کاغذات لپیٹ لیا جاتا ہے جس طرح ہم نے اول بار پیدا کرنے

نُّعِیْدُهٗ ؕ وَعْدًا عَلَیْنَا ؕ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِیْنَ ﴿۱۰۴﴾ وَلَقَدْ كَتَبْنَا

کے وقت ابتدا کی تھی اسی طرح اسے دوبارہ کردینگے یہ ہمارے ذمہ وعدہ ہے ہم ضرور اسے کر کے رہیں گے ف ۱۳۹ اور ہم نے کتب آسمانی

فِی الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ یَرِثُهَا عِبَادِیَ

میں لکھ رکھا ہے ف ۱۴۰ لوح محفوظ (میں لکھنے) کے بعد ف ۱۴۱ کہ زمین (جنت) کے وارث میرے نیک بندے

الصّٰلِحُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ اِنَّ فِیْ هٰذَا لَبَلٰغًا لِّقَوْمٍ عٰبِدِیْنَ ﴿۱۰۶﴾ وَمَاۤ

ہی ہونگے ف ۱۴۲ بیشک اس (قرآن) میں (بڑی) تبلیغ ہے بندگی کرنے والے لوگوں کے لئے اور ہم نے

اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۰۷﴾ قُلْ اِنَّمَا یُوْحٰۤی

آپ کو دنیا جہان پر (اپنی) رحمت ہی کے لئے بھیجا ہے ف ۱۴۳ آپ کہہ دیجئے کہ میرے پاس تو صرف یہ

اِلَیَّ اَنَّمَاۤ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۰۸﴾

وحی آئی ہے کہ تمہارا خدا ایک ہی خدا ہے سو اب بھی تم مانتے ہو؟ ف ۱۴۴

لَا يَرْجِعُوْنَ ﴿۹۵﴾ حَتّٰٓى اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَ
هُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ ﴿۹۶﴾ وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ
الْحَقُّ فَاِذَا هِيَ شَاخِصَةٌ اَبْصَارُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
يٰوَيْلَنَا قَدْ كُنَّا فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا بَلْ كُنَّا
ظٰلِمِيْنَ ﴿۹۷﴾ اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ
جَهَنَّمَ اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ ﴿۹۸﴾ لَوْ كَانَ هٰٓؤُلَاۗءِ اٰلِهَةً
مَّا وَرَدُوْهَا وَكُلٌّ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۹۹﴾ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ
وَّهُمْ فِيْهَا لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ
مِّنَّا الْحُسْنٰٓى اُولٰۗىِٕكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ لَا يَسْمَعُوْنَ

[illegible]

خَيْرُ الْوَارِثِينَ ﴿٨٩﴾ فَاسْتَجَبْنَا لَهُ وَوَهَبْنَا لَهُ يَحْيَىٰ

[illegible]

وَأَصْلَحْنَا لَهُ زَوْجَهُ ۚ إِنَّهُمْ كَانُوا يُسَارِعُونَ فِي

[illegible]

الْخَيْرَاتِ وَيَدْعُونَنَا رَغَبًا وَرَهَبًا ۖ وَكَانُوا لَنَا خَاشِعِينَ ﴿٩٠﴾

[illegible]

وَالَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيهَا مِن رُّوحِنَا

[illegible]

وَجَعَلْنَاهَا وَابْنَهَا آيَةً لِّلْعَالَمِينَ ﴿٩١﴾ إِنَّ هَٰذِهِ أُمَّتُكُمْ

[illegible]

أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُونِ ﴿٩٢﴾ وَتَقَطَّعُوا

[illegible]

أَمْرَهُم بَيْنَهُمْ ۖ كُلٌّ إِلَيْنَا رَاجِعُونَ ﴿٩٣﴾ فَمَن يَعْمَلْ

[illegible]

مِنَ الصَّالِحَاتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهِ

[illegible]

وَإِنَّا لَهُ كَاتِبُونَ ﴿٩٤﴾ وَحَرَامٌ عَلَىٰ قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا أَنَّهُمْ

[illegible]

[illegible]

چھن جائیں تو حال معلوم ہو جائے۔ حکم ہوا، اچھا تجھے اختیار ہے۔ جا اور جس طرح چاہے انکی آزمائش کر دیکھ۔ چنانچہ شیطان نے آکر ان پر طرح طرح کی مصیبتوں کے پہاڑ توڑنے شروع کئے۔ کہاں آج امیر کبیر تھے۔ کہاں
دفعۃً مفلس قلاش ہو گئے۔ ساری کھیتیاں جل گئیں۔ سارے گلے مر گئے۔ سارے نوکروں چاکروں کو دشمنوں نے مار ڈالا۔ ساری اولاد اکبارگی مکان میں دب کر مر گئی۔ ان ناقابل یقین مصائب کے بھی یک بیک ٹوٹ
پڑنے پر ایوبؑ نے کہا تو صرف اتنا کہا کہ ”اٹھ کے اپنا پیراہن چاک کیا اور سر منڈایا اور زمین پر جھک پڑا اور سجدہ کیا اور کہا، اپنی ماں کے پیٹ سے میں ننگا نکل آیا اور پھر ننگا وہاں جاؤنگا، خداوند نے دیا اور خداوند نے لیا
خداوند کا نام مبارک ہے۔ اس سارے مقدمہ میں ایوب نے گناہ نہ کیا اور نہ خدا پر بے وقوفی کا عیب لگایا“ (ایوب۔ ١: ٢١، ٢٢) اس کے بعد شیطان نے ان پر پھوڑوں کی گندی بیماری مسلط کی اور سر سے پیر تک
پھوڑوں میں لد گئے۔ توریت میں ہے:۔ ”ایسا کہ تلوے سے لے کے چاندی تک اسے جلتے پھوڑے ہوئے اور وہ ایک ٹھیکرا لے کے اپنے تئیں کھجلانے لگا اور راکھ پر بیٹھ گیا“ (ایوب۔ ٢: ٧، ٨) ١١٢ یعنی
تاکہ اہل تقویٰ و عبادت یاد رکھیں کہ صابروں کو کیسے کیسے صلے ملتے ہیں۔ رَحْمَةً وَذِكْرٰى۔ رحمت اور ذکریٰ دونوں بطور سبب بیان ہوئے ہیں۔ فرق یہ ہے کہ رحمت کی حیثیت علت فاعلی مؤثر کی ہے۔ اور

لَهٗ فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ وَّاٰتَيْنٰهُ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ
قبول کرلی اور انہیں جو تکلیف تھی اس کو دور کر دیا اور ہم نے انہیں ان کا کنبہ عطا کر دیا اور ان کے ساتھ
مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَذِكْرٰى لِلْعٰبِدِيْنَ ﴿٨٤﴾ وَ
ان کے برابر اور بھی اپنی رحمت خاص کے باعث (ا) اور تاکہ یادگار رہے اہل عبادت کے لئے ١١٢ اور
اِسْمٰعِيْلَ وَاِدْرِيْسَ وَذَا الْكِفْلِ ۭ كُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿٨٥﴾
اسمٰعیل اور ادریس اور ذو الکفل کا (تذکرہ کیجیے) (یہ) سب ثابت قدم رہنے والوں میں تھے ١١٣
وَاَدْخَلْنٰهُمْ فِيْ رَحْمَتِنَا ۭ اِنَّهُمْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿٨٦﴾
اور ہم نے ان (سب) کو اپنی رحمت (خاص) میں داخل کر لیا تھا بیشک وہ (سب) صالح لوگوں میں سے تھے ١١٤
وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ
اور مچھلی والے (پیغمبر کا بھی ذکر کیجیے) جب کہ وہ خفا ہو کر چلے گئے ١١٥ اور یہ سمجھے کہ ہم ان پر تنگی نہ
عَلَيْهِ فَنَادٰى فِي الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ
کرینگے ١١٦ پھر انہوں نے اندھیروں میں سے پکارا ١١٧ کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو ہی
سُبْحٰنَكَ ڰ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٨٧﴾ فَاسْتَجَبْنَا
(سب نقائص سے) پاک ہے بیشک میں ہی قصوروار ہوں ١١٨ سو ہم نے ان کی (پکار)
لَهٗ ۙ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ۭ وَكَذٰلِكَ نُـْۨجِي الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٨٨﴾
سن لی اور انہیں غم سے نجات دے دی اور ہم ایمان والوں کو ایسی ہی نجات دیا کرتے ہیں ١١٩
وَزَكَرِيَّآ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ رَبِّ لَا تَذَرْنِيْ فَرْدًا وَّاَنْتَ
اور زکریا (کا ذکر کیجیے) ١٢٠ جب کہ انہوں نے اپنے پروردگار کو پکارا کہ اے میرے پروردگار مجھے لاوارث مت چھوڑ

وہ زمانًا متقدم ہے۔ اور ذکریٰ کی حیثیت علت غائی مؤخر کی ہے۔ یہ بھی
کہا گیا ہے کہ یہ ماجرا رحمت تھا خود حضرت ایوب کے حق میں اور یادگار ان
کے بعد والوں کے لئے کہ وہ بھی ان کے نقش قدم پر چل کر ان کے سے مرتبے
حاصل کریں۔ یعنی رحمة لایوب وتذکرة لغیرہ من العابدین لیصبروا کصبرہ
(مدارک) توریت میں ہے:۔ ”اور خداوند نے ایوب کی طرف توجہ کی ..... اور
خداوند نے ایوب کو آگے کی نسبت سے دونی دولت عنایت کی۔ اور اس کے
سب بھائی اور سب بہن اور اس کے اگلے سب جان پہچان اس کے پاس
آئے اور اس کے گھر میں انہوں نے اس کے ساتھ کھانا کھایا ...... اور
خداوند نے ایوب کے آخر عمر میں ابتدا کی نسبت سے بہت برکت عطا کی، اور وہ
چودہ ہزار بھیڑوں اور چھ ہزار اونٹوں اور ایک ہزار جوڑے بیل اور ایک ہزار گدھوں
کا مالک ہوا“ (ایوب۔ ٤٢: ١٠-١٣) آیت سے صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ دعا
صبر کے منافی نہیں۔ مرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ آیت سے دو مسئلے نکلتے ہیں
ایک یہ کہ دعا منافی توکل نہیں، دوسرے احساس حاجتمندی سے (جو غلبۂ
عبدیت سے پیدا ہوتی ہے) اللہ سے شکوہ کرنا رضا کے منافی نہیں۔
١١٣ (احکام تشریعی پر بھی اور تکوینی پر بھی) حضرت اسمٰعیلؑ کا ذکر تو بار بار آچکا
ہے اور حضرت ادریس پر بھی حاشیے ١٦ پ سورۂ مریم میں گزر چکے۔ حضرت ذوالکفل
سے متعلق مختلف اقوال ہیں ترجیحی قول یہ ہے کہ آپ انبیاء بنی اسرائیل میں سے تھے
اور توریت میں آپ کا نام حزقیل نبی آیا ہے۔ ”اور تیسویں برس کے چوتھے مہینہ
کی پانچویں تاریخ میں ایسا ہوا کہ جب میں نہر کبار کے کنارہ پر اسیروں کے درمیان
تھا تو آسمان کھل گیا اور میں نے خدا کی رویتیں دیکھیں اور اس مہینہ کے
پانچویں دن یعنی سہویکین بادشاہ کی اسیری کے پانچویں برس میں ایسا ہوا کہ خداوند
کا کلام بوزی کاہن کے بیٹے حزقی ایل کو جو کسوبون کے ملک میں نہر کبار کے کنارہ
پر تھا پہنچا اور وہاں خداوند کا ہاتھ اس پر تھا“ (حزقی ایل۔ ١: ١-٣)
بخت نصر تاجدار اسیریا جب یروشلم پر حملہ شدید کر کے ہزارہا اسرائیلیوں کو اپنے
ساتھ لے گیا۔ ٥٩٧ ق م میں تو ان میں سے ایک آپ بھی تھے۔ ملاحظہ ہو
حاشیہ تفسیر انگریزی۔ ١١٤ مسلمان کے لئے تو یہ عقیدہ کافی ہے کہ حضرات
جب نبی تھے تو صالح بدرجۂ اولیٰ ہونگے۔ لیکن اسے کیا کیجیے کہ بائبل والوں نے
اپنے پیمبروں کو بری طرح گناہوں میں مبتلا دکھایا ہے۔ نبوت انکے ہاں گویا محض

ایک قسم کی کہانت یا اشراقیت تھی اور اس کا تعلق اخبار بالغیب سے تو تھا لیکن تزکیۂ نفس یا تطہیر اخلاق سے بالکل نہیں۔ ١١٥ (اپنی قوم سے جب کہ وہ لوگ ایمان نہ لائے) مغاضبًا لقومہ (مدارک) ای غضبان علی
قومہ بعض صحابہ و تابعین سے جو تفسیر مغاضبًا لربہ منقول ہے سو تفسیر خود تشریح طلب ہے۔ لربہ کے معنی یہاں کئے جائیں گے لاجل ربہ وحمیۃ لدینہ یعنی اپنے پروردگار کی خاطر اور اپنی غیرت دینی
کے باعث۔ لام صلہ کو موصولہ نہیں بلکہ لام علت کے معنی میں لیں گے۔ لم یغضبہ الا غضبًا للہ وانفۃ لدینہ وبغضًا للکفر (کشاف) ١١٦ (ان کے بلا انتظار وحی چلے جانے پر) حضرت یونسؑ اپنے اجتہاد سے یہ
سمجھے کہ جب قوم پر سے عذاب ٹل گیا تو اب یہاں ٹھہرنا ضروری نہیں اور نہ میرے چلے جانے میں کوئی حرج ہے۔ اس لئے بلا انتظار نص و وحی وہاں سے چلے گئے۔ حالانکہ مرتبۂ نبوت کے شایان شان یہی تھا کہ انتظار کی
کیا جاتا۔ لن نقدر۔ قدر بمعنی استطاعت و توانائی نہیں ضیق و تنگی کے مفہوم میں ہے۔ قدرت سے نہیں تقدیر سے ہے۔ فہو من التضییق علیہ کذا فی لن نضیق علیہ اکبر۔ ذوالنون حضرت یونسؑ ہی کا لقب ہے
اور حضرت یونسؑ پر حاشیے پارہ ١١ پ سورۂ یونس میں گزر چکے۔ ١١٧ پارہ ٢٣ میں یہ قصہ ذرا تفصیل سے آئے گا۔ مختصر یہ کہ آپ جس جہاز پر تھے اس کے جہاز رانوں نے آپ کو مجرم سمجھ طوفان کے وقت سمندر میں پھینک
دیا۔ کوئی ایک مچھلی شارک یا وہیل کے قسم کی آپ کو نگل گئی۔ یہ مناجات آپ شکم ماہی سے فرما رہے ہیں۔ ظلمت صیغۂ جمع ہے دریا کے نیچے کا اندھیرا، مچھلی کے پیٹ کے اندر کا اندھیرا۔ صیغۂ جمع سے متعدد تاریکیاں مراد
ہیں۔ ١١٨ اکہ میرے منصب کے مناسب وحی الٰہی کا انتظار کرنا تھا، میں بغیر اس انتظار کے نکل کھڑا ہوا۔ آپ کا اپنے کو ظالم کہنا اسی معنی میں ہے کہ میں ترک عزیمت و افضلیت کا مرتکب ہوا۔ ہر نعمت ایک خاص مقام
عبودیت کو مقتضی ہوتی ہے اور ایک خاص درجہ ادائے حقوق کا چاہتی ہے۔ اس درجہ و مرتبہ کے ادائے حقوق میں کمی یا کوتاہی رہ جانا ظلم ہے۔ آپ ظلم کا اطلاق اپنے حق میں اسی معنی میں کر رہے ہیں۔ ١١٩ یعنی یہ
یونس ہی پر کیا موقوف ہے جو مومن بھی ہم سے دعا کرے اسے غم سے نجات دے دی جاتی ہے بشرطیکہ اسے غم میں رکھنا ہی مصلحت نہ ہو۔ ١٢٠ حضرت زکریا پر حاشیے سورۂ آل عمران پارہ سوم میں گزر چکے۔

ذو النون

۱۰۰ یہاں یہ ارشاد نہیں کہ صحیح فیصلہ بذریعہ وحی حضرت سلیمانؑ پر القا کیا گیا تھا۔ متبادر یہ ہوتا ہے کہ اصابت رائے وصحت فہم کی قوت حضرت سلیمانؑ کو زائد عطا ہوئی تھی اور اس میں کیا شک کہ سلیمانؑ کی حکمت و دانائی، خوش فہمی اور قوت فیصلہ آج تک یہود و مسیحی اقوام میں بہ طور ضرب المثل کے چلی آتی ہے۔ عارفین نے یہاں سے یہ نکتہ اخذ کیا ہے کہ صحت نظر وجودت قیاس بھی محض فضل ربانی ہے چنانچہ اسے اپنی طرف منسوب کرکے فرمایا کہ ہم نے سمجھادیا۔ سمجھادیا۔ ''صورت مقدمہ کی یہ تھی کہ جس قدر کھیت کا نقصان ہوا تھا اسکی لاگت بکریوں کی قیمت کے برابر تھی۔ داؤد علیہ السلام نے ضمان میں کھیت والے کو وہ بکریاں دلوادیں اور اصل قانون شرعی کا یہی مقتضا تھا جس میں مدعی یا مدعا علیہ کی رضا بھی شرط نہیں۔ مگر چونکہ اس میں بکری والوں کا بالکل ہی نقصان تھا اس لئے سلیمان علیہ السلام نے بہ طور مصالحت کے جو کہ موقوف تھی تراضی جانبین پر۔ یہ صورت جس میں دونوں کی سہولت اور رعایت تھی تجویز فرمائی کہ چند روز کے لئے بکریاں تو کھیت والے کو دی جائیں کہ ان کے دودھ وغیرہ سے اپنا گزر کرے اور بکری والوں کو وہ کھیت سپرد کیا جائے کہ اس کی خدمت آبپاشی وغیرہ سے کریں۔ جب کھیت پہلی حالت پر آجائے تو کھیت اور بکریاں اپنے اپنے مالکوں کو دیدی جائیں۔ پس اس سے معلوم ہوگیا کہ دونوں فیصلوں میں کوئی تعارض نہیں کہ ایک کی صحت دوسرے کی عدم صحت کو مقتضی ہو۔ اس لئے کلا اٰتینا حکما وعلما بڑھادیا گیا'' (تھانویؒ) ۱۰۱ (دونوں میں سے)

سُلَيْمٰنَ ۚ وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا ۡ وَّسَخَّرْنَا مَعَ

سمجھ سلیمان کو دیدی ۱۰۰ اور حکمت وعلم تو ہم نے ہر ایک کو دیا تھا ۱۰۱ اور ہم نے داؤد کے ساتھ

دَاوٗدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ ؕ وَكُنَّا فٰعِلِيْنَ (۷۹) وَ

تابع کردیا تھا پہاڑوں کو کہ وہ اور پرندے تسبیح کیا کرتے تھے اور (یہ) کرنے والے ہم تھے ۱۰۲ اور

عَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْ

ہم نے انہیں زرہ کی صنعت تمہارے (نفع کے) لئے سکھلادی تھی تاکہ وہ تم کو تمہاری لڑائی میں

بَاْسِكُمْ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ شٰكِرُوْنَ (۸۰) وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ

بچائے ۱۰۳ سو کیا تم شکر ادا کروگے؟ ۱۰۴ اور ہم نے سلیمان (کے تابع) زور دار

عَاصِفَةً تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖۤ اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا

ہوا کو (بنادیا تھا) کہ وہ ان کے حکم سے چلتی اس سرزمین کی طرف جس میں ہم نے برکت

فِيْهَا ؕ وَكُنَّا بِكُلِّ شَيْءٍ عٰلِمِيْنَ (۸۱) وَمِنَ الشَّيٰطِيْنِ

رکھ دی ہے ۱۰۵ اور ہم تو ہر ایک چیز کا علم رکھتے ہیں ۱۰۶ اور شیطانوں میں ایسے بھی ہوئے ہیں

مَنْ يَّغُوْصُوْنَ لَهٗ وَيَعْمَلُوْنَ عَمَلًا دُوْنَ ذٰلِكَ ۚ

جو اُن کے (یعنی سلیمان) کے لئے غوطہ لگاتے تھے ۱۰۷ اور وہ (اور) کام بھی اسکے علاوہ کرتے رہتے تھے ۱۰۸

وَكُنَّا لَهُمْ حٰفِظِيْنَ (۸۲) وَاَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗۤ اَنِّيْ

اور ہم ہی ان کے سنبھالنے والے تھے ۱۰۹ اور ایوب (کا تذکرہ کیجئے) ۱۱۰ جب کہ انہوں نے اپنے پروردگار کو پکارا

مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ (۸۳) ۚ فَاسْتَجَبْنَا

کہ مجھکو تکلیف پہنچ رہی ہے اور تو تو سب مہربانوں سے بڑھ کر مہربان ہے ۱۱۱ سو ہم نے ان کی (دعا)

منزل ۴

اس سے ظاہر ہے کہ حضرت داؤدؑ کا فیصلہ بھی غلط یا علم وحکمت سے خالی نہ تھا۔ البتہ فیصلہ سلیمانی اس سے بھی بہتر رہا۔ فقہاء نے اس سے متعدد مسائل مستنبط کئے ہیں۔ مثلاً یہ کہ (۱) اظہار حق میں شرم وادب نہ چاہیئے۔ ورنہ حضرت سلیمانؑ کبھی اپنے والد بزرگوار کے فیصلہ کے خلاف زبان نہ ہلاتے (۲) اظہار حق بہ مصلحت شرعی کبھی واجب ہوجاتا ہے اور کبھی مستحب (۳) ایک قاضی کا فیصلہ دوسرے قاضی کے فیصلہ کو منسوخ کرسکتا ہے۔ (۴) ایک مجتہد کو چاہیئے کہ اپنے فیصلہ سے رجوع کرلے جب اسے دوسرا فیصلہ اپنے فیصلہ سے ارجح نظر آئے۔

۱۰۲ (ان خوارق کے، نہ کہ کوئی اور۔ تو پھر ان کے واقع ہونے میں کوئی تعجب کیوں کرے!) سَخَّرْنَا۔ ''تسخیر جبال'' کے یہ معنی کرنا کہ حضرت داؤدؑ جب پہاڑوں میں تسبیح میں مشغول ہوتے تھے تو پہاڑ ان کی آواز سے گونجنے لگتے تھے، قرآن کی تفسیر نہیں قرآن کی تحریف ہے۔ اول تو یہ کہیں سے نہیں ثابت ہے کہ حضرت داؤدؑ تسبیح وتہلیل کے وقت اپنے قصر وایوان ومسجد کو چھوڑ کر پہاڑوں کے اوپر یا پہاڑ کی کسی کھوہ میں تشریف لے جاتے تھے، دوسرے پہاڑ پر آواز گونجنے ہی کیوں لگی۔ اس کے لئے تو لازمی تھا کہ آپ تسبیح باواز بلند کرتے۔ تیسرے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ قرآن کی کہنے والی ہی کون سی بات ہے خصوصاً محل مدح واظہار نعمت میں۔ بلند آواز کی گونج تو پہاڑوں میں نبی غیر نبی، مومن وکافر ہر انسان بلکہ ہر جانور کی بھی ہوتی ہی رہتی ہے۔ مَعَ۔ ''تسخیر سے مراد محض تبعیت واقتدار فی التسبیح ہے نہ یہ کہ انکے فرمانے سے تسبیح کرتے تھے۔ گو ممکن یہ بھی ہے مگر محتاج دلیل ہے'' (تھانویؒ) توریت کی کتاب زبور میں داؤدؑ کی زبان سے ہے:۔ ''پہاڑ اور سارے ٹیلے میوہ دار درخت اور سارے دیودار، جنگلی جانور اور سارے مواشی اور کیڑے مکوڑے اور پرندے ۔۔۔۔۔۔۔ وہ خداوند کے نام کی پرستش کریں۔ کہ اس کا نام اکیلا عالی شان ہے۔ اسی کا جلال زمین اور آسمان کے اوپر پھیلا ہے'' (زبور ۱۴۸: ۹-۱۳)

۱۰۳ (ایک دوسرے کی زد سے) قرآن کے اس بیان سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضرت داؤدؑ زرہ کے موجد بھی ہوں اور یہ صنعت آپ سے قبل نامعلوم ہو۔ مرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ اس سے دو مسئلے ثابت ہوتے ہیں۔ ایک دستکاری سے معاش حاصل کرنا۔ دوسرے اسباب عادیہ کا استعمال توکل کے منافی نہ ہونا۔ ۱۰۴ (اس نعمت کا) صنعت زرہ سازی کو قرآن نے خاص محل نعمت میں بیان کیا ہے اس سے ظاہر ہے کہ فنون وصنائع حرب مطلق صورت میں حرام نہیں، بلکہ انہیں حرام ولغو مقاصد کے لئے نہ استعمال کیا جائے تو عین مستحسن وقابل قدر ہیں۔ هَلْ کلمۂ استفہام ہے لیکن کام امر کا دے رہا ہے۔ استفہام بمعنی الامر ای فاشکروا الله علیٰ ذٰلك (مدارک) ۱۰۵ یعنی ملک شام کی طرف کہ وہ جب کبھی باہر جاتے تو واپس ہوا کے ذریعہ سے آتے تھے۔ حضرت داؤدؑ کے معجزۂ تسخیر جبال کا ذکر ابھی گزر چکا ہے۔

حضرت سلیمانؑ کے معجزۂ تسخیر ہوا کا ذکر اب آیا۔ امام رازیؒ نے یہ لطیفہ خوب لکھا ہے کہ باپ کا مسخر کثیف ترین جسم کیا گیا یعنی پتھر اور چٹان اور بیٹے کا مسخر لطیف ترین جسم کیا گیا یعنی ہوا۔ ۱۰۶ (سو ہم جانتے تھے کہ سلیمانؑ کو یہ قوت دینا کس قدر مفید اور موافق مصالح ہوگا) ۱۰۷ (سمندر اور دریا میں کہ موتی نکال نکال کر لائیں) ~~فیغوصون البحر~~ الجواهر (ابن عباسؓ) شیطان سے مراد یہاں جن ہیں۔ الشیٰطین۔ مراد جن ہیں جو اغلباً کافر تھے۔ شیطان کے لفظی مفہوم میں تو انسان، حیوان، جن ہر وہ مخلوق شامل ہے جو سرکش وخبیث ہو۔ ~~ابوعبید لغوی کا قول نقل ہوا ہے۔ الشیطان اسم لکل عارم من الجن والانس والحیوانات~~ (راغب) مرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ اس میں اصل ہے اس قول کی کہ ؎ ہر کہ ترسید از حق وتقویٰ گزید ترسد ازوے جن وانس وہر کہ دید + اور اگر اس کے خلاف کہیں واقع ہو تو وہ کسی عارض کی بنا پر ہوگا۔ حضرت سلیمانؑ کی تسخیر جنات وشیاطین کا ذکر روایات یہود میں بھی ملتا ہے۔ ملاحظہ ہو حاشیہ تفسیر انگریزی ۱۰۸ مثلاً یہ کہ حضرت سلیمانؑ کے لئے تعمیری خدمات انجام دیں جیسا کہ کلام مجید ہی میں تصریح ہے یعملون له ما یشآء من محاریب وتماثیل وجفان کالجواب وقدور رٰسیٰت (سبا) ۱۰۹ ایک تو جن اور پھر سرکش شیطانی قسم کے۔ ارشاد فرمایا کہ انکے سنبھالنے والے، انہیں قابو میں رکھنے والے، سلیمانؑ نامی انسان نہیں بلکہ ہم خود تھے ——— الله الله! توحید کی تاکید وحفاظت کا کس درجہ اہتمام قرآن مجید کو رہتا ہے! ۱۱۰ ایوب علیہ السلام اسرائیلی تو نہ تھے، اسحاقی وابراہیمی تھے یعنی حضرت ابراہیمؑ سے پانچویں پشت میں حضرت اسحٰقؑ کے بڑے صاحبزادہ اور حضرت یعقوب کے بڑے بھائی عیص کی اولاد میں تھے۔ توریت میں ہے کہ ''عوض کی سرزمین کے رہنے والے تھے۔ اور عوض سے متعلق علماء رنگ کی تحقیق ہے کہ یہ عرب کے شمال مغرب میں فلسطین کی مشرقی سرحد کے قریب کا ملک تھا۔ زمانہ آپ کا متعین نہ ہوسکا۔ علماء یہود کا بیان ہے کہ آپ کی عمر ۲۱۰ سال کی ہوئی۔ اور آپ فرزندان یعقوب کے ہمعصر ہیں۔ پیغمبر ہونے کے ساتھ ہی آپ امیر کبیر بھی تھے اور کثیر الاولاد بھی۔ توریت میں ہے:۔ ''عوض کی سرزمین میں ایوب نام ایک شخص تھا۔ اور وہ شخص کامل اور صادق تھا۔ اور خدا سے ڈرتا اور بدی سے دور رہتا تھا۔ اس کے سات بیٹے اور تین بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ اس کے مال میں سات ہزار بھیڑیں اور تین ہزار اونٹ اور پانچ سو جوڑے بیل اور پانچ سو گدھیاں تھیں۔ اور اس کے نوکر چاکر بہت تھے۔ ایسا کہ اہل مشرق میں ایسا مالدار کوئی نہ تھا'' (ایوب۔ ۱: ۱-۳) ۱۱۱ (سو تو میری تکلیف بھی دور کردے) توریت میں آتا ہے کہ شیطان نے ایک روز دربار خداوندی میں عرض کیا کہ ایوبؑ کے جس صبر وشکر کی اتنی دھوم مچی ہوئی ہے وہ تو بس اسی بنا پر ہے کہ تو نے اسے ہر طرح کی نعمتوں سے نواز رکھا ہے۔ ذرا یہ نعمتیں

وَلُوطًا اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا وَّنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْقَرْيَةِ
اور لوط کو ہم نے حکمت اور علم عطا کیا ۹۲ اور ہم نے انہیں اس بستی سے
الَّتِىْ كَانَتْ تَّعْمَلُ الْخَبٰٓئِثَ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ
نجات دی جس کے رہنے والے گندے کام کرتے رہتے تھے بیشک وہ لوگ بڑے ہی
ع ۵ فٰسِقِيْنَ ۙ﴿۷۴﴾ وَاَدْخَلْنٰهُ فِىْ رَحْمَتِنَا ؕ اِنَّهٗ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۷۵﴾
بدکار تھے ۹۳ اور ہم نے لوط کو اپنی رحمت میں داخل کرلیا بیشک وہ بڑے نیک کاروں میں تھے ۹۴
وَنُوْحًا اِذْ نَادٰى مِنْ قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَنَجَّيْنٰهُ
اور نوح کا تذکرہ کیجئے جب کہ اس سے قبل ۹۵ جب کہ انہوں نے ہم کو پکارا تھا سو ہم نے انکی سن لی اور
وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ۚ﴿۷۶﴾ وَنَصَرْنٰهُ مِنَ
انہیں اور ان کے والوں کو بہت بڑے غم سے نجات دی ۹۶ اور ہم نے ان کا بدلہ لے لیا
الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ
ایسے لوگوں سے جنہوں نے ہماری نشانیوں کو جھٹلایا تھا بیشک وہ لوگ بہت ہی بُرے
سَوْءٍ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۷۷﴾ وَدَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ
تھے سو ہم نے ان سب کو غرق کردیا ۹۷ اور داؤد و سلیمان (کا بھی ذکر کیجئے)
اِذْ يَحْكُمٰنِ فِى الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِيْهِ غَنَمُ
جب وہ کھیت کے بارہ میں فیصلہ کر رہے تھے جب کہ اس میں لوگوں کی بکریاں رات کو جا پڑی
الْقَوْمِ ۚ وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِيْنَ ۙ﴿۷۸﴾ فَفَهَّمْنٰهَا
تھیں ۹۸ اور ہم ان لوگوں سے متعلق فیصلہ کو دیکھ رہے تھے ۹۹ سو ہم نے اس فیصلہ کی

۹۲ (ان کے مرتبہ و شان کے متناسب) حکما و علما۔ دونوں پر تنوین مرتبۂ حکمت و علم کی تعظیم و شان کے لئے ہے ~~[illegible]~~

۹۳ لوط علیہ السلام پر اور ان کی امت کی بدکاریوں پر حاشیے سورۂ اعراف میں گزر چکے۔ ان کی اصلی اور سب سے بڑی بدکاری کا شارح تو خود لفظ لواطت ہے۔ باقی وہ قوم اور بھی اخلاقی پستیوں میں پڑی ہوئی تھی۔ روایات یہود میں آتا ہے کہ خیر و خیرات کرنا غریبوں کو کھلانا پلانا ان کی سوسائٹی میں ایک شدید جرم تھا۔ ملاحظہ ہو حاشیہ تفسیر انگریزی۔ قَرْيَة سے مراد اہل قریہ ہیں (ابن عباسؓ)

۹۴ (جیسا کہ ایک پیمبر کو ہونا ہی تھا، نہ کہ معاذ اللہ حرامکار و شہوت پرست، جیسا کہ یہود نے ان کے متعلق اپنی روایات میں گڑھ رکھا ہے، اور توریت تک میں انکی زندگی کو شرمناک جرائم سے داغدار کرکے دکھایا ہے) ملاحظہ ہوں حواشی تفسیر انگریزی۔ رحمۃ سے مراد لی گئی ہے اہل رحمت۔ ~~[illegible]~~

۹۵ یعنی زمانۂ ابراہیم، لوط سے بھی قبل۔

۹۶ (جس میں وہ کافروں کی تکذیب و ایذا سے مبتلا تھے) کرب عظیم سے مراد طوفان و غرقابی بھی ہوسکتی ہے ~~وهو الطوفان او الغرق [illegible]~~ اهل سے مراد نوح کے خاندان والے نہیں، دین والے ہیں ~~[illegible]~~

۹۷ (ان کی بدکاری کی بنا پر) آیات سے مراد احکام بھی ہوسکتے ہیں۔ ~~من القوم یہاں مرادف ہے علی القوم کے [illegible]~~ اور ~~من یہاں علی کے معنی میں ہے۔ [illegible]~~ کی زبان ~~[illegible] زمخشری نے لکھا ہے کہ میں نے~~ ~~[illegible]~~ یہی قول ابو عبیدہ لغوی کا ہے۔ ~~قال ابو عبيدة من بمعنى على [illegible]~~

۹۸ (اور کھیت کو چر گئی تھیں) حضرت داؤدؑ و حضرت سلیمانؑ دونوں پر مفصل حاشیے گزر چکے ہیں۔ یہ دونوں حضرت پیمبر ہونے کے ساتھ ہی حاکم و فرمانروا بھی تھے اور قدرتی طور پر مقدمات کے فیصلے کیا کرتے تھے۔ نَفَشَتْ۔ نفش رات میں جا پڑنے اور حملہ کرنے کو کہتے ہیں ~~[illegible] النفش لا يكون الا بالليل~~ (جصاص) آیت سے [illegible] ہوا اور حکمرانی ہونا نبوت تکمہ کے منافی نہیں چہ جائیکہ ولایت کے۔

۹۹ حکمہم میں ضمیر تمیز قوم کی جانب ہے یا اس کے مفہوم مقدر پر اهل الحرث و اهل الغنم کی جانب۔ یعنی داؤدؑ و سلیمانؑ اور قوم تینوں کی جانب۔ ~~[illegible]~~

٨٤ نف ۔ بے شعوری مورتوں کی بے بسی اور بیچارگی پر اور تف ہے تمہاری عقل پر جو ایسی بے بس مورتوں کو اپنا خدا مانے ہوئے اور بنائے ہوئے ہو۔ مرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ سوء ظن بالله کے سلسلہ
میں مبتلا ہونے کی جو عادت بعض بزرگوں کی ہوتی ہے اس کی ماخذ یہی آیت ہے۔ ٨٥ یعنی آگ میں ڈال کر جلا دو کہ سزا اس وقت مختلف قوموں کے قانون میں عام تھی۔ روایات
یہود میں آتا ہے کہ ... ایک ... [illegible] ... پانچ برس کے اور ... آگ لگائی گئی اور ابراہیمؑ کو اس میں پھینک دیا گیا۔ ٨٦ جو خدا
آگ کو جلانے کا حکم دیتا رہتا ہے وہ اس پر بھی اسی طرح سے قادر ہے کہ اسے نہ جلانے کا بھی حکم دیدے ... آگ تو جماد ہے ... بے شعور ہے اس سے خطاب کیونکر ہوسکتا ہے عجیب احمقانہ
اعتراض ہے۔ آگ کی ... بے شعوری وغیرہ اگر ہے
تو ہماری نسبت سے ہے نہ خود خالق کائنات کی نسبت
سے بھی؟ ... [illegible] ... یہ بحث ہے
کہ آگ کی تبدیل ماہیت نہ ہوئی ہو وہ اسی طرح بدستور
آگ ہی رہی ہو البتہ سوزش حضرت ابراہیمؑ کے حق میں نہ رہی
ہو۔ اس کے علاوہ بھی کوئی صورت فرض کی جائے۔
واقعہ خارق عادت تو بہرحال بہر صورت تھا۔
[illegible]
[illegible] مرشد تھانویؒ
نے فرمایا کہ بعض اولیاء امت سے جو اسی قسم کی کرامتیں
منقول ہیں وہ اسی قصہ کی نظیر ہیں۔ ٨٧ ... اصل
مقصود یعنی ہلاکت ابراہیمؑ تو حاصل نہ ہوا بلکہ الٹی
حقانیت ابراہیمؑ اور زیادہ روشن ہو گئی۔ ٨٨
مراد ہے سرزمین شام جو دینی و دنیوی برکتوں اور رحمتوں
کی جامع ہے۔ دینی برکتیں یہ کہ حضرات انبیاء کثرت
سے اس سرزمین پر آئے اور دنیا کے پھیلے ہوئے
شرک کے مقابلہ میں یہاں توحید کی اشاعت خوب
ہوئی اور دنیوی برکتوں سے اس ملک کی خوشگوار
صحت بخش آب و ہوا اور اس سرزمین کی سرسبزی و
شادابی ہے۔ توریت میں بھی زمین شام کی بڑی
فضیلت آئی ہے۔ وَلُوطًا۔ حضرت لوطؑ آپ
کے بھتیجے تھے، اور آپ پر ایمان لا چکے تھے۔ مرشد
تھانویؒ نے فرمایا کہ فرق مخالف کے ملک کو چھوڑ کر
ہجرت کر جانا توکل کے منافی نہیں، بلکہ سنت انبیاء
کے موافق ہے۔ ٨٩ یعنی صالحیت کے درجۂ
کمال پر تھے۔ اس تصریح کی ضرورت اس لئے پڑی
کہ اہل کتاب نے اپنی کتاب میں عجیب عجیب گندے
الزامات ان مقدس حضرات پر لگا رکھے ہیں۔ قرآن

وَلِمَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ ۖ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۝

اور ان پر بھی جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو ۸۴ تو کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھتے؟

قَالُوا حَرِّقُوهُ وَانْصُرُوا آلِهَتَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ

وہ لوگ بولے اسے آگ میں جلا دو اور اپنے خداؤں کا بدلہ لے لو ۸۵ اگر تمہیں (کچھ)

فَاعِلِينَ ۝ قُلْنَا يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا عَلَىٰ

کرنا ہے ۸۶ ہم نے حکم دیا اے آگ تو ٹھنڈی ہو جا اور بے گزند ہو جا ابراہیم

إِبْرَاهِيمَ ۝ وَأَرَادُوا بِهِ كَيْدًا فَجَعَلْنَاهُمُ الْأَخْسَرِينَ ۝

کے حق میں ۸۷ اور ان لوگوں نے ان کے ساتھ برائی کرنا چاہی سو ہم نے انہیں لوگوں کو ناکام کر دیا ۸۷

وَنَجَّيْنَاهُ وَلُوطًا إِلَى الْأَرْضِ الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا

اور ہم نے ان کو اور لوط کو ایسی سرزمین کی طرف بھیج کر بچا لیا جس کو ہم نے دنیا جہان والوں کے واسطے

لِلْعَالَمِينَ ۝ وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ نَافِلَةً ۖ

برکت دیا ہے ۸۸ اور ہم نے انہیں اسحق اور یعقوب پوتا عطا کیا

وَكُلًّا جَعَلْنَا صَالِحِينَ ۝ وَجَعَلْنَاهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ

اور سب کو نیک بنایا ۸۹ اور ہم نے ان سب کو پیشوا بنایا کہ ہدایت کرتے تھے

بِأَمْرِنَا وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَإِقَامَ

ہمارے حکم سے ۹۰ اور ہم نے ان کے پاس وحی سے حکم بھیجا نیک کاموں کے کرنے کا اور نماز کی

الصَّلَاةِ وَإِيتَاءَ الزَّكَاةِ ۖ وَكَانُوا لَنَا عَابِدِينَ ۝

پابندی کا اور ادائے زکوٰۃ کا اور وہ ہماری ہی عبادت کرنے والے تھے ۹۱

ان سب سے ان حضرات کی تبری کرتا ہے۔ نَافِلَةً کے معنی علاوہ، زیادہ اور عطیہ کے، پوتے کے بھی آئے ہیں۔ [illegible] ٩٠ یعنی ... صالحین
میں ابھی یہ بیان آ چکا ہے کہ یہ حضرات تکمیل نفس کے درجے کو پہنچے ہوئے تھے۔ اب یہاں اس کا بیان ہے کہ دوسروں کی بھی تکمیل کرتے تھے۔ گویا اعلیٰ درجہ کے صالح ہی نہ تھے۔ اعلیٰ درجہ کے
مصلح بھی تھے۔ ٩١ عٰبِدِيْنَ کی تقدیم لَنَا پر ... تخصیص کی مقتضی ہے، یعنی وہ لوگ ہماری ہی عبادت کرتے تھے۔ ... میں کمال نیت کی طرف اور وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرٰتِ
میں کمال علم کی طرف اور ... میں کمال عمل کی طرف اور ... میں تکمیل غیر کی طرف اشارہ ہے۔ توریت موجودہ میں انبیاء کرام کو عموماً بس اس حیثیت سے
پیش کیا گیا ہے کہ وہ ایک قسم کے کاہن یا پیشگوئیاں کرنے والے تھے۔ قرآن مجید کو اسکی تردید میں بار بار صراحت کرنی پڑی کہ پیمبروں کا اصل کام ہدایت خلق ہے اور اپنے تزکیۂ نفس کی تکمیل کے
بعد دوسروں کے تزکیۂ نفس کی تکمیل ہے۔

قَالُوْا مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَآ اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۹﴾

وہ لوگ (آکر) بولے یہ (حرکت) کس نے ہمارے ٹھاکروں کے ساتھ کی ہے؟ بیشک اس نے تو بڑا ہی غضب کر دیا ۷۷

قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهٗۤ اِبْرٰهِيْمُ ﴿۶۰﴾ قَالُوْا

(بعض ان میں سے) بولے کہ ہم نے تو ایک نوجوان کو جسے ابراہیم کہا جاتا ہے انکا ذکر برائی سے کرتے سنا تھا ۷۸ (وہ لوگ) بولے

فَاْتُوْا بِهٖ عَلٰۤى اَعْيُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُوْنَ ﴿۶۱﴾

تو پھر اس کو سب لوگوں کے سامنے لاؤ تاکہ وہ دیکھیں ۷۹

قَالُوْۤا ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يٰۤاِبْرٰهِيْمُ ﴿۶۲﴾ قَالَ

وہ بولے ارے تم ہی وہ ہو جس نے ہمارے ٹھاکروں کے ساتھ یہ حرکت کی ہے اے ابراہیم؟ (آپ نے) کہا

بَلْ فَعَلَهٗ ۖ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْـَٔلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا

کہیں اس نے نہ کی ہو ان کے اسی بڑے نے سو انہیں سے پوچھ دیکھو اگر یہ

يَنْطِقُوْنَ ﴿۶۳﴾ فَرَجَعُوْۤا اِلٰۤى اَنْفُسِهِمْ فَقَالُوْۤا اِنَّكُمْ اَنْتُمُ

بولتے ہوں ۸۰ اس پر وہ لوگ اپنے جی میں سوچنے لگے پھر بول اٹھے بیشک تم ہی (سرتاسر)

الظّٰلِمُوْنَ ﴿۶۴﴾ ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰى رُءُوْسِهِمْ ۚ لَقَدْ عَلِمْتَ

ناحق پر ہو ۸۱ پھر اپنے سروں کو جھکا لیا ۸۲ (اے ابراہیم) تمہیں تو خوب معلوم ہے

مَا هٰۤؤُلَآءِ يَنْطِقُوْنَ ﴿۶۵﴾ قَالَ اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ

کہ یہ (ٹھاکر) کچھ بولتے نہیں ۸۳ (آپ نے) کہا تو کیا تم اللہ کے سوا ایسوں کو پوجتے

اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْـًٔا وَّلَا يَضُرُّكُمْ ﴿۶۶﴾ اُفٍّ لَّكُمْ

ہو جو نہ تمہیں نفع پہنچا سکیں اور نہ تمہیں نقصان ہی پہنچا سکیں تف ہے تم پر بھی

۷۷ حضرت ابراہیمؑ ادھر اپنے ارادہ کو قوت سے فعل میں لا چکے ہیں اور اب منظر یہ ہے کہ مندر میں پوجا پاٹ کرنے والے جب پوجا کے لئے جمع ہوئے ہیں تو انہوں نے اپنی مورتیوں کی یہ گت بنی دیکھی۔ سناٹے میں آ گئے اور ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ ایسی شدید گستاخی کی جرأت آخر ہوئی کس کو؟ ۷۸ یہ اکّا دکّا کہنے والے وہی تھے جنہوں نے اس روز حضرت ابراہیمؑ کا وہ فقرہ سن لیا تھا۔ یَذْکُرُھُمْ کے معنی ہی ہیں بتوں کا ذکر برائی سے کرنا۔ ~~یذکرھم بالکسر ویعیبھم~~ (ابن عباسؓ) ۷۹ (اور گواہی دیں) یشھدون کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔ ایک تو یہی کہ سب لوگ مشاہدہ کریں۔ یعنی یہ آکر دیکھیں کہ ہم ایسے مجرم کو کیسی سخت سزا دیتے ہیں ~~یحضرون عقوبتنا~~ (کشاف) اور دوسرے یہ کہ لوگ اس مجرم کے اقرار جرم کو سن کر اس کے گواہ بن جائیں ~~یشھدون علیہ بما سمع منہ~~ (کشاف) ۸۰ حضرت ابراہیمؑ کا طنزیہ انداز گفتگو شروع ہی سے ظاہر ہے۔ اسی لب ولہجہ میں آپ نے اس وقت بھی فرمایا کہ ”جی اور کیا۔ اور کہیں ان سے بڑے ٹھاکر جی ہی نے یہ حرکت نہ کی ہو۔ آپ انہیں سے کیوں نہیں دریافت کر لیتے؟“ حدیث صحیح میں ابراہیمؑ خلیل اللہ کے اس قول کو کذب سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اور اس سے منکرین حدیث کو بخاری، مسلم، ترمذی کے خلاف ایک طومار کذب باندھنے کا موقع مل گیا ہے۔ حالانکہ بالکل صاف ظاہر ہے کہ یہ کذب صرف صورۃً تھا۔ نہ حضرتؑ کی نیت کسی غلط بات کہنے کی تھی نہ اس کلام سے اس بڑے مجمع میں کسی ایک متنفس کو بھی دھوکا یا مغالطہ ہوا۔ مقصود تمام تر مشرکین پر حجت الزامی قائم کرنا تھی، اور اس کے لئے آپ اعلان پیشتر سے کر بھی چکے تھے۔ تاللہ لاکیدن اصنامکم بعد ان تولوا مدبرین۔ یہ تو صرف ایک بلیغ، مؤثر، خطیبانہ پیرایۂ گفتگو تھا موقع کے مناسب حال، ایسا کذب (اور کذب عربی میں ہرگز اردو کے جھوٹ کے مترادف نہیں بلکہ اس سے کہیں وسیع معنی رکھتا ہے) ہرگز عصمت انبیاء کے منافی نہیں۔ امام رازیؒ نے ایک توجیہ یہ بھی نقل کی ہے کہ فاعل کبیرھم ھذا کو نہ مانا جائے بلکہ بجائے اس کے تقدیر کلام یوں مانی جائے فعلہ من فعلہ یعنی یہ حرکت تو کی جس نے کی اور کبیرھم ھذا کا تعلق صرف عبادت اللہ سے جوڑا جائے۔ ~~انہ کنایۃ عن غیر مذکور ای فعلہ من فعلہ~~ ~~کبیرھم~~ اور کسائی نحوی سے منقول ہے کہ وہ بل فعلہ پر پورا وقف کر لیتے تھے اور کبیرھم ھذا سے نیا فقرہ شروع کرتے تھے۔ ~~یروی عن الکسائی انہ کان یقف عند قولہ بل فعلہ ثم یبتدئ کبیرھم ھذا~~ (کبیر) مرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ کسی مصلحت دینی کے سبب سے بعض بزرگوں سے جو کلام بطور توریہ منقول ہے۔ اس کی اصل یہی آیت ہے۔ ۸۱ یعنی سوچنے کے بعد جی میں تو قائل ہی ہو گئے کہ بیشک غلطی ہماری ہی ہے اور آپس میں کہنے بھی لگے۔ ~~ای تفکروا وتدبروا~~ (روح) ۸۲ (جیسا کہ شرمندگی کے وقت انسان سر جھکا ہی لیتا ہے) ~~نعطفوا انھم عجزوا وانکسروا~~ (کشاف) ۸۳ (سو ان سے پوچھنا ہی کیا) یہ جواب ظاہر ہے کہ بالکل مغلوبانہ لہجہ میں تھا۔

٦٨ (ان کے مرتبہ وحیثیت کے لائق ومتناسب) رشد سے مراد ہدایت بھی ہے اور مرتبہ نبوت بھی۔ فی البحر قولان الاول انہ النبوۃ والثانی انہ الاھتداء الوجوہ الصلاح فی الدین وفیہ قول ثالث وھو ان تدخل النبوۃ والاھتداء تحت الرشد (کبیر) مِنْ قَبْلُ۔ کھلا ہوا تعلق دَورِ موسوی سے قبل کا ہے۔ ای من قبل موسی وھرون (ابن جریر کذا فی) بعض نے حضرت ابراہیمؑ ہی کا دَورِ قبل بلوغ یا قبل ولادت مراد لیا ہے۔ لیے ھذا احسنہ اللہ ابن جریر عن مجاہد وقیل من قبل ان یولد (روح) ٦٩ (کہ وہ کیسی سعادتیں اور صلاحیتیں اور کیسے کمالات علمی وعملی رکھنے والے ہیں) خدا کی بخششیں اندھا دھند اور اٹکل پچو نہیں ہوتیں تمامتر ظرف ومحل کی حکیمانہ رعایتوں کے ساتھ ہوتی ہیں۔ مرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ اشیاء جو اپنے کمالات کے ساتھ مرتبۂ علم الٰہی میں متصف رہتی ہیں۔ ان کا نام اصطلاح صوفیہ میں اعیان ثابتہ ہے۔ ٧٠ ملک بابل (موجودہ عراق) کی قدیم قوم شرک وبت پرستی میں مبتلا تھی۔ مظاہر پرستی، کواکب پرستی وغیرہ کے علاوہ مورتی پوجا کا بھی رواج ان میں پھیلا ہوا تھا۔ حضرت ابراہیمؑ اسی قوم کے درمیان پیدا ہوئے۔ آپؑ کے والد تارح (عربی تلفظ میں آزر) ایک بڑے صناع بت تراش وبت فروش تھے۔ ملاحظہ ہوں انگریزی تفسیر القرآن کے حاشیے۔ شیخ اسمٰعیل شہیدؒ نے اس آیت سے صوفیہ کے تصورِ شیخ کے ناجائز ہونے پر استدلال فرمایا ہے۔ مرشد تھانویؒ کی تحقیق ہے کہ جو تصورِ شیخ غالی صوفیوں میں چلا ہوا ہے وہ تو بیشک ممنوع ہے لیکن اگر تصورِ شیخ ایسا ہو کہ نہ وہ بالاستقلال مقصود ہو اور نہ اس پر عکوف ہو، بلکہ محض غلبۂ محبت سے مثل دوسرے محبوبات کے وہ بھی ذہن کے سامنے آجائے اور جب وہ ذہن سے غائب ہونے لگے تو اہتمام اسکے باقی رکھنے کا بھی نہ کیا جائے تو ایسے تصورِ شیخ میں کوئی مضائقہ نہیں۔ ٧١ (تو اصلی اور قدیم دین اور اس لئے صحیح دین تو ہمارا ہی ہے تم البتہ خواہ مخواہ ایک نئی بات لے کر اٹھے ہو) جاہلی مذہبوں کا بڑا سہارا ہمیشہ یہی رہا ہے۔ ٧٢ یعنی مجرد تقلید آباؤ اجداد بھی بھلا کوئی دلیل ہے؟

قَبْلُ وَكُنَّا بِهٖ عٰلِمِيْنَ ﴿٥١﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ
تھے ٦٨ اور ہم ان کو خوب جانتے تھے ٦٩ (وہ وقت یاد کرو) جب انہوں نے اپنے باپ سے اور اپنی قوم
مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْٓ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ ﴿٥٢﴾
والوں سے کہا یہ کیا (واہیات، خرافات) مورتیں ہیں جن پر تم جمے بیٹھے ہو ٧٠
قَالُوْا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا لَهَا عٰبِدِيْنَ ﴿٥٣﴾ قَالَ لَقَدْ
وہ بولے ہم نے تو اپنے باپ (دادوں) کو ان کی عبادت کرتے پایا ہے ٧١ (ابراہیمؑ نے) کہا یقیناً
كُنْتُمْ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿٥٤﴾ قَالُوْٓا
صریح گمراہی میں مبتلا رہے تم (بھی) اور تمہارے باپ (دادا بھی) ٧٢ وہ بولے
اَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ اَمْ اَنْتَ مِنَ اللّٰعِبِيْنَ ﴿٥٥﴾ قَالَ بَلْ
کیا تم سنجیدگی سے ہمارے سامنے پیش کر رہے ہو یا دل لگی ہی کر رہے ہو ٧٣ (ابراہیمؑ نے) کہا ارے
رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الَّذِيْ فَطَرَهُنَّ ۡ
(دل لگی کیسی) تمہارا پروردگار تو آسمانوں اور زمین کا پروردگار ہے جس نے ان (سب) کو پیدا کیا
وَاَنَا عَلٰي ذٰلِكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿٥٦﴾ وَتَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ
اور میں اس پر گواہوں میں سے ہوں ٧٤ اور بخدا میں تمہارے بتوں کی
اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ ﴿٥٧﴾ فَجَعَلَهُمْ
گت بنا ڈالوں گا جب تم پیٹھ پھیر کر چلے جاؤ گے ٧٥ چنانچہ آپ نے انہیں
جُذٰذًا اِلَّا كَبِيْرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ اِلَيْهِ يَرْجِعُوْنَ ﴿٥٨﴾
ٹکڑے ٹکڑے کر بھی ڈالا بجز ان کے بڑے (بت) کے تاکہ وہ لوگ اسی کی طرف رجوع کریں ٧٦

آیت میں رد ہے جاہل مریدین ومقلدین کا جو اکابر کی تقلید واتباع میں غلو رکھتے ہیں اور دلیل صحیح مل جانے پر بھی انہیں کے قول یا عمل کو حجت بنائے رکھتے ہیں۔ ٧٣ مشرک قوم توحید سے اس درجہ ناآشنا بیگانہ ہو چکی تھی کہ اسے یہ آواز بھی بالکل عجیب وغریب اور افسانہ نما معلوم ہوئی، اور وہ لوگ یہی سمجھے کہ معلوم ہوتا ہے یہ ہمارے ساتھ ہنسی دل لگی کر رہے ہیں، ورنہ سنجیدگی سے تو کوئی ایسا انوکھا پیام پیش ہی نہیں کر سکتا۔ بالحق بالجد (ابن عباسؓ ای بالجد (روح) ٧٤ یعنی میں اس عقیدۂ توحید پر دلیل بھی رکھتا ہوں۔ ٧٥ یہ ضرور نہیں کہ حضرت ابراہیمؑ نے یہ فقرہ مجمع عام کو مخاطب کر کے اور پکار کر کہا ہو۔ اغلب ہے کہ زیر لب کہا ہو اور صرف آس پاس کے دو ایک شخصوں نے سن لیا ہو۔ فقہاء نے لکھا ہے کہ دشمن کو مغالطہ دینا جائز ہے بشرطیکہ اس سے نقض عہد وتائید باطل لازم نہ آجائے۔ ٧٦ (اور حضرت ابراہیمؑ کو ان پر تشنیع وتعریض اور گرفت کا پورا موقع ہاتھ آجائے) الیہ میں ضمیر کا مرجع اکثر نے اس بڑے بت ہی کو لیا ہے۔ ای الی کبیرھم کما ھو والضمیر المعنی الجمہور راجع الی ابراہیم علیہ السلام (روح) ای الی الکبیر (جلالین) لیکن اگر اسکا مرجع خود حضرت ابراہیمؑ کو مانا جائے جب بھی نتیجہ وہی رہے گا کہ جب میری طرف تحقیق حال کی طرف رجوع کریں گے اس وقت خوب موقع مجھے قائل کرنے کا مل جائے گا۔ یحتمل رجوعھم الی ابراھیم علیہ السلام ویحتمل رجوعھم الی الکبیر (کبیر)

يُنذَرُونَ ﴿٤٥﴾ وَلَئِن مَّسَّتْهُمْ نَفْحَةٌ مِّنْ عَذَابِ
ڈرائے جاتے ہیں ٦١ اور اگر ان کو آپ کے پروردگار کے عذاب کا ایک جھونکا بھی چھو
رَبِّكَ لَيَقُولُنَّ يَا وَيْلَنَا إِنَّا كُنَّا ظَالِمِينَ ﴿٤٦﴾ وَنَضَعُ
جائے تو لوگ کہنے لگیں ہائے ہماری کمبختی، بیشک ہم ہی خطاوار تھے ٦٢ اور ہم
الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ
قیامت کے دن میزان عدل قائم کریں گے ٦٣ سو کسی پر ذرا بھی ظلم نہ
شَيْئًا ۖ وَإِن كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ أَتَيْنَا بِهَا ۗ
ہوگا اور اگر رائی کے دانہ کے برابر بھی (کسی کا کوئی عمل) ہوگا تو ہم اسے بھی لا حاضر کرینگے
وَكَفَىٰ بِنَا حَاسِبِينَ ﴿٤٧﴾ وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَىٰ وَهَارُونَ
اور حساب لینے والے ہم ہی کافی ہیں ٦٤ اور بالیقین ہم موسیٰ و ہارون کو عطا کرچکے ہیں ایک چیز
الْفُرْقَانَ وَضِيَاءً وَذِكْرًا لِّلْمُتَّقِينَ ﴿٤٨﴾ الَّذِينَ
فیصلہ کی اور روشنی کی اور نصیحت کی پرہیزگاروں کے لئے ٦٥ جو اپنے
يَخْشَوْنَ رَبَّهُم بِالْغَيْبِ وَهُم مِّنَ السَّاعَةِ
پروردگار سے بن دیکھے ڈرتے رہتے ہیں اور وہ قیامت سے بھی
مُشْفِقُونَ ﴿٤٩﴾ وَهَٰذَا ذِكْرٌ مُّبَارَكٌ أَنزَلْنَاهُ ۚ أَفَأَنتُمْ
ڈرتے رہتے ہیں ٦٦ اور یہ (قرآن) ایک برکت والی (کتاب) نصیحت ہے کہ ہم نے اسکو اتارا ہے سو کیا تم
لَهُ مُنكِرُونَ ﴿٥٠﴾ وَلَقَدْ آتَيْنَا إِبْرَاهِيمَ رُشْدَهُ مِن
اس کے منکر ہو؟ ٦٧ اور بالیقین ہم (اس سے بھی) پہلے ابراہیم کو خوش فہمی عطا کرچکے

ع ٤

٦١ (سو یہ بہرے جنہوں نے ہر دعوت حق کی طرف سے اپنے کان بہرے کر رکھے ہیں، ان پر بھلا میری تنبیہ کا کیا اثر ہوگا؟) ٦٢ یعنی پورا عذاب تو الگ رہا، اس کا ایک شمہ بھی اگر ان پر نازل ہوجائے تو ان کی آنکھیں کھل جائیں، ہوش درست ہوجائیں، اور ساری غفلت اور تعلی رفوچکر ہوجائے۔ ٦٣ (اور اعمال کا وزن کرینگے) وزن اعمال پر حاشیہ سورۂ اعراف رکوع اول کے تحت گزرچکا۔ الْمَوَازِينَ۔ "موازین کا جمع لانا یا تو اس وجہ سے ہے کہ ہر شخص کے لئے جدا میزان عمل ہو، یا چونکہ ایک میزان میں بہت سے لوگوں کے اعمال کا وزن ہوگا اس لئے وہ ایک قائم مقام متعدد کے ہوگی" (تھانویؒ) موازین کے صیغۂ جمع کے ظاہری اقتضاء سے بعض نے یہ کہا ہے کہ قیامت میں میزانیں متعدد ہونگی، مثلاً ہر امت کے لئے الگ الگ، ہر مکلف کے لئے الگ الگ۔ وجمع الموازین ظاهر فی تعدد المیزان حقیقة (روح) لیکن قول معتبر یہ ہے کہ یہ تعدد حقیقی نہیں مجازی ہے، اور صیغۂ جمع محض اظہار عظمت کیلئے ہے۔ والاصح الاشهر انه میزان واحد لجمیع الامم ولجمیع الاعمال والتعدد اعتباری وتعبیر عن الواحد بما یدل علی الجمع للتعظیم (روح) انما جمع الموازین لکثرة من توزن اعمالهم وهو جمع تفخیم والذی علیه الاکثر انه انما هو میزان واحد وانما جمع باعتبار تعدد الاعمال الموزونة فیه (ابن کثیر) ٦٤ (بغیر میزان وغیرہ کی مدد کے بھی) مطلب یہ ہے کہ یہ سارے انتظامات تو تمہارے مزید اطمینان کے لئے ہونگے، ورنہ رتی رتی کے حساب کے لئے تو ہم خود ہی بلا ان آلات ووسائط کی مدد کے کافی ہیں۔ بعض مشرک قوموں (مثلاً اہل مصر) نے ایک الگ "دیوتا" دنیا کے حساب کتاب کیلئے بھی گڑھ رکھا تھا۔ آیت میں ضمناً ان مشرکانہ توہمات کی بھی تردید آگئی۔ ٦٥ الفرقان سے مراد کتاب توریت ہے۔ اس کا نزول حضرت موسیٰؑ پر اصالتاً ہوا۔ اور حضرت ہارونؑ پر بطور انکے نائب و شریک کے۔ ضِيَاءً وَّذِكْرًا بھی اسی کی صفات ہیں۔ الفرقان یعنی به الکتاب یفرق بین الحق والباطل (ابن جریر) هو التوراة فکان فرقانا اذ کان یفرق بین الحق والباطل وکان ضیاء اذ کان لمایه (؟) خیر یوصل به الی طریق الهدی وکان ذکری للمتقین (؟) کبیر والمراد بالفرقان التوراة وکذا بالضیاء والذکر (روح) ٦٦ متقین کے دو وصف خصوصی بیان ہوتے ہیں۔ ایک ان کی خشیت رب، دوسرے یوم حشر سے ان کا خوف ــــــ کاش ہمارے بے قید اور "آزاد" صوفیہ ومشائخ اس پر غور کرتے۔ نصیحت سے نفع یاب ہونے کا راز اسی دل کی کھٹک میں ہے۔ ٦٧ یعنی تم ایسی کتاب کے منکر ہو جس کا نصیحت نامہ ہونا توریت سے بھی روشن تر ہے! مُبَارَكٌ جس کا نفع بہت کثیر ہو۔

اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا

آپ سے پہلے بھی جو پیمبروں کے ساتھ تمسخر کیا جاچکا ہے۔ پھر جن لوگوں نے ہنسی اڑائی تھی ان کے اوپر

مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿٤١﴾ قُلْ مَنْ يَّكْلَؤُكُمْ

وہی (عذاب) آ واقع ہوا جس پر وہ تمسخر کررہے تھے ۵۶ آپ کہیے وہ کون ہے جو تمہاری حفاظت کرتا

بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ مِنَ الرَّحْمٰنِ ؕ بَلْ هُمْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِمْ

رہتا ہے رات اور دن میں خدائے رحمٰن سے لیکن نہیں وہ اپنے پروردگار کے ذکر کی

مُّعْرِضُوْنَ ﴿٤٢﴾ اَمْ لَهُمْ اٰلِهَةٌ تَمْنَعُهُمْ مِّنْ دُوْنِنَا ؕ

طرف سے روگرداں ہی ہیں ۵۷ کیا انکے پاس ہمارے سوا (کوئی اور) معبود ہیں جو ان کی حفاظت کر لیتے ہوں؟

لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَ اَنْفُسِهِمْ وَلَا هُمْ مِّنَّا

وہ تو خود اپنی نصرت کی بھی قدرت نہیں رکھتے اور نہ ہمارے مقابلہ میں ان کا

يُصْحَبُوْنَ ﴿٤٣﴾ بَلْ مَتَّعْنَا هٰٓؤُلَآءِ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى

ساتھ ہی دیا جاسکتا ہے لیکن نہیں ہم نے تو انہیں اور انکے باپ (دادوں) کو خوب سامان دیا یہاں تک

طَالَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ؕ اَفَلَا يَرَوْنَ اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ

کہ ان پر ایک زمانہ دراز گزر گیا ۵۸ سو کیا یہ نہیں دیکھتے کہ ہم (ان کی) زمین کو (برابر)

نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ؕ اَفَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿٤٤﴾ قُلْ اِنَّمَآ

اس کی ہر طرف سے گھٹاتے ہی چلے آتے ہیں ۵۹ بھلا یہ لوگ غالب آنے والے ہیں؟ آپ کہہ دیجیے

اُنْذِرُكُمْ بِالْوَحْيِ ۖ وَلَا يَسْمَعُ الصُّمُّ الدُّعَآءَ اِذَا مَا

کہ میں تو وحی کے ذریعہ سے تمہیں صرف ڈراتا ہوں ۶۰ اور بہرے تو پکار سنتے ہی نہیں جب

ع ۳ ۲/۴

۵۶ ساری تاریخ انبیاء مکذب منکر، معاند قوموں کی تباہی و بربادی سے بھری پڑی ہے۔ اور یہ ہر دنیوی و مادی عذاب تو محض ایک ہلکا سا نمونہ ہے آخرت کے اشد العذاب کا۔ ۵۷ (اس لئے دلائل توحید پر غور ہی نہیں کرتے) مَنْ..... الرَّحْمٰن یعنی اگر خدائے رحمٰن تمہیں گرفت میں لینا ہی چاہے تو دن رات میں کون اتنی مجال رکھتا ہے جو تمہارے بچاؤ میں کام دے سکے؟ یعنی عارفین نے لکھا ہے کہ اپنے نفس کی حفاظت کی طرف سے بے اختیاری میں تو مومن و کافر سب برابر ہیں البتہ فرق یہ ہے کہ مومن کی تائید، حفاظت و نصرت من اللہ و مع اللہ ہوتی رہتی ہے۔ اور کافر کی آس ادھر سے ٹوٹی رہتی ہے۔ ۵۸ (اور انہوں نے اپنے عیش و عشرت میں کوئی خلل پڑتے نہ دیکھا) سو ان کے اصرار علی الکفر اور جمود کی اصل بنیاد ان کی طویل غفلت ہے۔ ۵۹ (فتوح اسلامیہ کے ذریعہ سے) سو ان کی بیداری اور تنبیہ کے لئے اور انہیں غفلت کی نوم طویل سے چونکانے کے لئے تو یہی امر کافی ہو جانا چاہئے۔ "ابتدا میں اسلام کا مغلوب ہونا اس کی اشاعت میں مخل تھا اور جب اس کی تبلیغ و اشاعت کافی ہو چکی جو اصل مقصود تھی۔ اب مغلوب ہونے سے وہ مفقود نہیں ہو سکتا چنانچہ مشاہد ہے۔" (تھانویؒ)

۶۰ (باقی عذاب لانا نہ لانا میرے اختیار میں بالکل نہیں)

۴۸ یہاں انسان کیلئے تین قانون بیان کردیے۔ (۱) ایک یہ کہ ہر ذی حیات کے لئے موت لازمی ہے، خواہ جلد خواہ طویل ترین مدت کے بعد۔ (۲) انسان جب تک زندہ رہے گا اسکا امتحان برابر ہوتا رہے گا۔ کہ کن کن حالات میں وہ ایمان وطاعت کی طرف مائل رہتا ہے اور کن کن حالات میں کفر ومعصیت کی طرف جھک جاتا ہے۔ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ۔ شر سے مراد انسان کے مخالف طبع حالات ہیں شلاً مرض، افلاس وغیرہ۔ خیر سے مراد انسان کے موافق طبع حالات ہیں۔ صحت، خوشحالی وغیرہ۔ ای بالمکروہ والمحبوب وتفسیر الشر والخیر بما ذکر مروی عن ابن زید وروی عن ابن عباس انہما الشدۃ والرخاء وقال الضحاک الفقر والمرض والغنی والصحۃ والتعمیم اولی (روح)

فِتْنَةً ۗ وَإِلَيْنَا تُرْجَعُونَ (۳۵) وَإِذَا رَاٰكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا

خوب طرح اور ہماری ہی طرف تم لوٹ کر آؤگے ۴۸ اور یہ کافر لوگ جب آپ کو دیکھتے ہیں

اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ۗ اَهٰذَا الَّذِيْ يَذْكُرُ

تو آپ سے بس تمسخر کرنے لگتے ہیں ۴۹ کیا یہی وہ (حضرت) ہیں جو تمہارے معبودوں کا ذکر

اٰلِهَتَكُمْ ۚ وَهُمْ بِذِكْرِ الرَّحْمٰنِ هُمْ كٰفِرُوْنَ (۳۶) خُلِقَ

(برائی سے) کیا کرتے ہیں درآنحالیکہ یہ لوگ خدائے رحمٰن کے ذکر پر کفر کرتے رہتے ہیں ۵۰ انسان کی

الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ ۗ سَاُورِيْكُمْ اٰيٰتِيْ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْنِ (۳۷)

خلقت ہی جلدی (کے خمیر) سے ہوئی ہے ۵۱ ہم عنقریب تم کو اپنی نشانیاں دکھا دینگے سو تم مجھ سے جلدی مت مچاؤ ۵۲

وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (۳۸)

اور یہ کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کس وقت پورا ہوگا اگر تم سچے ہو ۵۳

لَوْ يَعْلَمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا حِيْنَ لَا يَكُفُّوْنَ عَنْ

کاش ان کافروں کو اس وقت کی خبر ہوتی جب یہ آگ کو نہ روک

وُّجُوْهِهِمُ النَّارَ وَلَا عَنْ ظُهُوْرِهِمْ وَلَا هُمْ

سکیں گے نہ اپنے چہروں سے اور نہ اپنی پشتوں سے اور نہ انہیں

يُنْصَرُوْنَ (۳۹) بَلْ تَاْتِيْهِمْ بَغْتَةً فَتَبْهَتُهُمْ فَلَا

مدد پہنچ سکے گی ۵۴ بلکہ وہ (آگ تو) انہیں یک بیک آلے گی سو انہیں بدحواس کردیگی پھر نہ

يَسْتَطِيْعُوْنَ رَدَّهَا وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ (۴۰) وَلَقَدِ

انہیں اس کے دور کرنے کی مہلت ہوگی اور نہ انہیں مہلت ہی دی جائیگی ۵۵ اور یقیناً

(۳) ہر انسان کو اللہ ہی کے حضور میں واپس جاکر اپنے اعمال کی جواب دہی کرنا ہے۔ فِتْنَةً مصدر فتنۃ فعل نبلوکم کی تاکید کے لئے ہے۔ اور تاکید کے موقع پر کبھی تو اسی فعل کا مصدر دہرا دیا جاتا ہے اور کبھی کوئی اس کا مرادف۔ مصدر موکد لنبلوکم من غیر لفظہ (کشاف)

۴۹ (آپس میں) کافروں کی اخلاقی پستی کا نقشہ ہے۔ آج بھی کتنے ہی بدنفس کافر ایسے موجود ہیں جو شریعت اسلامی کے احکام ومسائل کو کبھی سنجیدگی سے سنتے ہی نہیں۔ سرے سے تمسخر ہی کرتے رہتے ہیں۔ مرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ اہل اللہ کی بے قدری اس تشنیع کے عموم میں آجاتی ہے۔ ملاحظہ ہو انگریزی تفسیر القرآن کا حاشیہ۔ ۵۰ تو تمسخر واستہزاء کے مستحق اگر ہیں تو خود یہ لوگ ہیں جو دنیا کی سب سے بڑی اور سب سے اہم حقیقت کو یوں ٹھکرائے ہوئے، یوں بھلائے ہوئے ہیں۔ يَذْكُرُ سے مراد ہے کہ برائی سے ذکر کرتے ہیں۔ بالعیب وانما اطلقہ بدلالۃ الحال (بیضاوی)

۵۱ انسان سے مراد کافر قسم کا انسان ہے جس کا ذکر ہو رہا ہے۔ مراد یہ ہے کہ اس قسم کا انسان کچھ ایسا جلد باز ہوتا ہے کہ گویا عجلت پسندی اسکے اجزاء عنصری اور ہیئت ترکیبی میں شامل ہے۔ آج کل کے دہریے اپنے کو سوشلسٹ، کمیونسٹ وغیرہ کے مختلف ناموں سے یاد کرنے والے نیم دہریے جن کا حق تعالیٰ کے وجود پر سب سے بڑا اعتراض یہ ہے کہ وہ کیسا قادر مطلق ومنصف مزاج خدا ہے جو ظالم کی گرفت اس کے ظلم پر فی الفور کیوں نہیں کرتا اور قاتل کو معاً مقتول کے وارثوں کی گرفت میں کیوں نہیں دے دیتا۔ انکی ذہنیت بھی ٹھیک اسی کلیہ کے ماتحت ہو جاتی ہے۔ مرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ طریق تصوف میں اکثر تشویشات اسی عجلت پسندی کا نتیجہ ہوتی ہیں۔ ۵۲ قدرت کا، قہر کا ہر نشان اپنے وقت پر قانون حکمت کے ماتحت ظاہر ہو کر رہے گا۔ خود کسی عذاب کی فوری آمد کا مطالبہ کرتے رہنا حماقت محض ہے۔ ۵۳ وعدہ سے مراد وعدۂ قہر وعذاب ہے۔ مشرکین معاندین یہ سوال مسلمانوں سے تمسخر اور بے یقینی کے لہجہ میں کیا کرتے۔ ۵۴ یعنی کاش ان منکروں کو اس وقت کا استحضار ہوتا جب آتش دوزخ ان پر ہر طرف سے بے پناہ حملے کرے گی اور انہیں بچاؤ کا، یا مدد کا کسی طرف سے کوئی ادنیٰ بھی سہارا نہ ملے گا۔ تو آج یہ اس طرح کی بڑھ بڑھ کر باتیں نہ بناتے۔ ۵۵ وہ عذاب شدید اگر ان کے معلوم ومتعین وقت پر آتا جب بھی کچھ غنیمت تھا، وہ تو بالکل دفعۃً نازل ہوگا کہ یہ بالکل ہکا بکا رہ جائینگے اور کچھ ان کے بنائے بن بھی نہ پڑے گی۔

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ؕ وَجَعَلْنَا

آسمان اور زمین بند تھے [٣٩] پھر ہم نے دونوں کو کھول دیا [٤٠] اور ہم نے

مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ ؕ اَفَلَا یُؤْمِنُوْنَ ﴿٣٠﴾ وَجَعَلْنَا

پانی سے ہر جاندار چیز کو بنایا ہے کیا پھر بھی یہ لوگ ایمان نہیں لاتے؟ [٤١] اور ہم نے

فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اَنْ تَمِیْدَ بِهِمْ ۪ وَجَعَلْنَا فِیْهَا

زمین میں پہاڑ اس لئے رکھ دیئے کہ وہ لوگوں کو لیکر ہلنے نہ لگے [٤٢] اور ہم نے اس میں

فِجَاجًا سُبُلًا لَّعَلَّهُمْ یَهْتَدُوْنَ ﴿٣١﴾ وَجَعَلْنَا السَّمَآءَ

کشادہ راستے بنا دیئے تاکہ لوگ رستہ پاتے رہیں اور ہم نے آسمان کو ایک محفوظ

سَقْفًا مَّحْفُوْظًا ۚۖ وَّهُمْ عَنْ اٰیٰتِهَا مُعْرِضُوْنَ ﴿٣٢﴾

چھت بنا دیا [٤٣] اور یہ لوگ اس کی نشانیوں سے منہ پھیرے ہوتے ہیں [٤٤]

وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ

اور وہ وہی تو ہے جس نے رات کو اور دن کو اور سورج کو اور چاند کو پیدا کر دیا ہے،

كُلٌّ فِیْ فَلَكٍ یَّسْبَحُوْنَ ﴿٣٣﴾ وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ

سب (اپنے اپنے) دائرہ میں تیر رہے ہیں [٤٥] اور ہم نے آپ سے قبل بھی کسی بشر و ہمیشگی کے

قَبْلِكَ الْخُلْدَ ؕ اَفَا۟ئِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ ﴿٣٤﴾

لئے نہیں بنایا تھا [٤٦] سو کیا اگر آپ کی وفات ہو جائے تو یہ ہمیشہ رہیں گے [٤٧]

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَیْرِ

ہر جاندار موت کا مزہ چکھنے والا ہے اور ہم تم کو آزماتے ہیں برائی سے اور بھلائی سے

٣٩ چنانچہ نہ آسمان سے بارش ہوتی تھی نہ زمین سے پیداوار۔ آسمان اور زمین جامد محض ہیں۔ کوئی دیوی دیوتا یا صاحب اختیار مخلوق ہی مرے سے نہیں کہ خود بخود اپنے ارادہ و مرضی سے کسی کے کام آنے لگیں اَوَلَمْ یَرَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْٓا سے مراد یہ ہے کہ یہ مشرکین جو توحید کے منکر ہیں، کیا طبیعیات و مادیات کے ان حقائق پر بھی غور نہیں کرتے؟ آسمان اور زمین جیسے قوی الجثہ مخلوقات تک میں یہ قدرت کب تھی کہ اپنے ارادہ و اختیار سے وہ کچھ کرنے لگیں؟ رویت سے مراد رویت عینی نہیں، رویت عقلی یا علم ہے ~~الرؤیۃ ھو العلم (کبیر)~~ كَانَتَا۔ سمٰوٰت صیغۂ جمع ہے۔ مراد یہاں مجموعۂ سمٰوٰت یا طبقۂ سمٰوٰت ہے۔ اسی لئے اسے بطور مفرد لا کر اس کے اور ارض کے لئے ضمیر تثنیہ کی لائی گئی۔ ٤٠ چنانچہ آسمان سے بارش ہونے لگی اور زمین سے نباتات پیدا ہونے لگی۔ ٤١ (اور توحید کے قائل نہیں ہو جاتے) پانی سے مراد یہاں اگر بارش ہے تو بارش کے پانی سے براہ راست یا بالواسطہ ہر جاندار کا مستفید ہونا ظاہر ہی ہے۔ ~~ای خلقنا من الماء کل حیوان (کشاف)~~ اور اگر مراد نطفۂ حیوانی لی جائے تو اس سے بھی ہر جاندار کا وجود میں آنا شاہد ہے۔ ~~قال قطرب وجماعۃ المراد بالماء النطفۃ (بحر)~~ جدید ماہرین علم الحیات کی تحقیق ہے کہ ہر جاندار کی ترکیب میں عنصر اصلی بروٹوپلازم (الخزمایہ) کا ہوتا ہے۔ اگر اسی کو مانا جائے تو اس جوہر میں بھی حصۂ غالب پانی ہی کا ہوتا ہے! ملاحظہ ہو حاشیہ تفسیر انگریزی۔ كُلَّ۔ لفظ کل محاورہ میں تقریبًا کل یا بہت بڑی اکثریت کے مرادف مستعمل ہے۔ اس لئے اگر کسی جاندار کی پیدائش کا استثنا اس قاعدہ سے ثابت ہو جائے تو یہ عموم قانون کے منافی نہیں۔ ٤٢ مراد یہاں ڈانواڈول حرکت سے ہے۔ نفی یہاں مطلق حرکت ارض کی نہیں بلکہ اسکی اضطرابی حرکت کی ہو رہی ہے۔ یہ پہاڑ جو ہیں گویا زمین کا توازن برابر رکھنے کا کام دے رہے ہیں کہ ایسا نہ ہو وہ ایک طرف کو جھک جائے۔ ملاحظہ ہو حاشیہ ١٩ الحجر پارہ ١٤۔ ٤٣ یعنی ہر طرح کی شکست ریخت، نقصان سے محفوظ۔ آسمان کے چھت ہونے یا عمارت پر حاشیہ سورۂ بقرہ پ ١ رکوع ٣ میں گزر چکا۔ عدیم المثال بلندی اور عدیم المثال حالت دونوں کے لحاظ سے آسمان کا جو بہترین صفاتی نام دیا جا سکتا ہے وہ چھت ہی کا ہو سکتا ہے۔ ہیئت و فلکیات کی ہر علمی اصطلاح سے کہیں بہتر اور کہیں واضح تر۔ ٤٤ مقصود ان سارے مادی و طبعی حقائق کی طرف اشارہ کرنے سے یہ ہے کہ یہ سب اللہ کی توحید اور کمال صناعی ہی پر دلالت کر رہی ہیں۔ ~~كُلٌّ۔ تنوین عوض~~ مضاف کے ظاہر کرنے کو ہے ~~تقدیر کلام کلھم ہے۔ التنوین فیہ عوض من المضاف الیہ ای کلھم (کشاف)~~ ٤٥ (اور جو قاعدہ قانون ان کے لئے بنا دیا گیا ہے، اس سے باہر نہیں جا سکتے) ~~اور ضمیر جمع طوالع کی جانب ہے۔ الضمیر للشمس والقمر والمراد بھما جنس الطوالع (کشاف) الغرض لدلالۃ علی الجنس (کشاف)~~ ٤٦ (سو آپ بھی غیر فانی بنا کر نہیں بھیجے گئے ہیں اور نہ کوئی اور انسان مدارج قرب میں ترقی کرتے کرتے غیر فانی دیوتا بن سکا ہے) آیت میں تردید ہے یونان، ہندوستان وغیرہ کے اس مشرکانہ عقیدہ کی کہ فلاں فلاں انسان ترقی کرتے کرتے دیوتا بن گیا اور غیر فانیوں (HEROES) کی صف میں شامل ہو گیا۔ ٤٧ (سو یہ کافر معاذ آپ کی وفات کا خیال کر کر کے خوش کیوں ہو رہے ہیں؟)

۳۱ یعنی چونکہ حق سے اعراض کئے ہوئے ہیں، اس کی طلب اور تڑپ اپنے دل میں رکھتے ہی نہیں، اس لئے ایمان و یقین کی دولت سے بھی محروم ہیں۔ المعنی فهم معرضون عنه لا يتدبرون بحر هذا ...... قَبۡلِیۡ مطلق ذکر سے یہاں مراد کتب الٰہی ہے۔ فالذکر هنا المراد به الكتب الالهية بر قيل المراد بالذكر هنا الكتاب۔ ذِکۡرُ مَنۡ مَّعِیَ سے مراد قرآن ہے اور ذکر من قبلی سے صحف قدیم ہیں۔ گویا ارشاد یہ ہو رہا ہے کہ ان کتابوں میں دیکھ لو، تعلیم کس عقیدہ کی موجود ہے۔ توحید کی یا شرک کی؟ —— دلیل عقلی اثبات توحید پر ابھی اوپر پیش ہو چکی تھی۔ اب دلیل نقلی پیش ہو رہی ہے۔ ۳۲ (اور اس میں کسی کو شریک نہ کرو) اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا۔ یہ عقیدہ ہوا توحید کا فَاعۡبُدُوۡنِ یہ عمل ہوا توحید کا۔ یہ دین توحید جس کا دوسرا نام دین اسلام ہے، دنیا کا قدیم ترین دین ہے۔ اور انبیاء کے ذریعہ سے ہمیشہ تبلیغ اسی دین کی ہوتی رہی ہے۔ دین شرک تمامتر ذہن انسانی کی اختراع ہے، اور بہت بعد کی پیداوار ہے۔ ۳۳ ذکر ان مشرکوں کا ہے، جو فرشتوں کو خدا کی اولاد سمجھتے تھے۔ نزلت في خزاعة حيث قالوا الملائكة بنات الله (کشاف) ان کی تردید میں ارشاد ہو رہا ہے کہ توبہ توبہ خدائے برتر و قدوس کو اولاد سے کیا واسطہ، جن ہستیوں کو تم اسکی اولاد قرار دے رہے ہو، یہ سب تمامتر اس کے بندے ہیں، البتہ معزز و ذی رتبہ بندے۔ ۳۴ (بلکہ اسی کے حکم کے منتظر رہتے ہیں) یہ کیفیت ہے ان مقرب بندوں کے ادب، خشوع و تعبد کی۔ ۳۵ اسمیں رد آگیا یہود و نصاریٰ کی گمراہی کا جو ”نافرمان“ فرشتوں کے وجود کے قائل ہیں۔ یہاں ان کی صحیح کیفیت بیان کر دی ہے کہ ان سے نہ قولی مسابقت ہی ہوتی ہے اور نہ فعلی مخالفت۔ والمعنى انهم يتبعونه في قوله ولا يقولون شيئا حتى يقوله وكما ان قولهم تابع لقوله فعلهم ايضا كذلك مبني على امره (کبیر) ۳۶ فرشتوں کو یہ بھی یقین ہے کہ اللہ سب کے اگلے پچھلے احوال خوب جانتا ہے، اس لئے اس کا جو اور جب حکم ہوگا حکمت کے موافق ہی ہوگا، اس لئے چون و چرا کی گنجائش ہی نہیں۔ ۳۷ یہ نقشہ ہے ان کے ادب و اطاعت گزاری، اور ان کی مغلوبیت و محکومیت کا۔ فرشتوں والا شرک دنیا میں بہت پھیلا رہا ہے، اسی لئے اس کی تردید کی مفصل اور بار بار ضرورت ہوئی۔ ہندوستان میں دیوتا پرستی کے نام سے جو شرک چلا ہوا ہے وہ حقیقۃً یہی ملائکہ پرستی ہی ہے۔ ۳۸ یعنی جس طرح اور مخلوقات تمامتر خدا کے قابو اور اختیار میں ہے، فرشتے بھی ہیں۔ ان کا یہ قول کہ ہم بھی معبود ہیں، ظاہر ہے کہ بطور فرض محال نقل ہوا ہے۔ ومن يقل منهم على سبيل الفرض (روح) اور قرآن مجید میں ایسے مفروضات و احتمالات کا استعمال بار بار ہوا ہے۔

فَهُمۡ مُّعۡرِضُوۡنَ ﴿۲۴﴾ وَمَاۤ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ مِنۡ
پس اس سے اعراض کر رہے ہیں ۳۱ اور ہم نے آپ سے قبل کوئی (ایسا) رسول نہیں بھیجا جس کے
رَّسُوۡلٍ اِلَّا نُوۡحِیۡۤ اِلَیۡهِ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا
پاس ہم نے (یہ) وحی نہ بھیجی ہو کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں
فَاعۡبُدُوۡنِ ﴿۲۵﴾ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحۡمٰنُ وَلَدًا سُبۡحٰنَهٗ ؕ
سو عبادت میری ہی کرو ۳۲ اور یہ کہتے ہیں کہ خدائے رحمٰن نے اولاد بنا رکھی ہے وہ پاک ہے (اس سے)
بَلۡ عِبَادٌ مُّکۡرَمُوۡنَ ﴿۲۶﴾ لَا یَسۡبِقُوۡنَهٗ بِالۡقَوۡلِ وَهُمۡ
البتہ وہ (فرشتے) بندے ہیں معزز ۳۳ وہ اس سے آگے بڑھ کر بات نہیں کر سکتے ۳۴ اور وہ
بِاَمۡرِهٖ یَعۡمَلُوۡنَ ﴿۲۷﴾ یَعۡلَمُ مَا بَیۡنَ اَیۡدِیۡهِمۡ وَمَا
اسی کے حکم پر عمل کرتے ہیں ۳۵ وہ جانتا ہے جو کچھ ان کے آگے ہے اور جو کچھ انکے
خَلۡفَهُمۡ وَلَا یَشۡفَعُوۡنَ ۙ اِلَّا لِمَنِ ارۡتَضٰی وَهُمۡ
پیچھے ہے ۳۶ اور وہ شفاعت بھی نہیں کر سکتے (کسی کی) بجز اس کے کہ جس کے لئے (اللہ کی) مرضی ہو
مِّنۡ خَشۡیَتِهٖ مُشۡفِقُوۡنَ ﴿۲۸﴾ وَمَنۡ یَّقُلۡ مِنۡهُمۡ اِنِّیۡۤ
اور وہ (سب) اسکی ہیبت سے ڈرتے رہتے ہیں ۳۷ اور جو کوئی ان میں سے یہ کہہ بھی دے کہ میں (بھی)
اِلٰهٌ مِّنۡ دُوۡنِهٖ فَذٰلِكَ نَجۡزِیۡهِ جَهَنَّمَ ؕ کَذٰلِكَ
معبود ہوں اللہ کے سوا سو ہم اسے جہنم کی سزا دیں گے، ہم ظالموں کو
نَجۡزِی الظّٰلِمِیۡنَ ﴿۲۹﴾ ع ۲ اَوَلَمۡ یَرَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡۤا اَنَّ
ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں ۳۸ کیا جو لوگ کفر اختیار کئے ہوئے ہیں انہیں علم نہیں کہ

۲۳؎ (یعنی تمہارے شرک سے) یہ کائنات تماشاگاہ، تفریح گاہ نہیں۔ حق و باطل، صدق و کذب، نور و ظلمت کی جنگ گاہ، معرکہ گاہ ہے۔ ۲۴؎ مراد فرشتے ہیں۔ هم الملائكة باجماع الامة (کبیر) یعنی الملائكة المنزلين (بیضاوی) یہ خصوصیات انہیں کے بیان ہو رہے ہیں کہ وہ عبادت الٰہی سے کسی قسم کا عار محسوس کرنا الگ رہا، اس میں ہر وقت لگے رہنے کے باوجود اس سے تھکتے تک نہیں۔ مَنْ عِنْدَهٗ۔ یہ نزدیکی شرف و منزلت کے لحاظ سے ہے نہ با اعتبار مقام و مکان۔ لا يراد بها ظرف المكان لانه تعالى منزه عن المكان بل المعنى شرف المكانة وعلو المنزلة (بحر) والمراد بالعندية عندية الشرف لا عندية المكان (روح) هذه العندية عندية الشرف والرتبة لا عندية المكان والجهة (کبیر) ۲۵؎ ذکر فرشتوں کا چل رہا ہے۔ جاہلی مذہب والے انہیں کو اپنے جہل سے دیوی دیوتا قرار دے لیتے ہیں! آگے ذکر زمینی معبودوں کا آ رہا ہے۔ سیاق خود چاہتا ہے کہ یہاں ذکر آسمانی دیوتاؤں کا ہو۔ ۲۶؎ سوال مشرکین کی حماقت محض سے ہے کہ آخر کیا سمجھ کر، کیا دیکھ کر انہوں نے مخلوق کو جو خود بے قدرت ہے اپنا معبود تسلیم کر لیا ہے؟ زمینی معبودوں اور دیوتاؤں کی مثالوں کے لئے ہندوستانیوں کو دور جانے کی ضرورت نہیں۔ ارد گرد، حیوانات و نباتات، جمادات سب میں کثرت سے موجود ہیں گئو ماتا، گنگا مائی، سرجو مائی، بندھیاچل، گوری شنکر، ناگ (سانپ) ہنومان (بندر) پیپل، تلسی وغیرہا ۲۷؎ یعنی نظام عالم میں ابتری پڑ جاتی، خدا کے تصور و تعریف ہی میں یہ امر داخل ہے کہ وہ مطلق الارادہ و مطلق الاختیار اور مالک کل ہو۔ اگر اس کے اختیارات یا اس کی ملک محدود و مقید ہوئی تو وہ خدا ہی کیوں کہلائے گا۔ اس تعریف کو پیش نظر رکھنے کے بعد غور کیجئے کہ دو (یا زائد) خداؤں کے وجود کے معنی ہی کیا ہو سکتے؟ ایک خدا کی ملک سے کوئی بھی جزو موجودات اگر باہر رہا، یا اسے اپنا ارادہ کسی مصلحت سے مغلوب کرنا پڑا، یا اپنے اختیارات پر کسی ضرورت سے پابندی عائد کرنی پڑی تو اس کے خدا باقی رہنے کا امکان ہی کیا رہ گیا؟ تصادم و تزاحم بہرحال دو خداؤں کے درمیان ناگزیر ہے۔ اور کائنات کی تنظیم و ترتیب کا مشاہدہ خود اس تصادم و تزاحم کی تکذیب کر رہا ہے سو اس نظام کائنات کا وجود جس کے آگے بشری صناعوں کی بڑی بڑی صناعیاں گرد ہیں، دلیل قاطع ہے توحید صانع عالم پر، جس دلیل کو قرآن کریم نے اس قدر سادہ طور پر ادا کر دیا، اسی کو متکلمین نے حسن صنعت و نظم کائنات سے توحید صانع پر استدلال کا لقب دے کر اس سے بڑے بڑے کام لئے ہیں اور اسے شرح و بسط سے اور اپنی اصطلاحات کے ساتھ لکھا ہے اور اس کو برہان تمانع کا لقب دیا ہے۔ فِيهِمَا سے مراد ظاہر ہے کہ آسمان اور زمین ہیں۔ لَفَسَدَتَا۔ قیامت میں جو دور فساد ہلاکت کا آئے گا، وہ ایک نظم کے ماتحت اور ایک ضابطہ معین کے موافق ہوگا۔ (جیسا کہ آج بھی افراد اپنے وقت معین پر ہلاک ہوتے رہتے ہیں) اس پر اطلاق "فساد" کا کسی طرح نہیں ہو سکتا۔ ۲۸؎ عرش مخلوقات میں خود بھی سب سے اعظم و اشرف ہے، پھر جو اس کا بھی مالک و رب ہو اس کی عظمت کا کیا ٹھکانا ہے! اللہ کی صفت یہاں رب العرش لا کر اس کی بے انتہا عظمت اور شرک کی بے عقلی کو اور زیادہ نمایاں کر دیا۔ ۲۹؎ اس میں ان مشرک قوموں کا رد آگیا جو خدا کو بھی محدود الاختیار، محدود القویٰ مانتے ہیں۔ یونان کے مشرک فلاسفہ کا یہی مذہب ہوا ہے۔ ملاحظہ ہو حاشیہ تفسیر انگریزی۔ ہندوستان میں عقیدۂ "کرم" کے ماننے والوں کا بھی یہی خیال ہے۔ ۳۰؎ یعنی توحید پر تو بہت سی دلیلیں قائم ہیں عقلی بھی، نقلی بھی۔ تم شرک پر بھی کوئی دلیل پیش کر کے دکھاؤ — افسوس ہے کہ ہمارے ہاں کے متکلمین نے اس پہلو پر اب تک بہت کم توجہ کی ہے۔ عموماً اب تک بجائے عقیدۂ شرک پر مطالبۂ دلیل کے دلائل توحید ہی پر قائم کئے جاتے رہے ہیں۔

مِمَّا تَصِفُوْنَ ۝۱۸ وَلَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ
آگے گی اس سے کہ جو تم گڑھتے رہتے ہو۲۳ اور اسی کی ملک ہے، جو کوئی بھی آسمانوں اور زمین میں ہے
وَمَنْ عِنْدَهٗ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَلَا
اور جو اس کے نزدیک ہیں وہ اس کی عبادت سے عار نہیں کرتے اور نہ وہ
يَسْتَحْسِرُوْنَ ۝۱۹ ج يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ ۝۲۰
تھکتے ہیں ۲۴ رات اور دن تسبیح کرتے رہتے ہیں، موقوف نہیں کرتے ۲۵
اَمِ اتَّخَذُوْٓا اٰلِهَةً مِّنَ الْاَرْضِ هُمْ يُنْشِرُوْنَ ۝۲۱
کیا انہوں نے زمین سے (ایسے) معبود اختیار کر رکھے ہیں جو (کسی کو) زندہ کرتے ہوں؟ ۲۶
لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحٰنَ
اگر ان دونوں (جگہوں) میں علاوہ اللہ کے کوئی معبود ہوتا تو یہ دونوں درہم برہم ہو گئے ہوتے ۲۷ اللہ مالک
اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝۲۲ لَا يُسْـَٔلُ عَمَّا
عرش، پاک ہے ان امور سے جو یہ لوگ بیان کر رہے ہیں ۲۸ اور جو کچھ بھی کرے اس سے کچھ باز پرس
يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْـَٔلُوْنَ ۝۲۳ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ
نہیں کی جا سکتی، اور اوروں سے باز پرس کی جاتی ہے ۲۹ کیا انہوں نے اللہ کے سوا معبود اختیار
اٰلِهَةً ۭ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ ۚ هٰذَا ذِكْرُ مَنْ مَّعِيَ
کر رکھے ہیں؟ آپ کہیے تم اپنی دلیل پیش تو کرو ۳۰ یہ میرے ساتھ والوں کی کتاب
وَذِكْرُ مَنْ قَبْلِيْ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۙ الْحَقَّ
اور مجھ سے قبل والوں کی کتاب (موجود) ہے لیکن اس پر بھی اکثر لوگ حق کا یقین نہیں رکھتے

ظَالِمَةً وَّاَنْشَاْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ⑪ فَلَمَّآ
والے ظالم تھے اور ان کے بعد دوسری قوم پیدا کردی ؁۱۶ سو جب
اَحَسُّوْا بَاْسَنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَرْكُضُوْنَ ⑫ لَا تَرْكُضُوْا
انہوں نے ہمارا عذاب (آتا ہوا) دیکھا تو لگے اس بستی سے بھاگنے۔ بھاگو مت ؁۱۷
وَارْجِعُوْٓا اِلٰى مَآ اُتْرِفْتُمْ فِيْهِ وَمَسٰكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ
اور واپس چلو ؁۱۸ اپنے سامان عیش اور اپنے مکانوں کی طرف شائد کہ تم سے
تُسْــَٔلُوْنَ ⑬ قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ⑭ فَمَا
کوئی پوچھ پاچھ ہی کرے ؁۱۸ وہ لوگ کہنے لگے ہائے ہماری شامت، بیشک ہم ہی ظالم تھے ؁۱۹ ان کی یہی
زَالَتْ تِّلْكَ دَعْوٰىهُمْ حَتّٰى جَعَلْنٰهُمْ حَصِيْدًا
پکار جاری رہی کہ ہم نے انہیں کٹی ہوئی کھیتی، بجھی ہوئی آگ
خٰمِدِيْنَ ⑮ وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا
بنا دیا ؁۲۰ اور ہم نے آسمان اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اس کو
لٰعِبِيْنَ ⑯ لَوْ اَرَدْنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ لَهْوًا لَّاتَّخَذْنٰهُ مِنْ
اس طرح نہیں بنایا کہ ہم کھیل کر رہے ہوں ؁۲۱ اگر ہم کو یہی منظور ہوتا کہ ہم کھیل کے طور پر کریں تو ہم
لَّدُنَّآ ۖ اِنْ كُنَّا فٰعِلِيْنَ ⑰ بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى
اپنے ہی پاس (کی چیز) کو کھیل بنا لیتے اگر ہم کو یہ کرنا ہی تھا ؁۲۲ ہم تو حق کو باطل کے اوپر پھینک مارتے ہیں
الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهٗ فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ ۭ وَلَكُمُ الْوَيْلُ
سو وہ اس کا بھیجا نکال دیتا ہے تو وہ دفعۃً مٹ جاتا ہے اور تمہاری (بڑی) کم بختی

؁۱۶ (اور اللہ کی زمین ویران اور غیر آباد نہ رہی) قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً سے مراد وہ قومیں ہیں جو اپنے حق میں ظلم کرتی رہیں۔ ؁۱۷ یہ گویا ندائے غیبی انکے کان میں آئی۔ "انہوں نے" یعنی انہیں ظالم، کافر و فاسق، عذاب زدہ لوگوں نے۔ ؁۱۸ (از راہِ ہمدردی کہ کیا گزری) "مقصود اس سے تعریض ہے کہ نہ وہ سامان رہا نہ مکان رہا، نہ کسی ہمدرد کا نام و نشان رہا" (تھانوی رح) ؁۱۹ عین نزولِ عذاب کے وقت بدکار و فسق پیشہ قومیں پچھتاتی ہیں، اپنے جرائم کا اعتراف کرتی ہیں، اور ہر طرح واویلا مچاتی ہیں۔ ؁۲۰ یعنی آخر وقت میں ان کی آہ و فریاد کچھ ان کے کام نہ آئی اور وہ نیست و نابود اس طرح ہو گئے جیسے کٹی ہوئی کھیتی یا بجھی ہوئی آگ۔

؎ اب نہ خود ہیں نہ ہے مکاں باقی
نام کو بھی نہیں نشاں باقی

؁۲۱ (بلکہ ان کی تخلیق سے بے شمار حکمتیں اور اور مخلوق کی بے حساب مصلحتیں وابستہ ہیں) اس میں رد ہے ان مشرک قوموں کا جو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ یہ کائنات محض "ایشور کی لیلا" یا خدا کی تماشا گاہ ہے اور حق تعالیٰ کا مقصود اس سے کچھ نہیں، بجز تماشہ دیکھنے اور دکھانے کے۔ ؁۲۲ یعنی بالفرض ہمیں تفریح و تماشہ ہی مقصود ہوتا تو ہم بلا واسطہ مخلوقات اپنے ہی یا براہ راست تعلق رکھنے والی کی کسی چیز کو اختیار کر لیتے مثلاً اپنی صفات کمال کے مشاہدہ کو۔ ذی شعور مخلوق کو اس چکر میں کیوں ڈالتے۔ آیت سے معلوم ہوا کہ تخلیق کائنات خود مخلوق ہی کے نفع و مصلحت کے لئے ہے۔ عارف رومی رح ؎

من نہ کردم امر تا سودے کنم
بلکہ تا بر بندگاں جودے کنم

ـ٦ـ یہلی تشخیص پر ترقی ہے۔ اضغاث احلام میں تو پھر ایک شان بے اختیاری اور مجذوبیت کی تھی۔ ایک گروہ نے کھلم کھلا کہنا شروع کیا کہ نہیں یہ کلام تو انہوں نے دیدہ و دانستہ اپنے دل سے تراش رکھا ہے۔ ـ٧ـ یہ اور اس دوسری تشخیص پر بھی ترقی ہے۔ منکرین کہتے ہیں کہ ان کی تو زندگی ہی شاعر کی طرح تراشیدہ اور خیالی ہے۔ اور ان کا یہ کلام (قرآن) تو بس شروع سے آخر تک اعلیٰ شاعرانہ اور خیالی مضامین کا مجموعہ ہے۔ ـ٨ـ (اور وہ اپنے ساتھ بڑے بڑے عجائب و خوارق لائے تھے) اٰیۃ سے مراد یہاں کسی معجزہ عظیم خارق عادت سے ہے۔
ـ٩ـ اللہ تعالیٰ جواب دیتا ہے کہ ان بڑے بڑے معجزات، خوارق عادت سے حاصل کیا؟ پرانے انبیاء کے وقت میں تو بارہا اس کا تجربہ ہو چکا۔ انہوں نے سب کچھ دکھا ڈالا، پھر

بَلِ افْتَرٰىهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ ۚۖ فَلْيَاْتِنَا بِاٰيَةٍ كَمَآ
نہیں بلکہ یہ کہ انہوں نے اسے گڑھ لیا ہے ٦ نہیں بلکہ وہ تو ایک شاعر ہیں ٧ ورنہ وہ لے نہ آئیں ہمارے
اُرْسِلَ الْاَوَّلُوْنَ ۝٥ مَآ اٰمَنَتْ قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْيَةٍ
پاس کوئی (بڑا) نشان جیسا کہ پہلے لوگ رسول بنائے گئے ہیں ٨ ان لوگوں سے قبل بھی کوئی بستی والے جنہیں ہم نے ہلاک کیا
اَهْلَكْنٰهَا ۚ اَفَهُمْ يُؤْمِنُوْنَ ۝٦ وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ
ہے ایمان تو لائے نہیں تھے۔ سو کیا یہ لوگ ایمان لے آئیں گے؟ ٩ اور ہم نے آپ سے قبل مردوں ہی کو پیمبر
اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ
بنا کر بھیجا ہے جن پر ہم وحی کرتے رہتے ہیں ١٠ سو تم اہل کتاب سے پوچھ دیکھو اگر
اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝٧ وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا
تم علم نہیں رکھتے ١١ اور نہ ہم نے ان (رسولوں) کے جسم
لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ ۝٨ ثُمَّ
ایسے بنائے کہ وہ کھانا نہ کھاتے ہوں اور نہ وہ غیر فانی ہوئے ہیں ١٢ پھر
صَدَقْنٰهُمُ الْوَعْدَ فَاَنْجَيْنٰهُمْ وَمَنْ نَّشَآءُ وَاَهْلَكْنَا
ہم نے اُن سے (کئے ہوئے) وعدہ کو سچا کر دیا ١٣ پھر ہم نے نجات دیدی اُن کو اور جن کو ہم نے چاہا، نجات
الْمُسْرِفِيْنَ ۝٩ لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ كِتٰبًا فِيْهِ ذِكْرُكُمْ ۭ
دیدی ١٤ اور ہم نے حد سے گزرنے والوں کو ہلاک کر دیا۔ یقیناً ہم تمہاری طرف (ایسی) کتاب اتار چکے جس میں
اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝١٠ وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ
تمہارے لئے نصیحت موجود ہے تم کیا پھر بھی نہیں سمجھتے ١٥ اور ہم نے کتنی ہی بستیاں غارت کر ڈالیں (جن کے رہنے

ع ١

بھی ان کے زمانہ کے منکرین ٹس سے مس نہ ہوئے۔ ذہنی کیفیت، نفسیت (سائکالوجی) اِن جدید منکرین کی بھی وہی ہے جو اُن قدیم منکرین کی تھی۔ پھر آج اِن کے ایمان لے آنے کی کیا امید ہے؟ ـ١٠ـ یعنی سلسلۂ نبوت تو ہمیشہ انسانوں ہی کی معرفت جاری رکھا گیا ہے۔ نبی تو ہر دور میں، ہر ملک میں، آدمی ہی بنا کر بھیجا گیا ہے۔ کوئی جن، کوئی فرشتہ، کوئی فوق البشر انسانی آبادی کے لئے پیمبر بنا کر نہیں بھیجا گیا ہے۔ اِلَّا رِجَالًا۔ بشر کے بجائے رجل کے لفظ کے استعمال میں اشارہ اس طرف بھی ہے کہ نبوت ہمیشہ مردوں ہی کو ملی ہے نہ کہ عورتوں کو۔ عارف تھانویؒ نے یہاں فرمایا کہ اسی اصل کی بنا پر اہلِ طریق بھی خلافت مردوں ہی کو دیتے ہیں۔
ـ١١ـ (کہ تم تو سرے سے سلسلۂ نبوت و طریق وحی ہی کے منکر ہو) مشرکین تو تمامتر بروز، حلول وغیرہ کے چکر میں پھنسے رہتے ہیں۔ نبوت، رسالت نزول وحی کے اصول و مبادیات ہی سے منکر و بیگانہ۔ اَهْلَ الذِّكْرِ سے مراد اہل کتاب ہیں۔ ای اهل التوریٰۃ والانجیل (ابن عباسؓ) ای اهل الکتاب (روح عن الحسن وقتادۃ وغیرہا) وهم اهل الکتاب (کبیر) ـ١٢ـ مشرکین کے تہ بہ تہ جہل کا شافی جواب ہے۔ رسول نہ بشری ضروریات غذا وغیرہ سے برتر ہوتا ہے اور نہ وہ غیر فانی ہو کر دنیا میں آتا ہے اس کی ترکیب جسمانی اور اس کی طبعی ضروریات سب وہی ہوتی ہیں جو گوشت پوست کے بنے ہوئے ہر بشر کی ہوتی ہیں۔ اسکا اصل مشن تو بس محض صحیح خدائی تعلیم کو دنیا میں پھیلانا ہوتا ہے۔ مرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ کھانا نہ کھانا کمالات اور علامات مقبولیت میں سے نہیں، جیسا کہ بہت سے عوام اور بعض خواص بھی خیال کرتے ہیں۔
ـ١٣ـ وعدہ یہی تھا کہ ایمان لانے والے اور تصدیق کرنے والے عذاب سے محفوظ رہیں گے۔ اور انبیاء بھی باوجود اپنی ہر طرح کی ظاہری بے سروسامانی اور منکرین کی شوکت و قوت کے بالآخر مظفر و منصور رہیں گے۔ ـ١٤ـ ان نجات پانے والوں میں مؤمنین تو یقیناً داخل ہیں، باقی بعض منکرین بھی ممکن ہے کسی مصلحت تکوینی سے بچا دیئے گئے ہوں۔ ـ١٥ـ خطاب قرآن کے معاصر منکرین سے ہے۔ ان سے ارشاد ہو رہا ہے کہ نہ قرآن کی بلیغ موعظت تم پر اثر کرتی ہے، اور نہ تم گزشتہ منکرین کے انجام سے سبق حاصل کرتے ہو۔ المعنی عدم التفکر المفضی الی الاتعاظ (روح)

سُوْرَةُ الْاَنْبِيَاۤءِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ مِائَةٌ وَّاثْنَتَا عَشْرَةَ اٰيَةً وَّسَبْعُ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ انبیاء مکی ہے اور اس میں ایک سو بارہ آیتیں اور سات رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ نہایت مہربان بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِىْ غَفْلَةٍ

قریب آ لگا لوگوں سے اُن کے حساب (کا وقت) اور وہ غفلت ہی میں پڑے ہیں

مُّعْرِضُوْنَ ① مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنْ رَّبِّهِمْ مُّحْدَثٍ

اعراض کئے ہوئے ؁۱ ان کے پروردگار کی طرف سے اُن کے پاس جو بھی تازہ نصیحت آتی ہے اُسے

اِلَّا اسْتَمَعُوْهُ وَهُمْ يَلْعَبُوْنَ ② لَاهِيَةً قُلُوْبُهُمْ

یہ اس حال میں سنتے ہیں کہ ہنسی کرتے ہوتے ہیں۔ ان کے دل (اس کی طرف سے) بے توجہ

وَاَسَرُّوا النَّجْوَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا هَلْ هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ

اور یہ لوگ یعنی ظلم کار اور اپنی سرگوشیوں کو چھپاتے رہتے ہیں ؁۲ کہ یہ تو محض تم جیسے ایک آدمی

مِّثْلُكُمْ اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ③ قٰلَ

ہیں تو کیا تم جادو (کی بات) سننے کو جاؤ گے درآنحالیکہ تم سوجھ بوجھ رکھتے ہو ؁۳ آپ کہہ دیجئے

رَبِّيْ يَعْلَمُ الْقَوْلَ فِي السَّمَاۤءِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ

کہ میرا پروردگار ہر بات کو جانتا ہے آسمان اور زمین میں اور وہی

السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ④ بَلْ قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ

خوب سننے والا ہے خوب جاننے والا ہے ؁۴ نہیں بلکہ وہ تو یہ کہتے ہیں کہ یہ (قرآن) پریشان خیالات ہیں ؁۵

؁۱ یعنی وقت قیامت ہے کہ ہر روز ان سے قریب تر ہوتا جاتا ہے، اور یہ لوگ ہیں کہ اس کے لئے تیاریاں تو کیا کرتے، اس خبر ہی کا نہیں یقین کر رہے ہیں۔ النَّاس۔ آیت میں اس سے مراد منکرین قیامت عموماً ہیں اور مشرکین عرب خصوصاً۔ قال ابن عباس المراد بالناس المشرکون وھذا من اطلاق اسم الجنس علی بعضہ للدلیل القائم (کبیر) آج یورپ اور یورپ زدہ مشرق کی ساری آبادی کا بھی نقشہ غفلت و اعراض کے لحاظ سے یہی ہے۔ حِسَابُهُمْ۔ مراد ہے وقتِ حساب یعنی روز قیامت۔ المعنی اقترب للناس وقت حسابھم (کبیر) مرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ غفلت مذموم وہ ہے جو اعراض کے ساتھ ملی جلی ہو، ورنہ مطلق غفلت سے تو عادۃً کوئی بھی خالی نہیں۔ ؁۲ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا سے مراد اسلام کے خلاف سازش کرنے والے منکرین ہیں مثل ابو جہل واصحابہ (ابن عباسؓ) اور آج بھی جو لوگ عداوتِ اسلام و رسولِ اسلام میں اسی ابو جہلی روش پر چلیں اسی میں شامل ہیں۔ سازش کے لئے اخفاء لازمی ہے، اس لئے یہ لوگ اپنی کمیٹیوں، کانفرنسوں، مشورت کے جلسوں کو چھپا چھپا کر کرتے تھے۔ مَا يَاْتِيْهِمْ ...... يَلْعَبُوْنَ۔ ہر تازہ نشان کو، بجائے عنوان عبرت و تذکیر کے سرمایۂ تفریح و تمسخر بنا لینا منکرین کا عام دستور اگلوں پچھلوں سبھی میں مشترک ہے۔ لَاهِيَةً قُلُوْبُهُمْ۔ یعنی موعظہ و نصیحت کو اس کان سننا اور اس کان اڑا دینا یہ آخرت فراموشی ہی سے پیدا ہوتا ہے، جس طرح جاہلیت قدیم میں عام تھا، آج جاہلیت جدید میں بھی رائج ہے۔ ان کے علوم و فنون میں، سائنس میں، آرٹ میں، التزام اس کا رہتا ہے کہ کوئی شے بھی آخرت کی یاد دلانے والی نہ آجانے پائے۔ اور یہ آخرت فراموش نظام جو کہنا چاہیے کہ ساری مہذب و نیم مہذب دنیا پر مسلط و مستولی ہو چکا ہے۔ اس نے لاکھوں بلکہ کروڑوں مسلمانوں کو بھی آہستہ آہستہ دین فراموش آخرت فراموش بنا دیا۔ ذکر رسول تو محفل میلاد وغیرہ کے نام سے بعض طبقوں میں خواہ رسماً سہی پھر بھی قائم ہے، آخرت کی ذمہ داری اور یوم الحساب کا تذکرہ، اتنا بھی کہیں نہ سنائی دے گا۔ لاہیۃ قلوبہم دین کے معاملات میں غیر ذمہ داری کی ہوا ہر سر میں سمائی ہوئی ہے۔ اَسَرُّوا النَّجْوٰى۔ نجویٰ میں تو خود ہی پہلو اخفاء کا شامل ہے اسرّوا کے لفظ نے اس میں مزید تاکید اور زور پیدا کر دیا۔ معناہ بالغوا فی اخفائھا وجعلوھا بحیث لا یفطن احد لتناجیھم (کبیر) ؁۳ منکرین و مشرکین عرب اپنے ... کو کمزور مذہب پا کر اس سے کہتے تھے کہ یہ جو رسالت کے مدعی ہیں، ان میں بات ہی کونسی نئی اور ہم سب سے انوکھی ہے۔ یہ نہ کوئی دیوتا ہیں، نہ کوئی اوتار، نہ کسی اور طرح پر فوق البشر، جیسے ... ہم تم سب ویسے ہی انسان یہ بھی۔ ان میں بشریت کے علاوہ اور بشریت سے زیادہ ہے کیا، جو ہم ان کا دین اختیار کریں اور ان کی راہ پر چلنے لگیں۔ اور ان کے کلام قرآن میں جو ... پائے ہو تو تمامتر ثمرہ ان کے سحر ساحری کا ہے۔ سو کیا تم سوجھ بوجھ رکھ کر ہوش و حواس رکھتے ہوئے بھی ادھر ادھر جاؤ گے؟ —— یہ سب توضیح انہی سرگوشیوں کی ہے جن کا ذکر ابھی اوپر آچکا ہے۔ ؁۴ (چنانچہ وہ تمہارے بھی ان اقوال کفریہ سے خوب باخبر اور تمہاری سازشوں پر پوری طرح مطلع ہے) اسلام کا خدا جاہلی مذہبوں کے ... کی طرح ناتمام العلم نہیں۔ حاضر و غائب، جلی و خفی اس پر سب یکساں روشن ہیں۔ خفیہ سے خفیہ سازش بھلا اس سے کون مخفی رہ سکتی ہے؟ ؁۵ مشرکین مکہ کے سی گروہ کی ... یورپ زدہ طبقہ کر رہا ہے۔ ٹامس کارلایل (برطانوی) اوروں کے دیکھتے ہوئے اسلام کا بہت ہمدرد ہے اور قرآن کی خوبیوں کا معترف ہے وہ تک یہ لکھ گیا ہے کہ قرآن جیسی غیر مربوط، پریشان کتاب ہے تو دوسروں کا ذکر ہی کیا۔

۱۶۱ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ سے مراد کافروں کی مختلف قسمیں ہیں۔ مثلاً یہود، نصاریٰ، مشرکین وغیرہا۔ ~~اے اصنافاً من الکفرة~~ ~~تقدیر کلام یوں ہے متعنا به بعضاً منهم ازواجاً~~۔
لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ۔ آزمائش سے مراد یہی ہے کہ کون ان نعمتوں کے حقوق ادا کرتا ہے اور کون ان کی ناقدری کرتا ہے۔ ۱۶۲ آیت کے اس مختصر سے ٹکڑے میں اسی مادی دنیا، اسکی آرائشوں،
زینتوں، تکلفات کی کل کائنات بیان کردی کہ پورے تسلسل حیات سے جو یہاں سے لیکر آخرت تک ہے قطع نظر کرکے صرف اس مادی زندگی پر قناعت کرلینا کس درجہ حمق اور خام خیالی
ہے ـــــ مال و دولت صرف وہی قابل قدر ہے جو آیندہ دور کی زندگی میں بھی کام آنے والا ہو۔ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا۔ زھرہ کے معنی لغت میں تازگی اور شادابی کے ہیں۔ حدیث

مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ لِنَفْتِنَهُمْ
چیزوں کی طرف جن سے ہم نے انکے گروہوں کو متمتع کر رکھا ہے ان کی آزمائش کیلئے ۱۶۱ کہ وہ محض دنیوی زندگی کی رونق ہے
فِيْهِ ۭ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ﴿۱۳۱﴾ وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ
اور آپ کے پروردگار کا عطیہ کہیں بہتر اور دیر پا ہے ۱۶۲ اور اپنے والوں کو نماز کا حکم دیتے رہئے
وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ۭ لَا نَسْـَٔــلُكَ رِزْقًا ۭ نَحْنُ نَرْزُقُكَ ۭ
اور خود بھی اس کے پابند رہیے ۱۶۳ ہم آپ سے معاش نہیں چاہتے، معاش تو ہم خود آپ کو دیں گے ۱۶۴
وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى ﴿۱۳۲﴾ وَقَالُوْا لَوْلَا يَاْتِيْنَا بِاٰيَةٍ مِّنْ
اور بہتر انجام پرہیزگاری ہی کا ہے ۱۶۵ اور (یہ لوگ) کہتے ہیں کہ یہ ہمارے پاس کوئی نشان اپنے پروردگار کے پاس
رَّبِّهٖ ۭ اَوَلَمْ تَاْتِهِمْ بَيِّنَةُ مَا فِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ﴿۱۳۳﴾
سے کیوں نہیں لاتے کیا ان کے پاس اس کا ظہور نہیں پہنچا جو کچھ اگلے صحیفوں میں ہے ۱۶۶
وَلَوْ اَنَّآ اَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهٖ لَقَالُوْا رَبَّنَا
اور اگر ہم انہیں عذاب سے ہلاک کر دیتے اس (قرآن) کے قبل ہی تو (یہ لوگ) کہتے کہ اے ہمارے پروردگار
لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ مِنْ قَبْلِ
تو نے ہمارے پاس کوئی رسول کیوں نہ بھیجا کہ ہم تیرے احکام کی پیروی کرنے لگتے بجائے
اَنْ نَّذِلَّ وَنَخْزٰى ﴿۱۳۴﴾ قُلْ كُلٌّ مُّتَرَبِّصٌ فَتَرَبَّصُوْا ۚ
اس کے کہ ہم بے قدر اور رسوا ہوں ۱۶۷ آپ کہہ دیجئے کہ سب ہی انتظار کر رہے ہیں سو تم بھی انتظار کرلو
فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ اَصْحٰبُ الصِّرَاطِ السَّوِيِّ وَمَنِ اهْتَدٰى ﴿۱۳۵﴾ ع ۸ / ۱۷
اب عنقریب ہی تمہیں معلوم ہوجائیگا کہ کون راہ راست والے ہیں اور کون (منزل) مقصود تک پہنچے ہوئے ہیں ۱۶۸

کی کتابیں ابواب الزہد وغیرہ کے ماتحت اس قسم کے مضامین سے بھری پڑی ہیں۔ بخاری کی مشہور حدیث ہے کن فی الدنیا کانک غریب او عابر سبیل۔ دنیا میں اس طرح رہ، کہ گویا تو غریب الوطن ہے یا مسافر راہ رو۔ ۱۶۳ (کہ اصل توجہ کے قابل تو یہ امور ہیں) اَهْلَكَ۔ اھل کے لفظ میں خاندان اور عام مؤمنین دونوں کا مفہوم شامل ہے۔ فقہاء نے یہاں سے استنباط کیا ہے کہ امر بالمعروف خصوصاً تاکید نماز اپنے متعلقین پر واجب ہے۔ آج جو لوگ ظہر کی نماز کے لئے دفتروں، کچہریوں وغیرہ کی مشغولیت کو اور عصر و مغرب و عشاء وغیرہ کے لئے دوسری مشغولیتوں کو عذر بنا کر پیش کرتے ہیں آیت میں ان سب کا رد آگیا۔ ۱۶۴ یعنی مقصود اصلی اکتساب نہیں بلکہ دین اور طاعت ہیں۔ اکتساب کی اس حالت میں اجازت یا امر ہے کہ ضروری طاعت میں وہ مخل نہ ہوں" (تھانوی) وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى۔ عاقبة سے مراد ہے حسن عاقبت، اور تقویٰ سے مراد اہل تقویٰ ہیں۔ اے العاقبة ~~المحمودة لذوی التقوىٰ (بیضاوی) فالمراد العاقبة الجميلة لاهل التقوىٰ (کبیر)~~ ۱۶۵ (اور تقویٰ ہی قابل التفات ہے) ۱۶۶ یعنی خود قرآن جو ظہور ہے اگلی پیشینگوئیوں کا، اس سے نمایاں تر معجزہ اور کیا چاہیے؟ بينة سے مراد قرآن بھی ہوسکتی ہے اور رسول اللہ کی ذات مبارک بھی ماحصل دونوں صورتوں کا ایک ہی ہے۔ وَقَالُوْا یہ کہنے والے کفار و معاندین تھے۔

۱۶۷ یعنی آج جب قرآن اور رسول آچکے ہیں، جب تو یہ ان کا یوں انکار کر رہے ہیں، اور اگر کہیں قرآن اور رسول نہ آئے ہوتے تو قیامت کے روز یہ عذر پیش کر دیتے کہ ہمارے پاس رسول ہی کہاں آیا وہ آتا تو ہم اس کے مطیع ہو نہ جاتے؛ مِنْ قَبْلِ۔ عربی محاورہ میں یہ نفی کے معنی میں بھی آتا ہے یعنی بجائے اس کے کہ ہم حقیر و رسوا ہوتے یا ہم حقیر و رسوا نہ ہونے پاتے اور ہم رسول کی پیروی کرلیتے۔ نَذِلَّ۔ یعنی بے قدر خود اپنی نظر میں ہوں۔ نَخْزٰى یعنی رسوا دوسروں کی نگاہ میں ہوں (تھانوی) الذل الھوان والخزی الافتضاح (بحر) من قبله میں ضمیر رسول اللہ کی طرف بھی لی گئی ہے اور بینہ و تذکیر (بمعنی برہان) کی طرف بھی اور قرآن کی طرف بھی۔ الضمیر الراجع الی البینة هنا فی معنی البرهان (کشاف) والظاهر عوده علی الرسول (بحر) ۱۶۸ آیت کا انداز بیان ایک بلیغ انداز میں مضمون کے زور و تاکید کے لئے ہے۔ یہ مراد نہیں کہ متکلم یا قائل کو اس میں کچھ ضعف یا تردد ہے (ولیس ھو ~~بمعنی الشک والتردید بل ھو علی سبیل التھدید والزجر للکفار (کبیر)~~ فَسَتَعْلَمُوْنَ میں س بمعنی عنقریب ہے، یعنی موت پر یا حشر میں۔

۱۵۴ (اور تجھے عذاب میں پڑا رہنے دیا جائے گا) نسیتھا۔ تنسی۔ نسیان۔ یہاں بھول اور ذہول کے معنی میں نہیں، ارادی ترک توجہ و اغماض کے معنی میں ہے۔ النسیان ھنا بمعنی الترك لا بمعنی الذھول (بحر) یعنی تیرے پاس ہمارے احکام انبیاء و علماء کے ذریعہ سے پہنچے تھے مع سارے واضح و روشن دلائل کے، اور تو باوجود بصیرت و بصارت ان کی طرف سے اندھا بنا رہا، اس لئے آج تیرا ارادی اندھاپن نمایاں کر دیا گیا۔ رحمت الٰہی جسے پھٹکارے جس کی طرف سے اپنے کو غافل کرے اس سے بڑھ کر محرومی کسی کی ممکن ہی کیا ہے؟ اللّٰھم احفظنا۔

اَتَتۡكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيۡتَهَا‌ ۚ وَكَذٰلِكَ الۡيَوۡمَ تُنۡسٰى ﴿۱۲۶﴾ وَكَذٰلِكَ

تیرے پاس ہماری نشانیاں پہنچی تھیں سو تو نے ان کا خیال نہ کیا اسی طرح آج تیرا خیال نہ کیا جائے گا **۱۵۴** اور اسی طرح

نَجۡزِىۡ مَنۡ اَسۡرَفَ وَلَمۡ يُؤۡمِنۡۢ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ‌ ؕ وَلَعَذَابُ

ہم ہر اس شخص کو سزا دیں گے جو حد سے نکل جائے اور اپنے پروردگار کی نشانیوں پر دھیان نہ لائے اور واقعی آخرت

الۡاٰخِرَةِ اَشَدُّ وَاَبۡقٰى ﴿۱۲۷﴾ اَفَلَمۡ يَهۡدِ لَهُمۡ كَمۡ اَهۡلَكۡنَا

کا عذاب ہے بڑا سخت اور بڑا دیرپا **۱۵۵** کیا ان کو اس سے بھی ہدایت نہ ہوئی کہ ہم (اب تک) ان کے پیشرو

قَبۡلَهُمۡ مِّنَ الۡقُرُوۡنِ يَمۡشُوۡنَ فِىۡ مَسٰكِنِهِمۡ‌ ؕ اِنَّ

کتنے گروہوں کو ہلاک کر چکے ہیں جن کے مسکنوں میں (اب) یہ لوگ چل پھر رہے ہیں **۱۵۶** بیشک

ع ۳ ۱۶ ۷ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِى النُّهٰى ﴿۱۲۸﴾ وَلَوۡلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتۡ

اس امر میں اہل فہم کے لئے نشانیاں موجود ہیں **۱۵۷** اور اگر آپ کے پروردگار کی طرف سے ایک

مِنۡ رَّبِّكَ لَكَانَ لِزَامًا وَّاَجَلٌ مُّسَمًّى ﴿۱۲۹﴾ؕ فَاصۡبِرۡ

بات پہلے سے نہ ہو چکی ہوتی اور ایک میعاد متعین نہ ہوتی تو (ان پر عذاب) لازمی طور پر آجاتا **۱۵۸** سو آپ صبر کیجئے

عَلٰى مَا يَقُوۡلُوۡنَ وَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّكَ قَبۡلَ طُلُوۡعِ

ان کی باتوں پر **۱۵۹** اور اپنے پروردگار کی تسبیح کرتے رہیے حمد کے ساتھ آفتاب کے طلوع سے قبل

الشَّمۡسِ وَقَبۡلَ غُرُوۡبِهَا‌ ۚ وَمِنۡ اٰنَآئِ الَّيۡلِ فَسَبِّحۡ

اور اس کے غروب سے قبل اور اوقات شب میں بھی تسبیح کیجئے اور

وَاَطۡرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرۡضٰى ﴿۱۳۰﴾ وَلَا تَمُدَّنَّ عَيۡنَيۡكَ اِلٰى

دن کے بھی اول و آخر میں تاکہ آپ خوش رہیں **۱۶۰** اور ہرگز آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھیے ان

كَذٰلِكَ۔ جملہ کے شروع میں لا کر گویا عام قانون بتا دیا گیا کہ جیسا جرم ہوتا ہے اسی کے متناسب و مناسب حال سزا بھی ملتی ہے ~~ومحل ذلك الجملة اللفظ للجناية~~ (روح) **۱۵۵** سخت اس قدر کہ اس کے آگے سختی کا کوئی درجہ انسان کے لئے متصور ہی نہیں، اور دیرپا ایسا کہ کبھی ختم ہی نہ ہوگا! اَسۡرَفَ سے مراد ہے کہ حد عبودیت سے نکل گیا۔ یا اپنے مرتبۂ عبودیت کو دوسرے محل میں صرف کرنے لگا۔ **۱۵۶** اب روئے سخن ہر قرآن کے معاصر منکروں اور کافروں کی جانب ہے کہ ان کی آنکھیں اب بھی نہیں کھلتیں۔ تاریخ کی زبان سے یہ کتنی گردن کش قوموں کی تباہی و بربادی و ہلاکت کے قصے سن چکے ہیں۔ آج انھیں مردود، مغضوب قوموں کے وطن میں خود آباد ہیں، ان کے کھنڈروں پر سے سفر میں آتے جاتے رہتے ہیں، پھر انہیں کے انجام سے عبرت حاصل نہیں کرتے!

۱۵۷ نشانیاں یعنی مذہبی و ایمانی زندگی کے برحق ہونے اور شرک و بے دینی کی زندگی کے ناحق ہونے کے دلائل و شواہد۔ فِىۡ ذٰلِكَ۔ "اس امر میں" یعنی اس مضمون میں جو ابھی بیان کیا گیا ہے ~~اشارة الی مضمون قوله تعالی کم اهلکنا قبلهم~~ ~~(معه)~~ **۱۵۸** یعنی ان کے کفر، شرک، بے دینی کا اقتضاء تو یہی ہے کہ ان پر عذاب فی الفور آجائے لیکن دوسری حکمتوں اور مصلحتوں سے اس کے لئے ایک خاص وقت مقرر ہو چکا ہے، اس لئے اس وقت موعود کے قبل نہ آئے گا۔ لَوۡلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتۡ مِنۡ رَّبِّكَ۔ اور وہ خدا کی بات یہی کہ تکوینی مصلحتوں کی بنا پر انہیں مہلت ملتی رہے گی۔ **۱۵۹** (یہ یقیناً ہر دیندار کے لئے اشتعال انگیز اور صبر آزما ہیں) **۱۶۰** (کہ دنیا کے آلام و افکار سے بچنے کا راستہ یہی عبادت میں مشغولیت کا ہے) فَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّكَ۔ حمد و تسبیح سے مراد یہاں نماز لی گئی ہے۔ قَبۡلَ طُلُوۡعِ الشَّمۡسِ میں فجر کی نماز آگئی اور قبل غروب میں ظہر و عصر کی نمازیں اور اٰنَآئِ الَّيۡلِ میں مغرب و عشاء کی نمازیں۔ اطراف النہار سے نماز فجر و مغرب کی مکرر تاکید ہو گئی۔ ~~تکریر لصلاتی الصبح والمغرب ارادة الاختصاص~~ (بیضاوی) بعض نے اس سے مراد نماز ظہر و عصر لی ہے اور بعض نے محض ظہر۔ ~~المراد صلاة الظهر فانه نهاية النصف الاول من النهار وبداية النصف الآخر وجمعه باعتبار النصفين~~ (بیضاوی)

۱۴۲ شیطان کا دام فریب یہی تھا اس نے حضرت آدمؑ سے قسم کھا کر کہا کہ میں آپ کو ایسے درخت کا پتہ بتائے دیتا ہوں جس کے پھل پتی میں یہ تاثیر ہے کہ آپ غیر فانی ہو جائیں گے، اور ہمیشہ ہمیش جنت میں مقیم رہیں گے۔ حضرت آدمؑ سے بڑھ کر مقام قرب حق میں قیام کا حریص اور کون ہو سکتا تھا اور اس کا تو آپ تصور ہی نہیں فرما سکتے ہیں کہ جھوٹی قسم کھا کر کوئی اللہ کے نام کی بے وقعتی بھی کر سکتا ہے۔ جھٹ آپ اس کے کہے میں آگئے اور اس کے مشورہ کو رضا حق ہی کی راہ کا ایک مشورہ سمجھے۔ (ملاحظہ ہو ضمیمہ سورۃ الاعراف) مرشد تھانویؒ نے یہاں ایک نکتہ بہت خوب پیدا کیا ہے۔ فرمایا کہ آیت میں مذکور ہے ثمرات غیر مقصودہ کی طلب کا سالک کے حق میں مضر ہونا۔ کیونکہ یہ خلد جس کی تحصیل کا حکم نہیں کیا گیا تھا نیز ملکیت ایسی ہی غیر مطلوب تھی۔ ۱۴۳ یہ درخت وہی تھا جس کے قریب جانے کی بھی ممانعت ہو چکی تھی اور اس کے پھل ہی کھا لینے کا طبعی اثر تھا جو فوراً ظاہر ہو کر رہا۔ ۱۴۴ اس سے ظاہر ہے کہ ستر پوشی امر طبعی اور داخل فطرت بشری ہے اور جو قومیں برہنہ یا نیم برہنہ رہنے میں کوئی عیب نہیں سمجھتیں ان کی فطرت مسخ ہو چکی ہے۔ ۱۴۵ (تحصیل مقصود خلود کے باب میں) ای ضل عن مطلوبہ الذی هو الخلود وعن الرشد حیث اغتر بقول العدو (روح) مرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ اس میں ذکر ہے خطاء اجتہادی کے صدور کا کاملین سے، نیز اس پر مواخذہ کا، برخلاف عوام کے کہ انہیں اس پر احیاناً اجر مل جاتا ہے۔ ۱۴۶ (جس پر وہ ہمیشہ قائم رہے) لجلب بالعفو والمغفرۃ وهداه لرشده حتی رجع الی الندم والاستغفار (کبیر) مرشد تھانویؒ کا ارشاد ہے کہ اجتباء جذب ہے اور ہدایت سلوک ہے۔ اس لئے آیت میں تقدیم ہے جذب کی سلوک پر۔ ۱۴۷ (اور زمین پر جاؤ) حضرت آدمؑ کی لغزش تو معاف ہی ہو چکی تھی، تاہم طبعی اثرات اس ممنوع غذا کے استعمال سے مرتب ہو رہے تھے وہ جنتی ماحول کے بالکل منافی تھے۔ ۱۴۸ اس عالم عنصری کا تقاضائے طبعی ہی یہ ہے کہ آپس میں کشمکش اور پھر دشمنی پیدا ہو۔ اس زہر کا تریاق جہاں سے ممکن ہے اسی کا نام وحی الٰہی ہے۔ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ میں خطاب ذریت آدم سے ہے۔ والمراد الذریۃ (کبیر) ۱۴۹ (رسول یا کتاب کے ذریعہ سے) هُدًى کے معنی کسی نے رسول کے لئے ہیں کسی نے آیات کے، کسی نے دلائل کے، کسی نے قرآن کے۔ امام رازیؒ کا فیصلہ ہے کہ هدیٰ یہاں مرادف ہے دلالۃ کے اور اس کے مفہوم میں سب چیزیں شامل ہیں۔ والتحقیق ان الهدیٰ عبارۃ من الدلالۃ فیه کل ذلک (کبیر) ۱۵۰ نہ بھٹکے گا دنیا میں اور نہ محروم اجر رہے گا آخرت میں۔ بلکہ اپنی مدت حیات کے بعد سیدھا اپنے وطن اصلی جنت میں پہنچ جائے گا۔ ۱۵۱ (اسی دنیا میں) قال به جمع من المفسرین (کبیر) آخرت کی طرف سے بے خبر اور بے فکر اور عالم حکومت الٰہیہ سے منکر قناعت و توکل کے مفہوم سے ناآشنا رہنے کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ انسان ساری عمر مال کی طلب میں، جاہ کی حرص میں، "ترقی" کی فکر و ہوس میں، نقصان اور کمی کے غم و اندیشہ میں گھل گھل کر گذارے۔ اور اس لئے آیت میں تنگی کا تعلق قلب سے ہے۔ بڑے بڑے دولتمندوں، خوشحالوں کی خودکشی کر لینے کی خبریں جو آئے دن اخباروں میں چھپتی رہتی ہیں، سب اسی تنگی قلب کے شواہد ہیں۔ ذکر سے مراد قرآن ہی لیا گیا ہے (معالم) لیکن بہتر یہی ہے کہ المعوعام و وسیع معنی میں رکھا جائے اور مادی کسب و ہدایات آسمانی اسکے مفہوم میں شامل رکھا جائے (روح) ۱۵۲ یہ جسمانی بے بصری عکس ہوگی اسکی روحانی بے بصری کی، جو دنیا میں اس نے اپنے اوپر طاری رکھی تھی۔ ۱۵۳ (دنیا میں) "یعنی دنیا میں تو میں بڑا زباں آور تھا یہاں بالکل گنگ و لال ہو گیا کوئی بات نہ سوجھتی ہے اور نہ بولا جاتا ہے۔" (تھانویؒ) ای لاحجۃ لی وقد کنت عالما بحجتی بصیرا بها اخبر عن مجاهد اعمی عن حجته لا حجة له یهتدی بها اخبر عن ابن عباس ای اقبل اعمی عن کل شیء والاحجه (بحر)

لَا يَبْلٰى (۱۲۰) فَاَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَ

کبھی ضعف نہ آوے ۱۴۲ سو دونوں نے اس (درخت) سے کھا لیا سو ان پر ان کے پردہ کے مقامات ظاہر ہو گئے ۱۴۳ اور

طَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ۫ وَ

دونوں لگے اپنے اوپر جنت کے پتے چپکانے ۱۴۴ اور

عَصٰۤى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى (۱۲۱) ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ

آدم سے اپنے پروردگار کا قصور ہو گیا، سو وہ غلطی میں پڑ گئے ۱۴۵ پھر انہیں ان کے پروردگار نے مقبول

فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى (۱۲۲) قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيْعًا

بنا لیا چنانچہ ان کی توبہ قبول کر لی اور راہ ہدایت دکھا دی ۱۴۶ (اللہ نے) کہا تم سب (اب) جنت سے اترو ۱۴۷

بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى ۙ

ایک کے دشمن ایک ہو کر ۱۴۸ پھر اگر تم کو میری طرف سے کوئی ہدایت پہنچے ۱۴۹

فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقٰى (۱۲۳) وَمَنْ

تو جو کوئی میری ہدایت کی پیروی کرے گا وہ نہ بھٹکے گا اور نہ محروم رہے گا ۱۵۰ اور جو کوئی

اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّ

میری نصیحت سے اعراض رکھے گا سو اس کے لئے تنگی کا جینا ہوگا ۱۵۱ اور

نَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى (۱۲۴) قَالَ رَبِّ لِمَ

قیامت کے دن ہم اسے اندھا اٹھائیں گے ۱۵۲ وہ کہے گا اے میرے پروردگار تو نے

حَشَرْتَنِيْۤ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا (۱۲۵) قَالَ كَذٰلِكَ

مجھے اندھا کیوں اٹھایا درآنحالیکہ میں آنکھوں والا تھا ۱۵۳ (اللہ) کہے گا اسی طرح

اَنۡ یُّقۡضٰۤی اِلَیۡکَ وَحۡیُہٗ ۫ وَ قُلۡ رَّبِّ زِدۡنِیۡ

آپ پر اس کی وحی پوری نازل ہو چکے ١٣٥ اور آپ کہیے کہ اے میرے پروردگار بڑھادے

عِلۡمًا ﴿١١٤﴾ وَ لَقَدۡ عَہِدۡنَاۤ اِلٰۤی اٰدَمَ مِنۡ قَبۡلُ فَنَسِیَ

میرے علم کو ١٣٦ اور (بہت زمانہ) قبل ہم آدم کو ایک حکم دے چکے تھے سو ان سے غفلت

وَ لَمۡ نَجِدۡ لَہٗ عَزۡمًا ﴿١١٥﴾ ع وَ اِذۡ قُلۡنَا لِلۡمَلٰٓئِکَۃِ ع ١٥ ٢٦

ہو گئی اور ہم نے ان میں پختگی نہ پائی ١٣٧ اور (وہ وقت یاد کرو) جب ہم نے فرشتوں سے کہا

اسۡجُدُوۡا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوۡۤا اِلَّاۤ اِبۡلِیۡسَ ؕ اَبٰی ﴿١١٦﴾

کہ آدم کے روبرو سجدہ کرو سو (سب نے) سجدہ کیا، مگر ابلیس نے نہ کیا ١٣٨ وہ انکار کر گیا

فَقُلۡنَا یٰۤاٰدَمُ اِنَّ ہٰذَا عَدُوٌّ لَّکَ وَ لِزَوۡجِکَ

پھر ہم نے کہا کہ اے آدم یقیناً یہ تمہارا اور تمہاری بیوی کا دشمن ہے ١٣٩

فَلَا یُخۡرِجَنَّکُمَا مِنَ الۡجَنَّۃِ فَتَشۡقٰی ﴿١١٧﴾ اِنَّ لَکَ

سو کہیں یہ تم دونوں کو جنت سے نکلوا نہ دے پھر تم مصیبت میں پڑ جاؤ ١٤٠ (یہاں اس)

اَلَّا تَجُوۡعَ فِیۡہَا وَ لَا تَعۡرٰی ﴿١١٨﴾ۙ وَ اَنَّکَ لَا تَظۡمَؤُا

جنت میں تو یہ ہے کہ تم نہ کبھی بھوکے ہو گے اور نہ ننگے اور یہ بھی ہے کہ نہ اس میں پیاسے ہو گے

فِیۡہَا وَ لَا تَضۡحٰی ﴿١١٩﴾ فَوَسۡوَسَ اِلَیۡہِ الشَّیۡطٰنُ

اور نہ دھوپ میں تپو گے ١٤١ پھر شیطان نے انہیں وسوسہ دلایا کہا کہ

قَالَ یٰۤاٰدَمُ ہَلۡ اَدُلُّکَ عَلٰی شَجَرَۃِ الۡخُلۡدِ وَ مُلۡکٍ

اے آدم میں تمہیں بتلا نہ دوں ہمیشگی کا درخت اور بادشاہی جس میں

١٣٥ (کہ ایسی صورت میں آپ پر قرآن سننے اور ساتھ ہی ساتھ اس کے پڑھنے کا بار خواہ مخواہ پڑتا ہے) بعض روایتوں میں یہ بھی آیا ہے کہ آپ نے قبل نزول وحی بعض مسائل میں حکم صادر فرما دیا تھا، آیت اس پر نازل ہوئی اس صورت میں مراد یہ ہو گی کہ آپ قبل نزول وحی (احکام میں) تعجیل نہ کیا کیجیے۔ ١٣٦ اس میں یہ ارشاد ہوا کہ بجائے فی الفور سعی حفظ تدبیر کے، اس تدبیر دعا کو اختیار کیجیے۔ اور اس میں علم قرآن کی تحصیل، حفظ، فہم سب ہی کچھ آ گیا۔ "اس میں علم حاصل کے یاد رہنے کی اور غیر حاصل کے حصول کی اور جو حاصل ہونے والا نہیں ہے اس میں عدم حصول کے خیر سمجھنے کی اور سب علوم میں خوش فہمی کی، یہ سب دعائیں داخل ہیں۔" (تھانویؒ) بعض اہل لطائف نے کہا ہے کہ علم بھی انہی نعمتوں میں سے ہے جن کا حصول محض فضل پر موقوف ہے، اس لئے کہ قرآن میں جو دعائیں ہیں وہ ایسے ہی امور سے متعلق ہیں جو کسبی و اختیاری نہ ہوں جیسے ہدایت، مغفرت وغیرہ۔ ١٣٧ یہ پختگی نہ ہونا، اور عدم ثبات و عزم دانستہ نافرمانی اور ارادی سرکشی سے بالکل مختلف ہے۔ بعض اہل لطائف نے یہ معنی بھی کئے ہیں کہ "ہم نے ان میں ارادہ ہی نہ پایا" یعنی گناہ کا قصد انہوں نے کیا ہی نہیں محض ایک بدخیالی اور بداحتیاطی ان سے سرزد ہو کر رہی محتمل و لم نجد له عزما على المقام على المعصية (کبیر) مرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ اس میں دلالت ہے اس پر کہ ضعف طبعی اور کمال میں منافات نہیں۔ ١٣٨ اس سجدہ کے حکم اور ابلیس کے انکار وغیرہ پر حاشیہ سورۃ بقرہ میں گزر چکے پ ١، رکوع ٤۔ ١٣٩ (کہ تمہیں دونوں کے معاملہ میں اسے مردود ہونا پڑا تھا) ١٤٠ یعنی ایسا نہ ہو کہ اس کے کہے میں آ کر کوئی ایسا کام کر بیٹھو کہ جنت سے ہاتھ دھونا پڑے۔ ١٤١ (اور جنت سے باہر ان سب مصیبتوں سے دوچار ہونا پڑیگا۔ اس لئے ان امور کو پیش نظر رکھ کر اپنے اس موذی دشمن کی طرف سے خوب ہوشیار اور خبردار رہنا)

الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِيَ لَهٗ

نفع نہ دے گی مگر اس شخص کو جس کے حق میں خدائے رحمٰن نے اجازت دیدی ہو اور اسکے حق میں بولنا

قَوْلًا ﴿۱۰۹﴾ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ

اس نے پسند کرلیا ہو ۱۲۷ وہ جانتا ہے سب کے اگلے اور پچھلے حالات کو

وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِهٖ عِلْمًا ﴿۱۱۰﴾ وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ

اور (لوگ) اس کا (اپنے) علم سے احاطہ نہیں کرسکتے ۱۲۸ اور چہرے جھکے ہوئے ہونگے

لِلْحَيِّ الْقَيُّوْمِ ؕ وَقَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا ﴿۱۱۱﴾

حی و قیوم کے سامنے ۱۲۹ اور قطعی ناکام رہے گا وہ جو ظلم لے کر آئے گا ۱۳۰

وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا

اور جس کسی نے نیک کام کئے ہونگے اور وہ ایمان والا بھی ہوگا سو اسے

يَخٰفُ ظُلْمًا وَّلَا هَضْمًا ﴿۱۱۲﴾ وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ

اندیشہ نہ زیادتی کا ہوگا نہ کمی کا ۱۳۱ اور اسی طرح اسے (قرآن) واضح کرکے نازل کیا

قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا وَّصَرَّفْنَا فِيْهِ مِنَ الْوَعِيْدِ لَعَلَّهُمْ

ہے اور اس میں ہم نے ہر طرح کی وعید بیان کی ہے ۱۳۲ تاکہ (لوگ)

يَتَّقُوْنَ اَوْ يُحْدِثُ لَهُمْ ذِكْرًا ﴿۱۱۳﴾ فَتَعٰلَى

ڈریں یا یہ کہ یہ (قرآن) ان کے لئے سمجھ پیدا کرے ۱۳۳ سو بڑا عالی شان ہے

اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ

اللہ جو بادشاہِ حقیقی ہے ۱۳۴ اور آپ قرآن (کے پڑھنے میں) جلدی نہ کیا کیجئے قبل اس کے کہ

۱۲۷ مشرک قوموں نے تو اپنے دیوی دیوتاؤں اور اپنے آباء و اجداد کو اپنا شافع گڑھ رکھا ہی تھا، خود مسیحیت کا سارا دار و مدار ہی عقیدۂ شفاعت و کفارہ پر ہے۔ قرآن نے ہر جگہ اسی مشرکانہ عقیدۂ شفاعت مطلقہ پر ضرب لگائی ہے اور کسی مستقل مطلق شافع کے وجود سے بار بار انکار کیا ہے۔ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ۔ اسلام جس شفاعت کا قائل ہے، اس کی پہلی اور سب سے بڑی شرط خود حق تعالیٰ کی اجازت ہے۔ شفاعت کوئی اپنے ارادہ و اختیار سے کر ہی نہیں سکتا، صرف وہی کر سکے گا جس کو خود حق تعالیٰ ایما فرمائیں گے۔ گویا یہ شفاعت ہی صرف ظاہری و رسمی ہوگی، اور نہ حقیقۃً تو اللہ ہی کا حکم ہوگا۔ رَضِيَ لَهٗ قَوْلًا۔ یعنی کسی شافع کا بولنا اس شخص کے حق میں جو منظور کرلیا گیا ہو یعنی اس شخص کے حق میں کلمۂ خیر کہنے کی گنجائش ہو اور گنجائش ظاہر ہے کہ مومن ہی کے لئے نکل سکتی ہے۔ یہ معنی بھی کئے گئے ہیں کہ حق تعالیٰ نے اس کے کسی قول کو پسند کرلیا ہو ——— اور یہیں سے امام رازیؒ نے شفاعت کی گنجائش فساق امت کے حق میں بڑے زور سے نکالی ہے کہ بڑے سے بڑا فاسق کلمہ گو بھی کلمۂ شہادت کی حد تک قول پسندیدہ و مقبولہ کہہ ہی لیتا ہے۔ واعلم ان هذه الآية من اقوى الدلائل على ثبوت الشفاعة في حق الفساق لانه قوله ورضي له قولا يكفي في صدقه ان يكون الله تعالى قد رضي له قولا واحدا من اقواله والفاسق قد ارتضى الله تعالى قولا واحدا من اقواله وهو شهادة ان لا اله الا الله فوجب ان تكون الشفاعة نافعة له (كبير) ۱۲۸ "اس کا احاطہ نہیں کرسکتے" یعنی اسکے علوم و معلومات کا احاطہ نہیں کرسکتے۔ مضاف یعنی معلومات یہاں محذوف ہے۔ اے ولا يحيطون بمعلوماته علما (بحر) یعنی ایسا تو کوئی امر نہیں جو خلق کو معلوم ہو اور اللہ تعالیٰ کو معلوم نہ ہو۔ اور ایسے بہت سے امور ہیں جو اللہ تعالیٰ کو معلوم ہیں اور خلق کو معلوم نہیں۔ پس مخلوقات کے وہ سب احوال بھی اس کو معلوم ہیں جن پر شفاعت کی قابلیت یا عدم قابلیت مرتب ہے۔ سو جو اسکا اہل ہوگا اس کے واسطے سفارش کرنے کی شافعین کو اجازت ہوگی اور جو اہل نہ ہوگا اس کے لئے اجازت نہ ہوگی۔" (تھانویؒ) ۱۲۹ ذکر روزِ حشر کا چل رہا ہے کہ اس روز بڑے بڑے متکبرین اور سرکش منکرین کا غرور و انکار ختم ہو چکے گا، اور کسی کو ہمت سر اٹھانے کی نہ ہوگی۔ ۱۳۰ ظلم کے عام و وسیع معنی بھی مراد ہو سکتے ہیں لیکن یہاں بمعنی شرک آیا ہے۔ اے حمل شركا (ابن جرير عن قتادة) الظلم هٰهنا الشرك (ابن جرير عن ابن زيد) والظلم هو الشرك (معالم عن ابن عباسؓ) الظلم الشرك (روح) ۱۳۱ یعنی مومن صالح کو ثواب کامل ملے گا۔ یہ نہ ہوگا کہ کوئی نیکی لکھنے سے رہ جائے، یا کوئی بدی خواہ مخواہ لکھ لی جائے۔ غیر مومن ظاہر ہے کہ اس طبقہ ہی سے سرے سے خارج ہیں۔ قید و شرط وھو مومن کی لگی ہوئی ہے۔ ۱۳۲ (قیامت کی، عذاب کی، جہنم کی) كذٰلك یعنی اس طرح جس طرح اوپر کے مضامین صاف صاف ارشاد ہوئے ہیں۔ اَنْزَلْنٰهُ۔ ضمیر مذکر غائب سارے قرآن کی جانب ہے۔ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا۔ یعنی قرآن واضح، قرآن مفصح، عربیاً پر حاشیہ سورۂ یوسف کے شروع میں گزر چکا۔ ۱۳۳ راہِ حق قبول کرنے کے دو ہی واسطے ہیں، یا بہ واسطۂ جذبات یا بہ واسطۂ تعقل۔ دونوں آیت کے اس ٹکڑے میں جمع ہو گئے۔ یا یہ مراد ہو کہ بدیوں سے بچنے لگیں اور نیکیوں کی طرف بڑھنے لگیں۔ اے يجتنبون الشر ويتقون ای محترزین مما لا ینبغی ويحدث لهم الى الطاعات وفعل ما ينبغي (كبير) یہ بھی مراد ہو سکتی ہے کہ منکر تخویف و ترہیب سے ایمان لائے اور جو مومن ہے اس کا مرتبہ فہم و تذکر قرآن سے اور دو بالا ہو جائے۔ ۱۳۴ (اور جس نے ایسا جامع، ایسا نافع، ایسا بلیغ دستورِ حیات اپنے بندوں کے ہاتھ میں دے دیا ہے)

۱۱۹ اور یہ بڑا بوجھ ظاہر ہے کہ عذاب الٰہی کا ہوگا۔ فِیْہِ یعنی اسی عذاب الٰہی کے بوجھ کے اندر۔ ۱۲۰ (فرطِ دہشت وخوف سے) قرآن کے مخاطبین اوّل قوم عرب میں نیلی آنکھ خاص طور پر منحوص ومکروہ سمجھی جاتی تھی اس لئے کہ ان کے دشمن بنی احمر یا اہلِ روم (یورپ والے) نیلی آنکھیں رکھتے تھے۔ اور اسی سے "ازرق العین" ان کے ہاں دشمن کا عام لقب ہی پڑگیا تھا (کشاف) زرق کے دوسرے معنی (عمیًا) اندھے کے بھی کئے گئے ہیں (راغب، کشاف، ابن جریر) اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ حشر کی کسی منزل میں اہل کفر کی

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حِمْلًا ۝۱۰۱ يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ وَنَحْشُرُ

ان کے لئے بڑا بوجھ ہوگا ۱۱۹ جس روز صور پھونکا جائے گا اور مجرموں کو

الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ زُرْقًا ۝۱۰۲ يَّتَخَافَتُوْنَ بَيْنَهُمْ

ہم اسی روز یوں جمع کریں گے کہ وہ نیلی آنکھوں والے ہونگے ۱۲۰ آپس میں چپکے چپکے باتیں کررہے ہونگے

اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا عَشْرًا ۝۱۰۳ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ

کہ تم لوگ تو بس دس (ہی دن) رہے ہوگے ۱۲۱ ہم ہی خوب جانتے ہیں (اس مدت کو) جس کی نسبت باتیں

اِذْ يَقُوْلُ اَمْثَلُهُمْ طَرِيْقَةً اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا يَوْمًا ۝۱۰۴ ع

کررہے ہیں جب کہ ان میں کا سب سے زیادہ صائب الرائے یہ کہتا ہوگا کہ تم تو بس ایک دن رہے! ۱۲۲

ع ۵ ۱۴

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ

اور آپ سے پہاڑوں کی بابت پوچھتے ہیں ۱۲۳ آپ کہہ دیجئے کہ میرا پروردگار بالکل ان کو

نَسْفًا ۝۱۰۵ فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا ۝۱۰۶ لَّا تَرٰى

اڑادے گا پھر زمین کو چٹیل میدان چھوڑ رکھے گا کہ اس میں تو نہ کوئی

فِيْهَا عِوَجًا وَّلَآ اَمْتًا ۝۱۰۷ يَوْمَئِذٍ يَّتَّبِعُوْنَ

ناہمواری دیکھے گا اور نہ کوئی بلندی ۱۲۴ اس روز (سب) بلانے والے کے پیچھے

الدَّاعِيَ لَا عِوَجَ لَهٗ ۚ وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ

ہولیں گے کہ اس کے سامنے کوئی کجی نہ رہے گی ۱۲۵ اور (ساری) آوازیں ندائے رحمٰن کے سامنے

لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا ۝۱۰۸ يَوْمَئِذٍ لَّا تَنْفَعُ

دب جائیں گی سو تو بجز پیر کی چاپ کے اور کچھ نہ سنے گا ۱۲۶ اس روز شفاعت (کسی کو)

آنکھیں نہ ہونگی۔ الْمُجْرِمِيْنَ۔ مجرمین سے مراد اہلِ کفر ہیں۔ المجرمین ای المشرکین (معالم) اھل الکفر باللّٰہ (ابن جریر) الذین اتخذوا مع اللّٰہ الٰھا آخر (کبیر عن ابن عباس رض) ۱۲۱ (قبر میں) المراد منہ اللبث فی القبر (کبیر) ما لبثتم فی القبور (معالم) مطلب یہ کہ کفار اس روز فرطِ ہیبت و وحشت سے آہستہ آہستہ یہ آپس میں کہہ رہے ہونگے کہ ہمارا اندازہ تو یہ تھا کہ مرنے کے بعد زندہ ہی نہ ہونگے۔ خیر وہ خیال تو تمامتر باطل تھا ہی، زندہ بھی ہوئے تو اس طرح کہ قبر میں بھی دیر تک نہ رہنے پائے۔ بس رہے ہونگے بھی کوئی دس دن۔ اس مدت کا یہ مختصر معلوم ہونا یوم قیامت کے شدائد اور ہولناکیوں کی بنا پر ہوگا۔ اور دوسرے معنی مدت قیامِ دنیا کے بھی کئے گئے ہیں ای ما لبثتم فی الدنیا (معالم) ای فی الدار الدنیا (ابن کثیر عن ابن عباس رض) ما لبثتم فی الدنیا (ابن جریر) توم ارادبہ اللبث فی الدنیا (کبیر عن الحسن و القتادہ و الضحاک) عَشْرًا کے مطلق عدد سے مراد دنوں کی تعداد لی گئی ہے۔ الاکثرون علی ان قولہ عشرًا ای عشرۃ ایام (کبیر) ۱۲۲ اس کو صائب الرائے اس لئے فرمایا کہ اس یوم کے طول اور ہول کے اعتبار سے یہی نسبت اقرب ہے بس اس شخص کو حقیقت شدت کا زیادہ ادراک ہوا اس لئے اس کی رائے پہلے شخص کے اعتبار سے اصوب ہے اور یہ مقصود نہیں کہ یہ شخص مدت کی مقدار کی تحدید کرنے میں مصیب ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ دونوں مقداریں تحدیدًا صحیح نہیں۔ اور نہ ان قائلین کا یہ مقصود تھا۔" (تھانویؒ) ۱۲۳ (کہ قیامت کے

وقت ان کا کیا حشر ہوتا ہے؟) ۱۲۴ (مثل ٹیلہ، پہاڑ وغیرہ کے) خطاب اب یہاں عام ہے صرف رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم سے نہیں۔ يَنْسِفُهَا نَسْفًا۔ یعنی انہیں ریزہ ریزہ کرکے اڑا دے گا۔ ۱۲۵ یعنی کسی کا ٹیڑھا پن اس کے سامنے نہ چل سکے گا۔ کسی کی مجال نہ ہوگی کہ اس کے حکم میں توقف کرے۔ ای لا یعوج لہ مدعو بل یستوون الیہ من غیر انحراف متبعین لصوتہ (کشاف) الدَّاعِي سے مراد ہے خدائی بلانے والا، یعنی صور پھونکنے والا فرشتہ۔ سب مردے اپنی قبروں سے نکل نکل اس کے پیچھے ہولیں گے۔ ۱۲۶ (فرطِ ہیبت سے) کمال ہیبت وخوف کے موقع پر جیسے اردو محاورہ میں کہتے ہیں کہ مارے ڈر کے گھگی بندھ گئی، عربی محاورہ میں اسی کنایہ سے ادا کرتے ہیں۔ هَمْسًا۔ ھمس کے لغوی معنی ہیں پست اور گھس پھس والی آواز کے۔ الھمس ھو الذکر الخفی (کشاف) یہاں مراد پیر کی چاپ ہے۔ ای الا خفق الاقدام ونقلھا الی المحشر (کشاف)

الرَّسُوْلِ فَنَبَذْتُهَا وَكَذٰلِكَ سَوَّلَتْ لِيْ نَفْسِيْ ﴿۹۶﴾

اٹھالی تھی میں نے وہ مٹی اسی قالب کے اندر ڈال دی تھی ۱۱۲ اور میرے جی کو یہی بات بھائی تھی ۱۱۳

قَالَ فَاذْهَبْ فَاِنَّ لَكَ فِي الْحَيٰوةِ اَنْ تَقُوْلَ لَا

(موسیٰ نے) کہا تو بس تو جا تیرے لئے (اس) زندگی میں (یہ سزا) ہے کہ تو یہ کہتا پھرے کہ مجھے کوئی

مِسَاسَ وَاِنَّ لَكَ مَوْعِدًا لَّنْ تُخْلَفَهٗ وَانْظُرْ اِلٰى

ہاتھ نہ لگائے ۱۱۴ اور تیرے لئے ایک (اور) وعدہ ہے جو تجھ سے ٹلنے والا نہیں ۱۱۵ اور تو اپنے اس معبود

اِلٰهِكَ الَّذِيْ ظَلْتَ عَلَيْهِ عَاكِفًا لَنُحَرِّقَنَّهٗ ثُمَّ

کو دیکھ جس پر تو جما ہوا بیٹھا ہے ہم ابھی اسے جلائے ڈالتے ہیں پھر

لَنَنْسِفَنَّهٗ فِي الْيَمِّ نَسْفًا ﴿۹۷﴾ اِنَّمَآ اِلٰهُكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ

اس (کی راکھ) کو دریا میں بہائے دیتے ہیں ۱۱۶ تمہارا معبود تو بس وہی (ایک) اللہ ہے، جس کے

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَسِعَ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ﴿۹۸﴾ كَذٰلِكَ

سوا کوئی معبود نہیں، اس نے ہر شے کو (اپنے) علم سے گھیر رکھا ہے ۱۱۷ اس طرح ہم

نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ مَا قَدْ سَبَقَ وَقَدْ اٰتَيْنٰكَ

آپ سے اور گزرے ہوئے (واقعات) کی خبریں بیان کرتے ہیں، اور ہم نے اپنے پاس

مِنْ لَّدُنَّا ذِكْرًا ﴿۹۹﴾ مَنْ اَعْرَضَ عَنْهُ فَاِنَّهٗ يَحْمِلُ

سے آپ کو ایک نصیحت نامہ دیا ہے ۱۱۸ جو کوئی اس سے روگردانی کرے گا وہ قیامت کے دن (بڑا)

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وِزْرًا ﴿۱۰۰﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهِ وَسَآءَ لَهُمْ

بوجھ اٹھائے ہوگا۔ وہ لوگ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ قیامت کے دن

۱۱۲ (جس کے اثر سے اس بچھڑے کے بے جان قالب سے وہ بے معنی آواز نکلنے لگی) مِنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ سے مراد من اثر فرس الرسول ہے اور مضاف محذوف ہے۔ کما علیہ اکثر المفسرین (روح) اور رسول سے مراد باتفاق مفسرین حضرت جبرئیل ہیں، اور یہی تفسیر تابعین وصحابہ سے بھی مروی ہے۔ ھو المأثور عند الصحابة والتابعين رضی اللہ تعالٰی عنھم وبینھم جل الجلالہ المفسرین (روح) اختلاف صرف ایک ابو مسلم اصفہانی سے منقول ہے، ان کے اقوال تفسیر کبیر میں درج ملیں گے۔ بعض اہل باطل بھی بڑے مرتاض ہوتے ہیں۔ اور ریاضتوں سے کشف حاصل ہو جاتا ہے اسی طرح کا یہ شخص سامری معلوم ہوتا ہے۔ روایتوں میں آتا ہے کہ اس نے حضرت جبرئیل کو گھوڑے پر سوار دیکھ لیا تھا اور یہ بھی دیکھ لیا تھا کہ جہاں ان کے گھوڑے کا سُم پڑتا ہے گھاس تر و تازہ ہو جاتی ہے اپنی فراست سے کام لیکر اس نے نتیجہ یہ نکالا تھا کہ ان کی سواری کے نقش قدم کی مٹی میں تازہ حیات بخشی کی تاثیر ہے۔ محققین صوفیہ کہتے ہیں کہ کشف وتصرف پر ناز کرنے کی کیسی ممانعت اس آیت سے نکل رہی ہے۔ ۱۱۳ یعنی میرے پاس اپنے اس فعل کیلئے کوئی دلیل عقلی یا شرعی نہیں، میں نے سب اپنی خواہش نفس سے کیا۔ کشف واشراقیت برابر اور بے تکلف عقاید باطلہ اور کفر و شرک کے ساتھ جمع ہو سکتی ہے اس وقت بھی اس کا مشاہدہ ہندو جوگیوں، سنیاسیوں اور فرنگی طرز کے اسپرٹسٹ (Spiritists) گروہ اور مسمریزم، ہپناٹزم اور کلیروائنس والوں میں بآسانی کیا جا سکتا ہے۔ ۱۱۴ گویا اسے دنیا میں یہ سزا ملی کہ اسے حکماً "اچھوت" قرار دے دیا گیا اور ہمارے ہندوستان میں جو چھوت چھات کا ملعون دستور چل پڑا ہے بہ قول فاضل گرامی مولانا مناظر احسن صاحب گیلانی مدظلہ عجب نہیں کہ اسکی اصل بھی اسی سامری کی "لامساسیت" سے نکلے

فقہاء نے یہاں سے دو مسئلہ اخذ کئے ہیں ایک یہ کہ مجرم کے لئے سزائے حبس دوام جائز ہے (لامساس کا مضمون حبس ہیں آچکا) دوسرے یہ کہ مجرم سے اختلاط وملاقات کا منع کر دینا جائز ہے۔ اہل اشارات نے یہ نکتہ پیدا کیا ہے کہ جو خطائیں بدون خبث و عدم بغاوت صادر ہو جاتی ہیں ان سے توبہ کی توفیق بھی اکثر نصیب ہو جاتی ہے جیسے یہاں سامری کو پوری سزا ملی اور عام اسرائیلیوں کی خطا توبہ کے بعد معاف ہو گئی۔ ۱۱۵ (آخرت میں) ایک سزا تو دنیا میں مل گئی دوسرے عذاب کے لئے ارشاد ہوا کہ اس کا ظہور آخرت میں ہوگا۔ ۱۱۶ (کہ اصل کا کہیں نام و نشان تک نہ باقی رہ جائے) فقہاء نے لکھا ہے کہ آثار کفر و شرک کو مٹانا اور ان کی توہین مستحب ہے اور کسی نسبت باطل یا ادعائے فاسد کی رعایت ہرگز ضروری نہیں جس طرح گوسالہ میں اثر رسول کی اور مسجد ضرار میں اسم مسجد کی کچھ رعایت نہ کی گئی ——— تعزیہ و ضریح والے اور عرس میلے والے کاش ان حقائق پر بھی غور کریں! ۱۱۷ (اور وہی اپنے بندوں میں سے جس کو جتنا چاہے علم عطا فرمائے) گوسالہ کی عبودیت کی تردید کرتے کرتے حضرت موسیٰ نے اپنی تقریر کو خاص سے عام کر دیا ہے۔ گویا آپ یہ فرما رہے ہیں کہ اس بے جان گوسالہ کی تو کیا بساط ہے، دنیا کی کوئی چیز بھی معبود بننے کے قابل نہیں اور صفات قدرت وغیرہ الگ رہیں۔ ایک علم ہی کو لو، اس صفت میں بھی تو کوئی اس کا ہمسر نہیں، کامل علم تو صرف اسی کا ہے۔
۱۱۸ (جس میں علاوہ اخلاقی ہدایات وقانونی دفعات، معاشری آداب کے وہ خبریں بھی درج ہیں) كَذٰلِكَ۔ یعنی اسی طرح جس طرح ابھی حضرت موسیٰ علیہ السلام اور سامری کا قصہ بیان ہو چکا۔ نَقُصُّ ...... سَبَقَ۔ یعنی ہم ماضی کے ان واقعات وحالات پر آپ کو اس لئے مطلع کرنا چاہتے ہیں کہ آپ کی نبوت و رسالت وصداقت پر دلیلیں اور بڑھتی جائیں۔

قَالَ لَهُمْ هٰرُوْنُ مِنْ قَبْلُ يٰقَوْمِ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ

ہارون نے قبل ہی کہا تھا کہ اے میری قوم والو تم اس کے باعث گمراہی میں پھنس

بِهٖ ۚ وَاِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُوْنِيْ وَاَطِيْعُوْٓا

گئے ہو بیشک تمہارا پروردگار خدائے رحمٰن ہے سو تم میری پیروی کرو اور میرا حکم

اَمْرِيْ ۞٩٠ قَالُوْا لَنْ نَّبْرَحَ عَلَيْهِ عٰكِفِيْنَ حَتّٰى يَرْجِعَ

مانو ١٠٥ وہ لوگ بولے ہم تو اسی (کی عبادت) پر جمے رہیں گے تاآنکہ موسیٰ ہمارے

اِلَيْنَا مُوْسٰى ۞٩١ قَالَ يٰهٰرُوْنُ مَا مَنَعَكَ اِذْ رَاَيْتَهُمْ

پاس لوٹ آئیں ١٠٦ (موسیٰ نے) کہا اے ہارون ١٠٧ تمہیں کونسا امر مانع ہوا اس سے کہ میرے پاس چلے آتے

ضَلُّوْٓا ۞٩٢ اَلَّا تَتَّبِعَنِ ۭ اَفَعَصَيْتَ اَمْرِيْ ۞٩٣ قَالَ

جب تم نے دیکھ لیا تھا کہ یہ بھٹک گئے ہیں؟ تو کیا تم نے بھی میرے کہے کے خلاف کیا؟ ١٠٨ (ہارون نے) کہا

يَبْنَؤُمَّ لَا تَاْخُذْ بِلِحْيَتِيْ وَلَا بِرَاْسِيْ ۚ اِنِّيْ خَشِيْتُ

اے میرے ماں جائے (بھائی) میری داڑھی اور میرا سر نہ پکڑیے ١٠٩ مجھے تو یہ اندیشہ ہوا

اَنْ تَقُوْلَ فَرَّقْتَ بَيْنَ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ وَلَمْ تَرْقُبْ

کہ کہیں تم یہ کہنے لگو کہ تم نے بنی اسرائیل کے درمیان تفریق ڈال دی اور میری بات کا انتظار

قَوْلِيْ ۞٩٤ قَالَ فَمَا خَطْبُكَ يٰسَامِرِيُّ ۞٩٥ قَالَ بَصُرْتُ

نہ کیا؟ ١١٠ (موسیٰ نے) کہا اے سامری تیرا کیا معاملہ ہے؟ ١١١ وہ بولا مجھے ایسی چیز نظر آئی

بِمَا لَمْ يَبْصُرُوْا بِهٖ فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ اَثَرِ

جو اوروں کو نظر نہ آئی تھی سو میں نے (اس) فرستادہ (خداوندی) کے نقشِ قدم سے ایک مٹھی (خاک)

١٠٥ توریت موجودہ کے اتہامات کے مقابلہ میں قرآن مجید کے لئے ضروری ہو گیا تھا کہ حضرت ہارونؑ کی طرف سے ایسی کھلی ہوئی تبری اور صفائی پیش کی جائے۔ اِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ۔ تمہارا پروردگار تو وہ خدائے رحمٰن ہے نہ کہ یہ گوسالہ۔ تمہیں اس خرافات پرستی سے کیا واسطہ۔ ١٠٦ (اس وقت دیکھا جائے گا کہ وہ کیا کہتے ہیں اور کیا کرتے ہیں) ١٠٧ پہاڑ سے واپس آتے ہی پہلے تو حضرت موسیٰؑ حالت اشتعال میں اپنی گمراہ قوم کی طرف متوجہ ہوئے اور اب حضرت ہارونؑ کی طرف مخاطب ہو رہے ہیں، جنہیں وہ ذمہ دار اور اپنا نائب و جانشین چھوڑ کر طور پر گئے تھے۔ ١٠٨ (کہ ایسے سخت مجرموں سے پورا قطع نہ کر لیا) اَلَّا تَتَّبِعَنِ میں لا زائد ہے و لا مزید تہ (بیضاوی) تَتَّبِعَنِ کے لفظی معنی ہیں کہ "میری پیروی کرتے"، مطلب یہ کہ میری راہ اختیار کرتے۔ جو میں کرتا وہی تم کرتے۔ بعض نے مراد مقاتلہ لیا ہے۔ ان تتبعنی فی الغضب للہ والمقاتلۃ مع من کفر بہ (بیضاوی) اَلَّا تَتَّبِعَنِ یعنی رجوع کرتے اور میرے پاس طور پر چلے آتے۔ ما منعک من ان تلحقنی الی جبل الطور (بحر) ان تلق عقبی و تلحقنی (بیضاوی) ١٠٩ (بلکہ میرا عذر تو سن لیجئے) بِرَاْسِيْ سے مراد ہے سر کے بال پکڑ کر گھسیٹنا۔ جیسا کہ شدید اشتعال و غضبناکی کی حالت میں انسان اضطرارًا کر گزرتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ غصہ تمامتر غیرت دین سے تھا، اس لئے مباح ہی نہیں، داخل عبادت تھا۔ ملاحظہ ہو سورۃ الاعراف، پ ٩ کا حاشیہ۔ يَبْنَؤُمَّ حضرت ہارونؑ کا یا ابن ام کہہ کر حضرت موسیٰؑ کو مخاطب کرنا جلب شفقت و رأفت کے لئے ہے۔ اسرائیلیوں میں دستور بھی اسی طرز تخاطب کا تھا۔ (ملاحظہ ہو حاشیہ تفسیر انگریزی) ١١٠ (بلکہ مفسدین کی آزادیٔ عمل کے لئے میدان خالی چھوڑ دیا) "حاصل مقام کا یہ ہے کہ یہاں دو اجتہاد ہیں ایک یہ کہ ترک مساکنت زیادہ نافع تھی دوسرا یہ کہ ترک مساکنت زیادہ مضر تھی۔ موسیٰ علیہ السلام کا ذہن اجتہاد اول کی طرف گیا اور ہارون علیہ السلام کا ذہن دوسرے اجتہاد کی طرف گیا۔" (تھانویؒ) آیت سے یہ بھی نکل رہا ہے کہ تفریق امت بدترین معاصی ہے حضرت ہارونؑ صریح کفر و شرک اپنے سامنے دیکھ رہے ہیں، لیکن تفریق امت کے ڈر سے عارضی طور پر اسے بھی برداشت کئے ہوئے ہیں۔ فقہاء نے یہاں سے دو مسئلہ اور بھی نکالے ہیں۔ ایک یہ کہ خطاء اجتہادی قابل گرفت نہیں۔ چنانچہ حضرت ہارون اپنے اجتہاد کو اپنی برأت کی دلیل بتا رہے ہیں۔ دوسرا یہ کہ مامور و نائب کو اختیار حاصل ہے کہ حسب مصلحت اپنے فرائض منصبی کے انجام آخر میں امیر کے حکم کا انتظار کرے۔ ١١١ (تو نے یہ کیا حرکت کر ڈالی، تجھے یہ سوجھی کیا؟) حضرت موسیٰؑ ہارونؑ کی صفائی سے مطمئن ہو کر اب اصل مجرم سامری کی طرف مخاطب ہوتے ہیں۔ ما عليك له (کشاف)

اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا ۚ قَالَ يٰقَوْمِ اَلَمْ يَعِدْكُمْ

پاس آئے غصہ اور رنج سے بھرے ہوئے ۹۸ (اور) بولے اے میری قوم والو کیا تم سے تمہارے

رَبُّكُمْ وَعْدًا حَسَنًا ۬ؕ اَفَطَالَ عَلَيْكُمُ الْعَهْدُ اَمْ

پروردگار نے ایک اچھا وعدہ نہیں کیا تھا ۹۹ سو کیا تم پر (وعدہ سے) زیادہ زمانہ گزر گیا تھا یا

اَرَدْتُّمْ اَنْ يَّحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ

تم نے یہ چاہا کہ تم پر تمہارے پروردگار کا غضب واقع ہو کر رہے

فَاَخْلَفْتُمْ مَّوْعِدِيْ ﴿۸۶﴾ قَالُوْا مَآ اَخْلَفْنَا مَوْعِدَكَ

اس لئے تم نے جو مجھ سے وعدہ کیا تھا اسی کی خلاف ورزی کرنے لگے ۱۰۰ وہ بولے ہم نے آپ سے جو وعدہ کیا اسکی خلاف ورزی اپنی

بِمَلْكِنَا وَلٰكِنَّا حُمِّلْنَآ اَوْزَارًا مِّنْ زِيْنَةِ الْقَوْمِ

خوشی سے نہیں کی البتہ ہوا یہ کہ ہم پر قوم (قبط) کے زیوروں سے بوجھ لد رہا تھا

فَقَذَفْنٰهَا فَكَذٰلِكَ اَلْقَى السَّامِرِيُّ ﴿۸۷﴾ فَاَخْرَجَ لَهُمْ

سو ہم نے اسے ڈال دیا ۱۰۱ پھر اسی طرح سامری نے بھی ڈال دیا ۱۰۲ پھر (سامری نے) ان لوگوں کیلئے

عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ فَقَالُوْا هٰذَآ اِلٰهُكُمْ وَاِلٰهُ

ایک گوسالہ ظاہر کر دیا کہ وہ ایک قالب تھا جسمیں ایک آواز تھی سو وہ لوگ (آپس میں) کہنے لگے کہ یہی تو ہے تمہارا (بھی)

مُوْسٰى ۬ فَنَسِيَ ؕ ﴿۸۸﴾ اَفَلَا يَرَوْنَ اَلَّا يَرْجِعُ اِلَيْهِمْ

دیوتا اور موسیٰ کا (بھی) سو وہ تو (اسے) بھول گئے ۱۰۳ کیا وہ لوگ اتنا بھی نہیں سمجھتے تھے کہ وہ نہ تو ان کی کسی بات کا جواب

قَوْلًا ۬ۙ وَّلَا يَمْلِكُ لَهُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ﴿۸۹﴾ ع وَلَقَدْ

دے سکتا ہے اور نہ ان کے کسی نقصان یا نفع پر قدرت رکھتا ہے ۱۰۴ اور ان لوگوں سے

ع ۴ ۱۳ ۱۲

۹۸ (جیسا کہ غیرت دینی سے ہونا ہی چاہئے تھا) توریت میں ہے:۔ "اور یوں ہوا کہ جب وہ لشکر گاہ کے پاس آیا اور بچھڑا اور ناچ رنگ دیکھا تب موسیٰ کا غضب بھڑکا" (خروج ۔۳۲: ۱۹) ۹۹ (جو یقیناً پورا ہونے والا تھا) وہ وعدہ نزول شریعت کا تھا، جس کے لئے حضرت موسیٰ کوہ طور پر طلب ہوئے تھے۔ ۱۰۰ وہ وعدہ بھی دین توحید پر قائم رہنے کا تھا۔ حضرت موسیٰ ناگواری اور حیرانی کے لہجہ میں اپنی قوم سے خطاب کر رہے ہیں کہ آخر یہ حرکت کیا تھی؟ تمہیں سوجھی کیا؟ کیا مجھے گئے ہوئے اتنا زمانہ گزر گیا تھا کہ تم میری واپسی سے بالکل مایوس ہو گئے تھے؟ یا یوں ہی بلا کسی وجہ کے، تم پر خود ہی شامت سوار ہوئی کہ عتاب الٰہی کو دعوت دیکر اپنے ہاں بلوا دیا۔

۱۰۱ (آگ میں۔ سامری کے کہنے کے مطابق) یہ زیور وہی تھے جو بنی اسرائیل مصر سے نکلتے وقت اہل مصر سے مانگ کر لائے تھے۔ توریت میں ہے:۔ "اور انہوں نے مصریوں سے روپے کے برتن اور سونے کے برتن اور کپڑے عاریت لئے اور خداوند نے ان لوگوں کو مصریوں کی نگاہ میں ایسی عزت بخشی کہ انہوں نے انہیں عاریت دی" (خروج ۔۱۲: ۳۵) ۱۰۲ (اپنے پاس کا زیور) فرعون اور فرعونیوں کی غرقابی کے بعد شریعت اسرائیلی کی رو سے یقیناً بنی اسرائیل ان زیوروں کے مالک ہو گئے ہونگے۔ ۱۰۳ (کہ اسے چھوڑ چھاڑ کر طور پر خواہ مخواہ توریت لینے چلے گئے) اہل زیغ اپنی گمراہی کو حضرت موسیٰ تک کے سر چپکنے سے نہیں چوکتے۔ اور کہتے ہیں کہ غلط فہمی کچھ انہیں کو ہو گئی، ورنہ ہمارا دین اور طریقہ تو یہی ہے! والمعنی ان ھذا الٰھکم والٰہ موسیٰ فنسی موسیٰ ان ھذا ھو الالٰہ فذھب یطلبہ فی موضع اٰخر وھو قول الاکثرین (کبیر) ۱۰۴ اس گوسالہ پر حاشیے سورۂ بقرہ پارۂ اول میں گزر چکے۔

٨٩ (دشت تیہ میں) من و سلوٰی پر حاشیے سورۂ بقرہ پ ١ رکوع ٦ میں گزر چکے، اور طور پر سورۂ بقرہ کے رکوع ٨ میں۔ اور الطور الایمن پر سورۂ مریم کا حاشیہ نمبر ٩٧۔ وٰعَدْنٰا۔ وعدہ یہ کہ تمہارے پیمبر اور تمہارے اکابر یہاں آئیں، اور تمہارے لئے احکام و ہدایات یہاں سے لے جائیں۔ ٩٠ حد سے مراد حد شرعی ہے۔ اور اس سے گزرنے کی ایک صورت تو یہی ہے کہ حرام چیزیں استعمال میں لائی جائیں۔ دوسری یہ کہ اللہ کی نعمتیں کھا کھا کر اسکی معصیت کی جائے۔ الطَّيِّبٰت سے مراد وہ کل چیزیں ہیں جو شرعاً حلال ہیں اور طبعاً لذیذ ہیں۔ کُلُوْا یہاں بطور حکم نہیں، بطور اجازت ہے۔ لیس امر ایجاب بل امر اباحة (کبیر) ٩١ یعنی بالکل گیا گزرا ہوا۔ هَوٰى کے لفظی معنی تو یہ ہیں کہ پہاڑ سے گرا اور ہلاک ہو گیا۔ اصلہ ان یسقط من جبل فیھلک (کشاف) یہاں مراد ہلاک و برباد ہو جانے سے ہے۔ الصیرورۃ و هلاک (بیضاوی) ٩٢ توبہ اور ایمان اور عمل صالح تو اسکے متعلق ہو سکتے ہیں جو پہلے ہدایت پا چکا اس لئے ثُمَّ اهْتَدٰى سے مراد ہدایت پانا نہیں، بلکہ ہدایت پر قائم رہنا ہے اور اهتداء کے ایک معنی یہ بھی ہیں۔ الاهتداء هو الاستقامة والثبات على الهدى (کشاف) ای یعنی مستقیما بالله فی ادامة ذلک من غیر تقصیر (کبیر عن ابن عباسؓ) امام رازیؒ نے یہاں یہ نکتہ تحریر فرمایا ہے کہ جس طرح بندہ کے لئے اس کی کثرت ذنوب کی بنا پر تین درجے ہو سکتے ہیں، ایک ظالم، دوسرے ظلوم،

مِّنْ عَدُوِّكُمْ وَوٰعَدْنٰكُمْ جَانِبَ الطُّوْرِ الْاَيْمَنَ

دشمن سے نجات دی اور تم سے وعدہ کیا طور کی داہنی جانب سے متعلق

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ﴿٨٠﴾ كُلُوْا مِنْ

اور تمہارے اوپر من و سلوٰی اتارا ٨٩ ان نفیس چیزوں میں سے

طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَلَا تَطْغَوْا فِيْهِ فَيَحِلَّ

کھاؤ جو ہم نے تم کو دی ہیں اور اس باب میں حد سے مت گزر جاؤ ٩٠ ورنہ تم پر

عَلَيْكُمْ غَضَبِيْ ۚ وَمَنْ يَّحْلِلْ عَلَيْهِ غَضَبِيْ فَقَدْ

میرا غضب واقع ہو جائے گا اور جس پر میرا غضب واقع ہوا، وہ یقیناً

هَوٰى ﴿٨١﴾ وَاِنِّيْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ

گر گر رہا ٩١ اور میں تو بڑا بخشنے والا ہوں اس کا جو توبہ کرے اور ایمان لے آئے اور نیک عمل

صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى ﴿٨٢﴾ وَمَآ اَعْجَلَكَ عَنْ قَوْمِكَ

کرنے لگے اور پھر راہ پر قائم (بھی) رہے ٩٢ اور اے موسیٰ آپ کو اپنی قوم سے آگے جلدی آنے

يٰمُوْسٰى ﴿٨٣﴾ قَالَ هُمْ اُولَآءِ عَلٰٓى اَثَرِيْ وَعَجِلْتُ

کا کیا سبب ہوا؟ ٩٣ (موسیٰ نے) عرض کیا کہ وہ لوگ تو یہ کیا میرے پیچھے (چلے آ رہے) ہیں ٩٤ اور میں تو تیرے

اِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضٰى ﴿٨٤﴾ قَالَ فَاِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ

پاس اے پروردگار اس لئے جلدی چلا آیا کہ تو خوش ہو جائیگا ٩٥ (اللہ نے) کہا کہ تمہاری قوم کو تو ہم نے تمہارے ٩٦

مِنْۢ بَعْدِكَ وَاَضَلَّهُمُ السَّامِرِيُّ ﴿٨٥﴾ فَرَجَعَ مُوْسٰٓى

ایک آزمائش میں ڈال دیا ہے ٩٧ انہیں سامری نے گمراہ کر دیا ہے ٩٨ غرض موسیٰ اپنی قوم کے

تیسرے ظلّام۔ حق تعالیٰ نے بھی اس کے مقابل اپنے تین نام رکھے ہیں۔ ایک غافر، دوسرے غفور، تیسرے غفار۔ ومن نکتہ ھو ان للعبد له اسماء ثلثة الظالم والظلوم والظلام ولله فی مقابلة کل واحد من هذه الاسماء اسم فکانه تعالى يقول ان كنت ظالما فانا غافر وان كنت ظلوما فانا غفور وان كنت ظلاما فانا غفار (کبیر) ٩٣ اس مکالمہ کا وقت وہ ہے جب حضرت موسیٰؑ کو مع منتخب سرداران اسرائیلی طور پر حاضری کا حکم ملا ہے۔ آپ خود تو فرط اشتیاق سے پہلے پہنچ گئے ہیں اور وہ لوگ پیچھے رہ گئے ہیں۔ قوم سے یہاں مراد وہی ستر نقباء قوم ہیں۔ المراد بالقوم النقباء (کشاف) توریت میں ان ستر منتخب سرداروں کا قصہ موجود ہے (خروج۔ ٢٤: ٩، ١٣، ١٤) اہل اشارات نے کہا ہے کہ اس میں اشارہ ہے حضرت کلیمؑ کے وفور شوق و اضطراب کی جانب۔ ٩٤ (اور کچھ دور نہیں ہیں) یہ حضرت موسیٰؑ نے اپنے رفیقوں کی گویا سفارش ہیں اور ان کا جرم ہلکا کرنے کو کہا۔

٩٥ (اور زیادہ) حضرت موسیٰ نے اپنے اجتہاد سے یہ خیال کیا کہ وعدہ گاہ پر حاضری میں پیش قدمی کرنا اور زیادہ خوشنودی کا سبب ہو گا۔ اللہ اللہ! اہل اللہ رضائے الٰہی کی دولت کے سمیٹنے اور جمع کرنے میں کتنے حریص ہوتے ہیں! اِلَيْكَ (تیرے پاس) سے مراد ہے تجھ سے مکالمت و مخاطبت کے وعدہ کی جگہ۔ فقہاء نے آیت میں جواز اجتہاد کا استنباط کیا ہے۔ وھذا دلیل على جواز الاجتہاد (مدارک) ٩٦ (بہ طور مسبب الاسباب کے، بطور فاعل تکوینی کے) اس آزمائش میں ڈالنے کو مرضیٔ حق سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ بالکل اسی طرح اور اسی معنی میں صحیح ہے جس طرح اور جس معنی میں اللہ ہر بیماری، ہر دکھ، ہر زہر کا بھی خالق ہے۔ یعنی محض اسباب تکوینی کا محرک اول ہے۔ توریت میں ہے:۔ "تب خداوند نے موسیٰؑ کو کہا کہ اتر جا۔ کیونکہ تیرے لوگ جنہیں تو مصر کے ملک سے چھڑا لایا خراب ہو گئے ہیں۔ وہ اس راہ سے جو میں نے فرمائی جلد پھر گئے ہیں۔ انہوں نے اپنا ڈھالا ہوا بچھڑا بنایا اور اسے پوجا اور اس کے لئے قربانی ذبح کر کے کہا کہ اے اسرائیل یہ تمہارا معبود ہے جو تمہیں مصر کے ملک سے چھڑا لایا۔" (خروج۔ ٣٢: ٧، ٨) ٩٧ (نہ کہ معاذ اللہ ہارون نبی علیہ السلام نے) سامری شخص کا نام نہیں لقب ہے یہ منسوب ہے ہمارے قدیم مفسرین کی تحقیق کے بہ موجب قریۂ سامرہ کی طرف، یعنی وہاں کا باشندہ۔ ممکن ہے کہ اس کا باپ دادا سامرہ سے آکر بنی اسرائیل میں آبسا ہو اور بعد الحاق انہیں میں شمار کیا جاتا ہو۔" (تھانویؒ) بعض جدید محققین کا خیال ہے کہ قدیم مصری زبان میں شمر کہتے ہیں، پردیسی، غیر ملکی، بیرونی کو۔ سامری سے مراد ہے کوئی شخص جو غیر اسرائیلی تھا اور مصر سے اسرائیلیوں کے ساتھ ہو گیا تھا۔ یہود ہاں کے ایک مستقل فرقہ کا نام بھی سامریہ (SAMARITANS) ہے ان کی توریت اور سارے مذہبی صحیفے یہود کی مسلّم و متعارف توریت اور دوسرے صحیفوں سے کسی قدر مختلف ہے اور انہیں نا نا اپنی توحید خالص پر ہے۔ ہو سکتا ہے کہ قرآن کے السامری اور اس فرقہ کے درمیان بھی کوئی علاقہ ہو، لیکن یہ فرقہ جہاں تک تاریخ یہود سے پتہ چلتا ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معاصر نہیں، بہت بعد کے زمانہ کی پیداوار ہے۔ (ملاحظہ ہو حاشیہ تفسیر انگریزی) قرآن مجید کو سامری کی تصریح کی ضرورت اسلئے بھی پڑی کہ اہل توریت نے خواہ مخواہ اس واقعہ اضلال کی ساری ذمہ داری حضرت ہارونؑ پر ڈال دی اور اللہ کے اس نبی محترم کو (نعوذ باللہ) اتنے بڑے جرم شرک اور صنم پرستی کا مجرم بنا دیا! الفاظ توریت ملاحظہ ہوں:۔ "اور جب لوگوں نے دیکھا کہ موسیٰ پہاڑ سے اترنے میں دیری کرتا ہے تو وہ ہارون کے پاس جمع ہوئے اور اسے کہا کہ اٹھ ہمارے لئے معبود بنا کہ ہمارے آگے چلیں کیونکہ یہ موسیٰ جو ہمیں مصر کے ملک سے نکال لایا ہم نہیں جانتے کہ اسے کیا ہوا۔ ہارون نے انہیں کہا کہ زیور سونے کے جو تمہاری جوروؤں اور تمہاری بیٹیوں کے اور تمہارے بیٹوں کے کانوں میں ہے توڑ توڑ کے مجھ پاس لاؤ۔ چنانچہ سب لوگ سونے کے زیور جو ان کے کانوں میں تھے توڑ توڑ کے ہارون کے پاس لائے اور اس نے ان کے ہاتھوں سے لیا اور ایک بچھڑا ڈھال کر اسکی صورت کو حکاکی کے ہتیار سے درست کیا اور انہوں نے کہا کہ اے اسرائیل یہ تمہارا معبود ہے جو تمہیں مصر کے ملک سے نکال لایا اور جب ہارون نے یہ دیکھا تو اس کے آگے ایک قربان گاہ بنائی اور ہارون نے یہ کہہ کے منادی کی کہ کل خداوند کے لئے عید ہے اور وہ صبح کو اٹھے اور سوختنی قربانیاں چڑھائیں اور سلامتی کی قربانیاں گزرانیں" (خروج۔ ٣٢: ١۔٦) لیکن اکابر یہود کی روایتوں میں بھی پایا جاتا ہے کہ اس گوسالہ پرستی کی طرف لانے والا شخص حضرت ہارون کیا معنی کوئی بھی اسرائیلی نہ تھا۔ بلکہ ایک مصری شخص تھا جو اسرائیلیوں کے ساتھ مصر کو باہر نکل آیا تھا۔ (ملاحظہ ہو حاشیہ تفسیر انگریزی)

فَإِنَّ لَهُۥ جَهَنَّمَ لَا يَمُوتُ فِيهَا وَلَا يَحْيَىٰ ﴿٧٤﴾ وَ

تو اس کے لئے دوزخ ہے اس میں وہ نہ مرے گا اور نہ جیئے گا ۵۸۱ اور

مَن يَأْتِهِۦ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ ٱلصَّٰلِحَٰتِ فَأُو۟لَٰٓئِكَ

جو کوئی اس کے پاس مومن ہو کر حاضر ہوگا جس نے نیک کام بھی کئے ہوں، سو ایسوں

لَهُمُ ٱلدَّرَجَٰتُ ٱلْعُلَىٰ ﴿٧٥﴾ جَنَّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِى مِن

کے لئے بڑے اونچے درجے ہیں ۵۸۲ (یعنی) ہمیشہ رہنے کے باغ جن کے نیچے نہریں بڑی

تَحْتِهَا ٱلْأَنْهَٰرُ خَٰلِدِينَ فِيهَا ۚ وَذَٰلِكَ جَزَآءُ مَن

بہ رہی ہونگی ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور یہی ہے انعام اس کا جو

تَزَكَّىٰ ﴿٧٦﴾ وَلَقَدْ أَوْحَيْنَآ إِلَىٰ مُوسَىٰٓ أَنْ أَسْرِ بِعِبَادِى

پاک ہوا ۵۸۳ اور ہم نے موسیٰ کے پاس وحی بھیجی کہ میرے بندوں کو راتوں رات ۵۸۴ لے جاؤ

فَٱضْرِبْ لَهُمْ طَرِيقًا فِى ٱلْبَحْرِ يَبَسًا لَّا تَخَٰفُ دَرَكًا

پھر ان کے لئے سمندر میں (عصا مار کر) خشک راستہ بنا لینا تم کو نہ پا لئے جانے کا اندیشہ ہوگا

وَلَا تَخْشَىٰ ﴿٧٧﴾ فَأَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُودِهِۦ

اور نہ تم کو (اور کوئی) خوف ہوگا ۵۸۵ پھر فرعون نے اپنے لشکروں سمیت ان کا پیچھا کیا ۵۸۶

فَغَشِيَهُم مِّنَ ٱلْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ ﴿٧٨﴾ وَأَضَلَّ فِرْعَوْنُ

تو دریا جیسا ان پر آملنے کو تھا آملا ۵۸۷ اور فرعون نے تو اپنی قوم کو گمراہ

قَوْمَهُۥ وَمَا هَدَىٰ ﴿٧٩﴾ يَٰبَنِىٓ إِسْرَٰٓءِيلَ قَدْ أَنجَيْنَٰكُم

ہی کیا تھا اور سیدھی راہ پر نہ لایا ۵۸۸ اے بنی اسرائیل (دیکھو) ہم نے تمہیں تمہارے

ع ۳ ۲۲/۱۲

۵۸۱ 'نہ جیے گا' یعنی شدت عذاب و فرط آلام سے اس دوزخ کی زندگی پر زندگی کا بھی اطلاق نہیں ہوسکتا۔ مُجْرِمًا۔ مجرم یہاں مومن کے مقابلہ میں آیا ہے۔ یعنی جرم بغاوت کا مجرم یا کافر۔ ~~مجرما لے کا فر~~ کافرا (جلالین) ~~لے ...~~ ۵۸۲ امام رازیؒ نے یہاں یہ نکتہ خوب پیدا کیا ہے کہ یہ درجات عالیہ (الدرجت العلیٰ) تو انہیں لوگوں کے لئے ہیں جو مومن کامل اور اعمال صالحہ میں راسخ ہیں۔ باقی ان درجات عالیہ سے اتر کر جو مرتبہ محض نجات و عفو کا ہے، وہ ان کلمہ گویوں کو حاصل ہوگا، جو اتنے اونچے معیار پر پورے نہیں اترتے۔ بلکہ صاحب کبائر ہیں۔ وفی الآیۃ تنبیہ علی حصول العفو لاصحب الکبائر لانہ تعالیٰ جعل الدرجات العلیٰ من الجنۃ لمن اتی ربہ بالایمان والاعمال الصالحۃ فسائر الدرجات التی ھی غیر عالیۃ لابد ان یکون لغیرھم وما ھم الا العصاۃ من اھل الایمان (کبیر) ۵۸۳ (چنانچہ ہم نے بھی اسی قانون الٰہی کے ماتحت کفر کو چھوڑ کر ایمان اختیار کیا) تَزَكَّىٰ۔ یعنی کفر و معصیت سے پاک ہوا۔ ۵۸۴ (مصر سے باہر شام و فلسطین کے لئے) اب یہ اس وقت کا ذکر ہے جب گذشتہ واقعات، ساحروں کے مقابلہ وغیرہ کو ایک عرصہ ہوچکا ہے۔ اور فرعون اور حکومت فرعون پر حضرت موسیٰ و ہارون کی ساری تبلیغی کوششیں بے اثر رہ چکی ہیں۔ بِعِبَادِى 'میرے بندوں' سے سیاق عبارت میں مراد ظاہر ہے کہ بنی اسرائیل ہیں۔ ۵۸۵ یعنی پانی پر عصا مارنا۔ بہ طور اعجاز اس میں خشک راستہ تمہاری قوم کے عبور کے قابل بن جائیگا۔ الْبَحْرِ۔ سمندر سے مراد بحر احمر کا شمالی خلیج ہے مفصل حواشی اس پر سورۂ بقرہ پ ۱ رکوع ۶ کے تحت میں گزر چکے۔ ۵۸۶ (اور ساحل بحر پر اس وقت پہنچا جب بنی اسرائیل حسب وعدۂ الٰہی پار ہو چکے تھے، اور راستے ہنوز اسی حالت میں تھے) تفصیلات توریت میں درج ہیں۔ (خروج ۱۴: ۶، ۷، ۸، ۲۳) ۵۸۷ یعنی دریا کا رکا ہوا اور بیٹھا ہوا پانی ہر طرف سے سمٹ کر آگیا اور سارے فرعونی غرق ہو کر رہ گئے۔ تفصیل توریت میں درج ہے۔ (خروج ۱۴: ۲۸) نیز ملاحظہ ہوں سورۂ بقرہ پ ۱ رکوع ۶ کے حاشیے۔ ۵۸۸ (سو ایسے باغی طاغی کا ڈوب مرنا ہی خوب ہوا) فرعون کی رہنمائی دینی حیثیت سے جس قدر غلط تھی وہ تو تھی ہی، دنیوی حیثیت سے بھی اس کا انجام سب نے دیکھ لیا کہ آخر ہلاکت ہی پر ہوا۔

بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَمُوْسٰى ۞ ۷۰ قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ

ہارون اور موسٰی کے پروردگار پر (فرعون نے) کہا تم اس پر ایمان لے آئے قبل اسکے کہ میں تمہیں اجازت

لَكُمْ ؕ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ

دوں۔ بیشک وہ تمہارا بھی بڑا (اور استاد) ہے جس نے تمہیں بھی جادو سکھایا ہے،

فَلَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّ

سو (اب) میں تمہارے ہاتھ پیر کٹواتا ہوں الٹی طرف سے ۷۵ اور

لَاُوصَلِّبَنَّكُمْ فِيْ جُذُوْعِ النَّخْلِ ۫ وَلَتَعْلَمُنَّ اَيُّنَآ اَشَدُّ

تمہیں کھجور کے درختوں پر سولی چڑھاتا ہوں ۷۶ اور یہ بھی تمہیں معلوم ہوا جاتا ہے کہ ہم

عَذَابًا وَّاَبْقٰى ۞ ۷۱ قَالُوْا لَنْ نُّؤْثِرَكَ عَلٰى مَا جَآءَنَا

دونوں میں کس کا عذاب زیادہ سخت اور دیرپا ہے ۷۷ (جادوگر) بولے کہ ہم تجھ کو کبھی ترجیح نہ دینگے ان شواہد کے مقابلہ

مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالَّذِيْ فَطَرَنَا فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ ؕ

میں جو ہم کو مل چکے ہیں اور اس ہستی کے جس نے ہمیں پیدا کیا۔ تو کر ڈال جو کچھ تجھے کرنا ہے

اِنَّمَا تَقْضِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۞ ۷۲ ؕ اِنَّآ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا

تو تو بس اس دنیا ہی کی زندگی میں (جو کچھ کرنا ہے) کر سکتا ہے ۷۸ ہم تو اپنے پروردگار پر ایمان لے آئے

لِيَغْفِرَ لَنَا خَطٰيٰنَا وَمَآ اَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ ؕ

تاکہ وہ ہمارے گناہ معاف کرے اور جو زور تو نے ہم پر جادو کے باب میں ڈالا اس کو بھی ۷۹

وَاللّٰهُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ۞ ۷۳ اِنَّهٗ مَنْ يَّاْتِ رَبَّهٗ مُجْرِمًا

اور اللہ ہی بہتر ہے اور پائندہ ہے ۸۰ یہ کہ جو کوئی بھی اپنے پروردگار کے پاس مجرم ہو کر حاضر ہوگا

الثلثة

۷۵ یعنی ایک طرف کا ہاتھ اور دوسری طرف کا پاؤں۔ شرح سورۂ اعراف پ۹ میں گزر چکا۔ قبل سے یہ مفہوم نہیں نکلتا کہ اجازت مانگنے کے بعد وہ اجازت ایمان لانے کی دیدیتا معنی صرف "بدون" یا "بغیر" کے ہیں۔ جیسے سورۂ کہف کی آیت قبل ان تنفد کلمات ربی الخ کا یہ مفہوم نہیں کہ کلمات رب کبھی ختم بھی ہو چکیں گے، بلکہ وہاں بھی "قبل" کے معنی بدون یا بغیر ہی کے ہیں۔ ۷۶ (تاکہ دوسرے بھی عبرت حاصل کریں) سولی کی سزا دنیا کی قدیم ترین سزاؤں میں سے ہے۔ اور یہ ہاتھ پیر الٹے طرف سے کاٹنے کی سزا گو آج "وحشیانہ" معلوم ہو، لیکن قدیم قوموں کا معمول عام رہی ہے۔ ملاحظہ ہو سورۂ اعراف، پ۹ کے حاشیے۔

۷۷ یعنی ایک طرف میری حکومت کا عذاب اور دوسری طرف موسٰی، ان کی جماعت اور ان کے خدا کا عذاب۔

۷۸ (جو بہرحال آنی وفانی ہے) ساحر اتنے ہی دیر میں ایمان کی برکتوں سے پوری طرح مشرف اور عزم و ارادہ کے پختہ ہو چکے ہیں۔ ایمان کی حلاوت ان کے رگ و پے میں نفوذ و سرایت کر چکی ہے۔ مرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ استعداد کا کامل ہونا مبتدی کو منتہی کے مقام پر پہنچا دیتا ہے، چنانچہ یہ جواب ساحروں کے منتہی ہونے پر دال ہے۔ ۷۹ وہ ساحر ظاہر ہے کہ موسٰی علیہ السلام کے مقابلہ پر از خود اور اپنی مرضی سے نہیں آئے تھے، سرکار کی دعوت پر آئے تھے، گویا سرکار کی طرف سے بھیجے گئے تھے۔

۸۰ (اور تجھ میں نہ بذات خود خیر و خوبی، اور نہ تیری سزا و انعام کو بقا) اللہ بہتر ہے اپنی ذات و صفات کے لحاظ سے، اور پائندہ ہے عذاب و ثواب دینے کے لحاظ سے۔

يُخْرِجٰكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا وَيَذْهَبَا بِطَرِيْقَتِكُمُ
تمہیں تمہاری سرزمین سے اپنے جادو (کے زور) سے نکال دیں اور تمہارا بہتر (و اعلیٰ) طور طریق
الْمُثْلٰى ﴿۶۳﴾ فَاَجْمِعُوْا كَيْدَكُمْ ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا ۚ وَقَدْ اَفْلَحَ
ہی مٹا دیں ۶۵ سو اب سب مل کر اپنے فن کا انتظام کرو اور صف بصف آجاؤ ۶۶ کہ آج فلاح اسی کی
الْيَوْمَ مَنِ اسْتَعْلٰى ﴿۶۴﴾ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ
ہے جو غالب آئے ۶۷ (پھر) بولے کہ اے موسیٰ (پہلے) آپ (اپنا عصا) ڈالیں گے
وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَلْقٰى ﴿۶۵﴾ قَالَ بَلْ اَلْقُوْا ۚ
یا ہمیں پہلے ڈالنے والے بنیں؟ ۶۸ (موسیٰ نے) کہا نہیں تم ہی ڈال چلو ۶۹
فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ
پس یکایک ان کی رسیاں اور ان کی لاٹھیاں موسیٰ کے خیال میں ان کے جادو کے زور سے
اَنَّهَا تَسْعٰى ﴿۶۶﴾ فَاَوْجَسَ فِيْ نَفْسِهٖ خِيْفَةً مُّوْسٰى ﴿۶۷﴾
ایسی نظر آنے لگیں کہ گویا وہ دوڑ پھر رہی ہیں ۷۰ اس سے موسیٰ نے اپنے دل میں کچھ اندیشہ محسوس کیا ۷۱
قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى ﴿۶۸﴾ وَاَلْقِ مَا فِيْ يَمِيْنِكَ
ہم نے کہا ڈرو نہیں، غالب تو یقیناً تم ہی رہو گے ۷۲ یہ تمہارے داہنے ہاتھ میں جو (عصا) ہے
تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا ۭ اِنَّمَا صَنَعُوْا كَيْدُ سٰحِرٍ ۭ وَلَا يُفْلِحُ
اسے ڈال دو اس (سوانگ) کو وہ بالکل نگل جائیگا جو انہوں نے بنا کھڑا کیا ہے یہ انہوں نے تو بس جادو کا سوانگ بنا کھڑا کیا ہے
السَّاحِرُ حَيْثُ اَتٰى ﴿۶۹﴾ فَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا قَالُوْٓا اٰمَنَّا
اور جادوگر کہیں جائے کامیاب نہیں ہوتا ۷۳ پھر تو وہ سجدہ میں گر گئے ۷۴ (اور) بول اٹھے ہم تو ایمان لے آئے

۶۵ یعنی آپس میں سرگوشی اور مشورت کے بعد یہ ٹھہری کہ یہ دونوں کہیں باہر سے یہ فن سیکھ ساکھ کر آئے ہیں، اور چاہتے ہیں کہ ہم پر غالب آکر ہمارے اس وطنی فن بلکہ ہماری ساری قومی تہذیب و تمدن ہی کو مٹا بھی ڈالیں، اور خود ایک نظام نو کی بنیاد ڈالیں۔ مُثْلٰی۔ صیغہ مؤنث ہے امثل کا اور امثل کے معنی ہیں خوب روشن و خوب واضح کے۔ ~~الامثل الاظہر والاوضح~~ (کبیر) یعنی ہمارا یہ نظام جس سے ہم خوب روشناس ہیں۔ غرض حضرت موسیٰؑ کے باب میں جو سرکاری تشخیص، فرعون اور اس کی گورنمنٹ کی جانب سے پہلے ہی ہو چکی تھی، ساحروں نے بھی اسی سے اتفاق کیا۔ ۶۶ (اور کوئی بات اٹھا نہ رکھو) ~~یعنی لاتدعوا شیئا الا جئتم بہ~~ (کبیر) اَجْمِعُوْا سے ایک مراد تو یہی ہے جو اردو میں جمع ہو کر، مل کر سب کے اکٹھے ہونے سے ہوتی ہے، اور یہی معنی زجاج لغوی نے لئے ہیں۔ لیکن عزمکم کلکم کالید مجمعا علیہ لا تختلفوا (کبیر عن الزجاج) اور دوسرے معنی یہ کہ خوب مضبوط ہو کر نکلو، ~~اور یہ معنی فراء لغوی سے~~ منقول ہیں ~~الاجماع الاحکام والعزیمۃ علی الشیء~~ (کبیر عن الفراء) ۶۷ (آج ہی تو ہماری قوم اور ہمارے دین و تہذیب کی موت و زیست کا مسئلہ طے ہونا ہے) صف بصف یعنی سب مل کر۔ آپس میں ایک دوسرے کو غیرت دلائی کہ آج تو ہمارے فن پر حملہ ہے، فن کی عزت کا سوال ہے، اس کا تحفظ ہم سب پر واجب ہے۔ دوسرا پہلو صفًّا میں بھی یہی ہے کہ خوب شان و شوکت کے ساتھ آج اس جدید مدعی و حریف پر حملہ کرو۔ ۶۸ ساحر حضرت موسیٰؑ سے دریافت کر رہے ہیں (جیسا کہ آج بھی کھلاڑی مقابلہ کے وقت دریافت کرتے ہیں) کہ کیسے پہل بازی کس کی رہے گی؟ یا دوسری اصطلاح میں پہلا وار کس کا ہوگا؟ ظاہر ہے کہ ساحر حضرت موسیٰؑ سے القاء سحر کی اجازت نہیں طلب کر رہے ہیں۔ اجازت دینے کے قابل وہ انہیں سمجھتے ہی کیا تھے۔ القاء سحر پر تو وہ کمربستہ تھے ہی۔ دریافت صرف اتنا کر رہے ہیں کہ پہلی بازی کس کی ہوگی۔ ۶۹ حضرت موسیٰؑ بے نیازی سے جواب دیتے ہیں کہ تمہیں پہلا وار کر دیکھو۔ پہل کر دیکھو۔ اپنے حوصلے پہلے ہی نکال لو۔ ظاہر ہے کہ یہاں حضرت موسیٰؑ کی طرف سے اجازت یا حکم کا کوئی موقع ہی نہیں۔ سوال تو صرف تخییر کا تھا۔ اور آپ نے دونوں پہلوؤں میں سے وہ شق اختیار کر لی، جو حق کے واضح کرنے میں زیادہ معین ہونے والی تھی اور بالفرض اگر آپ القاء سحر کی اجازت ہی دے دیتے، جب بھی مقصود تو آپ کا احقاق حق ہی تھا۔ اور یہ القاء سحر اس کا ایک مقدمہ تھا۔ ایسی صورت میں اگر آپ اپنی طرف سے اس کا امر بھی کر دیتے جب بھی مطلق کوئی مضائقہ نہ تھا ——— یہاں سے یہ سبق بھی حاصل ہوا کہ احقاق حق کی غرض و مقصد سے اگر کچھ دیر کے لئے باطل کے ظہور و شیوع کو انگیز بھی کرنا پڑے تو جائز ہی نہیں بلکہ ایک خدمت دین بھی ہے۔ اور اہل باطل سے مناظرہ میں یہ کرنا ہی پڑتا ہے۔ ۷۰ (سانپ کی طرح) توریت میں ہے:۔ ”ہارون نے اپنا عصا فرعون اور اس کے خادموں کے آگے پھینکا، اور وہ سانپ ہو گیا۔ تب فرعون نے بھی داناؤں اور جادوگروں کو طلب کیا۔ چنانچہ مصر کے جادوگروں نے بھی اپنے جادوؤں سے ایسا ہی کیا کہ ان میں سے ہر ایک نے اپنا اپنا عصا پھینکا اور وہ سانپ ہو گیا“ (خروج ۔ ۷: ۱۰-۱۱) اس سے قطع نظر کہ توریت میں عصا بجائے موسیٰ علیہ السلام کے ہارون علیہ السلام کے ہاتھ میں دے دیا گیا ہے۔ توریت و قرآن مجید کے بیان میں بڑا فرق یہ ہے کہ توریت میں سحر کے اثر سے رسیوں اور لاٹھیوں کا سانپ بن جانا مذکور ہے، برخلاف اس کے قرآن میں صرف اتنا ہے کہ ساحروں کی نظربندی کے اثر سے حضرت موسیٰ کو (یا اور دیکھنے والوں کو بھی) وہ رسیاں اور لاٹھیاں دوڑتی پھرتی نظر آئیں۔ ان کے واقعۃً سانپ بن جانے کا قرآن مدعی نہیں۔ ۷۱ (کہ یہ بات ہی کیا ہوئی۔ جب انہوں نے بھی سانپ بنا لئے اور میرا عصا بھی سانپ ہی بہرحال بنے گا، تو دیکھنے والے معاملہ اور مقابلہ برابر کا سمجھیں گے، حق کا غلبہ کیسے ثابت ہوگا) خِيْفَةً کا نکرہ ہونا دلیل ہے اس کی کہ یہ اندیشہ کچھ بہت زیادہ نہیں، تھوڑا ہی سا پیدا ہوا تھا۔ التنکیر للتقلیل (مظہری) مرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ اس میں اثبات ہے اس کا کہ حضرت موسیٰؑ اپنے کمال کے مدعی نہ تھے۔ مدعی کمال کو خوف نہیں ہوتا۔ ۷۲ یہ تسکین غیب سے دی گئی کہ نہیں، تم کچھ پروا نہ کرو، فتح تمہاری اور حق ہی کی ہوگی۔ اور تسکین بھی کس تاکید اور قطعیت کے ساتھ۔ ایک تو حرف اِنَّ خود تاکید کا، پھر ضمیر مخاطب کی تکرار، پھر اعلیٰ پر لام معرفہ کا۔ اور پھر خود لفظ اعلیٰ کہ علو غلبہ نمایاں ہی کو ظاہر کرنے والا ہے (کبیر) ۷۳ (معجزہ کے مقابلہ میں) ارشاد ہوا کہ تمہارے مقابل جو کچھ ہے دھوکے کی ٹٹی ہے، نمائش ہے، گڑھا ہوا سوانگ ہے۔ اس کی بساط ہی کیا حق کی ٹھوس چٹان کے مقابلہ میں یہ کہیں ٹھہر سکتا ہے۔ والمعنی ان الذی معک یا موسیٰ معجزۃ الٰہیۃ والذی معھم تمویھات باطلۃ فکیف یحصل التعارض (کبیر) صَنَعُوْا۔ یہاں بنا کھڑا کرنے کے معنی میں ہے۔ صنعوا ای زوروا (بیضاوی) ساحر اور الساحر دونوں سے آیت میں مراد عدد نہیں، جنس ساحر ہے۔ اسی لئے لفظ قصداً صیغہ مفرد میں لایا گیا۔ انما وحد ساحر ولم یجمع لان القصد فی ھذا الکلام الی معنی الجنسیۃ لا الی معنی العدد فلو جمع لخیل ان المقصود ھو العدد (کشاف۔ مدارک) کَيْدُ سٰحِرٍ کے ساتھ ساحر نکرہ آیا ہے، مراد وہ خاص سحر ہے جس سے ان فرعونی ساحروں نے کام لیا تھا۔ اور لا یفلح الساحر میں الساحر معرفہ ہے۔ مراد یہ کہ جنس سحر یا جمیع اقسام سحر بے حاصل ہیں۔ (کبیر) ۷۴ (جب انہوں نے دیکھ لیا کہ ان کا سارا سوانگ اکارت ہی گیا، اور حضرت موسیٰؑ کا اژدہا ان کے سارے سانپوں کو نگل گیا، اور سمجھ گئے کہ یہ کرامت و اعجاز مافوق السحر ہے) مرشد تھانویؒ نے ان الفاظ سے یہ نکالا کہ عمل اختیاری موقوف ہے توفیق الٰہی پر۔ اور اس میں اس امر پر تنبیہ ہے کہ حق تعالیٰ کے الطاف جس بندہ کو چاہیں غایت کفر و عناد سے نہایت ایمان تک پہنچا دیں۔

اُخْرٰی ﴿۵۵﴾ وَلَقَدْ اَرَیْنٰهُ اٰیٰتِنَا كُلَّهَا فَكَذَّبَ وَاَبٰی ﴿۵۶﴾

پھر نکالیں گے ۵۷ اور ہم نے اسے ساری ہی نشانیاں دکھلا دیں ۵۸ لیکن وہ جھٹلایا ہی کیا اور انکار ہی کرتا رہا

قَالَ اَجِئْتَنَا لِتُخْرِجَنَا مِنْ اَرْضِنَا بِسِحْرِكَ یٰمُوْسٰی ﴿۵۷﴾

(فرعون نے) کہا تو (شاید) تم اس لئے ہمارے پاس آئے ہو کہ ہمیں ہماری سرزمین سے اپنے سحر (کے زور) سے نکال دو اے موسٰی ۵۹

فَلَنَاْتِیَنَّكَ بِسِحْرٍ مِّثْلِهٖ فَاجْعَلْ بَیْنَنَا وَبَیْنَكَ مَوْعِدًا

سو خیر اب ہم بھی تمہارے مقابلہ میں ویسا ہی سحر لاتے ہیں تو اب ہمارے اور اپنے درمیان ایک وعدہ گاہ بدلو

لَّا نُخْلِفُهٗ نَحْنُ وَلَآ اَنْتَ مَكَانًا سُوًی ﴿۵۸﴾ قَالَ مَوْعِدُكُمْ

جس کے نہ ہم خلاف کریں اور نہ تم ایک ہموار میدان میں ۶۰ (موسٰی نے) کہا تم سے وعدہ

یَوْمُ الزِّیْنَةِ وَاَنْ یُّحْشَرَ النَّاسُ ضُحًی ﴿۵۹﴾ فَتَوَلّٰی فِرْعَوْنُ

میلہ کے دن کا رہا اور (ہاں یہ بھی) کہ لوگ دن چڑھے جمع ہو جائیں ۶۱ غرض فرعون واپس ہوگیا

فَجَمَعَ كَیْدَهٗ ثُمَّ اَتٰی ﴿۶۰﴾ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰی وَیْلَكُمْ لَا

پھر اپنے مکر کا سامان جمع کرنا شروع کیا اور پھر آیا ۶۲ موسٰی نے ان لوگوں سے کہا اے کمبختی مارو خدا

تَفْتَرُوْا عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا فَیُسْحِتَكُمْ بِعَذَابٍ ۚ وَقَدْ

پر جھوٹ افترا نہ کرو ورنہ وہ تمہیں عذاب سے نیست و نابود کردے گا اور جو کوئی

خَابَ مَنِ افْتَرٰی ﴿۶۱﴾ فَتَنَازَعُوْۤا اَمْرَهُمْ بَیْنَهُمْ وَاَسَرُّوا

جھوٹ باندھتا ہے وہ ناکام ہی رہتا ہے ۶۳ پھر وہ لوگ اپنی رائے میں آپس میں اختلاف کرنے لگے اور خفیہ

النَّجْوٰی ﴿۶۲﴾ قَالُوْۤا اِنْ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ یُرِیْدٰنِ اَنْ

مشورہ کرنے لگے ۶۴ (پھر) بولے کہ بیشک یہ دونوں بھی جادوگر ہی ہیں، (اور) یہ چاہتے ہیں کہ

۵۷ (بعد موت) انسان کی آفرینش اجزائے ارضی ہی سے ہوگئی ہے، اور موت کے بعد بہرصورت وہ اجزائے ارضی ہی میں ملا یا جاتا ہے، اور قیامت کے دن اسکی آفرینش ثانی بھی انہیں اجزاء ارضیہ ہی سے ہوگی۔ بائبل میں ایک آیت اسی سے ملتی جلتی موجود ہے۔ "تو خاک ہے اور پھر خاک بن جائے گا" (پیدائش۔ ۳: ۱۹) لیکن حشر و بعثت کا اس میں کوئی ذکر نہیں۔ حدیث رسول کی تعمیل میں مسلمان اپنی میت کو قبر میں اتارتے ہوئے اس آیت کو پڑھتے جاتے ہیں۔ ۵۸ (جو حضرت موسٰی کو عطا ہوئی تھیں) اٰیٰت کے مفہوم میں معجزات و دلائل دونوں شامل ہیں۔ توریت کتاب خروج میں ان معجزات کا ذکر بڑی تفصیل کے ساتھ موجود ہے۔ ۵۹ سب کچھ دیکھنے اور سننے کے بعد، آخر میں فرعون بولا تو یہ بولا! کیا خوب نور کی اس نے ساحری کی! انسان اپنے ہی پر دوسر کا بھی قیاس کرتا ہے۔ بیچارہ خود سحر و کہانت میں مبتلا، ان اعمال سفلیہ کا ماہر، اس بدبخت کی سمجھ ہی میں نہیں آیا کہ کوئی درجہ علوم عالیہ کا، مراتب روحانیہ کا، ان سفلیات سے بلندتر بھی ہے —— تشخیص بھی کس قدر مشابہ ہے اس رائے کے جو آج بڑے بڑے فرنگی "حکماء"، و فرنگیت زدہ "محققین"، سیرت نبوی پڑھ کر، کمالات و کرامات محمدی سے بقدر اپنے ظرف کے واقف ہو کر آخر میں گردن کی جنبش کے ساتھ فرماتے ہیں کہ "بیشک محمد بڑے خوش تدبیر، بڑے خوش فکر، بڑے خوش انتظام، مصلح و مدبر گزرے ہیں"! ۶۰ یعنی کھلے ہوئے مقام میں، جہاں ساری پبلک جمع ہو کر ہماری تمہاری ساحری کا مقابلہ و تماشا دیکھ سکے۔ سُوًی کے یہ معنی بھی کئے گئے ہیں کہ وہ میدان، ہم دونوں فریقوں سے نصف نصف مسافت پر واقع ہو۔ اے ~~مصقابیسات و بینات (ص عن مجاہد وقتادہ)~~ فرعون کے سحر پر ملاحظہ ہو انگریزی تفسیر القرآن کا حاشیہ۔ ۶۱ مصر میں قومی تہوار یا جشن سال میں دو بار بڑے پیمانہ پر منائے جاتے تھے۔ ایک بار ماہ مارچ میں، دوسری بار ماہ اگست میں۔ اور تیسرا جشن ان دونوں سے بھی بڑھ چڑھ کر ہوتا تھا۔ انہیں میں سے کوئی جشن یہاں مراد ہے۔ ملاحظہ ہو حاشیہ تفسیر انگریزی۔ ۶۲ (یوم و وقت مقررہ پر میدان جشن میں) "واپس ہوگیا" سے مراد ہے کہ دربار سے اپنے محل کو واپس گیا۔ مکر کے سامان، سے مراد ساحر اور ان کے آلات سحر ہیں۔ قرآن حسب معمول درمیان کی ساری غیر ضروری تفصیلات کو چھوڑ کر توجہ قصہ کے صرف ضروری اجزاء پر رکھتا ہے۔ ۶۳ (انجام کار میں) توریت میں بھی اس معرکہ کا ذکر ہے لیکن بالکل مختصر اور پھیکا جس سے نہ کوئی اخلاقی سبق ملتا ہے اور نہ پوری تفصیل ہی واقعہ کی معلوم ہوتی ہے۔ قَالَ لَهُمْ۔ ضمیر جمع غائب اب ساحروں کی طرف ہے۔ اب حسب قرارداد میدان میں اکٹھے ہوگئے ہیں، اور موسٰی پیمبر آخری بار بطور اتمام حجت کے ساحروں سے تبلیغی گفتگو کر رہے ہیں۔ وَیْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوْا۔ مرشد تھانوی نے فرمایا کہ اس لب و لہجہ میں کلام فرعون سے نہ فرمایا گیا۔ اس میں تعلیم ہے حفظ مراتب کی۔ ۶۴ جیسا کہ اکثر ایسے موقع پر ہوتا ہے، ساحروں کی جماعت حضرت موسٰی اور ان سے مقابلہ کے معاملہ میں خود مختلف الرائے ہوگئی۔ ساحروں کی جماعت میں تردد و انتشار بہت ممکن ہے کہ حضرت موسٰی کی مؤثر تبلیغی تقریر کا نتیجہ ہو۔

۴۹ (حق سے) توریت میں یہ واقعات تو خیر تھوڑے بہت درج ہیں، لیکن قرآن مجید بیچ بیچ میں اخلاق و عقائد سے متعلق جو تعلیمات دینا چاہتا ہے ان سے توریت کے صفحات یکسر خالی ہیں۔ حضرت موسیٰؑ کو وہ جو حکم "قول لین" (نرم بولی) کا ملا تھا یہ اسی کی تعمیل ہو رہی ہے کہ آپ نے براہ راست یہ نہ فرمایا کہ عذاب تیرے اوپر ہوگا، بلکہ اسے ایک کلیہ اور قانون کی صورت میں پیش کیا۔ ۵۰ یہ دونوں حضرات فرعون کے دربار تک پہنچ چکے ہیں اور یہ گفتگو وہیں ہو رہی ہے۔ مصر میں فرعون سب سے بڑے دیوتا یعنی سورج دیوتا کا اوتار سمجھا جاتا تھا، اور عملاً تمام اختیارات خدائی کا مظہر۔ اب تک وہ اپنے ہی کو سب سے بڑے یعنی سورج دیوتا کے مظہر یا اوتار سنتے رہنے یا سمجھتے رہنے کا عادی رہا تھا۔ اب جو یہ نئی اور نامانوس آواز اس کے کان میں پڑی تو حیرت سے پوچھتا ہے کہ اچھا بتاؤ تو سہی آخر تمہارا اتراتا ہوا رب کون سا ہے؟ توریت میں اسی مقام پر ہے:۔ "فرعون نے کہا کہ خداوند کون ہے کہ میں اس کی آواز کو سنوں کہ بنی اسرائیل کو جانے دوں؟ میں خداوند کو نہیں جانتا اور نہ میں بنی اسرائیل کو جانے دونگا۔" (خروج۔ ۵:۲)

۵۱ (ان کی اسی خلقت کی جانب) حضرت موسیٰؑ اپنے رب کا تعارف کر رہے ہیں۔ ارے، تو اس کو نہیں جانتا۔ وہ تو وہ ذات ہے جس نے ساری مخلوقات کو شرف وجود سے مشرف کیا ہے، پھر جیسی جس کی فطرت و ساخت رکھی، اور جو کام اس سے لینا چاہا، اس کے مطابق اسکے آلات و قویٰ، ہیئت و ترکیب بھی رکھی گویا تخلیق اور ترتیب دونوں کا مدار وہ ہی تو ہے۔ اَعۡطٰی کُلَّ شَیۡءٍ خَلۡقَهٗ سے مراد ہے کہ ہر ہستی کی ساخت و خلقت موزون و مناسب رکھی، اور ھدیٰ سے مراد ہے کہ جس مقصد و غرض کے لئے اس ہستی کو مخلوق کیا، اسی طرف اسے لگا بھی دیا۔ خیال رہے کہ گفتگو مسئلہ ربوبیت پر چل رہی ہے نہ کہ الوہیت پر۔ مرشد تھانویؒ نے حضرت موسیٰ کے اس جواب سے یہ نکتہ پیدا کیا ہے کہ معرفت بالکنہ ممتنع ہے اور بالصفات والافعال جائز ہے۔ ۵۲ (جن کا دین تمہارے دین توحید سے یقیناً مختلف تھا) یعنی اب وہ کس حال کس عالم میں ہیں؟ مصریوں کے اس بارہ میں عجیب عجیب نظریات تھے۔ ہندی مشرکوں کے عقائد سے ملتے ہوتے۔ ایک خیال یہ تھا کہ ہر روح جزئی قید ہستی سے چھوٹنے کے بعد، روح کلی سے جاملتی ہے۔

اِلَیۡنَاۤ اَنَّ الۡعَذَابَ عَلٰی مَنۡ کَذَّبَ وَتَوَلّٰی ﴿۴۸﴾ قَالَ

آچکی ہے کہ عذاب (قہری) اسی کے لئے ہے جو جھٹلائے اور روگردانی کرے ۴۹ (فرعون نے) کہا

فَمَنۡ رَّبُّکُمَا یٰمُوۡسٰی ﴿۴۹﴾ قَالَ رَبُّنَا الَّذِیۡۤ اَعۡطٰی کُلَّ

تو پھر اے موسیٰ تم دونوں کا پروردگار ہے کون؟ ۵۰ (موسیٰ نے) کہا ہمارا پروردگار وہ ہے جس نے ہر چیز کو اسکی ناوٹ

شَیۡءٍ خَلۡقَهٗ ثُمَّ هَدٰی ﴿۵۰﴾ قَالَ فَمَا بَالُ الۡقُرُوۡنِ

عطا کی پھر (اس کی) رہنمائی کی ۵۱ (فرعون نے) کہا، اچھا تو پہلی نسلوں کا کیا حال

الۡاُوۡلٰی ﴿۵۱﴾ قَالَ عِلۡمُهَا عِنۡدَ رَبِّیۡ فِیۡ کِتٰبٍ ۚ لَا یَضِلُّ

ہوا ہے؟ ۵۲ (موسیٰ نے) کہا ان کا علم میرے پروردگار کے پاس دفتر میں (محفوظ) ہے میرا پروردگار نہ

رَبِّیۡ وَلَا یَنۡسَی ﴿۵۲﴾ الَّذِیۡ جَعَلَ لَکُمُ الۡاَرۡضَ مَهۡدًا

بھٹک سکتا ہے نہ بھول سکتا ہے ۵۳ وہ وہی ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو فرش بنا دیا ۵۴

وَّسَلَکَ لَکُمۡ فِیۡهَا سُبُلًا وَّاَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ؕ

اور تمہارے لئے اس میں راستے بنا دیئے اور آسمان سے پانی اتارا

فَاَخۡرَجۡنَا بِهٖۤ اَزۡوَاجًا مِّنۡ نَّبَاتٍ شَتّٰی ﴿۵۳﴾ کُلُوۡا

پھر ہم نے اس کے ذریعہ سے مختلف قسم کے طرح طرح کے نباتات پیدا کئے کھاؤ

وَارۡعَوۡا اَنۡعَامَکُمۡ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی النُّهٰی ﴿۵۴﴾ ع ٢/٣٠/١١

اور اپنے مویشیوں کو چراؤ بیشک اس (سارے نظام) میں دلیلیں موجود ہیں اہل عقل کے لئے

مِنۡهَا خَلَقۡنٰکُمۡ وَفِیۡهَا نُعِیۡدُکُمۡ وَمِنۡهَا نُخۡرِجُکُمۡ تَارَةً

اسی (زمین) میں سے ہم نے تمہیں پیدا کیا تھا اور اسی میں ہم تمہیں واپس لے جائیں گے اور اسی میں سے تمہیں دوبارہ

۵۳ (برخلاف تمہارے معبودوں کے جن کے لئے غلطیاں کر جانا، سہو و نسیان کا شکار ہو جانا سب ہی کچھ ممکن ہے) حضرت موسیٰؑ کا جواب بہت بلیغ ہے۔ آپ نے فرمایا، مجھے پچھلوں کے حشر کی کیا خبر؟ البتہ اتنا یقین کے ساتھ جانتا ہوں کہ بہرحال انکے ساتھ انصاف ہی ہوا ہوگا، اور میرے علیم و خبیر، ہمہ بین و ہمہ دان خدا نے ان کے ساتھ معاملہ وہی کیا ہوگا جس کے مستحق وہ اپنے عمل اور نامۂ اعمال کے لحاظ سے ہونگے۔ وہاں غلطی یا بھول چوک کا کیا امکان! ۵۴ (جس پر تم آرام و استراحت کرتے ہو) خطاب اب موسیٰ و فرعون کے مکالمہ سے الگ، براہ راست رب العالمین کا نوع انسان سے ہے۔ اور یہ طرز بلاغت قرآنی کے خصوصیات میں سے ہے۔ ۵۵ (جن پر تم چلو پھرو) یعنی زمین پر تمہیں پیدا ہی نہیں کیا بلکہ تمہارے لئے ہر قسم کے سامان آسائش بھی مہیا کر دیئے۔ ۵۶ (اس کے کمال ربوبیت کی) مصریوں میں چوپانی، گلہ بانی کا خاص رواج تھا، اور مصری تمدن میں مویشیوں کو ایک خاص اہمیت حاصل تھی، اس لئے ان سے مخاطبت کرنے میں انعام کا نام لینا عین مقتضائے مقام ہے۔ مرشد تھانویؒ نے فرمایا اخرجنا میں اشارہ ہے اس جانب کہ مؤثر حقیقی حق تعالیٰ ہی ہے۔ لیکن بہ سے اثبات توسط اسباب کا بھی ہو رہا ہے۔

فَلَبِثْتَ سِنِيْنَ فِيْٓ اَهْلِ مَدْيَنَ ۥ ثُمَّ جِئْتَ عَلٰى
پھر تم مدین والوں کے درمیان (کئی) سال رہے۔ پھر تم اپنے وقت معین پر (یہاں)
قَدَرٍ يّٰمُوْسٰى ﴿٤٠﴾ وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِيْ ﴿٤١﴾ اِذْهَبْ اَنْتَ
آگئے اے موسیٰ ۳۹؎ اور میں نے تم کو اپنے لئے منتخب کرلیا ۴۰؎ (سو اب) تم اور تمہارے
وَاَخُوْكَ بِاٰيٰتِيْ وَلَا تَنِيَا فِيْ ذِكْرِيْ ﴿٤٢﴾ اِذْهَبَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ
بھائی میری نشانیوں کے ساتھ جاؤ اور میری یاد میں سستی نہ کرنا ۴۱؎ فرعون کے پاس تم دونوں جاؤ
اِنَّهٗ طَغٰى ﴿٤٣﴾ فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ
بیشک وہ حد سے تجاوز کرگیا ہے ۴۲؎ پھر اس سے گفتگو نرم کرنا ۴۳؎ شاید کہ وہ نصیحت قبول کرے یا
يَخْشٰى ﴿٤٤﴾ قَالَا رَبَّنَآ اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ يَّفْرُطَ عَلَيْنَآ اَوْ اَنْ
ڈر ہی جائے ۴۴؎ دونوں بولے اے ہمارے پروردگار ہم کو یہ اندیشہ ہے کہ وہ ہم پر زیادتی نہ کر بیٹھے یا یہ کہ
يَّطْغٰى ﴿٤٥﴾ قَالَ لَا تَخَافَآ اِنَّنِيْ مَعَكُمَآ اَسْمَعُ وَاَرٰى ﴿٤٦﴾
زیادہ سرکشی نہ کرنے لگے ۴۵؎ اللہ نے کہا تم ڈرو نہیں تم دونوں کے ساتھ تو میں ہوں میں (سب) سنتا اور دیکھتا ہوں ۴۶؎
فَاْتِيٰهُ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّكَ فَاَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْٓ
تم اسکے پاس جاؤ پھر اس سے کہو، ہم دونوں تیرے پروردگار کے قاصد ہیں سو تو ہمارے ساتھ بنی اسرائیل
اِسْرَآءِيْلَ ۥ وَلَا تُعَذِّبْهُمْ ۭ قَدْ جِئْنٰكَ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ ۭ
کو جانے دے اور انہیں دکھ نہ دے ۴۷؎ ہم تیرے پاس تیرے پروردگار کی طرف سے نشان لیکر آئے ہیں
وَالسَّلٰمُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى ﴿٤٧﴾ اِنَّا قَدْ اُوْحِيَ
اور سلامتی ہے اس کیلئے جو سیدھی راہ پر چلے ۴۸؎ ہمارے پاس کو وحی یہ

۳۹؎ یعنی اس وقت پر جو تمہاری نبوت کے لئے متعین و مقدر ہو چکا تھا تم مدین سے پھر مصر لائے گئے۔ علی وفق الوقت الذی قدرته وعینته لتکلیمك واستنبائك بلا تقدیم ولا تاخیر عنه (روح) یعنی مکالمہ خداوندی میں بار بار یا موسیٰ، کا آنا رحمت و اکرام کے لئے ہے۔ ۴۰؎ "اپنے لئے" یعنی اپنا نبی بنانے کے لئے۔ ای لوحیی و رسالتی (ابن عباس) اختتك لاقامة حجتی (روح عن الزجاج) الاصطناع الاخلاص بالالطاف ومعنی لنفسی لتنصرف علی ارادتی ومحبتی (جصاص) ۴۱؎ اہل حق کا اصلی مشغلہ و فریضہ یہی یاد الٰہی ہے جس کی تاکید سے قرآن بھرا پڑا ہے۔ پیمبر بھیجے ہی جاتے ہیں تذکر و تذکیر کے لئے دنیوی نظام حکومت قائم کرنے کی حیثیت ثانوی اور ضمنی ہوتی ہے۔ مرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ تعلیم میں برکت جب ہی پیدا ہوتی ہے جب معلم خود بھی ذکر میں مشغول ہو۔ اٰیٰتی سے مراد وہ معجزات ہیں جو حضرت موسیٰؑ و حضرت ہارونؑ کو عطا ہو چکے تھے۔ ۴۲؎ ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر ۲۴۔ ۴۳؎ (کہ یہ موثر ترین طریق تبلیغ ہے اور شروع میں خشونت و درشتی کو باوجود اشتعال طبع اپنے قریب نہ آنے دینا) فقہاء نے اس سے مسئلہ یہ نکالا ہے کہ قوت و نصرت کے یقین کے باوجود بھی (جیسا کہ یہاں حضرت موسیٰؑ کو نصرت غیبی کا پورا یقین تھا) مبلغ کے لئے پوری طرح جائز ہے کہ انداز تبلیغ نرم رکھے۔ فی هذا اجواز الامر بالمعروف والنهی عن المنکر باللین لمن معه القوة وضمنت له العصمة (ابن العربی) محققین نے یہ بھی کہا ہے کہ آیت کے اندر اخلاق کا بہت بڑا سبق موجود ہے کہ باوجود اس کے کہ فرعون کے طغیان و تمرد کا ذکر ابھی ابھی ہو چکا ہے۔ اس پر بھی حضرت موسیٰؑ جیسے مقبول و برگزیدہ بندہ کو حکم اسی کا ملتا ہے کہ اس سے لطف و ملائمت ہی سے پیش آئیں۔ هذه الاٰیة فیها عبرة عظیمة وهو ان فرعون فی غایة العتو والاستکبار وموسی صفوة الله من خلقه اذ ذاك ومع هذا امران لا یخاطب فرعون الا بالملاطفة واللین (ابن کثیر) ۴۴؎ مقصود تو بہر حال ایمان لانا اور سچی تعلیم کو سچ تسلیم کرلینا ہے۔ خواہ بہ صورت بہ طوع و رغبت، ذوق و شوق سے حاصل ہو۔ خواہ خوف خدا سے یا خوف عاقبت سے۔ آیت پر یہ اعتراض بالکل مہمل ہے کہ جب علم الٰہی میں فرعون کا ایمان نہ لانا ہی تھا تو یہاں یہ کیوں کہا گیا۔ یہاں تو مقصود صرف ان بندوں کو یہ ہدایت دینا ہے کہ تم اپنی تبلیغی کوششیں اسی امید پر جاری رکھو۔ علم الٰہی و قضائے الٰہی کی صورت بالکل الگ ہے۔ اس کو بندوں کی کوشش سے کیا واسطہ۔ ۴۵؎ معناه اذهب علی رجاء منکما وطمع وقضاء الله وراء امرکما (حاکم) (کہ اول الذکر صورت میں ہماری تبلیغ دھری کی دھری رہ جائے، وہ ہمیں اس کا موقع ہی نہ دے، اور آخری صورت میں کہیں اس کا جرم اور بڑھ نہ جائے) ۴۶؎ کسی کانسٹیبل سے اگر وائسرائے کہہ دیں کہ "فلاں ڈاکو سے مقابلہ کرنے میں تم اندیشہ نہ کرو، ہم خود مع اپنی ساری قوت کے تمہارے ساتھ ہونگے" تو وہ کیسا باغ باغ ہو جائے گا، اور اسے کیسا زبردست سہارا ہاتھ آجائے گا۔ پھر یہاں تو بندہ کو خدا کا سہارا ہاتھ آرہا تھا! تسکین تشفی و تقویت قلب کی اس سے بڑھ کر صورت خیال میں بھی نہیں آسکتی۔ معکما۔ معیت سے مراد کمال حفظ و نصرت الٰہی ہے۔ معکما بالحفظ والنصر (بیضاوی) والمراد بمعیته سبحانه کمال الحفظ والنصرة (روح) توریت میں اس موقع پر ہے:۔ "وہ بولا یقیناً میں تیرے ساتھ ہوں گا" (خروج۔ ۳: ۱۲) مرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ اسمع واریٰ اگر انی معکما کی تفسیر ہے تو دلیل ہے قرب صفاتی پر اور اگر مستقل ہے تو اننی معکما دلیل ہے قرب ذاتی پر۔ ۴۷؎ (بے قصور و بے خطا جب تک وہ تیرے ملک میں مقیم ہیں) فرعون کے مظالم اب حد سے بڑھ گئے تھے۔ اور بنی اسرائیل کی طرف سے مطالبہ یہ تھا کہ ہمیں ہمارے وطن کنعان (صوبہ شام) واپس چلے جانے کی اجازت دے دی جائے۔ فرعونی حکومت ان لوگوں سے بیگار کا اور ادنیٰ قسم کی مزدوری کا کام لیتی رہتی تھی۔ اس لئے اس مطالبہ کو بھی نہیں مان رہی تھی۔ آج ہمارے ہاں کا بھی کون ظالم زمیندار یہ گوارا کرتا ہے کہ اس کی ادنیٰ رعایا بھی اس کی زمین سے نکل جائے۔ توریت میں ہے۔ "بعد اس کے موسیٰ اور ہارون آئے اور فرعون کو کہا کہ خداوند اسرائیل کا خدا یوں فرماتا ہے کہ میرے لوگوں کو جانے دے تاکہ وہ بیابان میں میرے لئے عید کریں" (خروج ۔ ۵: ۱) رسولا ربك یعنی اللہ کے قاصد یا رسول مرسل۔ ۴۸؎ یعنی جو کوئی دین حنیف کو اختیار کرے اور سیدھی راہ چلنے لگے، اسے تھوڑے ہی قہر و عذاب کا ڈر رہ سکتا ہے! اسے کھٹکا نہ دنیا میں نہ آخرت میں! ای السلامة من العذاب فی الدنیا والاخرة لمن اتبعه والمعتصمین بالتصدیق بایات الله (روح) یہاں اسلام کی ایک عام خصوصیت بیان کردی گئی کہ اس کا قانون اسکا آئین، اس کا نظام دنیا اور آخرت دونوں کے لئے بہترین دستور حیات ہے فرد کیلئے بھی جماعت کے لئے بھی۔ بایة من ربك۔ آیت بہ معنی نشان یا معجزہ۔ یعنی جس سے تجھے بھی ہماری صداقت کا یقین آجائے۔ آیۃ کی تنوین سے مراد جنس معجزہ ہے نہ کہ کوئی مفرد معجزہ۔

۲۹ دو آدمی مل کر تبلیغ و دعوت کا کام قدرتاً زیادہ قوت سے اور تسبیح و تذکیر کا کام بہتر طریق پر کرسکتے ہیں۔ مرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ دونوں آیتوں میں دلالت ہے اس پر کہ اسباب سے بھی اکابر کا قصد دین اور استعانت فی الدین ہی ہوتا ہے۔ ۳۰ (اور ہماری احتیاج سے خوب واقف ہیں) ۳۱ یعنی اب کی تمہاری درخواست پر کیوں نہ تمہارے ساتھ لطف و نوازش کا معاملہ ہوگا۔ تمہارے ساتھ تو ہمارا یہ معاملہ بلا تمہاری خواہش و درخواست کے ایک بار بہت پہلے ہوچکا ہے۔ ۳۲ (اپنی اہمیت کی بنا پر) یہ وحی، وحی نبوت نہ تھی، وحی الہام تھی۔ اور الہام غیر انبیاء کے لئے بھی جائز و ثابت ہے۔ بعض مسیحی فاضلوں نے لکھا ہے کہ حضرت موسیٰؑ کے والد ماجد عمران کا گھر لب دریا تھا نیل اسی طرف سے بہتا ہوا فرعون کے محل کے نیچے سے گزرتا تھا۔ اور ایک وقت مقرر پر دختر فرعون (قرآن نے اس کی تصحیح کرکے بتایا کہ نہیں بلکہ آسیہ زوجۂ فرعون) سیر دریا کے لئے آتی تھی۔ والدۂ موسیٰؑ نے سوچا کہ بچہ کی جان بچنے کی اور کوئی صورت تو ظالم حکومت کے کارندوں سے ہے نہیں۔ ایک لگتی ہوئی صورت یہ البتہ ہوسکتی ہے کہ بچہ از خود دختر فرعون (صحیح یہ کہ زوجۂ فرعون) کے حضور تک پہنچ جائے۔ عورتیں یوں بھی نرم دل اور ترس کھانے والی ہوتی ہیں پھر یہ بچہ تو ہے بھی اس قدر پیاری اور موہنی صورت والا۔ عجب کیا جو اس محترم خاتون کو اس پر رحم آجائے، اور خود فرعون پر بھی اگر اثر کسی کے کہنے سننے کا ہوسکتا ہے تو اسی خاتون محترم کا۔ بس یہی سوچ سمجھ مادر مہربان نے صورت حال کا صحیح اندازہ کرکے موسیٰؑ کو بجرے پر بٹھا، بہاؤ کے رخ چھوڑ دیا۔ اور نتیجہ بالآخر بالکل حسب مراد نکلا۔ یہ بیانات تاریخ پر نہیں بلکہ تمامتر ظن و تخمین پر مبنی ہیں۔ لیکن بالفرض صحیح ہوں جب بھی نفس واقعہ کے اعجازی پہلو پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ الہام الٰہی بہرحال الہام الٰہی ہی ہے خواہ بالکل مجمل اور براہ راست ہوا ہو یا تفصیلاً یہ درمیانی زینے سب عقل کو سمجھا دیئے گئے ہوں۔ ۳۳ (اے موسیٰ! اور تمہیں محبوب بنا دیا) حضرت موسیٰؑ قدیم تذکرہ نویسوں کا بیان ہے کہ بڑے حسین و جمیل تھے۔ ملاحظہ ہو حاشیہ تفسیر انگریزی۔ توریت و انجیل دونوں میں یہی مذکور ہے:۔ "اس نے اسے خوبصورت دیکھ کے تین مہینے تک چھپا رکھا" (خروج۔۲:۲) "انہوں نے دیکھا کہ بچہ خوبصورت ہے" (عبرانیون۔۱۱:۲۳) "موسیٰؑ پیدا ہوا جو نہایت خوبصورت تھا" (اعمال۔۷:۲۰) عَدُوٌّ لِّيْ وَعَدُوٌّ لَّهٗ ۔ فرعون کا مراد ہونا بالکل ظاہر ہے جو حق تعالیٰ کا بھی دشمن تھا اور موسیٰؑ کا بھی۔ ۳۴ سحر، نجوم، کہانت کے فنون اس زمانہ کے مہذب و متمدن ملکوں میں اسی طرح پھیلے ہوتے تھے، جیسے آج مادی علوم و فنون ہیں۔ اور مصر تو ان قدیم فنون کا ایک مرکز خاص تھا۔ فرعون کو منجموں اور کاہنوں کے ذریعہ سے معلوم ہو گیا تھا کہ عنقریب اسرائیلی قوم میں ایک لڑکا ایسا پیدا ہوگا، جو فرعون اور حکومت فرعون کے زوال اقتدار کا سبب بنے گا۔ فرعون نے اسی وقت سے یہ حکم جاری کر رکھا تھا کہ اسرائیلیوں میں جو بھی لڑکا پیدا ہو اسی وقت ختم کردیا جائے۔ جب ولادت حضرت موسیٰ کی ہوئی تو آپ کی والدہ ماجدہ قدرتاً بہت پریشان ہوئیں۔ اس وقت آپ کو الہاماً یہ تدبیر سمجھائی گئی کہ ایک صندوق لے کر اس میں بچے کو لٹا صندوق دریائے نیل میں بہا دیا جائے۔ نیل شاہی محل کے نیچے سے گزرتا تھا اور دریا کا بہاؤ حضرت موسیٰ کے مکان سے اسی رخ پر تھا۔ جب صندوق بہتا بہتا محل کے نیچے پہنچے گا، روک کر بچہ اس میں سے نکال لیا جائے گا اور بچہ کی صورت اتنی محبوب ہے کہ جو اسرائیل کش اور اپنے قصد و نیت کے لحاظ سے موسیٰ کش ہے، خود اسی سے موسیٰؑ کی پرورش کرائی جائے گی۔ اور اسی کو سبب و ذریعہ موسیٰ کی حیات و بقا کا بنایا جائیگا۔ توریت میں یہ واقعات ہیں، مگر حسب معمول محرف و مسخ شدہ شکل میں:۔ "وہ عورت حاملہ ہوئی اور بیٹا جنی اور اس نے اسے خوبصورت دیکھ کے تین مہینے تک چھپا رکھا۔ اور جب آگے کو چھپا نہ سکی تو اس نے سرکنڈوں کا ایک ٹوکرا بنایا اور اس پر لاسا اور رال لگایا اور لڑکے کو اس میں رکھا اور اس نے اسے دریا کے کنارے پر جھاؤ میں رکھ دیا...... تب فرعون کی بیٹی غسل کرنے کو دریا پر اتری اور اس کی سہیلیاں دریا کے کنارے پھرنے لگیں اس نے جھاؤ میں ٹوکرا دیکھ کر سہیلی کو بھیجا کہ اسے اٹھا لائے جب اس نے اسے کھولا تو لڑکے کو دیکھا اور دیکھا وہ روتا ہے۔ اسے اس پر رحم آیا۔

وَنَذْكُرَكَ كَثِيْرًا ۳۴ اِنَّكَ كُنْتَ بِنَا بَصِيْرًا ۳۵ قَالَ قَدْ

اور تیرا ذکر خوب کثرت سے کریں ۲۹ بیشک آپ ہم کو خوب دیکھ رہے ہیں ۳۰ (اللہ نے) فرمایا تمہاری

اُوْتِيْتَ سُؤْلَكَ يٰمُوْسٰى ۳۶ وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلَيْكَ مَرَّةً

درخواست منظور کی گئی اے موسیٰ اور ہم تو ایک دفعہ اور بھی تمہارے اوپر احسان کرچکے

اُخْرٰٓى ۳۷ اِذْ اَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّكَ مَا يُوْحٰٓى ۳۸ اَنِ اقْذِفِيْهِ

ہیں ۳۱ جب کہ ہم نے تمہاری ماں کو وہ بات الہام کی جو الہام ہی کئے جانے کے قابل تھی ۳۲ (یعنی) یہ کہ (موسیٰ)

فِى التَّابُوْتِ فَاقْذِفِيْهِ فِى الْيَمِّ فَلْيُلْقِهِ الْيَمُّ

کو ایک صندوق میں رکھ پھر اسے دریا میں ڈال دو پھر دریا انہیں کنارہ

بِالسَّاحِلِ يَاْخُذْهُ عَدُوٌّ لِّيْ وَعَدُوٌّ لَّهٗ ۭ وَاَلْقَيْتُ

لے آئے گا (تو) انہیں وہ پکڑ لے گا جو میرا بھی دشمن ہے اور ان کا بھی دشمن ہے اور میں نے تمہارے

عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّيْ ڬ وَلِتُصْنَعَ عَلٰى عَيْنِيْ ۳۹ اِذْ

اوپر اپنی طرف سے محبت کا اثر ڈال دیا تھا ۳۳ اور تاکہ تم کو میری خاص نگرانی میں پرورش کیا جائے ۳۴ (یہ

تَمْشِيْٓ اُخْتُكَ فَتَقُوْلُ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى مَنْ يَّكْفُلُهٗ ۭ

اس وقت ہوا) جب کہ تمہاری بہن چلتی ہوئی آئیں پھر بولیں کہ میں تمہیں ایسے کا پتہ دوں جو اسکو (خوب اچھی طرح) پالے؟

فَرَجَعْنٰكَ اِلٰٓى اُمِّكَ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ ڛ وَ

تو ہم نے تم کو تمہاری ماں کے پاس پھر پہنچا دیا کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور وہ غم نہ کریں ۳۵ اور

قَتَلْتَ نَفْسًا فَنَجَّيْنٰكَ مِنَ الْغَمِّ وَفَتَنّٰكَ فُتُوْنًا ڛ

تم نے ایک شخص کو مار ڈالا تھا ۳۶ تو ہم نے تم کو اس غم سے نجات دی ۳۷ اور ہم نے تمہیں خوب خوب آزمائشوں میں ڈالا ۳۸

وقف لازم

اور بولی یہ کسی عبرانی کا لڑکا ہے" (خروج۔۲:۲-۶) عَيْنِيْ میں اضافت تشریف و اختصاص کیلئے ہے ورنہ اپنے عام معنی میں تو دنیا کی ساری ہی موجودات پروردگار عالم کی نگرانی میں رہتی ہے۔ ~~هذا الاختصاص للتشريف كالاختصاص عيسى عليه السلام بكلمة الله تعالىٰ والكعبة ببيت الله~~ (روح) ۳۵ صندوق دریا میں بہا دینے کے بعد حضرت موسیٰ کی بہن بھی اجنبی اور انجان بن کر شاہی محل کی طرف چلیں کہ دیکھیں کیا ہوتا ہے محل میں پہنچیں اور جب دیکھا کہ بچہ مچلا ہوا ہے تو خوش تدبیری کے ساتھ اپنی اور انکی ماں ہی کو رضاعت کیلئے بلوایا۔ توریت میں ہے:۔ "تب اس کی بہن نے فرعون کی بیٹی کو کہا کہ کیئے تو میں جا کے عبرانی عورتوں میں سے ایک دائی تجھ پاس لے آؤں تاکہ وہ تیرے لئے اس لڑکے کو دودھ پلائے فرعون کی بیٹی نے اسے کہا کہ جا وہ چھوکری گئی۔ اور لڑکے کی ماں کو بلایا فرعون کی بیٹی نے اسے کہا کہ اس لڑکے کو لے اور میرے لئے دودھ پلا میں تجھے درماہہ دوں گی۔ اس عورت نے لڑکے کو لیا اور دودھ پلایا" (خروج۔۲:۷-۹) توریت میں ہے کہ ان صاحبزادی کا اسم مبارک مریم تھا۔ بہ قول بعض شارحین توریت کے یہ حضرت موسیٰؑ سے پندرہ سال بڑی تھیں۔ ۳۶ (قبطیوں یا فرعونیوں میں سے اتفاقیہ و بلا قصد) مفصل قصہ سورۂ قصص میں آئے گا۔ مرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ آیت میں دلالت ہے کاملین سے لغزش صادر ہونے پر اور اس پر بھی کہ اسکی ایک نئی شان ہوتی ہے۔ ۳۷ حضرت موسیٰؑ کو اس واقعہ قتل غیر عمد کے بعد فکر و تردد دو طرح کا لاحق ہوا۔ ایک تو خوف عقاب الٰہی سو وہ خوف تو اس طرح دور ہوا کہ استغفار کی توفیق ہوئی اور اسے قبول کیا گیا۔ دوسرے خوف انتقام حکومت تو اس سے نجات یوں حاصل ہوئی کہ مصر سے مدین پہنچا دیا گیا۔ مرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ اکابر کی لغزش اگرچہ موجب عتاب و مواخذہ نہیں ہوتی مگر اسکے باوجود بھی ان پر ندامت غالب ہوتی ہے۔ ۳۸ اس درمیان میں جو کچھ بھی آفتیں مصیبتیں پیش آئی ہوں سب آزمائشوں کے حکم میں داخل ہیں۔ ان تکلیفوں سے نجات دینا تو خیر لطف و عنایت ہے ہی باقی خود آزمائش بھی جو الٹ دیا دعا ہی کا سبب بن جائے بجائے خود ایک رحمت و نوازش ہے۔

غَنَمِیْ وَلِیَ فِیْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰی ﴿١٨﴾ قَالَ اَلْقِهَا یٰمُوْسٰی ﴿١٩﴾

پتہ جھاڑتا ہوں اور اس سے میرے اور بھی کام (نکلتے) ہیں ١٩ (اللہ نے) فرمایا اسے ڈال دو اے موسیٰ

فَاَلْقٰهَا فَاِذَا هِیَ حَیَّةٌ تَسْعٰی ﴿٢٠﴾ قَالَ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ

پس انہوں نے اسے ڈال دیا سو وہ ایک دوڑتا ہوا سانپ بن گیا ٢٠ (اللہ نے) فرمایا اسے پکڑ لو اور ڈرو نہیں

سَنُعِیْدُهَا سِیْرَتَهَا الْاُوْلٰی ﴿٢١﴾ وَاضْمُمْ یَدَكَ اِلٰی

ہم اسے ابھی اس کی پہلی حالت پر کئے دیتے ہیں ٢١ اور تم اپنا ہاتھ اپنی بغل میں

جَنَاحِكَ تَخْرُجْ بَیْضَآءَ مِنْ غَیْرِ سُوْٓءٍ اٰیَةً اُخْرٰی ﴿٢٢﴾

دے لو وہ بلا کسی عیب کے روشن ہو کر نکلے گا (یہ) دوسری نشانی ہوئی ٢٢

لِنُرِیَكَ مِنْ اٰیٰتِنَا الْكُبْرٰی ﴿٢٣﴾ اِذْهَبْ اِلٰی فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ

تاکہ ہم تمہیں اپنی بڑی نشانیوں میں سے کچھ دکھائیں ٢٣ (اب) تم فرعون کے پاس جاؤ کہ وہ بڑا سرکش

طَغٰی ﴿٢٤﴾ قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ ﴿٢٥﴾ وَیَسِّرْ لِیْۤ اَمْرِیْ ﴿٢٦﴾

ہو گیا ہے ٢٤ (موسیٰ نے) کہا اے میرے پروردگار میرا حوصلہ اور فراخ کر دے ٢٥ اور میرا کام مجھ پر آسان کر دے ٢٦

وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِیْ ﴿٢٧﴾ یَفْقَهُوْا قَوْلِیْ ﴿٢٨﴾ وَاجْعَلْ

اور میری زبان سے بستگی دور کر دے ٢٧ تاکہ (لوگ) میری بات (خوب) سمجھ سکیں اور میرے والوں

لِّیْ وَزِیْرًا مِّنْ اَهْلِیْ ﴿٢٩﴾ هٰرُوْنَ اَخِی ﴿٣٠﴾ اشْدُدْ بِهٖۤ

میں سے میرا ایک معاون مقرر کر دیجئے (یعنی) ہارون کو کہ میرے بھائی ہیں میری قوت کو ان کے ذریعہ سے

اَزْرِیْ ﴿٣١﴾ وَاَشْرِكْهُ فِیْۤ اَمْرِیْ ﴿٣٢﴾ كَیْ نُسَبِّحَكَ كَثِیْرًا ﴿٣٣﴾

مضبوط کر دیجئے اور ان کو میرے (اس) کام میں شریک کر دیجئے ٣٢ تاکہ ہم لوگ خوب کثرت سے تیری پاکی بیان کریں

ع ١٠ ٢٤ ١

منزل ٤

١٩ سوال سے عجب نہیں جو یہ مقصد ہو کہ عصا کا عصا ہونا، اور اس کے مخصوص فوائد وخصائص حضرت موسیٰ کے ذہن میں از سر نو تازہ ہو جائیں تاکہ پھر اس میں جو انقلاب امر الٰہی سے دیکھیں اس کا خارق ہونا اور زیادہ نمایاں ہو جائے فن تعلیم کے ماہر جو استاد ہوتے ہیں وہ بھی طلبہ سے اکثر سوال اسی غرض سے کرتے ہیں۔ اہل اشارات نے اس سے یہ نکتہ پیدا کیا ہے کہ کاملین بھی اسباب کے ساتھ تمسک کرتے رہتے ہیں۔ **٢٠** عصائے موسوی کا معجزہ توریت میں بھی درج ہے:۔ ”تب خدا نے موسیٰ کو کہا کہ یہ تیرے ہاتھ میں کیا ہے؟ وہ بولا عصا۔ پھر اس نے کہا اسے زمین پر پھینک دے، اس نے زمین پر پھینک دیا اور وہ سانپ بن گیا“ (خروج ٤: ٢-٤) یہ واضح رہے کہ مصر میں جہاں موسیٰ کو تبلیغ کرنا تھی، سانپ کی حیثیت ایک دیوتا کی تھی، اور اس کی پوجا ہوا کرتی تھی۔ ملاحظہ ہو حاشیہ تفسیر انگریزی۔ **٢١** یعنی یہ پھر سے عصا بنا جاتا ہے۔ اور تمہیں کوئی گزند نہ پہنچے گا۔ س۔ ”ابھی“ یعنی تمہارے اسے پکڑتے ہی ——— ایسے خوارق عادات انبیاء کی تاریخ میں کچھ نئے یا انوکھے نہیں۔ معجزہ میں پیغمبر کے کسی ذاتی کمال یا کوشش کو دخل نہیں ہوتا، بلکہ وہ تمامتر ایک فعل خداوندی ہی ہوتا ہے۔ براہ راست اور بلا توسط اسباب عادیہ۔ اس حقیقت کی خاص نظیر یہ عصا والا واقعہ بھی ہے۔ معجزہ حضرت موسیٰ کا، اور آپ خود ہی اس سے ڈرے بھی! ”موسیٰ علیہ السلام کا ڈر جانا بعض نے کہا ہے کہ طبعی ہے جو کسی طرح جلالت شان کے منافی نہیں۔ اور بعض نے کہا ہے کہ جو حادثہ مخلوق کی جانب سے ہو اس میں تو نہ ڈرنا کمال ہے جیسے ابراہیم علیہ السلام آتش نمرودی سے نہیں ڈرے اور جو امر خالق کی طرف سے ہو اس میں ڈرنا ہی کمال ہے کہ وہ فی الواقع حق تعالیٰ سے ڈرنا ہے۔ جیسے ہوا تیز ہونے کے وقت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گھبرا جانا حدیثوں میں آیا ہے۔ سو چونکہ اس تبدل میں مخلوق کا واسطہ نہ تھا اس سے ڈر گئے کہ یہ کوئی قہر الٰہی نہ ہو اور دوسری آیت میں انک من الاٰمنین سے تسلی دینا اسی طرف مشیر ہے۔“ (تھانویؒ) اور یہ تو قول بہرحال ثابت وروشن ہے کہ امور طبعی کاملین میں بھی باقی رہتے ہیں۔ توریت میں یہ صورت واقعہ یوں درج ہے:۔ ”اور موسیٰ اس کے آگے سے بھاگا۔ تب خداوند نے موسیٰ سے کہا کہ اپنا ہاتھ بڑھا اور دُم پکڑ لے۔ اس نے ہاتھ بڑھایا اور اسے پکڑ لیا۔ وہ اس کے ہاتھ میں عصا ہو گیا“ (خروج ٤: ٤)
٢٢ (ہماری قدرت اور تمہاری نبوت کی) حضرت موسیٰ کو جو متعدد معجزات عطا ہوئے تھے، ان میں سے یہ دو معجزے شروع ہی سے عنایت ہو گئے تھے اور ان کا ذکر بھی خاص اہتمام سے کیا گیا ”ید بیضا“ جو ہمارے ہاں زبان زد ہے یہی مشہور معجزہ ہے۔ مِنْ غَیْرِ سُوْٓءٍ۔ مراد یہ ہے کہ یہ ہاتھ کی سفیدی کوئی مرض وغیرہ کی صورت نہیں۔ قرآن کو تصریح کے ساتھ یہ ٹکڑا اس لئے کہنا پڑا کہ توریت والوں نے صورت واقعہ کو مسخ کر کے حضرت موسیٰ کو برص کا مریض ہی بنا دیا! خود توریت کے الفاظ ہیں:۔ ”پھر خداوند نے اسے کہا کہ تو اپنا ہاتھ اپنی چھاتی پر چھپا کے رکھ۔ چنانچہ اس نے اپنا ہاتھ اپنی چھاتی پر چھپا کے رکھا۔ اور جب اس نے اسے نکالا تو دیکھا کہ اس کا ہاتھ برف کے مانند سفید مبروص تھا“ (خروج ٤: ٦) اور بعد کے لوگوں نے اس پر اور روایات بھی اضافہ کر دیں۔ اٰیَةً اُخْرٰی۔ پہلا نشان وہ عصا کے سانپ بن جانے کا تھا۔ دوسرا نشان یہ ہوا۔ **٢٣** وہ ”بڑی نشانیاں“ کیا تھیں؟ عام طور سے مراد دوسرے اور عظیم تر معجزات سے لی گئی ہے، جو آپ کو بعد میں عطا ہوئے۔ **٢٤** فرعون یعنی بادشاہ مصر اس پر توریت اور ساری تاریخوں کا اتفاق ہے کہ جو فرعون حضرت موسیٰؑ کا معاصر تھا، وہ متکبر، جابر وفاسق تھا۔ اور خدا کا اوتار تو بہرحال ہر فرعون مصر سمجھا ہی جاتا تھا۔ ملاحظہ ہو حاشیہ تفسیر انگریزی۔ **٢٥** (کہ تبلیغ میں انقباض اور مخالفت وتکذیب سے دل تنگی نہ ہو اور میں سفارت خداوندی اور رسالت کے بار عظیم کا تحمل پوری طرح کر سکوں) صَدْرِیْ۔ صدر کے لغظی معنی سینہ کے ہیں لیکن راغب نے ایک قول یہ نقل کیا ہے کہ قرآن مجید میں جہاں لفظ قلب یا صدر آیا ہے، وہاں مراد عضو جسمانی نہیں، بلکہ علم وعقل اور انسان کے سارے قوائے باطنی ہیں۔ اور اس آیت کی شرح میں لکھا ہے کہ مراد اس سے اپنے قوائے باطن کی اصلاح کی دعا کرنا ہے۔ ابن زید تابعی سے معنی جرأت وہمت کے منقول ہیں (ابن جریر) اور اور بھی سب نے یہاں صدر کے معنی مجازی ہی لئے ہیں۔ یعنی تحمل شدائد کا حوصلہ۔ اغہ العصد بسطہ من رانی دمعکۃ من جعلۃ اللہ تعالیٰ منۃ (روح) اس دعا سے ظاہر ہے کہ دعا اور توکل کامل میں کوئی منافات نہیں۔ بلکہ کاملین تو اور زیادہ دعا کی طرف رجوع کرتے رہتے ہیں۔ **٢٦** (کہ اسباب کامیابی جمع اور اسباب ناکامی رفع ہوتے جائیں) **٢٧** اس لکنت زبان کے اسباب مختلف روایت ہوئے ہیں۔ بہرحال سبب طبعی کچھ بھی رہا ہو، لکنت زبان میں موجود تھی۔ توریت میں ہے:۔ ”تب موسیٰ نے خداوند سے کہا کہ اے میرے خداوند میں فصاحت نہیں رکھتا نہ تو آگے سے اور نہ جب سے کہ تو نے اپنے بندے سے کلام کیا اور میری زبان اور باتوں میں لکنت ہے“ (خروج ٤: ١٠) **٢٨** توریت میں بھی یہ واقعات درج ہیں مگر محرف ومسخ شدہ شکل میں۔ حضرت موسیٰؑ کی زبان سے حضرت ہارونؑ کو شریک کار کرنے کی درخواست کا کوئی ذکر توریت میں نہیں۔ حضرت ہارون کا ذکر جہاں ہے بھی، بطور شریک نبوت نہیں بلکہ بحیثیت ترجمان اور نائب کے۔ ”تب خداوند کا غصہ موسیٰؑ پر بھڑکا اور اس نے کہا کیا نہیں ہے ہارون تیرا بھائی؟ میں جانتا ہوں کہ وہ فصیح ہے۔ اور دیکھ کہ وہ بھی تیری ملاقات کو آتا ہے اور تجھے دیکھ کے دل میں خوش ہوگا۔ اور تو اسے کہے گا اور اسے باتیں بتائے گا ..... اور وہ تیرے عوض لوگوں سے باتیں کریگا۔ اور وہ ہاں وہی تیری زبان کی جگہ ہوگا اور تو اس کے لئے خدا کی جگہ ہوگا“ (خروج ٤: ١٤-١٦) حضرت ہارونؑ کی فصاحت اور طلاقت لسانی مشہور ومسلم ہے۔ توریت کے اقتباس میں تو ابھی گذر ہی چکا کہ ”وہ فصیح ہے“۔ جیوش انسائیکلوپیڈیا میں بھی ذکر ان کے فصیح البیان ہونے کا ہے۔ ملاحظہ ہو حاشیہ تفسیر انگریزی۔ مرشد تھانویؒ نے فرمایا ہے کہ ”واجعل لی وزیرا“ سے بھی کاملین کا تمسک اسباب کے ساتھ کرنا ثابت ہوتا ہے۔ ”معاون مانگنے میں اہل کی تخصیص شاید اس لئے ہو کہ ان کو طبعی الفت بھی زائد ہوگی۔ ان سے زیادہ معاونت ہو سکتی ہے“ (تھانویؒ)

إِنِّيٓ ءَانَسۡتُ نَارٗا لَّعَلِّيٓ ءَاتِيكُم مِّنۡهَا بِقَبَسٍ أَوۡ أَجِدُ

تم یہیں ٹھہرو! میں نے آگ دیکھی ہے کیا عجب میں اس میں سے کوئی شعلہ لے آؤں یا آگ کے پاس

عَلَى ٱلنَّارِ هُدٗى ﴿١٠﴾ فَلَمَّآ أَتَىٰهَا نُودِيَ يَٰمُوسَىٰٓ ﴿١١﴾ إِنِّيٓ

راستہ (کا پتہ) پا جاؤں ؎١١ پھر جب وہ اسکے پاس پہنچے انہیں آواز آئی کہ اے موسیٰ۔ میں

أَنَا۠ رَبُّكَ فَٱخۡلَعۡ نَعۡلَيۡكَ إِنَّكَ بِٱلۡوَادِ ٱلۡمُقَدَّسِ طُوٗى ﴿١٢﴾

تمہارا پروردگار ہوں سو تم اپنی جوتیاں اتار ڈالو ؎١٣ بیشک تم ایک پاک میدان میں یعنی طویٰ میں ہو ؎١٤

وَأَنَا ٱخۡتَرۡتُكَ فَٱسۡتَمِعۡ لِمَا يُوحَىٰٓ ﴿١٣﴾ إِنَّنِيٓ أَنَا ٱللَّهُ لَآ

اور میں نے تمہیں منتخب کرلیا ہے ؎١٥ سو سنو جو کچھ وحی کیا جارہا ہے بیشک میں ہی اللہ ہوں کوئی

إِلَٰهَ إِلَّآ أَنَا۠ فَٱعۡبُدۡنِي وَأَقِمِ ٱلصَّلَوٰةَ لِذِكۡرِيٓ ﴿١٤﴾

معبود نہیں میرے سوا میری ہی عبادت کیا کرو اور میری ہی یاد کی نماز پڑھا کرو ؎١٦

إِنَّ ٱلسَّاعَةَ ءَاتِيَةٌ أَكَادُ أُخۡفِيهَا لِتُجۡزَىٰ كُلُّ نَفۡسِۢ

بلاشبہ قیامت آنے والی ہے میں اسے پوشیدہ رکھنا چاہتا ہوں تاکہ ہر شخص کو اس کی کوشش کا

بِمَا تَسۡعَىٰ ﴿١٥﴾ فَلَا يَصُدَّنَّكَ عَنۡهَا مَن لَّا يُؤۡمِنُ بِهَا

بدلہ مل جائے ؎١٧ سو تمہیں اس کی طرف سے ایسا شخص باز نہ رکھنے پائے جو اس پر ایمان نہیں رکھتا

وَٱتَّبَعَ هَوَىٰهُ فَتَرۡدَىٰ ﴿١٦﴾ وَمَا تِلۡكَ بِيَمِينِكَ يَٰمُوسَىٰ ﴿١٧﴾

اور اپنی خواہش (نفسانی) کی پیروی کرتا ہے ورنہ تم بھی تباہ ہو کر رہ گے ؎١٨ اور یہ تمہارے داہنے ہاتھ میں کیا ہے اے موسیٰ؟

قَالَ هِيَ عَصَايَ أَتَوَكَّؤُاْ عَلَيۡهَا وَأَهُشُّ بِهَا عَلَىٰ

وہ بولے یہ میرا عصا ہے میں اس پر ٹیک لگاتا ہوں اور اس سے اپنی بکریوں کے لئے

منزل ۴

؎١٠ یعنی میرے پیچھے پیچھے نہ آؤ میں اکیلا جاتا ہوں۔ امکثوا۔ صیغۂ جمع ہے یہ بھی ممکن ہے کہ محض تفخیم کے لئے ہو۔ اور مقصود اس سے اظہار عزت وتکریم ہو۔ جیسا کہ بعض کا خیال ہے۔ فقد یخاطب الواحد بلفظ الجماعۃ تفخیما (کبیر) لیکن اغلب یہ ہے کہ علاوہ زوجۂ محترمہ کے کوئی چھوٹا سا قافلہ ساتھ ہو۔ جیسا کہ ابن حیان وغیرہ کی رائے ہے اور صیغۂ جمع کا اطلاق حقیقت ہی پر ہو۔ والخطاب لامرأتہ وولدیہ والخادم او بعد الخطاب المراۃ والولد والخادم (روح) روایت توریت سے بھی اسی آخری خیال کی تائید ہوتی ہے۔ آپ جب چلے ہیں تو آپ کے ساتھ بکریوں کا گلہ بھی تھا۔ اور جب گلہ تھا تو کچھ گلہ بان بھی ضرور ہمراہ ہوں گے۔ "وہ تب اس نے گلے کو بیابان کے ایک طرف ہانک دیا اور خود پہاڑ حرب کے نزدیک آیا۔" (خروج۔ ۳:۱) ؎١١ اندھیرے میں آپ لوگ راستہ بھی بھولے ہوئے تھے۔ خیال ہوا کہ الاؤ پر جانے سے راستہ کا بھی پتہ چل جائے گا۔ اور عجب نہیں کہ آگ بھی ہاتھ آجائے۔ صوفیہ کہتے ہیں کہ ممکن ہے صاحب کشف خود اپنے کشف کی حقیقت سے بے خبر ہو۔ حضرت موسیٰ کو ایک آگ کی سی روشنی مکشوف ہوئی اور وہ اسے متعارف آگ ہی سمجھے۔ ؎١٢ (من جانب اللہ) اس آواز کی کیفیت وصفت سے متعلق بڑی بڑی بحثیں چھڑ گئی ہیں۔ لیکن قول حق مفسر تھانوی مدظلہ کا ہے:۔ "اس ندا کی کیفیت وصفت نہ کہیں منصوص ہے نہ قیاس سے ادراک کی جاسکتی ہے۔ اس لئے تعیین بالتخمین رجم بالغیب ہے۔ البتہ یہ امر یقینی ہے کہ حضرت موسیٰ کو یقین کے ساتھ یہ امر معلوم ہوگیا تھا کہ یہ ندا من جانب اللہ ہے۔ خواہ یہ یقین علم ضروری سے حاصل ہوا ہو یا کسی علم استدلالی سے۔ واللہ اعلم" توریت کی مسخ شدہ روایت یوں ہے:۔ "اس وقت خداوند کا فرشتہ ایک بوٹے میں سے آگ کے شعلہ میں اس پر ظاہر ہوا۔ اس نے نگاہ کی تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک بوٹا آگ میں روشن ہے اور وہ جل نہیں جاتا۔ تب موسیٰ نے کہا میں اب نزدیک جاؤں اور اس بڑے منظر کو دیکھوں کہ یہ بوٹا کیوں نہیں جل جاتا۔ جب خداوند نے دیکھا کہ وہ دیکھنے کو نزدیک آیا تو خدا نے اسے بوٹے کے اندر سے پکارا اور کہا کہ اے موسیٰ اے موسیٰ وہ بولا میں یہاں ہوں۔" (خروج۔ ۳:۲۔۴) ؎١٣ "خلع نعلین یا تو بوجہ ان کے غیر طاہر ہونے کے تھا یا اس لئے کہ مقام کا ادب ہو۔ یا اس لئے کہ مقام متبرک سے قدم بھی مس کرے کہ اس کی برکت زائد پہنچے۔ اور انك بالواد الخ ہر حال میں علت ہو سکتا ہے۔" (تھانویؒ) توریت میں تصریح ہے کہ یہ حکم مقام کے تقدس واحترام کی رعایت سے تھا۔ "تب اس نے کہا یہاں نزدیک مت آ۔ اپنے پاؤں سے جوتا اتار۔ کیونکہ یہ جگہ جہاں تو کھڑا ہے مقدس زمین ہے۔" (خروج۔ ۳:۵) ہمارے ہاں کے بھی اکثر اکابر اسی طرف گئے ہیں۔ امر بذلك لان القوۃ تواضع وادب (بیضاوی) قیل انما امر بخلع نعلیہ تعظیما للبقعۃ (ابن کثیر) قال الاصم لان القوۃ ادخل فی التواضع وحسن الادب (روح) یحمل ذلك علی تعظیم البقعۃ من ان یطأها الا حافیا لیکون معظما لها وخاشعا عند سماع كلام ربه (کبیر) لان القوۃ تواضع للہ (مدارک) اسرائیلی تہذیب میں جوتہ اتار دینا تعظیم وتکریم کا ایک معروف ومتعارف طریقہ تھا۔ ملاحظہ ہو حاشیہ تفسیر انگریزی۔ ؎١٤ (اور تقاضائے ادب یہی ہے کہ برہنہ پا داخل ہو) طُویٰ۔ نام ہے اس میدان کا جو جزیرہ نمائے سینا میں کوہ سینا کے عین دامن میں واقع ہے۔ بیان لسبب وجوب الامر بذلك من شرف البقعۃ وتقدیسها (روح) صوفیہ کہتے ہیں، آیت میں اصل ہے مقامات مقدسہ کے ادب وتعظیم کی۔ ؎١٥ (اپنی نبوت ورسالت کے لئے) اہل لطائف کہتے ہیں کہ تمہیدی مکالمہ کے بعد جب قلب موسوی قابل وتحمل ہوگیا براہ راست تجلیات خداوندی کا، تو اب اس پر رسالت کے بار عظیم کی تفویض ہوئی۔ ؎١٦ اس میں نماز کی غایت بیان کردی کہ اس سے اصل مقصود یاد الٰہی کو دل میں تازہ رکھنا ہے۔ معناہ اقم الصلوۃ لتذکرنی فیها (ابن جریر) لتذکرنی (کشاف) اور یہی معنی مجاہد تابعی سے بھی منقول ہیں۔ (روح) اور واقعہ بھی یہی ہے کہ کسی کے دل پر اگر حاکم اعلیٰ، ہمہ بین وہمہ دان حاکم کی ہمہ وقتی معیت وحاکمیت کا خیال اگر پوری طرح مستولی ہو جائے تو اس سے کوئی قصور سرزد ہی کیوں ہونے پائے۔ آیت کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ میری یاد آنے پر نماز پڑھ لیا کرو ــــــ چنانچہ یہیں سے بعض فقہاء نے قضاء صلوٰۃ فائتہ کا استنباط کیا ہے۔ ؎١٧ توحید ورسالت ان دو عقائد کی تعلیم پچھلی آیت میں آچکی تھی۔ اب عقیدۂ معاد کا ذکر ہو رہا ہے اور یہی تینوں اصلی اور مرکزی عقائد ہیں دین الٰہی و شریعت خداوندی کے۔ آیت میں بیان قیامت کی غایت کا آگیا۔ وہ اسی ناسوتی زندگی کی تکمیل کیلئے ہے۔ نتائج کا ظہور پوری طرح اس محدود ومختصر دنیوی زندگی میں ہو نہیں پاتا۔ ظہور کامل کے لئے ایک یوم موعود کا پیش آنا بالکل مطابق عقل اور عین تقاضائے عدل ہے۔ جو لوگ عقیدۂ حشر کے منکر ہیں۔ حیرت ہوتی ہے کہ ان کے سطحی دماغ اس موجودہ زندگی کی محدودیت پر قانع کیسے ہو جاتے ہیں۔ لتجزیٰ کا تعلق اٰتیۃ سے ہے۔ اکاد اخفیها کا فقرہ درمیان میں بطور جملہ معترضہ کے آگیا ہے۔ ؎١٨ یعنی کہیں تم کسی دشمن دین کی صحبت سے متاثر ہو کر فکر آخرت اور خیال عاقبت سے غافل نہ ہو جانا۔ موسیٰ علیہ السلام مقرب خاص ہیں اور اب پیمبر بھی بن چکے ہیں، یہ ارشاد ان تک سے ہو رہا ہے کہ کہیں تم دشمنان دین کی صحبت کا اثر نہ قبول کر لینا ورنہ خدائی قانون میں سزا تمہارے لئے بھی رکھی ہوئی ہے! ہم دنیاداروں کے لئے تو رونگٹے کھڑے ہو جانے کا مقام ہے۔ محققین نے کہا ہے کہ آیت میں اباحت کا ابطال ہے۔ نیز اس حقیقت کا اثبات کہ تکلیفات شرعیہ ہستی کامل سے بھی ساقط نہیں ہوتیں۔

۱ حروف مقطعات میں سے ہے اصل معنی تو اللہ ہی کو معلوم۔ ملاحظہ ہو سورۂ بقرہ کے شروع کا حاشیہ۔ البتہ حضرت ابن عباسؓ اور متعدد تابعی حضرات سے اسکے معنی یا رجل (اے شخص!) کے مختلف زبانوں کے لحاظ سے مروی ہیں۔ معناہ یا رجل وھو مروی عن ابن عباسؓ والحسن ومجاھد وسعید بن جبیر وقتادۃ وعکرمۃ والکلبی (کبیر) اور حضرت ابن عباسؓ کی روایت میں آتا ہے کہ کافروں نے یہ کہنا شروع بھی کیا تھا کہ یہ شخص مصیبت میں پڑ گیا فلن تو مہ قالوا لقد شقی ھذا الرجل (ابن جریر) اس لئے یہ معنی سیاق پر زیادہ چسپاں ہیں۔ سعید بن جبیر سے یہ قول بھی مروی ہے کہ یہ اسم الطیب الطاہر الھادی کا مخفف ہے (کبیر) اور حضرت ابن عباسؓ سے یہ ہے کہ یہ اسماء الٰہی میں سے ایک اسم ہے (ابن جریر) لیکن امام ابن جریر نے ترجیح یا رجل کے معنی کو دی ہے اس لئے کہ یہی معنی صحابہؓ و تابعین میں معروف تھے۔ ۲ قرآن مجید سے رسول اللہ صلعم کے تعب و مشقت اٹھانے کی خاص صورتیں دو ہیں۔ ایک کہ آپ کافروں کے رد و انکار پر غم و حزن بہت زیادہ کرتے تھے، دوسرے یہ کہ شب میں آپ قرأت قرآن کے وقت قیام بہت زائد طویل فرماتے تھے وقس علی ہذا۔ آیت دونوں صورتوں کی نفی کر رہی ہے۔ اور آپ کو گویا یہ تعلیم ہو رہی ہے کہ آپ کا کام تو صرف تذکیر و تبلیغ ہے جسے ماننا ہوگا مانے گا، نہ ماننا ہوگا نہ مانے گا۔ آپ اتنے فکرمند نہ رہئے علیٰ ہذا رات کی نماز میں بھی اس درجہ مشقت نہ اٹھایئے جس قدر بآسانی تحمل ہو سکے بس اسی قدر پڑھیے۔ اہل اشارات کہتے ہیں کہ اگر تفسیر اول قبول کی جائے تو آیت اصل ٹھہرتی ہے اہل دل پر نزول سکینت کی۔ اور تفسیر ثانی مراد لی جائے تو اصل ٹھہرتی ہے مجاہدہ میں تعدیل کی۔ بعض نے کہا ہے کہ مقصود خطاب امت سے کرنا ہے اور شقی خائب کے مرادف ہے۔ اس صورت میں مراد یہ ہوگی کہ اے مومنو۔ قرآن کے نزول کی یہ غرض و غایت نہیں کہ تم حالت محرومی و مغلوبی میں رہو۔ ۳ قرآن کی غرض و غایت تو بھلائی اور خیر خواہی، اصلاح اور سدھار ہے، لیکن اس سے مستفید صرف وہی لوگ ہو سکتے ہیں جن کے قلب میں خوف خدا موجود ہے۔ ۴ الرحمٰن میں یہ اشارہ آگیا کہ وہ وہ خدا ہے جس کی رحمت و رحمانیت کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ اسْتَوٰی۔ استواء کے معنی استیلاء کے ہیں اور خود استیلاء سے مراد اقتدار و اختیار ہے اور جو شبہات عام طور پر آیت پر وارد ہوتے ہیں، اس مفہوم کے لینے سے سب کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ افاد تفسیر الاستواء بالاقتدار ازالت ھذہ المطاعن کلھا (کبیر) عرش اور استویٰ دونوں پر حاشیے سورۂ اعراف پارہ ۸ میں گزر چکے۔

خَلَقَ ...... الْعُلٰی۔ زمین و آسمان نہ کوئی خود آفریدہ مخلوق ہیں اور نہ خالق بلکہ تمامتر اللہ ہی کے محتاج اپنے وجود دنیا میں ہیں۔ سمٰوٰت میں خود ہی بلندی کا مفہوم شامل ہے۔ صفت عُلا لاکر اور اسکی تاکید اور ذہن کی اس طرف تنبیہ مقصود ہے۔ ۵ یعنی ساری کائنات میں مکانی حیثیت سے جہاں کہیں بھی کوئی شے ہے سب اسکی مملوک ہے۔ تَحْتَ الثَّرٰی۔ ثریٰ تو وہ گیلی مٹی ہے جو خود ہی سطح زمین کے نیچے ہے۔ الثری فی اللغۃ التراب الندی (کبیر) تحت الثریٰ اس سے بھی نیچی ہوئی۔ مقصود اللہ کی قدرت اور وسعت سلطنت کو بیان کرنا ہے۔ مشرک جاہلی قوموں نے (اور انہیں میں بعض قدیم مہذب و متمدن قومیں بھی شامل ہیں) زمین کے نیچے کے الگ دیوی دیوتا مانے ہیں۔ ہمہ دان و ہمہ بین خالق کا کلام اس شرک کی بھی تردید کو پیش نظر رکھے ہوئے ہے۔ ۶ وہ ہمہ بین و ہمہ دان تو مخفی اور مخفی در مخفی چیزوں کا بھی علم رکھتا ہے۔ سو پکار کر کہی ہوئی چیزوں کا علم اسے کیسے نہ ہوگا۔ گویا مفصل کلام یوں ہوگا۔ وان تجھر بالقول فاعلم ان اللہ تعالیٰ یعلمہ فانہ یعلم السر واخفی فکیف لا یعلمہ (روح) السِّرَّ وَاَخْفٰی۔ سِرّ تو وہ ہے جسے انسان اپنے دل میں چھپائے رکھے اور اخفیٰ وہ ہے جس کا علم خود اس کو بھی نہ ہو۔ السر ما اسررت فی نفسک واخفی من ذٰلک ما لم تحدث بہ نفسک (ابن جریر عن سعید بن جبیر) السر ما حدث بہ العبد غیرہ فی خفی واخفی منہ ما اضمرہ فی نفسہ مما لم یحدث بہ غیرہ (ابن جریر عن ابن عباسؓ) اوپر بیان اسکی قدرت کا تھا۔ اب بیان علم کا ہو رہا ہے کہ وہ بھی اسی طرح کامل و ہمہ گیر ہے۔ ۷ (اعلیٰ سے اعلیٰ صفات و کمالات پر دلالت کرنے والے) بعض محققین کے نزدیک خود لفظ اسماء مرادف ہے صفات کے۔ جاء الاسم بمعنی الصفۃ (روح) خود قرآن مجید ہی میں ایک دوسری جگہ اسم صفت کے معنی میں آیا ہے۔ وجعلوا للہ شرکاء قل سموھم (رعد۔ ۳۳) ملاحظہ ہو سورۂ بقرہ پ ۱ میں وعلّم آدم الاسماء کلھا پر حاشیہ۔ مطلب یہ ہوا کہ وہ اپنی ذات سے بالکل منفرد ہے گو اس کے اسماء صفاتی بکثرت ہوں۔ ای ھو واحد بذاتہ وان افترقت عبارات صفاتہ (مدارک) ۸ یعنی قصۂ موسیٰ بھی سننے کے قابل ہے جو حکم و معارف اور علوم توحید و نبوت سے پُر ہے۔ ۹ (اس وقت جب وہ مدین سے اپنی زوجۂ محترمہ کو رخصت کرا کے مصر لا رہے تھے، موسم سردی کا تھا، اور رات اندھیری تھی) نَارًا۔ مشرقی ممالک میں رات کو سفر کرنے کا یہی دستور عام ہے۔ اور یہ دستور بھی عام ہے کہ سردی میں رات کو باہر آگ کے بڑے بڑے الاؤ جلا کر بیٹھتے ہیں۔ اندھیرے میں ان کی روشنی بڑی دور سے نظر آتی ہے۔ رَاٰ نَارًا۔ جو روشنی آپ نے دیکھی وہ آپ کو آگ ہی کی معلوم ہوئی۔ یہ ضرور نہیں کہ فی الواقع وہ آگ ہی رہی ہو۔ اہل لطائف کہتے ہیں کہ اس آیت میں اصل ہے صوفیہ کے مسئلۂ تمثیل کی۔ موسیٰ کے سامنے نور قدیم، نار حادث کی شکل میں متمثل ہوا۔

سُوْرَةُ طٰهٰ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ مِائَةٌ وَّخَمْسٌ وَّثَلٰثُوْنَ اٰيَةً وَّثَمَانُ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ طٰہٰ مکی ہے اس میں ۱۳۵ آیتیں اور ۸ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ نہایت رحم کرنے والے بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

طٰهٰ ۝١ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى ۝٢ اِلَّا تَذْكِرَةً

طٰہٰ ۱ ہم نے آپ پر قرآن اس لئے نہیں اتارا کہ آپ تکلیف اٹھائیں ۲ بلکہ یہ تو نصیحت ہے

لِّمَنْ يَّخْشٰى ۝٣ تَنْزِيْلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ

اسکے لئے جو ڈرتا ہو ۳ نازل اس کی طرف سے ہوا ہے جس نے پیدا کیا زمین اور بلند آسمانوں

الْعُلٰى ۝٤ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ۝٥ لَهٗ مَا فِى

کو وہ خدائے رحمٰن عرش (حکومت) پر قائم ہے ۴ اسی کی ملک ہے جو کچھ

السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ

بھی آسمانوں اور زمین میں اور ان دونوں کے درمیان ہے اور جو کچھ زمین کے

الثَّرٰى ۝٦ وَاِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰى ۝٧

بھی نیچے ہے ۵ اور اگر تو پکار کر بات کہے تو وہ تو چپکے سے کہی ہوئی بات اور اس سے زیادہ چھپی ہوئی کو جانتا ہے ۶

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ۝٨ وَهَلْ اَتٰىكَ

(وہ) اللہ ہے کہ اسکے سوا کوئی معبود نہیں اچھے اچھے نام اسی کے ہیں ۷ اور آپ کو موسیٰ کی

وقف لازم

حَدِيْثُ مُوْسٰى ۝٩ اِذْ رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا

بھی خبر پہنچی ہے؟ ۸ (وہ وقت قابل ذکر ہے) جب انہوں نے آگ دیکھی ۹ سو انہوں نے اپنے گھر والوں سے کہا

۱۲۴ مطلب یہ ہے کہ یہ ایسی نہایت درجہ بیہودہ قول کا جو انہوں نے مسیح کے بارہ میں اختیار کرلیا ہے اثر خارجی یہ لوں بھی ہو کر رہے۔ یہاں یہ حقیقت خوب ذہن نشین کرلینی چاہیے کہ ابنیت الٰہی اور چیز ہے اور ولدیت الٰہی اور۔ ہیں دونوں ہی عقیدے سرتاسر باطل و نامعقول۔ لیکن یہ دوسرا عقیدہ اپنی بیہودگی میں پہلے سے بھی کہیں بڑھ کر ہے۔ پہلے کو تو پھر بھی مجازی معنی میں لیا جاسکتا اور تاویل کی جاسکتی ہے کہ ابنیت سے مراد محض محبوبیت اور تعلق تخصیصی ہے۔ لیکن یہ دوسرا عقیدہ تو کھلا ہوا گستاخانہ ہے اور خدا کی خدائی ہی کو باطل کردینے والا۔ دعوا کا مرادف یہاں نسبوا بھی رکھا گیا ہے۔ اور جعلوا بھی اور سموا بھی۔ (بحر) اور ماحصل سب کا ایک ہی ہے۔

۱۲۵ خدا کو خدا مان کر یوں بھی تو کسی صورت میں اس کا صاحب اولاد ہونا تسلیم نہیں کیا جاسکتا، پھر جب اسکی صفت رحمانیت کو اسکی تمام صفات پر غالب و مقدم تسلیم کرلیا جائے (جیسا کہ مسیحیت میں ہے) جب تو اور بھی اس عقیدہ کی مہملیت اور مضحکہ خیزی کہیں زیادہ نظر آنے لگتی ہے کہ اسی رحمت مطلق کو معاصیٔ خلائق کے کفارہ کے لئے اپنے بیٹے کی ضرورت پڑے! ۱۲۶ اللہ اور اس کی ساری مخلوق کے درمیان صحیح علاقہ صرف ایک ہی ممکن ہے اور وہ رشتہ عبد و معبود کا ہے۔ مقبول سے مقبول، مقرب سے مقرب بندہ کے لئے بھی بلند ترین مقام عبدیت ہی کا ہے۔ ولدیت الٰہی وغیرہ کا تخیل ہی سرے سے مہمل اور گستاخانہ ہے۔ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کے عموم میں انبیاء ملائکہ وغیرہ سب ہی آگئے۔ ۱۲۷ احاطہ میں لے رکھا ہے اپنی قدرت سے، اور خوب شمار کر رکھا ہے اپنے علم سے، خوب شمار کر رکھنے میں مخلوقات کی ذات و صفات، عمل و کردار، سب کی جانچ، سب کی گنتی آگئی۔ ۱۲۸ (خدا ہی کا محتاج اور محکوم مال و اولاد، اعزہ و احباب، افسری و سرداری، جاہ و منصب کے تمام عوارض خارجی سے معرّٰی ہوکر) ۱۲۹ (خلائق کے قلوب میں بلا اسباب ظاہری کے) مشاہدہ ہے کہ بے غرض متدین، مخلص، خادم خلق و عبادت گذار سے لوگوں کو محبت پیدا ہو جاتی ہے متقیوں کے علاوہ دوسروں کو جہاں کہیں محبوبیت حاصل ہوتی ہے، وہاں کوئی نہ کوئی قریبی سبب ظاہری موجود ہوتا ہے۔ مثلاً عزیزداری، ذاتی دوستی، ہم وطنی، ہمسائگی وغیرہا۔

وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا (90) اَنْ دَعَوْا

اور زمین پھٹ جائے اور پہاڑ کانپ کر گر پڑیں اس بات سے کہ یہ لوگ

لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا (91) وَمَا يَنْۢبَغِيْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ يَّتَّخِذَ

خدائے رحمٰن کی طرف بیٹے کی نسبت کرتے ہیں ۱۲۴ اور خدائے رحمٰن کے لائق یہ (کسی طرح) نہیں کہ وہ بیٹا اختیار

وَلَدًا (92) اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّآ اٰتِي

کرے ۱۲۵ جتنے جو کوئی بھی آسمانوں اور زمین میں ہیں سب خدائے رحمٰن کے روبرو عبد کی

الرَّحْمٰنِ عَبْدًا (93) لَقَدْ اَحْصٰىهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا (94) وَ

حیثیت سے حاضر ہوتے ہیں ۱۲۶ اس نے ان کو احاطہ میں لے رکھا ہے اور انہیں خوب شمار کر رکھا ہے ۱۲۷ اور

كُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا (95) اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ

قیامت کے دن ان میں سے ہر ایک اسکے پاس تنہا تنہا حاضر ہوگا ۱۲۸ بیشک جو لوگ ایمان لاتے اور

عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا (96) فَاِنَّمَا

انہوں نے نیک کام بھی کئے خدائے رحمٰن ان کے لئے محبت پیدا کردے گا ۱۲۹ سو ہم نے

يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِيْنَ وَتُنْذِرَ بِهٖ

اس (قرآن) کو آپ کی زبان میں اس لئے آسان کردیا کہ آپ اسکے ذریعہ سے پرہیزگاروں کو خوشخبری سنائیں اور

قَوْمًا لُّدًّا (97) وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ ۭ هَلْ

اسکے ذریعہ سے آپ جھگڑالو لوگوں کو ڈرائیں ۱۳۰ اور ہم نے اسکے قبل کتنے ہی گروہوں کو ہلاک کردیا ۱۳۱ سو آپ

تُحِسُّ مِنْهُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا (98)

ان میں سے کسی کو بھی دیکھتے ہیں؟ یا ان کی آہستہ آواز بھی سنتے ہیں؟ ۱۳۲

ع ۶ / ۱۶ — النصف

يحبهم و يحببهم الى المؤمنين (ابن عباس) سيحدث لهم في القلوب مودة (کشاف) "یہ تغیر حدیث میں آئی ہے اور اس کا نعمت ہونا بلکہ اعظم نعمت ہونا ظاہر ہے۔ کیونکہ مغز نعمت کا راحت اور امن ہے۔ اور ظاہر ہے کہ محبوبیت اسکے اعظم اسباب سے ہے۔ اور اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس سے کسی کو بغض نہ ہوگا۔ بلکہ مقصود قرآن و حدیث کا یہ ہے کہ عام خلائق جن کا نہ کوئی نفع اس مومن سے وابستہ ہے نہ کوئی ضرر، وہ اس سے محبت کرتے ہیں چنانچہ مشاہدہ ہے۔ اور اہلِ انتفاع کا محبت کرنا جیسا کہ نفع رساں کفار سے بھی لوگوں کو محبت ہوتی ہے یا اہلِ تضرر کا بغض کرنا جیسا کہ ظالموں کو مسلمانوں سے ہوتا ہے قابلِ اعتبار نہیں، کیونکہ درحقیقت وہ محبت اور بغض اپنے نفع اور ضرر سے ہے۔ اگر دونوں سے قطع نظر کی جائے اس وقت مومن کی صفات میں یہ اثر ہے کہ اس سے عام قلوب کا استجلاب ہوتا ہے۔" (تھانویؒ) ایک معنی یہ بھی منقول ہیں کہ وُدًّا بہ معنی محبوب ہے، یعنی اللہ ایسے لوگوں کے لئے وہ چیز مہیا کردیتا ہے جسے وہ محبوب رکھتے ہیں۔ اي يهب لهم ما يحبون (کبیر عن ابی مسلم) ایک معنی یہ بھی کئے گئے ہیں کہ خدائے رحمٰن ان کے دلوں میں اپنی محبت یعنی طاعت میں لذت و حلاوت ڈال دیتا ہے۔ اي سيجعل لهم لذة و حلاوة في الطاعة (روح) مرشد تھانویؒ نے ارشاد فرمایا کہ قلوب خلائق سے مراد وہ قلوب ہیں جن میں حق تعالیٰ کی محبت موجود ہو۔ ورنہ جو دل محبت الٰہی سے خالی ہوتے ہیں، ان میں تو مومنین و صالحین کے خلاف بغض ہی بھرا ہوتا ہے۔ ۱۳۰ آیت سے یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ قرآن کی آسانی صاحب قرآن پر اسی غرض سے ہے کہ وہ انکی فہم عالی میں مع اپنے جلی و خفی پہلوؤں کے پوری طرح آجائے۔ تاکہ وہ اسکے مطالب کو سمجھ کر ان سے بشارت اور انذار دونوں کا کام لیں۔ اور اسی سے فقہاء نے یہ نکالا ہے کہ جس پر قرآن آسان ہو جائے یعنی علماء و ماہرین فن۔ ان پر واجب ہے کہ قرآن کی تعلیم و تذکیر کرتے رہیں۔ الْمُتَّقِيْنَ۔ مراد مومنین ہیں کہ شرک و کفر سے متقی تو ہر مومن ہوتا ہی ہے۔ المتقين المؤمنين (مدارک) قَوْمًا لُّدًّا۔ بڑی جھگڑالو قوم سے مراد کون سی قوم ہے؟ ظاہر ہے کہ کل وہ منکر اسلام قومیں جو رسول اللہ صلعم کی مخاطب اول تھیں لیکن جس تفصیل اور شدت کے ساتھ اس سورت میں عقیدۂ ولدیت الٰہی کا رد کیا گیا ہے اس سے اشارہ یہ نکلتا ہے کہ خصوصیت کے ساتھ مراد مسیحی اقوام ہیں اور تاریخ سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس ساڑھے تیرہ سو برس کے عرصہ میں مسلمانوں کو مقابلہ بھی سب سے زیادہ مسیحیوں ہی کا کرنا پڑا ہے۔ سورت میں خود لفظ رحمٰن کا بار بار آنا اور مادہ رحمت کا تو اس سے بھی زیادہ کثرت کے ساتھ آنا، اس امر پر گواہ ہے کہ سورت کا مقصود سب سے زیادہ خدائے تعالیٰ کی صفت رحم پر زور دینا اور اسکی رحمت کو مطلق اور بلا بدل و معاوضہ صورت میں پیش کرنا ہے۔ مسیحیوں کو سب سے بڑا دھوکا اللہ کی صفت رحمت ہی سے لگا ہے۔ اور اسی ایک صفت کے نہ سمجھنے سے وہ مسیح پرستی کے شرک میں جا پڑے ہیں۔ مسیحیت کا سارا فلسفہ دو لفظوں میں یہ ہے کہ بندوں کی گنہگاری دیکھ کر خدا ان سے روٹھ گیا اور اس کی صفت عدل کا تقاضا یہ ہوا کہ سب کو جہنم میں جھونک دینا چاہئے۔ لیکن اس کا رحم و کرم اس پر آمادہ نہیں ہوتا تھا۔ اس کی تدبیر اس نے یہ کی کہ وہ خود ایک انسان کے قالب میں ظاہر ہوکر دنیا میں آئے یا اپنے ایک اقنوم کو اپنا بیٹا بنا کر بھیجے اور ساری مخلوق کے گناہوں کا بوجھ اپنے اوپر لے کر سب کی طرف سے کفارہ کو تیار ہو جائے، یعنی خود صلیب پر موت پاکر ایک مختصر مدت (تین دن) کے لئے دوزخ میں چلا جائے۔ اور سب کی طرف سے معاوضہ بن کر اور سب کو نجات دلادے۔ گویا خدا بلا معاوضہ، بلا کفارہ، بلا بدل رحم و مغفرت سے کام لے ہی نہیں سکتا! مسیحیت کے اس سارے بنیادی فلسفہ کی تردید کے لئے قرآن کا ایک لفظ رحمٰن کافی ہے۔ یعنی اسلام کا خدا ایسا خدا ہے جو مطلقاً رحم پر قادر ہے۔ اپنی صفت رحمت کے ظہور کے لئے بے بسی اور مجبوری کے ساتھ کفارہ و معاوضہ کا انتظار نہیں کیا کرتا۔ ۱۳۱ ابھی ابھی انذار، ڈرانے کا حکم آچکا ہے۔ اب ایک انذاری مضمون کے بیان میں تاریخ سے استشہاد ہو رہا ہے کہ نافرمان قومیں کیسی کیسی پر قوت و پرشوکت، اپنی نافرمانیوں ہی کے پاداش میں روئے زمین سے کس طرح مٹائی جا چکی ہیں۔ اور اثریات (آرکیالوجی) انکے ایک ایک کھنڈر کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر اور کھود کھود کر نکال رہا ہے! ۱۳۲ مطلب یہ ہے کہ دیکھو وہ کیسے بے نام و نشان ہوکر تہس نہس ہوکر رہے! آج نہ خود ان کی کوئی دھیمی سی آواز ہی کسی کو آرہی ہے، نہ ان کے متعلق کوئی بھنک کسی کے کان میں پڑ جاتی ہے۔ والحاصل اهلكناهم فلا يعين ولا خبر (روح) رکز کہتے ہیں آواز خفی کو۔ الركز الصوت الخفي (کشاف) جب نفی آواز خفی کی ہوگئی تو بلند آواز کی تو بدرجۂ اولیٰ ہوگئی۔ نہ وہ خود باقی رہ گئے نہ کوئی ان کا نام لینے والا۔ اهلكناهم بالكلية بحيث لا ترى منهم احدا ولا تسمع من يخبر عنهم ويذكرهم بصوت خفي (روح)

۱۱۳ یعنی وہ منکر تو دنیا سے گزر جائے گا، اور اس کا اختیار نہ مال پر رہ جائیگا نہ اولاد پر۔ ہم ہی سب چیزوں کے مالک رہیں گے۔ ۱۱۴ یعنی مال و اولاد سب سے معرّیٰ، بے ساز و سامان، بے یار و مددگار۔ ۱۱۵ (دنیا میں اس طرح کہ انکی حاجتیں اور مرادیں پوری کریں، اور آخرت میں اس طرح کہ انکی شفاعت کریں) مشرکین کا ایک طبقہ بعث بعد الموت کا اور اپنے دیوتاؤں کی شفاعت کا قائل تھا، باقی اگر عِزًّا کا مفہوم صرف دنیوی مدد و نصرت تک محدود رکھا جائے تو آیت کا مضمون سارے ہی مشرکین پر صادق آئے گا۔ بڑی غرض اس پوجا پاٹ سے ہر قوم کے مشرکوں کی یہی ہوتی ہے کہ ہم بیماری سے اچھے ہو جائیں، مقدمہ میں کامیاب ہو جائیں، جنگ جیت جائیں، روپیہ خوب ملنے لگے وقس علیٰ ہذا۔ ۱۱۶ (قالًا بھی حالًا بھی) قالًا اس طرح کہ کھل کر ان کی عبادت سے انکار کریں گے۔ اور حالًا اس طرح کہ بجائے انکی عزت و نصرت کے اور ان کی ذلت و مقہوریت کا سبب بن جائیں گے۔ ~~اے اعداء لھم وکانوا اولیاءھم فی الدنیا (معالم)~~ ۱۱۷ (اور یہ بدبخت اپنی قوت ارادی سے کام نہ لیکر اس شیطانی اثر کو قبول کرتے رہتے ہیں) اَرْسَلْنَا۔ ارسال یہاں بھیجنے کے معنی میں نہیں، مسلط کر دینے کے معنی میں ہے اور یہ ارسال تمامتر تکوینی حیثیت سے ہوتا ہے ~~اے سلطنا (ابن عباس)~~ تَؤُزُّھُمْ اَزًّا۔ ازّ کے معنی حیلہ یا تدبیر و تزدیر سے اکسانے، بھڑکانے و ابھارنے کے ہیں۔ ~~اے تغریھم علی المعاصی وتھیجھم لھا بالوساوس والتسویلات (کشاف) وقال الضحاک تغریھم اغراء (تاج)~~ گویا ضمناً یہ بھی معلوم ہو گیا کہ شیطان کو قوت صرف ترغیب، تدبیر و تزدیر سے آمادہ کر دینے کی حاصل ہے، مجبور کر دینے کی نہیں۔ یہ ان کافروں کا بالکل اختیاری فعل ہے کہ اپنی قوتِ تمیز اور عقلِ سلیم سے کام نہ لیکر اپنے بدخواہ ازلی کے کہنے میں آجاتے ہیں۔ ۱۱۸ (کہ ان پر عذاب کسی طرح آجائے تاکہ آیندہ کے لئے مخلوق ان کے فتنہ و شر سے محفوظ ہو جائے) ~~متی تستریح انت والمسلمون من شرورھم وتطھر الارض بقطع دابرھم (کشاف)~~ ”حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جلد ہی عذاب چاہنا بعد مایوسی ان کے ایمان لانے کے شاید اس وجہ سے ہو کہ ان کا ضرر کفر دوسروں تک متعدی نہ ہو جاتے، لیکن ایسا استعجال منافی شانِ رحمت کے نہیں“ (تھانویؒ) ۱۱۹ (اور وقت مناسب پر سزا دے لیں گے، تعجیل سزا میں حکمت ابتلا ہی فوت ہوئی جاتی ہے) اعمال یہاں مقدر ہے۔ ~~نعد انفاسھم واعمالھم (کبیر) قیل نعد اعمالھم للجازیھم (بحر)~~ اور اسی کا ترجمہ اردو محاورہ کے لحاظ سے ”حرکتیں“ کیا گیا ہے۔ یہ مراد بھی ہو سکتی ہے کہ ہم انکے مہلت کے دن خوب گنے جا رہے ہیں“ ~~نعد لھم ایام آجالھم (بیضاوی) قیل ایام الحق سبق قضاء ان تمھلھم الیھا (بحر)~~ ۱۲۰ مجرمین سے ظاہر ہے کہ یہاں مراد مطلقاً کفار ہیں۔ اس کے مقابلہ پر متقین سے مراد ظاہر ہے کہ مومنین ہی ہونگے۔ ۱۲۱ (اور وہ اجازت بھی خاص ہے اہل ایمان کے ساتھ۔ اہلِ کفر اس اجازت سے بھی نفع نہیں اٹھا سکتے) یہ اجازت ملائکہ، انبیاء اور صلحاء مومنین کو ملے گی۔ عَھْدًا۔ عہد سے مراد یہاں اذن لی گئی ہے ~~وقیل عہد اللہ اذن للمؤمن شافعی الشفاعۃ (کبیر) وقیل المراد بالعھد الامر والاذن (روح)~~ دوسری مراد عہد سے عہد توحید و نبوت یا کلمہ شہادت و ایمان ہی ہو سکتا ہے اور ابن عباسؓ سے یہی منقول ہے۔

الْعَذَابِ مَدًّا ﴿٧٩﴾ وَّنَرِثُهٗ مَا يَقُولُ وَيَأْتِينَا فَرْدًا ﴿٨٠﴾

بڑھاتے ہی چلے جائیں گے اور اس کی کہی ہوئی کے ہم ہی مالک رہ جائیں گے ۱۱۳ اور وہ ہمارے پاس تنہا آئے گا ۱۱۴

وَاتَّخَذُوا مِن دُونِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُونُوا لَهُمْ عِزًّا ﴿٨١﴾

اور ان لوگوں نے اللہ کے علاوہ معبود قرار دے رکھے ہیں تاکہ ان کے لئے وہ باعث قوت ہوں ۱۱۵

كَلَّا ۚ سَيَكْفُرُونَ بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُونُونَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا ﴿٨٢﴾

ہرگز نہیں۔ (بلکہ) وہ تو عنقریب خود ہی ان کی عبادت کا انکار کر بیٹھیں گے اور ان کے مخالف ہو جائینگے ۱۱۶

أَلَمْ تَرَ أَنَّا أَرْسَلْنَا الشَّيَاطِينَ عَلَى الْكَافِرِينَ تَؤُزُّهُمْ

کیا آپ کو علم نہیں کہ ہم نے شیطانوں کو کافروں پر چھوڑ رکھا ہے جو ان کو خوب ابھارتے

أَزًّا ﴿٨٣﴾ فَلَا تَعْجَلْ عَلَيْهِمْ ۖ إِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا ﴿٨٤﴾ يَوْمَ

رہتے ہیں ۱۱۷ تو آپ ان کے حق میں جلدی نہ کیجئے ۱۱۸ ہم خود انکی (حرکتیں) شمار کر رہے ہیں ۱۱۹ (سزا اسی روز دلائی

نَحْشُرُ الْمُتَّقِينَ إِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا ﴿٨٥﴾ وَّنَسُوقُ الْمُجْرِمِينَ

ہوگی) جس روز ہم پرہیزگاروں کو خدائے رحمٰن کی طرف مہمان بنا کر جمع کرینگے اور مجرموں کو دوزخ کی طرف

إِلَىٰ جَهَنَّمَ وِرْدًا ﴿٨٦﴾ لَّا يَمْلِكُونَ الشَّفَاعَةَ إِلَّا مَنِ اتَّخَذَ

پیاسا ہانکیں گے ۱۲۰ شفاعت کا اختیار کوئی بھی نہ رکھے گا بجز اس کے کہ

عِندَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ﴿٨٧﴾ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ﴿٨٨﴾

جس نے خدائے رحمٰن سے اجازت لے رکھی ہے ۱۲۱ اور (یہ لوگ) کہتے ہیں کہ خدائے رحمٰن نے اولاد اختیار کر رکھی ہے ۱۲۲

لَّقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا إِدًّا ﴿٨٩﴾ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ

تم نے یہ حرکت ایسی سخت کی ہے ۱۲۳ کہ کچھ بعید نہیں جو اس کے باعث آسمان ٹوٹ پڑیں

ع ٥ / ١٠ ٨

وقف لازم وقف لازم

۱۲۲ مشرکوں کے عقیدہ میں تو خدا کے لئے اولاد کا اثبات ایک معمولی بات تھی ہی، مسیحیوں کے ہاں بھی ظہور اسلام کے قبل ہی مسیح کی ولدیت الٰہی کا عقیدہ ایک مسلم حقیقت بن چکا تھا۔ حد یہ ہے کہ یہودی جیسی موحد قوم بھی یونان اور رومہ کے مشرک حکیموں فلسفیوں کے اثر کے ماتحت اس عقیدہ سے بالکل بیگانہ و نامانوس نہیں رہے تھے۔ یہاں اشارہ غالب مسیحیوں کے جانب ہے وہی اپنے خدا کی صفت رحمانیت کے سب سے بڑے مدعی رہتے تھے۔ ۱۲۳ یعنی یہی اللہ کے فرزند قرار دینے کا قول سراسر۔ ~~اِدًّا۔ اے عظیمًا منکرًا (راغب) قال ابن عباس الادّ العجب وقیل العظیم المنکر والادۃ الشدۃ والادّ الداھیۃ والامر الفظیع (معالم)~~

وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَحْسَنُ اَثَاثًا وَّ
حالانکہ ہم ان سے قبل کتنے ہی گروہ ہلاک کرچکے ہیں جو ان سے بھی بڑھ چڑھ کر تھے سامان و
رِءْيًا ﴿٧٤﴾ قُلْ مَنْ كَانَ فِي الضَّلٰلَةِ فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمٰنُ
نمود میں ١٠٩ آپ کہہ دیجئے کہ جو لوگ گمراہی میں پڑے ہیں خدائے رحمٰن انہیں خوب ڈھیل دیتا
مَدًّا ۚ حَتّٰۤى اِذَا رَاَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ اِمَّا الْعَذَابَ وَ
جاتا ہے ١١٠ یہاں تک کہ جس چیز کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے جب وہ اس کو دیکھ لیں گے خواہ وہ عذاب ہو
اِمَّا السَّاعَةَ ؕ فَسَيَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّ اَضْعَفُ
خواہ قیامت ہو ابھی انہیں معلوم ہوا جاتا ہے کہ مکان بُرا کس کا ہے اور حمایتی کمزور کس کے
جُنْدًا ﴿٧٥﴾ وَيَزِيْدُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اهْتَدَوْا هُدًى ؕ وَ
ہیں ١١١ اور اللہ ہدایت والوں کی ہدایت بڑھاتا ہے اور
الْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّ خَيْرٌ
جو نیک کام باقی رہنے والے ہیں وہ آپ کے پروردگار کے نزدیک ثواب میں بھی بہتر ہیں اور انجام میں
مَّرَدًّا ﴿٧٦﴾ اَفَرَءَيْتَ الَّذِيْ كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا وَقَالَ لَاُوْتَيَنَّ
بھی بہتر ١١٢ بھلا آپ نے اس شخص کو بھی دیکھا جو ہماری نشانیوں سے کفر کرتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھے تو مال و
مَالًا وَّ وَلَدًا ﴿٧٧﴾ ؕ اَطَّلَعَ الْغَيْبَ اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ
اولاد مل کر رہیں گے ١١٣ تو کیا یہ غیب پر مطلع ہو گیا ہے یا اس نے خدائے رحمٰن سے کوئی عہد
عَهْدًا ﴿٧٨﴾ ۙ كَلَّا ؕ سَنَكْتُبُ مَا يَقُوْلُ وَنَمُدُّ لَهٗ مِنَ
لے لیا ہے؟ ہرگز نہیں (البتہ) ہم اس کا کہا ہوا ابھی لکھے لیتے ہیں اور اس کے لئے عذاب

١٠٨ جواب ملتا ہے کہ یہ ظاہری ساز و سامان، یہ دولت و حکومت، یہ زرق برق لباس تہذیب و تمدن ہی اگر دلیل حقانیت و ثبوت صداقت ہوتا تو آخر بڑی بڑی پرشوکت، پرقوت، پرثروت نافرمان قومیں کیوں غارت ہوگئیں؟ بابل و کلدانیہ کا تمدن کیا ہوگیا؟ اہرام مصر والی عمارتیں کیوں زمین کے برابر ہوگئیں؟ شاہانِ عجم کا کروفر دہ کیا ہوا؟ یونانیوں کا دم خم کہاں چلا گیا؟ قیصر و کسریٰ کے تاج و تخت کیوں تاراج ہوکر رہے؟ —— اور آج آنکھوں کے سامنے دیکھتے دیکھتے زار روس کی حکومت کا ہو کا تختہ کیسا الٹ کر رہا۔ قیصر ولیم اور اس کے آہنی ارادے کیوں گمنامی کی نذر ہوگئے؟ ہٹلر مع اپنے سارے سامان چنگیزی اور اتنے دم دلیعہ کے کیوں فنا کے گھاٹ اتر گیا؟ ١٠٩ یہ اصل قانون تکوینی کا بیان ہے۔ یعنی کوئی قوم حکومت الٰہی سے متعلق کیسے ہی غلط سلط نظریے قائم کرے، دنیا میں اسے مہلت تو بہرحال ملتی ہی رہتی ہے اور گرفت اسی پر فوراً نہیں ہوتی۔ مرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ آیت کے عموم میں اہل باطل کے احوال کا بقا بھی داخل ہے، پس احوال پر (جب وہ اعمال سے خالی ہوں) مغرور نہ ہو جانا چاہئے۔ ١١٠ یعنی آج جنہیں اپنی مجلسی قوت پر فخر اور اپنے تمدن پر ناز ہے، اور اسی کو وہ دلیل اپنی صداقت و حقانیت کی بنائے ہوئے کل کشف حقائق کے وقت انہیں خود نظر آجائے گا کہ ان کے حمایتی اور ان کے جتھے والے کیسے بودے اور بے بس ہیں! مکان اور جند اس آیت میں آیت نمبر ٧٣ کے مقام اور ندی کے ہیں۔ جُنْدًا۔ جند کا اطلاق ہر لشکری مجمع پر ہوتا ہے۔ ~~یقال لکل مجتمع جند (راغب)~~ یہاں مراد حمایتیوں کا گروہ یا جتھا ہے۔ ~~الجند هم الاعوان والانصار (کشاف)~~ اَضْعَفُ جُنْدًا سے یہ مراد نہیں کہ قیامت میں ان کے حمایتیوں کا گروہ ہوگا تو سہی لیکن کمزور۔ جند وہاں والوں کو نہیں بلکہ یہ تو دنیا کے اہل مجلس کو کہا گیا ہے جن کی حمایت و نصرت پر اہل دنیا کو ناز و غرہ رہا کرتا ہے۔ اَلْعَذَابَ۔ عذاب سے مراد یہاں اسی دنیا کا عذاب لیا گیا ہے۔ ١١١ یعنی ایک تو وہ نعمتیں خود ہی اعلیٰ درجہ کی، اور پھر باقی اور پائدار اور غیر منقطع۔ گویا آخری حالت اہل ایمان ہی کی بہتر ہوگی، بلحاظ کیفیت بھی بلحاظ کمیت بھی۔ وَيَزِيْدُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اهْتَدَوْا هُدًى۔ تو مومن کا اصل سرمایہ تو یہی ہدایت خداداد ہے، اور اس پر اس کو مسرور و مطمئن ہونا چاہئے۔ مرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ اس پر کوئی حد مقرر نہ ہونے سے مفہوم یہ ہوا کہ باطنی و معنوی ترقی کی کوئی حد نہیں۔ دوسرے عارفین نے کہا ہے کہ ایمان کے لئے مراتب متفاوت ہیں، جس جس طرح اصل مقصود غیر منتہی ہے، قصد و منزل بھی غیر منتہی ہیں اور ہر سالک کے لئے ہادی کی ضرورت باقی ہے۔ اَلْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ سے مراد علاوہ ایمان کے کل اعمال صالحہ ہیں جن کا ثواب دائمی اور اجر غیر منقطع ہے نہ کہ کوئی مخصوص و متعین عبادت۔ ~~قال المحققون انها الايمان والاعمال الصالحة لان نفعها يدوم ولا يبطل (کبیر)~~ ١١٢ (آخرت میں) اس کا یہ قول بطریق تمسخر و استہزا تھا۔ صحاح کی حدیثوں میں یہ روایت آتی ہے کہ ایک صحابی کا قرضہ ایک مشرک کے ذمہ باقی تھا (اور یہ معلوم ہے کہ مشرکین مکہ آخرت کے منکر تھے) جب انہوں نے اس سے تقاضا زائد کیا تو اس نے کہا کہ تم جب تک محمدؐ کی صداقت سے انکار نہ کروگے میں قرضہ نہ چکاؤں گا۔ انہوں نے جواب دیا کہ یہ تو ہونے کا نہیں، چاہے تو مر کر بھی زندہ ہو جائے۔ وہ منکر از راہ تمسخر و تمرد بولا کہ اچھا جب یہ بات ہے کہ میں مر کر دوبارہ بھی آسکتا ہوں تو بس جبھی آنا اور اپنا قرضہ چکا نا۔ میں تو اس وقت بھی صاحب مال و اولاد ہوں گا۔

أُخْرَجُ حَيًّا ﴿٦٦﴾ أَوَلَا يَذْكُرُ الْإِنْسَانُ أَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ
زندہ کرکے نکالا جاؤں گا ۹۹ کیا انسان کو یہ یاد نہیں کہ ہم ہی اسکو اس سے قبل خلق کرچکے
قَبْلُ وَلَمْ يَكُ شَيْئًا ﴿٦٧﴾ فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّيٰطِيْنَ
ہیں درآنحالیکہ وہ کچھ بھی نہ تھا ۱۰۰ تو قسم ہے آپ کے پروردگار کی ہم انکو (بھی) جمع کرینگے اور شیاطین
ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِيًّا ﴿٦٨﴾ ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ
کو (بھی) پھر ان (سب) کو دوزخ کے گرد لا حاضر کریں گے گھٹنوں کے بل گرے ہوئے ۱۰۱ پھر ہم ہر گروہ میں سے انکو
مِنْ كُلِّ شِيْعَةٍ أَيُّهُمْ أَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا ﴿٦٩﴾ ثُمَّ
جدا کرلیں گے جو خدائے رحمٰن سے سرکشی میں سب سے بڑھے ہوئے تھے ۱۰۲ پھر
لَنَحْنُ أَعْلَمُ بِالَّذِيْنَ هُمْ أَوْلٰى بِهَا صِلِيًّا ﴿٧٠﴾ وَإِنْ
ہم ہی انہیں بھی خوب جانتے ہیں جو اس میں جانے کے زیادہ مستحق ہیں ۱۰۳ اور تم میں سے
مِّنْكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ﴿٧١﴾ ثُمَّ
کوئی بھی ایسا نہیں جس کا گذر اس پر نہ ہو یہ آپ کے پروردگار پر لازم ہے جو پورا ہوکر رہے گا ۱۰۴ پھر انہیں
نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا ﴿٧٢﴾ وَإِذَا
ہم نجات دے دیں گے جو (اللہ سے) ڈرتے تھے اور ظالموں کو اسی میں پڑا رہنے دینگے گھٹنوں کے بل گرے ہوئے ۱۰۵ اور
تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ
جب انہیں ہماری کھلی ہوئی نشانیاں سنائی جاتی ہیں ۱۰۶ تو جو لوگ کافر ہیں وہ ایمان والوں سے
اٰمَنُوْٓا ۙ أَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ خَيْرٌ مَّقَامًا وَّأَحْسَنُ نَدِيًّا ﴿٧٣﴾
کہتے ہیں کہ (آہم) دونوں فریقوں میں مکان کس کا بہتر ہے اور مجلس کس کی بہتر ہے ۱۰۷

۹۹ "انسان" سے مراد منکر آخرت انسان، یا آج کا "روشن خیال" دہری العقیدہ انسان ہے۔ یہ قول استفسار استفہام کے طور پر نہیں۔ بلکہ اعتراض و استہزاء کے لہجہ میں کہتا ہے۔ ۱۰۰ (تو جب عدم محض سے وجود میں لاچکے ہیں تو حیات ثانی تو اس سے کہیں آسان تر ہے) وَلَمْ يَكُ شَيْئًا۔ اس میں رد ان فلاسفۂ جاہلیین اور معقولیین نامعقولین کا بھی آگیا جو خلقت انسانی سے قبل ہیولٰی وغیرہ کا وجود فرض کئے ہوئے ہیں۔ ۱۰۱ (فرط ہیبت سے) الشَّيٰطِيْنَ۔ یعنی ان لوگوں کو بہکانے والے، گمراہ کرنے والے۔ الذین کانوا یغوونہم (روح) الذین اغووھم (مدارک)۔ ۱۰۲ یعنی ہر فرقہ، ہر گروہ سے اس کے شریر ترین، سرکش ترین افراد چن کر الگ کرلئے جائیں گے۔ مِنْ كُلِّ شِيْعَةٍ۔ یعنی جس جس گمراہ گروہ کی طرف وہ اپنے کو منسوب کرتے رہے ہیں۔ المراد بالشیعۃ الطائفۃ التی شاعت ای تبعت غاویًا من الغواۃ (کبیر) ۱۰۳ (سو پہلے وہی سرغنہ اور سوار ہی جہنم میں جھونکے جائیں گے۔ اور عذاب کی شدت اور اشدیت وغیرہ کی ترتیب وہاں بھی ملحوظ رہے گی) ۱۰۴ (اے نوع انسان!) خطاب عام نوعِ انسانی سے ہے۔ ایھا الناس (ابن جریر) واولی الاقوال فی ذلک بالصواب قول من قال یردھا الجمیع (ابن جریر) المتلفت الی الانسان (بیضاوی) قال الاکثرون انہ عام فی کل مومن وکافر (کبیر) یعنی دوزخ سے گذر تو بہر حال سب ہی کا ہوگا۔ یہ اور بات ہے کہ مومنین کو اس سے ضرر ذرا بھی نہ پہنچے جس طرح خود ملائکہ دوزخ کو دوزخ سے تکلیف مطلق نہ ہوگی۔ دوسرا قول یہ بھی ہے کہ خطاب صرف اہلِ طغیان سے ہے جن کا ذکر اوپر سے چلا آرہا ہے۔ بمعنی الکفار لا یردھا مومن (ابن جریر عن ابن عباس) قال عکرمۃ الآیۃ فی الکفار (معالم) قال بعضہم المراد من تقدم ذکرہ من الکفار (کبیر) وَارِدُهَا۔ ورود سے یہاں مراد داخلہ نہیں بلکہ محض پہنچنا یا گزر ہونا ہے۔ قال قوم لیس المراد من الورود الدخول والمراد الحضور والرؤیۃ (معالم) قال عبد الرحمن بن زید بن اسلم ورود المسلمین المرور علی الجسر بین ظہرانیھا وورود المشرکین ان یدخلوھا (ابن کثیر) قال بعضہم الورود الدنو من جہنم وان یصیروا حولہا (کبیر) خود قرآن مجید میں بھی فعل ورد دوسرے مقامات پر اس معنی میں آیا ہے۔ مثلاً فارسلوا واردھم (یوسف) ولما ورد ماء مدین (قصص) كَانَ ..... مَقْضِيًّا۔ اہلِ حق کا مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ واجب کوئی بھی شے نہیں۔ اس کا مطلب صرف اس قدر ہے کہ حق تعالیٰ کے حق میں وجوب بمعنی اضطرار ولزوم مواخذہ ممتنع ہو (خدا کا فعل بھی اگر اضطراری یا کوئی قابل مواخذہ ٹھہر گیا تو ظاہر ہے کہ وہ خدا کہاں باقی رہا؟) لیکن یہ وجوب ولزوم اگر تیقن ووقوع کے معنی میں لیا جائے تو ممنوع نہیں اور یہاں اسی معنی میں استعمال ہوا ہے یعنی اللہ کے ارادہ واختیار سے یہ ضرور پورا ہوکر رہے گا۔ یہ لزوم ووجوب اختیاری ہے اور جو ممنوع ہے، وہ غیر اختیاری واضطراری ہے۔ ۱۰۵ (اور ان ظالموں سے مراد کافر ہی ہیں) الَّذِيْنَ اتَّقَوْا۔ اللہ سے ڈرتے تھے اور اس لئے مومن بھی تھے۔ درجۂ ضروری میں متقی تو ہر مومن ہوتا ہے۔ اس لئے الذین اتقوا سے مراد مومنین ہی لئے گئے ہیں۔ ای اتقوا الشرک وھم المومنون (معالم) قال ابن عباس المتقی ھو الذی اتقی الشرک یقول لا الہ الا اللہ واطوان الذی قال ابن عباس ھو الحق الذی یشھد الدلیل بصحتہ (کبیر) جو مومن کامل ہیں انہیں تو کسی تکلیف کی ہوا بھی نہ لگنے پائے گی بلکہ دوزخ کی حالت کا معاینہ اور پھر اس سے اپنی محفوظیت کا تقابل تو اور زیادہ ان میں فرح وسرور کی کیفیت پیدا کردے گا۔ اذا شاھدوا العذاب صار ذلک سببًا لمزید التذاذہم بنعیم الجنۃ (کبیر) البتہ جو مومنین ناقص ہیں انہیں کچھ تکلیف اٹھانے کے بعد ہی نجات ملے گی۔ آیت میں جو لوگ مخاطبت صرف نافرمانوں سے سمجھتے ہیں، انہوں نے الذین اتقوا سے مراد یہ لی ہے، کہ ان کے اندر باوجود معاصی حقیقت ایمان موجود تھی۔ وہ بعد چندے نجات پا جائیں گے اور جو بالکل ظالم ہیں کافر ہی ہیں، وہ اس میں پڑے سڑا کریں گے۔ ۱۰۶ جن کا خلاصہ یہ ہے کہ مومنین کے لئے طرح طرح کی نعمتوں اور راحتوں کے وعدے ہیں اور منکرین کے لئے طرح طرح کی وعیدیں۔ ۱۰۷ (اور اسی سے ظاہر ہے کہ ہم دونوں میں سے حق پر کون ہے؟) یہ جاہلی استدلال آج جس زور وشور سے پیش کیا جا رہا ہے، بیشتر شاید کبھی نہ ہوا ہو۔ صرف اہلِ باطل ہی نہیں، بلکہ ان سے مرعوب بہت سے مسلمان بھی مسیحی قوموں، مشرک قوموں، لامذہب قوموں کی مثالیں پیش کرکر کے پکار پکار کر مسلمانوں سے کہہ رہے ہیں کہ ان کی ترقیاں دیکھو۔ ان کی دولت، حکومت، عظمت، جاہ وثروت دیکھو، ان کی اقبالمندی پر نظر کرو اور تم اگر اپنی ترقی اور رفاہ چاہتے ہو تو انہیں کے طریقے اختیار کرو، انہیں کی روش پر چلو اور وہی کرو جو یہ "ترقی یافتہ" و "اقبالمند" قومیں کر رہی ہیں ——— "ترقی" و "فلاح" نام ہی انہیں دنیا پرست قوموں کی تقلید کا ہے! لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا میں ل مخاطبت وتبلیغ کا ہے لیکن ایک قول یہ بھی ہے کہ لام اجل کا ہے یعنی مومنین کے حق میں کہتے ہیں۔ ای لاجلھم وفی حقہم (روح) مَقَامًا وَنَدِيًّا۔ مقام سے مراد مکان ومنزل لی گئی ہے اور ندی سے مراد مجلس ومجمع۔ مقاما ای مکانا ومنزلا (روح) ندیا ای مجلسا ومجتمعا (روح) خیر مقاما ای احسن منازل وارفع دورًا واحسن ندیا وھو مجتمع الرجال (ابن کثیر) قال ابن عباس المقام المنزل والندی المجلس (ابن کثیر)

۹۰ (بے عمل وفسق۔ بغیر اس خرابی سے دوچار ہوئے) مَنْ تَابَ یعنی کفر ومعصیت سے توبہ کرے۔ ۹۱ یعنی یہ نہ ہوگا کہ ان کا کوئی عمل لکھنے سے رہ جائے، یا ان کے توبہ واصلاح کے بعد ان کے کفر سابق
کے جرم ان پر برابر عائد ہوتے رہیں۔ ۹۲ آیت میں خاص طور پر قابل لحاظ لفظ بالغیب ہے۔ ان صالحین ومومنین نے حق تعالیٰ کی آواز کو براہ راست تو سنا ہے نہیں، ان تک وعدۂ الٰہی صرف واسطہ در واسطہ
فرشتوں اور پیمبروں کی دوہری منزلیں طے کرتا ہوا پہنچا ہے۔ وہ اسی پر اعتماد کامل کئے ہوئے ہیں۔ اور یہ اعتقاد وایمان کا درجۂ اعلیٰ ہے جنت اور نعمائے جنت سب اسی ایمان بالغیب کا صلہ ہیں۔ عَدْنٍ۔ عدن
کے معنی اقامۃ کے ہیں۔ بہشت کا اصلی وصف یہ ہوگا کہ وہ فانی نہیں، باقی اور قائم رہنے والا باغ ہے، جس کا دنیا کے فانی باغوں سے کوئی مقابلہ ہی نہیں۔ ۹۳ یعنی برابر اور علی الدوام۔ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا
اِلَّا سَلٰمًا۔ اہلِ جنت کے کانوں میں کوئی بات بے تکی یا نکمی پڑنے ہی نہ پائے گی۔ جتنی آوازیں بھی آئیں گی، سب خوشگوار اور دل پسند ہی ہونگی۔ خواہ یہ آوازیں فرشتوں کی ہوں یا دوسرے جنتیوں کی۔ ای لا یسمعون

فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ شَيْـًٔا ۝٦٠ جَنّٰتِ
سو یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے ۹۰ اور ان کا ذرا نقصان نہ کیا جائے گا ۹۱ وہ (جنت)
عَدْنِ ِالَّتِيْ وَعَدَ الرَّحْمٰنُ عِبَادَهٗ بِالْغَيْبِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ
ہمیشہ رہنے کے باغ ہیں جن کا وعدہ غائبانہ خدائے رحمٰن نے اپنے بندوں سے کر رکھا ہے۔ بیشک اس کا وعدہ
وَعْدُهٗ مَاْتِيًّا ۝٦١ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا اِلَّا سَلٰمًا ۭ وَلَهُمْ
پورا ہو کر رہنے والا ہے ۹۲ اس (جنت) میں وہ کوئی فضول بات نہ سنیں گے۔ ہاں البتہ سلام (کی آوازیں
رِزْقُهُمْ فِيْهَا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا ۝٦٢ تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْ
سنیں گے) اور انہیں وہاں ان کا کھانا صبح وشام (ملا کرے گا) ۹۳ یہ جنت ایسی ہے کہ ہم اپنے بندوں میں
نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا ۝٦٣ وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا
اس کا وارث اس کو بنا دیں گے جو (اللہ سے) ڈرنے والا ہو ۹۴ اور ہم (یعنی فرشتے) نازل نہیں ہوتے
بِاَمْرِ رَبِّكَ ۚ لَهٗ مَا بَيْنَ اَيْدِيْنَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ
بجز آپ کے پروردگار کے حکم کے ۹۵ اسی کی (ملک) ہے جو کچھ ہمارے آگے ہے اور جو کچھ ہمارے پیچھے ہے اور جو کچھ
ذٰلِكَ ۚ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا ۝٦٤ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
اس کے درمیان ہے اور آپ کا پروردگار بھولنے والا نہیں ۹۶ وہ پروردگار آسمانوں کا اور زمین کا ہے
وَمَا بَيْنَهُمَا فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهٖ ۭ هَلْ تَعْلَمُ
اور اس سب کا جو دونوں کے درمیان ہے سو تو اسکی عبادت کیا کر اور اس کی عبادت پر قائم رہ ۹۷ بھلا تو کسی کو اس کا
لَهٗ سَمِيًّا ۝٦٥ وَيَقُوْلُ الْاِنْسَانُ ءَاِذَا مَا مِتُّ لَسَوْفَ
ہم صفت جانتا ہے ۹۸ اور انسان کہتا ہے کہ کیا جب میں مرجاؤں گا تو بھلا پھر

ع ۱۵ ٤ ٧

فیہا الا قولا یسلمون فیہ من العیب والنقیصۃ (مدارک) بُكْرَةً وَّ
عَشِيًّا۔ اردو محاورہ میں بھی صبح وشام سے ایک مراد دوام ہوتی ہے،
نہ کہ طلوع وغروب آفتاب کے دو متعین وقت ع
چسکا پڑا ہے جام کا، شغل ہے صبح وشام کا
عربی محاورہ میں بھی مراد یہی ہے۔ بلکہ اس سیاق میں تو اسکے سوا کوئی اور
مراد ہو ہی نہیں سکتی۔ جنت میں ظلمت ہی سرے سے کہاں ہوگی، جس سے
یہ متعارف صبح وشام پیدا ہوتے ہیں۔ قیل اراد دوام الرزق ودرورہ
کما تقول انا عند فلان صباحا ومساء وبکرۃ وعشیا ترید الدیمومۃ
ولا تقصد الوقتین المعلومین (کشاف) ۹۴ (کہ خوفِ خدا ہی ایمان
اور عمل صالح کا مبنیٰ اور منبع ہے) تقیا من الکفر والشرک (ابن عباسؓ)
نُوْرِثُ۔ اہلِ لطائف نے لکھا ہے کہ کلمۂ میراث میں اس طرف اشارہ ہے
کہ جنت انعام وتفضل محض ہے، نہ کہ صلۂ عمل۔ جس طرح میراث کیلئے
محض صحت نسب کافی ہے۔ وراثت جنت کے لئے صحت ایمانی کافی
ہے ــــ حسن بصری تابعی سے ایسے ہی معنی منقول ہیں۔ ۹۵
(ہم کوئی خود مختار تو ہیں نہیں جو اپنے ارادہ سے آتے جاتے رہیں، ہم تو
تمام تر امر الٰہی کے تابع ومحکوم ہیں) یہ قول حضرت جبرئیل کی زبان سے
ادا کیا گیا ہے۔ رسول اللہ صلعم پر محبوب حقیقی کے پیامات کا جو اشتیاق
غالب رہتا تھا اس کے تقاضا سے ایک روز آپؐ نے جبرئیلؑ سے کہا کہ
اور زیادہ کیوں نہیں آتے ہو۔ اس کا جواب یہاں جبرئیلؑ کی زبان سے
ادا ہو رہا ہے۔ حدیث صحیح میں یہی تفسیر آئی ہے۔ قال النبی صلی اللہ
علیہ وسلم لجبریل ما یمنعک ان تزورنا اکثر مما تزورنا فنزلت وما
نتنزل الا الخ (بخاری۔ عن ابن عباسؓ۔ کتاب التفسیر) بِاَمْرِ۔ امر کے معنی آیت
میں اذن کے بھی لئے گئے ہیں اور حکم کے بھی۔ اور لغۃً وہ دونوں کیلئے
عام ہے۔ معناہ الاذن بدلیل سبب النزول المذکور ویحتمل الحکم
ویحتمل ان یکون المراد ما ھو اعم من ذلک (فتح) ۹۶ (جیسا کہ بعض
جاہلی مشرک قوموں نے قرار دے رکھا ہے) لَهٗ ...... ذٰلِكَ۔ مالکیت
اسی کے لئے مخصوص ہے ہر مخلوق کی، زماناً بھی اور مکاناً بھی۔ ہمارا ارادہ
تو تمام تر ارادۂ الٰہی کا مسخر ومحکوم ہے۔ وہی جب اور جہاں چاہے ہمیں بھیجے۔

الغرض ان امرنا موکول الی اللہ تعالیٰ یتصرف فینا بحسب مشیئتہ وارادتہ وحکمتہ لا ننتقل من مکان الی مکان ولا نتنزل فی زمان دون زمان الا بامرہ ومشیئتہ (بیضاوی) وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا۔ اسکے
لئے اس کا احتمال ہی نہیں کہ کہیں ہمارا بھیجنا مصلحت ہو اور وہ بھول جائے۔ ۹۷ (اگرچہ اس راہ میں مشکلات بھی پیش آئیں) یہاں خطاب عام ہے محض رسول اللہ صلعم مخاطب نہیں۔ بعض نے خطاب
کو رسول اللہ صلعم کے ساتھ مخصوص سمجھا ہے۔ اس صورت میں معنی یہ ہونگے کہ آپ تاخیر وحی سے گھبرائیے نہیں اور کافروں کے تمسخر کی کچھ پروا نہ کیجئے۔ بلکہ بدستور عبادت میں لگے رہئے۔ ای لا تتشوش بابطاء الوحی
وھزأ الکفرۃ (بیضاوی) مرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ آیت میں مجاہدات طریق کی طرف اشارہ ہے اور ان پر صبر وثبات کی تعلیم ہے۔ ۹۸ یعنی ذات کی طرح صفات باری میں بھی کوئی شریک نہیں۔ سَمِيًّا۔
سمی کے معنی محض ہم نام کے نہیں، ہم صفات کے بھی ہیں اور وہی یہاں مراد ہیں۔ ای نظیرا لہ یستحق اسمہ وموصوفا یستحق صفتہ علی التحقیق (راغب) ای ھل تعلم للرب مثلا او شبیھا (ابن جریر۔
عن ابن عباسؓ) قال مجاھد وابن جبیر وقتادۃ سمیا مثلا وشبیھا وروی ذلک عن ابن عباس ایضًا (بحر)

۸۲ آپ قوم جرہم کی جانب نبی مرسل تھے۔ جو اصلاً وابتداءً یمن کے باشندے تھے، مگراب وادیٔ مکہ میں آباد ہو گئے تھے، اور خالص عرب تھے۔ صَادِقَ الْوَعْدِ۔ یعنی یہ صفت علاوہ دوسری صفات حسنہ کے آپ پر خصوصیت سے غالب تھی۔ رَسُوْلًا نَّبِیًّا۔ ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر ۸۰۔ یہ خیال رہے کہ قرآن مجید نے حضرت اسمٰعیلؑ کو رسول اور نبی دونوں یہاں کہا ہے۔ بہ خلاف اسکے حضرت اسحٰقؑ کیلئے صرف نبی کا لفظ آیا ہے۔ ۸۳ یعنی آپ اللہ کے مقبول و برگزیدہ بندہ تھے، نہ کہ خدانخواستہ مردود و غیر مقبول، جیساکہ یہود اور نصرانیوں نے گڑھ لیا ہے۔ اللہ کے ہاں پسندیدہ تو وہی ہو سکتا ہے، جو ادائے طاعات وعبادات میں درجۂ کمال پر ہو (فی نهاية المرضی لان المرضی عند اللہ هو الفائز فی کل طاعاته باعلی الدرجات کبیر) اَهْلَهٗ۔ آپ کی بیوی صاحبہ بھی مصر ہی کی ایک خاتون تھیں۔ توریت میں ہے:۔ "اور وہ فاران کے بیابان میں رہا، اور اسکی ماں نے ملک مصر سے ایک عورت اس کے بیاہنے کو لی" (پیدائش۔ ۲۱: ۲۱) اهل سے مراد محض گھر والے بھی ہو سکتے ہیں۔ جیساکہ امام رازی اور صاحب کشاف و صاحب بیضاوی نے لیا ہے۔ اور تمام امت بھی مراد ہو سکتی ہے، جیساکہ صاحب معالم و صاحب جلالین کا خیال ہے۔ اور حسن بصری تابعی سے بھی منقول ہے ——— اگر گھر والے بھی مراد لئے جائیں تو معنی یہ ہونگے کہ آپ نے تبلیغ شروع ہی انہیں لوگوں سے کی (تبلیغ کان یبدأ باهله فی الامر بالصلاح والعبادة لیجعلهم قدوة لمن سواهم کبیر) یَاْمُرُ ..... الزَّکٰوۃِ۔ یہ وصف ایک پیمبر کے سلسلۂ فضائل میں بیان ہو رہا ہے، اس سے ظاہر ہے کہ اپنے اعزہ، اقارب و احباب کو عبادات بدنی و مالی کی ترغیب دلاتے رہنا کتنی بڑی فضیلت کی چیز ہے۔ ۸۴ صدیق کے لئے ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر ۶۰ و ۶۲۔ اِدْرِیْسَ۔ اغلب یہ ہے کہ یہ وہی نبی ہیں، جن کا نام توریت میں حنوک آیا ہے، یہ قابیل کے فرزند اکبر تھے۔ (پیدائش۔ ۴: ۱۷) یعنی حضرت آدمؑ کے پوتے۔ توریت سے ان کے مزید حالات یہ ملتے ہیں:۔ "اور حنوک ۶۵ برس کا ہوا کہ اس سے متوسلح پیدا ہوا۔ اور متوسلح کی پیدائش کے بعد حنوک ۳۰۰ برس خدا کے ساتھ ساتھ چلتا تھا، اور اس سے بیٹے اور بیٹیاں پیدا ہوئیں اور حنوک کی ساری عمر ۳۶۵ برس کی ہوئی۔ اور حنوک خدا کے ساتھ ساتھ چلتا تھا" (پیدائش ۵: ۲۱-۲۳) اور انجیل میں ہے:۔ بعض مؤرخین نے ان کا زمانہ ۳۲۸۴ تا ۳۰۱۷ ق م متعین کیا ہے واللہ اعلم۔ ۸۵ (کمالات و مراتب روحانی کے لحاظ سے) یہودی و مسیحی عقیدہ کے لحاظ سے حضرت ادریس یا حنوک آسمان پر زندہ اٹھا لئے گئے ہیں۔ چنانچہ توریت میں ہے:۔ "اور حنوک کی ساری عمر ۳۶۵ برس کی ہوئی اور حنوک خدا کے ساتھ ساتھ چلتا تھا اور غائب ہو گیا اسلئے کہ خدا نے اسے لے لیا" (پیدائش ۵: ۲۴) اور انجیل میں ہے:۔ "ایمان سے حنوک اٹھا لیا گیا تاکہ موت کو نہ دیکھے اور چونکہ خدا نے اسے اٹھا لیا تھا، اس لئے اس کا پتہ نہ ملا" (عبرانیوں ۱۱: ۵) قرآن مجید اس باب میں کوئی تصریح نہیں کرتا اور نہ کوئی حدیث صحیح ہی آپ کے رفع جسمانی کے باب میں وارد ہوئی ہے۔ بعض مفسرین نے اسرائیلیات سے اسی قصۂ رفع جسمانی کو نقل کیا ہے لیکن محققین کا قول یہی ہے کہ یہ رفعت اور مکان اور علو سب معنوی ہیں۔ ان سے مراد محض شرف نبوت اور تقرب عند اللہ ہے، جو ہر نبی کو حاصل ہے، جسمانی علو و رفعت اس سے ثابت نہیں ہوتا۔ اور روایت جو اس باب میں نقل ہوئی ہے، خود اسکے اندر کمزوری موجود ہے۔ (المکان العلی الشرف النبوة والزلفی عند اللہ کشاف)

رَسُوْلًا نَّبِیًّا ۵۴ وَكَانَ یَاْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ

تھے، نبی تھے ۸۲ اور وہ اپنے والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتے رہتے تھے

وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِیًّا ۵۵ وَاذْكُرْ فِی الْكِتٰبِ اِدْرِیْسَ

اور وہ اپنے پروردگار کے نزدیک پسندیدہ تھے ۸۳ اور آپ (اس) کتاب میں ادریس کا بھی ذکر کیجئے

اِنَّهٗ كَانَ صِدِّیْقًا نَّبِیًّا ۵۶ وَّرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِیًّا ۵۷

بیشک وہ بڑی راستی والے تھے نبی تھے ۸۴ اور ہم نے انہیں بلند مرتبہ تک پہنچایا ۸۵

اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ مِنْ

یہ وہ لوگ ہیں کہ ان پر اللہ نے انعام فرمایا ہے منجملہ (دیگر) انبیاء کے نسل آدم

ذُرِّیَّةِ اٰدَمَ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ وَّمِنْ ذُرِّیَّةِ اِبْرٰهِیْمَ

سے (تھے) ۸۶ اور بعض انکی (نسل) سے تھے جنہیں ہم نے نوح کے ساتھ (کشتی میں) سوار کیا تھا اور بعض ابراہیم

وَاِسْرَآءِیْلَ وَمِمَّنْ هَدَیْنَا وَاجْتَبَیْنَا اِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِمْ

و یعقوبؑ کی نسل میں سے ہیں۔ اور (یہ سب) ان لوگوں میں سے تھے جن کو ہم نے ہدایت دی اور ہم نے ان کو مقبول بنایا اور جب

اٰیٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُكِیًّا ۵۸ السجدة فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ

انکے سامنے خدائے رحمٰن کی آیتیں پڑھی جاتی تھیں تو زمین پر گر پڑتے تھے سجدہ کرتے ہوئے اور روتے ہوئے ۸۸ پھر انکے بعد

خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ

(بعض ایسے) ناخلف جانشین ہوئے جنہوں نے نماز کو برباد کیا اور خواہشات کی پیروی کی سو وہ عنقریب خرابی

یَلْقَوْنَ غَیًّا ۵۹ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا

سے دوچار ہونگے ۸۹ البتہ جس نے توبہ کر لی اور ایمان لے آیا اور نیک کام کرنے لگا

السجدة ۵

یعنی شرف النبوة والزلفی عند اللہ (بیضاوی) هذا من اخبار کعب الاحبار الاسرائیلیات وفی بعضه نکارة واللہ اعلم (ابن کثیر) وهو الرفعة بعلو الشان ورفعة القدر (روح) رفعت اور مکان اور علو سب معنوی ہیں اور جو قصہ علو حسی کا مشہور ہے اگر وہ صحیح بھی ہو تب بھی تفسیر کا موقوف علیہ بنانے کی ضرورت نہیں (تھانویؒ) اعمّ فضائل رفع شرفه بالمناجاة (کبیر) ۸۶ یعنی یہ سب کے سب آدمی ہی تھے۔ کوئی ان میں سے فوق البشر یا اولاد آدم سے باہر نہ تھا۔ نہ کوئی جن تھا، نہ فرشتہ، نہ کوئی دیوی دیوتا۔ اُولٰٓئِكَ۔ یعنی یہ سارے لوگ جن کا ذکر زکریاؑ سے لیکر ادریسؑ تک اب تک اس سورۃ میں آچکا ہے۔ ۸۷ مثلاً حضرت زکریاؑ اور حضرت یحییٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ اور حضرت موسیٰؑ کہ یہ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ دونوں کی اولاد میں تھے اور حضرت اسحٰقؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ اور خود حضرت اسرائیلؑ کہ تنہا حضرت ابراہیمؑ کی اولاد میں تھے۔
۸۸ (اپنی اطاعت و عبودیت کے اظہار کے لئے) اللہ کے ہاں مقبولیت، کمال عبدیت عبودیت سے الگ نہیں، اسی کا دوسرا نام ہے۔ آیت میں انبیاء کے دو قسم کے اوصاف بیان ہوئے ایک ان کا مقبول بصاحب کمال ہونا، دوسرا ان کا خشوع وخشیت باکمال عبدیت۔ ۸۹ (آخرت میں) خَلْفٌ (بہ سکون لام) کے معنی ہیں بُری اولاد، جیسے ہمارے محاورہ میں ناخلف بھی کہتے ہیں (یستعمل فی الردی بخلاف) (راغب) یعنی فعقب المنیف بالفتح وقیل فی عقب السوء خلف بالسکون (کشاف) اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ۔ اضاعت عام ہے، خواہ اعتقادی بھی ہو، خواہ محض عملی۔ الشَّهَوٰتِ۔ خواہشوں سے نفسانی ناجائز خواہشیں مراد ہیں جو ضروری طاعتوں سے غافل کرنے والی۔ غَیًّا۔ غی ہر بڑی خرابی پر محیط اور حاوی ہے (کل شر عند العرب غی) (کشاف) الغی عند العرب کل شر (بحر)

۷۲ یعنی قلباً واعتقاداً تو میں پہلے ہی سے علیحدہ تھا۔ اب سکونت بھی یہاں کی چھوڑے دیتا ہوں ——— چنانچہ اس کے بعد آپ ملک شام کو ہجرت فرما گئے تو ان کے مخاطبین اول، مشرکین عرب لے لئے
اس قصہ ابراہیمی میں خصوصیت کے ساتھ سبق ہدایت موجود ہے۔ وہ بھی نسل ابراہیمی سے تھے اور اپنے کو پیرو بھی انہیں کے دین کا ظاہر کرتے تھے۔ وَاَدْعُوْا رَبِّیْ - مرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ اس میں معاندے
یکسو ہوجانے کی تعلیم ہے۔ ۷۳ (برخلاف مشرکوں کے، جو اپنے معبودوں کو پکار کر محروم ہی رہتے ہیں) حضرت ابراہیمؑ پیمبر ہیں، اور پیمبر بھی کیسے جلیل القدر۔ اللہ کے خلیل۔ اس پر بھی دعویٰ کے ساتھ یہ نہیں
کہتے کہ میری دعا قبول ہی ہوجائے گی۔ بلکہ عبدیت کی پوری شان تواضع کے ساتھ اس کی صرف امید ظاہر کرتے ہیں۔ ۷۴ یعنی جب آپ اپنے شہر حران (ملک کلدانیہ) سے ہجرت کرکے ملک شام میں آبسے، تو
اس ترک وطن واہل وطن سے آپ دنیوی ومادی اعتبار سے بھی گھاٹے میں نہ رہے۔ دوسرا وطن آپ کو مل گیا۔ صاحب اولاد آپ ہوئے، اولاد در اولاد تک پیمبر ہوئی، ساری خوشیاں اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں آپ کی اس

وَمَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَاَدْعُوْا رَبِّیْ ۖ عَسٰۤی اَلَّا
تم لوگوں سے اور ان سے بھی جنہیں تم لوگ خدا کے سوا پکارتے ہو۷۲ اور میں تو اپنے پروردگار ہی کو پکارونگا یقین ہے
اَکُوْنَ بِدُعَآءِ رَبِّیْ شَقِیًّا ﴿۴۸﴾ فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ
کہ میں اپنے پروردگار کو پکار کر محروم نہ رہوں گا۷۳ پھر جب وہ کنارہ کش ہوگئے
وَمَا یَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۙ وَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَ
ان لوگوں سے اور ان سے بھی جن کی وہ لوگ اللہ کے سوا عبادت کرتے تھے تو ہم نے انہیں اسحٰق اور یعقوب
یَعْقُوْبَ ؕ وَكُلًّا جَعَلْنَا نَبِیًّا ﴿۴۹﴾ وَوَهَبْنَا لَهُمْ مِّنْ رَّحْمَتِنَا
کو عطا کیا۷۴ اور ہم نے ہر ایک کو نبی بنایا اور ہم نے ان سب کو اپنی رحمت عطا کی۷۵
وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِیًّا ﴿۵۰﴾ ع وَاذْكُرْ فِی الْكِتٰبِ
اور ہم نے ان سب کا نام نیک اور بلند کیا۷۶ اور آپ (اس) کتاب میں موسیٰ کا (بھی)
مُوْسٰۤی ۫ اِنَّهٗ كَانَ مُخْلَصًا وَّكَانَ رَسُوْلًا نَّبِیًّا ﴿۵۱﴾ وَنَادَیْنٰهُ
ذکر کیجئے۷۷ بیشک وہ (اللہ کے) خاص کئے ہوئے (بندے) تھے اور وہ رسول تھے، نبی تھے۷۸ اور ہم نے
مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ الْاَیْمَنِ وَقَرَّبْنٰهُ نَجِیًّا ﴿۵۲﴾ وَوَهَبْنَا
انہیں طور کی داہنی جانب سے آواز دی اور ہم نے ان کو مقرب بنایا راز کی گفتگو کے لئے۷۹ اور ہم نے اپنی
لَهٗ مِنْ رَّحْمَتِنَاۤ اَخَاهُ هٰرُوْنَ نَبِیًّا ﴿۵۳﴾ وَاذْكُرْ فِی
رحمت سے انہیں ان کے بھائی ہارون کو نبی کی حیثیت سے عطا کیا۸۰ اور آپ (اس) کتاب میں اسمٰعیل
الْكِتٰبِ اِسْمٰعِیْلَ ۫ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ
کا (بھی) ذکر کیجئے۸۱ بیشک وہ وعدہ کے (بڑے ہی) سچے تھے اور رسول

ع ۳ / ۱۰ / ٦

ہجرت اور ترک وطن کا ذکر توریت موجودہ میں ان الفاظ میں ہے:- "اور خداوند نے ابرام کو کہا تھا کہ تو اپنے ملک اور اپنے قرابتیوں کے درمیان سے اور اپنے باپ کے گھر سے اس ملک میں جو میں تجھے دکھاؤنگا نکل چل، اور میں تجھے ایک بڑی قوم بناؤں گا۔ اور تجھ کو مبارک اور تیرا نام بڑا کروں گا۔ اور تو ایک برکت ہوگا" (پیدائش ۱۲: ۱ و ۲) "سو وہ ملک کنعان میں آئے .... اور ابرام رفتہ رفتہ دکھن کی طرف گیا" (پیدائش۔۱۲: ۹) اِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ - اسحٰق بطور بیٹے کے اور یعقوب بطور پوتے کے۔ دونوں کی پیدائش حضرت ابراہیمؑ کی زندگی ہی میں ہوئی۔ ۷۵ (اور انہیں ہر طرح کی دنیوی نعمتوں اور روحانی کمالات سے سرفراز کیا) حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسحٰقؑ، حضرت یعقوبؑ، ایک طرف انبیاء مرسلین اور خاصانِ خدا میں سے تھے اور دوسری طرف ہر طرح کی دنیوی نعمتوں مثلاً قبیلہ کی سرداری، کثرت اولاد وغیرہ سے بھی بہرہ ور تھے۔ وصل الخیر المال والولد وهو قول الاکثرین (معالم) ۷۶ (آیندہ نسلوں میں) چنانچہ آج تک ان تینوں کا نام دنیا کی تین بڑی قومیں مسلمان، مسیحی، یہودی تعظیم تکریم وعقیدت ہی کے ساتھ لیتے ہیں اور ان حضرات کے حق میں جعلنا لھم لسان صدق علیا کی تفسیر اس سے بڑھ کر روشن اور جلی اور کیا ہوگی، کہ مسلمان کی کوئی نماز تک مکمل نہیں ہوپاتی جب تک ابراہیمؑ اور آل ابراہیمؑ کا نام لے کر ان پر درود وسلام نہ بھیج لیا جائے۔ ۷۷ یعنی آپ لوگوں کو اس کتاب میں سے پڑھ کر سنائیے ورنہ ذکر کرنے والا تو حقیقۃً اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر ۱٦۔ مُوْسٰی پر حاشیے سورۂ بقرہ پارۂ اول میں گزر چکے۔
۷۸ رسول اور نبی کی تفسیر میں اقوال متعدد ہیں۔ تتبع آیات مختلفہ سے جو بات احقر کے نزدیک محقق ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ ان دونوں کے مفہوم میں عموم وخصوص من وجہ ہے۔ رسول شریعت جدیدہ۔ خواہ وہ شریعت اس رسول کے اعتبار سے بھی جدید ہو جیسے توریت وغیرہ یا صرف مرسل الیہم کے اعتبار سے جدید ہو جیسے اسمٰعیل علیہ السلام کی شریعت۔ وہی شریعت ابراہیمیہ تھی۔ لیکن قوم جرہم کو اس کا علم حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ہی سے حاصل ہوا۔ اور خواہ وہ رسول نبی ہو یا نہ ہو جیسے ملائکہ کہ ان پر رسل کا اطلاق کیا گیا ہے اور وہ انبیاء نہیں ہیں، یا جیسے انبیاء کے فرستادے اصحاب جیسا سورۂ یٰسین میں ہے اذ جاءھا المرسلون اور نبی وہ ہے جو صاحب وحی ہو خواہ شریعت جدیدہ کی تبلیغ کرے یا شریعت قدیمہ کی۔ جیسے اکثر انبیاء بنی اسرائیل کہ شریعت موسویہ کی تبلیغ کرتے تھے۔ یعنی من وجہ وہ عام ہے، من وجہ یہ عام ہے۔ پس جن آیتوں میں دونوں مجتمع ہیں اس میں تو کوئی اشکال نہیں کہ خاص وعام کا جمع ہونا صحیح ہے۔ اور جس موقع پر دونوں میں تقابل ہوا ہے جیسے ما ارسلنا من قبلك من رسول ولا نبی الخ چونکہ عام وخاص مقابل نہیں ہوتے اس لئے اس نبی کو عام نہ لیں گے بلکہ خاص کرلیں گے مبلغ شریعت سابقہ کے ساتھ۔ پس معنی یہ ہونگے ما ارسلنا من قبلك من صاحب شرع جدید ولا صاحب غیر شرع جدید۔ لیکن چونکہ اب متبادر لفظ رسول سے صاحب نبوت ہوتا ہے اس لئے غیر نبی پر اطلاق اس کا بوجہ ابہام کے درست نہیں جیسے اس وقت بعض اہل زیغ اپنے لئے وحی اور رسالت بلکہ نبوت کے اطلاق کو جائز رکھتے ہیں اور تفسیر بھی ان الفاظ کی بدل ڈالی ہے۔ نعوذ باللہ" (تھانویؒ) مُخْلَصًا۔ مخلص وہ ہے جسے اللہ نے اپنا خاص کرلیا، اور اعتقاد وعمل کی ہر طرح کی غلطی سے محفوظ کرلیا ہو۔ ای معصومًا من الکفر والشرك والفواحش (ابن عباس) حقیقة الاخلاص التبری عن کل ما دون الله تعالیٰ (راغب) ۷۹ یہ گفتگو راز کی یا سرگوشی کی اس معنی میں تھی کہ اس مکالمت کے وقت اسکے سننے میں کوئی اور شریک نہ تھا۔ الطُّوْرِ۔ طور پر حاشیہ سورۂ بقرہ پارۂ اول میں گزر چکا۔ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ الْاَیْمَنِ۔ داہنے جانب سے مراد حضرت موسیٰؑ کی داہنی جانب ہے۔ والمراد به یمین موسیٰ علیه السلام (روح)
۸۰ یعنی حضرت ہارونؑ کو جو عمر میں بڑے تھے، حضرت موسیٰؑ کی اعانت وتقویت کیلئے ان کے منصب نبوت میں شریک کردینا سرتاسر ہمارا فضل وکرم ہی تھا۔ ۸۱ یعنی اسمٰعیلؑ (۲۰۰۷ تا ۱۹۳۳ ق م) بن ابراہیمؑ جو اپنے والد ماجد کی چھوٹی بیوی صاحبہ عفیفہ ہاجرہ شہزادیٔ مصر کے بطن سے تھے۔ مصر اس وقت مرکز تمدن تھا۔ وہاں کی شہزادی قدرۃً تہذیب وتمدن کے لوازم سے آراستہ تھیں۔ ملاحظہ ہو انگریزی تفسیر القرآن کا حاشیہ۔

اِبۡرٰهِیۡمَ ۬ؕ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّیۡقًا نَّبِیًّا ﴿۴۱﴾ اِذۡ قَالَ لِاَبِیۡهِ یٰۤاَبَتِ

ذکر کیجئے ۶۱ وہ بڑے راستی والے تھے نبی تھے ۶۲ (وہ وقت یاد کرنے کے قابل ہے) جب انہوں نے

لِمَ تَعۡبُدُ مَا لَا یَسۡمَعُ وَ لَا یُبۡصِرُ وَ لَا یُغۡنِیۡ عَنۡكَ شَیۡـًٔا ﴿۴۲﴾

اپنے باپ سے کہا تھا کہ اے میرے باپ آپ کیوں ایسی چیز کی پرستش کرتے ہیں جو نہ سنے نہ دیکھے اور نہ آپ کے کچھ بھی کام

یٰۤاَبَتِ اِنِّیۡ قَدۡ جَآءَنِیۡ مِنَ الۡعِلۡمِ مَا لَمۡ یَاۡتِكَ فَاتَّبِعۡنِیۡۤ

آسکے ۶۳ اے میرے باپ میرے پاس وہ علم آچکا ہے جو آپ کے پاس نہیں آیا سو آپ میری پیروی کیجئے

اَهۡدِكَ صِرَاطًا سَوِیًّا ﴿۴۳﴾ یٰۤاَبَتِ لَا تَعۡبُدِ الشَّیۡطٰنَ ؕ اِنَّ

میں آپ کو سیدھا راستہ بتادوں گا ۶۴ اے میرے باپ آپ شیطان کی پرستش نہ کیجئے شیطان

الشَّیۡطٰنَ كَانَ لِلرَّحۡمٰنِ عَصِیًّا ﴿۴۴﴾ یٰۤاَبَتِ اِنِّیۡۤ اَخَافُ

بےشک خدائے رحمٰن کا نافرمان ہے ۶۵ اے میرے باپ میں اندیشہ کرتا ہوں

اَنۡ یَّمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحۡمٰنِ فَتَكُوۡنَ لِلشَّیۡطٰنِ

کہ آپ پر خدائے رحمٰن کی طرف سے عذاب آپڑے تو آپ شیطان کے ساتھی

وَلِیًّا ﴿۴۵﴾ قَالَ اَرَاغِبٌ اَنۡتَ عَنۡ اٰلِهَتِیۡ یٰۤاِبۡرٰهِیۡمُ ۚ لَئِنۡ

بن جائیں ۶۶ (آزر نے) کہا کیا اے ابراہیم تم میرے معبودوں ہی سے پھرے ہوئے ہو؟ اگر تم باز نہ

لَّمۡ تَنۡتَهِ لَاَرۡجُمَنَّكَ وَ اهۡجُرۡنِیۡ مَلِیًّا ﴿۴۶﴾ قَالَ سَلٰمٌ عَلَیۡكَ ۚ

آئے تو میں تمہیں سنگسار کر ڈالوں گا ۶۷ اور مجھے تو ایک مدت کیلئے چھوڑ ہی دو ۶۸ (ابراہیم نے) کہا آپ میرا سلام

سَاَسۡتَغۡفِرُ لَكَ رَبِّیۡ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِیۡ حَفِیًّا ﴿۴۷﴾ وَ اَعۡتَزِلُكُمۡ

لیں ۶۹ اب میں آپ کے لئے اپنے پروردگار سے مغفرت کی درخواست کروں گا ۷۰ بیشک وہ مجھ پر بہت مہربان ہے ۷۱ اور میں کنارہ کرتا ہوں

۶۱ (اے ہمارے پیغمبر) یعنی آپ اس کتاب سے ابراہیم کا تذکرہ پڑھ کر اپنی قوم کو سنائیے۔ ورنہ کتاب میں ذکر لانے والا تو ظاہر ہے کہ خود حق تعالیٰ ہی ہے۔ والمراد اتل علیهم نبأ ابراهيم واذكره ومرجعه القرآن هو الله تعالیٰ (بحر) اے اتل علی الناس قصته (روح) حضرت ابراہیمؑ (۲۱۶۰ تا ۱۹۸۵ ق م) پر حاشیہ سورۂ بقرہ (پ ۱) رکوع ۱۵ میں گزر چکا۔ ۶۲ صدیق، صدوق کا صیغۂ مبالغہ ہے اور لفظی معنی 'بہت بڑے سچے' کے ہیں۔ اصطلاح میں ولی کامل کے مرادف ہے، اور بعد نبی کے سب سے اونچا مرتبہ صدیق ہی کا ہوتا ہے۔ الصديقون هم قوم دوين الانبياء في الفضيلة (راغب) الصديق من كثر منه الصدق وقيل بل يقال لمن لا يكذب قط (راغب) هو الذي يكون عادته الصدق (كبير) المراد فرط صدقه وكثرة ما صدق به من غيوب الله (مدارك) الصديق الكثير الصدق القائم عليه (معالم) ۶۳ (عقل سے سوچئے تو بت پرستی کی لاحاصلی آپ پر بالکل روشن ہو جائے) لِمَ تَعْبُدُ ظاہر ہے کہ مراد بتوں اور مورتیوں کی پرستش سے ہے۔ عراق قدیم یا کلدانیہ کا شرک، بدترین قسم کا شرک تھا۔ دیوی دیوتاؤں کے نام ۵ ہزار کی تعداد میں اب تک کتبوں میں مل چکے ہیں۔ ملاحظہ ہو انگریزی تفسیر القرآن کا حاشیہ۔ مَا لَا يَسْمَعُ ...... شَيْئًا مطلب یہ کہ جو ہستی واجب الوجود نہیں، وہ لائق عبادت تو کسی حال میں بھی نہیں۔ چہ جائیکہ ایسی ہستیاں جو سماعت، بصارت وغیرہ سے بھی عاری ہوں! مرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے طریق دعوت و تبلیغ میں حسن خلق و ادب کو ملحوظ رکھا تاکہ مخاطب فساد و مکابرہ پر آمادہ نہ ہو جائے۔ ۶۴ (جو توحید، ایمان اور نجات کا رستہ ہے) الْعِلْمِ۔ یعنی علم بالوحی جس میں غلطی کا احتمال ہی نہیں۔ فقہاء نے یہاں سے مسائل ذیل کا استنباط کیا ہے :- (۱) بے علموں پر علماء کی اتباع و اقتداء لازم ہے۔ (۲) باپ کو بیٹے سے استفادہ و تلمذ جائز ہے۔ (۳) فضل نسب فضل علم و کمال کا ہم سطح نہیں۔ ۶۵ شیطان کے کہے میں آکر بت پرستی اور شرک میں مبتلا ہو جانا خود شیطان پرستی ہے۔ اے لا تطعه في عبادتك هذه الاصنام فانه هو الداعي الى ذلك والراضي به (ابن كثير) المراد الطاعة لانهما كانوا يعبدون الشيطان فوجب حمله على الطاعة (كبير) لِلرَّحْمٰنِ عَصِيًّا۔ صفت رحمانیت کو نمایاں کرنے سے مقصود مخاطب کو اور زیادہ غیرت دلانا ہے کہ شیطان کی یہ کفر اور ناسپاسی بھی کیسے مالک کے مقابلہ میں ہے؟ ایسے کہ جو سر تا سر رحمت ہے۔ یٰۤاَبَتِ۔ یا ابت کی تکرار بار بار کرنا اور اسی طرح آیت ماقبل میں ہدایت کا انتساب بجائے حق تعالیٰ کے اپنی جانب کرنا یہ سب اس لئے ہے کہ مخاطب کو بجائے وحشت کے انس پیدا ہو۔ ۶۶ (دوزخ اور عذاب آخرت میں) عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ۔ یہاں یہ جتلا دیا کہ گو وہ رحمٰن ہے مگر سزا دینے میں اس کو مانع نہ عدم قدرت ہو سکتی ہے نہ عدم ارادہ۔ ۶۷ سنگساری کی سزا قدیم قوموں میں عام تھی۔ اور کلدانیہ کے قانون میں تو لڑکا عمر بھر باپ کا غلام ہی سمجھا جاتا تھا۔ باپ کی زندگی بھر اسے خود مختاری کسی طرح کی حاصل ہی نہیں ہوتی تھی۔ ملاحظہ ہو انگریزی تفسیر القرآن کا حاشیہ۔ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ۔ یعنی اگر اپنے اس انوکھے عقیدہ اور تعلیم سے باز نہ آئے۔ ۶۸ یعنی میرا سامنا کرنا تو بہرحال چھوڑ ہی دو۔ مَلِيًّا۔ ملی کے معنی زمانۂ طویل کے ہیں، اور یہی یہاں بھی اکابر سے منقول ہیں۔ قيل المدة الطويلة (راغب) زمانا طويلا (ابن جرير عن الحسن) حينا طويلا ودهرا (ابن جرير، مروي عن الحسن ومجاهد وسعيد بن جبير والسدي قالوا دهرا طويلا) (جصاص) ۶۹ (اور میری اور آپ کی راہیں آج سے جدا ہیں) حضرت نے جب دیکھا کہ تبلیغ و نصیحت کا اثر الٹا ہو رہا ہے تو کہا، بہتر ہے میرا آخری سلام قبول ہو۔ میں اب رخصت ہوتا ہوں۔ یہ سلام وداع اور رخصتی کا ہے کہ میری راہ الگ ہے، آپ کی راہ الگ۔ اس سے اس فقہی مسئلہ کو کہ کافر کو سلام جائز ہے یا نہیں، نفیاً یا اثباتاً کوئی تعلق ہی نہیں۔ سلام توادع ومتاركة (كبير) قال الجمهور هذا بمعنى المسالمة لا بمعنى التحية (بحر) هذا السلام المتاركة بقرينة المقام فلا يدل على جواز السلام على الكافر بل ولا على جواز ابتدائه (مظهري) لیکن بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ یہ سلام رفق و آشتی و سالمت کا ہے اور اس میں اسکی تعلیم ہے کہ سفیہ کو حلیم کی زبان سے ایسا ہی جواب ملنا چاہئے اور اس میں حق ابوت کا احترام بھی ہے۔ قيل سلام بر ولطف وهو جواب الحليم للسفيه (معالم) يعني اما انا فلا ينالك مني مكروه ولا اذى وذلك لحرمة الابوة (ابن كثير) مقابلة للسيئة بالحسنة اي لا اصيبك بمكروه (بيضاوي) ۷۰ (اس طرح کہ آپ کو جیتے جی ہدایت نصیب ہو جائے کہ اسی پر مغفرت مرتب ہوتی ہے) معناه سأسأل الله تعالى لك توبة تنال بها المغفرة (معالم) انما استغفر لابيه لانه كان يرجو منه الايمان (كبير) مرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ یہ سند ہے کافر کے لئے دعائے ہدایت کے جواز کی۔ ۷۱ (اس لئے مجھے امید ہے کہ وہ میری دعا قبول بھی کرے گا، بشرطیکہ وہ کسی حکمت تکوینی کے معارض نہ ہوئی)

٥٢ یہ ہے ان کی صحیح کیفیت۔ یہ ہے ان کے نبی اور بندۂ مقبول و مقرب ہونے کا صحیح اور سچا بیان۔ نہ وہ خدا، نہ فرزند خدا، نہ مظہر خدا، جیسا کہ عیسائیوں نے گڑھ رکھا ہے۔ نہ وہ بندۂ نامقبول و مردود، جیسا کہ یہود نے طرح طرح انہیں متہم کر رکھا ہے۔ اَلَّذِیْ فِیْهِ یَمْتَرُوْنَ۔ ان کے باب میں جھگڑا کرنے والے بھی افراط و تفریط میں مبتلا اور غلو کرنے والے فرقے ہیں۔ ذٰلِكَ۔ اشارہ اوپر کے قول انی عبد اللہ کی جانب ہے یعنی عیسیٰ بن مریم وہی ہیں جو ان صفات سے موصوف ہیں۔ الاشارة الی ما تقدم وهو قوله انی عبد الله اتانی الکتاب ای ذلك الموصوف بهذه الصفات هو عیسی بن مریم (کبیر) قَوْلَ الْحَقِّ۔ یعنی اصل حقیقت یہ ہے، نہ کہ وہ داستانیں جو اہلِ باطل نے گڑھ گڑھ لی ہیں۔ علی معنی انه قول الحق الذی لا یبطله (کبیر) ٥٣ اس کی جانب اولاد کا انتساب معمولی اور فرعی غلطی نہیں۔ بنیادی، مرکزی اور ایک اہم ترین ضلالت ہے۔ اتخاذ ولد پر حاشیہ سورۂ بقرہ وقالوا اتخذ الله ولدا سبحنه کے تحت میں گزر چکا۔ مِنْ وَّلَدٍ۔ من تاکید نفی کے لئے ہے۔ جو معنی لت اکید النفی (مدارک) مَا كَانَ لِلّٰهِ۔ یہ اسی طرح کا

يَمْتَرُوْنَ (٣٤) مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنْ يَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ
جھگڑ رہے ہیں ٥٢ اور اللہ کی یہ شان ہی نہیں کہ وہ اولاد اختیار کرے وہ بالکل پاک ہے ٥٣
اِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ (٣٥) ؕ وَاِنَّ
وہ تو جب کسی امر کا تہیہ کر لیتا ہے تو بس اس سے صرف اتنا کہہ دیتا ہے کہ ہو جا سو وہ ہو جاتا ہے ٥٤ اور بیشک
اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ (٣٦)
اللہ میرا بھی پروردگار ہے اور تمہارا بھی پروردگار ہے سو اسی کی عبادت کرو یہی (دین کا) سیدھا راستہ ہے
فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَيْنِهِمْ ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا
پھر (مختلف) گروہوں نے باہم اختلاف ڈال لیا ٥٦ سو کافروں کے حق میں بڑی آفت (آنے والی)
مِنْ مَّشْهَدِ يَوْمٍ عَظِيْمٍ (٣٧) اَسْمِعْ بِهِمْ وَاَبْصِرْ ۙ يَوْمَ
ہے (اس) بڑے دن کی آمد پر ٥٧ یہ کیسے کچھ سننے والے اور دیکھنے والے ہو جائیں گے جس روز
يَاْتُوْنَنَا لٰكِنِ الظّٰلِمُوْنَ الْيَوْمَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (٣٨) وَ
ہمارے پاس آئیں گے لیکن آج تو یہ ظالم کھلی ہوئی گمراہی میں پڑے ہیں ٥٨ اور
اَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ اِذْ قُضِيَ الْاَمْرُ ۘ وَهُمْ فِيْ
آپ انہیں اس حسرت کے دن سے ڈرایئے جب کہ اخیر فیصلہ کر دیا جائے گا اور یہ لوگ بے پروائی
غَفْلَةٍ وَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ (٣٩) ؕ اِنَّا نَحْنُ نَرِثُ الْاَرْضَ وَ
میں (پڑے ہیں) ایمان نہیں لاتے ٥٩ ہم ہی زمین کے اور اس پر رہنے والوں کے
مَنْ عَلَيْهَا وَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ (٤٠) ع وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ
وارث رہ جائیں گے اور ہماری ہی طرف (سب) لوٹائے جائیں گے اور آپ (اس) کتاب میں ابراہیم کا

وقف لازم

ع ٢ ٢٥ ٥

فقرہ ہے، جیسے دوسری جگہ قرآن میں ہے۔ ما کان اللہ ان یظلمهم۔ ای لا یلیق ذلك بحکمته وکمال الهیته (کبیر) ٥٤ (ایسے قوت و اقتدارِ مطلق رکھنے والے کو اولاد کی حاجت کیا، اور ایسے کمال والے کے لئے اولاد کا ثابت کرنا عقلاً کمال کا نہیں نقص کا اثبات کرنا ہے) كُنْ فَيَكُوْنُ پر حاشیہ پہلے گزر چکا۔ لَهٗ یعنی اسی امر سے، جو اپنے وقوع میں آنے سے پیشتر ہی حکمِ الٰہی میں موجود رہتا ہے۔ ٥٥ اِنَّ اللّٰهَ الخ یہ رسول اللہ صلعم کو حکم مل رہا ہے کہ آپ اپنی طرف سے کہہ دیجئے۔ القصد یرفعل بالمعتمد ان اللہ ربی وربکم (کبیر) هٰذَا۔ مراد ان امور سے ہے جن کا ذکر ابھی اوپر آ چکا ہے یعنی حق تعالیٰ کی توحید اور شرک سے تبری کامل۔ ای ما ذکر من التوحید (روح) ٥٦ یہاں اختلاف سے مراد وہ اختلاف نہیں، جو حضرت مسیح کے باب میں اہلِ حق اور اہل باطل کے درمیان ہے، بلکہ وہ اختلاف مراد ہے جو خود اہلِ باطل یا غالی مسیحیوں ہی کے مختلف فرقوں کے درمیان ہے جن کے جھگڑوں سے تاریخ کلیسا بھری پڑی ہے۔ اَلْاَحْزَابُ۔ مراد وہ فرقے ہیں جو حضرت مسیح کے باب میں مسیحیوں کے درمیان بہت بڑی تعداد میں پیدا ہو چکے ہیں۔ اور یہود کے فرقے ان پر مستزاد۔ ٥٧ يَوْمٍ عَظِيْمٍ سے مراد ظاہر ہے کہ روز قیامت ہے، جو باعتبار امتداد بھی بہت بڑا ہو گا اور باعتبار اشتداد بھی۔ مَشْهَدِ سے مراد نفس شہود بھی ہو سکتا ہے اور مکان شہود بھی اور زمان شہود بھی۔ یحتمل ان یکون المراد من المشهد نفس شهودهم وهو الحساب والجزاء فی القیامة او مکان الشهود فیه او وقت الشهود (کبیر) اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا کا اطلاق ہر کافر گروہ کے لئے عام ہے، لیکن یہاں اشارۃً خاص انہیں قوموں کی جانب ہے جو حضرت عیسیٰؑ سے متعلق گمراہ ہوئی ہیں۔ یہود و نصاریٰ مع اپنے تمام ذیلی و ضمنی فرقوں کے۔ ای تحزبوا فی عیسی (ابن عباسؓ) ٥٨ یعنی حشر میں تو انکشاف حقائق ان کافروں کو بھی کامل ہو کر رہے گا، لیکن آج دنیا میں تو یہ سرتاسر ظلمت ضلالت میں غرق ہیں۔ اَسْمِعْ بِهِمْ وَاَبْصِرْ۔ محاورہ میں کمال تعجب کے موقع پر آتا ہے۔ یعنی آج تو یوں اندھے بہرے ہیں، کل قیامت میں سب کمال حیرت سے دیکھیں گے کہ آنکھیں خوب روشن اور کان خوب تیز ہو گئے ہیں! الجمهور علی ان لفظه امر ومعناه التعجب (مدارک) ٥٩ (اور چونکہ حقائق ایمانی پر پوری توجہ بھی کبھی صرف نہیں کرتے، اس لئے ان کی یہ غفلت یا بے پروائی بھی اختیاری ہی ہے، اور یہ اس میں معذور ذرا بھی نہیں) يَوْمَ الْحَسْرَةِ۔ حسرتیں تو کافروں کے نصیب ہی میں ہیں، یوم حشر میں ان حسرتوں کا شمار و عدد، اور کیفیت و کمیت کے ہر اعتبار سے شدید ترین و قوی ترین ہونا ظاہر ہی ہے۔ اِذْ قُضِيَ الْاَمْرُ۔ یعنی جنت و دوزخ دونوں ہی کا فیصلہ کر دیا جائے گا۔ اور اہلِ جنت و اہلِ جہنم دونوں کو خلود کا حکم سنا کر موت کو ان کے سامنے ذبح کر دیا جائے گا۔ حدیث میں یہی تفسیر آئی ہے۔ (بخاری۔ کتاب التفسیر) ٦٠ ذات حق جس طرح سب کا مبدء ہے، سب کا مرجع بھی ہے، یہ نہیں کہ مخلوق میں سے کسی ایک کی بھی واپسی کسی اور کی جانب ہو۔ نَرِثُ الْاَرْضَ۔ یعنی جب زمین کی ساری جاندار مخلوق فنا ہو جائے گی تو بس ہم ہی اسکے وارث یا مالک رہ جائیں گے۔ صدیق صیغۂ مبالغہ ہے صدق کا۔ اصطلاح میں بعد نبی کے سب سے اونچا مرتبہ اسی کا ہے۔ اور لفظی معنی ہیں "بہت بڑے سچے"۔ ای کثیر الصدق لم یکذب قط (روح) توریت میں دو مرتبہ کذب کو حضرت ابراہیم خلیل سے منسوب کیا ہے۔ (پیدائش ١٢: ١٣ اور ٢٠: ٢) لفظ صدیق لانے سے ممکن ہے اس کی بھی تردید مدنظر ہو۔

اَلْيَوْمَ اِنْسِيًّا (٢٦) فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ ۭ قَالُوْا يٰمَرْيَمُ
کسی انسان سے بولوں گی نہیں ٣٩ پھر وہ انہیں (گود میں) اٹھائے ہوئے اپنی قوم والوں کے پاس آئیں ٤٠ وہ لوگ بولے
لَقَدْ جِئْتِ شَيْئًا فَرِيًّا (٢٧) يٰٓاُخْتَ هٰرُوْنَ مَا كَانَ اَبُوْكِ
اے مریم تو نے تو بڑے غضب کی حرکت کی ٤١ اے ہارون کی بہن نہ تمہارے والد ہی برے
امْرَاَ سَوْءٍ وَّمَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا (٢٨) فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ ۭ
آدمی تھے اور نہ تمہاری ماں ہی بدکار تھیں ٤٢ اس پر مریم نے اس (بچہ) کی طرف اشارہ کیا ٤٣
قَالُوْا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا (٢٩) قَالَ
وہ بولے ہم اس سے کیسے بات چیت کریں جو ابھی گہوارہ میں (پڑا ہوا) بچہ ہی ہے (وہ بچہ) بول اٹھا
اِنِّىْ عَبْدُ اللّٰهِ ڐ اٰتٰىنِيَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِيْ نَبِيًّا (٣٠) وَّجَعَلَنِيْ
میں اللہ کا بندہ ہوں ٤٥ اس نے مجھے کتاب دی اور اس نے مجھے نبی بنایا ٤٦ اور (اسی نے) مجھے
مُبٰرَكًا اَيْنَ مَا كُنْتُ ۠ وَاَوْصٰنِيْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا
بابرکت بنایا، میں جہاں کہیں بھی ہوں ٤٧ اور (اسی نے) مجھے نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا جب تک
دُمْتُ حَيًّا (٣١) وَّبَرًّۢا بِوَالِدَتِيْ ۡ وَلَمْ يَجْعَلْنِيْ جَبَّارًا شَقِيًّا (٣٢)
میں زندہ رہوں ٤٨ اور مجھے میری والدہ سے نیکی کرنے والا (بنایا) ٤٩ اور مجھے سرکش و بدبخت نہیں بنایا ٥٠
وَالسَّلٰمُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ وَيَوْمَ اَمُوْتُ وَيَوْمَ اُبْعَثُ
اور میرے اوپر سلام ہے جس روز میں پیدا ہوا اور جس روز میں مروں گا اور جس روز میں زندہ کرکے
حَيًّا (٣٣) ذٰلِكَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ ۚ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِيْ فِيْهِ
اٹھایا جاؤں گا ٥١ یہ ہیں عیسیٰ بن مریم (یہ ہے وہ) سچی بات جس میں یہ لوگ

مَقُولِی کے تحت میں بعض مفسرین نے بڑھایا کہ یہ بات بھی اشارہ سے کہنا ورنہ صوم سکوت سے تناقض لازم آتا ہے لیکن اتنا تکلف غیر ضروری ہے۔ بہ آسانی ممکن ہے کہ یہ اطلاعی فقرہ کہہ کر وہ چپ ہو گئی ہوں۔ وقالت فرقة معنی قولی ای بالاشارة لا بالکلام والا فکان تناقض منافی قولها انتہی ولا تناقض لان المعنی فلن اکلم الیوم انسیا بعد قولی هذا (بحر) ٣٩ گویا حکم یہ ملا کہ تم روزہ کی نذر مان لو۔ اور جب کوئی تم پر اعتراض کرنے لگے تو تم اس پر بھی ظاہر کردینا، اور خود سوال وجواب میں نہ پڑنا۔ فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا۔ روزہ بہت سی اگلی شریعتوں میں سکوت کے ساتھ ہوتا تھا۔ شریعت اسلامی میں صوم سکوت جائز نہیں۔ ایک شریف خاتون کے لئے جب خود اسی کی عصمت زیر بحث آنے لگے، اپنی بریت وصفائی میں بھی تقریر کرنا کتنا دشوار ہوتا ہے۔ اس کا اندازہ ہر صاحب فہم اور ہر صاحب تجربہ رکھتا ہے۔ قرآن مجید نے حضرت مریمؑ کی نزاکت جذبات کا لحاظ فرما کر کتنا اچھا نسخہ انہیں بتا دیا کہ تم سوال وجواب ہی میں نہ پڑنا، بلکہ جواب اپنے اس بچہ ہی سے دلوانا (جیسا آگے آرہا ہے) ہم اسے بطور خارق عادت تمہاری صفائی میں گویا کر دینگے۔ ٤٠ اب وہ وقت ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کی ولادت ہو چکی ہے اور آپ انہیں گود میں لئے ہوئے شہر کو آئی ہیں۔ ٤١ یعنی (نعوذ باللہ) یہ بدکاری کا ثمرہ لے کر آئیں۔ یہ اس لئے کہا کہ حضرت مریمؑ کی ابھی شادی نہیں ہوئی تھی۔ یہود، بجز معصیت شدید کی بدگمانی کے اور کوئی دوسرا قیاس قائم نہ کر سکے۔ یہ حمل و تولد بلا توسط مرد کے خارق عادت ہے۔ اور خوارق میں کتنا ہی استبعاد ہو مضائقہ نہیں لیکن اس میں اس وجہ سے زیادہ استبعاد بھی نہیں کہ حسب تصریح کتب طب، عورت کی منی میں قوت منعقدہ کے ساتھ قوت عاقدہ بھی ہے۔ اسی لئے مرض رجا میں کچھ ناتمام صورت بھی بن جاتی ہے۔ کما صرح فی القانون۔ بس اگر یہی قوت عاقدہ اور زیادہ بڑھ جائے تو زیادہ مستبعد نہیں ہے" (تھانوی) جئت یہاں بمعنی فعلت ہے (روح) فَرِيًّا۔ فری کہتے ہیں گری پڑی چیز کو۔ چنانچہ افترا بھی اسی مادہ سے ہے۔ یہاں تعبیر عظیم اور عجیب، اور مصنوعی چیز سے کی گئی ہے۔ قیل معناه عظیما وقیل عجیبا وقیل مصنوعا (راغب) شیئا عظیما منکرا (کبیر) قال مجاهد والسدی الفری العظیم الشنیع (بحر) ٤٢ (تو یہ بھی تو نہیں کہا جا سکتا کہ والدین کی برائی کا اثر تم میں آگیا۔ ایسے نیک اور خوش چلن، شریف خاندان میں ہو کر اور یہ حرکت! کتنی شرم کی بات ہے) غیرت دلانے کا اس سے زیادہ مؤثر اور زوردار طریق اور ہو کیا سکتا تھا۔ يٰٓاُخْتَ هٰرُوْنَ۔ اخت صیغۂ مؤنث اخ کا ہے۔ اور جس طرح اخ کا مفہوم نہایت وسیع ہے اور وطنی، دینی، صناعتی ہر قسم کے اشتراک و تشابہ پر حاوی۔ اسی طرح اخت کا اطلاق بھی نسب پر محدود نہیں، بلکہ ہر قسم کے اشتراک کے لئے عام ہے۔ یہاں بھی مفہوم اسی مثلیت کا ہے۔ گویا وہ لوگ کہہ رہے ہیں کہ اے ہارون جیسی خاتون، اے تقویٰ و پاکیزگی میں ہارون کی ہم سطح خاتون۔ اخت الیه بمعنی التشبیه لا بمعنی النسبة (کبیر) والمراد بالاخت انها واحدة منهم کما یقال العرب اخا العرب وهو المروی عن السدی (روح) شبهوها به علی معنی انا ظننا انک مثله فی الصلاح و لیس المراد منه الاخوة فی النسب (معالم) خود قرآن میں بھی اخت مشابہ کے معنی میں آیا ہے۔ وما نریهم من اٰیة الا هی اکبر من اختها (زخرف۔ ع ٤) هٰرُوْنَ۔ یہ ہارون کون تھے؟ اغلب تو یہی ہے کہ وہی ہارونؑ نبی مراد ہوں۔ جو اپنے تقویٰ و پاکیزگی کے لئے اسرائیلیوں میں ضرب المثل تھے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ کوئی اور ہارون مریمؑ کے معاصر ہوں، جن کا تقویٰ اس عہد کے لوگوں میں معروف و مسلم ہو۔ اور یہ اگر کوئی صالح شخص حضرت مریمؑ کے بھائی ہی ہوں تو اس میں بھی کوئی تاریخی استبعاد نہیں۔ جب کہ والدین مریمؑ کی اولاد کی تفصیل کہیں محفوظ نہیں۔ ٤٣ (کہ جو کچھ کہنا سننا ہے اسی بچہ سے کہو سنو) ٤٤ یہود اسے حضرت مریمؑ کی زبان سے طنز و تمسخر سمجھ کر اور زیادہ جھنجھلائے، اور بولے کہ کیا باتیں کرتی ہو؟ ہم مخاطب اس ناسمجھ، بے زبان بچہ سے ہوں جو ابھی گہوارہ میں پڑا ہوا ہے! لما اشارت الیه غضبوا غضبا شدیدا (کبیر عن السدی) كَانَ۔ ابو عبیدہ لغوی کا قول ہے کہ یہاں زائدہ ہے (بحر) اور یہ تو بہر حال لازمی نہیں کہ اسکے معنی ماضی کے لئے جائیں، یعنی اس زمانہ کے جو مکالمہ کے وقت منقطع ہو چکا ہے۔ اور خود قرآن مجید میں متعدد نظیریں کان کے اس استعمال کی ہیں۔ مثلاً ولا تقربوا الزنیٰ انه کان فاحشة کے یہ معنی آج تک کوئی نہیں سمجھا ہے کہ زنا کسی زمانہ گذشتہ میں فعل بد تھا۔ چنانچہ یہاں بھی محققین نے تصریح کر دی ہے کہ کان سے مراد کوئی ایسا زمانہ نہیں جو اس وقت منقطع ہو چکا ہے۔ لا یدل ذلک علی الانقطاع (بحر) ٤٥ (اور بندہ بھی خاص و مقرب) اس ذرا سے فقرہ میں تردید آگئی آپؑ کے متعلق ہر قسم کے غلو کی ——— ایک طرف نصاریٰ کی افراط کی بھی اور دوسری طرف یہود کی تفریط کی بھی۔ اور آپ کی صحیح و حقیقی حیثیت واضح و متعین ہو گئی۔ قَالَ۔ یہود کی مخاطبت کا انتظار کئے بغیر آپؑ باذن الٰہی خود ہی بول اٹھے۔ اس خرق عادت کا ظہور، خود یہود کے مسلمات کے لحاظ سے آپ کی اعلیٰ مقبولیت کا ثبوت تھا۔ اور فساد نسب اس مقبولیت عظمیٰ کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتا۔ اس لئے اس سن میں آپ کا تکلم یہود کی بدگمانی رفع کرنے کے لئے بجائے خود کافی ہو جانا چاہیے تھا۔ امام رازیؒ نے اس پہلو کی جانب اشارہ کیا ہے۔ ٤٦ مستقبل کے واقعات کو، جب کہ ان کا وقوع بالکل یقینی اور غیر مشتبہ ہو، بصیغۂ ماضی بیان کرنا عادت قرآنی کے عین مطابق ہے۔ [illegible] عن ابن عباسؓ) بعض اقوال یہ بھی نقل ہوئے ہیں کہ حضرت کا یہ قول اس وقت کا نہیں، بہت بعد کا ہے۔ پہلا قول عبد اللہ پر ختم ہو گیا۔ ٤٧ یعنی خلق کو میرے ذریعہ سے دین کا نفع پہنچے گا۔ مبارک کے معنی معلم خیر کے بھی کئے گئے ہیں۔ قال مجاهد معلما للخیر وقال غیره جعلنی نفاعا (جصاص) ٤٨ یعنی مجھے احکام شریعت دے کر بھیجا گیا ہے اور میرے اوپر بھی زندگی بھر عبادتیں اور احکام شریعت کی پیروی فرض ہیں۔ انجیل برناباس، جو حضرت مسیح کے ایک حواری کی جانب منسوب ہے، اور جسے مسیحی اپنے اغراض و عقائد کے مخالف پا کر جعلی قرار دیتے ہیں، اس میں اس مفہوم کی آیت موجود ہے (ملاحظہ ہو حاشیۂ تفسیر انگریزی) ٤٩ اسمیں تردید ہے انجیل مروجہ کی پیدا کی ہوئی اس غلط فہمی کی کہ آپ کا برتاؤ اپنی والدہ کے ساتھ اچھا نہ تھا۔ اور آپ ان سے بے رخی، بے التفاتی، بے اعتنائی برت جاتے۔ (ملاحظہ ہو متی ١٢: ٤٦۔ ٥٠ مرقس ٣: ٣١۔ ٣٥ لوقا ٨: ١٩۔ ٢١) اس حسن سلوک کے موقع پر بجائے والدین کے صرف والدہ کا نام لانا خود اس امر کا قرینہ ہے کہ آپ کی پیدائش والد کے توسط کے بغیر ہوئی تھی۔

٥٠ (کہ میں خلق یا خالق کسی کے بھی ادائے حقوق میں کمی کروں یا اعمال کے ترک سے بدبختی خریدوں) انجیل میں آپ کی زبان سے ہے، "میں حلیم ہوں اور دل کا فروتن" (متی ١١: ٢٩) نیز ملاحظہ ہو حاشیۂ تفسیر انگریزی۔ فقہاء نے آیت سے یہ نکالا ہے کہ انسان کا اپنی زبان سے اپنے اوصاف کمالی کا اظہار کرنا بالکل جائز ہے، بشرطیکہ مقصود تعارف ہو، ناز و افتخار نہ ہو۔ یدل علی انه جائز للانسان ان یصف نفسه بصفات [illegible] وعز لا علی جهة الافتخار (جصاص) ٥١ سلام یہاں وسیع معنی میں ہے، یعنی اللہ کے حفظ و امن کے مرادف۔ ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر ١٩۔

۲٦ غرض یہ کہ مرد کی مقاربت سے جو حمل کے لئے شرط عادی ہے ہمیں جائز و ناجائز ہر طرح سے دور رہی ہوں۔ لَمْ يَمْسَسْنِي بَشَرٌ۔ یعنی بطریق نکاح۔ حاشیہ پارہ ۳ سورۂ آل عمران میں گزر چکا۔ حضرت مریم کو جب یقین ہو گیا کہ ان کا مخاطب انسان نہیں، فرشتہ ہے تو اب ان کا یہ قول بطور انکار نہیں بلکہ محض اظہار تعجب کے لئے ہے۔ لَمْ أَكُ بَغِيًّا۔ اس فقرہ سے تردید بھی مقصود ہے یہود مردود کی۔ جو آپ کو متہم کر رہے تھے۔ ۲۷ (ملاحظہ ہو) انجیل میں یہ قصہ یوں درج ہے:۔ ”اب یسوع مسیح کی پیدائش اس طرح ہوئی کہ جب اس کی ماں مریم کی منگنی یوسف کے ساتھ ہو گئی تو ان کے اکٹھے ہونے سے پہلے وہ روح القدس کی قدرت سے حاملہ پائی گئی۔ پس اس کے شوہر یوسف نے جو راستباز تھا اور اسے بدنام کرنا نہیں چاہتا تھا، چپکے سے اس کے چھوڑ دینے کا ارادہ کیا۔ وہ ان باتوں کو سوچ ہی رہا تھا کہ خداوند کے فرشتہ نے اسے خواب میں دکھائی دے کر کہا اے یوسف ابن داؤد، اپنی بیوی مریم کو اپنے ہاں لے آنے سے نہ ڈر، کیونکہ جو اس کے پیٹ میں ہے وہ روح القدس کی قدرت سے ہے، وہ بیٹا جنے گی اور تو اس کا نام یسوع رکھنا“ (متی۔ ۱: ۱۸-۲۱) قرآن مجید کی توحید خالص اور انجیل کے شرک آمیز انداز بیان کا فرق اسی سے ظاہر ہے کہ قرآن مجید میں اس واقعہ کو ہر جگہ قدرت پروردگار ہی کا کرشمہ قرار دیا ہے بہ خلاف اس کے انجیل میں ایک نہیں دو دو جگہ اسے ”روح القدس کی قدرت“ کی جانب منسوب کیا ہے۔ ۲۸ خدائے تعالیٰ تو کہتے ہی اس ہستی کو ہیں

بَشَرٌ وَلَمْ أَكُ بَغِيًّا ﴿٢٠﴾ قَالَ كَذَٰلِكِ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ

بشر نے ہاتھ لگایا ہے اور نہ میں بدچلن ہی ہوں ۲٦ (فرشتہ نے) کہا (یہ) یوں ہی ہوگا ۲۷ تمہارے پروردگار نے کہا ہے کہ

هَيِّنٌ وَلِنَجْعَلَهُ آيَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا وَكَانَ

یہ میرے لئے آسان ہے ۲۸ اور (یہ اس لئے بھی) تاکہ ہم اسے لوگوں کیلئے ایک نشان بنا دیں ۲۹ اور اپنی طرف سے سبب رحمت ۳۰ اور یہ

أَمْرًا مَّقْضِيًّا ﴿٢١﴾ فَحَمَلَتْهُ فَانتَبَذَتْ بِهِ مَكَانًا قَصِيًّا ﴿٢٢﴾

ایک بات طے شدہ ہے ۳۱ پھر انکے حمل قرار پا گیا پھر وہ اسے لئے ہوئے کہیں ایک دور جگہ چلی گئیں ۳۲

فَأَجَاءَهَا الْمَخَاضُ إِلَىٰ جِذْعِ النَّخْلَةِ قَالَتْ يَا لَيْتَنِي

سو انہیں دردِ زہ ایک کھجور کے درخت کی طرف لے گیا ۳۳ (اور) وہ بولیں کاش میں اس سے

مِتُّ قَبْلَ هَٰذَا وَكُنتُ نَسْيًا مَّنسِيًّا ﴿٢٣﴾ فَنَادَاهَا مِن

پہلے مر گئی ہوتی۔ اور بھولی بسری ہو گئی ہوتی ۳۴ پھر (فرشتہ نے) انہیں انکے پائیں

تَحْتِهَا أَلَّا تَحْزَنِي قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا ﴿٢٤﴾ وَ

سے پکارا کہ رنج مت کرو ۳۵ تمہارے پروردگار نے تو تمہارے پائیں ہی میں ایک نہر پیدا کر دی ہے اور

هُزِّي إِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسَاقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا ﴿٢٥﴾

اس کھجور کے تنہ کو اپنی طرف ہلاؤ اس سے تم پر تر و تازہ خرمے گریں گے ۳٦

فَكُلِي وَاشْرَبِي وَقَرِّي عَيْنًا فَإِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ

اور کھاؤ اور پیو اور آنکھیں ٹھنڈی کرو ۳۷ اور اگر کسی بشر کو

أَحَدًا فَقُولِي إِنِّي نَذَرْتُ لِلرَّحْمَٰنِ صَوْمًا فَلَنْ أُكَلِّمَ

دیکھنا تو کہہ دینا ۳۸ کہ میں نے تو خدائے رحمٰن کے لئے روزہ کی نذر مان رکھی ہے سو میں تو آج

جو سارے اسباب سے بالاتر اور مسبب الاسباب ہے۔ سلسلۂ اسباب کا خالق و فاطر ہے۔ اسباب اس کے پابند و محکوم، وہ اسباب کا پابند و محکوم نہیں۔ اور اگر کسی برتر ہستی کو محکوم و پابند ہی تسلیم کرنا ہے تو وہ اور جو کچھ بھی ہو بہر حال خدا نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کسی خدا پرست کی زبان کا کسی خدائی فعل سے متعلق اس بنا پر انکار پر کھلنا کہ وہ خارق عادت ہے دلیل عقل کی نہیں، بے عقلی و حمق کی ہے ——— اب رہا خدا کا منکر تو اس سے گفتگو اصولاً نفسِ وجود باری پر کی جائیگی نہ کہ ان جزئیات پر۔ ھو۔ یعنی یہ تخلیق بلا اسباب عادیہ۔ ۲۹ (اپنی قوت و قدرت کا، اور یہ دکھا دیں کہ ہم تخلیق کائنات پر ہر طرح قادر ہیں، بہ توسط اسباب عادیہ بھی اور بلا توسط اسباب عادیہ بھی) اٰیۃ علامۃ لبنی اسرائیل ولد بلا اب (ابن عباسؓ) ۳۰ ان کے حق میں جو ہمارے اس نشان قدرت پر ایمان لائیں، اور اس سے ہدایت حاصل کریں) ۳۱ (جو پوری ہو کر رہے گی) یہ سارا زور اور ساری تاکیدیں کس امر کی دلیل ہیں؟ اس امر کی کہ کوئی بات، معمول عام کے خلاف واقع ہونے کو جارہی تھی ——— اور وہ یہی ولادت بلا واسطۂ والد تھی۔ ورنہ اگر محض عام و طبعی ولادت کا ذکر مقصود تھا تو اس شد و مد اور اتنے اہتمام کی کیا ضرورت تھی؟ جو لوگ کہتے ہیں کہ قرآن مجید حضرت مسیحؑ کی بن باپ کی ولادت کا قائل نہیں وہ ذرا قرآن کے بین السطور پر بھی غور فرمالیں۔ ۳۲ حضرت مریمؑ قصبۂ ناصرہ (علاقہ گلیل ملک شام) میں رہا کرتی تھیں، مگر زمانۂ حمل میں آپ اپنے منگیتر سمیت اب مقام بیت لحم کو آگئیں، جو ناصرہ سے ۷۰ میل کے فاصلہ پر ہے۔ انجیل میں ہے:۔ ”ان دنوں میں ایسا ہوا کہ قیصر اوگستس کی طرف سے یہ حکم جاری ہوا کہ ساری دنیا کے لوگوں کے نام لکھے جائیں۔ یہ پہلی اسم نویسی سوریا کے حاکم کورنیس کے عہد میں ہوئی اور سب لوگ نام لکھوانے کے لئے اپنے اپنے شہر کو گئے۔ پس یوسف بھی گلیل کے شہر ناصرہ سے داؤد کے شہر بیت لحم کو گیا جو یہودیہ میں ہے۔ اس لئے کہ وہ داؤد کے گھرانے اور اولاد سے تھا تا کہ اپنی منگیتر مریم کے ساتھ جو حاملہ تھی نام لکھوائے۔ جب وہ وہاں تھے تو ایسا ہوا کہ اس کے جننے کا وقت آپہنچا۔“ (لوقا۔ ۲: ۱-٦) بعض مسیحی علماء نے حضرت مسیحؑ کا مولد ایک دوسرے بیت لحم کو تسلیم کیا ہے جو ناصرہ سے شمال و مغرب میں واقع ہے۔ ۳۳ (کہ اسی کے سہارے اٹھیں بیٹھیں) طلبًا لسهولة الولادة للتثبت بها (کبیر) کھجور شام و فلسطین میں اب بھی پیدا ہوتا ہے لیکن قدیم زمانہ میں تو بڑی کثرت سے ہوتا تھا۔ ملاحظہ ہو حاشیہ تفسیر انگریزی۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ درخت اسی وقت بطور خارق عادت اگا دیا گیا تھا، لیکن اس قول پر کوئی دلیل نہیں۔ اور غالب احتمال یہی ہے کہ پہلے سے موجود ہوگا۔ والظاهر ان النخلة كانت موجودة قبل مجيء مريم اليها (بحر) دوسرے احتمالات بھی ممکن ہیں۔ يحتمل للتقوية والاستناد اليها (كبير) ويحتمل للتستر بها (كبير) ۳۴ یعنی کسی کو میری یہ بدنامی یاد بھی نہ رہ گئی ہوتی کہ فلاں بے شوہری عورت کے اولاد ہوئی تھی۔ یہ کلمات آپ کی زبان پر فرط غیرت سے اور بدنامی کے خوف سے بے ساختہ آگئے تھے ——— محققین نے یہیں سے یہ نکالا ہے کہ موت کی تمنا کسی دینی محرک و داعیہ کے باعث جائز ہے۔ مفسر تھانویؒ نے لکھا ہے کہ یہ تمنائے موت اگر غم دنیا سے تھی، جب تو غلبۂ حال کو اس کا عذر قرار دیا جائیگا جس میں انسان من کل الوجوہ مکلف نہیں رہتا اور اگر غم دین سے تھا کہ لوگ بدنام کرینگے اور میں شاید صبر نہ کر سکوں اور بے صبری کی معصیت میں مبتلا ہو جاؤں، موت آجاتی تو اس معصیت سے حفاظت رہتی تو ایسی تمنا ممنوع نہیں ہے۔

۳۵ (اپنی بدنامی یا اپنی بے سر و سامانی کے خیال سے) یہ پکار کر کہنے والے جبریل علیہ السلام ہی تھے۔ قال ابن عباس وقتادة والضحاك والسدي جبريل عليه السلام (جصاص) مِن تَحْتِهَا۔ یعنی جہاں وہ تھیں اسی مقام کے پائیں سے۔ من اسفل الوادي (ابن کثیر) ۳٦ یہ تر و تازہ خرموں کا گرنا اگر بہ طریق اعجاز و خرق عادت نہ تھا تو ظاہر ہے کہ مریم علیہا السلام کا وضع حمل ایسے ہی موسم میں ہوا ہوگا جو ملک شام میں کھجوروں کے تیار ہونے کا زمانہ ہوتا ہے ——— ولادت مسیحؑ کا زمانہ، تقریبی و تخمینی طور پر تو اس سے بآسانی متعین ہو سکتا ہے۔ یونانی اطبا نے تازہ خرموں کو زچہ خانہ کے لئے بہترین غذا تسلیم کیا ہے۔ سَرِيًّا۔ بہتی ہوئی نہر۔ ای نهرًا يجري (راغب) اتفق المفسرون الا الحسن وعبد الرحمن ابن زيد ان السري هو النهر (كبير) عن ابن عباس السري النهر وبه قال عمرو بن ميمون نهر تشرب منه (ابن كثير) وقال السدي هو النهر واختار هذا القول ابن جرير وقد ورد في ذلك حديث مرفوع (ابن كثير) مرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ یہاں اشارہ اس طرف ہے کہ تحصیل رزق میں بھی فی الجملہ سعی کرنا مطلوب ہے اور توکل کے منافی نہیں۔ ۳۷ یعنی یہ مفید و پر تغذیہ طبعی پھل جو ملا ہے، اسے کھاؤ اور اس چشمہ کا پانی پیو اور بچہ کو دیکھ کر قلب کی راحت حاصل کرو۔ ”اکل و شرب کا حکم بہ ظاہر اباحت کے لئے معلوم ہوتا ہے۔“ (تھانوی) ۳۸ (اشارہ سے) آنے والا جو آئیگا وہ اغلب احوال میں بچہ کی پیدائش کو حیرت و اعتراض ہی کی نظر سے دیکھے گا۔ اس موقع کیلئے حضرت مریمؑ کو ہدایت ہوتی ہے کہ تم سوال و جواب میں نہ پڑنا، بلکہ یہ کہہ کر کہ میں تو آج صوم سکوت نذر مانے ہوئے ہوں چپ ہو جانا۔

خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ ؕ وَاٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا ﴿١٢﴾ وَّحَنَانًا

کتاب کو مضبوط پکڑو ١٦ اور ہم نے ان کو لڑکپن ہی میں سمجھ دے دی تھی ١٧ اور خاص اپنے

مِّنْ لَّدُنَّا وَزَكٰوةً ؕ وَكَانَ تَقِيًّا ﴿١٣﴾ وَّبَرًّا بِوَالِدَيْهِ وَلَمْ

پاس سے رقت قلب اور پاکیزگی ١٧ اور وہ بڑے پرہیزگار تھے اور نیکی کرنے والے تھے اپنے والدین کے ساتھ

يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا ﴿١٤﴾ وَسَلٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ

اور سرکش و نافرمان نہ تھے ١٨ اور انہیں سلام پہنچے جس دن کہ وہ پیدا ہوئے اور جس دن کہ وہ

يَمُوْتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا ﴿١٥﴾ ع وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ

وفات پائینگے اور جس دن کہ وہ زندہ اٹھائے جائینگے ١٩ اور (اس) کتاب میں مریم کا ذکر کیجئے

ع ١٥ ، وقف لازم

اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا ﴿١٦﴾ لا فَاتَّخَذَتْ مِنْ

جب وہ اپنے گھر والوں سے الگ ہو کر ایک شرقی مکان میں گئیں ٢٠ پھر ان لوگوں کے سامنے

دُوْنِهِمْ حِجَابًا ۫ فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا

سے انہوں نے پردہ کر لیا ٢١ پھر ہم نے ان کے پاس اپنے فرشتہ خاص کو بھیجا وہ ان کے سامنے

بَشَرًا سَوِيًّا ﴿١٧﴾ قَالَتْ اِنِّيْٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ

بھلا چنگا انسان بن کر ظاہر ہوا ٢٢ وہ بولیں میں تجھ سے (خدائے) رحمٰن کی پناہ مانگتی ہوں اگر

كُنْتَ تَقِيًّا ﴿١٨﴾ قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ ۖ لِاَهَبَ لَكِ

تو خدا ترس ہے ٢٣ (فرشتہ نے) کہا میں تو بس تمہارے پروردگار کا ایک ایلچی ہوں ٢٤ تاکہ تمہیں

غُلٰمًا زَكِيًّا ﴿١٩﴾ قَالَتْ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ

ایک پاکیزہ لڑکا دوں ٢٥ وہ بولیں میرے لڑکا کیسے ہو جائے گا درآنحالیکہ نہ مجھ کسی

طرف گئے ہیں یعنی سویًّا کو بجائے ضمیر مخاطب سے متعلق کرنے کے تین راتوں کی صفت قرار دیا جائے اور اس صورت میں سویًّا مرادف ہوگا متتابعات کے یعنی (تم لوگوں سے بول نہ سکو گے تین راتیں متواتر (یا برابر)" چنانچہ ابن جریر ہی میں ایک قول حضرت ابن عباسؓ سے اس معنی میں بھی منقول ہے۔ ١٤ (جہاں وہ عبادت کرتے رہتے تھے) محراب پر حاشیہ سورۂ آل عمران آیت ٣٦ کے تحت میں گزر چکا۔ مراد حجرۂ عبادت ہے۔ والمحراب موضع مصلاہم بعد لمحراب الغرفة (جصاص) ١٥ صبح و شام سے مراد یا تو دوام عبادت ہے کہ دن رات برابر عبادت میں لگے رہو کسی وقت غافل نہ ہو۔ اور یا ان کی شریعت میں یہی دو خاص وقت نماز کے ہونگے ان کی طرف اشارہ مقصود ہے۔ اَوْحٰى۔ وحی کے عام لغوی معنی تو اشارہ کے ہیں۔ لیکن بعض نے یہاں اسے امر کے مرادف قرار دیا ہے۔ اور اوحٰی الیہم کی تفسیر امرہم سے کی ہے۔ چنانچہ ابن زید سے یہی منقول ہے۔ اور ایک معنی یہ بھی کئے گئے ہیں کہ آپ نے انہیں یہ لکھ کر دے دیا اور یہ معنی مجاہد، سدی کی جانب منسوب ہیں۔ وحی کے ایک معنی تحریر کے بھی آتے ہیں۔ والوحی فی کلام العرب الکتابة (بحر) ١٦ الکتاب سے یہاں مراد اس زمانہ کی کتاب شریعت الٰہی ہے۔ یہ ارشاد حضرت یحییٰؑ سے اس وقت ہوا جب آپ سن تمیز کو پہنچ چکے تھے۔ ١٧ ملاحظہ ہوں حواشی سورۂ آل عمران۔ زیر آیت ٣٨۔ حکم کے معنی نبوت بھی ہو سکتے ہیں اور حکمت، شریعت، عقل و فہم بھی۔ الحکم النبوة او حکم الکتاب او الحکمة او اللب وھو العقل (بحر) اعلم ان فی الحکم اقوالا الاول انہ الحکمة والثانی انہ العقل والثالث انہ النبوة (کبیر) الحکم الفہم والعلم (ابن عباسؓ) الحکمة وھو فہم التوراة والفقہ فی الدین (مدارک) بہرحال حکم کے تحت میں علمی و ذہنی کمالات آگئے اور حنانًا و زکوٰةً کے تحت میں عملی و اخلاقی۔ گویا آپ کی ذات جامع تھی علمی و عملی، ذہنی و اخلاقی کمالات و اوصاف کی۔ زکوٰة سے مراد اصطلاح فقہ والی زکوٰة مال نہیں بلکہ عام حسن عمل و پاکیزگی ہے۔ عمل صالح ای العمل الزکی عن ابن عباس وقتادة والضحاک وابن جریج الحکم۔ فقیہ جلیل ابن العربی مالکی نے لکھا ہے کہ حکم کے یہاں تین معنی ہو سکتے ہیں۔ ایک وحی، دوسرے نبوت، تیسرے اس کی معرفت اور اس پر عمل اور یہ تینوں معنی درست ہو سکتے ہیں، صغر سنی میں نزول وحی اور مکاشفہ ملائکہ جائز ہیں (احکام القرآن) وَاٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا۔ مرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ یہ اصل اور دلیل ہے اس قول کی جو اکثر لوگوں کی زبان پر جاری رہتا ہے کہ فلاں شخص مادرزاد ولی ہے۔ ١٨ (جیسا کہ ہیرود کے زمانہ میں یہود نے آپ پر تہمت لگائی، اور انہیں باغی و سرکش اور شورش پسند مشہور کرنا چاہا تھا) تَقِيًّا میں اشارہ اس طرف ہے کہ وہ حقوق اللہ کے ادا کرنے والے تھے اور بَرًّا بِوَالِدَيْهِ میں یہ کہ وہ حقوق العباد کے پورے ادا کرنے والے تھے۔ جَبَّارًا کا تعلق خلق سے ہے۔ یعنی وہ مخلوقات کے ساتھ سختی اور سرکشی سے پیش آنے والے نہ تھے۔ اور عَصِيًّا کا تعلق حق تعالیٰ سے ہے۔ یعنی وہ اللہ کے قانون کو توڑنا چاہتے ہی نہ تھے۔ ١٩ سلام یہاں اپنے وسیع معنی میں امن و حفظ کے مرادف ہے۔ یعنی اللہ کی طرف سے ان پر سلامتی ان کی پیدائش کے وقت بھی رہی، اور ان کی موت اور بعث کے وقت بھی رہے گی۔ ٢٠ (غسل کے لئے یا بعض روایات کے بموجب نماز کے لئے) حضرت مریمؑ پر حاشیہ پارۂ سوم سورۂ آل عمران میں گزر چکا۔ ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا، وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ۔ مرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ دونوں قصوں کے مجموعہ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سوال و طلب سے بھی دیتا ہے جیسے زکریا علیہ السلام کو دیا۔ اور بلا سوال و طلب بھی دیتا ہے جیسے حضرت مریمؑ کو دیا۔ اور اس سے یہ بات نکلی کہ اللہ کا معاملہ ہر شخص کے ساتھ جدا جدا ہے۔ ٢١ (کہ ان کی نگاہوں سے آڑ میں ہو جائیں) دُوْنِهِمْ۔ ھم ضمیر جمع سے مراد آپ کے گھر والے ہیں جن کا ذکر اھلھا میں موجود ہے۔ ٢٢ یعنی ایک فرشتۂ خاص کو اس خلوت میں ان کے پاس انسان کی شکل میں بھیجا۔ رُوْحَنَا۔ قرآن مجید نے ملائکہ مقربین و خواص کو روح ہی سے تعبیر کیا ہے۔ یسمی اشراف الملٰئکة ارواحا (راغب) اور فراء النحوی نے کہا ہے کہ یہاں روح کی اضافت اللہ کی طرف ایسی ہی ہے جیسی اللہ کی زمین اور اللہ کا آسمان بولا جاتا ہے۔ اضاف الروح المرسل الیہا الی نفسہ کما تقول ارض اللہ وسماؤہ (لسان) بہرحال یہاں مراد جبرئیل علیہ السلام ہیں۔ قال الاکثرون انہ جبرئیل علیہ السلام (کبیر) انجیل میں بھی انہیں کے نام کی تصریح ہے۔ "چھٹے مہینے جبرائیل فرشتہ خدا کی طرف سے گلیل کے ایک شہر میں جس کا نام ناصرہ تھا، ایک کنواری کے پاس بھیجا گیا۔ اور اس کنواری کا نام مریم تھا" (لوقا۔ ١: ٢٦) سَوِيًّا یعنی بھلا چنگا، پورا پورا، صحیح و سالم۔ تَمَثَّلَ۔ مفسر تھانویؒ نے لکھا ہے کہ تمثل سے حقیقت ملکیہ کا معدوم ہو جانا لازم نہیں آتا۔ یہ اشباح اس حقیقت کے اعتبار سے ایسے ہی ہیں جیسے ہمارے اعتبار سے مختلف لباس، ٢٣ یعنی اگر تو کچھ بھی خوفِ خدا رکھتا ہے تو میں تجھے خدا ہی کا واسطہ دے کر کہتی ہوں کہ تیرا یہاں کیا کام۔ یہ آپ نے اس طرح گھبرا کر فرمایا، جیسے ہر شریف خاتون کسی اجنبی مرد کو اپنے خلوت میں آتے ہوئے دیکھ کر قدرۃً کہے گی۔ ٢٤ یعنی مجھ سے ڈریئے اور گھبرایئے نہیں، میں تو انسان نہیں ہوں، اللہ کا بھیجا ہوا فرشتہ ہوں۔ ٢٥ (اللہ کی طرف سے واسطہ بن کر) یعنی تم پر دم کر دوں اور اس سے باذن حق تعالیٰ تمہارے حمل رہ جائے۔ لاحکون سببا فی ھبة بالنفخ فی الدرع (روح) اس معنی میں بھی کوئی مضائقہ نہیں، لیکن ایک دوسری تشریح یہ بھی کی گئی ہے کہ یہ قول بھی اللہ تعالیٰ ہی کا ہو اور یہاں حکایۃً نقل ہوا ہو۔ تقدیر کلام اس صورت میں یوں ہوگی۔ ربك الذی قال ارسلتہ الیك لاھب لك (روح) اور ایک قراءۃ میں بجائے لِاَهَبَ کے لیھب آیا بھی ہے۔ چنانچہ خیر الامت ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے اسی قراءۃ کو اختیار کیا ہے اور تفسیر میں تقدیر کلام یہ رکھی ہے۔ لکی یھب اللہ لك۔ اس سے بات اور زیادہ صاف و واضح ہو گئی۔

۶ (علوم نبوت و معارف ولایت میں اپنے اجداد اسرائیلی کی طرح) یَرِثُنِیْ وَیَرِثُ مِنْ اٰلِ یَعْقُوْبَ - وراثت سے یہاں مراد مال و دولت کی وراثت نہیں - حقائق عالیہ اور اخلاق فاضلہ کی میراث ہے اور انبیاء سے مال و جائداد کی وراثت تو چلتی بھی نہیں جیسا کہ حدیث صحیح میں وارد بھی ہو چکا ہے :- صحابیوں، تابعین، اکابر مفسرین، سب نے ارث کی تفسیر علوم نبوت و شریعت منقول ہے - اور لفظ ارث کا اطلاق نبوت پر بالکل جائز ہے - قال ابن عباس یرثنی ویرث من اٰل یعقوب النبوۃ فقد اجاز اطلاق اسم المیراث علی النبوۃ فکذلک یجوز ان یعنی بقولہ یرثنی یرث علمی لانہ العلم والنبوۃ وعلیہا خاف ان تخرج من عقبہ (ابن العربی) یرثنی العلم ویرث من اٰل یعقوب النبوۃ وھو مروی عن مجاھد (کبیر) المراد بالارث ارث الشرع والعلم لان الانبیاء لا تورث (کشاف) وَلِیًّا - ولی یہاں سب کا اتفاق ہے کہ ولد صلبی کے مفہوم میں ہے - مِنْ لَّدُنْكَ - یعنی بلا اسباب عادی و ظاہری کے نعمتیں جو بھی آتی ہیں، سب ہی اللہ ہی کے پاس سے آتی ہیں - یہاں من لدنک کی تصریح لانے سے مراد یہی ہے کہ بلا واسطہ اسباب عادی محض اپنی قدرت سے عطا کر - اعطنی من محض فضلک الواسع وقدرتک الباھرۃ بطریق الاختراع (روح) مرشد تھانوی نے یہاں سے دو نکتہ اخذ کئے ہیں، ایک یہ کہ اولاد صالح کی طلب رکھنا زہد کے منافی نہیں - دوسرے یہ کہ کسی ایسی چیز کا طلب کرنا جو اسباب بعید ہی سے پیدا ہو سکے ادب دعا کے منافی نہیں۔ ۷ (اپنی نظر میں) یعنی وہ لڑکا علوم کا حامل بھی ہو اور ان پر عامل بھی - اجعلہ عندک قولا وفعلا (روح) بعض عارفوں نے یہاں سے یہ نکتے پیدا کئے ہیں کہ طلب اولاد مستحب ہے اور اولاد کے حق میں دعائے خیر و صلاح سنت انبیاء ہے۔ ۸ (تمہاری ذات برادری میں) یہ جواب جو حق تعالیٰ کی طرف سے حضرت زکریا کو فرشتوں کے واسطہ سے ملا - انجیل میں حضرت یحییٰ کی ولادت اور نام رکھے جانے کا ذکر ذرا تفصیل سے ہے :- "اور الیشبع کے جننے کا وقت آ پہنچا اور وہ بیٹا جنی اور اس کے پڑوسیوں اور رشتہ داروں نے یہ سن کر کہ خداوند نے اس پر بڑی رحمت کی، اس کے ساتھ خوشی منائی اور آٹھویں دن ایسا ہوا کہ وہ لڑکے کا ختنہ کرنے آئے - اور اس کا نام اس کے باپ کے نام پر زکریا رکھنے لگے - مگر اس کی ماں نے کہا کہ نہیں بلکہ اس کا نام یوحنا رکھا جائے - انہوں نے اس سے کہا کہ تیرے کنبہ میں کسی کا یہ نام نہیں اور انہوں نے اسکے باپ کو اشارہ کیا کہ تو اس کا کیا نام رکھنا چاہتا ہے - اس نے تختی منگا کے یہ لکھا کہ اس کا نام یوحنا ہے"

عَاقِرًا فَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۝٥ يَّرِثُنِيْ وَيَرِثُ

بانجھ ہے - سو تو ہی مجھے (خاص) اپنے پاس سے وارث دے جو میرا بھی وارث بنے اور اولاد

مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ ۖ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا ۝٦ يٰزَكَرِيَّآ اِنَّا

یعقوب کا بھی وارث بنے ۶ اور اے پروردگار تو اسے پسندیدہ بنالے ۷ اے زکریا ہم تم کو

نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ ۨ اسْمُهٗ يَحْيٰى ۙ لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا ۝٧

بشارت دیتے ہیں ایک لڑکے کی کہ اس کا نام یحییٰ ہوگا ہم نے اسکے قبل کسی کو (اسکا) ہم نام نہیں بنایا ۸

قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّكَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا وَّ

(زکریا) بولے اے میرے پروردگار میرے لڑکا کیسے ہوگا درآنحالیکہ میری بیوی بانجھ ہے اور میں

قَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا ۝٨ قَالَ كَذٰلِكَ ۚ قَالَ رَبُّكَ

بڑھاپے کی انتہا کو پہنچا ہوا ہوں ۹ (اللہ نے) فرمایا (نہیں بلکہ) اسی طرح ہوگا ۱۰ (اے زکریا) تمہارے

هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَّقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْـًٔا ۝٩

پروردگار کا قول ہے کہ یہ میرے لئے آسان ہے اور میں نے تم ہی کو تو پیدا کیا درآنحالیکہ تم کچھ نہ تھے ۱۱

قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً ۭ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ

(زکریا نے) کہا اے میرے پروردگار میرے لئے کوئی نشان مقرر کر دیجئے ۱۲ (اللہ نے) فرمایا تمہارے لئے نشان یہ ہے

ثَلٰثَ لَيَالٍ سَوِيًّا ۝١٠ فَخَرَجَ عَلٰي قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ

کہ تم لوگوں سے تین راتیں نہ بول سکو گے درآنحالیکہ تم تندرست ہو گے ۱۳ پھر وہ اپنی قوم کے روبرو حجرہ میں سے

فَاَوْحٰٓى اِلَيْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّعَشِـيًّا ۝١١ يٰيَحْيٰى

برآمد ہوئے ۱۴ اور ان سے اشارہ کیا کہ (اللہ کی) پاکی صبح و شام بیان کیا کرو ۱۵ اے یحییٰ

(لوقا - ۱ : ۵۷ - ۶۲) بِغُلٰمٍ - غلام کے معنی لڑکے کے علاوہ فرزند کے بھی ہیں اور یہی یہاں مراد ہیں - الغلام الولد الذکر (روح) بغلام ای بولد (ابن عباس) سَمِيًّا - سمی کے ایک معنی تو یہی ہم نام کے ہیں - چنانچہ ائمہ تفسیر نے یہاں بھی یہی مراد لی ہے - لم یسم احد بیحیی قبلہ (کشاف، بیضاوی) وقال ابن عباس وقتادۃ والسدی وابن اسلم لم تسم قبلہ احدا بیحیی (بحر) وھو قول ابن عباس والحسن وسعید بن جبیر وعکرمۃ وقتادۃ (کبیر) ای شریکا لہ فی الاسم (روح) اور انجیل کی روایت بھی اسی کے موافق ہے - لیکن لغت ہی میں ایک دوسرے سمی، "ہم صفت"، یا مثل، شبیہ و نظیر کا بھی پتہ چلتا ہے اور بعض اکابر لغت و اکابر تفسیر کے نزدیک وہی معنی یہاں ثابت ہیں - قال مجاھد وغیرہ سمیا مثلا ونظیرا (بحر) المراد بالسمی النظیر کما فی قولہ ھل تعلم لہ سمیا (کبیر) عن مجاھد ان سمیا بمعنی شبیھا وروی عن عطاء وابن جبیر مثلہ ای لم نجعل لہ شبیھا (روح) ۹ حضرت زکریا کا یہ سوال بہ طور اعتراض نہیں، محض تفصیلی استفسار حال کیلئے ہے - یعنی اسباب عادی جب سرتاسر ناموافق ہیں، تو اب صورت حال ہو گی کیا؟ آیا ہم لوگ از سر نو جوان کئے جائیں گے؟ یا میں دوسرا نکاح کرونگا؟ یا اور کچھ ہو گا؟ اَنّٰی کے لفظی معنی متعدد ہیں لیکن یہاں بالاتفاق کیف کے مرادف ہے - عِتِيًّا - عتی کے معنی ہیں بہت ہی بوڑھا - بوڑھا پھوس - والعتی المبالغۃ فی الکبر (بحر) ۱۰ جواب ملا کہ نہیں - کوئی سی بھی اور نئی بات نہ ہو گی - موجودہ حالات بدستور رہیں گے پھر بھی اولاد ہو گی - ای علی ھذہ الحال (ابن جریر) ھکذا کما قلت لک (ابن عباس) ۱۱ یعنی خود اپنی پیدائش پر غور کرو - تم خود آخر کیا تھے؟ معدوم محض تھے - عدم محض کو موجود کر دینا کب اسباب عادی کے ماتحت، اور کس مشاہدہ و تجربہ کے موافق ہے؟ محض ہماری قدرت و کارسازی کا کرشمہ ہے - یہ تخلیق تو تمامتر بلا واسطہ اسباب ہوتی رہتی ہے - تو بڑھاپے میں اولاد دینا، یعنی باوجود سبب ضعیف کے نتیجہ برآمد کر دینا تو اس سے کہیں کم مستبعد اور اس سے کہیں آسان تر ہے - یہ سب ارشاد آپ کی امید کو اور قوی کر دینے کے لئے تھا نہ کہ کسی رفع شبہ کیلئے - اس لئے کہ زکریا علیہ السلام کو کوئی شبہ تھا ہی نہیں - هُوَ یعنی یہ عمل تخلیق خواہ باسباب ہو یا بلا اسباب - زجاج لغوی کا اس سیاق میں قول ایۃ کی تفسیر میں نقل ہوا ہے - ای علامۃ اعلم بھا وقوع ما بشرت بہ (لسان) ۱۲ جس سے میں سمجھ جاؤں کہ اب ظہور وعدہ کا وقت قریب آ پہنچا اور میں بالکل مطمئن ہو جاؤں کہ تیرے فرشتہ نے مجھے جو بشارت پہنچائی ہے وہ تیری ہی طرف سے ہے، گویا آپ یہ عرض کر رہے ہیں کہ نفس بشارت تو مل چکی، لیکن یہ بھی مجھے کسی غیبی اشارہ سے معلوم ہو جاتا تو اچھا تھا کہ اب حمل قرار پا چکا اور بشارت کا تحقق ایک درجہ میں ہو چکا - رب اجعل لی علامۃ ودلالۃ علی ما بشرتنی بہ ملائکتک من ھذا الغلام عن امرک ورسالتک لیطمئن الی ذلک قلبی (ابن جریر) ای علامۃ تدلنی علی تحقق المسئول ووقوع الحبل (روح) علامۃ اذا حملت امراتی (ابن عباس) لتستقر نفسی ویطمئن قلبی بما وعدتنی کما قال ابراھیم علیہ السلام ولکن لیطمئن قلبی (ابن کثیر) یہ مفہوم بھی لیا جانا ممکن ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل کی طرح حضرت زکریا بھی اپنے مزید اطمینان قلب کے لئے کوئی خاص غیبی نشان طلب کر رہے ہیں - چنانچہ ایک قول اسی مضمون کا حضرت ابن عباس کی جانب منسوب سا بھی ہے لیکن محققین متاخرین نے اس روایت کی صحت ہی کو تسلیم نہیں کیا ہے، اور صراحت کر دی ہے کہ سوال کا تعلق صرف تعیین وقت و زمانہ سے ہے - (روح) ۱۳ سَوِيًّا کے معنی ہیں سالم صحیح، غیر ناقص کے - یعنی آپ جو تین دن ان لوگوں سے گفتگو پر قادر نہ ہونگے - یہ آپ کے حسب درخواست محض علامت غیبی ہو گی ظہور فرزند کی، اور گویا بالواسطہ آپ کی مقبولیت کی شہادت - نہ یہ کہ کوئی مرض یا عذاب ہو گا - رجل سوی کہتے ہیں اس مرد کو جو اپنی خلقت میں ہر عیب، نقص، افراط، تفریط سے پاک ہو - رجل سوی استوت اخلاقہ وخلقتہ عن الافراط والتفریط (راغب) اور آیت میں یہی معنی اہل لغت اور ائمہ تفسیر دونوں نے لئے ہیں - زجاج نے کہا ہے - ای تمنع الکلام وانت سوی لا اخرس (تاج) فلما بلغ الحال اللتی قد وھب لک الولد (لسان) اور ابن عباس کا قول ہے - قال احتبس لسانہ من غیر مرض (ابن جریر) اور دوسرا قول بھی انہی صحابی سے منقول ہے - صحیحا لا اخرس ولا مرض (ابن عباس) یعتقل من غیر خرس (ابن جریر) اور مجاہد تابعی کا قول ہے - قال صحیحا لا یمنعک من الکلام مرض (ابن جریر) اور ایسے ہی اقوال عکرمہ اور قتادہ اور ابن زید اور وہب بن منبہ اور سدی سے بھی منقول ہیں - اور خود مفسر اعظم ابن جریر لکھتے ہیں یعنی جعل اللہ علامۃ لہ ولیلۃ حملہ ان لا تکلم الناس ثلاث لیال وانت سوی صحیح الاعلۃ بک من خرس ولا مرض یمنعک من الکلام - اور یہی مسلک جمہور کا ہے - ھذا ما علیہ الجمہور (روح) اس لفظ کے اضافہ سے قرآن مجید کا مقصود انجیل کی اس غلط بیانی کا ازالہ ہے کہ (نعوذ باللہ) آپ بطور عتاب عارضی طور پر گونگے کر دیئے گئے تھے، ملاحظہ ہو ۳ سورۂ آل عمران - لیکن آیت کی ایک دوسری ترکیب بھی صحیح ہو سکتی ہے - اور بعض بزرگ اسی

۱۵۹ مطلب یہ ہے کہ ساری مخلوق مل کر بھی کلماتِ الٰہی کا احاطہ کرنا چاہے تو بھی ممکن نہیں۔ سارا سامان تحریر و تسوید ختم ہو جائے گا اور نامتناہی کسی طرح متناہیوں کی گرفت میں نہ آسکے گا۔ سمندر لاکھ وسیع ہو بہرحال محدود ہی ہے۔ صفات نامتناہی و غیر محدود کو کوئی محدود و متناہی ہستی اپنی گرفت میں لا ہی کیونکر سکتی ہے؟ البحر۔ مراد کوئی متعین سمندر نہیں۔ جنس بحر یا سارے سمندر مراد ہیں۔ والمراد بالبحر الجنس كأنه اى جنس البحور (روح) فاضل محقق علامہ مناظر احسن گیلانی مدظلہ تحریر فرماتے ہیں۔ ”مطلب یہ ہے کہ فردوسی زندگی سے لوگ منتقل اسی لئے نہیں ہونا چاہیں گے کہ اس زندگی میں لامحدود کمالات رکھنے والی ذات اپنے انہیں لامحدود کمالات کو لامحدود کلمات کے ذریعہ سے ظاہر کرتی رہے گی۔ انسانی احساسات اپنے اردگرد، پس و پیش، اندر و باہر، ہر لمحہ، ہر لحظہ ایسے نت نئے تجلیات کو مسلسل بغیر کسی انقطاع کے چاہتے چلے جائیں گے جن کی نہ کوئی حد ہوگی نہ انتہا۔ اور یوں لامحدود مطالبات والی فطرت کو لامحدود مطلوبات سے متمتع اور لذت گیر ہونے کا موقع ابدالآباد تک ملتا جائے گا۔ اس وقت تک جس کی کوئی انتہا نہیں۔ اور جس کا کوئی اختتامی نقطہ نہیں ہے۔“

كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا ﴿۱۰۹﴾ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ

ختم نہ ہو سکیں گی اور اگرچہ ہم ایسا ہی جیسا (اور سمندر) اسکی مدد کیلئے لے آئیں ۱۵۹ آپ کہہ دیجئے کہ میں تو بس

مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا

تمہارا ہی جیسا بشر ہوں میرے پاس تو بس یہ وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے ۱۶۰ سو جو کوئی اپنے پروردگار کی

لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ﴿۱۱۰﴾

ملنے کی آرزو رکھتا ہو، تو اسے چاہئے کہ نیک کام کرتا رہے اور اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی کو بھی شریک نہ کرے ۱۶۱

ع ۱۲ / ۲

سُوْرَةُ مَرْيَمَ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ ثَمَانٌ وَّتِسْعُوْنَ اٰيَةً وَّسِتُّ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ مریم مکی ہے اس میں اٹھانوے آیتیں اور چھ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ نہایت رحم کرنے والے بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

كٓهٰيٰعٓصٓ ﴿۱﴾ ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا ﴿۲﴾ اِذْ نَادٰى

کاف۔ ہا۔ یا۔ عین۔ صاد ۱ (یہ) تذکرہ ہے آپ کے پروردگار کی رحمت (فرمانے) کا اپنے بندہ زکریا پر ۲ (قابل ذکر ہی) وہ وقت جب

رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا ﴿۳﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّيْ

انہوں نے اپنے پروردگار کو خفیہ طور پر پکارا ۳ کہا اے میرے پروردگار میری ہڈیاں کمزور ہو گئی ہیں

وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَيْبًا وَّلَمْ اَكُنْۢ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا ﴿۴﴾

اور سر میں بالوں کی سفیدی پھیل پڑی ہے اور تجھ کو پکار کر اے میرے پروردگار میں (کبھی) نامراد نہیں رہا ہوں ۴

وَاِنِّيْ خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِنْ وَّرَآءِيْ وَكَانَتِ امْرَاَتِيْ

اور میں اپنے بعد (اپنے) رشتہ داروں کی طرف سے اندیشہ رکھتا ہوں ۵ اور میری بیوی

(اسلامی معاشیات ص ۱۴۱) قبل سے یہ مراد نہیں کہ کوئی امکان مزید امداد پہنچ جانے کے بعد کلمات رب کے پورے لکھ لئے جانے کا ہے۔ قبل کا ایک مفہوم غیر یا دون کا بھی ہے اور وہی یہاں مراد ہیں۔ اسم معنی غیر استنفد با بسو قبل هنا بمعنى غير او بمعنى دون (جمل) ۱۶۰ یعنی امتیازی چیز میرے پاس صرف یہ ہے کہ میرے پاس وحی آتی ہے جو دوسروں کے پاس نہیں آتی، میں صرف وصفِ رسالت میں دوسروں سے ممتاز ہوں۔ اِنَّمَآ اول تو خود ہی کلمۂ حصر ہے۔ پھر مثلکم میں اسکی مزید تصریح کہ میں بشر ہی نہیں ہوں بلکہ تم ہی جیسا بشر ہوں۔ صفاتِ بشری میں تم سے ذرا الگ نہیں ہوں۔ اِنَّمَآ .... وَاحِدٌ۔ میرا پیام تو پیام توحید ہی ہے۔ ۱۶۱ اور شرک کے اندر شرک جلی اور شرک خفی دونوں آگئے فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا۔ عمل صالح کا معیار یہ ہے کہ عمل شریعت اسلامی کے مطابق ہو۔ وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا۔ یعنی علم کا نقطۂ آغاز تو کم از کم صحیح ہو۔ ایمانیات کا جو اقل قلیل مطالبہ ہے، وہ تو بہرحال موجود ہو۔

۱ حروف مقطعات پر حاشیہ پارۂ اول کے بالکل شروع میں گزر چکا۔ یہاں کھیعص کی ایک توجیہ یہ کی گئی ہے کہ یہ فقرہ کافٍ ھادٍ عالمٍ صادقٍ کا مخفف ہے۔ (ابن عباسؓ) ایک اور روایت میں حضرت ابن عباسؓ ہی سے یہ بھی منقول ہے کہ ک مخفف کریم کا ہے، ہ مخفف ھاد کا، ی مخفف حکیم کا ع مخفف علیم کا اور ص مخفف صادق کا (روح) کلبی تابعی سے یہ معنی مروی ہیں۔ كاف لخلقه هاد لعباده يد فوق ايديهم عالم ببريته صادق فى وعده (معالم) دارمی، ابن ماجہ، ابن جریر میں فاطمہؓ بنت علیؓ سے یہ روایت نقل ہوئی ہے کہ حضرت علیؓ اپنی دعاؤں میں یا کھیعص اغفرلی کہا کرتے تھے (روح) جس سے معلوم ہوا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ہے۔ خود ایک روایت بھی حضرت ابن عباسؓ سے اسی مضمون کی مروی ہے۔ قال ابن عباس هو اسم من اسماء الله تعالى (ابن کثیر) ۲ زکریاؑ پر حاشیہ سورۂ آل عمران پارہ ۳ میں گزر چکا۔ آپ کی رسالت کا اثبات صرف قرآن مجید کرتا ہے یہود اور نصرانی دونوں ان کی رسالت کے منکر ہیں۔ نصرانیوں کے ہاں ان کی حیثیت ہیکل بیت المقدس کے ایک بزرگ مجاور و خادم کی ہے۔ عَبْدَهٗ۔ یعنی اس کا مقبول و معزز بندہ۔ اضافت اضافت تشریفی ہے ——— جب بندہ کا تعلق اللہ کے ساتھ خاص تقرب و شرف کا دکھانا ہوتا ہے تو محاورۂ قرآنی میں عموماً ایسے موقع پر ذکر عبداللہ یا عبدنا یا عبدہٗ کر کے کیا جاتا ہے۔ ۳ اولاد کے لئے دعا یوں ہی عام طور پر چپکے ہی چپکے کی جاتی ہے اور پھر یہاں تو غالباً دوسروں سے اخفاء مقصود بھی تھا۔ اسرّه واخفوه من قومه (ابن عباسؓ) اناجیل موجودہ میں ذکر اس دعا کا نہیں۔ صرف جواب دعا و قبول دعا کا ہے۔ فقہا نے آیت سے استدلال کیا ہے کہ دعا میں اخفاء کو افضلیت حاصل ہے۔ مدحه باخفاء الدعاء وفيه الدليل على ان اخفاءه افضل من الجهر به (جصاص) ۴ (تو پھر تیرے اس لطف مستقل و فضل مستمر پر نظر کر کے بعید سے بعید مقصود کے لئے بھی تجھ سے دعا کیوں نہ کروں) شَقِيًّا۔ شقی یہاں محروم و ناکام کے معنی میں ہے۔ شقيا اى خائبا (ابن عباسؓ) رَبِّ اِنِّيْ ...... شَيْبًا یعنی گویا اسباب ظاہری کے لحاظ سے اب اولاد کا ہونا بہت مستبعد ہے اور میرا اس کیلئے دعا کرنا بھی بظاہر بے محل ہے۔ انجیل میں حضرت زکریاؑ اور آپ کی زوجہ محترمہ الیشبع کا ذکر کر کے ہے: ”اور انکے اولاد نہ تھی، کیونکہ الیشبع بانجھ تھی، اور دونوں عمر رسیدہ تھے“ (لوقا۔ ۱: ۷) آیت میں اسکی بھی تعلیم ملتی ہے کہ کبر سنی کے طبعی اثرات سے حضرات انبیاء کو مفر نہیں ——— ہم سب ناتوانوں، کم ہمتوں، کمزوروں کیلئے پیرانہ سالی کے آلام و عوارض میں اس سے بڑی تسکین و تسلی کا سبق ملتا ہے۔ مرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ دعا میں الحاح و لجاجت کی افضلیت آیت سے نکلتی ہے۔ بعض بزرگوں نے آیت سے یہ بھی نکالا ہے کہ ضعف پیری اور موئے سفید بھی قول سابق کی طرح کشش ترحم میں معین ہیں۔ ۵ (کہ وہ میرے بعد اس مرکز توحید کی خدمات دینی اور علوم عالی کو سنبھال نہ سکیں گے) الْمَوَالِيَ۔ مراد وہ عزیز ہیں جو اولاد نہ ہونے کی صورت میں وارث و جانشین ہوتے۔ الموالى بنو العم الورثة (ابن عباسؓ) آپ کو ان کی طرف سے یہی اندیشہ تھا کہ یہ بدمذہب، بدعمل لوگ ہیں، ہیکل کی خدمت میں قاصر رہیں گے۔ فالخوف على الدين انهم كانوا شرار بنى اسرائيل (جصاص) مِنْ وَّرَآءِيْ یعنی میری موت کے بعد۔ اى من بعد موتى (معالم، خازن)

۱۵۵ (جو ان کی مستقل فلاح کے لئے کافی ہو جائیں گے) اَلَّذِیۡنَ ضَلَّ سَعۡیُہُمۡ فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا۔ یعنی ایسے لوگ جن کی ساری جد وجہد، تگ و دو، کاوش و کوشش کا مدعا، اولًا بھی اور آخرًا بھی یہی دنیا اور اس کے محظوظات رہتے ہیں! --- بینک کے بڑے بڑے کھاتے، اونچے اونچے عہدہ اور خطابات، اونچی اونچی کوٹھیاں، نام و نمود، شہرت و اعزاز، علمی ترقیاں، معاشی فلاح یا بیان ——— رضائے الٰہی و فلاح آخرت کا خیال بھی کبھی نہیں آتا! ضَلَّ کا لفظ بہت قابلِ غور ہے۔ ایسے لوگوں کی ساری کوششیں بس اسی دنیا کے پیچھے ختم ہو جاتی، غارت جاتی ہیں! یَحۡسَبُوۡنَ۔ یعنی محض اپنے پندار باطل اور ہوائے نفس کے موافق بغیر کسی دلیل شرعی کے، اپنے مسلک اور روش کو بہتر سمجھے بیٹھے ہیں! پورا رکوع اگر ذرا بھی خیال کر کے پڑھا جائے تو مومن کے دل کو تھرا دینے اور لرزا دینے کے لئے کافی ہے۔ آہ، کہ آج ہم میں سے کتنے ایسے ہیں جن کی صبح و شام، رات اور دوپہر، سب اسی دنیا کے ادھیڑ بن ہیں، رضائے مولٰی سے بالکل منہ موڑے ہوئے گزر رہی ہے، اور اپنے زعم و پندار میں اپنے کو محقق و مصلح، شاعر و ادیب، رومانس نگار اور آرٹسٹ، اور خدا معلوم روشن خیالی کے ایجاد کئے ہوئے کیسے کیسے خوشنما القاب سے اپنے کو آراستہ سمجھتے رہتے ہیں، تا آنکہ جب موت آجاتی ہے، اس وقت آنکھیں کھلتی ہیں کہ ارے ہم کس دھوکے میں پڑے رہے۔ یہاں تو پرسش ان "علوم" و "فنون" و "صنائع" میں سے کسی کی بھی نہیں! اللھم احفظنا۔

قُلۡ ہَلۡ نُنَبِّئُکُمۡ بِالۡاَخۡسَرِیۡنَ اَعۡمَالًا ۱۰۳ اَلَّذِیۡنَ

آپ کہہ دیجئے کہ کیا ہم تمہیں ان لوگوں (کا پتہ) بتائیں جو اعمال کے لحاظ سے بالکل ہی گھاٹے میں ہیں؟ یہ وہ لوگ

ضَلَّ سَعۡیُہُمۡ فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا وَ ہُمۡ یَحۡسَبُوۡنَ اَنَّہُمۡ

ہیں جن کی (ساری) کوشش دنیا ہی کی زندگی میں (صرف و) غارت ہو کر رہی اور وہ یہی سمجھتے رہے کہ وہ کوئی

یُحۡسِنُوۡنَ صُنۡعًا ۱۰۴ اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا بِاٰیٰتِ رَبِّہِمۡ

بڑے اچھے کام کر رہے ہیں ۱۵۵ یہ تو وہی لوگ ہیں جو اپنے پروردگار کی نشانیوں اور اسکی ملاقات

وَ لِقَآئِہٖ فَحَبِطَتۡ اَعۡمَالُہُمۡ فَلَا نُقِیۡمُ لَہُمۡ یَوۡمَ

کی طرف سے کفر کئے ہوئے ہیں سو ان کے (سارے) کام غارت گئے سو ہم قیامت کے دن ان (کے اعمال) کا

الۡقِیٰمَۃِ وَزۡنًا ۱۰۵ ذٰلِکَ جَزَآؤُہُمۡ جَہَنَّمُ بِمَا کَفَرُوۡا

ذرا بھی وزن نہ قائم رکھیں گے ۱۵۶ ان کی سزا وہی ہے یعنی دوزخ اس سبب سے کہ انہوں نے کفر کیا تھا

وَ اتَّخَذُوۡۤا اٰیٰتِیۡ وَ رُسُلِیۡ ہُزُوًا ۱۰۶ اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ

اور میری نشانیوں اور میرے پیمبروں کی ہنسی اڑائی تھی ۱۵۷ بیشک جو لوگ ایمان لائے اور

عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کَانَتۡ لَہُمۡ جَنّٰتُ الۡفِرۡدَوۡسِ نُزُلًا ۱۰۷

انہوں نے نیک عمل بھی کئے ان کی مہمانی کے لئے فردوس کے باغ ہونگے

خٰلِدِیۡنَ فِیۡہَا لَا یَبۡغُوۡنَ عَنۡہَا حِوَلًا ۱۰۸ قُلۡ لَّوۡ کَانَ

ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے (اور) نہ وہ ان سے کہیں اور نکلنا چاہینگے ۱۵۸ آپ کہہ دیجئے کہ اگر سمندر (سارے

الۡبَحۡرُ مِدَادًا لِّکَلِمٰتِ رَبِّیۡ لَنَفِدَ الۡبَحۡرُ قَبۡلَ اَنۡ تَنۡفَدَ

کے سارے) روشنائی ہو جائیں میرے پروردگار کی باتیں لکھنے کیلئے تو سمندر ختم ہو جائیگا اور میرے پروردگار کی باتیں

الذین ضل سعیھم۔ متعدد صحابیوں اور تابعین کا خیال ہے کہ الفاظ سے اشارۂ خصوصی اہلِ کتاب کی جانب ہے۔ المراد بھم اھل الکتابین وروی ذلک عن ابن عباسؓ وسعد ابن ابی وقاصؓ ومجاھد (روح) اور بعض اقوال میں تصریح اہلِ صومعہ یعنی مسیحیوں کی آگئی ہے یقال اصحاب الصوامع (ابن عباسؓ) ۱۵۶ بعض اعراض جو اس عالم ناسوت میں مجردات سے منفک ہیں، آخرت کے بدلے ہوئے ماحول میں متشکل و مرئی ہو جائینگے اعمال خود وہاں مادی پیکر اختیار کر لیں گے۔ اور اعمال کے ساتھ، علاوہ دوسرے اعراض و صفات کے ان کا وزن بھی مادی ہو کر نظر آنے لگے گا لیکن جو عمل فی نفسہٖ کوئی وزن رکھتا ہی نہیں، وہ وہاں کے ماحول میں جو سر تا سر آئینۂ حقیقت ہوگا، تمام تر بے وزن نظر آئے گا۔ اُولٰٓئِکَ ...... لِقَآئِہٖ بدبختی کی اصلی اور قطعی علامتیں یہی ہیں کہ حق تعالیٰ کی شریعت، اسکے انبیاء اور وقوعِ آخرت سے انکار کر دیا جائے۔ اٰیٰتِ رَبِّہِمۡ۔ یعنی حق تعالیٰ کے احکام، اس کے انبیاء، اس کی کتابوں سے۔ لِقَآئِہٖ۔ یعنی یوم آخرت کے وقوع سے۔ اَعۡمَالُہُمۡ۔ یعنی وہ اعمال جو اپنے نزدیک وہ بہت نیک سمجھتے تھے اور جن پر انہیں ناز تھا۔ ۱۵۷ کفر و طغیان میں جب ترقی ہو جاتی ہے تو انسان محض انکار ہی پر بس نہیں کرتا بلکہ تکذیب کے ساتھ ساتھ تمسخر بھی حق تعالیٰ کی کتابوں، پیمبروں اور احکام کے ساتھ کیا کرتا ہے۔ ۱۵۸ یعنی جنت کے ان لازوال اور نت نئی نعمتوں میں رہنے والوں کو نہ کوئی بے دخل کر سکے گا اور نہ وہ از خود کبھی وہاں سے نکلنے کی خواہش کرینگے۔ نُزُلًا۔ نزلا کے لفظ نے ادھر اشارہ کر دیا کہ مومنین کا یہ اعزاز و اکرام بطور ان کے استحقاق کے ہوگا ——— ٹھیک اسی طرح جیسے اہلِ کفر کا حق جہنم پر ہوگا۔ الۡفِرۡدَوۡسِ۔ فردوس جنت کے وسط میں واقع ہے۔ اور اس کی بہترین و بلند ترین منزل کا نام ہے، اور وہیں سے جنت کی نہریں جاری ہوتی ہیں فانہ اعلی الجنۃ واوسط الجنۃ ومنہ تفجر انھار الجنۃ (صحیح بخاری، صحیح مسلم) لفظ کے اخذ و اشتقاق میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ عربی الاصل ہے اور بعض کا قول ہے کہ رومی زبان یا سریانی زبان سے آیا ہے۔ واختلف فی لفظ الفردوس فقیل عربیۃ وھو قول الفراء او رومیۃ نقلت الی العربیۃ نقلہ الزجاج وابن سیدہ او سریانیۃ نقلہ الزجاج ایضًا (تاج) بہرحال اب عربی میں اسکے معنی چمن و گلشن کے ہیں۔ قال الزجاج حقیقۃ الفردوس انہ البستان الذی یجمع کل ما یکون فی البساتین قال وکذلک ھو عند کل اھل لغۃ (تاج) اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ۔ یعنی ان کا علم بھی صحیح ہوگا، اور اسی کے مقتضا سے عمل بھی صحیح۔ لَا یَبۡغُوۡنَ عَنۡہَا حِوَلًا۔ جنت اپنی ان گنت نعمتوں، راحتوں، لذتوں کے ساتھ ان کے لئے ہر لمحہ اور ہر آن ایک نئی کشش رکھے گی، اس لئے اہلِ جنت اپنی تبدیلی چاہیں گے بھی تو آخر کیوں؟ ؎

ہر لحظہ جمال خود نوع دگر آرائی
شور دگر انگیزی شوقِ دگر افزائی

ف ۱۴۷ (مزید استحکام کے لئے) ظاہر ہے کہ یہ سارے کام آلاتِ جرِ ثقیل وغیرہ اعلیٰ درجہ کی مشینوں کی مدد سے انجام پائے ہونگے اور ذوالقرنین کے تحت میں بڑے بڑے ماہرینِ فنِ انجنیر اور مہندس ہونگے۔
سَاوٰی بَیْنَ الصَّدَفَیْنِ۔ یعنی جو خلا دونوں پہاڑوں کے سروں کے درمیان رہ گیا تھا، اسے پہاڑوں کے برابر کردیا۔ الصدفان لمے جانبا الجبلین (کشاف) جَعَلَہٗ نَارًا یعنی خوب لال انگارہ کردیا جیسا کہ لوہا تپنے کے بعد ہوجاتا ہے۔ ف ۱۴۸ (اور اس دیوار کی بلندی و استحکام کے باعث ان وحشی و جنگجو قوموں کی تاخت و تاراج سے امن ہوگیا) اَنْ یَّظْهَرُوْهُ کے لفظی معنی یہ ہیں کہ اس پر غالب نہ آسکے، اور اس پر غالب آنے سے مراد یہاں اس پر چڑھ سکنا ہے۔ ان یظهروه اے ان یعلوه (کشاف) ف ۱۴۹ (کہ میرے ہاتھوں سے ایسا مہتم بالشان کام انجام دلادیا) ذوالقرنین نے یہ بات بطور شکر و تحدیثِ نعمت کے کی جو شیوہ ہے

نَارًا ۙ قَالَ اٰتُوْنِیْٓ اُفْرِغْ عَلَیْهِ قِطْرًا ﴿۹۶﴾ فَمَا اسْطَاعُوْٓا
آگ بنادیا تو کہا کہ (اب) میرے پاس پگھلا ہوا تانبا لاؤ تو میں اس پر ڈال دوں ف ۱۴۷ سو وہ (قوم یاجوج و ماجوج)
اَنْ یَّظْهَرُوْهُ وَمَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا ﴿۹۷﴾ قَالَ هٰذَا
(اس پر چڑھ سکتے تھے اور نہ اس میں نقب ہی لگا سکتے تھے ف ۱۴۸ (ذوالقرنین نے) کہا کہ یہ (بھی)
رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّیْ ۚ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّیْ جَعَلَهٗ دَكَّآءَ ۚ
میرے پروردگار کی ایک رحمت ہی ہے ف ۱۴۹ پھر جب میرے پروردگار کا وعدہ آپہنچے گا تو وہ اسے ڈھاکر برابر کردیگا
وَكَانَ وَعْدُ رَبِّیْ حَقًّا ﴿۹۸﴾ وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ یَوْمَئِذٍ
اور میرے پروردگار کا ہر وعدہ برحق ہے ف ۱۵۰ اور ہم اس روز انہیں ایک دوسرے سے
یَّمُوْجُ فِیْ بَعْضٍ وَّنُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَجَمَعْنٰهُمْ جَمْعًا ﴿۹۹﴾ ۙ
گڈمڈ کردیں گے ف ۱۵۱ اور صور پھونکا جائے گا پھر ہم سب کو جمع کرلیں گے ف ۱۵۲
وَّعَرَضْنَا جَهَنَّمَ یَوْمَئِذٍ لِّلْكٰفِرِیْنَ عَرْضَا ﴿۱۰۰﴾ ۙ الَّذِیْنَ كَانَتْ
اور اس روز ہم دوزخ کو کافروں کے سامنے پیش کردیں گے جن کی آنکھوں پر
اَعْیُنُهُمْ فِیْ غِطَآءٍ عَنْ ذِكْرِیْ وَكَانُوْا لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ
میری یاد سے پردہ پڑا ہوا تھا اور وہ سن بھی نہیں سکتے
ع ۱۱ / ۱۹ / ۲ سَمْعًا ﴿۱۰۱﴾ اَفَحَسِبَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ یَّتَّخِذُوْا عِبَادِیْ
تھے ف ۱۵۳ کیا پھر بھی کافروں کا خیال ہے کہ مجھے چھوڑ کر میرے بندوں کو
مِنْ دُوْنِیْٓ اَوْلِیَآءَ ؕ اِنَّآ اَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِیْنَ نُزُلًا ﴿۱۰۲﴾
(اپنا) کارساز قرار دے لیں ف ۱۵۴ بیشک ہم نے دوزخ کو کافروں کی مہمانی کیلئے تیار کر رکھا ہے۔

اہلِ حق کا۔ هٰذَا میں اشارہ اس سد کی تعمیر کی جانب ہے یا اس تعمیر پر اقتدار و قوت کی جانب۔ اشارۃ الی السد او هذا الاقتدار والتمکین من تسویته (کشاف) ف ۱۵۰ (جو ہر نوع و بہر صورت پورا ہو کر ہی رہتا ہے) ذوالقرنین کے قول کا مطلب یہ ہے کہ سردست تو میں نے ان موذیوں کے شر سے تم کو محفوظ کردیا ہے۔ باقی جب اس کے فنا کا وقت آئے گا تو یہ دیوار سنگ و آہن بھی باوجود اس استحکام کے زمین دوز ہو کر نیست و نابود ہوجائے گی۔ اور جس طرح ہر شے فانی ہے یہ بھی اپنے وقت پر فنا ہو کر رہے گی۔ وَعْدُ رَبِّیْ۔ میرے پروردگار کا وعدہ" یعنی اس وعدہ کے پورا ہونے کا وقت۔ اے وقت وعدہ تعالیٰ (روح) ف ۱۵۱ یہ کس روز؟ یومئذ سے کس روز کی طرف اشارہ ہے؟ ظاہراً مراد اس دیوار کے عدم کے دن سے ہے یا اس وقت کے قرب سے ہے۔ الاقرب ان المراد الوقت الذی جعل اللّٰہ ذلک السد دکاء (کبیر) اے بعد انخلاء الوعد بمجیء بعض مبادیه (روح) اے یوم یدک هذا السد (ابن کثیر) قیل هذا عند فتح السد (معالم) لیکن بعض نے اس سے یوم قیامت مراد لی ہے۔ اور یہ مفہوم بھی سیاق قرآنی سے کچھ زیادہ بعید نہیں کہ اس صورت میں بعضھم میں ضمیر ھم بجائے یاجوج و ماجوج کے خلق کی جانب ہوجائے گی۔ بعضهم اے بعض الخلق (کشاف) یَمُوْجُ کی جو دونوں تعبیریں نقل ہوئیں ان میں باہم کوئی منافات نہیں۔ ہدم دیوار کا وقوع عین قرب قیامت ہی میں تو ہوگا۔ تدکّ لیان جعلنا کے مرادف ہے (کشاف، بیضاوی) ف ۱۵۲ اب بیان قیامت کا شروع ہوگیا ——— ہر اہم دنیوی واقعہ و حادثہ میں آخرت کی یاد دلادینا عین دستور قرآنی کے مطابق ہے۔ ف ۱۵۳ (اس بغض و عناد کی بنا پر جو انہیں اسلام و رسول اسلام سے تھا) یہ ذکر دنیا کا ہے کہ جب کافر دنیا میں تھے تو نہ دین حق کو دیکھتے تھے نہ دعوتِ حق کو سنتے تھے۔ ذِكْرِیْ کے لفظی معنی تو "میری یاد" کے ہیں مراد اللہ کی توحید اور اللہ کی کتاب سے لی گئی ہے۔ لمعنی توحیدی وکتابی (مدارک) عائشہؓ یعنی عن الایمان والقرآن وقیل عن رؤیة الدلائل (معالم) كَانُوْا لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ سَمْعًا۔ اس عدم استطاعت سے مراد کوئی اضطرار یا معذوری نہیں۔ بلکہ کافروں کے عناد ارادی ہی کی جانب اشارہ ہے۔ قال القاضی المراد منه نفرتهم عن سماع ذلک الکلام واشتغالهم ایاه (کبیر) اے سمع القبول والایمان لغلبة الشقاوة علیهم (معالم) ف ۱۵۴ (اور جو ہر طرح میرے مملوک و محکوم ہیں، انہیں معبود و حاجت روا سمجھنے لگیں) عبادی اے الذین هم تحت ملکی وسلطانی (روح) ا۔ف۔ یعنی جب کفر اتنی شدید وعید کا مستحق بنادیتا ہے۔ استفہام بطور زجر و ملامت کے ہے۔ وهو استفهام علی سبیل التوبیخ (کبیر) اَوْلِیَآءَ کا لفظ بڑا وسیع مفہوم رکھتا ہے۔ اور اسی کے اظہار کے لئے یہاں آلہہ کے بجائے اولیاء لایا گیا ہے۔ تجارت میں، زراعت میں، بیماری سے صحت دینے میں، اولاد بخشنے میں، مقدمات میں کامیاب کرنے میں، غرض زندگی کے کسی شعبہ میں بھی جب اصلی تکیہ بندوں پر اور بندوں کی بنائی ہوئی تدبیروں پر کیا جانے لگے تو یہ سب غیر اللہ کو کارساز ہی ٹھہرالینا ہے۔

لَهُمْ مِنْ دُوْنِهَا سِتْرًا ۙ كَذٰلِكَ ۭ وَقَدْ اَحَطْنَا بِمَا

اس کے ادھر کوئی آڑ نہیں رکھی تھی ۱۳۹ یہ اسی طرح ہے اور جو کچھ ان کے پاس تھا اسکی

لَدَيْهِ خُبْرًا ﴿٩١﴾ ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ﴿٩٢﴾ حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ بَيْنَ

ہم کو پوری خبر ہے ۱۴۰ پھر وہ ایک (اور) راہ پر ہو لئے ۱۴۱ یہاں تک کہ جب وہ دو پہاڑوں کے

السَّدَّيْنِ وَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمَا قَوْمًا ۙ لَّا يَكَادُوْنَ

درمیان پہنچے تو ان کے ادھر ایک قوم کو پایا جو گویا کوئی بات

يَفْقَهُوْنَ قَوْلًا ﴿٩٣﴾ قَالُوْا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِنَّ يَاْجُوْجَ وَ

ہی نہیں سمجھتے تھے ۱۴۲ ان لوگوں نے کہا کہ اے ذوالقرنین (یہ قوم) یاجوج و

مَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ

ماجوج (اس) سرزمین میں بڑا فساد مچاتے ہیں تو کیا ہم آپ کے لئے کچھ سرمایہ جمع

خَرْجًا عَلٰٓى اَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ سَدًّا ﴿٩٤﴾ قَالَ

کردیں جس سے آپ ہمارے اور ان کے درمیان کوئی روک بنادیں ۱۴۳ (ذوالقرنین نے) کہا

مَا مَكَّنِّيْ فِيْهِ رَبِّيْ خَيْرٌ فَاَعِيْنُوْنِيْ بِقُوَّةٍ اَجْعَلْ

کہ میرے پروردگار نے مجھے جو کچھ دے رکھا ہے وہ بہت کچھ ہے ۱۴۴ سو تم میری مدد محنت سے کرو تو میں

بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا ﴿٩٥﴾ اٰتُوْنِيْ زُبَرَ الْحَدِيْدِ ۭ حَتّٰٓى

تمہارے ان کے درمیان خوب مضبوط دیوار بنادوں ۱۴۵ تم لوگ میرے پاس لوہے کی چادریں لاؤ ۱۴۶ یہاں تک

اِذَا سَاوٰى بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ قَالَ انْفُخُوْا ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَعَلَهٗ

کہ جب ان دونوں پہاڑوں کے سروں کے درمیان کو برابر کردیا تو کہا کہ دھونکو یہاں تک کہ جب اسے

۱۴۰ کذلک، تحقیق و تاکید کے لئے آتا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ جو کچھ ہم بیان کر رہے ہیں یہی اصل حقیقت اور واقعہ ہے اور ہم کو ذوالقرنین اور اسکے ساز و سامان کی پوری اطلاع ہے۔ ۱۴۱ اور اب کی بھی سمت مشرق ہی ہے۔ قرآن مجید میں اس سمت کی بابت کوئی اشارہ نہیں۔ قدیم مفسرین نے اپنے وقت کی جغرافیائی معلومات پر اعتماد کر کے لکھ دیا ہے کہ سمت شمال مراد ہے لیکن اس پر کوئی دلیل نقلی یا عقلی قائم نہیں کی ہے۔ ان کے قیاس کی بنیاد تمامتر یہ ہے کہ قدیم جغرافیہ میں انسانی آبادی عموماً شمال ہی کے سمت میں دکھائی گئی ہے۔ اغلب یہ ہے کہ اس تیسرے جنگی سفر کی سمت بھی مشرق ہی تھی۔ اور چونکہ سمت مشرق کا ذکر ابھی اوپر آچکا ہے۔ اس لئے اب کسی مزید تصریح و تعیین کی ضرورت نہ تھی۔ ۱۴۲ یعنی ذوالقرنین اور اس کے لشکریوں کی زبان ان کے لئے بالکل اجنبی تھی۔ [illegible] عجب نہیں جو یہ ترکستانی قبائل ہوں، جن کی زبان، تلفظ، لب و لہجہ سب یونانیوں کے لئے اجنبی تھا۔ بَیْنَ السَّدَّیْنِ۔ سد کے اصلی معنی دو چیزوں کے درمیان لوٹ یا رکاوٹ کے ہیں۔ [illegible] اور اس کے عموم میں پہاڑ، درہ وغیرہ سب شامل ہیں، یہاں مراد پہاڑ لی گئی ہے۔ السدین الجبلین (ابن عباس) یعنی جبلین (ابن جریر عن ضحاک) وھما جبلان (ابن جریر عن قتادہ) ۱۴۳ تاکہ وہ پھر ہمارے ملک میں نہ آنے پائیں) یاجوج و ماجوج بظاہر وہ منگولی قبیلے معلوم ہوتے ہیں، جو پہاڑوں کی دوسری طرف آباد تھے، اور کبھی کبھی موقع پا کر یلغار کرتے ہوئے ترکوں کے درمیان گھس آتے تھے۔ یاجوج اور ماجوج کا اشتقاق اہل لغت نے مادہ اج سے کیا ہے۔ جس کے معنی آگ کے شعلہ مارنے اور پانی کے تموج و تلاطم کے ہیں۔ ان کے یہ نام ان کی شدت شورش کی بنا پر پڑے۔ شبھوا بالنار المضطرمۃ والمیاہ المتموجۃ لکثرۃ اضطرابھم (راغب) بعض نے انہیں اسماء عجمی بھی کہا ہے اسمان اعجمیان بدلیل منع الصرف (کشاف) بائبل کی کتاب حزقی ایل کے باب ۳۸ و ۳۹ میں یاجوج و ماجوج کا ذکر بار بار آیا ہے۔ اور پیشگوئیاں بھی درج ہیں لیکن کچھ تفصیلات بیان نہیں ہوئی ہیں۔ بائبل کے شارحین بھی آج تک ان کی تعیین میں مضطرب ہیں۔ کوئی یاجوج و ماجوج کو دو قومیں قرار دیتا ہے اور کوئی کہتا ہے کہ ماجوج قوم کا نہیں مقام کا نام ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ ماجوج یافث بن نوح کی نسل سے ہے۔ عام طور پر ان لوگوں کی سکونت ایشیائے کوچک اور آرمینیا میں سمجھی گئی ہے اور بعض نے کہا ہے کہ یہ وہی قومیں ہیں جو اسیتھین (Scythians) کہلاتی ہیں۔ بہرحال بائبل اور اس کی شرح سے قرآنی یاجوج و ماجوج پر کچھ زیادہ روشنی نہیں پڑتی۔ قرآنی اشاروں سے تو بس اتنا پتہ چلتا ہے کہ یہ کوئی شورہ پشت و شورش پسند پہاڑی قبیلے تھے اور جو آبادیاں ان کی تاخت کی زد میں تھیں انہوں نے ذوالقرنین سے عرض کی کہ ہم ان سے سخت پریشان ہیں۔ کہیے تو ہم چندہ فراہم کردیں اور آپ ہمارے اور ان کے درمیان ایسی حد فاصل قرار دیدیں جسے توڑ کر یہ حملہ آور نہ ہو سکیں۔ سَدًّا یعنی روک۔ احجز تمنعھم من الوصول الینا (روح)

۱۴۴ ذوالقرنین نے ان لوگوں کی درخواست کے جواب میں کہا کہ مال و خزانہ تو میرے پاس خدا کا دیا ہوا خود ہی بہت کافی ہے۔ مجھے تمہاری مالی مدد کی ضرورت نہیں البتہ تم ہاتھ پیر سے میری مدد کرو۔ مجھے ضرورت مزدوروں اور کاریگروں کی ہے۔ [illegible] فقہا نے یہاں دو مسئلے مستنبط کئے ہیں۔ ایک یہ کہ بادشاہ کو جائز ہے کہ رعایا کی درخواست پر اس کی رفاہ عام و تحفظ کے سامان بہ معاوضہ و اجرت درست کر دے۔ دوسرے یہ کہ معاوضہ اجرت جس طرح مال سے صحیح ہے محنت یا کام سے بھی صحیح ہے چنانچہ ذوالقرنین نے کہا کہ کام تم کر دو، دیوار میں بنوائے دیتا ہوں۔ اس میں معاوضہ کی صورت کام سے بھی آگئی اور مال سے بھی۔ ۱۴۵ (جس سے وہ پھر آ ہی نہ سکیں) رَدْمًا۔ ردم کہتے ہیں بہت پختہ اور سنگین اور مضبوط قسم کے حجاب کو۔ [illegible] اور محاورہ میں ردم سد سے کہیں بڑے حجاب کو کہتے ہیں۔ [illegible] ۱۴۶ (اور سب سامان جمع کرو، چنانچہ سامان جمع ہو گیا اور کام شروع ہو گیا۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ بنیادیں وغیرہ تو پتھر سے بھری گئی ہوں گی اور اوپر سے اس درہ کو لوہے کی چادروں کے دروازہ سے بند کیا گیا ہوگا۔ صدیوں بعد سیاحوں کے مشاہدہ میں ایک آہنی دیوار مقام دربند میں نظر آئی اور اس کا نام سد سکندری ہی مشہور تھا۔ درہ کا پھاٹک باب الحدید ہی کہلاتا تھا۔ یہ دربند وہ نہیں جو بحر قزوین کے مشرقی ساحل پر علاقہ قفقاز میں واقع ہے، جیسا کہ بعض مفسرین جدید کو دھوکا ہوا ہے۔ بلکہ یہ وہ دربند ہے جو علاقہ وسط ایشیا کے مشرقی حصہ میں ضلع حصار میں واقع ہے۔ بخارا سے کوئی ۱۵۰ میل جنوب مشرق میں۔ ۳۸ درجہ شمال عرض البلد اور ۶۷ درجہ مشرق طول البلد ہے۔ اس کا ذکر مشہور یورپین سیاح مارکو پولو نے اپنے سفرنامہ میں بھی کیا ہے۔ نیز انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا طبع یازدہم جلد ۳ میں ص ۵۵ پر ہے۔ ملاحظہ ہو حاشیہ تفسیر انگریزی۔

إِنَّا مَكَّنَّا لَهُ فِي الْأَرْضِ وَآتَيْنَاهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ
ہم نے انہیں زمین پر حکومت دی تھی اور ہم نے ان کو ہر طرح کا سامان
سَبَبًا ۸۴ فَأَتْبَعَ سَبَبًا ۸۵ حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ
دیا تھا ۱۳۰ پھر وہ ایک راہ پر ہولئے ۱۳۱ یہاں تک کہ جب وہ غروب آفتاب کے موقع پر پہنچے
وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِي عَيْنٍ حَمِئَةٍ وَوَجَدَ عِنْدَهَا قَوْمًا ۗ
تو اسے ایک سیاہ چشمہ میں ڈوبتا ہوا محسوس کیا ۱۳۲ اور اسکے قریب ایک قوم کو (بھی) پایا ۱۳۳
قُلْنَا يَا ذَا الْقَرْنَيْنِ إِمَّا أَنْ تُعَذِّبَ وَإِمَّا أَنْ تَتَّخِذَ
ہم نے کہا اے ذوالقرنین (تمہیں اختیار ہے) خواہ انہیں سزا دو خواہ ان کے ساتھ
فِيهِمْ حُسْنًا ۸۶ قَالَ أَمَّا مَنْ ظَلَمَ فَسَوْفَ نُعَذِّبُهُ
نرمی اختیار کرو ۱۳۵ (ذوالقرنین نے) کہا کہ اچھا۔ مگر جو کافر رہےگا سو ہم اسے عنقریب سزا دیں گے
ثُمَّ يُرَدُّ إِلَىٰ رَبِّهِ فَيُعَذِّبُهُ عَذَابًا نُكْرًا ۸۷ وَأَمَّا مَنْ
پھر وہ اپنے پروردگار کے پاس پہنچایا جائیگا تو وہ اسے بڑا ہی سخت عذاب دے گا ۱۳۷ اور جو ایمان
آمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُ جَزَاءً الْحُسْنَىٰ ۖ وَسَنَقُولُ
لے آئے گا اور نیک عمل کرے گا سو اس کے لئے اچھا معاوضہ ہے اور ہم بھی اپنے
لَهُ مِنْ أَمْرِنَا يُسْرًا ۸۸ ثُمَّ أَتْبَعَ سَبَبًا ۸۹ حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ
برتاؤ میں اس کے ساتھ نرم بات کہیں گے ۱۳۶ پھر وہ ایک (اور) راہ پر ہولئے ۱۳۸ یہاں تک کہ جب
مَطْلِعَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَطْلُعُ عَلَىٰ قَوْمٍ لَمْ نَجْعَلْ
طلوع آفتاب کے موقع پر پہنچے ۱۳۸ تو اسے ایک ایسی قوم پر طلوع ہوتے دیکھا جن کے لئے ہم نے

سے یہ خود ہی نکل آیا کہ ذوالقرنین قرآن کا دیا ہوا نام نہیں بلکہ یہ کوئی ایسی شخصیت تھی جس سے یہود خوب واقف تھے، اور عرب میں یہ نام چلا ہوا تھا چنانچہ مفردات القرآن راغب میں اتنا ہی لکھ کر چھوڑ دیا ہے کہ ذوالقرنین معروف۔ قرن کے معنی سینگ یا شاخ کے ہیں۔ اس لئے ذوالقرنین کے لفظی معنی ہوئے "دو سینگوں والا"، اور ایک معنی قوت کے بھی لئے گئے ہیں۔ قیل القرن القوۃ ... قرآنی تصریحات سے اتنا تو بہرحال معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوئی دیندار اور بڑے فاتح کشور کشا تھے۔ اس سے زیادہ تعیین قرآن میں نہیں۔ آگے شارحین ومفسرین کے قیاسات ہیں۔ غالب خیال یہ ہے کہ مراد مشہور تاریخی فاتح سکندر یونانی (متوفی ۳۲۳ق م) سے ہے۔ والمشھور انہ الاسکندر (بحر) ... الاسکندر الذی ملک الدنیا ... (جلالین) ... ذی القرنین الاسکندر بن فیلقوس الیونانی (کبیر) اور اہل لغت نے تو تشریح بطور ایک مسلمہ کے نقل کر دی ہے۔ وذوالقرنین المذکور فی التنزیل ... (تاج) ... ذوالقرنین الموصوف فی التنزیل لقب الاسکندر الرومی (لسان) اس قول کے تسلیم کرنے میں دقت یہ پڑتی ہے کہ سکندر کے موحد ومومن ہونے کا کوئی ثبوت تاریخ میں موجود نہیں۔ یہود، عبادت یہود، اور معبد یہود کے ساتھ اس کے ہمدردانہ برتاؤ سے اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ اسے دین توحید سے کوئی عناد و نفرت نہ تھا جیسا کہ عموماً مشرک بادشاہوں کو رہا کیا ہے۔ دوسرے اقوال جو ایران کے بادشاہ عظیم سائرس یا فورس یا کیخسرو (متوفی ۵۲۹ق م) وغیرہ سے متعلق ہیں۔ انکے ماننے میں تاریخی دقتیں کچھ کم حائل نہیں۔ قرن یا سینگ توریت کی اصطلاح میں شوکت و اقتدار کے معنی میں آیا ہے۔ اور روایات یہود میں ہے کہ حضرت موسیٰؑ جب کوہ طور سے توریت لیکر واپس ہوئے ہیں تو آپ کے سر پر بھی یہی دو سینگ نمودار تھے۔ ملاحظہ ہو حاشیہ تفسیر انگریزی۔ ذوالقرنین کی وجہ تسمیہ سے متعلق متعدد قول اور روایتیں منقول ہیں۔ ایک مشہور ومرفوع روایت یہ ہے کہ مشرق سے مغرب تک سیر کی تھی اس لئے ذوالقرنین مشہور ہوئے۔ انہ طاف قرنی الدنیا ای شرقھا وغربھا وروی ذلک مرفوعا (روح) ... بذلک لانہ ملک المشرق والمغرب (جلالین)

۱۳۰ (حسب وحی الٰہی) من ... خبر محذوف ... (ابن عباسؓ)

۱۳۱ (جس سے وہ اپنے شاہی ارادوں اور منصوبوں کی تکمیل کر سکیں) ... کل شیء ... فی ملکہ (کشاف) مطلب یہ ہوا کہ وہ ایک بڑے بادشاہ اور جلیل القدر فرمانروا تھے۔ سببًا۔ سبب کے معنی ذریعہ، واسطہ، سامان کے ہیں۔ جس سے مقصد پورا ہو سکے۔ کل ما یتوصل بہ الی شیء (راغب) ما یتوصل بہ الی المقصود من علم او قدرۃ او آلۃ (کشاف) مرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ مال کا حاصل ہونا یہاں تک کہ خزائن اور جاہ کا حاصل ہونا یہاں تک کہ سلطنت کمال کے منافی نہیں۔

۱۳۲ (جانب مغرب، بارادۂ فتوحات) سبب کے معنی جس طرح ساز وسامان کے ہیں اسی طرح راہ، منزل، طریق کے بھی ہیں اور وہی یہاں مراد ہیں۔ یعنی المسبب المنزل (ابن جریر عن ابن عباسؓ) سببًا ای منزلًا وطریقًا (ابن جریر عن مجاہد) ای منازل الارض ومعالمھا (ابن جریر عن قتادۃ) سکندر اعظم کی ابتدائی فوجی مہمات شمال اور مغرب ہی کی جانب تھیں۔

۱۳۳ (جیسا کہ سمندر کے کنارہ کھڑے ہوئے ہر شخص کو سورج سمندر ہی میں ڈوبتا دکھائی دیتا ہے) مغرب الشمس یعنی جہت مغرب میں منتہائے آبادی پر۔ الغرب، والمغرب دونوں سے مراد پچھم کی سمت ہی ہوتی ہے۔ ای منتھی الارض من جھۃ المغرب (روح) وَجَدَهَا۔ وجد کے دو مختلف مفہوم لغت عرب میں ہیں۔ ایک معنی تو ہیں "پایا" "معلوم کیا" "دریافت کیا" گویا اس معنی میں واقعیت یا واقعہ کے ساتھ مطابقت کا پہلو بھی شامل ہے اور دوسرے معنی ہیں "محسوس کیا" "مشاہدہ کیا" گویا اس کا تعلق محض وجدان و ادراک سے ہے واقعہ سے مطابقت ہرگز ضروری نہیں۔ اور یہاں یہی آخری معنی مراد ہیں۔ المراد وجدھا فی نظر العین (روح) عَيْنٍ حَمِئَةٍ یعنی گندے سیاہ کیچڑ میں۔ ای فی طین اسود (ابن جریر عن ابن عباسؓ) ذات حمأۃ (ابن جریر عن ابن عباسؓ) الحمئۃ الحمأۃ السوداء (ابن جریر عن قتادۃ) اب تاریخ وجغرافیہ کی شہادت یہ ہے کہ سکندر کی ابتدائی فتوحات کی سمت (یعنی سمت مغرب) میں ایک بڑی جھیل آکریڈا (OCHRIDA) کے نام سے جنوبی سرویا (موجودہ یوگوسلیویا) میں واقع ہے۔ مناستر سے کوئی ۵۰ میل جانب مغرب۔ اس کا پانی جن زمین اور چشموں سے آتا ہے وہ بڑے گندلے یا سیاہی مائل ہیں یہاں تک کہ جو دریا اس جھیل سے نکلا ہے اس کا نام ہی دریائے سیاہ (Black River) ہے ملاحظہ ہو حاشیہ تفسیر انگریزی۔

۱۳۴ (جو کافر تھی، جیسا کہ اگلی آیت میں آرہا ہے) قوما کفارا (ابن عباسؓ) یہاں وجد اپنے پہلے معنی میں ہے۔ ملاحظہ ہو حاشیہ ۱۳۳ یعنی اس گندے چشمہ کے کنارے ایک قوم آباد تھی۔

۱۳۵ سزا دو تو ان کے کفر سابق کی بنا پر وہ بھی ٹھیک ہے اور انہیں نرمی سے دعوت ایمان دو تو وہ بھی ان کی توقع ایمان کی بنا پر مناسب ہے۔ اس کا فیصلہ ذوالقرنین ہی پر چھوڑ دیا گیا جیسا کہ ہر ایسے موقع پر امام مسلمین یا امیر المومنین پر چھوڑ دیا جاتا ہے۔ ھذا التخییر علی معنی الاجتھاد فی اصلح الامرین (کبیر) قُلْنَا۔ یہ ارشاد خداوندی خواہ براہ راست الہاماً ہوا ہو خواہ بالواسطہ نبیٔ وقت کے ذریعہ سے۔

۱۳۶ (آخرت میں) ذوالقرنین نے کہا کہ اچھا تو میں وہی نرمی کا طریقہ اختیار کرتا ہوں اور پہلے ان لوگوں کو دعوت ایمان ہی دیتا ہوں۔ مَنْ ظَلَمَ۔ ظلم یہاں کفر کے اور ظالم کافر کے معنی میں ہے۔ ظلم ای کفر باللہ (ابن عباسؓ) الظلم العظیم الذی ھو الشرک (روح) یعنی آپ نے فرمایا کہ جو میری دعوت ایمان کے بعد بھی کافر رہےگا ای استمر علی کفرہ واشرکہ بربہ (ابن کثیر) نُعَذِّبُهُ۔ اس عذاب کے تحت میں قتل وغیرہ سب کچھ آگیا۔ نکرا۔ ملاحظہ ہو حاشیہ ۱۰۸، پ ۱۵۔

۱۳۷ یعنی فعلی سختی تو کیا قولی سختی بھی مومنین کے ساتھ روا نہ رکھی جائے گی۔ فَلَهُ جَزَاءً الْحُسْنَىٰ یعنی آخرت میں اس کے لئے عیش ہی عیش ہے۔

۱۳۸ یعنی سمت مشرق میں۔ سکندر کی فوجی مہمات بعد کو مشرق ہی کی سمت ہوئیں۔

۱۳۹ یعنی وہ وحشی اور غالباً خانہ بدوش قوم مکان ولباس وغیرہ کی صنعتوں سے ناآشنا تھی۔ دھوپ سے بچنے کو نہ مکان تھا نہ کپڑا۔ مَطْلِعَ الشَّمْسِ۔ یعنی سمت مشرق میں منتہائے آبادی پر۔ ای نھایۃ الارض المعمورۃ من جھۃ المشرق (روح) وَجَدَهَا۔ وجد کے معنی یہاں بھی وہی معلوم ہونے، محسوس کرنے کے ہیں۔ سِتْرًا۔ ستر کے لفظی معنی ہیں وہ چیز جو ڈھانکے۔ ھو ما یستر بہ (تاج) یہاں مراد ہر ایسی چیز سے لی گئی ہے جو دھوپ سے بچانے اور محفوظ رکھنے کا کام دے سکے اور اس میں مکان اور لباس دونوں آگئے۔ لم یبنوا فیھا بناء قط ولم یبن علیھم فیھا بناء قط (ابن جریر عن قتادۃ) الستر الذی جعل لکم من الجبال والحصون والابنیۃ والاکنان من کل جنس والثیاب من کل صنف (کشاف) المراد لا شیء لھم یسترھم من اللباس والبناء (روح) ... کسائر الحیوانات عراۃ ابدا (کبیر)

يَّاْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ غَصْبًا ﴿۷۹﴾ وَاَمَّا الْغُلٰمُ فَكَانَ

جو ہر (بے عیب) کشتی کو زبردستی پکڑ لیتا تھا ۱۱۹ اور وہ جو لڑکا تھا سو اس کے

اَبَوٰهُ مُؤْمِنَيْنِ فَخَشِيْنَآ اَنْ يُّرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ﴿۸۰﴾

ماں باپ ایمان والے تھے ۱۲۰ سو ہم کو معلوم ہوا کہ وہ ان دونوں پر بھی سرکشی اور کفر کا اثر ڈال دیگا ۱۲۱

فَاَرَدْنَآ اَنْ يُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً وَّاَقْرَبَ

سو ہم نے یہ چاہا کہ اس کے عوض میں ان کا پروردگار انہیں ایسی اولاد دے جو پاکیزگی میں اس سے بہتر اور

رُحْمًا ﴿۸۱﴾ وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِي

محبت کرنے میں اس سے بڑھ کر ہو ۱۲۲ اور رہی وہ دیوار سو وہ شہر کے دو یتیم لڑکوں کی

الْمَدِيْنَةِ وَكَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا

تھی اور اس (دیوار) کے نیچے ان کا دفینہ تھا ۱۲۳ اور انکا باپ ایک مرد صالح تھا ۱۲۴

فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَآ اَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا

سو آپ کے پروردگار نے چاہا کہ وہ دونوں اپنی پختگی کو پہنچ جائیں اور اپنا دفینہ نکال لیں ۱۲۵

رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِيْ ذٰلِكَ

(یہ سب) آپ کے پروردگار کی مہربانی سے ہوا اور یہ (کوئی کام) میں نے اپنی رائے سے نہیں کیا ۱۲۶ یہ ہے

تَاْوِيْلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ﴿۸۲﴾ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنْ

حقیقت ان باتوں کی جن پر آپ سے صبر نہ ہو سکا ۱۲۷ اور آپ سے یہ ذو القرنین کے باب

ذِي الْقَرْنَيْنِ قُلْ سَاَتْلُوْا عَلَيْكُمْ مِّنْهُ ذِكْرًا ﴿۸۳﴾

میں سوال کرتے ہیں ۱۲۸ آپ کہہ دیجئے کہ ان کا ذکر میں ابھی تمہارے سامنے بیان کرتا ہوں ۱۲۹

ع ۱۰ / ۱۲

۱۱۸ وراء یہاں بمعنی امام (سامنے) کے ہے۔ اور وراء کے امام کے مترادف ہونے میں کسی لغوی کو اختلاف بھی نہیں۔ قالہ قتادۃ امامہم (ابن جریر) وھو قول قتادۃ وابی عبید وابن السکیت والزجاج (روح) والاختلاف عند اہل اللغۃ فی ورداء بمعنی امام (روح) بلکہ حضرت ابن عباسؓ کی تو قرآت ہی بجائے وراءھم کے امامھم کی ہے۔ وکان ابن عباس یقرأ وکان امامہم ذالک (فتح القدیر) مراد یہ ہے کہ وہ کشتی جدھر جارہی تھی، اسی طرف آگے بڑھ کر ایک ایسے ظالم وغاصب بادشاہ کی عملداری شروع ہونے والی تھی۔ ۱۱۹ (سو اگر میں اس کشتی میں سوراخ نہ کردیتا تو وہ بادشاہ اسے بھی پکڑ لیتا اور ان غریبوں کے ہاتھ سے ذریعہ معاش جاتا رہتا۔ اب یہ ہے کہ اس کی مرمت وہ لوگ تھوڑے میں کرالیں گے اور اس نقصان عظیم سے بچ جائینگے) ۱۲۰ (اور مجھ کو کشف تکوینی سے یہ علم ہوا کہ یہ لڑکا بڑا ہو کر کافر ہوگا) یہ علم مکاشفہ وہی ہے جس کا ذکر اوپر علمنٰہ من لدنا علما کے تحت میں موقع مدح پر آچکا ہے۔ ملاحظہ ہو آیت نمبر ۶۵ اور حاشیہ نمبر ۹۸ پارہ ۱۵۔ ۱۲۱ (اور وہ دونوں اپنی طبعی محبت سے اس کا ساتھ بے دینی میں دینے لگیں گے) خشینا۔ خشیت یہاں خوف واندیشہ کے معنی میں نہیں۔ علم ویقین کے معنی میں ہے۔ والخشیۃ والخوف توجھھما العرب الی معنی الظن وتوجہ ھذہ الحروف الی معنی العلم بالشیء الذی یدرك من غیر جھۃ الحس والعیان (ابن جریر) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ خشیت اپنے اصلی معنی پر ہے اور حق تعالیٰ نے جب خضرؑ کو پوری اطلاع اس لڑکے کی آئندہ صلاحیتوں سے متعلق دیدی تو آپ نے خود ہی آئندہ کے اندیشوں سے اسے قتل کردیا ہو۔ وانما خشی الخضر منہ ذالك لان اللہ تعالیٰ اعلمہ بحالہ واطلعہ علیٰ سر امرہ وامرہ ایاہ بقتلہ (کشاف) فقہاء نے یہاں یہ بھی لکھا ہے کہ اولاد کے گناہ میں والدین بھی تغافل و رضا و عدم منع کی صورت میں ماخوذ ہونگے۔ ۱۲۲ (اور اس لڑکے کا ہم کام ہی تمام کردیں) زکوٰۃ۔ پاکیزگی میں یعنی دین و اخلاق میں۔ ای طہارۃ من الذنوب والاخلاق الرذیلۃ (بیضاوی) رُحما محبت کرنے میں یعنی ماں باپ سے محبت کرنے میں۔ رحما رحم سے ہے اور معنی میں زور وقوت رحمت سے زیادہ رکھتا ہے۔ رحما من الرحمۃ وھی اشد مبالغۃ من الرحمۃ (بحر) ابو عبیدؒ لغوی کا قول ہے کہ رُحم رحم سے ہے جس کے معنی قرابت کے ہیں اور رحمت سے زیادہ زوردار ہے جس کے معنی محض رقت قلب کے ہیں وحاصل کلامہ ان رُحما من الرحم التی ھی القرابۃ وھی ابلغ من الرحمۃ التی ھی رقۃ القلب (فتح القدیر) اقرب رحما ای ابر لوالدیہ (ابن جریر عن قتادۃ) خَشِيْنَا۔ اَرَدْنَا۔ بعض محققین نے یہاں یہ نکتہ بھی کہا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نکیر چونکہ اسی واقعہ قتل سے متعلق بہت شدید تھی اس لئے جواب میں حضرت خضرؑ نے بھی اپنے ارادہ کی قوت ظاہر کرنے کو صیغہ جمع متکلم تعظیمی استعمال کیا۔ ۱۲۳ (جو ان کے باپ سے ان کو میراث میں پہنچا ہے) کنز۔ یہاں اصطلاح فقہی کی حیثیت سے نہیں بلکہ اپنے عام لغوی معنی میں خزانہ یا مال عظیم کے مرادف ہے۔ المدینۃ۔ وہی شہر ہے جس کا ذکر ابھی قریہ کے نام سے اوپر آچکا۔ گویا قرآن مجید نے دونوں لفظ کو مرادف قرار دیا ہے۔ محققین نے کہا ہے کہ پہلا ذکر موقع ہجو و مذمت پر تھا (بہ سلسلہ بخل اہل قریہ) اس لئے لفظ بھی ہلکا لایا گیا اور یہاں محل مدح وتحسین کا ہے (بہ سلسلہ صالحیت یتیمین) اس لئے لفظ بھی اونچا لایا گیا۔ ۱۲۴ (سو اسکی برکت سے اللہ نے اس کے مال کو اس کی اولاد کے لئے محفوظ رکھنا چاہا) صَالِحًا یہاں محل تعلیل میں وارد ہوا ہے یعنی مال کے غیبی تحفظ میں دخل والدین کی صالحیت کو بھی تھا۔ اس سے علماء محققین نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ والدین کی صالحیت اولاد کو فائدہ پہنچاتی ہے بشرطیکہ اولاد خود بھی صالح ہو اور پسر نوحؑ کی سی نہ ہو۔ فیہ دلالۃ علیٰ ان اللہ یحفظ الاولاد لصلاح الاباء (جصاص) فیہ دلیل علیٰ ان الرجل الصالح یحفظ فی ذریتہ وتشمل برکۃ عبادتہ لھم فی الدنیا والاخرۃ (ابن کثیر) یدل علیٰ ان صلاح الاباء یفید العنایۃ باحوال الابناء (کبیر) ۱۲۵ (تو میں نے دیوار کو درست کر کے دفینہ کو محفوظ کردیا ورنہ دیوار گر جانے سے لوگ اس مال کو لوٹ کر لے جاتے) کنز کی متعدد تفسیریں مروی ہوئی ہیں لیکن عکرمہ وقتادہ نے اسکے وہی معنی لئے ہیں جو لغت میں عام ہیں یعنی مال مکنوز (ابن جریر) بعض اہل تحقیق نے لکھا ہے کہ دیوار کی بلا اجرت درستی پر چونکہ حضرت موسیٰؑ کا اعتراض بہت ہلکا تھا اس لئے حضرت خضرؑ نے جواب بھی بہت ہلکے انداز میں دیا اور ارادہ عمل میں اپنے نفس کی آمیزش بالکل نہیں آنے دی۔ ۱۲۶ (بلکہ سارے کام بالہام الٰہی سرانجام دیئے) مطلب یہ کہ ان افعال خلاف شریعت ظاہر میں سے کوئی سا عمل بھی میری ذاتی رائے یا اجتہاد کا نتیجہ نہیں۔ سب الہامات الٰہی ہی کے تابع ہوئے ہیں۔ ۱۲۷ ما فعلت ما رأیت عن اجتہادی ورائی وانما فعلتہ بامر اللہ کذا نتیجہ یہ نکلا کہ بڑے سے بڑا صاحب باطن بھی احکام شریعت ظاہری کے خلاف نہیں جاسکتا تاآنکہ الہام صریح اپنی تائید میں نہ رکھتا ہو۔ لیکن خود الہام صریح ہی پر اب بعد ختم نبوت کیا دلیل قائم ہو سکتی ہے؟ بعض کو یہاں یہ دھوکا ہوا ہے کہ الہام پر خلاف شرع عمل جائز ہے۔ جواب یہ ہے کہ یا تو وہ نبی ہونگے اور یا یہ کہ شریعت سابقہ ہوگی۔ مگر اس شرع میں یہ جائز نہیں" (تھانویؒ) مشائخ صوفیہ نے کہا ہے کہ جس طرح انبیاء امر نبوت میں اپنے دل سے کچھ نہیں کرتے۔ اولیاء اہل خدمت بھی مدارج خدمت میں تابع حکم رہتے ہیں۔ مرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ اس سے ان لوگوں کا احتجاج ساقط ہوگیا جو کاملین کے لئے امور خلاف شرع فی الواقع کا صدور جائز رکھتے ہیں، وجہ سقوط ظاہر ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام کے یہ سب افعال بالکل مامور بہ من اللہ تھے اور یہی مامور بہ شرع ہے اگر وہ نبی تھے تب تو یہ افعال شرع جزئی کی طرف مستند ہیں اور اگر نبی نہیں تھے تو شرع کلی کی طرف کسی اصل غامض کے ذریعہ استنباط ہے جس پر موسیٰ علیہ السلام کو اس لئے اطلاع نہیں ہوئی کہ ان پر وہ مصالح خاصہ منکشف نہیں ہوئے اس لئے وہ استنباط نہ کرسکے۔ ۱۲۸ عجب نہیں کہ ان اسرار کا بتلانا اسی درخواست کا پورا کرنا بھی ہو جو موسیٰ علیہ السلام نے کی تھی۔ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ گو نمونہ ہی کے طور پر سہی۔ اور زیادہ ساتھ رہنے میں وہ غالباً مناسب موقع پر خود ہی بتلاتے اور ہر واقعہ پر بتلاتے تو یہ علم زیادہ حاصل ہوتا۔ اور گو یہ علم موسوی کے برابر مفید عام نہ ہو کیونکہ قابل اتباع نہیں۔ تاہم اس معنی کو مفید خاص کر ضرور ہے کہ بعض حکمتیں مفصلاً منکشف ہوتی ہیں۔ گو اجمالی عقیدہ کہ ہر واقعہ مشتمل حکمتوں پر ہوتا ہے قرب کے لئے کافی ہے۔ اور موسیٰ علیہ السلام نے جواب میں یہ نہ کہا کہ تم خلاف شرع کرتے ہو۔ وجہ یہ کہ بعد غصہ فرو ہوجانے کے اجمالاً سمجھ گئے تھے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس بھیجا ہے تو ان کا فعل موافق ہوگا" (تھانوی) سارے قصہ سے ظاہر ہے کہ نبی کے لئے شرط علوم متعلقہ نبوت سے اطلاع ہے نہ کہ تمام علوم سے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس علم سے جس کے لئے اتنا بڑا سفر کیا تھا اور جس کے سیکھنے کے لئے اس شوق سے آئے تھے دست برداری گوارا کرلی مگر یہ گوارا نہ کیا کہ خلاف منصب نبوت ایسے منکر افعال پر (ان کا منشاء باطن کچھ بھی سہی) سکوت گوارا کریں۔ اسی لئے محققین کا بالاتفاق فیصلہ ہے کہ کوئی شغل، کوئی کسب اپنے آثار روحانی ولطائف نورانی کے لحاظ سے کیسا ہی مزکی نفس ومجلی قلب ہو اگر احکام شریعت ظاہری کے خلاف ہوگا۔ ہرگز جائز وحلال نہیں۔ مرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ ایسے مغیبات پر مطلع ہوجانا یا ان کا منکشف ہوجانا مقاصد میں سے نہیں چنانچہ موسیٰ علیہ السلام باوجود اسکے کہ قطعی نبی اور اولوالعزم اور صاحب شریعت مستقلہ ہونے کے خضر علیہ السلام سے اکمل ہیں۔ پھر بھی ان واقعات سے متعجب رہے۔ ۱۲۹ یہ سوال کرنے والے قریش تھے بمشورہ یہود۔ بعض روایتوں میں صرف مشرکین کا ذکر ہے، اور بعض میں صرف اہل کتاب کا۔ لیکن قول مشہور ومحقق یہی ہے۔ السائلون ھم ... المشھور قریش بتلقین الیھود (روح) ذُوالْقَرْنَيْنِ۔ طرز سوال

۱۰۹ (اور اب اس کا ظہور پوری طرح ہونے لگا ہے) حضرت موسیٰ علیہ السلام پہلا سوال تو غالباً بے خیالی سے کر گزرے تھے جیسا کہ ان کے عذر لا تواخذنی بما نسیت سے متبادر ہو رہا ہے۔
لیکن یہ دوسرا سوال عمداً تھا چنانچہ اب کی وہ اپنے سہو و نسیان کا عذر بالکل نہیں پیش کرتے۔ احکام شریعت کی خلاف ورزی پر تحمل جب عام صالحین سے نہیں ہوسکتا تو موسیٰ علیہ السلام تو ظاہر ہے کہ پیغمبر برحق
تھے۔ اور آپ کا کام ہی ہر قسم کی بدی کو روکنا اور نیکی کو پھیلانا تھا۔ "موسیٰ علیہ السلام نے وعدہ کرکے پھر جو اعتراض فرمایا تو وجہ یہ کہ وہ وعدہ معنیً مقید تھا عدم مخالفت شریعت کے ساتھ گو صورۃً مطلق تھا۔
پس اسکو خلف لازم نہیں آتا" تھانویؒ ۱۱۰ حضرت موسیٰؑ گویا یہ فرما رہے ہیں کہ اچھا اب کی اور در گزر سے کام لیجئے۔ لیکن آپ بھی شرائط کی خلاف ورزی کو کہاں تک برداشت کر سکتے ہیں۔ آپ اپنے
عذر کی حد کو پہنچ گئے۔ اب اگر میں آپ سے کوئی اور سوال کروں تو آپ بیشک معذور ہیں اور مجھے فوراً اپنے ساتھ سے الگ کر سکتے ہیں۔ "بعض کو اس قصہ سے یہ دھوکا ہو گیا ہے کہ پیر اگر کوئی خلاف شرع

قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ﴿۷۵﴾
(خضرؑ نے) کہا میں نے آپ سے کہہ دیا تھا نہ کہ آپ سے میرے ساتھ نباہ نہ ہو سکے گا ۱۰۹
قَالَ اِنْ سَاَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍۢ بَعْدَهَا فَلَا تُصٰحِبْنِيْ ۚ
(موسیٰؑ نے) کہا (اچھا اب) اسکے بعد میں آپ سے کسی چیز کے متعلق پوچھوں تو آپ مجھ کو اپنے ساتھ نہ رکھئے
قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّيْ عُذْرًا ﴿۷۶﴾ فَانْطَلَقَا ٚ حَتّٰٓى اِذَآ
بیشک آپ میرے بارہ میں حد عذر کو پہنچ چکے ۱۱۰ پھر دونوں چلے ۱۱۱ یہاں تک کہ جب
اَتَيَآ اَهْلَ قَرْيَةِ ِۨ اسْتَطْعَمَآ اَهْلَهَا فَاَبَوْا اَنْ
ایک گاؤں والوں پر گزر ہوا تو وہاں والوں سے کھانے کو مانگا ۱۱۲ سو انہوں نے ان کی
يُّضَيِّفُوْهُمَا فَوَجَدَا فِيْهَا جِدَارًا يُّرِيْدُ اَنْ يَّنْقَضَّ
مہمانی سے انکار کر دیا ۱۱۳ پھر دونوں کو اس (بستی) میں ایک دیوار ملی جو گرا چاہتی تھی سو خضرؑ نے
فَاَقَامَهٗ ۭ قَالَ لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ اَجْرًا ﴿۷۷﴾ قَالَ
اسے سیدھا کر دیا (موسیٰؑ نے) کہا اگر آپ چاہتے تو اس (کام) پر اجرت ہی لے لیتے ۱۱۴ خضرؑ بولے
هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَبَيْنِكَ ۚ سَاُنَبِّئُكَ بِتَاْوِيْلِ مَا لَمْ
(بس) یہ (وقت) میری آپ کی علیحدگی کا ہے ۱۱۵ اب میں ان چیزوں کی حقیقت پر آپ کو مطلع کئے
تَسْتَطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ﴿۷۸﴾ اَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِيْنَ
دیتا ہوں جن کے بارہ میں آپ ضبط نہ کر سکے ۱۱۶ وہ جو کشتی تھی سو وہ (چند) غریبوں کی تھی کہ وہ
يَعْمَلُوْنَ فِي الْبَحْرِ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِيْبَهَا وَكَانَ وَرَآءَهُمْ مَّلِكٌ
دریا میں کام کرتے تھے ۱۱۷ سو میں نے چاہا کہ اسمیں عیب پیدا کر دوں اور انکے آگے کی طرف ایک بادشاہ

کام کرے اس پر انکار نہ کرے۔ چنانچہ اسی قصہ میں حدیث میں آیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام اگر صبر کرتے تو خوب ہوتا۔ جواب یہ ہے کہ خضر علیہ السلام کا کمال نص سے معلوم تھا۔ اس لئے سکوت جائز تھا۔ دوسرے کا ان پر قیاس کرنا مع الفارق ہے"۔ (تھانویؒ) عَنْ شَيْءٍ یعنی ان چیزوں سے متعلق جو آپ سے بہ سلسلۂ عجائب و خوارق سرزد ہوتی ہیں۔ ای عن شیٔ تفعلہ من الاعاجیب (روح) ۱۱۱ (اور حضرت خضرؑ نے وہ بات رفت و گزشت ہو جانے دی) ۱۱۲ (کہ ہم اسی اجنبی شہر میں مہمان ہیں) قدیم زمانہ میں جب کہ نہ قدم قدم پر مہمان سراؤں کا رواج تھا، نہ ہوٹلوں اور کھانے پینے کی دوکانوں کا۔ مسافر اور نو وارد اپنا حق سمجھتے تھے کہ بستی والوں سے کھانا پانی طلب کریں اور بستی والے ان کی مہمانداری اپنا فرض سمجھتے تھے اور عموماً اسے بڑی خوش دلی سے بجا لاتے تھے۔ قرآن مجید سے اشارۃً یہ بات بھی نکل آئی کہ میزبانی اور مہمانی کا یہی جذبہ صحیح تھا۔

۱۱۳ (جو اس قدیم تہذیب میں ایک بہت ہی قبیح جرم تھا) ۱۱۴ (کہ ہم لوگوں کا کام بھی چل جاتا اور ان لوگوں کی تادیب بھی کسی قدر ہو جاتی) يُرِيْدُ اَنْ يَّنْقَضَّ۔ ارادۃ یہاں مجازی معنی میں استعمال ہوا ہے یعنی قرب وقوع کو ارادۂ وقوع سے تعبیر کر دیا گیا ہے۔ والمراد من الارادۃ السقوط قربہ من ذلک علی سبیل المجاز المرسل (روح) استعیرت الارادۃ للمداناۃ والمشارفۃ (کشاف) زمخشری صاحب کشاف نے لکھا ہے کہ عربی میں متعدد افعال ارادی کا انتساب مجازاً جمادات لا یعقل کے ساتھ ہوتا رہتا ہے مثلاً ہم، عزم، قول، نطق، صدق، کذب، سکوت، تمرد وغیرہا اور کلام عرب سے ان کی سندیں بھی پیش کی ہیں۔ مرشد تھانویؒ نے فرمایا کہ کسب معیشت اور اس کے اسباب کا اختیار کرنا منافی کمال نہیں۔ ۱۱۵ (جیسا کہ آپ خود ہی طے کر چکے ہیں) مرشد تھانویؒ نے اس سے استنباط کیا کہ جب مرید سے خلاف و نزاع بار بار ظاہر ہونے لگے اور مرشد کو امید اس سے مناسبت و موافقت کی نہ باقی رہ جائے تو اسے جدا کر دینا درست ہے۔ ۱۱۶ اس قصہ سے بعض کو دھوکا ہو گیا ہے کہ علم باطن علم شریعت سے افضل ہے۔ جواب اس کا یہ ہے کہ علم باطن کے دو شعبہ ہیں۔ علمِ مرضیات الٰہی جو متعلق بالنفس ہیں اور علمِ اسرار کونیہ۔ پہلا تو شریعت کا ایک جزء ہے اور جزء کبھی کل سے افضل نہیں ہو سکتا اور دوسرا چونکہ قرب الٰہی میں کچھ دخل نہیں رکھتا اس لئے افضلیت کا احتمال بھی نہیں۔ دوسرا دھوکا یہ ہے کہ خضر علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام سے افضل ہیں۔ جواب یہ ہے کہ خضر علیہ السلام کو علم باطن کا دوسرا شعبہ حاصل ہونا اس قصہ سے ثابت ہے اور ابھی سن لیا ہے کہ وہ علم شریعت سے جو کہ موسیٰ علیہ السلام کو حاصل تھا افضل نہیں ہے" (تھانویؒ) بِتَاْوِيْلِ۔ تاویل سے یہاں مراد غایت مصلحت یا مصلحت تکوینی ہے۔ التاویل رد الشیٔ الی مآلہ والمراد بہ ہنا المآل والعاقبۃ (روح) ۱۱۷ (جو اس کے ذریعہ سے محنت مزدوری کر کے کچھ کما لیتے تھے) فقہاء نے یہاں سے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ آلات حرفہ و تجارت پر زکوٰۃ نہیں۔ چنانچہ یہاں اللہ تعالیٰ نے ان ملاحوں کو باوجود کشتی کے مالک ہونے کے مسکین ہی کہا۔ فقہاء مفسرین نے یہ بھی کہا ہے کہ مسکین کا اطلاق ہر اس شخص پر جائز ہے جو اگرچہ مال رکھتا ہو مگر وہ اس کی ضروریات کے لئے کافی نہ ہو۔ وھو دلیل علی ان المسکین یطلق علی من [illegible] (بیضاوی) وفیہ دلیل علی ان المسکین وان کان یملک شیئاً فلا یزول عنہ اسم المسکنۃ اذا لم یقم ما یملک بکفایتہ (معالم)

الحکیم جل جلالہ	الودود جل جلالہ	المجید جل جلالہ	الباعث جل جلالہ	الشہید جل جلالہ	الحق جل جلالہ
الوکیل جل جلالہ	القوی جل جلالہ	المتین جل جلالہ	الولی جل جلالہ	الحمید جل جلالہ	المحصی جل جلالہ
المبدئ جل جلالہ	المعید جل جلالہ	المحیی جل جلالہ	الممیت جل جلالہ	الحی جل جلالہ	القیوم جل جلالہ
الواجد جل جلالہ	الماجد جل جلالہ	الواحد جل جلالہ	الاحد جل جلالہ	الصمد جل جلالہ	القادر جل جلالہ
المقتدر جل جلالہ	المقدم جل جلالہ	المؤخر جل جلالہ	الاول جل جلالہ	الاخر جل جلالہ	الظاہر جل جلالہ
الباطن جل جلالہ	الوالی جل جلالہ	المتعالی جل جلالہ	البر جل جلالہ	التواب جل جلالہ	المنتقم جل جلالہ
العفو جل جلالہ	الرءوف جل جلالہ	مالک الملک جل جلالہ	ذوالجلال والاکرام جل جلالہ	المقسط جل جلالہ	الجامع جل جلالہ
الغنی جل جلالہ	المغنی جل جلالہ	المانع جل جلالہ	الضار جل جلالہ	النافع جل جلالہ	النور جل جلالہ
الہادی جل جلالہ	البدیع جل جلالہ	الباقی جل جلالہ	الوارث جل جلالہ	الرشید جل جلالہ	الصبور جل جلالہ

تاج کمپنی لمیٹڈ، ناشران قرآن مجید و اسلامی مطبوعات کراچی - لاہور - ڈھاکہ

بسم الله الرحمن الرحیم

هو الله جل جلاله
الذی لا اله جل جلاله
الا هو جل جلاله
الرحمن جل جلاله
الرحیم جل جلاله
الملک جل جلاله

القدوس جل جلاله
السلام جل جلاله
المؤمن جل جلاله
المهیمن جل جلاله
العزیز جل جلاله
الجبار جل جلاله

المتکبر جل جلاله
الخالق جل جلاله
الباری جل جلاله
المصور جل جلاله
الغفار جل جلاله
القهار جل جلاله

الوهاب جل جلاله
الرزاق جل جلاله
الفتاح جل جلاله
العلیم جل جلاله
القابض جل جلاله
الباسط جل جلاله

الخافض جل جلاله
الرافع جل جلاله
المعز جل جلاله
المذل جل جلاله
السمیع جل جلاله
البصیر جل جلاله

الحکم جل جلاله
العدل جل جلاله
اللطیف جل جلاله
الخبیر جل جلاله
الحلیم جل جلاله
العظیم جل جلاله

الغفور جل جلاله
الشکور جل جلاله
العلی جل جلاله
الکبیر جل جلاله
الحفیظ جل جلاله
المقیت جل جلاله

الحسیب جل جلاله
الجلیل جل جلاله
الکریم جل جلاله
الرقیب جل جلاله
المجیب جل جلاله
الواسع جل جلاله

قرآن کریم

مع ترجمہ و تفسیر ماجدی

تاج کمپنی لمیٹڈ کراچی